القرآن الحکیم
تفسیر بیان القرآن (مکمل)
جلد اول
سورۃ الفاتحۃ تا سورۃ الانعام
مولانا محمد اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مکتبہ رحمانیہ
اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

القرآن الحکیم

تفسیر بیان القرآن (مکمل)

مع اردو ترجمہ مسائل السلوک

ومع عربی وجوہ المثانی مع توجیہ الکلمات والمعانی

لکل از تصانیف حضرت حکیم الامت ماہر العلوم قرآنیہ رأس المفسرین صاحب الشریعۃ والطریقۃ

مولانا محمد اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جلد اول

سورۃ الفاتحۃ تا سورۃ الانعام

تفسیر بیان القرآن اور اس کے متعلقہ تمام رسائل کی کمپوزنگ اُس قدیم نسخے کو سامنے رکھ کر کی گئی ہے جو حکیم الامت کا نظر فرمودہ ہے اس پر حکیم الامت کی تصدیق (دستخط) بھی موجود ہیں اس کے علاوہ مولانا شبیر علی صاحب کے اضافہ جات بھی شامل ہیں۔ یہ نسخہ ۱۹۵۳ء میں اشرف المطابع تھانہ بھون سے شائع ہوا تھا اُس نسخے کا عکس بھی جلد اول کی ابتداء میں لگا دیا گیا ہے۔

تسہیل ترجمہ

مولانا سید انظر شاہ کشمیری

خلف الرشید علامہ سید انور شاہ کشمیری

تخریج

مولانا حافظ محبوب احمد خان صاحب

مدرس مدرسہ رحمۃ للعالمین ڈیفنس روڈ لاہور

مکتبہ رحمانیہ

اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور

فون: 042-7224228-7221395

MAKTABA E RAHMANIA

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکتبہ رحمانیہ

نام کتاب: .... تفسیر بیان القرآن (کامل) (جلد اول)

مؤلف: .... مولانا محمد اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ

ناشر: .... مکتبہ رحمانیہ

مطبع: .... لٹل سٹار پرنٹرز لاہور

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔

بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہ کرم مطلع فرما دیں۔ ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لیے ہم بے حد شکرگزار رہوں گے۔ (ادارہ)

حرفِ اوّل

حکیم الامت' مجدد الملت' حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کی مشہور و معروف تفسیر بیان القرآن کی بابت کچھ تحریر کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ بیان القرآن تمام علوم متعلقہ قرآنِ کریم کی جامع اور تفسیری علوم کی حاوی نابغہ روزگار تفسیر ہے۔ یہ کس علمی پائے کا کام ہے' اس کا اندازہ کرنے کیلئے فقط یہی جان لینا چاہئے کہ بیان القرآن کے ضبطِ تحریر میں آ جانے کے بعد سے جتنے بھی مفسرین نے تفاسیر تحریر کیں وہ اس سے استفادہ کرنے سے اپنے آپ کو مستغنی نہ رکھ پائے اور اس سے قبل تفسیر کو اس عالمانہ انداز سے لکھنے کا یارا بھی نہیں تھا۔

اس تفسیر سے حضرت تھانوی کی فقہی بصیرت اور جامعیت اور تمام پہلوؤں پر نظرِ عمیق کا ہم جیسے کم فہموں کو بھی اندازہ ہو سکتا ہے۔ حکیم الامت نے اس میں بعض خاص تفسیری تحقیقات ہی نہیں فرمائیں بلکہ اردو اور عربی محاورے کے دقیق فرق کو بھی ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ آیات کی تفسیر کرتے وقت ''علم معانی'' کی نزاکتوں کی بھی بے حد و حساب رعایت رکھی گئی ہے اور اس کی کن کن باریکیوں کو آپ کے سامنے آشکارا کروں کہ جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا ہے تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام کے سامنے اس کام کے نئے نئے پہلو آشکارا ہوتے ہی چلے جا رہے ہیں اور علوم ظاہری و باطنی کا ایک بحرِ بے کراں ہے جو ظاہر ہوتا چلا جاتا ہے۔

اس تفسیر سے پہلے سورتوں اور آیات کے درمیان ''رَبط'' کے عنوان سے بالکل بھی کام نہیں کیا گیا تھا اور سوچئے کہ اگر ربط اور مناسبت کا لحاظ نہ رکھا جاتا تو ترتیب نزول کیونکر بدلا جاتا۔ (فافہم فتدبر) تفسیر بیان القرآن میں فقط ''رَبط'' ہی کا کام اتنا بلند پایہ ہے کہ کاش کوئی ناشر اس کو علیحدہ کتابچے کی شکل میں شائع کر دے تو طلباء کو اور کسی کتاب سے ربط کے تلاش کرنے کی جستجو نہ کرنی پڑتی۔ مولانا نے اس بابت ایک رسالہ **"سبق الغایات فی نسق الآیات"** بھی تحریر فرمایا ہے۔

❁ حضرت مولانا انور● شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے اپنے شاگردوں کو ایک مرتبہ بخاری کا درس دیتے وقت فرمایا تھا:

> ''میں تو ہمیشہ یہی سمجھتا رہا کہ اُردو کا دامن علم و تحقیق سے خالی ہے لیکن مولانا تھانوی رحمہ اللہ کی تفسیر کا مطالعہ کرنے کے بعد مجھے اپنی رائے میں ترمیم کرنا پڑی اور اب میں سمجھتا ہوں کہ اردو بھی بلند پایہ علمی تحقیقات سے بہرہ ور ہے۔''

❁ مولانا سید سلیمان ندوی تحریر فرماتے ہیں کہ:

> ''اس تفسیر کی اہمیت کا اندازہ لگانے کے لئے فقط یہ کافی ہے کہ علما بھی اپنے آپ کو اس کے مطالعہ کا ضرورت مند سمجھتے ہیں۔''

❁ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ''اس میں بڑی بڑی کتابوں کی مبسوط اور مفصل بحثوں کا خلاصہ اور نتیجہ نکال کر رکھ دیا گیا ہے۔''

❁ شیخ التفسیر حضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

> ''تفسیر بیان القرآن اپنی افادیت' جامعیت اور مقبولیت میں ثریٰ سے ثریا تک پہنچ گئی ہے۔''

اس تفسیر کو شائع کرتے وقت سب سے پہلی جو چیز ادارہ کے پیش نظر تھی وہ یہ کہ اس سے قبل جتنے بھی اداروں نے اس کو شائع کیا اس میں آیات قرآنیہ کسی اور صفحہ پر ہوتی تھیں اور ترجمے دو چار صفحات آگے اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ کئی تفصیلی مقامات کی تفسیر ۳۰ صفحات کے بعد تحریر ہوتی تھی۔ ادارہ نے نہ صرف علمائے کرام سے مشورہ کیا بلکہ دو مفسرین حضرات سے بھی مشورہ کے بعد ان گتھیوں کو سلجھانے کے لئے ''مستند علمائے کرام کی آراء'' کو سامنے رکھ کر جو کام کروائے وہ درج ذیل ہیں:

● علامہ سید انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے خلف الرشید مولانا سید انظر شاہ کشمیری ہی کے ''تسہیل ترجمہ بیان القرآن'' شائع کردہ انڈیا سے ترجمے میں مکمل استفادہ کیا گیا۔

① مضامین کی ترتیب تو تشکیل دی گئی ہے۔

② جب تک پہلی آیات کی تفسیر نہ ختم ہو جائے اگلی آیت کا ترجمہ درج نہیں کیا گیا (یعنی متن' ترجمہ اور تفسیر کی ترتیب کا سو فیصدی اہتمام کیا گیا ہے) اور اب آپ کو''بقایا صفحہ فلاں پر'' کہیں بھی درج نہیں ملے گا۔ ان شاء اللہ

③ ترجمہ میں چونکہ مرور زمانہ کے ساتھ کچھ الفاظ ثقیل معلوم ہونے لگے تھے اس سلسلہ میں تمام تر راہنمائی ''مولانا سید انظر شاہ کشمیری خلف الرشید علامہ سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ'' کے تسہیل ترجمہ بیان القرآن سے لی گئی اور ترجمے میں جتنے بھی الفاظ بین القوسین درج ہیں وہ مولانا سید انظر شاہ کشمیری ہی کے ہیں۔

④ مولانا چونکہ بیان القرآن میں ''تفسیر بالقرآن'' کا بے حد اہتمام کرتے ہیں اور جا بجا آیات لاتے ہیں اس لئے انتہائی عرق ریزی کے ساتھ ان آیات کی حتی الامکان تخریج کروادی گئی ماسوا مکررات کے۔

⑤ اس سے قبل کی شائع کردہ ''بیان القرآن'' میں حاشیہ کو ڈھونڈنے کے لئے انتہائی بیدار مغزی کی ضرورت ہوتی تھی ویسے بھی اس میں ایک طرح کا نہیں بلکہ کئی طرح کے حواشی لگائے گئے ہیں۔ ہم نے یہ التزام کیا کہ سب سے پہلے ملحقات الترجمہ کے تحت آنے والے حواشی کو لائے اور اس کے بعد جو آزاد حواشی تھے (یعنی وہ ترجمہ' تفسیر' عربی وغیرہ میں کہیں بھی آ سکتا ہے) اُن کو انہی آیات کے آخر میں ''الحواشی'' کے عنوان کے تحت نمبر دے کر لے آئے' اب ہمیں اُمید واثق ہے کہ کسی بھی آیت کے تحت لایا گیا تمام تفسیری مواد ایک ہی جگہ جمع کر دیا گیا ہے۔

⑥ اس کے ماسوا ایک اللغات' نحو' اور بلاغہ کے تحت بھی مولانا کا طریق کار یہ ہے کہ پہلے ایک لفظ لاتے ہیں اور پھر اس کی تشریح بیان کرتے ہیں ہم نے پہلے ''قولہ'' جلی لا کر پھر وہ لفظ لکھ کر آگے اس کی وضاحت کر دی ہے۔

⑦ متن قرآن کتابت شدہ لگایا گیا ہے اور اس کے علاوہ جہاں بھی قرآنی آیت بضمن تفسیر وغیرہ آئی ہے وہ بھی کتابت شدہ ہی لگائی گئی ہے تاکہ اعرابی اغلاط ہونے کی گنجائش نہ رہے۔ ان شاء اللہ

ہم نے اپنے طور پر پوری سعی کی کہ ترتیب جدید' تخریج' پروف ریڈنگ' کتابت قرآن وغیرہ کے سلسلے میں بالکل بھی اغلاط کی گنجائش نہ رہے اور اس کے لئے نہ صرف رجسٹرڈ پروف ریڈرز (قاری یوسف صاحب و قاری اشرف صاحب و حافظ عبدالمنان صاحب و مولانا حافظ محبوب احمد خان صاحب) سے عربی کتابت کی پروف ریڈنگ انتہائی عرق ریزی اور ''اوقاف کی نئی پالیسی'' کے تحت کروائی گئی بلکہ ترجمہ و تفسیر کی بھی کئی دفعہ پروف ریڈنگ کروائی گئی لیکن ان تمام کوششوں کے باوجود اغلاط کی گنجائش انسانی سعی کی حد تک رہ سکتی ہے' اگر آپ کو کوئی غلطی نظر آئے تو اپنی دینی ذمہ داری پوری کرتے ہوئے ادارہ کو ضرور آگاہ کریں' تاکہ اس غلطی کو رفع کیا جا سکے' اللہ تعالیٰ آپ کی اس سعی کو یقیناً آپ کے لئے صدقہ جاریہ بنا دے گا' ان شاء اللہ اللہ جل جلالہ سے دعا ہے کہ اس کتاب کی تیاری میں تعاون کرنے والے تمام احباب پر اللہ تعالیٰ اپنا فضل و کرم فرمائے' والسلام.......... (ادارہ)

تفسیر بیان القرآن شائع کردہ اشرف المطابع تھانہ بھون کے اس نسخے کا سرورق جو مولانا کی زیر نگرانی شائع ہوا تھا اور اسی کو سامنے رکھ کر ادارہ نے کمپوزنگ کروائی

قال اللہ تعالیٰ ان علینا جمعہ وقرآنہ
فاذا قرأناہ فاتبع قرآنہ ثم ان علینا بیانہ

چوں راس واساس علوم حکمیہ علوم قرآن ست، وازیں ہمہ توجہ علماء امت مبذول
بخدمتش از قدیم زمان ست، واز جملہ علوم خادمہ قرآن حسب آیت مزبورہ علم تفسیر وتبیان ست، باوجود
وفور تکثر کتب ایں فن تجدد ضرورت ومذاق اہل عصر مقتضی تالیفے جدید در تبیان فرقان ست، وکتاب ہذا کہ مسمّٰی

مکمل بیان القرآن ۱۳۵۳ھ

مع

مسائل السلوک من کلام ملک الملوک (فی العربیۃ)

رفع الشکوک ترجمہ مسائل السلوک (فی الہندیۃ)

وجوہ المثانی مع توجیہ الکلمات والمعانی (فی العربیۃ)

ببیان وبرہان کافل وحاوی آں طرز وعنوان ست، وایں مرتبہ حضرت مؤلف علام دام ظلہم نظر اصلاحی باہتمام خاص فرمودند کہ موجب
مزید تبیان ست وایں جلد اول وثانی وثالث از ان ست، بنا برعلیہ کتاب مذکور بالحسن رعایات واکمل التزامات مثل وضع متن قرآنی
مع ترجمہ بین السطور در اول حصہ صفحہ وحوالہ متن مع تحریر ترجمہ وتقریر تفسیر بتعیید امتیاز مابین ترجمہ وتفسیر بخطوط بالائیہ در دوم حصہ
وحواشی عربیہ در سومی حصہ، در پہلوئے صفحہ کتاب مسائل السلوک ودر ختم ہر جلد مضمون وجوہ المثانی
متعلقہ بآں جلد کہ مجموعش مفید تا بیان قاریان وشائقان درک معانی اجمالاً یا تفصیلاً وطالبان

تحقیق مزید از عاسیان وخاصان ست

احقر شبیر علی کہ محتاج مغفرت ورضوان ست

مطبع اشرف المطابع واقع تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ تفسیر بیان القرآن

اَلرَّحْمٰنُ (١) عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ (٢) خَلَقَ الْاِنْسَانَ (٣) عَلَّمَهُ الْبَيَانَ (٤) [الرحمن: ١ تا٤] هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا (٢٨) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰةِ ۚۖ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۚ قف كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا (٢٩) [الفتح: ٢٨، ٢٩]

امابعد! یہ ابجد خواں مکتب قرآنی مظہر مدعا ہے کہ بہت روز سے خود بھی اور احباب کے اصرار سے بھی گاہ گاہ خیال ہوا کرتا تھا کہ کوئی مختصر تفسیر قرآن مجید کی لکھی جاوے جو ضروریات کو حاوی اور زوائد سے خالی ہو مگر تفاسیر و تراجم کی کثرت دیکھ کر اس کو امر زائد سمجھا جاتا تھا۔ اسی اثناء میں نئی حالت یہ پیش آئی کہ بعض لوگوں نے محض تجارت کی غرض سے نہایت بے احتیاطی سے قرآن کے ترجمہ شائع کرنے شروع کئے' جن میں بکثرت مضامین خلاف قواعد شرعیہ بھر دیئے۔ جن سے عام مسلمانوں کو بہت مضرت پہنچی ہے۔ ہرچند کہ چھوٹے چھوٹے رسالوں سے ان کے مفاسد پر اطلاع دے کر ان مضرتوں کی روک تھام کرنے کی کوشش کی گئی مگر چونکہ کثرت سے ترجمہ بینی کا مذاق پھیل گیا ہے وہ رسالے اس غرض کی تکمیل کے لئے کافی ثابت نہ ہوئے تاوقتیکہ ابناء زمانہ کو کوئی ترجمہ بھی نہ بتلایا جاوے جس میں مشغول ہو کر ان تراجم مبتدعہ مخترعہ سے بے التفات ہو جاویں ہرچند کہ تراجم و تفاسیر محققین سابقین کے بالخصوص خاندان عزیزیہ کے ہر طرح کافی ووافی ہیں مگر ناظرین کی حالت وطبیعت کو کیا کیا جاوے کہ بعض تفاسیر میں عربی یا فارسی نہ جاننے کی مجبوری' بعض تراجم میں اختصار یا زبان بدل جانے کا عذر مانع دلچسپی ہوا۔ تامل و مشورے سے یہی ضرورت ثابت ہوئی کہ ان لوگوں کو کوئی نیا ترجمہ دیا جاوے جس کی زبان وطرز بیان وتقریر مضامین میں ان کے مذاق وضرورت کا حتی الامکان پورا لحاظ رہے اور ساتھ ہی اس کے کوئی ضروری مضمون خواہ جزو قرآن ہو یا اس کے متعلق ہو رہ نہ جاوے چند روز تک یہ رائے صورت تجویز و پیرایہ تذکرہ میں رہی۔ آخر جب احباب کا تقاضا زیادہ ہوا اور خود بھی اس کی ضرورت روزانہ مشاہدہ ومعائنہ میں آنے لگی آخر بنام خدا محض توکلاً علی اللہ پھر اس اطمینان پر کہ اگر میں کسی قابل نہیں ہوں تو کیا ہوا بزرگانِ عصر اصلاح فرما کر اس کو دیکھنے کے قابل کر دیں گے۔ آخر ربیع الاول ۱۳۲۰ھ میں اس کو شروع کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے امید تمام اور نفع انام رکھتا ہوں اب جن امور کی اس میں رعایت اور لحاظ کیا گیا ہے ان کو اختصار کے ساتھ عرض کرتا ہوں۔

اول: قرآن مجید کا آسان ترجمہ کیا ہے' جس میں قابل فہم ہونے کے ساتھ تحت لفظی کی بھی رعایت ہے۔

دوم: ترجمہ میں خالص محاورات استعمال نہیں کئے گئے دو وجہ سے اول تو میں قصباتی ہوں' محاورات پر عبور نہیں۔ دوسرے یہ کہ محاورات ہر مقام کے جدا جدا ہوتے ہیں اگر دہلی کے محاورات لئے جاتے اہل لکھنؤ نہ سمجھتے یہاں کے محاورات وہاں نہ سمجھتے ان دونوں کے محاورے حیدرآباد اور مدراس والے نہ سمجھتے غرض ایسے محاورات عام فہم نہیں ہوتے اور اردو ترجمہ کم ازکم ایسا تو ہو کہ قریب قریب ہندوستان کے سب حصے تو اس کو سمجھ جاویں اس لئے کتابی زبان لی ہے کہ فصاحت کے ساتھ اس میں سلاست بھی ہے۔

سوم: نفس ترجمہ کے علاوہ جس مضمون کو بہت ضروری دیکھا کہ اس پر توضیح ترجمہ کی موقوف ہے یا کوئی شبہ خود قرآن کے مضمون سے ظاہراً پیدا ہوتا تھا اس کا جواب یا مضمون قرآنی کسی مشہور تحقیقات کے خلاف معلوم ہوتا تھا اس کی تحقیق یا اسی قسم کی کوئی ضروری بات ہوئی اس کو ''ف'' بنا کر بڑھا دیا باقی لطائف ونکات یا طویل عریض حکایات یا فضائل یا بہت سے مسائل وغیرہا سے تفسیر کو طویل نہیں کیا گیا۔ غرض یہ کہ مضامین کا جمع کرنا مقصود نہیں بلکہ

محض حل قرآن ورفع ضرورت لیکن باوجود اتنی رعایت کے بھی غیر علماء وطلبہ کے لئے بہت سے مقامات میں علماء سے استغناء نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا مناسب بلکہ واجب یہ ہے کہ ایسے حضرات صرف اپنے مطالعہ وفہم پر اعتماد نہ فرماویں بلکہ حسب ضرورت علماء یا منتہی طلبہ سے اس کو سبقاً سبقاً سمجھ کر پڑھ لیں۔ ورنہ اقل درجہ اتنا تو ضرور ہے کہ مطالعہ کے وقت جہاں ذرہ برابر بھی اشتباہ رہے وہاں خود غور کر کے نہ نکالیں بلکہ پنسل سے نشان کر کے علماء سے وہ عبارت دکھلا کر حل کر لیں اور بدوں اس کے احتمال بلکہ یقین غلط فہمی کا ہے۔

چہارم: جس آیت کی تفسیر میں بہت سے اقوال مفسرین کے ہیں ان میں سے جس کو ترجیح معلوم ہوئی صرف اس کو لے لیا بقیہ سے تعرض نہیں کیا۔

پنجم: مطلب قرآنی کی تقریر کہیں تو اس طرح کی ہے کہ مضمون کا ارتباط خود ظاہر ہو جاوے اور کہیں ایک سرخی ربط کی لکھ کر اس کی تقریر کر دی گئی ہے۔

ششم: اختلافیات کی تفسیر میں صرف مذہب حنفی لیا گیا ہے اور دوسرے مذاہب بشرط ضرورت حاشیہ میں لکھ دیئے گئے۔

ہفتم: چونکہ نفع عوام کے ساتھ افادۂ خواص کا بھی خیال آ گیا اس لئے ان کے فائدہ کے واسطے ایک حاشیہ بڑھایا ہے جس میں مکیت ومدنیت سور وآیات و غیر مشہور لغات وضروری وجوہ بلاغت ومغلق ترکیب وخفی الاستنباط فقہیات وکلامیات واسباب نزول وروایات واختلاف قراءت مغیرہ ترکیب یا حکم و توجیہ ترجمہ وتفسیر ایجاز کے ساتھ مذکور ہیں جس کو متوسط درجہ کا طالب علم بے تکلف سمجھ سکتا ہے۔ یہ حاشیہ درس وتدریس کے وقت بہت کام آ سکتا ہے۔ اس حاشیہ کی عبارت عربی اس لئے تجویز کی ہے کہ عوام اس کے دیکھنے کی ہوس ہی نہ کریں ورنہ جب زبان سمجھتے اور مضامین نہ سمجھتے بہت پریشان ہوتے۔ اب اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ یہ تفسیر مختصر یا ترجمہ مطول کہہ دیجئے عوام وخواص سب کے کام کا ہوگا اور اگر اہل علم صرف قرآن کا مطالعہ کر کے بطور خود غور کریں اور اس میں جو امور ذہن میں مجمل رہیں یا جو اشکالات واقع ہوں ان کو مستحضر کر کے پھر اس تفسیر کا ملاحظہ فرماویں تو ان شاء اللہ تعالیٰ دوبارہ لطف اور حظ حاصل ہو۔ امید ناظرین سے یہ ہے کہ اس کو مطالعہ فرما کر میرے واسطے مغفرت کی دعا مانگیں کہ بڑا الالچ اس مشقت سے یہی ہے۔

اے کہ برما میروی دامن کشاں ☆ از سر اخلاص الحمدے بخواں

اصطلاحات اس تفسیر کی یہ ہیں کہ جو عبارت خطوط ہلالیہ سے خارج ہے وہ ترجمہ ہے اور جو خطوط ہلالیہ کے اندر محصور ہے وہ ترجمہ سے زائد ہے اور باوجود کافی ہونے اس فارق کے زیادہ احتیاط وتوضیح کے لئے ترجمہ پر خط بھی کھینچ دیا ہے جو علامت متن کی ہے اور ترجمہ میں اسی پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اوپر جہاں قرآن لکھا ہے اس کے نیچے بھی ترجمہ لکھ دیا ہے اور ایک التزام یہ بھی کیا گیا ہے کہ حاشیہ عربیہ میں جہاں کسی کتاب کی بعینہٖ عبارت لی گئی وہاں کتاب کا نام لکھ دیا ہے اور جہاں کچھ مناسب تصرف ہوا ہے وہاں نام کتاب کے قبل لفظ من بڑھا دیا ہے۔ جہاں استاذی لکھا ہے اس سے مراد حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ ہیں جہاں مرشدی لکھا ہے اس سے مقصود حضرت مولانا الحاج محمد امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ ہیں۔ جہاں کوئی ماخذ نہیں لکھا وہ احقر نے اپنی رائے و یادداشت سے لکھ دیا ہے۔ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ (۱۸۰) وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ (۱۸۱) وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۱۸۲) [الصّٰفّٰت]

فقط الراقم

محمد اشرف علی التھانوی عفی عنہ

ذکر بعضے امور مرعیہ ملتزمہ در تحریر تفسیر ہذا

ان میں بعضے امور تو خطبہ تفسیر میں مذکور ہوئے ہیں اور بعض امور ان کے علاوہ ہیں:

۱۔ اس تفسیر کے لکھنے کے وقت یہ کتابیں میرے پاس رہتی تھیں۔ بیضاوی، جلالین، تفسیر رحمانی، اتقان، معالم التنزیل، روح المعانی، مدارک، خازن، تفسیر فتح المنان، تفسیر ابن کثیر، لباب، درمنثور، کشاف، قاموس، بعضے تراجم قرآن۔ ان میں سے بعض کتابیں اول سے پاس رہیں اور بعض کچھ لکھنے کے بعد آئیں اور بعض بالکل اخیر میں آئیں چنانچہ حوالوں سے اس کی تفصیل وتعیین معلوم ہوسکتی ہے اور ضرورت کے وقت کتب حدیث وفقہ وسیر کی مراجعت بھی کی جاتی تھی۔

۲۔ قرآن مجید کے اول سے آخر تک ہر سورت اور ہر آیت کا ربط ماقبل کے ساتھ نہایت سہل اور قریب تقریر میں بالالتزام بیان کیا گیا اور اکثر سورتوں کے شروع میں ان سورتوں کا خلاصہ بھی بیان کردیا گیا۔

۳۔ جتنی آیتوں کی تفسیر بوجہ اتحاد یا تقارب وتناسب مضامین کے ایک جگہ مجتمع کرکے لکھی گئی ہے ان کے اول میں ان مضامین کا ایک جامع عنوان بطور سرخی کے لکھ دیا گیا ہے جس سے اجمالاً ان تمام آیات کا خلاصہ ذہن میں مستحضر ہونے کے بعد مفصل تفسیر سے جو کچھ نفع اور حظ حاصل ہوگا اس کو ناظرین خود دیکھیں گے پھر ان آیات کی تفسیر ایسے طور پر کی گئی ہے کہ سب ایک مسلسل تقریر معلوم ہوتی ہے۔

۴۔ جن روایات پر تفسیر کو مبنی کیا ہے ان میں التزام کیا گیا ہے کہ وہ صحیح روایتیں ہوں۔ البتہ جہاں تفسیر کسی روایت پر مبنی نہ تھی اور لفظ قرآنی فی نفسہ بھی اس وجہ کو محتمل تھا تقویت احتمال کے لئے اشتراط صحت میں تسامح کیا گیا۔

۵۔ شبہات کے جواب دینے میں صرف ان شبہات کو خاص کیا ہے جنکا منشا کوئی دلیل صحیح تھی جیسے کوئی آیت یا کوئی حدیث یا کوئی امر ثابت بالعقل یا بالحس اور جنکا منشا کوئی امر صحیح نہیں ہے بلکہ وہ شبہ خود دعویٰ بلا دلیل ہے اسکے جواب میں چونکہ طلب دلیل کافی ہے اسلئے اس سے تعرض نہیں کیا گیا اور بہت سے شبہات نفس تقریر ترجمہ سے مندفع ہوگئے ہیں۔

۶۔ کوئی مضمون ضرورت سے زائد نہیں لکھا مگر شاذ ونادر کسی خاص فائدے کے لئے۔

۷۔ ترجمے میں ترکیب کی رعایت زیادہ کی گئی ہے بہ نسبت اتباع محاورہ کے۔

۸۔ چونکہ احقر کو مباحث متعلقہ کتب سماویہ سابقہ پر بالکل نظر نہیں ہے اس لئے ایسے مضامین میں تفسیر حقانی سے نقل کردیا گیا ہے۔

۹۔ غالباً تمام تفسیر میں دو یا تین مقام ایسے ہیں کہ وہاں جیسا جی چاہتا تھا ویسا شرح صدر نہیں ہوا اس موقع پر احقر نے اس کی تصریح کردی ہے تاکہ اگر کسی کو اس سے اچھی تقریر وتفسیر میسر ہوجاوے اسی کو راجح سمجھے۔

۱۰۔ مسائل فقہیہ وکلامیہ کی ہر آیت کے متعلق اسی قدر تحقیق پر اکتفا کیا گیا ہے جس پر تفسیر قرآن کی موقوف تھی۔

۱۱۔ جو مضامین قابل زیادہ تفصیل وتحقیق کے کئی جگہ آئے ہیں ان کو ایک جگہ مفصل لکھ کر دوسری جگہ اس پہلی جگہ کا حوالہ دے دیا گیا ہے یا پہلی جگہ اس دوسری جگہ کا وعدہ کیا گیا ہے۔

۱۲۔ ہر جگہ تفسیر میں اتباع سلف صالح کا کیا ہے۔ متاخرین کے اقوال کو جو سلف کے خلاف تھے نہیں لیا۔

۱۳۔ جہاں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں ان میں سے جس کو روایت یا ذوق عربیت سے راجح سمجھا صرف اسی کو اختیار کرلیا گیا سب کو نقل نہیں کیا البتہ کہیں کہیں اگر دونوں وجہیں مساوی معلوم ہوئیں دونوں کو نقل کردیا ہے۔

۱۴۔ تقریر مدلول آیات میں قواعد میزانیہ منطقیہ کی پوری طور سے مراعات کی گئی ہے جس کا لطف اذکیاء اور علماء کے جی سے پوچھنا چاہئے۔

۱۵۔ مجھ کو معلوم ہے کہ کہیں کہیں تقریر کسی قدر رنگ ہے لیکن اس کی کفایت میں کوئی خلل نہیں البتہ کم استعداد لوگوں کو اہل علم سے اس کے حل اور توضیح کی حاجت ہوگی۔ اسی طرح بعض جگہ ایسے مضامین بھی آگئے ہیں کہ ان کا سمجھنا مخصوص اہل علم کے ساتھ ہے اسی لئے میرے نزدیک مطلقاً ضروری ہے کہ اس تفسیر کو اول سے آخر تک کسی عالم سے سبق کے طور پر پڑھ لیا جاوے اور جو مضمون اس پر بھی سمجھ میں نہ آوے اس کو علوم درسیہ پر موقوف سمجھا جاوے اور یہ امر یقینی ہے کہ اس سے پورا لطف حاصل ہونے کی شرط علوم متعارفہ میں مہارت اور اس میں سے کسی مقام پر تحیر ومراجع تفاسیر کے بعد اس تفسیر کو ملاحظہ کرنا ہے۔

۱۶۔ اور بہت سے امور ضروریہ ولطیفہ ترجمہ وتفسیر میں ایسے ملیں گے جو بیان سے خیال میں نہیں آسکتے مطالعہ پر ان کا حوالہ کیا جاتا ہے۔

۱۷۔ لطائف اور نکات جن کا تفسیر میں دخل نہ تھا نہ وہ مقصود بالقرآن تھے بالکلیہ مہجور کردیئے گئے۔ مقصود اصلی حل قرآن کو رکھا گیا ہے۔

۱۸۔ جن آیات کی تفسیر میں حدیث مرفوع آئی ہے اس کے مقابلہ میں کسی کا قول نہیں لیا گیا۔

۱۹۔ چونکہ التزامات مذکورہ کی ضرورت خیال میں تدریجاً آتی رہی اس لئے ممکن ہے کہ اول کے اجزاء میں بعض التزامات کی رعایت متروک ہوگئی ہو نیز چونکہ اس کی بارہ جلدوں میں سے جن میں ہر جلد اڑھائی پارہ کی ہے (اب جدید طباعت میں اڑھائی پارہ جلد کے اختتام کی ترتیب نہیں ہے بلکہ پوری تفسیر کو تین جلدوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ محمد اسحٰق عفی عنہ) کہیں تحقیقاً کہیں بوجہ قرب سورت کے کسی قدر کم یا کسی قدر زیادہ اول جلد متصلاً نہیں لکھی گئی بلکہ درمیان میں فترات ووقفات اتفاقیہ معلوم ہوتے رہے اس لئے خود اس کے اجزاء میں اور پھر اس میں اور بقیہ جلدوں میں طرز ووضع کے اعتبار سے کسی قدر تفاوت بھی ہے جو نظر غائر سے معلوم ہوسکتا ہے۔

۲۰۔ باقی جو مضامین حواشی عربیہ میں لکھے ہیں وہ مخصوص ہیں اہل علم کے ساتھ ان کے التزامات پر متنبہ کرنے کی اس مقام پر حاجت نہیں۔ باقی ان سب معروضات کے بعد جو ناظرین کی مصلحت سے ظاہر کئے گئے اپنی خاص حالت کے اعتبار سے یہ معروض ہے۔

نہ بنقش بستہ مشوشم نہ بحرف ساختہ سرخوشم نفسے ☆ بیاد تو میکشم چہ عبارت وچہ معا تفہیم

کتبہ: محمد اشرف علی عفی عنہ

تمہید

رفع الشکوک فی ترجمۃ مسائل السلوک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد الحمد والصلوۃ احقر نے آخر رجب ۱۳۳۵ھ میں ایک کتاب مسمّٰی بہ مسائل السلوک من کلام ملک الملوک لکھنا شروع کی تھی جس کا حاصل بعض مسائل مہمہ تصوف کا قرآن مجید سے اثبات ہے چونکہ یہ کتاب مسائل السلوک عربی میں ہے جو کہ عام فہم نہیں اس لئے افادۂ عام کی غرض سے اس کا اردو میں ترجمہ کر دینا مناسب معلوم ہوا اور وہ ترجمہ یہی ہے جو آپ کے ہاتھوں میں ہے اور اس میں خاص وہ مسائل ہیں جو باعتبار وجوہ معتبرۂ دلالت مدلول قرآنی ہیں اور نام اس ترجمہ کا رفع الشکوک فی ترجمۃ مسائل السلوک رکھا جاتا ہے۔ عام ناظرین سے عرض ہے کہ باوجود ایضاح کے پھر بھی اس مضمون میں نزاکت باقی ہے اس کے مطالعہ میں اپنی رائے سے کام نہ لیں اگر کوئی محقق میسر آ جاوے تو اس سے سمجھ لیں اور اگر میسر نہ ہو یا اس کے سمجھانے پر بھی سمجھ میں نہ آوے یا کسی مقام کو وہ محقق کسی ناظر کے فہم سے باہر بتلاوے تو اس مقام کو چھوڑ دیں۔ مولانا نے خوب فرمایا ہے ؎

نکتہ ہاں چوں تیغ پولا دست تیز ☆ چوں نداری تو سپر واپس گریز ☆ پیش ایں الماس بے اسپر میا ☆ کز بریدن تیغ را نبود حیا

اور مجمع عوام میں ان تقریرات سے اپنی مجالس کو گرم کرنے سے تو بہت سختی کے ساتھ احتیاط و احتراز لازم سمجھیں مولانا نے اس باب میں بھی فرمایا ہے ؎

حرف درویشاں بدزدد مرد دوں ☆ تا بہ پیش جاہلاں خواند فسوں ☆ ظالم آں قومیکہ چشماں دوختند ☆ از سخنہا عالمے را سوختند

خصوصاً جب کہ خود بھی ناقص ہو اس کو بھی مولانا فرماتے ہیں ؎ لقمہ و نکتہ است کامل را حلال ☆ تو نۂ کامل مخور میباش لال

کتبہ اشرف علی ۸/ شوال ۱۳۳۵ھ (یعنی بعد انقضائے دو نیم ماہ از تحریر تمہید اصل)

تمہید نظر ثانی از حضرت مفسر علام دامت برکاتہم

بعد الحمد والصلوۃ عرض ہے کہ احقر نے عرصہ ہوا قرآن شریف کی تفسیر مسمّٰی بیان القرآن لکھی تھی جو ۱۳۲۶ھ میں بحمد اللہ شائع بھی ہوگئی تھی اللہ کا شکر ہے کہ اس نے بہت زیادہ اس کو مفید و مقبول فرمایا۔ اس درمیان میں خود مجھے اس پر جا بجا سے بار ہا نظر کرنے کا اتفاق ہوا اور میرے بہت سے احباب نے تو اس کا بالاستیعاب مطالعہ کیا اس نظر اور مطالعہ کے درمیان خود مجھ کو بھی اور احباب کے تقریراً یا تحریراً ابتداءً یا استدعاءً متنبہ کرنے سے بھی بعض مقامات قابل ترمیم و اضافہ معلوم ہوئے اور مطبوعہ سابق میں حواشی وغیرہ کی طرز تحریر میں بھی بعض مقامات پر میری تجویز کے خلاف ترمیم کر دی گئی تھی جو مجھ کو ناپسند تھی بناءً علیہ جی چاہتا تھا کہ یہ تفسیر مع ترمیم و اضافہ کے اسی طرز پر جس پر میں نے اصل مسودہ لکھا تھا طبع ہو جاوے۔ اللہ کا شکر ہے کہ میری یہ تمنا بھی اسی طرح پوری ہوئی کہ میرے برادر زادہ برخوردار مولوی شبیر علی سلمہٗ مالک اشرف المطابع تھانہ بھون نے اسی طرح اس کی طباعت کا قصد کیا اور قابل ترمیم و اضافہ مقامات میں ترمیم و اضافہ کرنے کی مجھ سے درخواست کی۔ میں نے اس درخواست کو بخوشی منظور کیا اور نظر ثانی اس طرح کی کہ مولوی عبد الکریم سلمہٗ گمتھلی اول تفسیر کے ان مقامات کا جو اہل علم کے متوجہ کرنے سے مشورہ طلب ثابت ہوئے مطالعہ کر کے مقامات اشتباہ کو نوٹ کر لیتے تھے پھر ان مقامات کو میرے سامنے پیش کرتے تھے ان میں غور کر کے میں نے تفسیر میں جا بجا مناسب ترمیم کر دی اور ان مقامات کا ایک معتد بہ حصہ وہ بھی ہے جو ترجیح الراجح کے سلسلہ میں شائع ہو چکا ہے اور بعض اہل علم نے متعدد مقامات کے متعلق کچھ عبارتیں بطور حاشیہ لکھ کر پیش کیں اب ان کو حاشیہ میں داخل کر دیا گیا اور منہیات سے امتیاز کے لئے ان کے آخر میں محشّی کا لفظ لکھ دیا گیا ہے۔ مزید نفع کے لئے میرے مؤلفہ اور دو مفید رسالے بھی جو قرآن کے متعلق تھے اس مرتبہ اس کے ساتھ شامل کئے گئے ایک مسائل السلوک جس میں سلوک کے مسائل اور آیاتِ قرآنیہ سے نصاً یا استنباطاً استدلال کیا گیا ہے یہ تفسیر کے حاشیہ پر درج کیا گیا ہے دوسرا وجوہ المثانی جس میں قراءات سبعہ کو ضبط کیا گیا ہے اس رسالہ کا جس قدر مضمون جس جلد کے متعلق تھا اس کو ہر جلد کے آخر میں درج کر دیا گیا ہے چونکہ اب یہ تفسیر بحمد اللہ بہمہ وجوہ مکمل ہوگئی ہے اس لئے اس کا نام بھی تکمیل بیان القرآن تجویز کرتا ہوں حق تعالیٰ برخوردار مذکور سلمہ کی اس سعی کو مشکور فرماویں اور اس کارِ خیر میں اس کی امداد فرماویں اور اس کو دینی و دنیوی ہر قسم کا فائدہ عطا فرماویں اور عافیت و حسن خوبی سے اس کارِ خیر کو انجام کو پہنچا دیں۔ و باللہ التوفیق و ہو خیر رفیق۔ اشرف علی ۲۰ شوال المکرم ۱۳۵۳ھ

فہرست

مضامین تفسیریہ ومنصوصہ قرآنیہ (مکمل)

پارہ: ۱

سورۃ الفاتحۃ ①

سورۃ البقرۃ ②

پارہ: ۲

پارہ : ۴

سورۃ النساء ④

پارہ: ۷

سورۃ الانعام ⑥

پارہ: ۸

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ﴿۱﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ﴿۲﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ؕ﴿۳﴾ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ؕ﴿۴﴾

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ﴿۵﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ۬ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ ۧ﴿۷﴾ ع

سب تعریفیں اللہ کو لائق ہیں جو مربی ہیں ہر ہر عالم کے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں جو مالک ہیں روزِ جزا کے ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے درخواست اعانت کی کرتے ہیں بتلا دیجیے ہم کو راستہ سیدھا راستہ اُن لوگوں کا جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے نہ ان لوگوں کا جن پر آپ کا غضب کیا گیا اور نہ ان لوگوں کا جو راستہ سے گم ہو گئے ۞

تفسیر: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے[1] مہربان نہایت رحم والے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ سب تعریفیں اللہ کو لائق ہیں جو مربی ہیں ہر ہر عالم کے۔ **ف**: مخلوقات کی الگ الگ جنس ایک ایک عالم کہلاتا ہے مثلاً عالم ملائکہ عالم انسان عالم جن۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ؕ جو مالک ہیں روزِ جزا کے۔ **ف**: روزِ جزا سے مراد قیامت کا دن ہے کہ اس میں سب اپنے کئے ہوئے کا بدلہ پائیں گے۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ؕ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے درخواست اعانت کی کرتے ہیں۔ **ف**: یہ بندے کی طرف سے جناب باری میں خطاب ہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ بتلا دیجیے ہم کو راستہ سیدھا۔ **ف**: مراد دین کا راستہ ہے۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ راستہ ان لوگوں کا جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے۔ **ف**: مراد دین کا انعام ہے ان انعام والوں کا پتہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں دوسری جگہ بتلا دیا ہے کہ وہ انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین ہیں وہ آیت یہ ہے: وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ [النساء: ٦٩] نہ راستہ ان لوگوں کا جن پر آپ کا غضب کیا گیا اور نہ ان لوگوں کا جو راستہ سے گم ہو گئے۔ **ف**: راہِ ہدایت کے چھوڑنے کی دو وجہ ہوا کرتی ہیں ایک تو یہ کہ اس کی پوری تحقیقات نہ کرے۔ ضَآلِّيْنَ سے مراد ایسے لوگ ہیں۔ دوسری وجہ یہ کہ باوجود تحقیقات کے اس پر عمل نہ کرے۔ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ سے مراد ایسے لوگ ہیں (کیونکہ اچھی طرح جان بوجھ کر خلاف کرنے میں زیادہ ناراضی ہوا کرتی ہے)۔

ترجمہ مسائل السلوک: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سورۃ الفاتحہ۔ سالکین کا مقام اِيَّاكَ نَعْبُدُ پر تمام ہو جاتا ہے اس کے بعد اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ سے تمکین کا طالب ہوتا ہے۔ بیان اس کا یہ ہے کہ مرید کی ابتدائی حرکت حمد ہے کیونکہ جب سالک کا نفس مزکی اور اس کا قلب مجلی ہو جاتا ہے پھر اس میں انوارِ عنایت جو کہ مقام ولایت کا موجب ہے درخشاں ہوتے ہیں تو یہ نفس مزکی طلب (مقصود) کے لیے خالص ہو جاتا ہے۔ پس اپنے اوپر انعاماتِ الٰہیہ کے آثار کو کامل اور اس کے الطاف کو غیر متناہی دیکھتا ہے سو اس پر وہ حمد کرتا ہے اور ذکر کو اختیار کرتا ہے پس سراپردہائے عزت کے پیچھے سے اس کے لیے رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کے معنی کا حجاب مکشوف ہو جاتا ہے اس وقت وہ ماسوی اللہ کو محل فنا میں اور اپنے کو تربیت میں بقاء دہندہ کا محتاج دیکھتا ہے پس وہ وحشت اعراض اور ظلمت سکون الی الاغیار سے خلاصی حاصل کرنے کی طلب کے لئے ترقی کرتا ہے پس اس پر درگاہِ مقدس کی ہواؤں سے رحمٰن رحیم کے الطاف کے جھونکے چلتے ہیں پھر وہ سراپردہائے جمال کے آگے سے برق ہائے جلال کی چمک کے واسطے سے مالک حقیقی کی طرف رجوع کرتا ہے پھر وہ مقام لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ [المؤمن: ١٦] میں (یعنی مقام توحید میں) بلسان اضطرار پکارتا ہے کہ میں نے اپنا

نفس آپ کے سپرد کر دیا اور میں ہمہ تن آپ پر متوجہ ہو گیا اور اس مقام میں پہنچ کر وہ لجہ وصول میں گھس گیا اور مقام عین تک گھس گیا جس سے اس نے نسبت عبودیت کو محقق کر لیا اور کہنے لگا: اِيَّاكَ نَعْبُدُ اور یہاں مقام سالک کی انتہا ہے (جیسا شروع تقریر میں کہا گیا) کیا سید الخلق وحبیب حق صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظر نہیں کرتے ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقام کو کس طرح اس قول سے تعبیر کیا گیا۔ سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا۔ [الاسراء: ۸] اس کے بعد بندہ نے اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ سے تمکین کی درخواست کی (جیسا شروع تقریر میں اسکا بھی ذکر ہے) اور اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ الخ سے بھی (اسی تمکین کا طالب ہوا) اور اس قول سے کہ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝ تلوین سے پناہ مانگی۔ پس طالب کمال ہو کر اس نے صعود کیا اور کامل ہو کر اس نے رجوع (ونزول) کیا اور گویا اس (لطیفہ) کے سبب نماز کو معراج مؤمن کہا گیا۔

الحواشی: (۱) قولہ بڑے مہربان الخ بعض لوگوں نے یہ شبہ لکھ کر بھیجا ہے کہ بسم اللہ وغیرہ کے ترجمہ میں ذات باری کی طرف ضمیر جمع کیوں عائد کی حالانکہ ضروری ہے کہ خدا کا نام اس انداز سے لیا جائے کہ توحید پر دلالت ہو اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اوّل تو جی یوں ہی چاہا کہ خدا کا نام تعظیم سے لیا جائے رہی توحید تو وہ اس قدر مسلم ہے کہ اپنے عنوانات میں ایسے امور کے ملحوظ رکھنے کی چنداں ضرورت نہیں دوسرے یہ کہ کلام مجید میں خدا تعالیٰ نے اپنے لئے جا بجا صیغہ جمع ارشاد فرمایا ہے: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ [الحجر: ۹] وغیرہ وغیرہ اور ایک مقام پر خطاب کے موقع پر بھی فرماتے ہیں: رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۙ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا [المؤمنون: ۱۰۰] اس آیت میں منجملہ دیگر تفاسیر کے ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ بنا بر تعظیم بصیغہ جمع باری تعالیٰ کو خطاب ہے ۱۲ تبیان (یہ تبیان ایک مختصر مجموعہ ہے احقر کی بعض تقریرات کا جو میرے ہمشیرہ زادہ عزیزی مولوی سعید احمد مرحوم نے مجھ سے تفسیر کے مختلف مقامات پڑھتے وقت ضبط کر لی تھیں مگر ان کی وفات ہو جانے کی وجہ سے اسکی تکمیل کی نوبت نہ آئی۔ اشرف علی) (۲) عرض کیا گیا کہ سورۃ فاتحہ کی آیات میں تقریر ربط کیوں نہیں فرمائی گئی۔ ارشاد فرمایا کہ اس سورت کی آیات میں ربط ظاہر بھی ہے نیز تفسیر لکھتے وقت ابتداء میں تقریر ربط کا التزام بھی ذہن میں نہ تھا جیسے دیگر التزامات بھی نہ تھے جوں جوں تفسیر لکھتا گیا ضرورتیں محسوس ہوتی گئیں التزامات بڑھتے گئے چنانچہ تقریباً تمام التزامات کا اہتمام سورۂ مائدہ سے شروع ہوا)۔

الروایات: سورة الفاتحة مكية عند الاكثر وهو المروى عن على و ابن عباس و قتادة و اكثر الصحابة ۱۲ روح المعاني۔ عن ابن عباسؓ الحمد لله الشكر لله رب العالمين له الخلق كله ۱۲ اتقان۔ اخرج احمد والترمذى و حسنه وابن حبان فى صحيحه عن عدى بن حاتم قال قال رسول الله ﷺ ان المغضوب عليهم هم اليهود وان الضالون النصارى ۱۲ اتقان۔ والتوفيق بين تفسير رسول الله ﷺ و بين تفسير الماتن انه لما كان الغالب على اليهود صفة المكابرة والعناد جعلهم رسول الله ﷺ مصداق قوله تعالىٰ المغضوب عليهم ولما كان الغالب على النصارى صفة الجهل جعلهم رسول الله ﷺ مصداق قوله تعالىٰ الضالين ۱۲۔

اختلاف القراءة: قوله تعالىٰ مالك يوم الدين و فى قراءة مَلِكِ و معناه ظاهر ۔ ۱۲

اللغات: قوله تعالىٰ اهدنا هل يعتبر فى الدلالة الايصال ام لا فيه اختلاف المتاخرين من اهل اللسان ففريق خصها بالدلالة الموصلة و آخرون بالدلالة على ما يوصل ۱۲ روح المعاني۔

النحو: قوله تعالىٰ الحمد لله اللام للاستحقاق كما مثل به عبد الرسول فى حواشيه على شرح العوامل لنفسه ۱۲ ۔

البلاغة: قوله تعالىٰ الحمد لله ارتفاع الحمد بالابتداء و خبره الظرف الذى هو لله واصله النصب باضمار فعله على انه من المصادر التى تنصبها العرب بافعال مضمرة فى معنى الاخبار كقولهم شكرا و كفرا و عجبا و منها سبحنك و معاذ الله والعدل بها عن النصب الى الرفع على الابتداء للدلالة على ثبات المعنى واستقرار و منه قوله تعالىٰ قالوا سلاما قال سلام رفع السلام الثانى للدلالة على ان ابراهيم عليه السلام حياهم بتحية احسن من تحيته لان الرفع دال على معنى ثبات السلام لهم دون تجدده و حدوثه قوله تعالىٰ الرحمن الرحيم فى الكشاف فان قلت فلم قدم ما هو ابلغ من الوصفين على ما هو دونه والقياس الترقى من الادنىٰ الى الاعلىٰ كقولهم فلان عالم نحرير و شجاع باسل و جواد فياض قلت لما قال الرحمن فتناول جلائل النعم و عظائمها و اصولها اردفه الرحيم كالتتمة والرديف يتناول ما دق منها وما خف ۱۲۔ قوله تعالىٰ اياك نعبد و اياك نستعين تقديم المفعول لقصد الاختصاص كقوله قل افغير الله تامرونى اعبد قل اغير الله ابغى ربا والمعنى نخصك بالعبادة و نخصك بطلب المعونة فان قلت لم عدل عن لفظ الغيبة الى لفظ الخطاب۔ قلت هذا يسمى الالتفات فى علم البيان و ذلك على عادة افتنانهم فى الكلام و تصرفهم فيه ولان الكلام اذا نقل من اسلوب الى اسلوب كان ذلك احسن تطرية لنشاط السامع وايقاظا للاصغاء اليه من اجرائه على اسلوب واحد وقد يختص مواقعه بفوائد ومما اختص به هذا الموضع انه لما ذكر الحقيق بالحمد واجرى عليه تلك الصفات العظام تعلق العلم بمعلوم عظيم الشان فخوطب ذلك المعلوم ۱۲ كشاف۔ و فى قوله تعالىٰ اياك نستعين ايجاز حذف ايضا لقصد العموم اى على العبادة و على امورنا كلها ۱۲ اتقان قوله تعالىٰ الصراط المستقيم فيه استعارة تحقيقية ۱۲ اتقان۔ قوله تعالىٰ صراط الذين انعمت بدل من الصراط المستقيم وهو فى حكم تكرير العامل كما قال للذين استضعفوا لمن آمن منهم فان قلت ما فائدة البدل و هلا قيل اهدنا صراط الذين انعمت عليهم قلت فائدة التوكيد والاشعار بان الصراط المستقيم تفسيره صراط المسلمين ليكون ذلك شهادة لصراط المسلمين بالاستقامة على ابلغ وجه و آكده۔ قوله تعالىٰ ولاالضالين فان قلت لم دخل لا فى ولا الضالين قلت لما فى غير من معنى النفى كانه قيل لا المغضوب عليهم ولا الضالين و تقول انا زيدا غير ضارب مع امتناع قولك ان زيدا مثل ضارب لانه بمنزلة قولك انا زيدا لا ضارب ففيه تائيد لكون لفظة غير بمعنى لا ووجه التائيد انه لولم يكن بمعنى لا لم يجز تقديم معمول ما اضيف اليه عليه مع انه ليس كذلك ۱۲

الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛۚ فِيْهِ ۚ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۙ

یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شبہ نہیں۔ راہ بتلانے والی ہے خدا سے ڈرنے والوں کو وہ خدا سے ڈرنے والے لوگ ایسے ہیں کہ یقین لاتے ہیں چھپی ہوئی چیزوں پر اور قائم رکھتے ہیں نماز کو اور جو کچھ ہم نے انکو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور وہ لوگ ایسے ہیں کہ یقین رکھتے ہیں اس کتاب پر بھی جو آپ کی طرف اتاری گئی ہے اور ان کتابوں پر بھی جو آپ سے پہلے اتاری جا چکی ہیں اور آخرت پر بھی وہ لوگ یقین رکھتے ہیں ۞

تفسیر: سورۃ البقرۃ ☆ سورۂ فاتحہ سے اس سورت کا ربط یہ ہے کہ اس میں راہِ ہدایت کی درخواست کی گئی تھی اور اس میں اس درخواست کی منظوری ہے کہ یہ کتاب ہدایت ہے اس پر چلو۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں۔ الٓمّٓ ۚ **ف**: ان حروف کے معانی سے عام لوگوں کو اطلاع نہیں دی گئی۔ شاید[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلا دیا گیا ہو کیونکہ اللہ و رسولؐ نے اہتمام کے ساتھ وہی باتیں بتلائی ہیں جن کے نہ جاننے سے کوئی حرج دین میں واقع ہوتا ہو اور ان کے نہ جاننے سے کوئی حرج نہ تھا۔ اس لئے ہم کو بھی ایسے امور کی تفتیش[2] نہ چاہئے ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛۚ فِيْهِ ۚ: یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شبہ نہیں۔ **ف**: یعنی قرآن مجید ایسی کتاب ہے جس کے منجانب اللہ ہونے میں کچھ شک نہیں۔ مطلب یہ کہ یہ بات واقع میں یقینی[3] ہے گو کوئی نافہم اس میں شبہ رکھتا ہو کیونکہ یقینی بات کسی کے شبہ کرنے سے بھی حقیقت میں یقینی ہی رہتی ہے۔

صفاتِ مؤمنین: هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ: راہ بتلانے والی ہے خدا سے ڈرنے[4] والوں کو۔ **ف**: کیونکہ جس کو خوفِ خدا نہ ہو وہ قرآن کا بتلایا ہوا طریقہ نہیں دیکھتا۔ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وہ خدا سے ڈرنے والے لوگ ایسے ہیں کہ یقین لاتے ہیں چھپی[5] ہوئی چیزوں پر۔ **ف**: (غیب کے معنی) یعنی جو چیزیں ان کے حواس و عقل سے پوشیدہ ہیں صرف اللہ و رسولؐ کے فرمانے سے اُن کو صحیح مان لیتے ہیں۔ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ اور قائم رکھتے ہیں نماز کو۔ **ف**: قائم رکھنا یہ ہے کہ اس کو پابندی سے ہمیشہ ادا کرتے ہیں اور اس کے شرائط اور ارکان کو پورا پورا بجا لاتے ہیں۔ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ **ف**: یعنی نیک کاموں میں۔ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ اور وہ لوگ ایسے ہیں کہ یقین رکھتے ہیں اس کتاب پر بھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اتاری گئی ہے اور ان کتابوں پر بھی جو آپ سے پہلے اتاری جا چکی ہیں۔ **ف**: (پہلی کتابوں کے ماننے کے معنی) مطلب یہ

کہ ان کا ایمان قرآن پر بھی ہے اور پہلی کتابوں پر بھی ہے مثل توریت و انجیل کے۔

مَسْئَلَه: ایمان سچا سمجھنے کو کہتے ہیں عمل کرنا دوسری بات ہے۔ پس جتنی کتابیں اللہ تعالیٰ نے پہلے انبیاء علیہم السلام پر نازل کی ہیں سب کو سچا سمجھنا فرض اور شرط ایمان ہے یعنی یوں سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح نازل فرمائی تھیں وہ صحیح ہیں۔ خودغرض لوگوں نے جس قدر اس میں تبدل و تغیر کر دیا وہ غلط ہے۔ رہ گیا عمل سو وہ صرف قرآن پر ہوگا پہلی کتابیں منسوخ ہوگئی ہیں اسلئے ان پر عمل جائز نہیں۔ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ اور آخرت پر بھی وہ لوگ یقین رکھتے ہیں۔

تَرْجُمَہ مَسَائِلِ السُّلُوْکِ: سورۃ البقرۃ: قولہ تعالیٰ: وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ اس کے عموم میں یہ بھی داخل ہے کہ ہم نے ان کو جو انوارِ معرفت عطا فرمائے ہیں وہ ان کا طالبین پر افاضہ کرتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ: وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ اسی پر یہ قیاس کیا جاوے گا کہ اعتقاد تو تمام مشائخ اہل حق کے ساتھ ایسا ہی رکھنا چاہئے جیسے اپنے شیخ کے ساتھ البتہ اتباع صرف اپنے شیخ کا ہوتا ہے۔ جیسا بعینہٖ یہی حکم ہے انبیاء علیہم السلام میں۔

اَلْحَوَاشِیْ: ① شاید کا لفظ اس لئے بڑھا دیا کہ علماء اس باب میں مختلف الاقوال ہیں۔ رہا ایک قول پر یہ شبہ کہ جب حضور کو بھی یقینی نہیں بتلایا تو انزال کلام سے کیا نفع ہوا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ خاص نفع کے انتفاء سے مطلق نفع کا انتفاء لازم نہیں آتا۔ ممکن ہے کہ علاوہ تعلیم نبویؐ کے اس میں اور کوئی نفع ہو۔ اگر وہ نفع ہم کو معلوم نہ ہو تو ہمارے نہ جان سکنے سے عدم وجود لازم نہیں آتا ۱۲ تبیان۔

② مقصود اس سے بیانِ عذر ہے مقطعات کے کچھ معنی نہ لکھنے کا کیونکہ اس باب میں علماء کا اختلاف ہے کہ مقطعات متشابہات میں داخل ہیں یا نہیں اور فرمایا کہ متشابہات میں جو علماء کا اختلاف ہے وہ اختلاف واقع میں لفظی ہے حقیقی نہیں کیونکہ جو لوگ علم کی نفی کرتے ہیں وہ تفسیر یعنی تعیین مراد کے درجہ میں نفی کرتے ہیں اور جو لوگ اثباتِ علم کرتے ہیں وہ تاویل یعنی احتمال مراد کے درجہ میں ثابت کرتے ہیں پس جس درجہ کے یہ نافی ہیں اس کے وہ مثبت نہیں اور جس درجہ کو وہ ثابت کرتے ہیں اس کی یہ نفی نہیں کرتے ۱۲ تبیان۔

③ **ای حاصل له التيقن (المصدر المجهول) الذي هو صفة سواء فيه راب احد ام لا لان كون احد رائبا فى امر لا يستلزم كون ذلك الامر غير متيقن فى الواقع ۱۲ تبيان۔**

④ تقویٰ سے لغوی معنی مراد لئے ہیں پس اب وہ مشہور اعتراض وارد نہیں ہوتا نہ ان تکلف کے جوابوں کی ضرورت اور یہ بھی ممکن ہے کہ تقویٰ سے اصطلاحی تقویٰ مراد لیا جاوے مگر عند المتکلم اور معنی یہ ہوں گے کہ جو لوگ وقت التکلم متقی ہیں ان کو یہ تقویٰ اس کلام کی وجہ سے حاصل ہوا پس متقی میں مجاز نہ ہوگا۔ ۱۲ تبیان۔

⑤ یعنی غیب سے مراد ما غاب عنا ہے اصطلاحی معنی نہیں کیونکہ اصطلاح میں غیب اس کو کہتے ہیں جس پر کوئی دلیل بھی قائم نہ ہو اور ظاہر ہے کہ ایمان اسی چیز پر ہوگا جو کسی دلیل سے ثابت ہو ۱۲ تبیان۔

مُلْحَقَاتُ التَّرْجَمَة: ۱؎ قولہ ڈرنے والوں کو **اقول فعلى هذا يكون التقوىٰ على معناه الحقيقي وحاصله الخوف الذى يكون قبل الايمان و هو يدعو الى الايمان و يويد تفسير التقوىٰ به ايراده فى مقابلة الاستغناء فى قوله تعالىٰ فاما من اعطى واتقى الآية فحاصل التقوىٰ الاهتمام و حاصل الاستغناء عدم الاهتمام و هذا من المواهب والحمد لله المنعم الواهب ۱۲۔**

اَلرِّوَايَاتُ: سورة البقرة وهى مدنية ۱۲ روح المعانى فى لباب النقول اخرج الفريابى وابن جرير عن مجاهد قال اربع آيات من اول البقرة نزلت فى المؤمنين و آيتان فى الكافرين و ثلث عشرة آية فى المنافقين اه قوله تعالىٰ الم قال البغوى عن ابى بكر الصديق رضى الله عنه فى كل كتاب سر و سر الله تعالىٰ فى القرآن اوائل السور و قال على رضى الله عنه ان لكل كتاب صفوة وصفوة هذا الكتاب حروف التهجى و حكاه الثعلبى عن ابى بكر و عن على و كثير و حكاه السمرقندى عن عمر و عثمان وابن مسعود رضى الله عنهم ۱۲ مظهرى۔ عن ابن عباسؓ لا ريب فيه لا شك فيه ۱۲۔ للمتقين للمؤمنين الذين يتقون الشرك و يعملون بطاعتى يؤمنون يصدقون عن ابن عباس يقيمون الصلوٰة اتمام الركوع والسجود والتلاوة والخشوع والاقبال عليها فيها ۱۲ اتقان۔

اَللُّغَاتُ: الريب مصدر رابنى اذا حصل منك الريبة و حقيقة الريبة قلق النفس واضطرابها و منه حديث الكذب ريبة لانه مما يقلق له النفس ولا تستقر و كونه صادقا مما تطمئن له و تسكن ومنه ريب الزمان وهو ما يقلق النفوس ويشخص بالقلوب من نوائبه ۱۲۔ المتقى اسم

فاعل من قولهم و قاه 'فاتقى والوقاية فرط الصيانة ويكون من الخوف فاستعمل فيه كما في قوله تعالىٰ الا ان تتقوا منهم تقاة وقوله تعالىٰ اتقوا الله ۱۲ کشاف۔

البلاغۃ: وقوله تعالىٰ ذٰلك الكتٰب الاشارة بذلك للتعظيم ۱۲ جلالين والطف الوجوه في كون الاشارة للبعيد ان البقرة مدنية و اكثر من فيها اليهود و قد اخبروا في التوراة بنزول هذا القرآن فاشير بذلك الى ذاك الكتاب الموعود ولما كان ذكره وخبره قد مضى اختار البعيد كذا بلغني عن مولانا رشيد احمد المحدث الگنگوهي دام فيضهم۔ هدى للمتقين فيه ايجاز للتقدير اى الضالين الصائرين بعد الضلال الى التقوىٰ وفيه ايضا من انواع الحذف الاكتفاء وهو ان يقتضى المقام ذكر شيئين بينهما تلازم وارتباط فيكتفي باحدهما عن الآخر لنكتة والتقدير هدى للمتقين و للكافرين و يؤيده قوله هدى للناس قلت هو على بعض التفاسير ومنه يؤمنون بالغيب۔ اى والشهادة لان الايمان بكل منهما واجب واثر الغيب لانه امدح ولانه يستلزم الايمان بالشهادة من غير عكس ۱۲ من اتقان للسيوطي۔

أُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۙ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ۗ وَعَلٰٓى أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۙ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ إِلَّآ أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ۙ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝

پس یہ لوگ ہیں ٹھیک راہ پر جوانکے پروردگار کی طرف سے ملی ہے اور یہ لوگ ہیں پورے کامیاب۔ بے شک جولوگ کافر ہو چکے ہیں برابر ہے اُنکے حق میں خواہ آپ اُن کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہ لائیں گے بند لگا دیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لیے سزا بڑی ہے اور ان لوگوں میں بعضے ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر اور آخری دن پر حالانکہ وہ بالکل ایمان والے نہیں۔ چالبازی کرتے ہیں اللہ سے اور ان لوگوں سے جو ایمان لا چکے ہیں اور واقع میں کسی کے ساتھ بھی چالبازی نہیں کرتے بجز اپنی ذات کے اور وہ اس کا شعور نہیں رکھتے۔ انکے دلوں میں بڑا مرض ہے سو اور بھی بڑھا دیا اللہ تعالیٰ نے ان کے مرض کو اور ان کے لیے سزائے دردناک ہے اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے ۝

تفسیر: أُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ بس[1] یہ لوگ ہیں ٹھیک راہ پر جوانکے پروردگار کی طرف سے ملی ہے۔ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اور یہ لوگ ہیں پورے[1] کامیاب۔ ف: یعنی ایسے لوگوں کو دنیا میں یہ نعمت ملی کہ راہِ حق نصیب ہوئی، اور آخرت میں یہ دولت نصیب ہوگی کہ ہر طرح کی کامیابی ان کیلئے ہے۔ یہاں تک ان لوگوں کا ذکر تھا جو زبان اور دل سے قرآن اور دین کو مانتے ہیں آگے ان لوگوں کا بیان فرماتے ہیں جو نہ زبان سے مانتے تھے نہ دل سے ایسے لوگ اصطلاحِ قرآن میں کافر کہلاتے ہیں۔

خصالِ کافرین: إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ بے شک جولوگ کافر ہو چکے ہیں برابر ہے ان کے حق میں خواہ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہ لاویں گے۔ ف: (شقی ازلی کو نصیحت نافع نہ ہونا) یعنی کوئی یوں شبہ نہ کرے کہ کافر تو بہت سے ایمان لے آتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ اس آیت میں سب کافروں کا بیان نہیں ہے بلکہ خاص اُن کافروں کا ذکر ہے جن کی نسبت خدا تعالیٰ کو معلوم ہے کہ ان کا خاتمہ کفر پر ہوگا اور اس آیت سے یہ غرض نہیں کہ ان کو عذابِ الٰہی سے ڈرانے اور احکام سنانے کی ضرورت نہیں۔ یہ تو رسول مقبول ﷺ کا خاص منصبی کام تھا بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ ان کے ایمان لانے کی فکر نہ کریں اور ان کے ایمان نہ لانے سے مغموم نہ ہوں اُن کے ایمان لانے کی امید نہیں۔ (شقی ازلی کو نصیحت کرنے کا فائدہ) اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ پھر ایسوں کو احکام سنانا عبث ہوا تو عبث فعل رسول مقبول ﷺ کو کیوں سپرد ہوا۔ بات یہ ہے کہ عبث اس کو کہتے ہیں جس میں کوئی بھی فائدہ نہ ہو۔ یہاں اگر ان لوگوں کو فائدہ نہ ہوگا نہ ہو رسول مقبول ﷺ کو تو فائدہ ہوگا کہ ادائے پیغام کا ثواب ملے گا پھر عبث کیسے ہوا۔

تنبیہ: (شقی ازلی کا کفر میں معذور نہ ہونا) کوئی یوں نہ سمجھے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی نسبت یوں خبر دے دی اور خدا تعالیٰ کی خبر کے خلاف واقع ہونا محال ہے تو اب ایمان نہ لانے میں ان کو معذور سمجھنا چاہئے۔ بات یہ ہے کہ یہ فرمانا تو ایسا ہے جیسے طبیب حاذق کسی مریض مبتلائے دق کی نسبت کہے کہ اس کی دق درجہ چہارم میں پہنچ گئی ہے یہ اب اچھا نہ ہوگا سو ظاہر ہے کہ وہ مریض اس طبیب کے اس کہنے سے مدقوق نہیں ہو گیا مدقوق تو اپنی کسی بے احتیاطی کے سبب پہلے سے ہے بلکہ طبیب کا یہ کہنا خود

اس کے مدقوق ہونے کی وجہ سے ہوا ہے اسی طرح یہاں سمجھنا چاہئے کہ اس کافر کا نا قابل ایمان ہونا اللہ تعالیٰ کی اس خبر دینے سے نہیں ہوا بلکہ خود اللہ تعالیٰ کا یہ خبر دینا اس کافر کے نا قابل ایمان ہونے کی وجہ سے واقع ہوا ہے۔ اور نا قابل ایمان ہونے کی صفت خود اس کی شرارت وعناد ومخالفت حق کے سبب پیدا ہوئی ہے جیسا کہ مشاہدہ میں آتا ہے کہ جب آدمی کسی کی مخالفت پر آمادہ وکمر بستہ ہو جاتا ہے اور ہر وقت اسی کی کوشش میں رہتا ہے تو صلاحیت واستعداد موافقت ومصالحت کی گھٹتی جاتی ہے حتیٰ کہ بالکل نیست ونابود ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہر شخص میں اس کی پیدائش کے ساتھ استعداد قبول حق کی رکھی ہے جیسا حدیث میں آ گیا ہے مگر یہ شخص خود اپنی ہوائے نفسانی وخود غرضی کی وجہ سے حق کی مخالفت کرتا ہے حتیٰ کہ ایک روز وہ استعداد فنا ہو جاتی ہے اس وقت وہ ایسی حالت میں ہوتا ہے کہ طبیب روحانی یوں کہہ سکے کہ اب یہ حق کو قبول نہ کرے گا کیونکہ اس کی استعداد درست نہیں رہی۔ پس اب اس میں کوئی اشکال عقلی نہ رہا۔ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ (الی قولہ تعالی) وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ۝ بند لگا دیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لئے سزا بڑی ہے۔ **ف**: اس میں بھی کوئی شبہ کی بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب خود ان کے حواس کو ماؤف کر دیا تو پھر وہ معذور ہو نگے۔ بات یہ ہے کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ انہوں نے شرارت وعناد کر کے باختیارِ خود اپنی استعداد برباد کر لی ہے، سو اس تباہی استعداد کے کاسب وفاعل تو وہ خود ہی ہیں مگر چونکہ بندوں کے جمیع افعال کا خالق اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے اس لئے اس آیت میں اپنے خالق ہونے کا بیان فرما دیا کہ جب وہ تباہی استعداد کے فاعل ہوئے اور اس کو بقصد خود اختیار کرنا چاہا ہم نے بھی وہ بد استعدادی کی کیفیت ان کے قلوب وغیرہا میں پیدا کر دی۔ بند لگانے سے اسی بد استعدادی کا پیدا کرنا مراد ہے۔ سو یہاں بھی اُن کا یہ فعل اس خَتَمَ کا سبب ہوا۔ ختم الٰہی اس فعل کا سبب نہیں ہوا۔ پس ان کی معذوری کی کوئی وجہ نہیں۔ **ف**: (مثال استعداد بامر تکوینی) اس فرمانے کی ایسی مثال ہے جیسے کسی امیر کریم نے براہِ ترحم کسی مفلس کی سو روپیہ تنخواہ مقرر کر دی ہو مگر وہ ناقدر شناس جب وہ سو روپے آتے ہیں فوراً ہی ان کو کسی کنوئیں یا دریا میں پھینک آتا ہے جس میں نہ اس کے کام آویں نہ دوسروں کے اس امیر نے چند بار اس نامعقول حرکت سے منع بھی کیا مگر اس نے ایک نہ سنی اور نہ امید رہی کہ وہ مانے گا۔ چونکہ ایسے شخص کو روپیہ دینے سے کوئی بھی فائدہ نہ دیکھا اس لئے اس نے وہ تنخواہ بند کر لی اور افسوس ہے کہ اس شخص کو اس تنخواہ بند کرنے کا بھی کچھ غم وافسوس نہ ہوا نہ اس نے کچھ معذرت کی۔ اس وقت وہ امیر اپنی رعایا کو اطلاع دینے کے لئے کہے کہ اس نمک حرام نے ہمارے عطیہ کی جب ایسی بے قدری کی ہم نے بھی وہ تنخواہ بند کر لی۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس مثال میں موردِ ملامت وہی نمک حرام ہوگا نہ آقائے کریم۔ اسی طرح اس مضمون کو سمجھ لینا چاہئے۔ (**توضیح حقیقت خلق و فعل بمثال**) اب فعل وخلق کی حقیقت اور ان میں جو فرق ہے اس کو دریافت کرنا ضرور ہے اس کو ایک محسوس مثال میں سمجھو کہ ایک بڑا بھاری پتھر ہے کہ زید جو کہ آقا ہے اُس کو تنہا آسانی سے اُٹھا سکتا ہے مگر عمرو جو کہ غلام ہے اس سے ہلتا تک بھی نہیں۔ زید نے عمرو سے کہا کہ اس پتھر کا اُٹھانا ہمارے قانون میں جرم ہے اور گو اس کو کوئی اُٹھا نہیں سکتا مگر ہم نے امتحان کے لئے اپنا معمول مقرر کیا ہے کہ جو اس کے اُٹھانے کے ارادہ سے اس کو ہاتھ لگاتا ہے ہم اُٹھوا دیتے ہیں مگر یہ اُٹھانا اس کی طرف بایں وجہ منسوب کیا جاتا ہے کہ اس نے ارادہ کیوں کیا جس پر ہمارا اُٹھانا مرتب ہوا اگر وہ ارادہ نہ کرتا تم ہم اس پتھر کو نہ اٹھاتے اور وہ مجرم نہ قرار دیا جاتا۔ غرض زید کے اس قانون اور معمول پر مطلع ہونے کے بعد عمرو نے پتھر کے پاس پہنچ کر اس کو بارادہ اُٹھانے کے ہاتھ لگایا اور اُٹھانے پر آمادہ ہوا۔ زید نے حسب اپنے معمول کے فوراً وہ پتھر اُٹھوا دیا۔ اب ظاہر ہے کہ ہر عاقل اس صورت میں عمرو ہی کو مجرم قرار دے گا زید پر کسی قسم کا الزام نہیں رکھ سکتا۔ بس اسی طرح حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے بندے کو ارادہ وقوتِ کسب عطا فرمائی مگر وہ ایجادِ فعل کے لئے کافی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا معمول مقرر کیا ہے کہ جب بندہ کسی فعل کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس فعل کو پیدا کر دیتا ہے پس مطابق مثال مذکور جو کچھ اعتراض ہے بندہ پر ہے اللہ تعالیٰ سبحانہ وتعالیٰ منزہ وپاک ہے۔ (**دفع شبہ قبح خلق بقیاس قبح فعل**) اگر یہ شبہ ہو کہ قبیح کا فاعل ہونا اگر قبیح ہے تو خالق ہونا بھی قبیح ہونا چاہیے، اس کا حل یہ ہے کہ قیاس غلط ہے، فعل قبیح اس لئے قبیح ہے کہ اس میں مفاسد غالب ہیں اور اس کے فعل میں کوئی حکمت واقعیہ صحیحہ نہیں بخلاف خلق قبیح کے کہ اس میں ہزاروں مصلحتیں اور حکمتیں ہوتی ہیں۔ البتہ ان حکمتوں کا مفصلاً علم ہر ایک کو نہیں ہوتا مگر کسی شئے کے علم نہ ہونے سے اس کا معدوم ہونا لازم نہیں آتا۔ فعل قبیح میں حکمت نہ ہونے اور خلق قبیح میں حکمت ہونے کے لئے صرف یہ اجمالی دلیل کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ باتفاق اہل عقل ونقل حکیم ہے اور حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا اور فعل قبیح کو اس نے منع کیا ہے تو ضرور فعل قبیح خالی از حکمت ہے اس واسطے حکیم نے منع کر دیا اور خلق قبیح خود ان کا فعل ہے تو ضرور اس خلق میں کوئی حکمت ہوگی اسی لئے اس کو اختیار کیا۔ اس فرق کے دریافت کرنے سے بہت سے شبہات بآسانی دفع ہو جاتے ہیں۔ (**دفع شبہ تاثیر ارادۃ در افعال عبد**) اگر یہ شبہ[۲] ہو کہ اگرچہ خلق قبیح ارادۂ عبد پر مرتب ہے اور اس لئے خالق پر الزام نہیں مگر اس فعل کے ساتھ جو ارادۂ خداوندی کا تعلق ہے وہ تو ارادہ عبد پر مرتب نہیں بلکہ ارادۂ عبد خود اس پر مرتب ہے تو اب اشکال پھر عود کر آوے گا۔ سو یہ شبہ بھی اُسی تقریر بالا سے جو عنقریب مذکور ہوئی زائل ہو گیا کیونکہ وہ ارادۂ خداوندی مشتمل ہزاراں ہزار مصالح پر ہے اس لئے وہ قبیح نہیں بخلاف فعل عبد کے کہ بوجہ مفاسد کے قبیح ہے۔ (**دفع شبہ نفی اختیار عبد**) اگر یہ شبہ ہو کہ گو ارادہ وخلق خداوندی میں کوئی قباحت نہیں لازم آئی مگر بندہ کا غیر مختار ہونا تو لازم آ گیا۔ تو اس کا دفعیہ یہ ہے کہ ارادۂ خداوندی خاص اس طریق سے متعلق ہوا ہے کہ بندہ باختیار خود یہ فعل کرے گا سو اختیار عبد تو اور زیادہ مؤکد وثابت الوجود ہو گیا یہ نہیں کہ مسلوب ومعدوم ہو گیا ہو جیسا خود ارادۂ خداوندی افعال خداوندی کے ساتھ یقیناً متعلق ہے اور پھر بھی باتفاق اہل ملت اللہ تعالیٰ اپنے افعال میں غیر مختار نہیں ہے۔ پس بفضلہٖ تعالیٰ سب اشکالات

متعلق تقدیر کے رفع دفع ہو گئے مگر فہم وانصاف وطلب حق شرط ہے۔ (قطع شبہات متعلق تقدیر بتقریر مختصر شافی)۔ یہ تفصیل اس شخص کی رعایت سے لکھی گئی ہے جس کو از خود شبہ پیدا ہو جاوے ورنہ خالی الذہن کے لئے اس تفصیل کی حاجت نہیں اسی طرح اس تفصیل کے بعد بھی جس کو وسوسہ آوے اس کو بھی آگے تفتیش جائز نہیں بلکہ ان دونوں قسم کے شخصوں کے لئے اجمالاً اس قدر اعتقاد کر لینا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے اور مالک کو بحیثیت مالک ہونے کے اپنے ملک میں ہر طرح کے تصرف کا اختیار کامل حاصل ہے، جیسے کوئی شخص کسی قطعۂ زمین میں کوئی مکان بناوے جس میں مختلف درجات ہوں کسی حصہ میں اپنی نشست گاہ بنائے جس کو ہزاروں آلات وفروش سے آراستہ کرے دوسرے حصہ میں پاخانہ بناوے جہاں سینکڑوں من نجاست روزمرہ ڈالی جاوے۔ پاخانہ (۳) یہ سوال نہیں کرتا کہ میں نے کیا جرم کیا تھا جو اس سزا کا مستحق ہوا اور فلاں حصہ زمین نے کیا انعام کا کام کیا تھا جو اس عنایت کا مورد بنا۔ ہر عاقل اس سوال کا جواب یہی دیگا کہ مالک کو اختیار ہے۔ یہاں پہنچ کر ان لوگوں کا بھی ذکر ختم ہو گیا جو قرآن و دین کو نہ زبان سے مانتے تھے نہ دل سے۔ اب آگے ان لوگوں کا بیان آتا ہے جو کسی مصلحت یا دباؤ کے سبب زبان سے مانتے تھے مگر دل سے بالکل نہ مانتے تھے ایسے لوگوں کو شریعت کے محاورہ میں منافق کہا جاتا ہے۔

احوالِ منافقین ☆ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ اور لوگوں میں بعضے ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر اور آخری دن پر حالانکہ وہ بالکل[۲] ایمان والے نہیں۔ **ف**: بلکہ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ چالبازی کرتے ہیں اللہ سے اور ان لوگوں سے جو ایمان لا چکے ہیں۔ **ف**: یعنی محض (۴) چالبازی کی راہ سے ایمان کا اظہار کرتے ہیں وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اور واقع میں کسی کے ساتھ بھی چالبازی نہیں کرتے بجز اپنی ذات کے اور وہ اس کا شعور نہیں رکھتے۔ **ف**: یعنی اس چالبازی (۵) کا انجامِ بد خود اپنے ہی کو بھگتنا پڑے گا۔ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ ان کے دلوں میں بڑا مرض ہے سو اور بھی بڑھا دیا اللہ تعالیٰ نے ان کو مرض **ف**: مرض میں ان کے بداعتقادی (۶) وحسد اور ہر وقت کا اندیشہ وخلجان سب آ گیا۔ چونکہ اسلام کو روزانہ رونق ہوتی جاتی تھی اس لئے ان کے دلوں میں ساتھ ساتھ یہ امراض ترقی پاتے جاتے تھے۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ اور ان کیلئے سزائے دردناک ہے اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے۔ **ف**: یعنی ایمان کا جھوٹا دعویٰ کیا کرتے تھے۔

تَرْجَمَةُ مَسَائِلِ السُّلُوْكِ: قولہ تعالیٰ: يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ اس میں اشارہ ہے کہ اہل اللہ کے ساتھ کوئی معاملہ کرنا (مثلاً عداوت ومخادعت وغیرہ) ایسا ہی ہے جیسے حق تعالیٰ کے ساتھ کرنا۔ قولہ تعالیٰ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ اس میں اثبات ہے امراض قلب کا اور وہ معاصی ہیں جیسا حضرات صوفیہ کے اطلاقات میں شائع ہے۔

اَلْحَوَاشِیْ: (۱) ''بس'' ہماری زبان میں ثمرۂ کلام پر داخل کیا جاتا ہے لہٰذا اشارہ اس طرف ہے کہ اولئك ...... ماسبق کا ثمرہ ہے ۱۲ تبیان (۲) خلاصہ اعتراض کا یہ ہے کہ ارادۂ خداوندی ارادۂ عبد وفعل عبد دونوں پر مقدم ہے کیونکہ اول ارادۂ خداوندی ہوتا ہے کہ بندہ یوں ارادہ کرے اس کے بعد بندہ ارادہ کرتا ہے پھر اس پر خلق فعل مرتب ہوتا ہے پھر اس پر بندہ کی جانب سے کسب فعل ہوتا ہے پس درحقیقت فعل عبد مرتب ہے خلق پر اور وہ مرتب ارادۂ عبد پر اور وہ مرتب ارادۂ باری پر ہے لہٰذا اثر یعنی فعل عبد وارادۂ عبد اگر قبیح ہے تو اس کا مؤثر یعنی ارادہ خداوندی بھی قبیح ہونا چاہئے اور تقریر جواب ظاہر ہے ۱۲ تبیان۔ (۳) البتہ اتنا شبہ باقی رہتا ہے کہ کم از کم اس مالک کی نسبت اگر اس نے عمدہ قطعۂ زمین میں پاخانہ بنایا ہے یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ اس نے مصلحت کے خلاف کیا تو کیا یہ سوال حق تعالیٰ کی نسبت نہیں ہو سکتا کہ ایسا امر مناسب نہ تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سوال اس شخص کے افعال میں ہو سکتا ہے کہ جس کے افعال میں حکمت سے خلو محتمل ہو اور افعال خداوندی چونکہ حکمت سے ہرگز خالی نہیں اس لئے وہاں یہ احتمال اور یہ سوال ہی نہیں جیسا کہ اوپر بھی آ چکا ہے ۱۲ تبیان۔ (۴) مقصود یہ ہے کہ خداع سے مراد خاص اظہار ایمان کے بارہ میں خداع ہے یعنی خداع اپنے حقیقی معنی پر ہے مطلب یہ ہے کہ اظہار ایمان میں چال کرتے ہیں گو وہ چال خدا کے سامنے نہ چلے اور گو ان کا یہ قصد بھی نہ ہو کہ خدا کے سامنے چال چلے گی۔ مگر یہ فعل خود چال ہے اور لازم آ گیا کہ خدا کے سامنے بھی خلاف واقع کا اظہار کیا ۱۲ تبیان۔ (۵) ماحصل یہ ہے کہ جزاء خداع کو خداع کہہ دیا گیا بطریق مجاز ۱۲ تبیان۔ (۶) یعنی مرض میں عموم مجازاً لیا گیا ہے کہ حقیقت بھی اس کی ایک فرد ہو جاوے تو اندیشہ اور خلجان تو حقیقتاً مرض ہے اور بداعتقادی کو مجازاً مرض کہا گیا ہے۔ ۱۲ تبیان۔

مُلْحَقَاتُ التَّرْجَمَةِ: [۱] قولہ پورے کامیاب دلیلہ ما ذکرنا فی الکلام من کون الفلاح الکامل مرادا ۱۲۔ [۲] قولہ بالکل زادہ لان الباء فی خبر ما یفید مبالغة النفی ۱۲۔

اَلرِّوَایَاتُ: اخرج ابن جریر من طریق ابن اسحق عن محمد بن ابی محمد عن عکرمة عن سعید بن جبیر عن ابن عباس فی قولہ ان الذین کفروا الآیتین انهما نزلتا فی یهود المدینة واخرج عن الربیع بن انس قال آیتان نزلتا فی قتال الاحزاب ان الذین کفروا الی قولہ عذاب عظیم ۱۲ الباب۔ عن ابن عباسؓ ختم الله علی قلوبهم طبع علیها ۱۲ اتقان۔ عن ابن عباس مرض نفاق عذاب الیم نکال موجع یکذبون یبدلون یحرفون ۱۲ اتقان۔

اَلْکَلَامُ: قولہ تعالی اولئك هم المفلحون المراد به الفلاح الکامل المستفاد من الاطلاق فالحصر للفلاح المطلق لا مطلق الفلاح فلا

ينافي فلاح المخلين بالاعمال فلا حجة فيه للمعتزلة كما في المظهرى تمسك المعتزلة بان الحصر تدل على خلود مرتكب الكبيرة في النار ورد بان المراد المفلحون الكاملون في الفلاح ويلزم منه عدم كمال الفلاح لمن ليس مثلهم لا عدم الفلاح مطلقا ۱۲ قوله تعالى ختم الله الاية في الاية رد على المعتزلة حيث نفوا اسناده الى الله تعالى الا مجازاً فان الاصل في الاسناد هو الحقيقة حيث لا صارف ولا صارف ۱۲۔

اختلاف القراءة : قوله تعالى وما يخدعون في قراءة وما يخادعون اى هم في ذلك يخدعون انفسهم حيث يمنونها الا باطيل ويكذبونها فيما يحدثونها به و انفسهم كذلك تمنيهم وتحدثهم بالاماني او يراد به وما يخدعون فجئ به على لفظ يفاعلون للمبالغة۱۲ من كشاف۔ قوله تعالى يكذبون و في قراءة يكذبون من التكذيب اى يكذبون الله والرسول ۱۲۔

الفقه : دل على حرمة الكذب الذى شانه هذا و لا دلالة فيه على حرمته مطلقا لان من الكذب مباحا ومستحبا و واجبا كما فصلوا ۱۲۔

اللغات :المفلح الفائز بالبغية كانه الذى انفتحت له وجوه الظفر و لم تستغلق عليه والمفلج بالجيم مثله و منه قولهم للمطلقة استفلجي بامرك بالحاء والجيم والتركيب دال على معنى الشق والفتح وكذلك اخواته في الفاء والعين نحو فلق وفلذ وفلى ۱۲كشاف۔ الختم والكتم اخوان۱۲كشاف۔ يخدعون الله الخدع ان يوهم صاحبه خلاف ما يريد به من المكروه من قولهم ضب خادع و خدع اذا امر الحارش يده على باب جحره اوهمه اقباله عليه ثم خرج من باب آخر ۱۲كشاف۔

النحو : قوله سواء عليهم سواء اسم بمعنى الاستواء وصف به كما يوصف بالمصادر و منه قوله الى كلمة سواء وارتفاعه على انه خبر لان وا نذرتهم في موضع المرتفع به على الفاعلية كانه قيل ان الذين كفروا مستو عليهم انذارك وعدمه كما تقول ان زيدا مختصم ابوه وابن عمه او يكون انذرتهم ام لم تنذرهم في موضع الابتداء و سواء خبرا مقدما بمعنى سواء عليهم انذارك وعدمه والجملة خبر لان فان قلت كيف صح الاخبار عن الفعل قلت هو من جنس الكلام المهجور فيه جانب اللفظ الى جانب المعنى وقد وجدنا العرب يميلون من مواضع من الكلام مع المعانى ميلا مبنيا من ذلك قولهم لاتاكل السمك وتشرب اللبن معناه لايكن منك اكل السمك و شرب اللبن وان كان ظاهر اللفظ على ما لا يصح من عطف الاسم على الفعل والهمزة وام مجردتان لمعنى الاستواء وقد انسلخ عنهما معنى الاستفهام رأسًا و معنى الاستواء استوائهما في علم المستفهم عنهما لانه قد علم ان احد الامرين كائن اما الانذار واما عدمه ولكن لا بعينه وكلاهما معلوم بعلم غير معين فان قلت ما موقع لا يؤمنون قلت اما ان يكون جملة مؤكدة لجملة قبلها او خبرا لان والجملة قبلها اعتراض ۱۲كشاف۔

البلاغة : قوله اولئك على هدى وفي اسم الاشارة التي هو اولئك ايذان بان ما يرد عقيبه فالمذكورون قبله اهل لاكتسابه من اجل الخصال التي عددت لهم ومعنى الاستيلاء في قوله على هدًى مثل لتمكنهم من الهدى واستقرارهم عليه وتمسكهم به حيث شبهت حالهم بحال من اعتلى الشئ وركبه ونحوه هو على الحق و على الباطل وقد صرحوا بذلك في قولهم جعل الغواية مركبا وامتطى الجهل واقتعد غارب الهوى۔ ونكر هدى ليفيد ضربا مبهمًا لا يبلغ كنهه ولا يقادر قدره كانه قيل على اى هدى كما تقول لو ابصرت فلانا لا بصرت رجلا۔وفي تكرير اولئك تنبيه على انهم كما ثبتت لهم الاثرة بالهدى فهى ثابتة لهم بالفلاح فجعلت كل واحدة من الاثرتين في تميزهم بها عن غيرهم فان قلت لم جاء مع العاطف وما الفرق بينه وبين قوله تعالى اولئك كالانعام بل هم اضل اولئك هم الغافلون قلت قد اختلف الخبر ان ههنا فلذلك دخل العاطف بخلاف الخبرين ثمه فانهما متفقان لان التسجيل عليهم بالغفلة وتشبيههم بالبهائم شئ واحد فكانت الجملة الثانية مقررة لما في الاولى فهى من العطف بمعزل ۱۲كشاف۔قوله تعالى ان الذين كفروا الآية۔ فان قلت لم قطعت قصة الكفار عن قصة المؤمنين ولم تعطف كنحو قوله ان الابرار لفى نعيم وان الفجار لفى جحيم وغيره من الآى الكثيرة قلت ليس وزان هاتين القصتين وزان ما ذكرت لان الاولى فيما نحن فيه مسوقة لذكر الكتاب وانه هدًى للمتقين وسيقت الثانية لان الكفار من صفتهم كيت كيت فبين الجملتين تباين في الغرض والاسلوب وهما على حد لا مجال فيه للعاطف ۱۲ كشاف۔ والتعريف في الذين كفروا يجوز ان يكون للعهد ويراد بهم ناس باعيانهم كابى لهب وابى جهل والوليد بن المغيرة واضرابهم وان يكون للجنس متنا ولا كل من صمم على كفره تصميما لا يرعوى بعده و دل على تنا وله للمصرين الحديث عنهم باستواء الانذار وتركه ۱۲ كشاف۔ فان قلت ما معنى الختم على القلوب والاسماع و تغشية الابصار قلت لا ختم ولا تغشية ثمه على الحقيقة وانما هو من باب المجاز ويحتمل ان يكون من كلا نوعيه وهما

الاستعارة والتمثيل ۱۲کشاف۔ قوله تعالٰی علٰی قلوبهم الاية جمع القلوب والابصار وحد السمع لان الاسماع لما كانت مجتمعة فی ادراكها كانت واحد بخلاف الباقيين فانهما يتعاقب ادراكهما ۱۲استاذی۔ ولما كان درك السمع والقلب من الجهات جعل مانعهما من جنس واحد وهو الختم بخلاف البصر فانه مختص بالمقابلة فجعل مانعها الغشاوة المختصة بجهة المقابلة ۱۲مظهری۔ قوله تعالٰی بالله وباليوم الأخر فان قلت لم اختص بالذكر الايمان بالله واليوم الاخر قلت اختصاصهما بالذكر كشف عن افراطهم فی الخبث لان القوم كانوا يهود وايمان اليهود بالله ليس بايمان لقولهم عزير بن الله و كذلك ايمانهم باليوم الأخر لانهم يعتقدونه علی خلاف صفته فقولهم هذا لو صدر عنهم لا علی وجه النفاق فهو كفر فكيف اذا قالوه علی وجه النفاق كان كفرا الی اكفر ۱۲كشاف۔ قوله تعالٰی وما هم بمؤمنين۔ انكار لما ادعوه وكان اصله وما آمنوا حتی يطابق قولهم فی تصريح الفعل دون الفاعل لكنه عكس مبالغة فی التكذيب لانه اخراجهم من المؤمنين ابلغ من نفی الايمان فی ماضی الزمان ولذلك اكد النفی بالباء ۱۲مظهری۔ فان قلت فلم جاء الايمان مطلقا فی الثانی وهو مقيد فی الاول قلت يحتمل ان يراد التقليد ويترك لدلالة المذكور عليه وان يراد بالاطلاق انهم ليسوا من الايمان فی شئ قط لامن الايمان بالله وباليوم الآخر ولا بغيرهما ۱۲كشاف۔قوله تعالٰی يخدعون الله فان قلت كيف ذلك و مخادعة الله والمؤمنين لاتصح لان العالم الذی لا تخفی عليه خافية لايخدع والحكيم الذی لايفعل القبيح لايخدع والمؤمنون وان جاز ان يخدعوا لم يخبر ان يخدعوا قلت كانت صورة صنعهم مع الله تعالٰی حيث يتظاهرون بالاتيان وهم كافرون صورة صنع الخادعين وصورة صنع الله معهم حيث امر اجراء احكام المسلمين عليهم وهم عنده فی اعداد شرار الكفرة واهل الدرك الاسفل من النار صورة صنع الخادع و كذالك صورة المؤمنين معهم حيث امتثلوا امر الله فيهم فاجروا احكامهم عليهم ۱۲ من كشاف۔ قلت ولا يبعدان يقال بتقدير همزة الاستفهام للانكار والتوبيخ والمعنی يخادعون الله فارتفع الاشكال راسا واساسًا قوله تعالٰی وما يخدعون الا انفسهم فان قلت ما المراد بقوله وما يخدعون الا انفسهم قلت يراد وما يعاملون تلك المعاملة المشبهة بمعاملة المخادعين الا انفسهم لان ضررها يلحقهم ومكرها يحيق بهم كما تقول فلان يضار فلانا ويضار الانفسه ۱۲من كشاف۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۞ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۞ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَاۗءُ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاۗءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۞ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ښ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۞ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۞ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۠ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۞ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَاۗءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ۞ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۞

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ فساد مت کرو زمین میں تو کہتے ہیں ہم تو اصلاح ہی کرنے والے ہیں۔ یاد رکھو بے شک یہی لوگ مفسد ہیں لیکن وہ اس کا شعور نہیں رکھتے۔ اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ تم بھی ایسا ہی ایمان لے آ ؤ جیسا ایمان لائے ہیں اور لوگ تو کہتے ہیں کہ کیا ہم ایمان لائیں گے جیسا ایمان لے آئے ہیں یہ بیوقوف یاد رکھو بے شک یہی ہیں بیوقوف لیکن وہ اس کا علم نہیں رکھتے۔ اور جب ملتے ہیں وہ منافقین ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب خلوت میں پہنچتے ہیں اپنے شریر سرداروں کے پاس تو کہتے ہیں ہم بے شک تمہارے ساتھ ہیں ہم تو صرف استہزاء کیا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی استہزاء کر رہے ہیں انکے ساتھ اور ڈھیل دیتے چلے جاتے ہیں اُن کو کہ وہ اپنی سرکشی میں حیران و سرگرداں ہو رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ انہوں نے گمراہی لے لی بجائے ہدایت کے تو سود مند نہ ہوئی انکی یہ تجارت اور نہ یہ ٹھیک طریقہ پر چلے انکی حالت اُس شخص کی حالت کے مشابہ ہے جس نے کہیں آگ جلائی ہو پھر جب روشن کر دیا ہو اس آگ نے اس شخص

گرداگرد کی سب چیزوں کو ایسی حالت میں سلب کرلیا ہو اللہ تعالیٰ نے انکی روشنی کو اور چھوڑ دیا ان کو اندھیروں میں کہ کچھ دیکھتے بھالتے نہ ہوں۔ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں۔ سو یہ اب رجوع نہ ہوں گے ۝

تفسیر: **وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ** (الی قولہ تعالی) **اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ** اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ فساد مت کرو زمین میں تو کہتے ہیں ہم تو اصلاح ہی کرنے والے ہیں۔ **ف**: یعنی ان کی ان منافقانہ کارروائیوں سے جب انواع انواع فساد و فتنے وقوع میں آنے لگے جیسا کہ مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ دورو یہ شخص سے ہمیشہ فساد ہی بڑھتا ہے اور کسی خیر اندیش نے فہمائش کی کہ ایسی کارروائی موجب فساد ہوا کرتی ہے اس کو چھوڑ دو تو اس کے جواب میں اپنے کو مصلح بتلاتے ہیں۔ غرض ان کی غباوت یا شرارت اس حد کو پہنچ گئی ہے کہ فساد کو اصلاح سمجھتے ہیں۔ **اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ**۔ یاد رکھو بیشک یہی لوگ مفسد ہیں لیکن وہ اس کا شعور نہیں رکھتے۔ **ف**: بوجہ اپنی غباوت یا شرارت کے ان لوگوں کی ایک جہالت تو اس سے معلوم ہوئی کہ اپنے عیب کو ہنر سمجھتے ہیں۔ آگے ان کی دوسری جہالت کا بیان ہے کہ اوروں کے ہنر کو کہ وہ ایمان خالص ہے عیب اور حقیر سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ **وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ** (الی قولہ تعالی) **اٰمَنَ السُّفَهَآءُ** اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم بھی ایسا ہی ایمان لے آؤ جیسا ایمان لائے ہیں اور لوگ تو کہتے ہیں کیا ہم ایمان لاوینگے جیسا ایمان لے آئے ہیں یہ بے وقوف۔ **اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ**۔ یاد رکھو بے شک یہی ہیں بیوقوف لیکن اس کا علم نہیں رکھتے۔ **ف**: منافقین ایسی بے باکانہ گفتگو غریب مسلمانوں کے روبرو کر گزرتے تھے جن سے ان کو کچھ اندیشہ نہ تھا اور باوجاہت مسلمانوں کے سامنے تو وہی نفاق و خوشامد کی باتیں کرتے رہتے تھے۔ اس تقریر سے یہ شبہ رفع ہو گیا کہ وہ لوگ تو اپنے کفر کو چھپاتے تھے پھر ایسی کفر کی باتیں مسلمانوں سے کیونکر کر سکتے تھے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ایسی بات اپنی ہی جماعت سے کرتے ہوں لیکن ظاہراً احتمال اوّل کو اس لئے ترجیح ہے کہ یہ قول اٰمِنُوْا کے جواب میں ہے اور اٰمِنُوْا کا خطاب خود انکی جماعت کی طرف سے نہیں ہو سکتا۔ **وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا** الی قولہ تعالی **اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ** اور جب ملتے ہیں وہ منافقین ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب خلوت میں پہنچتے ہیں اپنے شریر سرداروں کے پاس تو کہتے ہیں کہ ہم بیشک تمہارے ساتھ ہیں ہم تو صرف استہزاء کیا کرتے ہیں۔ **ف**: یعنی ہم مسلمانوں سے براہ تمسخر کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں ورنہ ہم دل سے تو تمہارے ہی مشرب میں ہیں۔ اس سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ نے انکا یہ قول کہ "ہم ایمان لائے" نقل فرمادیا ہے اور یہاں پھر نقل کیا ہے سو اس کو تکرار نہ سمجھیں۔ تکرار وہ ہے کہ جہاں اعادہ میں کوئی اور غرض جدید نہ ہو سو یہاں ایسا نہیں ہے۔ پہلے مقام میں صرف انکا عقیدہ بیان کرنا مقصود تھا کہ گو وہ زبان سے ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں مگر دل میں ان کے ایمان نہیں ہے اور یہاں ان کا برتاؤ مسلمانوں سے اور اپنے مجمع سے بتلانا منظور ہے۔ غرض ایک جگہ ان کا اعتقاد مذکور ہے دوسری جگہ انکا عمل سو تکرار نہ ہوا اور قرآن مجید بھر میں جہاں جہاں تکرار معلوم ہوتا ہے وہاں ایسا ہی تفاوت اغراض میں ہے۔ آگے انکے اس استہزاء کا جواب دیا ہے کہ وہ بیچارے مسلمانوں سے کیا استہزاء کرتے ہیں۔ **اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ** اللہ تعالیٰ ہی استہزاء کر رہے ہیں ان کے ساتھ اور ڈھیل دیتے چلے جاتے ہیں ان کو کہ وہ اپنی سرکشی میں حیران سرگرداں ہو رہے ہیں۔ **ف**: وہ استہزاء یہی ہے کہ انکو مہلت دی گئی ہے کہ جب خوب کفر میں کامل ہو جاویں اور جرم سنگین ہو جاوے اس وقت دفعۃً پکڑ لئے جاویں چونکہ یہ معاملہ ان کے اس استہزاء کے مقابلہ میں تھا اسلئے اسکو بھی استہزاء کہہ دیا گیا **اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ** ۝ یہ وہ لوگ ہیں کہ انہوں نے گمراہی لے لی بجائے ہدایت کے تو سودمند نہ ہوئی انکی یہ تجارت اور نہ یہ ٹھیک طریقہ پر چلے **ف**: یعنی انکو تجارت کا سلیقہ نہ ہوا کہ ہدایت کیسی اچھی چیز چھوڑی اور گمراہی کیسی بری چیز لی۔

مثال اوّل منافقین ☆ **مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا** (الی قولہ تعالی) **فِىْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ** ۝ انکی حالت اس شخص کی حالت کے مشابہ ہے جس نے کہیں آگ جلائی ہو پھر جب روشن کر دیا ہو اس آگ نے اُس شخص کے گرداگرد سب کی چیزوں کو ایسی حالت میں سلب کرلیا ہو اللہ تعالیٰ نے اُن کی روشنی کو اور چھوڑ دیا ہو اُن کو اندھیروں میں کہ کچھ دیکھتے بھالتے نہ ہوں۔ **ف**: تو جس طرح یہ شخص اور اس کے ہمراہی روشنی ہونے کے بعد اندھیرے میں رہ گئے اسی طرح منافقین حق واضح ہونے کے بعد ظلمت ضلالت میں جا پھنسے اور جس طرح اس اندھیرے میں ان آگ جلانے والوں کے چشم و گوش و زبان سب بیکار ہو گئے اسی طرح ظلمت ضلالت میں پھنس کر ان لوگوں کی یہ حالت ہو گئی کہ **صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ**۔ بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں سو یہ اب رجوع نہ ہونگے۔ **ف**: یعنی حق سے بہت بعید ہو گئے ہیں کہ ان کے کان حق بات سننے کے قابل نہ رہے زبان ان کی حق بات کہنے کے لائق نہ رہی آنکھیں راہ حق دیکھنے کے کام کی نہ رہیں۔ سو اب ان کے حق کی طرف رجوع ہونے کی کیا امید ہے۔ منافقین میں دو قسم کے لوگ تھے۔ بعضے تو خوب دل کھول کر کفر کو اختیار کئے ہوئے تھے یہ مثال مذکور تو ان کی تھی کہ بالکل اندھیروں میں رہ جانے والوں کے مشابہ قرار دیئے گئے۔ بعضے ایسے تھے کہ ابھی ان کو اسلام کے حق ہونے میں کبھی کبھی تردد ہوتا تھا۔ اور اس کی خوبیاں دیکھ کر کچھ کچھ ادھر میلان ہونے لگتا تھا مگر پھر جب اغراض نفسانی کا غلبہ ہوتا پھر وہ میلان مبدل بہ انکار ہو جاتا۔ آگے ان کی مثال دیتے ہیں۔

اَلْحَوَاشِىْ: (۱) یعنی **لَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ** میں ان کا کوئی مستقل فساد مراد نہیں کہ جس کو وہ کرتے ہوں بلکہ مراد یہ ہے کہ تم یہ نفاق جو کہ موجب فساد ہے نہ کرو اس کو

چھوڑ دو ۱۲ تبیان۔ (۲) یعنی آیت میں جملہ یَمُدُّھُمْ اپنے معطوف علیہ اَللّٰہُ یَسْتَھْزِئُ بِھِمْ کا بیان ہے ۱۲ تبیان۔ (۳) مطلب یہ کہ آیت وَمَا کَانُوْا مُھْتَدِیْنَ سے ہدایت دینی مراد لینے کی ضرورت نہیں ہے کہ اس کی نفی ہو بلکہ نفی ہدایت فی التجارۃ کی ہے کہ ان کو تجارت کرنے کا ڈھنگ بھی نہیں آتا ۱۲ تبیان۔ (۴) اس کا نقطہ فرمایا کہ اِسْتَوْقَدَ کو مفرد لایا گیا پھر بِنُوْرِھِمْ میں ضمیر جمع کی ارشاد ہوئی وجہ یہ ہے کہ عادۃً ایک ہی آدمی آگ سلگاتا ہے جب وہ دہک اٹھتی ہے تو دوسرے لوگ بھی تاپنے کیلئے جمع ہو جاتے ہیں پس استیقاد ایک کا فعل ہے لہٰذا صیغہ مفرد لایا گیا ہے اور اذہاب نور کے وقت سب جمع تھے میں نے عرض کیا کہ اَضَاءَتْ مَا حَوْلَهٗ میں ضمیر کو مفرد کیوں لایا گیا حالانکہ یہ استیقاد کے بعد ہے اور سب ہی کیلئے عام ہے۔ فرمایا کہ لوگ اُس وقت جمع ہوتے ہیں کہ آگ کی روشنی ان تک پہنچے اور اُن کو معلوم ہو جاوے کہ آگ سلگ گئی پس اول اَضَاءَتْ مَا حَوْلَهٗ اسْتَوْقَدَ ہی کی ہوئی ۱۲ تبیان۔

الروایات: عن ابن عباس السفهاء الجهال۔ عن ابن عباسؓ طغيانهم كفرهم يعمهون يتمارون و في رواية عنه يعمهون يلعبون يترددون ۱۲ من اتقان۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قولہ انکی یہ تجارت حملاً للاضافة على العهد ۱۲ ۲؎ قولہ انکی روشنی الخ یہ جمع باعتبار اس کے ہے کہ وہ شخص مع ہمراہیوں کے مراد ہے چنانچہ تفسیر میں اس کی تصریح بھی کر دی ہے اور چونکہ حولہ میں ضمیر مفرد کی ہے اور بنورھم میں ضمیر جمع کی ہے اسلئے دونوں جگہ ترجمہ اسی کے موافق کیا گیا ۱۲ منہ

الکلام: قوله تعالى يمدهم وقوله تعالى ذهب الله بنورهم في الآيتين رد على المعتزلة لان الاصل في الاسناد الحقيقة ۱۲۔

اللغات: قوله تعالى هم السفهاء السفه سخافة العقل وخفة الحلم ۱۲ كشاف۔ قوله مستهزء ون الاستهزاء السخرية والاستخفاف واصل الباب الخفة من الهزء وهو القتل السريع ۱۲ كشاف۔ قوله تعالى يعمهون العمه مثل العمى الا ان العمى عام في البصر والرأى والعمه في الراى خاصة وهو التحير والتردد ۱۲ كشاف۔

البلاغۃ: قوله تعالى انما نحن مصلحون انما لقصر الحكم على شئ و معنى انما نحن مصلحون ان صفة المصلحين خلصت لهم وتمحضت من غير شائبة قادح فيها من وجه من وجوه الفساد ورد الله ما ادعوه من الانتظام في جملة المصلحين ابلغ ردوا دله على سخط عظيم والمبالغة فيه من جهة الاستيناف وما في كلتا الكلمتين الا وان من التاكيدين وتعريف الخبر وتوسيط الفصل ۱۲ كشاف قوله تعالى ولكن لا يعلمون فان قلت فلم فصلت هذه الاية بلا يعلمون والتي قبلها بلا يشعرون قلت لان امر الديانة والوقوف على ان المؤمنين على الحق و هم على الباطل يحتاج الى نظر واستدلال و اما النفاق وما فيه من البغي المؤدى الى الفتنة والفساد في الارض فامر دنيوى مبنى على العادات معلوم عند الناس فهو كا لمحسوس المشاهد ۱۲ كشاف قوله تعالى انا معكم فان قلت لم كانت مخاطبتهم المؤمنين بالجملة الفعلية وشياطينهم بالاسمية محققة بان قلت ليس ما خاطبوا به المؤمنين جديرا باقوى الكلامين و اوكدهما لانهم في ادعاء حدوث الايمان منهم ونشئه من قبلهم لا في ادعاء انهم او حديون في الايمان غير مشقوق فيه غبارهم و ذلك اما لان انفسهم لاتساعدهم عليه اذ ليس لهم من عقائدهم باعث و محرك وهكذا كل قول لم يصدر عن اريحية وصدق رغبة واعتقاد واما لانه لا يروج عنهم لو قالوه على لفظ التاكيد والمبالغة وكيف يقولونه ويطمعون في رواجه عنهم وهم بين ظهراني المهاجرين والانصار واما مخاطبة اخوانهم فهم فيها اخبروا به عن انفسهم في الثبات على اليهودية والقرار على اعتقاد الكفر والبعد من ان يزالوا عنه على صدق رغبة ووفور نشاط و ارتياح للتكلم به وما قالوه من ذلك فهو رايج عنهم متقبل منهم فكان مظنة للتحقيق ومئنة للتاكيد ۱۲ كشاف واجاب بعض الاحبار بانهم لما كانوا يقرون بالاسلام ولم يكن لتكذيبهم وانكار قولهم وجه ظاهر لم يحتاجوا الى التاكيد بخلاف ادعائهم انهم مستهزء ون على دينهم لان ظاهر حالهم كان يكذب هذه الدعوى فكان قولهم مظنة للانكار فاحتاجوا الى التوكيد ۱۲۔ قوله تعالى الله يستهزئ بهم فان قلت فهلا قيل الله مستهزء بهم فيكون طبقا لقوله انما نحن مستهزء ون قلت لان يستهزئ يفيد حدوث الاستهزاء وتجدده وقتا بعد وقت وهكذا كانت نكايات الله فيهم وبلاياه النازلة بهم اولا يرون انهم يفتنون في كل عام مرة او مرتين وما كانوا يخلون في اكثر او قاتهم من تهتك استار وتكشف اسرار و نزول في شانهم واستشعار حذر من ان ينزل فيهم يحذر المنافقون ان تنزل عليهم سورة تنبئهم بما في قلوبهم ۱۲ كشاف۔ قوله تعالى اشتروا ومعنى اشتراء الضلالة بالهدى اختيارها عليه واستبدالها على سبيل الاستعارة لان الاشتراء فيه اعطاء بدل واخذ آخر ۱۲ كشاف۔ قوله تعالى فما ربحت تجارتهم فان قلت كيف اسند الخسران الى التجارة وهو لاصحابها قلت هو من الاسناد المجازى ۱۲ كشاف۔ قوله تعالى ذهب الله بنورهم فان قلت فهلا قيل ذهب الله بضوئهم كقوله تعالى فلما اضاء ت قلت ذكر النور ابلغ لان الضوء فيه دلالة على الزيادة فلو قيل ذهب الله بضوئهم لا وهم الذهاب بالزيادة وبقاء ما يسمى نورا والغرض ازالة النور عنهم راسا وطمسه اصلا ۱۲ كشاف۔ في

اقام الدراية للسيوطى فى اقسام الاستعارة او قرنت بما يلائم المستعار منه فمرشحة كقوله تعالى اولئك الذين اشتروا الآية استعير الاشتراء للاستبدال ثم فرع عليها ما يلائم الاشتراء من الربح والتجارة آه قال صاحب الكشاف والصحيح الذى عليه علماء البيان لا يتخطونه ان التمثيلين جميعا من جملة التمثيلات المركبة دون المفرقة لا يتكلف لواحد واحد شئ يقدر شبهه به وهو القول الفحل والمذهب الجزل ولما وصف وقوع المنافقين فى ضلالتهم وما خبطوا فيه من الحيرة والدهيشة شبهت حيرتهم وشدة الامر عليهم بما يكابد من طفئت ناره بعد ايقادها فى ظلمة الليل وكذلك من اخذته السماء فى الليلة المظلمة مع رعد و برق و خوف من الصواعق آه قوله تعالى صم بكم الآية فان قلت هل يسمى ما فى الآية استعارة قلت مختلف فيه والمحققون على تسميته تشبيها بليغا لا استعارة لان المستعار له مذكور وهم المنافقون والاستعارة انما تطلق حيث يطوى ذكر المستعار ويجعل الكلام خلوا عنه صالحا لان يراد به المنقول عنه والمنقول اليه لو لا دلالة الحال او فحوى الكلام ۱۲ كشاف۔ قوله تعالى صم بكم فيه ايجاز حذف حذف المبتدأ اى هم او المنافقون صيانة اللسان عن ذكره تحقير اله ۱۲ من اتقان۔

اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّ رَعْدٌ وَّ بَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ۭ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝۱۹ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ۭ كُلَّمَآ اَضَاۗءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۙ وَ اِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَ اَبْصَارِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۲۰ ع

یا ان منافقوں کی ایسی مثال ہے جیسے بارش ہو یا آسمان کی طرف سے اس میں اندھیری بھی ہو اور رعد و برق بھی ہو جو لوگ اس بارش میں چل رہے ہیں وہ ٹھونسے لیتے ہیں اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں کڑک کے سبب اندیشہ موت سے اور اللہ تعالیٰ احاطہ میں لیے ہوئے ہیں کافروں کو۔ برق کی یہ حالت ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی ان کی بینائی اس نے لی۔ جہاں ذرا ان کو بجلی کی چمک ہوئی تو اس کی روشنی میں چلنا شروع کیا اور جب ان پر تاریکی ہوئی پھر کھڑے کے کھڑے رہ گئے اور اگر اللہ تعالیٰ ارادہ کرتے تو ان کے گوش وچشم سب سلب کر لیتے۔ بلاشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں

تفسیر: مثال دوم منافقین: اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ (الی قوله تعالی) اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ یا ان منافقوں کی ایسی مثال ہے جیسے بارش ہو آسمان کی طرف سے اس میں اندھیری بھی ہو اور رعد و برق بھی ہو جو لوگ [1] اس بارش میں چل رہے ہیں وہ ٹھونسے لیتے ہیں اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں کڑک [2] کے سبب اندیشۂ موت سے اور اللہ تعالیٰ احاطہ میں لئے ہوئے ہیں کافروں کو۔ برق کی یہ حالت ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی انکی بینائی اس نے لی جہاں ذرا انکو بجلی کی چمک ہوئی تو اسکی روشنی میں چلنا شروع کیا اور جب ان پر تاریکی ہوئی پھر کھڑے کے کھڑے رہ گئے اور اگر اللہ تعالیٰ ارادہ کرتے تو انکے گوش وچشم سب سلب کر لیتے بلاشک اللہ ہر چیز پر قادر ہیں۔

ف: سنو جس طرح یہ لوگ طوفان باراں میں کبھی چلنے سے رک جاتے ہیں کبھی موقع پا کر آگے چلنے لگتے ہیں اسی طرح یہ متردد منافقین ہجوم آثار غلبۂ اسلام میں کبھی نور اسلام کی جھلک دیکھ کر ادھر کو بڑھنے لگتے ہیں اور کبھی خود غرضی کی ظلمت میں پڑ کر پھر حق سے رک جاتے ہیں۔ اسی مضمون کے ضمن میں اور اخیر میں ان کو ایک دھمکی بھی دیتے گئے کہ اللہ تعالیٰ سب کو احاطۂ قدرت میں لئے ہوئے ہیں اور ان کے چشم و گوش کے سلب کر لینے پر پوری قدرت ہے سو حق کو چھوڑ کر ان کو مطمئن نہ ہونا چاہئے۔ یہاں تک تینوں قسم کی جماعتوں کا بیان ہو چکا اب سب کو خطاب میں جمع کر کے وہ کام بتلایا جاتا ہے جسکے انجام دینے کیلئے یہ کتاب مقدس نازل کی گئی ہے جسکے دو اصول ہیں توحید اور تصدیق رسالت۔ اول توحید کا مضمون ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قوله تعالى: وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝ اس میں دلیل ہے قول صوفیہ کی کہ حق تعالیٰ اپنی مخلوق کو ذاتاً محیط ہے بدوں اتصال اور کسی کیفیت کے یہ محض علم ہی سے محیط ہے۔

ملحقات الترجمۃ: [1] قولہ جو لوگ اس بارش میں قد مر وجهه فى النحو فى قوله جاز رجوع الضمير ۱۲۔ [2] قولہ کڑک کے سبب قد مر دليله فى النحو فى قوله اى من اجل الصواعق ۱۲۔

الروایات: اخرج ابن جرير من طريق السدى الكبير عن ابى مالك وابى صالح عن ابن عباس وعن مرة عن ابن مسعود وناس من الصحابة قالوا كان رجلان من المنافقين من اهل المدينة هربا من رسول الله صلى الله عليه وسلم الى المشركين فاصابهما هذا المطر الذى ذكر الله فيه رعد شديد وبرق فجعلا كلما اصابهما الصواعق جعلا اصابعهما فى آذانهما من الفرق ان تدخل الصواعق فى سامعهما فتقتلهما

واذا لمع البرق مشيا الى ضوئه واذا لم يلمع لم يبصرا فاتيا مكانهما يمشيان فجعلا يقولان ليتنا قد اصبحنا فناتى محمدا فنضع ايدينا فى يده فاسلما ووضعا ايديهما فى يده وحسن اسلامهما فضرب الله شان هذين المنافقين الخارجين مثلا للمنافقين الذين بالمدينة وكان المنافقون اذا حضروا مجلس النبى صلى الله عليه وسلم جعلوا اصابعهم فى آذانهم فرقامن كلام النبى صلى الله عليه وسلم ان ينزل فيهم شئ او يذكروا بشئ فيقتلوا كما كان ذلك المنافقان الخارجان يجعلان اصابعهما فى آذانهما كلما اضاء لهم مشوا فيه فا ذا كثرت اموالهم وولدهم واصابوا غنيمة او فتحا مشوا فيه و قالوا ان دين محمد صدق واستقاموا عليه كما كان ذانك المنافقان يمشيان اذا اضاء لهما البرق واذا اظلم عليهم قاموا فكانوا اذا هلكت اموالهم وولدهم واصابهم البلاء قالوا هذا من اجل دين محمد وارتدوا كفارا كما قام ذانك المنافقان حين اظلم البرق عليهما ١٢ لباب وعن ابن عباس كصيب المطر ١٢ اتقان۔

اَلْکَلَامُ : قوله تعالى من السماء (دفع شبه التعارض فى حقيقة الرعد والبرق) لا يخالجنك كونه معارضا لقول الحكماء ان المطر من السحاب لانا نقول يمكن ان ينزل علينا من السحاب وينزل فى السحاب من السماء بطريق غير مشاهد وان شكلت بان السحاب يتلقح بالبخارات الصاعدة من الارض قلت لاتنافى فيمكن ان يكون المطر تارة من هذا وتارة من ذلك و كذا ما ورد من ان الرعد ملك او صوته بالتسبيح والبرق سوط ينز جربه السحاب لا ينافى ما تعارف من حقيقتهما لا مكان الاجتماع بين القولين بان يكون هذا الصوت واللمعان تارة بهذا وتارة بذلك فافهم حق الفهم او يقال ان لكل شئ صورة وله حقيقة فالصورة ما قالت الحكماء والحقيقة ما وردت به الروايات كما ان المتكلم والسامع هو النفس الناطقة واللسان والاذن هو الآلة ١٢۔

اَلنَّحْوُ :قوله تعالى يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ جاز رجوع الضمير فى يجعلون الى اصحاب الصيب مع كونه محذوفا قائما مقامه الصيب لان المحذوف باق معناه وان سقط لفظه ١٢ كشاف۔ قوله تعالى من الصواعق متعلق بيجعلون اى من اجل الصواعق ١٢ كشاف۔

اَلْبَلَاغَۃُ :قوله تعالى او كصيب الآية فان قلت لم عطف احد التمثيلين على الآخر بحرف الشك قلت او فى اصلها لتساوى شيئين فصاعدا فى الشك ثم اتسع فيها فاستعيرت للتساوى فى غير الشك فمعناه ان القصتين سواء فى استقلال كل واحد منهما بوجه التمثيل فبايتهما مثلتهما فانت مصيب وان مثلتهما بهما جميعا فكذلك وتنكير صيب لانه اريد نوع من المطر شديد هائل كما نكرت النار فى التمثيل الاول فان قلت قوله من السماء ما الفائدة فى ذكره قلت الفائدة فيه انه جاء بالسماء معرفة فنفى ان يتصوب من سماء اى من افق واحد من بين سائر الآفاق لان كل افق من آفاقها سماء كما ان كل طبقة من الطبقات سماء فى قوله تعالى واوحى فى كل سماء امرها والدليل عليه قوله ومن بعد ارض بينا وسماء والمعنى انه غمام مطبق آخذ بآفاق السماء ١٢ كشاف۔ قوله تعالى يجعلون اصابعهم فان قلت رؤس الاصابع هو الذى يجعل فى الاذن فهلا قيل انا ملهم قلت هذا من الاتساعات فى اللغة التى لا يكاد الحاصر يحصرها كقوله تعالى فاغسلوا وجوهكم وايديكم فاقطعوا ايديهما اراد البعض الذى هو الى المرفق والرسغ وايضا ففى ذكر الاصابع من المبالغة ما ليس فى ذكر الانامل ١٢ كشاف۔ قوله تعالى كلما اضاء لهم فان قلت كيف قيل مع الاضاءة كلما ومع الاظلام اذا قلت لانهم حراص على وجود ماهمهم به معقود من امكان المشى وتاتيه فكلما صادفوا منه فرصة انتهزوها وليس كذلك التوقف والتجسس ١٢ كشاف۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿٢١﴾ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٢٢﴾ وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٢٣﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِىْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٤﴾

اے لوگو! عبادت اختیار کرو اپنے پروردگار کی جس نے پیدا کیا تم کو اور ان لوگوں کو بھی جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ عجب نہیں کہ تم دوزخ سے بچ جاؤ۔ وہ ذات پاک ہے جس نے بنایا تمہارے لیے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت اور برسایا آسمان سے پانی پھر پردۂ عدم سے نکالا بذریعہ اس پانی کے پھلوں سے غذا کو تم لوگوں کے واسطے۔ اب تو مت

ٹھہراؤ اللہ پاک کے مقابل اور تم تو جانتے بوجھتے ہو اور اگر تم لوگ خلجان میں ہو اس کتاب کی نسبت جو ہم نے نازل فرمائی ہے اپنے بندہ خاص پر تو اچھا پھر تم بنا لاؤ ایک محدود ٹکڑا جو اس کا ہم پلہ ہو اور بلا لو اپنے حمایتیوں کو جو اللہ سے الگ (تجویز کر رکھے) ہیں' اگر تم سچے ہو۔ پھر تم اگر یہ کام نہ کر سکے اور قیامت تک بھی نہ کر سکو گے تو پھر ذرا بچتے رہو دوزخ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں' تیار رکھی ہوئی ہے' کافروں کے واسطے ۞

تفسیر: تعلیم وتوحید: **يَاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ** ۝ اے لوگو عبادت اختیار کرو اپنے پروردگار کی جس نے تم کو پیدا کیا اور ان لوگوں کو بھی جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ (کیا عجب ہے)۔ عجب نہیں کہ تم دوزخ سے بچ جاؤ۔ **ف**: شاہی [1] محاورہ میں "عجب نہیں" کا لفظ وعدہ کے موقع میں بولا جاتا ہے **الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا** (الی قولہ تعالیٰ) **رِزْقًا لَّكُمْ** وہ ذات [2] پاک ایسی ہے جس نے بنایا تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت اور برسایا آسمان سے پانی پھر پردۂ عدم سے نکالا بذریعہ اس پانی کے پھلوں [3] سے غذا کو تم لوگوں کے واسطے **فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ** ۝ اب تو مت ٹھہراؤ اللہ پاک کے مقابل اور تم تو جانتے بوجھتے ہو۔ **ف**: یعنی اس بات کو جانتے ہو کہ ان تصرفات کا بجز خدا تعالیٰ کے کوئی کرنے والا نہیں تو اس صورت میں کب زیبا ہے کہ خدا کے مقابلہ میں دوسروں کو معبود بناؤ اس کے بعد رسالت کا مسئلہ بیان فرماتے ہیں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ نبوت کی صاف بے غبار دلیل معجزہ ہوا کرتا ہے چنانچہ رسول مقبول ﷺ کو بھی بے شمار معجزے عطا ہوئے جن میں سے سب سے بڑا معجزہ قرآن شریف ہے کہ اثباتِ نبوت کی بڑی دلیل ہے اس کے معجزہ ہونے میں مخالفین کو یہ شبہ تھا کہ شاید اس کو رسول اللہ ﷺ خود تصنیف کر لیا کرتے ہوں تو اس صورت میں اس کا معجزہ ہونا محل کلام میں ہو گیا پس دلیل نبوت مشتبہ ہو گئی اس لئے اللہ تعالیٰ اس اشتباہ کو اگلی آیت میں رفع فرماتے ہیں تا کہ اس کا معجزہ ہونا ثابت ہو جاوے پھر نبوت پر قطعی دلیل بن سکے۔

برہانِ رسالت: **وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ** (الی قولہ تعالیٰ) **اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ** ۝ اور اگر تم لوگ کچھ خلجان [4] میں ہو اس کتاب کی نسبت جو ہم نے نازل فرمائی ہے اپنے بندۂ خاص [5] پر تو اچھا پھر تم بنا لاؤ ایک محدود ٹکڑا جو اس کا ہم پلہ ہو (کیونکہ آخر تم بھی عربی زبان داں ہو بلکہ پیغمبر ﷺ تو مشاق بھی نہیں اور تم مشاق ہو جب باوجود اس کے نہ بنا سکیں گے تو بشرطِ انصاف بلا تامل ثابت ہو جاویگا کہ یہ معجزہ من جانب اللہ ہے اور بلاشبہ آپ پیغمبر ہیں اور یہی مقصود تھا) اور بلا لو اپنے حمایتیوں کو جو خدا سے الگ (تجویز کر رکھے) ہیں اگر تم سچے ہو۔

انذارِ کافرین: **فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا** (الی قولہ تعالیٰ) **اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ** ۝ پھر تم اگر یہ کام نہ کر سکے اور قیامت تک بھی [6] نہ کر سکو گے تو پھر ذرا بچتے رہو [7] دوزخ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں تیار ہوئی رکھی ہے کافروں کے واسطے۔

ف: یہ جو کہا کہ قیامت تک بھی نہ کر سکو گے کیسا کچھ جوش وخروش و پیچ وتاب نہ آیا ہوگا اور کوئی دقیقہ سعی کا کیوں اٹھا رکھا ہوگا پھر عاجز ہو کر اپنا سا منہ لے کر بیٹھ رہنا قطعی دلیل ہے کہ قرآنِ مجید معجزہ ہے اور یہ امر عادۃً محال ہے کہ کسی نے کچھ لکھا ہو اور گم ہو گیا ہو کیونکہ قرآنِ مجید کے حامی ہر زمانہ میں کم رہے ہیں جب یہ محفوظ چلا آتا ہے تو اس تحریر کے حامی ومددگار تو قرآن کی مخالفت میں ہر زمانہ میں حامیانِ قرآن سے تعداد میں زائد ہی تھے وہ کیسے ضائع ہو سکتا ہے اس لئے یہ احتمال بالکل لغو ہے۔

ف: اس آیت مذکورہ میں منکرین قرآن کے لئے وعید مذکور تھی اب آگے تسلیم کرنے والوں کو بشارت سنائی جاتی ہے۔

الحواشی: (۱) اس کے متعلق ایک مضمون بصورتِ رسالہ مسمیٰ بہ رفع البناء فی رفع السماء جلد ہذا کے آخر میں ملحق ہے ملاحظہ ہو ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: [1] قوله شاہی محاورہ میں فی الکشاف وایضا فمن دیدن الملوك وما علیه او ضاع امورهم ورسومهم ان یقتصروا فی مواعیدهم التی یوطنون انفسهم علی انجازها علی ان یقولوا عسی ولعل ونحوها من الکلمات او یخیلوا اخالة او یظفر منهم بالرمزة او الابتسامة او النظرة الحلوة فاذا عثر علی شیٔ من ذلك لم یبق للطالب لما عندهم شك فی النجاح والفوز بالمطلوب فعلی مثله ورد کلام مالك الملك ذی العزة والکبریاء ۱۲۔ [2] قوله وہ ذات پاک ایسی ہے حملا للذی علی تقدیر المبتدأ له کما مر ۱۲۔ [3] قوله پھلوں سے غذا کو حملا لمن فی من الثمرات علی التبیین ۱۲۔ [4] قوله کچھ خلجان حملا لتنوین ریب علی التقلیل ۱۲۔ [5] قوله بندہ خاص لکون الاضافة للتشریف ۱۲۔ [6] قوله قیامت تک بھی افاده لن لتابید النفی ۱۲۔ [7] قوله ذرا بچتے رہو حملا للامر علی التوبیخ وحمله صاحب الکشاف علی الکنایة عن ترك العناد وتحقیق الایمان ۱۲۔

الروایات: عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما اندادا الاشباه والامثال ۱۲ من اتقان۔

الکلام: قوله تعالیٰ جعل لکم الارض فراشا فان قلت هل فیه دلیل علی ان الارض مسطحة ولیست بکرویة قلت لیس فیه الا ان الناس یفتر شونها ویقعدون علیها و ینامون ویتقلبون کما یتقلب احدهم علی فراشه وبساطه ومهاده سواء کانت علی شکل السطح او شکل الکرة فالافتراش غیر مستنکر ولا مدفوع لعظم حجمها واتساع جرمها وتباعد اطرافها ۱۲ من کشاف۔ قوله تعالیٰ ولن تفعلوا هذه معجزة

باهرة حيث اخبر بالغيب الخاص علمه به عز وجل وقد وقع الامر كذلك كيف لا ولو عارضوه بشئ يدانيه فى الجملة لتناقله الرواة خلفا عن سلف ۱۲ ابو السعود قوله تعالٰى اعدت فى الآية دليل على ان النار موجودة الآن ۱۲ مظهرى۔

اللُّغَاتُ :قوله تعالٰى بناء البناء مصدر سمى به المبنى بيتا كان اوقبة اوخباء او طرافا وا بينة العرب اخبيتهم ومنه بنى على امرأته لانهم كانوا اذا تزوجوا ضربوا عليها خباء جديدا ۱۲ كشاف۔ قوله تعالٰى شهداء كم والشهداء جمع شهيد بمعنى الحاضر او القائم بالشهادة او الناصر ۱۲ ابو السعود لان كلامنهم يشهد اى يحضر الواقعة واصل المادة الحضور ۱۲۔

النَّحْوُ :قوله تعالٰى الذى جعل لكم الارض وهو فى محل النصب على انه صفة ثانية لربكم او فى محل الرفع على المدح والتعظيم بتقدير المبتداء ۱۲ ابو السعود قوله تعالٰى من الثمرات للتبعيض ويجوز ان تكون للبيان۔ قوله تعالٰى من مثله صفة سورة اى كائنة من مثله والضمير لما نزل ومن للتبعيض اوللتبيين او زائدة اى مثله فى البلاغة وحسن النظم او لعبدنا ومن للابتداء او صلة فأتوا والاول اولى كيلا يوهم امكان صدوره من غير الامى والقرآن معجز فى نفسه لئن اجتمعت الانس والجن الآية ۱۲ مظهرى قوله تعالٰى من دون الله متعلق بادعوا او بشهدائكم فان علقته بشهدائكم فمعناه ادعوا الذين اتخذتموهم آلهة من دون الله وزعمتم انهم يشهدون لكم يوم القيٰمة انكم على الحق او ادعوا الذين يشهدون لكم بين يدى الله او ادعوا شهدائكم من دون اللّٰه اى من دون اوليائه ومن غير المؤمنين ليشهدوا لكم انكم اتيتم بمثله او ادعوا شهدائكم من دون اولياء ه ومن غير المؤمنين وان علقته بالدعاء فمعناه ادعوا من دون اللّٰه شهدائكم يعنى لا تستشهدوا باللّٰه ولا تقولوا الله يشهد ان مانده عيه حق كما يقوله العاجز عن اقامة البينة على صحة دعواه وادعوا الشهداء من الناس الذين شهادتهم تصح بها الدعاوى عندالحكام وهذا تعجيز لهم ۱۲ كشاف۔ قوله تعالٰى فان لم تفعلوا ذكر الله ان وهى للشك مكان اذا فانه تعالٰى لم يكن شاكاتهكما بهم او خطابا معهم على حسب ظنهم فان العجز قبل التامل لم يكن محققا عندهم ۱۲ مظهرى۔ قوله تعالٰى النار فان قلت فلم جاء ت النار الموصوفة بهذه الجملة منكرة فى سوره التحريم وههنا معرفة قلت تلك الآية نزلت بمكة فعرفوا منها نارا موصوفة بهذه الصفة ثم نزلت هذه بالمدينة مشارابها الى ما عرفوه اولا ۱۲۔

الْبَلَاغَةُ :قوله تعالٰى مما نزلنا يعنى نجما نجما بحسب الوقائع وهذا موجب لريبهم قياسا على كلام الشعراء وقولهم لولا نزل عليه القرآن جملة واحدة فكان الواجب تحديهم على هذا الوجه ازاحة للشبهة والزاما للحجة ۱۲ مظهرى۔ فلذا لم يقل انزلنا قوله تعالٰى على عبدنا وفى ذكره صلى اللّٰه عليه وسلم بعنوان العبودية مع الاضافة الى ضمير الجلالة من التشريف والتنويه ما لا يخفى ۱۲ ابو السعود۔

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ فِيْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙۗ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۞ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖۤ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ؕ

وقف لازم

اورخوشخبری سنادیجئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم اے پیغمبران لوگوں کو جوایمان لائے اورکام کیے اچھے۔اس بات کی کہ بیشک ان کے واسطے بہشتیں ہیں کہ چلتی ہوں گی ان کے نیچے سے نہریں۔جب کبھی دیئے جائیں گے وہ لوگ ان بہشتوں میں سے کسی پھل کی غذا تو ہر بار یہی کہیں گے کہ یہ تو وہی ہے جو ہم کو ملا تھا اس سے پیشتر اور ملے گا بھی ان کو دونوں بار کا پھل ملتا جلتا اوران کے واسطے ان بہشتوں میں بیبیاں ہوں گی صاف پاک کی ہوئی اوروہ لوگ ان بہشتوں میں ہمیشہ کو بسنے والے ہوں یہاں!واقعی اللہ تعالیٰ تو نہیں شرماتے اس بات سے کہ بیان کردیں کوئی مثال بھی خواہ مچھر کی ہو خواہ اس سے بھی بڑھی ہوئی ہو۔سو!جولوگ ایمان لائے ہوئے ہیں خواہ کچھ ہی ہو وہ تو یقین کریں گے کہ بے شک یہ مثال بہت ہی موقع کی ہے۔ان کے ربّ کی جانب سے اوررہ گئے وہ لوگ جو کافر ہو چکے ہیں سو چاہے کچھ بھی ہو جائے وہ یوں ہی کہتے رہیں گے وہ کون۔ مطلب ہوگا کہ جس کا قصد کیا ہوگا اللہ تعالیٰ نے اس حقیر مثال سے گمراہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس مثال کی وجہ سے بہتوں کو اور ہدایت کرتے اس کی وجہ سے بہتوں کو۔

تفسیر: بشارتِ مومنین: وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (الی قولہ تعالیٰ) وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۞ (ترجمہ)اورخوشخبری سنادیجئے آپ اے پیغمبران لوگوں کو جوایمان لائے اورکام کئے اچھے اس بات کی کہ بیشک ان کے واسطے بہشتیں ہیں کہ چلتی ہونگی ان کے نیچے سے نہریں جب کبھی دیئے جاویں گے وہ لوگ ان بہشتوں میں سے کسی پھل

کی غذا تو ہر بار یہی کہیں گے کہ یہ تو وہی ہے جو ہم کو ملا تھا اس سے پیشتر اور ملے گا بھی ان کو دونوں بار کا پھل ملتا جلتا اور ان کے واسطے ان بہشتوں میں بیبیاں ہونگی صاف پاک کی ہوئی اور وہ لوگ ان بہشتوں میں ہمیشہ بسنے والے ہوں گے۔ ف: شروع سورت میں جو اہل ایمان کا ذکر تھا وہاں قرآن مجید کی بزرگی و برکت کا بیان کرنا مقصود تھا کہ اس کتاب پاک سے ایسے ایسوں کو ہدایت ہوتی ہے تو ایمان کے فضائل کا ضمناً بیان آ گیا تھا اور اس مقام پر خود ایمان کے فضائل و ثمرات کا قصداً بیان فرمانا مد نظر ہے پس مضمون میں حقیقتاً تکرار نہ رہا اور یہ جو فرمایا کہ ان کو ملتا جلتا پھل ملے گا سوا کثر لطف کے واسطے ایسا ہوگا کہ دونوں بار کی پھلوں کی صورت ایک سی ہوگی جس سے وہ یوں سمجھیں گے کہ یہ پہلی ہی قسم کا پھل ہے مگر کھانے میں مزا دوسرا ہوگا جس سے حظ و سرور مضاعف ہو جائے گا۔ یہاں تک قرآن مجید کا کلام الٰہی ہونا مع اس کے متعلقات کے ثابت ہو گیا اب سمجھنا چاہئے کہ مدعی کے ذمہ دو حق ہوتے ہیں ایک اپنے دعوئ پر دلیل قائم کرنا دوسرے مخالف کی دلیل کا جواب دینا سو یہاں قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا دعویٰ کیا گیا اس پر دلیل تو قائم ہو چکی کہ اس کے مقابلہ سے تمام افراد بشر عاجز ہیں اس سے معلوم ہوا کہ اللہ ہی کا کلام ہوگا۔ اب بعض مخالفین اس کے کلام الٰہی نہ ہونے پر یوں استدلال کرتے تھے کہ اس میں بعضی بہت ہی حقیر چیزوں کا ذکر ہے جیسے مکھی مکڑی کہ بتوں اور بت پرستوں کی تمثیل میں ان کا ذکر آیا ہے اگر یہ اللہ کا کلام ہوتا تو ایسی ذلیل وخسیس چیزوں کا اس میں کیوں ذکر آتا۔ سو مقتضی مقام کا یہ ٹھہرا کہ اپنی دلیل قائم کرنے کے بعد مخالفین کی اس دلیل کا جواب دیا جائے اور چونکہ معترضین نے اس عنوان سے اعتراض کیا تھا کہ تو بہ تو بہ محمدؐ کے رب ایسی چیزوں کے ذکر کرنے سے شرماتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے جواب بھی اس عنوان سے دیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

تحقیق ضرب المثل: اِنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَحْیٖۤ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ؕ ہاں واقعی اللہ تعالیٰ تو نہیں شرماتے اس بات سے کہ بیان کر دیں کوئی مثال بھی خواہ مچھر ہو خواہ اس سے بھی بڑھی ہوئی ہو۔ ف: یعنی حقیر ہونے میں فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ سو جو لوگ ایمان لائے ہوئے ہیں خواہ کچھ ہی ہو وہ تو یہی یقین کریں گے کہ بیشک یہ مثال بہت ہی موقع کی ہے ان کے رب کی جانب سے۔ ف: وجہ اس کی ظاہر ہے کہ مثال کو مناسبت اس چیز سے ہونا چاہئے جس کی وہ مثال ہے نہ کہ مثال دینے والے سے مناسبت ہونا ضروری کہا جائے کیونکہ مثال سے غرض کسی شئے کی حالت کی توضیح ہوا کرتی ہے سو جب تک اس شئے کے مناسب نہ ہوگی اس کی حالت کی توضیح کے لئے کافی نہ ہوگی سو قرآن شریف میں جہاں مکھی مکڑی کا ذکر آیا ہے وہاں بت پرستی کا لچر ہونا اور بتوں کا عاجز درماندہ ہونا بیان کیا ہے سو اس کی مثال میں حقیر و ضعیف چیزوں کا لانا مناسب ہوگا یا عرش و کرسی کا لانا زیبا ہوگا جو مناسب عظمت شان حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے ہے جو مثال دینے والے ہیں جس کو ذرا بھی عقل ہو گی اس کے نزدیک یہ بات بدیہی ہے۔ اس تقریر سے جو اَنَّهُ الْحَقُّ کی تفسیر ہے معترضین کا شبہ کافور ہو گیا اور دعوئ حقانیت قرآن کا معارض سے سالم و محفوظ رہا۔ وَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَیَقُوْلُوْنَ مَاذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ اور رہ گئے وہ لوگ جو کافر ہو چکے ہیں سو چاہے کچھ ہی ہو جائے وہ یونہی کہتے رہیں گے وہ کیا مطلب ہوگا جس کا قصد کیا ہوگا اللہ تعالیٰ نے اس حقیر مثال سے۔ ف: چونکہ غرض اور مقصد ایسی مثال سے کہ توضیح مثال والی چیز کی ہے بہت بدیہی ہے اور وہ لوگ اس سے ناواقف نہ تھے نہ اس غرض سے یہ سوال تھا بلکہ محض شرارت کی راہ سے حکمت مثال کا نفی کرنا اور اس کے ساتھ تمسخر کرنا مقصود تھا اس وجہ سے جواب میں حکمت کا بیان کرنا جس کا بیان جملہ اَنَّهُ الْحَقُّ میں ہو بھی چکا ہے ضروری نہ ٹھہرا اس لئے اللہ تعالیٰ نے جواب میں دوسرا طرز اختیار فرمایا ہے جس کا اختیار کرنا ایسے ضدی معاند لوگوں کے مقابلہ میں مناسب ہے سو فرماتے ہیں کہ تم یہ پوچھتے ہو کہ ایسی مثالوں کے بیان کرنے سے اللہ تعالیٰ کا کیا مطلب ہے سو ہم سے مطلب سنو وہ یہ ہے: یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا ۙ وَّیَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا ؕ گمراہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس مثال کی وجہ سے بہتوں کو اور ہدایت کرتے ہیں اس کی وجہ سے بہتوں کو۔

ف: اس مضمون کی ایسی مثال ہے کہ کسی طبیب شفیق نے عینک کے بہت سے شیشے تراش تراش کر رکھے کہ اپنے ضعیف البصر مریضوں کو تقسیم کرے گا کہ باریک چیزوں کے اور دور کی چیزوں کے دیکھنے میں معین ہوں گے ان مریضوں میں سے ایک کوڑ مغز مریض نے وہ شیشے اٹھا اٹھا کر اپنی آنکھوں میں چبھونے شروع کئے جس سے رہی سہی آنکھیں بھی پھوٹ گئیں اور یہ کہنا شروع کیا کہ چشمے تو کسی کام ہی کے نہیں بلکہ یہ ٹکڑے شیشے کے آنکھیں پھوڑ دیتے ہیں طبیب نے یہ سن کر اسے سمجھا دیا کہ یہ اس کام کے ہیں مگر پھر بھی وہ اپنی ہی گائے جاتا ہے اور جان بوجھ کر طبیب کی ضد میں یہی پوچھے جاتا ہے کہ صاحب ان شیشوں کے بنانے سے آپ کا کیا مطلب ہے اس صورت میں اس جاہل بدمغز کو یہی جواب دیا جائے گا کہ مطلب ان شیشوں سے یہی ہے کہ فلانے کی آنکھ کی روشنی بڑھا دیں اور تیری آنکھیں پھوڑ دیں حالانکہ غرض اصلی صرف روشنی ہی ہے اور جو اثر اس بدمغز مریض پر ظاہر ہوا یہ اس کے سوء استعمال کا نتیجہ ہے اسی طرح مقصود اصلی یہاں صرف ہدایت ہی ہے جس کے واسطے قرآن نازل ہوا مگر یہ دوسرا نتیجہ اس بدمغز کی عناد و جہالت کا جواب ہے۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ۔ ایک محمل اس آیت میں یہ ہے کہ مرزوق سے مراد طاعات و معارف ہوں جن کو اصحاب فطرت و عقول سلیمہ (رزق ظاہری سے زیادہ) لذیذ سمجھتے ہیں اور (جنت میں ان کی عوض میں) ان کو جو جزاء ملے وہ ان طاعات و معارف کے ساتھ لذت میں مشابہ ہو (اس لئے وہ اس طرح کہیں) جیسا اس کی ضد کی جزاء (بھی اس ضد کے مشابہ ہوگی جو) اس آیت میں مذکور ہے

ذوقوا ما كنتم تعملون مراد یہ ہے کہ ذوقوا جزاء ما كنتم تعملون پس جزاء مرزوق کو بطور مجاز مرسل کے مرزوق کہہ دیا بطور اطلاق اسم مسبب کے سبب پر یا اس کو استعارہ کہا جائے اس طرح سے کہ ثمار و فواکہ کو طاعات و معارف کے ساتھ لذت میں تشبیہ دی جائے اور بعض نے کہا ہے ارض جنت صاف میدان ہے اس میں اعمال دنیا (باشکال خاصہ) ظاہر ہوں گے جیسا بعض روایات میں ہے پس ثمر نعیم وہی ہے جس کو دنیا میں بویا تھا اور اسکا یہ مطلب نہیں کہ بالفعل جنت خالی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ عامل کے حق میں گویا کہ خالی ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ فلاں شخص سے فلاں عمل صادر ہوں گے اسلئے جنت کو ان اعمال کی صور مثالیہ اشجار و ثمار وغیرہا سے فی الحال بھی آباد کر رکھا ہے قولہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖ ؎ اس میں اصل ہے عادۃ صوفیہ کی کہ مثالیں لاتے ہیں حیاء عرفی کی پرواہ نہیں کرتے۔

الحواشی: (۱) حاصل مثال کا یہ ہے کہ اس کا اثر بالذات تو نفع اور ہدایت ہی ہے مگر چونکہ بعض نے اس کو برعکس استعمال کیا اس لئے ان کو ضرر پہنچا یا اور یہ ضلال و مرض بڑھا تو برعکس استعمال سے مگر یہ استعمال کرنا متعلق آلہ ہدایت سے ہے بس اپنے تلبس سے اس کی طرف منسوب کر دیا گیا پس اس حیثیت سے یہ اس کا اثر بالعرض ہوا اور یہ توجیہ علاوہ توجیہ مشہور کے ہے۔ ويقرب من قوله تعالى: حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖۤ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ۔ [البقرۃ: ۲۵۸] اور اس کا مقتضا یہ تھا کہ يَضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا بصیغہ لازم معروف ہوتا مگر چونکہ خالق اس کا حق تعالیٰ ہے اس لئے بصیغہ متعدی وارد کیا گیا اور توجیہ مشہور بھی لطیف و بلیغ ہے اور اس کی تائید سورۃ توبہ اخیر کی اس آیت سے ہوتی ہے: وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ ۔۱۲منہ

ملحقات الترجمة: ۱؎ قولہ تو ہر بار میں دليله عموم كلما۱۲ ۲؎ قولہ دونوں بار کا پھل اعادة للضمير الى مجموع ما رزقوا في المرتين۱۲۔ ۳؎ قولہ تعالیٰ بہت ہی موقع کی ہے دليلة تفسير السيوطي الحق بالثابت الواقع موقعه ۴؎ قولہ چاہے کچھ ہی اشارة الى تقدير اما بما اشتهر من قولهم مهما يكن من شئ۱۲ ۵؎ قولہ حقیر مثال سے لان في هذا استحقارا كما مر۱۲۔

الروايات: اخرج ابن مردويه والحاكم في مستدركه و صححه من طريق ابى نضرة عن ابى سعيد الخدرى عن النبى صلى الله عليه وسلم في قوله ولهم فيها ازواج مطهرة قال من الحيض والغائط والنخامة والبزاق وعن ابن عباس مطهرة من القذرة والاذى وهم فيها خالدون باقون لايخرجون منها ابدا۱۲ اتقان۔ اخرج ابن جرير عن السدى باسانيده لما ضرب الله وبين المثلين للمنافقين قوله مثلهم وقوله او كصيب قال المنافقون الله اعلى واجل من ان يضرب هذه الامثال فانزل الله ان الله لا يستحيى الى قوله هم الخاسرون وقال عبدالرزاق في تفسيره اخبرنا معمر عن قتادة لما ذكر الله العنكبوت والذباب قال المشركون ما بال العنكبوت والذباب يذكران فانزل الله هذه الأية واخرج ابن ابى حاتم عن الحسن نحوه قلت القول الاول اصح اسناداً وانسب بما تقدم اول السورة وذكر المشركين لا يلائم كون الأية مدنية وما اوردناه من قتادة والحسن حكاه عنهما الواحدى بلا اسناد بلفظ قالت اليهود وهو انسب۱۲ لباب۔ اقول لانسلم كون ذكر المشركين غير ملائم لكون الآية مدنية لان القرآن كان يطير كل مطار ويشتهر كل اشتهار فلا غروان المشركين قالوه لما سمعوه ويكون قولهم قد شاع۱۲ كانوا يقولون اما يستحيى رب محمد ان يضرب مثلا۱۲ ابو السعود۔

الكلام: في اسناد يضل اليه تعالى والاصل فيه الحقيقة رد على المعتزلة۱۲۔

اختلاف القراءة: مطهرة وفي قراءة مطهرة من الافعل الذى اصله التفعل ومعناه ظاهر۱۲۔ قوله بعوضةً وفي قراءة بعوضةٌ بالرفع على انه خبر مبتدأ محذوف اى هو بعوضة ۱۲ ابو السعود۔

اللغات: قوله تعالى يضرب ضرب المثل اعتماده وصنعه من ضرب اللبن وضرب الخاتم ۱۲ كشاف واصله وقع شئ على آخر۱۲ مظهرى قوله بعوضة من البعض وهو القطع كالعضب ومنه بعض الشئ لانه قطعة منه والبعوض في اصله صفة على فعول كالقطوع فغلب۱۲ كشاف والتاء للوحدة۱۲ مظهرى۔

النحو: قوله تعالى كلما رزقوا كلما منصوب على انه ظرف لقالوا ورزقا مفعول به ومن الاولى للابتداء والثانية للبيان اى كل حين رزقوا اى اطعموا مرزوقا مبتدأ من الجنة حال كون ذلك المرزوق ثمرة۱۲ مظهرى قوله تعالى واتوابه الضمير يرجع الى الرزق ۱۲ كشاف۔ قوله تعالى ان يضرب مثلا ما الخ ان بصلتها مجرور عند الخليل باضمار من و منصوب عند سيبويه بافضاء الفعل اليه بعد حذفها وما ابهامية تزيد للنكرة ابهاما او مزيدة وضعت لان يذكر مع غيرها فتزيد له قوة والبعوض عطف بيان لمثلا۱۲ مظهرى۔ قوله تعالى ماذا اراد الله الخ ما استفهامية مبتدأ وذا بمعنى الذى مع صلته خبره ومثلا منصوب على التميز ۱۲ مظهرى۔

البلاغة: قوله تعالى وبشر فان قلت علام عطف هذا الامر ولم يسبق امر ولا نهى يصح عطفه عليه قلت ليس الذى اعتمد بالعطف هو

الامر حتی یطلب له مشاکل من امر او نهی یعطف علیه انما المعتمد بالعطف هو جملة وصف ثواب المؤمنین فهی معطوفة علی جملة وصف عقاب الکافرین کما تقول زید یعاقب بالقید والارهاق وبشر عمرا بالعفو والاطلاق ۱۲ کشاف۔ قوله تعالٰی جنت تجری من تحتها الانهر فان قلت لم نکرت الجنات وعرفت الانهار قلت اما تنکیر الجنات فلان الجنة اسم لدار الثواب کلها وهی مشتملة علی جنان کثیرةمرتبة مراتب علی حسب مراتب العاملین لکل طبقة منهم جنات من تلك الجنان واما تعریف الانهار فان یراد الجنس کما تقول لفلان بستان فیه الماء الجاری والتین والعنب والوان الفواکهة تشیر الی الاجناس التی فی علم المخاطب او یراد انهارها فعوض التعریف باللام من تعریف الاضافة ۱۲ من الکشاف قوله تعالٰی ازواج مطهرة فان قلت هلا قیل طاهرة قلت فی مطهرة فخامة لصفتهن لیست فی طاهرة وهی الاشعار بان مطهر اطهرهن و لیس ذلك الا الله عزوجل ۱۲ کشاف۔ قوله تعالٰی فاما الذین اٰمنوا الخ اما حرف فیه معنی الشرط ولذلك یجاب بالفاء وفائدته فی الکلام ان یعطیه فضل تاکید تقول زید ذاهب فاذا قصدت توکید ذلك وانه لا محالة ذاهب وانه بصدد الذهاب وانه منه عزیمة قلت اما زید فذاهب ففی ایراد الجملتین مصدرتین به اجماد عظیم لامر المؤمنین واعتداد لعلمهم انه الحق ونعی علی الکافرین اغفالهم حظهم وعنادهم ورمیهم بالکلمة الحمقاء ۱۲ قوله تعالٰی بهذا وفی هذا استحقار ۱۲ مظهری۔

وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۠ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۲۷﴾ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۸﴾ ھُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۤ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَاۗءِ فَسَوّٰىھُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ۭ وَھُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۹﴾

اور گمراہ نہیں کرتے اس مثال سے کسی کو مگر صرف بے حکمی کرنے والوں کو جو کہ توڑتے رہتے ہیں۔ اس معاہدہ کو جو اللہ تعالیٰ سے کر چکے تھے۔ اس کے استحکام کے بعد اور قطع کرتے رہتے ہیں ان تعلقات کو کہ حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے وابستہ رکھنے کا اور فساد کرتے رہتے ہیں زمین میں۔ پس یہ لوگ ہیں پورے خسارے میں پڑنے والے بھلا کیونکر ناسپاسی کرتے ہو اللہ کے ساتھ حالانکہ تھے تم محض بے جان سو تم کو جاندار کیا پھر تم کو موت دیں گے پھر زندہ کریں گے (یعنی قیامت کے دن) پھر انہی کے پاس لے جائے جاؤ گے وہ ذات پاک ایسی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے فائدہ کے لئے جو کچھ زمین میں موجود ہے سب کا سب پھر توجہ فرمائی آسمان کی طرف سو درست کر کے بنا دیئے ان کو سات آسمان اور وہ تو سب چیزوں کے جاننے والے ہیں ۞

تفسیر: وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ (الی قوله تعالٰی) اُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۲۷﴾ اور گمراہ نہیں کرتے اللہ تعالیٰ اس مثال سے کسی کو مگر صرف بے حکمی کرنے والوں کو (کہ بے حکمی کی نحوست سے حق طلبی کی عادت نہیں رہتی) جو کہ توڑتے رہتے ہیں اس معاہدہ کو جو اللہ تعالیٰ سے کر چکے تھے اس کے استحکام کے بعد (جس کا ذکر قرآن مجید میں دوسری جگہ آیا ہے کہ آدم علیہ السلام کی پشت سے سب کو نکال کر ان کو فہم و گویائی عطا کر کے ان سے توحید کا اقرار لیا) اور قطع کرتے رہتے ہیں ان تعلقات کو کہ حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ نے انکو وابستہ رکھنے کا (اسمیں تمام تعلقات شرعیہ جو درمیان عبد اور رب کے ہیں یا باہم اقارب میں ہیں یا عام اہل اسلام یا بنی آدم سے ہیں یا باہم انبیاء علیہم السلام میں ہیں جنکا اعتقاد رکھنا واجب ہے: لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ۔ سب داخل ہو گئے) اور فساد کرتے رہتے ہیں زمین میں (ویسے ظاہری فساد بھی کرتے تھے کسی پر ظلم کر گزرے کسی کی بے آبروئی کر دی کسی کی حق تلفی کر دی اور باطنی فساد میں تو تمام وقت ہی صرف کرتے تھے۔ کفر کرنا رسول اللہ ﷺ سے عداوت وحسد کرنا تو مسلموں کو بہکاتے رہنا) بس یہ لوگ ہیں پورے خسارہ میں پڑنے والے (کہ دنیا کی راحت و آخرت کی نعمت سب ہاتھ سے دے بیٹھے کیونکہ عداوت وحسد میں دنیا کا عیش بھی تلخ ہو جاتا ہے ہر وقت اسی ادھیڑ بن میں رہتا ہے کہ اپنے دشمن کو کس طرح گزند پہنچاؤں اس کی ترقی کس طرح روکوں)

ربط: یہاں تک اس شبہ کے جواب کا سلسلہ تھا جو کہ کفار نے پیش کیا تھا کہ کلام الٰہی میں ایسی کم قدر چیزوں کا ذکر کیوں آیا جس کو جواب مذکور سے خوب صاف کر دیا گیا اب اس مضمون کی طرف رجوع کرتے ہیں جو اس سے اوپر آیت: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا۔ میں متعلق توحید کے مذکور ہوا تھا جس میں ساتھ ساتھ توحید کی دلیل بھی بیان فرمائی گئی تھی اس آیت میں: الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ الخ۔ پس اسی مضمون پر کلام کو مرتب فرماتے ہیں اور اس دلیل کو بھی دوسرے رنگ میں پھر اعادہ فرماتے ہیں۔

انکار بر کفر: یعنی جب اللہ تعالیٰ کا مربی اور خالق ہونا اور رازق اور محسن ہونے میں یکتا و یگانہ ہونا تم کو دلائل سے ثابت ہو چکا تو پھر كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ (الی قوله تعالٰی) ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۸﴾ بھلا کیونکر ناسپاسی کرتے ہو اللہ کیساتھ (کہ اُسکے احسانوں کو بھلائے دیتے ہو اور غیروں کا کلمہ پڑھتے ہو) حالانکہ (اسکے استحقاق عبادت

میں یکتا ہونے پر دلائل قائم ہیں کہ) تھے تم محض بے جان (نطفہ میں جان پڑنے سے پہلے) سو تم کو جاندار کیا پھر تم کو موت دینگے پھر زندہ کریں گے (یعنی قیامت کے دن) پھر ان ہی کے پاس لے جائے جاؤ گے (یعنی میدان قیامت سے حساب و کتاب کے لئے اجلاس پر حاضر کئے جاؤ گے)

ربط : اس کے بعد کچھ اپنے انعام واحسان کا ذکر فرماتے ہیں کہ اگر دلائل سے کام نہیں لیتے جس میں قوۃ عقلیہ صرف کرنیکی حاجت ہے اور یہ محنت کا کام کون کرے تو خیر محسن کا حق ماننا طبعی امر ہے یہی سمجھ کر خدا تعالیٰ کی طرف رجوع ہو جاؤ اسلئے اپنی عام اور خاص نعمتوں کو یاد دلاتے ہیں سو عام نعمت تو یہ ہے۔

بیان نعم عامہ: هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا (الی قوله) وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ وہ ذات پاک ایسی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے فائدہ کیلئے جو کچھ بھی زمین میں موجود ہے سب کا سب (خواہ کسی قسم کا فائدہ ہو کھانے کا' پینے کا' پہننے کا' نگاہ کو تازگی بخشنے کا' نفس یا روح کو حظ دینے کا کسی چیز کو دیکھ کر علم صحیح توحید کے حاصل ہو جانے کا اس تقریر پر کوئی چیز ایسی نہ رہی جس میں کوئی فائدہ نہ معلوم ہو اور فرضاً اگر معلوم بھی نہ ہو تو کیا ہوا بہت چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ ایک شخص کو فائدہ معلوم نہیں ہوتا دوسرے کو معلوم ہوتا ہے سو ممکن ہے کہ کوئی ایسی بھی چیز ہو جس کا فائدہ کسی مخلوق کو نہ معلوم ہو اور خالق سبحانہ وتعالیٰ کو معلوم ہو اور بدون ہمارے معلوم کرائے ہوئے ہم کو اس کا فائدہ پہنچ رہا ہو کیا بچہ کو جن چیزوں سے فائدہ پہنچایا جاتا ہے سب کا معلوم ہونا کچھ ضرور ہے ہرگز نہیں۔ اور اس پر کوئی یوں شبہ نہ کرے کہ پھر سب چیزیں حلال ہونا چاہئیں کیونکہ سب میں کچھ نہ کچھ تو فائدہ ہے ہی بات یہ ہے کہ صرف کوئی سا فائدہ ہونے سے اس چیز کا قابل استعمال ہونا لازم نہیں آتا کیا سمیات قاتلہ میں بھی کچھ نہ کچھ نفع نہیں ہوتا پھر اطباء ان کے استعمال سے کیوں روکتے ہیں فقط اسی طرح تو کہہ گو اس میں نفع ضرور ہے مگر غالب ضرر ہے اسی واسطے محرمات شرعیہ کو سمجھئے کہ گو ان میں کچھ نفع بھی سہی مگر چونکہ غالب ضرر تھا جس کے لئے اللہ تعالیٰ کا جاننا کافی ہے ہمارے جاننے کی ضرورت نہیں جس طرح وہاں طبیب کا جاننا کافی ہے عوام کو آگاہ ہونا ضرور نہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو ممنوع الاستعمال ٹھہرا دیا) پھر توجہ فرمائی آسمان کی طرف (یعنی اس کی تکمیل تخلیق کی طرف) سو درست کر کے بنا دیئے ان کو سات آسمان اور وہ تو سب چیزوں کے جاننے والے ہیں۔ **ف**: یوں تو زمین وآسمان کی پیدائش کا قرآن مجید میں صدہا مقام پر ذکر آیا ہے مگر ترتیب کا بیان کہ پہلے کیا بنا پیچھے کیا بنا یہ صرف غالباً تین جگہ آیا ہے اس آیت میں حم السجدہ میں والنازعات میں اور سرسری نظر میں ان سب کے مضامین میں کچھ اختلاف سا بھی موہوم ہوتا ہے سو سب آیتوں میں غور کرنے سے میرے خیال تو یہ آتا ہے کہ یوں کہا جاوے کہ اول زمین کا مادہ بنا اور ہنوز اس کی ہیئت موجودہ نہ بنی تھی کہ اسی حالت میں آسمان کا مادہ بنا جو صورت دخان میں تھا اس کے بعد زمین ہیئت موجودہ پر پھیلا دی گئی پھر اس پر پہاڑ درخت وغیرہ پیدا کئے گئے پھر اس مادہ دخانیہ سیالہ کے ساتھ آسمان بنا دیئے امید ہے کہ سب آیتیں اس تقریر پر منطبق ہو جاویں گی آگے حقیقت حال سے اللہ تعالیٰ ہی خوب واقف ہیں اگر کسی کو اس کا افسوس ہو کہ مفصل کیفیت پیدائش زمین وآسمان کی بیان نہ فرما دی تو اس سورت کے شروع میں الم کے متعلق جو مضمون لکھا گیا ہے وہ ملاحظہ فرمالیں باوجود اختصار کے انشاء اللہ تعالیٰ تسکین بخش ہوگا۔

ربط جاننا چاہئے کہ نعمت دو قسم کی ہوتی ہے ایک صوری یعنی محسوس جیسے کھانا، پانی، روپیہ، پیسہ، مکان جائیداد، دوسری معنوی جیسے عزت، آبرو، مسرت، علم، سو یہاں تک نعمت صوریہ کا بیان تھا کہ ہم نے تمہارے لئے یوں زمین وآسمان بنائے اس میں ہر قسم کا سامان پیدا کیا اب نعمت معنویہ کا ذکر فرماتے ہیں کہ ہم نے تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو دولت علم دی اور مسجود ملائکہ بنایا اور تم کو ان کی اولاد میں ہونے کا فخر دیا اس تقریب سے اس قصہ کو شروع سے ختم تک پورا بیان فرماتے ہیں۔

ملحقات الترجمۃ : ۱ قوله تو زتے رہتے ہیں لافادة الجملة الفعلية التجدد۱۲۔ ۲ قوله ممنوع الاستعمال ٹھہرا دیا حسبك قوله تعالیٰ واثمهما اكبر من نفعهما۔

الروایات : عن الحسن خلق الله الارض فی موضع بيت المقدس كهيئة الفهر عليها دخان ملتزق بها ثم اصعد الدخان و خلق منه السموات وامسك الفهر فی موضعها وبسط منها الارض فذالك قوله تعالیٰ كانتا رتقا وهو الالتزاق۱۲ كشاف قلت و معنى قوله خلق منه السموات ای من غير تسوية لها فيكون بعد هذا التاويل مؤيدا لما قلت فی ترتيب خلق السموات والارض وما بينهما والحمد لله تعالیٰ۔ وروى هذا الترتيب صريحاً ابن جرير وابن المنذر وابن ابی حاتم والبيهقی فی الاسماء والصفات من طريق السدی عن مالك وعن ابی صالح عن ابن عباس وعن مرة الهمدانی عن ابن مسعود وعن اناس من اصحاب رسول الله صلی الله عليه وسلم كذا فی الدر المنثور سورة البقرة۱۲۔

الکلام : دل اكثر الآيات على خلق السموات والارض وما بينهما فی ستة ايام وحديث مسلم الذی فيه خلق آدم بعد العصر من يوم الجمعة فی آخر الخلق وآخر ساعة النهار فيما بين العصر الی الليل يدل على كون المدة سبعة ايام والجواب ماقاله المظهری لا دليل فی الحديث على ان المراد بالجمعة التی خلق فيها آدم اول جمعة بعد خلق الارض لعل ذلك الجمعة بعد الدهور آه قلت وزال به اشكال آخر انه كيف يتصور مكث الجن زمانا طويلا فی الارض بعد خلق الارض والسموات وقبل خلق آدم عليه السلام۱۲۔

الفقه: قوله تعالٰى خلق لكم استدل به على ان الاشياء خلقت في الاصل مباحة مطلقا ۱۲ كشاف۔

اللغات: قوله تعالٰى من بعد ميثاقه الميثاق اما اسم لما يقع به الوثاقة والاحكام واما مصدر بمعنى التوثقة كالميعاد بمعنى الوعد فعلى الاول ان رجع الضمير الى العهد كان المراد بالميثاق ما وثقوه به من القبول والالتزام وان رجع الى لفظ الجلالة يراد آياته وكتبه وانذار رسله عليهم السلام والمضاف محذوف على الوجهين اى من بعد تحقق ميثاقه وعلى الثاني ان رجع الضمير الى العهد والميثاق مصدر من المبني للفاعل فالمعنى من بعد ان وثقوه بالقبول والالتزام او من بعد ان وثقه الله عز و جل بانزال الكتب وانذار الرسل وان كان مصدرا من المبني للمفعول فالمعنى من بعد كونه موثقا اما بتوثيقهم اياه بالقبول واما بتوثيقه تعالٰى اياه بانزال الكتب وارسال الرسل ۱۲ ابو السعود قوله تعالٰى امر الله الامر هو القول الطالب للفعل وبه سمي الامر الذى هو واحد الامور تسمية للمفعول بالمصدر فانه مما يؤمر به كما يقال له شان وهو القصد والطلب لما انه اثر للشان وكذا يقال له الشئ وهو مصدر شاء لما انه اثر للمشية ۱۲ ابو السعود۔ قوله تعالٰى استوىٰ الاستواء الاعتدال والاستقامة يقال استوى العود وغيره اذا قام واعتدل ثم قيل استوى اليه كالسهم المرسل اذا قصده قصدا مستويا من غير ان يلوى على شئ ومنه استعير قوله ثم استوى الى السماء اى قصد اليها بارادته ۱۲ كشاف قوله تعالٰى فسوّٰهن ومعنى تسويتهن تعديل خلقهن وتقويمه واخلائه من العوج والفطور او اتمام خلقهن ۱۲ كشاف۔

النحو: قوله تعالٰى ان يوصل محله اما النصب على انه بدل من الموصول او الجر على انه بدل من ضميره والثاني اولى لفظا و معنى ۱۲ ابو السعود۔ قوله تعالٰى فسوّٰهن ضمير مبهم وسبع سموات تفسيره كقولهم ربه رجلا وقيل الضمير راجع الى السماء والسماء في معنى الجنس ۱۲ كشاف۔

البلاغة: قوله تعالٰى ينقضون النقض الفسخ وفك التركيب فان قلت من اين ساغ استعمال النقض في ابطال العهد قلت من حيث تسميتهم العهد بالحبل على سبيل الاستعارة لما فيه من ثبات الوصلة بين المتعاهدين ۱۲ كشاف۔ وفي هذه الآية استعارة تخييلية ومكنية ۱۲ من اتقان۔ قوله تعالٰى كيف تكفرون بالله معنى الهمزة التي في كيف مثله في قولك اتكفرون بالله ومعكم ما يصرف عن الكفر ويدعوا الى الايمان وهو الانكار والتعجب ونظيره قولك اتطير بغير جناح وكيف تطير بغير جناح ۱۲ كشاف قوله تعالٰى فاحياكم ثم الخ فان قلت لم كان العطف الاول بالفاء والاعقاب بثم قلت لان الاحياء الاول قد تعقب الموت بغير تراخ واما الموت فقد تراخى عن الاحياء والاحياء الثاني كذٰلك متراخ عن الموت ۱۲ كشاف۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ ۙ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِىْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۲﴾

اور جس وقت ارشاد فرمایا آپ کے ربّ نے فرشتوں سے کہ ضرور میں بناؤں گا زمین میں ایک نائب' فرشتے کہنے لگے کیا آپ پیدا کریں گے زمین میں ایسے لوگوں کو جو فساد کریں گے اور خونریزیاں کریں گے اور ہم برابر تسبیح کرتے رہتے ہیں بحمد اللہ اور تقدیس کرتے رہتے ہیں آپ کی۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں جانتا ہوں اس بات کو جس کو تم نہیں جانتے اور علم دے دیا ہے اللہ تعالیٰ نے (حضرت) آدم (علیہ السلام) کو (ان کو پیدا کر کے) سب چیزوں کے اسماء کا پھر وہ چیزیں فرشتوں کے روبرو کر دیں۔ پھر فرمایا کہ بتاؤ مجھ کو اسماء ان چیزوں کے (یعنی مع ان کے آثار و خواص کے) اگر تم سچے ہو۔ فرشتوں نے عرض کیا کہ آپ تو پاک ہیں کہ ہم کو ہی علم نہیں مگر وہی جو کچھ ہم کو آپ نے علم دیا ہے۔ بے شک آپ بڑے علم والے ہیں حکمت والے ہیں (کہ جس قدر جس کے لئے مصلحت جانا اسی قدر فہم و علم عطا فرمایا) ۞

تفسیر: قصہ آدم علیہ السلام: وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ؕ (الى قوله تعالى) قَالَ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ اور جس وقت ارشاد فرمایا آپ کے رب نے فرشتوں سے (مقصود استفسار از ملائکہ) تا کہ وہ اپنی رائے ظاہر کریں ورنہ اللہ تعالیٰ تو باطن کو بھی جانتے ہیں اور حقیقت میں ان سے مشورہ لینا نہ تھا اس کی حاجت ہی کیا ہے بلکہ اس کا تو احتمال بھی محال ہے غرض اللہ نے فرشتوں سے یہ فرمایا) کہ ضرور میں بناؤں گا زمین میں ایک نائب (معنی خلافت): یعنی وہ میرا نائب ہوگا کہ اپنے احکام شرعیہ کے اجراء و انفاذ کی خدمت اس کے سپرد کروں گا) فرشتے کہنے لگے کیا آپ پیدا کریں گے زمین میں ایسے لوگوں کو جو فساد کریں گے اور خونریزیاں کریں گے اور ہم برابر تسبیح کرتے رہتے ہیں بحمد اللہ اور تقدیس کرتے رہتے ہیں آپ کی (خلاصہ معروض ملائکہ): مطلب یہ کہ ہم تو سب کے سب آپ کے

مطیع وفرمانبردار ہیں اوران میں کوئی کوئی مفسد وسفاک بھی ہوگا سواگر یہ کام ہمارے سپرد کیا جاوے تو ہم سب لگ لپٹ کراس کوانجام دینگے اوروہ لوگ سب اس کام کے نہ ہوں گے البتہ جومطیع ہوں گے وہ تو جان ودل سے اس میں لگ جائیں گے مگر جومفسد وظالم ہونگے ان سے کیا امید ہے کہ وہ اس کوانجام دیں خلاصہ یہ کہ جب کام کرنے والوں کا ایک گروہ موجود ہے تو ایک نئی مخلوق کوجن میں کوئی کام کا ہوگا کوئی نہ ہوگا اس خدمت کے لئے تجویز فرمانے کی کیا ضرورت ہے یہ بطور اعتراض کے نہیں کہا نہ اپنا استحقاق جتلایا جوان مقدس خدمت گذاروں پر شبہات پیدا ہوں بلکہ یہ ایسی بات ہے کہ کوئی حاکم کوئی نیا کام تجویز کر کے اس کیلئے ایک مستقل عملہ بڑھانا چاہے اور اپنے قدیمی عملہ سے اس کا اظہار کرے وہ لوگ اپنی جاں نثاری کی راہ سے عرض کریں کہ حضور جولوگ اس نئے کام کیلئے تجویز ہوئے ہیں ہم کوکسی طرح پر تحقیق ہوا ہے کہ بعض بعض تواس کوبخوبی انجام دے سکیں گے اور بعض بالکل ہی کام بگاڑ دیں گے جس سے حضور کا مزاج ناخوش ہوگا آخر ہم کس مرض کی دوا ہیں ہروقت حضور پر جان قربان کرنے کوتیار ہیں اور حضور کی جان ومال کودعا دیتے رہتے ہیں کیسا ہی کام کیوں نہ ہوحضور کے اقبال سے اس کوانجام دے نکلتے ہیں کبھی کسی خدمت میں ہم غلاموں نے عذر نہیں کیا اگر وہ نئی خدمت بھی ہم کوعنایت ہوگی تو ہم کوکیا عذر وانکار ہوگا ورحضور کی مرضی موافق اس کوانجام دیں گے اسی طرح فرشتوں کی عرض معروض اظہار نیازمندی کے واسطے تھی اور یہ بات ان کوکسی طرح اللہ تعالیٰ نے معلوم کرادی ہوگی کہ بنی آدم میں بھلے برے سب طرح کے ہوں گے) حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں جانتا ہوں اس بات کوجس کوتم نہیں جانتے۔

(**حکمت تخلیق بنی آدم وعدم تکمیل آن از ملائکہ**): یعنی جوامر تمہارے نزدیک مانع تخلیق بنی آدم ہے یعنی ان میں سے بعض کا مفسد وسفاک ہونا وہی امر واقع میں باعث انکی تخلیق کا ہے کیونکہ اجرائے احکام وانتظام تو جب ہی وقوع میں آسکتا ہے جب کوئی اعتدال سے تجاوز کرنے والا بھی ہو۔

ہر کجا پستی است آب آں جارود ☆ ہر کجا مشکل جواب آں جارود
ہر کجا دردے دوا آں جارود ☆ ہر کجا رنجے شفا آں جارود

تو یہ مقصودِ خاص تم فرمانبرداروں کے جمع ہونے سے پورا نہیں ہوسکتا۔ **عدم تکمیل حکمت مذکور از جن**: اب رہی یہ بات کہ جن تو پہلے سے موجود تھے اوران میں نافرمان بھی تھے تو یہ مجموعہ ان کے موجود ہونے سے حاصل تھا پھر انسان میں نئی بات کیا ہوئی سوبات یہ ہے کہ اصلاح کے لئے جیسے کسی محل کی ضرورت ہے کہ موصوف بفساد ہواسی طرح اس محل کی قابلیت قریبہ کی بھی ضرورت ہے ورنہ زیادہ حصہ اصلاح وسعی کا بیکار جاتا ہے سویہ قابلیت جنوں میں بہت ضعیف ہے پس ملائکہ میں تو فساد ہی نہ تھا اور جنوں میں اصلاح کی قابلیت ضعیف تھی انسان ایک ایسی چیز ہے جس میں فساد اور قابلیت تامہ اصلاح دونوں مناسب طور سے موجود ہیں اس لئے اس مقصود کی تکمیل کے لئے انسان کوپیدا کیا اور ملائکہ اور جن ہردو ناکافی قرار دیئے گئے۔ **دفع شبہ برضرورت حکمت مذکورہ**: اب رہی یہ بات کہ خود ایسی اصلاح ہی کی کیا ضرورت ہے جوموقوف ہو وجودِفساد پر سواس سوال کا حاصل حکمت تکوین کودریافت کرنا ہے سویہ دریائے خون ہے اس میں قدم رکھنا اپنے کوہلاکت عظیم میں سپرد کرنا ہے اوراس کی وجہ یہ نہ سمجھی جاوے کہ اس میں کوئی حکمت معقول نہیں ہے ضرور ہے اور بیشک ضرور ہے مگر ہماری عقلیں اس کے ادراک سے عاجز ہیں اس لئے

بدریا در منافع بے شمار است ☆ اگر خواہی سلامت برکنار است

اس لئے شریعت نے براہ شفقت ایسے امور کی تفتیش سے روک دیا ہے اورضروری کاموں میں لگادیا ہے۔

حدیث مطرب ومے گو وراز دہر کمتر جو ☆ کہ کس نہ کشود ونکشاید بہ حکمت ایں معمہ را

شروع سورۂ بقرہ میں الم کے ذیل میں یہی مضمون اختصار سے عرض کیا ہے وہ پھر ملاحظہ کرلیا جاوے۔ یہاں تک یہ تو معلوم ہوا کہ تخلیق انسان میں یہ حکمت ہے کہ ان کے ہونے سے اصلاح وانتظام شرعی متحقق ہوگا۔ گوکوئی مخالف اس قوت واستعداد کی جواس کوکامل مقدار کے ساتھ عطا ہوئی ہے بے قدری کر کے اس سے منتفع نہ ہومگر سامان کے جمع کردینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی اب اس میں فرشتوں کی جانب سے اس احتمال کی گنجائش رہ گئی تھی کہ خیر انسان کو پیدا کر دیا جائے اوران کی اصلاح کی خدمت ہم کودیدی جائے اس لئے اب اس بات کوثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ان آدمیوں کی اصلاح بھی آدمی ہی سے ہوسکتی ہے کیونکہ مصلح کے لئے علم کی ضرورت ہے اور جس خاص علم کی ضرورت ہے وہ ملائکہ کی استعداد سے خارج ہے، اگلی آیت میں یہی حکایت ہے۔ **وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا** (الی قولہ تعالیٰ) **اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ** اورعلم دیدیا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو(ان کو پیدا کر کے) سب [۲] چیزوں کے اسماء [۳] کا (مع ان چیزوں کے خواص وآثار کے غرض تمام موجودات روئے زمین کے اسماء وخواص کا علم دیدیا) پھروہ چیزیں فرشتوں کے روبرو کردیں پھر فرمایا کہ بتلاؤ مجھ کواسماء ان چیزوں کے (یعنی مع ان کے آثار وخواص کے) اگرتم سچے ہو۔ **ف**: یعنی اپنے اس خیال میں کہ ہم اصلاح طبائع وانتظام شرائع کی خدمت جس کے لئے نائب کی تجویز ہورہی ہے انجام دے سکیں گے۔

تحقیق وتعیین علمیکہ موقوف علیہ اصلاح انسان است وتخصیص آں بانسان: تحقیق مقام کی یہ ہے کہ ہر منتظم اور مصلح کوضرور ہے کہ جس چیز کا انتظام اور اصلاح کرنا چاہے اس کی اصل وحقیقت اوراس کے ہرقسم کے نشیب وفراز سے پورا واقف وماہر ہو یہی وجہ ہے کہ اگر حاکم اپنی رعایا کی عادات ورسوم ومزاج اور مصالح ومضار سے واقف نہ ہو

کبھی اس کے ہاتھوں ان کا انتظام درست نہیں ہو سکتا اسی طرح یہاں خلیفۂ خداوندی کو جب طبائع کی اصلاح کا کام کرنا پڑے گا تو لابد طبائع کی کیفیات اور خصوصیات اور ان کے تغیر و تبدل سے اس کو پورا آگاہ ہونا چاہئے یہ تو باطنی انتظام ٹھہرا اور ظاہری انتظام شریعت کا کہ فلاں چیز حلال ہے اور فلاں چیز حرام ہے اس میں بھی ضرورت ہوگی ان چیزوں کے بہت سے حالات و خواص و منافع و مضار دریافت کرنے کی مثلاً نشہ کی چیز حرام ہے تو اب جو شخص نشہ کی حقیقت اور آثار کو نہ جانتا ہوگا اس کے سامنے کوئی شراب پی کر بدمست بھی ہو جائے تو وہ اس کو زجر و تنبیہ و نہی عن المنکر نہیں کرسکتا کیونکہ وہ عذر کرسکتا ہے کہ مجھ کو نشہ ہی نہیں ہوا اور یہ شخص اس کی تکذیب نہیں کرسکتا بخلاف اس شخص کے جو جانتا ہو کہ نشہ دار چیز کی کیا خاصیت ہے اور اس کے پینے سے کیا حالت ہو جاتی ہے وہ شخص اس پر احتساب و احتجاج کرسکتا ہے یا مثلاً رسول مقبول ﷺ نے ابتداء میں جو برتن شراب رکھنے کے تھے ان میں شربت رکھنے کو بھی منع فرما دیا کیونکہ آپ طبائع کی حالت جانتے تھے کہ بعضے چالاک شربت کے بہانہ سے شراب پینے لگیں گے پھر آپ کو جب اطمینان ہوگیا کہ اب لوگوں کے دلوں میں اس سے نفرت ہوگئی ہے آپ نے اجازت دیدی سو اگر آپ طبائع کے ان خواص سے واقف نہ ہوتے تو ہرگز یہ احکامِ خاص صادر نہ فرما سکتے تھے اس سے ثابت ہوگیا کہ مصلح کو اس جماعت کے احوالِ متعلقہ سے پوری واقفیت ہونا ضروری ہے اسی طرح لغات و محاورات کے تغیر و تبدل سے احکام میں تفاوت ہو جاتا ہے جس کی واقفیت کے لئے ان سے اختلاط کی ضرورت ہے اور ظاہر ہے کہ احوالِ بشریہ سے جس قدر بشر واقف ہو سکتا ہے ملائکہ یا جن ہرگز واقف نہیں ہو سکتے ملائکہ تو اس لئے کہ وہ خود طبائع متغیرہ سے منزہ ہیں وہ اس کے انقلابات سے کیونکر آگاہ ہو سکتے ہیں مثلاً فرشتہ کو جب بھوک نہیں لگتی تو وہ بھوک کی حقیقت و خاصیت کو کیسے جان سکتا ہے رہ گئے جن سو گو وہ طبیعت متغیرہ رکھتے ہیں مگر چونکہ ان کے طبائع میں شر غالب ہے اس لئے انسان میں جو قوئ جاذب الی الخیر ہیں ان کی کشش اور چشش سے انسان کے برابر ماہر نہیں ہو سکتے تو ان قوی کی تعدیل و تربیت و ترقی کے متکفل وہ کب ہو سکتے ہیں اس لئے انسان کی کامل اصلاح انسان ہی کرسکتا ہے اگر کوئی کہے کہ اگر ملائکہ اصلاحِ انسان کیلئے بوجہ فقدان طبائع کے کافی نہیں تو ان کے متعلق وحی کا لانا کیونکر کیا گیا کہ وحی تو مبدأ اصلاح کا ہے اور دوسرا سوال یہ ہے کہ جیسے جن اصلاح کے لئے بوجہ تخالف طبائع کے کافی نہیں اسی طرح انسان جن کی اصلاح کیلئے کیسے کافی ہوگا کیونکہ تخالف طبائع تو باقی ہے۔

جواب دخل ملائکہ در اصلاح انسان: پہلے شبہ کا جواب یہ ہے کہ یہ علم خاص یعنی مہارتِ تامہ مذکورہ اسی مصلح کے لئے ضروری ہے جو اتالیق کی حالت رکھتا ہو جیسے حضرات انبیاء علیہم السلام کی شان ہے کہ امم کی خصوصیاتِ اصلاح و تربیت ان کی رائے و اجتہاد پر مبنی کی گئی ہے اور ملائکہ علیہم السلام کی شان محض سفارت کی ہے کہ ایک معین عبارت یا مضمون انبیاء علیہم السلام کو پہنچا دیا اس میں اس مہارت کی ضرورت نہیں۔ **جواب کفایت انسان در اصلاح جن:** دوسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ انسان اور جن میں قوۃ غلبۂ شر تو مشترک ہے صرف غلبۂ قوۃ خیر میں تخالف ہے اس لئے جنوں کی طبیعت کے آثار سے انسان ناواقف نہیں ہے وہ ان کی تربیت کرسکتا ہے۔

دفع خلجان امکان حصول علم مذکور موقوف علیہ ملائکہ مابعد تعلیم: اگر یہاں کسی کو خلجان ہو کہ جس طرح آدم علیہ السلام کو تعلیم فرما دینے سے ان کو وہ علم خاص حاصل ہوگیا اور صلاحیت خلافت کی حاصل ہوگئی اگر ملائکہ کو تعلیم فرما دیتے تو ان کو بھی وہ علم اور اس کے ساتھ صلاحیت خلافت میسر ہو جاتی سو آدم علیہ السلام پر اس کا ظاہر فرمانا اور فرشتوں سے پوشیدہ کرنا آدم علیہ السلام کو ترجیح دینے کیلئے کافی نہیں ہو سکتا۔

بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت تو ہر چیز پر حاصل ہے مگر عادۃ اللہ یوں جاری ہے کہ اکثر حوادث کو اسباب و شرائط کے ساتھ مرتبط و متعلق فرمایا ہے سو جس علم کی یہاں بحث ہے اس کے حصول کیلئے ایک استعداد خاص کی ضرورت ہے جیسا ہر علم میں اس کا مشاہدہ ہوتا ہے لذت جماع کے علم کیلئے استعداد رجولیت کی شرط ہے عنین مادر زاد کو اس لذت کا علم حاصل ہونا عادۃً ممتنع ہے سو اس علم خاص کی استعداد آدمی میں تو پیدا کی گئی ہے اور ملائکہ میں پیدا نہیں کی گئی جیسا اوپر کی تقریر میں اجمالاً اس کا بیان بھی ہوا ہے کہ احوال طبائع بشریہ کے ادراک کے لئے طبائع بشریہ کا ہونا ضروری ہے جو خاصہ بشر کا ہے اور ملائکہ میں وہ مفقود ہے۔ سو آدم علیہ السلام کی تعلیم کے وقت ملائکہ سے اس علم کے پوشیدہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں نہ اس دعویٰ کی کوئی دلیل ہے جب ان میں اس علم کی استعداد ہی نہیں اگر تعلیم آدمؑ کے وقت اول سے آخر تک وہ حاضر بھی رہے ہوں تو ان کو اس کا حاصل ہونا کب ممکن ہے اگر کسی طالب علم کو اقلیدس کی کوئی شکل سمجھائی جائے اور عام مجمع ہو مگر جن کو اس فن سے مناسبت نہیں اس تقریر سے کچھ بھی نہیں سمجھ سکتے۔ **دفع شبہ عدم اعطاء استعداد علم مذکور ملائکہ را:** اگر یہ کہا جائے کہ پھر وہ استعداد جو شرط حصول اس علم خاص کی ہے فرشتوں کو کیوں نہ دیدی۔ بات یہ ہے کہ وہ استعداد خاصہ بشر کا ہے اگر ملائکہ میں وہ استعداد پیدا کر دی جاتی تو وہ فرشتے فرشتے نہ رہتے جیسے حس و حرکت خاصہ حیوان کا ہے سو اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے کہ جماد میں یہ صفت پیدا کر دیں مگر یہ ظاہر ہے کہ وہ اس وقت جماد نہ رہے گا حیوان ہو جائے گا تو اس سوال کا حاصل گویا یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کو بشر کیوں نہ بنا دیا سو ظاہر ہے کہ یہ سوال بالکل بے معنی ہے اور اس کا جواب صاف ہے کہ اس صورت میں جو حکمت تخلیق ملائکہ میں ہے وہ معطل ہو جاتی۔ غرض تقریر ہذا سے ثابت ہوگیا کہ فرشتے فرشتے ہی رہ کر اس علم کو حاصل نہیں کر سکتے اسی وجہ سے فرشتوں نے عرض کیا کہ آپ تو پاک ہیں (اس الزام سے کہ آدم علیہ السلام پر اس علم کو ظاہر فرما دیا ہم سے پوشیدہ رکھا آپ کی طرف سے تو کوئی اخفا یا دریغ نہیں ہوا مگر) ہم کو ہی علم نہیں مگر وہی جو کچھ ہم کو آپ نے علم دیا (یعنی جس قدر ہماری پیدائش میں استعداد رکھی ہے اور اس کے موافق ہم کو علم عنایت ہوا اس کے سوا ہم کو دوسرے علم سمجھنے کی قوت نہیں ہے) بے شک آپ بڑے علم والے ہیں۔ (کہ آپ کو سب علوم حاضر ہیں ہمارے اور آدمیوں کے معلومات سب

حضور پر منکشف ہیں) حکمت والے ہیں (جس قدر جس کیلئے مصلحت جانا اسی قدر علم عطا فرمایا)۔

تَرْجَمَۂ مَسَائِلُ السُّلُوْك: قوله تعالٰی وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ ... یہ دلیل ہے اس کی کہ مدار خلافت علم وفہم ہے بشرطیکہ بدعملی نہ ہو نہ مجاہدہ اعمال میں اور مشائخ طریقت خلیفہ بنانے کے وقت اسی کی زیادہ رعایت کرتے ہیں۔

مُلْحَقَاتُ التَّرْجَمَة: ۱ قوله معلوم کرادی ہوگی ولا یبعد ان فهموا من قوله تعالٰی المذكور في سورة الحجر انى خالق بشرا من طين فقاسوا الفرع على الاصل الظلماني ۱۲۔ ۲ قوله سب چیزوں کے مبنی على حذف المضاف اليه في الاسماء ۱۲۔ ۳ قوله اسماء کا مع الخ مبنى على ان المراد الاسماء المعنى اللغوى العام اللغات والصفات كما مر ۱۲۔

اَلرِّوَايَات: عن ابن عباس التقديس التطهير ۱۲ اتقان۔

اَللُّغَات: قوله تعالٰى للملئكة جمع ملأك على الاصل كالشمائل في جمع شمأل والحاق التاء لتانيث الجمع ۱۲ كشاف واشتقاقه من ملك لما فيه من معنى الشدة فالهمزة مزيدة وقيل انه مقلوب من مالك من الالوكة وهي الرسالة ۱۲ ابو السعود۔ قوله تعالٰى وعلم التعليم حقيقة عبارة عن فعل يترتب عليه العلم بلا تخلف عنه ولا يحصل ذاك بمجرد افاضة المعلم بل يتوقف على استعداد المتعلم لقبول الفيض وتلقيه من جهته وهو السر في ايثاره على الاعلام والانباء فانهما يتوقفان على سماع الخبر الذى يشترك فيه البشر والملك ۱۲ ابو السعود قوله تعالٰى الاسماء كلها اسم الشئ بالكسر والضم وسمه وسماه مثلثين علامته ۱۲ قاموس قال صاحب الكشاف فان قلت فما معنى تعليمه اسماء المسميات قلت اراه الاجناس التى خلقها وعلمه ان هذا اسمه فرس وهذا اسمه بعير وهذا اسمه كذا وهذا اسمه كذا وعلمه احوالها وما يتعلق بها من المنافع الدينية والدنيوية ۱۲۔

اَلنَّحْو: قوله تعالٰى واذ قال نصب باضمار اذكر ويجوز ان ينتصب بقالو ۱۲ كشاف قوله تعالٰى و نحن الواو للحال كما تقول اتحسن الى فلان وانا احق منه بالاحسان ۱۲۔ قوله سبحنك قيل هو علم للتسبيح ولا يكاد يستعمل الا مضافا وقيل انه مصدر منكر كغفران لا اسم مصدر و معناه على الاول نسبحك و على الثانى تنزهت عن ذلك ۱۲ ابو السعود اقول السهل ان يقال اصله نسبحك سبحانا فحذف العامل واضيف السبحان الى الكاف ۱۲۔

اَلْبَلَاغَة: قوله تعالٰى ونحن نسبح الآية اورد التقديس بعد التسبيح لفرق لطيف بينهما وهو ان التسبيح فى مرتبة الاعمال والطاعات والتقديس فى مرتبة الاعتقاد فحاصل المجموع التنزيه لسانا واركانا وجنانا ۱۲ من روح المعانى۔ قوله الاسماء اى اسماء المسميات فحذف المضاف اليه لكونه معلوما مدلولا عليه بذكر الاسماء لان الاسم لا بدله من مسمى ۱۲ كشاف قوله تعالٰى عرضهم اى المسميات وانما ذكر لان فى المسميات العقلاء فغلبهم ۱۲ كشاف۔

قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ڰ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۴﴾ وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۠ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۠ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۳۶﴾

حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم تم بتادو ان کو ان چیزوں کے نام۔ سو جب بتلا دیئے ان کو آدم نے ان چیزوں کے اسماء تو حق تعالیٰ نے فرمایا (دیکھو) میں تم سے کہتا نہ تھا کہ بے شک میں جانتا ہوں تمام پوشیدہ چیزیں آسمانوں کی اور زمین کی اور جانتا ہوں جس بات کو تم ظاہر کر دیتے ہو اور جس بات کو تم دل میں رکھتے ہو اور جس وقت حکم دیا ہم نے فرشتوں کو (اور جنوں کو بھی) کہ سجدہ میں گر جاؤ آدم کے سامنے۔ سو سب سجدے میں گر پڑے بجز ابلیس کے اس نے کہنا نہ مانا اور غرور میں آ گیا اور ہو گیا کافروں میں سے اور ہم نے حکم دیا اے آدم رہا کرو تم اور تمہاری بیوی بہشت میں پھر کھاؤ اس میں سے بافراغت جس جگہ سے چاہو اور نزدیک نہ جائیو اس درخت کے ورنہ تم بھی ان ہی

میں شمار ہو جاؤ گے جو اپنا نقصان کر بیٹھے ہیں۔ پھر لغزش دے دی آدم وحوا کو شیطان نے اس درخت کی وجہ سے۔ سو برطرف کر کے رہا ان کو اس عیش سے جس میں وہ تھے اور ہم نے کہا کہ نیچے اترو تم میں سے بعضے بعضوں کے دشمن رہیں گے اور تم کو زمین پر چندے ٹھہرنا ہے اور کام چلانا ہے ایک میعادِ معین تک ○

تفسیر: ربط: اس گفتگو سے فرشتوں کو اپنے عاجز ہونے کا تو مشاہدہ ہو گیا اب حق سبحانہ وتعالیٰ کو منظور ہوا کہ آدم علیہ السلام میں اس علم خاص کی قوت ومناسبت کا ہونا بھی ملائکہ عیاناً دیکھ لیں اس لئے قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ (الی قولہ تعالی) وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم تم بتلا دو ان کو ان چیزوں کے اسماء۔ **ف**: یعنی مع حالات کے۔ دفع شبہ وجود استعداد علم مذکور در ملائکہ: اور یہ خلجان نہ ہو کہ جب ملائکہ میں اس علم خاص کی مناسبت ہی نہ تھی تو بتلانے سے کیا فائدہ اور اگر بتلانے سے وہ کچھ سمجھ سکتے ہیں تو یہ دعویٰ صحیح نہ رہا کہ ان کو اس سے مناسبت نہ تھی۔ بات یہ ہے کہ بعض اوقات خود تو آدمی ایک علم کو نہیں سمجھتا مگر دوسرے کو تقریر کرتے ہوئے دیکھ کر قرائن مقام سے یہ یقیناً سمجھ لیتا ہے کہ یہ شخص واقعی اس علم میں بڑا ماہر ہے مثلاً استاد نے دو طالب علموں کے روبرو کسی دقیق مسئلہ کی تقریر کی پھر دونوں کا امتحان لیا ایک بیان نہ کر سکا دوسرے نے فر فر تقریر شروع کر دی ممکن ہے کہ وہ دوسرا طالب علم باوجودیکہ اب بھی اس مسئلہ کو نہ سمجھا ہو مگر اس کی برجستگی اور کہیں نہ رکنے سے یہ یقیناً سمجھ سکتا ہے کہ یہ اس مسئلہ کو واقعی خوب سمجھ گیا ہے پس بتلا دو کے معنی یہ نہیں کہ ان کے ذہن میں پہنچا دو ان کو سمجھا دو بلکہ مراد یہ ہے کہ ان کے روبرو اس کا اظہار اور بیان کر دو گو بوجہ مناسبت نہ ہونے کے اس کو سمجھ نہ سکیں اب یہ خلجان جاتا رہا کہ اگر مناسبت نہ تھی تو بتلانے سے کیا فائدہ ہم بھی کہیں گے کہ مناسبت تو نہ تھی مگر فائدہ تو یہ ہوا کہ ملائکہ اس قدر سمجھ گئے کہ آدم علیہ السلام ضرور اس علم سے ماہر ہو گئے۔

ترجمہ: سو جب بتلا دیئے ان کو آدم علیہ السلام نے ان چیزوں کے اسماء تو حق تعالیٰ نے فرمایا (دیکھو) میں تم سے کہتا نہ تھا کہ بے شک میں جانتا ہوں تمام پوشیدہ چیزیں آسمانوں کی اور زمین کی اور جانتا ہوں میں جس بات کو ظاہر کر دیتے ہو اور جس کو دل میں رکھتے ہو۔ **ف**: کیونکہ ہر شخص کے تمام حالات انہیں دو میں منحصر ہیں مطلب یہ ہے کہ تمام حالات آفاقی وانفسی پر مجھ کو اطلاع ہے یہ مضمون اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ کی تفصیل ہے وہاں اور الفاظ تھے یہاں اور الفاظ ہیں۔ مطلب دونوں کا ایک ہی ہے جب دلائل سے یہ امر ثابت ہو گیا کہ صلاحیت خلافت کے لئے جن علوم کی ضرورت ہے وہ آدم علیہ السلام میں سب مجتمع ہیں اور ملائکہ کو ان میں سے صرف بعض علوم حاصل ہیں اور جنوں کو تو بہت ہی کم حصہ ان علوم کو حاصل ہے جیسا اوپر تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے اور اس حیثیتِ خاص سے کہ ملائکہ وجن ہر دو گروہ کے علوم کے یہ جامع ہیں ان کا شرف ہر دو گروہ پر ظاہر ہو گیا اب حق تعالیٰ کو منظور ہوا کہ اس مقدمہ کو معاملہ سے بھی ظاہر فرما دیا جائے اور ملائکہ اور جنوں سے ان کی کوئی خاص تعظیم کرائی جائے جس سے یہ ظاہر ہو کہ یہ ان دونوں سے کامل اور مصداق آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری کے ہیں اور آدم علیہ السلام ان علوم خاصہ میں ملائکہ اور جن ہر دو گروہ سے کامل اور دونوں کے علوم وقویٰ کو جامع ہیں جیسا مفصل طور پر مذکور ہوا اب حق تعالیٰ کو منظور ہوا ان غیر کاملوں سے اس کامل کی کوئی ایسی تعظیم کرائی جائے کہ عملاً بھی یہ امر ظاہر ہو جائے کہ یہ ان دونوں سے کامل اور جامع ہیں جب تو یہ دونوں ان کی تعظیم کر رہے ہیں اور گویا بزبانِ حال کہہ رہے ہیں کہ جو اوصاف ہم میں الگ الگ ہیں وہ ان کے اندر یک جا ہیں اس لئے جو عمل تعظیمی تجویز فرمایا گیا ہے اس کی حکایت ذکر فرماتے ہیں۔ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ (الی قولہ تعالی) وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ اور جس وقت حکم دیا ہم نے فرشتوں کو (اور جنوں کو بھی جیسا کہ روایات میں آیا ہے مگر غالباً فرشتوں کو بلا واسطہ حکم کیا ہو گا اور جنوں کو کسی فرشتہ وغیرہ کے ذریعہ سے کہا گیا ہو گا اور قرآنِ مجید میں بجز ابلیس کے دوسرے جنوں کے مامور بالسجود ہونے کے ذکر کا اہتمام شاید اس لئے نہ کیا گیا ہو کہ عقلاء سمجھ ہی جائیں گے کہ جب فرشتے ایسے مقربین سے آدم علیہ السلام کی تعظیم کرائی گئی تو جن جو ان کے سامنے کچھ بھی رتبہ نہیں رکھتے اس تعظیم کے مکلف کیوں نہ ہوئے ہوں گے غرض ان سب کو یہ حکم ہوا) کہ سجدے میں گر جاؤ آدم کے سامنے سو سب سجدہ میں گر پڑے بجز ابلیس کے کہ اس نے کہنا نہ مانا اور غرور میں آ گیا اور ہو گیا کافروں میں سے۔ **ف**: اس پر تکفیر کا فتویٰ اس لئے دیا گیا ہے کہ اس نے حکم الٰہی کے مقابلہ میں تکبر کیا اور اس کے قبول کرنے میں عار کیا اور اس کو خلافِ حکمت وخلافِ مصلحت ٹھہرایا۔ جیسا دوسرے مقام پر اس کا قول مذکور ہے کہ میں ناری الاصل ہونے کی وجہ سے اس ترابی الاصل سے افضل ہوں اور افضل سے مفضول کی تعظیم کرانا بے موقع ہے۔

مسئلہ: جو شخص اس طرح حکم شرعی کے ساتھ رد وانکار سے پیش آئے وہ کافر ہے۔ وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ (الی قولہ تعالی) فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ اور ہم نے حکم دیا کہ اے آدم رہا کرو تم اور تمہاری بی بی (حوا جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے آدم علیہ السلام کی پسلی سے کوئی مادہ لے کر بنا دیا تھا) بہشت میں پھر کھاؤ دونوں اس میں سے بافراغت جس جگہ سے چاہو اور نزدیک نہ جاؤ اس درخت کے ورنہ تم بھی انہیں میں شمار ہو جاؤ گے جو اپنا نقصان کر بیٹھتے ہیں۔

ف: خدا جانے وہ کیا درخت تھا مگر اس کے کھانے سے منع فرما دیا اور ہر آقا کو اختیار ہوتا ہے کہ اپنے گھر کی چیزوں میں سے غلام کو جس چیز کے برتنے کی چاہے اجازت دیدے جس چیز سے چاہے منع کر دے۔ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ (الی قولہ تعالی) وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ پس لغزش دیدی آدم وحوا کو شیطان نے اس درخت کی وجہ سے سو برطرف کر کے رہا ان کو اس عیش سے جس میں وہ تھے۔ **ف**: شیطان انکار سجدہ کے جرم میں ملعون ومردود ہو چکا تھا اور اس جماعت ملائکہ سے نکال دیا گیا تھا اور چونکہ یہ زخم اس کو آدم علیہ السلام کی وجہ سے پہنچا تھا اس لئے ان کا جانی دشمن ہو گیا تھا جب اس نے دیکھا کہ میں تو یوں مردود کیا گیا اور ان کا یوں

اعزاز ہوا ہے اب اس فکر میں لگا کہ کسی طرح آدم کو مع ان کی بیوی کے اس عیش وعشرت سے جدا کرنا چاہئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو بھی اس کی عداوت وفکر ایذاء رسانی سے آگاہ فرمادیا تھا غرض یہ آدم علیہ السلام کے پیچھے پڑا اور ان کو جس طرح بن پڑا بہکانا شروع کیا کہ (توجیہ لغزش آدم علیہ السلام بتقریر خالی از خدشات: اصل میں اس درخت کی (خاصیت یہی ہے کہ اس کے کھانے سے حیاتِ ابدی یا ملکیت حاصل ہو جاتی مگر جس وقت اللہ تعالیٰ نے تم کو منع کیا تھا اس وقت تمہاری حالت کے مناسب یہی تھا کہ ملکیت یا خلود کے اسباب کا ارتکاب نہ کیا جائے اس وقت استعداد ضعیف المعدہ کو غذائے قوی سے ممانعت ہوا ہی کرتی ہے اور اب ماشاء اللہ تمہاری استعداد اپنی کمال قوت کو پہنچ گئی ہے اس حالت کے لئے ممانعت بھی نہیں ہے کیونکہ جب علت نہیں رہتی معلول بھی نہیں رہا کرتا۔ جیسے ضعف معدہ رفع ہونے کے بعد پھر وہ ممانعت سابقہ باقی نہیں رہتی اور اس مضمون پر قسمیں کھا گیا چونکہ تاویل بڑی نمکین تھی ادھر اللہ کی قسمیں کھا گیا جس کا نام سن کر محبت والے تو گھل ہی جاتے ہیں پھر لالچ دلایا حیاتِ دائمی وملکیت کا جس کا کمالات موجودہ پر مزید ہو جانا **نعم العدلان و نعم الغلاوہ** کا اور **نور علی نور** کا مصداق تھا خط بر خسار کا لطف دیتا تھا اور پھر ممکن ہے کہ اس موذی ظالم کو پہچانا بھی نہ ہو کسی نئی شکل میں ملا ہو یا عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد کو پیش نظر رکھ کر **انظر الی ما قال ولا تنظر الی من قال** کو دستور العمل بنایا ہو اس نے بے ملے ہی اپنی قوت جنیہ سے مسمریزم والوں کی طرح دور ہی سے اثر پہنچایا ہو **وھو قول الحسن کما فی الکبیر** جس سے آدم علیہ السلام کے خیال میں یہ بات پڑ گئی ہو اور یہ خدشہ بھی نہ ہوا ہو کہ یہ خیال کسی بدخواہ کا اثر پہنچایا ہوا ہے غرض اسباب ایسے ہی جمع ہو گئے کہ اس درخت کے کھانے کو اس وقت احاطہ ممانعت سے خارج سمجھ گئے اور کھالیا یہ حقیقت ہے لغزش میں آ جانے کی بفضلہ تعالیٰ اس تقریر کی بنا پر اس قصہ میں کوئی عقلی ونقلی اشکال باقی نہ رہا۔ **ف**: بعض احباب نے اس احتمال پر کہ اس نے بے ملے ہی اپنی قوت جنیہ سے الخ حسب ذیل کلام کیا ہے۔ یا باہ ظاہر قولہ تعالیٰ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّىْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ [الأعراف: ۱۲] **والصحیح انه لا قاهما ولكن لا ندری این لاقاهما و کیف لاقاهما** اہ یعنی قَاسَمَهُمَآ ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ محض تصرف نہ تھا بلکہ کلام تھا جو عادۃً بے ملاقات نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں کہ اس کا ظاہر کہنا صحیح ہے اور ظاہر کو بدون ضرورت ترک کرنا مناسب نہیں اور یہاں ضرورت کے وجوہ یہ ہو سکتے تھے۔ نمبر ۱: لفظ وسوسہ مگر لغۃً یہ خاص نہیں ہے القاء فی القلب کی ساتھ کلام کے ساتھ اغوا کو بھی کہتے ہیں۔ نمبر ۲: ترتیب قصہ سے بجود کا واقعہ خارجِ جنت مفہوم ہونا چنانچہ امر **اسکن انت وزوجك الجنة** اس کے بعد وارد ہے جب جنت سے خارج تھا تو سورۂ اعراف میں اخرج منہا کی ضمیر کا مرجع سماء ہوگا جب سماء سے خارج کر دیا گیا اور آدم علیہ السلام جنت میں تھے پھر ملاقات کہاں ہوئی پھر کلام کہاں ہوا اس کا جواب یہ ہے کہ ترتیب ذکری ترتیب وقوعی کو مستلزم نہیں پس اقرب یہ ہے کہ یہ سب کچھ جنت ہی میں ہوا اور اس وقت وہ جنت سے نکال دیا گیا مگر آسمان سے نہیں نکالا گیا تھا۔ ممکن ہے کہ آدم علیہ السلام جنت سے باہر بطور سیر کے آئے ہوں اور وہاں یہ ملاقات اور مکالمت ہوگئی ہو یا آدم علیہ السلام دروازۂ جنت میں ہوں اور ابلیس جنت سے باہر واللہ اعلم۔ نمبر ۳: امر **اسکن** سے متبادر احداث سکنیٰ ہونا اس کا جواب یہ ہے کہ ابقاء سکنیٰ بھی اس کا مدلول ہو سکتا ہے۔ الحاصل درخت کا کھانا تھا اور سب عیش وآرام کا رخصت ہونا اس وقت بہشت سے باہر آنے کا حکم ہوا۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں۔

ترجمہ: اور ہم نے کہا کہ نیچے اترو تم میں سے بعضے بعضوں کے دشمن رہیں گے۔

ف: یعنی ایک سزا تو ظاہری ہوئی کہ یہاں سے زمین پر جاؤ دوسری سزائے باطنی ہے کہ بعضوں میں باہم عداوتیں بھی قائم رہیں گی جس سے لطف زندگی بہت کچھ کم ہو جائے گا اگر شیطان اس وقت تک زمین پر نہیں آیا ہے جیسا کسی نوکر کو نوکری سے برطرف کر دیا جائے مگر جو آقا کریم ہوتے ہیں اس کا بوریہ بستر فوراً ہی نہیں پھکوا دیا کرتے بتدریج نکال دیتے ہیں تب تو اس خطاب میں وہ بھی داخل ہے اور آدم وحوا کو خطاب کا شامل ہونا ظاہر ہی ہے اور اگر زمین پر آ چکا ہے تو یہ خطاب آدم وحوا کو مع ان کی اولاد کے ہے چونکہ ان کی اولاد ہونے والی تھی ہی اس لئے آدم وحوا کو سنانا منظور ہے کہ تمہاری اولاد میں بھی احیاناً باہم عداوت ہوگی چونکہ اولاد کی نااتفاقی سے والدین کو ضرور ہی صدمہ پہنچتا ہے اس لئے اُن کو یہ بات سنانا مقتضی حالت موجودہ کا تھا۔ توجیہ عتاب بر زلت: اگر کسی کو خلجان ہو کہ جو خطا تاویل سے ہو وہ اس قدر دار وگیر کے قابل نہیں جواب یہ ہے کہ جس قدر فہم وخصوصیت زیادہ ہوتی ہے اس پر ملامت زیادہ ہوتی ہے اور اسی وجہ سے کہا گیا ہے **حسنات الابرار سیئات المقربین**۔ اور حاصل اس کا یہ ہوتا ہے کہ تم نے زیادہ غور سے کیوں نہیں کام لیا تو یہ دار وگیر عین دلیل کمال آدم اور ان کی مقبولیت کی ہے **ترجمہ**: اور تم کو زمین پر چندے ٹھہرنا ہے اور کام چلانا ایک میعاد معین تک۔ **ف**: یعنی وہاں بھی جا کر دوام نہ ملے گا بعد چندے وہ گھر بھی چھوڑنا پڑے گا۔ آدم علیہ السلام نے یہ خطاب وعتاب کہاں سنے تھے نہ ایسے سنگدل تھے کہ اس کی سہار کر جاتے بے چین ہو گئے اور فوراً ہی معافی کی التجا کرنے لگے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ اس میں اصل ہے مشائخ محققین کی اس عادت کی کہ بعض مباحات سے اس لئے روک دیتے ہیں کہ غیر مباح کی طرف منجر نہ ہو جائے چنانچہ قرب شجرہ فی نفسہ ممنوع نہ تھا صرف اکل ممنوع تھا۔ قولہ تعالیٰ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ اس میں دلیل ہے کہ منتہی بھی مکر وشیطان سے مامون نہیں چنانچہ آدم علیہ السلام کے اس وقت کامل ہونے میں کوئی شک نہیں مگر باوجود اس کے ان میں اور دوسروں میں دو فرق ہیں۔ ایک یہ کہ وہ کفر سے محفوظ تھے دوسرے یہ کہ ان کی غلطی دوسروں کی معصیت کے مثل نہیں کیونکہ ان کو توبہ کے ایسے درجہ میں توفیق ہوئی کہ دوسروں کو نہیں ہوتی۔

مُلحقاتُ الترجمة: ۱ قوله معنی یہ نہیں کہ ان کے ذہن میں الخ الی قوله بیان کردو وهو السر فی ایثار الانباء علی التعلیم لانه یتوقف علی سماع الخبر کما مر من ابی السعود ۲ قوله دیکھو حملا للاستفهام علی التقریر کما قاله ابو السعود ۱۲۔ ۳ قوله تمام پوشیدہ چیزیں لعموم الغیب ۱۲۔ ۴ قوله دل میں رکھتے ہو اشارة الی ان لفظة کنتم زائدة کما فی قوله تعالٰی من کان فی المهد صبیا ۱۲۔ ۵ قوله یہ مضمون انی اعلم الخ دلیله ما فی الکشاف قوله الم اقل لکم استحضار لقوله انی اعلم ما لا تعلمون الا انه جاء به علی وجه البسط من ذلك واشرح اه اقول فلا دلیل علی کونه تعریضا للملائكة فی ابدائهم احقیتهم للخلافة وکتمانهم لکونهم اکرم عندالله ۱۲۔ ۶ قوله اور جنوں کو بھی الخ بقرینة قوله تعالٰی الا ابلیس مع انضمام قوله تعالٰی کان من الجن الآیة وهو اختیار لقول من قال ان الجن ایضا کانوا مامورین بالسجود له لکن استغنی بذکر الملائكة عن ذکرهم کما فی ابی السعود ویؤیده ما رواه عن ابن عباس ان من الملائكة جنسا یتوالدون یقال لهم الجن قلت لا عجب انه رضی الله عنه اصطلح علی کون الملائكة شاملا للجن واذا کان الجن ایضا مامورین بالسجود سواء کان لفظ الملٰئکة شاملا لهم ام لا فلا یشکل الامر بابلیس انه لم یؤمر بالسجود فکیف لعن بالاباء فافهم ۱۲۔ ۷ قوله ورنہ دلیله احتمال کونه جوابا للنهی فهو منصوب والاحتمال الآخر انه مجزوم عطفا علی تقربا ۱۲ من کشاف۔ ۸ قوله اس درخت کی وجہ سے دلیله ما مر من کون عن لسببیة ۱۲۔ ۹ قوله جس طرح بن پڑا معناه ولو بایصال الوسوسة من الارض ولا ینکره الا من لم یعرف کیفیة التصرف النفسانی ۱۲۔ ۱۰ قوله دشمن رہیں گے لدلالة الجملة الاسمیة بعضکم لبعض عدو علی الاستمرار الثابت ۱۲۔ ۱۱ قوله تو یہ خطاب آدم وحوا کو ظاہر القرآن یرجحه لقوله تعالٰی فی طه قال اهبطا منها جمیعا الآیة ۱۲۔

الروایات: عن ابن عباسؓ رغدا سعة المعیشة ۱۲۔

اختلاف القراءة: قوله تعالٰی فازلهما وفی قراءة فازالهما من الازالة فعن للمجاوزة ای ابعدهما ۱۲۔ فی قراءة بنصب آدم ورفع کلمات علی انها استقبلته بان بلغة واتصلت به ۱۲ کشاف۔

الفقه: سجدة التحیة کان مشروعا فی شرع من قبلنا ونسخ فی شرعنا والناسخ ما رواه الترمذی عن ابی هریرة عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال لو کنت امر احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأة ان تسجد لزوجها وفی العزیزی قال الشیخ حدیث صحیح اه وقال الترمذی وفی الباب عن معاذ بن جبل وسراقة بن مالك وصهیب وعقبة بن مالك بن جعشم وعائشة وابن عباس وعبدالله بن ابی اوفی وطلق بن علی وام سلمة وانس وابن عمرو اه وفی نیل الاوطار وقدروی حدیث ابی هریرة المذکور البزار باسناد فیه سلیمان بن داؤد الیمامی وهو ضعیف واخرج قصة معاذ المذکورة فی الباب (التی عزاها الماتن الی احمد وابن ماجة عن عبدالله ابن ابی اوفی) البزار باسناد رجاله رجال الصحیح واخرجها ایضا البزار والطبرانی باسناد آخر وفیه النهاس بن قهم وهو ضعیف واخرجها ایضا البزار والطبرانی باسناد آخر رجاله ثقات وقضیة السجود ثابتة عن حدیث ابن عباس عند البزار ومن حدیث سراقة عند الطبرانی ومن حدیث عائشة عند احمد و ابن ماجه و من حدیث عصمة عند الطبرانی وعن غیر هؤلاء وحدیث عائشة الذی ذکره المصنف ساقه ابن ماجه باسناد فیه علی بن زید بن جدعان وفیه مقال (ضعفه کثیرون ووثقه بعضهم واخرج له مسلم مقرونا بغیره کما فی التهذیب) وبقیة اسناده من رجال الصحیح واورد هذا الحدیث ابن الجارود فی المنتقی فهو صحیح عنده فانه لایاتی الا بالصحیح کما صرح به السیوطی فی دیباجة جمع الجوامع) وحدیث عبدالله بن ابی اوفی ساقه ابن ماجه باسناد صالح اه مختصرا اوفی الترغیب للمنذری بعد روایة انس بن مالك مع قصة الجمل رواه احمد باسناد جید رواه ثقات مشهورون والبزار بنحوه ورواه النسائی مختصرا وابن ابی حبان فی صحیحه من حدیث ابی هریرة بنحوه باختصار وفیه بعد روایة قیس بن سعد رواه ابو داؤد وفی اسناده شریك وقد اخرج له مسلم ووثق (قلت لما سکت عنه ابو داؤد فهو حجة عنده) وفیه بعد حدیث ابن ابی اوفی رواه ابن ماجه وابن حبان فی صحیحه اه وساق فی کنز العمال بهذا الحدیث متونا عدیدة وطرقا کثیرة نسر دمنها سوی التی ذکرنا ها آنفا حاکم عن بریدة وقیس بن سعد (ولم یتعقب علیهما السیوطی بل صححهما فی الصغیر صریحا فهما حدیثان صحیحان) والترمذی عن انس والطبرانی فی الکبیر عن ابن عباس والبیهقی عن ابی هریرة وعبد بن حمید عن جابر والطبرانی فی الکبیر وسعید بن منصور عن زید بن ارقم اه وفی الخصائص الکبری روایات کثیرة منها روایة ثعلبة بن ابی مالك عند ابی نعیم وروایة یعلی بن مرة عند الطبرانی وابی نعیم ووجدت فی قرطاس عتیق بخطی ولم یحضرنی الآن من این کنت اخذته ان الحدیث رواه ابوداود والطبرانی والحاکم والبیهقی عن قیس بن سعد والترمذی عن ابی هریرة والدارمی والحاکم عن بریدة واحمد عن معاذ والطبرانی عن سراقةبن مالك

وصهيب وعقبة بن مالك وغيلان بن مسلم ورواه ابن ابى شيبة عن عائشة والبيهقى ايضا عن ابى هريرة كذا فى جمع الجوامع للسيوطى انتهٰى ما فى القرطاس۔ فهذه اسانيد عديدة بعضها صحيح وبعضها حسن وبعضها ضعيف يقوى بآخر و منتهى هذه الا سانيد الى عشرين صحابيا لو اقتصرنا على الطرق المارة والحديث اذا روى من عشرة فهو متواتر على القول المختار (كما فى تدريب الراوى) فهذا الحديث متواتر بالاولٰى وان اختلف احد فى تواتره للاختلاف فى العدد الذى يحصل به التواتر فلا يمكنه ان ينكر من كونه مشهور او يكفى المشهور لنسخ المتواتر على ما تقرر فى الاصول واطلنا الكلام فيه للضرورة الداعية فى هذا الزمان والايكفينا اجماع الامة ولم تر احدا من السلف ولا من الخلف اختلف فى حرمة سجدة التحية مع تصفح كثير من كتب التفسير والحديث والفقه وما نقل عن بعض الصوفية فى كتب تواريخهم لم يثبت عنهم وان ثبت فلا عبرة بقولهم لانهم ليسوا ممن يعتد بقولهم فى الاجماع وان سلم كونهم ممن يعتد بقوله فى الاجماع فلا يعتد به ايضا فى هذا المقام لان الاجماع السابق لا يرتفع بالاختلاف اللاحق نعم لايلام عليهم لعدم اشتغالهم بالتحقيقات العلمية ومع ذلك لا يحتج بقولهم وصنيعهم لا سيما اذا ثبت النكير عن بعض اكابرهم ويحتاج الى هذا الكلام اذا سلم ان سجود الملٰئكة لآدم وسجود اخوة يوسف وابيه له كان سجودا حقيقياً وكان تحية لهما والحال انه مختلف فيه فقال بعضهم لم يكن سجودا حقيقيا بل هو كناية عن التعظيم وقال بعضهم كان آدم وابو يوسف بمنزلة الكعبة لنا فاللام بمعنى الى وقال بعضهم اللام للسبب اى كانت السجدة لله تعالٰى شكرا على ما انعم الله عليهم لاجل يوسف و آدم على نبينا وعليهما السلام واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال وح لا يحتاج الى اثبات النسخ ويثبت الحرمة بخبر الواحد ايضًا ونقول ايضا ان الآية وان كانت قطعى الثبوت ولكنها ظنى الدلالة فلا بعد فى نسخها بحديث ظنى الثبوت قطعى الدلالة كما لا يخفى والله اعلم بالصواب ۱۲۔

اللغات: قوله تعالٰى رغدا وصف للمصدر اى اكلا راغدا واسعا رافها قوله متاع تمتع بالعيش ۱۲ كشاف۔

النحو: قوله الا ابليس استثناء متصل لانه كان جنيا واحدا بين اظهر الالوف من الملائكة مغمورا بهم فغلبوا على فيه قوله فسجدوا ثم استثنٰى منهم استثناء واحد منهم ويجوز ان يجعل منقطعاً ۱۲۔ قوله تعالٰى عنها الضمير للشجرة اى فحملهما الشيطان على الزلة بسببها وتحقيقه فاصدر الشيطان زلتهما عنهما وعن هذه مثلها فى قوله وما فعلته عن امرى وقيل فازلهما عن الجنة بمعنى اذهبهما عنها وابعدهما ۱۲ كشاف۔

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۳۷﴾ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۹﴾ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۴۰﴾ وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهٖ ۠ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ﴿۴۱﴾

بعدازاں حاصل کر لئے آدم (علیہ السلام) نے اپنے ربّ سے چند الفاظ تو اللہ تعالیٰ نے رحمت کے ساتھ توجہ فرمائی ان پر (یعنی توبہ قبول کر لی) بے شک وہی ہیں بڑے توبہ قبول کرنے والے بڑے مہربان ہم نے حکم فرمایا نیچے جاؤ اس بہشت سے سب کے سب۔ پھر اگر آوے تمہارے پاس میری طرف سے کسی قسم کی ہدایت سو جو شخص پیروی کرے گا میری اس ہدایت کی تو نہ تو کچھ اندیشہ ہوگا ان پر اور نہ ایسے لوگ غمگین ہوں گے اور جو لوگ کفر کریں گے اور تکذیب کریں گے ہمارے احکام کی تو یہ لوگ ہوں گے دوزخ والے وہ اُس میں ہمیشہ کو رہیں گے اے بنی اسرائیل یاد کرو تم لوگ میرے ان احسانوں کو جو کئے ہیں میں نے تم پر اور پورا کرو تم میرے عہد کو پورا کروں گا میں تمہارے عہد کو اور صرف مجھی سے ڈرو اور ایمان لے آؤ اس کتاب پر جو میں نے نازل کی ہے (یعنی قرآن پر) ایسی حالت میں کہ وہ سچ بتلانے والی ہے اس کتاب کو جو تمہارے پاس ہے (یعنی تورات کے کتاب الٰہی ہونے کی تصدیق کرتی ہے) اور مت بنو تم سب میں پہلے انکار کرنے والے اس قرآن کے اور مت لو بمقابلہ میرے احکام کے معاوضہ حقیر کو اور خاص مجھی سے پورے طور پر ڈرو۔

تفسیر: چنانچہ ارشاد ہے : فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ (الی قولہ تعالیٰ) اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ بعد ازاں حاصل کر لئے آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند الفاظ (یعنی معذرت کے کلمات کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی سے حاصل ہوئے تھے اور ایسے موقع پر جب خطاوار اپنی خطا پر سخت نادم و بے چین ہو کلمات معذرت کا تلقین کر دینا دنیا میں رائج ہے بعض اوقات دیکھا جاتا ہے کہ نوکر اپنی خطا پر نادم ہو کر منہ بنا کر ہاتھ جوڑ کر گردن جھکا کر روبرو خاموش کھڑا ہو جاتا ہے اور مارے ہیبت وانفعال کے کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کہے ڈرتا ہے کہ خدا جانے منہ سے کوئی ایسی بات بے تمیزی کی نہ نکل جائے جس سے اور زیادہ عتاب ہونے لگے یا اس خطا کو اس قدر عظیم سمجھتا ہے کہ الفاظ معذرت کے اس کے لئے کافی نہیں ملتے اس وقت آقا کو جوش کرم ہوتا ہے اور مہربان ہو کر کہتا ہے کہ کیا چاہتا ہے کچھ منہ سے تو کہہ وہ جب پھر بھی کچھ نہیں کہتا تو کہتے ہیں اچھا عہد کر کہ پھر ایسی حرکت نہ کروں گا وہ اس کی تلقین کے موافق وہی الفاظ عرض کرتا ہے اس وقت کہہ دیتے ہیں کہ جا معاف کیا پھر مت کرنا اسی طرح یہاں ندامت آدم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہوئی اور خود اس معذرت کے الفاظ تلقین فرما دیئے چنانچہ آدم علیہ السلام نے وہ کلمات عرض کئے) تو اللہ تعالیٰ نے رحمت کے ساتھ توجہ فرمائی ان پر (یعنی توبہ قبول کر لی) بے شک وہی ہیں بڑے توبہ قبول کرنے والے بڑے مہربان اور (حضرت حوا کی توبہ کا بیان سورۂ اعراف میں ہے: قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا الخ۔ سو وہ بھی توبہ میں اور اس کے قبول ہونے میں آدم علیہ السلام کے ساتھ شریک ہیں۔

ف: حکمت مکث فی الارض بعد قبول توبہ: مگر چونکہ ان کے روئے زمین پر آنے میں اور بھی ہزاروں حکمتیں اور مصلحتیں مثل اقامت حدود واجراء احکام شرعیہ مضمر تھیں چنانچہ قبل تخلیق ہی یہ امر تجویز فرما دیا گیا تھا: جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ؕ اس لئے معاف فرمانے کے بعد بھی اس حکم ہبوط کو منسوخ نہیں فرمایا البتہ طرز اس کا بدل دیا کہ وہ پہلا حکم حاکمانہ طرز پر تھا اور یہ دوسرا حکم حکیمانہ طریق پر ہوا تھا چنانچہ ارشاد ہے: قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا (الی قولہ تعالیٰ) وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ ہم نے حکم فرمایا نیچے جاؤ اس بہشت سے سب کے سب پھر اگر آوے تمہارے پاس میری طرف سے کسی قسم کی ہدایت (یعنی احکام شرعیہ بذریعہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے) سو جو شخص پیروی کرے میری اس ہدایت کی تو نہ تو کچھ اندیشہ ہوگا اس پر اور نہ ایسے لوگ غمگین ہوں گے۔ **ف:** یعنی قیامت کے روز یہ ثمرہ ان کو ملے گا اور یہ خلجان نہ ہو کہ حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس روز بڑے بڑے مقبول ومقرب لوگ خوفزدہ ہوں گے بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یوں نہیں فرمایا کہ وہ خوفناک نہ ہوں گے تاکہ اس شبہ کی گنجائش ہو بلکہ اس طرح فرمایا ہے کہ ان پر کچھ اندیشہ وخوف نہ ہوگا یعنی ان پر کوئی خوفناک واقعہ نہ پڑے گا خود اپنے دل میں وہ کتنا ہی ڈرا کریں اس کی ایسی مثال ہے کہ کسی شخص کا مقدمہ کسی حاکم کے اجلاس میں ہو اور وکیل قانون دان یوں کہے کہ اس مقدمہ میں کوئی خطرو اندیشہ نہیں ہے تو مطلب یہی ہے کہ اس شخص پر کوئی آفت ایسی آنے والی نہیں جس کا اندیشہ ہو یہ ہرگز مطلب نہیں ہوتا کہ خود اسکے دل میں خوف طبعی بھی نہیں ہے اور چونکہ ان پر کوئی آفت وکلفت واقع نہ ہوگی اس لئے حزن وغم کی مطلقاً نفی فرما دی، کیونکہ حزن اسی کیفیت کو کہتے ہیں جو بعد وقوع کسی مضرت کے قلب میں پیدا ہوتی ہے بخلاف خوف کے کہ ہمیشہ وقوع کے قبل ہوا کرتا ہے گو وقوع کبھی نہ ہو۔ غرض یہ ان لوگوں کا حال ہوا جو ہدایت کی پیروی کرنے والے ہوں گے، اب ان کے مقابلین کا حال بیان فرماتے ہیں۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ اور جو لوگ کفر کریں گے اور تکذیب کریں گے ہمارے احکام کی یہ لوگ ہوں گے دوزخ والے وہ اس میں ہمیشہ کو رہیں گے۔

ربط: یہاں تک بیان تھا نعمت عامہ معنویہ کا جس کے ضمن میں حضرت آدم علیہ السلام کا پورا قصہ بیان فرمایا گیا ہے آگے نعمت خاصہ کا بیان فرماتے ہیں جو خاص اس وقت کے علماء کو عطا ہو رہی تھی اور مشرکین عرب میں تو اہل علم تھے نہیں اہل کتاب میں البتہ لکھے پڑھے لوگ موجود تھے ان میں بھی بنی اسرائیل کی کثرت تھی جن پر پشتہا پشت سے انعام واحسان ہوتے آئے تھے اور ان کو حسب ونسب وریاست وپیرزادگی سب طرح کا فخر وامتیاز حاصل تھا اس لئے بنی اسرائیل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور وہ نعمتیں ان کو یاد دلاتے ہیں تاکہ شرما کر ایمان لائیں اور چونکہ یہ اہل علم تھے ان کے ایمان لانے سے دوسرے عوام پر اچھا اثر پڑے گا سو ان نعمتوں کو اولاً اجمالاً یاد دلاتے ہیں پھر اگلے رکوع سے تفصیلاً ان کا ذکر ختم پارہ کے قریب تک چلا جائے گا اور فہرست انعامات کی خاتمہ پر بھی اسی قسم کی عبارت ہوگی کیونکہ قاعدہ ہے کہ جو مقصود اعظم ہوتا ہے کلام کو شروع بھی اس سے کیا کرتے ہیں اور دلائل وغیرہ قائم کر کے پھر نتیجہ کے طور پر اس کو ختم پر بھی لایا کرتے ہیں، سو ارشاد ہے۔

تذکیر نعم بنی اسرائیل: يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ (الی قولہ تعالیٰ) وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ اے بنی اسرائیل (یعنی اولاد حضرت یعقوب علیہ السلام کی) یاد کرو تم لوگ میرے ان احسانوں کو جو کئے ہیں میں نے تم پر (تاکہ ایمان لانا کہ اس نعمت کا حق ادا کرنا ہے آسان ہو جائے آگے اس یاد کرنے کی مراد بتلاتے ہیں) اور پورا کرو تم میرے عہد کو (یعنی تم نے جو مجھ سے عہد کیا تھا توریت میں جس کا بیان اس آیت میں ہے): وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ؕ (الی) قَرْضًا حَسَنًا) پورا کروں گا میں تمہارے عہد کو (یعنی میں نے جو عہد تم سے کیا تھا ایمان لانے پر جیسا آیت مرقومہ میں مذکور ہے: لَاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ (الی قولہ) سَوَآءَ السَّبِيْلِ۔ اور صرف مجھی سے ڈرو۔

ف: اپنے عوام الناس معتقدین سے مت ڈرو کہ ان کو اعتقاد نہ رہے گا ان سے آمدنی بند ہو جاوے گی آگے اس ایفاء عہد کا مطلب صاف لفظوں میں بیان فرماتے ہیں۔

نہی از کفر و دین فروشی: وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ (الی قولہ تعالیٰ) وَاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ اور ایمان لے آؤ اس کتاب پر جو میں نے نازل کی ہے (یعنی

قرآن مجید پر اور تم کو تو اس سے وحشت نہ ہونا چاہئے کیونکہ اس کو تو نازل کیا ہے) ایسی حالت میں کہ وہ سچ بتلانے والی ہے اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے (یعنی توریت کے کتاب الٰہی ہونے کی تصدیق کرتی ہے چنانچہ جابجا قرآن مجید میں : اٰمَنَّا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَاُنْزِلَ اِلَیْکُمْ اور مَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی اور یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ اور اس قسم کی آیات بکثرت موجود ہیں ہاں جس قدر اس میں تحریف ہوگئی ہے وہ خود توریت وانجیل ہونے ہی سے خارج ہے) اور مت بنو تم سب میں پہلے انکار کرنے والے اس قرآن کے (یعنی تمہارے دیکھا دیکھی جتنے انکار کرتے جائیں گے ان سب میں اول بانی تم ہو گے تو قیامت تک تمام کے انکار کا وبال تمہارے نامۂ اعمال میں درج ہوتا رہے گا) اور مت لو بمقابلہ میرے احکام کے معاوضۂ حقیر کو اور خاص مجھی سے پورے طور پر ڈرو۔ **ف** : یعنی میرے احکام چھوڑ کر اور ان کو بدل کر اور چھپا کر عوام الناس سے دنیائے ذلیل و قلیل کو وصول مت کرو جیسے کہ ان کی عادت تھی چنانچہ آگے تصریح فرماتے ہیں۔

ترجمۂ مسائل سلوک : قوله تعالیٰ : وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِکُمْ۔ مراتب وفا میں نہایت وسعت ہے پس ہماری جانب سے اول مرتبہ ادائے کلمۂ شہادت ہے اور حق تعالیٰ کی طرف سے جان و مال کی حفاظت اور اخیر مرتبہ ہماری طرف سے فناء ہے یہاں تک کہ فناء سے بھی فناء ہو جاتا اور حق تعالیٰ کی طرف سے صفات و اسماء کے انوار سے آراستہ ہونا ہے جیسا وفائی تفسیر میں جو آثار مختلفہ آئے ہیں وہ ہر مرتبہ مراتب متوسطہ کے ہیں اور وہ بکثرت ہیں اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اول مرتبہ ہماری طرف سے توحید افعال ہے اور اوسط توحید صفات اور آخر توحید ذات اور حق تعالیٰ کی طرف سے وہ معارف و اخلاق ہیں جو ہر مرتبہ میں مناسب اس مرتبہ کے سالک پر فائض کئے جاتے ہیں۔

ملحقات الترجمة : [1] قوله کسی قسم کی ہدایت حملا للتنوین علی الاطلاق والابهام ۱۲۔ [2] قوله میری اس ہدایت کی لکون الاضافة للعهد ۱۲۔ [3] قوله کفر کریں گے دلیله قرینة المقام من مقابلته بقوله فمن تبع وصدور هذا الکلام قبل الایمان والکفر ۱۲۔ [4] قوله پورے طور پر ڈرو۔ لان التقوی غاية الرهبة کما ان الرهبة مقدمة التقوی بدأ بالمقدمة ثم ترقی الی الغاية ۱۲ من المظهری قلت وجهه ظاهر من اللغة لان التقوی من الوقاية فيختص بالخوف الذی یکون معه الوقاية من المعاصی ولا یکون الا لکمال الخوف ۱۲۔

اللغات : قوله فتلقی معنی تلقی الکلمات استقبالها بالاخذ والقبول والعمل بها حین علمها ۱۲ کشاف۔

البلاغة : قوله فتلقی واکتفی بذکر توبة آدم دون توبة حوا لانها کانت تبعاله کما طوی ذکر النساء فی اکثر القرآن والسنة لذلک وقد ذکرها فی قوله قالا ربنا ظلمنا انفسنا ۱۲ کشاف۔ قوله تعالیٰ قلنا اهبطوا فان قلت لم کرر قلنا اهبطوا قلت للتاکید ولمانیط به من زیادة قوله فاما یاتینکم ۱۲ کشاف قلت الا لطف ان یقال ان الاول للقدر والثانی للقضاء کما هو داب الملوک او الاول حکما والثانی حکمة کما اختیر فی المتن ۱۲۔ قوله تعالیٰ وایای فارهبون وهو اوکد فی افادة الاختصاص من ایاک نعبد ۱۲ کشاف ۔ قوله تعالیٰ ولا تشتروا استعارة للاستبدال ۱۲ کشاف۔

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴿۴۵﴾ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾ ع ۵ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۸﴾

اور مخلوط مت کرو حق کو ناحق کے ساتھ اور پوشیدہ بھی مت کرو حق کو جس حالت میں کہ تم جانتے بھی ہو اور قائم کرو تم لوگ نماز کو (یعنی مسلمان ہو کر) اور دو زکوٰۃ اور عاجزی کرو عاجزی کرنے والوں کے ساتھ کیا غضب ہے کہ کہتے ہو اور لوگوں کو نیک کام کرنے کو (نیک کام کرنے سے مراد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا ہی ہے) اور اپنی خبر نہیں لیتے حالانکہ تم تلاوت کرتے رہتے ہو کتاب کی تو پھر کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے؟ اور (اگر تم کو حب مال و جاہ کے غلبہ سے ایمان لانا دشوار معلوم ہو تو) مدد لو صبر اور نماز سے اور بے شک وہ نماز دشوار ضرور ہے مگر جن کے قلوب میں خشوع ہو۔ ان پر کچھ بھی دشوار نہیں وہ خاشعین وہ لوگ ہیں جو خیال رکھتے ہیں اس کا کہ وہ بے شک ملنے والے ہیں اپنے رب سے وہ اس بات کا بھی خیال رکھتے ہیں کہ وہ بے شک اپنے رب کی طرف واپس جانے والے ہیں۔ اے اولاد یعقوب کی تم لوگ میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم

کو انعام میں دی تھی اور اس (بات) کو (یاد کرو) کہ میں نے تم کو تمام دنیا جہان والوں پر (خاص برتاؤ میں) فوقیت دی تھی۔ اور ڈرو تم ایسے دن سے کہ نہ تو کوئی شخص کسی شخص کی طرف سے کچھ مطالبہ ادا کر سکتا ہے اور نہ کسی شخص کی طرف سے کوئی سفارش قبول ہو سکتی ہے اور نہ کسی شخص کی طرف سے کوئی معاوضہ لیا جا سکتا ہے اور نہ ان لوگوں کی طرفداری چل سکے گی۔

تفسیر : وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ اور مخلوط مت کرو حق کو ناحق کے ساتھ اور پوشیدہ بھی مت کرو حق کو جس حالت میں کہ تم جانتے بھی ہو۔ **ف** : کہ یہ بری بات ہے خود غرض لوگ احکام شرعیہ کی تبدیل دو طرح کیا کرتے ہیں ایک تو یہ اگر قابو چلا تو اس کو ظاہر ہی نہ ہونے دیا یہ کتمان ہے اور اگر ان کے چھپائے نہ چھپ سکا اور ظاہر ہی ہو گیا تو پھر اس میں خلط ملط کرنا چاہتے ہیں کہیں سہو کاتب بتلا دیا کہیں مجاز کا بہانہ پیش کر دیا کہیں محذوف، مقدر نکال دیا، یہ لبس ہے حق تعالیٰ نے دونوں سے منع کر دیا۔

ربط : یہاں تک تو ایمان لانے کا اور کفر کی باتیں چھوڑنے کا حکم تھا جو کہ منجملہ اصول ہے اب بعض عظیم الشان فروع اسلامیہ کا حکم فرماتے ہیں تا کہ مجموعہ سے تکمیل اسلام کا مقصود و مامور بہ ہونا حاصل ہو جائے۔

امر بعبادات فرعیہ : وَأَقِيمُوا الصَّلَوٰةَ وَآتُوا الزَّكَوٰةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ اور قائم کرو تم لوگ نماز کو (یعنی مسلمان ہو کر) اور دو زکوۃ کو اور عاجزی کرو عاجزی کرنے والوں کے ساتھ۔ **ف** : فروع اسلامیہ یعنی اعمال دو قسم کے ہیں اعمال ظاہری اعمال باطنی پھر اعمالِ ظاہری دو قسم کے ہیں عبادتِ بدنی عبادت مالی تو یہ تین کلیات ہوئیں ان تینوں کلیات میں سے ایک ایک جزئی کو ذکر کر دیا نماز عبادت بدنی ہے زکوۃ عبادت مالی ہے خشوع و خضوع عمل باطنی ہے چونکہ تواضع باطنی میں اہل تواضع کی معیت کو بڑا دخل اور تاثیر عظیم ہے اس لئے مع الراکعین کا بڑھانا نہایت برمحل ہوا یہ تینوں عمل علاوہ عظیم الشان ہونے کے بنی اسرائیل کی حالت کے بہت مناسب تھے اس لئے ذکر میں ان کی تخصیص فرمائی کیونکہ نماز سے ان کی حبِ جاہ کم ہوگی زکوۃ سے حبِ مال گھٹے گی تواضع باطنی سے حسد وغیرہ میں کمی آوے گی یہی مرض ان میں زیادہ تھے چنانچہ اس کا مستقل علاج بھی آگے ان کو بتلا دیں گے اس آیت میں وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ الآیۃ یہاں تک اسلامی اصول و فروع سب کی تاکید اور ترغیب ان کو دی گئی، اب یہاں موقع ہے کہ کسی کو یہ خیال ہو کہ شاید مخاطبین کو حضور پرنور رسولِ مقبول ﷺ کی نبوت و رسالت کا ثبوت اور علم ہی نہ ہوا ہو اور اس لئے کسی درجہ میں معذور ہو سکیں اس لئے اس خیال کے رفع کرنے کے واسطے ان لوگوں کا اس مسئلہ صدق دعوائے رسالت سے آگاہ ہونا ظاہر فرماتے ہیں۔ قصہ یہ ہے کہ ان علماء بنی اسرائیل کے بعض اقارب اسلام قبول کر چکے تھے تو ان سے جب کبھی اس مقدمہ میں گفتگو آتی تو خفیہ طور پر ان سے یہی کہتے کہ بیشک حضور پرنور پیغمبر برحق ہیں ہم لوگ تو کسی مصلحت سے اسلام قبول نہیں کر سکتے مگر تم اس مذہب اسلام کو مت چھوڑنا اس سے صاف ثابت ہوا کہ یہ لوگ مسئلہ صدق دعوائے رسالت سے بخوبی آگاہ تھے اللہ تعالیٰ اسی بنا پر فرماتے ہیں۔

زجر عالم بے عمل : أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ (الی قولہ تعالیٰ) أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۔ کیا غضب ہے کہ کہتے ہو اور لوگوں کو نیک کام کرنے کو (نیک کام سے مراد ہی رسول مقبول ﷺ پر ایمان لانا ہے) اور اپنی خبر نہیں لیتے حالانکہ تم تلاوت کرتے رہتے ہو کتاب کی (یعنی توریت کی اور اس میں جابجا ایسے عالم بے عمل کی مذمتیں مذکور ہیں جو تلاوت کے وقت تمہاری نظر سے گزرتی ہیں) تو پھر کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے (کہ ہم بھی ان مذمتوں کے مصداق بنے جاتے ہیں۔

ف : **مسئلہ** : اس سے یہ نہیں نکلتا کہ بے عمل کو واعظ بننا جائز نہیں بلکہ یہ نکلتا ہے کہ واعظ کو بے عمل بننا جائز نہیں ان دونوں باتوں میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ غرض یہ بات ثابت ہوگئی کہ انکے پاس کوئی معقول عذر ایمان نہ لانے کے باب میں نہیں ہے اور ایمان لانا بلا شبہ ان کے ذمہ واجب ہے اب سمجھنا چاہئے کہ گو انکے پاس کوئی عذر قابل پذیرائی نہ تھا مگر دو خصلتیں ان کو ایمان نہ لانے دیتی تھیں ایک حب جاہ اور دوسرے حب مال دوسرے حسد پیدا ہو گیا تھا بار بار یہی خیال ہوتا تھا کہ اگر ہم نے رسول مقبول ﷺ کا اتباع اختیار کر لیا سو یہ تو سہل ہے کیونکہ اس میں کچھ مضار نہیں مگر اس کے بعد اس پر دوام بھی کرنا پڑے گا سو یہ اسلئے صعب ہے کہ اگر ایسا ہوا تو پھر کہاں تو یہ آمدنی اور کہاں یہ قدر و منزلت خود آپ کی غلامی کرنی پڑیگی اور چونکہ مال و جاہ کی محبت خوب جی میں گھس گئی تھی آپ کے فتوحات و شوکت کی ترقی کو اپنے تنزل کا سبب سمجھ کر مارے حسد کے جلے مرتے تھے غرض اصل مرض یہ دو تھے اور انکی وجہ سے ایمان لانا دشوار ہو رہا تھا اسلئے اللہ تعالیٰ اس مشکل کے آسان ہو جانے کا طریقہ بتلاتے ہیں۔

علاج حب مال و جاہ : وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَوٰةِ (الی قولہ تعالیٰ) وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ اور مدد لو اگر تم کو حب مال و جاہ کے غلبہ سے ایمان لانا دشوار معلوم ہو جسکے دشوار ہونے کی تقریر اوپر گذر چکی تو) صبر اور نماز سے (یعنی ایمان لا کر صبر اور نماز کا التزام کرو کہ صبر سے حب مال گھٹ جاویگی کیونکہ مال اسی وجہ سے محبوب ہے کہ ذریعہ حصول لذات و شہوات کا ہے جب انہی کے ترک کی ہمت باندھ لو گے تو مال بھی محبوب نہ رہے گا اور نماز سے حب جاہ کم ہوگی کیونکہ نماز میں ہر طرح کی پستی و خاکساری ہی ہے جب یہ عادت پختہ ہو جائے گی تو حب جاہ گھٹے گی یہی مادہ فساد کا تھا اس کی اصلاح سے اب ایمان میں دشواری معلوم نہ ہوگی۔ اب سمجھو کہ صبر میں بعض شہوات کو صرف ترک کرنا پڑتا ہے اور نماز میں بہت سے افعال کا واقع کرنا ہے اور ہمیشہ عقلی و طبعی قاعدہ سے ترک سے فعل دشوار ہوتا ہے خصوص نماز کہ بوجہ انتشار خیالات کے اس کی تقییدات بہت ہی گراں گذرتی ہیں اس لئے صبر میں تو چنداں مشقت نہ ہوگی البتہ نماز میں ضرور دشواری ہوگی اور اس کو معالجہ قرار دیا ہے حب جاہ کا مگر خود اس کی

دشواری کا کیا علاج ہونا چاہئے سو اس کی نسبت فرماتے ہیں)

ترجمہ اور بے شک وہ نماز دشوار ضرور ہے مگر جن کے قلوب میں خشوع ہو ان پر کچھ بھی دشوار نہیں۔

طریق سہولت حضور قلب در صلوٰۃ: اس میں تدبیر بتلا دی نماز کے آسان ہونے کی کہ اس کے سبب کی تشخیص کر کے اس کے ازالہ کا طریق بتلا دیا۔ حاصل یہ ہے نماز میں دشواری کا سبب دیکھنا چاہئے کہ کیا ہے سو ظاہر ہے کہ انسان کا قلب خوگر ہے میدان خیال میں آزاد پھرنے کا اور جوارح تابع قلب کے ہیں تو وہ جوارح کے آزاد رہنے کا بھی متقاضی ہوتا ہے اور نماز میں پوری پوری تقیید کہ نہ ہنسو نہ بولو نہ کھاؤ نہ پیو نہ چلو نہ پھرو وغیرہ وغیرہ ان تقییدات سے اول جوارح مقید ہوتے ہیں اور ان کی قید کا اثر قلب پر ہوتا ہے کہ وہ تنگ ہوتا ہے غرض علت اس گرانی و دشواری کی قلب کی حرکت فکر یہ ہے تو اس کا علاج سکون سے ہونا چاہئے چنانچہ خشوع کو کہ حقیقت اس کی سکون قلب ہے علت آسانی کی فرمایا گیا اور خود سکونِ قلب کی حقیقت حرکت قلب کے مقابلہ سے معلوم ہوگئی جب فکر یعنی سوچنا اس کی حرکت ہے تو قطع فکر اس کا سکون ہے۔ اب یہ سمجھئے کہ یہ بات تجربہ سے ثابت ہوگئی ہے کہ اگر افکار مختلفہ و خیالات متفرقہ کو کوئی شخص براہ راست قلب سے نکالنا چاہے قریب بمحال ہے اس کی صرف ایک تدبیر ہے وہ یہ کہ چونکہ نفس ایک آن میں دو طرف متوجہ نہیں ہو سکتا اس لئے اس کو اگر کسی ایک خیال میں مستغرق کر دیا جائے تو دوسرے خیالات و افکار از خود منعدم و فنا ہو جاتے ہیں اس لئے خشوع کے بعد اس خیال کو بتلاتے ہیں جس میں غرق ہو جانے سے دوسرے خیالات دفع ہوں اور ان کے دفع ہونے سے حرکت قلب منقطع ہو اور اس کے انقطاع سے قلب کو سکون ہو اور اس کے سکون سے نماز میں آسانی ہو اور اس میں آسانی ہونے سے وہ ہمیشہ ادا ہوا کرے اور اس کے ہمیشہ پڑھنے سے حب جاہ کم ہو اور اس کی کمی سے مانع ثبات علی الایمان مرتفع ہو اور اس مانع کے مرتفع ہونے سے ثبات علی الایمان کی توفیق ہو سبحان اللہ کیسا باقاعدہ مرتب علاج اور مطب ہے اس لئے اس خیال مذکور کی تعیین کی تعلیم فرماتے ہیں) **ترجمہ**: وہ خاشعین وہ لوگ ہیں جو خیال رکھتے ہیں اس کا کہ وہ بیشک ملنے والے ہیں اپنے رب سے (تو اس وقت اس خدمت کا خوب انعام ملے گا) اور اس بات کا بھی خیال رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف واپس جانے والے ہیں (تو اس وقت اس کا حساب و کتاب بھی دینا ہوگا ان دونوں خیالوں سے رغبت اور رہبت پیدا ہوگی اول تو ہر خیال محمود میں غرق ہو جانا قلب کو نیک کام کے لئے مجتمع کر دیتا ہے خصوصاً رغبت اور رہبت کا خیال کہ اس کو تو خاص طور پر دخل ہے نیک کام میں مستعد و سرگرم کر دینے کے لئے)۔

ربط یہی مضمون جس کا بنی اسرائیل کو مخاطب بنایا ہے کہ اپنی نعمتیں یاد دلائیں ان کی ناسپاسیاں بتلائیں یہاں تک بالکل اجمالی ہے اب اسی کو خوب تفصیل سے بیان فرماتے ہیں: **يٰبَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ الَّتِىٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ** (یعنی) اے اولاد یعقوب علیہ السلام کی تم لوگ میری اس نعمت کو یاد کرو (تاکہ شکر اور اطاعت کی تحریک ہو) جو میں نے تم کو انعام میں دی تھی اور اس (بات) کو (یاد کرو) کہ میں نے تم کو (خاص خاص برتاؤ میں) تمام دنیا جہان والوں پر فوقیت دی تھی (اور یہ ترجمہ بھی ہو سکتا ہے کہ) میں نے تم کو ایک بڑے حصے مخلوق پر فوقیت دی تھی (مثلاً اس زمانہ کے لوگوں پر)

ف: ان خاص برتاؤوں کا بیان ایک آیت کے بعد سے شروع ہوا ہے اور زیادہ حصہ ان برتاؤوں کا ان مخاطبین کے باپ دادا کے ساتھ ہوا ہے لیکن یقینی بات ہے کہ باپ کے ساتھ جو احسان کیا جائے ایک گونہ انتفاع اس سے اولاد کو ضرور ہوتا ہے چنانچہ مشاہدہ ہے اور اس آیت میں تو اطاعت کی ترغیب ہے اب اطاعت نہ کرنے پر ترہیب یعنی دھمکی بتلاتے ہیں: **وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ** (الی قولہ تعالیٰ) **وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ**۔ (یعنی) اور ڈرو تم ایسے دن سے کہ (جس میں) نہ تو کوئی شخص کسی شخص کی طرف سے کچھ مطالبہ ادا کر سکتا ہے اور نہ کسی شخص کی طرف سے کوئی سفارش قبول ہو سکتی ہے (جبکہ خود اس شخص میں ایمان نہ ہو جس کی سفارش کرتا ہے) اور نہ کسی شخص کی طرف سے کوئی معاوضہ لیا جا سکتا ہے اور نہ ان لوگوں کی طرفداری چل سکے گی۔ **ف**: یہ دن قیامت کا ہوگا مطالبہ ادا کرنا یہ کہ مثلاً کسی کے ذمہ نماز و روزہ کا مطالبہ ہو دوسرا کہہ دے کہ میرا نماز روزہ لے کر اس کا حساب بے باق کر دیا جائے اور معاوضہ یہ کہ کچھ مال وغیرہ داخل کر کے بچا لاوے سو دونوں باتیں نہ ہوں گی اور بدون ایمان کے سفارش قبول نہ ہونے کو جو فرمایا ہے اور آیتوں سے معلوم ہوا کہ اس کی صورت یہ ہوگی کہ ایسوں کی خود سفارش ہی نہ ہوگی جو قبول کی گنجائش ہو اور طرفداری یہ کہ کوئی زوردار حمایت کر کے نکال لائے مطلب یہ کہ دنیا میں جتنے طریقے مدد کرنے کے ہوتے ہیں بدون ایمان کے کچھ نہ ہوگا۔ اب یہاں سے دور تک ان مذکور خاص برتاؤوں کا بیان چلا ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: **وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ** جب ان کو ترک ضلال و اضلال و التزام شرائع کا حکم فرمایا اور یہ ان کو شاق تھا چونکہ اس میں ان کا محبوب و مطلوب فوت ہوتا تھا پس ان کے اس مرض کا اس خطاب سے علاج فرمایا اور جلالین میں اس طرح تقریر ہے کہ جب ان کو حرصِ مال اور حب جاہ نے ایمان سے روکا تو ان کو صبر یعنی صوم کا حکم ہوا کہ وہ شہوت کو توڑتا ہے اور صلوٰۃ کا حکم ہوا کہ وہ مورثِ خشوع اور مزیل کبر ہے۔ قولہ تعالیٰ **وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝**۔ یہ آیت دال ہے اس پر کہ خشوع سبب ہے سہولت صلوٰۃ کا اور اس پر بھی کہ لقاء و رجوع کا استحضار سبب ہے حصول خشوع کا سو دیکھئے حق تعالیٰ نے کس طرح سے سہولت عبادت و حصول خشوع کا خوشگوار طریقہ بتلا دیا ہے۔

الحواشی: (۱) لا تحقرن الضعيف لعلك ان :تركع يوما والدهر قدرفعه ۱۲ من ابی السعود۔ قولہ تعالیٰ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ، وَاتَّقُوْا یَوْمًا الخ۔ اس میں دلالت ہے اس پر کہ محض مقبولین کی طرف منسوب ہونا بدوں ایمان وعمل صالح کے نافع نہیں کیونکہ یہ لوگ انبیاء علیہم السلام کی اولاد تھے پھر دیکھئے ان پر کس قدر لتاڑ ہوئی ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله عاجزی کرو لان الركوع الخضوع قال الاضبط بن قريع السعدی۔ ۲ قوله کیا غضب ہے لان الهمزة للتقرير مع التوبيخ والتعجيب من حالهم ۱۲کشاف۔ ۳ قوله وشوارضرور ہے افاده اللام فی لكبيرة ۱۲۔ ۴ قوله سکون قلب ہے هذا هو المعنى اللغوی للخشوع قال تعالیٰ ترى الارض خاشعة ۱۲۔ ۵ قوله اوراس بات کابھی لان قوله اليه راجعون معطوف على انهم ملاقوا ربهم والعطف فی حكم تكرير العامل ۱۲۔ ۶ قوله خاص خاص برتاؤمیں فلا يلزم تفضيلهم فی القرب والقبول عند الله تعالیٰ على من ثبت فضله عليهم بالدليل الشرعی كالانبياء والامة المحمدية ولا حاجة الى هذا القيد فی الترجمة الثانية لعدم لزوم محذور عليه وما خذها تفسير الكشاف العالمين بالجم الغفير من الناس يقال رايت عالما من الناس يراد الكثرة كقوله تعالیٰ باركنا فيها للعالمين ۱۲۔ ۷ قوله لیکن یقینی بات ہے فاندفع الاشكال بانهم كيف خوطبوا بنعمة انعم بها على غيرهم ۱۲۔

الروایات: عن ابن عباس رضی الله عنهما تلبسوا تخالطوا ۱۲ اتقان عن ابن عباس الخشعين المصدقين بما انزل الله ۱۲ اتقان

الکلام: استدل المعتزلة بقوله تعالیٰ لا يقبل منها شفاعة على نفی الشفاعة واجيب بان هذا النفی فی حق الكفار خاصة كما اشرت اليه فی الترجمة ۱۲۔

اللغات: قال القفال الاصل فی جزى عند اهل اللغة قضى اه واصل العدل من معادلة الشیء تقول ما اعدل بفلان احدا ای لا ارى له نظير ۱۲۱۔

النحو: قوله شيئا مفعول به او مصدر ای قليلا من الجزاء والعائد الى الموصوف محذوف ای فيه۔ قوله ولاهم ای مادلت عليه النفس المنكرة من النفوس والكثيرة التذكير بمعنى العباد ۱۲کشاف۔

البلاغۃ: قوله تعالیٰ ولا تلبسوا فان قلت لبسهم وكتمانهم ليسا بفعلين متميزين حتى ينهوا عن الجمع بينهما لانهم اذا لبسوا الحق بالباطل فقد كتموا الحق قلت بل هما متميزان لان لبس الحق بالباطل كتبهم فی التوراة ما ليس منها وكتمانهم الحق ان يقولوا لانجد فی التوراة صفة محمد صلی الله علیه وسلم او حكم كذا او يمحوا ذلك ويكتبوه على خلاف ما هو عليه ۱۲ کشاف۔ قوله نفس الخ معنى التنكير ان انفسا من الانفس لا تجزى عن نفس (كافرة) شيئا من الاشياء وهو الاقناط الكلی ۱۲۔

وَاِذْ نَجَّیْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ یُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِیْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِیْمٌ ﴿۴۹﴾ وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَیْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰۤی اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاِذْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾

اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب کہ رہائی دی ہم نے تم کو متعلقین فرعون سے جو فکر میں لگے رہتے تھے تمہاری سخت آزاری کے گلے کاٹتے تھے تمہاری اولاد ذکور کے اور زندہ چھوڑ دیتے تھے تمہاری عورتوں کو۔ اس (واقعہ) میں ایک امتحان تھا تمہارے پروردگار کی جانب سے بڑا بھاری اور جب شق کر دیا ہم نے تمہاری وجہ سے دریائے شور کو۔ پھر ہم نے ڈوبنے سے بچالیا تم کو اور غرق کر دیا متعلقین فرعون کو (مع فرعون کے) اور تم اس کا معائنہ کر رہے تھے۔ اور (وہ زمانہ یاد کرو) جبکہ وعدہ کیا تھا ہم نے موسیٰ سے چالیس رات کا۔ پھر تم لوگوں نے تجویز کر لیا گوسالہ کو موسیٰ کے (جانے کے) بعد اور تم نے ظلم پر کمر باندھ رکھی تھی۔ پھر بھی ہم نے (تمہارے توبہ کرنے پر) درگزر کیا۔ تم سے اتنی بڑی بات ہوئے پیچھے اس توقع پر کہ تم احسان مانو گے اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب دی ہم نے موسیٰ کو کتاب (توراۃ) اور فیصلہ کی چیز اس توقع پر کہ تم راہ پر چلتے رہو ۞

تفسیر: معاملہ اول: وَاِذْ نَجَّیْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ (الی قولہ تعالیٰ) وَفِیْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِیْمٌ اور (وہ زمانہ یاد کرو) جبکہ رہائی دی ہم نے تم (لوگوں کے آباؤ اجداد) کو متعلقین فرعون سے جو فکر میں لگے رہتے تھے تمہاری آزاری کے گلے کاٹتے تھے تمہاری اولاد ذکور کے اور زندہ چھوڑ دیتے تھے تمہاری عورتوں کو (یعنی لڑکیوں کو کہ زندہ رہ کر بڑی عورتیں ہو جائیں) اور اس (واقعہ) میں ایک امتحان تھا تمہارے پروردگار کی جانب سے بڑا بھاری۔ **ف:** کسی نے فرعون سے پیشینگوئی کر دی تھی کہ بنی

اسرائیل میں ایک لڑکا ایسا پیدا ہوگا جسکے ہاتھوں تیری سلطنت جاتی رہے گی اس لئے اس نے نوزائیدہ لڑکوں کو قتل کرنا شروع کر دیا اور چونکہ لڑکیوں سے کوئی اندیشہ نہ تھا اس لئے ان سے کچھ تعرض نہیں کیا دوسرے اپنا ایک مطلب بھی تھا کہ ان سے ماماگری اور خدمت گری کا کام لیتا تھا سو یہ عنایت بھی اپنے مطلب کے لئے تھی اور مراد اس واقعہ سے یا تو یہ ذبح و قتل مذکور ہے مصیبت میں صبر کا امتحان ہوتا ہے اور یا رہائی دینا مراد ہے جو کہ ایک نعمت ہے نعمت میں شکر کا امتحان ہوتا ہے اور اس نجات دینے کی تفصیل آئندہ آیت میں ہے۔

معاملہ دوم: وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَ اَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ اور (وہ زمانہ یاد کرو) جبکہ شق کر دیا ہم نے تمہارے (رستہ دینے کی) وجہ سے دریائے شور کو پھر ہم نے (ڈوبنے سے) بچالیا تم کو اور غرق کر دیا متعلقین فرعون کو (مع فرعون کے) اور تم (اس کا) معائنہ کر رہے تھے۔ **ف**: یہ قصہ اس وقت ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام پیدا ہو کر پیغمبر ہو گئے اور مدتوں فرعون کو سمجھاتے رہے جب کسی طرح نہ مانا تو حکم ہوا کہ بنی اسرائیل کو خفیہ لے کر یہاں سے چلے جاؤ راستہ میں سمندر ملا اور اس وقت پیچھے سے فرعون مع لشکر آ پہنچا حق تعالیٰ کے حکم سے دریا شق ہو گیا اور بنی اسرائیل کو راستہ مل گیا۔ یہ تو پار ہو گئے فرعون کے پہنچنے تک دریا اسی طرح رہا وہ بھی تعاقب کی غرض سے اندر گھس گیا اس وقت سب طرف سے پانی سمٹ کر دریا اپنے حال سابق پر ہو گیا اور فرعون اور فرعونی سب وہاں ہی ختم ہو گئے۔

معاملہ سوم: وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ اور (وہ زمانہ یاد کرو) جبکہ وعدہ کیا تھا ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے (توریت دینے کا ایک مدت[1] گزرنے پر جس میں دس رات کا اضافہ ہو کر) چالیس رات کا (زمانہ ہو گیا تھا) پھر تم لوگوں نے (پرستش کے لئے) تجویز کر لیا گوسالہ کو موسیٰ (علیہ السلام) کے (جانے کے) بعد اور تم نے (اس تجویز میں صریح) ظلم پر کمر باندھ رکھی تھی (کہ ایسی بے جابات کے قائل ہو گئے تھے)۔ **ف**: یہ قصہ اس وقت ہوا جب فرعون کے غرق ہونے کے بعد بنی اسرائیل بقول بعض مصر[2] میں واپس آ کر رہنے لگے یا بقول بعض کسی اور مقام پر ٹھہر گئے تو موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ اب ہم بالکل مطمئن ہو گئے اگر کوئی شریعت ہمارے لئے مقرر ہو تو اس کو اپنا دستور العمل بناویں موسیٰ علیہ السلام کی عرض پر حق تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ تم کوہ طور پر آ کر ایک مہینہ ہماری عبادت میں مشغول رہو ایک کتاب تم کو دیں گے آپ نے ایسا ہی کیا اور توریت[3] مل گئی مگر دس روزہ عبادت اور عبادت میں مشغول رہنے کا اس لئے حکم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک ماہ روزے رکھنے کے بعد افطار فرمالیا تھا اللہ تعالیٰ کو روزے دار کے منہ کا رائحہ (جو کہ خلو معدہ کی تغیر سے پیدا ہو جاتا ہے) پسند ہے اس لئے موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ دس روزے اور رکھیں تاکہ وہ رائحہ پھر پیدا ہو جائے اس طرح یہ چالیس روز ہو گئے موسیٰ علیہ السلام تو یہاں رہے اور وہاں سامری ایک شخص تھا اس نے چاندی یا سونے کا ایک بچھڑے کا قالب بنا کر اس کے اندر ایک مٹی جو حضرت جبریل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدم کے نیچے سے اٹھائی ہوئی اس کے پاس تھی ڈال دی اس میں جان پڑ گئی جہلائے بنی اسرائیل نے اس کی پرستش شروع کر دی۔

معاملہ چہارم: ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ پھر[4] بھی ہم نے (تمہارے توبہ کرنے پر) درگزر کیا تم سے اتنی بڑی بات ہوئے پیچھے اس توقع پر کہ تم احسان مانو گے۔ **ف**: اس توبہ کا بیان اس آیت سے تیسری آیت میں مذکور ہے اور اس توقع کا یہ مطلب نہیں کہ نعوذ باللہ خدا تعالیٰ کو شک تھا بلکہ مطلب یہ ہے کہ یہ درگزر کرنا ایسی چیز ہے کہ دیکھنے والوں کو مظنہ توقع شکر گزاری کا ہو سکتا ہے۔

معاملہ پنجم: وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ اور (اور وہ زمانہ یاد کرو) جب دی ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب (توریت) اور فیصلہ کی چیز اس توقع پر کہ تم راہ[5] پر چلتے رہو۔ **ف**: فیصلہ کی چیز یا تو ان احکام شرعیہ کو کہا جو توریت میں لکھے ہیں۔ شرع سے تمام تر اعتقادی اور عملی اختلافات کا فیصلہ ہو جاتا ہے اور یا معجزوں کو کہا کہ ان سے سچے جھوٹے دعوے کا فیصلہ ہوتا ہے یا خود توریت ہی کو کہہ دیا کہ اس میں کتاب ہونے کی بھی صفت ہے اور فیصل ہونے کی صفت بھی۔

تَرْجُمَہ مَسَائِلُ السُّلُوْك: قولہ تعالیٰ: وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً یہ آیت اہل سلوک کے چلہ کی اصل ہے اور گو یہ موسیٰ علیہ السلام کا قصہ ہے لیکن جب اس کو نقل کر کے اس پر انکار نہیں کیا گیا تو یہ ہمارے لئے حجت ہو گیا خصوص جبکہ اس باب میں حدیث بھی آئی ہے۔

اَلْحَوَاشِيْ: (۱) اور یہ جو مشہور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک ماہ کے بعد مسواک کر لی تھی اس وجہ سے دس روزے اور رکھنے کا حکم دیا یہ محض بے سند بات ہے گو بعض تفاسیر میں نقل کر دی گئی ہے مگر بلا سند ہونے کی وجہ سے حجت نہیں اور اگر روایت مذکور کسی صحیح سند سے ثابت بھی ہو جائے تب بھی حنفیہ پر اشکال نہیں ہو سکتا کہ وہ مسواک کو روزہ کی حالت میں جائز کیوں کہتے ہیں کیونکہ وہ کراہت مسواک کو شریعت موسویہ کے ساتھ خاص کہہ سکتے ہیں اور حنفیہ کا مستدل وہ حدیث ہے جو بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعا روایت کی ہے خیر خصال الصائم مسواك وسندہ حسن کما فی الجامع الصغیر ۱۲ منہ

مُلْحَقَاتُ التَّرْجَمَة: قولہ: ایک مدت گزرنے پر ۱؎ لقوله تعالی وواعدنا موسٰی ثلثین لیلة واتممناها بعشر فتم میقات ربه اربعین لیلة ۱۲۔ ۲؎ قوله فی مصر میں واپس آ کر ۱۲۔ من معالم التنزیل۔ ۳؎ قوله توریت مل گئی هکذا نقل المولوی محمد علی المراد آبادی فی کتابه الظفر المبین عن نسخ التوراة ایتائها بعد شهر و علیه فلا یلزم الخلف فی وعد الثلثین لا زالة موسٰی الخلوف ثم رایت فی تفسیر ابی السعود ما نصه و

قیل امرہ اللہ تعالٰی بان یصوم ثلاثین یوما وان یعمل فیھا بما یقربہ من اللہ تعالٰی ثم انزلت علیہ التوراۃ فی العشر وحکم فیھا و قال فی عدد الالواح ما نصہ فقیل انھا کانت عشرۃ الواح و قیل سبعۃ الخ فتاید بھذہ الاقوال ان ابتداء ایتائھا کان بعد ثلثین واکمال ایتائھا فی اربعین فسھل الجمع بلا تکلف ۱۲ منہ ۔ ۴؎ قولہ پھربھی وقولہ اتنی بڑی بات ما خذھما ما فی روح المعانی فی تحقیق البلاغۃ ۱۲ ۵؎ قولہ راہ پر چلتے رہو مستفاد من صیغۃ الاستمرار والتجدد ۱۲۔

الرِّوَایَات: اخرج الدیلمی عن ابن عباس مرفوعًا لما اتٰی موسٰی ربہ واراد ان یکلمہ بعد ثلاثین یوما وقد صام لیلھن و نھارھن فکرہ ان یکلم بہ و ریح فمہ ریح فم الصائم فتناول من نبات الارض فمضغہ فقال لہ ربہ لم افطرت وھو اعلم بالذی کان قال ای رب کرھت ان اکلمك الا وفمی طیب الریح قال او ما علمت یا موسٰی ان ریح فم الصائم اطیب من ریح المسك ارجع فصم عشرۃ ایام ثم ائتنی ففعل موسٰی الذی امرہ ربہ فلما کلم اللہ موسٰی قال لہ ما قال الخ کذا فی الدر المنثور ۱۲ منہ۔

اَلْکَلَام: دل فلق البحر علی صدور الخوارق من الانبیاء علیھم السلام ولا حجۃ علی امتناعھا عند المنکر کما انکرھا متفلسفوا زماننا تقلیدًا للملاحدۃ الاوربادیین ۱۲۔

اِخْتِلَافُ الْقِرَاءَۃ: واعدنا فی قراءۃ وعدنا والمفاعلۃ قد تکون من الواحد کقولہ عاقبت اللص ۱۲ معالم۔

اَللُّغَات: کبیر السوم ۔ اصلہ من سام السلعۃ اذا طلبھا کانہ بمعنی یبغونکم السوء القبح والمعن اشدہ ۱۲ من الکشاف ۔ البلاء اصلہ الاختبار وھو تارۃ تکون بالمسار لیشکروھا و تارۃ بالمضار لیصبروا والمراد علی الاول النعمۃ و علی الثانی المحنۃ ۱۲ روح المعانی العفو الدرس والمحو ۱۲ روح المعانی۔

اَلنَّحْو: اتخذتم العجل ای الھا ۱۲ معالم۔

اَلْبَلَاغَۃ: قولہ یذبحون قدم الذبح لانہ اصعب الامور عند الناس وان کان ذلك الاستحیاء اعظم من القتل لذی الغیور ۱۲ روح المعانی و یذبحون بیان لقولہ یسومونکم و لذلك ترك العاطف ۱۲ کشاف قولہ بکم بسببکم ۱۲ جلالین۔ ثم لتفاوت ما بین فعلھم القبیح و لطفہ تعالٰی فی شانھم فلا یکون من بعد ذلك تکرار و ذلك موضوع موضع ذلکم و ایثارھا لکمال العنایۃ بتمییزہ کانہ یجعل ظلمھم مشاھد الھم و صیغۃ البعید مع قربہ لتعظیمہ ۱۲ روح المعانی لعل لانشاء توقع امر مترددبین الوقوع و عدمہ مع رجحان الاول و ذلك قد یعتبر تحققہ بالفعل اما من جھۃ المتکلم وھو الشائع واما من جھۃ المخاطب تنزیلا لہ منزلۃ المتکلم فی التلبس بالکلام وقد یعتبر تحققہ بالقوۃ بضرب من التجوز ایذانا بان ذلك الامر فی نفسہ مئنۃ للتوقع ۱۲ روح المعانی

الکتٰب والفرقان: یعنی الجامع بین کونہ کتابا منزلا و فرقانا یفرق بین الحق والباطل یعنی التوراۃ کقولك رأیت الغیث واللیث ترید الرجل الجامع بین الجود والجرءۃ ۱۲ کشاف۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰی بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ ؕ فَتَابَ عَلَیْكُمْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿۵۴﴾ وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰی نَرَی اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۶﴾ وَظَلَّلْنَا عَلَیْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَیْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی ؕ كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْیَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَیْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰیٰكُمْ ؕ وَسَنَزِیْدُ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۵۸﴾

اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب موسیٰ (علیہ السلام نے) فرمایا اپنی قوم سے کہ اے میری قوم بے شک تم نے اپنا بڑا نقصان کیا اپنے اس گئو سالہ (پرستی) کی تجویز سے سو تم اب اپنے خالق کی طرف متوجہ ہو۔ پھر بعض آدمی بعض آدمیوں کو قتل کرو۔ (یہ عملدرآمد) تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ تمہارے خالق کے نزدیک پھر حق تعالیٰ تمہارے حال پر (اپنی

عنایت سے) متوجہ ہوئے بیشک وہ تو ایسے ہی ہیں کہ توبہ قبول کر لیتے ہیں اور عنایت فرماتے ہیں اور جب تم لوگوں نے (یوں) کہا کہ اے موسیٰ ہم ہرگز نہ مانیں گے تمہارے کہنے سے یہاں تک کہ ہم (خود) دیکھ لیں اللہ تعالیٰ کو علانیہ طور پر سو (اس گستاخی پر) پڑ کڑک بجلی کی اور تم (اس کا آنا) آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ پھر ہم نے تم کو زندہ کر اٹھایا تمہارے مرجانے کے بعد اس توقع پر کہ تم احسان مانو گے اور سایہ افگن کیا ہم نے تم پر ابر کو (میدان تیہ میں) اور (خزانہ غیب سے) پہنچایا ہم نے تمہارے پاس ترنجبین اور بٹیریں کھاؤ نفیس چیزوں سے جو کہ ہم نے تم کو دی ہیں اور (اس سے) انہوں نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا لیکن اپنا ہی نقصان کرتے تھے اور جب ہم نے حکم دیا کہ تم لوگ اس کی آبادی کے اندر داخل ہو پھر کھاؤ اس (کی چیزوں میں) سے جس جگہ تم رغبت کرو بے تکلفی سے اور دروازہ میں داخل ہونا (عاجزی سے) جھکے جھکے اور (زبان سے) کہتے جانا کہ توبہ ہے (توبہ ہے) ہم معاف کر دیں گے تمہاری خطائیں اور ابھی ابھی مزید برآں اور دیں گے دل سے نیک کام کرنے والوں کو ۞

تفسیر: معاملۂ ششم: وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِىِٕكُمْ (الی قولہ تعالیٰ) اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اپنی قوم سے کہ اے میری قوم بیشک تم نے اپنا بڑا نقصان کیا اپنے اس گوسالہ (پرستی) کی تجویز سے سو تم اب اپنے خالق کی طرف متوجہ ہو پھر بعض آدمی (جنہوں نے گوسالہ پرستی نہیں کی) بعض آدمیوں کو (جنہوں نے گوسالہ پرستی کی) قتل کر دیں یہ (عمل درآمد) تمہارے لئے بہتر ہوگا تمہارے خالق کے نزدیک پھر (اس عمل درآمد کرنے سے) حق تعالیٰ تمہارے حال پر (اپنی عنایت سے) متوجہ ہوئے بیشک وہ تو ایسے ہی ہیں کہ توبہ قبول کر لیتے ہیں اور عنایت فرماتے ہیں۔ **ف**: یہ بیان ہے اس طریق کا جو انکی توبہ کے لئے تجویز ہوا یعنی مجرم لوگ قتل کئے جائیں جیسا ہماری شریعت میں بعض گناہوں کی سزا باوجود توبہ کے بھی قتل و جان ستانی مقرر ہے مثلاً قتل عمد کے عوض میں قتل اور ثبوت زنا بالشہادۃ پر رجم کہ توبہ سے ساقط نہیں ہوتا چنانچہ ان لوگوں نے اس پر عمل کیا اس سے آخرت میں مورد رحمت وعنایت ہو گئے۔

معاملۂ ہفتم: وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب تم لوگوں نے (یوں) کہا کہ اے موسیٰ ہم ہرگز نہ مانیں گے تمہارے کہنے سے (کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ کا ہے) یہاں تک کہ ہم (خود) دیکھ لیں اللہ تعالیٰ کو علانیہ طور پر سو (اس گستاخی پر) آ پڑی تم پر کڑک بجلی اور تم (اس کا آنا) آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔

ف: یہ قصہ اسطرح ہوا تھا کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور سے توریت لا کر پیش کی کہ یہ کتاب ہے اللہ تعالیٰ کی تو بعض گستاخوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ خود ہم سے کہہ دیں کہ یہ ہماری کتاب ہے تو بیشک ہم کو یقین آ جائے موسیٰ علیہ السلام نے باذن الٰہی فرمایا کہ چلو کوہ طور پر یہ بات بھی ہو جائے گی بنی اسرائیل نے ستر آدمی اس کام کے لئے منتخب کر کے موسیٰ علیہ السلام کیساتھ کوہ طور پر روانہ کئے وہاں پہنچنے پر اللہ تعالیٰ کا کلام ان لوگوں نے خود سنا تو اسوقت اور رنگ لائے کہ ہم کو تو کلام سننے سے قناعت نہیں ہوتی خدا جانے کون بول رہا ہوگا اگر خدا کو دیکھ لیں تو بیشک مان لیں چونکہ دنیا میں کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی قوت نہیں رکھتا اس لئے اس گستاخی پر ان پر بجلی آ پڑی اور سب ہلاک ہو گئے جیسا آیت آئندہ میں ہے۔

معاملۂ ہشتم: ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ پھر ہم نے (موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے) تم کو زندہ کر اٹھایا تمہارے مرجانے کے بعد اس توقع پر کہ تم احسان مانو گے۔ **ف**: لفظ موت سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اس بجلی سے مر گئے تھے۔ اور اس کا یہ قصہ ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ بنی اسرائیل یوں ہی بدگمان رہتے ہیں یوں سمجھیں گے کہ کہیں لے جا کر غصہ میں خود میں نے کسی تدبیر سے ان کا کام تمام کرا دیا ہوگا مجھ کو اس تہمت سے محفوظ رکھئے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ان لوگوں کو پھر زندہ کر دیا۔

معاملۂ نہم: وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ (الی قولہ تعالیٰ) وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ اور سایہ افگن کیا ہم نے تم پر ابر کو میدان تیہ میں اور (خزانہ غیب سے) پہنچایا ہم نے تمہارے پاس ترنجبین اور بٹیریں (اور تم کو اجازت دی کہ) کھاؤ نفیس چیزوں سے جو کہ ہم نے تم کو دی ہیں (مگر وہ لوگ اس میں بھی خلاف بات کر بیٹھے) اور (اس سے) انہوں نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا لیکن اپنا ہی نقصان کرتے تھے۔ **ف**: یہ دونوں قصے وادیٔ تیہ میں ہوئے ہیں۔ وادیٔ تیہ کی حقیقت یہ ہے کہ بنی اسرائیل کا اصلی وطن ملک شام ہے حضرت یوسف علیہ السلام کے وقت میں مصر آئے تھے اور یہاں ہی رہ پڑے اور ملک شام پر ایک قوم تھی عمالقہ ان کا تسلط ہو گیا جب فرعون غرق ہو چکا اور یہ لوگ مطمئن ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کا ان کو حکم ہوا کہ عمالقہ سے جہاد کرو اور اپنی اصلی جگہ کو ان کے قبضہ سے چھڑا لو۔ بنی اسرائیل مصر سے اس ارادہ سے چلے ان حدود میں پہنچ کر عمالقہ کے زور و قوت کو تحقیق کر کے ہمت ہار بیٹھے اور جہاد سے صاف انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ سزا دی کہ چالیس برس تک ایک میدان میں سرگرداں پریشان پھرتے رہے گھر بھی پہنچنا نصیب نہ ہوا۔ تیہ کے معنی ہیں سرگردانی اس میدان کو وادیٔ تیہ کہتے ہیں وہ کھلا میدان تھا۔ نہ عمارت نہ مکان بنی اسرائیل نے دھوپ کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے ایک سفید رقیق ابر کا سایہ کر دیا اور بھوک کا تقاضا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے درختوں پر ترنجبین' جو ایک شیریں چیز ہے' بکثرت پیدا کر دی۔ یہ لوگ اس کو جمع کر لیتے اور بٹیریں ان کے پاس جمع ہو جاتیں اور ان سے بھاگتی نہ تھیں یہ ان کو پکڑ لیتے اور دونوں لطیف چیزوں سے پیٹ بھر لیتے چونکہ ترنجبین کی کثرت معمول سے زائد تھی اور

بٹیروں کا دشت نہ کرنا یہ بھی معمول کے خلاف ہے لہٰذا اس حیثیت سے دونوں چیزیں خزانہ غیب سے قرار دی گئیں اور ان لوگوں کو یہ بھی حکم ہوا تھا کہ بقدر خرچ لے لیا کریں آئندہ کے لئے جمع کر کے نہ رکھیں مگر ان لوگوں نے حرص کے مارے اس میں بھی خلاف کیا تو رکھا ہوا گوشت سڑنا شروع ہوا اسی کو فرمایا ہے کہ اپنا ہی نقصان کرتے تھے۔

معاملۂ نہم: وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ (الی قولہ تعالٰی) وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب ہم نے حکم کیا کہ تم لوگ اس آبادی کے اندر داخل ہو پھر کھاؤ اس (کی چیزوں میں) سے جس جگہ تم رغبت کرو بے تکلفی[۳] سے اور (یہ بھی حکم دیا کہ جب اندر جانے لگو تو) دروازے میں داخل ہونا (عاجزی سے) جھکے[۴] جھکے اور (زبان سے یہ) کہتے جانا کہ توبہ ہے (توبہ ہے) ہم معاف کر دیں گے تمہاری (پچھلی) خطائیں (تم سب کی) اور ابھی ابھی مزید برآں اور دیں گے دل[۵] سے نیک کام کرنے والوں کو۔

ف: بقول شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ قصہ بھی زمانہ وادیٔ تیہ کا ہے کہ جب من وسلوٰی کھاتے کھاتے اُکتا گئے اور اپنے معمولی کھانوں کی درخواست کی جیسا اس آیت سے چوتھی آیت میں آئے گا تو ان کو حکم ہوا تھا ایک شہر میں جانے کا کہ وہاں اور معمولی چیزیں کھانے پینے کی ملیں گی سو یہ حکم اس شہر کے اندر جانے کے متعلق ہے اس میں قولی اور فعلی ادب داخل ہونے کا تعلیم کیا گیا ہے اور اندر جا کر کھانے پینے میں توسیع کی گئی۔ فائدہ متعلقہ تبدیل ترتیب اجزاء قصہ: اس قول پر بہت سے بہت یہ کہنا پڑے گا کہ آگے کا قصہ پیچھے اور پیچھے کا قصہ آگے بیان ہوا سو اس میں اشکال اس وقت ہوتا ہے جب کہ قرآن مجید میں خود قصوں کا بیان کرنا مقصود اصلی ہوتا اور جبکہ نظر نتائج پر ہے تو اگر ایک قصہ کے اجزاء میں ہر ایک جزو کا جدا نتیجہ ہو اور ان نتائج کے کسی اثر کا اعتبار کر کے جزو مقدم کو متاخر اور جزو متاخر کو متقدم کر دیا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ و اشکال نہیں اور دوسرے مفسرین نے اس حکم کو اس شہر کے متعلق سمجھا ہے جس پر جہاد کرنے کا حکم ہوا تھا اور بعد مدت تیہ کے پھر اس پر جہاد ہوا اور وہ فتح ہوا اس وقت یوشع علیہ السلام نبی تھے یہ حکم ان کی معرفت اس شہر کے بارہ میں ہوا تھا اور قول اول پر پچھلی خطاؤں میں وہ درخواست بھی داخل کر لینا مناسب ہے جو کہ من وسلوٰی چھوڑ کر معمولی کھانوں کے متعلق کی گئی تھی مطلب یہ ہوگا کہ یہ درخواست تھی تو گستاخی لیکن خیر اگر اس ادب اور حکم کو بجالا نے تو اس کو معاف کر دیں گے اور ہر قول پر یہ معافی تو سب کہنے والوں کے لئے عام ہوگی اور جو اخلاص سے اعمال صالحہ کریں گے ان کا انعام اس کے علاوہ ہے۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالٰی: اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ اس میں دلیل ہے کہ حق تعالٰی کی جناب میں حلول محال ہے ورنہ بنی اسرائیل جو کہ عجل میں حق تعالٰی کے حلول کے معتقد تھے معذور ہوتے کیونکہ یہ ان کی غلطی موقع غلطی میں ہوتی۔ قولہ تعالٰی: وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ (الی قولہ تعالٰی) كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ اس میں دلیل ہے کہ باوجود معاصی کے نعمتوں کا جاری رہنا یہ استدراج اور خطر ہے اور بہت سے جاہل صوفی اس بارہ میں دھوکہ میں ہیں کہ وہ کثرت مال و جاہ کو مقبولیت کی علامت سمجھتے ہیں۔

ملحقات الترجمۃ: ١ قولہ آپڑی ماخذه ما فی روح المعانی استولت علیکم واحاطت بکم ۱۲۔ ٢ قولہ خزانہ غیب سے الخ لان اصل الانزال نقل الشئ من الاعلٰی الی الاسفل کما فی البیضاوی وتوجیهه ههنا ان المن فی حدوثه بکثرته والسلوی فی عدم توحشه الر ان خارقان للعادة والخوارق تنسب الی عالم الغیب الذی هو اعلٰی حسا و معنی کما اشیر الیه فی ف ۱۲۔ ٣ قولہ بے تکلفی سے لما فی ابی السعود ونصبه علی المصدرية او الحالية من ضمير المخاطبين ۱۲۔ ٤ قولہ جھکے جھکے هو احد القولين كما فی ابی السعود متطامنين مخبتين ۱۲۔ ٥ قولہ دل سے نیک کام کرنے والوں کو ماخذه ما فی الصحيح الاحسان ان تعبدالله كانك تراه الخ ۱۲۔

الروایات: روی ابن جریر عن ابن عباس انه قال فاختبآ الذین عکفوا علی العجل فجلسوا وقام الذین لم یعکفوا علی العجل واخذوا الخناجر بایدیهم واصابتهم ظلمة شدیدة فجعل یقتل بعضهم بعضا فانجلت الظلمة عنهم وقد اجلوا عن سبعین الف قتیل کل من قتل کانت له توبة وکل من بقی کانت له توبة اه۔

الکلام: استدل المعتزلة بوقوع الصاعقة علیهم علی استحالة رؤیة الله تعالٰی والا لما عوقبوا والجواب انهم عوقبوا علی سوء ادبهم او لکون الرؤیة لایتحملها القوی الدنیویة ولم یلزم منه الاستحالة لافی الدنیا ولا فی الآخرة کما اشرت الیه فی ف بقوله چونکه ۱۲۔

اختلاف القراءۃ: قولہ نغفرلکم وفی قراءة بالیاء وبالتاء مبنیاً للمفعول فیهما فالخطا یانائب الفاعل ۱۲۔

اللغات: حطة فعلة من الحط کالجلسة وهی خبر مبتدأ محذوف ای مسئلتنا حطة والاصل النصب وانما رفعت لتعطی معنی الثبات ۱۲۔

البلاغۃ: قولہ فتوبوا الخ فان قلت ما الفرق بين الفاء ات قلت الاولٰی للتسبیب لا غیر لان الظلم سبب التوبة والثانية للتعقيب لان المعنٰی فاعزموا علی التوبة فاقتلوا ویجوز ان یکون القتل تمام توبتهم فیکون المعنٰی فتوبوا فاتبعوا التوبة القتل تتمة لتوبتكم والثالثة متعلق

بمحذوف ای ففعلتم فتاب علیکم وفی ذکر الباری دون الخالق تقریع بما کان منهم من ترک عبادۃ الحکیم الذی برأهم ابریاء من التفاوت الی عبادۃ البقر التی هی مثل فی البلادۃ ۱۲کشاف۔

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۵۹﴾ ع

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۭ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۭ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۭ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۶۰﴾ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّاۗىِٕهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ۭ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ ۭ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ۭ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۤ وَبَاۗءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۶۱﴾ ع

سو بدل ڈالا ان ظالموں نے ایک اور کلمہ جو خلاف تھا اس کلمہ کے جس (کے کہنے) کی ان سے فرمائش کی گئی تھی۔ اس پر ہم نے نازل کی ان ظالموں پر ایک آفت سماوی اس وجہ سے کہ وہ عدول حکمی کرتے تھے۔ اور وہ (زمانہ یاد کرو) جب (حضرت) موسیٰ نے پانی کی دعا مانگی اپنی قوم کے واسطے اس پر ہم نے (موسیٰ کو) حکم دیا کہ اپنے عصا کو فلاں پتھر پر مارو پس فوراً اس سے پھوٹ نکلے بارہ چشمے (اور بارہ ہی خاندان تھے بنی اسرائیل کے۔ چنانچہ) معلوم کرلیا ہر ہر شخص نے اپنے پانی پینے کا موقع۔ کھاؤ اور (پینے کو) پیو اللہ تعالیٰ کے رزق سے اور حد اعتدال سے مت نکلو فساد وفتنہ کرتے ہوئے سرزمین میں۔ اور جب تم لوگوں نے یوں کہا کہ اے موسیٰ (روز کے روز) ہم ایک ہی قسم کے کھانے پر کبھی نہ رہیں گے آپ ہمارے واسطے اپنے پروردگار سے دعا کریں کہ وہ ہمارے لئے ایسی چیزیں پیدا کرے جو زمین میں اُگا کرتی ہیں ساگ (ہوا) ککڑی (ہوئی) گیہوں (ہوا) مسور (ہوئی) پیاز (ہوئی) آپ نے فرمایا کیا تم عوض میں لینا چاہتے ہو ادنیٰ درجہ کی چیزوں کو ایسی چیز کے مقابلہ میں جو اعلیٰ درجے کی ہے۔ کسی شہر میں جا کر اترو (وہاں) البتہ تم کو وہ چیزیں ملیں گی جن کی تم درخواست کرتے ہو۔ اور جم گئی ان پر ذلت اور پستی (کہ دوسروں کی نگاہ میں قدر اور خود ان میں اولوالعزمی نہ رہی) اور مستحق ہو گئے غضب الٰہی کے اول یہ اس وجہ سے ہوا کہ وہ لوگ منکر ہو جاتے تھے احکام الٰہیہ کے اور قتل کر دیا کرتے تھے پیغمبروں کو ناحق (نیز) یہ اس وجہ سے (ہوا) کہ ان لوگوں نے اطاعت نہ کی اور دائرہ (اطاعت) سے نکل نکل جاتے تھے ۞

تفسیر: **معاملۂ یازدہم**: فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا (الی قولہ تعالیٰ) بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ سو بدل ڈالا ان ظالموں نے ایک اور کلمہ جو خلاف تھا اس کلمہ کے جس (کے کہنے) کی ان سے فرمائش کی گئی تھی اس پر ہم نے نازل کی ان ظالموں پر ایک آفت سماوی اس وجہ سے کہ وہ عدول حکمی کرتے تھے۔

ف: یہ تتمہ ہے آیت سابقہ کا اور وہ کلمہ خلاف یہ تھا کہ حطۃ بمعنی توبہ کی جگہ براہ تمسخر حبۃ فی شعیرۃ یعنی غلہ درمیان جو کے کہنا شروع کیا اور وہ آفت سماوی طاعون تھا جو برائے احادیث بے حکموں کے لئے عذاب اور حکم برداروں کے لئے رحمت ہے اس شرارت پر ان میں طاعون پھوٹ پڑا اور بہت آدمی فنا ہو گئے۔

معاملۂ دوازدہم: وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ (الی قولہ تعالیٰ) وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے پانی کی دعا مانگی اپنی قوم کے واسطے اس پر ہم نے (موسیٰ علیہ السلام کو) حکم دیا کہ اپنے اس عصا کو فلاں پتھر پر مارو (اس سے پانی نکل آنے گا) بس (مارنے کی دیر تھی) فوراً اس سے پھوٹ نکلے بارہ چشمے (اور بارہ ہی خاندان تھے بنی اسرائیل کے چنانچہ) معلوم کرلیا ہر ہر شخص نے اپنے پانی پینے کا موقع (اور ہم نے یہی نصیحت کی کہ کھانے کو) کھاؤ اور (پینے کو) پیو اللہ تعالیٰ کے رزق سے اور حد (اعتدال) سے مت نکلو فساد (وفتنہ) کرتے ہوئے سرزمین میں۔ **ف**: یہ قصہ بھی وادیٔ تیہ ہوا وہاں پیاس لگی تو پانی مانگا موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تو ایک خاص پتھر سے صرف عصا کے مارنے سے بارہ چشمے بقدرتِ خداوندی نکل پڑے اور ان کے بارہ خاندان اس طرح تھے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ فرزند تھے ایک ایک کی اولاد ایک ایک خاندان تھا اور ان کو انتظامی معاملات میں علیحدہ علیحدہ ہی رکھا جاتا تھا اور سب کے افسر بھی جدا جدا تھے اس لئے چشمے بھی بارہ نکلے اور کھانے سے مراد من وسلویٰ کا کھانا ہے اور پینے سے یہی پانی پینا ہے اور فساد وفتنہ فرمایا نافرمانی اور ترکِ احکام کو۔

فوائد ۞ قاضی بیضاوی فرماتے ہیں کہ ایسے خوارق کا انکار کرنا بڑی غلطی ہے جب بعضے پتھروں میں خلاف قیاس وبعید از عقل اللہ تعالیٰ نے یہ تاثیر رکھی ہے کہ لوہے کو

جذب کرتا ہے تو اگر اس پتھر میں یہ تاثیر پیدا کردی ہو کہ اجزائے زمین سے پانی کو جذب کرلے اور اس سے پانی نکلنے لگے تو کیا محال ہے ہمارے زمانے کے عقلاء کو اس تقریر سے منتفع ہونا چاہئے اور یہ نظیر بھی محض سطحی نظر والوں کے لئے ہے ورنہ خود اگر اس پتھر کے اجزاء ہی میں پانی پیدا ہوجائے تو بھی کون سا محال لازم آتا ہے جو حضرات ایسے امور کو محال کہتے ہیں خدا کی قسم ہے وہ اب تک محال کی حقیقت ہی نہیں سمجھتے۔

معاملۂ سیز دہم: وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ (الى قوله تعالى) ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب تم لوگوں نے (یوں) کہا کہ اے موسیٰ (روز کے روز) ہم ایک ہی قسم کے کھانے پر کبھی نہ رہیں گے (یعنی من وسلویٰ پر) آپ ہمارے واسطے اپنے پروردگار سے دعا کریں کہ وہ ہمارے لئے ایسی چیزیں پیدا کریں جو زمین میں اگا کرتی ہیں (ساگ ہوا) ککڑی (ہوئی) گیہوں (ہوا) مسور (ہوئی) پیاز (ہوا) آپ نے فرمایا کیا تم عوض میں لینا چاہتے ہو ادنیٰ درجہ کی چیزوں کو ایسی چیز کے مقابلہ میں جو اعلیٰ درجہ کی ہے (اچھا اگر نہیں مانتے تو) کسی شہر میں (جاکر) اترو (وہاں) البتہ تم کو وہ چیزیں ملیں گی جن کی تم درخواست کرتے ہو اور ایسی ایسی گستاخیوں سے ایک زمانہ میں جاکر نقش کی طرح جم گئی ان پر ذلت (کہ دوسروں کی نگاہ میں قدر نہ رہی) اور پستی کہ (خود ان کی طبائع میں اولوالعزمی نہ رہی) اور مستحق ہوگئے غضب الٰہی کے (اور) یہ (ذلت وغضب) اس وجہ سے (ہوا) کہ وہ لوگ منکر ہوجاتے تھے احکام الٰہیہ کے اور قتل کردیا کرتے تھے پیغمبروں کو (کہ وہ قتل خود ان کے نزدیک بھی ناحق) ہوتا تھا اور (نیز) یہ (ذلت وغضب) اس وجہ سے (ہوا) کہ ان لوگوں نے اطاعت نہ کی اور دائرہ (اطاعت) سے نکل نکل جاتے تھے۔ **ف:** یہ قصہ بھی وادیٔ تیہ کا ہے من وسلویٰ سے اکتا کر ان ترکاریوں اور غلوں کی درخواست کی اس میدان کے داخل حدود[۵] میں کوئی شہر آباد تھا وہاں جاکر رہنے کا حکم ہوا کہ جو بوتو کماؤ کھاؤ اور منجملہ ذلت ومسکنت کے یہ بھی ہے کہ یہودیوں سے سلطنت قرب قیامت تک کے لئے چھین لی گئی البتہ بالکل قیامت کے قریب مختصر لٹیروں کا سا بے ضابطہ تھوڑا ز ور وشور دجال یہودی کا کل چالیس دن کے ہوجائے گا اس کو کوئی عاقل سلطنت نہیں کہہ سکتا اور ان سے یہ امر موسیٰ علیہ السلام کی معرفت جتلا دیا گیا تھا کہ اگر بے حکمی کرو گے تو ہمیشہ دوسری قوموں کے محکوم رہو گے جیسا سورۂ اعراف میں مذکور ہے۔ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ۔ اور بہت سے پیغمبر مختلف اوقات میں یہودیوں کے ہاتھ سے قتل ہوئے جس کو وہ لوگ بھی دل میں سمجھتے تھے کہ ہمارا یہ فعل ناحق ہے لیکن عناد اور ضد نے اندھا بنا رکھا تھا اور انتزاع سلطنت یہود کے متعلق ایک شبہ کا جواب سورۂ آل عمران کی آیت: اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ[آل عمران : ۵۵] کے تحت میں مذکور ہے وہاں ملاحظہ کرلیا جائے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ (الى قوله تعالى) وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ۔ عارف کو اس قصہ سے یہ حصہ لینا چاہئے کہ ان لوگوں کے حال سے عبرت پکڑے جو قضا پر راضی نہیں ہوئے اور جنہوں نے نعمت پر شکر اور بلا پر صبر نہیں کیا دیکھئے کس طرح ان پر ذلت طغیان لگادی گئی اور ان کے قلوب میں حب دنیا جمادی گئی اور ان کو درجۂ علیا سے گرادیا۔ قولہ تعالیٰ: قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِىْ هُوَ اَدْنٰى (الى قوله تعالى) وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ۔ اس میں دلیل ہے اس پر کہ حق تعالیٰ کے ساتھ جو بندہ کا معاملہ ہے اس کو بدلنا مثلاً متوکل کا کسب کی تلاش کرنا اور صاحب کسب کا بلاضرورت ترک کسب کرنا حق تعالیٰ کی ناخوشی کا سبب ہوتا ہے جیسا ان لوگوں کو بلاکسب رزق ملتا تھا مگر انہوں نے اسباب کو طلب کیا۔ قولہ تعالیٰ: ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ۔ ذٰلِكَ کا مشار الیہ کفر اور قتل ہے جو اپنے ماتقدم کا سبب ہیں اور معنی یہ ہوئے کہ جو امر ان کو کفر بالآیات وقتل انبیاء پر باعث ہوا وہ ان کا عصیان اور تجاوز حدود تھا اور ایک گناہ دوسرے گناہ کا سبب ہو جایا کرتا ہے حتیٰ کہ کفر تک کا بس کسی گناہ کو خفیف نہ سمجھے۔

ملحقات الترجمۃ: [۱] قوله ان ظالموں نے وقوله ان ظالموں پر وجهه حمل الموصول على العهد۱۲۔ [۲] قوله في ترجمة الفاء اس پر وجهه ان هذه الكلمة في لساننا تفيد التعقيب كالفاء۱۲۔ [۳] قوله اس عصا کو فلاں پتھر پر افاده العهد من الاضافة واللام۱۲۔ [۴] قوله فوراً لان الفاء للتعقيب بلامهلة ۱۲۔ [۵] قوله داخل حدود میں لما في الكشاف وبلاد التيه ما بين بيت المقدس الى قنسرين وهي اثناء عشر فرسخا في ثمانية فراسخ۱۲۔

الروایات: روى الترمذى عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم دخلوا متزحفين على اوراكهم وقالوا حبة في شعيرة وفي المشهور من رواية البخارى حبة في شعرة۱۲۔

اللغات: الرجز في الاصل ما يعاف عنه وكذلك الرجس ۱۲ بيضاوى وهو العذاب والمراد به الطاعون۱۲ روح المعانى العثى الاعتداء وقد يؤخذ فيه ما ليس بفساد۱۲ خسرو حاشيه بيضاوى وبه فسر في البيضاوى وروح المعانى وقال ان الحال على هذا غير مؤكدة قلت بل احتراز عما ليس بفساد كمقابلة الظالم المعتدى بفعله ۱۲۔ ضربت لزوم الدرهم المضروبة بسكته ۱۲ جلالين باء وارجعوا به اوصاروا احقاء لغضبه من باء فلان اذا كان حقيقا بان تقيل به واصل البوء المساواة۱۲ بيضاوى

البلاغۃ: وفي تكرير الذين ظلموا زيادة في تقبيح امرهم وايذان بان انزال الرجز عليهم بظلمهم۱۲ كشاف وفيه تهويل لظلمهم من

حيث وضع الظاهر موضع المضمر ۱۲ انتصاف حاشية الكشاف فانفجرت الفاء متعلقة بمحذوف اي فضرب فانفجرت او فان ضربت فقد انفجرت وهي على هذا فاء فصيحة لاتقع الا في كلام بليغ ۱۲ كشاف۔ قوله ضربت عليهم ههنا استعارة تبعية تصريحية في ضربت تشبيها للزوم الذلة بضرب السكة على الدرهم۔ وقيل استعارة مكنية تشبيه الذلة بالسكة في اللزوم واثبات الضرب تخنيل ۱۲ كما لين۔ قوله اهبطوا الهبوط يستعمل في الانتقال من شريف الى ما دونه كما في الروح تحت قوله تعالى اخرج منها مذء وما ۱۲۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۶۲﴾ وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿۶۳﴾ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ فَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَكُنْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿۶۴﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ ﴿۶۵﴾ فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِلْمُتَّقِينَ ﴿۶۶﴾ وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً قَالُوا أَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا قَالَ أَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ ﴿۶۷﴾

یہ تحقیقی بات ہے کہ مسلمان اور یہودی اور نصاریٰ اور فرقہ صابئین (ان سب میں) جو شخص یقین رکھتا ہو اللہ تعالیٰ (کی ذات اور صفات) پر اور روز قیامت پر اور کارگزاری اچھی کرے ایسوں کے لئے ان کا حق الخدمت بھی ہے ان کے پروردگار کے پاس اور (وہاں جا کر) کسی طرح کا اندیشہ بھی نہیں ان پر اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔ اور جب ہم نے تم سے قول و قرار لیا کہ تورات پر عمل کریں گے اور ہم نے طور پہاڑ کو اٹھا کر تمہارے اوپر (محاذات میں) معلق کر دیا کہ جلدی قبول کرو جو کہ ہم نے کتاب تم کو دی ہے مضبوطی کے ساتھ اور یاد رکھو جو احکام الٰہی اس میں ہیں جس سے توقع ہے کہ تم متقی بن جاؤ پھر تم اس قول و قرار کے بعد بھی اس سے پھر گئے۔ سو اگر تم لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحم نہ ہوتا تو ضرور تم (فوراً) تباہ اور ہلاک ہو جاتے۔ اور تم جانتے ہی ہو ان لوگوں کا حال جنہوں نے تم میں سے (شرع سے) تجاوز کیا تھا دو بارہ (اس حکم کے جو) یوم ہفتہ کے متعلق تھا سو ہم نے ان کو کہہ دیا کہ تم بندر ذلیل بن جاؤ پھر ہم نے اس کو ایک (واقعہ) عبرت (انگیز) بنا دیا ان لوگوں کے لئے بھی جو اس قوم کے معاصر تھے اور ان لوگوں کیلئے بھی جو مابعد زمانے میں آتے رہے اور موجب نصیحت (بنایا خدا سے) ڈرنے والوں کے لئے۔ اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے فرمایا کہ حق تعالیٰ تم کو حکم دیتے ہیں کہ تم ایک بیل ذبح کرو وہ لوگ کہنے لگے آیا آپ ہم کو مسخرا بناتے ہیں۔ موسیٰ نے فرمایا نعوذ باللہ جو میں ایسی جہالت والوں کا سا کام کروں۔

تفسیر: ربط: اس مقام میں یہود کی شرارتوں کا حال معلوم کر کے سامعین کو یا خود کسی یہودی کو خیال گزر سکتا ہے کہ اب تو شاید اگر معذرت کر کے ایمان بھی لانا چاہیں تو حق تعالیٰ کے نزدیک غالباً قبول نہ ہو اس خیال کے دفع کے لئے آیت آئندہ میں اس کے متعلق ایک قانون کلی ارشاد فرماتے ہیں۔

قانون: إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ (الی قولہ تعالیٰ) وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ یہ تحقیقی بات ہے کہ مسلمان اور یہودی اور نصاریٰ اور فرقہ صابئین (ان سب میں) جو شخص یقین رکھتا ہو اللہ تعالیٰ (کی ذات و صفات) پر اور روزِ قیامت پر اور کارگزاری اچھی کرے (موافق قانون شریعت کے) ایسوں کے لئے ان کا حق الخدمت بھی ہے ان کے پروردگار کے پاس (پہنچ کر) اور (وہاں جا کر) کسی طرح کا اندیشہ بھی نہیں ان پر اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔ **ف:** حاصل قانون کا ظاہر ہے کہ ہمارے دربار میں کسی کی تخصیص نہیں جو شخص پوری اطاعت' اعتقاد اور اعمال میں اختیار کرے گا خواہ وہ پہلے سے کیسا ہی ہو ہمارے یہاں مقبول اور اس کی خدمت مشکور ہے اور ظاہر ہے کہ بعد نزول قرآن کے پوری اطاعت محمدی یعنی مسلمان ہونے میں منحصر ہے مطلب یہ ہوا کہ جو مسلمان ہو جائے گا مستحق اجر و نجات اخروی ہوگا اس میں اس خیال کا جواب ہو گیا یعنی ان شرارتوں کے بعد بھی مسلمان ہو جائیں ہم سب معاف کر دیں گے اور صابئین ایک فرقہ تھا جس کے معتقدات و طرزِ عمل کے باب میں اس وجہ سے کہ کسی کو پورا پتہ نہیں لگا مختلف اقوال ہیں واللہ اعلم اور اس قانون میں مسلمانوں کے ذکر کی ظاہر میں ضرورت نہیں کیونکہ وہ تو مسلمان ہیں ہی لیکن اس سے کلام میں ایک خاص بلاغت اور مضمون میں ایک خاص وقعت پیدا ہو گئی اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ کوئی حاکم یا بادشاہ کسی ایسے ہی موقع پر یوں کہے کہ ہمارا قانون عام ہے خواہ کوئی موافق ہو یا مخالف جو شخص اطاعت کرے گا وہ موردِ عنایت ہوگا اب ظاہر ہے کہ موافق تو اطاعت کر ہی رہا ہے سنانا ہے اصل میں مخالف کو لیکن اس میں نکتہ یہ ہوتا ہے کہ ہم کو جو موافقین پر عنایت ہے سو اس کی علت ان سے کوئی ذاتی خصوصیت نہیں بلکہ ان کی صفت موافقت مدار ہے ہماری عنایت کا سو مخالف بھی اگر اختیار کر لے وہ بھی اس موافق کے برابر ہو جائے گا اس لئے مخالف کے ساتھ موافق کو بھی ذکر کر دیا گیا۔ اور ہمارے ترجمہ میں اس قید سے کہ (وہاں جا کر) یہ شبہ بھی رفع ہو گیا کہ مقبول بندے تو اکثر

خائف اورحزیں رہا کرتے ہیں وجہ رفع کی ظاہر ہے کہ یہ خوف وحزن نہ ہونا قیامت کے دن بوجہ بشارت ملائکہ کے ہوگا جیسا سورۂ انبیاء میں ارشاد ہے: لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ۔ [الأنبياء: ۱۰۳] سو اگر قبل بشارت کسی وقت کچھ خوف وغیرہ قیامت میں بھی ہو جائے تو اشکال لازم نہیں آتا اور اس آیت کے ربط اور مضمون کی ایک اور تقریر بھی ہو سکتی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں معمول ہے کہ کفار کے ذکر کے ساتھ تتمیم مضمون اور تسلی مؤمنین کے لئے اہل ایمان کا بھی ذکر کیا جاتا ہے اس لئے بعد ذکر کفار مذکورین کے اہل ایمان کا بیان ہوتا ہے کہ ان مختلف فرقوں میں اپنی اپنی شریعت کے زمانے میں جو شخص دین حق پر علماً وعملاً قائم تھا وہ ماجور اور ناجی ہوگا باقی اب شریعت محمدیہ سے اور سب منسوخ ہوگئے۔ اب بعد بیان قانون یا تتمیم مضمون پھر بنی اسرائیل کے معاملات کا بقیہ مذکور ہوتا ہے۔

معاملۂ چہاردہم: وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ (الی قولہ تعالی) لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔ اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب ہم نے تم سے قول وقرار لیا (کہ تورات پر عمل کریں گے) اور (اس قول وقرار لینے کے لئے) ہم نے طور پہاڑ کو اٹھا کر تمہارے اوپر (محاذات میں) معلق کر دیا (اور اس وقت کہا) کہ (جلدی) قبول کرو جو کتاب ہم نے تم کو دی ہے (یعنی توراۃ) مضبوطی کے ساتھ اور یاد رکھو جو احکام اس (کتاب) میں ہیں جس سے توقع ہے کہ تم متقی بن جاؤ۔ **ف**: جب موسیٰ علیہ السلام کو طور پر کتاب توریت عطا ہوئی اور آپ نے واپس تشریف لا کر قوم کو دکھلائی سنائی تو اس میں ذرا احکام شدید تھے اور ان لوگوں کی حالت کے مناسب بھی تھے ایسے ہی احکام تو اول تو یہی کہا تھا کہ ہم سے خود اللہ تعالیٰ کہہ دیں کہ یہ میری کتاب ہے جب مانیں گے جس کا قصہ اوپر قریب ہی گذرا ہے کہ اس کام کے لئے ستر آدمی منتخب کئے گئے غرض ان ستر آدمیوں نے جب شہادت دی گو اس شہادت میں اتنی آمیزش بھی کر دی کہ اللہ تعالیٰ نے اخیر میں یہ بھی فرما دیا تھا کہ تم سے جس قدر عمل ہو سکے کرنا جو نہ ہو سکے معاف ہے تو کچھ تو جبلی شرارت کچھ احکام کی مشقت کچھ اس آمیزش سے ایک حیلہ ملا غرض صاف کہہ دیا کہ ہم سے تو اس کتاب پر عمل نہیں ہوتا حق تعالیٰ نے فرشتہ کو حکم دیا کہ طور پہاڑ کا ایک بڑا ٹکڑا اٹھا کر ان کے سروں پر معلق کر دو کہ یا تو مانو ورنہ ابھی گرا آخر چار ونا چار ماننا پڑا۔

دفع اشکال اکراہ فی الدین وحکمت مشروعیت جہاد: اور یہاں کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ دین میں تو اکراہ نہیں یہاں اکراہ کیسے کیا گیا جواب نہایت واضح ہے کہ دین میں اکراہ نہ ہونے کے معنی تو یہ ہیں کہ ابتداء قبول دین میں اکراہ نہیں یعنی عام کافروں پر یہ اکراہ نہ کریں گے کہ تو مسلمان ہو ورنہ تجھ کو مار ڈالیں گے اس لئے جہاد میں ایک جزو جزیہ بھی ہے کہ اس کے قبول کرنے سے بھی جہاد رک جاتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ مقصود بالجہاد قبول اسلام نہیں بلکہ ایک امر مشترک بین الاسلام والجزیہ ہے اور وہ اطاعت قانون عدل شرعی ہے جو مؤمنین اور کفار سب کے حق میں عام ہے اور اس مقام میں یہ لوگ پہلے بطوع ورغبت ایمان لا چکے تھے ایسے شخص کو بقاعلی الایمان اور بجا آوریٔ احکام پر ضرور مجبور کیا جائے گا جس کی نفی پر کوئی دلیل نقلی یا عقلی قائم نہیں۔

معاملۂ پانزدہم: ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ (الی قولہ تعالی) لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِينَ پھر تم اس قول وقرار کے بعد بھی (اس سے) پھر گئے سو اگر تم لوگوں پر خدا تعالیٰ کا فضل اور رحم نہ ہوتا تو (اس عہد شکنی کا مقتضا تو یہ تھا کہ) ضرور تم (فوراً) تباہ (اور ہلاک) ہو جاتے۔ **ف**: مگر ہماری عنایت ورحمت عامہ ہے کہ حیات مستعار کے ختم ہونے تک مہلت دے رکھی ہے لیکن کب تک آخر بعد مرگ وبال اعمال میں مبتلا ہو گے اور یہ رحمت الٰہیہ عامہ دنیا میں مؤمن کافر سب پر ہے جس کا اثر عافیت وراحت دنیوی ہے اور آخرت میں رحمت خاصہ کا ظہور ہوگا جس کا اثر نجات وقرب ہے (اور ظاہراً مخاطب اس آیت کے اخیر جزو کے وہ یہودی ہیں جو حضور ﷺ کے زمانے میں موجود تھے چونکہ حضور پر ایمان نہ لانا بھی منجملہ عہد شکنی ہے اس لئے ان کو بھی عہد شکنوں میں داخل کر کے امتناناً فرمایا گیا کہ اس پر بھی ہم نے تم پر دنیا میں کوئی ایسا عذاب نازل نہیں کیا جیسا پہلے بے ایمانوں پر ہوتا رہا ہے یہ محض خدا کی رحمت ہے اور چونکہ اب ایسے عذابوں کا نہ آنا بروئے احادیث برکت ہے رسول اللہ ﷺ کی اس لئے بعض مفسرین نے فضل ورحمت کی تفسیر بعثت محمدیہ سے کر دی ہے اور اس مضمون کی تائید کے لئے اگلے بے ایمانوں کا ایک واقعہ بطور نظیر کے آیت آئندہ میں پیش کیا جاتا ہے کہ اس کو مستبعد نہ سمجھیں ایسا ہو چکا ہے اور تم کو بھی خبر ہے۔

معاملۂ شانزدہم: وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ (الی قولہ تعالی) وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ اور تم جانتے ہی ہو ان لوگوں کا حال جنہوں نے تم میں سے (شرع سے) تجاوز کیا تھا در بارہ (اس حکم کے جو) یوم ہفتہ کے (متعلق تھا کہ اس روز مچھلی کا شکار نہ کریں) سو ہم نے ان کو (اپنے حکم قہری تکوینی سے مسخ کرنے کے لئے) کہہ دیا کہ تم بندر ذلیل بن جاؤ (چنانچہ وہ بندروں کے قالب میں مسخ ہو گئے) پھر ہم نے اس کو ایک (واقعہ) عبرت (انگیز) بنا دیا ان لوگوں کے لئے بھی جو اس قوم کے معاصر تھے اور ان لوگوں کے لئے بھی جو مابعد زمانہ میں آتے رہے اور (نیز اس واقعہ کو) موجب نصیحت (بنایا خدا سے) ڈرنے والوں کے لئے۔ **ف**: یہ قصہ بھی بنی اسرائیل کا حضرت داؤد علیہ السلام کے وقت میں ہوا بنی اسرائیل کے لئے ہفتہ کا دن معظم اور عبادت کے لئے مقرر تھا اور مچھلی کا شکار بھی اس روز ممنوع تھا۔ یہ لوگ سمندر کے کنارے آباد تھے اور تھے مچھلی کے شوقین۔ ہزار جال ڈال کر شکار کرتا تھا سو کیا اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ عذاب شکل کے مسخ کرنے کا نازل ہوا اور تین دن پیچھے وہ سب مر گئے۔

فرق درمیان نکال وموعظۃ: اور دیکھنے سننے والے اس واقعہ کے دو قسم کے لوگ تھے۔ نافرمان تو ان کو یہ واقعہ نافرمانی سے توبہ کرانے والا تھا اس کو نکال فرمایا اور دوسرے فرمانبردار ان کو یہ واقعہ فرمانبرداری پر قائم رکھنے والا تھا اس کو موعظت فرمایا واللہ اعلم اور اس مسخ کو اگر کوئی محال سمجھے دلیل استحالہ کی پیش کرے اور جب فلاسفۂ جدیدہ بندر کا

ترقی کر کے آدمی بن جانا ممکن کہتے ہیں تو آدمی کا تنزل کر کے بندر بن جانا کیوں محال ہوگا اور آنی اور زمانی ہونے کا فرق قابل التفات نہیں۔

معاملہ ہفد ہم: وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ (الی قولہ تعالٰی) قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب (حضرت) موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ حق تعالیٰ تم کو حکم دیتے ہیں کہ (اگر اس لاش کے قاتل کا پتہ لگانا چاہتے ہو تو) تم ایک بیل ذبح کرو وہ لوگ کہنے لگے کہ آیا آپ ہم کو مسخرہ بناتے ہیں (کہاں قاتل کی تحقیق کہاں جانور کا ذبح کرنا) موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا نعوذ باللہ جو میں ایسی جہالت والوں کا سا کام کروں (کہ احکام خداوندی میں تمسخر کرنے لگوں)۔

ف: یہ قصہ اس طرح ہوا کہ بنی اسرائیل میں ایک خون ہوگیا تھا جسکی وجہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں یہ لکھی ہے کہ کسی شخص نے اس مقتول سے اس کی لڑکی کے ساتھ درخواست شادی کی کی تھی اس نے انکار کیا اس نے اس کو قتل کر ڈالا لیکن اس وقت قاتل کا پتہ نہ لگتا تھا معالم میں کلبی کا قول ہے کہ اس وقت تک اس کے متعلق توریت میں کوئی قانون شرعی بھی نازل نہ ہوا تھا اس سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ قصہ نزول توراۃ کے قبل کا تھا غرض بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم چاہتے ہیں کہ قاتل کا پتہ لگے آپ نے بحکم خداوندی ایک بیل کے ذبح کرنے کا حکم فرمایا جس سے قاتل کے سراغ لگنے کا طریقہ آخر قصہ میں معلوم ہوگا اس پر انہوں نے اپنی جبلت کے موافق حجتیں نکالنا شروع کیں چنانچہ آیات آئندہ میں اس کی تفصیل آتی ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ (الی قولہ تعالی) وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ۔ اس قصہ سے عارف کو یہ سمجھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے عبادات کو خاص اوضاع پر خاص اوقات میں معین فرمایا ہے تاکہ ان کی ظلمات طبعیہ دور ہوں سو جو شخص ان اوضاع کی رعایت نہیں کرتا اس کا نور استعداد زائل ہو جاتا ہے اور وہ اصحاب سبت کی طرح مسخ ہو جاتا ہے اور جس جانور کے اوصاف اس میں راسخ ہوں اسی کی طبیعت اس میں پیدا ہو جاتی ہے (گو اس امت میں مسخ صورت نہ ہو) سو انسان کو اور دو یہ شرعیہ سے اپنی انسانیت کے محفوظ رکھنے کی کوشش کرنا چاہئے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قوله في ف عام كافروں پر احتراز عن كفار العرب على مذهب ابى حنيفةؒ حيث لا يقبل منهم الا الاسلام لدليل شرعي عنده يخصص عموم الاكراه فافهم ۱۲۔ ۲؎ قوله ایک بیل[1] بقرينة قوله تعالى لا ذلول تثير الارض والبقرة في الاصل يعم الذكر والانثى من هذا الجنس ۱۲۔ ۳؎ قوله مسخرہ لما في الجلالين مهزوا بنا ۱۲۔

اللغات: الصابئين طائفة من اليهود والنصارىٰ ۱۲ جلالين قوم بين النصارىٰ والمجوس وقيل هم عبدة الملائكة وقيل عبدة الكواكب ۱۲ بيضاوى۔ ومنهم عبدة الاصنام ۱۲ روح المعاني۔ وهو ان كان عربيا فمن صبأ اذا خرج و قرأ نافع بالياء اما لانه خفف الهمزة او لانه من صبا اذا مال لانهم مالوا من سائر الاديان الى دينهم ۱۲ بيضاوى۔

الحواشی: (۱) یہی قول اور یہی استدلال اکلیل میں امام ابوالمنصور سے منقول ہے اور تفسیر ابن کثیر میں بکر کی تفسیر صغیرۃ لم یلقحہا الفحل کے ساتھ گیارہ علماء سے نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان علماء کی رائے میں وہ گائے بچھی ممکن ہے کہ کثرت قائلین سے روایۃً اس قول کو ترجیح دی جائے اور قوت دلیل سے درایۃً پہلے قول کو اقرب سمجھا جائے واللہ اعلم عبارت دونوں کتب کی ذیل میں منقول ہیں في الاكليل حاشية المدارك الا ان الامام ابامنصورؒ استدل على ان البقرة المذكورة كانت ذكرا لقوله تعالى انها بقرة لا ذلول تثير الارض ولا تسقي الحرث بناء على ان اثارة الارض وسقي الحرث من عمل الثيران اه وفي تفسير ابن كثير قال انه يقول انها بقرة لا فارض ولا بكر اي لا كبيرة هرمة ولا صغيرة لم يلقحها الفحل كما قاله ابو العالية والسدى ومجاهد وعكرمة وعطية العوفي وعطاء الخراساني ووهب بن منبه والضحاك والحسن وقتادة وقاله ابن عباس ايضا اه۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۚ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ۭ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ۭ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۸﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ۭ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَاۗءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ﴿۶۹﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ۭ وَاِنَّآ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّاشِيَةَ فِيْهَا ۭ قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ۭ فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۱﴾

وہ لوگ کہنے لگے کہ آپ درخواست کیجئے ہمارے لئے اپنے رب سے ہم سے بیان کر دیں کہ اس (بیل) کے اوصاف ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ یہ فرماتے ہیں کہ وہ ایسا

بیل ہو کہ نہ بالکل بوڑھا ہو نہ بہت بچہ ہو (بلکہ) پٹھا ہو دونوں عمروں کے وسط میں۔ سو اب (زیادہ حجت مت کرو بلکہ) کر ڈالو جو کچھ تم کو حکم ملا ہے۔ کہنے لگے کہ (اچھا یہ بھی) درخواست کر دیجئے ہمارے لئے اپنے رب سے ہم سے یہ بھی بیان کر دیں کہ اس کا رنگ کیسا ہو۔ آپ نے فرمایا حق تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ وہ ایک زرد رنگ کا بیل ہو جس کا رنگ تیز زرد ہو کہ ناظرین کے لئے فرحت بخش ہو کہنے لگے (اب کی باراور) ہماری خاطر اپنے رب سے دریافت کر دیجئے کہ ہم سے بیان کر دیں کہ اس کے اوصاف کیا کیا ہوں۔ کیونکہ ہم کو اس بیل میں (قدرے) اشتباہ ہے اور ہم ضرور ان شاء اللہ تعالیٰ (اب کی بار) ٹھیک سمجھ جائیں گے۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے جواب دیا کہ حق تعالیٰ یوں فرماتے ہیں کہ وہ نہ تو ہل میں چلا ہوا ہو جس سے زمین جوتی جائے نہ اس سے زراعت کی آبپاشی کی جائے (غرض ہر قسم کے عیب سے) سالم ہو اور اس میں کوئی داغ نہ ہو۔ (یہ سُن کر) کہنے لگے اب آپ نے پوری بات فرمائی پھر اس کو ذبح کیا اور (ان کی حجتوں سے تو ظاہراً) کرتے ہوئے معلوم نہ ہوتے تھے ۞

تفسیر: تفتیش بنی اسرائیل: قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ (الی قولہ تعالٰی) فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ وہ لوگ کہنے لگے کہ آپ درخواست کیجئے ہمارے لئے اپنے رب سے ہم سے بیان کر دیں کہ اس (بیل) کے کیا[1] اوصاف ہیں آپ نے فرمایا کہ وہ (میری درخواست کے جواب میں) یہ فرماتے ہیں کہ وہ ایسا بیل ہو کہ نہ بالکل بوڑھا ہو نہ بہت بچہ ہو (بلکہ) پٹھا ہو دونوں عمروں کے اوسط میں سو اب (زیادہ حجت مت کیجیو بلکہ) کر ڈالو جو کچھ تم کو حکم ملا ہے۔ **ف:** حدیث میں ہے کہ اگر وہ حجتیں نہ کرتے تو اتنی قیدیں ان کے ذمہ نہ ہوتیں جو بقرہ ذبح کر دیتے کافی ہو جاتا۔

مکرر تفتیش: قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا (الی قولہ تعالٰی) فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ۔ کہنے لگے کہ (اچھا یہ بھی درخواست کر دیجئے ہمارے لئے اپنے رب سے ہم سے (یہ بھی بیان کر دیں کہ اس کا رنگ کیسا ہو آپ نے فرمایا کہ اس کے متعلق) حق تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ وہ ایک زرد رنگ کا بیل ہو جس کا رنگ تیز زرد ہو کہ ناظرین کو فرحت بخش ہو۔

سہ بارہ تفتیش: قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ (الی قولہ تعالٰی) وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ کہنے لگے کہ (اب کی باراور) ہماری خاطر اپنے رب سے دریافت کر دیجئے کہ (اول[2] بار کے سوال کا جواب ذرا اور واضح) ہم سے بیان کر دیں کہ اس کے اوصاف کیا کیا ہوں کیونکہ ہم کو اس بیل میں (قدرے) اشتباہ (یہ باقی) ہے کہ وہ معمولی بیل ہوگا یا کوئی اور عجیب وغریب جس میں تحقیق قاتل کا خاص اثر ہو) اور ہم ضرور انشاء اللہ تعالیٰ (اب کی بار) ٹھیک سمجھ جائیں گے۔

جواب تفتیش اخیر: قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ (الی قولہ تعالٰی) فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ حق تعالیٰ یوں فرماتے ہیں کہ وہ (کوئی عجیب وغریب جانور نہیں ہے یہی معمولی ہے البتہ عمدہ ہونا چاہئے کہ اوصاف مذکورہ کے ساتھ) نہ تو ہل میں چلا ہوا ہو جس سے زمین جوتی جائے اور نہ (کنوئیں میں جوڑا گیا ہو کہ) اس سے زراعت کی آب پاشی کی جائے (غرض ہر قسم کے عیب سے) سالم ہو اور اس میں (کسی طرح کا) کوئی داغ نہ ہو (یہ سن کر) کہنے لگے کہ (ہاں) اب آپ نے پوری[3] (اور صاف) بات فرمائی (القصہ ایسا جانور تلاش کر کے خریدا) پھر اس کو ذبح کیا اور (ان کی حجتوں سے تو ظاہراً) کرتے ہوئے معلوم ہوتے نہ تھے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ الخ صوفیہ نے نفس کو اس بقرہ سے تشبیہ دی ہے اور اس سے اور مناسبت بڑھ جاتی ہے کہ یہ گائے اصفر تھی اور اہل کشف نور نفس کو بھی اصفر بتاتے ہیں۔

ملحقات الترجمۃ: [1] قولہ کیا اوصاف ہیں لما فی البیضاوی ای ما حالها وصفتها وكان حقه ان يقولوا ای بقرة هي وكيف هي لان ما يسئل به عن الجنس غالبا لكنهم لما راو اما امروا به على حال لم يوجد بها شئ من جنسه اجروه مجرى ما لم يعرفوا حقيقة ولم يروا مثله۱۲۔ [2] قولہ اول بار کے سوال کا جواب لما في الكشاف والبيضاوی ما هي مرة ثانية تكرير للسوال الاول عن حالها وصفتها واستكشاف زائد۱۲۔ [3] قولہ پوری اور صاف الخ لما فی روح المعانی الحق ههنا بمعنى الحقيقة ولم يريدوا ان ما سبق لم يكن حقا۱۲۔

اللغات: قوله فاقع في الكشاف الفقوع اشد ما يكون من الصفرة والصبغة يقال في التاكيد اصفر فاقع ودارس كما يقال اسود حالك وحانك وابيض بقق ولهق واحمر قاني دور يحي واخضر ناضرو مدهام واورق خطباني وارمك رواني۱۲۔

النحو: ارتفع اللون بفاقع ارتفاع الفاعل ۱۲ كشاف۔

البلاغۃ: فی الكشاف فان قلت فهلا قيل صفراء فاقعة وای فائدة في ذكر اللون قلت الفائدة فيه التوكيد لان اللون اسم للهيئة وهي الصفرة فكانه قيل شديد الصفرة صفرتها فهو من قولك جد جده وجنونك مجنون۱۲۔

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ؕ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ

قَسْوَةً ۭ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ۭ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاۗءُ ۭ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٧٤﴾ اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَھُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٥﴾

اور جب تم لوگوں (میں سے کسی) نے ایک آدمی کا خون کر دیا پھر ایک دوسرے پر اس کو ڈالنے لگے اور اللہ تعالیٰ کو اس امر کا ظاہر کرنا منظور تھا جس کو تم مخفی رکھنا چاہتے تھے۔ اس لئے ہم نے حکم دیا کہ اس کو اس کے کوئی سے ٹکڑے سے چھوا دو۔ اسی طرح حق تعالیٰ (قیامت میں) مردوں کو زندہ کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے نظائر قدرت تم کو دکھلاتے ہیں اس توقع پر کہ تم عقل سے کام لیا کرو۔ ایسے ایسے واقعات کے بعد تمہارے دل پھر بھی سخت ہی رہے (یوں کہنا چاہئے کہ) ان کی مثال پتھر کی سی ہے یا سختی میں (پتھر سے بھی) زیادہ سخت اور بعضے پتھر تو ایسے ہیں جن سے (بڑی بڑی) نہریں پھوٹ کر چلتی ہیں اور انہیں پتھروں میں سے بعضے ایسے ہیں کہ جو شق ہو جاتے ہیں پھر ان سے (اگر زیادہ نہیں تو تھوڑا ہی) پانی نکل آتا ہے اور ان ہی پتھروں میں بعضے ایسے ہیں جو خدا تعالیٰ کے خوف سے اوپر نیچے لڑھک آتے ہیں اور حق تعالیٰ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہیں۔ (اے مسلمانو!) کیا اب بھی تم توقع رکھتے ہو کہ یہ یہود تمہارے کہنے سے ایمان لے آئیں گے حالانکہ ان میں سے کچھ لوگ ایسے گزرے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنتے تھے اور پھر اس کو کچھ کا کچھ کر ڈالتے تھے (اور) اس کو سمجھنے کے بعد (ایسا کرتے) اور وہ جانتے تھے ۞

تفسیر: معاملۂ ہشدہم تتمہ ہفدہم: وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ۭ (الی قولہ تعالی) وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب تم لوگوں (میں سے کسی) نے ایک آدمی کا خون کر دیا پھر (اپنی اپنی براءت کے لئے) ایک دوسرے پر اس کو ڈالنے لگے اور اللہ تعالیٰ کو اس امر کا ظاہر کرنا منظور تھا جس کو تم (میں کے مجرم و مشتبہ لوگ) مخفی رکھنا چاہتے تھے اس لئے (ذبح بقرہ کے بعد) ہم نے حکم دیا کہ اس (مقتول کی لاش) کو اس (بقرہ) کے کوئی سے ٹکڑے سے چھوا دو (چنانچہ چھوانے سے وہ زندہ ہو گیا۔ آگے اللہ تعالیٰ بمقابلہ منکرین قیامت کے اس قصہ سے استدلال اور نظیر کے طور پر فرماتے ہیں کہ) اسی طرح حق تعالیٰ (قیامت میں) مردوں کو زندہ کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے نظائر (قدرت) تم کو دکھلاتے ہیں اس توقع پر کہ تم عقل سے کام لیا کرو (اور ایک نظیر سے دوسری نظیر کے انکار سے باز آؤ)۔ **ف**: اس مقتول نے زندہ ہو کر اپنے قاتل کا نام بتلا دیا اور فوراً پھر مر گیا۔ اور جو شخص مضغۂ بے جان میں جان پڑنے کے طریق میں غور کرے گا کہ اس کی کل حقیقت ایک بخارِ لطیف کا مضغہ سے مس کرنا اور متصل ہو جانا ہے وہ اس طریق خاص مذکور فی القصہ کو کسی طرح قدرتِ حق سے مستبعد نہ سمجھے گا۔ اور دونوں اتصالوں میں کوئی معقول فرق عقلی بیان نہ کر سکے گا۔

جواب شبہ حجیت بیان مقتول: اور اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ محض مقتول کا بیان تعیین قاتل کے باب میں کافی دلیل ہے بلکہ اس موقع خاص پر وحی سے معلوم ہو گیا تھا کہ اس کا بیان مطابق واقع کے ہوگا اور دوسرے مواقع پر یہ مطابقت للواقع کسی دلیل صحیح سے ثابت نہیں۔ **فافترقا۔**

حکمت انعکاس ترتیب قصہ: اور اس آیت کا مضمون آیات بالا کے قصہ کی ابتداء ہے ترتیب بدلنے میں ایک خاص نکتہ ہے وہ یہ کہ دور سے بنی اسرائیل کی بے عنوانیوں کا ذکر چلا آ رہا ہے اور یہی ذکر مقصود اصلی ہے اور اس قصہ کے ضمن میں دو بدعنوانیوں کا ذکر کرنا مقصود ہے۔ ایک قتل کر کے اخفاء واردات کی کوشش کرنا دوسرے احکام خداوندی میں خواہ مخواہ کی حجتیں نکالنا سو اگر قصہ بالترتیب بیان کیا جاتا ممکن تھا کہ ناظرین جزوِ اول کو مقصود سمجھتے اور جزو دوم کو محض قصہ کی تتمیم خیال کرتے اور ترتیب بدلنے سے صاف معلوم ہو گیا کہ دونوں ہی جز و مقصود ہیں ورنہ دونوں کے مقصود نہ ہونے کی تقدیر پر ترتیب کیوں بدلی جاتی اور کوئی شخص یہ شبہ نہ کرے کہ حق تعالیٰ کو تو ویسے ہی زندہ کرنے کی قدرت تھی یا بے زندہ کئے ہوئے قاتل کو بتلا سکتے تھے پھر اس سامان کی کیا ضرورت ہے بات یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا کوئی فعل ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ مصلحت اور حکمت کے لئے ہوتا ہے اور پوری حکمتیں ہر واقعہ کی حق تعالیٰ ہی کے احاطۂ علمی میں آ سکتی ہیں دوسروں کو اس فکر میں پڑنا اضاعت عمر عزیز ہے کیونکہ جو حکمت بیان کی جائے گی وہ بھی ایک فعل ہوگا اور یہی سوال اس میں بھی ہوگا اس لئے طریق اسلم سکوت و تسلیم ہے۔ ؎

حدیث از مطرب و مے گو و رازِ دہر کمتر جو ☆ کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معمہ را

آگے ان واقعات سے متاثر نہ ہونے پر شکایت فرماتے ہیں۔

شکایت: ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِىَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً (الی قولہ تعالی) وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔ ایسے ایسے واقعات کے بعد (چاہئے تھا کہ تم لوگوں کے دل بالکل نرم اور حق تعالیٰ کی عظمت سے پر ہو جاتے لیکن) تمہارے دِل پھر بھی سخت ہی رہے تو (یوں کہنا چاہئے کہ) ان کی مثال پتھر کی سی ہے یا (یوں کہیے کہ وہ) سختی میں ان سے (بھی) زیادہ (ہیں) اور (زیادہ سخت اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ) بعضے پتھر تو ایسے ہیں جن سے (بڑی بڑی) نہریں پھوٹ کر چلتی ہیں اور ان ہی پتھروں میں بعضے ایسے ہیں کہ جو شق ہو جاتے ہیں پھر ان سے (اگر زیادہ نہیں تو تھوڑا ہی) پانی نکل آتا ہے اور ان ہی پتھروں میں بعضے ایسے ہیں جو خدا تعالیٰ کے

خوف سے اوپر سے نیچے لڑھک آتے ہیں (اور تمہارے قلوب میں کسی قسم کا اثر ہی نہیں ہوتا) اور (اس قساوت سے جو اعمالِ بد صادر ہوتے ہیں) حق تعالیٰ تمہارے (ان) اعمال سے بے خبر نہیں ہیں۔ (بہت جلد تم کو سزا کو پہنچا دیں گے)۔ **ف**: پتھروں کے تین اثر اس مقام پر بیان کئے ہیں ایک ان سے زیادہ پانی نکلنا۔ دوسرے کم پانی نکلنا اس میں تو کسی کو شبہ نہیں پڑتا۔ تیسرے خدا تعالیٰ کے خوف سے نیچے آگرنا اس میں شاید کسی کو شبہ ہو کیونکہ ان کو عقل اور حس نہیں ہے سو سمجھ لینا چاہئے کہ خوف کے لئے عقل کی تو ضرورت نہیں چنانچہ حیوانات لایعقل میں خوف کا مشاہدہ کیا جاتا ہے البتہ حس کی ضرورت ہے لیکن جمادات میں اتنی حس بھی نہ ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ حس موقوف ہے حیات پر اور ممکن ہے کہ ان میں ایسی حیات لطیفہ ہو جس کا ہم کو ادراک نہ ہوتا ہو جیسا جو ہر دماغ کے احساس کا بہت عقلاء کو ادراک نہیں ہوا لیکن بہت سے عقلاء دلائل سے اس کے قائل ہوئے تو ظاہر نص قرآن ان دلائل طبعیہ سے دلالت اور قوت میں کم نہیں ہے اور ہم کو اس دعوے کی ضرورت نہیں کہ ہمیشہ پتھر کے گرنے کی علت یہی خوف ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ بعضے پتھر اس وجہ سے گر جاتے ہیں سو ممکن ہے کہ گرنے کے اسباب مختلف ہوں ان میں بعض طبعی ہوں اور ایک سبب یہ ہو۔ حسن ترتیب بیان: اور اس مقام پر ان پتھروں کے اقسام سہ گانہ میں ترتیب نہایت لطیف اور افادہ مقصود میں نہایت بلیغ ہے یعنی بعض پتھروں میں ایسا قوی تاثر ہے جس سے انہار جاری ہوتی ہیں جن سے مخلوق کو بڑا نفع پہنچتا ہے ان کے قلوب ایسے بھی نہیں بعض پتھروں میں اس سے کم تاثر ہے جس سے کم نفع پہنچتا ہے تو یہ پتھر بہ نسبت اول قسم کے کم نرم ہوئے لیکن ان کے قلوب ان سے بھی سخت ہیں اور بعض پتھروں میں گو اس درجہ کا اثر نہیں مگر پھر بھی ان میں ایک اثر ہے تو یہ قسم بوجہ اس کے کہ قسمین اولین میں آثار مذکورہ کے ساتھ خوف بھی موجود ہے سب سے اسفل اور ارذل اور انفعال میں اضعف اور اقل ہے مگر ان کے قلوب میں یہ انفعال اضعف بھی نہیں۔ سبحان اللہ حقیقت میں بڑی پاکیزہ ترتیب اور بیان ہے۔ یہاں تک کہ یہود کے حالات دکھلا سنا کے مسلمانوں کو جو ان کے مؤمن بنانے کی فکر و کوشش میں کلفت پیش آتی تھی ان کی اس امید کو قطع کر کے ان کی کلفت دفع کرتے ہیں آیت آئندہ میں۔

معاملۂ نوز دہم متضمن دفع کلفتِ مؤمنین: اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ (الی قوله تعالیٰ) وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (اے مسلمانو) کیا (یہ سارے قصے سن کر) اب بھی تم توقع رکھتے ہو کہ یہ (یہودی) تمہارے کہنے سے ایمان لے آئیں گے حالانکہ (ان سب مذکورہ قصوں سے بڑھ کر ایک اور بات بھی ان سے ہو چکی ہے کہ) ان میں سے کچھ لوگ ایسے گزرے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنتے تھے اور پھر اس کو کچھ کا کچھ کر ڈالتے تھے (اور) اس کو سمجھنے کے بعد (ایسا کرتے) اور (لطف یہ کہ یہ بھی) جانتے تھے (کہ ہم برا کر رہے ہیں محض اغراضِ نفسانیہ اس کارروائی کا باعث ہوتیں)۔

ف: مطلب یہ کہ جو لوگ ایسے بے باک اور اغراضِ نفسانیہ کے اسیر ہوں وہ کسی کے کہنے سے کب باز آنے والے اور کسی کی کب سننے والے ہیں اور کلام اللہ سے مراد یا تو توریت ہے اور سماع سے مراد بواسطہ انبیاء علیہم السلام کے اور تحریف سے مراد اس کے بعض کلمات یا تفاسیر یا دونوں کو بدل ڈالنا اور یا کلام سے مراد وہ کلام ہے جو ان ستر آدمیوں نے تصدیق موسیٰ علیہ السلام کے مقدمہ میں طور پر سنا تھا اور سماع سے مراد بلاواسطہ تحریف سے مراد قوم سے یہ نقل کر دینا کہ اخیر میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرما دیا تھا کہ جو حکم تم سے ادا نہ ہو سکے وہ معاف ہے جیسا آیت: وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ کی تفسیر میں بیان ہو چکا اور گو بعض امور مذکورہ کا صدور یہود معاصرین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ ہوا ہو لیکن یہ لوگ بھی اپنے اسلاف کے ان اعمال پر انکار اور نفرت نہ رکھتے تھے اس لئے حکماً یہ بھی ویسے ہی ہوئے۔

تَرْجَمَهُ مَسَائِلُ السُّلُوْك: قولہ تعالیٰ: وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ۔ اس میں دلیل ہے قول صوفیہ کی کہ جمادات کے لئے اتنا شعور ثابت کرتے ہیں جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔

مُلْحَقَاتُ التَّرْجَمَة: ۱؎ قوله تم لوگوں میں سے کما فی الکشاف خوطبت الجماعة لوجود القتل فیهم ۱۲۔ ۲؎ قوله ایک دوسرے پر هو احد الوجهین المذکورین فی الکشاف نصه او تدافعتم بمعنی طرح قتلها بعضکم علی بعض فدفع المطروح علیه الطارح او لان الطرح فی نفسه دفع او دفع بعضکم بعضاً عن البراءة واتهمه ۱۲۔ ۳؎ قوله فی ف ترتیب بدلنے میں الخ ماخذه الکشاف ۱۲۔ ۴؎ قوله فی ترجمة یا یوں کہئے اشارة الی ان او لتخییر المبالغ هکذا فی روح المعانی ۱۲۔ ۵؎ قوله فی ف اقسام سہ گانہ میں ترتیب ماخذه روح المعانی ۱۲۔

اِخْتِلَافُ الْقِرَاءَة: فی قراءة عما تعملون بالیاء والضمیر للیهود ۱۲۔

اَلنَّحْو: قوله مخرج فان قلت کیف اعمل مخرج وهو فی معنی المضی قلت وقد حکی ما کانت مستقبلا فی وقت التدارء ۱۲ کشاف اضربوه الضمیر فیه اما ان یرجع الی النفس والتذکیر علی تاویل الشخص والانسان واما الی القتیل لما دل علیه من قوله ما کنتم تکتمون ۱۲۔

العربیة: فی البیضاوی ان یؤمنوا لکم ان یصدقوکم او یؤمنوا لاجل دعوتکم فی حاشیة الشیروانی علی الاول الایمان بمعناه اللغوی وهو التصدیق واللام صلته بتضمین معنی الاقرار او الاستجابة وعلی الثانی بمعناه الشرعی واللام للتعلیل ۱۲۔

اَلْبَلَاغَۃ : قوله تعالى اشد قسوة وانما لم يقل اقسى لما فى اشد من المبالغة والدلالة على اشتداد القسوتين واشتمال المفضل على زيادة ۱۲ هكذا فى البيضاوى۔

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِىَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ۝ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۤ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ۝ وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ۭ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

اور جب ملتے ہیں (منافقین اور یہود) مسلمانوں سے تو (ان سے تو) کہتے ہیں کہ ہم (بھی) ایمان لے آئے ہیں اور جب تنہائی میں جاتے ہیں یہ بعضے دوسرے بعض (علانیہ) یہودیوں کے پاس تو وہ ان سے کہتے ہیں کہ تم کیا مسلمانوں کو وہ باتیں بتلا دیتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر منکشف کر دی ہیں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ لوگ تم کو حجت میں مغلوب کر دیں گے کہ یہ مضمون اللہ کے پاس سے ہے کیا تم (اتنی موٹی بات) نہیں سمجھتے۔ کیا ان کو اس کا علم نہیں ہے کہ حق تعالیٰ کو سب خبر ہے اُن چیزوں کی بھی جن کو وہ مخفی رکھتے ہیں اور اُن کی بھی جن کا وہ اظہار کر دیتے ہیں۔ اور ان (یہودیوں) میں بہت سے ناخواندہ (بھی) ہیں جو کتابی علم نہیں رکھتے لیکن (بلاسند) دل خوش کن باتیں (بہت یاد ہیں) اور وہ لوگ اور کچھ نہیں خیالات پکا لیتے ہیں تو بڑی خرابی ان کی ہوگی جو لکھتے ہیں (بدل سدل کر) کتاب (توریت) کو اپنے ہاتھوں سے پھر کہہ دیتے ہیں کہ یہ (حکم) خدا کی طرف سے ہے غرض (صرف) یہ ہوتی ہے کہ اس ذریعے سے کچھ نقد قدرے قلیل وصول کر لیں۔ سو بڑی خرابی پیش آئے گی ان کو اس کی بدولت (بھی) جس کو ان کے ہاتھوں نے لکھا تھا اور بڑی خرابی ہوگی ان کو اس کی بدولت (بھی) جس کو وہ وصول کر لیا کرتے تھے اور یہودیوں نے (یہ بھی) کہا کہ ہرگز ہم کو آتش (دوزخ) چھوئے گی (بھی) نہیں مگر (بہت) تھوڑے روز جو (انگلیوں پر) شمار کر لئے جا سکیں۔ آپ یوں فرما دیجئے کیا تم لوگوں نے حق تعالیٰ سے (اس کے متعلق) کوئی معاہدہ لے لیا ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ اپنے معاہدہ کے خلاف نہ کریں گے۔ یا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ایسی بات لگاتے ہو جس کی کوئی علمی سند اپنے پاس نہیں رکھتے ۝

تفسیر: معاملہ بستم متضمن تتمہ دفع کلفت مؤمنین: وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ (الى قوله تعالى) اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ اور جب ملتے ہیں (منافقین یہود) مسلمانوں سے تو (ان سے تو) کہتے ہیں کہ ہم (بھی) ایمان لے آئے ہیں اور جب تنہائی میں جاتے ہیں یہ بعضے (منافق یہودی) دوسرے بعضے (علانیہ) یہودیوں کے پاس (تو ان سے ان کی معیت وہم مشربی کے مدعی ہوتے ہیں اس وقت) وہ (دوسرے یہودی) ان سے کہتے ہیں کہ تم یہ کیا غضب کرتے ہو کہ مسلمانوں کو (خوشامد میں) وہ باتیں بتلا دیتے ہو جو (اُن کے مفید مذہب) اللہ تعالیٰ نے (توریت میں) تم پر منکشف کر دی ہیں (مگر ہم بمصلحت پوشیدہ رکھتے ہیں) نتیجۂ یہ ہوگا کہ وہ لوگ تم کو حجت میں مغلوب کر دیں گے کہ (دیکھو) یہ مضمون اللہ کے پاس (سے تمہاری کتاب میں آیا) ہے کیا تم (اتنی موٹی بات) نہیں سمجھتے۔ ف: منافقین کبھی ایک آدھ بات خوشامد میں اپنا صدقِ ایمان جتلانے کے لئے مسلمانوں سے کہہ دیتے ہیں کہ توریت میں رسول اللہ ﷺ کی بشارت ہے یا قرآن مجید کی خبر ہے ونحو ذلک اس پر دوسرے لوگ ملامت کرتے اس میں توجیہ دفع کلفت کی یہ ہے کہ جو لوگ ایسے چالاک اور چاند پر خاک ڈالنے والے ہیں وہ تمہاری کیا مانیں گے اور منافقین کا یہ قول سورۂ بقرہ کے شروع میں بھی آیا ہے لیکن چونکہ وہاں ان کا برتاؤ مؤمنین کے ساتھ بتلانا منظور تھا اور یہاں قطع اُمید ایمان کرانا مقصود ہے اختلاف مقصود سے تکرار دفع ہو گیا۔ نکتہ مکررات قرآنی: اور اکثر جگہ مکرراتِ قرآنی اسی قبیل سے ہیں اور اگر کہیں مقصودِ واحد بھی ہو جب بھی تاکید خود ایک گونہ مقصودِ جدید اور مطمع نظر بلغاء اور مہتم بالشان ہے۔ آیت آئندہ میں اللہ تعالیٰ ان منافقین اور ان ملامت گروں کی حماقت پر تنبیہ فرماتے ہیں اور آیت کی ایک تفسیر یہ بھی ہو سکتی ہے کہ متکلم ومخاطب سب منافقین ہی ہوں جن میں بعضے جو ان مضامین کو مسلمانوں سے بیان نہ کرتے تھے ایسے لوگوں کو ملامت کرتے تھے جو مسلمانوں سے ان مضامین کو بیان کر دیتے تھے۔

تحمیق یہود: اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۔ کیا ان کو اس کا علم نہیں ہے کہ حق تعالیٰ کو سب خبر ہے ان چیزوں کی بھی جن کو وہ مخفی رکھتے ہیں اور ان کی بھی جن کا وہ اظہار کر دیتے ہیں۔ ف: تو اگر ان منافقین نے اپنا کفر مؤمنین سے چھپایا تو کیا اور اگر ان ملامت گروں نے حضور ﷺ کی بشارت وغیرہ کے متعلق مضامین چھپائے تو کیا حق تعالیٰ کو تو سب خبر ہے چنانچہ حق تعالیٰ نے دونوں مضمونوں سے مسلمانوں کو جا بجا مطلع فرما دیا۔ ان آیات میں یہود کے خواندہ لوگوں کا ذکر ہو چکا تو

آیت آئندہ میں ان کے ناخواندوں کا ذکر فرماتے ہیں۔

حالِ عوام یہود: وَ مِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ اور ان (یہودیوں) میں بہت سے ناخواندہ (بھی) ہیں جو کتابی علم نہیں رکھتے لیکن (بلاسند) دل خوش کن باتیں (بہت یاد ہیں) اور وہ لوگ اور کچھ نہیں (ویسے ہی بے بنیاد) خیالات پکا لیتے ہیں۔ **ف**: وجہ یہ کہ کچھ تو ان کے علماء کی تعلیم ناقص اور مخلوط اور اوپر سے ان میں فہم کی کمی پھر بجز بے بنیاد خیالات کے حقائق واقعیہ کی تحقیق کہاں نصیب بقول شخصے ''کریلا اور نیم چڑھا'' اس میں شیرینی کہاں اور چونکہ ان کی اس توہم پرستی کا بڑا سبب ان کے علماء کی خیانت ہے اس لئے ان کا شناعت میں ان عوام سے بڑھ کر ہونا آیت آئندہ میں بیان فرماتے ہیں گو پہلے کچھ ان کا حال ابھی آچکا ہے۔

شناعت علماء یہود: فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ (الی قوله تعالی) فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ۔ (جب عوام مذکورین قابل زجر وطرد ہیں اور اصلی سبب ان کے جہل کا ان کے علماء ہیں) تو بڑی خرابی ان کی ہوگی جو لکھتے ہیں (بدل[۳] سدل کر) کتاب (توریت) کو اپنے ہاتھوں سے (اور) پھر (عوام سے) کہہ دیتے ہیں کہ یہ (حکم) خدا کی طرف سے (یوں ہی آیا) ہے (اور) غرض (صرف) یہ ہوتی ہے کہ اس ذریعہ سے کچھ نقد قدرے قلیل وصول کرلیں سو بڑی خرابی (پیش) آوے گی ان کو اس (مبدل کتاب) کی بدولت (بھی) جس کو ان کے ہاتھوں نے لکھا تھا اور بڑی خرابی ہوگی ان کو اس (نقد) کی بدولت (بھی) جس کو وہ وصول کرلیا کرتے تھے۔ **ف**: عوام کی رضا جوئی کے واسطے غلط سلط مسئلے بتلا دینے سے ان سے کچھ وصول بھی ہو جاتا تھا اور ان کی نظر میں وقعت اور وجاہت بھی رہتی تھی اسی غرض سے لفظاً یا معنیً توریت میں کچھ پھیر پھار بھی کرتے رہتے تھے اس آیت میں اسی حرکت پر وعید سنائی ہے۔

معاملۂ بست وکم: وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً (الی قوله تعالی) اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ اور یہودیوں نے (یہ بھی) کہا کہ ہرگز ہم کو (آتش دوزخ) چھوئے گی (بھی تو) نہیں (ہاں) مگر (بہت) تھوڑے روز جو (انگلیوں پر) شمار کرلئے جاسکیں (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (ان سے) یوں فرما دیجئے کہ کیا تم لوگوں نے حق تعالیٰ سے (اس کے متعلق) کوئی معاہدہ لے لیا جس میں اللہ تعالیٰ اپنے معاہدہ کے خلاف نہ کریں گے یا (معاہدہ نہیں لیا بلکہ ویسے ہی) اللہ تعالیٰ کے ذمہ ایسی بات لگاتے ہو جس کی کوئی علمی سند اپنے پاس نہیں رکھتے۔ **ف**: یہود کے اس قول کی مفسرین نے مختلف تقریریں کی ہیں لیکن احقر کے قلب میں یہ تقریر آتی ہے کہ یہ امر محقق ہے کہ مؤمن اگر عاصی ہو تو گو معاصی سے دوزخ میں معذب ہو لیکن ایمان کی وجہ سے خلود نہ ہوگا بعد چندے نجات ہو جانے گی۔ پس حاصل دعویٰ یہود کا یہ تھا کہ چونکہ دین موسوی بزعم ان کے منسوخ نہیں ہے لہٰذا وہ مؤمن ہیں انکار نبوت حضرت عیسیٰ علیہ السلام و جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کافر نہیں ہوئے۔ پس اگر کسی عصیان کے سبب دوزخ میں چلے بھی گئے پھر نکال لئے جائیں گے اور چونکہ یہ دعویٰ محض بناء الفاسد علی الفاسد ہے کیونکہ دعویٰ تابید شریعت موسویہ کا خود غلط ہے اس لئے انکار نبوت مسیحیہ و محمدیہ سے وہ لوگ کافر ہوں گے اور کفار کے لئے بعد چندے نجات ہو جانا کسی کتاب سماوی میں نہیں جس کو حق تعالیٰ نے عہد سے تعبیر فرمایا۔ پس ثابت ہوا کہ دعویٰ بے دلیل بلکہ خلاف دلیل ہے۔ آگے رد کے ساتھ ایک ضابطہ کا بیان ہے جس کی رو سے یہ لوگ خالد فی النار ہوں گے۔

مُلْحَقَاتُ التَّرْجَمَةِ: ۱؎ قوله تو ان سے ان کی معیت الخ قدره لتوقف ظهور نفاقهم عليه والقرينة على التقدير قوله تعالى قالوا انا معكم وانما لم يصرح به اقامة للدليل مقام المدلول لان معاتبة المجاهرين اياهم يدل على كونهم جميعا على ملة واحدة ولما كان ذكر هذا الدليل يفيد فائدة جديدة زيادة قطع الطمع في ايمانهم كان ذكره اولى من المدلول المفهوم في ضمنه دن العكس فافهم ۱۲۔ ۲؎ قوله نتيجه اشارة الى كون اللام للعاقبة ۱۲۔ ۳؎ قوله بدل سدل کر کما فی البیضاوی الكتاب يعنى المحرف ۱۲۔

اَلْكَلَامُ: فويل للذين الآية۔ احتج البعض بالأية على عدم حجية الظن في الشرعيات قلنا قصارىٰ الاية عدم حجية الظن بالمعنى الذى اريد فيها من عدم الاستناد الى دليل صحيح بل وعلى خلاف الدليل القطعي ولا كلام على زهوق هذا الظن فلا يلزم منه عدم حجية حسب القواعد الثابتة في الشرع ۱۲۔ وقالوا لن تمسنا الأية۔ دلت الآية على بطلان الخلف في العهد وعدا كان او وعيدا وما يتوهم من التخلف في بعض الوعيد فلما ان الوعيد مقيد بعدم مشية العفو فبمشيته يرتفع القيد ويرتفع الوعيد فلا وعيد ولا خلف ۱۲۔

اَللُّغَاتُ: اماني جمع امنية واصلها امنوية افعولة وهو في الاصل ما يقدره الانسان في نفسه من منى اذا قدر ولذلك تطلق على الكذب وعلى ما يتمنى وما يقرء ۱۲ (روح المعاني) الظن وقد يطلق الظن على ما يقابل العلم اليقيني عن دليل قاطع سواء قطع بغير دليل او بدليل غير صحيح او لم يقطع فلا ينافى نسبة الظن اليهم ان كانوا جازمين ۱۲ (روح المعاني) الكتٰب الكتابة او التوراة ۱۲ (بيضاوى) واشرت الى الجمع بينهما في الترجمة ۱۲۔

اَلنَّحْوُ: ام تقولون في البيضاوى ام معادلة لهمزة الاستفهام بمعنى اى الامرين كائن على سبيل التقرير للعلم بوقوع احدهما او منقطعة

بمعنی بل اتقولون علی التقریر والتفریع ۱۲۔

العربیة: قوله عند ربکم فی روح المعانی ای فی کتابه وحکمه وهو عند عصابة بدل من به ومعنی کونه بدلا منه ان عامله الذی هو نائب عنه بدل منه اما بدل الکل ان قدر صیغة اسم الفاعل او بدل اشتمال ان قدر مصدر او فائدة بیان جهة الاحتجاج بما فتح الله تعالٰی فان الاحتجاج به یتصور علی وجوه شتی کانه قیل لیحاجوکم به بکونه فی کتابه ای یقولوا انه مذکور فی کتابه الذی آمنتم به ۱۲ قوله اولا یعلمون الواو بعد الهمزة للعطف تقدیر الکلام ایفعلون کذا و کذا ولا یعلمون ۱۲ استاذی مولانا محمد یعقوبؒ۔

البلاغة: قوله بما فتح الله فی روح المعانی والتعبیر عنه بالفتح ایذان بانه سر مکتوم وباب مغلق ۱۲۔ بایدیهم تاکید کقولهم کتبته بیمینی ۱۲ (بیضاوی) وفی الانتصاف ان فائدته تصویر الحالة فی النفس کما وقعت حتٰی یکاد السامع لذلک ان یکون مشاهد اللهیئة ۱۲۔

بَلٰی مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓــَٔتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۲﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۟ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۸۳﴾

کیوں نہیں، جو شخص قصداً بری باتیں کرتا ہے اور اس کو اس کی خطا (اور قصور اس طرح) احاطہ کر لے (کہ کہیں نیکی کا اثر تک نہ رہے) سو ایسے لوگ اہل دوزخ ہوتے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور جو لوگ (اللہ اور رسول پر) ایمان لائیں اور نیک کام کریں ایسے لوگ اہل بہشت ہوتے ہیں (اور) وہ اس میں ہمیشہ (ہمیشہ) رہیں گے۔ اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب لیا ہم نے (توریت میں) قول وقرار بنی اسرائیل سے کہ عبادت مت کرنا (کسی کی) بجز اللہ تعالیٰ کے اور ماں باپ کی اچھی طرح خدمت گزاری کرنا اور اہل قرابت کی بھی اور بے باپ کے بچوں کی بھی اور غریب محتاجوں کی بھی اور عام لوگوں سے بات اچھی طرح (خوش خلقی سے) کہنا اور پابندی رکھنا نماز کی اور ادا کرتے رہنا زکوٰۃ پھر تم (قول وقرار کر کے) اس سے پھر گئے بجز معدودے چند کے اور تمہاری تو معمولی عادت ہے اقرار کر کے ہٹ جانا۔

تفسیر: **ضابطہ** بَلٰی مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓــَٔتُهٗ (الٰی قولہ تعالٰی) هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔ (بجز چند روز کے تم کو آتش دوزخ) کیوں نہیں لگے گی بلکہ ابداً لآباد تک اس میں رہنا ضرور ہے کیونکہ ہمارا ضابطہ یہ ہے کہ جو شخص قصداً بری باتیں کرتا رہے اور اس کو اس کی خطا (وقصور اس طرح) احاطہ کر لے (کہ کہیں نیکی کا اثر تک نہ رہے) سو ایسے لوگ اہل دوزخ ہوتے ہیں (اور) وہ اس میں ہمیشہ (ہمیشہ) رہیں گے اور جو لوگ (اللہ اور رسولؐ پر) ایمان لاویں اور نیک کام کریں ایسے لوگ اہل بہشت ہوتے ہیں (اور) وہ اس میں ہمیشہ (ہمیشہ) رہیں گے۔ **ف:** معنی احاطت خطیئته: خطاؤں کے احاطہ کرنے کے یہ معنی احقر نے ترجمہ میں ظاہر کر دیئے ہیں احاطہ بایں معنی کفار کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ کفر کی وجہ سے کوئی عمل صالح مقبول نہیں ہوتا بلکہ اگر کچھ کفر کے قبل کے اعمال ہوں وہ بھی حبط اور ضبط ہو جاتے ہیں اس وجہ سے کفار میں سب بدی ہی بدی ہوگی بخلاف اہل ایمان کے کہ اولاً ان کا ایمان خود ایک اعظم اعمال صالحہ ہے ثانیاً اور اعمال فرعیہ بھی ان کے نامۂ اعمال میں درج ہوتے ہیں اس لئے وہ نیکی کے اثر سے خالی نہیں۔ پس یہ احاطۂ مذکوران کی حالت پر صادق نہیں آتا خوب سمجھ لو۔ حاصل استدلال، استحقاق یہود للخلود کا اس ضابطہ سے یہ ہوا کہ جب اس ضابطہ کی رو سے کفار کا خالد ہونا ثابت ہے اور موسیٰ علیہ السلام خاتم النبیین نہیں ہیں بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بھی نبی ہیں اور یہود ان حضرات کی نبوت کے منکر ہیں اور انکار نبوت انبیاء کفر ہے پس یہودی کافر ٹھہرے اس لئے اس ضابطہ کی رو سے خالد فی النار ہونگے تو ان کا دعویٰ مذکور دلیل قطعی سے باطل ٹھہرا۔ **دفع شبہ خلود عاصی:** اور جاننا چاہئے کہ اس مقام پر کافر اور مؤمن نیک عمل کا ضابطہ بیان ہوا ہے اور مؤمن بدعمل کا ضابطہ دوسری آیات واحادیث میں ہے مثلاً: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ۔ [النساء: ۴۸] اور اس مشیت کا وقوع اس آیت میں مذکور ہے: فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ [الزلزال: ۷]۔ اور احادیث تو بہت صریح ہیں اور فی نفسہ صحیح ہیں۔

معاملۂ بست ودوم: وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (الٰی قولہ تعالٰی) وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ۔ اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب لیا ہم نے (توریت میں) قول وقرار بنی اسرائیل سے کہ عبادت مت کرنا (کسی کی) بجز اللہ تعالیٰ کے اور ماں باپ کی اچھی طرح خدمت گزاری کرنا اور اہل قرابت کی بھی اور بے باپ کے بچوں کی بھی اور غریب محتاجوں کی بھی اور عام لوگوں سے (جب کوئی) بات (کہنا ہو تو) اچھی طرح (خوش خلقی سے) کہنا اور پابندی رکھنا نماز کی اور ادا کرتے رہنا زکوٰۃ پھر تم (قول وقرار کر کے) اس سے پھر گئے بجز معدودے چند کے اور تمہاری تو معمولی عادت ہے اقرار کر کے ہٹ جانا۔ **ف:** یہ معدودے چند وہ ہیں جو توریت کے پورے پابند رہے کہ قبل نسخ

توریت شریعت موسویہ پر قائم رہے اور بعد نسخ توریت شریعت محمدیہ کے متبع ہوگئے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قولہ توریت میں ھو احد الاقوال المذکورۃ فی روح المعانی ۱۲۔

الکلام: بلی من کسب الآیۃ استدل المعتزلۃ بالآیۃ علی خلود العاصی فی النار لان القسمۃ ثنائیۃ فمن لم یعمل الصالحات دخل فی من کسب الذی یستحق الخلود وانا اشرت الی الجواب بتفسیر الاحاطۃ وجعل القسمۃ ثلاثیۃ ذکر منھا اثنان ولم یذکر الثالث ھھنا ۱۲۔

العربیۃ: قولہ لا تعبدون اخبار فی معنی النھی وھو ابلغ من صریح النھی لما فیہ من ایھام ان المنھی سارع الی الانتھاء فھو یخبر عنہ قولہ احسانا متعلق بمضمر تقدیرہ وتحسنون او احسنوا قولہ المسکین مفعیل من السکون کان الفقر اسکنہ قولہ حسنا سماہ حسنا للمبالغۃ ثم تولیتم علی طریقۃ الالتفات۔ قولہ انتم معرضون قوم عاد حکم الاعراض عن الوفاء والطاعۃ واصل الاعراض الذھاب عن المواجھۃ الی جھۃ العرض اھ بیضاوی ای الناحیۃ ۱۲۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُونَ دِمَاءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُونَ أَنْفُسَكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ أَقْرَرْتُمْ وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ ﴿٨٤﴾ ثُمَّ أَنْتُمْ هَٰؤُلَاءِ تَقْتُلُونَ أَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُونَ فَرِيقًا مِنْكُمْ مِنْ دِيَارِهِمْ تَظَاهَرُونَ عَلَيْهِمْ بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَإِنْ يَأْتُوكُمْ أُسَارَىٰ تُفَادُوهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ إِخْرَاجُهُمْ ۚ أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذَٰلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٨٥﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ ۖ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ ﴿٨٦﴾

ع ۱۰

اور (وہ زمانہ بھی) یاد کرو جب ہم نے تم سے یہ قول و قرار (بھی) لیا کہ باہمی خونریزی مت کرنا اور ایک دوسرے کو ترک وطن مت کرانا۔ پھر تم نے اقرار بھی کر لیا اور (اقرار بھی ضمناً نہیں بلکہ ایسا صریح جیسے) تم شہادت دیتے ہو۔ پھر تم یہ آنکھوں کے سامنے موجود ہو (کہ) باہم قتل و قتال بھی کرتے ہو ایک دوسرے کو ترک وطن بھی کراتے ہو (اس طور پر کہ) ان اپنوں کے مقابلہ میں ان کی مخالف قوموں کی امداد کرتے ہو گناہ اور ظلم کے ساتھ اور اگر ان لوگوں میں سے کوئی گرفتار ہو کر تم تک پہنچ جاتا ہے تو ایسوں کو کچھ خرچ کر کرا کر رہا کرا دیتے ہو۔ حالانکہ یہ بات (بھی معلوم) ہے کہ تم کو ان کا ترک وطن کرا دینا نیز ممنوع ہے۔ کیا تو (پس یوں کہو کہ) کتاب (توریت) کے بعض احکام پر تم ایمان رکھتے ہو اور بعض پر ایمان نہیں رکھتے۔ سو اور کیا سزا ہو ایسے شخص کی جو تم لوگوں میں ایسی حرکت کرے بجز رسوائی کے دنیوی زندگانی میں اور روز قیامت کو بڑے سخت عذاب میں ڈال دیئے جاویں گے اور اللہ تعالیٰ (کچھ) بے خبر نہیں ہیں تمہارے اعمال (زشت) سے یہ وہ لوگ ہیں کہ انہوں نے دنیوی زندگی (کے خطوط) کو لے لیا ہے بعوض (نجات) آخرت کے سو نہ تو ان کی سزا میں (کچھ) تخفیف دی جائے گی اور نہ کوئی ان کی طرف داری (پیروی) کرنے پاوے گا ۞

تفسیر: **تتمہ میثاق مذکور**: وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ (الی قولہ تعالیٰ) وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ۔ اور (وہ زمانہ بھی یاد کرو) جب ہم نے تم سے یہ قول و قرار (بھی) لیا کہ (خانہ جنگی کر کے) باہم خونریزی مت کرنا اور ایک دوسرے کو ترکِ وطن مت کرانا پھر (ہمارے اس اقرار لینے پر) تم نے اقرار بھی کر لیا اور اقرار بھی (ضمناً نہیں بلکہ) ایسا جیسے تم (اس پر) شہادت (بھی) دیتے ہو۔ **ف**: چونکہ بعض اوقات کسی کی تقریر سے کسی امر کا اقرار مترشح و مفہوم ہوا کرتا ہے صاف اقرار نہیں ہوتا گو عقلاً و عرفاً وہ بھی اقرار ہی ہوتا ہے لیکن یہاں اس قید اخیر سے اس شبہ کو بھی رفع کر دیا اور بتلا دیا کہ اقرار مذکور ایسا صریح تھا جیسے شہادت واضح ہوا کرتی ہے اور ترکِ وطن کرانے کی ممانعت کے معنی یہ ہیں کہ کسی کو آزار پہنچا کر ایسا تنگ مت کرنا کہ بیچارہ ترک وطن پر مجبور ہو۔ آگے اس حکم خاص کے متعلق انکی عہد شکنی کا ذکر فرماتے ہیں۔

عہد شکنی: ثُمَّ أَنْتُمْ هَٰؤُلَاءِ (الی قولہ تعالیٰ) وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ إِخْرَاجُهُمْ۔ پھر (اس اقرار صریح کے بعد) تم (جیسے ہو) یہ (آنکھوں کے سامنے) موجود (ہی) ہو کہ باہم قتل و قتال بھی کرتے ہو اور ایک دوسرے کو ترک وطن بھی کراتے ہو (اس طور پر کہ) ان اپنوں کے مقابلہ میں (ان کی مخالف قوموں کی) امداد کرتے ہو گناہ اور ظلم کے ساتھ (سو ان دونوں حکموں کو تو یوں غارت کیا) اور (ایک تیسرا حکم جو سہل سا سمجھا اس پر عمل کرنے کو خوب تیار رہتے ہو کہ) اگر ان لوگوں میں سے کوئی گرفتار ہو کر تم تک پہنچ جاتا ہے تو ایسوں کو کچھ خرچ کر کرا کر رہا کرا دیتے ہو حالانکہ یہ بات (بھی معلوم) ہے کہ تم کو ان کا ترک وطن کرا دینا (اور قتل تو اور بھی بدرجۂ اولیٰ) نیز ممنوع ہے۔ **ف**: اس باب میں ان پر تین حکم واجب تھے اول قتل نہ کرنا دوم اخراج نہ کرنا سوم اپنی قوم میں سے کسی کو گرفتار و بندی دیکھیں تو روپیہ خرچ کر کے چھڑا دینا سو ان لوگوں

نے حکم اول و دوم کو تو ضائع کر دیا تھا اور سوم کا اہتمام کیا کرتے تھے اور صورت اس کی یہ ہوئی تھی کہ اہل مدینہ میں دو قومیں تھیں اوس اور خزرج اور ان میں باہم عداوت رہتی تھی اور کبھی کبھی قتال کی نوبت بھی آتی تھی اور مدینہ کے گرد و نواح میں دو قومیں یہود کی بستی تھی بنی قریظہ اور بنی نضیر اور اوس اور بنی قریظہ باہم دوست تھے اور خزرج اور بنی نضیر باہم یار تھے تو جب اوس اور خزرج کی باہم لڑائی ہوتی تو دوستی کی وجہ سے بنی قریظہ تو اوس کے مددگار ہوتے اور بنی نضیر خزرج کے حامی بنتے تو جہاں اوس و خزرج مارے جاتے اور خانماں آوارہ ہوتے اُن کے دوستوں کو بھی یہ مصیبت پیش آتی اور ظاہر ہے کہ بنی قریظہ کے قتل و اخراج میں بنی نضیر کا ضرور اثر اور دخل ہوتا تھا اور بالعکس بھی البتہ یہود کی دونوں جماعتوں میں سے اگر کوئی جنگ میں اسیر ہو جاتا تو ہر جماعت اپنے دوستوں کو مال سے راضی کر کے اس اسیر کو رہائی دلا دیتے اور جو کوئی پوچھتا تو کہتے کہ اسیر کو رہا کرا دینا ہم پر واجب ہے اور اگر قتل و اخراج کے معین بننے پر کوئی اعتراض کرتا تو کہتے کیا کریں اپنے دوستوں کا ساتھ نہ دینے سے عار آتی ہے حق تعالیٰ نے اسی کی شکایت فرمائی ہے اور جن مخالف قوموں کی امداد کا ذکر فرمایا ہے مراد ان قوموں سے اوس اور خزرج ہیں کہ اوس بنی قریظہ کی موافقت میں بنی نضیر کے مخالف تھے اور خزرج بنی نضیر کی موافقت میں بنی قریظہ کے مخالف تھے اور گناہ اور ظلم دو لفظ لانے میں اشارہ ہو سکتا ہے کہ اس میں دو حق ضائع ہوتے ہیں حق اللہ بھی کہ حکم الٰہی کی تعمیل نہ کی اور حق العبد بھی کہ دوسرے کو آزار پہنچا آگے اس عہد شکنی کی شکایت و ملامت کی مع بیان سزا تصریح ہے۔

ملامت و وبال: **اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ** (الی قولہ تعالیٰ) **وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ**۔ کیا تو (بس یوں کہو کہ) کتاب (توریت) کے بعض (احکام) پر تم ایمان رکھتے ہو اور بعض (احکام) پر ایمان نہیں رکھتے سو اور کیا سزا ہونا (چاہئے) ایسے شخص کی جو تم لوگوں میں سے ایسی حرکت کرے بجز رسوائی کے دنیوی زندگانی میں اور روز قیامت کو بڑے سخت عذاب میں ڈال دیئے جاویں گے اور اللہ تعالیٰ (کچھ) بے خبر نہیں ہیں تمہارے اعمال (زشت) سے۔ **ف**: ہر چند کہ یہ یہودی جن کے قصہ کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے بوجہ انکار نبوت جناب رسول اللہ ﷺ کے کافر ہی تھے لیکن ان مقام میں یہ کفر مذکور نہیں تو جیہ تسمیہ **معصیت بکفر**: بلکہ بعضے احکام پر عمل نہ کرنے کو کفر سے تعبیر فرمایا ہے حالانکہ جب تک حرام کو حرام سمجھے آدمی کافر نہیں ہوتا وجہ اس کی یہ ہے کہ جو گناہ بہت شدید ہوتا ہے اس پر محاورات شرعیہ میں تغلیظاً کفر کا اطلاق کر دیا جاتا ہے جس طرح ہمارے محاورات عرفیہ میں کسی ذلیل حرکت کرنیوالے کو کہہ دیں کہ تو بالکل چمار ہے حالانکہ مخاطب یقیناً چمار نہیں مقصود اس سے تنفیر شدید اس امر سے اور اس کی سخت تقبیح ہوتی ہے۔ یہی معنی ہیں ایسی حدیثوں کے **من ترك الصلوٰة متعمدًا فقد كفر ونحو ذلك**۔ اور اس مقام پر دو سزاؤں کا ذکر ہے ایک دنیوی یعنی رسوائی و ذلت سو اس کا وقوع اس طرح ہوا کہ حضور ﷺ کے وقت ہی میں مسلمانوں کے ساتھ نقض معاہدہ کرنے کے سبب بنی قریظہ قتل و قید کئے گئے اور بنی نضیر ملک شام کی طرف ہزار خواری کے ساتھ نکال دیئے گئے چنانچہ بنی قریظہ کا قصہ سورۂ احزاب کے نصف پر اور بنی نضیر کا قصہ سورۂ حشر کے آغاز میں قرآن ہی میں وارد ہے۔

ف: اور جملہ **فما جزاء من يفعل** الخ کے متعلق دو اشکال ہیں اول یہ کہ اس جملہ سے اس فعل **مذکور فی الآیہ** پر خزی دنیوی کا ترتب لازم معلوم ہوتا ہے حالانکہ احیاناً اس کفر پر خزی کا ترتب نہیں ہوتا دوسرے یہ کہ جزاء خزی میں منحصر معلوم ہوتی ہے حالانکہ احیاناً خزی کے ساتھ قتل وغیرہ واقع ہوتا ہے۔ اول کا جواب یہ ہے کہ حقیقت شناسوں کے نزدیک مذموم و ملوم ہونا یہ بھی خزی (یعنی رسوائی) ہے اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ کلام سے مقصود استحقاق جزاء کا بیان کرنا ہے نہ کہ وقوع کا۔ دوسرے کا جواب یہ ہے کہ قتل وغیرہ بھی خزی میں داخل ہے اور یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ مقصود حصر سے نفی کمی کی ہے نہ زیادتی کی۔

تتمہ وبال مع علت: **اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا** (الی قولہ تعالیٰ) **وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ**۔ (اور وجہ اس سزا کی ان کے لئے یہ ہے کہ) یہ وہ لوگ ہیں کہ انہوں نے (احکام کی مخالفت کر کے) دنیوی زندگانی (کے حظوظ) کو لے لیا ہے بعوض (نجات) آخرت کے (جس کا ذریعہ اطاعت ہے) سو نہ تو (مجوز کی طرف سے) ان کی سزا میں تخفیف دی جائے گی اور نہ کوئی وکیل مختار یا دوست رشتہ دار) ان کی طرفداری (پیروی) کرنے پائے گا۔

مُلحقاتُ التَّرجمۃ: ۱ قولہ اقرار بھی ضمناً نہیں لما فی روح المعانی وانتم تشهدون حال مؤكدة رافعة احتمال ان يكون الاقرار ذكر امر آخر لكنه يقتضيه ۱۲۔ ۲ قولہ آنکھوں کے سامنے الخ اشارة الى التركيب بكون انتم مبتدأ وهؤلاء خبرا و فى الكشاف ثم انتم بعد ذلك هولاء المشاهدون يعنى انكم قوم آخرون غير اولئك المقرين تنزيلا لتغير الصفة منزلة تغير الذات كما تقول رجعت بغير الوجه الذى خرجت به ۱۲۔ ۳ قولہ تیسرا حکم الخ فى روح المعانى روى محى السنة عن السدى ان الله تعالىٰ اخذ على بنى اسرائيل فى التوراة ان لا يقتل بعضهم بعضا ولا يخرج بعضهم بعضا من ديارهم وايما عبدا وامة وجدتموه من بنى اسرائيل فاشتروه بما قام من ثمنه فاعتقوه ۱۲۔ ۴ قولہ یہ بات ہے فى الكشاف ضمير الشان ۱۲۔ ۵ قولہ اور قتل تو اور بھی الخ اشارة الى حرمة القتل بدلالة النص عما فى روح المعانى وتخصيصه بالتقييد دون القتل الى قوله لكونه اقل خطرا بالنسبة الى القتل فكان مظنة التساهل ۱۲۔ ۶ قولہ مجوز کی طرف سے ثم قوله عطفانه کوئی وکیل الخ وبهذا التفسير حصل التغاير بين المفهومين بحيث افاد الترتيب المبالغة والتاكيد لان التخفيف اعلى والنصرة ادنى وهو المناسب لمقام النفى ۱۲۔

الکلام: وبتوجهى للتسمية المعصية كفرا اندفع احتجاج المعتزلة على كون العاصى غير مؤمن والخوارج على كونه كافرا السوال من الرازى كيف يكون عذاب اليهود اشد من الدهرية الجواب من روح المعانى المراد به الخلود فى النار واشديته من حيث لاانقضاء له او

المراد اشد جميع انواع العذاب ولكن بالنسبة الى عذاب من لم يفعل هذا العصيان ويدل عليه قوله تعالىٰ من يفعل ذلك منكم ١٢۔

اللغات: قوله يردون اى يصيرون اليه فلا يلزم كينونتهم قبل ذلك فى اشد العذاب ١٢ روح المعانى۔

العربية: ثم انتم هؤلاء فى البيضاوى ثم استبعاد لما ارتكبوه بعد الميثاق والاقرار ١٢۔ افتؤمنون الاستفهام للتهديد وهو عطف على محذوف اى اتفعلون ما ذكر فتؤمنون ولا هم ينصرون وتقديم المسند اليه لرعاية الفاصلة والتقوىٰ لا للحصر اذ ليس المقام مقامه ولذا لم يقل فلا عنهم يخفف العذاب ١٢ (روح المعانى)۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ۡ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۡ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴿٨٧﴾ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٨٨﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۡ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٨٩﴾ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿٩٠﴾

اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب (توراۃ) دی اور (پھر) ان کے بعد یکے بعد دیگرے پیغمبروں کو بھیجتے رہے اور (پھر) ہم نے عیسیٰ بن مریم کو (نبوت کے) واضح دلائل عطا فرمائے اور ہم نے اُن کو روح القدس سے تائید دی کیا جب کبھی (بھی) کوئی پیغمبر تمہارے پاس ایسے احکام لائے جن کو تمہارا دل نہ چاہتا تھا۔ جب (ہی) تم نے تکبر کرنا شروع کر دیا سو بعضوں کو تو تم نے جھٹلا دیا اور بعضوں کو (بے دھڑک) قتل ہی کر ڈالتے تھے۔ اور وہ (یہودی افتخاراً) کہتے ہیں کہ ہمارے قلوب محفوظ ہیں بلکہ ان کے کفر کے سبب ان پر خدا کی مار ہے سو بہت ہی تھوڑا سا ایمان رکھتے ہیں۔ اور جب ان کو ایک ایسی کتاب پہنچی (یعنی قرآن) جو منجانب اللہ ہے (اور) اس کی (بھی) تصدیق کرنے والی ہے جو پہلے سے ان کے پاس ہے (یعنی توراۃ) حالانکہ اس کے قبل وہ (خود) بیان کیا کرتے تھے کفار سے پھر جب وہ چیز آ پہنچی جس کو وہ (خوب جانتے) پہچانتے ہیں تو اس کا (صاف) انکار کر بیٹھے سو (بس) خدا کی مار ہو ایسے منکروں پر۔ وہ حالت (بہت ہی) بُری ہے جس کو اختیار کر کے وہ اپنی جانوں کو چھڑانا چاہتے ہیں (اور وہ حالت) یہ (ہے) کہ انکار کرتے ہیں ایسی چیز کا جو حق تعالیٰ نے نازل فرمائی محض (اسی) ضد پر کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جس بندہ پر اس کو منظور ہو نازل فرما دے۔ سو وہ لوگ غضب بالائے غضب کے مستحق ہو گئے اور ان کفر کرنے والوں کو ایسی سزا ہوگی جس میں ذلت بھی ہے ۞

تفسیر: **معاملۂ بست و سوم:** وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ (الیٰ قوله تعالیٰ) وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ۔ اور ہم نے (اے بنی اسرائیل تمہاری ہدایت کے لئے ہمیشہ سے بڑے بڑے سامان کئے سب سے اول) موسیٰ علیہ السلام کو کتاب (توراۃ) دی اور (پھر) ان کے بعد (درمیان میں) یکے بعد دیگرے (برابر مختلف) پیغمبروں کو بھیجتے رہے اور (پھر اس خاندان کے سلسلہ کے اخیر میں) ہم نے (حضرت عیسیٰ ابن مریم کو نبوت کے) واضح دلائل (انجیل اور معجزات) عطا فرمائے اور ہم نے ان کو روح القدس (جبریل علیہ السلام سے جو) تائید دی (سوائے جو بجائے خود ایک دلیل واضح تھی تو) کیا (تعجب کی بات نہیں کہ اس پر بھی تم سرکشی کرتے رہے اور) جب کبھی (بھی) کوئی پیغمبر تمہارے پاس ایسے احکام لائے جن کو تمہارا دل نہ چاہتا تھا (جب ہی) تم نے (ان پیغمبروں کی اطاعت سے) تکبر کرنا شروع کر دیا سو (ان پیغمبروں میں سے) بعضوں کو تو (نعوذ باللہ) تم نے جھوٹا بتلایا اور بعضوں کو (بے دھڑک) قتل ہی کر ڈالتے تھے۔ **ف**: روح القدس قرآن و حدیث میں جا بجا حضرتِ جبریل علیہ السلام کو کہا گیا ہے جیسے: قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ۔ اور جیسے یہ شعر حضرت حسان کا حدیث میں ہے

و جبريل رسول الله فينا ☆ و روح القدس ليس له كفاء

اور جبرائیل علیہ السلام کے واسطے سے عیسیٰ علیہ السلام کا مؤید ہونا کئی طور پر ہوا۔ اول وقت ولادت مس شیطان سے حفاظت کی گئی پھر ان کے دم کرنے سے حمل عیسوی قرار پایا۔ پھر یہود کثرت سے آپ کے دشمن تھے جبریل علیہ السلام حفاظت کے لئے ساتھ رہتے حتیٰ کہ آخر میں ان کے ذریعہ سے آسمان پر اُٹھوا لئے گئے اور یہود نے بہت پیغمبروں کی تکذیب کی ہے حتیٰ کہ عیسیٰ علیہ السلام کی بھی اور حضرت یحییٰ و زکریا علیہما السلام کو قتل بھی کیا۔

معاملۂ بست و چہارم: وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ (الیٰ قوله تعالیٰ) فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ اور (یہودی افتخاراً[1]) کہتے ہیں کہ ہمارے قلوب (ایسے) محفوظ ہیں

(کہ اس میں مخالف مذہب کا کہ اسلام ہے اثر ہی نہیں ہوتا تو مذہب پر ہم خوب[۲] پختہ ہیں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ محفوظی اور پختگی نہیں ہے) بلکہ ان کے کفر کے سبب ان پر خدا کی مار ہے (کہ اسلام جو مذہب حق ہے اس سے نفور اور مذہب منسوخ پر مصر ہیں) سو بہت ہی تھوڑا سا ایمان رکھتے ہیں (اور تھوڑا ایمان مقبول نہیں پس وہ کافر ہی ٹھہرے)**ف**: یہ تھوڑا سا ایمان ان امور کا ہے جو ان کے مذہب اور اسلام میں مشترک ہیں مثلاً خدا کا قائل ہونا' قیامت کا قائل ہونا کہ ان امور کے وہ بھی قائل تھے لیکن خود نبوتِ محمدیہ اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے کے منکر تھے اس لئے پورا ایمان نہ تھا اور اس تھوڑے ایمان کو لغت کے اعتبار سے ایمان کہہ دیا کہ بمعنی مطلق یقین کے ہے گو بعض ہی اشیاء کے ساتھ متعلق ہو اور شرعاً یہ ایمان نہیں ہے جس کے معنی کل امور واردفی الشرع کا یقین کرنا ہے۔

معاملۂ بست وپنجم: وَ لَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ (الی قولہ تعالی) فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ۔ اور جب ان کو ایک ایسی کتاب پہنچی (یعنی قرآن) جو من جانب اللہ ہے (اور) اس (کتاب) کی (بھی) تصدیق کرنے والی ہے جو (پہلے سے) ان کے پاس ہے (یعنی توراۃ) حالانکہ اس کے قبل (خود) بیان کرتے تھے (اور) کفار سے (یعنی مشرکین عرب سے کہ ایک نبی آنے والے ہیں اور ایک کتاب لانے والے ہیں مگر) پھر جب وہ چیز آ پہنچی جس کو وہ (خوب جانتے) پہچانتے ہیں تو اس کا (صاف) انکار کر بیٹھے سو (بس) خدا کی مار ہو ایسے منکروں پر (کہ جان بوجھ کر محض تعصب کے سبب انکار کریں)

ف: قرآن کو جو مصدقِ توراۃ فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ توراۃ میں جو پیشین گوئیاں متعلق بعثتِ محمدیہ اور نزولِ قرآن کے تھیں ان سے ان کا صدق ظاہر ہو گیا سو توراۃ کا ماننے والا تو قرآن اور صاحبِ قرآن کی تکذیب کر ہی نہیں سکتا ورنہ تکذیب توراۃ کی لازم آتی ہے جیسا ظاہر ہے **دفع اشکال تکفیر یہود باوجود معرفت حق**: اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ جب حق کو حق جانتے تھے تو ان کو مؤمن کہنا چاہئے پھر ان کو کافر کیسا کہا گیا۔ جواب یہ ہے کہ جس طرح حق کو باطل جاننا کفر ہے اسی طرح باوجود حق جاننے کے انکار کرنا بھی کفر ہے بلکہ بشہادت عقل وشرع یہ اول سے بھی قبیح تر ہے۔ دوسرے یہ جاننا اضطراری تھا جس سے وہ کارہ تھے اور ایمان تصدیق اختیاری کا نام ہے جس میں طوع وتسلیم ہو کیونکہ مامور بہ ہے اور مامور بہ کا اختیاری ہونا ضرور ہے آگے اس کا بھی بیان ہے کہ جان بوجھ کر پھر امر واقعی کا انکار کرنے کی کیا وجہ حاصل جواب یہ ہے کہ حسد اس کا سبب ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

سببِ انکارِ یہود: بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ (الی قولہ تعالی) وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ۔ وہ حالت (بہت ہی) بری ہے جس کو اختیار کر کے (وہ بزعم خود اپنی جانوں کو عقوبتِ آخرت سے) چھڑانا چاہتے ہیں (اور وہ حالت) یہ (ہے) کہ کفر (وانکار) کرتے ہیں ایسی چیز کا جو حق تعالیٰ نے (ایک سچے پیغمبر پر) نازل فرمائی (یعنی قرآن اور وہ انکار بھی) محض (اس ضد پر کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جس بندہ پر اس کو منظور ہو یعنی محمد ﷺ پر کچھ) نازل فرمادے سو (اس حسد بالائے کفر سے) وہ لوگ غضب بالائے غضب کے مستحق ہو گئے اور (آخرت میں) ان کفر کرنے والوں کو ایسی سزا ہوگی جس میں تکلیف کے علاوہ ذلت (بھی) ہے۔

ف: ایک غضب تو کفر پر تھا ہی دوسرا غضب ان کے حسد پر ہو گیا اور عذاب میں مہین کی قید سے تخصیص کفار کی ہو گئی کیونکہ مؤمن عاصی کو عذاب تطہیر عن الذنوب کے لئے ہوگا آگے ان کا ایک قول بیان فرماتے ہیں جس سے کفر ثابت ہوتا ہے اور حسد بھی مترشح ہوتا ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ (الی قولہ تعالی) تَقْتُلُوْنَ اس میں دلیل ہے اس پر کہ کبر اکثر معاصی کی اصل ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تکذیب اور قتل کو استکبار پر مرتب فرمایا ہے۔ قولہ تعالیٰ: اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ اس میں دلیل ہے اس پر کہ احوال موہوبہ محض فضل ومشیت سے میسر ہوتے ہیں ان میں مجاہدہ کو کچھ دخل نہیں۔

الحواشی: (۱) یہ توجیہ مشہور کے علاوہ توجیہ ہے معنی لغوی تو متحد ہیں ای هی مغشاة باغشية لا يكاد يصل اليها ما جاء به محمدﷺ صرف تفاوت یہ ہے کہ توجیہ مشہور یہ کہنا اعتذاراً تھا کہ ہم کیا کریں ہمارے ذہن ہی میں نہیں پہنچتا یا بعض کے نزدیک استدلالاً علی ابطال الحق تھا کہ ہر علم نافع ہمارے ذہن تک پہنچ جاتا ہے اور یہ پہنچتا نہیں ہے اور میری توجیہ یہ کہنا افتخاراً ہے سو غرض کے بدلنے سے تفسیر کی تبدیل لازم نہیں آتی اور تفسیر بالرائے میں داخل نہیں ہوتی مجھ کو ذوقاً اس کے جواب میں (بل لعنهم الله) یا ایک جگہ (بل طبع الله عليها) سے یہ توجیہ زیادہ چسپاں معلوم ہوئی قلت ثم رأيت في العزيزي ما يؤيد تفسير والحمد لله على ذلك ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قولہ یکے بعد دیگرے لما في الجلالين اي اتبعنا هم رسولاً في اثر رسول ۱۲۔ ۲؎ قولہ خوب پختہ ہیں صرح بهذا التفسير في التفسير العزيزي كما نقلته في رسالتي موائد العوائد ۱۲۔

اللغات: غلف جمع اغلف مستعار من الاغلف الذى لم يختن اى هى مغشاة باغشية لا يكاد يصل اليها ما جاء به محمد صلى الله عليه وسلم الى قوله قال الكلبي يعنون ان قلوبنا لا يصل اليها حديث الا وعته ولو كان فى حديثك خير لوعته ايضا و حاصل الرد ابعدهم من رحمته فلذلك لا يقبلون الحق المؤدى اليها ۱۲ من ابى السعود۔

النحو واللغة: يستفتحون يفتحون عليهم من قوله فتح عليه اذا علمه كما فى قوله اتحدثونهم بما فتح الله عليكم ۱۲ بئسما۔ ما نكرة بمعنى

شیٔ ممیزة لفاعل بئس المستکن اشتروا صفته ومعناه باعوا او شروا بحسب ظنهم فانهم ظنوا انهم خلصوا انفسهم من العقاب بما فعلوا۔ ان یکفروا هو المخصوص بالذم بغیا طلبا لما لیس لهم وحسدا وهو علة یکفروا دون اشتروا للفصل ان ینزل الله اے لان ینزل ای حسدوا علی ان ینزل۱۲ بیضاوی۔ قلت واخترت فی اشتروا المعنی الثانی وفی حاشیة البیضاوی قوله فانهم ظنوا الخ علی ما هو ظاهر حالهم من اظهار التصلب وادعاء الحقیة فلا یرد انهم ما ظنوا ذلك بدلالة قوله تعالٰی بغیًا و قوله تعالٰی ما عرفوا فان عدم ظنهم فی الواقع لا ینافی کون ظاهر حالهم کذلك قوله طلبا لما لیس لهم یعنی ان البغی فی اللغة مطلق الطلب علی ما فی الکواشی استعمل ههنا فی الطلب الخاص وهو طلب ما لیس لهم بقرینة المفعول اعنی ان ینزل الله فان طلبهم تنزیل الوحی الذی اختاره لمحمد صلی اللّٰه علیه وسلم طلب لما لیس حقالهم فیؤل الی معنی الحسد فلا جل هذا الاستلزام فسر البغی ههنا بالحسد وجعل التنزیل محسودا علیه قوله لان ینزل الله قدر اللام لتقویة امر المصدر اشارة الی انه مفعول لبغیا فیکون محسودا علیه فلذا قال ای حسدوه علی ان ینزل الله تعالٰی۱۲۔

العربیة : قفینا یقال قفاه اذا اتبعه وقفاه به اتبعه ایاه۱۲بیضاوی واصل الکلام وقفینا موسٰی بالرسل فترك المفعول واقیم من بعده مقامه۱۲ (حاشیة البیضاوی) بروح القدس بالروح المقدسة کقولك حاتم الجود ورجل صدق۱۲ بیضاوی۔ افکلما ای فلم یستقیموا افکلما وقوله استکبرتم ای عن اتباعه وهو جواب کلما وهو محل الاستفهام والمراد به التوبیخ ۱۲ تقتلون المضارع لحکایة الحال الماضیة ای قتلتم ۱۲ جلالین لان الامر فظیع فارید استحضاره فی النفوس وتصویره فی القلوب۱۲ کشاف۔

العربیة : والسین فی یستفتحون اذا کان بمعنی یفتحون زائد للمبالغة کانهم فتحوا بعد طلبه من انفسهم۱۲ روح المعانی۔ قوله ولما جاء هم جواب لما محذوف دل علیه جواب لما الثانیة۔ قوله علی الکفرین ای علیهم واتی بالمظهر للدلالة علی انهم لعنوا لکفرهم فیکون اللام للعهد۱۲ (بیضاوی) قلت واشرت الی العهد فی الترجمة ۱۲۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا نُؤْمِنُ بِمَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُونَ بِمَا وَرَاءَهُ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِمَا مَعَهُمْ ۗ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُونَ أَنْبِيَاءَ اللَّهِ مِنْ قَبْلُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿٩١﴾ وَلَقَدْ جَاءَكُمْ مُوسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَنْتُمْ ظَالِمُونَ ﴿٩٢﴾ وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَاسْمَعُوا ۖ قَالُوا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَأُشْرِبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ۚ قُلْ بِئْسَمَا يَأْمُرُكُمْ بِهِ إِيمَانُكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿٩٣﴾ قُلْ إِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِنْدَ اللَّهِ خَالِصَةً مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٩٤﴾ وَلَنْ يَتَمَنَّوْهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ﴿٩٥﴾

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم ایمان لاؤ ان (تمام) کتابوں پر جو اللہ تعالیٰ نے (متعدد پیغمبروں پر) نازل فرمائی ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم (تو صرف) اس (ہی) کتاب پر ایمان لائیں گے جو ہم پر نازل کی گئی ہے (یعنی توراۃ) اور جتنی اس کے علاوہ ہیں ان سب کا وہ انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ بھی حق ہیں اور تصدیق کرنے والی بھی ہیں اس کی جو ان کے پاس ہے (یعنی توراۃ کی) آپ کہئے کہ (اچھا تو) پھر کیوں قتل کیا کرتے تھے اللہ کے پیغمبروں کو اس کے قبل کے زمانہ میں اگر تم توراۃ پر ایمان رکھنے والے تھے اور حضرت موسیٰ (علیہ السلام) تم لوگوں کے پاس صاف صاف دلیلیں لائے (مگر) اس پر بھی تم لوگوں نے گوسالہ کو (معبود) تجویز کرلیا موسیٰ علیہ السلام کے طور پر جانے کے بعد اور تم ستم ڈھا رہے تھے۔ اور جب ہم نے تمہارا قول و قرار لیا تھا اور طور کو تمہارے سروں کے اوپر لا کھڑا کیا تھا لو جو کچھ (احکام) ہم تم کو دیتے ہیں ہمت (اور پختگی) کے ساتھ اور سنو۔ اس وقت انہوں نے زبان سے کہہ دیا کہ ہم نے سن لیا اور ہم سے عمل نہ ہوگا اور (وجہ اس کی یہ ہے) کہ ان کے قلوب میں وہی گوسالہ پیوست ہوگیا تھا ان کے کفر (سابق) کی وجہ سے۔ آپ فرما دیجئے کہ یہ افعال بہت برے ہیں جن کی تعلیم تمہارا ایمان تم کو کررہا ہے اگر تم اہل ایمان ہو۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر (بقول تمہارے) عالم آخرت محض تمہارے ہی لئے نافع ہے بلا شرکت غیرے تو تم (اس کی تصدیق کے لئے ذرا) موت کی تمنا کر (کے دکھلا) دو اگر تم سچے ہو اور وہ ہرگز کبھی اس

(موت) کی تمنا نہ کریں گے بوجہ (خوف سزا) ان اعمال (کفریہ) کے جو اپنے ہاتھوں سمیٹے ہیں اور حق تعالیٰ کو خوب اطلاع ہے ان ظالموں (کے حال) کی ۞

تفسیر: دلیل کفر وحسد یہود مع رد: **وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا** (الی قولہ تعالٰی) **اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ** اور جب (ان یہودیوں سے) کہا جاتا ہے کہ تم ایمان لاؤ ان تمام کتابوں پر جو اللہ تعالیٰ نے متعدد پیغمبروں پر) نازل فرمائی ہیں (اور ان تمام کتابوں میں قرآن بھی ہے) تو (جواب میں) کہتے ہیں کہ ہم (تو صرف) اس (ہی) کتاب پر ایمان لائیں گے جو ہم لوگوں) پر (بواسطہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے) نازل کی گئی ہے (یعنی توراۃ) اور (باقی) جتنی (کتابیں) اس کے علاوہ ہیں (جیسے انجیل اور قرآن ان سب) کا وہ انکار کرتے ہیں حالانکہ وہ توراۃ کے ماسوا کتابیں بھی فی نفسہ حق (اور واقعی ہیں اور فی نفسہ حق ہونے کے علاوہ) تصدیق کرنے والی بھی ہیں اس (کتاب) کی جو ان کے پاس ہے (یعنی توراۃ کی آپ یہ بھی کہئے کہ اچھا تو) پھر کیوں قتل کیا کرتے تھے اللہ کے پیغمبروں کو اس کے قبل کے زمانے میں اگر تم (توراۃ) پر ایمان رکھنے والے تھے۔ **ف**: یہود کے اس قول کا کفر ہونا تو صریح ہے کہ اقرار کرلیا کہ ہم صرف توراۃ پر ایمان لائیں گے دوسری کتب پر ایمان نہ لائیں گے اور اس عنوان سے کہ ہم پر نازل کی گئی حسد بھی مترشح ہے جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ اور کتابیں چونکہ ہم پر نازل نہیں کی گئیں اس لئے ایمان نہیں لاتے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر اس قول میں تین طرح رد فرمایا۔ اول یہ کہ جب اور کتابوں کی حقیقت اور واقعیت بھی دلیل قطعی سے ثابت ہے پھر اس کے انکار کی کیا وجہ البتہ اس دلیل میں اگر کچھ کلام تھا اس کو پیش کر کے تشفی کر لیتے باقی انکار محض کی کیا وجہ۔ دوسرے اور کتابیں مثلاً قرآن ہی کو لو جب توراۃ کی مصدق ہیں تو اس کے انکار و تکذیب سے تو خود توراۃ کا انکار و تکذیب بھی لازم آتا ہے جیسا اوپر عنقریب آیت **وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ** الخ۔ کی تفسیر میں بھی اس کی تقریر آ چکی ہے۔ تیسرے یہ کہ انبیاء علیہم السلام کو قتل کرنا تمام کتب سماویہ کی رو سے کفر ہے پھر تمہارے گروہ کے لوگوں نے جو بہت نبیوں کو قتل کیا جن کی تعلیم بھی توراۃ ہی کے احکام کے ساتھ خاص تھی اور قاتلین کو تم مقتدیٰ اور پیشوا سمجھتے ہو تو براہ راست توراۃ کے ساتھ کفر ہے اس سے تو دعویٰ ایمان بالتوراۃ کا بھی غلط ٹھہرتا ہے غرض ہر پہلو سے تمہارا یہ قول اور فعل بے ٹھکانے ہے۔ آگے یہود کے اسی قول کو اور وجوہ سے بھی رد فرماتے ہیں۔

تتمہ رد دعویٰ ایمان یہود: **وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ** اور حضرت موسیٰ علیہ السلام تم لوگوں کے پاس صاف صاف دلیل (توحید ورسالت کی) لائے (مگر) اس پر بھی تم لوگوں نے گوسالہ کو (معبود) تجویز کرلیا موسیٰ علیہ السلام کے (طور پر جانے کے) بعد اور تم (اس تجویز میں) ستم ڈھا رہے تھے۔ **ف**: اس بینات سے مراد وہ دلائل ہیں جو اس قصہ سے پہلے کہ اس وقت تک توراۃ نہ ملی تھی صدق حضرت موسیٰ علیہ السلام پر قائم ہو چکی تھیں مثلاً عصا اور ید بیضا اور فلق بحر ونحو ذلک حاصل تقریر رد کا ظاہر ہے کہ تم دعویٰ کرتے ہو ایمان کا اور یہ فعل صریح شرک تھا جس سے موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب خدا کی تکذیب صریحاً لازم آئی جس طرح اوپر کے عمل سے توراۃ کی تکذیب لازم آئی تھی اور چونکہ اس کے قبل اتخاذ عجل کے قصہ سے صرف ان کے معاملات قبیحہ کا بیان کرنا مقصود تھا اور یہاں ان کے دعوے کی تکذیب کرنا لہٰذا تجدد وتعدد فائدے کے سبب تکرار نہیں ہے اور یہی تقریر سمجھو آیت آئندہ میں جس میں اخذ میثاق کا ذکر ہے جو اوپر بھی آ چکا ہے اور حاضرین زمانہ نزول قرآن پر اتخاذ عجل سے رد کرنا اسی بناء مذکور پر ہے کہ یہ لوگ ان کے طرفدار اور حامی رہتے تھے۔ اور خواہ مقصود کی تقریر اس طرح کی جائے کہ جن کے سلف نے کفر بموسیٰ کیا ہے ان کے خلف سے کفر بمحمدؐ چنداں عجیب نہیں۔

تتمہ رد مذکور: **وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ** (الی قولہ تعالٰی) **قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ**۔ اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب ہم نے تمہارا قول وقرار لیا تھا اور (اس قول وقرار لینے کے لئے) طور کو تمہارے (سروں کے) اوپر لا کھڑا کیا تھا (اور اس وقت حکم دیا تھا کہ) لو جو کچھ (احکام) ہم تم کو دیتے ہیں ہمت (اور پختگی) کے ساتھ اور (ان احکام کو دل سے) سنو (اس وقت) انہوں نے (ڈر کے مارے زبان سے تو) کہہ دیا کہ ہم نے (قبول کرلیا اور) سن لیا اور (چونکہ واقع میں یہ بات دل سے نہ تھی اس لئے گویا بزبانِ حال یوں بھی کہہ رہے تھے کہ) ہم سے عمل نہ ہوگا اور (وجہ ان کی اس بددلی کی یہ تھی کہ) ان کے قلوب (کے ریشہ ریشہ) میں وہی گوسالہ پیوست ہو گیا تھا ان کے کفر (سابق) کی وجہ سے (جب کہ دریائے شور سے اتر کر انہوں نے ایک بت پرست قوم کو دیکھ کر درخواست کی تھی کہ ہمارے لئے کوئی ایسا ہی مجسم معبود تجویز کر دیا جائے) آپ فرما دیجئے کہ (دیکھ لیا تم نے اپنے ایمان مزعوم کے افعال کو سو) یہ افعال تو بہت برے ہیں جن کی تعلیم تمہارا ایمان تم کو کر رہا ہے اگر تم (بزعم خود اب بھی) اہل ایمان ہو (یعنی یہ ایمان نہیں ہے)۔ **ف**: حاصل ترتیب اسباب ومسببات مندرجہ آیت کا یہ ہوا کہ دریائے شور سے اتر کر ان لوگوں سے ایک کلمۂ کفر صادر ہوا ہر چند کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زجر وتوبیخ سے توبہ کرلی لیکن توبہ کے مراتب بھی مختلف ہوتے ہیں اعلیٰ درجہ کی توبہ نہ ہونے سے اس کی ظلمت کچھ قلب میں باقی رہ گئی وہ ترقی پا کر گوسالہ پرستی کا سبب ہوا پھر اس کی توبہ میں بعض تو قتل ہی ہو گئے اور شاید بعضوں کی بلا قتل معافی ہوگئی ہو جیسا بعض مفسرین نے نقل کیا ہے ان کی توبہ بھی کچھ ضعیف ہوئی ہوگی اور جو گوسالہ پرستی سے محفوظ رہے تھے ان کو گوسالہ پرستوں سے جس قدر نفرت واجب تھی اس میں کوتاہی ہونے سے ایک گونہ اثر اس معصیت شرکیہ کا بسبب ایک شعبۂ رضا کے ان کے قلب میں باقی تھا۔ بہر حال ضعف توبہ یا بقائے اثر عدم نفرت نے پھر قلوب میں سستی دین پیدا کی جس سے اخذ میثاق میں رفع طور کی نوبت آئی اور قبول میں بھی مقال اور حال موافق نہ ہوئے۔

معاملۂ بست و ششم: قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ (الی قولہ تعالی) وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ۔ بعض یہودی دعویٰ کرتے تھے کہ آخرت کی نعمتیں خالص ہمارا ہی حق ہیں حق تعالیٰ نے اس کے باطل کرنے کے لئے فرمایا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ (ان لوگوں سے) کہہ دیجئے کہ اگر (بقول تمہارے) عالم آخرت محض تمہارے ہی لئے نافع ہے بلاشرکت غیرے تو تم (اس کی تصدیق کے لئے ذرا) موت کی تمنا کر کے دکھلا دو اگر تم (اس دعوے میں) سچے ہو اور ہم ساتھ ہی یہ بھی کہے دیتے ہیں کہ وہ خاص مدعی ہرگز کبھی اس (موت) کی تمنا نہ کریں گے بوجہ (خوف سزا) ان اعمال (کفریہ) کے جو اپنے ہاتھوں سمیٹے ہیں اور حق تعالیٰ کو خوب اطلاع ہے ان ظالموں (کا حال) کی (جب تاریخ مقدمہ کی آئے گی فرد قرار داد جرم سنا کر سزا کا حکم کر دیا جائے گا)۔ **ف**: یہود کا یہ دعویٰ ان آیات سے بھی مفہوم ہوتا ہے۔ لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً [البقرۃ: ۸۰] وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى [البقرۃ: ۱۱۱]۔ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ [المائدۃ: ۱۸] اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ۔ وغیرہا۔

حاصل ان سب دعووں کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم دین حق پر ہیں لہٰذا آخرت میں ہم کو نجات تو ضرور ہو گی پھر جو ہم میں گنہگار ہیں ان کو چندے سزائے دوزخ بھگتنا پڑے گی اور جو تائب یا مرحوم ہیں وہ ابتداء ہی جنت میں داخل ہو جائیں گے اور جو مطیع ہیں مثل ابناء و احباء کے محبوب و مقرب ہیں اور یہ سب دعوے قطع نظر فتح بعض عنوانات کے فی نفسہٖ کسی شخص کے دین حق پر قائم ہونے کی صورت میں صادق ہیں چونکہ وہ لوگ بوجہ منسوخ ہو جانے ان کے دین کے واقع میں دین حق پر نہ تھے اس لئے حق تعالیٰ نے جا بجا مختلف وجوہ و طرق سے ان کی تکذیب فرمائی ہے منجملہ ان طرق کے ایک طریق یہ ہے جو یہاں مذکور ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تم لوگ اگر طریق معتاد یعنی مناظرہ سے فیصلہ نہیں کر سکتے تو ایک طریق غیر معتاد و خارق عادت سے فیصلہ کر لو جس میں علم و فہم و نظر غائر کی بھی ضرورت نہیں صرف زبان ہلانے کا کام ہے وہ یہ کہ ہم پیشین گوئی کرتے ہیں کہ تم لوگ ہرگز زبان سے اتنا نہیں کہہ سکتے کہ ہم موت کے متمنی ہیں۔ اس پیشین گوئی کے ساتھ اب ہم تم سے درخواست کرتے ہیں کہ بھلا اتنا کلمہ کہہ تو دو اگر کہہ دیا تو ہم ہارے تم جیتے اور اگر نہ کہہ سکے تو پھر تو ہمارا صادق تمہارا کاذب ہونا ثابت ہو جائے گا۔ اور یہ طریق اس تقریر پر اگر شرط و جزا میں مناسبت بھی نہ ہوتی تب بھی کافی تھا لیکن مناسبت سے احتجاج کے علاوہ لطافت اور بلاغت اور مزید ہو گئی وجہ مناسبت ظاہر ہے کہ جس شخص کو آخرت میں قرب یا اقل درجہ نجات ہی کا یقین ہو جیسا دین حق کے ہونے کا مقتضا ہے تو اس کو آخرت میں پہنچنا فی نفسہٖ ضرور مرغوب و محبوب ہونا چاہئے جس کی سڑک صرف موت ہے اس لئے اس سڑک پر پڑ جانا بھی اس اعتبار خاص سے ضرور اس کا متمنی ہو گا گو طبعاً موت سے وحشت کرتا ہو یا سزائے معاصی سے خائف ہو سو اس وحشت طبعیہ یا خوف عقوبت کا اثر اتنا ضرور ہو سکتا ہے کہ بے ضرورت تمنائے موت نہ کرے گا لیکن جب کوئی ایسا ضروری داعی پیش آوے جو کہ اپنی قوت و اثر سے طبع پر غالب آ جائے اور اس عقوبت کی طرف ملتفت نہ رہنے دے یا اس معصیت کا کفارہ ہو جانا متوقع ہو تو اس وقت وہ توحش طبعی اور وہ خوف ضرور زائل ہو جائے گا اور اس مرغوبیت و محبوبیت فی نفسہٖ کا ظہور ہو پڑے گا۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جن حضرات پر کوئی کیفیت باطنی مثل شوق وغیرہ کے غالب ہو جاتی ہے تو اس وقت وہ بے دھڑک موت وغیرہ کے آرزومند ہو جاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ جس کو عین موت کے وقت جب بشارت رحمت و مغفرت رضائے حق کی مکشوف ہوتی ہے اس وقت بھی مشتاق موت کا ہو جاتا ہے جیسا احادیث میں ہے اور یہی وجہ ہے کہ ایسے اسباب سے تمنائے موت کی شرعاً ممانعت بھی نہیں ہے جیسا حدیثوں میں ممانعت کو لضر نزل به کے ساتھ مقید کرنا صاف اس پر دال ہے جب یہ سب ذہن نشین ہو گیا تو اب سمجھئے کہ یہود اگر بزعم خود حق پر ہیں تو گو موت کی کراہت و وحشت طبعیہ پر وہ قابل الزام نہیں لیکن جب ہی تک کہ کوئی داعی قوی پیش نہ آئے اور اس سے بڑھ کر کیا داعی ہو گا کہ دلائل عقلیہ و سمعیہ سے فیصلہ نہ ہونے پر مدار فیصلہ صرف اتنا امر قرار پایا ہو کہ زبان سے اظہار تمنا کر دو سو اول تو دین جس درجہ اہل دین کو محبوب ہوتا ہے اس کا مقتضا تو یہ ہے کہ اگر اعلائے دین اور اس کے اثبات حقیت اور وجود غلبہ کے لئے سچ مچ جان نذر ہو جائے تو عین سعادت و غایت مطلوب ہے جیسے جان باز ایسے اوقات میں جان بازی کر ہی گزرتے ہیں تو اگر سچ مچ وہ مر بھی جاتے مگر دین کا بول بالا ہو جاتا جب بھی کوئی وجہ پس و پیش کی نہ تھی اور یہاں تو صرف زبان ہی ہلانا پڑتا تھا مگر چونکہ اضطراراً اپنا باطل اور کفر پر اور جناب رسول اللہ ﷺ کو مؤمنین کا حق اور ایمان پر ہونا خوب جانتے تھے جیسا کہ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ میں یہی مراد ہے اس لئے کچھ ایسی ہیبت چھائی کہ زبان ہی نہ اٹھی ورنہ جس درجہ حضورؐ سے ان کو عداوت و مخالفت تھی اس کی وجہ سے تو آپ ﷺ کی اس پیشین گوئی پر بڑا جوش آنا چاہئے تھا اور ضرور کہہ ڈالتے لیکن کچھ ایسے کھوئے گئے کہ دیوار بولے تو وہ بولیں در حقیقت یہ بڑا ہی معجزہ ہے جو اثبات حقانیت اسلام کے لئے نہایت کافی ہے اور اس تقریر سے بفضلہٖ تعالیٰ مقام میں کوئی اشکال نہ رہا۔ مثلاً یہ کہ موت سے تو کراہت طبعیہ ہوتی ہے یا بعد موت خوف سزائے معصیت ہوتا ہے اس لئے تمنا نہ کی ہو یا یہ کہ تمنائے موت تو ممنوع ہے پھر ان سے کیوں درخواست کی گئی سو تقریر بالا سے واضح ہو گیا کہ جو حالت در پیش تھی اس میں نہ طبعی کراہت ہے نہ اس خوف کی طرف التفات ہے نہ شرعی ممانعت ہے۔ اب دو امر اور سمجھ لیجئے ایک تو یہ کہ یہ احتجاج شخص خاص ان یہودیوں کے ساتھ تھا جو حضور ﷺ کے مخاطب تھے ہر زمانہ کے یہودیوں سے یہ خطاب نہیں ہے اور ابداً انہیں کی عمر کے اعتبار سے فرمایا ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ شبہ نہ کیا جائے کہ شاید کسی نے اظہار تمنا کیا ہو مگر خبر نہ پہنچی ہو جواب یہ ہے کہ مخالفین قرآن ہمیشہ ناصرین سے زیادہ رہے ہیں اگر ایسا ہوتا منقول و مشہور ہونا ضرور تھا آگے ان کے تمنا نہ کرنے کے تتمۂ مضمون کا ذکر ہے مع اشارۂ ثبوت ان کے کذب دعویٰ کے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۝ ۔ یہ دلالت کرتا ہے اس پر کہ منجملہ علامات ولایت کے حب موت ہے خواہ طبعاً یا عقلاً حسب تفاوت احوال۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قولہ بزبان حال ماخذہ احد الاقوال المذكورة فی روح المعانی۔ ۲ قولہ تعالیٰ درخواست کی الخ كما فی سورة الاعراف اجعل لنا آلها الخ۔ ۳ قولہ نافع ہے لدلالة اللام عليه۱۲۔ ۴ قولہ زبان سے اتافی روح المعانی والمراد بالتمنی قول الشخص ليت كذا وليس من اعمال القلب۱۲۔ ۵ قولہ فی آخر ف یہ احتجاج خاص ان یہودیوں کے ساتھ تھا الخ لما فی روح المعانی فی قصة طويلة عن ابن عمر رضی اللہ عنهما قال توهم هذا الكلب اللعين الجاهل ان هذا لكل يهودی او لليهود فی كل وقت لا انما هو لاولٰئك الذين كانوا يعاندون ويجحدون بعد ان عرفوا الخ۱۲۔

اللغات: قولہ اشربوا تداخلهم حبه ورسخ فی قلوبهم صورته بفرط شغفهم به كما يتداخل الصبغ الثوب والشراب اعماق البدن۱۲ بيضاوی۔

النحو واللغۃ: وراء فی الاصل مصدر جعل ظرفا ويضاف الى الفاعل فيراد به ما يتوارى وهو خلفه والى المفعول فيراد به ما يواريه وهو قدامه ولذلك عد من الاضداد۱۲ بيضاوی۔

العربیۃ: فی قلوبهم بيان لمكان الاشراب كقوله تعالى يأكلون فی بطونهم نارا۱۲ بيضاوی۔

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝۹۶ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝۹۷ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰىلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝۹۸ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ۝۹۹ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۱۰۰

اور آپ (تو) ان کو حیات (دنیویہ) کا حریص (عام) آدمیوں سے (بھی) بڑھ کر پائیں گے اور مشرکین سے بھی ان میں کا ایک ایک (شخص) اس ہوس میں ہے کہ اس کی عمر ہزار برس کی ہو جائے اور یہ امر عذاب سے تو نہیں بچا سکتا کہ (کسی کی بڑی) عمر ہو جائے اور حق تعالیٰ کے سب پیش نظر ہیں اُن کے اعمال (بد)۔ آپ (ان سے) یہ کہیے کہ جو شخص جبریل سے عداوت رکھے سو انہوں نے یہ قرآن آپ کے قلب تک پہنچا دیا ہے۔ خداوندی حکم سے (سو) اسکی (خود) یہ حالت ہے کہ تصدیق کر رہا ہے اپنے سے قبل والی (سماوی) کتابوں کی اور رہنمائی کر رہا ہے اور خوشخبری سنا رہا ہے ایمان والوں کو۔ جو (کوئی) شخص خدا تعالیٰ کا دشمن ہو اور فرشتوں کا (ہو) اور پیغمبروں کا (ہو) اور جبریل کا (ہو) اور میکائیل کا (ہو) تو اللہ تعالیٰ دشمن ہے ایسے کافروں کا۔ اور ہم نے تو آپ کے پاس بہت سے دلائل واضح نازل کئے ہیں اور کوئی انکار نہیں کیا کرتا مگر صرف وہی لوگ جو عدول حکمی کے عادی ہیں۔ کیا اور جب کبھی بھی ان لوگوں نے کوئی عہد کیا ہوگا (ضرور) اس کو ان میں سے کسی نہ کسی فریق نے نظر انداز کر دیا ہوگا بلکہ ان میں زیادہ تو ایسے ہی نکلیں گے جو (میرے اس عہد کا) یقین ہی نہیں رکھتے۔ ۞

تفسیر: **تتمہ مضمونِ سابق:** وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ (الی قولہ تعالی) وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۔ اور (وہ لوگ موت کی تمنا کیا خاک کرتے) آپ (تو) ان کو حیات (دنیویہ) کا حریص اور (عام) آدمیوں سے (بھی) بڑھ کر پائیں گے اور (اوروں کا تو کیا ذکر حیرت تو یہ ہے کہ بعض) مشرکین سے بھی (بڑھ کر آپ ان کو حریص حیات کا دیکھیں گے اور ان کی یہ کیفیت ہے کہ) ان میں کا ایک ایک (شخص) اس ہوس میں ہے کہ اس کی عمر ہزار برس کی ہو جائے اور (بھلا بالفرض اگر اتنی عمر ہو بھی گئی تو کیا) یہ امر عذاب سے تو بچا نہیں سکتا کہ (کسی کی بڑی) عمر ہو جائے اور حق تعالیٰ کے سب پیش نظر ہیں ان کے اعمال (بد جس پر ان کو عذاب ہونے والا ہے)۔ **ف:** حیرت اور استبعاد کی وجہ یہ ہے کہ مشرکین عرب آخرت کے منکر تھے اس لئے ان کی بہار اور عیش جو کچھ ہے دنیا ہی ہے وہ اگر طول عمر کی تمنا کریں عجیب نہیں مگر یہود تو آخرت کے قائل اور بزعم خود اس کی نعمت کے خود مستحق پھر دنیا میں ہمیشہ رہنا چاہیں یہ نہایت مستبعد ہے پس باوجود اعتقاد آخرت کے طول عمر کی تمنا صاف دلیل ہے کہ یہ اختصاص استحقاق نعمت آخرت کا دعویٰ ہی دعویٰ ہے دل میں خوب سمجھتے ہیں کہ وہاں پہنچ کر جہنم ہی نصیب ہونا ہے اس لئے جب تک بچے رہیں جب ہی تک سہی۔

معاملۂ بست و ہفتم: قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ (الی قولہ تعالی) فَإِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ۔ بعض یہود نے حضور ﷺ سے یہ سن کر کہ جبریل علیہ السلام وحی لاتے ہیں کہا کہ ان سے تو ہماری عداوت ہے احکام شاقہ اور واقعات ہائلہ ان ہی کے ہاتھوں آیا کئے ہیں میکائیل خوب ہیں کہ بارش اور رحمت ان کے متعلق ہے اگر وہ وحی لایا کرتے تو ہم مان لیتے حق تعالیٰ اس پر رد فرماتے ہیں کہ اے محمد ﷺ آپ (ان سے) یہ کہئے کہ جو شخص جبریل سے عداوت رکھے (وہ جانے لیکن اس امر کو قرآن کے نہ ماننے میں کیا دخل کیونکہ اس میں تو وہ سفیر محض ہیں) سو (سفارت کے طور پر) انہوں نے یہ قرآن آپ کے قلب تک پہنچا دیا ہے خداوندی حکم سے (تو لانے والے کی خصوصیت کیوں دیکھی جاتی ہے البتہ خود قرآن کو دیکھو کہ کیسا ہے سو) اس کی (خود) یہ حالت ہے کہ تصدیق کر رہا ہے اپنے سے قبل والی (سماوی) کتابوں کی اور رہنمائی کر رہا ہے (مصالح ضروریہ کی) اور خوشخبری سنا رہا ہے ایمان والوں کو (اور کتب سماویہ کی یہی شان ہوتی ہے پس قرآن ہر حال میں کتاب سماوی قابل اتباع ٹھہرا پھر جبریل علیہ السلام کی عداوت سے اس کو نہ ماننا پوری حماقت ہے اب رہا خود مسئلہ عداوت جبریل کا سو اس کا فیصلہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے نزدیک خود اللہ تعالیٰ سے عداوت رکھنا یا اس کے دوسرے ملائکہ سے یا اس کے رسولوں سے یا خود میکائیل سے جن کی دوستی کا دم بھرتے ہیں ان سب سے عداوت رکھنا اور جبریل سے عداوت رکھنا یہ سب ہم پلہ شمار کئے جاتے ہیں اور ان سب عداوتوں کا قانون یہ ہے کہ) جو (کوئی) شخص خدا تعالیٰ کا دشمن ہو (تو) اور فرشتوں کا (ہوتو) اور پیغمبروں کا (ہوتو) اور میکائیل کا (ہو) تو (ان سب کا وبال یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ دشمن ہے ایسے کافروں کا۔ **ف**: آیت اول کی تقریر کا تتمہ یہ ہے کہ سفارت کے صادق ہونے کے لئے سفیر میں دو صفتوں کا ہونا کافی ہے اول مامور ہو دوسرے امین ہو سو امین ہونے سے تو یہود کو ظاہری انکار بھی نہ تھا صرف عناداً ظاہر میں اس کا انکار کرتے تھے کہ قرآن کی تنزیل من اللہ ہوئی ہو اس لئے یہاں اسی کا اثبات کیا گیا اور نیز ایک دوسرے نکتہ سے بھی یہ تخصیص اس مقام کے مناسب ہے کیونکہ مامور سے کوئی معاملہ کرنا عرفاً آمر تک متعدی ہوتا ہے سو ان کی عداوت کا مستلزم عداوت مع اللہ ہونا خوب موکد ہو گیا اور یہ بھی مقاصد مقام سے ہے اور آیت ثانیہ میں علی قلبك سے کسی کو یہ وسوسہ نہ ہو کہ الفاظ قرآنی منزل من اللہ نہیں صرف معانی ہی منزل ہیں وجہ دفع کی یہ ہے کہ قلب جس طرح معانی کا ادراک کرتا ہے اسی طرح الفاظ کا بھی تو ادراک کرتا ہے بلکہ واقع میں مدرک یہی ہے اور کان وغیرہ حواس تو محض اس کے آلات ہیں جس طرح آنکھ کے سامنے عینک کہ آنکھ کی معین تو ضرور ہے لیکن مدرک تو آنکھ ہی ہے۔ خوب سمجھ لو اور بالخصوص حالت وحی میں کہ بےخودی کے طاری ہونے سے حواس ظاہری فاعل نہیں رہتے۔ اس وقت بلا واسطہ گوش کے الفاظ بھی قلب ہی پر وارد ہوں گے۔ جس طرح سے اونگھتے یا سوتے میں کوئی خواب دیکھے اور اس میں کسی سے کچھ سنے تو ظاہر ہے کہ گوش ظاہری معطل محض ہے ورنہ اور باتیں بھی سنائی دیتیں مگر یقینی بات ہے کہ اس میں الفاظ بھی ہوتے ہیں چنانچہ بعض اوقات خواب بیان کرنے کے وقت یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ یہ الفاظ تھے بلکہ بعض اوقات بعض الفاظ غیر معروف المعنی بھی ہوتے ہیں جن کی نسبت پوچھا جاتا ہے کہ خدا جانے اس لفظ کے کیا معنی ہوں گے۔ خواب سے زیادہ کشف وریاضت والے اس کو سمجھ سکتے ہیں اور وحی کی شان تو ان سب سے ارفع اور اتصال عالم باطن میں وہ سب سے اقویٰ ہے کہ ہم لوگ اس کی پوری حقیقت بھی نہیں سمجھ سکتے پس ایسے امر غریب کے باب میں کسی شئے ثابت بالنص کی نفی محض قیاس یا عدم فہم سے کرنا غلطی عظیم ہے اور قرآن میں خود جا بجا نزول کے ساتھ لسانِ عربی کی قید مذکور ہے اس لئے اس وسوسہ کی ہرگز گنجائش نہیں۔

معاملۂ بست و ہشتم: وَلَقَدْ أَنْزَلْنَآ إِلَيْكَ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ إِلَّا الْفٰسِقُوْنَ اور (بعض یہود نے آنحضرت ﷺ سے کہا تھا کہ آپ پر کوئی ایسی دلیل واضح نازل نہ ہوئی جس کو ہم بھی جانتے پہچانتے اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ وہ تو ایک ہی واضح دلیل کو لئے پھرتے ہیں) ہم نے تو آپ کے پاس بہت سے دلائل واضحہ نازل کئے ہیں (جن کو وہ بھی خوب جانتے پہچانتے ہیں سو ان کا انکار نہ جاننے سے نہیں بلکہ یہ انکار عدول حکمی کی عادت کی وجہ سے ہے) اور (قاعدۂ کلیہ ہے کہ) کوئی انکار نہیں کیا کرتا (ایسے دلائل کا) مگر صرف وہی لوگ جو عدول حکمی کے عادی ہیں۔

معاملۂ بست و نہم: أَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۔ (بعض یہود کو جو وہ عہد یاد دلایا گیا جو ان سے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کے باب میں توراۃ میں لیا گیا تھا تو انہوں نے خود عہد لینے ہی سے صاف انکار کر دیا اس کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ) کیا (اس عہد لینے سے ان کو انکار ہے) اور (ان کی تو یہ حالت ہے کہ انہوں نے اپنے مسلم عہدوں کو بھی کبھی پورا نہیں کیا بلکہ) جب کبھی بھی ان لوگوں نے (دین کے متعلق) کوئی عہد کیا ہوگا (ضرور) اس کو ان میں سے کسی نہ کسی فریق نے نظر انداز کر دیا ہوگا بلکہ ان (ان تعمیل عہد نہ کرنے والوں) میں زیادہ تو ایسے ہی نکلیں گے جو (سرے سے اس عہد کا) یقین ہی نہیں رکھتے (سو تعمیل نہ کرنا فسق ہی تھا یہ یقین نہ کرنا اس سے بڑھ کر کفر ہے)۔ **ف**: اور ایک جماعت کی تخصیص اس لئے کی گئی کہ بعضے ان میں کے ان عہود کو پورا کرتے رہے حتیٰ کہ اخیر میں جناب رسول اللہ ﷺ پر بھی ایمان لے آئے آگے ایک خاص عہد شکنی کا ذکر فرماتے ہیں جس میں اس مقام پر کلام تھا یعنی رسول اللہ ﷺ پر ایمان نہ لانا۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالی: مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ (الی قولہ تعالی) فَإِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ۔ اس میں دلالت ہے اس پر کہ اہل اللہ کی عداوت کا سبب بن جاتی ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قولہ مشرکین عرب وجه التخصيص ان بعض المشركين من مشركی العجم وجدوا يقولون بالثواب والعقاب بعد

الموت۔ ؏ قوله تعالٰی وہ جانے اشارة الٰی حذف جزاء من كان وحذف جملة معللة بقوله فانه نزله وهذا هو المرضی عندی ولك ان تعبر باخصر منه وتقول من كان عدوا لجبريل فلا مس لعداوته بمدعاه من تكذيب القرآن فانه نزله الخ وعليه فالمقدر جملة واحدة هی جزاء للشرط ومعللة بقوله فانه نزله فافهم ۱۲۔ ؏ قوله جن کو وہ بھی خوب جانتے پہچانتے ہیں لقوله تعالٰی يعرفونه كما يعرفون ابناء هم ۱۲۔ ؏ قوله اس عہد لینے سے اشارة الی تقدير المعطوف عليه ای اجحدوا و كلما عاهدوا الخ ۱۲۔

الرِّوَايَات: قوله بعض یہود نے الخ اخرجه فی لباب النقول عن احمد والترمذی والنسائی واسحق بن راهويه وابن جرير بالفاظ مختلفة ۱۲۔ فی لباب النقول اخرج ابن ابی حاتم من طريق سعيد او عكرمة عن ابن عباس قال قال ابن صوريا للنبی صلی الله عليه وسلم يامحمدً ما جئتنا بشئ نعرفه وما انزل الله عليك من آية بينة فانزل الله فی ذلك ولقد انزلنا اليك آيات بينات الأية وقال مالك بن صيف حين بعث رسول الله صلی الله عليه وسلم و ذكر ما اخذ عليهم من الميثاق وما عهد اليهم فی محمد والله ما عهد الينا فی محمد ولا اخذ علينا ميثاقاً فانزل الله تعالٰی او كلما عاهدوا الأية۔

اللُّغَات: قوله نبذه اصل النبذ الطرح لكنه يغلب فيما ينسی ۱۲ بيضاوی۔

النَّحْو: ومن الذين اشركوا فی الكشاف محمول علی المعنی لان معنی احرص الناس احرص من الناس وما هو قيل الضمير لما دل عليه يعمر من مصدره وان يعمر بدل منه ويجوز ان يكون مبهما وان يعمر موضحه فان قلت يود اهدهم ما موقعه قلت هو بيان لزيادة حرصهم علی طريق الاستيناف فان قلت كيف اتصل لو يعمر بيود احدهم قلت هو حكاية لو دادتهم ولو فی معنی التمنی وكان القياس لو اعمر الا انه جری علی لفظ الغلبة لقوله يود احدهم كقولك حلف باللّٰه ليفعلن ۱۲۔

البَلَاغَة: نزله الضمير للقرآن ونحو هذا الاضمار فيه فخامة لشان صاحبه حيث يجعل لفرط شهرته كانه يدل علی نفسه ۱۲۔ قوله علی قلبك فان قلت كان حق الكلام ان يقال علی قلبی قلت جاء ت علی حكاية كلام الله تعالٰی كما تكلم به كانه قيل قل ما تكلمت به من قولی من كان عدوا لجبريل فانه نزله علی قلبك ۱۲ كشاف۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ؕ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ؕ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ؕ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ؕ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ؕ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

اور جب ان کے پاس ایک پیغمبر آئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو تصدیق بھی کر رہے ہیں اس کتاب کی جو ان لوگوں کے پاس ہے (یعنی تورات کی) ان اہل کتاب میں کے ایک فریق نے خود اس کتاب اللہ کو ہی پس پشت ڈال دیا۔ جیسے ان کو گویا اصلاً علم ہی نہیں اور انہوں نے ایسی چیز کا (یعنی سحر کا) اتباع کیا۔ جس کا چرچا کیا کرتے تھے شیاطین (یعنی خبیث جن) حضرت سلیمان (علیہ السلام) کے عہد سلطنت میں اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا مگر (ہاں) شیاطین کفر کیا کرتے تھے اور حالت یہ تھی کہ آدمیوں کو بھی (اس) سحر کی تعلیم کیا کرتے تھے اور اس (سحر) کا بھی جو کہ ان دونوں فرشتوں پر نازل کیا گیا تھا شہر بابل میں' جن کا نام ہاروت تھا اور ماروت تھا اور وہ دونوں کسی کو نہ بتلاتے تھے جب تک یہ (نہ) کہہ دیتے کہ ہمارا وجود بھی ایک امتحان ہے سو تو کہیں کافر مت بن جائیو (کہ اس میں پھنس جاوے) سو بعضے لوگ ان دونوں سے اس قسم کا سحر سیکھ لیتے تھے' جن کے ذریعے سے (عمل کر کے) کسی مرد اور اس کی بیوی میں تفریق پیدا کر دیتے تھے اور یہ ساحر لوگ اس کے ذریعے سے کسی کو بھی ضرر نہیں پہنچا

سکتے مگر خدا ہی کے (تقدیری) حکم سے اور ایسی چیزیں سیکھ لیتے ہیں جو (خود) ان کو ضرر رساں ہیں اور ان کو نافع نہیں ہیں اور ضرور یہ (یہودی) بھی اتنا جانتے ہیں کہ جو شخص اس کو اختیار کرے ایسے شخص کا آخرت میں کوئی حصہ (باقی) نہیں اور بے شک بری ہے وہ چیز جس میں وہ لوگ اپنی جان دے رہے ہیں۔ کاش کہ ان کو (اتنی) عقل ہوتی اور اگر وہ لوگ (بجائے اس کے) ایمان اور تقویٰ (اختیار) کرتے تو خدا تعالیٰ کے ہاں کا معاوضہ بہتر تھا کاش ان کو (اتنی) عقل ہوتی۞

تفسیر: تمہ سابق: وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ (الی قولہ تعالی) كَاَنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ اور جب ان کے پاس ایک (عظیم الشان) پیغمبر آئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو (رسول ہونے کے ساتھ) تصدیق بھی کر رہے ہیں اس کتاب کی جو ان لوگوں کے پاس ہے (یعنی توراۃ کی کیونکہ اس میں آپ کی نبوت کی خبر ہے تو اس حالت میں آپ پر ایمان لانا عین توراۃ پر عمل تھا جس کو وہ بھی کتاب اللہ جانتے ہیں مگر باوجود اس کے بھی) ان اہل کتاب میں سے ایک فریق نے خود اس کتاب اللہ ہی کو اس طرح پس پشت ڈال دیا جیسے ان کو (اس کے مضمون کا یا کتاب اللہ ہونے کا) گویا اصلاً علم ہی نہیں۔

تاکید تمہ بیان اتباع یہود سحر را: وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّیٰطِیْنُ عَلٰی مُلْكِ سُلَیْمٰنَ (الی قولہ تعالی) لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ۔ اس مقام کی خصوصیت مقتضی ہے کہ ترجمہ وتفسیر سے پہلے ایک مضمون بطور مقدمہ کے لکھ دوں تا کہ فہم وتفسیر میں سہولت ہو اور ذہن میں گنجلک پڑنے کی نوبت ہی نہ آئے۔ مقدمہ: ایک زمانہ میں جس کا تعیین کی پوری تحقیق مجھ کو نہیں دنیا میں بالخصوص بابل میں جادو کا زیادہ چرچا ہو گیا تھا اور اس کے آثار عجیبہ کو دیکھ کر جہلاء کو اس کی حقیقت اور معجزاتِ انبیاء علیہم السلام کی حقیقت میں خلط واشتباہ ہونے لگا اور بعضے ساحروں کو مقدس ومتبوع سمجھنے لگے اور بعضے اس کو نیک عمل سمجھ کر سیکھ سیکھ کر اس پر عمل کرنے لگے جیسا بعینہ یہ سب معاملے مسمریزم کے مقدمہ میں واقع ہو رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس خلط اور غلطی کے رفع کرنے کے لئے بابل میں دو فرشتے ہاروت و ماروت نام اس کام کے لئے بھیجے کہ لوگوں کو سحر کی حقیقت اور شعبوں سے مطلع کر دیں تا کہ اشتباہ رفع ہو جائے اور سحر پر عمل کرنے سے اور ساحروں کی اتباع کرنے سے اجتناب کر سکیں اور جس طرح انبیاء کی نبوت کو معجزات ودلائل سے ثابت کر دیا جاتا ہے اسی طرح ان کے فرشتہ ہونے پر دلائل قائم کر دیئے گئے تا کہ ان کے ارشاد کی اطاعت ممکن ہو اور یہ کام حضرات انبیاء علیہم السلام سے اس واسطے نہیں لیا گیا کہ اول تو خود ان کا ساحرین سے فصل کرنا مقصود تھا اس حیثیت سے گویا وہ ایک فریق تھے سو حکم علاوہ فریقین کے کوئی ثالث ہونا مناسب تھا۔ دوسرے اس کام کی تکمیل بدون نقل وحکایت ان اقوال وافعال سحریہ کے عادۃً ہو نہ سکتی اور ہر چند کہ نقل کفر کفر نباشد عقلاً ونقلاً مسلم ہے لیکن پھر بھی ان حضرات کا مظہر ہدایت ہونا کسی قدر اس کام لینے سے آبی تھا لہٰذا فرشتے تجویز کئے گئے کیونکہ کارخانۂ تکوین میں جو کہ مشتمل ہے خیر وشر سب پر ان سے ایسے کام بھی لئے جاتے ہیں جو مجموعہ عالم کے اعتبار سے تو بوجہ ترتب مصالح عامہ خیر ہوں لیکن فی ذاتہ بوجہ لزوم مفسدہ خاص شر ہوں جیسے کسی ظالم کا نشوونما دینا یا کسی موذی جانور کا تربیت کرنا کہ تکوینا محمود ہے اور تشریعاً مذموم بخلاف انبیاء علیہم السلام کے کہ ان سے خاص تشریعات کا کام لیا جاتا ہے جو خصوصاً وعموماً خیر ہی خیر ہیں اور ہر چند کہ یہ نقل وحکایت غرض مذکور سے ایک تشریعی کام تھا لیکن تاہم بوجہ احتمال قریب اس امر کے کہ اس میں عمل بالسحر کا تسبب نہ ہو جائے جیسا کہ واقع میں ہوا ان حضرات کو سبب بواسطہ بنانا بھی پسند نہیں کیا گیا۔ البتہ کلیات شرعیہ سے حضرات انبیاء علیہم السلام سے بھی اس مقصود کی تکمیل کر دی گئی چنانچہ وہ قواعد کلیہ بعد تفسیر آیت کے سحر کی حلت وحرمت کے بیان میں احقر بھی نقل کرے گا تفصیلی جزئیات بوجہ احتمال فتنہ کے ان کے ذریعہ سے نہیں کی گئی اس کی ایسی مثال ہے جیسے انبیاء علیہم السلام نے یہ بتلایا ہے کہ رشوت لینا حرام ہے اور اس کی حقیقت بھی بتلا دی لیکن یہ جزئیات نہیں بتلائے کہ ایک طریقہ رشوت کا یہ ہے کہ صاحب معاملہ سے یوں چال کر کے فلاں بات کہے وعلیٰ ہذا کیونکہ اس سے تو لوگ اور ترکیبیں سیکھ سکتے ہیں یا مثلاً اقسام سحر ہی میں مثال فرض کیجئے کہ قواعد کلیہ سے یہ بتلا دیا گیا کہ دست غیب کا عمل جس میں زیر تکیہ یا جیب میں روپیہ مل جائے ناجائز ہے لیکن یہ نہیں بتلایا گیا کہ فلاں عمل اس طرح پڑھنے سے روپے ملنے لگتے ہیں آگے اللہ تعالیٰ صاحب حکمت وقدرت ہیں محض تفہیم کے لئے ظناً اتنا لکھ دیا گیا۔ حاصل یہ کہ انہوں نے بابل میں آ کر اپنا کام کرنا شروع کیا کہ سحر کے اصول وفروع ظاہر کر کے لوگوں کو اس کے عمل بد سے بچنے کی اور ساحرین سے نفرت ودوری رکھنے کی تنبیہ اور تاکید کی جیسے کوئی عالم دیکھے کہ جہلاء اکثر نادانی سے کفر کے کلمات بک جاتے ہیں اس لئے وہ تقریراً یا تحریراً ان کلمات کو جو اس وقت شائع ہیں جمع کر کے عوام کو مطلع کر دے کہ دیکھو یہ کلمات بچنے کے قابل ہیں ان سے احتیاط رکھنا۔ اب وقتاً فوقتاً مختلف لوگوں کی ان کے پاس آمد ورفت شروع ہوئی اور درخواست کرنے لگے کہ ہم کو بھی ان اصول وفروع سے مطلع کر دیجئے تا کہ ناواقفی سے کسی اعتقادی یا عملی فساد میں نہ مبتلا ہو جائیں اس وقت انہوں نے احتیاطاً وارشاداً واصلاحاً یہ التزام کر لیا کہ قبل از اطلاع ان اصول وفروع کے یہ کہہ دیا کرتے کہ دیکھو حق تعالیٰ کو ہماری اس اطلاع کے ذریعہ سے اپنے بندوں کی آزمائش بھی مقصود ہے کہ دیکھیں اس پر مطلع ہو کر کون شخص اپنے دین کی اصلاح اور حفاظت کرتا ہے کہ شر سے آگاہ ہو کر اس شر سے بچے اور کون شخص اپنا دین خراب کرتا ہے کہ اس شر سے مطلع ہو کر خود ہی اس شر کو اختیار اور اس پر عمل کرنے لگے جس کا انجام کفر ہے خواہ اعتقاداً ہو یا عملاً سو دیکھو ہم تم کو نصیحت کئے دیتے ہیں کہ اچھی نیت سے اطلاع حاصل کیجیو اور پھر بھی اس نیت پر ثابت رہنا ایسا نہ کرنا کہ ہم سے تو یہ کہہ کر کہ میں بچنے کی غرض سے مطلع ہونا چاہتا ہوں دریافت اور تحقیق کر لو پھر اس کی خرابی میں خود ہی مبتلا ہو کر ایمان برباد کر لو اور ظاہر ہے کہ وہ اس سے زیادہ اور کیا خیر خواہی کر سکتے تھے۔ غرض جو کوئی اس طرح ان سے عہد وپیمان کر لیتا وہ اس کے روبرو سب اصول وفروع سحر کے بیان کر دیتے اور کام ہی ان کا یہ تھا اب اگر کوئی عہد شکنی کر کے اپنے ارادہ اور اختیار سے فاجر یا کافر بنے وہ

جانے۔ چنانچہ بعضے اس عہد پر قائم نہ رہے اور اس سحر کو ذریعہ ایذاء رسانی خلق کا بنالیا جو فسق تو یقیناً ہے اور بعض طریقے اس کے استعمال کے کفر بھی ہیں اس طرح سے فاجر کافر بن گئے اس ارشاد اصلاحی اور پھر مخاطب کے خلاف کرنے کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص کسی جامع عالم باعمل کے پاس جائے کہ مجھ کو فلسفہ قدیمہ یا جدیدہ پڑھا دیجئے تاکہ خود بھی شبہات سے محفوظ رہوں اور مخالفین کو جواب دے سکوں اور اس عالم کو یہ احتمال ہو کہ کہیں ایسا نہ کہ مجھ کو مثلاً دھوکہ دے کر پڑھ لے پھر خود ہی تقویت باطل میں اس کا استعمال کرنے لگے اور اس اہتمام کی وجہ سے اس کو نصیحت کرے کہ ایسا مت کرنا اور وہ وعدہ کرلے اور اس لئے اس کو پڑھا دیا جائے لیکن پھر وہ شخص درحقیقت قصداً اسی سوءاستعمال محتمل میں مبتلا ہو جائے سو ظاہر ہے کہ اس کے سوءاستعمال سے اس معلم پر کوئی ملامت یا قبح عائد نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح اس اطلاع سحر سے ان فرشتوں پر کسی شبہ و وسوسہ کی گنجائش نہیں اور اس خدمت کی تکمیل کے بعد غالباً وہ فرشتے آسمان پر بلا لئے گئے ہوں **واللہ اعلم بحقیقۃ الحال**۔ اب بعونہ تعالیٰ آیت کی تفسیر لکھتا ہوں۔

تفسیر: اور (یہودی ایسے بے عقل ہیں کہ) انہوں نے (کتاب اللہ کا اتباع تو نہ کیا اور) ایسی چیز کا (یعنی سحر کا) اتباع (اختیار) کیا جس کا چرچا کیا کرتے تھے شیاطین (یعنی خبیث جن) حضرت سلیمان علیہ السلام کے (عہد) سلطنت میں اور (بعضے بے وقوف جو حضرت سلیمان علیہ السلام پر گمان سحر رکھتے ہیں بالکل ہی لغو بات ہے کیونکہ سحر تو اعتقاداً یا عملاً کفر ہے اور) حضرت سلیمان علیہ السلام نے (نعوذ باللہ کبھی) کفر نہیں کیا مگر (ہاں) شیاطین (یعنی خبیث جن بیشک) کفر کی باتیں اور کام یعنی سحر کیا کرتے تھے اور حالت یہ تھی کہ (خود تو کرتے تھے ہی اور) آدمیوں کو بھی (اس) سحر کی تعلیم کیا کرتے تھے (سو وہی سحر متوارث چلا آ رہا ہے اس کا اتباع یہ یہودی کرتے ہیں) اور (اسی طرح) اس (سحر) کا بھی (یہ لوگ اتباع کرتے ہیں) جو کہ ان فرشتوں پر (ایک خاص حکمت کے واسطے) نازل کیا گیا تھا (جو شہر) بابل میں (رہتے تھے) جن کا نام ہاروت ماروت تھا اور وہ دونوں (وہ سحر) کسی کو نہ بتلاتے جب تک (احتیاطاً پہلے) یہ (نہ) کہہ دیتے کہ ہمارا وجود بھی (خلق کیلئے) ایک امتحان (خداوندی) ہے (کہ ہماری زبان سے سحر پر مطلع ہو کر کون پھنستا ہے اور کون بچتا ہے) سو تو (اس پر مطلع ہو کر) کہیں کافر مت بن جاؤ (کہ اس میں پھنس جائے) سو (بعضے) لوگوں ان دونوں (فرشتوں) سے اس قسم کا سحر سیکھ لیتے تھے جس کے ذریعہ سے (عمل کرکے) کسی مرد اور اس کی بیوی میں تفریق پیدا کر دیتے تھے اور (اس سے کوئی وہم اور خوف میں نہ پھنس جاوے کیونکہ یہ یقینی بات ہے کہ) یہ (ساحر لوگ اس سحر کے ذریعے سے کسی کو ذرہ برابر) بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے مگر خدا ہی کے (تقدیری) حکم سے اور (ایسا سحر حاصل کرکے بس) ایسی چیزیں سیکھ لیتے ہیں جو (خود) ان کو (بوجہ گناہ کے) ضرر رساں ہیں اور (کسی معتد بہ درجہ میں) ان کو نافع نہیں ہیں (تو یہودی بھی اتباع سحر سے بڑے ضرر میں ہوں گے) اور (یہ بات کچھ ہمارے ہی کہنے کی نہیں) بلکہ ضرور یہ (یہودی) بھی اتنا جانتے ہیں کہ جو شخص اس سحر کو (کتاب اللہ کے عوض) اختیار کرے ایسے شخص کا آخرت میں کوئی حصہ (باقی) نہیں اور بے شک بری ہے وہ چیز (یعنی سحر و کفر) جس میں وہ لوگ اپنی جان دے رہے ہیں کاش ان کو (اتنی) عقل ہوتی اور اگر وہ لوگ (بجائے اس کفر و بدعملی کے) ایمان اور تقویٰ (اختیار) کرتے تو خدا تعالیٰ کے یہاں کا معاوضہ (اس کفر و بدعملی سے ہزار درجہ) بہتر تھا کاش (اتنی) عقل ہوتی۔ **ف**: یہ بے وقوف لوگ جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سحر کی نسبت کرتے تھے یہود ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے بیچ میں ان کی براءۃ بھی ظاہر فرمادی۔ **ف**: مقصود ان آیتوں سے تفضیح ہے یہود کی کیونکہ ان میں سحر کا بھی چرچا تھا۔

تحقیق قصہ زہرہ: اور ان آیتوں کے متعلق ایک لمبا چوڑا زہرہ کا قصہ مشہور ہے جو کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں۔ جن علماء نے اس کو قواعد شرعیہ کے خلاف سمجھا ہے رد کر دیا ہے اور جنہوں نے کسی تاویل سے خلاف نہیں سمجھا رد نہیں کیا۔ احقر کو اس کے صحیح اور غلط ہونے سے اس وقت قصداً کچھ بحث نہیں البتہ اس قدر ضرور کہتا ہے کہ ان آیات کی تفسیر اس قصہ پر موقوف نہیں جیسا ناظرین نے تفسیر مع مضمون مقدمہ پڑھ کر دیکھ لیا ہوگا۔[1] **ف**: **تفصیل احکام سحر**: اور سحر کے فسق یا کفر وغیرہ ہونے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر اس میں کلمات کفریہ ہوں مثلاً استعانت بہ شیاطین یا کواکب وغیرہ تب تو کفر ہے خواہ اس سے کسی کو ضرر پہنچایا جائے یا نفع پہنچایا جائے اور اگر کلمات مباحہ ہوں تو اگر کسی کو خلاف اذن شرعی کسی قسم کا ضرر پہنچایا جائے یا اور کسی غرض ناجائز میں استعمال کیا جائے تو فسق اور معصیت ہے اور اگر ضرر نہ پہنچایا جائے نہ اور کسی غرض ناجائز میں استعمال کیا جائے تو اس کو عرف میں سحر نہیں کہتے بلکہ عمل یا عزیمت یا تعویذ گنڈہ کہتے ہیں اور مباح ہے البتہ لغت میں لفظ سحر اس کو بھی شامل ہے کہ ہر تصرف عجیب کو کہا جاتا ہے اور اگر کلمات مفہوم نہ ہوں تو وہ بوجہ احتمال کفر ہونے کے واجب الاحتراز ہے۔ اور یہی تفصیل ہے تمام تعویذ گنڈوں اور نقش وغیرہ میں کہ غیر مفہوم نہ ہوں اور غیر مشروع نہ ہوں اور غرض ناجائز میں استعمال نہ ہوں اتنی شرطوں سے جائز ہیں ورنہ ناجائز اور کفر عملی کا اطلاق ہر ناجائز میں پر صحیح ہے۔ **ف**: **تحقیق اثر سحر**: اور ان آیات سے بعض لوگ سمجھ گئے کہ سحر میں تفریق زوجین یا اسی کی مثل اور قریب قریب آثار سے زیادہ اثر نہیں ہے اور یہ سمجھنا بالکل غلط ہے کیونکہ تخصیص ذکری سے نفی غیر مذکور کی لازم نہیں۔ تخصیص ذکری کے بہت اسباب اور مرجحات حسب اختلاف مقام ہوا کرتے ہیں چنانچہ ممکن ہے کہ یہ سحر خاص ایسا ہی ہو اور مدعی کے پاس اس پر کوئی عقلی دلیل بھی نہیں۔ **ف**: اور یہود باوجود سب باتوں کو جاننے کے چونکہ عمل خلاف علم کرتے تھے اور تدبر نہ کرتے تھے اس لئے اول ان کے جاننے کی خبر دی پھر آخر میں یہ کہہ کر اس کی نفی بھی کر دی کہ کاش ان کو علم و عقل ہوتا کیونکہ جس علم پر عمل نہ ہو اور تدبر نہ ہو وہ مثل جہل کے ہے۔

الحواشی: (۱) حافظ حدیث علامہ ابن کثیرؒ نے بھی اپنی تفسیر میں بعینہٖ اسی مضمون کو اختیار فرمایا ہے اور عبارت ان کی یہ ہے۔ **وقصها خلق من المفسرين من**

المتقدمین ومن المتاخرین وحاصلها راجع فی تفصیلها الی اخبار بنی اسرائیل اذ لیس منها حدیث مرفوع صحیح متصل الاسناد الی الصادق المصدوق المعصوم الذی لا ینطق عن الهوی وظاهر سیاق القرآن اجمال هذه القصة من غیر بسط واطناب فیها فنحن نؤمن بما ورد فی القرآن علی ما اراده الله تعالٰی والله اعلم بحقیقة الحال انتهی۔ قلت وقد اورد ابن کثیر قبل ذلک حدیث نافع عن عبدالله بن عمر مرفوعا من مسند احمد بسنده ثم قال ورجاله کلهم ثقات من رجال الصحیحین الا موسی بن جبیر (الی قولہ تعالی) فهو مستور الحال وقد تفرد به عن نافع مولی بن عمر۔ ثم اورد له طریق اخریٰ من ابن جریر بسنده الی سالم انه سمع عبدالله یحدث عن کعب الاحبار فذکره ثم قال ابن کثیر فهذا اصح واثبت الی عبدالله بن عمر من الاسنادین المتقدمین وسالم اثبت فی ابیه من مولاه نافع فدار الحدیث راجع الی نقل کعب الاحبار عن کتب بنی اسرائیل والله اعلم، انتهی ١٢ محمد شفیع الدیوبندی غفرله۔

ملحقات الترجمۃ : ١ قوله عظیم الشان افاده تنوین رسول۔ ٢ قوله فی ترجمة انما ہمارا وجود ہی لم یترجم بالحصر لاشتمال تعلیمهما علی حکم اخریٰ مذکورة فی مقدمة تفسیر الآیة غیر هذه الفتنة وصرح فی روح المعانی فی تفسیر انما نحن مصلحون عن البحران الحصر فی انما یفهم من السیاق ولم تدل علیه وضعا آه ولو حملت علی الحصر صح ایضا لکون الحصر بالاضافة الی تجویز السحر ای لا تظن من تعلیمنا جوازه فلا ینفی الحکم المذکورة فافهم ١٢۔ ٣ قوله فی ترجمة فیتعلمون بعضے لان صیغة الجمع لیست بنص فی العموم وحملت علی الخصوص بشهادة الواقع ١٢۔ ٤ قوله فی ترجمة باذن الله تقدیری حکم سے الخ لان السحر لیس بما ذون فیه شرعا نعم یتوقف علی التکوین کسائر المحدثات ١٢۔

الروایات : اخرج ابن جریر عن شهر بن حوشب قال قالت الیهود انظروا الی محمد یخلط الحق بالباطل یذکر سلیمان مع الانبیاء انما کان ساحرا یرکب الریح فانزل الله تعالٰی واتبعوا ما تتلوا الشیاطین الآیة ١٢ لباب۔

الکلام : الا باذن الله دل علی ان الاسباب غیر مؤثرة بالذات بل بامره تعالٰی وجعله ١٢ من البیضاوی وبه اتضح غلط متفلسفة زماننا المنتحلین الی الاسلام هداهم الله تعالٰی۔

اللغات :تتلوا من التلاوة تقرء او من التلو تتبع شروا یحتمل المعنیین البیع والشراء ١٢ بیضاوی و حاشیته۔

النحو : واتبعوا عطف علی نبذ ای نبذوا کتاب الله واتبعوا کتب السحر علی ملك سلیمان ای عهده وما انزل عطف علی السحر والمراد بهما واحد والعطف لتغایر الاعتبار او به نوع آخر اقوی منه او علی ما تتلوا ببابل ظرف او حال من ملکین او الضمیر فی انزل لمثوبة جواب لو واصله لا یبوا مثوبة ١٢ (بیضاوی)

البلاغۃ : علی ملك بمعنی فی ١٢ الحاشیة علی البیضاوی تتلوا حکایة حال ماضیة لمثوبة حذف الفعل ورکب الباقی جملة اسمیة لیدل علی ثبات المثوبة والجزم بخیریتها و حذف المفضل علیه (مما شروا به) جلالا للمفضل من ان ینسب الیه و تنکیر المثوبة لان المعنی شیٔ من الثواب خیر لو کانوا یعلمون جهلهم لترك التدبر او العمل بالعلم ١٢ بیضاوی قوله خیر ذهب ابو حبان الی ان خیر هھنا للتفضیل لا للافضلیة علی حد فخیر کما لشر کما فداء آه فلا یتوهم الخیریة فیما شروا به ١٢ روح المعانی۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَقُولُوا۟ رَٰعِنَا وَقُولُوا۟ ٱنظُرْنَا وَٱسْمَعُوا۟ ۗ وَلِلْكَٰفِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٠٤﴾ مَّا يَوَدُّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ مِنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ وَلَا ٱلْمُشْرِكِينَ أَن يُنَزَّلَ عَلَيْكُم مِّنْ خَيْرٍ مِّن رَّبِّكُمْ ۗ وَٱللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِۦ مَن يَشَآءُ ۚ وَٱللَّهُ ذُو ٱلْفَضْلِ ٱلْعَظِيمِ ﴿١٠٥﴾ مَا نَنسَخْ مِنْ ءَايَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ أَوْ مِثْلِهَآ ۗ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٠٦﴾ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ ٱللَّهَ لَهُۥ مُلْكُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۗ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ مِن وَلِىٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿١٠٧﴾

اے ایمان والوتم (لفظ) راعنا مت کہا کرو اور اُنظرنا کہہ دیا کرو اور نہ اچھی طرح سن لیجیو اور (ان) کافروں کو (تو) سزائے دردناک ہوگی۔ ذرا بھی پسند نہیں کرتے کافر لوگ (خواہ) ان اہل کتاب میں سے (ہوں) اور (خواہ) مشرکین میں سے اس امر کو کہ تم کو کسی طرح کی بہتری (بھی) نصیب ہو تمہارے پروردگار کی طرف سے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت (وعنایت) کے ساتھ جس کو منظور ہوتا ہے مخصوص فرما لیتے ہیں اور اللہ بڑا فضل (کرنے) والا ہے۔ ہم کسی آیت کا حکم جو موقوف کر دیتے ہیں یا اس آیت (ہی) کو (ذہنوں سے) فراموش کر دیتے ہیں تو ہم اس آیت سے بہتر یا اس آیت ہی کی مثل لے آتے ہیں (اے معترض) کیا تجھ کو یہ معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھتے ہیں۔ کیا تجھ کو یہ معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ ایسے ہی ہیں کہ خاص ان ہی کی ہے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی اور (یہ بھی سمجھ رکھو کہ) تمہارا حق تعالیٰ کے سوا کوئی یار و مددگار نہیں ۞

تفسیر: معاملۂ سی ام: يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا (الی قولہ تعالیٰ) وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔ (بعضے یہودیوں نے ایک شرارت ایجاد کی کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے حضور میں آ کر لفظ راعنا سے آپ کو خطاب کرتے جس کے معنی انکی عبرانی زبان میں برے ہیں اور وہ اسی نیت سے کہتے اور عربی میں اس کے معنی بہت اچھے ہیں کہ ہماری مصلحت کی رعایت فرمایئے۔ اس لئے عربی دان اس شرارت کو نہ سمجھ سکے اور اس اچھے معنی کے قصد سے بعضے مسلمان بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کلمہ سے خطاب کرنے لگے اس سے ان شریروں کو اور گنجائش ملی۔ حق تعالیٰ نے اس گنجائش کے قطع کرنے کو مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ) اے ایمان والوتم (لفظ) رَاعِنا مت کہا کرو اور (اگر اس کے ظاہری مطلب عرض کرنے کی ضرورت پڑا کرے تو لفظ) انظرنا کہہ دیا کرو کہ اس کے بھی یہی معنی ہیں کہ ہماری مصلحت پر نظر فرمایئے) اور (اس حکم کو اچھی طرح) سن لیجیو (اور یاد رکھیو) اور (ان) کافروں کو (تو) سزائے دردناک ہوگی (جو پیغمبر ﷺ کی شان میں ایسی گستاخی اور وہ بھی چالاکی کے ساتھ کرتے ہیں)۔ **ف**: اس حکم سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اگر اپنے کسی فعل مباح سے کسی کو گنجائش گناہ کرنے کی ملے تو وہ فعل خود اس کے حق میں مباح نہیں رہتا جیسے مثلاً عالم کے کسی فعل سے کوئی جاہل سند لے کر خلاف شرع کام کرنے لگے تو اگر وہ فعل ضروری نہ ہوگا تو خود اس عالم کے لئے بھی منع ہو جائے گا۔

ربط رسول اللہ ﷺ کے ساتھ یہود کا برتاؤ بیان کر کے آگے مسلمانوں کے ساتھ ان کا برتاؤ بتلاتے ہیں۔

معاملۂ سی ویکم: مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ (الی قولہ تعالیٰ) وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (بعضے یہودی بعض مسلمانوں سے کہنے لگے کہ بخدا ہم دل سے تمہارے خیر خواہ ہیں اور ہزار جان سے پسند کرتے ہیں کہ تم کو دینی احکام ہمارے دینی احکام سے بہتر عنایت ہوں تو ہم بھی ان کو قبول کریں مگر کیا کیا جاوے کہ تمہارا دین ہمارے دین سے اچھا ثابت نہیں ہوا۔ حق تعالیٰ اس دعوائے خیر خواہی کی تکذیب فرماتے ہیں کہ) ذرا بھی پسند نہیں کرتے کافر لوگ (خواہ) ان اہل کتاب میں سے (ہوں) اور (خواہ) مشرکین میں سے اس امر کو تم کو تمہارے پروردگار کی طرف سے کسی طرح کی بہتری (بھی) نصیب ہو اور ان کے اس حسد سے کچھ بھی نہیں ہوتا کیونکہ) اللہ تعالیٰ اپنی رحمت وعنایت کے ساتھ جس کو منظور ہوتا ہے مخصوص فرما لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل کرنے والے ہیں۔ **ف**: ان کے دو دعوے تھے یہودیت کا بہتر ہونا اسلام سے۔ یہ اول تو ثابت نہیں کر سکے اور نرے دعوے سے کیا ہوتا ہے۔ دوسرے یہ بھی فضول بات کیونکہ ناسخ کے آنے سے منسوخ چھوڑ دیا جاتا ہے افضل غیر افضل کے فرق پر موقوف نہیں لہٰذا اس کا جواب بوجہ نہایت ظاہر ہونے کے یہاں ذکر نہیں کیا گیا صرف دوسرے دعویٰ خیر خواہی میں کلام کیا گیا اور مشرکین کا یہاں تقویت مضمون کے لئے ذکر کیا کہ جس طرح وہ یقیناً تمہارے خیر خواہ نہیں اسی طرح ان کو سمجھو۔

معاملۂ سی و دوم: مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا (الی قولہ تعالیٰ) وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ (یہودؒ نے قبلہ کا حکم بدل جانے پر جس کا ذکر عنقریب آتا ہے طعن کیا تھا۔ اور مشرکینؒ بھی بعضے حکموں کے منسوخ ہو جانے پر زبان درازی کرتے تھے حق تعالیٰ اس طعن اور اعتراض کا جواب دیتے ہیں کہ) ہم کسی آیت کا حکم جو موقوف کر دیتے ہیں (گو آیت قرآن میں یا ذہنوں میں باقی رہے) یا اس آیت (ہی) کو (ذہنوں سے) فراموش کر دیتے ہیں تو (یہ کوئی بات اعتراض کی نہیں کیونکہ اس میں بھی مصلحت ہوتی ہے چنانچہ) ہم اس آیت سے بہتر یا اس آیت ہی کی مثل (بجائے اس کے دوسری چیز) لے آتے ہیں (اے معترضؒ) کیا تجھ کو یہ معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھتے ہیں (پس ایسے قادر کو رعایت مصالح کیا مشکل ہے اور) کیا تجھ کو یہ معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ ایسے ہیں کہ خاصؒ ان ہی کی ہے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی (جب ان کی اس قدرت وسلطنت میں کوئی شریک وسہیم نہیں ہے تو ان مصلحتوں کی رعایت کر کے دوسرا حکم دیدینے میں کون مزاحمت کر سکتا ہے۔ غرض حکم ثانی کی تجویز سے بھی کوئی مانع نہیں اور اس حکم کے جاری کر دینے میں بھی کوئی مانع ہیں) اور (یہ بھی سمجھ رکھو کہ) تمہارا حق تعالیٰ کے سوا کوئی یار و مددگار بھی نہیں (پس جب وہ یار ہیں تو احکام میں مصلحت کی ضرور رعایت کریں گے اور جب مددگار ہیں تو ان احکام پر عمل کرنے کے وقت تمہارے مخالفین کی ضرر مزاحمت سے بھی محفوظ رکھیں گے البتہ اگر اس ضرر سے بڑھ کر کوئی نفع اخروی ملنے والا ہو تو ظاہراً مخالف کا مسلط ہو جانا اور بات ہے۔ **ف**: حکم ثانی کا مصلحت میں بہتر یا مثل ہونا کبھی باعتبار ثواب کے ہوتا ہے کبھی باعتبار آسانی کے کبھی دوسرا حکم یہی تجویز ہوتا ہے کہ بالکل ہی معاف کر دیا یہ بھی ایک حکم ہے اگر حدیث سے کوئی حکم قرآنی منسوخ ہو وہ بھی خدا ہی کی دی ہوئی ہے غرض نسخ کی سب قسمیں اس میں آ گئیں۔ **ف**: حکم ثانی کے لئے یہ امور عقلاً ضروری ہیں اس کا قرین مصلحت ہونا حاکم کا قادر ہونا دوسرے کسی کا مزاحم نہ

ہوسکنا حاکم کا محکومین کے لئے خیر خواہ ہونا اگر کوئی ان سے مزاحمت کرے تو ان کی امداد کرنا ان آیتوں میں حق تعالیٰ نے سب شرطوں کو جمع فرمادیا واللہ اعلم۔ **ف** : قانون بدلنا گا ہے اس وجہ سے ہوتا ہے کہ اول باقی قانون سے کوئی فروگذاشت ہوگئی تھی ایسی تبدیلی اور نسخ احکام الٰہیہ میں محال ہے اور گا ہے اس وجہ سے ہوتا ہے کہ محکوم کی حالت بدلنے سے مصلحت بدل گئی جیسے مریض کی حالت کے بدلنے سے نسخہ بدل دیا جاتا ہے ایسا نسخ واقع اور جائز ہے اور کوئی اشکال عقلی یا نقلی اس میں نہیں ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک : قولہ تعالیٰ : يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا۔ اس آیت میں ادب شیخ کی تعلیم ہے کہ جس امر میں ادب شیخ میں خلل پڑنے کا شبہ بھی ہو اس سے بھی بچنا چاہئے۔ قولہ تعالیٰ : مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا۔ اس آیت سے اس طرف بھی اشارہ سمجھا جاتا ہے کہ جو وارد بلا اختیار عبد زائل یا مغلوب ہو جاوے حق تعالیٰ اس سے بہتر یا اس کی مثل عطا فرمادیتا ہے پس بندہ کو اس پر حسرت نہ کرنا چاہئے۔

ملحقات الترجمۃ : ١ قولہ بعضے یہودی الخ هكذا في معالم التنزيل ١٢۔ ٢ قولہ یہود نے الخ دل علیه قوله تعالى سيقول ١٢۔ ٣ قولہ مشرکین بھی هكذا في المعالم ١٢۔ ٤ قولہ اے معترض هكذا في روح المعاني ١٢۔ ٥ قولہ ان ہی کی ہے الخ افاده تقديم له ١٢۔ ٦ قولہ معاف ولما كان هذا حكماً مدلولاً عليه بنص ما دخل في الماتي به ولا يتوهم ان غير ماتي فافهم ١٢۔

الروایات : في روح المعاني اخرج ابو نعيم في الدلائل عن ابن عباسؓ ان اليهود كانوا يقولون ذلك سر رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو سب قبيح بلسانهم فلما سمعوا اصحابه عليه السلام والصلوة يقولون اعلنوا بها فكانوا يقولون ذلك ويضحكون فيما بينهم فانزل الله تعالى هذه الأية ١٢۔

اختلاف القراءۃ : قرء ابن عامر ننسخ من النسخ اى نأمرك او جبرنيل او نجدها منسوخة وابن كثير وابو عمر ننساها اى نؤخرها من النساء ١٢ (بيضاوى)

الفقه : نهى المؤمنون سدا للباب و قطعا للالسنة وابعادا عن المشابهة روح المعاني فدلت الآية على ذم امثال هذه الامور مما يجر الى المفاسد كذلك ١٢۔

اللغات : راعنا اى راقبنا وتأن بنا في ما تلقينا حتى نفهمه و سب بالكلمة العبرانية من الرعن والرعونة بمعنى الحمق ١٢ من البيضاوى۔ النسخ في اللغه ازالة الصورة عن الشئ والباتها في غيره كنسخ الظل للشمس والمعنى الثانى النقل۔ قوله من ولي ولا نصير الفرق بين الولي والنصير ان الولي قد يضعف عن النصرة والنصير قد يكون اجنبيا عن المنصور ١٢ (البيضاوى)

النحو : قوله ما ننسخ ما شرطية جازمة لننسخ منتصبة به على المفعولية ١٢ (بيضاوى) ام تريدون هى منقطعة بمعنى بل للاضراب عن الكلام السابق والهمزة بمعنى الانكار للاحق واشرت اليه بزيادة كلمة هان كما لا يخفى على اهل اللسان ورأيت في المظهرى ان ام قد تكون بمعنى الهمزة المحضة انتهى وهذا الاضراب انتقال لا ابطال ولم تجعل ام متصلة لفقد شرطها كذا في الجمل ١٢

اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿١٠٨﴾ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚۖ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٠٩﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿١١٠﴾

ہاں تم کیا یہ چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے (بے جا) درخواستیں کرو جیسا کہ اس سے قبل حضرت موسیٰ (علیہ السلام) سے بھی (ایسی ہی) درخواست کی جاچکی ہیں اور جو شخص بجائے ایمان لانے کے کفر (کی باتیں) کرے۔ بلاشک وہ شخص راہ راست سے دور جا پڑا۔ ان اہل کتاب (یعنی یہود) میں سے بہتیرے دل سے یہ چاہتے ہیں کہ تم کو تمہارے ایمان لائے پیچھے پھر کافر کر ڈالیں محض حسد کی وجہ سے جو کہ خود ان کے دلوں ہی سے (جوش مارتا) ہے حق واضح ہوئے پیچھے خیر (اب تو) معاف کرو اور درگزر کرو جب تک حق تعالیٰ (اس معاملہ کے متعلق) اپنا حکم (قانون جدید) بھیجیں۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور (سردست) نمازیں پابندی سے پڑھے جاؤ اور زکوٰۃ دیئے جاؤ اور جو نیک کام بھی اپنی بھلائی کے لئے جمع کرتے رہو گے حق تعالیٰ کے پاس پہنچ کر اس کو پالو گے کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب کئے ہوئے کاموں کو دیکھ بھال رہے ہیں ۞

تفسیر: **معاملۂ سی وسوم:** اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ (الی قولہ تعالیٰ) فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ۔ (بعض یہود[1] نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عناداً عرض کیا کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام پر دفعۃً واحدۃً توریت نازل ہوئی اسی طرح آپ قرآن مجموعی طور پر لایئے اس پر ارشاد ہوتا ہے کہ) ہاں کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے رسول[2] (وقت) سے (بیجا بیجا[3]) درخواستیں کرو جیسا کہ اس کے قبل (تمہارے بزرگوں کی طرف سے) حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی (ایسی ایسی) درخواستیں کی جا چکی ہیں (مثلاً خدا تعالیٰ کو علانیہ دیکھنے کی درخواست کی تھی جس کا ذکر پہلے آ چکا ہے) اور ایسی درخواستیں جس سے صرف رسول پر اعتراض کرنا اور مصالح الٰہیہ میں مزاحمت کرنا ہی مقصود ہو۔ اور ایمان لانے کا پھر بھی ارادہ نہ ہو نری کفر کی باتیں ہیں) اور جو شخص بجائے ایمان لانے کے کفر (کی باتیں) کرے بلاشک وہ شخص راہِ راست سے دور جا پڑا[4]۔ **ف**: یہ درخواست بیجا اس واسطے تھی کہ ہر فعل میں حق تعالیٰ کی حکمتیں جدا ہوتی ہیں پھر بندے کو ان میں تعیین طریق کا کیا استحقاق ہے کہ اس طرح ہو اس طرح نہ ہو بلکہ اس کا فرض تو یہ ہے۔

زباں تازہ کردن باقرارِ تو ☆ نینگیختن علت از کارِ تو

معاملۂ سی وچہارم: وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ (الی قولہ تعالیٰ) اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۔ (بعض یہود شب و روز مختلف تدبیروں سے دوستی اور خیرخواہی کے پیرایہ میں مسلمانوں کو اسلام سے پھیرنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ اور باوجود ناکامی کے اپنی دھن سے باز نہ آتے تھے۔ حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس پر متنبہ فرما دیا کہ) ان اہل کتاب (یعنی یہود) میں سے بہتیرے دل[5] سے یہ چاہتے ہیں کہ تم کو تمہارے ایمان لائے پیچھے پھر[6] کافر کر ڈالیں (اور یہ چاہنا کچھ خیرخواہی سے نہیں جیسا وہ اظہار کرتے ہیں بلکہ) محض حسد کی وجہ سے جو کہ (تمہاری جانب سے کسی امر کے سبب پیدا نہیں ہوا بلکہ) خود ان کے دلوں ہی سے (جوش مارتا) ہے (اور یہ بھی نہیں کہ ان کو حق واضح نہ ہوا ہو بلکہ) حق واضح ہوئے پیچھے (یہ حالت ہے اب اس پر مسلمانوں کو ان پر غصہ آنے کا محل تھا اس لئے ارشاد ہوتا ہے کہ) خیر (اب تو) معاف کرو اور درگزر کرو جب تک حق تعالیٰ (اس معاملہ کے متعلق) اپنا حکم (قانونِ جدید) بھیجیں (اشارۃً بتلا دیا کہ ان کی شرارتوں کا علاج قانون انتظام امن عام یعنی قتال و جزیہ سے ہم جلدی کرنے والے ہیں اس پر مسلمانوں کو اپنا ضعف اور ان کی قوت دیکھ کر اس قانون کے اجراء کے متعلق تعجب کا موقع تھا اس لئے ارشاد ہوتا ہے کہ تم تعجب کیوں کرتے ہو) اللہ تعالیٰ ہر چیز پر (خواہ وہ معمولی ہو خواہ عجیب ہو) قادر ہیں اور (سرِ دست صرف) نمازیں پابندی سے پڑھے جاؤ اور (جن پر زکوٰۃ فرض ہے) کہ زکوٰۃ دیئے جاؤ (اور جب وہ قانون آ جائے گا ان اعمال کے ساتھ اس کو بھی اضافہ کر لینا) اور (یہ نہ[7] سمجھو کہ جب تک جہاد کا حکم نہ آئے صرف نماز روزہ سے کچھ ثواب میں کمی رہے گی نہیں بلکہ) جو نیک کام بھی اپنی بھلائی کے واسطے جمع کرتے رہو گے حق تعالیٰ کے پاس (پہنچ کر) اس کو (پورا پورا مع صلہ کے) پا لو گے کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب کئے ہوئے کاموں کو دیکھ بھال رہے ہیں (ان میں سے ایک ذرہ بھی ضائع نہ ہونے پائے گا)۔ **ف**: اس وقت حالت موجودہ کا یہی مقتضا تھا پھر حق تعالیٰ نے اس وعدہ کو پورا فرمایا اور آیات جہاد نازل فرما دیں جس کے بعد یہود کے ساتھ بھی وہ قانون برتا گیا اور ناشائستہ لوگوں کے ساتھ حسب حیثیت ان کے فساد کے قتل یا اخراجِ وطن یا تقرر محصول کا عملدرآمد کیا گیا۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قولہ** بعض یہود نے کما قال تعالیٰ یسئلك اهل الكتاب ان تنزل عليهم كتابا من السماء الخ وهكذا فی المعالم ۱۲۔ ۲ **قولہ** اپنے رسول وقت سے فلا يرد انهم لم يؤمنوا به قط فما معنى الاضافة ۱۲۔ ۳ **قولہ** بیجا بیجا فالتشبيه فی كونهما متجاوزين عن الحد فلا ينافي قوله تعالىٰ فقد سالوا موسىٰ اكبر من ذلك۔ ۴ **قولہ** دور جا پڑا كما فی البيضاوی الضلال العدول عن الطريق السوی عمدا او خطاءً ۱۲۔ ۵ **قولہ** دل سے لدلالة ود عليه ۱۲۔ ۶ **قولہ** پھر کافر ..... لدلالة يردونكم عليه ۱۲۔ ۷ **قولہ** یہ نہ سمجھو کہ جب تک قيد بهذه الغاية لانه لما نزل الحكم بالقتال فلا بد من العمل به اذا احتيج اليه والا لانتقص الاجر بدونه ۱۲۔

الروایات: فی لباب النقول اخرج ابن ابی حاتم من طريق سعيد او عكرمة عن ابن عباس قال كان حيي بن اخطب و ابو ياسر بن اخطب من اشد يهود حسدا للعرب اذ خصهم الله برسوله و كانا جاهدين فی رد الناس عن الاسلام ما استطاعا فانزل الله فيهما و د كثير من اهل الكتاب ۱۲۔

اللغات: العفو ترك عقوبة المذنب والصفح ترك تثريبه ۱۲ بيضاوی۔

النحو: لو ينوب عن ان فی المعنى دون اللفظ من عند انفسهم يجوز ان يتعلق بحسدا ای حسدا بالغا منبعثا من اصل نفوسهم ۱۲ بيضاوی۔

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۱﴾

بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۪ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۪ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَاۤ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾

اور یہود اور نصاریٰ (یوں) کہتے ہیں کہ بہشت میں ہرگز کوئی نہ جانے پائے گا۔ بجز اُن لوگوں کے جو یہودی ہوں یا اُن کے جو نصاریٰ ہوں (خالی) دل بہلانے کی باتیں ہیں۔ آپ کہئے کہ (اچھا) اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔ ضرور دوسرے لوگ جاویں گے جو کوئی شخص بھی اپنا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکا دے اور وہ مخلص بھی ہو تو ایسے شخص کو اس کا عوض ملتا ہے اس کے پروردگار کے پاس پہنچ کر ملے گا۔ نہ ایسے لوگوں پر (قیامت میں) کوئی اندیشہ ہے اور نہ ایسے لوگ (اس روز) مغموم ہوں گے اور یہود کہنے لگے کہ نصاریٰ (کا مذہب) کسی بنیاد (پر قائم) نہیں اور اسی طرح نصاریٰ کہنے لگے کہ یہود کسی بنیاد پر نہیں حالانکہ یہ سب (لوگ آسمانی) کتابیں (بھی) پڑھتے ہیں۔ اس طرح یہ لوگ (بھی) جو کہ (محض) بے علم ہیں۔ ان کا سا قول کہنے لگے سو اللہ تعالیٰ ان سب کے درمیان (عملی) فیصلہ کر دیں گے قیامت کے روز ان تمام (مقدمات) میں جن میں وہ باہم اختلاف کر رہے تھے۔ اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا۔ جو خدا تعالیٰ کی مسجدوں میں اُن کا ذکر (اور عبادت) کئے جانے سے بندش کرے اور ان کے ویران (و معطل) ہونے (کے بارے) میں کوشش کرے۔ ان لوگوں کو تو کبھی بے ہیبت ہو کر ان میں قدم بھی نہ رکھنا چاہئے تھا۔ (بلکہ جب جاتے ہیبت اور ادب سے جاتے) ان لوگوں کو دنیا میں بھی رسوائی (نصیب) ہوگی اور ان کو آخرت میں سزائے عظیم ہوگی۔

تفسیر: معاملۂ سی و پنجم: باشتراک نصاریٰ: وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ (الی قولہ تعالیٰ) وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (اس مضمون میں یہود کے ساتھ نصاریٰ بھی شریک تھے اس لئے ان کو بھی ذکر میں لے لیا گیا) اور یہود اور نصاریٰ (یوں) کہتے ہیں کہ بہشت میں ہرگز کوئی نہ جانے پائے گا بجز ان لوگوں کے جو یہودی ہوں (یہ تو یہود کا قول ہے) یا ان لوگوں کے جو نصرانی ہوں (یہ نصاریٰ کا قول ہے۔ حق تعالیٰ رد فرماتے ہیں کہ) یہ (خالی) دل بہلانے کی باتیں ہیں (اور حقیقت کچھ بھی نہیں) آپ (ان سے یہ تو) کہئے کہ (اچھا) اپنی دلیل لاؤ اگر تم (اس دعوے میں) سچے ہو (سو وہ تو کیا دلیل لائیں گے کیونکہ دلیل ہے ہی نہیں۔ اب ہم اس کے خلاف کا اول دعویٰ کرتے ہیں کہ) ضرور دوسرے لوگ جاویں گے (پھر اس پر دلیل لاتے ہیں کہ ہمارا قانون جو باتفاق اہل ملل سماویہ کے پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے یہ ہے کہ) جو کوئی شخص بھی اپنا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکا دے (یعنی فرمانبرداری اختیار کرے عقائد میں بھی اعمال میں بھی) اور (اس کے ساتھ) وہ مخلص بھی ہو (کہ دل سے فرمانبرداری اختیار کی ہو محض خالی مصلحت سے ظاہرداری نہ ہو) تو ایسے شخص کو اس (کی فرمانبرداری) کا عوض ملتا ہے پروردگار کے پاس پہنچ کر اور نہ ایسے لوگوں پر (قیامت میں) کوئی اندیشہ (ناک واقعہ پڑنے والا) ہے اور نہ ایسے لوگ (اس روز) مغموم ہونے والے ہیں (چونکہ فرشتے ان کو بشارتیں سنا کر بے فکر کر دیں گے)۔ **ف:** حاصل استدلال کا یہ ہوا کہ جب یہ قانون مسلم ہے تو اب صرف یہ دیکھ لو کہ یہ مضمون کس پر صادق آتا ہے سو ظاہر ہے کہ بعد منسوخ ہو جانے کے کسی حکم سابق کے اس پر چلنے والا کسی طرح فرمانبردار نہیں کہا جا سکتا پس یہودی نصرانی فرمانبردار نہ ہوئے بلکہ حکم ثانی پر عمل کرنا فرمانبرداری شمار ہوگی اور یہ شان مسلمانوں کی ہے کہ نبوت و شریعت محمدیہ کو قبول کر لیا پس یہی جنت میں داخل ہونے والے ثابت ہوئے اور مخلص کی قید سے منافقین نکل گئے کہ وہ شرعاً کفار ہی میں داخل اور مستحق نار ہیں۔

معاملۂ سی و ششم: ایضاً باشتراک نصاریٰ و مشرکین: وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ (الی قولہ تعالیٰ) فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ۔ اور (ایک بار کچھ یہود کچھ نصرانی جمع ہو کر مذہبی مباحثہ کرنے لگے سو یہود تو اپنے اعتقاد کے موافق نصاریٰ کے دین کو اصل سے باطل بتلاتے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رسول ہونے کا اور انجیل کے کتاب اللہ ہونے کا انکار کرتے تھے مگر نصاریٰ بھی تعصب میں آ کر یہود کے دین کو اصل سے باطل کہنے لگے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رسول ہونے اور توریت کے کتاب اللہ ہونے کا انکار کرنے لگے۔ خدا بچاوے ایسے تعصب سے اللہ تعالیٰ اس قصہ کو نقل کر کے رد فرماتے ہیں کہ) یہود کہنے لگے کہ نصاریٰ (کا مذہب) کسی بنیاد پر (قائم) نہیں (یعنی سرے ہی سے غلط ہے) حالانکہ یہ سب (فریقین کے لوگ آسمانی) کتابیں (بھی) پڑھتے (پڑھاتے) ہیں (یعنی یہودی توریت کو عیسائی انجیل کو پڑھتے اور دیکھتے ہیں اور دونوں کتابوں میں دونوں رسولوں کی اور دونوں کتابوں کی تصدیق موجود ہے جو کہ دونوں مذہب کی اصل بنیاد ہے گو بوجہ منسوخ ہونے کے وہ معمول بہ نہ ہوں یہ اور بات ہے اور اہل کتاب تو ایسے دعوے کرتے ہی تھے ان کو دیکھ کر مشرکین کو بھی جوش ہوا اور) اسی طرح سے یہ لوگ (بھی) جو کہ (محض

ہی) بے علم ہیں ان (ہی اہل کتاب) کا سا قول کہنے لگے (کہ ان یہود و نصاریٰ سب کا دین بے بنیاد ہے ہم ہی حق پر ہیں) سو (یہاں سب اپنی اپنی ہانک لیں) اللہ تعالیٰ ان سب کے درمیان (عملی) فیصلہ کردیں گے قیامت کے روز ان تمام مقدمات میں جن میں وہ باہم اختلاف کر رہے تھے۔ **ف** : عملی فیصلہ یہ کہ اہل حق کو جنت میں اور اہل باطل کو دوزخ میں بھیج دیں گے اور یہ قید اس لئے لگائی کہ قولی اور برہانی فیصلہ تو حق و باطل کے درمیان میں دلائل نقلیہ وعقلیہ سے دنیا میں بھی ہو چکا ہے۔

معاملۂ سی و ہفتم : ایضاً باشتراک نصاریٰ ومشرکین : وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ (الی قولہ تعالیٰ) وَلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ (یہود تو حکم قبلہ بدلنے کے وقت طرح طرح کے اعتراض کر کے کم سمجھ لوگوں کے دلوں میں شبہات پیدا کرتے تھے اگر وہ شبہات عام طور سے قلوب میں اثر کرتے تو نتیجہ لازمی ان کا انکار رسالت وترک صلوٰۃ ہوتا اور ترکِ صلوٰۃ سے مسجد کی ویرانی ظاہر ہے تو گویا یہ یہودی اس طور پر ترکِ صلوٰۃ اور ویرانی مساجد خصوصاً مسجد نبوی میں بھی ساعی تھے۔ اور بعض سلاطین روم کہ نصاریٰ کے اسلاف تھے اور نصاریٰ ان کے فعل پر انکار نہ کرتے تھے گو وہ نصرانی نہ ہوں کسی وقت یہود شام پر چڑھ آئے تھے قتل وقتال جو ہوا تو بعض جہلاء کے ہاتھ سے مسجد بیت المقدس کی بے حرمتی بھی ہوئی اور بوجہ بدامنی کے نماز وغیرہ کا بھی اس میں اہتمام نہ ہوا اس طور پر نصاریٰ کے اسلاف ترک صلوٰۃ و ویرانی مسجد کے بانی ہوئے اور نصاریٰ پر بوجہ عدم انکار اس کا الزام دیا گیا اس بادشاہ کا نام طیطس تھا۔ مفصل قصہ اس کا شروع سورۂ بنی اسرائیل کی تفسیر میں آوے گا اور نصاریٰ کو یہ قصہ اس لئے ناگوار نہ تھا کہ اس میں یہود کی تذلیل ہوئی تھی اور یہود سے یہ عداوت رکھتے تھے اور جناب رسول اللہ ﷺ نے قبل فتح مکہ جب عمرہ کرنے کے لئے مکہ معظمہ میں داخل ہو کر چاہا کہ مسجد الحرام میں طواف اور نماز ادا فرماویں تو مشرکین مکہ نے آپ کو نہ جانے دیا یہاں تک کہ اس سال آپ واپس تشریف لائے پھر سال آئندہ بوجہ صلح ومعاہدہ کے عمرہ ادا فرمایا تو اس طرح سے مشرکین ویرانی مسجد حرام میں ساعی ہوئے حق تعالیٰ صیغۂ عموم سے اس کی قباحت ظاہر فرماتے ہیں یعنی) اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو خدا تعالیٰ کی مسجدوں میں (جس میں مکہ کی مسجد مدینہ کی مسجد بیت المقدس کی مسجد اور سب مسجدیں آگئیں ان کا ذکر (اور عبادت) کئے جانے سے بندش کرے اور ان (مساجد) کے ویران (اور معطل) ہونے (کے بارے) میں کوشش کرے ان لوگوں کو تو کبھی بے ہیبت (اور بے باک) ہو کر ان (مساجد) میں قدم بھی نہ رکھنا چاہئے تھا (بلکہ جب جاتے تو نہایت عظمت وحرمت وادب سے جاتے جب بے باک ہو کر اندر جانے تک کا استحقاق نہیں تو اس کی ہتک حرمت کا تو کب حق حاصل ہے اسی کو ظلم فرمایا گیا) ان لوگوں کو دنیا میں بھی رسوائی (نصیب) ہوگی اور ان کو آخرت میں بھی سزائے عظیم ہوگی۔ **ف** : یہ رسوائی دنیا میں تو یہ ہوئی کہ یہ سب قومیں سلطنت اسلام کی رعایا اور باجگذار ہوئیں اور آخرت میں کافر ہونے کی وجہ سے معذب ہونا ظاہر ہے اور سعی ویرانی مساجد سے وہ عذاب اور شدید ہو جائے گا اور اوپر کی آیت میں جو ان تینوں فرقوں کے دعوے اپنے اپنے حق پر ہونے کے مذکور ہیں اس قصہ سے اس دعوے کا بھی ایک گونہ رد مفہوم ہو گیا کہ ایسے ایسے افعال کر کے صاحب حق ہونے کا دعویٰ کرنا شرم کی بات ہے اور جن نصاریٰ نے ایسا کیا تھا وہ اگرچہ گذر گئے تھے لیکن ان کے خلف ان کے اس فعل سے نفرت وانکار ظاہر نہ کرتے تھے جو ایک طور پر رضا وشرکت رائے کی دلیل ہے اس لئے ملامت کرنا بالکل بجا اور برمحل ہے جیسا یہود کے معاملات کے ضمن میں چند بار یہ مضمون مذکور ہو چکا ہے۔

ترجمۂ مسائل السلوک : قولہ تعالیٰ وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ (الی قولہ تعالیٰ) بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ اس سے مستنبط ہوتا ہے کہ فلاح اسباب سے ہے انساب سے نہیں کیونکہ بڑا مبنیٰ دعویٰ فریقین کا یہی انتساب تھا جیسے ہمارے زمانہ میں اولادِ مشائخ کی حالت ہے۔ قولہ تعالیٰ : وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَىْءٍ الخ اسی پر قیاس کیا جاتا ہے بعض جہلاء صوفیہ کا ایسی گفتگو کرنا کہ چشتیہ نقشبندیہ کی تنقیص کرتے ہیں اور بالعکس۔

ملحقات الترجمۃ : ۱ قوله ضرور دوسرے الخ كما فى البيضاوى بلى اثبات لما نفوه من دخول غيرهم الجنة ۱۲۔ ۲ قوله مخلص بھی ہو لقوله عليه السلام فى الصحيحين الاحسان ان تعبدالله كانك تراه وحاصله الاخلاص على اختلاف مراتبه وادناه الاعتقاد القلبى ولاحسان فى اللغة نيكو كردن ولا يتاتى فى العبادة الا بالايمان ۱۲۔ ۳ قوله حاصل استدلال الخ فالمذكور فى القرآن كبرى ولما كانت الصغرى محسوسة طرحت اعتمادا على المشاهدة ۱۲۔ ۴ قوله ایسے تعصب تقييد التعصب بهذا القيد واقعى زيد حفظا لاذهان العوام الذين لا يفرقون بين التعصب والتصلب والاول مذموم والثانى محمود فى الحق ۱۲۔ ۵ قوله بنیاد اشار الى ان المراد بالشئ الاصل ۱۲۔ ۶ قوله پڑھتے پڑھاتے زاد اللفظ الثانى توضيحاً لمعنى يتلون والا فاللفظ الاول يستعمل فى محاوراتنا فى معنى التعلم وهو غير مراد ۱۲۔ ۷ قوله یہود تو حکم قبلہ الخ ذكر امر اليهود وجها للنزول الامام الرازى فى الكبير وقصة غزو نصارىٰ الروم يهود الشام بعد رفع عيسىٰ عليه السلام مولٰنا عبدالعزيز فى تفسيره وقصة منع قريش رسول الله صلى الله عليه وسلم عام الحديبية فى لباب النقول عن ابن ابى حاتم ۱۲۔ ۸ قوله بعض جہلاء وقوله بوجہ بدامنی کے كماوقع من هتك حرمة المسجد النبوى بايدى عسكر يزيد صحام الحرة مع كونهم مسلمين فلا يرد ما اورد فى الكبير ان النصارىٰ يعتقدون فى تعظيم بيت المقدس مثل اعتقاد اليهود واكثر فكيف اعانوا على تخريبه الخ وايضا قصة النصارىٰ مغاير لغزو بخت نصر بيت المقدس فلا يرد ايضا ما اورده ان بخت نصر كان قبل المسيح والنصارىٰ بعد المسيح فافهم وعلى التنزل اقول لو ثبت انتفاء بعض الوجوه لكفى فى الارتباط ثبوت بعضها ۱۲۔

الرِّوَایَاتُ : اخرج ابن ابی حاتم من طریق سعید او عکرمة عن ابن عباس قال لما قدم اهل نجران من النصاری علی رسول الله صلی الله علیه وسلم اتتهم احبار یهود فتنازعوا فقال رافع بن خزیمة ما انتم علی شیٔ وکفر بعیسٰی والانجیل فقال رجل من اهل نجران للیهود ما انتم علی شیٔ وجحد نبوة موسٰی وکفر بالتوراة فانزل الله فی ذلك وقالت الیهود لیست النصارٰی الآیة۔

الفقه : قال البیضاوی قیل معناه النهی عن تمکینهم من الدخول فی المسجد واختلف الائمة فیه فجوزه ابوحنیفة ومنع مالك و فرق الشافعی بین المسجد الحرام وغیره۲ قال المحشی فجوزه ابو حنیفة بدلیل هذه الآیة فانها تفید جواز دخولهم بخشیة وخشوع۱۲۔

البَلَاغَة : قالوا لف بین القولین ثقة بان السامع یراد الی کل فریق قوله وامنا من الالباس لما علم من التعادی بین الفریقین وتضلیل کل واحد منهما لصاحبه ونحوه وقالوا کونوا هودا او نصارٰی تهتدوا الهود جمع هائد کعائذ وعوذ ووحد الاسم علی لفظ من وجمع الخبر علی معناه فان قلت تلك امنیة واحدة فلم قیل تلك امانیهم قلت اشیر بها الی الامانی المذکورة من ان لا ینزل علی المؤمنین من خیر وان یردوهم کفاراً وان لا یدخل الجنة غیرهم او ارید امثال تلك الامنیة علی حذف المضاف وایضا فقائله متعدد وهو باعتبار کل قائل امنیة وباعتبار الجمیع امانی کثیرة۱۲۔قال ابو السعود وانما اوقع المنع علی المساجد وان کان الممنوع هو الناس لما ان فعلهم من طرح الا ذی والتخریب ونحوهما متعلق بالمسجد لا بالناس مع کونه علی حاله۱۲۔ قال فی روح المعانی واستشکل بان هذا الترکیب قد تکرر فی القرآن کمن اظلم ممن ذکر بآیات ربه ثم اعرض عنها وکهذه الآیة مثلاً فعلی هذا لزم التناقض ویجاب بان ذلك لا یدل علی نفی التسویة فی الاظلمیة وقصاری ما یفهم من الآیات اظلمیة اولئك المذکورین فیها ممن عداهم وان جعلت ذلك الکلام مخرجا مخرج المبالغة فی التهدید والزجر مع قطع النظر عن نفی المساواة او الزیادة فی نفس الامر کما قیل محکما العرف ایضا زال الاشکال وارتفع القیل والقال۱۲۔

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿۱۱۵﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحَانَهُ ۖ بَلْ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۖ كُلٌّ لَهُ قَانِتُونَ ﴿۱۱۶﴾ بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَإِذَا قَضٰى أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿۱۱۷﴾ وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ أَوْ تَأْتِينَا آيَةٌ ۗ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۘ تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ ۗ قَدْ بَيَّنَّا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴿۱۱۸﴾ إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۙ وَلَا تُسْأَلُ عَنْ أَصْحٰبِ الْجَحِيمِ ﴿۱۱۹﴾

اور اللہ ہی کی مملوک ہیں (سب جہتیں) مشرق بھی اور مغرب بھی۔ پس تم لوگ جس طرف منہ کرو اُدھر (ہی) اللہ تعالیٰ کا رخ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ (تمام جہات کو) محیط ہیں کامل العلم ہیں۔ اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اولاد رکھتا ہے سبحان اللہ (کیا مہمل بات ہے) بلکہ خاص اللہ تعالیٰ کے مملوک ہیں جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں (موجودات) ہیں (وارد) سب ان کے محکوم (بھی) ہیں (حق تعالیٰ) موجد ہیں آسمانوں اور زمین کے اور جب کسی کام کا پورا کرنا چاہتے ہیں تو بس اس کام کی نسبت (اتنا) فرما دیتے ہیں کہ ہو جا۔ بس وہ (اسی طرح) ہو جاتا ہے۔ اور (بعضے) جاہل یوں کہتے ہیں کہ (خود) ہم سے کیوں نہیں کلام فرماتے اللہ تعالیٰ یا ہمارے پاس کوئی اور ہی دلیل آ جاوے اسی طرح وہ (جاہل) لوگ بھی کہتے چلے آئے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔ ان ہی کا سا (جاہلانہ) قول ان سب کے قلوب (کج فہمی میں) باہم ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔ ہم نے بہت سی دلیلیں صاف صاف بیان کر دی ہیں۔ (مگر وہ) ان لوگوں کے لئے (نافع) ہیں جو یقین (حاصل کرنا) چاہتے ہیں۔ ہم نے آپ کو سچا دین دے کر بھیجا ہے کہ خوشخبری سناتے رہئے اور ڈراتے رہئے اور آپ سے دوزخ میں جانے والوں کی باز پرس نہ ہوگی ۞

تفسیر: معاملہ سی و ہشتم: وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۔ (یہود نے حکم تبدیل قبلہ پر اعتراض کیا تھا کہ مسلمان اس جہت سے دوسری جہت کی طرف کیوں بدل گئے۔ حق تعالیٰ جواب دیتے ہیں یعنی) اور اللہ ہی کی مملوک ہیں حکمت تعیین قبلہ و دفع اعتراض بر قبلہ: (سب جہتیں) مشرق بھی اور مغرب بھی (اور وہ اس کا مکان نہیں پس جب وہ مالک ہیں جس جہت کو چاہیں قبلہ مقرر کر دیں کیونکہ حکمت تعیین قبلہ میں مثلاً اتفاق ہیئت و اجتماع خاطر عابدین ہے اور یہ حکمت ہر جہت سے حاصل ہو سکتی ہے جس کا حکم کر دیں وہ متعین ہو جائے گی۔ البتہ اگر معبود کی ذات نعوذ باللہ کسی جہت خاص کے ساتھ مقید ہوتی تو بالضرورۃ قبلۂ عبادت بنا اسی جہت میں منحصر ہونا زیبا تھا لیکن وہ ذات پاک کسی جہت کے ساتھ مقید و محدود نہیں جب یہ بات ہے) تو تم لوگ جس طرف بھی منہ کرو ادھر (ہی) اللہ تعالیٰ

(کی ذات پاک) کا رخ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ (خود تمام جہات اور اشیاء کو) محیط ہیں (جس طرح کا احاطہ ان کی شان کے لائق ہے۔ لیکن باوجود محیط و غیر محدود ہونے کے پھر بھی جہت عبادت کو متعین اس لئے فرمایا کہ وہ) کامل العلم ہیں (کہ ہر شئے کے مصالح کو خوب جانتے ہیں چونکہ ان کے علم میں یہ تعیین متضمن مصالح تھی اس لئے اس کا حکم دے دیا۔

ف: ۱ احقر نے جو تعیین قبلہ کی ایک خاص حکمت مثال کے طور پر بیان کی ہے اس سے بعض مخالفین اسلام کا یہ اعتراض کہ مسلمان کعبہ پرست ہیں بالکل اٹھ گیا حاصل جواب یہ ہوا کہ پرستش تو خاص حق سبحانہ وتعالیٰ کی ہے لیکن چونکہ پرستش کے وقت یک سوئی قلب کی ضرورت ہے و نیز عابدین کی ہیئت اجتماعیہ کو بھی اس یک سوئی میں دخل ہے چنانچہ دونوں امر تجربہ و مشاہدہ سے ثابت ہیں اس یکسوئی اور اجتماع ہیئت کی تحصیل کے لئے تعیین جہت مشروع ہوئی پس اس شبہ کی ذرہ برابر گنجائش نہیں اور اگر اس پر کوئی اپنی براءت کے لئے یہ دعویٰ کرے کہ ہم بھی اصنام کو سامنے رکھنے سے یہی قصد رکھتے ہیں سو اول تو اس براءت کے دعوے سے اہل اسلام پر اعتراض مذکور عود نہیں کرتا وہ بحالہ مرتفع رہا جو کہ اس مقام پر مقصود اصلی ہے ثانیاً عام مسلمانوں اور عام کفار کی حالت تفتیش کرنے سے اس عدم پرستش کی نیت کے دعوے میں مسلمانوں کا راست گو اور دوسروں کا دروغ گو ہونا ہر وقت ہر شخص کو معلوم ہو سکتا ہے۔ تیسرے علی سبیل التنزل کہا جاتا ہے کہ بر تقدیر راستی اس دعوے کے پھر بھی اس تعیین اور تقیید کے لئے کسی شریعت غیر منسوخہ کا حکم پیش کرنا لازم ہے اور یہ بجز اہل اسلام کے دوسروں کے پاس مفقود ہے اور احقر نے جو بیان حکمت میں ترجمہ وتفسیر کے ضمن میں لفظ مثلاً اضافہ کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ احکام خداوندی کی حکمتیں انحصار اور استیعاب کے ساتھ کسی کے ادراک میں نہیں آسکتیں سو اس حکم میں بھی ہزاروں حکمتیں ہوں گی ایک دو کے سمجھ جانے سے ان میں انحصار اور دوسروں کی نفی نہیں ہو سکتی۔ **ف**: ۲ اور یہ جو فرمایا ہے کہ ادھر ہی اللہ تعالیٰ کا رخ ہے اور اسی طرح یہ جو فرمایا ہے کہ وہ محیط ہیں اور ایسے مضامین جو ہوں ان سب میں زیادہ کھود کرید نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ جیسے حق تعالیٰ کی ذات کا پورا ادراک کسی بندہ سے ممکن نہیں اسی طرح ان کی صفات کی حقیقت فہم سے خارج ہے اجمالاً ان سب پر ایمان لے آوے اس سے زیادہ کا انسان مکلف نہیں۔ آگے اپنے کام میں لگنا چاہئے۔

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں ☆ کانجا ہمیشہ باد بدست است دام را

معاملہ سی ونہم: ایضاً باشتراک نصاریٰ ومشرکین: وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ (الی قولہ تعالی) فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۔ (بعض یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور مشرکین عرب ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں جیسا مختلف آیات میں ان اقوال کی خبر دی گئی ہے حق تعالیٰ اس قول کی قباحت اور بطلان کا بیان فرماتے ہیں یعنی) اور یہ لوگ (مختلف عنوان سے) کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اولاد رکھتا ہے سبحان اللہ! (کیا مہمل بات ہے) بلکہ (ان کے تو اولاد ہونا عقلاً ممکن نہیں کیونکہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اولاد غیر جنس ہوگی اور یا ہم جنس ہوگی۔ اگر غیر جنس ہو تب تو ناجنس اولاد ہونا عیب ہے اور حق تعالیٰ عیب سے پاک ہیں عقلاً بھی جیسا مسلم ہے اور نقلاً بھی جیسا سبحانہ مذکور کا بھی مدلول ہے اور اگر ہم جنس ہو تو اس لئے باطل ہے کہ حق تعالیٰ کا کوئی ہم جنس نہیں کیونکہ جو صفات کمال لوازم ذات واجبہ سے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص اور غیر اللہ میں معدوم ہیں اور انتفاء لازم دلیل ہے انتفاء ملزوم کی اس لئے غیر اللہ ذات واجب نہ ہوگا اور وجوب خود عین حقیقت یا لازم حقیقت ہے پس کوئی غیر اللہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشارک فی الحقیقت نہ ہوا پس مجانست باطل ہو گئی اب صفات کمال کے حق تعالیٰ کے ساتھ مختص ہونے کی دلیلیں مذکور ہوتی ہیں اول یہ کہ) خاص اللہ تعالیٰ کے مملوک ہیں جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں (موجودات) ہیں (اور دوسرے یہ کہ مملوک ہونے کے ساتھ) سب ان کے محکوم (بھی) ہیں (بایں معنی کہ ان کے تصرفات قدرت کو جیسے مارنا جلانا بیمار کرنا وغیرہ کوئی نہیں ہٹا سکتا گو احکام شرعیہ کو کوئی ٹال دے اور تیسرے یہ کہ حق تعالیٰ) موجد (بھی) ہیں آسمانوں اور زمین کے اور (چوتھے یہ کہ ایجاد کی بھی قدرت ایسی عظیم اور عجیب ہے کہ) جب کسی کام کا (مثلاً پیدا ہی کرنا ہے) پورا کرنا چاہتے ہیں تو بس (اتنی بات ہے کہ) اس کو (اتنا) فرما دیتے ہیں کہ ہو جا بس وہ (اسی طرح) ہو جاتا ہے (ان کو آلات و اسباب اور صناعوں اور معینوں کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اور یہ چاروں امر بجز حق تعالیٰ کے کسی میں نہیں پائے جاتے اور یہ مدعیانِ اولاد کے بھی مسلمات سے تھا پس دلیل سے مقدمہ اختصاص بھی ثابت ہو کر حجت تمام ہو گئی) **ف**: اس کن کہنے میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ مجاز ہو سرعت تکوین اور جلدی بنا دینے سے دوسرے یہ کہ حقیقۃً حق تعالیٰ کی یہی عادت ہو۔ اس پر دو شبہے کئے گئے ہیں ایک یہ کہ جب وہ شے موجود نہیں تو کن کس کو کہا۔ جواب یہ ہے کہ علم میں موجود ہے۔ دوسرے یہ کہ خود کن بھی حادث ہے ورنہ قدم مکون کا لازم آوے گا اور اس کے لئے اگر کن ہو تو تسلسل لازم ہے۔ جواب یہ ہے کہ صرف لفظ کن کو بدون کن کے پیدا کر دیا ہو اور اگر قدیم بھی مان لیا جاوے تب بھی تعلق کے حدوث سے مکون محدث رہے گا رہا خود اس تعلق حادث کے ایجاد کے لئے ایک دوسرا تعلق حادث ہونا اس لئے ضرور نہیں کہ تعلق لا موجود و لا معدوم ہے لہٰذا نہ ایجاد کی ضرورت ہے اور نہ علت ایجاد بننے میں کوئی اشکال۔ رہا کلام اس تعلق کے مرجح میں سو وہ ذات حق ہے اور بوجہ وجود صفت ارادہ کے جس کی ذاتیات یا لوازم سے ترجیح وتخصیص متیٰ شاء ہے یہ ترجیح وتخصیص بال مرجح ومخصص بھی نہیں بلکہ وجہ ترجیح کا سوال کرنا تخلل جعل بین الذات و الذاتی یا بین الملزوم و اللازم کا تجویز کرنا ہے وہو باطل۔

التماس عام: حضرات ناظرین اس مقام پر مجھ کو اس خاص طرز پر طالب علمانہ تحریر میں بوجہ ضرورت تفہیم فلسفی مزاج صاحبوں کے معذور فرمادیں اور خود صرف ترجمہ کے

ملاحظہ فرمانے پر قناعت کریں ان الفاظ میں غور نہ کریں۔

ف: اور خاص خاص کاموں پر خاص خاص ملائکہ کا مقرر فرمانا اور اسی طرح اسباب اور مواد اور قویٰ سے کام لینا یہ سب حکمت کے لئے ہے حاجت و استعانت کے لئے نہیں۔ **ف**: بیضاوی نے کہا ہے کہ پہلی شرائع میں اللہ تعالیٰ کو سبب اول ہونے کی وجہ سے باپ کہا کرتے تھے جاہلوں نے ولادت کے معنی سمجھ لئے اس لئے کفر ٹھہرا اب دفع فساد کے لئے اصلاً اس کی اجازت نہیں۔

معاملۂ چہلم: ایضاً باشتراک نصاریٰ و مشرکین: وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ (الی قولہ تعالی) قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۔ اور (بعضے) جاہل (یہودی اور نصرانی اور مشرکین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں) یوں کہتے ہیں کہ (خود) ہم سے کیوں نہیں کلام فرماتے اللہ تعالیٰ (خواہ بلاواسطہ فرشتوں کے جس طرح خود فرشتوں سے کلام فرماتے ہیں یا بواسطہ فرشتوں کے جس طرح پیغمبروں سے بطور وحی کے کلام فرماتے ہیں اور اس کلام میں یا تو خود ہم کو احکام بتلا دیں تو دوسرے رسول کی ہم کو ضرورت ہی نہ رہے یا کم از کم اتنا ہی کہہ دیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے رسول ہیں تو ہم ان کی ہی رسالت کے قائل ہو کر ان کی اطاعت کرنے لگیں) یا (کلام نہیں کرتے تو) ہمارے پاس کوئی اور ہی دلیل (ثبوت رسالت کی) آ جاوے[1] (حق تعالیٰ اولاً اس بات کا جاہلانہ رسم ہونا بتلاتے ہیں کہ) اسی طرح وہ (جاہل) لوگ بھی کہتے چلے آئے ہیں جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان ہی کا سا (جاہلانہ) قول (سو معلوم ہوا کہ یہ قول کوئی باوقعت اور باریک بنی پر مبنی نہیں یونہی ہانک دیا جاتا ہے پھر ثانیاً اس قول کا منشاء اور سبب بیان فرماتے ہیں کہ) ان سب (اگلے پچھلے جاہلوں) کے قلوب (کج فہمی میں) باہم ایک دوسرے کے مشابہ ہیں (اس لئے سب سے بات بھی ایک ہی سی پیدا ہوئی۔ پھر ثالثاً اس قول کا جواب دیتے ہیں اور چونکہ اس قول کا جزو اول حماقت محض تھا کہ اپنے کو اس لیاقت پر ہم پلہ ملائکہ اور انبیاء کا بنانا چاہتے تھے جو بالکل ہی بدیہی البطلان ہے اس لئے بقول مسلم۔ پس جواب احمقی آمد سکوت ☆ اس کا جواب نظر انداز کر کے صرف دوسرے جزو کا جواب ارشاد ہوتا ہے کہ تم تو ایک دلیل کو لئے پھرتے ہو) ہم نے بہت سی دلیلیں (رسالت محمدیہ کے ثبوت میں) صاف صاف بیان کر دی ہیں (مگر وہ) ان لوگوں کے لئے (نافع و کافی ہو سکتی ہیں) جو یقین (اور اطمینان حاصل کرنا) چاہتے ہیں (اور چونکہ معترضین کو محض ضد اور کد ہی مقصود ہے اس لئے نظر حق طلبی سے ان کو تحقیق ہی منظور نہیں سوایسوں کی تسلی و تشفی کا کون ذمہ دار بنے۔ **ف**: یہود و نصاریٰ کو باوجود اہل کتاب و اہل علم ہونے کے جاہل اس لئے کہہ دیا گیا کہ یہ بات جاہلوں کی سی کہی تھی کہ باوجود دلائل قویہ قطعیہ کثیرہ قائم ہو چکنے کے ابھی تک جحود کئے جاتے ہیں۔

رَبط چونکہ یہاں اس کا محل تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی اس جہالت اور عناد سے تنگی ہو جاتی اور ان کے ایمان لانے کی کوئی صورت سمجھ میں نہ آنے سے غم ہوتا اس لئے حق تعالیٰ آیت آئندہ میں آپ کی تسلی فرماتے ہیں۔

تسلیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ۔ (اے رسولؐ) ہم نے آپ کو ایک سچا دین دے کر (خلق کی طرف) بھیجا ہے کہ (ماننے والوں کو) خوشخبری سناتے رہئے اور نہ ماننے والیوں کو سزا سے ڈراتے رہئے اور آپ سے دوزخ میں جانے والوں کی باز پرس نہ ہوگی (کہ ان لوگوں نے کیوں نہیں قبول کیا اور کیوں دوزخ میں گئے آپ اپنا کام کرتے رہئے آپ کو کسی کے ماننے نہ ماننے کی کیا فکر)۔

رَبط: یہاں تک یہود کی چالیس قباحتیں جن میں سے بعض میں نصاریٰ بھی شریک ہیں بیان فرمائی گئیں آگے یہ بتلانا مقصود ہے کہ ایسے ہٹ دھرم لوگوں سے امید ایمان نہ رکھنا چاہئے سو یہ مضمون ما سبق کا نتیجہ بھی ہے جس سے ان کے قبائح مذکورہ کی اور تاکید ہوگئی کہ جو شخص ایسا کج طبع ہو اس کی کجی کم ہو جاتی ہے اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ازالہ فکر و غم بھی ہے کہ آپ ان کے عام طور پر ایمان لانے سے مایوس ہو جایئے اور پریشانی اور کلفت دل سے دور کیجئے تو اس مضمون تسلی کی بھی تاکید ہوگئی اور علاوہ ان مضامین کی تاکیدوں کے خود مستقل ان کی ایک قباحت کا اور بھی بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنے کی تو ان کو کیا توفیق ہوتی وہ یہاں تک بلند پروازی کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ آپ کو اپنی راہ پر چلانے کی فکر محال میں ہیں اور قالاً یا حالاً ان کی زبان یا معاملہ سے بھی ان کی یہ کوشش ظاہر اور مفہوم ہوتی ہے تو اس تقریر پر یہ ان کا اکتالیسواں معاملہ قبیحہ ہوگا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو بعض امور مباحہ میں اول اول اہل کتاب کی بغرض ان کی ملاطفت و تالیف قلب کے موافقت فرما لیتے تھے۔ اس میں اس پر بھی دلالت ہے کہ آپ اس قصہ کو جانے دیجئے گو اس سے جو آپ کی غرض ہے کہ کچھ نرم ہو کر اسلام لے آویں وہ بخیر ہے بہر حال یہ مضمون آئندہ چند فوائد پر مشتمل ہے اور قدر مشترک مایوس کرنا ہے ان خاص لوگوں کے مسلمان ہونے سے پس ارشاد ہے۔

تَرْجَمۂ مَسَائِلُ السُّلُوْکِ: قولہ تعالیٰ: فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ۭ اس میں دلیل ہے اس پر کہ اللہ تعالیٰ کسی جہت کے ساتھ مقید نہیں۔ قولہ تعالیٰ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ یہ آیت اصل ہے ہمارے حضرات صوفیہ کی اس عادت کی کہ جو شخص اپنی اصلاح نہ چاہے اس کے درپے نہیں ہوتے۔

مُلْحَقَاتُ التَّرْجَمَۃِ: [1] قولہ مملوک ہیں سب جہتیں یرید بذلک تعبیر الجہات کلہا بالمشرق والمغرب کما فی تفسیر البیضاوی یرید بہما

ناحیتی الارض ای له الارض کلها۱۲۔ ۲؎ قوله محیط ہیں جس طرح کا احاطہ اطلق الاحاطة سواء کانت ذاتا او صفة وماخذ هذا الاطلاق قول البیضاوی واسع باحاطته بالاشیاء او برحمته واشار بقوله جس طرح الی ما ذهب الیه المحققون فی المتشابهات من حملها علی الحقائق مع وجوب اعتقادها مبهمة مجملة کما وردت۱۲۔ ۳؎ قوله بعض یہودی فلا یرد ما قیل انه لم یوجد هذا القول فی کتب الیهود لا مکان تقول بعض العامة بذلك علی خلاف مذهبهم۱۲۔ ۴؎ قوله سبحان اللہ یشیر الی انه للتعجب ۱۲۔ ۵؎ قوله سبحانہ مذکور کا بھی مدلول ہے یشیر الی کون التنزیه مدلولا باشارة النص اما عبارة النص فللتعجب۱۲۔ ۶؎ قوله فی ترجمته او تاتینا آیة یا ہمارے پاس کوئی اور ہی دلیل آ جاوے۔ هو اخذ بالحاصل والا فحق الترجمة اللفظیة لاجل العطف هکذا یا ہمارے پاس کوئی دلیل کیوں نہیں آتی ۱۲۔ ۷؎ قوله جزو اول حماقت الخ ماخذه روح المعانی ۱۲۔

الرِّوَایَات: فی لباب النقول اخرج ابن جریر وابن ابی حاتم من طریق علی بن ابی طلحة عن ابن عباس ان رسول الله صلی الله علیه وسلم لما هاجر الی المدینة امره الله ان یستقبل بیت المقدس ففرحت الیهود فاستقبلها بضعة عشر شهرا وکان یحب قبلة ابراهیم وکان یدعو الله وینظر الی السماء فانزل الله فولوا وجوهکم شطره فارتاب فی ذلك الیهود وقالوا ما ولّٰهم عن قبلتهم التی کانوا علیها فانزل الله قل لله المشرق والمغرب وقال فاینما تولوا فثم وجه الله اسناده قوی والمعنی ایضا یساعده فلیعتمد ۱۲۔ اقول ولا ینافی هذا السبب ما ورد فیه من روایات اخری فقد قال فی لباب النزول عن الزرکشی قد عرف من عادة الصحابة والتابعین ان احدهم اذا قال نزلت هذه الآیة فی کذا فانه یرید بذلك انها تتضمن هذا الحکم لا ان هذا کان السبب فی نزولها فهو من جنس الاستدلال علی الحکم بالآیة لا من جنس النقل کما وقع آه فافهم فانه نافع جدا۱۲۔ الذین لا یعلمون فی المعالم قال ابن عباسؓ الیهود وقال مجاهد النصاریٰ وقال قتادة مشرکوا (العرب)۱۲۔

العربیة: قال البیضاوی یوقنون یطلبون الیقین واشرت الیه فی الترجمة فی روح المعانی قد بینا الأیٰت ای نزلنا ها بینة بان جعلنا ها کذلك فی انفسنا فهو علی حد سبحان من صغر البعوض و کبر الفیل فی المعالم کل ما فی القرآن لو لا فهو بمعنے هلا الا واحد او هو قوله فلو لا انه کان من المسبحین معناه فلو لم یکن۔ ۱۲

اِخْتِلَافُ الْقِرَاءَة: قرأ ابن عامر فیکون بالنصب ۱۲ بیضاوی قال المحشی وهو مشکل لان جواب الامر یقتضی ان یکون للمکون کونان احدهما سبب للآخر فنصبه حملاً علی صورة اللفظ وان کان معناه الخبر ۱۲۔ قرأ نافع ولا تسئل علی صیغة النهی ایذانا بکمال شدة عقوبة الکفار وتهویلا لها ای انه لغایة فظاعة ما حل به لا یستطاع ان یسمع۱۲ روح المعانی۔

اللُّغَات: قانتون منقادون بدیع الابداع اختراع الشئ لا عن شئ دفعة قضٰی ای اراد شیئا واصل القضاء اتمام الشئ قولا کقوله وقضٰی ربك او فعلا کقوله فقضٰهن سبع سمٰوٰت۱۲ بیضاوی۔

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۭ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۭ وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَھْوَاۗءَھُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿١٢٠﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰھُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿١٢١﴾ يٰبَنِىْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ الَّتِىْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٢٢﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَـيْــــًٔـا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا ھُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿١٢٣﴾

اور کبھی خوش نہ ہوں گے آپ سے یہ یہود اور نہ یہ نصاریٰ جب تک کہ آپ (خدانخواستہ) انکے مذہب کے (بالکل) پیرو نہ ہو جائیں (آپ صاف) کہہ دیجئے کہ (بھلائی) حقیقت میں تو ہدایت کا وہی راستہ ہے جس کو خدا نے بتلایا ہے اور اگر آپ اتباع کرنے لگیں ان کے غلط خیالات کا علم (قطعی ثابت بالوحی) آ چکنے کے بعد۔ تو آپ کو کوئی خدا سے بچانے والا نہ یار نکلے اور نہ مددگار جن لوگوں کو ہم نے کتاب (توراۃ انجیل) دی بشرطیکہ وہ اس کی تلاوت (اس طرح) کرتے رہے جس طرح کہ تلاوت کرنے کا حق ہے ایسے لوگ اس پر ایمان لے آتے ہیں اور جو شخص نہ مانے گا (کس کا نقصان کرے گا) خود ہی ایسے لوگ خسارہ میں رہیں گے۔ اے اولادِ یعقوب (علیہ السلام) میری اُن نعمتوں کو یاد کرو جن کا میں نے تم پر (وقتاً فوقتاً) انعام کیا اور اس کو (بھی) کہ میں نے تم کو بہت لوگوں پر فوقیت دی اور تم ڈرو ایسے دن سے جس میں کوئی شخص کسی شخص کی طرف سے نہ کوئی مطالبہ (حق واجب) ادا کرنے پائے گا اور نہ کسی طرف سے کوئی معاوضہ قبول کیا جائے گا اور نہ کسی کو کوئی سفارش (جبکہ ایمان نہ ہو) مفید ہوگی اور نہ ان لوگوں کو بچا سکے گا۔

تفسیر: **مایوسی کلی از ایمان مخالفین خاص**: وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى (الٰی قولہ تعالٰی) مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۔ اور کبھی خوش نہ ہونگے آپ سے یہ یہود اور نہ یہ نصاریٰ جب تک کہ آپ (خدانخواستہ) ان کے مذہب کے (بالکل) پیرو نہ ہو جاویں (اور یہ محال ہے پس ان کا راضی ہونا محال ہے اور اگر کبھی اس قسم کی بات ان کی زبان یا حال سے مترشح ہو تو) آپ (صاف) کہہ دیجئے کہ (بھائی) حقیقت میں ہدایت کا تو وہی راستہ ہے جس کو خدا نے (ہدایت کا راستہ) بتلایا ہے (اور دلائل سے ایسا راستہ صرف اسلام ہونا ثابت ہو چکا ہے پس راہ ہدایت وہی رہا) اور (یہ امر کہ آپ نعوذ باللہ ان کے مذہب کے پیرو ہو جاویں محال اس لئے ہے کہ اس سے ایک محال لازم آتا ہے کیونکہ) اگر آپ اتباع کرنے لگیں ان کے غلط خیالات کا (جس کو وہ اپنا مذہب سمجھتے ہیں مگر کچھ تحریف سے اور کچھ منسوخ ہو جانے سے اب وہ محض چند غلط خیالات کا مجموعہ رہ گیا ہے اور پھر اتباع بھی کیسی حالت میں کہ) علم (قطعی ثابت بالوحی) آ چکنے کے بعد تو (ایسی حالت میں تو) آپ کا کوئی خدا سے بچانے والا نہ یار نکلے نہ مددگار[1] (بلکہ توبہ توبہ پنجۂ قہر میں گرفتار ہو جانا لازم آوے اور یہ لازم محال ہے کیونکہ دلائل قطعیہ سے دوام رضائے حق تعالیٰ آپ سے ثابت ہے پس غضب محال۔ اور اتباع مذکور سے یہ لازم آیا تھا اس لئے اتباع مذکور بھی محال اور بدوں اتباع کے ان کا راضی ہونا غیر ممکن تو ایسے امر کی امید کرنے کی کوئی گنجائش نہیں اس لئے اس سے دل کو خالی کر لینا چاہئے)۔

ربط: یہاں تک معاندین، اہل کتاب کا ذکر تھا اس کے بعد حسب عادت قرآن منصفین اہل کتاب کا بیان ہے جنہوں نے بعد وضوح حق کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور آپ کا اتباع اختیار کر لیا پس ارشاد ہے۔

ذکر منصفین اہل کتاب: اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ (الٰی قولہ تعالٰی) فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۔ جن لوگوں کو ہم نے (توراۃ وانجیل) دی بشرطیکہ وہ اس کی تلاوت (اس طرح) کرتے رہے جس طرح تلاوت کا حق ہے (کہ قوۃ علمیہ کو فہم مضامین میں صرف کیا اور قوۃ ارادیہ کو عزم اتباع حق میں استعمال کیا) ایسے لوگ (البتہ آپ کے) اس (دین حق اور علم وحی) پر ایمان لے آتے ہیں اور جو شخص نہ مانے گا (کس کا نقصان کرے گا) خود ہی ایسے لوگ خسارہ میں رہیں گے (کہ جو ثمرات ایمان پر عطا ہوتے ان سے محروم رہیں گے)۔

ربط: اس مقام پر بنی اسرائیل کے متعلق جن مضامین خاصہ کا بیان کرنا مقصود تھا ان کا خاتمہ ہوا اب ان مضامین کی جو آغازی تمہید تھی جس کے اجمال کے یہ سب مضامین تفصیل تھے ختم پر اس کو پھر مکرر لاتے ہیں جس میں اس کا مضمون خاص یعنی ترغیب کے لئے انعام عام وخاص کا یاد دلانا اور ترہیب کے لئے قیامت کا پیش نظر کر دینا بوجہ تکرار کے خوب ذہن نشین ہو جاوے کیونکہ مقصود اعظم کلیات ہوتے ہیں جن کا خود استحضار بوجہ ان کے اختصار کے سہل ہوتا ہے اور بوجہ جامعیت اور انطباق کے ان کے ذریعہ سے ان کے جزئیات کا محفوظ رکھنا آسان ہوتا ہے اور محاورات میں یہ طرز بلیغ بھی اعلیٰ درجہ کا سمجھا جاتا ہے کہ مفصل اور مطول بات کرنے کے قبل اول ایک مجمل عنوان سے اس کی تقریر کر دی جس کا قدر مشترک تمام تفاصیل کے فہم میں معین ہو اور اخیر میں بطور خلاصہ اور نتیجہ تفصیل مذکور کے اسی مجمل عنوان کا پھر اعادہ کر دیا مثلاً یہ کہا جاوے کہ تکبر بڑی مضر خصلت ہے دیکھو اس میں ایک ضرر یہ ہے دوسرا یہ ہے تیسرا یہ ہے دس بیس مضرتوں کی تقریر کر کے پھر آخر میں کہہ دیا کہ غرض تکبر بڑی مضر خصلت ہے اسی طور پر آیت یا بنی اسرائیل کا اعادہ فرمایا جاتا ہے۔

اعادۂ تمہید بطور تلخیص: يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ (الٰی قولہ تعالٰی) وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۔ اے اولاد یعقوب علیہ السلام میری ان نعمتوں کو یاد کرو جن کا میں نے تم پر (وقتاً فوقتاً) انعام کیا اور اس کو (بھی یاد کرو) کہ میں نے تم کو بہت لوگوں پر (بہت سی باتوں میں) فوقیت دی اور تم ڈرو ایسے دن سے (یعنی روز قیامت سے) جس میں کوئی شخص کسی شخص کی طرف سے نہ کوئی مطالبہ (اور حق واجب) ادا کرنے پاوے گا اور نہ کسی کی طرف سے کوئی معاوضہ (بجائے حق واجب کے) قبول کیا جاوے گا اور نہ کسی کو کوئی سفارش (جبکہ ایمان نہ ہو) مفید ہوگی اور نہ ان لوگوں کو کوئی (بزور) بچا سکے گا۔ **ف**: اس کے متعلق ضروری امور اوپر اس آیت کی تفسیر میں گزر چکے ہیں اگر ضرورت ہو وہاں ملاحظہ فرمالئے جاویں۔

ربط: یہاں تک بنی اسرائیل کے قبائح اور بے عنوانیوں کا بیان تھا جن میں سے ایک بے عنوانی یہ بھی تھی کہ بعض احکام کے نسخ پر خصوصاً حکم تحویل قبلہ پر ان کا اعتراض تھا جس کا جواب اوپر کی بعض آیات میں بضمن تقریر معاملہ سی ودوم وسی وہشتم بقدر کافی مذکور بھی ہوا ہے چونکہ اس حکم خاص میں ان لوگوں کا شور وشغب زیادہ تھا نیز ضعیف الاعتقاد لوگوں پر اس مخالفت کا اثر ہو جانا بھی چنداں عجیب نہ تھا اور نماز خود رکن اعظم اسلام کا ہے اس مبحث کو اس سے تعلق تھا اس لئے یہ اسباب مقتضی تھے کہ اس مادۂ خاص میں کسی قدر مفصل ومطول کا کلام کیا جاوے وہ مفصل کلام یہاں سے شروع ہو کر تقریباً چار رکوع تک ممتد ہوا ہے جس کی ترتیب بھی نہایت خوش اسلوب واقع ہوئی ہے کہ اول بانی کعبہ کی فضیلت اور ان کا امام خلق ہونا بیان کیا پھر کعبہ کی فضیلت اور اس کی بناء کا قصہ ذکر فرمایا اور اس کے سیاق وسباق میں بہت سے مضامین اس کے مناسب اور مؤید لائے گئے پھر حاکمانہ اختیار سے اس کعبہ کا قبلہ بنانا بیان کیا اس میں جو حکیمانہ مصالح مرعی ہیں ان کا ذکر فرمایا اور درمیان درمیان میں اور مضامین مناسب مقام ارشاد ہوئے جن میں امام القبلتین صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق وخصوصیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ اور آپ کا کافۂ خلق کے لئے نعمت عظمیٰ ہونا بھی بتلا دیا گیا تا کہ ہر مذاق پر ہر

پہلو سے مضمون کی تتمیم ہوجاوے۔

الحَوَاشِی (۱)وان اقلقك وهم ان الظاهر من انك ان لم تتبع اهواء هم كان لك ولي ونصير يحفظك من الله فازحه بعدم كون مفهوم المخالف معتبرا۔ او يقال ان اصل المراد الوقوع فى القهر فاللازم فى صورة عدم الاتباع عدم الوقوع فى القهر ولا محذور فيه۱۲ منه۔

مُلْحَقَاتُ التَّرْجَمَة : ۱؎ قوله یہ یہود اشار الى كون اللام للعهد فلايشكل بايمان كثير من النصارى واليهود۱۲۔ ۲؎ قوله ان کی زبان یا حال سے ماخذه ما فى روح المعانى ثم ان هذا ليس ابتداء كلام منه تعالى لعدم رضاهم بل هو حكاية لمعنى كلام قالوه بطريق التكلم ليطابقه قوله قل ويحتمل انهم قالوا ذلك فيما بينهم والامر بهذا القول لهم لا يجب ان يكون جوابا لعين تلك العبارة بل جواب ورد لما يستلزم مضمونها او يلزمه من الدعوة الى اليهودية والنصرانية وان الاهتداء فيهما وقيل يصح ان يكون لاقناطهم عما يتمنونه ويطمعونه وليس بجواب۱۲۔ ۳؎ قوله بشرطیکہ اشارة الى كون الجملة حالية لكنها مقدرة لامحققة وما بعده خبراً للموصول۱۲۔ ۴؎ قوله اس دین حق هكذا اعاد الضمير الى الحق المذكور فيما قيل فى قوله انا ارسلناك بالحق وقوله بعد الذى جاءك من العلم فى التفسير العزيزى ۱۲۔

الرِّوَايَات : المتعلقة بربط آيت ولن ترضى الخ فى المعالم و ذلك انهم كانوا يسئلون النبى صلى الله عليه وسلم الهداية ويطمعونه ان امهلتهم اتبعوا فانزل الله تعالى هذه الأية معناه انك وان هاويتهم فلا يرضون بها وانما يطلبون ذلك تعللا وقال ابن عباسؓ هذا فى القبلة وذلك ان يهود المدينة ونصارى نجران كانوا يرجون النبى صلى الله عليه وسلم حين كان يصلى الى قبلتهم فلما صرف الله القبلة اى الكعبة ايسوا ان يوافقهم على دينهم فانزل الله تعالى ولن ترضى الآية۔ فى روح المعانى روى انه كان يلاطف كل فريق رجاء ان يسلموا فنزلت۱۲۔

اللُّغَات :فى روح المعانى الملة فى الاصل اسم من امللت الكتاب بمعنى امليته ثم نقلت الى اصول الشرائع باعتبار انها يمليها النبى ويقع على الباطل ايضا۱۲۔

البَلَاغَة : فى روح المعانى وحدت الملة وان كان لهم ملتان للايجاز او لانها يجمعهما الكفر وهو ملة واحدة۱۲۔ سئل استاذى رحمة الله عليه عن النكتة فى تقديم الشفاعة فى السابق وتاخيرها ههنا فاجابؒ بان القوم كانوا اولاد الانبياء والائمة فكانوا يثقون بالشفاعة اكثر من الثقة بغيرها فكان الابتداء بنفيها والانتهاء به اولى حسماً لزعمهم والله اعلم۔

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

اور جس وقت امتحان کیا حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کا انکے پروردگار نے چند باتوں میں اور وہ اُن کو پورے طور پر بجالائے (اس وقت) حق تعالیٰ نے (اُن سے) فرمایا کہ میں تم کو لوگوں کا مقتدا بناؤں گا۔ انہوں نے عرض کی اور میری اولاد میں سے بھی کسی کسی کو (نبوت دیجئے) ارشاد ہوا کہ میرا (یہ) عہدہ (نبوت) خلاف ورزی کرنے والوں کو نہ ملے گا۔ اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے کہ جس وقت ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کا معبد اور (مقام) امن (ہمیشہ سے) مقرر رکھا اور مقام ابراہیم کو (کبھی کبھی) نماز پڑھنے کی جگہ بنالیا کرو۔ اور ہم نے حضرت ابراہیم وحضرت اسماعیل کی طرف حکم بھیجا کہ میرے (اس) گھر کو خوب پاک رکھا کرو۔ بیرونی اور مقامی لوگوں (کی عبادت) کے واسطے اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے واسطے اور جس وقت ابراہیم (علیہ السلام) نے دعا میں عرض کیا کہ اے میرے پروردگار اس کو ایک آباد شہر بنادیجئے۔ امن (امان والا) اور اسکے بسنے والوں کو پھلوں سے بھی عنایت کیجئے۔ انکو (کہتا ہوں) جو کہ ان میں سے اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہوں۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اور اس شخص کو جو کافر رہے تو ایسے شخص کو تھوڑے روز تو خوب آرام برتاؤں گا پھر اس کو کشاں کشاں عذاب دوزخ میں پہنچادوں گا اور ایسی پہنچنے کی جگہ تو بہت بری ہے۔

تفسیر : فضیلت حضرت ابراہیم علیہ السلام بانی کعبہ: وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ (الی قولہ تعالی) قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ۔ اور جس وقت

امتحان کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ان کے پروردگار نے چند باتوں میں (اپنے احکام میں سے) اور وہ ان کو پورے طور سے بجالائے (اس وقت) حق تعالیٰ نے (ان سے) فرمایا کہ میں تم کو (اس کے صلہ میں نبوت دے کر یا امت بڑھا کر) لوگوں کا مقتدا بناؤں گا انہوں نے عرض کیا اور میری اولاد میں سے بھی کسی کسی کو (نبوت دیجئے) ارشاد ہوا کہ (آپ کی یہ درخواست منظور ہے مگر اس کا ضابطہ سن لیجئے کہ) میرا یہ عہدہ (نبوت) خلاف ورزی (قانون) کرنے والوں کو نہ ملے گا (سو ایسے لوگوں کو تو صاف جواب ہے البتہ اطاعت کرنے والوں میں سے بعض کو نبوت دی جاوے گی)۔ **ف**: امتحان دو غرض سے ہوتا ہے کبھی تو اس واسطے کہ امتحان کرنے والا خود اس شخص کی حالت ولیاقت دریافت کرنا چاہتا ہے۔ سو یہ امتحان لینا تو ذات حق میں محال ہے کیونکہ ان کو سب کچھ پہلے ہی معلوم ہے۔ اور کبھی امتحان لینے والا خود تو جانا کرتا ہے لیکن اور دیکھنے والوں کی نظر میں اس حالت کا پیش کرنا منظور ہوتا ہے تاکہ امتحان دینے والے کی عظمت مثلاً ثابت ہو جاوے اور دوسروں کو شکایت محرومی یا ترجیح کا موقع نہ رہے یا اگر امتحان کسی مجرم کا ہے تو خود وہ بھی اپنے دل میں انصاف کرلے اور دوسرے کو بھی شبہ جور و تعدی کا نہ کرسکیں تو ایسا امتحان لینا حق تعالیٰ کی شان کے خلاف نہیں جہاں کہیں حق تعالیٰ کا بندوں کو امتحان کرنا مذکور ہے وہاں یہی دوسری قسم مراد ہے چنانچہ اس مقام پر بھی یہی دوسری قسم مراد ہے اور وہ باتیں کتابوں میں کئی طرح لکھی ہیں بہرحال کچھ احکام تھے اور یہ امتحان اگر ایسے وقت تھا کہ ہنوز خلقت کو احکام پہنچانے کا کام دیا جاوے گا جو حاصل ہے نبوت کا پس اس قول پر اسی وقت وحی نازل ہوگئی تھی لیکن اس وحی کی تبلیغ کا امر نہ ہوا تھا اور اگر یہ امتحان ایسے وقت تھا کہ تبلیغ وحی کا کام بھی کرنے لگے تھے تو امامت للناس کے معنی یہ ہوں گے کہ اب جتنی امت ہے اس سے اور ترقی دوں گا مثلاً آپ کے زمانہ ہی میں اور لوگ بھی ایمان بکثرت لاویں گے یا یہ کہ آپ کی شریعت آپ کے بعد بھی مدتوں تک رہے گی جو کہ سبب ہے تضاعف اجر وثواب کا کیونکہ نیک راہ پر چلنے کے ثواب میں اس راہ کا بتلانے والا بھی شریک ہوتا ہے جیسا احادیث میں بھی ہے تو یہ امر بھی اسی نبوت کے آثار سے ہے بہرحال ہر صورت میں حاصل اس کا نبوت کی تکمیل ہے اور اس میں یہ قید لگانا کہ جس کو نبوت ملے گی وہ ظالم نہ ہو دلیل ہے حضرات انبیاء علیہم السلام کے معصوم اور بے گناہ ہونے کی کیونکہ ہر گناہ خلاف ورزی ہے احکام کی اور یہی حقیقت ہے ظلم کی اور دونوں کا جمع نہ ہونا صراحۃً ارشاد ہوا ہے پس جو حضرات نبوت سے مشرف ہو چکے ہیں یقیناً وہ گنہگار نہ تھے نہ قبل نبوت نہ بعد نبوت اور جن قصوں میں ایسے امور مذکور ہیں وہ واقع میں گناہ نہیں ہیں چنانچہ انشاء اللہ تعالیٰ ہر قصہ کے موقع پر اس کی تفسیر دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے جن میں ایک قصہ حضرت آدم علیہ السلام کا گزر بھی چکا ہے وہاں دیکھ کر اس کی تصدیق کی جاوے اور لفظ عصیان یا ظلم وغیرہ جو کہیں وارد ہوا ہے اس کے معنی مجازی مراد ہیں کیونکہ یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ جب حقیقی معنی کسی دلیل سے متعذر ثابت ہوں تو مجاز پر محمول کرنا واجب ہے اور دلیل تعذر کی جس سے عصمت انبیاء علیہم السلام ثابت ہے ابھی بیان ہو چکی خوب سمجھ لو۔

ربط: فضیلت بانی کے بعد آگے فضیلت بناء کا بیان فرماتے ہیں۔

فضیلت کعبہ: وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا (الی قولہ تعالی) وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۔ اور (وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے کہ) جس وقت ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کا معبد اور (مقام) امن (ہمیشہ سے) مقرر رکھا اور (آخر میں امت محمدیہ کو حکم دیا کہ برکت حاصل کرنے کے لئے) مقام ابراہیم کو (کبھی کبھی نماز پڑھنے کی جگہ بنالیا کرو اور ہم نے (بناء کعبہ کے وقت) حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل علیہما السلام کی طرف حکم بھیجا کہ میرے (اس) گھر کو خوب پاک (صاف) رکھا کرو بیرونی اور مقامی لوگوں کی (عبادت کے) واسطے اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے واسطے۔ **ف**: مقام امن دو وجہ سے فرمایا ایک تو یہ کہ اس میں حج و عمرہ و نماز و طواف ادا کرنے سے عذاب دوزخ سے امن ہوتا ہے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ اگر کوئی خونی حدود کعبہ میں جس کو حرم کہتے ہیں جا گھسے تو وہاں اس کو سزائے موت نہ دیں گے البتہ رسد وغیرہ اس کی بند کر دیں گے یہاں تک کہ باہر نکل آوے پھر پکڑ لیں گے اور سوا خونی کے اور مجرموں کا اور حکم ہے اور یہ مذہب امام ابوحنیفہ کا ہے دوسرے اماموں کے کچھ اور اور قول ہیں تو اس صورت میں اس امن کا وقوع نہیں بتلاتے بلکہ قانون بتلاتے ہیں۔ اور مقام ابراہیم ایک خاص پتھر کا نام ہے جس پر کھڑے ہو کر آپ نے کعبہ کی عمارت بنائی ہے وہ کعبہ کے پاس ایک محفوظ جگہ رکھا ہے وہاں نفلیں پڑھنا ثواب ہے اور جب طواف کرے تو اس وقت دو رکعت پڑھنا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک واجب ہے۔ آگے حدود کعبہ یعنی حرم اور اس کے سکان کے لئے دعائے ابراہیمی کا ذکر ہے کہ وہ بھی دلیل ہے اس کی فضیلت کی۔ **ف**: اور آیت میں جو مقام ابراہیم کو باوجود صغیر ہونے کے مصلیٰ فرمایا ہے سو صغر اس سے مانع نہیں ہے کیونکہ اس پر صرف قدم رکھنے سے بھی مصلیٰ ہونا صادق آتا ہے باقی یہ بات کہ اب اس پر نماز نہیں پڑھی جاتی تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ اصل مقصود اسی کو محل صلوٰۃ بنانا ہے باقی اس کا محل مجاور بھی اسی کے تابع ہونے سے اسی کے حکم میں ہے جیسے مسجد حرام یا مسجد نبوی میں جو زائد ہوا ہے وہ اس کے تابع ہے۔

دعائے ابراہیمی برائے حرم و اہل حرم: وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا (الی قولہ تعالی) وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۔ اور (وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے کہ) جس وقت ابراہیم علیہ السلام نے (دعا میں) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار اس (موقع) کو ایک (آباد) شہر بنا دیجئے (اور شہر بھی کیسا) امن (امان) والا اور اس کے بسنے والوں کو پھلوں (کی قسم) سے (بھی) عنایت کیجئے اور میں سب بسنے والوں کو نہیں کہتا بلکہ خاص) ان کو (کہتا ہوں) جو کہ ان میں اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہوں (باقیوں کو آپ جانیں) حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا (کہ چونکہ رزق ہمارا خاص نہیں ہے اس لئے ثمرات سب کو دوں گا مؤمن کو بھی) اور اس شخص کو بھی جو کہ کافر ہے (البتہ نجات آخرت چونکہ اہل ایمان کے ساتھ خاص ہے) سو (اس واسطے) ایسے شخص کو جو کہ کافر ہے) تھوڑے روز (یعنی دنیا میں) تو خوب آرام برتاؤں گا (لیکن پھر (بعد مرگ) اس کو کشاں کشاں عذاب دوزخ میں پہنچادوں گا اور ایسی پہنچنے کی جگہ تو بہت بری ہے (اللہ بچائے) **ف**: شہر ہونے کی دعا اس لئے

کی تھی اُس وقت یہ موقع بالکل جنگل تھا پھر اللہ تعالیٰ نے شہر کر دیا اور اس مقام پر امن اور آبادی کے متعلق دعا قبول ہونے کا ذکر تصریحاً نہیں فرمایا کیونکہ قانون امن کا منظور ہو جانا تو اس سے اوپر کی آیت میں مذکور ہو چکا ہے اور جب یہ فرمایا کہ یہاں کے رہنے والوں میں جو کافر ہوں گے ان کو بھی ثمرات ملیں گے اس سے خود مفہوم ہو گیا کہ یہ جگہ لوگوں کے رہنے کی ہوگی جو حاصل ہے شہر آباد ہونے کا۔ اور پھلوں کے ملنے کی یہ صورت کر دی کہ دور دور سے ہر قسم کی چیز اس شہر میں آتی ہے اور خاص نزدیک ہی دو منزل پر طائف ہے اس سرزمین کو خوب سرسبز و شاداب بنایا ہے وہاں سے سب طرح کی چیزیں میوے ترکاری بکثرت روز کی روز پہنچتی رہتی ہیں۔ اور ابراہیم علیہ السلام جو کافروں کے لئے دعائے رزق نہیں مانگی غالباً وجہ اس کی یہ ہوئی کہ پہلی دعا کے جواب میں حق تعالیٰ نے ظالمین کو ایک نعمت کی صلاحیت سے خارج فرما دیا تھا اسلئے ادباً اس دعا میں ان کو شامل نہیں کیا کبھی مرضی کے خلاف ہو۔

ربط : آگے بنائے کعبہ اور اس بناء میں بانی کے اخلاص اور اس کے مضمن میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے اختصاص کا بانی کعبہ کے ساتھ ذکر ہوتا ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک : قولہ تعالیٰ : قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا (الی قولہ تعالی) الظّٰلِمِيْنَ۔ اس میں دلالت ہے کہ خلافت ارشادیہ اخلال عمل کے ساتھ مجتمع نہیں ہوتی۔

ملحقات الترجمۃ : ۱ قوله فی ترجمة فاتمهن اور الخ لاستعمالها فی لساننا موقع الفاء احیانا۱۲۔ ۲ قوله فی ترجمة عهدی عہدہ لان معنی العهدة فی لساننا هو معنی العهد فی العربی بعینه۱۲۔ ۳ قوله فی ترجمة الظلم خلاف ورزی لان الظلم وضع الشیٔ فی غیر محله وهو حاصل هذه الكلمة ۱۲۔ ۴ قوله فی ف نہ قبل نبوت نہ بعد نبوت ثم انتفاء الكبائر وتعمد الصغائر متفق علیه بین اهل الحق نعم اختلفوا فی الصغائر قبل النبوة فعلی ای معنی حملت الظلم نفیته وللظلم مراتب۱۲۔ ۵ قوله فی ترجمة مثابة معبد هذه اللفظة جامعة لمعنیی المثابة محل الثواب والمرجع لان المعبد یکون مرجعا للعابدین۱۲۔ ۶ قوله برکت حاصل اشار الی استحباب الاتخاذ ولا دلیل علی تخصیصه برکعتی الطواف لیرد النقض بوجوبها علی الاستحباب۱۲۔ ۷ قوله مقام ابراہیم کو اشار الی کون من زائدة کما نقل فی روح المعانی عن الاخفش۱۲۔
۸ قوله پاک صاف رکھا کرو۔ اشار الی ان التطهیر کما یطلق علی احداثه یطلق علی ابقائه کما فی قوله تعالٰی وثیابك فطهر والرجز فاهجر۱۲۔
۹ قوله فی ف قانون بتلاتے ہیں فلا یلزم الكذب لو نقض احد هذا الامن۱۲۔ ۱۰ قوله پھلوں کی قسم سے کما فی روح المعانی ای من انواعها۱۲۔
۱۱ قوله سب بسنے والوں کو نہیں کہتا اشارة الی ان المقصود لیس اخراجهم عن الدعاء بل المقصود عدم ادخالهم فیه وشتان ما بینهما کما فی روح المعانی احترز من الدعاء لمن لیس مرضیا عنده تعالٰی۱۲۔

الروایات : فی روح المعانی اخرج ابو نعیم من حدیث ابن عمران النبی صلی الله علیه وسلم اخذ بید عمر فقال یا عمر هذا مقام ابراهیم فقال عمر افلا نتخذه مصلّی فقال لم اومر بذلك فلم تغب الشمس حتی نزلت هذه الآیة وقال الامر فیها للاستحباب اذا المتبادر من المصلی موضع الصلٰوة مطلقا وقرء انه علیه الصلٰوة والسلام هذه الآیة حین اداء الرکعتین بعد الطواف لا یقتضی تخصیصه بهما وقال فی المقام هو الحجر الذی ارتفع علیه ابراهیم علیه السلام حین ضعف من رفع الحجارة التی کان ولده اسماعیلؑ یناوله ایاها فی بناء البیت وفیه اثر قدمیه قاله ابن عباس وجابر و قتادة وغیرهم واخرجه البخاری وهو قول جمهور المفسرین۱۲۔

الکلام : احتج بعض اهل البدع بالآیة علی عصمة الائمة من اهل البیت وانت تعلم انه مع تفسیر الامامة بالنبوة ولو فی مرتبة الاحتمال لا یصح الاستدلال سیما وقد ثبت التفسیر ولو تاملت فی الفاظ الآیة تحققت هذا المعنی لان الله تعالٰی اسند هذا الجعل الی نفسه خاصة وهو یلیق بالنبوة لان الامامة المتنازع فیها مسند الی جعل الناس لانها شورٰی ۱۲۔

اللغات :قال البیضاوی والكلمٰت قد یطلق علی المعانی ذریتی نسل الرجل فعلیة وفعولة قلبت راء ها الثالثه یاء کما فی تقضیت من الذر بمعنی التفریق او فعولة او فعیلة قلبت همزتها یاء من الذر بمعنی الخلق۱۲۔ مثابة مرجعا یثوب الیه اعیان الزوار او موضع ثواب یثابون لحجه واعتماره ۱۲ بیضاوی عهدنا العهد الموثق واذا عدی بالی کان معناه التوصیة کذا فی التاج ولما کان هذا التوصیة بطریق الامر فسر بالامر۱۲ ع الطائفین والعاكفین فی روح المعانی احد الاقوال الغرباء الوافدون واهل البلد الحرام المقیمون۱۲۔

النحو : قال البیضاوی قال الی وان نصب او یتلی یقال فالمجنوع جملة معطوفة علی ما قبلها۱۲ قوله من ذریتی عطف علی الكاف ای و بعض ذریتی کما تقول و زیدا فی جواب سا کرمك آه ۱۲۔

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۸﴾ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۲۹﴾ وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾

اور جبکہ اُٹھا رہے تھے ابراہیم علیہ السلام دیواریں خانہ کعبہ کی اور اسمٰعیل بھی (اور یہ کہتے جاتے تھے) اے ہمارے پروردگار (یہ خدمت) ہم سے قبول کیجئے بلاشبہ آپ خوب سننے والے اور جاننے والے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار اور ہم کو اپنا اور زیادہ مطیع بنا لیجئے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک ایسی جماعت (پیدا کیجئے) جو آپ کی مطیع ہو اور (نیز) ہم کو ہمارے حج (وغیرہ) کے احکام بھی بتا دیجئے اور ہمارے حال پر توجہ رکھئے اور فی الحقیقت آپ ہی ہیں توجہ فرمانے والے مہربانی کرنے والے۔ اے ہمارے پروردگار اور اس جماعت کے اندر ان ہی میں کا ایک ایسا پیغمبر بھی مقرر کیجئے جو ان لوگوں کو آپ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کریں اور ان کو (آسمانی) کتاب کی خوش فہمی کی تعلیم دیا کریں اور ان کو پاک کر دیں۔ بلاشبہ آپ ہی ہیں غالب القدرۃ کامل الانتظام والے۔ اور ملت ابراہیمی سے تو وہی روگردانی کرے گا جو اپنی ذات ہی سے احمق ہو اور ہم نے ان (ابراہیم علیہ السلام) کو دنیا میں منتخب کیا اور (اُسی کی بدولت) وہ آخرت میں بڑے لائق لوگوں میں شمار کئے جاتے ہیں جبکہ ان سے ان کے پروردگار نے فرمایا کہ تم اطاعت اختیار کرو۔ انہوں نے عرض کیا میں نے اطاعت اختیار کی رب العالمین کی اسی کا حکم کر گئے ہیں ابراہیم (علیہ السلام) اپنے بیٹوں کو اور (اسی طرح) یعقوب بھی میرے بیٹو اللہ تعالیٰ نے اس دین (اسلام) کو تمہارے لئے منتخب فرمایا ہے۔ سو تم بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا۔ ۞

تفسیر: قصۂ بنائے کعبہ واخلاص ودعاء بانی: وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۔ اور (وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے) جب کہ اُٹھا رہے تھے ابراہیم علیہ السلام دیواریں خانہ کعبہ کی اور (ان کے ساتھ) اسماعیل علیہ السلام بھی (اور یہ کہتے جاتے تھے کہ) اے ہمارے پروردگار (یہ خدمت) ہم سے قبول فرمائیے بلاشبہ آپ خوب سننے والے جاننے والے ہیں (ہماری دعا کو سنتے ہیں ہماری نیتوں کو جانتے ہیں)

ف: حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شرکت دو طرح ہو سکتی ہے یا تو پتھر گارا دیتے ہوں گے یا کسی وقت چنائی بھی کرتے ہوں۔

تتمہ دعائے مذکور: رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ (الی قولہ تعالی) اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۔ اے ہمارے پروردگار اور (ہم دونوں یہ بھی دعا کرتے ہیں کہ) ہم کو اپنا اور زیادہ مطیع بنا لیجئے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک ایسی جماعت پیدا کیجئے جو آپ کی مطیع ہو اور (نیز) ہم کو ہمارے حج (وغیرہ) کے احکام بھی بتلا دیجئے اور ہمارے حال پر (مہربانی کے ساتھ) توجہ رکھئے اور فی الحقیقت آپ ہی ہیں توجہ فرمانے والے مہربانی کرنے والے اے ہمارے پروردگار اور (یہ بھی دعا ہے کہ) اس جماعت کے اندر (جس کے پیدا ہونے کی دعا اپنی اولاد میں سے کر رہے ہیں) اُن ہی میں کا ایک ایسا پیغمبر بھی مقرر کیجئے جو ان لوگوں کو آپ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کریں اور ان کو (آسمانی) کتاب (کے مضامین) کی اور (اس میں) خوش فہمی (کا سلیقہ حاصل کرنے) کی تعلیم دیا کریں اور ان کو (اس تلاوت وتعلیم کے ذریعہ سے جہالت کے خیالات اور اعمال سے) پاک کر دیں بلاشبہ آپ ہی ہیں غالب القدرۃ (کہ سب درخواستیں پوری کر سکتے ہیں) کامل الانتظام (کہ جو کام کرتے ہیں اس میں کوئی فروگذاشت نہیں ہوتی)۔ **ف:** مصداق دعائے ابراہیمی: جس جماعت کا اس آیت میں ذکر ہے وہ صرف بنی اسماعیل ہیں جن میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے پس یہاں جن پیغمبر کے لئے دعا ہے اس سے مراد بھی صرف آپ ہوئے کیونکہ یہ دعا دونوں صاحبوں نے کی ہے وہی جماعت مراد ہو سکتی ہے جو دونوں کی اولاد میں ہو اور پیغمبر کے ذکر میں کہا گیا ہے کہ وہ اس جماعت میں سے ہوں تو وہ جماعت بنی اسماعیل ہوئی اور پیغمبر آپ ہوئے جو کہ بنی اسمٰعیل میں سے ہیں اسی واسطے حدیث صحیح میں ارشاد نبوی ہے کہ میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ظہور ہوں اور ہر چند کہ یہ لقب اور صفت مسلم کی تمام امت محمدیہ کے لئے حاصل ہے جیسا مشاہد ہے اور سورۂ انبیاء کے آخر میں ہُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ [انبیاء: ۷۸] کی توجیہ بھی یہی ہے لیکن تخصیص اولاد کی اس لئے ہے کہ اور لوگوں میں یہ اسلام ان اولاد کی بدولت شائع ہو گا اس طور پر اس صفت میں یہ اصل ہوئے چنانچہ واقع بھی ایسا ہی ہوا کہ بنی اسماعیل سے اسلام کی اشاعت ہوئی ان کی سعی بدنی سے بھی اور تدبیر انتظامی سے بھی اور یہی حکمت ہے خلافت کے خاص ہونے میں قریش کے ساتھ جو کہ بنی اسماعیل ہیں معنی حکمت: اور خوش فہمی کا سلیقہ یہ ہے کہ بات میں سے بات نکال لیں اصل سے فرع کا حکم

سمجھ لیں ایک نظیر کو دوسری نظیر پر برعایت اصول صحیحہ قیاس کر لیں جس کو اصطلاح میں اجتہاد اور تفقہ کہتے ہیں چنانچہ اتباع محمدیہ میں بہت اکابر اس صفت سے ممتاز ہوئے اور ان کی برکات سے آج عامہ مسلمین دین میں متمتع ہو رہے ہیں اور اسی طرح جو پیغمبر میں تخصیص کی گئی کہ ان ہی میں سے ہوں اس میں بھی یہ مصلحت معلوم ہوتی ہے کہ وہ لوگ بہ نسبت دوسرے خاندانوں کے ایسے پیغمبر کی جوان ہی کے خاندان سے ہوں دیانت وامانت وصدق اور نیز دوسرے مآثر جمیلہ ومفاخر جلیلہ کو زیادہ سمجھیں گے ایسوں کی تصدیق اور اتباع کو دوسرے کے اطمینان ویک سوئی خیالات ورفع خلجان وشبہات میں زیادہ اثر اور دخل ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ عام عرب قریش کے ایمان کے منتظر تھے انہوں نے جو اطاعت اختیار کی جوق جوق اسلام میں داخل ہونے لگے جس کی طرف سورۃ اذا جاء میں بھی اشارہ ہوا ہے۔

ربط تحقیق ملت ابراہیمی وانحصارش در اتباع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم: اوپر کی ان آیتوں میں ضمناً حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مذہبی طریقہ بھی معلوم ہو گیا کہ اسلام اور طاعت حق ہے جیسا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ میں منصوص ہے۔ اس مناسبت سے آیت آئندہ میں ان لوگوں کی غلط کاری بیان فرماتے ہیں جو باوجود دعویٰ اتباع ابراہیمی کے ان کے اس مذہبی طریقہ کو چھوڑے بیٹھے ہیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے بعد آپ کا اتباع اختیار نہیں کرتے اور اس سے اس طریقہ کا چھوڑنا اس طرح لازم آیا کہ حاصل اس طریقہ کا یہ ہے کہ احکام الٰہیہ کی اطاعت کی جاوے۔ اب جس زمانہ کے لئے جو حکم ہو سو دلائل نقلیہ یعنی شہادت کتب سابقہ وصایاء انبیاء متقدمین اور دلائل عقلیہ براہین جب سب متفق ہیں ثبوت رسالت محمدیہ پر تو اب حکم کی اطاعت یہی ہے کہ آپ کا اتباع اختیار کیا جاوے جب بعد قیام برہان ووضوح حق کے بھی اتباع اختیار نہ کیا ظاہر ہے کہ اس طریقہ کا ترک لازم آیا چنانچہ سبب نزول بھی اس آیت آئندہ کا ایسا ہی قصہ ہے جیسا لباب النقول میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام نے جو کہ یہودی سے مسلمان ہوئے تھے اور بڑے عالم تھے اپنے دو بھتیجوں سے جن کا نام سلمہ اور مہاجر تھا یہ فرمایا کہ تم کو خوب معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے توراۃ میں فرمایا ہے کہ میں بنی اسمٰعیل سے ایک نبی برپا کرنے والا ہوں جن کا نام احمد ہوگا اور جو شخص آپ پر ایمان لاوے گا وہ راہ ہدایت پر ہوگا اور جو ایمان نہ لاوے گا وہ ملعون ہوگا یہ سن کر سلمہ نے تو اسلام قبول کر لیا اور مہاجر نے انکار کر دیا اس باب میں یہ آئندہ آیت نازل ہوئی سو اس اعتبار سے یہاں تک بھی سلسلہ قبائح یہود کے ذکر کا جاری ہے۔

غلط کاری تارک ملت ابراہیمی کہ در اسلام منحصر شدہ: وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ (الی قولہ تعالی) قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اور ملت ابراہیمی سے تو وہی روگردانی کرے گا جو اپنی ذات ہی سے احمق ہو اور (ایسی ملت کے تارک کو کیونکر احمق نہ کہا جاوے جس کی یہ شان ہو کہ اسی کی بدولت) ہم نے ان (ابراہیم علیہ السلام) کو عہدۂ رسالت کے لئے) دنیا میں منتخب کیا اور (اسی کی بدولت) وہ آخرت میں بڑے لائق لوگوں میں شمار کئے جاتے ہیں (جن کے لئے سب ہی کچھ ہے اور یہ انتخاب عہدۂ رسالت کے لئے اس وقت ہوا تھا جبکہ ان سے ان کے پروردگار نے (بطور الہام کے) فرمایا کہ تم (حق تعالیٰ کی) اطاعت اختیار کرو انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اطاعت اختیار کی رب العالمین کی (پس اس اطاعت کے اختیار کرنے پر ہم نے ان کو شرف نبوت دے دیا خواہ اسی وقت ہو یا بعد چند ے)۔

ف: جواب اشکال عصیان در انبیاء قبل از اطاعت: اس سے کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ جب اس وقت اطاعت اختیار کی تو نعوذ باللہ کیا اس سے پہلے مخالف اور عاصی تھے۔ جواب یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام پر مخالفت کا تو کسی وقت بھی احتمال نہیں البتہ ایک ایسا زمانہ گزرنا ان پر بھی ممکن ہے جس میں وہ خالی الذہن رہے ہوں مثلاً جس وقت تک ہوش نہ سنبھالا ہو یا دلائل کی طرف التفات نہ فرمایا ہو اور خلو ذہن کو مخالفت وعصیان کہنا سراسر باطل ہے مخالفت کہتے ہیں وضوح حقیقت کے بعد اس پر عمل نہ کرنے کو پھر جب ذہن میں حق کا ورود ہوتا ہے وہ خلو زائل ہو جاتا ہے اور وہ حضرات فوراً اس کو قبول کر لیتے ہیں اس ورود اور قبول کو اطاعت فرمایا گیا ہے پس وقت اطاعت سے قبل غایت مافی الباب خلو ذہن لازم آیا اور اس میں کوئی اشکال نہیں عصیان وخلاف معاذ اللہ منہ لازم نہیں آیا خوب سمجھ لو۔

ربط جس ملت کا فضل وشرف اوپر مذکور ہوا ہے اسی کے فضل وشرف کی تاکید کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام وحضرت یعقوب علیہ السلام کا اپنی اولاد کو اسی ملت کی وصیت فرمانا آیت آئندہ میں ارشاد فرماتے ہیں جس میں یہود کی خود ایک تفضیح بھی ہے کہ تم مثل ابراہیم علیہ السلام کے خود یعقوب علیہ السلام کے بھی خلاف کر رہے ہو۔

قصہ وصیت یعقوبیہ باسلام: وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ (الی قولہ تعالی) فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۝ اور اسی (ملت موصوفہ پر قائم رہنے) کا حکم کر گئے ہیں ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹوں کو اور (اسی طرح) یعقوب علیہ السلام بھی (اپنے بیٹوں کو جس کا مضمون یہ تھا کہ) میرے بیٹو اللہ تعالیٰ نے اس دین (اسلام واطاعت حق کو) تمہارے لئے منتخب فرمایا ہے۔ سو تم (دم مرگ تک اس کو مت چھوڑنا اور) بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا۔

ربط اوپر ثابت کیا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے مثل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اپنے بیٹوں کو اسلام پر قائم رہنے کی وصیت فرمائی تھی چونکہ یہود بلکہ نصاریٰ بھی ان دونوں حضرات کو اور ان کی وصیت کے موافق ان کی اولاد کو یہودی یا نصرانی بتلاتے تھے جیسا چند آیات کے بعد مذکور ہے اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى۔ اور یہ دعویٰ اس مضمون مذکور اخبار وصیت کے خلاف تھا اسلئے حق تعالیٰ آیت آئندہ میں اس کی نفی ایک خاص طرز سے فرماتے ہیں اور اس میں صرف یعقوب علیہ السلام کی تخصیص ذکر میں بایں وجہ کہ بنی اسرائیل ان کی خاص اولاد ہیں فرماتے ہیں۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ الخ اس میں اصل ہے اس کی جو کہ بعض مشائخ سے منقول ہے کہ اپنے بعد اپنے سلسلہ کے باقی رہنے کی تمنا کرتے

ہیں۔ قولہ تعالیٰ وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ۔ اس میں اس قول کی اصل ہے من عرف نفسه فقد عرف ربه اور اس کی تقریر التکشف الدقیقہ میں اخیر حدیث کی شرح میں مذکور ہے۔

مُلحَقَاتُ التَّرجَمَة : ۱ قوله زیادہ مطیع كما في البيضاوى المراد طلب الزيادة في الاخلاص ۱۲۔ ۲ قوله حج وغیرہ زاد اللفظ الاخير جمعا بين الاقوال المختلفة في تفسير المناسك ۱۲۔ ۳ قوله توجہ رکھے فلا حاجة الى التاويل بتعليم الامة اولاحمل على التواضع ۱۲۔ ۴ قوله یہ بھی دعا ہے اشار به الى كونه معطوفا على ماقبله من الدعاء۔ ۵ قوله کامل الانتظام كما في البيضاوى المحكم لما يريد ۱۲۔ ۶ قوله وہی روگردانی الخ استفيد من الحصر بالنفي والاستثناء ۱۲۔ ۷ قوله اپنی ذات ہی سے ماخذه احد الوجهين في البيضاوى سفه في نفسه فنصب بنزع الخافض وثانى الوجهين انه متعد اى جعل نفسه مهانة ذليلة ورجحه في الروح ۱۲۔ ۸ قوله کیونکر احمق نہ کہا جائے قال البيضاوى ولقد اصطفيناه حجة وبيان لذلك ۱۲۔ ۹ قوله لائق لوگوں میں اللياقة ههنا ليست بمعنى الاستعداد بل تطلق في لساننا بمعنى الاتصاف بالخير والكمالات بالفعل ولا يخفى ما فيه من التناسب اللغوى والاصطلاحي وافاد كلمة من ترجمته بقوله شمار كما في روح المعاني انتظامه في زمرة الصالحين ۱۲۔ ۱۰ قوله بطور الہام فلا يرد انه ان كان قبل النبوة فكيف الخطاب وان كان بعد النبوة فما معناه لان الاسلام يكون قبل النبوة بيقين ۱۲۔ ۱۱ قوله: خواه اسی وقت لانه يحتمل الوجهين الخطاب به قبيل النبوة او قبلها بكثير كما في الصبا مثلا ۱۲۔ ۱۲ قوله خلو بھی لازم آیا فلا حاجة الى ارتكاب المجاز في الكلام ولا دليل على امتناع حمله على الحقيقة اى احداث الاسلام بناء على عصمة الانبياء عليهم السلام كما قاله في روح المعاني وجه عدم الاحتياج ان اللازم هو الخلو والذهول الذى لا ينافي العصمة والذى ينا فيها هو الكفر معاذ الله ولم يلزم فافهم ۱۲۔

اَللُّغَات :القاعدة هى الاساس ورفعها البناء وعليها فانه ينقلها عن هيئة الانخفاض الى هيئة الارتفاع ويحتمل ان يراد بها ساقات البناء فان كل ساق قاعدة ما يوضع فوقه ويرفعها بناء ها ۱۲ بيضاوى۔

الاصطفاء اتخاذ صفوة الشئ اى خالصه ۱۲ روح المعاني۔ قال البيضاوى التوصية هو التقدم الى الغير بفعل فيه صلاح وقربة واصلها الوصل يقال وصاه اذا وصله وفصاه اذا فصله كان الموصى يصل فعله بفعل الموصى قال المحشى سوء كان حالة الاحتضار اولا وسواء كان ذلك التقدم بالقول او الدلالة وان كان الشائع في العرف استعمالها في القول المخصوص حال الاحتضار ۱۲۔

اَلْبَلَاغَة : يرفع حكاية حال ماضية ۱۲ بيضاوى وفي الكشاف فان قلت هلا قيل قواعد البيت واى فرق بين العبارتين قلت في ابهام القواعد وتبيينها بعد الابهام ما ليس في اضافتها لما في الايضاح بعد الابهام من تفخيم لشان المبين ۱۲۔ ولقد اصطفيناه الخ في روح المعاني ايراد الجملة الاولى ماضوية لمضيها من قت الاخبار والثانية اسمية لعدم تقييدها بالزمان لان انتظامه في زمرة صالحى اهل الآخرة امر مستمر في الدارين لا انه يحدث في الآخرة ۱۲ فلا تموتن معناه فلا يكن موتكم الاعلى حال كونكم ثابتين على الاسلام فالنهى في الحقيقة عن كونهم على خلاف حال الاسلام اذا ماتوا كقولك لا تصل الا وانت خاشع فلا تنهاه عن الصلوٰة ولكن عن ترك الخشوع في حال صلوته فان قلت فاى نكتة ادخال حرف النهى على الصلوٰة وليس بمنهى عنها قلت النكتة فيه اظهار ان الصلوٰة التى لا خشوع فيها كلا صلوٰة فكانه قال انهاك عنها اذا لم تصلها على هذه الحالة وكذلك المعنى في الآية ۱۲ كشاف۔

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝

کیا تم خود (اس وقت) موجود تھے جس وقت یعقوب علیہ السلام کا آخری وقت آیا (اور) جس وقت انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ تم لوگ میرے مرنے کے بعد کس چیز کی پرستش کرو گے۔ انہوں نے (بالاتفاق) جواب دیا کہ ہم اس کی پرستش کریں گے جس کی آپ اور آپ کے بزرگ (حضرت) ابراہیم اور اسمٰعیل واسحٰق پرستش کرتے آئے ہیں۔ یعنی وہی معبود جو وحدہ لاشریک ہے اور ہم اسی کی اطاعت پر قائم رہیں گے یہ (ان بزرگوں کی) ایک جماعت تھی جو گزر گئی ان کے کام ان کا کیا ہوا آئے گا اور تمہارا کام کیا ہوا آئے گا اور تم سے ان کے کئے ہوئے کی پوچھ بھی تو نہ ہوگی۔ اور یہ (یہودی ونصرانی) لوگ کہتے ہیں کہ تم لوگ یہودی ہو جاؤ یا نصرانی ہو جاؤ۔ تم بھی راہ پر پڑ جاؤ گے۔ آپ کہہ دیجئے کہ ہم تو ملت ابراہیم (یعنی اسلام) پر رہیں گے جس میں کجی کا نام نہیں اور ابراہیم (علیہ السلام) مشرک بھی نہ تھے۔ (مسلمانوں) کہہ دو کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس (حکم) پر جو ہمارے پاس بھیجا گیا ہے اور اس پر بھی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت اسحٰق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام اور اولاد یعقوب کی طرف بھیجا گیا اور (اس حکم ومعجزہ پر بھی) جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا اور اس پر بھی جو کچھ اور انبیاء (علیہم السلام) کو دیا گیا انکے پروردگار کی طرف سے اس کی کیفیت سے ہم ان (حضرات) میں سے کسی ایک میں بھی تفریق نہیں کرتے اور ہم تو اللہ تعالیٰ کے مطیع ہیں ۞

تفسیر: تاکید وصیت مذکورہ: اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ (الی قولہ تعالی) وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ - کیا (تم لوگ کسی معتبر صحیح نقل سے دعویٰ مذکورہ کرتے ہو یا) تم خود (اس وقت) موجود تھے جس وقت یعقوب علیہ السلام کا آخری وقت آیا (اور) جس وقت انہوں نے اپنے بیٹوں سے (تجدید معاہدہ کے لئے) پوچھا کہ تم لوگ (میرے مرنے کے) بعد کس چیز کی پرستش کرو گے انہوں نے (بالاتفاق) جواب دیا کہ ہم اس (ذات پاک) کی پرستش کریں گے جس کی آپ اور آپ کے بزرگ (حضرت ابراہیم واسماعیل واسحاق علیہم السلام پرستش کرتے آئے ہیں یعنی وہی معبود جو وحدہٗ لاشریک ہے اور ہم (احکام میں) اسی کی اطاعت پر (قائم) رہیں گے۔ **ف:** کسی امر منقول کے دعویٰ کی صحت دو ہی طریق سے ہوسکتی ہے یا نقل صحیح یا اپنا مشاہدہ یہاں دونوں مفقود تو دعویٰ محض بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل عقلاً بھی نقلاً بھی دلیل عقلی کے خلاف تو اس واسطے کہ یہودیت نصرانیت حضرت موسیٰ علیہ السلام وحضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت سے شروع ہوئیں اور یہ حضرات سابقین ان دونوں صاحبوں سے بزمانہ دراز متقدم ہیں جیسا آیت: يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ میں یہی مضمون ہے اور دلیل نقلی کے خلاف اسلئے کہ اخبار صادق یعنی قرآن کے خلاف اور جو صادق کے خلاف ہو کاذب ہے چنانچہ آیت قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ۔ میں جو عنقریب آتی ہے یہی مضمون ہے۔

ف: جواب شبہ خصوص معنی اسلام یا عموم معنی یہودیت ونصرانیت: اگر کسی کو شبہ ہو کہ اسی طرح اسلام شروع ہوا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے اور آپ ان حضرات سے بہت بعد ہیں پھر اسلام ان حضرات کی ملت کب ہوسکتی ہے جواب اس کا اوپر جو اسلام کے معنی اطاعت حق کے کہے گئے ہیں اس سے ظاہر ہے جس سے تمام انبیاء علیہم السلام کا ملت اسلام پر ہونا ثابت ہے بخلاف یہودیت یا نصرانیت کے کہ وہ خاص مذہب توراۃ یا مذہب انجیل کا نام ہے اور اگر اس کو کوئی لغۃً یا اصطلاحاً عام کہنے لگے جس سے مرادف اسلام کا ہو جاوے تو ہم مناقشہ نہیں کرتے لیکن یہ معنی عام اتباع محمدیؐ کے منافی نہ ہونگے پس اس دعویٰ سے ترک اتباع محمدی میں یہود ونصاریٰ کو کچھ نفع نہ ہوگا اور نہ محمدیوں کو وجوب اتباع محمدی کے دعویٰ میں کوئی ضرر ہوگا خوب سمجھ لو۔

ربط: اوپر ان سب حضرات انبیاء ممدوحین کا ملت اسلام پر ہونا اور یہود ونصاریٰ کا بوجہ ترک اتباع محمدی اس ملت سے اعراض کرنا ثابت ہو چکا تو اس سے انکا عند اللہ غیر مقبول ہونا بھی لازم آ گیا مگر ان لوگوں کو پیغمبروں کی اولاد میں ہونے کا یا ندھیا ان سے نامزد ہونے کا زعم اور اس پر فخر تھا اور اس انتساب کو باوجود مخالفت طریقہ کے قالاً یا حالاً اپنی تجارت آخرت میں کافی سمجھتے تھے جیسا آیت: وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ۭ [المائدۃ: ۱۸] کا یہی مدلول ہے اس لئے اس خیال کا غلط ہونا اور انتساب محض کا ناکافی ہونا آیت آئندہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

عدم کفایت انتساب بمقبولین درنجات: تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ (الی قولہ تعالی) وَلَا تُسْـَٔـلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ - یہ (ان بزرگوں کی) ایک جماعت تھی جو (اپنے زمانہ میں) گذر چکی ان کے کام ان کا کیا ہوا آوے گا اور تمہارے کام تمہارا کیا آوے گا اور تم سے ان کے کئے ہوئے کی پوچھ بھی تو نہ ہوگی (اور خالی تذکرہ بھی تو نہ ہوگا رہا اس سے تم کو نفع پہنچنا یہ تو بڑی دور ہے) **ف: تحقیق اعتبار نسب در آخرت یا در دنیا:** انتساب بالمقبولین کا نافع نہ ہونا اس شخص کے لئے ہے جو عقائد قطعیہ میں بھی ان مقبولین کا مخالف ہو گو طبعاً ان حضرات سے محبت بھی رکھتا ہو اور یہود ونصاریٰ ایسے ہی تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت جو عقائد قطعیہ سے ہے اور سب انبیاء اس کے مصدق تھے یہ لوگ اسی میں مخالف تھے اور جو شخص ایسے عقائد میں موافق ومتبع ہو گو کسی امر جزئی میں عاصی بھی ہو ایسے شخص کو اس انتساب کا کسی درجہ میں نافع ہونا خواہ شفاعت سے یا محبت سے یا بنا بر معیت کے محض مشیت سے یہ نصوص صحیحہ سے ثابت ہے اور اسی انتساب کو نسب سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے خلاصہ یہ کہ یہ انتساب مؤمنین کو نافع ہوگا نہ کہ کفار کو اور نسب اس معنی کے اعتبار سے نافع ہے نہ کہ شرافت بالمعنی العرفی کے اعتبار سے خوب سمجھ لو، اب سب نصوص ودلائل متطابق ومتوافق ہو گئے مثل آیت: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ (الی قولہ تعالی) وآیت: فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ وآیت: اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۭ وحدیث شفاعت وحدیث: المرء مع من احب وحدیث: یا فاطمة انقذی نفسك من النار لا اغنی عنك من الله شیئا۔ رہا دنیا میں تفاوت انساب اپنے آثار

کے اعتبار سے بلاشبہ متضمن مصالح کثیرہ مشاہدہ ہے لیکن اپنا تفاخر اور دوسرے کی تحقیر حرام ہے۔

ربط: اوپر ملت اسلام کا حق ہونا اور یہودیت و نصرانیت کا دورۂ نبوت محمدیہ میں موجب نجات نہ ہونا مذکور ہے آیت آئندہ میں یہودیت و نصرانیت کی طرف بلانے والوں کے قول کا جواب ارشاد ہے۔

جواب داعیانِ یہودیت و نصرانیت: وَقَالُوۡا كُوۡنُوۡا هُوۡدًا اَوۡ نَصٰرٰى تَهۡتَدُوۡا (الی قولہ تعالٰی) وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ۔ اور یہ (یہودی و نصرانی) لوگ (مسلمانوں سے) کہتے ہیں کہ تم لوگ یہودی ہو جاؤ (یہ تو یہود نے کہا تھا) یا نصرانی ہو جاؤ (یہ نصاریٰ نے کہا تھا) تم بھی راہ (حق) پر پڑ جاؤ گے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (جواب میں) کہہ دیجئے کہ ہم تو (یہودی نصرانی کبھی نہ ہونگے بلکہ) ملت ابراہیم (یعنی اسلام) پر رہیں گے جس میں کجی کا نام نہیں (بخلاف یہودیت و نصرانیت کے جس میں علاوہ محرف ہونے کے اس کے منسوخ ہو چکنے کے سبب اب اس میں کجی آ گئی) اور ابراہیم علیہ السلام مشرک بھی نہ تھے۔ **ف**: اس اخیر کے جملہ سے یا تو یہ مقصود ہے کہ علاوہ منسوخ ہونے کے یہودیت و نصرانیت میں ایک خرابی یہ بھی ہے کہ اس میں شرک کی آمیزش ہوگئی جیسا آیت: وَقَالَتِ الۡيَهُوۡدُ عُزَيۡرُ ابۡنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الۡمَسِيۡحُ ابۡنُ اللّٰهِ ؕ [التوبۃ: ٣٠] وغیرہا سے مفہوم ہوتا ہے اور حضرت ابراہیمؑ موحد خالص تھے اس لئے بھی یہودیت و نصرانیت قابل اختیار کرنے کے نہیں رہی اس صورت میں یہ جملہ خود ایک مستقل دعوے کی دلیل ہو جاوے گا اور یا مشرکین عرب پر رد کرنا مقصود ہے جو کہ بعض اعمال ملت ابراہیمیؑ مثل ختنہ و حج وغیرہ کی وجہ سے اپنے کو متبع ملت ابراہیمی کا سمجھتے تھے تو یہود و نصاریٰ کے ساتھ استطراداً ان پر بھی رد فرمایا کہ تم میں اور ان میں جب شرک و توحید کا تفاوت ہے سو صرف بعض اعمال فرعیہ کی شرکت سے اتباع کا دعویٰ کب صحیح ہو سکتا ہے۔ **ف**: **دفع اشکال امر اتباع ملۃ ابراہیم علیہ السلام**: اور کوئی شخص یہ شبہ نہ کرے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو نبی مستقل صاحب شریعت مستقلہ ہیں پھر آپ کے ملت ابراہیمی پر ہونے کے کیا معنی۔ اور اس سے بڑھ کر بعض آیات میں جو آپ کو امر ہے اتباع ابراہیمؑ کا اس کے کیا معنی۔ جواب یہ ہے کہ ملت ابراہیمؑ کی تفسیر اوپر آ چکی ہے کہ اطاعت حق ہے جو کہ ملت مشترکہ ہے جمیع انبیاء علیہم السلام میں اور اطاعت حق کے خصوصیات ہر شریعت جدیدہ کے زمانہ میں بدلتے رہے حتیٰ کہ اب شریعت محمدیہ میں آ کر منحصر ہو گیا پس ملت ابراہیم ایک لقب ہے شریعت محمدیہ کا سو یہ کہنا کہ ہم ملت ابراہیم پر رہیں گے یا یہ کہنا کہ تم ملت ابراہیم کا اتباع کرو مرادف اور ہم معنی اس کا ہے کہ کہا جاوے کہ ہم شریعت محمدیہ پر رہیں گے اور تم شریعت محمدیہ کا اتباع کرو چنانچہ ایک آیت میں اسی توجیہ سے سب انبیاء کے اتباع کا حکم فرمایا فبھدا ھم اقتدہ پس کوئی اشکال نہ رہا۔ رہا یہ امر کہ جب ملت ابراہیم یعنی اسلام ملت مشترکہ بین الانبیاء ہے تو اس کو ملت موسیٰ علیہ السلام اور ملت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی ملقب کر سکتے ہیں پھر اس لقب کی تخصیص کیوں کی گئی سو اس کی وجہ دو ہیں ایک یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہود اور نصاریٰ اور مشرکین سب مانتے تھے سو دوسری تعبیر میں بعض کو وحشت ہوتی دوسرے یہ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بہت سے فروع عملیہ میں بھی ایک سا طریق ہے بخلاف اور شرائع کے کہ ان سے اصول و عقائد میں تو اتحاد ہے اور فروع میں اکثر تفاوت ہے خوب سمجھ لو۔

ربط: آگے اس ملت ابراہیمی کا خلاصہ بعنوان اقرب الی التسلیم ارشاد فرماتے ہیں۔

خلاصہ ملتِ ابراہیمؑ: قُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ (الی قولہ تعالٰی) وَنَحۡنُ لَهٗ مُسۡلِمُوۡنَ۔ (مسلمانو یہود و نصاریٰ کے جواب میں جو تم نے اجمالاً کہا ہے کہ ہم ملت ابراہیم پر رہیں گے اس ملت کی تفصیل بیان کرنے کے لئے) کہہ دو کہ اس ملت پر رہنے کا حاصل یہ ہے کہ) ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس (حکم) پر جو ہمارے پاس (بواسطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے) بھیجا گیا اور اس (حکم) پر بھی جو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحٰق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہم السلام اور اولاد یعقوبؑ (میں جو نبیؑ گذرے ہیں ان) کی طرف (بواسطہ وحی کے) بھیجا گیا اور اس (حکم اور معجزہ) پر بھی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا اور اس پر بھی جو کچھ اور انبیاء علیہم السلام کو دیا گیا ان کے پروردگار کی طرف سے (سو ہم ان سب پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان بھی) اس کیفیت سے کہ ہم ان (حضرات) میں سے کسی ایک میں بھی (دوسرے سے ایمان لانے میں) تفریق نہیں کرتے (کہ کسی پر ایمان رکھیں کسی پر نہ رکھیں) اور ہم تو اللہ تعالیٰ کے مطیع ہیں (انہوں نے ہم کو یہ دین بتلایا ہم نے اختیار کر لیا پس یہ حاصل ہے اس ملت کا جس پر ہم قائم ہیں جس میں کسی کو اصلاً انکار و سرتابی کی گنجائش نہیں)۔ **ف**: حکم میں صحیفے اور کتابیں اور خالی وحی سب داخل ہیں سو ان حضرات میں سے بعض تو صاحب کتاب ہیں جیسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و حضرتِ موسیٰؑ و حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کچھ صحیفے ملے ہیں جیسا اس آیت میں ہے: صُحُفِ اِبۡرٰهِيۡمَ الخ [الاعلیٰ: ١٩] حاصل مضمون یہ ہوا کہ دیکھو ہمارا دین کیسا انصاف اور حق کا ہے کہ سب انبیاء کو مانتے ہیں سب کی کتابوں کو سچا جانتے ہیں سب کے معجزات کو حق پہچانتے ہیں گو بوجہ منسوخ ہونے اکثر احکام کے دوسری مستقل شریعت محمدیہ پر عمل کرتے ہیں لیکن انکار و تکذیب کسی کی نہیں بخلاف یہودیت و نصرانیت کے کہ منسوخ ہونے کے علاوہ اب اس میں کسی کی تصدیق ہے کسی کی تکذیب اور اخیر جملہ میں پھر اس ملت کے عنوان لقبی (اسلام) کی طرف اشارہ کر دیا: وَنَحۡنُ لَهٗ مُسۡلِمُوۡنَ۔ سو ایسے حق اور انصاف کا دین تو ہمارے مخاطبین کو بھی قبول کر لینا چاہئے۔

ربط: یہاں تک دین حق کا ملت ابراہیمیؑ میں منحصر ہونا ثابت ہو چکا آگے اس انحصار پر تفریع اور اس کے ساتھ فریق مخالف کے قبول حق نہ کرنے کی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمائی جاتی ہے۔

ملحقات الترجمۃ : ۱؎ قوله بزرگ لان الآباء ههنا يعم العم لكون اسماعيل عليه السلام عما ليعقوب عليه السلام ۱۲۔ ۲؎ قوله پرستش کرتے آئے ہیں لان الا له فى اللغة المعبود ۱۲۔ ۳؎ قوله قائم رہیں گے افاده الجملة الاسمية للدوام والثبات ۱۲۔ ۴؎ قوله رہیں گے لما فى البيضاوى نكون ملة ابراهيم اى اهل ملته ۱۲۔ ۵؎ قوله کجی کا نام نہیں جمع فيه بين المعنيين المذكورين فى روح المعانى اى مستقيما او مائلا عن الباطل الى الحق ۱۲۔ ۶؎ قوله جو نبی گزرے ہیں قد فسرت به للتحرز عن الاختلاف فى نبوة بنى يعقوب الصلبية ۱۲۔ ۷؎ قوله اس کیفیت سے اشرت به الى كونه حالا من آمنا ۱۲۔

اللغات : فى روح المعانى الامة تت بمعان والمراد بها ههنا الجماعة من ام بمعنى قصد ۱۲ ۔ الاسباط جمع سبط وهو الحافد بريد به حفدة يعقوب او ابناء ه و ذراريهم فانهم حفدة ابراهيم واسحٰق ۱۲۔

الروايات : فى لباب النقول اخرج ابن ابى حاتم من طريق سعيد او عكرمة عن ابن عباس قال قال ابن صوريا للنبى ﷺ ما الهدى الا ما نحن عليه فاتبعنا يا محمد تهتدوا و قالت النصارٰى مثل ذلك فانزل اللّٰه فيهم ۱۲۔

النحو : ام كنتم شهداء قال البيضاوى منقطعة او متصلة آه واخترت المتصلة و قدرت اتستندون الى النقل ام لابل الى المشاهدة ۱۲۔ بل ملة اى نكون ملة ابراهيم اى اهل ملته حنيفا حال من المضاف او المضاف اليه ۱۲ بيضاوى و يجوز مجيئ الحال من المضاف اليه عند صحة اقامته مقام المضاف كما ههنا فانه يصح ۱۲ كمالين۔

البلاغة : الٰها واحدا فائدته التصريح بالتوحيد و نفى التوهم الناشى من تكرير المضاف الذى وقع لتعذر العطف على المجرور ۱۲ بيضاوى۔ فى روح المعانى و تقديم المسند لقصر المسند اليه على المسند ولك ان تحمل الجملة الاولٰى على معنٰى لها ما كسبته لا يتخطاها الى غيرها والثانية علٰى معنٰى ولكم ما كسبتموه لا ما كسبه غير كم فيختلف القصر ان لاقتضاء المقام ذلك ۱۲۔ اوتى موسٰى و عيسٰى افردهما بالذكر لان النزاع وقع فيهما احد لوقوعه فى سياق النفى عام فساغ ان يضاف اليه بين ۱۲۔

فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۖ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ ۖ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿١٣٧﴾ صِبْغَةَ اللَّهِ ۖ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً ۖ وَنَحْنُ لَهُ عَابِدُونَ ﴿١٣٨﴾ قُلْ أَتُحَاجُّونَنَا فِي اللَّهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ وَلَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُخْلِصُونَ ﴿١٣٩﴾ أَمْ تَقُولُونَ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطَ كَانُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ ۗ قُلْ أَأَنْتُمْ أَعْلَمُ أَمِ اللَّهُ ۗ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهُ مِنَ اللَّهِ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿١٤٠﴾

سو اگر وہ بھی اسی طریق سے ایمان لے آئیں جس طریق سے تم (اہل اسلام) ایمان لائے ہو تب تو وہ بھی راہ حق پر لگ جائیں گے اور اگر وہ روگردانی کریں تو وہ لوگ تو (ہمیشہ سے) برسر مخالفت ہیں ہی تو (سمجھ لیجئے کہ) آپ کی طرف سے عنقریب نمٹ لیں گے۔ اللہ تعالیٰ سنتے ہیں اور جانتے ہیں۔ ہم (دین کی) اس حالت پر رہیں گے جس میں (ہم کو) اللہ تعالیٰ نے رنگ دیا ہے اور دوسرا کون ہے جس کے رنگ دینے کی حالت اللہ تعالیٰ سے خوب تر ہو اور (اسی لئے) ہم اسی کی غلامی اختیار کئے ہوئے ہیں آپ فرما دیجئے کہ کیا تم لوگ ہم سے (اب بھی) حجت کئے جاتے ہو حق تعالیٰ کے معاملہ میں حالانکہ وہ ہمارا اور تمہارا (سب کا) رب ہے اور ہم کو ہمارا کیا ہوا ملے گا اور تم کو تمہارا کیا ہوا ملے گا اور ہم نے صرف حق تعالیٰ کے لئے اپنے دین کو (شرک وغیرہ سے) خالص کر رکھا ہے یا کہے جاتے ہو کہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اولاد یعقوب (میں جو انبیاء گزرے ہیں یہ سب حضرات) یہود یا نصاریٰ تھے۔ (اے محمد ﷺ) کہہ دیجئے کہ تم زیادہ واقف ہو یا حق تعالیٰ اور ایسے شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو ایسی شہادت کا اخفا کرے جو اس کے پاس من جانب اللہ پہنچی ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے سے بے خبر نہیں ہیں ۞

تفسیر : تفریع بر مضمونِ سابق: فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا (الى قوله تعالٰى) وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۔ (یعنی جب اوپر طریق اسلام میں دین حق کا منحصر ہونا ثابت ہو چکا) سو اگر وہ (یہود و نصاریٰ) بھی اسی طریق سے ایمان لے آویں جس طریق سے تم (اہل اسلام) ایمان لائے ہو تب تو وہ بھی راہِ (حق) پر لگ جاویں گے اور اگر وہ (اس سے) روگردانی کریں تو تم ان کی روگردانی سے کچھ تعجب نہ کرو کیونکہ) وہ لوگ تو (ہمیشہ سے) برسر مخالفت ہیں ہی (اور اگر ان

کی مخالفت سے کچھ اندیشہ ہو) تو (سمجھ لیجئے کہ) آپ کی طرف سے عنقریب ہی نمٹ لیں گے ان سے اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ (تمہاری اور ان کی باتیں) سنتے ہیں (اور تمہارے اور ان کے برتاوے) جانتے ہیں (تمہاری فکر و غم کی کوئی ضرورت نہیں) **ف**: چنانچہ تھوڑے ہی دنوں میں یہود اور نصاریٰ اور بھی سب کفار کو مغلوب کر دیا جیسا تواریخ متواترہ میں بھی منقول ہے۔

ربط: اس دین حق کا لقب اوپر جو ملت ابراہیمؑ آیا ہے اس میں اضافت ایک نبی کی طرف ہے آگے اس کا مزید شرف ظاہر کرنے کو اس کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف فرمائی جاتی ہے نیز اس میں توحید کا بھی زیادہ اہتمام ہے کہ دین کا حقیقی مضاف الیہ حق تعالیٰ ہی ہیں اور نبی کی طرف اضافۃ بملابستہ واسطہ تبلیغ ہونے کے ہے۔

مزید اظہار شرف اسلام: صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ (الی قولہ تعالی) وَّ نَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ۔ (اے مسلمانو کہہ دو کہ ہم نے جو اوپر تم لوگوں کے جواب میں کہا ہے کہ ہم ملت ابراہیمؑ پر رہیں گے اس کلام کی حقیقت یہ ہے کہ) ہم (دین کی) اس حالت پر رہیں گے جس میں (ہم کو) اللہ تعالیٰ نے رنگ دیا ہے (اور رنگ کی طرح ہمارے رگ و ریشہ میں بھر دیا ہے) اور (دوسرا) کون ہے جس کے رنگ دینے کی حالت) اللہ تعالیٰ کے رنگ دینے کی حالت سے خوبتر ہو (جب اور کوئی دوسرا ایسا نہیں تو ہم نے اور کسی کا دین بھی اختیار نہیں کیا) اور (اس لئے) ہم اسی کی غلامی اختیار کئے ہوئے ہیں۔

ربط: اوپر کی آیتوں میں یہود و نصاریٰ پر پورے طور پر حجت قائم ہو چکی پھر بھی وہ لوگ وہی دعویٰ بلا دلیل برابر کئے جاتے تھے کہ مسلمان باطل پر ہیں ان کو آخرت میں نجات نہ ہوگی اور ہم حق پر ہیں کیونکہ جس طریق پر ہم ہیں یہ سب انبیاء اسی پر تھے حق تعالیٰ نے پہلے ان دونوں امر کی تحقیق فرما دی ہے اب پھر دوسرے طرز پر جواب کی تعلیم ہوتی ہے۔

تعلیم جواب دعویٰ اہل کتاب: قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِی اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَ رَبُّكُمْ (الی قولہ تعالی) وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۔ آپ (ان یہود و نصاریٰ سے) فرما دیجئے کہ کیا تم لوگ (اب بھی) ہم سے حجت کئے جاتے ہو حق تعالیٰ کے معاملہ میں (کہ وہ ہم کو قیامت میں نہ بخشیں گے) حالانکہ وہ ہمارا اور تمہارا (سب کا) رب (اور مالک) ہے سو ربوبیت میں تمہارے ساتھ کوئی خصوصیت نہیں جیسا تمہارے بعض دعووں سے اختصاص مفہوم ہوتا ہے مثل نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ) اور ہم کو ہمارا کیا ہوا ملے گا اور تم کو تمہارا کیا ہوا ملے گا (یہاں تک تو تمہارے نزدیک بھی مسلم ہے) اور (اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ) ہم نے صرف حق تعالیٰ (کی خوشنودی) کے لئے اپنے (دین) کو (شرک وغیرہ سے) خالص کر رکھا ہے (بخلاف تمہارے طریقہ موجودہ کے علاوہ منسوخ ہونے کے خود شرک سے بھی مخلوط ہے جیسا ان کے اقوال: عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ اور الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ سے ظاہر ہے اور اس میں ہم کو اللہ نے ترجیح دی ہے پھر ہم کو نجات نہ ہونے کے کیا معنی) یا (اب بھی اپنے حق پر ہونے کے ثابت کرنے کو یہی) کہے جاتے ہو کہ ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اور اسحٰقؑ اور یعقوبؑ اور اولاد یعقوبؑ (میں جو انبیاء گذرے ہیں یہ سب حضرات) یہود یا نصاریٰ تھے (اور اس سے بواسطہ موافقت طریق کے اپنا حق پر ہونا ثابت کرتے ہو سو اس کے جواب میں) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم (ایک اتنی مختصر سی بات ان سے) کہہ دیجئے کہ (اچھا یہ بتلاؤ کہ) تم زیادہ واقف ہو یا حق تعالیٰ (اور ظاہر ہے کہ خدا ہی زیادہ واقف ہے اور وہ ان انبیاء کا ملت اسلام پر ہونا ثابت کر چکے ہیں جیسا ابھی اوپر گذر چکا ہے) اور (جانتے وہ بھی ہیں مگر چھپاتے ہیں سو) ایسے شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو ایسی شہادت کا اخفاء کرے جو اس کے پاس من جانب اللہ پہنچی ہو اور (اے اہل کتاب) اللہ تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے سے بے خبر نہیں ہیں (پس جب یہ حضرات یہود و نصاریٰ نہ تھے سو تم طریقہ دین میں ان کے موافق کب ہوئے پھر تمہارا حق پر ہونا بھی ثابت نہ ہوا۔ **ف**: اخبار اخلاص سے دعویٰ کمال کا مقصود نہیں بلکہ مناظرہ مذہبی میں اپنے طریق دین کا اظہار مقصود ہے جو کہ امر ضروری ہے۔

ربط: اوپر آیات: وَمَنْ يَّرْغَبُ سے اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۔ تک جیسا ان حضرات انبیاء علیہم السلام کا ملت اسلام پر ہونا اور یہود و نصاریٰ کا اس ملت سے اعراض کرنا اور اس وجہ سے ان کا عند اللہ غیر مقبول ہونا بیان ہوا تھا اور اس کے بعد ان لوگوں کے اس فخر و زعم کا کہ ان مقبولین سے انتساب نجات آخرت کے لئے کافی ہے جواب دینے کے لئے آیہ تلك امۃ ارشاد فرمائی گئی تھی وہی مضمون بوجہ اختلاف غرض کہ سابق میں ان کو ابتدائی جواب دینا مقصود تھا اور یہاں آخری جواب جیسا تقریر بالا سے واضح ہوا اس مقام پر بھی وارد ہوا ہے جس پر اسی فخر و زعم مذکور کا پھر موقع تھا اس لئے تاکید اور ان کے اس زعم میں غلط کاری کی تجدید کے لئے وہی آیہ تِلْكَ اُمَّةٌ مکرر ارشاد فرماتے ہیں۔

تکرار مضمون عدم کفایت انتساب بمقبولین در نجاتِ آخرت: تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ یہ (ان بزرگوں کی) ایک جماعت تھی جو (اپنے زمانہ میں گزر گئی ان کے کام ان کا کیا ہوا آوے گا اور تمہارے کام تمہارا کیا ہوا آوے گا اور تم سے ان کے کئے ہوئے کی پوچھ بھی تو نہ ہوگی (اور جب خالی تذکرہ بھی نہ ہوگا تو اس سے تم کو کچھ نفع پہنچنا تو درکنار) **ف**: اس مضمون کے متعلق فائدہ پہلے مقام پر گذر چکا۔

ربط: احقر نے اوپر آیت: وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ کی وجہ ربط میں بیان کیا ہے کہ اعتراض تحویل قبلہ کا جواب چند اجزاء پر شامل ہے ان میں سے بعض اجزاء تو یہاں تک مع اپنے مضامین متعلقہ کے بیان ہوتے ہوئے آئے اور بعض اجزاء باقی ہیں ان میں سے ایک جزو ہے حاکمانہ جواب سو وہ آیت آئندہ: سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ میں مذکور ہوتا ہے

اوراس جواب کی تمہید میں ان کے جاہلانہ اعتراض کی بھی تصریح فرمائی گئی ہے۔

ملحقات الترجمة: ۱؎ قوله تعجب نہ کرو اشارة الى حذف الجزاء ۱۲۔ ۲؎ قوله ہمیشہ سے افاده الجملة الاسمية ۱۲۔ ۳؎ قوله اپنے دین کو اشارة الى تقديره بقوله تعالى مخلصين له الدين ۱۲۔ ۴؎ قوله فى ربطها مکرر ارشاد الخ اخترت كون الآية للتاكيد وذكروا فيها وجوها آخر ۱۲۔

الروايات: فى روح المعانى روى البخارى عن البراء رضى الله تعالى عنه قال لما قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة فصلى نحو بيت المقدس ستة عشر شهرا او سبعة عشر شهرا او كان رسول الله ﷺ يحب ان يتوجه الى الكعبة فانزل الله تعالى قد نرى تقلب وجهك فى السماء الى آخر الآية فقال السفهاء وهم اليهود ماولٰهم عن قبلتم الى آخر الاية وفى رواية ابى اسحق وعبيد بن حميد وابى حاتم عنه زيادة فانزل الله تعالى سيقول السفهاء الخ ۱۲۔

اختلاف القراءة: سيأتى فى بيان النحو مع الوجه ۱۲۔

اللغات: الشقاق قال البيضاوى هو المناواة والمخالفة فان كل واحد من المتخالفين فى شق غير شق الآخر ۱۲۔ ولّٰهم صرفهم واصله من الوالى وهو حصول الثانى بعد الاول من غير فصل ۱۲ روح المعانى ولا يخفى ما فى الترجمة من رعاية اصل الماخذ مع الفصاحة محاورة ولله الحمد ۱۲۔

النحو: فى روح المعانى فى الله فى دينه والهمزة للانكار قلت ويلزم من المحاجة فى الدين المحاجة فى امر النجاة۔ قلت ايضا ولم آخذ فى تفسير الآية بما اشتهر من كونها جوابا لقولهم انك لو كنت نبيا لكنت منا لاصطفائنا بالنبوة الخ لان السيوطى حكم بعدم ثبوته كما فى روح المعانى ام تقولون ام اما متصلة معادلة للهمزة واما منقطعة مقدرة ببل والهمزة دالة على الاضراب والانتقال من توبيخ الى توبيخ وقرأ غير ابن عامر وحمزة والكسائى وحفص ام يقولون وام حينئذ منقطعة وحكى ابو جعفر عن بعض النحاة جواز الاتصال لانك اذا قلت اتقوم يازيد ام يقوم عمر وصح الاتصال الخ من الله قال البيضاوى من للابتداء كما فى قوله براءة من الله ۱۲ فى روح المعانى عن القفال ان لفظ سيقول مراد منه الماضى وان الآية نزلت بعد تحويل القبلة قلت ويساعده الرواية التى اسوق كما سترى والسين لمجرد التاكيد و او ردت بتوفيقه تعالى فى ترجمته ما هو المستقبل لفظا والماضى معنا وللتاكيد زدت لفظ ضرور ۱۲۔

النحو البلاغة: بمثل قال البيضاوى قيل الباء للآلة (وليست صلة للايمان) دون التعدية والمعنى ان تحروا الايمان بطريق يهدى الى الحق مثل طريقكم آه واخترت هذا الوجه فى الترجمة فلا حاجة الى القول بزيادة الباء او المثل وحقيقة هذا الوجه ان المؤمن به متوحد متفرد والايمان به متعدد لانه عرض يتعدد بتعدد المحال الذين هم المؤمنون فايمان زيد مثلا ليس عين ايمان عمرو بل مثله وكذا كيفية كل من الايمانين تتماثلان من غير اتحاد فافهم صبغة الله قال البيضاوى نصبها قيل على البدل من ملة ابراهيم آه قلت واخترت هذا الوجه كما دلت عليه الترجمة ۱۲ فى روح المعانى الصبغة بالكسر فعلة من صبغ وهى الحالة التى يقع عليها الصبغ عبر بها عن التطهير بالايمان بما ذكر على الوجه الذى فصل لانه ظهر اثره عليهم ظهور الصبغ على الصبوغ وتداخل فى قلوبهم تداخله فيه فصار حلية لهم فهناك استعارة تحقيقية تصريحية والقرينة الاضافة والجامع ما ذكر آه قلت وروعى هذا كله فى الترجمة ۱۲۔

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۱﴾

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِىْ كَانُوْا عَلَيْهَا ۚ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۴۲﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۗ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِىْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ۗ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ۗ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۳﴾

یہ (ان بزرگوں کی) ایک جماعت تھی جو گزر گئی۔ ان کے کام ان کا کیا ہوا آئے گا اور تمہارے کام تمہارا کیا ہوا آئے گا اور تم سے ان کے کئے ہوئے کی پوچھ بھی تو نہ ہوگی اب تو (یہ) بیوقوف لوگ ضرور کہیں گے کہ ان (مسلمانوں) کو اُن کے (سابق سمت) قبلہ سے کہ بیت المقدس تھا جس طرف پہلے متوجہ ہوا کرتے تھے۔ کس (بات) نے بدل دیا۔ آپ فرما دیجئے کہ سب مشرق اور مغرب اللہ ہی کی ملک ہیں جس کو خدا ہی چاہیں (یہ) سیدھا طریق بتلا دیتے ہیں اور اسی طرح ہم نے تم کو ایسی ہی ایک جماعت بنا دی ہے جو (ہر پہلو سے) نہایت اعتدال پر ہے تا کہ تم (مخالف) لوگوں کے مقابلہ میں گواہ ہو اور تمہارے لئے رسول اللہ گواہ ہوں اور جس سمت قبلہ پر آپ رہ چکے ہیں (یعنی بیت المقدس) وہ تو محض اسلئے تھا کہ ہم کو معلوم ہو جائے کہ کون رسول اللہ کا اتباع اختیار کرتا ہے اور کون پیچھے کو ہٹا جاتا ہے اور یہ قبلہ کا بدلنا (منحرف لوگوں پر) ہوا بڑا ثقیل (ہاں) مگر جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے نہیں کہ تمہارے ایمان کو ضائع (اور ناقص) کر دیں (اور) واقعی اللہ تعالیٰ تو (ایسے) لوگوں پر بہت ہی شفیق (اور) مہربان ہیں ۞

تفسیر: **جواب حاکمانہ شبہ تحویل قبلہ:** سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ (الی قولہ تعالی) يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۞ (جب کعبہ قبلۂ نماز مقرر ہو کر یہود کا قبلہ متروک ہو گیا تو بوجہ ناگواری کے) اب تو (یہ) بے وقوف لوگ ضرور کہیں ہی گے کہ ان (مسلمانوں) کو ان کے (سابق سمت) قبلہ سے (کہ بیت المقدس تھا) جس طرف پہلے متوجہ ہوا کرتے تھے کس بات نے (دوسری سمت کی طرف) بدل دیا آپ (جواب میں) فرما دیجئے کہ سب (سمتیں خواہ) مشرق (ہو) اور (خواہ) مغرب (:) سب اللہ ہی کی ملک ہیں (خدا تعالیٰ کو مالکانہ اختیار ہے جس سمت کو چاہیں مقرر فرما دیں کسی کو منصب علت دریافت کرنے کا نہیں ہے اور سیدھا طریق احکام شرعیہ کے باب میں یہی اعتقاد ہے لیکن بعضوں کو اس راہ کا اختیار کرنے کی توفیق نہیں ہوتی خواہ مخواہ علتیں ڈھونڈتے پھرا کرتے ہیں البتہ) جس کو خدا ہی (اپنے فضل سے) چاہیں (یہ) سیدھا طریق بتلا دیتے ہیں۔ **ف:** جس امر کو اس مقام پر صراط مستقیم کہا گیا ہے فی الحقیقت سلامتی اور امن اسی طریق میں ہے اس وقت میں اکثر نوخیز طبائع نے اس صراط مستقیم کو چھوڑ دیا ہے اور احکام کی علل کی تفتیش میں لگ گئے ہیں جن میں بعض کی غرض تو نعوذ باللہ احکام شرعیہ کی توہین یا تکذیب اور اس پر اعتراض کرنا ہوتا ہے اور بعض کو اسی بہانہ سے اپنی جان عمل سے بچانا مقصود ہوتا ہے اور بعض کی گو غرض فاسد نہیں ہوتی لیکن فہم عالی اور دقیق و کافی نہ ہونے سے نتیجہ اس کا اکثر بد دینی اور بد اعتقادی ہوتا ہے اس مقام پر پھر وہ شعر دہراتا ہوں۔

زباں تازہ کردن باقرار تو ☆ نینگیختن علت از کار تو

واللہ الموفق۔ **ربط:** قبول احکام شرعیہ کے باب میں جس امر کو اوپر صراط مستقیم فرمایا گیا ہے چونکہ جماعت محمدیہ نے بے چون و چرا اس کو اختیار کر لیا اس لئے آیت آئندہ کے آغاز پر بطور جملہ معترضہ کے اس جماعت کی مدح اور فضیلت بیان فرماتے ہیں اور پھر مطلب اصلی کی طرف رجوع فرمائیں گے۔

مدح امت محمدیہ ﷺ: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا[1] اور (اے متبعان محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اسی طرح ہم نے تم کو ایسی ہی ایک جماعت بنا دی ہے جو (ہر پہلو سے) نہایت[2] اعتدال پر ہے تا کہ (دنیا میں شرف و امتیاز حاصل ہونے کے علاوہ آخرت میں بھی تمہارا بڑا شرف ظاہر ہو کہ) تم (ایک بڑے مقدمہ میں جس میں ایک فریق حضرات انبیاء علیہم السلام ہوں گے اور فریق ثانی ان کی مخالف قومیں ہوں گی ان مخالف) لوگوں کے مقابلہ میں گواہ (تجویز) ہو اور (شرف بالائے شرف یہ ہو کہ) تمہارے (قابل شہادت اور معتبر ہونے کے) لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گواہ ہوں (اور اس شہادت سے تمہاری شہادت معتبر ہونے کی تصدیق ہو پھر تمہاری شہادت سے اس مقدمہ کا حضرات انبیاء علیہم السلام کے حق میں فیصلہ ہو اور مخالفین مجرم قرار پا کر سزایاب ہوں اور اس امر کا اعلیٰ درجہ کی عزت ہونا ظاہر ہے)

ف: حدیثوں میں اس کی یہی تفسیر آئی ہے کہ امم سابقہ کے کفار حق تعالیٰ سے کہہ دیں گے کہ ہم کو آپ کے احکام ہی کی اطلاع نہیں ہوئی انبیاء علیہم السلام دعویٰ کریں گے کہ ہم نے اطلاع دے دی تھی انبیاء سے گواہ طلب کئے جاویں گے وہ حضرات امت محمدیہ کو اپنا گواہ بتلا دیں گے اس امت کو بلا کر پوچھا جاوے گا یہ انبیاء کے موافق گواہی دیں گے ان سے پوچھا جاویگا تم کو کیونکر واقفیت ہوئی یہ کہیں گے کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے اس واقعہ کے ثبوت کے دلائل قطعیہ پہنچے ہم کو اس لئے واقفیت ہے پھر انسداد جرح مدعیٰ علیہ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کر ان گواہوں کے معتبر ہونے کے متعلق سوال ہوگا آپ ان کے معتبر و قابل شہادت ہونے کی تصدیق فرما دیں گے اس پر اجلاس احکم الحاکمین سے فیصلہ کر دیا جاوے گا اس روایت پر جو مبنی تفسیر کا ہے بظاہر چند شبہے ہو سکتے ہیں اول یہ کہ امت محمدیہ انبیاء سے زائد معتبر نہیں ہیں پھر ان کے صدق کو ان کی شہادت سے ثابت کرنا کیا معنی۔ جواب یہ ہے کہ زیادہ معتبر تو وہی حضرات ہیں لیکن چونکہ اس مقدمہ میں فریق ہو گئے لہٰذا دوسرے گواہ درکار ہوں گے گو وہ ان سے ادنیٰ ہوں البتہ معتبر ہوں چنانچہ دنیا کی عدالتوں میں شب و روز یہی قصہ ہوتا ہے کہ اگر تحصیل دار جو خود بھی صاحب اجلاس ہوتا ہے کسی گستاخ مخالف چپراسی کا کسی مقدمہ میں فریق بن جاوے تو حاکم اعلیٰ کے اجلاس میں تحصیلدار سے گواہ طلب کئے جاویں گے گو وہ تحصیل دار سے ادنیٰ درجہ کے ہوں۔ دوسرا شبہ یہ کہ وہ لوگ امت محمدیہ کی شہادت پر بھی تو کہہ سکتے ہیں کہ جب ہم انبیاء کو نعوذ باللہ راست گو نہیں سمجھتے تو ان لوگوں کو کیوں راست گو سمجھیں گے۔ جواب یہ ہے کہ یہ امر بھی دنیوی عدالتوں کے معاملہ سے سمجھ میں آ سکتا ہے کہ گواہوں پر ایسا اجمالی

جرح کرنے کا مدعی علیہ کو اختیار حاصل نہیں مثلاً مثال مفروض میں وہ گستاخ چپراسی حاکم اعلیٰ سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ جب میں تحصیل دار صاحب کو سچا نہیں سمجھتا تو انکے اس گواہ کو کیوں سچا مانوں گا بالخصوص اگر وہ گواہ بھی سرکاری ہو جیسا کہ اس روز امت محمدیہ اسی حیثیت سے گواہی میں پیش کئے جاویں گے۔ تیسرا شبہ یہ ہے کہ جب امت محمدیہ نے اس واقعہ کا معائنہ نہیں کیا تو اول تو یہ شہادت کیسے دینگے پھر وہ لوگ اسی بناء پر اچھا خاصہ جرح کر سکتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ مدار شہادت کا طریق صحیح مفید للیقین سے یقین حاصل ہو جانا ہے چونکہ محسوسات غیر ثابت بالوحی میں وہ طریق منحصر ہے مشاہدہ میں لہٰذا مشاہدہ مدار ہے شہادت کا اور محل نزاع میں گو واقعہ محسوسات سے ہے لیکن غیر ثابت بالوحی ہونے کی وجہ سے بواسطہ طریق وحی کے اس کا یقین حاصل ہے جو اصلی مدار ہے شہادت کا لہٰذا گواہی برمحل ہے اور اس میں مجال جرح نہیں۔ جیسے کوئی ڈاکٹر کسی مردہ کو جس کے بدن پر کوئی ظاہری علامت زخم وغیرہ نہیں ہے دیکھ کر اپنی مہارت فن کے ذریعہ سے اظہار کر دے کہ یہ شخص مرض سے نہیں مرا بلکہ کسی ضرب شدید سے مرا ہے اور اس بناء پر قاتل کی تحقیقات کا سرکاری حکم ہو جاوے سو باوجود یکہ اس مقام پر گواہ ڈاکٹر کی بنا بر معائنہ واقعہ کے نہیں لیکن چونکہ قواعد صحیحہ کے ذریعہ سے ضرب شدید تشخیص کی گئی لہٰذا اسکا اعتبار کیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کا فائدہ معلوم ہو ہی چکا ہے اسمیں کوئی سوال کی بات نہیں رہی۔ اور ہر پہلو سے معتدل جو کہا گیا اس کا مصداق اس حکم خاص تحویل قبلہ میں مثلاً یہ ہے کہ نہ ایسے عامی کہ اگر احکام کی حکمت بتلائی جاوے تب بھی نہ سمجھیں نہ ایسے فلسفی کہ اگر نہ بتلائی جاوے تو بدون اس کے طے کئے ہوئے حکم کو نہ مانیں چنانچہ یہاں حکمت نہیں بتلائی ویسے مان لیا آگے بعض حکمتیں بتلا دیں انکو جان لیا اور جو شخص ایسا معتدل الطبع ہوگا وہ ضرور اچھا ہوگا اس لئے دنیا و آخرت میں صاحب شرف ہوگا۔

رجوع بمطلب سابق بحث قبلہ: وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَآ (الی قولہ تعالی) إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۞ (اور اصل میں تو شریعت محمدیہ کیلئے ہم نے کعبہ ہی کو قبلہ تجویز کر رکھا تھا) اور جس سمت قبلہ پر آپ (چندروز قائم) رہ چکے ہیں (یعنی بیت المقدس) وہ تو محض[3] اس مصلحت کے لئے تھا کہ ہم کو (ظاہری[4] طور پر بھی معلوم ہو جاوے کہ (اس کے مقرر ہونے سے یا بدلنے سے یہود[5] اور غیر یہود میں سے) کون تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اختیار کرتا ہے اور کون پیچھے کو ہٹتا جاتا ہے (اور نفرت اور مخالفت کرتا ہے اس امتحان کے لئے اس عارضی قبلہ کو مقرر کیا تھا پھر اصلی قبلہ سے اس کو منسوخ کر دیا) اور یہ قبلہ کا بدلنا (منحرف لوگوں پر) ہوا بڑا ثقیل (ہاں) مگر جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے (سیدھے طریق کی) ہدایت فرمائی ہے (جس کا بیان اوپر آ چکا ہے کہ احکام الٰہیہ کو بے چون وچرا قبول کر لینا ان کو کچھ بھی گراں نہیں ہوا جیسا پہلے اس کو خدا کا حکم سمجھتے تھے اب اس کو سمجھنے لگے) اور (ہم نے جو کہا ہے کہ بیت المقدس قبلہ غیر اصلی تھا اس سے کوئی شخص یہ وسوسہ نہ لاوے کہ بس تو جتنی نمازیں ادھر پڑھی ہیں ان میں ثواب بھی کم ملا ہوگا کیونکہ اصلی قبلہ کی طرف نہ تھیں سو اس وسوسہ کو دل میں نہ لانا کیونکہ) اللہ تعالیٰ ایسے نہیں ہیں کہ تمہارے ایمان[1] (کے متعلق اعمال مثلاً نماز کے ثواب) کو ضائع اور (ناقص) کر دیں (اور) واقعی اللہ تعالیٰ تو (ایسے) لوگوں پر بہت ہی شفیق (اور) مہربان ہیں (تو ایسے شفیق مہربان پر یہ گمان کب ہو سکتا ہے کیونکہ کسی قبلہ کا اصلی یا غیر اصلی ہونا تو ہم ہی جانتے ہیں تم نے تو دونوں کو ہمارا حکم سمجھ کر قبول کیا اس لئے ثواب بھی کسی کا کم نہ ہوگا) **ف:** مفسرین نے لکھا ہے کہ بیت المقدس کا قبلہ بننا بعض عرب پر گراں ہوا تھا کہ وہ کعبہ کو مانتے تھے اور اس کا منسوخ ہونا یہود پر گراں ہوا کہ وہ کعبہ کو نہ مانتے تھے حتیٰ کہ بعضے خام اعتقاد لوگ اسلام سے بھی پھر گئے تھے۔ تفسیر عجیب لتعلم: اور یہ جو کہا گیا کہ ظاہری طور پر وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو تو سب امور پہلے ہی سے حقیقۃً معلوم ہیں اور اہل حق اجمالاً اس کا اعتقاد بھی رکھتے ہیں لیکن قبل ظہور یا وقوع چونکہ بندوں کو خود اس واقعہ کا علم نہیں ہوتا اس لئے بالتعیین والتفصیل خاص طور پر یہ اعتقاد نہیں ہوتا کہ یہ واقعہ خاصہ علم الٰہی میں تھا اور بعد ظہور و وقوع یہ حکم بھی کر دیا جاتا ہے ظاہری طور پر علم ہونے سے یہ مراد ہے اور ایک تقریر اس کی یہ ہو سکتی ہے جو مظہری میں ہے شیخ ابو منصور کہتے ہیں کہ معنی آیت کے یہ ہیں کہ جس چیز کو ہم پہلے سے اس طرح جانتے تھے کہ وہ موجود کی جاوے گی اس کو ہم موجود فی الحال جان لیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ازل میں جن چیزوں کو وہ موجود کرنا چاہتا ہے اس طرح تو علم ہے کہ اس کو فلاں وقت میں موجود کروں گا لیکن یہ کہنا صحیح نہیں کہ اس کو ازل میں ایسی چیزوں کا اس طرح علم تھا کہ وہ فی الحال موجود ہے کیونکہ جب وہ واقع میں موجود نہیں تو اس کو خلاف واقع موجود فی الحال کیسے جان سکتا ہے اور یہ تغیر معلوم میں ہوا ہے علم میں نہیں ہوا اھ اب اسمیں کوئی اشکال نہ رہا۔

ربط: حاکمانہ جواب دے کر اب حکیمانہ جواب شروع ہوتا ہے جس میں کئی حکمتوں کی طرف اشارہ ہے۔

الحَوَاشِيْ: (۱) تقریر احتمال ثانی کی یہ ہے کہ ہم نے بیت المقدس کو قبلہ اس لئے مقرر کیا تھا تاکہ مقرر ہونے کے بعد وہ بدلا جاوے اور اس کے بدلنے سے یہ معلوم ہو جاوے کہ کون متبع امر اور کون غیر متبع الخ فافہم ۱۲۔

مُلْحَقَاتُ التَّرجَمَۃ: [1] قولہ یہ حملا للام السفہاء علی العہد وفسرتہ بالیہود لروایۃ البخاری ۱۲۔ [2] قولہ نہایت اعتدال افادہ کلمۃ الوسط فانہ بتحریک الوسط ساکن وبتسکین الواسط متحرک فافہم ۱۲۔ [3] قولہ محض اس مصلحت ھذا الحصر اضافی لا حقیقی لان فیما شرعہ اللہ تعالٰی حکما لا تحصی لکن الزی یقرب من الافہام ویناسب ذکرہ للمقام ہو ھذا واعلم ایضا ان ھذہ الحکمۃ

ليست للتحويل بل للجعل المنسوخ فلا ينافي دعوٰنا في تقرير الارتباط المتعلق بآية واذ ابتلى من كون بيان حكمة التحويل مبتديا من قوله قد نرى ۱۲۔ ۳ قوله ظاہری طور پر الخ محصل هذا الوجه ان المراد بالعلم ههنا علم يعلم العباد بحصوله لنا عينا وان كانوا يعلمون بحصوله لنا اعتقادا كليا ذلك ان تقرر هذا الوجه بما في المظهرى والتحقيق ما قال الشيخ ابو منصور الماتريدى رحمه الله تعالىٰ ان المعنى الا لنعلم كائنا موجودا ما قد علمنا انه يكون ويوجد فالله سبحانه عالم في الازل بكل ما اراد وجوده انه يوجد في الوقت الذى شاء وجوده فيها ولا يجوز ان يقال انه عالم في الازل بانه موجود كائن في الحال لانه ليس بموجود فكيف يعلمه موجودا كائنا على خلاف الواقع والتغير على المعلوم لا على العلم وان استقريت الوجوه المذكورة في هذا لحكمت ان شاء الله تعالىٰ بكونه اقرب من سائرها باى التقريرين اخذت والله اعلم ۱۲۔ ۵ قوله یہود اور غیر یہود میں سے الى قوله اختیار کرتا ہے ماخذه ما في البيضاوى لما هاجر امر بالصلٰوة الى الصخرة تالفا لليهود ۱۲۔ ۶ قوله ایمان کے متعلق اشارة الى ان في الكلام مجازا بتسمية الصلٰوة ايمانا للملابسة ۱۲۔ ۷ قوله مفسرین نے نقله في الكبير ولو اخذت الانقلاب عاما في الارتداد والبقاء على الكفر كما يفهم من الكبير باعتبار تركه الذئل كانت الآية عامة للمرتدين والثابتين على الكفر لاسيما اليهود وكان من اجزاء المعنى باعتبار حال هؤلاء ان هذا الجعل انما كان لامتحان اليهود ايهم يؤمن بناءً على الموافقة في اعظم امور الدين فلما لم يوافقوه لم يرج منهم قبول الاسلام وتبين امرهم في العناد فحولناه الى قبلة الاصلية ۱۲۔

الروايات: في روح المعانى اخرج الامام احمد وغيره عن ابى سعيد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يجيئى النبى يوم القيامة ومعه الرجل والنبى ومعه الرجلان واكثر من ذلك فيدعى قومه فيقال لهم هل بلغكم هذا فيقولون لا فيقال هل بلغت قومك فيقول نعم فيقال له من يشهدلك فيقول محمد وامته فيدعى محمد وامته فيقال لهم هل بلغ هذا قومه فيقولون نعم فيقال وما علمكم فيقولون جاء نا نبينا صلى الله عليه وسلم فاخبرنا ان الرسل قد بلغوا فذٰلك قوله تعالىٰ وكذلك جعلناكم امة وسطا وفى رواية فيؤتى بمحمد صلى الله عليه وسلم فيسأل عن حال امته فيزكيهم ويشهد بعدالتهم وذلك قوله عز و جل ويكون الرسول عليكم شهيدا واسند نحوه في فتح العزيز عن البخارى وغيره قلت ويتعين التفسير به بعد ثبوت الرواية ۱۲۔ في لباب النقول عن ابن اسحق عن البراء قال رجال من المسلمين وددنا لو علمنا علم من مات منا قبل ان نصرف الى القبلة وكيف بصلاتنا قبل بيت المقدس فانزل الله وما كان الله ليضيع ايمانكم آه ۱۲۔

النحو: وكذلك في روح المعانى اعتراض بين كلامين وقعا خطابا له صلى الله عليه وسلم استطراداً لمدح المؤمنين بوجه آخر وقوله كذلك كثيرا ما يقصد بها تثبيت ما بعدها وذلك لان وجه الشبه يكون كثيرا في النوعية والجنسية كقولك هذا الثوب كهذا الثوب في كونه خزا او بزا وهذا التشبيه يستلزم وجود مثله وثبوته في ضمن النوع فاريد به على طريق الكناية مجرد الثبوت لما بعده ولما كانت الجملة تدل على الثبوت كان معناها موجودا بدونها وهى مؤكدة له فكانت كالكلمة الزائدة وهذا معنى قولهم ان الكاف مقحمة لا انها زائدة كما يوهمه كلامهم آه قلت فهو تحقيق عجيب ينشط منه الاذهان ولو تاملت في ترجمتى لوجدتها مرعيا فيها هذا التحقيق والاخصر عندى ان يقال ان المشبه به هو الجعل الكلى والمشبه هو الجعل الجزئى لهذا الكلى تامل۔ اے كما ان جعلا كليا في ذهنك حصل هذا الجعل مثل ذلك بحيث يصدق ذلك الكلى على هذا الجزئى كما يقال في لساننا اب تو ایسا انتظام کر دیا ہے مکان قوله یہ انتظام کر دیا ہے عليكم في روح المعانى وكلمة الاستعلاء لما في الشهيد من معنى الرقيب او لمشاكلة ما قبله واخرت صلة الشهادة او لا وقدمت آخرا لان المراد في الاول اثبات شهادتهم على الامم وفى الثانى اختصاصهم بكون الرسول شهيدا عليهم آه ۱۲۔

النحو مع التوجيه : وما جعلنا القبلة في روح المعانى احد الوجوه هى صخرة بيت المقدس والتى مفعول ثانى لجعل لاصفة القبلة والمفعول الثانى محذوف اى قبلة آه في الكشاف يعنى اصل امرك ان تستقبل الكعبة وان استقبالك بيت المقدس كان امرا عارضا لغرض وانما جعلنا القبلة الجهة التى كنت عليها قبل وقتك هذا وهى بيت المقدس لنمتحن الناس وننظر من يتبع الرسول منهم ومن لايتبعه وينفر عنه آه ان كانت لكبيرة هى ان المخففة التى تلزمها اللام الفارقة والضمير في كانت لما دل عليه قوله وما

جعلنا القبلة التي كنت عليها من الردة او التحويلة او الجعلة ويجوز ان يكون للقبلة قوله ممن ينقلب في روح المعاني ومن هذه للفصل كالتي في قوله تعالى والله يعلم المفسد من المصلح ۱۲۔

البلاغة: قدم رء وف على رحيم لان الرأفة مبالغة في رحمة خاصة وهي رفع المكروه وازالة الضرر والرحمة اعم منه ومن الافضال ودفع الضرر اهم من جلب النفع روح المعاني ۱۲۔ والكلام من باب الاستعارة التمثيلية بجامع ان المنقلب يترك ما في يديه ويدبر عنه على اسوء احوال الرجوع ۱۲۔

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

وقف لازم

ہم آپ کے منہ کا (یہ) بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں۔ اس لئے ہم آپ کو اسی قبلہ کی طرف کی متوجہ کر دیں گے جس کے لئے آپ کی مرضی ہے (لو) پھر اپنا چہرہ (نماز میں) مسجد حرام (کعبہ) کی طرف کیا کیجئے اور تم سب لوگ جہاں کہیں بھی موجود ہو اپنے چہروں کو اسی (مسجد حرام) کی طرف کیا کرو اور یہ اہل کتاب بھی یقیناً جانتے ہیں کہ یہ (حکم) بالکل ٹھیک ہے (اور) وہ ان کے پروردگار ہی کی طرف سے (ہے) اور اللہ تعالیٰ ان کی کارروائیوں سے کچھ بے خبر نہیں ہیں اور اگر آپ (ان) اہل کتاب کے سامنے تمام (دنیا بھر کی) دلیلیں پیش کر دیں۔ جب بھی یہ (کبھی) آپ کے قبلہ کو قبول نہ کریں اور آپ بھی ان کے قبلہ کو قبول نہیں کر سکتے (پھر موافقت کیا کیا صورت) اور ان کا کوئی (فریق) بھی دوسرے (فریق) کے قبلہ کو قبول نہیں کرتا اور اگر آپ ان کے (ان) نفسانی خیالات کو اختیار کر لیں (اور وہ بھی) آپ کے پاس علم (وحی) آئے پیچھے تو یقیناً آپ (نعوذ باللہ) ظالموں میں شمار ہونے لگیں۔

تفسیر ربط: حکمت اوّل: قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ (الی قولہ تعالیٰ) وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ (آپ جو دل سے کعبہ کے قبلہ ہونے کی خواہش رکھتے ہیں اور امید وحی میں بار بار آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی دیکھتے ہیں کہ شاید فرشتہ حکم لے آوے (سو) ہم آپ کے منہ کا (یہ) بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں (اور چونکہ ہم کو آپ کی خوشی پوری کرنا منظور ہے) اس لئے ہم (وعدہ کرتے ہیں کہ) آپ کو اسی قبلہ کی طرف متوجہ کر دینگے جس کے لئے آپ کی مرضی ہے (لو) پھر (حکم ہی دیئے دیتے ہیں کہ) اب سے اپنا چہرہ (نماز میں) مسجد حرام (کعبہ) کی طرف کیا کیجئے اور (یہ حکم کچھ تخصیصی نہیں بلکہ قانون عام ہے کہ) تم سب لوگ (پیغمبر بھی امتی بھی) جہاں کہیں موجود ہو (خواہ مدینہ میں یا اور جگہ حتیٰ کہ خود بیت المقدس کے اندر بھی ہر جگہ نماز کے اندر) اپنے چہروں کو اسی (مسجد حرام) کی طرف کیا کرو اور (اس قبلہ کے مقرر ہونے کے متعلق) یہ اہل کتاب بھی (بالعموم اپنی کتابوں کی پیشین گوئی کی وجہ سے کہ نبی آخر الزمان کا قبلہ اس طرح ہوگا) یقیناً جانتے ہیں کہ یہ (حکم) بالکل ٹھیک ہے (اور) ان کے پروردگار ہی کی طرف سے (ہے مگر عناداً مانتے نہیں) اور اللہ تعالیٰ ان کی ان کارروائیوں سے کچھ بے خبر نہیں ہے۔ **ف**: اس آیت سے بیت المقدس کا منسوخ کرنا اور کعبہ کو مقرر کرنا منظور ہے اور باوجودیکہ یہ حکم اس میں موجود بھی ہے پھر بھی اس کے جزو اول میں وعدہ فرمایا گیا تاکہ وعدہ سن کر اول وعدہ کی خوشی ہو اور بعد انتظار کے ساتھ ایفاء ہونے سے پھر دوسری خوشی ہو تو دوگونہ مسرت ہووے اور یہ طرز مسرت انگیز اس مقام کے کہ اس میں ایک حکم کی بناء آپ کی رضا پر بیان کی گئی ہے زیادہ مناسب ہے۔ حاصل اس حکمت کا یہ ہوا کہ ہم کو آپ کی خوشی منظور تھی اور آپ کی خوشی کعبہ کے قبلہ مقرر ہونے میں دیکھی اسلئے اسی کو قبلہ مقرر کر دیا۔ رہا یہ کہ آپ کی خوشی اس میں کیوں تھی وجہ اسکی یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ کی علامات نبوت میں سے ایک علامت یہ بھی تھی کہ آپ کے قبلہ کی یہ جہت ہوگی اللہ تعالیٰ نے آپ کے نورانی قلب میں اسی کے موافق خواہش پیدا کر دی۔ ربط: اوپر فرمایا ہے کہ وہ اہل کتاب اس قبلہ کا حق اور من جانب اللہ ہونا دل میں جانتے ہیں آگے ان کا عناداً نہ ماننا بیان فرمایا جاتا ہے۔

عناد اہل کتاب در باب حکم قبلہ: وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ (الی قولہ تعالیٰ) اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ اور (باوجود ان لوگوں کے سب کچھ سمجھنے کے ان کی ضد کی یہ حالت ہے کہ) اگر آپ (ان) اہل کتاب کے سامنے تمام (دنیا بھر کی) دلیلیں (جمع کر کے) پیش کر دیں جب بھی یہ (کبھی) آپ کے قبلہ کو قبول نہ کریں اور (ان کی موافقت کی امید اس لئے نہ رکھنا چاہیے کہ آپ کا قبلہ بھی منسوخ ہونے والا نہیں اس لئے آپ بھی ان کے قبلہ کو قبول نہیں

کر سکتے پس کوئی صورت موافقت کی باقی نہیں رہی (اور) جیسا ان اہل کتاب کو آپ سے ضد ہے ان میں باہم بھی موافقت نہیں کیونکہ) ان کا کوئی (فریق) بھی دوسرے (فریق) کے قبلہ کو قبول نہیں کرتا (مثلاً یہود نے بیت المقدس لے ٣ رکھا تھا اور نصاریٰ نے مشرق کی سمت کو قبلہ بنا رکھا تھا) اور (خدانخواستہ آپ تو کسی طرح ان کے قبلہ منسوخہ غیر مشروعہ کو لے ہی نہیں سکتے کیونکہ) اگر آپ ان کے (ان) نفسانی خیالات کو (گو وہ اصل میں حکم آسمانی رہے ہوں لیکن اب بوجہ منسوخ ہونے کے ان پر عمل کرنا محض نفسانی تعصب ہے سو اگر آپ ایسے خیالات کو) اختیار کرلیں (اور وہ بھی) آپ کے پاس علم (قطعی یعنی وحی) آئے پیچھے تو یقیناً آپ (نعوذ باللہ) ظالموں میں شمار ہونے لگیں (جو کہ تارکین حکم ہیں اور آپ کا ظالم ہونا بوجہ معصوم ہونے کے محال ہے اس لئے یہ امر کہ آپ ان کے خیالات کو کہ منجملہ ان کے ان کا قبلہ بھی ہے قبول کرلیں نیز محال ہے)۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا اس میں اصل ہے مقام مرادیت کی۔

الحواشی: (١) مراد یہ ہے کہ من جملہ احکام شرعیہ کے ایک حکم اور یہ مراد نہیں کہ یہاں کوئی دوسرا حکم مذکور ہے۔ ١٢ منہ۔

ملحقات الترجمۃ: ١ قوله في ترجمه فاء فلنولينك اس لئے لافادة الفاء الترتيب ١٢۔ ٢ قوله یہ اہل کتاب اشارة الى كون الموصول للعهد وفيهم ورد قوله تعالى الأتى ماتبعوا قبلتك فلاينقض بايمان البعض منهم وزدت كلمة بالعموم بقرينة ماسيأتى من قوله وما بعضهم بتابع وهو يشتمل اليهود والنصارىٰ ١٢۔ ٣ قوله لے رکھا تھا الى قوله بنا رکھا تھا یعنی ان هذا كان عملهم واختلفوا هل كان بنص عندهم او اجتهادا منهم ١٢۔

الروايات: في روح المعاني اخرج النسائي عن ابى سعيد بن المعلى قال كنا نغدوا فى المسجد فمررنا يوما ورسول الله صلى الله عليه وسلم قاعد على المنبر فقلت حدث امر فجلست فقرأ رسول الله صلى الله عليه وسلم قد نرى تقلب وجهك فى السماء الآية فقلت لصاحبى تعال نركع ركعتين قبل ان ينزل رسول الله صلى الله عليه وسلم فنكون اول من صلى فصلينا هما ثم نزل رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلى للناس الظهر يومئذ فما اشتهر من نزولها فى الصلوٰة وتحوله عليه السلام فيها لا يعول عليه كما هو مصرح فى روح المعانى وغيره۔

اللغات: فلنولينك فلنمكننك من استقبالها من قولك وليته كذا اذا جعلته واليا او فلنجعلنك تلى جهتها دون جهة بيت المقدس من وليه دنامنه ووليته اياه ادنيته منه والتولية اذا كانت متعدية بنفسها الى تمام المفعولين كانت مستعملة باحد المعنيين المتقدمين واذا كانت متعدية الى واحد فمعناها الصرف اما عن الشئ او الى الشئ ١٢ روح المعانى۔

النحو: ولئن اتيت الذين الخ عطف على وان الذين وما الله بغافل عما يعملون اعتراض بين الكلامين ١٢ روح المعانى۔

البلاغة: فلنولينك وجاء هذا الوعد قبل الامر لفرح النفس بالاجابة ثم بانجاز الوعد فيتو الى السرور مرتين ١٢ روح المعانى۔ فى الكشاف فان قلت كيف قال وما انت بتابع قبلتهم ولهم قبلتان كلتا القبلتين مخالفة لقبلة الحق فكانتا بحكم الاتحاد فى البطلان قبلة واحدة ١٢۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿١٤٦﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿١٤٧﴾ وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٤٨﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٤٩﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۙ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۗ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۗ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِیْ ۗ وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِیْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم — منزل ١

تَهْتَدُوْنَ ﴿١٥٠﴾

جن لوگوں کو ہم نے کتاب (توات وانجیل) دی ہے وہ لوگ رسول اللہ کو ایسا پہچانتے ہیں جیسا کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اور بعضے ان میں سے امر واقعی کو باوجودیکہ خوب جانتے ہیں (مگر) اخفا کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ امر واقعی من جانب اللہ ثابت ہو چکا ہے۔ سو ہرگز شک وشبہ لانے والوں میں شمار نہ ہونا اور ہر شخص (ذی مذہب) کے واسطے ایک ایک قبلہ رہا ہے جس کی طرف وہ (عبادت میں) منہ کرتا رہا ہے سو تم نیک کاموں میں تگاپو کرو تم خواہ کہیں ہوگے (لیکن) اللہ تعالیٰ تم سب کو حاضر کریں گے۔ بالیقین اللہ تعالیٰ ہر امر پر پوری قدرت رکھتے ہیں اور جس جگہ سے بھی (کہیں سفر میں) آپ باہر جائیں تو (بھی) اپنا چہرہ (نماز میں) مسجد حرام (یعنی کعبہ) کی طرف رکھا کیجئے اور (یہ حکم عام قبلہ کا) بالکل حق ہے (اور) منجانب اللہ (ہے) اور اللہ تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے کاموں سے اصلاً بے خبر نہیں اور مکرر کہا جاتا ہے کہ آپ جس جگہ سے بھی (سفر میں) باہر جائیں اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف رکھیئے اور تم لوگ جہاں کہیں (موجود) ہو اپنا چہرہ اسی کی طرف رکھا کرو تا کہ (ان مخالف) لوگوں کو تمہارے مقابلہ میں گفتگو (کی) مجال نہ رہے۔ مگر ان میں (جو بالکل ہی) بے انصاف ہیں تو ایسے لوگوں سے (اصلاً) اندیشہ نہ کرو اور مجھ سے ڈرتے رہو اور تا کہ تم پر جو (کچھ) میرا انعام ہے اس کی تکمیل کر دوں اور تا کہ (دنیا میں) تم راہ (حق) پر رہو۔

تفسیر: ربط: (اوپر اہل کتاب کا قبلہ مسلمین کو دل میں حق جاننے اور زبان سے نہ ماننے کا ذکر تھا آگے ان ہی اہل کتاب کا صاحب قبلہ یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح دل میں حق جاننے اور زبان سے نہ ماننے کا مذکور ہے۔

عناد اہل کتاب در باب رسول اللہ ﷺ: اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ (الی قولہ تعالیٰ) فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿﴾ جن لوگوں کو ہم نے کتاب (توریت وانجیل) دی ہے وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (بحیثیت رسالت بوجہ بشارات مندرجہ) ایسا (بے شک وشبہ) پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو (ان کی صورت سے) پہچانتے ہیں (کہ بیٹے کی صورت دیکھ کر کبھی شبہ نہیں ہوتا کہ یہ کون شخص ہے مگر پہچان کر بھی سب مسلمان نہیں ہوتے بلکہ بعض تو ایمان لے آئے) اور بعض ان میں سے (ایسے ہیں کہ اس) امر واقعی کو باوجودیکہ خوب جانتے ہیں (مگر) اخفاء کرتے ہیں (حالانکہ) یہ امر واقعی من جانب اللہ (ثابت ہو چکا) ہے سو (ایسے امر واقعی ثابت من اللہ میں ہر ہر فرد کو کہا جا سکتا ہے کہ) ہرگز شک وشبہ لانے والوں میں شمار نہ ہونا۔ **ف**: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہچاننے کو جو بیٹوں کے پہچاننے سے تشبیہ دی ہے اس میں ایک بنا پر اہل علم کو اور ایک بنا پر غیر اہل علم کو ایک شبہ ہو سکتا تھا۔ وہ یہ کہ بعض اوقات کسی وجہ سے بیٹے کے بیٹا ہونے میں شبہ ہو جاتا ہے چنانچہ واقعات اس پر شاہد ہیں چنانچہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے جو پہلے بڑے علماء یہود سے تھے اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابیت کا شرف حاصل کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بیوی میں تو احتمال خیانت کا بھی ہے جس سے بیٹا ہونے میں شبہ ہو سکتا ہے اور آپ کی نبوت میں تو اتنا بھی شبہ نہیں اھ پس یہ تشبیہ امر یقینی کی امر محتمل مشتبہ کے ساتھ ہوئی جس سے مشبہ کا یقینی ہونا سست ہو گیا۔ احقر نے اس شبہ کے دفع کرنے کے واسطے بین القوسین اس قید کا (ان کی صورت سے) اضافہ کر دیا جس سے تقریر جواب کی ظاہر ہو گئی کہ تشبیہ میں بیٹے کا بیٹا ہونا ملحوظ نہیں بلکہ بیٹے کی صورت ملحوظ ہے سو چونکہ بیٹا گود میں پرورش پاتا ہے ہر وقت آدمی اس کو دیکھتا ہے اس لئے اس کی صورت میں عادۃً شبہ نہیں ہوتا کہ یہ فلاں لڑکا ہے یا فلاں لڑکا چنانچہ اثنائے تفسیر میں خود اس کی توضیح بھی کر دی گئی اور اسی نکتہ کی وجہ سے بیٹیوں کی معرفت سے تشبیہ نہیں دی کیونکہ عرفاً بیٹا زیادہ پیارا ہوتا ہے اس کو باپ اپنے ساتھ زیادہ رکھتا ہے اور اسی نکتہ سے یہ نہیں فرمایا کہ جیسا اپنی ذات کو جانتے ہیں کیونکہ انسان پر ایسا زمانہ تو گزرتا ہے جس میں اس کو اپنی معرفت حاصل نہیں ہوتی جیسا بالکل بے ہوشی کی عمر بخلاف اپنے بیٹے کے کہ وہاں اس کی نوبت نہیں آتی یہ سب روح المعانی میں ہے۔

حکمت دوم تحویل قبلہ: وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ (الی قولہ تعالیٰ) وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿﴾ اور (دوسری حکمت تحویل قبلہ میں یہ ہے کہ عادۃ اللہ جاری ہے کہ) ہر (مذہب والے) شخص کے واسطے ایک ایک قبلہ رہا ہے جس کی طرف وہ (عبادت میں) منہ کرتا رہا ہے (چونکہ شریعت محمدیہ بھی ایک مستقل دین ہے اس کا قبلہ بھی ایک خاص ہو گیا جب حکمت سب پر ظاہر ہو چکی) سو (مسلمانوں) تم (اب اس بحث کو چھوڑ کر اپنے دین کے) نیک کاموں میں تگاپو کرو (کیونکہ ایک روز اپنے مالک سے سابقہ پڑنا ہے چنانچہ) تم خواہ کہیں ہوگے (لیکن) اللہ تعالیٰ تم سب کو (اپنے اجلاس میں) حاضر کر دینگے (اس وقت نیکیوں پر جزا اور اعمال بد پر سزا ہوگی) اور بالیقین اللہ تعالیٰ ہر امر پر پوری قدرت رکھتے ہیں اور (اس حکمت کا مقتضا بھی یہی ہے کہ جس طرح حضر میں کعبہ کی طرف رخ ہوتا ہے اسی طرح اگر مدینہ سے یا اور کہیں سے) جس جگہ سے بھی (کہیں سفر میں) آپ باہر جاویں تو (بھی) اپنا چہرہ (نماز میں) مسجد حرام (یعنی کعبہ) کی طرف رکھا کیجئے (غرض حضر وسفر سب حالتوں کا یہی قبلہ ہے) اور یہ (حکم عام قبلہ کا) بالکل حق (اور صحیح) ہے (اور) من جانب اللہ (ہے) اور اللہ تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے کاموں سے اصلاً بے خبر نہیں۔

حکمت سوم تحویل قبلہ: وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (الی قولہ تعالیٰ) وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿﴾ اور (مکرر پھر کہا

جاتا ہے کہ) آپ جس جگہ سے بھی (سفر میں) باہر جاویں (اور حضر میں تو بوجہ اس کے کہ تجویز قانون کے وقت آپ مقیم ہی تھے بدرجۂ اولیٰ) اپنا چہرہ (نماز میں) مسجد حرام (یعنی کعبہ) کی طرف رکھئے اور (اسی طرح اور سب مسلمان بھی سن لیں کہ) تم لوگ جہاں کہیں (موجود) ہو اپنا چہرہ (نماز میں) اسی (مسجد حرام) کی طرف رکھا کرو (اور یہ حکم اس لئے مقرر کیا جاتا ہے) تاکہ (ان مخالف) لوگوں کو تمہارے مقابلہ میں (اس) گفتگو (کی مجال) نہ رہے (کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہی نبی موعود آخر الزماں ہوتے تو ان کی علامات میں تو یہ بھی ہے کہ ان کا اصلی قبلہ کعبہ ہوگا اور یہ تو بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے ہیں اس حکمت کے واسطے بھی ہم نے تحویل قبلہ کیا ہے ہاں) مگر ان میں جو (بالکل ہی) بے انصاف ہیں (وہ اب بھی کٹ حجتی نکال لیں گے کہ یہ کیسے نبی ہیں جو اتنے[۶] نبیوں کے خلاف کعبہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں لیکن جب ایسے مہمل اعتراضوں سے دین حق کو کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا) تو ایسے لوگوں سے (اصلاً) اندیشہ نہ کرو (اور ان کے اعتراضوں کے جواب کی فکر میں مت پڑو) اور مجھ سے ڈرتے رہو (کہ میرے احکام کی مخالفت نہ ہونے پاوے کہ یہ مخالفت البتہ تم کو مضر ہے) اور (ہم نے ان سب احکام مذکورہ پر عمل کرنے کی توفیق[۷] بھی دی) تاکہ تم پر جو (کچھ) میرا انعام (اکرام متوجہ) ہے (تم کو آخرت میں داخل بہشت[۸] کر کے) اس کی تکمیل کر دوں اور[۹] تاکہ (دنیا میں) تم راہ (حق) پر (کہ اسلام ہے قائم رہنے والوں میں) رہو (جس پر وہ تکمیل نعمت مرتب ہوتی ہے) **ف**: چونکہ امر قبلہ نہایت مہتم بالشان تھا اور نیز اس میں مخالفین کا شغب بھی زیادہ تھا اور نیز اس کے بعض جزئیات خاصہ کی تعیین احکام میں تردد بھی ہو سکتا تھا اس لئے کئی کئی پہلوؤں سے بیان کیا اور حکمتیں بھی متعدد ارشاد ہوئیں اور حضر و سفر کیلئے عام عنوان حَيْثُ مَا كُنْتُمْ بھی لائے اور حکم حضر کی تخصیص کا اشارہ الگ کیا اور اس کے ساتھ سفر کے حکم کی الگ تصریح کی تاکہ حضر میں توجہ الی الکعبہ کے حکم سے وہم مقصودیت جہت جنوب کا جس طرف مدینہ سے کعبہ واقع ہے نہ پڑ جاوے اور سفر کا موقع زیادہ شبہ کا تھا کہ شاید راہ کا حکم جدا ہو منزل کا جدا ہو اس لئے اس کو مکرر لائے۔ اور عربی میں کلمہ من ابتداء کے لئے ہے جس کے مدلول سے واضح ہو گیا کہ شروع سفر سے یہی حکم ہے راہ اور منزل سب کا حکم معلوم ہو گیا پھر خطاب خاص الگ کیا اور خطاب عام الگ کیا حضر کے متعلق بھی اس خاص و عام کو لائے اور سفر کے متعلق بھی لائے اور آیۃ قَدْ نَرٰى میں ایک بار اس کے حق ہونے کی تصریح فرمائی پھر رکوع کے ختم پر دوبارہ یہی تصریح کی پھر آیۃ: وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ موقع اول میں سہ بارہ بھی تصریح فرمائی اور اس حکم کے قبول کرنے والوں کے باہدایت ہونے سے اس مضمون کو شروع بھی فرمایا: يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اسی پر ختم بھی فرمایا وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ اور فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ اور لَا تَخْشَوْهُمْ میں مجادلہ و منازعت سے یکسو اور بے غم ہونے کی طرف اشارہ سے دلالت کر کے اس حکم کی غایت وضوح پر بھی دلالت فرما دی جیسا کہ تقریر تفسیر سے معلوم ہوا اور اس کے ضمن میں یہ تعلیم بھی ہو گئی کہ جب معترض کا عناد قرائن سے معلوم ہو جاوے پھر اس کا جواب دینا لا حاصل ہے اگر کسی طالب حق کو اعتراض سے شبہ ہو جاوے اس کی اصلاح ضرور کر دی جاوے۔

ربط: یہاں تک بحث قبلہ کی چلی آ رہی ہے اب اس کو ایسے مضمون پر ختم فرمانا چاہتے ہیں جو اس بحث کی تمہید کے آغاز میں بضمن دعائے ابراہیم علیہ السلام بانی کعبہ کے مذکور ہوا تھا یعنی مبعوث ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اولاد ابراہیمؑ میں سے ایک خاص شان کے ساتھ پس آغاز و انجام کے اتحاد میں اشارہ ہو گیا کہ کعبہ کا ان نبی کی شریعت میں قبلہ مقرر ہونا مقام تعجب نہیں کیونکہ کعبہ بنائے ابراہیمؑ ہے اور یہ نبی ابن ابراہیمؑ ہیں اور اس بناء کے قبول ہونے کی اور اس ابن کے رسول ہونے کی انہوں نے دعا بھی کی تھی ہم نے ان کی دونوں دعائیں منظور فرمائیں اور کعبہ کو اس نبی کی شرع مؤبد الی القیامہ میں قبلہ مقرر کر دیا جو کہ منجملہ آثار عظیمہ قبول بناء ہے اور اس اشارہ سے یہ اتحاد آغاز و انجام کا نہایت ہی مستحسن ہو گیا پس ارشاد ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ایسے لوگوں کو خطاب کرنا جو پہلے مہتدی ہیں اس پر دلیل ہے کہ ترقی کی کہیں انتہا نہیں۔ پس سیر الی اللہ کے بعد سیر فی اللہ ہے۔

الحواشی: (۱) بناء اول تو روایت ہے عبداللہ بن سلامؓ کی اور بنائے ثانی خود مظنون ہوتا ہے ابناء کی نبوت کا ۱۲ منہ۔ (۲) اس میں جواب ہے ایک سوال کا کہ ان آیات میں حضر کا حکم دائم مذکور نہیں جواب یہ ہے کہ چونکہ نزول حکم کے وقت آپ حضر میں تھے اس کا حکم بدرجۂ اولیٰ مفہوم ہو گیا اور اس جواب کی جب حاجت ہے جب کہ اول ولّ کو تولیت حال کے واسطے کہا جاوے اور جب اس کو استقبال کے واسطے بھی لیا جاوے جیسا کہ اس کے ترجمہ میں اس طرف اشارہ ہے تو پھر اس جواب کی حاجت نہیں ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قولہ بحث کو چھوڑ کر اخذتہ من روح المعانی۔ ۲ قولہ پوری قدرت افادہ صیغۃ المبالغۃ ۱۲۔ ۳ قولہ حکم عام اشار الی عدم التکرار ۱۲۔ ۴ قولہ اصلاً افادہ الباء فی خبر ما ۱۲۔ ۵ قولہ مکرر اشارۃ الی حملہ علی التکرار للتاکید للاعتناء بشان القبلۃ ۱۲۔ ۶ قولہ اتنے نبیوں کے قید بھذا لان بعض الانبیاء کابراھیم علیہ السلام کان قبلتہ الکعبۃ وھو یصلح جوابا لھذہ الحجۃ الظلمیۃ فانہ علیہ السلام اصل ھؤلاء الانبیاء الذین کان قبلتھم الصخرۃ ۱۲۔ ۷ قولہ توفیق بھی دی اشار الی تقدیر عامل فی لاتم ای ووفقکم لقبول الحق والعمل بہ لاتم ۱۲۔ ۸ قولہ بہشت لحدیث معاذ بن جبل ان تمام النعمۃ دخول الجنۃ ذکرہ فی روح المعانی من الادب المفرد

للبخاری ۱۲۔ ۹ قولہ تا کہ دنیا میں ماخذہ تفسیر البیضاوی بارادتی اھتدائکم باستعارۃ لعل للارادۃ کما صرح بہ عبد الحکیم ۱۲۔

الرِّوَایَات: فی لباب النقول اخرج ابن جریر من طریق السدی باسانیدہ قال لما صرف النبی صلی اللہ علیہ وسلم نحو الکعبۃ بعد صلوتہ الی بیت المقدس قال المشرکون من اھل مکۃ تحیر علی محمد دینہ فتوجہ بقبلتہ الیکم وعلم انکم اھدی منہ سبیلا ویوشك ان یدخل فی دینکم فانزل اللہ لئلا یکون الناس علیکم حجۃ الا الذین ظلموا الآیۃ قلت ای فالمراد بالظالمین ھؤلاء وکان ھذا طعنا من المشرکین واما طعن الیھود من ھؤلاء الظالمین فمذکور فی التفسیر ۱۲۔

النَّحْو: یعرفونہ الضمیر لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وان لم یسبق ذکرہ لدلالۃ الکلام علیہ والتشبیہ یشھد لہ ویؤیدہ قول عبداللہ بن سلام انا اعلم بہ منی والحق من ربك کلام مستانف والحق مبتدأ خبرہ من ربك واللام للعھد والمراد بالنھی عن الامتراء تحقیق الامر وانہ بحیث لایشك فیہ ناظر ۱۲ من البیضاوی۔ قلت واشرت الی ھذا کلہ فی تقریر التفسیر فافھم۔ ھو مولیھا قال البیضاوی احد المفعولین محذوف ای مولیھا وجھہ ۱۲ ومن حیث خرجت فی روح المعانی من ابتدائیۃ لان الخروج اصل لفعل ممتد وھو المشی ۱۲۔

البَلَاغَۃ: کما یعرفون ابناء ھم فی روح المعانی ھو تشبیہ للمعرفۃ العقلیۃ الحاصلۃ من مطالعۃ الکتب السماویۃ بالمعرفۃ الحسیۃ فی ان کلا منھما یتعذر الاشتباہ فیہ ۱۲۔

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۞ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۞ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۞ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۞ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ۭ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۞ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۞ اُولٰۗىِٕكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۣ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۞

ع ۱۸ / ۲

جس طرح تم لوگوں میں ہم نے ایک عظیم الشان رسول کو بھیجا تم ہی میں سے ہماری آیات واحکام پڑھ پڑھ کر تم کو سناتے ہیں اور (جہالت سے) تمہاری صفائی کرتے رہتے ہیں اور تم کو کتاب (الٰہی) اور فہم کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں اور تم کو ایسی (مفید) باتیں تعلیم کرتے رہتے ہیں جن کی تم کو خبر بھی نہ تھی۔ ان (نعمتوں) پر مجھ کو یاد کرو میں تم کو (عنایت سے) یاد رکھوں گا اور میری (نعمت کی) شکر گزاری کرو اور میری ناسپاسی مت کرو۔ اے ایمان والو! صبر اور نماز سے سہارا حاصل کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ رہتے ہیں اور نماز پڑھنے والوں کے ساتھ تو بدرجہ اولیٰ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں ان کی نسبت یوں بھی مت کہو کہ وہ (معمولی مردوں کی طرح) مردے ہیں بلکہ وہ تو (ایک ممتاز) حیات کے ساتھ زندہ ہیں لیکن تم (ان حواس سے اس حیات کا) ادراک نہیں کر سکتے اور (دیکھو) ہم تمہارا امتحان کریں گے کسی قدر خوف سے اور فاقہ سے اور مال اور جان اور پھلوں کی کمی سے اور آپ ایسے صابرین کو بشارت سنا دیجئے جن کی یہ عادت ہے کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو مع مال و اولاد حقیقتاً اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں اور ہم سب دنیا سے اللہ کے پاس جانے والے ہیں۔ ان لوگوں پر (جدا جدا) خاص خاص رحمتیں بھی ان کے پروردگار کی طرف سے ہوں گی اور (سب پر بالاشتراک) عام رحمت ہوگی اور یہی لوگ ہیں جن کی (حقیقت حال تک) رسائی ہوگئی۔ ۞

تفسیر ربط: اخبار بعثت محمدیہ ﷺ: كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ (الی قولہ تعالی) وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۞ (یعنی ہم نے کعبہ کو قبلہ مقرر کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک دعا جو در باب مقبولیت بناء کعبہ تھی اس طرح قبول کی) جس طرح (ان کی دوسری دعا جو در باب بعثت محمدیہ کے تھی قبول کی کہ) تم لوگوں میں ہم نے ایک (عظیم الشان) رسول کو بھیجا (جو کہ) تم ہی میں سے (ہیں اور وہ) ہماری آیات (واحکام) پڑھ پڑھ کر تم کو سناتے ہیں اور (خیالات و رسوم جہالت سے) تمہاری صفائی کرتے رہتے ہیں اور تم کو کتاب الٰہی اور فہم کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں اور تم کو ایسی مفید باتیں تعلیم کرتے رہتے ہیں جن کی تم کو خبر بھی نہ تھی (اور نہ کتب سابقہ یا عقل ان کے لئے کافی تھی اور اسی شان کے رسول کے مبعوث ہونے کی ابراہیم علیہ السلام کی دعاء تھی سو اس کا ظہور ہوگیا) ف: اس آیت کے اکثر الفاظ پہلی آیت میں ہیں وہاں تفسیر دیکھ لینا چاہئے۔ ربط: چونکہ اوپر کی آیات میں حق تعالیٰ کی بڑی بڑی

نعمتوں کا مذکور تھا کعبہ کا قبلہ بنانا۔ اس وجہ سے ابراہیم علیہ السلام کیساتھ خاص تعلق ہونا۔ ملت میں ابراہیم علیہ السلام وجمیع انبیاء علیہم السلام کیساتھ موافقت ہونا۔ تحویل قبلہ کے وقت طریق اطاعت پر ثابت رہنا۔ ایسے رسول کی امت اور تابع ہونا اسلئے آیت آئندہ میں منعم کے ذکر اور انکی نعمت کے شکر کا حکم فرما کر آیات مذکورہ کے مضمون کی بوجہ احسن تکمیل اور تتمیم فرماتے ہیں۔

حکم ذکر وشکر: فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ان (مذکورہ نعمتوں پر مجھ کو (منعم ہونے کی حیثیت سے) یاد کرو میں تم کو (عنایت سے) یاد رکھوں گا اور میری (نعمت کی) شکر گذاری کرو اور (انکار نعمت یا ترک اطاعت سے) میری ناسپاسی مت کرو۔

ربط: تحویل قبلہ پر جو مخالفین کی طرف سے اعتراض تھا اس کے دو اثر تھے ایک مذہب اسلام پر کہ اعتراض سے مذہب کی حقانیت میں شبہ پیدا کیا جایا کرتا ہے اوپر کی آیتوں میں اس اعتراض کا جواب دے کر اس اثر کا دفع کرنا مقصود تھا دوسرا اثر طبائع اہل اسلام پر کہ اعتراض سے بالخصوص جواب دینے کے بعد بھی اس پر بے جا اصرار کرنے سے قلب میں رنج اور صدمہ پیدا ہوتا ہے آیت آئندہ میں تخفیفِ حزن کا طریقہ کہ صبر وصلوٰۃ ہے بتلا کر اس دوسرے اثر کو زائل فرماتے ہیں۔

تعلیم صبر وصلوٰۃ: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ اے ایمان والو (طبیعتوں میں سے غم ہلکا کرنے کے بارہ میں) صبر اور نماز سے سہارا (اور مدد) حاصل کرو بلاشبہ حق تعالیٰ (ہر طرح سے) صبر کرنے والوں کے ساتھ رہتے ہیں (اور نماز پڑھنے والوں کے ساتھ تو بدرجۂ اولیٰ)۔

ف: وجہ یہ کہ نماز سب سے بڑی عبادت ہے جب صبر میں یہ وعدہ ہے تو نماز جو اس سے بڑھ کر ہے اس میں تو بدرجۂ اولیٰ یہ بشارت ہوگی۔

اثر صبر وصلوٰۃ در تخفیف غم: اور صبر کو تخفیف حزن میں دخل اور اثر ہونا تو ظاہر اور مشاہد ہے رہا یہ کہ نماز کو اس میں کیا دخل ہے۔ سو اول تو جیسے بعض ادویہ فاعل بالخاصہ ہوتی ہیں اور تجربہ سے اس خاصیت کا حکم کیا جاتا ہے اسی طرح سے اگر بعض اعمال بھی فاعل بالخاصہ ہوں تو اس میں تعجب کیا ہے چنانچہ نماز جو حضور قلب کے ساتھ ہو جس کے بدون نماز مثل دوائے کہنہ کے ہے اس میں جس کا جی چاہے اس خاصیت کا تجربہ کر کے دیکھ لے کہ مشاہدہ کے بعد سوال ہی کی گنجائش نہ رہے گی اور اگر مثل ادویہ فاعلہ بالکیفیۃ کے نماز میں اس اثر کی لم اور علت ہی تحقیق کرنے کا شوق ہو تو اس کی توجیہ بھی سمجھ میں آ سکتی ہے کہ مدار تخفیف حزن کا قلب کو دوسری شئے کی طرف متوجہ کر دینے پر ہے اس سے بہت جی بہل جاتا ہے پس جب نماز میں حضور قلب کے ساتھ مشغولی ہوگی اس سے عبادت ومعبود کی طرف یکسوئی اور توجہ ہوگی اور اس عمل کی تکرار سے وہ واقعۂ غم انگیز متخیلہ سے غائب اور اس کا اثر ضعیف ہونا شروع ہوگا۔

ربط: اوپر ایک خاص ناگوار واقعہ میں صبر کی تعلیم اور صابرین کی فضیلت بیان فرمائی تھی آیاتِ آئندہ میں اور بھی بعض واقعات خلاف طبع کی تفصیل اور اس میں صبر کی ترغیب اور فضیلت بیان فرماتے ہیں جن میں قتل وقتال مع الکفار کا مضمون مقدم فرماتے ہیں دو (۲) وجہ سے اول بوجہ اعظم ہونے کے کہ اعظم پر صبر کرنے والا اصغر پر بدرجۂ اولیٰ صبر کرے گا دوسرے خاص طور پر مناسب مقام ہونے کی وجہ سے کیونکہ معترضین مذکورین کے ساتھ یہ معاملہ پیش آتا تھا۔

فضیلت قتل فی سبیل اللہ: وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں (یعنی دین کے واسطے) قتل کئے جاتے ہیں ان (کی ایسی فضیلت ہے کہ ان) کی نسبت یوں بھی مت کہو کہ وہ (معمولی مردوں کی طرح) مردے ہیں بلکہ وہ لوگ (ایک ممتاز حیات کے ساتھ) زندہ ہیں لیکن تم (ان) حواس سے) اس حیات کا) ادراک نہیں کر سکتے۔ ف: ایسے مقتول کو شہید کہتے ہیں اور اس کی نسبت گو یہ کہنا کہ وہ مر گیا صحیح اور جائز ہے لیکن اس کی موت کو دوسرے مردوں کی سی موت سمجھنے کی ممانعت کی گئی ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ بعد مرنے کے گو برزخی حیات ہر شخص کی روح کو حاصل ہے اور اسی سے جزا وسزا کا ادراک ہوتا ہے لیکن شہید کو اس حیات میں اور مردوں سے ایک گونہ امتیاز ہے اور وہ امتیاز یہ ہے کہ اس کی یہ حیات آثار میں اوروں سے قوی ہے جس طرح انملہ یعنی سر انگشت میں ذکاءِ حس کہ آثار حیات سے ہے بہ نسبت عقب یعنی پاشنہ کے طباً وحساً قوی ہے حتیٰ کہ شہید کی اس حیات کی قوت کا ایک اثر برخلاف معمولی مردوں کے اس کے جسدِ ظاہری تک بھی پہنچا ہے کہ اس کا جسد باوجود مجموعہ گوشت و پوست ہونے کے خاک سے متاثر نہیں ہوتا اور مثل جسد زندہ کے صحیح سالم رہتا ہے جیسا کہ احادیث اور مشاہدات شاہد ہیں۔ پس اس امتیاز کی وجہ سے شہداء کو احیاء کہا گیا اور ان کو دوسرے اموات کے برابر اموات کہنے کی ممانعت کی گئی اور یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں حتیٰ کہ بعد موت ظاہری کے سلامت جسد کے ساتھ ایک اثر اس حیات کا اس عالم کے احکام میں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مثل ازواج احیاء کے ان کی ازواج سے کسی کو نکاح جائز نہیں ہوتا اور ان کا مال میراث میں تقسیم نہیں ہوتا پس اس حیات میں سب سے قوی تر انبیاء علیہم السلام ہیں پھر شہداء پھر اور معمولی مردے البتہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اولیاء وصالحین بھی اس فضیلت میں شہداء کے شریک ہیں سو مجاہدۂ نفس میں مرنے کو بھی معنیٰ شہادت میں داخل سمجھیں گے اس طور پر وہ بھی شہداء ہوئے یا یوں کہا جاوے کہ تخصیص شہداء کی عام مردوں کے اعتبار سے اضافی ہے ان خواص کے اعتبار سے حقیقی نہیں اور اگر کسی شخص نے کسی شہید کی

لاش کو خاک خوردہ پایا ہو تو سمجھ لے کہ ممکن ہے اس کی نیت خالص نہ ہو جس پر مدار ہے قتل کی شہادت ہونے اور صرف قتل شہادت نہیں ہے اور اگر فرضاً ایسا شہید خاک خوردہ پایا جاوے جس کا قتل فی سبیل اللہ اور اس کا جامع شرائط شہادت ہونا دلیل قطعی تواتر وغیرہ سے ثابت ہو (جس کا شبہ صاحب روح المعانی کو ہو گیا ہے) تو اس کی وجہ میں کہا جاوے گا کہ حدیث میں حرمت جسد شہید علی الارض وارد ہے غیر ارض سے غیر متاثر ہونا وارد نہیں چنانچہ دوسرے اجسام مرکبہ مثل اسلحہ و ادویہ اغذیہ واخلاط واجسام بسیطہ مثل آب و آتش و باد کی تاثیر انبیاء علیہم السلام کے اجساد میں ثابت ہے اور شہداء کی حیات بعد الممات انبیاء کی حیات قبل الممات سے قوی نہیں اور شہداء بعض حصہ ارض میں بعض اجزائے غیر ارضیہ بھی شامل ہو جاتے ہیں جس طرح دوسرے عناصر میں بھی مخالف عناصر شامل ہو جاتے ہیں سو اگر ان اجزاء غیر ارضیہ سے ان کے اجساد متاثر ہو جاویں تو اس سے ان احادیث پر اشکال نہیں ہوتا جن میں حرمت اجساد علی الارض وارد ہے اور ایک جواب یہ ہے کہ امتیاز اجساد شہداء کے لئے یہ بھی کافی ہے کہ دوسرے اموات سے زیادہ مدت تک ان کے اجساد خاک سے متاثر نہ ہوں گو کسی وقت میں ہو جاویں اور احادیث سے یہی امر مقصود کہا جاوے کہ ان کی محفوظیت اجساد کی خارق عادت ہے اور خرقِ عادت کی دونوں صورتیں ہیں۔ حفظ مؤبد اور حفظ طویل۔ اور چونکہ برزخ حواس سے مدرک نہیں ہوتا اس لئے لَا تَشْعُرُوْنَ فرمایا گیا۔

ربط: مواقعِ صبر میں سے بڑے واقعہ کو بیان کر کے اس سے چھوٹے واقعات کا آگے بیان فرماتے ہیں جس سے یہ بھی معلوم ہو جاوے گا کہ ہمارے دربار میں صبر کی اعلیٰ قسم کی طرح اس سے ادنیٰ قسم کی بھی قدر ہے۔

فضیلت صبر وبعضے از مواقع آں: وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ (الی قولہ تعالی) وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ۝ اور (دیکھو) ہم (صفت رضا و تسلیم میں جو کہ مقتضا ایمان کا ہے) تمہارا امتحان کریں گے کسی قدر خوف سے (جو کہ ہجوم مخالفین یا نزول حوادث وشدائد سے پیش آوے) اور (کسی قدر فقر و فاقہ سے اور (کسی قدر) مال اور جان اور پھلوں کی کمی سے (مثلاً مواشی مرگئے یا کوئی آدمی مر گیا یا بیمار ہو گیا یا پھل اور کھیتی کی پیداوار تلف ہو گئی پس تم صبر کرنا) اور (جو لوگ ان امتحانوں میں پورے اتر آویں اور مستقل رہیں تو) آپ ایسے صابرین کو بشارت سنا دیجئے (جن کی یہ عادت ہے) کہ ان پر جب کوئی مصیبت پڑتی ہے تو وہ (دل سے سمجھ کر یوں) کہتے ہیں کہ ہم تو (مع مال واولاد حقیقۃً) اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں (اور مالک حقیقی کو اپنی ملک میں ہر طرح کے تصرف کا اختیار حاصل ہے اس سے مملوک کو تنگ ہونا کیا معنی) اور ہم سب (دنیا سے) اللہ تعالیٰ ہی کے پاس جانے والے ہیں (سو یہاں کے نقصانوں کو بدلہ وہاں جا کر مل رہے گا اور جو مضمون بشارت کا ان کو سنایا جاوے گا وہ یہ ہے کہ) ان لوگوں پر (جدا جدا) خاص خاص رحمتیں بھی ان کے پروردگار کی طرف سے (مبذول) ہوں گی اور (سب پر بالاشتراک) عام رحمت بھی ہو گی اور یہی لوگ ہیں جن کی (حقیقت حال تک) رسائی ہو گئی (کہ حق تعالیٰ کو مالک اور نقصان کا تدارک کر دینے والا سمجھ گئے)۔ **ف:** اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بندوں کا امتحان ہوتا ہے اس کی حقیقت آیت: وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيْمَ رَبُّهٗ کی تفسیر میں گذر چکی ہے اور قبل وقوع واقعات خبر دیدینے میں یہ فائدہ ہوا کہ صبر آسان ہو جاتا ہے ورنہ دفعۃً کوئی صدمہ پڑنے سے زیادہ پریشانی ہوتی ہے اور یہ خطاب ساری امت کو ہے تو سب کو سمجھ لینا چاہئے کہ دنیا دار المحن ہے یہاں کے حوادث کو عجیب اور بعید نہ سمجھا جاوے تو بے صبری نہ ہو گی اور چونکہ یہ لوگ نفس عمل صبر میں سب مشترک ہیں اس لئے اس کا صلہ مشترکہ تو عام رحمت ہے جو نفس صبر پر موعود ہے اور چونکہ مقدار اور شان اور خصوصیت ہر صابر کے صبر کی جدا ہے اس لئے ان خصوصیات کا صلہ جدا جدا خاص عنایتوں سے ہو گا جو ان خصوصیات پر موعود ہیں جیسے دنیا میں مواقع انعام پر دعوتِ طعام تو عام ہوتی ہے پھر روپے جوڑے ہر ایک کو علی قدر الحیثیت والخدمت دیئے جاتے ہیں اور جو مضمون صابرین کی طرف سے نقل فرمایا ہے حقیقت میں مقصود اس کی تعلیم ہے اور یہ مضمون علاوہ مثمر ثواب ہونے کے اگر دل سے سمجھا جاوے تسکین قلب میں بھی نہایت قوی الاثر ہے۔

ربط: آیات متقدمہ میں وَإِذِ ابْتَلَىٰ سے دور تک خانہ کعبہ کا مفصل مذکور ہوا ہے جن کے اول میں خانہ کعبہ کے معبد ہونے کا بیان تھا اور اس سے آگے دعائے ابراہیمی کی حکایت تھی کہ انہوں نے اس کے متعلق تعلیم مناسک کی درخواست کی تھی اور مناسک میں حج وعمرہ بھی داخل ہے پس بیت اللہ کا معبد ہونا جیسے اس کے قبلہ نماز بننے سے ہے ایسے ہی اس کے مقصد حج وعمرہ ہونے سے بھی پس جب آیات متقدمہ کے آخر میں جو ابھی گذری ہیں اس کے قبلہ ہونے کی بحث مذکور ہوئی اور اسی سلسلہ میں فضائل صابرین کے بیان کر دیئے گئے اب آیت آئندہ میں اس کے مقصد حج وعمرہ بننے کے متعلق ایک مضمون کا بیان ہے وہ یہ کہ صفا و مروہ دو پہاڑیاں مکہ میں ہیں حج وعمرہ میں کعبہ کا طواف کر کے ان کے درمیان میں بھی دوڑتے چلتے ہیں جس کو سعی کہتے ہیں چونکہ زمانۂ جاہلیت میں بھی یہ سعی ہوتی تھی اس لئے بعض مسلمانوں کو شبہ پڑ گیا کہ شاید یہ افعال جاہلیت سے ہو اور موجب گناہ ہو اور بعض جاہلیت میں ہی گناہ سمجھتے تھے ان کو یہ شبہ ہوا کہ شاید اسلام میں بھی گناہ ہو اللہ تعالیٰ کو یہ شبہ دفع فرمانا مقصود ہے پس مضمون سابق کعبہ کے قبلہ نماز ہونے پر اعتراض کفار کا دفع کرنا تھا اور مضمون لاحق کعبہ کے مقصد حج وعمرہ ہونے کے ایک متعلق امر یعنی صفا و مروہ کی سعی پر شبہ مؤمنین کا ازالہ فرمانا ہے یہ وجہ دونوں مضمونوں میں ربط کی ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۞ یہ اس پر دال ہے کہ کتاب وحکمت کی تعلیم کے بعد تعلیم کی ایک اور قسم بھی ہے اور وہ صحبت پر موقوف ہے۔ قولہ تعالیٰ : فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ۔ یہ ذکر اللہ کا اصلی ثمرہ ہے کہ اگر اس کو مستحضر رکھا جاوے تو کبھی تشویش نہ ہو۔ قولہ تعالیٰ : وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ الخ اس میں دلالت ہے کہ مجاہدہ اضطرار یہ بھی نافع ہوتا ہے۔ قولہ تعالیٰ : اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۞ یہ تمام مصائب کا علاج ہے ان میں سے قبض بھی ہے۔

الحواشی: (۱) گو یہ ترکیب کسی تفسیر میں نہیں دیکھی لیکن اول تو اس مقام کے لکھنے تک میرے پاس زیادہ تفاسیر نہ تھیں بعد میں جمع ہوئیں چنانچہ میں نے اسی جلد کے ٹائٹل میں اس کو ظاہر بھی کر دیا ہے ممکن ہے کہ اس وقت اگر تفاسیر متعددہ ہوتیں تو کچھ اور رائے ہو جاتی دوسرے میں نے تفاسیر کے آنے کے بعد بھی اس کا التزام تو کیا ہے کہ عربیت اور شریعت کے خلاف نہ ہو اور اسی طرح مواضع منقولہ میں سلف کے خلاف نہ ہو باقی تراکیب وغیرہ کے مواقع میں توسع رکھا ہے اور اپنے شرح صدر و ذوق کو اختیار کیا ہے۔ چنانچہ اس مقام پر لِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ اور لَعَلَّكُمْ کا عطف لِئَلَّا يَكُوْنَ پر اس لئے پسند نہ آیا کہ اس کو تحویل قبلہ کی علیت میں کوئی خاص دخل نہیں تھا اور چونکہ تحویل قبلہ کے مخاطب ایسے لوگ ہیں جن کی شان میں اسی مقام پر فرمایا ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا الآیہ جس سے اطاعت ان کی مفہوم ہوتی ہے جو موقوف ہے توفیق پر اس لئے اس کا عامل وفقکم مقدر مان کر جس کی نظیر قرآن مجید میں بکثرت ہے مضمون کا عطف مضمون پر قرار دیا اور كَمَآ اَرْسَلْنَا کا عامل **استجبنا فی القبلة الخ** باقتضائے مقام مقدر مانا کہ اس سے اوپر کعبہ کے قبلہ بننے کا ذکر تھا اور اس سے اوپر دعائے ابراہیمی ببعث الرسول و بقبول بناء الکعبۃ بجعلھا قبلۃ مذکور تھی اس مجموعہ کے بعد كَمَآ اَرْسَلْنَا کا آنا جو دال ہے ایک دعا کے قبول پر ذوقاً مقتضی ہوا کہ اس قبول دعاء کو تشبیہ دی جاوے دوسری دعاء کے قبول کے ساتھ چنانچہ میری تقریر وجہ ربط میں اس پر دال ہے یا بعنوان دیگر یوں کہو کہ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ تک تحویل قبلہ کا ذکر تھا جس کے مجموعے سے **حولنا القبلة لكذا و كذا** مفہوم ہوا آگے اسی حولنا کا معمول ہے كَمَآ اَرْسَلْنَا یعنی یہ تحویل ہم نے ایسی ہی کی جیسے ارسال رسول کیا اور دونوں میں وجہ جامع ترتب علی دعائے ابراہیم ہے اور ہر چند کہ دعائے ابراہیمی بعنوان تحویل قبلہ الی الکعبہ نہ تھی مگر جعل قبلہ کی تو بکنا یہ قبول بناء دعا تھی اور وہ موقوف تھا تحویل قبلہ الی الکعبہ پر اور ارسال رسول کی دعاء تو صریح تھی اور چونکہ حاصل اس تشبیہ کا دونوں امر کا ایقاع بدعاء ابراہیم تھا اس لئے میں نے اس عبارت سے تعبیر کر دیا ای **استجبنا دعاء ابراهيم الخ**۔ یہ عنوان پہلے عنوان سے اسہل و احسن ہے اور رہا یہ اشکال کہ اس صورت میں تَعْلَمُوْنَ اور تَهْتَدُوْنَ دونوں پر وقف ہونا چاہئے حالانکہ بعض فقط تَعْلَمُوْنَ۔ پر وقف کے قائل ہیں اور بعض فقط تَهْتَدُوْنَ پر سو حقیقت یہ ہے کہ ترکیب وتفسیر تابع نہیں اوراوقاف کے بلکہ اوقاف خود تابع ہیں تفسیر وترکیب کے چنانچہ یہ اوقاف نہ توقیفی ہیں اور نہ سب کے سب سلف سے منقول ہیں۔ سجاوندی وغیرہ متاخرین نے جو ترکیب سمجھی اس کے موافق تفسیر قرار دے کر وقف لکھ دیئے پس ان کا اتباع واجب نہیں البتہ عوام کے لئے انکا خلاف بوجہ محتمل ہونے فساد ترکیب کے ناجائز ہے لیکن آیات کے غیر توقیفی ہونے کا شبہ نہ کیا جاوے۔ آیات سب توقیفی ہیں اور آیات و اوقاف میں تلازم نہیں یعنی نہ ہر آیت پر وقف ہے جیسا کہ اس وقت بعض فرق مستحدثہ نے دعویٰ کیا ہے جس کے بطلان کی ایک مختصر کافی وشافی دلیل یہ ہے کہ سورۂ بروج میں **ذو العرش المجيد** میں دو قراءت ہیں دال کا ضمہ اور کسرہ اور دونوں قراءتیں متواتر ہیں تو اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت پر ہمیشہ وقف فرماتے ہوتے تو یہ دونوں قراءتیں کیسے ثابت ہوتیں اور محض احتمال پر تواتر کا دعویٰ ناجائز ہے پس صاف معلوم ہوا کہ آپ نے کبھی وقف کیا ہے اور کبھی نہیں کیا اور اس صورت میں کبھی ضمہ پڑھا ہے **علی انه صفة للمضاف** اور کبھی کسرہ پڑھا ہے **علی انه صفة للمضاف اليه** غرض ہر آیت پر وقف ثابت نہیں اور نہ ہر وقف پر آیت ہی ہے۔ پس اوقاف کی عدم توقیفیت سے آیات کی عدم توقیفیت لازم نہ آئی۔ اسی طرح آیات کی توقیفیت سے اوقات کی توقیفیت لازم نہیں۔ **هذا ما عندی والامر واسع فی ترکیب الآيتين ولكل وجهة هو موليها۔ وللناس فيما يعشقون مذاهب ۱۲ منه** (۲) **الضمير الی بدر بمعنی القمر الكامل باعتبار صنعة الاستخدام ای كانوا اربعة عشر ۱۲ منه۔**

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله** اسطرح قبول کی **اشار الی تعيين المشبه وهو العامل فی الكاف ای استجبنا دعاء ابراهيم فی قبول بناءه بجعله قبلة مستمرة كما استجبنا دعاءه فی بعثة هذا الرسول الذی هو صاحب تلك القبلة بارسالنا اياه ۱۲۔** ۲؎ **قوله** عظیم الشان **افاده تنوين الرسول ۱۲۔** ۳؎ **قوله** ان مذکورہ نعمتوں پر **لان محصله الترتيب المستفاد من الفاء۔** ۴؎ **قوله** عنایت سے **فاندفع الاشكال باستحالة النسيان عليه تعالىٰ وجه الدفع ظاهر لان انتفاء الذكر المقيد لا يستلزم انتفاء الذكر المطلق وانتفاء المطلق هو النسيان فلم يلزم النسيان ۱۲۔** ۵؎ **قوله** بدرجۂ اولیٰ **هكذا فی روح المعانی فلا حاجة الی ادخال الصلوٰة فی الصبر كما هو المشهور ۱۲۔** ۶؎ **قوله** ان کی نسبت **فاللام فيه كاللام فی قوله قال الذين كفروا للذين آمنوا لو كان خيرا ۱۲۔** ۷؎ **قوله** خاک خوردہ پایا ہو **الخ فاندفع بهذا الجواب نفی**

صاحب روح المعانی هذا الاثر من حرمة اجسادهم علی الارض الوارد به الاحادیث۱۲۔ ۸ قوله تعالیٰ کسی قدر مرارا الان العطف حکمه تکریر العامل ۱۲۔ ۹ قوله ایسے صابرین فاللام للعهد۱۲۔ ۱۰ قوله ہم تو مع مال واولاد اشار الی ان المتکلم مع الغیر شمل کل ما ههنا۱۲۔ ۱۱ قوله مالک حقیقی فلا یرد ان مع کوننا مالکین لبعض الاشیاء لا یجوز لنا ان نتصرف فیه کیف نشاء کقتل عبدنا مثلا۱۲۔ ۱۲ قوله خاص خاص الی قوله عام فلم یقع التکرار والقرینة علی حمل الاول علی خاص خاص حسب استعداد الصابرین والثانی علی العام جمع الصلوات ووحدة الرحمة ولم یغیر معنی الصلوٰة عن الرحمة کما علیه اکثر اهل اللغة ان اصل الصلوٰة الدعاء ومن الله الرحمة ولك ان تقول کما قال صاحب الکشاف ان الصلوٰة الحنود التعطف فوضعت موضع الرأفة وجمع بینهما وبین الرحمة کقوله تعالیٰ رافة ورحمة رؤف رحیم والمعنی علیهم رأفة بعد رأفة ورحمة ای رحمة آه قلت حاصله ان النظر فی الصلوات الی الکمیة وفی رحمة الی الکیفیة۱۲۔

الروایات: فی روح المعانی والآیة نزلت کما اخرجه ابن منده عن ابن عباسؓ فی شهداء بدر وکانوا عدة لیالیه ثمانیة من الانصار و ستة من المهاجرین۔

اللغات: واشکروا لی واشکرونی بمعنی ولی افصح۱۲ روح المعانی الشعور الاحساس ومشاعر الانسان حواسه واصله الشعر ومنه الشعار۱۲ بیضاوی۔

النحو: اموات ای هم اموات۱۲ بیضاوی۔ وبشر الصّٰبرین خطاب للنبی صلی الله علیه وسلم وهو من باب یوسف اعرض عن هذا واستغفری لذنبك والعطف علی جملة محذوفة مفهومة من قوله تعالیٰ ولنبلونکم الخ ای فاصبروا۱۲۔

البلاغة: فی روح المعانی فیکم متعلق بارسلنا وقدم علی المفعول الصریح تعجیلا بادخال السرور ولما فی صفاته من الطول وایثار صیغة المتکلم مع الغیر (فی ارسلنا) بعد التوحید (فی اتم) افتنان وجریان علی سنن الکبریاء واشارة الی عظمة نعمة هذا الارسال وهذا الرسول صلی الله علیه وسلم یتلوا صفة رسولا وفیه اشارة الیٰ طریق اثبات نبوته صلی الله علیه وسلم لان تلاوة الامی الآیات الخارجة عن طوق البشر باعتبار بلاغتها واشتمالها علی الاخبار بالمغیبات والمصالح التی ینتظم بها امر المعاد والمعاش اقوی دلیل علی نبوته آه۔ فاذکرونی واختتام هذا الکلام الذی امتد من قوله واذابتلی بما ختم به الکلام السابق علیه فی خطاب بنی اسرائیل المفتتح به ایضا من الامر بالذکر المراد به الشکر فیه من الحسن ما لا یخفی۱۲۔

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ۗ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ﴿۱۵۸﴾ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَآ أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ ۙ أُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُونَ ﴿۱۵۹﴾ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولٰٓئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿۱۶۰﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿۱۶۱﴾ خٰلِدِينَ فِيهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿۱۶۲﴾

تحقیقاً صفا اور مروہ منجملہ یادگار (دین) خداوندی ہیں سو جو شخص حج کرے بیت (اللہ) کا یا (اس کا) عمرہ کرے۔ اس پر ذرا بھی گناہ نہیں۔ ان دونوں کے درمیان آمد و رفت کرنے میں (جس کا نام سعی ہے) اور جو شخص خوشی سے کوئی امر خیر کرے حق تعالیٰ (اسکی بڑی) قدردانی کرتے ہیں (اور اس خیر کرنے والے کی نیت کا خلوص) خوب جانتے ہیں۔ جو لوگ اخفا کرتے ہیں ان مضامین کا جن کو ہم نے نازل کیا ہے جو کہ (اپنی ذات میں) واضح ہیں اور (دوسروں کو) ہادی ہیں۔ اس حالت کے بعد کہ ہم ان کو کتاب (الٰہی توراۃ وانجیل) میں عام لوگوں پر ظاہر کر چکے ہوں ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ بھی لعنت فرماتے ہیں اور دوسرے بہتیرے لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔ مگر جو لوگ توبہ کرلیں اور اصلاح کر دیں اور (ان مضامین کو) ظاہر کر دیں۔ تو ایسے لوگوں پر میں متوجہ ہوتا ہوں اور میری تو بکثرت عادت ہے تو بہ قبول کر لینا اور مہربانی فرمانا۔ البتہ جو لوگ (ان میں سے) اسلام نہ لائیں اور اسی حالت غیر اسلام پر مر جائیں ایسے لوگوں پر (وہ) لعنت (مذکورہ) اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور آدمیوں کی بھی سب

کی۔(ایسے طور پر برسا کریگی) کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کو اس (لعنت) میں رہینگے۔ان سے عذاب ہلکا نہ ہونے پائے گا اور نہ (داخل ہونے کے قبل) ان کو مہلت دی جائیگی ﴿﴾

تفسیر: ربط: ازالہ شبہ بر سعی صفا و مروہ: إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ (الی قولہ تعالی) فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ﴿﴾ (صفا و مروہ کی سعی میں کوئی شبہ نہ کرو کیونکہ) تحقیقاً صفا اور مروہ (اور ان کے درمیان میں سعی کرنا) منجملہ یادگارِ (دین) خداوندی ہیں سو جو شخص حج کرے بیت اللہ کا یا (اس کا) عمرہ کرے اس پر ذرا[1] بھی گناہ نہیں (ہوتا جیسا تم کو شبہ ہوگیا) ان دونوں کے درمیان (حسب قاعدۂ معلومہ) آمد و رفت کرنے میں (جس کا نام سعی ہے اور گناہ کیا بلکہ ثواب ہوتا ہے کیونکہ یہ سعی تو شرعاً امر خیر ہے) اور (ہمارے یہاں کا ضابطہ ہے کہ) جو شخص خوشی سے کوئی امر خیر کرے تو حق تعالیٰ (اس کی بڑی) قدر دانی[2] کرتے ہیں (اور اس خیر کرنے والے کی نیت و خلوص) خوب جانتے ہیں (پس اس ضابطہ کی رو سے سعی کرنے والے کو علی قدر الخلوص ثواب عنایت ہوگا۔

ف: حج اور عمرہ اور سعی کا طریقہ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے اور یہ سعی امام احمدؒ کے نزدیک سنت مستحبہ ہے اور مالکؒ و شافعیؒ کے نزدیک فرض ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک واجب ہے کہ ترک سے ایک بکری ذبح کرنا پڑتی ہے۔

ربط: اوپر بحث قبلہ کے ضمن میں صاحب قبلہ کی نبوت کے متعلق اہل کتاب کے کتمان حق کرنے کا مضمون مذکور تھا اس آیت میں: الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ (الی قولہ تعالی) لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ۔ آگے اس مضمون کی تمیم کے واسطے کتمان حق کرنے والوں کی اور اس پر اصرار کرنے والوں کی وعید اور توبہ کرنے پر معافی کا وعدہ ارشاد فرماتے ہیں۔

وعید کتمانِ حق و اصرار بر آں مع وعدہ عفو تائب: إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ (الی قولہ تعالی) وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿﴾ (جو لوگ اخفاء کرتے ہیں ان مضامین کا جن کو ہم نے نازل کیا ہے جو کہ[3] (اپنی ذات میں) واضح ہیں اور (دوسرے کے لئے) ہادی ہیں (اور اخفاء بھی) اس (حالت) کے بعد کہ ہم ان[4] (مضامین) کو کتاب (الٰہی توراۃ و انجیل) میں (نازل فرما کر) عام لوگوں پر ظاہر کر چکے ہوں ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ بھی لعنت فرماتے ہیں (کہ اپنی رحمت خاصہ سے ان کو بعید کر دیتے ہیں) اور (دوسرے بہتیرے[5]) لعنت کرنے والے بھی (جن کو اس فعل سے نفرت ہے) ان پر لعنت فرماتے ہیں (کہ ان پر بد دعا کرتے ہیں ہاں) مگر جو لوگ (ان اخفا کرنے والوں میں اپنی اس حرکت سے) توبہ (یعنی حق تعالیٰ کے روبرو گذشتہ سے معذرت) کرلیں اور جو کچھ ان کے اس فعل سے خرابی ہوگئی تھی آئندہ کے لئے اس کی اصلاح کریں اور (اس اصلاح کا طریقہ[6] یہ ہے کہ ان اخفا کئے ہوئے مضامین کو عام طور پر) ظاہر کر دیں (تا کہ سب کو اطلاع ہو جاوے اور ان پر بار اضلال نہ رہے اور اظہار معتبر عند الشرع یہ ہے کہ اسلام لے آویں[7] کیونکہ اسلام نہ لانے میں نبوۃ محمدیہ کے متعلق عوام پر بھی حق مخفی رہے گا وہ یہی سمجھیں گے کہ اگر نبوۃ حق ہوتی تو یہ کتاب جاننے والے لوگ کیوں نہ اعتقاد لاتے خلاصہ یہ کہ یہ لوگ مسلمان ہو جاویں) تو ایسے لوگوں (کے حال) پر میں (عنایت سے) متوجہ ہو جاتا ہوں (اور ان کی خطا معاف کر دیتا ہوں) اور میری تو بکثرت عادت ہے توبہ قبول کر لینا اور مہربانی فرمانا (کوئی توبہ کرنے والا ہونا چاہئے) البتہ جو لوگ (ان میں سے) اسلام نہ لاویں اور اسی حالت غیر اسلام پر مر جاویں ایسے لوگوں پر (وہ) لعنت (مذکورہ[8]) اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں اور آدمیوں کی بھی سب[9] کی (ایسے طور پر برسا[10] کرے گی کہ) وہ ہمیشہ ہمیشہ کو اسی (لعنت) میں رہیں گے (حاصل یہ کہ وہ جہنم میں ہمیشہ کے لئے داخل ہوں گے اور ہمیشہ کا جہنم میں رہنے والا ہمیشہ ہی خدا کی خاص رحمت سے دور بھی رہے گا اور ہمیشہ ملعون رہنا یہی ہے اور ہمیشگی لعنت کے ساتھ یہ بھی ہے کہ داخل ہونے کے بعد کسی وقت) ان (پر) سے (جہنم کا) عذاب ہلکا (بھی) نہ ہونے پاوے گا اور نہ (داخل ہونے کے قبل) ان کو (کسی میعاد تک) مہلت دی جاوے گی (کیونکہ میعاد اس وقت دی جاتی ہے جبکہ مقدمہ میں کچھ گنجائش ہو اور گنجائش نہ ہونے میں اول ہی پیشی میں حکم سزا ہو جاتا ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالی إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ الخ اس میں دلالت ہے اس شخص کی مذمت پر جو اپنے مریدوں کے سوا دوسروں سے سے علوم معاملہ کو چھپاوے کیونکہ یہ علوم ما انزل اللہ میں داخل ہیں البتہ علوم مکاشفہ کے چھپانے کا امر کیا جاوے گا کیونکہ وہ منزل نہیں (اور بعض اوقات اس کے اظہار میں فتنہ ہو جاتا ہے)۔ قولہ تعالی: لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿﴾ اس میں اصل ہے مراقبہ کی (کیونکہ یہ استدلال بالمصنوعات علی الصانع تامل پر موقوف ہے)۔

ملحقات الترجمۃ: [1] **قولہ** ذرا افادہ لا التی لنفی الجنس ۱۲۔ [2] **قولہ** قدر دانی کرتے ہیں حملا لاسم الفاعل علی الحال ۱۲۔ [3] **قولہ** جو کہ اپنی ذات میں الخ اشار الی الفرق بین البینات والھدی بان الاول صفۃ للکتاب باعتبار نفسہ والثانی باعتبار غیرہ من المکلفین ولما کان الدلائل الواضحۃ طریقا الی الھدی والمقصود یکون واحدا وان تعدد الطرق استحسن وعدۃ الھدی وجمع البینات وبقولہ جو اشار الی کون من بیانیۃ وبقولہ ہادی اشار الی ان المصدر بمعنی اسم الفاعل ۱۲۔ [4] **قولہ** ان مضامین ترجم ضمیر الواحد فی انزلناہ بالجمع نظرا الی معنی ما ۱۲۔ [5] **قولہ** بہتیرے اشارۃ الی کون الاستغراق عرفیا ۱۲۔ [6] **قولہ** طریقہ یہ ہے اشارۃ

الی کون العطف تفسیریا ۱۲۔ ے قولہ اسلام لے آویں والقرینة علیه مقابلته بقوله کفروا فیما بعد مع قیام الدلائل الشرعیة علیه۱۲۔
۸ قولہ مذکورہ حملا للاضافة علی العهد۱۲۔ ۹ قولہ سب کی لکون اجمعین مفیدا للجموع لا شاملا لافرادهما وهذا المجموع هو المراد بقوله اللاعنون ومحصل الکلام ان اجمعین لا یراد به کل انسان انسان وکل ملك ملك لان کلهم لا یلعن قال بعض الملٰئکة لا شغل لهم بهم وبعض الانسان هم امثال الملعونین لا انکار لهم علیهم بل المراد مجموع اللاعنین من الفریقین۱۲ منه۔
۱۰ قولہ ایسے طور پر راعی فیه کونه حالا۱۲۔ ۱۱ قولہ برسا کرے گی حملا للجملة الاسمیة علی الثبات والدوام۔ ۱۲ قولہ جہنم کا عذاب لکون اللام للعهد والمعهود هو المدلول بقوله لعنة الله فان اللعنة ملزومة للعذاب۱۲۔

الرِّوَایَاتُ: فی لباب النقول عن البخاری قال عاصم بن سلیمان سألت انسا عن الصفا والمروة قال کنا نری انهما من امر الجاهلیة فلما جاء الاسلام امسکنا عنهما فانزل الله تعالٰی ان الصفا والمروة وعن البخاری فی حدیث طویل عن عائشة ان الانصار قبل ان یسلموا کانوا یهلون لمناة الطاغیة وکان من اهل لها یتحرج ان یطوف بین الصفا والمروة فسألوا عن ذلك رسول الله صلی الله علیه وسلم فقالوا یارسول الله انا کنا نتحرج الی قوله فانزل الله تعالٰی آه قلت واشرت فی تقریر الربط الی کلا الوجهین فافهم۱۲۔ فی لباب النقول اخرج ابن جریر وابن ابی حاتم من طریق سعید او عکرمة عن ابن عباس قال سأل معاذ بن جبل وسعد بن معاذ وخارجة بن زید نفرا من احبار یهود عن بعض ما فی التوراة فکتموهم ایاه وابوا ان یخبروهم فانزل الله فیهم ان الذین یکتمون الأیة۱۲۔

الفقه: استدل احمد علی الندب بنفی الجناح والمتبادر منه عدم اللزوم وعلم کونه مندوبا لقوله شعائر الله والجواب ان فائدة هذا العنوان نفی ظنهم الجناح فیه وعلم وجوبه بدلیل آخر کما اخرج الطبرانی عن ابن عباس قال سئل رسول الله ﷺ فقال ان الله تعالٰی کتب علیکم السعی فاسعوا غیر ان الشافعی ومالکا حملاه علی الرکنیة وابو حنیفة لظنیة سنده حمله علی الوجوب۱۲ من روح المعانی۔

اَلنَّحْوُ: قوله تطوع خیرا قال البیضاوی خیرا نصب علی انه صفة مصدر محذوف او بحذف الجار وایصال الفعل الیه او بتعدیة الفعل لتضمنه معنی اتی او فعل۱۲۔

ع ۱۹
وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۳﴾ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ﴿۱۶۵﴾

اور (ایسا معبود) جو تم سب کا معبود بننے کا مستحق ہے وہ تو ایک ہی معبود (حقیقی) ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں (وہی) رحمٰن اور رحیم ہے۔ بلاشبہ آسمانوں کے اور زمینوں کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے میں اور جہازوں میں جو کہ سمندر میں چلتے ہیں آدمیوں کے نفع کی چیزیں (اور اسباب) لے کر اور (بارش کے) پانی میں جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے برسایا پھر اس سے زمین کو تر و تازہ کیا اس کے خشک ہوئے پیچھے اور ہر قسم کے حیوانات اس میں پھیلا دیے اور ہواؤں کے بدلنے میں اور ابر میں جو زمین و آسمان کے درمیان (مقید اور معلق) رہتا ہے۔ دلائل (توحید کے موجود) میں ان لوگوں کے لئے جو عقل (سلیم) رکھتے ہیں اور ایک آدمی وہ ہیں جو علاوہ خدا تعالیٰ کے اوروں کو بھی شریک (خدائی) قرار دیتے ہیں۔ ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ سے (رکھنا) ضروری ہے اور جو مؤمن ہیں ان کو (صرف) اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہایت قوی محبت ہے اور کیا خوب ہوتا اگر یہ ظالم (مشرکین) جب (دنیا میں) کسی مصیبت کو دیکھتے تو اس کے وقوع میں غور کر کے یہ سمجھ لیا کرتے کہ سب قوت حق تعالیٰ ہی کو ہے اور یہ (سمجھ لیا کرتے) کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب (آخرت میں اور بھی) سخت ہوگا۞

تفسیر ربط: (آیت بالا میں کتمان حق پر جو وعید مذکور ہوئی ہر چند کہ ہر امر حق کے باب میں لفظاً عام ہے لیکن بقرینہ جملہ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ

اَبْنَآءَ هُمْ اس کی مذکورہ تفسیر کے اعتبار سے باقتضائے خصوصیت مقام زیادہ (مقصود بالنظر مسئلہ رسالت محمدیہ علی صاحبها الف الف سلام و تحیه) ہے پس اس لحاظ سے آیت بالا میں اثبات ہوا مسئلہ رسالت کا چونکہ اعتقاد توحید و اعتقاد رسالت دونوں اعتبار شرع میں متلازم ہیں اسلئے آیت آئندہ میں مسئلہ توحید کی تقریر فرمائی جاتی ہے۔

تقریر توحید: وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۳﴾ اور (ایسا معبود) جو تم سب کے معبود بننے کا مستحق ہے وہ تو ایک ہی معبود (حقیقی) ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں (وہی) رحمٰن ہے رحیم ہے (اور کوئی ان صفات میں کامل نہیں اور بدون کمال صفات معبودیت کا استحقاق باطل پس بجز معبودِ حقیقی کے کوئی اور مستحق عبادت نہ ہوا۔

ربط: مشرکین عرب نے جو یہ آیت: وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ اپنے عقیدہ کے خلاف سنی تو تعجب سے کہنے لگے کہ کہیں سارے جہان کا ایک معبود بھی ہوسکتا ہے اور اگر یہ دعویٰ صحیح ہے تو کوئی دلیل پیش کرنا چاہئے حق تعالیٰ آگے دلیل توحید فرماتے ہیں۔

دلیل توحید: اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الی قوله تعالی) لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ بلاشبہ آسمانوں کے اور زمین کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے میں اور جہازوں (کے چلنے) میں جو کہ سمندر میں چلتے ہیں آدمیوں کے نفع کی چیزیں (اور اسباب) لے کر اور (بارش کے) پانی میں جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے برسایا پھر اس (پانی) سے زمین کو تروتازہ کیا اس کے خشک ہوئے پیچھے (یعنی اس میں نباتات پیدا کئے) اور (ان نباتات سے) ہر قسم کے حیوانات اس (زمین) میں پھیلا دیئے (کیونکہ حیوانات کی زندگی اور توالد وتناسل اسی غذائے نباتی کی بدولت ہے) اور ہواؤں کی (سمتیں اور کیفیتیں) بدلنے میں کہ کبھی پروا ہے کبھی پچھوا کبھی گرم ہے کبھی سرد) اور ابر (کے وجود) میں جو زمین وآسمان کے درمیان مقید (اور معلق) رہتا ہے (ان تمام چیزوں میں) دلائل (توحید کے موجود) ہیں ان لوگوں کے (استدلال کے) لئے جو عقل (سلیم) رکھتے ہیں۔ **ف**: تقریر دلیل عقلی توحید: اس استدلال عقلی کا مختصر طریق یہ ہے کہ یہ اشیائے مذکورہ سب ممکن الوجود ہیں بعض تو بداہۃً بسبب مشاہدۂ وجود بعد العدم یا تغیر وتبدل احوال کے اور بعض بدلیل ترکیب من الاجزاء یا افتقار بعض الی البعض کے اور ممکن بوجہ تساوی الوجود والعدم ہونے کے محتاج ہوتا ہے کسی مرجح کا وہ مرجح اگر ممکن ہے تو اس میں پھر یہی کلام ہوگا تو قطع تسلسل محال کے لئے انتہاء واجب ہے کسی واجب الوجود کی طرف یہ تو دلیل ہے وجود صانع کی آگے رہا اس کا واحد ہونا سو اس کی تقریر یہ ہے کہ اگر نعوذ باللہ متعدد مثلاً دو فرض کئے جاویں تو ان میں سے کسی کا عاجز ہونا ممکن ہے یا دونوں کا قادر ہونا ضرور ہے شق اول محال ہے کیونکہ عجز منافی ہے وجوب وجودِ کے اور شق ثانی پر اگر ان میں سے ایک نے کسی امر کا مثلاً ایجادِ زید کا ارادہ کیا تو دوسرا اسکے خلاف کا ارادہ کرسکتا ہے یا نہیں اگر نہیں کرسکتا تو اس کا عجز لازم آوے گا جو منافی وجوب وجود کے ہے اور اگر کرسکتا ہے تو اس پر ترتب مراد کا ضروری ہے یا نہیں اگر ضرور نہیں تو تخلف مراد کا ارادہ قادرِ مطلق سے لازم آوے گا جو کہ محال ہے اور اگر ضروری ہے تو دو مختلف مرادوں کا اجتماع لازم آوے گا کیونکہ ایک واجب کے ارادہ پر ایک مراد مرتب ہوا دوسرے واجب کے ارادہ پر دوسرا امر اداس مراد اول کی ضد مرتب ہوا تو اجتماع ضدین لازم آیا اور وہ محال اور مستلزم محال کو محال ہے تو تعدد واجب کا محال ہے پس وحدت واجب ہے اور یہی مطلوب تھا خوب سمجھ لو۔

ف: عقلی شدن اصول اسلام: اسلام کے اصول یعنی توحید ورسالت مسائل عقلی ہیں جیسا آیت میں يَّعْقِلُوْنَ اس طرف اشارہ ہے اور فروع کا عقلی ہونا ضرور نہیں البتہ کسی دلیل عقلی قطعی کے خلاف نہ ہونا ضرور ہے افسوس ہے آج کل نوخیز طبائع ان دونوں کو مخلوط کر کے عجب چکر میں پڑ جاتے ہیں جس کا اخیر انجام بددینی ہے خوب سمجھ لو۔

ف: وجود آسمان و غلطی منکرین: آسمانوں کا وجود ثابت ہے اور نفی کی دلیل کسی کے پاس نہیں ہاں یہ ممکن ہے کہ نظام طلوع وغروب میں آسمان کو دخل نہ ہو لیکن اس سے نفی وجود کی لازم نہیں آتی۔

ربط: اوپر کی آیات میں توحید کا اثبات تھا آگے مشرکین کی غلطی اور وعید کا بیان فرماتے ہیں۔

ذم مشرکین: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ (الی قوله تعالی) وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ﴿۱۶۵﴾ اور ایک آدمی وہ بھی ہیں جو علاوہ خدا تعالیٰ کے اوروں کو بھی شریک (خدائی) قرار دیتے ہیں (اور ان کو اپنا کارساز سمجھتے ہیں اور) ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ سے (رکھنا) ضروری ہے (یہ حالت تو مشرکین کی ہے) اور جو مومن ہیں ان کو (صرف) اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہایت قوی محبت ہے کیونکہ اگر کسی مشرک کو یہ ثابت ہو جاوے کہ میرے معبود سے مجھ پر کوئی ضرر پڑے گا تو فوراً محبت منقطع ہو جاوے اور مومن باوجود اس کے کہ نافع وضار حق تعالیٰ ہی کو اعتقاد کرتا ہے لیکن پھر بھی محبت ورضا اس کی باقی رہتی ہے نیز اکثر مشرکین مصیبت شدیدہ کے وقت اپنے شرکاء کو چھوڑ دیتے تھے اور مومنین من حیث الایمان مصیبت میں بھی خدا کو نہ چھوڑتے تھے اور محاورات میں ایسے قضایا باعتبار حالت غالبہ کے بھی صادق ہوتے ہیں) اور کیا خوب ہوتا اگر یہ ظالم (مشرکین) جب (دنیا میں) کسی مصیبت کو

دیکھتے تو (اس کے وقوع میں غور کرکے) یہ سمجھ لیا کرتے کہ سب قوت حق تعالیٰ ہی کو ہے (اور دوسرے سب اس کے سامنے عاجز ہیں چنانچہ اس مصیبت کو نہ کوئی روک سکا نہ ٹال سکا اور نہ ایسے وقت میں اور کوئی یاد رہا) اور (اس مصیبت کی شدت میں غور کرکے) یہ (سمجھ لیا کرتے) کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب (آخرت میں دارالجزاء ہے اور بھی) سخت ہوگا (تو اس طرح غور کرنے سے تراشیدہ معبودوں کا عجز اور حق تعالیٰ کی قدرت وعظمت منکشف ہوکر توحید وایمان اختیار کر لیتے)

ف : غور کرنے کے واسطے جو مصیبت کا وقت ذکر میں خاص کیا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسے ہی وقت میں غیر اللہ کو چھوڑ کر خدا تعالیٰ کی طرف رجوع ہو جاتے تھے اس لئے اس وقت کو یاد دلا کر متنبہ فرماتے ہیں کہ جیسے اس وقت کسی قدر رو براہ ہو جاتے ہو اگر قدرے نظر صحیح سے کام لو تو اس وقت ضرور توحید کا حق ہونا منکشف ہو جاوے اور توحید پر ثبات نصیب ہو۔

تَرْجَمَۃُ مَسَائِلِ السُّلُوْکِ : قولہ تعالیٰ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ط اس میں اصل ہے اس کی کہ شرکت فی المحبت پر اطلاق شرک کا کردیتے ہیں قولہ تعالیٰ : وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ۔ اس میں دلالت ہے کہ مطلق محبت غیر اللہ کی محبت الٰہیہ کی منافی نہیں (جیسا کہ لفظ اشد سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی درجہ میں دوسرے کی بھی محبت ہے)۔

مُلْحَقَاتُ التَّرْجَمَۃِ : ۱؎ **قوله** تم سب کے معبود بننے کا مستحق قال البيضاوى خطاب عام اى المستحق منكم العبادة واحد الخ قال عبدالحكيم اشارة الى توجيه الحكم بالوحدة مع تعدد الآلهة۱۲۔ ۲؎ **قوله** اور کوئی ان صفات میں الخ اخذا من البيضاوى قال الرحمٰن الرحيم كالحجة عليها۱۲۔ ۳؎ **قوله** تروتازہ کیا حملا على المجاز۱۲۔ ۴؎ **قوله** جیسی محبت اللہ سے ضروری ہے فمعنى حب الله الحب الذى يجب ان يحصل كما قالوا فى قوله تعالىٰ الذين اتخذوا دينهم لهوا اى الدين الذى كان يجب ان يكونوا عليه وهذا التشبيه باعتبار حالة النفع لانهم كانوا لا يذكرون الله فى النفع فلا يرد ان الحب الذى يجب حصوله هو ما ذكر فى تفسير الاشدية من الرضاء فى الشدائد ايضا ولم يكونوا محبين الانداد بهذه المثابة فكيف شبه محبتهم للانداد بالحب الذى يجب حصوله وجه عدم الورود ان المشبه به ليس مطلق الحب الواجب بل الحب الواجب فى حالة النفع خاصة فكان المعنى ان المشركين يحبون اندادهم فى حالة النفع كما يجب ان يحبوا الله تعالىٰ فى هذه الحالة واما حالة الضر فليس فيهم حب لهم وانما هو للمؤمنين خاصة فافهم وامعن ۱۲۔ ۵؎ **قوله** کیا خوب ہوتا حملا لكلمة لو على التمنى الكثير الاستعمال هكذا فسره استاذى رحمه الله تعالىٰ فلا حاجة الى تقدير فافهم۱۲۔ ۶؎ **قوله** دنیا میں به فسره مولانا عبدالعزيزؒ كما فى قوله ولنذيقنهم من العذاب الادنىٰ دون العذاب الاكبر وفى قوله وما كان الله ليعذبهم الآية فيكون يرون اعم من البصرية ويكون يرى قلبية فافهم۱۲۔ ۷؎ **قوله** کسی مصیبت حملا للام على الجنس۱۲۔

اَلرِّوَايَاتُ : فى لباب النقول اخرج سعيد بن منصور فى سننه والفريابى فى تفسيره والبيهقى فى شعب الايمان عن ابى الضحى قال لمانزلت والٰهكم اله واحد لآ اله الا هو الرحمٰن الرحيم تعجب المشركون وقالوا الٰها واحدا لئن كان صادقا فليأتنا بآية فانزل الله ان فى خلق السمٰوٰت والارض الى قوله يعقلون ثم اورد له شاهدين عن ابن ابى حاتم وابى الشيخ وابن مردويه۱۲۔

اَلنَّحْوُ : ولو يرى الذين ظلموا فى قراء ة ولو ترى بالفوقانية اى تبصر يا محمد الذين ظلموا مفعول اذ يرون بالبناء للفاعل والمفعول يبصرون العذاب لرأيت امرا عظيما واذ بمعنى اذا ان اى لان القوة الخ۱۲ من الجلالين وقرأ يعقوب ان بالكسر على الاستيناف او اضمار القول اى قائلين ذلك۱۲۔

اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ﴿۱۶۷﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖؗ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۶۸﴾ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

ع ۲۰

جب کہ وہ لوگ جن کے کہنے پر دوسرے چلتے تھے ان لوگوں سے صاف الگ ہو جائیں جیسا کہ جو ان کے کہنے پر چلتے تھے اور سب عذاب کا مشاہدہ کر لیں گے اور باہم ان

میں جو تعلقات تھے اس وقت سب قطع ہو جائیں گے اور یہ تابع لوگ یوں کہنے لگیں گے کسی طرح ہم سب کو ذرا ایک دفعہ (دنیا میں) جانا مل جائے تو ہم بھی ان سے صاف الگ ہو جائیں کہ یہ ہم سے صاف الگ ہو بیٹھے۔ اللہ تعالیٰ یوں ہی ان کی بداعمالیوں کو خالی ارمان کر کے ان کو دکھلا دیں گے اور ان کو دوزخ سے نکلنا کبھی نصیب نہ ہوگا۔ اے لوگو جو چیزیں زمین میں موجود ہیں ان میں سے (شرعی) حلال پاک چیزوں کو کھاؤ (برتو) اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو فی الواقع وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔ وہ تو تم کو انہیں باتوں کی تعلیم کرے گا جو کہ شرعاً بری اور گندی ہیں اور یہ (بھی تعلیم کرے گا) کہ اللہ کے ذمہ وہ باتیں لگاؤ کہ جس کی تم سند بھی نہیں رکھتے۔ ۞

تفسیر ربط: اوپر عذاب آخرت کو سخت فرمایا ہے آگے اس سختی کی کیفیت کا بیان فرماتے ہیں۔

شدت عذاب آخرت: اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا (الی قولہ تعالیٰ) وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ۟ (وہ سختی عذاب کی اس وقت معلوم ہوگی) جب کہ (ان مشرکین میں سے) وہ (ذی اثر) لوگ جن کے کہنے پر دوسرے (عوام) چلتے تھے ان (عام) لوگوں سے صاف الگ ہو جاوینگے جو ان کے کہنے پر چلتے تھے اور سب (خواص وعوام) عذاب کا مشاہدہ کر لیں گے اور باہم ان میں جو تعلقات تھے (کہ ایک تابع تھا دوسرا متبوع تھا وغیرہ وغیرہ) اس وقت سب قطع ہو جاوینگے (جیسے دنیا میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ جرم میں سب شریک ومتفق ہوتے ہیں اور تنقیح مقدمہ کے وقت سب الگ الگ بچنا چاہتے ہیں حتیٰ کہ باہم گر شناخت تک کے منکر ہو جاتے ہیں) اور (جب) یہ تابع لوگ (ان معبودوں کی یہ طوطا چشمی دیکھیں گے تو بڑے جھنجھلاویں گے اور تو کچھ ہو نہ سکے گا مگر جھلا کر) یوں کہنے لگیں گے کسی طرح ہم سب کو (دنیا میں بس) ذرا ایک دفعہ جانا مل جاوے تو ہم بھی ان سے (اتنا بدلہ تو لے لیں کہ اگر یہ پھر ہم کو اپنے تابع ہونے کی ترغیب دیں تو ہم بھی ان سے) صاف (ٹکا سا جواب دیکر) الگ ہو جاویں جیسا یہ ہم سے (اس وقت) صاف الگ ہو بیٹھے (اور کہہ دیں کہ جناب آپ وہی ہیں کہ عین موقع پر دیدہ شوئی کی تھی اب ہم سے کیا غرض حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان تجویزوں اور سوچ بچاروں سے کیا ہاتھ آوے گا فقط) اللہ تعالیٰ یوں ہی ان کی بداعمالیوں کی خالی ارمان (کے پیرایہ میں) کر کے انکو دکھلا دیں گے اور ان (تابعین ومتبوعین سب) کو دوزخ سے نکلنا کبھی نصیب نہ ہوگا (کیونکہ شرک کی سزا خلود فی النار ہے) **ف** : اس عذاب میں کئی طرح کی شدت ثابت ہوئی اول عذاب دوزخ کا خود حساً شدید ہے دوسرے ان متبوعین کے خشک جواب دیدینے سے اور اس وقت تابعین کو بجز غیظ وغضب اور تمنا سے انتقام کے کچھ بن نہ پڑنے کی وجہ سے اور بالاشتراک سب پر حسرت واقع ہونے سے جو کہ روحانی عذاب ہے اس عذاب حسی میں معنوی شدت اور بڑھ گئی۔

ربط: اوپر اہل شرک کے عقیدہ کا بطلان تھا آگے اہل شرک کے بعض اعمال کا بطلان ہے جیسے سانڈ کی تعظیم وغیرہ۔

ابطال تعظیم سوائب: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ (الی قولہ تعالیٰ) اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (بعض مشرکین بتوں کے نام پر جانور چھوڑتے تھے اور ان سے منتفع ہونے کو باعتقاد ان کی تعظیم کے حرام سمجھتے تھے اور اپنے اس فعل کو حکم الٰہی اور موجب رضاء حق و وسیلہ تقرب الی اللہ بواسطہ شفاعت ان بتوں کے سمجھتے تھے حق تعالیٰ اس باب میں خطاب فرماتے ہیں کہ) اے لوگو جو چیزیں زمین میں موجود ہیں ان میں سے (شرعی) حلال پاک چیزوں (کی نسبت اجازت ہے کہ ان) کو کھاؤ (برتو) اور (اس نامزد کرنے سے ان کی تحریم کا ارتکاب کر کے یا تحریم بطریق تعظیم کو حکم حق اور موجب قرب ورضائے حق الٰہی اعتقاد کر کے) شیطان کے قدم بقدم مت چلو فی الواقع وہ (شیطان) تمہارا صریح دشمن ہے (کہ ایسے خیالات وجہالات سے تم کو خسران ابدی میں گرفتار کر رکھا ہے اور دشمن ہونے کی وجہ سے) وہ تو تم کو ان ہی باتوں کی تعلیم کرے گا جو کہ (شرعاً) بری اور گندی ہیں اور یہ (بھی تعلیم کرے گا) کہ اللہ کے ذمہ وہ باتیں لگاؤ جس کی تم سند بھی نہیں رکھتے (مثلاً یہی کہ ہم کو خدا تعالیٰ کا اسی طرح حکم ہے۔ **ف** : سانڈ وغیرہ جو بتوں کے نام چھوڑ دیئے جاتے ہیں یا اور کوئی جانور بکرا، مرغا وغیرہ کسی بزرگ یا اور کسی غیر اللہ کے نامزد کر دیا جاتا ہے اس کا حرام ہونا ابھی چار آیتوں کے بعد مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ میں آتا ہے اس آیت يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ میں ایسے جانور کے حرام ہونے کی نفی کرنا منظور نہیں جیسا بعضوں کو شبہ ہو گیا ہے بلکہ اس آیت میں ایک خاص طور پر حرام کرنے کی نہی کرنا مقصود ہے یعنی تم جو ایسا فعل کرتے ہو جس سے حرمت ہو جائے یا اس تحریم سے غیر اللہ کی تعظیم کرتے ہو اور اس عمل کو موجب برکت وتقرب سمجھتے ہو اور اس سے منتفع ہونے کو موجب بے ادبی سمجھتے ہو پھر اس تحریم کو غیر قابل رفع یعنی مؤبد جانتے ہو یہ سب ممنوع اور منہی عنہ ہے پس نہ ایسے فعل کا جسے خود سانڈ وغیرہ بتوں کے نام چھوڑنا یا کسی اور غیر اللہ کے نامزد کرنا ارتکاب کرو بلکہ اس کے حال پر رکھ کر کھاؤ پیو اور نہ اس کو مشروع سمجھو اور اگر ایسی حرکت جہالت سے ہو جائے تو ایمان وتوبہ وصلاح نیت سے اس تحریم کو مرتفع سمجھو اور ظاہر ہے (کہ تحریم للکرامۃ) سے نہیں اور (تحریم للنجاسۃ) کے اثبات میں کچھ تعارض نہیں احقر نے تفسیر کی جو تقریر کی ہے اسمیں بھی اس کو صاف کر دیا ہے اور ہم نے جو حلال اور گندی چیزوں میں شرعاً کی قید لگا دی ہے اس سے کسی کو قیاس دوڑانے کی گنجائش نہیں رہی۔

ربط: آیت گذشتہ میں بطلان طریق مشرکین کا بیان تھا آگے بطلان اس طریقہ کے برہان کا بیان ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ اس میں بعض تفاسیر کی بناء پر اصل ہے اس کی کہ تمثیل اعمال کے قائل ہوئے ہیں۔

قولہ تعالیٰ : كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ اس میں ابطال ہے غلوفی المجاہدہ کا۔

الحواشی : (۱) وانظر ما في ملحقات الترجمة لقوله تعالى ما جعل الله من بحيرة الآية من سورة المائدة ۱۲منه۔

ملحقات الترجمۃ : ۱ قوله کسی طرح ہی كلمة موضوعة في لساننا للتمني ۱۲۔ ۲ قوله بھی افاده الباء في خبر ما ۱۲۔ ۳ قوله اجازت ہے حملا للامر على الاباحة لان المقصود النهي عن التحريم وادنى ما يرفعه الا باحة ۱۲۔ ۴ قوله قدم بقدم راعى فيه كون الخطوات جمعا لاعلى ان المراد بالقدمين المذكورين في قوله قدم بقدم هما قدما الشيطان بل على ان هذه الكلمة لاتطلق الا فيما تكرر قدم المتبوع ۱۲۔ ۵ قوله فی الواقع هذه الكلمة مستعملة في لساننا بمعنى التحقيق ۱۲۔ ۶ قوله مثلاً یہی الخ لقوله تعالى واذا فعلوا فاحشة قالوا وجدنا عليها آباء ناوالله امرنا بها ۱۲۔ ۷ قوله في ف تم جوایسا فعل کرتے ہو فالتحريم يستعمل تارة بمعنى مباشرة امر يوجب الحرمة كما في قوله لم تحرم ما احل الله لك وتارة يستعمل بمعنى اعتقاد الحرمة كما في قوله تعالى ولا يحرمون ما حرم الله ورسوله فالمراد ههنا ان كان المعنى الاول فلا اشكال ولا يعارض التحريم المستفاد من قوله تعالى وما اهل به لغير الله وان كان الثاني فيخصص باعتقاد الحرمة الخاصة التي منشأها التعظيم فلا ينافي اعتقاد الحرمة التي منشأها الاهانة والنجاسة فافهم فان المقام مزلة الاقدام ۱۲۔ ۸ قوله گنجائش نہیں رہی لان الحلة والحرمة شرعيان ۱۲۔

الروایات : في روح المعاني نزلت في المشركين الذين حرموا على انفسهم البحيرة والسائبة والوصيلة والحام كما ذكره ابن جرير وابن عباسؓ ۱۲۔

الکلام : قوله تعالى وما هم بخارجين دل تقديم المسند اليه على معنى الفعل متصلا بحرف النفي على تخصيص النفي بالمسند اليه واثباته لغيره على خروج العصاة من النار كما صرحوا في ما انت قلت كذا قال مولانا عبدالعزيز ۱۲۔

الفقه : استدل بقوله اعمالهم كون الكفار مخاطبين بالفروع واجيب بتخصيص الاعمال بالشركية والكفرية۔

اللغات : حلالا طيبا يستطيبه الشرع ۱۲ بيضاوى فهو توضيح للحلال ۱۲ عصام۔ خطوات وهو ما بين قدمي الخاطي ۱۲ بيضاوى۔ ثم استعمل في الاقتداء وان لم يكن ثمه خطوة ۱۲ حاشيه السوء والفحشاء ما انكره العقل واستقبحه الشرع والعطف لاختلاف الوصفين فانه سوء لاغتمام العاقل به وفحشاء لاستقباحه اياه ۱۲ بيضاوى۔

البلاغۃ : يأمركم استعير الامر لتزيينه وبعثه لهم على الشر ۱۲ بيضاوى۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ۗ أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ﴿١٧٠﴾ وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً ۚ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿١٧١﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ﴿١٧٢﴾ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ ۖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٧٣﴾

اور جب کوئی ان (مشرک) لوگوں سے کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حکم بھیجا ہے اس پر چلو تو کہتے ہیں کہ (نہیں) بلکہ ہم تو اسی (طریقہ) پر چلیں گے جن پر اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ کیا اگر چہ ان کے باپ دادا (دین کی) نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں اور نہ کسی آسمانی کتاب کی ہدایت رکھتے ہوں اور ان کافروں کی کیفیت (نافہمی میں) اس (جانور کی) کیفیت کے مثل ہے کہ ایک شخص ہے وہ ایسے جانور کے پیچھے چلا رہا ہے جو بجز بلانے اور پکارنے کے کوئی بات نہیں سنتا اسی طرح کفار بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں سو سمجھتے کچھ نہیں۔ اے ایمان والو جو (شرع کی رو سے) پاک چیزیں ہم نے تم کو مرحمت فرمائی ہیں۔ ان میں سے (جو چاہو) کھاؤ (برتو) اور حق تعالیٰ کی شکر گزاری کرو۔ اگر تم خاص انکے ساتھ غلامی کا تعلق رکھتے ہو۔ اللہ نے تو تم پر صرف حرام کیا ہے مردار کو اور خون کو (جو بہتا ہو) اور خنزیر کے گوشت کو (اسی طرح کے سب اجزاء کو بھی) اور ایسے جانور کو جو (بقصد تقرب) غیر اللہ کیلئے نامزد کر دیا ہو۔ پھر بھی جو شخص (بھوک سے بہت ہی) بے تاب ہو جائے بشرطیکہ نہ تو طالب لذت ہو اور نہ قدر حاجت سے تجاوز کرنے والا ہو تو اس شخص پر کچھ گناہ نہیں ہوتا۔ واقعی اللہ تعالیٰ ہے بڑا غفور و رحیم۔

تفسیر ربط: بطلانِ دلیل مشرکین: وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ (الی قولہ تعالٰی) وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ۞ اور جب کوئی ان (مشرک) لوگوں سے کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حکم (اپنے پیغمبر کے پاس) بھیجا ہے اس پر چلو تو (جواب میں) کہتے ہیں (کہ نہیں) بلکہ ہم تو اسی (طریقہ) پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے (کیونکہ وہ لوگ اس طریقہ کے اختیار کرنے میں امور من اللہ تھے حق تعالیٰ ان پر رد فرماتے ہیں کہ) کیا (ہر حالت میں یہ لوگ اپنے باپ دادا ہی کے طریقہ پر چلیں گے) اگر چہ ان کے باپ دادا (دین کی) نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں اور نہ کسی (آسمانی کتاب کی) ہدایت رکھتے ہوں۔

ف: مطلب یہ کہ خود وہ باپ دادا ہی متمسک بامر اللہ نہ تھے اور تمسک کی دو صورتیں ہوتی ہیں صریح لفظ کتاب سے جس کو ہدایت سے تعبیر فرمایا اور علت حکم کتاب سے بواسطہ قیاس کے جس کو عقل سے تعبیر فرمایا سو وہ دونوں سے عاری تھے پس ایسے شخص کی تقلید کی کیا گنجائش ہے اور پھر تقلید بھی محل سکوت عنہ میں نہیں بلکہ مورد دلیل میں اور خلاف دلیل کے اور اس سے یہ بھی مفہوم ہو گیا کہ اگر کسی بزرگ کی نسبت دلیل صحیح معتبر سے یہ ثابت ہو جاوے کہ اس کا قول مستند (الی الدلیل الشرعی) ہوتا ہے خواہ وہ دلیل شرعی نص ہو یا قیاس وہ شخص شرعاً اتباع اور تقلید کے قابل ہوتا ہے جب تک کہ اس کے قول کا کسی دلیل صحیح صریح سے معارض ہونا ثابت نہ ہو جاوے پس تقلید ائمہ مجتہدین کی مذمت میں اس آیت کو پڑھ دینا محض بے محل ہے بلکہ اس سے تو اور اس تقلید مجتہدین فی الدین کی تائید اور تقویت ہوتی ہے جیسا ابھی تقریر کر چکا ہوں۔

ربط: اوپر ان مشرکین کی بدفہمی کا بیان تھا جو منشاء ہے حق قبول نہ کرنے کا آگے اس بدفہمی کے باب میں ان کی ایک مثال مذکور ہوتی ہے۔

مثال سوءِ فہم مشرکین: وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ (الی قولہ تعالٰی) فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۞ اور ان کافروں کی کیفیت (نافہمی میں) اس (جانور) کی کیفیت کے مثل ہے (جس کا ذکر اس مثال میں کیا جاتا ہے) کہ ایک شخص ہے وہ ایسے (جانور) کے پیچھے چلا رہا ہے جو بجز بلانے اور پکارنے کے کوئی (پر مضمون) بات نہیں سنتا (اسی طرح) یہ کفار (بھی ظاہری بات چیت تو سنتے ہیں لیکن کام کی بات سے بالکل) بہرے ہیں (گویا سنا ہی نہیں) گونگے ہیں (کہ کبھی ایسی بات زبان ہی پر نہیں آتی) اندھے ہیں (کہ نفع نقصان نظر ہی نہیں آتا) سو جب سارے ہی حواس مختل ہیں تو) سمجھتے (سمجھاتے) کچھ نہیں۔

ربط: اوپر اکل طیبات کے امر میں مشرکین کی غلطی ظاہر فرمانے سے ان کی اصلاح مقصود تھی آگے اہل ایمان کو اس غلطی میں ان کفار کی موافقت کرنے سے ممانعت اور اس ضمن میں اسی امر سے اہل ایمان پر اپنا انعام ظاہر فرمانا اور اس انعام پر ان کو ادائے شکر کا حکم فرمانا مقصود ہے۔

اظہار نعمت بر مؤمنین مع حکم شکر: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۞ اے ایمان والو! (ہماری طرف سے تم کو اجازت ہے کہ) جو (شرع کی رو سے) پاک چیزیں ہم نے تم کو مرحمت فرمائی ہیں ان میں سے (جو چاہو) کھاؤ (برتو) اور (اس اجازت کے ساتھ یہ حکم ہے کہ) حق تعالیٰ کی شکر گذاری کرو (زبان سے بھی ہاتھ پاؤں سے خدمت واطاعت بجالا کر بھی اور دل سے ان نعمتوں کو منجانب اللہ سمجھ کر بھی) اگر تم خاص ان کے ساتھ غلامی کا تعلق رکھتے ہو (اور یہ تعلق ہونا مسلم اور ظاہر ہے پس وجوب شکر بھی ثابت ہے)

ربط: اوپر تو اس کا بیان تھا کہ حلال کو حرام مت کرو آگے یہ مذکور ہوتا ہے کہ حرام کو حلال مت سمجھو جیسا کہ مشرکین اس میں بھی مبتلا تھے چنانچہ میتہ ومذبوح باسم غیر اللہ وغیرہ کھایا کرتے تھے اور ان حرام چیزوں کے بیان کرنے سے مضمون مذکور کی بھی تائید مقصود ہے کہ دیکھو حرام یہ چیزیں ہیں اپنی طرف سے حلال چیزوں کو حرام مت کرو۔

ماکولاتِ محرمہ: اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ (الی قولہ تعالٰی) اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۞ اللہ تعالیٰ نے تو تم پر صرف (ان چیزوں کو) حرام کیا ہے (اور ان چیزوں کو حرام نہیں کیا جن کو تم اپنی طرف سے حرام کر رہے ہو جیسا گذر الیعنی) مردار (جانور) کو (جو باوجود واجب الذبح ہونے کے بلا ذبح شرعی مر جاوے) اور خون کو (جو بہتا ہو) اور خنزیر کے گوشت کو (اسی طرح اس کے سب اجزاء کو بھی) اور ایسے جانور کو جو (بقصد تقرب) غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو (ان سب کو بیشک حرام کیا ہے) پھر بھی (اس میں اتنی آسانی رکھی ہے کہ) جو شخص (بھوک سے بہت ہی بیتاب ہو جاوے بشرطیکہ نہ تو کھانے میں) طالب لذت ہو اور نہ (قدر ضرورت وحاجت سے) تجاوز کرنے والا ہو تو (اس حالت میں ان چیزوں میں سے کھانے میں بھی) اس شخص پر کچھ گناہ نہیں ہوتا واقعی اللہ تعالیٰ ہیں بڑے غفور رحیم (کہ ایسے وقت میں یہ رحمت فرمائی کہ گناہ کی چیز میں گناہ اٹھا دیا۔

ف: اس مقام کے متعلق چند مسائل فقہیہ ہیں:

مسئلہ: جس جانور کا ذبح کرنا شرعاً ضروری ہو اور وہ بلا ذبح ہلاک ہو جائے وہ حرام ہوتا ہے اور جس جانور کا ذبح کرنا ضروری نہیں ہے وہ دو طرح کے ہیں ایک ٹڈی اور مچھلی دوسرے وحشی جیسے ہرن وغیرہ جبکہ اس کے ذبح پر قدرت نہ ہو تو اس کو دور ہی سے تیر یا اور کسی تیز ہتھیار سے اگر بسم اللہ کہہ کر زخمی کیا جاوے تو حلال ہو جاتا ہے البتہ بندوق کا شکار بدون ذبح کئے ہوئے حلال نہیں کیونکہ گولی میں دھار نہیں ہوتی۔ **مسئلہ**: خون جو بہتا نہ ہو اس سے دو (۲) چیزیں مراد

ہیں جگر اور طحال یہ حلال ہیں **مَسْئَلَہ**: خنزیر کے سب اجزاء اللحم و شحم و پوست و اعصاب سب حرام بھی ہیں اور نجس بھی ہیں۔ **مَسْئَلَہ**: جس جانور کو غیر اللہ کے نامزد اس نیت سے کردیا ہو کہ وہ ہم سے خوش ہونگے اور ہماری کارروائی کردینگے جیسا اکثر عام جاہلوں کی عادت ہے کہ اسی نیت سے بکرا مرغا وغیرہ مقرر کر دیتے ہیں وہ حرام ہو جاتا ہے اگر چہ ذبح کے وقت اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا ہو البتہ اگر اس طرح نامزد کرنے کے بعد اس سے توبہ کر لے پھر وہ حلال ہو جاتا ہے۔

تنبیہ: اس مسئلہ میں بعض خواندہ لوگوں کو غلطی ہوگئی ہے اور وجہ غلطی کی دو ہیں اول یہ کہ آیت سابقہ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ کا شان نزول یہ لکھا ہے کہ جو لوگ سانڈھ وغیرہ کی تحریم کرتے تھے ان کی رد میں یہ آیت نازل ہوئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ سانڈھ وغیرہ حلال ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ان لوگوں کی تحریم اور اس تحریم مدعٰی میں چند فرق ہیں۔ اول یہ کہ وہاں تحریم کے معنی ہیں ایسا فعل کرنا جس سے حرمت پیدا ہو جاوے جیسے خود سانڈھ وغیرہ چھوڑنا اور یہاں تحریم کے معنی ہیں کہ جب کوئی ایسا فعل کرے تو حرمت کا حکم ہو جاوے گا۔ دوسرے ان کی تحریم اس جانور کی تعظیم اور ادب کے اعتقاد سے تھی اور یہ تحریم اس جانور کے خبث و نجاست سے ہے۔ تیسرے وہ تحریم ان کے اعتقاد میں مؤبد تھی کہ کسی طرح قابل ارتفاع نہ تھی اور یہ تحریم غیر مؤبد ہے کہ جب توبہ کرو مرتفع ہو جاوے اور یہ مرتفع کر دینا واجب بھی ہے پس اس تحریم کی نفی یا نہی یا انکار سے اس تحریم کی نفی لازم نہیں آتی۔ دوسری وجہ غلطی کی یہ ہے کہ اکثر مفسرین نے اُھِلَّ کی تفسیر ذبح (**علی اسم غیر الله**) کی ہے معلوم ہوا کہ وہی جانور مراد ہے جس کو بجائے بسم اللہ کے غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا ہو۔ جواب اس کا یہ ہے کہ اس تفسیر سے حصر لازم نہیں آتا بلکہ یوں کہا جاویگا کہ اسی حرام کی ایک فرد یہ بھی ہے چونکہ جاہلیت میں اس کا رواج تھا اس لئے یہ تفسیر کردی گئی غایت مافی الباب یہ تفسیر مذکور دوسری فرد سے ساکت رہیگی سو اس میں کچھ ضرر نہیں جبکہ اور دلائل حرمت کے موجود ہیں جن میں ایک تو یہی آیت ہے کیونکہ اہلال لغۃً عام ہے مطلق نامزد کر دینے میں خواہ کسی کے نام پر ذبح ہو پھر یہ دوسری آیت اس سے زیادہ صریح ہے سورۂ مائدہ میں کہ بعد مَآ اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ کے مَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ جدا فرمایا ہے اس سے صاف معلوم ہوا کہ جس ذبح سے تقریب و تعظیم غیر اللہ مقصود ہو وہ حرام ہو جاتا ہے۔ تیسرے صحیح مسلم میں حدیث مرفوع ہے **لعن الله من ذبح لغير الله**۔ اور ظاہر ہے کہ ایسی ذبح متنازع فیہ پر ذبح لغیر اللہ صادق آتا ہے چنانچہ کتب مذہب میں یہاں تک مصرح ہے کہ اگر کسی حاکم کے آنے پر بطور بھینٹ کے ذبح کرے گو اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو مگر وہ (مَآ اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ) میں داخل ہو کر حرام ہو جاتا ہے کذا فی الدر المختار وغیرہ اور نووی نے بھی حدیث مذکور کی شرح میں ایسے (مذبوح لقدوم الامیر) کی حرمت اسی بناء پر شیخ ابراہیم مروزی شافعی سے نقل کی ہے بعض لوگوں کو تفسیر احمدی کی عبارت سے یہ شبہ ہو گیا ہے کہ اس کا جواب اس کے منہیہ سے ظاہر ہے کہ انہوں نے تاویل ایصالِ ثواب کی بنا پر حلت کا حکم فرمایا ہے اور بلا تاویل حلال نہیں کہتے جیسا اسی قسم کی تاویل سے نووی نے ابراہیم مروزی کے قول کے بعد رافعی کا قول نقل کیا ہے تو جہاں یہ تاویل یقیناً منفی ہو اس کو کیسے حلال کہا جاوے گا اور عوام کا یہ فعل یقیناً قابل تاویل نہیں دلیل اس کی یہ ہے کہ اگر اس جانور کے بدلے اس سے دونی قیمت کی چیز ان کو دے کر کہا جاوے کہ بجائے اس جانور کے اس چیز سے ایصالِ ثواب کردو ہرگز گوارا نہ کریں اور استبدال میں اندیشہ ناراضی ان بزرگوں کا کریں جس سے فسادِ نیت یقینی ہے اور یہی مدار تھا حرمت کا خوب سمجھ لو۔

ربط: اوپر محرماتِ حسیہ کا مذکور تھا آیت آئندہ میں محرم معنوی کا بیان ہے جو عادت تھی علماء یہود کی کہ احکام غلط بیان کرکے عوام سے رشوت لیتے اور کھاتے تھے نیز اس میں تعلیم ہے علمائے امت محمدیہ کو کہ ہم نے جو کچھ احکام بیان کئے ہیں کسی نفسانی غرض [۱] اور منفعت سے ان کے بیان و تبلیغ میں کوتاہی مت کرنا۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اَوَلَوْ کَانَ اٰبَآؤُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْئًا وَّلَا یَھْتَدُوْنَ ۝ اس میں دلالت ہے اس پر کہ جس شخص کا صاحبِ عقل و اہتداء ہونا اجمالاً بھی ثابت ہو جاوے اس کا اتباع مطلقاً جائز ہے اور یہ اصل ہے بلا تردد مشائخ کے اتباع کرنے کی۔ قولہ تعالیٰ صُمٌّۢ بُکْمٌ عُمْیٌ اس میں مدرکاتِ روحانیہ کا اثبات ہے۔ قولہ تعالیٰ کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ وَاشْکُرُوْا لِلّٰہِ یہ دال ہے اس پر کہ طیبات مستلذات کا تناول کرنا کبھی حق تعالیٰ کی محبت اور شکر تک پہنچا دیتا ہے اس طرح وہ مستحسن ہوگا۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله** کیونکہ وہ لوگ **الی قوله** مامور من اللہ تھے **علله بدليل قوله تعالٰى فى الاعراف واذا فعلوا فاحشة قالوا وجدنا عليها آباء نا والله امرنا بها وفسرها البيضاوى بعين هذا التفسير فقولهم بل ليس لنفى الاتباع لما انزل الله مطلقا بل لما انزل الله على نبيه صلى الله عليه وسلم خاصة لاسيما اذا كانت الآية فى اليهود فانهم كانوا اهل التوراة وانما نفى الله تعالٰى عن آباء اليهود العقل والاهتداء لعدم تمسكهم فى هذه الدعاوى الباطلة والامانى الفارغة بذاك الكتاب لكونها على خلاف سننه لا لكونهم لا كتاب لهم ولو كانت فى المشركين يصح حملها على عدم كون الكتاب عندهم راسًا** ۱۲۔ ۲؎ **قوله** جس کا ذکر اس مثال میں کیا جاتا ہے **فيه اشارة الى توجيه الكلام بوجه غريب حاصله هكذا ومثل الذين كفروا كمثل هذا المجموع باعتبار احد اجزائه والمجموع هو رجل ينعق بالبهيمة وذلك الجزء هو البهيمة وهذا كثير ايستعمل فى جميع الالسنة فلا يحتاج الى تقدير شئ فتبصر و تشكر** ۱۲۔

۳؎ قوله جانور کے پیچھے راعی فيه اصل اللغة ففی روح المعانی النعيق التابع فی التصويت على البهائم للزجر ۱۲۔ ۴؎ قوله بہ مضمون بات نہیں سنتا فالنفی يكون للمسموع كما هو ظاهر الاستثناء لا للفهم كما تكلفوا ۱۲۔ ۵؎ قوله موجب الخ اشارة الى وجه ترتبه بالفاء ۱۲۔ ۶؎ قوله برتو لما فی روح المعانی كلوا لعموم جميع وجوه الانتفاع دلالة وعبارة ۱۲۔ ۷؎ قوله اجازت حملا للامر على الاباحة ۱۲۔ ۸؎ قوله حکم ہے حملا للامر على الايجاب ۱۲۔ ۹؎ قوله زبان سے بھی الخ لعموم مفهوم الشكر ۱۲۔ ۱۰؎ قوله اوران چیزوں کو الخ اشارة الى كون الحصر اضافيا لا حقيقيا ليرد المنع بحرمة اشياء لم تذكر فالمراد ان الله تعالى لم يحرم ما حرمتم باهواء كم وآرائكم ۱۲۔ ۱۱؎ قوله جو باوجود واجب الذبح الخ وقوله بہتا ہو دليلهما الاجماع المستند الى الحديث الذى اخرجه ابن ماجة والحاكم من حديث ابن عمر رضى الله عنهما مرفوعا احلت لنا ميتتان ودمان السمك والجراد والكبد والطحال وحمل الصيد منصوص عليه فى القرآن وكذا تقييد الدم بالمسفوح ويقيد هذا المطلق خاصة بالاجماع ۱۲۔ ۱۲؎ قوله سب اجزاء للاجماع المستند الى قوله تعالى فانه رجس اى عينا وانما خص اللحم بالذكر لكونه معظم المقصود منه ۱۲

۱۳؎ قوله طالب لذت الخ هكذا فى المدارك وهو مبنى على مذهب الحنفية وقال ايضا وقول من قال غير باغ على الامام ولا عاد فى سفر حرام ضعيف لان سفر الطاعة لا يليح بلا ضرورة والحبس بالحضر يليح بلا سفر ولان بغيه لا يخرج عن الايمان فلا يستحق الحرمان آه قلت وبمثل تفسير الحنفية فسره الحسن وقتادة والربيع ومجاهد وابن زيد كذا فى الكبير ويصح ايضا ان يفسر منطبقا على المذهب الحنفى بما فسر به صاحب الكشاف غير باغ على مضطر آخر بالاستيثار عليه ۱۲۔ ۱۴؎ قوله فى وجه ربطها غرض اور منفعت اشارة الى جواز الكتمان لخوف ضرر شديد كما هو المقرر فى كتب الفقه ۱۲۔

الرِّوَايَات: قال البيضاوى نزلت فى المشركين امروا باتباع القرآن وسائر ما انزل الله من الحجج والآيات مجنحوا الى التقليد وقيل فى طائفة من اليهود آه قلت الاول اوفق بالنظم والثانى اقوى رواية كما فى لباب النقول اخرج ابن ابى حاتم من طريق سعيد او عكرمة عن ابن عباس قال دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم اليهود الى الاسلام ورغبهم فيه وحذرهم عذاب الله ونقمته فقال رافع بن حرملة ومالك بن عوف بل نتبع يا محمد ما وجدنا عليه آباء نا فهم كانوا اعلم وخيرا منا فانزل الله فى ذلك واذا قيل لهم اتبعوا ما انزل الله الآية قلت ولا يبعد نزولها فى الفريقين فان اللفظ عام والمحاجة كانت مع الفريقين والله اعلم ۱۲۔

النَّحْو: اولو كان آباءهم لو وصلية والجملة مقدرة قبلها بعد الهمزة اى ايتبعونهم وان كان آبائهم الخ وقيل غير ذلك ۱۲۔

البَلَاغَة: واذا قيل لهم قال البيضاوى الضمير للناس وعدل عن الخطاب عنهم للنداء على ضلالتهم كانه التفت الى العقلاء وقال لهم انظروا الى هؤلاء الحمقى ماذا يجيبون آه ۱۲۔ ان كنتم اياه تعبدون فى روح المعانی بمنزلة التعليل لطلب الشكر كانه قيل واشكروا له لانكم تخصونه بالعبادة الخ ۱۲۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُونَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيلًا ۙ أُولٰٓئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۷۴﴾ أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ﴿۱۷۵﴾ ذٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ۗ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتٰبِ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ﴿۱۷۶﴾ لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَآتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ ۙ وَالسَّآئِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَأَقَامَ الصَّلٰوةَ وَآتَى الزَّكٰوةَ ۚ

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جو لوگ ... تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتاب (کے مضامین) کا اخفا کرتے ہیں اور اس کے معاوضہ میں (دنیا کا) متاع قلیل وصول کرتے ہیں۔ ایسے لوگ اور کچھ شبہ نہیں اپنے شکم میں آ گ (کے انگارے) بھر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے نہ تو قیامت میں (لطف کے ساتھ) کلام کریں گے اور نہ (گناہ معاف کر کے) ان کی صفائی کریں گے اور ان کو سزائے درد (ناک ہوگی)۔ یہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے (دنیا میں تو) ہدایت چھوڑ کر ضلالت اختیار کی اور (آخرت میں) مغفرت چھوڑ کر عذاب (سر پر لیا) سو دوزخ کے لئے کیسے باہمت ہیں۔ یہ (ساری مذکورہ) سزائیں (ان کو) اس وجہ سے ہیں کہ حق تعالیٰ نے اس کتاب کو ٹھیک ٹھیک بھیجا تھا اور جو لوگ (ایسی) کتاب میں بے راہی کریں وہ بڑی دور کے خلاف میں ہوں گے۔ کچھ سارا کمال اسی میں نہیں (آ گیا) کہ تم اپنا منہ مشرق کو کر لو یا مغرب کو لیکن اصلی کمال تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر یقین رکھے اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور (سب) کتب (سماویہ) پر اور پیغمبروں پر اور مال دیتا ہو اللہ کی محبت میں رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور بے خرچ مسافروں کو اور سوال کرنے والوں کو اور گردن چھڑانے میں اور نماز کی پابندی رکھتا ہو اور زکوٰۃ بھی ادا کرتا ہو۞

تفسیر: تحریم دین فروشی اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْکِتٰبِ (الی قولہ تعالی) وَاِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِی الْکِتٰبِ لَفِیْ شِقَاقٍ بَعِیْدٍ۞ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتاب (کے مضامین) کا اخفاء کرتے ہیں اور اس (خیانت) کے معاوضہ میں (دنیا کی) متاع قلیل وصول کرتے ہیں ایسے لوگ اور کچھ نہیں اپنے شکم میں آ گ (کے انگارے) بھر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے نہ تو قیامت میں (لطف[۲] کے ساتھ) کلام کرینگے اور نہ (گناہ معاف کر کے) ان کی صفائی کرینگے اور ان کو سزائے دردناک ہوگی یہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے (دنیا میں تو) ہدایت چھوڑ کر ضلالت اختیار کی اور (آخرت میں) مغفرت چھوڑ کر عذاب (سر پر لیا) سو (شاباش[۳] ہے ان کی ہمت کو) دوزخ (میں جانے) کیلئے کیسے باہمت ہیں (اور) یہ (ساری مذکورہ) سزائیں (ان کو) اس وجہ سے ہیں کہ حق تعالیٰ نے (اس کتاب) کو ٹھیک ٹھیک بھیجا تھا اور جو لوگ (ایسی ٹھیک ٹھیک بھیجی ہوئی) کتاب میں بے راہی (اختیار) کریں وہ ظاہر[۴] ہے کہ بڑی دور (و دراز) کیخلاف (ورزی) میں (مبتلا) ہونگے (اور ایسی خلاف ورزی پر ضرور ایسی سخت سزاؤں کو استحقاق ہوگا)۔

ربط: شروع سورت سے یہاں تک کہ تقریباً نصف سورہ بقرہ ہے زیادہ روئے سخن منکرین کی طرف تھا کیونکہ سب سے اول قرآن کی حقانیت کا اثبات کیا اس ضمن میں اس کے ماننے نہ ماننے والے فرقوں کا ذکر کیا پھر توحید و رسالت کو ثابت کیا پھر نعم عامہ وخاصہ بنی اسرائیل کا وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰهٖمَ۔ تک بیان فرمایا وہاں سے قبلہ کی بحث چلی اور اس کو بیان کر کے صفا و مروہ کی بحث پر ختم کیا پھر توحید کے اثبات کے بعد شرک کے اصول وفروع کا ابطال کیا اور یہاں تک یہی بیان ہوا اور ان سب مضامین میں ظاہر ہے کہ منکرین کی زیادہ تنبیہ ہے اور ضمناً کوئی خطاب مسلمانوں کو ہو جانا اور بات ہے اب آیاتِ آئندہ میں کہ بقیہ نصف بقرہ ہے زیادہ مقصود مسلمانوں کو بعض اصول وفروع کی تعلیم کرنا ہے گو ضمناً غیر مسلمین کو کوئی خطاب ہو جاوے اور یہ مضمون ختم سورت تک چلا گیا ہے جس کو شروع کیا گیا ہے ایک مجمل عنوان بر سے جو کہ تمام طاعاتِ ظاہری و باطنی کو عام ہے اور اول آیت میں الفاظ جامعہ سے مثل ایمان بالکتاب وایتاء مال و وفاء عہد و صبر حین الباس جو تمام احکام کتاب وانواع انفاق وعہود ونکاح ومعاملات وجہاد وغیرہا کو شامل ہیں ایک کلی تعلیم کی گئی ہے آگے اس بر کی تفصیل چلی ہے جس میں بہت سے احکام باقتضائے وقت ومقام مثل قصاص ووصیت وصیام وجہاد وحج وانفاق وحیض وایلاء ویمین وطلاق ونکاح وعدت ومہر وتکرار ذکر جہاد وانفاق فی سبیل اللہ وبعض معاملات بیع وشراء وشہادت بقدر ضرورت بیان فرما کر بشارت ووعدہ رحمت ومغفرت پر ختم فرما دیا۔ سبحان اللہ کیا بلیغ ترتیب ہے پس چونکہ ان مضامین کا حاصل بر کا بیان ہے اجمالاً وتفصیلاً اس لئے اگر اس مجموعہ کا لقب ابواب البر رکھا جائے تو نہایت زیبا ہے۔ واللہ الموفق۔

ابواب البر۔ اصول بر: لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ (الی قولہ تعالی) وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَی الزَّکٰوةَ۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: مَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ اس میں اصل ہے اس کی کہ جس کے حقائق اعمال میں قائل ہوئے ہیں۔ قولہ تعالیٰ لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا الخ اس میں دلیل ہے اس پر کہ صورتِ محضہ بدون معنی کے معتبر نہیں۔ قولہ تعالیٰ وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ الخ اگر حبہ میں ضمیر مال کی طرف مرجع ہو تو آیت دلیل ہے اس کی کہ حب مال مطلقاً مضر نہیں اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہو تو آیت دلیل ہے طریق عشاق پر کہ وہ صرف حق تعالیٰ ہی سے محبت رکھتے ہیں (خرچ بھی صرف اسی کی محبت سے کرتے ہیں) غیر اللہ سے محبت (بالذات) نہیں کرتے اگرچہ وہ ثواب ہی ہو۔

ملحقات الترجمۃ: [۱] قولہ اس میں کوئی شبہ نہیں هذا اللفظ یستعمل بمعنی التحقیق فی لساننا ۱۲۔ [۲] قولہ لطف کے ساتھ بقرینۃ المقام والافالکلام الغضبی واقع لقولہ تعالیٰ قال اخسئوا فیها ولا تکلمون ۱۲۔ [۳] قولہ شاباش هذا یستعمل فی لساننا للتعجب والتعجیب ۱۲۔ [۴] قولہ ظاہر ہے هو حاصل معنی اللام المستعمل للتحقیق والتاکید ۱۲۔

الروایات: فی لباب النقول اخرج الثعلبی من طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس قال نزلت هذه الآیة فی رؤساء الیهود وعلماء هم کانوا یصیبون من سفلتهم الهدایا والفضل وکانوا یرجون ان یکون النبی المبعوث منهم فلما بعث اللہ محمدا صلی اللہ علیه وسلم من غیرهم خافوا ذهاب باکلتهم وزوال ریاستهم فعمدوا الی صفة محمد صلی اللہ علیه وسلم فغیروها ثم

اخرجوها اليهم وقالوا هزه نعت النبى الذى يخرج فى آخر الزمان لا يشبه نعت هذاالنبى فانزل الله ان الذين يكتمون ما انزل الله من الكتٰب الآية١٢۔ فى لباب النقول قال عبدالرزاق انبأنا معمر عن قتادة قال كانت اليهود تصلى قبل المغرب والنصارٰى قبل المشرق فنزلت ليس البر ان تولوا وجوهكم الآية١٢۔

اَللُّغَاتُ: اختلفوا فى روح المعانى تخلفوا عن طريق سلوك الحق فيها١٢۔ قلت وبه ترجمت ١٢۔ البر كل فعل مرضى١٢۔

اَلنَّحْوُ: على حبه فى موضع الحال١٢ بيضاوى۔

اَلْبَلَاغَۃُ: الا النار اما فى الحال كما هو اصل المضارع لانهم اكلوا ما يتلبس بالنار وهو الرشى لكونها عقوبة لها فيكون فى الآية استعارة او السببية والمسببية وما فى المال اى لا يأكلون فى الآخرة الا النار١٢۔ قوله قبل المشرق والمغرب فى روح المعانى احد الاقوال المراد من ذكر المشرق والمغرب التعميم لاتعيين السمتين وتعريف البر اما للجنس فيفيد القصر والمقصود نفى اختصاص البربشان القبلة مطلقا على ما يقتضيه الحال من كثرة الاشتغال والاهتمام بذلك والذهول عما سواه واما للعهد اى ليس البر العظيم الذى اكثرتم الخوض فيه الخ ولكن البر على حذف مضاف اى برمن آمن ابن السبيل وانفراده ليشير اى انهم وان كانوا جمعا ينبغى ان يعتبروا كنفس واحدة فلا يضجر من اعطائهم لعدم معرفتهم وبعد منفعتهم اٰتى الزكٰوة المراد حقوق فى المال غير مقدرة سوى الزكٰوة اخرج الترمذى مرفوعا فى المال حق سوى الزكٰوة ثم قرأ الآية قدمت على الفريضة مبالغة فى الحث عليها۔ قلت واشرت الى هذا المراد فى ترجمة آتى الزكٰوة١٢۔

وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِى الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِىَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَىْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۸﴾ وَلَكُمْ فِى الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِى الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

اور جواشخاص (ان عقائد واعمال کے ساتھ یہ اخلاق بھی رکھتے ہوں) کہ اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے ہوں جب عہد کرلیں اور وہ لوگ مستقل رہنے والے ہوں۔ تنگ دستی میں اور بیماری میں اور قتال میں یہ لوگ ہیں جو سچے (کمال کے ساتھ موصوف ہیں) اور یہی لوگ ہیں جو (سچے) اور متقی (کہے جاسکتے) ہیں۔ اے ایمان والوتم پر (قانون) قصاص فرض کیا جاتا ہے مقتولین (بقتل عمد) کے بارے میں۔ آزاد آدمی آزاد آدمی کے عوض میں اور غلام غلام کے عوض میں اور عورت عورت کے عوض میں ہاں جس کو اس کے فریق کی طرف سے کچھ معافی ہوجائے مگر پوری معافی نہ ہوتو مدعی کے ذمے معقول طور پر (خون بہا کا) مطالبہ کرنا اور (قاتل کے ذمے) خوبی کے ساتھ اس کے پاس پہنچادینا۔ (یہ قانون دیت وعفو) تمہارے پروردگار کی طرف سے (سزا میں) تخفیف ہے اور (شاہانہ) ترحم ہے پھر جو شخص اس کے بعد تعدی کا مرتکب ہوتو اس شخص کو بڑا دردناک عذاب ہوگا اور فہیم لوگو (اس قانون) قصاص میں تمہاری جانوں کا بڑا بچاؤ ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ تم لوگ (ایسے قانون امن کی خلاف ورزی کرنے سے) پرہیز رکھو گے۔

تفسیر: وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ (الى قوله تعالى) وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ (کچھ سارا کمال اسی میں نہیں آ (گیا) کہ تم اپنا منہ مشرق کو کر لو یا مغرب کو (کرلو) لیکن اصلی کمال تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات) پر یقین رکھے اور (اسی طرح) قیامت کے دن (آنے) پر (بھی) اور فرشتوں (کے وجود) پر (بھی) اور (سب) کتب (سماویہ) پر (بھی) اور (سب) پیغمبروں پر (بھی) اور (وہ شخص) مال دیتا ہو اللہ کی محبت میں (اپنے حاجت مند) رشتہ داروں کو اور (نادار) یتیموں کو (یعنی جن بچوں کو ان کا باپ نابالغ چھوڑ کر مرگیا ہو) اور (دوسرے غریب) محتاجوں کو (بھی) اور (بے خرچ) مسافروں کو اور (لاچاری میں) سوال کرنے والوں کو اور (قیدی اور غلاموں کی) گردن چھڑانے میں (بھی مال خرچ کرتا ہو) اور (وہ شخص) نماز کی پابندی (بھی رکھتا ہو اور (مقررہ) زکوٰۃ بھی ادا کرتا ہو اور جو اشخاص (کہ ان عقائد واعمال کے ساتھ یہ اخلاق بھی رکھتے ہوں کہ) اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے ہوں جب (کسی امر جائز کا) عہد کرلیں اور (اسی صفت کو خصوصیت کے ساتھ کہوں گا کہ) وہ لوگ (ان مواقع میں) مستقل (مزاج) رہنے والے ہوں (ایک

تو) تنگدستی میں اور دوسرے) بیماری میں اور (تیسرے معرکہ) قتال (کفار) میں (یعنی پریشان اور کم ہمت نہ ہوں بس) یہ لوگ ہیں جو سچے (کمال کے ساتھ موصوف) ہیں اور یہی لوگ ہیں جو (سچے) متقی (کہے جاسکتے) ہیں (غرض اصلی مقاصد اور کمالات دین کے یہ ہیں نماز میں کسی سمت کو منہ کرنا انہیں کمالات مذکورہ میں سے ایک کمال خاص یعنی اقامت صلوٰۃ کے توابع اور شرائط میں سے ہے اور اس کے حسن سے اس میں بھی حسن آ گیا ورنہ اگر نماز نہ ہوتی تو کسی خاص سمت کو منہ کرنا بھی عبادت نہ (ہوتا)۔ **ف** : خاص سمتوں کا قصہ یہاں اس لئے مذکور ہوا کہ تحویل قبلہ کے وقت تمام تر بحث یہود و نصاریٰ کی اسی میں رہ گئی تھی اس لئے متنبہ فرمایا کہ اس سے بڑھ کر کام اور ہیں ان کا اہتمام کرو۔ **ف** :شریعت میں کل احکام کا حاصل تین چیزیں ہیں عقائد اعمال اخلاق اور تمام جزئیات ان ہی کلیات کے تحت میں داخل ہیں اور اس آیت میں ان اقسام سہ گانہ کے بڑے بڑے شعبے ارشاد فرمائے گئے ہیں اس اعتبار سے آیت منجملہ جوامع کلم کے ہے۔

ربط : ان اصول بر کے بعد آگے کچھ فروع بر یعنی احکام جزئیہ کا بیان ہوتا ہے حسب ضرورت واقعات کے جو اس وقت پیش آئے تھے۔

فروع بر یعنی بعضے احکام جزئیہ حکم اول قصاص: يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ ۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ (الی قولہ تعالی) لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

اے ایمان والو تم پر (قانون) قصاص فرض کیا جاتا ہے مقتولین) (بقتل عمد) کے بارہ میں (یعنی ہر) آزاد آدمی (قتل کیا جاوے ہر دوسرے) آزاد آدمی کے عوض میں اور (اسی طرح ہر) غلام (دوسرے ہر) غلام کے عوض میں اور (اسی طرح ہر) عورت (دوسری ہر) عورت کے عوض میں (گو یہ قاتلین بڑے درجہ کے اور مقتولین چھوٹے درجہ کے ہوں جب بھی سب کو برابر سمجھ کر قصاص لیا جاوے گا یعنی قاتل کو سزا میں قتل کیا جاوے گا) ہاں جس (قاتل) کو اس کے فریق (مقدمہ) کی طرف سے کچھ معافی ہو جاوے (مگر پوری معافی نہ ہو) تو (اس سے سزائے قتل سے تو بری ہو گیا لیکن دیت یعنی خون بہا کے طور پر ایک معین مقدار سے مال بذمہ قاتل واجب ہو جاوے گا تو اس وقت فریقین کے ذمہ ان دو امر کی رعایت ضروری ہے مدعی یعنی وارث مقتول کے ذمہ تو) تو معقول طور پر اس مال کا مطالبہ کرنا کہ اس کو زیادہ تنگ نہ کرے اور (مدعا علیہ یعنی قاتل کے ذمہ) خوبی کے ساتھ (اس مال کا) اس (مدعی) کے پاس پہنچا دینا (کہ مقدار میں کمی نہ کرے خواہ مخواہ ٹالے نہیں) یہ (قانون دیت وعفو) تمہارے پروردگار کی طرف سے (سزا میں) تخفیف ہے اور (شاہانہ) ترحم ہے (ورنہ بجز سزائے قتل کے کوئی گنجائش ہی نہ ہوتی) پھر جو شخص اس (قانون) کے (مقرر ہوئے) بعد تعدی کا مرتکب ہو (مثلاً کسی پر جھوٹا یا اشتباہ میں دعویٰ قتل کا کر دے یا معاف کر کے پھر قتل کی پیروی کرے) تو اس شخص کو (آخرت میں) بڑا دردناک عذاب ہوگا اور فہیم لوگو (اس قانون) قصاص میں تمہاری جانوں کا بڑا بچاؤ ہے (کیونکہ اس قانون کے اجراء کے خوف سے ارتکاب قتل سے ڈریں گے تو کئی جانیں بچیں گی) ہم امید کرتے ہیں کہ تم لوگ (ایسے قانون امن کی خلاف ورزی سے) پرہیز رکھو گے۔ **ف** : اس مقام کے متعلق چند مسائل ہیں۔

مسئلہ: قتل عمد وہ ہے کہ ارادہ کر کے کسی کو کسی آہنی سلاح سے یا ایسی چیز سے جس سے گوشت پوست کٹ کر خون بہہ سکے قتل کیا جاوے قصاص یعنی سزائے قتل اسی قتل کے جرم میں خاص ہے۔

مسئلہ: ایسے قتل میں جیسا آزاد آدمی آزاد کے عوض میں قتل کیا جاتا ہے ایسا ہی غلام کے عوض میں بھی اور جس طرح عورت کے عوض میں عورت ماری جاتی ہے اسی طرح مرد بھی عورت کے مقابلہ میں قتل کیا جاتا ہے۔

مسئلہ: اگر قتل عمد میں قاتل کو پوری معافی دے دی جاوے مثلاً مقتول کے وارث صرف اس کے دو بیٹے تھے اور دونوں نے اپنا حق معاف کر دیا تو قاتل پر کوئی مطالبہ نہیں رہا اور اگر پوری معافی نہ ہو مثلاً صورت مذکورہ میں دو بیٹوں میں سے ایک نے معاف کیا دوسرے نے معاف نہیں کیا تو سزائے قصاص سے تو قاتل بری ہو گیا لیکن معاف نہ کرنے والے کو نصف دیت یعنی خونبہا دلایا جاوے گا اور خون بہا شرع میں یہ ہے سو اونٹ یا ہزار دینار یا دس ہزار درہم ایک دینار دس درم کا ہوتا ہے اور درہم کی مقدار سکہ مروجہ حال سے سوا چار آنہ اور ساڑھے چار آنہ کے درمیان میں ہے اور ان اونٹوں کی عمریں وغیرہ کتب فقہ میں مفصلاً مذکور ہیں۔

مسئلہ: جس طرح ناتمام معافی سے مال واجب ہو جاتا ہے اسی طرح اگر باہم کسی مقدار مال پر مصالحت ہو جاوے تب بھی قصاص ساقط ہو کر مال واجب ہو جاتا ہے لیکن اس میں یہ شرط ہے کہ اگر اونٹ یا اشرفیوں یا روپوں پر صلح ٹھہرے تو ان اشیاء کی جو مقدار اوپر مذکور ہوئی اس سے زیادہ پر معاملہ نہ ہو البتہ اگر اور کسی جنس پر صلح ہو جاوے مثلاً کوئی غلہ یا کپڑا یا گھوڑا تو جس قدر قیمت کی بھی ہوں صلح جائز ہے پھر چاہے یہی مقررہ چیزیں لے لے اور چاہے ان مقررہ چیزوں کے عوض برضامندی اشرفیاں یا روپیہ گو یہ اشرفیاں یا روپے اس اوپر والی مقدار سے زیادہ ہوں لے لے سب جائز ہے۔

مسئلہ: قتل عمد میں جو دیت یا صلح سے مال واجب ہو وہ صرف قاتل کے مال میں واجب ہوتا ہے۔

مسئلہ: مقتول کے جتنے وارث شرعی ہوں گے ان ہی سہاموں پر قصاص اور اسی طرح مال دیت سب میں مشترک ہوگا یہ سب مسائل ہدایہ میں ہیں۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ بعض نے اس تفسیر حیات اخرویہ کے ساتھ کی ہے پس معنی یہ ہوں گے کہ قاتل سے جب دنیا میں قصاص لے لیا جاوے پھر اس سے حق مقتول کا آخرت میں مؤاخذہ نہ ہوگا جمہور کے نزدیک تو مطلقاً اور حنفیہ کے نزدیک قاتل کے تسلیم نفس کے بعد پس اس تفسیر پر یہ آیت دال ہوگی فنا کے اندر بقاء ہونے پر۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله ہاں في ترجمة فاء فمن فان هذه الكلمة يستعمل تارة في لساننا لمعنى التعقيب الذكرى ۱۲۔ ۲ قوله في ترجمة اخيه فریق هو اعد الوجهين المذكورين في الكشاف قال واخوه هو ولى المقتول وقيل له اخوه لانه لابسه من قبل انه ولى الدم ومطالبه به كما تقول للرجل قل لصاحبك كذا لمن بينه وبينه ادنى ملابسة ۱۲۔ ۳ قوله بڑا بچاؤ هذا اشارة الى تقدير المضاف اى البقاء بمعنى الحفظ والتفخيم دل عليه التنوين ۱۲۔

الروایات: في المعالم عن سعيد بن جبير كانت بين الاوس والخزرج وكان لاحد الحيين على الآخر طول في الكثرة والشرف فاقسموا لنقتلن بالعبد منا الحر منهم وبالمرأة منا الرجل منهم وبالرجل منا الرجلين منهم وبالرجلين منا اربعة رجال منهم الى قوله فانزل الله تعالىٰ هذه الآية وامر بالمساواة فرضوا آه قلت وكان النظر الاصلى الى المساواة نفيا لقولهم بالرجل منا الرجلين الخ لا نفيا للقصاص بين الرجل والمرأة فافهم او يقال لما كان المقصود بقولهم بالعبد منا الحر منهم وبالمرأة منا الرجل منهم ان لا يقتل بالعبد منهم الحر منا وبالمرأة منهم الرجل منا صح نفى هذا القول ايضاً فافهم ۱۲۔

الفقه: استدل بعض الشافعية بالآية على ان لا يقتل الحر بالعبد والذكر بالانثى ولقد انصف البيضاوى فيما قال ولا تدل على ان لا يقتل الحر بالعبد والذكر بالانثى كما لا تدل على عكسه فان المفهوم حيث لم يظهر للتخصيص غرض سوى اختصاص الحكم وقد بينا ما كان الغرض اى المنع من التعدى واثبات المساواة بين حرو حرو عبد وعبد ولقد اجاد صاحب روح المعانى في جوابه بقوله ومقتضى هذا ان لا يقتل العبد الا بالعبد ولا تقتل الانثى الا بالانثى والمخالف لم يذهب اليه واستدلت الحنفية بقوله تعالىٰ ان النفس بالنفس وقوله عليه السلام المسلمون تتكافأ دماء هم رواه اصحاب الصحاح ۱۲۔

اللغات: البأساء والضراء عن الازهرى البأساء في الاموال كالفقر والضراء في الانفس كالمرض آه بيضاوى ۱۲۔

العربية: فمن عفى له من اخيه شئ في الكشاف معناه فمن عفى له من جهة اخيه شئ من العفو كقولك سير بزيد بعض السير ولا يصح ان يكون في معنى المفعول به لان عفا لا يتعدى الى مفعول به الا بواسطة ويتعدى بعن الى الجانى والى الذنب فاذا تعدى الى الذنب والجانى معا قيل عفوت لفلان عما جنى كما تقول غفرت له ذنبه فكانه قيل فمن عفى له عن جناية فاستغنى عن ذكر الجناية فاتباع فليكن اتباع الخ ۱۲۔

البلاغة: والموفون لم يقل واوفى كما قبله اشارة الى وجوب استقرار الوفاء والصابرين نصب على المدح بتقدير اخص او امدح وغير سبكه عما قبله تنبيها على فضيلة الصبر ومزية على سائر الاعمال حتى كانه ليس من جنس الاول قلت واشرت الى هذا المعنى في توضيح الترجمة وحين البأس هذا من باب الترقى في الصبر من الشديد الى الاشد لان الصبر على المرض فوق الصبر على الفقر والصبر على القتال فوق الصبر على المرض وعدى الصبر على الاولين بفى لانه لا يعد الانسان من الممدوحين اذا صبر على شئ من ذلك الا اذا صار الفقر والمرض كالظرف له واما اذا اصاباه وقتا ما وصبر فليس فيه كثير مدح اذا كثر الناس كذلك واتى بحين في الاخير لان القتال حالة لا تكاد تدوم في اغلب الاوقات آه ۱۲۔

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ﴿١٨٠﴾ فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَ مَا سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٨١﴾ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُوصٍ جَنَفًا أَوْ إِثْمًا فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٨٢﴾ ع

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ۭ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ۭ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۴﴾

تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ جب کسی کو موت نزدیک معلوم ہونے لگے بشرطیکہ کچھ مال بھی ترکہ میں چھوڑا ہو تو والدین اور اقارب کے لئے معقول طور پر (کہ مجموعہ ایک ثلث سے زیادہ نہ ہو) کچھ بتلا جائے (اس کا نام وصیت ہے) جن کو خدا کا خوف ہے ان کے ذمہ یہ ضروری ہے پھر جو شخص (اس وصیت کے) سن لینے کے بعد اس کو تبدیل کرے گا تو اس کا گناہ ان ہی لوگوں کو ہوگا جو اس کو تبدیل کریں گے۔ اللہ تعالیٰ یقیناً سنتے جانتے ہیں۔ ہاں جس شخص کو وصیت کرنے والے کی جانب سے کسی بے عنوانی کی یا کسی جرم کے ارتکاب کی تحقیق ہوئی ہو۔ پھر یہ شخص ان میں باہم مصالحت کرا دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ واقعی اللہ تعالیٰ تو (خود گناہوں کے) معاف کرنے والے اور گنہگاروں پر رحم کرنے والے ہیں۔ اے ایمان والو تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے (امتوں کے) لوگوں پر فرض کیا گیا تھا۔ اس توقع پر کہ تم (روزہ کی بدولت رفتہ رفتہ) متقی بن جاؤ۔ تھوڑے دنوں روزہ رکھ لیا کرو پھر (اس میں اتنی آسانی کہ) جو شخص تم میں (ایسا) بیمار ہو (جس میں روزہ رکھنا مشکل یا مضر ہو) یا (شرعی) سفر میں ہو تو دوسرے ایام کا شمار کر کے ان میں روزہ رکھنا (اس پر واجب ہے اور دوسری آسانی جو بعد میں منسوخ ہوگئی یہ ہے) کہ جو لوگ روزے کی طاقت رکھتے ہوں ان کے ذمہ فدیہ ہے کہ وہ ایک غریب کو کھانا کھلا دینا یا دے دینا ہے اور جو شخص خوشی سے (زیادہ) خیر (خیرات) کرے (کہ زیادہ فدیہ دے) تو اس شخص کے لئے اور بھی بہتر ہے اور تمہارا روزہ رکھنا (اس حال میں) زیادہ بہتر ہے اگر تم (روزے کی فضیلت سے) خبر رکھتے ہو۔ ۞

تفسیر: حکم دوم وصیت: كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖ (الی قولہ تعالی) اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿﴾ (شروع اسلام میں جب تک میراث کے حصے شرع سے مقرر نہ ہوئے تھے یہ حکم تھا کہ ترکہ کے ایک ثلث تک مردہ اپنے والدین اور دوسرے رشتہ داروں کو جتنا جتنا مناسب سمجھے بتلا جاوے اتنا تو ان لوگوں کا حق تھا باقی جو کچھ رہتا وہ سب اولاد کا حق ہوتا تھا اس آیت میں یہ حکم مذکور ہے یعنی) تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ جب کسی کو (آثار سے) موت نزدیک معلوم ہونے لگے بشرطیکہ کچھ مال بھی ترکہ میں چھوڑا ہو تو (اپنے) والدین اور (دیگر اقارب کے لئے معقول طور پر (کہ مجموعہ ایک ثلث سے زیادہ نہ ہو) کچھ کچھ بتلا جاوے (اس کا نام وصیت ہے) جن کو خدا کا خوف ہے ان کے ذمہ یہ ضروری (کیا جاتا ہے) پھر (جن لوگوں نے اس وصیت کو سنا ہے ان میں سے جو شخص (بھی) سن لینے کے بعد اس (کے مضمون) کو تبدیل کرے گا (اور باہمی تقسیم وفیصلہ کے وقت غلط اظہار دے گا اور اس کے موافق فیصلہ ہونے سے کسی کا حق تلف ہو جاوے گا) تو اس[1] (حق تلفی) کا گناہ ان ہی لوگوں کو ہوگا جو اس (مضمون) کو تبدیل کریں گے (حاکم عدالت یا ثالث کو گناہ نہ ہوگا کیونکہ) اللہ تعالیٰ تو یقیناً سنتے جانتے ہیں (تو تبدیل کرنے والے کے اظہار بھی سنتے ہیں اور حاکم کا بے خبر اور معذور ہونا بھی جانتے ہیں) ہاں (ایک طرح کی تبدیلی کی اجازت بھی ہے وہ یہ کہ) جس شخص کو وصیت کرنے والے کی جانب سے (وصیت کے بارہ میں غلطی سے) کسی بے عنوانی کی یا (قصداً) قانون وصیت کے کسی دفعہ کی خلاف ورزی سے) کسی جرم کے ارتکاب کی تحقیق[2] ہوئی ہو (اور اس بے ضابطہ وصیت کی وجہ سے اس مردے کے پسماندوں یعنی مستحقانِ ترکہ و مستحقانِ مال وصیت میں نزاع کا احتمال یا وقوع معلوم ہو) پھر یہ شخص ان میں باہم مصالحت کرا دے (گو وہ مصالحت اس مضمونِ وصیت کے خلاف ہو جو ظاہراً (تبدیل وصیت ہے) تو اس (شخص) پر کوئی (بار) گناہ نہیں ہے (اور) واقعی اللہ تعالیٰ تو (خود گناہوں کے) معاف فرمانے والے اور (گناہگاروں پر) رحم کرنے والے ہیں (اور یہ شخص تو اس اصلاح میں مطیع حکم ہے تو اس[3] پر تو کیوں نہ رحمت ہوگی)۔

ف: اس حکم کے تین جزو تھے ایک جزو اولاد کے دوسرے ورثہ کے حصص وحقوق ترکہ میں معین نہ ہونا۔ دوم ایسے اقارب کے لئے وصیت کا واجب ہونا۔ تیسرے ثلث مال سے زیادہ وصیت کی اجازت نہ ہونا۔ پس پہلا جزو تو آیت میراث سے منسوخ ہے دوسرا جزو حدیث سے جو کہ مؤید بالا جماع ہے منسوخ ہے اور وجوب کے ساتھ جواز بھی منسوخ ہو گیا یعنی وارث شرعی کے لئے وصیت مالیہ باطل ہے تیسرا جزو اب بھی باقی ہے ثلث سے زائد میں بدونِ رضا ورثہ بالغین کے وصیت باطل ہے۔

حکم سوم صوم: يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ (الی قولہ تعالی) وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿﴾ اے ایمان والو تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے (امتوں کے) لوگوں پر فرض کیا گیا تھا اس توقع پر کہ تم (روزہ کی بدولت رفتہ رفتہ) متقی[4] بن جاؤ (کیونکہ روزہ رکھنے سے عادت پڑے گی نفس کو اس کے متعدد تقاضوں سے روکنے کی اور اسی عادت کی پختگی بنیاد ہے تقویٰ کی سو) تھوڑے دنوں روزہ رکھ لیا کرو (ان تھوڑے دنوں سے مراد رمضان ہے جیسا اگلی آیت میں آتا ہے) پھر (اس میں بھی اتنی آسانی ہے کہ) جو شخص تم میں (ایسا) بیمار ہو (جس کو روزہ رکھنا مشکل یا مضر ہو) یا (شرعی)

سفر میں ہو تو (اس کو رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اور بجائے ایام رمضان کے) دوسرے ایام کا (اتنا ہی) شمار (کر کے ان میں روزہ) رکھنا (اس پر واجب) ہے اور (دوسری آسانی جو بعد میں منسوخ ہوگئی یہ ہے کہ) جو لوگ روزے کی طاقت رکھتے ہوں (اور پھر بھی روزہ رکھنے کو دل نہ چاہے تو) تو ان کے ذمہ (صرف روزہ کا) فدیہ (یعنی بدلہ) ہے کہ وہ ایک غریب کا کھانا (کھلا دینا یا دیدینا) ہے اور جو شخص خوشی سے (زیادہ) خیر (خیرات) کرے (کہ زیادہ فدیہ دیدے) تو یہ اس شخص کے لئے اور بھی بہتر ہے اور گو (ہم نے آسانی کے لئے ان حالتوں میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت دے دی ہے لیکن) تمہارا روزہ رکھنا (اس حال میں بھی) زیادہ بہتر ہے اگر تم (کچھ روزے کی فضیلت کی) خبر رکھتے ہو۔ **ف** : پہلی امتوں میں سے نصاریٰ پر روزہ فرض ہونے کا بیان ایک حدیث میں اس طرح آیا ہے کہ نصاریٰ پر ماہ رمضان کا روزہ فرض ہوا تھا ان کا کوئی بادشاہ بیمار ہوا تو اس کی قوم نے نذر مانی کہ اگر بادشاہ کو شفاء ہوجائے تو ہم دس روزے اور اضافہ کردیں گے پھر اور کوئی بادشاہ بیمار ہوا اور اس کی صحت پر سات کا اور اضافہ ہوا پھر تیسرا بادشاہ ہوا سو اس نے تجویز کیا کہ پچاس میں تین ہی کی کسر رہ گئی ہے لاؤ تین اور بڑھالیں اور ایام ربیع میں سب رکھ لیا کریں۔ (**ذکرہ فی روح المعانی بروایۃ ابن حنظلۃ والنحاس والطبرانی عن معقل بن حنظلۃ مرفوعاً**) اور لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ میں روزہ کی ایک حکمت کا بیان ہے جس کی تقریر اثناء ترجمہ میں کردی گئی۔ **عدم حصر حکمت صوم در تقویٰ** : لیکن حکمت کا اسی میں انحصار نہیں ہوگیا خدا جانے اور کیا کیا ہزاروں حکمتیں ہوں گی پس کسی کو یہ کہنے کی گنجائش نہیں کہ جب مقصود روزہ کا معلوم ہوگیا تو یہ مقصود اگر دوسرے طریق سے حاصل کرلیں تو روزہ کی یا قید رمضان کی کیا ضرورت ہے۔ وجہ گنجائش نہ ہونے کی یہ ہے کہ ممکن ہے کہ روزے میں کچھ خاص حکمتیں اور ثمرات ایسے ہوں کہ وہ بدون ان خاص قیود مقررہ شرعیہ کے حاصل نہ ہوسکیں خوب سمجھ لو اور اس مقام پر چند مسائل ہیں۔

مَسْئَلَہ : جس بیماری میں روزہ رکھنا نہایت شاق ہو یا مضر مرض ہو اس میں روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔

مَسْئَلَہ : سفر شرعی حنفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ اپنی جائے قیام سے تین منزل کے قصد سے سفر کرے تو رستہ میں تو یہ مسافر ہوگیا اب منزل مقصود پر پہنچ کر اگر پندرہ روز یا زیادہ قیام کا ارادہ کرلیا تو مسافر نہ رہا اور اگر پندرہ روز سے کم کے قیام کا ارادہ کیا تو پھر بھی مسافر ہے غرض جو شخص شرعی مسافر ہو اس کو جائز ہے کہ باوجود روزہ رکھ سکنے کے روزہ نہ رکھے لیکن ایسی حالت میں زیادہ افضل یہی ہے کہ رکھے۔

مَسْئَلَہ : یہ مریض اور مسافر جن کا ذکر کیا گیا اگر اس روز کے روزے کی نیت نہ کرچکے تھے تو روزہ نہ رکھنا درست ہے اور اگر نیت کرچکے ہوں تو بلا تکلیف شدیدہ روزہ توڑنا جائز نہیں۔

مَسْئَلَہ : یہ مریض اور مسافر جتنے دن روزہ نہ رکھیں ان دنوں کا شمار یاد رکھیں اور جب مرض اور سفر ختم ہوجاوے بعد رمضان گزر جانے کے اتنے دنوں کا روزہ بہ نیت قضا رکھیں اور یہ قضا کے روزے خواہ ایک دم سے رکھیں اور خواہ ایک ایک دو دو کر کے ہر طرح رکھیں اور بعد ختم ہونے سفر اور مرض کے اگر کچھ رمضان بھی باقی ہے تو یہ بقیہ رمضان کا روزہ ادا کرکے اس کے گزرنے کے بعد یہ قضا روزے رکھ سکتے ہیں۔

مَسْئَلَہ : شروع اسلام میں جب لوگوں کو بتدریج روزہ کا خوگر کرنا منظور تھا یہ حکم ہوگیا تھا کہ باوجود استطاعت روزہ کے فدیہ کی اجازت تھی اب یہ حکم منسوخ ہے البتہ جو شخص بہت بوڑھا ہو یا ایسا بیمار ہو کہ اب صحت کی توقع نہیں ایسے لوگوں کے لئے یہ حکم اب بھی ہے کہ فی روزہ یا تو ایک مسکین کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلادیں یا خشک جنس دینا چاہیں تو فی روزہ اسی کے سیر سے ایک مسکین کو پونے دو سیر گیہوں دیدیا کریں اگر اتنے گیہوں دو مسکین کو دینگے تو درست نہیں یا ایک تاریخ میں ایک مسکین کو دو دن کا فدیہ دینگے تب بھی درست نہیں اگر فدیہ دینے کے بعد اس شخص میں طاقت آگئی یا وہ مرض جاتا رہا تو ان روزوں کو پھر قضا کرنا ہوگا اور اس فدیہ کا ثواب الگ ملے گا مگر یہ فدیہ بجائے روزوں کے نہ رہے گا اور اگر کسی کو فدیہ دینے کی بھی وسعت نہ ہو تو بجائے فدیہ کے وہ صرف استغفار کرے اور نیت رکھے کہ جب ہوسکے ادا کروں گا۔

رَبط : اوپر ارشاد ہوا تھا کہ تھوڑے دنوں روزہ رکھ لیا کرو آگے ان تھوڑے دنوں کا بیان ہے۔

تَرجَمۂ مَسَائِلُ السُّلُوْك : قولہ تعالیٰ اِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۣ اِلٰی مَالًا الخ اس تعبیر میں دلالت ہے اس پر کہ مال کا مالک ہونا تقویٰ کامل کے منافی نہیں جب کہ اس کے حقوق ادا ہوتے رہیں۔ قولہ تعالیٰ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ (الی قولہ تعالی) لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ اس میں بیان ہے ثمرۂ مجاہدہ کا پس اس میں دو مسئلے ہیں ایک مجاہدہ کا نافع ہونا دوسرا اس کے ثمرات کے بیان کا مشروع ہونا جیسا کہ شیوخ جب مصلحت دیکھتے ہیں اس کو بیان کرتے ہیں۔

مُلْحَقَاتُ التَّرجَمَۃ : ۱؎ **قولہ فی ترجمۃ فانما اثمہ** تو اس حق تلفی کا گناہ **ولما کان التبدیل الذی ھو سبب لھذا الاتلاف مذکورا کان کذکر ھذا السبب وانما قدرت الکلام بہ لکونہ اظھر من کون المرجع المقصود ھو التبدیل لان الحصر یکون لنفی شیٔ محتمل ھناك ولا یحتمل وقوع اثم التبدیل علی غیر المبدل نعم کان المحتمل وقوع اثم الاتلاف علی الحاکم او الحکم فنفاہ بالحصر**

واشرت الی هذا کله فی تقریر الترجمة فافهم۱۲۔ ۲ قوله تحقیق ہوئی ہو الی قوله احتمال یاوقوع ہو راعیت فی خاف معناه المجازی ای علم کما نقله فی الکبیر عن ابن عباسؓ وقتادة والربیع ومعناه الحقیقی تقریره انه لما کان فعل الموصی سببا للنزاع لمخوف علقه بالخوف مع کونه معلوما مقطوعا لما بین السبب والمسبب من الملابسة۱۲۔ ۳ قوله فی آخر الترجمة اس پر کیوں نہ رحمت ہوگی ذکر هذا الوجه من الابلغیة فی روح المعانی۱۲۔ ۴ قوله متقی بن جاؤ اخذ من روح المعانی ان یکون الفعل منزلا منزلة اللازم ای لکے تصلوا بذلك الی رتبة التقویٰ۔ ۵ قوله خیر کرے الی قوله بہتر ہے اخذ للجزء الاول مصدرا او الثانی اسم تفضیل فیفید الحمل بلا مریة ۱۲کذا فی روح المعانی۔

الرِّوَایَاتُ: فی الکمالین عن البخاری عن ابن عباس قال کان المال للولد والوصیة للوالدین فنسخ الله من ذلك ما احب وجعل عز و جل للذکر مثل حظ الانثیین۔ وفی الجلالین عن الترمذی حدیث لا وصیة لوارث۔ فی الکمالین قال الشافعی ان هذا المتن متواتر۱۲۔ اخرج البخاری و مسلم و ابوداؤد والترمذی والنسائی والطبرانی وآخرون عن سلمة بن الاکوع رضی الله تعالیٰ عنه قال لما نزلت هذه الآیة وعلی الذین یطیقونه کان من شاء منا صام ومن شاء افطر ویفتدی فعل ذلك حتی نزلت الآیة التی بعدها فنسختها فمن شهد منکم الشهر فلیصمه۱۲ روح المعانی۔

اِخْتِلَافُ الْقِرَاءَةِ: قرأ نافع وابن عامر باضافة فدیة الی طعام وجمع المسکین والاضافة حینئذ من اضافة الشئ الی جنسه کخاتم فضة لان طعام المسکین یکون فدیة وغیرها وجمع المسکین لانه جمع فی الذین یطیقونه مقابل الجمع بالجمع ولم یجمع فدیة لانها مصدر۱۲ روح المعانی۔

اللُّغَاتُ: الجنف مطلق المیل والمراد به من غیر قصد بقرینة مقابلة الاثم الخوف بمعنی توقع وعلم و تحقیقه ان الخوف حالةً تعتری عند انقباض من شر متوقع وهو قد یکون معلوم الوقوع فاستعمل فی کلیهما۱۲ من روح المعانی ۔ الصیام کالصوم مصدر صام۱۲ روح المعانی۔

النَّحْوُ: لما کان الوصیة مصدر اذا التاء جاز تذکیر الضمائر الراجعة الیه وبالاولی تذکیر الفعل المنسوب الیه حقا قال البیضاوی مصدر مؤکد ای حق ذلك حقا قلت واشرت الی تقدیر الفعل فی الترجمة ولذا کتبته بین الهلالین۱۲۔ ایاما معدودات فی روح المعانی انتصاب ایاما لیس بالصیام کما قیل لوقوع الفصل بینهما باجنبی بل بمضمر دل هو علیه اعنی صوموا فعدة من ایام اخر ای فعلیه صوم عدة ایام المرض والسفر من ایام اخر ان افطر وحذف الشرط والمضا فان للعلم بها۱۲ روح المعانی۔

البَلَاغَةُ: فی روح المعانی خیرا ای الا ولعل (هکذا فی الاصل وظاهر ان لفظة فیلابد منهفی خبرلعلاذا تقدم ۱۲ منه) اختیاره ایذانا بانه ینبغی ان یکون الموصی به حلالا طیبا لا خبیثا لان الخبیث یجب رده الی اربابه ویاثم بالوصیة فیه۱۲۔ کما کتب فیه تاکید للحکم وترغیب فیه وتطییب لانفس المخاطبین فان الامور الشاقة اذا عمت طابت ایاما معدودات قلیلات لان القلیل سهیل عده فیعدوا الکثیر یؤخذ جزا فاعلی سفر راکب سفر مستعل علیه بان اشتغل به قبل الفجر ففیه ایماء الی ان من مسافر فی اثناء الیوم لم یفطر ولهذا المعنی اوثر علی مسافرا ۱۲ روح المعانی۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۫ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰی مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ

(وہ تھوڑے ایام) ماہ رمضان ہے جس میں قرآن مجید بھیجا گیا ہے۔ جس کا (ایک) وصف یہ ہے کہ لوگوں کے لئے (ذریعہ) ہدایت ہے اور دوسرا (وصف) واضح الدلالۃ ہے۔ منجملہ ان کتب کے جو کہ (ذریعہ) ہدایت (بھی) ہیں اور (حق و باطل میں) فیصلہ کرنے والی (بھی) ہیں۔ سو جو شخص اس ماہ میں موجود ہو اس کو ضرور اس میں روزہ

رکھنا چاہئے اور جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے ایام کا (اتنا ہی) شمار (کر کے ان میں روزہ) رکھنا (اس پر واجب) ہے اللہ تعالیٰ کو تمہارے ساتھ (احکام میں) آسانی کرنا منظور ہے اور تمہارے ساتھ (احکام وقوانین مقرر کرنے میں) دشواری منظور نہیں اور تاکہ تم لوگ (ایام ادا یا قضا کی) شمار کی تکمیل کرلیا کرو (کہ ثواب میں کمی نہ رہے) اور تاکہ اللہ تعالیٰ کی بزرگی (وثنا) بیان کیا کرو۔ اس پر کہ تم کو (ایک ایسا طریقہ بتلادیا جس سے تم برکات وثمرات صیام رمضان سے محروم نہ رہو گے) اور (عذر سے خاص۔ رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت اس لئے دے دی) تاکہ تم لوگ (اس نعمت کی آسانی پر اللہ کا) شکر ادا کیا کرو اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق دریافت کریں تو (آپ میری طرف سے فرما دیجئے) میں قریب ہی ہوں۞

تفسیر: تعیین ایام صیام: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ (الی قولہ تعالیٰ) يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰي مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۔ (وہ تھوڑے ایام جن میں روزے کا حکم ہوا ہے) ماہ رمضان ہے جس میں (ایسی برکت ہے کہ اس میں یعنی اس کے ایک خاص حصہ میں کہ شب قدر ہے) قرآن مجید (لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا پر بھیجا گیا ہے جس کا (ایک وصف یہ ہے کہ لوگوں کے لئے (ذریعہ) ہدایت ہے اور (دوسرا وصف یہ ہے کہ ہدایت کے طریقے بتلانے میں اس کا جزو جزو واضح الدلالۃ ہے (اور ان دونوں وصفوں میں) مجملہ ان کتب (سماویہ) کے (ہے) جو کہ ان ہی دو وصفوں سے موصوف ہیں یعنی ذریعہ) ہدایت (بھی) ہیں اور (وضوحِ دلالت کی وجہ سے حق و باطل کے درمیان) فیصلہ کرنے والی (بھی) ہیں سو جو شخص اس ماہ میں موجود ہو اس کو ضرور اس میں روزہ رکھنا چاہئے (اور وہ فدیہ کی اجازت جو اوپر مذکور تھی منسوخ و موقوف ہوئی) اور (مریض اور مسافر کے لئے جو اوپر قانون تھا وہ البتہ اب بھی اسی طرح باقی ہے کہ) جو شخص ایسا بیمار ہو (جس میں روزہ رکھنا مشکل یا مضر ہو) یا (شرعی) سفر میں ہو تو (اس کو رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اور بجائے ایام رمضان کے) دوسرے ایام کا) (اتنا ہی) شمار (کر کے ان میں روزہ) رکھنا (اس پر واجب) ہے اللہ تعالیٰ کو تمہارے ساتھ (احکام میں) آسانی (کی رعایت) کرنا منظور ہے (اس لئے ایسے احکام مقرر کئے جن کو تم آسانی سے بجالا سکو چنانچہ سفر اور مرض میں کیسا آسان قانون مقرر کر دیا) اور تمہارے ساتھ (احکام وقوانین مقرر کرنے میں) دشواری منظور نہیں (کہ سخت احکام تجویز کر دیتے) اور (یہ احکام مذکورہ ہم نے خاص خاص مصلحتوں سے مقرر کئے چنانچہ اولاً روزہ ادا رکھنے کا اور کسی شرعی عذر سے رہ جاوے تو اور ایام میں قضا کرنے کا حکم تو اس لئے کیا) تاکہ تم لوگ (ایام ادا یا قضا کی) شمار کی تکمیل کرلیا کرو (تاکہ ثواب میں کمی نہ رہے) اور (خود قضا رکھنے کا حکم اس لئے کیا) تاکہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کی بزرگی (اور ثناء) بیان کیا کرو اس پر کہ تم کو (ایک ایسا) طریقہ بتلادیا (جس سے تم برکات وثمرات صیام رمضان سے محروم نہ رہو ورنہ اگر قضا کا حکم وجوباً نہ ہوتا تو بہت کم لوگ اس کا اہتمام کرتے) اور (عذر سے خاص رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت اس لئے دیدی) تاکہ تم لوگ (اس نعمت آسانی پر اللہ تعالیٰ کا) شکر ادا کیا کرو (ورنہ اگر یہ اجازت نہ ہوتی تو سخت مشقت ہوتی)۔

ف: قرآن مجید میں دوسری آیت میں آیا ہے کہ ہم نے قرآن مجید شب قدر میں نازل فرمایا اور یہاں رمضان شریف میں نازل کرنا فرمایا ہے سو وہ شب قدر رمضان کی تھی اسلئے دونوں مضمون موافق ہو گئے اور اگر یہ وسوسہ ہو کہ قرآن مجید تو کئی سال میں تھوڑا تھوڑا کر کے حضور پر نازل ہوا ہے پھر رمضان یا شب قدر میں نازل فرمانے کے کیا معنی اس وسوسہ کے جواب کی طرف احقر نے اثناء ترجمہ میں اشارہ کر دیا ہے یعنی لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر دفعۃً رمضان کی شب قدر میں نازل ہو چکا تھا پھر آسمان دنیا سے دنیا میں بتدریج کئی سال میں نازل ہوا پس اس میں بھی تعارض نہ رہا چنانچہ روح المعانی میں حضرت ابن عباس اور ابن جبیر اور حسن رضی اللہ عنہم کا یہ قول نقل کیا ہے انه نزل فيه جملة الى السماء الدنيا ثم نزل منجما فی ثلث و عشرين۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو احقر اوپر لکھ چکا ہے اور یہی معنی ہیں اس حدیث کے جو امام احمدؒ اور طبرانی نے بروایت واثلہ بن الاسقع کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کی ہے کہ صحف ابراہیم رمضان کی اول شب میں اور توراۃ چھٹی شب میں اور انجیل تیرہویں شب میں اور قرآن مجید چوبیسویں شب میں اسی رمضان کی نازل کئے گئے کذا فی روح المعانی واللہ اعلم۔

ربط: اوپر احکام صوم میں جن مصلحتوں کی رعایت فرمائی گئی ہے اسی طرح آئندہ بھی بعض احکام کے مصالح اور رعایت سہولت کا مذکور ہے ان سب سے حق تعالیٰ کا بندے کے حال پر توجہ اور عنایت فرمانا معلوم ہوتا ہے لہٰذا مضمون قرب واجابت کا ذکر بمناسب مقام فرماتے ہیں۔

قرب واجابت باری تعالیٰ: وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اس کا ظاہر احاطہ ذاتیہ وقرب ذاتی پر دلالت کرتا ہے۔

الروایت: فی لباب النقول اخرج ابن جرير وابن ابی حاتم وابن مردويه وابو الشيخ وغيرهم من طرق انه جاء اعرابی الی النبی صلی الله عليه وسلم فقال اقريب ربنا فنناجيه ام بعيد فنناديه فانزل الله تعالیٰ واذا سألك عبادی الآية[۲]۔

الکلام: استدل المعتزلة بقوله تعالیٰ يريد الله الخ علی انه قد يقع من العبد ما لا يريده الله تعالیٰ وذلك لان المريض والمسافر اذا صاما حتی اجهدهما الصوم فقد فعلا خلاف ما اراد الله تعالیٰ ورد بان التيسير باباحة الفطر وقد حصل من غير تخلف[۳] روح المعانی۔

النحو: شهر رمضان خبر مبتدأ محذوف تقديره ذلكم الوقت ۱۲ روح المعاني قلت واشرت اليه في الترجمة هدى وبينات حالان لازمان من القرآن والعامل فيهما انزل ۱۲ روح المعاني واشرت اليه في الترجمة بقولي وصف الخ۔ ولتكملوا علل لفعل محذوف دل عليه فمن شهد الخ اى وشرع لكم جملة ما ذكر الخ ۱۲ روح المعاني قلت واشرت اليه ايضا في الترجمة۔

البلاغة: شهر رمضان هو المراد بالايام واختار ذلك ابن عباس والحسن وابو مسلمؒ فيكون الله سبحانه قد اخبر اولا انه كتب علينا الصيام ثم بينه بقوله عز و جل اياما معدودات فزال بعض الابهام ثم بينه بقوله عز من قائل شهر رمضان توطيناً للنفس عليه ۱۲ روح المعاني قوله هدى للناس وبما ذكرت في ترجمته لم يلزم التكرار في الهدى اى مع قوله من الهدى وكذلك في بينات مع قوله الفرقان فافهم وظهر ان البينات والفرقان متحدان مقصودا وانما غير العنوان واشارة الى ان كون الشئ بينا لا يقصد الا لكونه فرقاناً بخلاف كونه هدى فانه مقصود بنفسه ولذا لم يغير فيه العنوان واشرت الى النكتة في ايراد البينات جمعا بقولي في الترجمة ۲۷،۲۷ وقد فسر صاحب الكشاف وروح المعاني الهدى والفرقان بالكتب المتقدمة لقوله تعالىٰ وانزل التوراة والانجيل من قبل هدى للناس وانزل الفرقان الذى انزل فيه قال البيضاوى فيه اشعار بان الانزال فيه سبب اختصاصه بوجوب الصوم فيه واوضحه عبدالحكيم بانه لما خص هذا الشهر باعظم النعم كان ذلك صالحا لاختصاصه باحمر انواع العبودية شكرا عليه ۱۲ قوله ومن كان مريضا مخصص لمن شهد وتكراره لذلك التخصيص اولئلا يتوهم نسخه كما نسخ قرينه ۱۲ روح المعاني۔ ولتكملوا في روح المعاني هذا نوع من اللف لطيف المسلك قلما يهتدى اليه لان مقتضى الظاهر ترك الواو لكونها عللا لما سبق ووجه اختياره لما فيه من مزيد الاعتناء بالاحكام السابقة مع عدم التكلف۔ قلت وجه الاعتناء انه فصل الافعال اولا ثم اجمل ذلك المفصل بالفعل المقدر اى شرع ثم فصل علل تلك الافعال كما هو ظاهر ۱۲ لتكبروا الله على في روح المعاني المراد من التكبير الحمد والثناء مجازا لكونه فردا منه ولذلك عدى بعلى ۱۲۔

أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴿۱۸۶﴾ أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿۱۸۷﴾

(اور باستثنا نامناسب درخواست کے) منظور کرلیتا ہوں (ہر) عرضی درخواست کرنے والے کی جبکہ وہ میرے حضور میں درخواست دے۔ سو ان کو چاہئے کہ میرے احکام کو قبول کیا کریں اور مجھ پر یقین رکھیں۔ اُمید ہے کہ وہ لوگ رشد (وفلاح) حاصل کرسکیں گے۔ تم لوگوں کیلئے روزہ کی شب میں اپنی بیبیوں سے مشغول ہونا حلال کردیا گیا ہے کیونکہ وہ تمہارے (بجائے) اوڑھنے بچھونے (کے) ہیں اور تم انکے (بجائے) اوڑھنے بچھونے (کے) ہو۔ خدا تعالیٰ کو اس کی خبر تھی کہ تم خیانت (کرکے) گناہ میں اپنے کو مبتلا کررہے تھے۔ مگر خیر اللہ تعالیٰ نے تم پر عنایت فرمائی اور تم سے گناہ دھو دیا۔ سو اب ان سے ملو ملاؤ اور جو (قانون اجازت) تمہارے لئے تجویز کردیا ہے (بلا تکلف) اسکا سامان کرو اور کھاؤ اور پیو (بھی) اس وقت تک کہ تم کو سفید خط (یعنی نور) صبح (صادق) کا متمیز ہوجائے سیاہ خط سے پھر (صبح صادق سے) رات تک روزہ کو پورا کیا کرو اور ان بیبیوں سے اپنا بدن بھی مت ملنے دو جس زمانہ میں کہ تم لوگ اعتکاف والے ہو مسجدوں میں یہ تو خداوندی ضابطے ہیں سو ان سے نکلنے کے نزدیک بھی مت ہونا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے (اور) احکام (بھی) لوگوں (کی اصلاح) کے واسطے بیان فرمایا کرتے ہیں اس امید پر کہ وہ لوگ (مطلع) ہوکر خلاف کرنے سے پرہیز رکھیں ۞

تفسیر: أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴿۱۸۶﴾ اور (اے محمد ﷺ) جب آپ سے میرے بندے میرے (قرب اور بعد کے متعلق) دریافت کریں تو (آپ میری طرف سے ان سے فرما دیجئے کہ) میں قریب ہی ہوں (اور باستثناء نامناسب درخواست کے) منظور کرلیتا ہوں (ہر) عرضی درخواست کرنے والے کی جب کہ وہ میرے حضور میں درخواست دے سو (جس طرح میں ان کی عرض معروض و

منظور کر لیتا ہوں) ان کو چاہئے کہ میرے احکام کو (بجا) آوری کے ساتھ) قبول کیا کریں (اور چونکہ ان احکام میں کوئی حکم نامناسب نہیں اس لئے اس میں استثناء ممکن نہیں) اور مجھ پر یقین رکھیں (میری ہستی پر بھی میرے حاکم ہونے پر بھی میرے حکیم ہونے اور رعایت مصالح پر بھی اس طرح) امید ہے کہ وہ لوگ رشد (وفلاح) حاصل کر سکیں گے۔ **ف** : یہ جو فرمایا کہ جب دریافت کریں سو ایک شخص نے دریافت کیا تھا **معنی قرب حق تعالیٰ**: اور یہ جو فرمایا کہ میں قریب ہوں تو جیسے حق تعالیٰ کی ذات کی حقیقت بے چوں وچگوں ہونے کی وجہ سے ادراک نہیں کی جاسکتی اسی طرح ان کی صفات کی حقیقت بھی معلوم نہیں ہوسکتی لہٰذا ایسے مباحث میں زیادہ تفتیش جائز نہیں اجمالاً اتنا سمجھ لیں کہ جیسی ان کی ذات ہے ان کی شان کے مناسب ان کا قرب بھی ہے۔ **تحقیق اجابت دعا**: اور احقر نے جو باستثناء نامناسب درخواست کی قید ظاہر کردی اس سے وہ مشہور وسوسہ اجابت دعا کے متعلق دفع ہوگیا کہ بعض اوقات دیکھا جاتا ہے کہ دعا قبول نہیں ہوتی حاصل جواب یہ ہے کہ وہ دعا اس شخص کے مناسب حال نہیں ہوتی اور یہ ضرور نہیں کہ جو چیز واقع میں نامناسب ہو اس کے نامناسب ہونے کی اطلاع خود اس شخص کو بھی ہو جایا کرے اور کسی ملحد کو اس شبہ کے نکالنے کی بھی گنجائش نہیں ہے کہ جیسے وہ ہماری صرف بعض باتیں قبول کرتے ہیں ہم بھی ان کے صرف بعض احکام مان لیں گے، وجہ گنجائش نہ ہونے کی یہ ہے کہ ہماری تو بعض درخواستیں نامناسب ہوتی ہیں اور ان کے احکام تو سب مناسب ہیں چنانچہ احقر نے ترجمہ میں بھی اس کو ظاہر کردیا ہے۔

حکم چہارم تمتع بمفطرات در شب صیام: **أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ** (الی قولہ تعالی) **حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ** تم لوگوں کے واسطے روزہ کی شب میں اپنی بیبیوں سے مشغول ہونا حلال کردیا گیا (اور پہلے جو اس سے ممانعت تھی وہ موقوف کی گئی) کیونکہ (بوجہ قرب واتصال کے) وہ تمہارے (بجائے) اوڑھنے بچھونے (کے) ہیں اور تم ان کے (بجائے) اوڑھنے بچھونے (کے) ہو خدا تعالیٰ کو اس کی خبر تھی کہ تم (حکم الٰہی میں) خیانت (کر) کے گناہ میں اپنے کو مبتلا کر رہے تھے (مگر) خیر (جب) تم معذرت سے پیش آئے تو) اللہ تعالیٰ نے تم پر عنایت فرمائی اور تم سے گناہ کو دھو دیا سو (جب اجازت ہوگئی تو) اب ان سے ملو ملاؤ اور جو (قانون اجازت) تمہارے لئے تجویز کر دیا ہے (بے تکلف) اس کا سامان کرو اور (جس طرح شب صیام میں بی بی سے ہم بستری کی اجازت ہے اسی طرح یہ بھی اجازت ہے کہ) کھاؤ (بھی) اور پیو (بھی) اس وقت تک کہ تم کو سفید خط (کہ وہ نور ہے) صبح (صادق) کا (جب کہ وہ بالکل شروع ہی شروع میں طلوع ہوتی ہے) متمیز ہو جاوے سیاہ خط سے (کہ عبارت ہے تاریکی کی اس حد فاصل سے کہ جو خط نور صبح سے ملا ہوا محسوس ہوتا ہے مراد متمیز ہونے سے یہ کہ صبح صادق طلوع ہو جاوے) پھر (صبح (صادق سے) رات (آنے) تک روزہ کو پورا کیا کرو۔ **ف** : شروع اسلام میں یہ حکم تھا کہ رات کو ایک دفع نیند آجانے سے آنکھ کھلنے کے بعد کھانا پینا بی بی کے پاس جانا حرام ہو جاتا ہے بعض صحابہ کرامؓ سے غلبہ میں اس حکم کے امتثال میں کوتاہی ہوگئی پھر نادم ہو کر حضور ﷺ سے اطلاع کی انکی ندامت اور توبہ پر حق تعالیٰ نے رحمت فرمائی اور اس حکم کو منسوخ کردیا اور احقر نے جو خط تاریکی اور خط نور کے ملنے کو محسوس ہونے سے تعبیر کیا ہے وجہ اس تعبیر کی یہ ہے کہ واقع میں وہ دو خط نہیں بلکہ ایک ہی ہے جو سطح نور و سطح ظلمت دونوں کا منتہا اور دونوں کے درمیان مشترک اور فاصل ہے جیسا اہل ریاضی جانتے ہیں۔

حکم پنجم اعتکاف: **وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ** اور ان بیبیوں (کے بدن سے) اپنا بدن بھی (شہوت کے ساتھ) مت ملنے دو جس زمانہ میں کہ تم اعتکاف والے ہو (جو کہ) مسجدوں میں (ہوا کرتا ہے)

ف : **مسئلہ**: حالت اعتکاف میں بی بی کے ساتھ صحبت اور اسی طرح بوس وکنار سب حرام ہے پھر اگر بوس وکنار میں انزال بھی ہوگیا تو وہ اعتکاف جاتا رہے گا اور بجائے اس کے دوسرا قضا کرنا ہوگا اور اگر بلا شہوت اس نے اُس کو یا اُس نے اس کو ہاتھ لگا دیا یا بدن دبا دیا تو درست ہے۔

مسئلہ: اعتکاف صرف ایسی مسجدوں میں جائز ہے جس میں پانچوں وقت جماعت سے نماز کا انتظام ہو۔

مسئلہ: جو اعتکاف رمضان میں نہ ہو اس میں بھی روزہ شرط ہے۔

مسئلہ: اعتکاف والے کو مسجد سے کسی وقت باہر نکلنا درست نہیں البتہ جو کام بہت ہی لاچاری کے ہیں جیسے پیشاب پائخانہ یا کوئی اور کھانا لانے والا نہ ہو تو گھر سے کھانا لے آنا یا جامع مسجد میں جمعہ کی نماز کے لئے جانا بس ایسی ضرورت کے لئے باہر جانا درست ہے لیکن گھر میں یا رستہ میں ٹھہرنا درست نہیں۔

مسئلہ: اگر عورت اعتکاف کرنا چاہے تو جو جگہ اس کی نماز پڑھنے کی مقرر ہے اسی جگہ اعتکاف بھی درست ہے۔

تاکید احکام مذکورہ: **تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ** ۝ یہ (سب احکام مذکورہ) خداوندی ضابطے ہیں سو ان (ضابطوں) سے (نکلنا تو کیسا) نکلنے کے نزدیک بھی مت ہونا (اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ احکام بیان کئے ہیں) اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے (اور) احکام (بھی) لوگوں (کی اصلاح) کے واسطے بیان فرمایا کرتے ہیں اس امید پر کہ وہ لوگ (احکام پر مطلع ہو کر ان احکام کے خلاف کرنے سے) پرہیز رکھیں)۔

ترجمہ مسائل مسنونہ ـ توسع فی اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اس میں مجاہدہ کی تعدیل ہے۔

ملحقات الترجمة: ۱ قوله میں نے طرف سے توجيه بعنوان الجواب ۱۲ـ ۲ قوله میرے احکام کو لما کان المقدر کالملفوظ اظهره فی الترجمة ۱۲ـ ۳ قوله رشد وفلاح عطف تفسیری اخذا مما فی روح المعانی ان اصل الباب اصابة الخیر ۱۲ـ ۴ قوله معذرت سے کذا فی البیضاوی ۱۲ـ ۵ قوله درگزر یا عما فی العفو من المحو للاثر ویعبر بلساننا بهذه ۱۲ـ ۶ قوله ملو ملاؤ هی اصل لغة المباشرة فانها الزاق البشرة بالبشرة کنی به عن الجماع ۱۲ـ ۷ قوله تمہارے لئے تجویز کیا ہے اخذا عما فی روح المعانی عن قتادة ان المراد ابتغوا الرخصة التی کتب الله تعالیٰ لکم فان الله تعالیٰ یحب ان توتی رخصه کما یحب ان توتی عزائمه اه قلت ویؤیده اللام فی صلة کتب وقد اشرت الی کون الامر للاباحة بقولی بے تکلف ۱۲ـ ۸ قوله مت ملنے دو اولته بالمعنی الحقیقی لعموم الحکم وعلم قید الشهوة بالاجماع ۱۲ـ ۹ قوله جس زمانہ میں فائدة الجواب عما اورد ان المعتکف اذا خرج من المسجد فباشر خارجا یلزم جوازه لانه حصر المنع من المباشرة حال کونه فیه وجه الجواب ظاهر بالترجمة فحاصل المعنی لاتباشروهن حال ما یقال لکم انکم عاکفون فی المساجد ومن خرج من المسجد لقضاء الحاجة فهذا القول باق ۱۲ـ ۱۰ قوله جو کہ مسجدوں اشرت بهذا الی ان القید للاشتراط وعلیه الاجماع ۱۲ـ ۱۱ قوله فی ترجمة الآیات احکام اطلاقا للدال علی المدلول ۱۲ـ

الروایات: فی لباب النقول اخرج البخاری عن البراء قال لما نزل صوم شهر رمضان کانوا لا یقربون النساء رمضان کله فکان رجال یخونون انفسهم فانزل الله علم الله انکم الخ واخرج احمد وابن جریر وابن ابی حاتم من طریق عبدالله بن کعب بن مالك عن ابیه قال کان الناس فی رمضان اذا صام الرجل فامسی فنام حرم علیه الطعام والشراب والنساء حتی یفطر من الغد فرجع عمر من عند النبی صلی الله علیه وسلم وقد سمر عنده فاراد امرأته فقالت انی قد نمت قال ما نمت[1] ووقع علیها وصنع کعب مثل ذلك فغدا عمر الی النبی صلی الله علیه وسلم فاخبره فنزلت الآیة وفی روح المعانی عن ابن جریر قال عمر یا رسول الله انی اعتذر الی الله تعالیٰ والیك من نفسی هذه ۱۲ـ فی لباب النقول اخرج ابن جریر عن قتادة قال کان الرجل اذا اعتکف فخرج من المسجد جامع ان شاء فنزلت ولا تباشروهن وانتم عاکفون فی المساجد ۱۲ـ

اللغات: استجاب واجاب واحد ومعناه قطع مسئلة بتبلیغه مراده من الجواب بمعنی القطع ۱۲ روح المعانی۔

النحو: قال عبدالحکیم ناصب لیلة الرفث المقدر الدال علیه الرفث المذکور اذا لمصدر لایتقدم معموله علیه قوله وکلوا عطف علی باشروهن فالغایة للثلث ۱۲ـ

البلاغة: قال البیضاوی الرفث کنایة عن الجماع لانه لایکاد یخلو من رفث وهو الافصاح والتصریح بما یجب ان یکنی عنه وعدی بالی لتضمنه معنی الافضاء (والا فاصل الرفث یتعدی بالباء) وایثاره ههنا لتقبیح ما ارتکبوه ولذلك سماه خیانة هن لباس قال البیضاوی لما کان الرجل والمرأة یعتنقان ویشتمل کل منهما علی صاحبه شبه باللباس او لان کلا منهما یستر حال صاحبه ویمنعه من الفجو اه قلت او لقلة الصبر عنهن لشدة الملا بسة قوله الخیط الابیض شبه اول ما یبدو من الفجر المعترض فی الافق وما یمتد معه من الغبش بخیطین واکتفی ببیان الخیط الابیض لدلالته علی الأخر وبذلك عدل عن الاستعارة الی التمثیل آه فاندفع ما قیل ان الصبح الصادق مستطیر فکیف شبه بالخیط وجه الدفع انه اول ما یبدو یشبه الخیط وکذا ما قیل ان الظلام کثیرة فکیف یشبه الخیط وجه الدفع ان ما یقارن خیط الصبح هو الذی یشبه الخیط ۱۲ـ حدود الله الحد المنع ومن کان فی طاعة الله والعمل بشرائعه فهو متصرف فی حیز الحق فنهی ان یتعداه وان یقرب الحد الذی هو الحاجز بین حیز الحق والباطل لئلا یدانی الباطل وان یکون فی الواسطة متباعدا عن الطرف فضلا عن ان یتخطاه فالمراد الاحکام ویجوز ان یرید بحدود الله محارمه ۱۲ من الکشاف قلت واشرت الی هذا کله فی الترجمة۔

الحواشی: (۱) بصیغة المخاطبة ای انت کاذبة ۱۲ منه۔

وَلَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۭ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۭ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا

الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۹﴾ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹۱﴾

اور آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق (طور) مت کھاؤ اوران (کے جھوٹے مقدمہ کو) حکام کے یہاں اس غرض سے رجوع مت کرو (کہ اس کے ذریعہ سے) لوگوں کے مالوں کا ایک حصہ بطریق گناہ (یعنی ظلم) کے کھا جاؤ اور تم کو (اپنے جھوٹ اور ظلم کا) علم بھی ہو۔ آپ سے چاندوں کی حالت تحقیقات کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ وہ چاند آلہ شناخت اوقات ہیں لوگوں کے (اختیاری معاملات مثل مدت ومطالبِ حقوق کے) لئے اور غیر اختیاری عبادات مثل (حج زکوٰۃ روزہ وغیرہ) کے لئے اور اس میں کوئی فضیلت نہیں کہ گھروں میں ان کی پشت کی طرف سے آیا کرو۔ لیکن فضیلت یہ ہے کہ کوئی شخص حرام (چیزوں) سے بچے اور گھروں میں اُن کے دروازوں سے آیا کرو اور خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو امید ہے کہ تم کامیاب ہو جاؤ اور (بے تکلف) تم لڑو اللہ کی راہ میں ان لوگوں کے ساتھ جو (نقض عہد کر کے) تمہارے ساتھ لڑنے لگیں۔ اور (ازخود) حد (معاہدہ) سے نہ نکلو۔ واقعی اللہ تعالیٰ حد (قانون شرعی) سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتے اور (جس حالت میں وہ خود عہد شکنی کریں اس وقت خواہ) ان کو قتل کرو جہاں ان کو پاؤ اور (خواہ) ان کو نکال باہر کرو جہاں سے انہوں نے تم کو نکلنے پر مجبور کیا اور شرارت قتل سے بھی سخت تر ہے اور ان کے ساتھ مسجد حرام کے قرب (ونواح) میں (کہ حرم کہلاتے ہے) قتال مت کرو۔ جب تک کہ وہ لوگ وہاں تم سے خود نہ لڑیں۔ ہاں اگر وہ (کفار) خود ہی لڑنے کا سامان کرنے لگیں تو تم (بھی) ان کو مارو۔ ایسے کافروں کی (جو حرم میں لڑنے لگیں) ایسی ہی سزا ہے۞

تفسیر: حکم ششم منع مال حرام: وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (الی قولہ تعالی) وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ اور آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق (طور پر) مت کھاؤ اوران (جھوٹے مقدمہ) کو حکام کے یہاں اس غرض سے رجوع مت کرو کہ (اس کے ذریعہ سے) لوگوں کے مال کا ایک حصہ بطریق گناہ (یعنی ظلم) کے کھا جاؤ اور تم کو (اپنے جھوٹ اور ظلم کا) علم بھی ہو۔

حکم ہفتم اعتبار حساب قمری در حج وغیرہ: يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ؕ (بعضے آدمی) آپ سے (۱۰۱) چاندوں کے (ہر مہینے گھٹنے بڑھنے کی) حالت (اور اس میں جو فائدہ ہے اس فائدہ) کی تحقیقات کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ (فائدہ اس کا یہ ہے کہ) وہ چاند (اپنے اس گھٹنے بڑھنے کے اعتبار سے لزوماً یا سہولۃً) آلۂ شناخت اوقات ہیں لوگوں کے (اختیاری معاملات مثل عدت ومطالبۂ حقوق کے) لئے اور (غیر اختیاری عبادات مثل) حج (وزکوٰۃ وروزہ وغیرہ) کیلئے۔ **ف**: مطلب یہ ہے کہ سورج تو اپنے تشکل کے اعتبار سے ہمیشہ ایک حالت پر رہتا ہے گو مطالع ومغارب کے اعتبار سے ہر روز وہ بھی مختلف ہوتا رہتا ہے لیکن وہ امر خفی ہے اور ایک مدت تک اس کا فرق ظاہر نہیں ہوتا اور کسوف دائم اور معین نہیں بخلاف چاند کے کہ جلد جلد اس کے تشکلات مختلف ہوا کرتے ہیں پھر ہر ماہ میں ایک ہی ضابطہ پر ہوتے رہتے ہیں اور وہ اختلاف ایسا بین ہے کہ ہر کہ ومہ بے تکلف اس کو محسوس کرتا ہے اس لئے عام طور پر مختلف طبقات اور درجات کے آدمیوں کو جیسا قمری حساب سے اوقات کا انضباط اور انتظام سہل ہے شمسی حساب سے ممکن نہیں لہٰذا شریعت نے بالاصالۃ قمری حساب پر احکام وعبادات کا مدار رکھا ہے کہ سب کا اجتماع واتفاق امور میں سہولت سے ممکن ہو پھر بعض احکام میں تو اس حساب کو لازم کر دیا ہے کہ ان میں دوسرے حساب پر مدار رکھنا جائز ہی نہیں جیسے حج وروزہ رمضان وعیدین وزکوٰۃ وعدتِ طلاق وامثالہا اور بعض میں گو اختیار دیا ہے جیسے کوئی چیز خریدی اور وعدہ ٹھہرا کہ اس وقت سے ایک سال شمسی گزرنے پر زرِ ثمن بے باق کریں گے اس میں شرع نے مجبور نہیں کیا کہ سال قمری ہی پر مطالبہ کا حق ہو جاویگا لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ ابتداءً قمری پر مدار رکھا جاوے تو عام طور پر پھر سہولت اسی میں ہے احقر نے جو لزوماً یا سہولۃً اثنائے ترجمہ میں لکھ دیا ہے وہ اسی مضمون مفصل کا اجمال ہے اور اختیاری غیر اختیاری جو اثنائے ترجمہ میں واقع ہوا ہے اس سے مراد شرعاً ان کا موقت غیر موقت ہونا ہے ورنہ باعتبار فعل کے سب اختیاری ہیں ورنہ شرعاً ان کا امر ہی نہ ہوتا خوب سمجھ لو۔ **حکم استعمال حساب شمسی**: اور جاننا چاہئے کہ اپنے روزمرہ کے مکاتبات ومخاطبات میں ہر چند کہ شمسی حساب کا استعمال کرنا شرعاً ناجائز تو نہیں ہے لیکن غور کرنے سے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بوجہ خلاف ہونے وضع صحابہ وسلف صالحین کے خلاف اولیٰ ضرور ہے ونیز چونکہ مدار احکام شرعیہ کا حساب قمری پر ہے اس لئے اس کا محفوظ ومنضبط رکھنا یقیناً فرض علی الکفایہ ہے اور سہل طریق انضباط کا یہ ہے کہ روزمرہ اس کا استعمال رکھا جاوے اور ظاہر ہے کہ فرض کفایہ عبادت ہے اور عبادت کی حفاظت کا آلہ یقیناً ایک درجہ میں عبادت ہے پس حساب قمری کا استعمال اس درجہ میں مطلوب شرعی ٹھہرا پس مسلمان سے

بہت بعید ہے کہ ایک جانب ایک امر مطلوب شرعی ہو دوسری جانب دوسرا امر کسی درجہ میں مزاحم اس شرعی کا ہو پھر مطلوب کو چھوڑ کر بلاضرورت اس کے مزاحم کو اختیار کرے خصوصاً اس طور پر کہ اس مطلوب سے کوئی خاص تعلق اور دلچسپی بھی نہ رہے اور غیر مطلوب کو راجح قرار دینے لگے۔

حکم ہشتم اصلاح طریقہ بخانہ درآمدن دراحرام: وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا (الی قولہ تعالیٰ) وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔ (بعض لوگ قبل اسلام کے حالت احرام حج میں اگر کسی ضرورت سے گھر جانا چاہتے تو دروازہ سے جانا ممنوع جانتے تھے اس لئے پشت کی دیوار میں نقب دے کر اس میں سے اندر جاتے تھے اور عمل کو فضیلت سمجھتے تھے حق تعالیٰ اس کے متعلق بعد ذکر حج کے ارشاد فرماتے ہیں) اور اس میں کوئی فضیلت نہیں کہ گھروں میں ان کی پشت کی طرف سے آیا کرو ہاں لیکن فضیلت یہ ہے کہ کوئی شخص حرام (چیزوں) سے بچے اور (چونکہ گھروں میں دروازہ کی طرف سے آنا حرام نہیں ہے اس لئے اس سے بچنا بھی ضرور نہیں سو اگر آنا چاہو تو) گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ اور (اصل الاصول تو یہ ہے کہ) خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو (اس سے البتہ) امید ہے کہ تم (دارین میں) کامیاب ہو۔ **ف** : اس سے ایک بڑے کام کی بات معلوم ہوئی کہ جو شئے شرعاً مباح ہو اس کو طاعت وعبادت اعتقاد کر لینا اسی طرح اس کو معصیت اور محل ملامت اعتقاد کر لینا شرعاً مذموم ہے اور بدعت میں داخل ہے چنانچہ گھروں میں دروازے سے آنا مباح تھا اس کو ان لوگوں نے معصیت سمجھا تھا اور دروازہ چھوڑ کر کسی اور طرف سے آنا بھی فی نفسہ مباح ہے اس کو ان لوگوں نے عبادت وفضیلت سمجھا تھا اس پر حق تعالیٰ نے ان پر رد فرمایا اور ان کے اس اعتقاد کو باطل اور مخالف تقویٰ کے ٹھہرایا اور تقویٰ کو واجب فرمایا تو ضرور جس چیز سے واجب کا ترک اور خلاف لازم آوے گا وہ گناہ ہوگی پس ان کے یہ دونوں اعتقاد گناہ ہوئے اس قاعدہ سے ہزاروں اعمال کا حکم معلوم ہو گیا جو کہ عوام بلکہ بعض خواص میں بھی شائع ہیں اللہ تعالیٰ رحم فرماویں۔

حکم نہم متعلق قتال کفار: وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا (الی قولہ تعالیٰ) فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ كَذٰلِكَ جَزَاءُ الْكٰفِرِينَ۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْأَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ۔ اس میں اعراض عن الفضول پر دلیل ہے اور اس پر بھی کہ شیخ کو حق ہے کہ بعض سوالات سے منع کر دے خواہ صریحاً خواہ اس طور سے کہ جو اس سے پوچھا گیا ہے اس کا جواب نہ دے، دوسرا جواب دے دے۔ قولہ تعالیٰ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا۔ اس میں مذمت ہے تشبہ باہل باطل کی اگرچہ رسوم وعادات ہی میں ہو۔

الحواشی: (۱) هذا مبنى على المشهور بان السول كان عن العلة والجواب على اسلوب الحكيم ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله** ایک دوسرے کے مال فهو على حد ولا تلمزوا انفسكم بدليل قوله سبحانه بينكم فانه بمعنى الواسطة يقتضي ان يكون ما يضاف اليه منقسما الى طرفين بكون الاكل والمال حال الاكل متوسطا بينهما وذلك ظاهر على المعنى المذكور كذا فى روح المعانى قلت وهو بيان لا على البلاغة فى الآية ۱۲۔ ۲؎ **قوله** بالاصالۃ زدته لانهم اعتبروا فى اسنين السنة الشمسية فانه بعارض كون الفصول مؤثرة فى المزاج والعلاج ۱۲۔ ۳؎ **قوله** ایک درجہ میں عبادت المراد به العبادة بالغير ۱۲۔

الروایات: فى لباب النقول اخرج ابن ابى حاتم عن سعيد بن جبير قال ان امرء القيس بن حابس وعبدان بن اشوع الحضرمى اختصما فى ارض واراد امرأ القيس ان يحلف ففيه نزلت ولاتاكلوا اموالكم بينكم الآية۔ فى لباب النقول اخرج ابن ابى حاتم عن ابى العالية قال بلغنا انهم قالوا يا رسول الله لم خلقت الاهلة فانزل الله تعالى يسئلونك عن الاهلة۔ قلت فظهر ان السوال كان عن الحكمة وهو الظاهر من الجواب فلا يحتاج الى التكلف بكون الجواب على اسلوب الحكيم وماروى ان معاذ بن جبل سأل ما بال الهلال يبدو دقيقا ثم يزيد الخ فسنده على ما فى روح المعانى ضعيف على انه يمكن حمله على السوال عن الحكمة كما لا يخفى ۱۲۔ روى البخارى عن البراء قال كانوا اذا احرموا فى الجاهلية اتوا البيت من ظهره فانزل الله وليس البر الخ ۱۲ لباب النقول۔ فى لباب النقول من طريق الكلبى عن ابى صالح عن ابن عباس قال نزلت هذه الآية فى صلح الحديبية وذلك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لما صدعن البيت ثم صالحه المشركون على ان يرجع عامه القابل فلما كان العام القابل تجهز هو و اصحابه عمرة القضاء فخافوا ان لا تفى قريش بذلك وان يصدوهم عن المسجد الحرام ويقاتلوهم وكره اصحابه قتالهم فى الشهر الحرام فانزل الله ذلك ۱۲۔

اللغات: الادلاء فى الاصل ارسال الحبل فى البير ثم استعير للتوصل الى الشئ او الالقاء والباء صلة الادلاء اى لا تتوصلوا او لاتلقوا بحكومتها والخصومة فيها الى الحكام ۱۲ روح المعانى المواقيت جمع ميقات من الوقت صيغة آلة اى ما يعرف به الوقت اه من البيضاوى وعبدالحكيم قلت واشرت اليه فى الترجمة ۱۲۔

النحو: بينكم و بالباطل متعلقان بلا تأكلوا والباء فى بالاثم للسببية ۱۲ من روح المعانى۔

البلاغۃ: جمع الاهلة اما لان الهلال كل يوم بزيادة ونقصه كانه هلال آخر غير الاول واما لانه متعدد باعتبار تعدد الشهور واخترت الوجه الثاني في الترجمة لرجحانه عند ذوقي وعطف الحج يمكن ان يبنى على تغاير بينه وبين المعطوف عليه بان يقال ان قوله للناس بيان للمواقيت التي هى باختيارهم وقوله والحج اشارة الى المواقيت التى عينها الله للعبادات الموقتة الا انه خص الحج بالذكر من بينها لكونها ادعى شئ الى الوقت لانه يحتاج اليه اداءً وقضاءً آه من البيضاوى وعبدالحكيم۔ قلت وعطفت فى الترجمة الصوم على الحج مناسبة لخصوص المقام الصوم المتصل به ۱۲۔

فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۹۲﴾ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ ۖ فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ ﴿۱۹۳﴾ الشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمَاتُ قِصَاصٌ ۚ فَمَنِ اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿۱۹۴﴾ وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ وَأَحْسِنُوا ۛ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۹۵﴾ مع

پھر اگر وہ لوگ (اپنے کفر سے) باز آ جائیں (اور اسلام قبول کر لیں) تو اللہ تعالیٰ بخش دیں گے اور مہربانی فرما دیں گے اور ان کے ساتھ اس حد تک لڑو کہ فساد عقیدہ (شرک) نہ رہے اور ان کا دین (خالص اللہ ہی کا ہو جائے) اور اگر وہ لوگ (کفر سے) باز آ جائیں تو سختی کسی پر نہیں ہوا کرتی بجز بے انصافی کرنے والوں کے۔ حرمت والا مہینہ ہے بعوض حرمت والے مہینے کے اور یہ حرمتیں تو عوض معاوضہ کی چیزیں ہیں سو جو تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس پر زیادتی کرو جیسی اس نے تم پر زیادتی کی ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یقین کر لو کہ اللہ تعالیٰ ان ڈرنے والوں کے ساتھ ہوتے ہے اور تم لوگ (جان کے ساتھ مال بھی) خرچ کیا کرو اللہ کی راہ میں اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں مت ڈالو اور کام اچھی طرح کیا کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اچھی طرح کام کرنے والوں کو۔

تفسیر: فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۹۲﴾ (الی قولہ تعالیٰ) وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿۱۹۴﴾ (ذی قعدہ ۶ ہجری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ادائے عمرہ کے قصد سے مکہ معظّمہ تشریف لے چلے اس وقت تک مکہ معظّمہ مشرکین کے قبضہ اور حکومت میں تھا ان لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہمراہیوں کو مکہ کے اندر نہ جانے دیا اور عمرہ رہ گیا آخر بڑی گفتگو کے بعد یہ معاہدہ قرار پایا کہ سال آئندہ تشریف لا کر عمرہ ادا فرماویں چنانچہ ذیقعدہ ۷ ہجری میں پھر آپ اسی قصد سے تشریف لے چلے لیکن اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ شاید مشرکین اپنا معاہدہ پورا نہ کریں اور آمادۂ مقابلہ و مقاتلہ نہ ہو جاویں تو ایسی حالت میں نہ تو سکوت مصلحت ہے اور اگر مقاتلہ کیا جاوے تو ذیقعدہ میں کہ اس وقت تک اس میں اور ذی الحجہ اور محرم اور رجب میں قتل و قتال ممنوع تھا اور اس لئے یہ چار مہینے اشہر حُرم کہلاتے تھے قتل لازم آتا ہے غرض مسلمان اس تردد سے پریشان تھے حق تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں کہ گو اور کفار کی طرح ان خاص معاہدہ کرنے والوں کے ساتھ بوجہ باہمی معاہدہ کے تم کو اپنی جانب سے ابتداءً قتال کرنے کی اجازت نہیں لیکن اگر وہ لوگ خود عہد شکنی کریں اور تم سے لڑنے کو آمادہ ہو جاویں تو اس وقت تم کسی طرح کا اندیشہ دل میں مت لاؤ) اور (بے تکلف) تم (بھی) لڑو اللہ کی راہ میں (یعنی اس نیت سے کہ یہ لوگ دین کی مخالفت کرتے ہیں) ان لوگوں کے ساتھ جو (نقض عہد کر کے) تمہارے ساتھ لڑنے لگیں اور (از خود) حد (معاہدہ) سے مت نکلو (کہ عہد شکنی کر کے لڑنے لگو) واقعی اللہ تعالیٰ حد (قانونِ شرعی) سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتے اور (جس حالت میں وہ خود عہد شکنی کریں تو اس وقت دل کھول کر خواہ) ان کو قتل کرو جہاں ان کو پاؤ اور (خواہ) ان کو (مکہ سے) نکال باہر کرو جہاں سے انہوں نے تم کو (تنگ کر کے اور ایذائیں پہنچا کر) نکلنے (اور ہجرت کرنے) پر مجبور کیا ہے اور (تمہارے اس قتل و اخراج کے بعد بھی عقلاً الزام ان ہی پر رہے گا کیونکہ عہد شکنی جو ان سے واقع ہوگی بڑی شرارت کی بات ہے اور ایسی) شرارت (ضرر میں) قتل (و اخراج) سے بھی سخت تر ہے (کیونکہ اس قتل و اخراج کی نوبت اس شرارت ہی کی بدولت پہنچتی ہے پس یہ شرارت اصل اور قتل و اخراج اس کی فرع ہے) اور علاوہ معاہدہ کے ان کے ساتھ ابتداءً قتال کرنے سے ایک اور امر بھی مانع ہے وہ یہ کہ حرم شریف یعنی مکہ اور اس کا گرداگرد ایک واجب الاحترام جگہ ہے اور اس میں قتال کرنا اس کے احترام کے خلاف ہے اس لئے بھی حکم دیا جاتا ہے کہ) ان کے ساتھ مسجد حرام (یعنی کعبہ) کے قرب (و نواح) میں (کہ حرم کہلاتا ہے) قتال مت کرو جب تک کہ وہ لوگ وہاں تم سے خود نہ لڑیں ہاں اگر وہ (کفار) خود ہی لڑنے کا سامان کرنے لگیں تو (اس وقت پھر تم کو اجازت ہے کہ) تم (بھی) ان کو مارو (دھاڑو) ایسے کافروں کی (جو حرم میں لڑنے لگیں) ایسی ہی سزا ہے پھر اگر (بعد شروع قتال کے بھی) وہ لوگ (اپنے کفر سے) باز آ جاویں (اور اسلام قبول کر لیں) تو (ان کا اسلام بے قدر نہ سمجھا جاوے گا بلکہ) اللہ تعالیٰ (ان کے گزشتہ کفر کو) بخش دینگے اور (مغفرت کے علاوہ انواع نعم دے کر ان پر) مہربانی (بھی)

فرماوینگے اور (اگر وہ لوگ اسلام نہ لاویں تو گو اور کفار سے جزیہ دینے کے اقرار پر قتال سے دست کش ہونے کا حکم ہے لیکن یہ خاص کفار چونکہ اہل عرب ہیں ان کے لئے قانون جزیہ نہیں ہے بلکہ ان کے لئے اسلام ہے یا قتل اس واسطے) ان کے ساتھ اس حد تک لڑو کہ (ان میں) فسادِ عقیدہ (یعنی شرک) نہ رہے اور (ان کا) دین (خالص) اللہ ہی کا ہو جاوے (اور کسی کے دین و مذہب کا خالصاً اللہ کے لئے ہو جانا موقوف ہے قبول اسلام پر تو حاصل یہ ہوا کہ شرک چھوڑ کر اسلام اختیار کرلیں) اور اگر وہ لوگ (کفر سے) باز آجاویں (جس کا ذکر ابھی ہوا بھی ہے) تو (آخرت میں مغفرت و رحمت کے مستحق ہونے کے ساتھ دنیا میں ان کے لئے تم کو یہ قانون بتلایا جاتا ہے کہ سزا کی) سختی کسی پر نہیں ہوا کرتی بجز بے انصافی کرنے والوں کے (جو براہِ بے انصافی خدائی احسانات کو بھول کر کفر وشرک کرنے لگیں اور جب یہ لوگ اسلام لے آئے تو بے انصاف نہ رہے لہٰذا ان پر سزائے قتل کی سختی نہ رہی اور مسلمانوں تم کو جو ان کے نقض عہد کی صورت میں یہ تردد ہے کہ شہر حرام یعنی ذیقعدہ میں لڑنا پڑے گا سو اس سے بھی بے فکر رہو کیونکہ) حرمت والا مہینہ (تم کو قتال کفار سے مانع ہو سکتا) ہے بعوض (اس کے کہ اس) حرمت والے مہینہ کے (سبب وہ بھی تم سے قتال نہ کریں) اور (وجہ یہ ہے کہ) یہ حرمتیں تو عوض معاوضہ کی چیزیں ہیں سو (جو تم سے ان کی رعایت کرے تو تم بھی رعایت رکھو اور) جو تم پر (ایسی حرمتوں کی رعایت نہ کرکے) زیادتی کرے تو تم بھی اس پر زیادتی کرو جیسی اس نے تم پر زیادتی کی ہے اور (ان سب احکام مذکورہ کے برتاؤ میں) اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو (کہ کسی امر میں حد قانونی سے تجاوز نہ ہونے پاوے) اور یقین کرلو کہ اللہ تعالیٰ (اپنی عنایت و رحمت سے) ان ڈرنے والوں کے ساتھ ہوتے ہیں)۔

ف : ان آیتوں کے متعلق چند مسائل ہیں۔

مسئلہ اول: ابتداء بقتال: کفار کے ساتھ جب کہ شرائط جواز کے پائے جاویں ابتداءً قتال شروع کرنا درست ہے اور اس مقام میں جو ابتداء بالقتال سے ممانعت فرمائی ہے تو وہ صرف بوجہ معاہدہ کے ہے تو معاہدہ میں ابتداء ناجائز ہے البتہ اگر معاہدہ کا باقی رکھنا مصلحت نہ ہو تو صاف اطلاع کردی جاوے کہ ہم وہ معاہدہ باقی نہیں رکھتے پھر قتال جائز ہے اسی طرح اگر وہ لوگ خود معاہدہ توڑ دیں تب بھی قتال جائز ہے چنانچہ جن لوگوں کے باب میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں انہوں نے آخر میں جب نقض عہد کردیا تو ان سے یہاں تک قتل و قتال ہوا کہ مکہ فتح ہو کر دار الاسلام بن گیا۔

مسئلہ دوم: استیطان کفار جزیرہ عرب را وقتال در حرم: جزیرۂ عرب کے اندر جس میں حرم بھی آ گیا کفار کو وطن بنانے کی اجازت نہیں اور اگر بزور رہنا چاہیں تو غیر حرم میں تو قتال کرکے بھی دفع کردینا جائز ہے اور حد حرم کے اندر اولاً قتال نہ کرینگے بلکہ ان کو دوسری طرح تنگ کریں گے جس میں وہ خود چھوڑ دیں اور اگر کسی طرح نہ چھوڑیں اور دفع کرنے سے آمادۂ قتال ہو جاویں تو اس وقت قتال جائز ہے اور یہی حکم ہے اس کا جو کوئی جرم قتل وغیرہ کا مرتکب ہو کر حرم کے اندر جا گھسے اس کو تنگ کرکے باہر نکال کر قصاص وغیرہ لیں گے اور اس مقام میں جو نقض عہد نہ کرنے کی صورت میں ان سے تعرض نہ کرنے کا حکم مفہوم ہوتا ہے سو اس وقت یہ ممانعت جزیرۂ عرب میں بسنے کی نہ تھی پھر آخر میں یہ حکم مقرر ہو گیا۔

مسئلہ سوم: قتال در اشہر حرم: جمہور ائمہ دین کا اجماع ہے کہ اشہر حرم میں اب قتل و قتال جائز ہے اور جن آیات سے ممانعت معلوم ہوتی ہے وہ منسوخ ہیں لیکن افضل اب بھی یہی ہے کہ اشہر حرم میں ابتدا بالقتال نہ کرے۔

مسئلہ چہارم: عدم قبول جزیہ از کفار عرب: کفار عرب اگر اسلام نہ لاویں تو ان کے لئے صرف قتل کا قانون ہے اگر وہ جزیہ دینا چاہیں نہ لیا جاوے گا یہ سب مسائل درمختار و ردالمحتار وغیرہما کتب فقہ حنفی سے منقول ہیں۔

حکم و ہم انفاق فی الجہاد: وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛۚ وَاَحْسِنُوْا ۛۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اور تم لوگ (جان کے ساتھ مال بھی) خرچ کیا کرو اللہ کی راہ (یعنی جہاد) میں اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں مت ڈالو (کہ ایسے مواقع میں جان و مال خرچ کرنے سے جبن یا بخل کرنے لگو جس کا نتیجہ تمہارا ضعیف اور مخالف کا قوی ہو جانا ہے جو عین تباہی ہے) اور (جو) کام (کرو) اچھی طرح کیا کرو (مثلاً اسی موقع پر خرچ کرنا ہے دل کھول کر خوشی سے اچھی نیت کے ساتھ خرچ کرو) بلاشبہ اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں اچھی طرح کام کرنے والوں کو۔ **ف** : اور یہ جو فرمایا کہ اپنے ہاتھوں الخ اس قید کا حاصل یہ ہے کہ باختیارِ خود کوئی امر خلاف حکم نہ کرے اور جو بلا قصد و اختیار کچھ ہو جاوے وہ معاف ہے کذا فی روح المعانی۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ۔ اس کی تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ غزوہ اور انفاق فی الغزوہ مت چھوڑو پس یہ دلیل ہے اس پر کہ اعتبار معانی کو صورت پر ترجیح ہے کہ جو چیز صورۃً تہلکہ کی ضد ہے اس کو معنی کا اعتبار کرکے تہلکہ فرمایا گیا۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قولہ** ان خاص معاہدہ کرنے والوں الخ **فلا حاجة الى القول بكون الآية منسوخة بجواز ابتداء القتال مع الكفار بعد ان حملته على المعاهدين فافهم**۱۲۔ ۲؎ **قوله في ترجمة والفتنة** ایسی شرارت **وقوله في ترجمة جزاء الكفرين** ایسے کافروں کی **للعهد**

فیهما۱۲۔ ۳ قوله علاوہ معاہدہ فلا یتوهم ان التفسیر یدل علی کون المانع عهدا مع قطع النظر عن کونهم فی الحرم فما معنی مانعیة الحرم۱۲۔ ۴ قوله فی ترجمة عند قرب فاشتمل الحرم کله۱۲۔ ۵ قوله سامان کرنے لگیں حملا علی المجاز بضرورة الاجماع علی عدم توقف جواز قتالهم علی عین القتال منهم۱۲۔ ۶ قوله فی ترجمة لا تکون فتنه فسادعقیدہ یعنی شرک کما نقل فی روح المعانی عن قتادة والسدی وهذا ینطبق علی مذهب الحنفیة واما غیرهم فیحملونه علی الاطاعة وترک المقاتلة ولو بقبول الجزیة۱۲۔ ۷ قوله خالص لما یشعر به اللام هکذا فی روح المعانی۱۲۔ ۸ قوله فی ترجمة فان انتهوا الثانی اور حملا للفاء علی مطلق العطف نظرا الی فان انتهوا الاول ویصح التعقیب نظرا الی قاتلوهم۱۲۔ ۹ قوله وجہ یہ ہے قال البیضاوی احتجاج علیه آه ای باندراج الاحتجاج فیه لا انه مقصود بالذات والا لما صح الواو۱۲ من عبدالحکیم۔ ۱۰ قوله اس پر زیادتی کرو من غیر ان یقید بقوله ایسی ہی حملا للباء علی الزیادة کما فی المدارك وتقدیره عدوانا مثل عدوانهم آه ای فی نفس کونه عدوانا لان المراد نفس القتال بقرینة المقام ولا یجب فیه المماثلة اجماعاً فلا تعرض للآیة لمسئلة الضمان او المماثلة فی القصاص بالکیفیة کما ذهب الیه الشافعی فافهم۱۲۔ ۱۱ قوله جان کے ساتھ دلیله العطف علی قاتلوا کما فی روح المعانی وهو الدلیل فی عموم تفسیر قوله تعالیٰ لا تلقوا الخ لترک القتال والانفاق فهو متعلق لمجموع المعطوف والمعطوف علیه کما فی روح المعانی ایضا۱۲۔

الرِّوَایَاتُ: فی لباب النقول روی البخاری عن حذیفة قال نزلت هذه الآیة فی النفقة واخرج ابوداؤد والترمذی وصححه ابن حبان والحاکم وغیرهم عن ابی ایوب الانصاری قال نزلت هذه الآیة فینا معشر الانصار لما اعز الله الاسلام وکثر ناصروه قال بعضنا لبعض سرا ان اموالنا قد ضاعت وان الله اعز الاسلام فلو اقمنا فی اموالنا فاصلحنا ماضاع منها فانزل الله علینا یرد علینا ما قلنا وانفقوا فی سبیل الله ولا تلقوا بایدیکم الی التهلکة فکانت التهلکة الا قامة علی الاموال واصلاحها وترکنا الغزو۱۲۔

اللُّغَاتُ: الهلاك فی الاصل انتهاء الشئ فی الفساد والالقاء طرح الشئ وعدی بالی لتضمن معنی الانتهاء ۱۲ بیضاوی۔

النَّحْوُ: الشهر الحرام بحذف المضاف ومتعلق الجار تقدیره حرمة الشهر الحرام مقابل بالشهر الحرام قوله قصاص بحذف المضاف ای الحرمات ذات قصاص۱۲۔

البَلَاغَةُ: الباء مزیدة والمراد بالایدی الانفس ای لا توقعوا انفسکم فی الهلاك وقیل معناه لا تجعلوها اخذة بایدیکم (فالایدی بالمعنی الحقیقی ای لا تجعلوا التهلکة قابضة ایدیکم) اولا تلقوا بایدیکم انفسکم الیها فحذف المفعول ۱۲ بیضاوی۔ قلت واخترت الوجه الآخر فی الترجمة۱۲۔

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَیْسَرَ مِنَ الْهَدْیِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰی یَبْلُغَ الْهَدْیُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِیْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًی مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْیَةٌ مِّنْ صِیَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ فَاِذَاۤ اَمِنْتُمْ ٙ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَی الْحَجِّ فَمَا اسْتَیْسَرَ مِنَ الْهَدْیِ ۚ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ فِی الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ؕ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ یَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾

اور (جب حج وعمرہ کرنا ہوتو اس) حج وعمرہ کو اللہ تعالیٰ کے واسطے پورا پورا کیا کرو۔ پھر اگر (کسی دشمن یا مرض کے سبب) روک دیئے جاؤ تو قربانی کا جانور جو کچھ میسر ہو (ذبح کرو) اور اپنے سروں کو اس وقت تک مت منڈاؤ جب تک کہ قربانی اپنے موقع پر نہ پہنچ جائے (اور وہ موقع حرم ہے کہ کسی کے ہاتھ جانور بھیج دیا جائے) البتہ اگر کوئی تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہو (جس سے پہلے ہی سر منڈانے کی ضرورت پڑ جائے) تو (وہ سر منڈوا کر) فدیہ (اس کا شرعی بدلہ) دے دے (تین) روزے سے یا (چھ مسکین کو) خیرات دے دینے سے یا ایک بکری ذبح کر دینے سے۔ پھر جب تم امن کی حالت میں ہو (یا پہلے ہی سے کوئی خوف ومزاحمت پیش آیا ہو یا ہو کر جاتا رہا ہو) تو جو شخص عمرہ سے اس کو حج کے ساتھ ملا کر متمتع ہوا ہو (یعنی ایام حج میں عمرہ کو بھی کیا ہو) تو جو کچھ میسر ہو قربانی (ذبح) کرے (اور جس نے صرف عمرہ یا حج کیا اس پر حج وغیرہ کے متعلق کوئی قربانی نہیں) پھر جس شخص کو قربانی کا جانور میسر نہ ہو تو (اس کے ذمہ) تین دن کے روزے ہیں (ایام حج میں) اور سات ہیں جبکہ حج سے تمہارے لوٹنے کا وقت آ جائے یہ پورے دس ہوئے۔ یہ اس شخص کے لئے ہے جس کے اہل (وعیال) مسجد حرام (یعنی کعبہ کے قریب میں نہ رہتے ہوں یعنی قریب کا وطن دار نہ ہو)

اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو (کہ کسی امر میں خلاف نہ ہو جائے) اور جان لو کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ (بیباکی اور مخالفت کرنے والوں کو) سزائے سخت دیتے ہیں۔ ۞

تفسیر: حکم یازدہم متعلق حج وعمرہ: وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ (الی قولہ تعالی) وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۞ اور (جب حج یا عمرہ کرنا ہو تو اس) حج اور عمرہ کو اللہ تعالیٰ کے (خوش کرنے کے) واسطے پورا پورا ادا کیا کرو (کہ افعال وشرائط بھی سب بجالاؤ اور نیت بھی خالص ثواب ہی کی ہو) پھر اگر (کسی دشمن کی جانب سے یا کسی مرض کے سبب سے حج وعمرہ کے پورا کرنے سے روک دیئے جاؤ تو (اس حالت میں یہ حکم ہے کہ) قربانی کا جانور جو کچھ میسر ہو (ذبح کرے اور حج وعمرہ کی جو وضع اختیار کر رکھی تھی موقوف کرے اس کو احرام کھولنا کہتے ہیں جس کا طریقہ شرع میں سرمنڈانا ہے اور بال کٹا دینے کا بھی یہی اثر ہے) اور (یہ نہیں کہ فوراً روک ٹوک کے ساتھ ہی تم کو احرام کھولنا درست ہو جاوے بلکہ) اپنے سروں کو (احرام کھولنے کی غرض سے) اس وقت تک مت منڈاؤ جب تک کہ (وہ) قربانی (کا جانور جس کے ذبح کا اس حالت میں حکم تھا) اپنے موقع پر نہ پہنچ جاوے (اور وہ موقع حرم ہے کہ قربانی کا جانور وہاں اگر خود نہ جاسکے تو کسی کے ہاتھ بھیجا جاوے اور ذبح کیا جاوے) البتہ اگر کوئی تم میں سے (کچھ) بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ (زخم یا درد یا جوؤں وغیرہ کی) تکلیف ہو (اور اس بیماری یا تکلیف کی وجہ سے پہلے سرمنڈانے کی ضرورت پڑ جاوے) تو (اس کو اجازت ہے کہ وہ سرمنڈا کر فدیہ (یعنی اس کا شرعی بدلہ) دیدے (خواہ تین) روزے سے یا (چھ مسکینوں کو فی مسکین صدقہ فطر کی برابر یعنی نصف صاع گیہوں) خیرات (کے طور پر) دیدنے سے یا اقل درجہ ایک بکری) ذبح کر دینے سے پھر جب تم امن کی حالت میں ہو (خواہ تو پہلے ہی سے کوئی خوف ومزاحمت پیش نہیں آیا یا ہو کر جاتا رہا) تو (اس صورت میں حج وعمرہ کے متعلق قربانی کرنا ہر ایک کے ذمہ نہیں ہے بلکہ خاص) جو شخص عمرہ سے اس کو حج کے ساتھ ملا کر منتفع ہوا ہو (یعنی ایام حج میں عمرہ بھی کیا ہو) تو (فقط اس کو ضرور ہے کہ) جو کچھ قربانی میسر ہو (ذبح کرے اور جس نے صرف عمرہ کیا ہو یا صرف حج کیا ہو اس پر حج یا عمرہ کے متعلق کوئی قربانی نہیں) پھر (ایام حج میں حج وعمرہ کو جمع کرنے والوں میں سے) جس شخص کو قربانی کا جانور میسر نہ ہو (مثلاً غریب ہے) تو (اس کے ذمے بجائے قربانی کے) تین دن کے روزے ہیں (ایام) حج میں (کہ آخران ایام کا نویں تاریخ ذی الحجہ کی ہے) اور سات (دن کے) ہیں جب کہ حج سے تمہارے لوٹنے کا وقت آ جاوے (یعنی حج کر چکو خواہ لوٹنا ہو یا کہ وہاں رہنا ہو) یہ پورے دس (دن کے روزے) ہوئے (اور یہ بھی یاد رکھو کہ ابھی جو حج وعمرہ کے ملانے کا ذکر ہوا ہے) یہ (ملانا ہر ایک کو درست نہیں بلکہ خاص) اس شخص کیلئے (درست) ہے جس کے اہل وعیال مسجد حرام (یعنی کعبہ) کے قرب (ونواح) میں نہ رہتے ہوں (یعنی قریب ہی کا وطن دار نہ ہو) اور (ان سب احکام کی بجا آوری میں) اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو (کہ کسی امر میں خلاف نہ ہو جاوے) اور (خوب) جان لو کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ (بیباکی اور مخالفت کرنے والوں کو) سزائے سخت دیتے ہیں۔

ف : مسئلہ: جس شخص کو استطاعت ہو اس پر تو حج ابتداءً ہی فرض ہے اور جس شخص کو استطاعت نہ ہو اور وہ شروع کر دے یعنی احرام باندھ لے اس پر پورا کرنا فرض ہو جاتا ہے اور عمرہ کرنا فرض واجب نہیں بلکہ سنت مؤکدہ ہے البتہ شروع کرنے سے اس کا بھی پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے اسی واسطے احقر نے آیت کی تفسیر میں کہا ہے (کہ جب حج یا عمرہ کرنا ہو) تا کہ فرض وواجب نہ ہونے کی صورت میں بھی اس میں آ جاوے اور حج اور عمرہ اور احرام کا طریق کتب فقہ میں دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔

مسئلہ: اگر حج وعمرہ کسی عذر سے پورا نہ کر سکے خواہ راہ میں بدامنی ہو گئی یا بیماری نے مجبور کر دیا ایسے شخص کو چاہئے کہ کسی معتبر شخص سے کہہ دے کہ فلاں تاریخ حد حرم کے اندر میری طرف سے ایک جانور کہ اقل درجہ ایک بکری ہے اور قران وتمتع میں جن کا ذکر عنقریب آتا ہے دو بکری ذبح کر دینا اور جب وہ تاریخ آ وے گو ایام قربانی سے پہلے کی تاریخ ہو اور گمان غالب ہو کہ اب جانور ذبح ہو گیا ہو گا تو سرمنڈا دے یا بال کٹا دے اس سے احرام کھل جاوے گا اور جو جو امور احرام باندھنے سے ممنوع ہو گئے تھے سب درست ہو جاویں گے پھر اس حج یا عمرہ کو قضاء کرنا پڑے گا۔

مسئلہ: عورت کو سرمنڈانا حرام ہے وہ صرف ایک ایک انگل بال کاٹ ڈالے۔

مسئلہ: اگر حج وعمرہ پورا کرنے سے مجبوری نہیں ہوئی یا نہیں رہی لیکن اور کسی عذر سے سرمنڈانے کی ضرورت پڑی تو اس کو تین باتوں کا برابر اختیار ہے خواہ سرمنڈا کر تین روزے رکھ لے خواہ چھ مسکینوں کو ہر ہر مسکین کو بقدر صدقہ فطر دیدے یعنی گیہوں پونے دو سیر اسی (۸۰) کے سیر سے یا جس برتن میں اتنے گیہوں سما جاویں اس برتن کو دو بار بھر کر جو دیدے یا ایک بکری ذبح کر کے مسکینوں کو تقسیم کر دے اور گو یہ حکم اس جگہ محصر کے بیان کے ساتھ مذکور ہے مگر عموم لفظ سے عام ہے اور ذبح کے لئے تو حد حرم معین ہے اور روزہ اور صدقہ کے لئے معین نہیں اور ایک مسکین کو ایک ہی حصہ دینا چاہئے اگر دو حصے دئے تو ایک ہی ہو گا۔

مسئلہ: حج تین طرح کا ہوتا ہے افراد کہ ایام حج میں صرف حج کیا جاوے اور تمتع اور قران جن میں ایام حج میں عمرہ اور حج دونوں کئے جاویں تمتع اور قران میں ایک جانور ذبح کرنا ایام قربانی میں حد حرم کے اندر واجب ہوتا ہے اور جس کو مقدور نہ ہو تو اس کے عوض میں دس روزے رکھنے ضروری ہیں تین روزے تو دسویں ذی الحجہ سے پہلے ختم کر دے اور جب حج کر چکے سات اس وقت رکھ لے خواہ وطن آ کر رکھ لے یا وہاں ہی رکھ لے اور اگر دسویں سے پہلے تین روزے

نہ رکھ سکا تو اب قربانی ہی کرنا پڑے گی۔

مسئلہ: افراد ہر شخص کو جائز ہے اور تمتع اور قران صرف اُن لوگوں کو جائز ہے جو میقات کی حدود سے باہر رہتے ہوں اور جو لوگ میقات کے اندر رہتے ہیں ان کے لئے تمتع اور قران کی اجازت نہیں ہے، اب میقات کی حقیقت سمجھو اپنے ملکوں سے چل کر جب مکہ کو جاتے ہیں تو راہ میں ہر طرف سے لوگوں کو کچھ معین مقامات ملتے ہیں جن کی نسبت شرعی حکم ہے کہ ان مقامات پر سے حج یا عمرہ کی نیت باندھ کر آگے مکہ کا ارادہ کیا جاوے ان مقامات کا نام میقات ہے آیت میں ان حدود سے باہر کے لوگوں کو اس عنوان سے تعبیر فرمایا گیا ہے کہ ''اس کے اہل وعیال مسجد حرام کے قرب ونواح میں نہ رہتے ہوں''۔ اس قرب ونواح سے مراد یہی میقات ہیں اور یہ سب مسائل فقہ حنفی کے موافق ہیں۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ ذٰلِكَ کا مشار الیہ حنفیہ کے نزدیک تمتع ہے (اور اسی کے حکم میں قران ہے) سوکّی کے لئے قران اور تمتع نہیں ہے وہ دونوں صرف آفاقی کے لئے ہیں بندہ کہتا ہے کہ اگر اس کی حکمت میں یہ کہا جاوے کہ مقصود آفاقیین کے لئے وقت کا باقی رکھنا اور بیت کا خالی رکھنا ہے تو اس بنا پر یہ آیت اس پر دلالت کرے گی کہ جو لوگ شیخ کی خدمت میں پہلے سے حاضر ہیں اُن کو چاہئے کہ اُن مسافرین کی رعایت کریں جو شیخ کے پاس آتے ہیں۔

الروایات: في لباب النقول اخرج ابن ابی حاتم عن صفوان بن امية قال جاء رجل الى النبی صلى الله عليه وسلم متضمخا بالزعفران عليه جبة فقال كيف تأمرني يا رسول الله صلى الله عليه وسلم في عمرتي فانزل الله واتموا الحج والعمرة لله فقال اين السائل عن العمرة قال هاانا ذا فقال له الق عنك ثيابك ثم اغتسل واستنشق ما استطعت ثم ما كنت صانعاً في حجك فاصنعه في عمرتك وروى البخاری عن كعب بن عجرة انه سئل عن قوله ففدية من صيام قال حملت الى النبی صلى الله عليه وسلم والقمل يتناثر على وجهی فقال ما كنت ارى ان الجهد بلغ بك هذا اما تجد شاة قلت لا قال صم ثلثة ايام واطعم ستة مساكين لكل مسكين نصف صاع من طعام واحلق راسك فنزلت في خاصة وهي لكم عامة وفي رواية احمد عنه قال كنا مع النبی صلى الله عليه وسلم بالحديبية ونحن محرمون الى آخره ۱۲۔

الفقه : استدل الشافعية بقوله اتموا على وجوب العمرة كالحج والجواب ان وجوب الاتمام لا يستلزم وجوب الابتداء ثم يمكن ان يجعل الامر فيه متوجها الى القيد اعني تامين بمعنى جعلهما لوجه الله خالصتين له كما في قوله عليه السلام بيعوا سواء قلت واشرت اليه في ترجمتي و دليل الحنفية ما اخرجه الترمذی وصححه كما في روح المعانی ان رجلا سأل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن العمرة اواجبة هي قال لا وان تعتمروا خيرلكم واستدلوا بقوله امنتم على كون هذا الحكم خاصا بالعدو اما المرض فلا بد فيه من الاشتراط بناء على كون المراد ههنا حصر العدو فان الامن لغة في مقابلة الخوف ويراد عند ابی حنيفة ما يعمهما لما اخرج ابوداؤد والترمذی وحسنه والنسائی وابن ماجة والحاكم كما في روح المعانی من حديث الحجاج بن عمرو من كسر او عرج فعليه الحج من قابل واما قوله امنتم فيقال للمريض اذا زال مرضه وبرئ امن كما روى ذلك عن ابن مسعود وابن عباس رضی الله عنهما من طريق ابراهيم هكذا في روح المعانی بل اكثر ما يستعمل الاحصار في المرض كالحصر في العدو انا حديث الامر بالاشتراط فلا يدل على كون الاشتراط شرطا وقوله تعالىٰ حتى يبلغ الهدى محله حمله الشافعی على الزمان لانه صلى الله عليه وسلم ذبح بالحديبية وهو من الحل والحنفية على المكان لقوله ثم محلها الى البيت العتيق ام ذبحه صلى الله عليه وسلم في الحديبية فمسلم واما قوله وهو من الحل فممنوع وقد قال الواقدی كما في الكشاف هي طرف الحرم على تسعة اميال من مكة وقد روى في روح المعانی عن الزهری ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نحر في الحرم اما قوله تعالىٰ والهدى معكوفا ان يبلغ محله يراد المحل المعهود وهو المنى والله اعلم قوله في الحج استدل بعضهم به على صوم ايام التشريق لانها ايام الحج والحنفية عولوا على احاديث النهی وقدموها على روايات الاباحة والجواب عن الاستدلال بالايام ظاهر لان الحج معظمه الوقوف وينتهی يوم التاسع فما بعده ليست ايام الحج الا مجازا فافهم قوله اذا رجعتم استدل الشافعی به على عدم اجزاء هذه الثلثة ما لم يرجع الى وطنه نعم لو نوى الا قامة بمكة فله حكم الراجع قلنا معنى الرجوع كما في الخازن الاخذ في الرجوع وانه وقت الفراغ فلا يتم الاستدلال قوله لمن لم يكن قال الحنفية ذل اللام التي للجواز على ان المشار اليه بذلك التمتع بمعنى الجمع بينهما العام للقران ۱۲۔

النحو: قوله ففدية وقوله فما استيسر فى موضعين وقوله فصيام كلها مبتدأ محذوف الخبر اى عليه قوله فمن تمتع اى انتفع بالتقرب الى الله تعالى بالعمرة الى وقت الحج اى قبل الانتفاع بالحج فى اشهره كذا فى روح المعانى ويجوز ان يكون تقديره تمتع بالعمرة مقرونة مضمومة الى الحج وقد اشرت اليه فى الترجمة ۱۲۔

البلاغة: تلك عشرة فان قلت فما فائدة الفذلكة قلت الواو قد تجئ للاباحة فى نحو قولك جالس الحسن وابن سيرين ففذلكت نفيا لتوهم الا باحة وايضا ففائدة الفذلكة فى كل حساب ان يعلم العدد جملة كما علم تفصيلا ليحاط به من جهتين كذا فى الكشاف قوله حاضرى المراد من حضور الاهل حضور المحرم وعبر به لان الغالب على الرجل كما قيل ان يسكن حيث اهله ساكنون ۱۲۔

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِى الْحَجِّ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۫ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۪ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۱۹۸﴾ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۹﴾

(زمانہ) حج چند مہینے ہیں جو معلوم ہیں (شوال ذی قعدہ اور دس تاریخیں ذی الحجہ کی) سو جو شخص ان میں حج مقرر کرے تو پھر (اس کو) نہ کوئی فحش بات جائز ہے نہ کوئی بے حکمی (درست ہے) اور نہ کسی قسم کا نزاع زیبا ہے اور جو نیک کام کرو گے خدا تعالیٰ کو اس کی اطلاع ہوتی ہے اور (جب حج کو جانے لگو) خرچ ضرور لے لیا کرو کیونکہ سب سے بڑی بات خرچ میں (گداگری سے) بچا رہنا ہے اور اے ذی عقل لوگو مجھ سے ڈرتے رہو۔ تم کو اس میں ذرا بھی گناہ نہیں کہ (حج میں) معاش کی تلاش کرو جو تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے پھر جب تم عرفات سے واپس آنے لگو تو مشعر حرام کے پاس (مزدلفہ میں شب کو قیام کرے) خدا تعالیٰ کی یاد کرو اور اس طرح یاد کرو جس طرح تم کو بتلا رکھا ہے (نہ یہ کہ اپنی رائے کو دخل دو) اور حقیقت میں قبل اس کے تم محض ہی ناواقف تھے۔ پھر تم سب کو ضرور ہے کہ اسی جگہ ہو کر واپس آؤ جہاں اور لوگ جا کر وہاں سے واپس آتے ہیں اور (احکام حج میں پرانی رسموں پر عمل کرنے سے) خدا تعالیٰ کے سامنے توبہ کرو (یقیناً) اللہ تعالیٰ معاف کر دیں گے اور مہربانی فرمائیں گے۔

تفسیر: تمتع سابق وقت حج وتاکید زادِ راہ: اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ (الى قوله تعالى) وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾ زمانہ افعال) حج (کا) چند مہینے ہیں جو (مشہور و) معلوم ہیں (ایک شوال دوسرا ذیقعدہ تیسرا دس تاریخیں ذی الحجہ کی) سو جو شخص ان (ایام) میں (اپنے ذمہ) حج مقرر کرے (کہ حج کا احرام باندھ لے) تو پھر (اس شخص کو) نہ کوئی فحش بات (جائز) ہے اور نہ کوئی بے حکمی (درست) ہے اور نہ کسی قسم کا نزاع (و تکرار) زیبا ہے (بلکہ اس کو چاہئے کہ ہر وقت نیک ہی کاموں میں لگا رہے) اور جو نیک کام کرو گے خدا تعالیٰ کو اس کی اطلاع ہوتی ہے (سو اس کا ثمرہ تم کو عنایت ہوگا) اور (جب حج کو جانے لگو تو) خرچ ضرور (ساتھ) لے لیا کرو کیونکہ سب سے بڑی بات (اور خوبی) خرچ میں (گداگری سے) بچا رہنا ہے اور اے ذی عقل لوگو (ان احکام کی تعمیل میں) مجھ سے ڈرتے رہو اور کسی حکم کے خلاف مت کرو)۔

ف: مسئلہ: افعال حج شروع ہوتے ہیں احرام سے سو شوال کے مہینے سے احرام باندھ لینا بلا کراہت درست ہے اور اس سے پہلے مکروہ ہے اسی لئے شوال سے حج کے مہینے شروع سمجھے گئے اور افعال حج میں جو چیزیں فرض ہیں ان میں اخیر فعل طوافِ زیارت ہے وہ دسویں تاریخ ذی الحجہ کی ہوتا ہے اس لئے اس تاریخ کو ختم قرار دیا گیا اور بعضے افعال واجب پھر بھی رہ جاتے ہیں جو بعد کی تاریخوں میں ادا ہوتے ہیں۔

مسئلہ: فحش بات دو طرح کی ہے ایک وہ جو پہلے ہی سے حرام ہے وہ حج کی حالت میں زیادہ حرام ہوگی دوسرے وہ کہ پہلے سے حلال تھی جیسے اپنی بی بی سے بے حیائی اور بے حجابی کی باتیں کرنا حج میں یہ بھی درست نہیں اسی طرح بے حکمی دو طرح کی ہے ایک وہ جو پہلے سے بھی حرام ہے جیسے تمام گناہ یہ حج کی حالت میں زیادہ حرام ہو جاوے گی دوسرے وہ امور جو خاص حج کی وجہ سے ممنوع ہو گئے جیسے خوشبو لگانا بال کٹانا وغیرہ سو حج میں یہ امور ناجائز ہوتے ہیں۔ اسی طرح رفیقوں سے لڑنا جھگڑنا یوں بھی برا ہے مگر حج میں اور زیادہ برا ہے۔

مسئلہ: بے خرچ لئے ہوئے حج کو جانا ایسے شخص کو درست نہیں جس کے نفس میں قوت توکل نہ ہو اور اس کو غالب گمان ہو کہ میں شکایت و بے صبری میں مبتلا ہو جاؤں گا اور سوال کر کے لوگوں کو پریشان کروں گا۔

تجارت در حج و وقوفِ عرفات و مزدلفہ: لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ (الى قوله تعالى) اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۹﴾ (اور اگر حج میں کچھ

اسباب تجارت ہمراہ لے جانا مصلحت سمجھو تو) تم کو اس میں بھی ذرا گناہ نہیں کہ (حج میں) معاش کی تلاش کرو جو (تمہاری قسمت میں) تمہارے پروردگار کی طرف سے (لکھی) ہے پھر جب تم لوگ عرفات (میں ٹھہر کر وہاں) سے واپس آنے لگو تو مشعر حرام کے پاس (یعنی مزدلفہ میں آ کر شب کو وہاں قیام کر کے) خدا تعالیٰ کی یاد کرو اور (یاد کرنے کے طریقہ میں اپنی رائے کو دخل مت دو بلکہ) اس طرح یاد کرو جس طرح تم کو (اللہ تعالیٰ نے) بتلا رکھا ہے اور حقیقت میں قبل اس (بتلانے) کے تم محض ہی ناواقف تھے پھر (اس میں اور یہ بات بھی یاد رکھو کہ جیسا قریش نے دستور نکال رکھا تھا کہ تمام حجاج تو عرفات ہو کر پھر وہاں سے مزدلفہ کو آتے تھے اور یہ مزدلفہ ہی میں رہ جاتے تھے عرفات نہ جاتے تھے یہ جائز نہیں بلکہ) تم سب کو (خواہ قریش ہوں یا غیر قریش) ضرور ہے کہ اسی جگہ ہو کر واپس آؤ جہاں اور لوگ جا کر وہاں سے واپس آتے ہیں اور (احکام حج میں پرانی رسموں پر عمل کرنے سے) خدا تعالیٰ کے سامنے توبہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کر دیں گے اور مہربانی فرماویں گے۔ **ف** : حج کے واسطے مکہ سے عرفات کو جا کر نویں کو وہاں ٹھہرتے ہیں راہ میں منیٰ اور مزدلفہ پڑتے ہیں پھر اسی راہ کو لوٹتے ہیں اور شب دہم کو اول مزدلفہ ملتا ہے اس میں صبح تک ٹھہرتے ہیں اور یہاں مغرب وعشاء دونوں نمازیں عشاء کے وقت اکٹھی پڑھی جاتی ہیں اور یہ جمع کرنا واجب ہے آیت میں جو حکم یاد کا فرمایا ہے اس میں یہ نمازیں بھی داخل ہیں پس یہ ذکر تو واجب ہے باقی ذکر جو کچھ کرے مستحب ہے۔ اور یہ جو کہا گیا کہ جس طرح بتلا رکھا ہے اس طرح یاد کرو اس سے یہ فائدہ ہے کہ مثلاً اس جمع کرنے ہی میں کوئی شخص قیاس کو دخل دینے لگتا اس کو روک دیا مشعر حرام اسی مزدلفہ میں ایک پہاڑ ہے اس کے پاس سے مراد سارا مزدلفہ ہے باستثناء ایک خاص میدان کے جس کو وادی محسر کہتے ہیں اور جس جگہ ٹھہر جاویں درست ہے زمانہ جاہلیت میں قریش چونکہ اپنے کو مجاور حرم سمجھتے تھے اور مزدلفہ حرم میں ہے اور عرفات حرم سے باہر ہے اس لئے یہ لوگ عرفات میں نہ جاتے تھے مزدلفہ ہی میں ٹھہر کر وہاں سے لوٹ آتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان احکام کا عام ہونا بتلا دیا اور تجارت کی اجازت کی تصریح اس لئے فرمائی کہ قبل اسلام کے ان ایام میں تجارت کیا کرتے تھے بعد اسلام کے شبہ ہوا کہ شاید گناہ ہو اس لئے گناہ نہ ہونا بتلا دیا پس مباح تو یقیناً ہے اب رہی یہ بات کہ اخلاص کے خلاف تو نہیں سو اس میں اس کا حکم مثل اور مباحات کے ہے کہ دار و مدار نیت پر ہوتا ہے اگر اصلی مقصود حج سے تجارت ہی ہے یا حج اور تجارت دونوں مساوی درجہ میں ہیں تو بیشک اخلاص کے خلاف ہے اور حج کا ثواب کم ہو جاوے گا اور اگر اصلی مقصود حج ہے اس طور پر کہ اگر سامان تجارت کا نہ رہے تب بھی حج کو ضرور جائے اور تجارت محض تابع ہے تو اخلاص کے خلاف نہیں بلکہ اگر اس کے ساتھ یہ نیت ہو کہ تجارت کے نفع سے حج میں اعانت ہوگی تو اور اوپر سے تجارت میں ثواب ملے گا۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ الخ اس میں دلالت ہے اس پر کہ خواص کے ذمہ بعض ایسی چیزیں لازم ہوتی ہیں جو عوام کے ذمہ نہیں ہوتیں جیسے کہ بعض شرم کی باتیں اور اسی طرح فسوق وجدال ان میں حالت حج میں ایسی شناعت ہے کہ غیر حج میں نہیں۔ قولہ تعالیٰ: فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى۔ اس میں ضعفاء کے لئے اسباب کی حکمت کا بیان ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۝ ۔ یہ امر بالزاد کے لئے مثل مقدمہ ثانیہ کے ہے اور تقریر مطلوب کی یہ ہے کہ زاد سبب ہے تقویٰ کا اور تقویٰ واجب ہے نتیجہ یہ نکلا کہ زاد سبب ہے واجب کا پس وہ بھی واجب ہے اور یہ اس پر موقوف ہے کہ مقدمہ واجب کا واجب ہے پس اس طریق سے آیت اس پر دال ہوئی کہ مقدمہ واجب کا واجب ہے اور یہ تصوف کے مسائل کثیرہ کی اصل ہے جن کی طرف اہل ظاہر کی نظر اس لئے نہیں گئی کہ ان کی نظر دقیق نہیں ہے۔ قولہ تعالیٰ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا۔ اس میں دلالت ہے اس پر کہ دنیا سے دین پر استعانت کرنا بھی طاعت ہے۔

ملحقات الترجمة : ؎ قوله خوبی خرچ میں الخ فالتزود بمعناه الحقیقی والتقوٰی بالمعنی اللغوی کما فی روح المعانی قلت والخیر مصدر والمعنی ظاهر ۱۲۔

الروايات: روی البخاری وغیره عن ابن عباس قال کان اهل الیمن یحجون ولا یتزودون ویقولون نحن متوکلون فانزل الله وتزودوا فان خیر الزاد التقوٰی کذا فی لباب النقول ۱۲۔ فی لباب النقول روی البخاری عن ابن عباس قال کانت عکاظ ومجنة وذو المجاز اسواقا فی الجاهلیة فتاثموا ان یتجروا فی الموسم فسألوا رسول الله صلی الله علیه وسلم عن ذلك فنزلت لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم فی مواسم الحج آه وفی روح المعانی اخرج البخاری ومسلم عن عائشة رضی الله عنها قالت کانت قریش ومن دان دینها یقفون بالمزدلفة وکانوا یسمون الحمس وکانت سائر العرب یقفون بعرفات فلما جاء الاسلام امر الله تعالٰی نبیه صلی الله علیه وسلم ان یاتی عرفات ثم یقف بها ثم یفیض منها لذلك قوله سبحانه ثم افیضوا الآیة ۱۲۔

النحو: الحج ای وقته ۱۲ ان کنتم وانکم کنتم فخففت ان وحذف الاسم واهملت عن العمل ولزم اللام فیما بعدها کذا فی روح المعانی ۱۲۔

البلاغة: فی الحج والاظهار فی مقام الاضمار لاظهار کمال الاعتناء بشانه والاشعار بعلة الحکم فان زیارة البیت المعظم من موجبات ترك الامور المدنسة وفی قوله من خیر حث علی الخیر عقیب النهی عن الشر ولهذا خص متعلق العلم مع انه تعالٰی عالم

بجميع ما يفعلونه من خير او شر كذا في روح المعاني ۱۲۔ واذكروه كما هدٰكم والتشبيه لبيان الحال وافادة التقييد اى اذكروه على ذلك النحو ولا تعدلوا عنه وما مصدرية وتحتمل ان تكون كافة وذهب بعضهم الى ان الكاف للتعليل قوله ثم افيضوا ثم اتى بثم ايذانا بالتفاوت بين الافاضتين في الرتبة بان احداهما صواب والاخرى خطأ كذا في روح المعاني قلت ويصح ان يكون للتراخي الذكرى كما حملت عليه في الترجمة۔

فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝

پھر جب تم اپنے اعمال حج پورے کر چکو تو حق تعالیٰ کا ذکر کیا کرو۔ جس طرح تم اپنے آباء (واجداد) کا ذکر کرتے ہو بلکہ یہ ذکر اس سے (بدرجہا) بڑھ کر ہو بعضے آدمی (جو کافر ہیں) ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو (جو کچھ دینا ہو) دنیا میں دیجئے اور ایسے شخص کو آخرت میں (بوجہ انکار آخرت کے) کوئی حصہ نہ ملے گا اور بعضے آدمی (جو کہ مؤمن ہیں) ایسے ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں بھی بہتری عنایت کیجئے اور آخرت میں بھی بہتری دیجئے اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچائیے۔ ایسے لوگوں کو (دونوں جہان میں) بڑا حصہ ملے گا۔ بدولت ان کے اس عمل کے اور اللہ جلدی ہی حساب لینے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو کئی روز تک پھر جو شخص دو دن میں (مکہ واپس آنے میں) تعجیل کرے اس پر بھی کچھ گناہ نہیں اور جو شخص دو دن میں تاخیر کرے اس پر بھی گناہ نہیں اس شخص کے واسطے جو (خدا سے) ڈرنے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور خوب یقین رکھو کہ تم کو خدا ہی کے پاس جمع ہونا ہے ۝

تفسیر: وقوف منیٰ واقسام حجاج: فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ (الی قولہ تعالیٰ) وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ (جاہلیت میں بعضوں کی عادت تھی کہ حج سے فارغ ہو کر منیٰ میں جمع ہو کر اپنے آباؤ اجداد کے مفاخر وفضائل بیان کیا کرتے حق تعالیٰ بجائے اس بیہودہ شغل کے اپنے ذکر کی تعلیم کے لئے فرماتے ہیں کہ) پھر جب تم اپنے اعمال حج پورے کر چکا کرو تو حق تعالیٰ کا (شکر وعظمت کے ساتھ) ذکر کیا کرو جس طرح تم اپنے آباؤ (اجداد) کا ذکر کیا کرتے ہو بلکہ یہ ذکر اس سے (بدرجہا) بڑھ کر ہونا چاہئے اور بعضوں کی عادت تھی کہ حج میں ذکر تو اللہ تعالیٰ ہی کا کرتے تھے لیکن چونکہ آخرت کے قائل نہ تھے لہٰذا تمامتر ذکر ان کا صرف دنیا کے لئے دعا مانگنا ہوتا تھا حق تعالیٰ صرف دنیا طلبی کی مذمت بیان فرما کر بجائے اس کے خیر دارین طلب کرنے کی ترغیب دینے کے لئے فرماتے ہیں) سو بعضے آدمی (جو کہ کافر ہیں) ایسے ہی جو (دعا میں یوں) کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو (جو کچھ دینا ہو) دنیا میں دے دیجئے (و بس سو ان کو جو کچھ ملنا ہوگا دنیا ہی میں مل رہے گا) اور ایسے شخص کو آخرت میں (بوجہ انکارِ آخرت کے) کوئی حصہ نہ ملے گا اور بعضے آدمی (جو کہ مؤمن ہیں) ایسے ہیں جو (دعا میں یوں) کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں بھی بہتری عنایت کیجئے اور آخرت میں بھی بہتری دیجئے اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچائیے (سو یہ لوگ اوپر کے لوگوں کی طرح بے بہرہ نہیں بلکہ) ایسے لوگوں کو (دونوں جہان میں) بڑا حصہ ملے گا بدولت ان کے اس عمل (یعنی طلب خیر دارین کے اور اللہ تعالیٰ جلدی ہی حساب لینے والے ہیں (کیونکہ) قیامت میں حساب ہوگا اور قیامت نزدیک آتی جاتی ہے جب حساب جلدی ہونے والا ہے تو وہاں کی بہتری کو مت بھولو) اور (منیٰ میں خاص طریقہ سے بھی) اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو کئی روز تک (وہ خاص طریقہ کنکریوں کا خاص تین پتھروں پر مارنا ہے اور وہ کئی روز دسویں گیارھویں بارھویں تاریخیں ذی الحجہ کی ہیں یا تیرھویں بھی کہ ان میں کنکریاں ماری جاتی ہیں) پھر جو شخص (کنکریاں مار کر دسویں تاریخ کے بعد) دو دن میں (مکہ واپس آنے میں) تعجیل کرے اس پر بھی کچھ گناہ نہیں اور جو شخص (ان) دو دن میں (واپسی مکہ میں) تاخیر کرے (یعنی بارھویں کو نہ آوے بلکہ تیرھویں کو آوے) اس پر بھی کچھ گناہ نہیں (اور یہ سب باتیں) اس شخص کے واسطے (ہیں) جو (خدا سے) ڈرے (اور نہ ڈرنے والے کو تو گناہ ثواب ہی سے غرض نہیں) اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور خوب یقین رکھو کہ تم سب کو خدا ہی کے پاس جمع ہونا ہے۔ **ف**: اس آیت سے ہمارے زمانہ کے طالبانِ دنیا کو شبہ پڑ گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طالبان دنیا کی مدح کی ہے جب کہ وہ طالب آخرت کے بھی ہوں اور یہ بڑی غلطی ہے کیونکہ آیت میں 'اٰتنا' کا مفعول بہ حسنۃ ہے اور دنیا مفعول فیہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دنیا ظرف طلب ہے خود مطلوب نہیں بلکہ مطلوب حسنہ ہے خلاصہ یہ کہ وہ لوگ اسی کے طالب ہیں کہ ہم کو دنیا میں رہتے

ہوئے حسنہ یعنی وہ حالت جو آپ کے نزدیک مستحسن اور پسندیدہ ہو عنایت کی جاوے اور اصل پسندیدہ اعمال حسنہ ہیں پس بالذات وہ مطلوب ہوئے اور دنیا کے جس قدر حصہ کو ان اعمال حسنہ میں دخل ہے خواہ مال ہو یا صحت ہو وہ البتہ اس حسنہ کے تابع ہو کر بالعرض و بالغیر مطلوب ہو جاوے گا بخلاف اس وقت کی تعلیم و طرز عمل کے جس میں دنیا کو مطلوب بالذات اور آخرت کو محض برائے نام قرار دے رکھا ہے حاشا وکلا اس کو آیت سے مس بھی نہیں غایت ما فی الباب اگر طلب دنیا میں حلال و حرام کے حدود شکستہ نہ کئے جاویں تو اباحت کا حکم کر دیا جاوے گا لیکن مباح شرعی ہونے سے مطلوب شرعی ہونا لازم نہیں آتا خوب سمجھ لو۔

مَسْئَلَه: مزدلفہ سے منیٰ میں دسویں تاریخ آ کر وہاں تین پتھر ہیں ان میں بڑا پتھر جو جمرۂ عقبہ کہلاتا ہے اس کو سات کنکریاں مارے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہنا مستحب ہے اور اس کنکری مارنے کا وقت طلوع صبح صادق سے شروع ہو جاتا ہے پھر گیارھویں بارھویں تاریخوں میں تینوں پتھروں کو سات سات کنکری مارے اور ان دونوں میں کنکری مارنے کا وقت زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے پھر اگر چاہے مکہ چلا آوے جائز ہے اور اگر وہاں تیرھویں تاریخ کی صبح ہو گئی تو اس روز پھر تینوں پتھروں کو کنکریاں مارنا ضرور ہے البتہ مثل پہلے دن کے اس میں بھی بعد طلوع صبح صادق کے اس کا وقت آ جاتا ہے آیت میں تعجیل اور تاخیر اسی کو فرمایا ہے۔

ربط: اوپر کی آیت میں دعا مانگنے والے آدمیوں کی دو قسمیں ٹھہرائی تھیں ایک کافر کہ منکر آخرت ہے اس لئے صرف دنیا مانگتا ہے دوسرا مومن کہ معتقد آخرت ہے اس لئے دنیا کی بھلائی کے ساتھ آخرت کی بھلائی بھی مانگتا ہے اب اگلی آیت میں اسی طرح کی تقسیم نفاق و اخلاص کے اعتبار سے فرماتے ہیں کہ بعض منافق ہوتے ہیں اور بعض مخلصین۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اس میں اصل ہے تشبیہ حق بالخلق کی جیسا یہاں ذکر حق کو ذکر خلق سے تشبیہ دی گئی۔ قولہ تعالیٰ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَيْهِ۔ اس میں رخصت کا عزیمت کے ساتھ مساوی ہونا ہے جب کہ اس میں کچھ مصلحت ہو چنانچہ یہاں تعجیل و تاخیر میں مساوات فرمائی۔

الحواشی: (۱) اگر شبہ ہو کہ بعض صلحاء کو دنیا کے تمتعات سے محروم دیکھا جاتا ہے جواب یہ ہے کہ حسنہ کی جو تفسیر فائدہ میں کی گئی ہے اس سے یہ شبہ دفع ہو جاتا ہے ۱۲ منہ۔

الروایات: فی لباب النقول اخرج ابن جریر عن مجاهد قال كانوا اذا قضوا مناسكهم وقفوا عند الجمرة وذكروا آبائهم فی الجاهلية فعال آبائهم فنزلت الآية واخرج ابن ابی حاتم عن ابن عباس رضی الله عنهما قال كان قوم من الاعراب يجيئون الى الموقف فيقولون اللهم اجعل لی عام غيث وعام خصبه وعام ولاء وحسن لا يذكرون من امر الآخرة شيئاً فانزل الله فيهم فمن الناس من يقول ربنا آتنا فی الدنيا وما له فی الآخرة من خلاق ويجئی بعدهم آخرون من المؤمنين فيقولون ربنا آتنا فی الدنيا حسنة الخ ۱۲۔

اللغات: الحشر الجمع ۱۲۔

النحو: او اشد ذكرا فی الانتصاف حاشية الكشاف يحتمل ان يكون من باب ما ذكره سيبويه قال ويقولون هو اشجع الناس رجلا وانتصب الرجل كما انتصب الوجه فی قولك هو احسن منه وجها فكانه قال او اشد الاذكار ذكرا كخشية الله او اشد خشية آه قلت وهو احسن الوجوه وهو عطف على الكاف ای اذكروا الله ذكرا اشد الاذكار فی كونه ذكرا فافهم قوله واذكروا الله عطف على فاذكروا الله فهو تخصيص بعد تعميم كما اشرت اليه فی الترجمة بقولی منی میں خاص طریقہ سے بھی الخ قوله لمن اتقى خبر حذف مبتدأه ای الذی ذكر من الاحكام لمن اتقى لانه الحاج على الحقيقة والمنتفع به ۱۲ من البيضاوی۔

البلاغة: اٰتنا فی الدنيا قال البيضاوی اجعل ايتائنا ومنحتنا فی الدنيا قال عبدالحكيم يعنی ان المفعول الثانی متروك منزلة اللازم ذهابا الى العموم العقلی آه قلت واشرت اليه فی ترجمتی مما كسبوا قال البيضاوی من اجله كقوله مما خطيئٰتهم اغرقوا ۱۲۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِیْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِی الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ

كَآفَّةً ۪ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝۲۰۸ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۲۰۹ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝۲۱۰ ع

ربع ۹

اور بعض آدمی ایسا بھی ہے کہ آپ کو اس کی گفتگو جو محض دنیوی غرض سے ہوتی ہے مزہ دار معلوم ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر بتاتا ہے اپنے مافی الضمیر پر حالانکہ وہ (آپ کی) مخالفت میں (نہایت) شدید ہے اور جب پیٹھ پھیرتا ہے تو اس دوڑ دھوپ میں پھرتا رہتا ہے کہ شہر میں فساد کرے اور (کسی کے) کھیت یا مویشی کو تلف کردے اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتے اور جب اس سے کوئی کہتا ہے کہ خدا کا تو خوف کر تو نخوت اس کو گناہ پر (روتا) آمادہ کردیتی ہے سو ایسے شخص کی کافی سزا جہنم ہے اور وہ بری ہی آرام گاہ ہے اور بعض آدمی ایسا بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں اپنی جان تک صرف کر ڈالتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کے حال پر نہایت مہربان ہے۔ اے ایمان والو اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور (فاسد خیالات میں پڑ کر) شیطان کے قدم بقدم مت چلو واقعی وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ پھر اگر تم بعد اس کے کہ تم کو واضح دلیلیں پہنچ چکی ہیں (صراط مستقیم سے) لغزش کرنے لگو تو یقین کر رکھو کہ حق تعالیٰ (بڑے) زبردست حکمت والے ہیں۔ یہ (کج راہ) لوگ اس امر کے منتظر (معلوم ہوتے ہیں) کہ حق تعالیٰ اور فرشتے بادل کے سائبانوں میں (سزا دینے کے لئے) ان کے پاس آئیں اور سارا قصہ ہی ختم ہو جائے اور یہ سارے مقدمات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کئے جائیں گے۞

تفسیر: بیان منافق: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ... وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ (کوئی شخص تھا اخنس بن شریق بڑا فصیح و بلیغ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر قسمیں کھا کھا کر جھوٹا دعویٰ اسلام کا کیا کرتا اور مجلس سے اُٹھ کر جاتا تو فساد و شرارت و ایذا رسانی خلق میں لگ جاتا اس منافق کے باب میں فرماتے ہیں) اور بعضا آدمی ایسا بھی ہے کہ آپ کو اس کی گفتگو جو محض دنیوی غرض سے ہوتی ہے (کہ اظہار اسلام سے مسلمانوں کی طرح قرب و خصوصیت کے ساتھ رہوں گا اس کی فصاحت و بلاغت کی وجہ سے) مزہ دار معلوم ہوتی ہے اور وہ (اپنا اعتبار بڑھانے کو) اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر بتاتا ہے اپنے مافی الضمیر (کے راست ہونے) پر حالانکہ (بالکل جھوٹا ہے کیونکہ واقع میں) وہ (آپ کی) مخالفت میں (نہایت) شدید ہے اور (جس طرح آپ کا مخالف ہے اسی طرح اور مسلمانوں کو بھی ایذا پہنچاتا ہے چنانچہ) جب (آپ کی مجلس سے) پیٹھ پھیرتا ہے تو اس دوڑ دھوپ میں پھرتا رہتا ہے کہ شہر میں (کوئی) فساد کردے اور (کسی کی) کھیت اور مواشی کو تلف کردے (چنانچہ ایک مسلمان کا اس طرح نقصان کردیا تھا) اور اللہ تعالیٰ فساد (کی باتوں) کو پسند نہیں فرماتے اور (اس مخالفت و ایذا رسانی کے ساتھ مغرور اس درجہ ہے کہ) جب اس سے کوئی کہتا ہے کہ خدا کا تو خوف کر (تو اس سے نخوت کرتا ہے اور وہ) نخوت اس کو اس گناہ پر (دونا) آمادہ کردیتی ہے سو ایسے شخص کی کافی سزا جہنم ہے اور وہ بری ہی آرامگاہ ہے۔

بیان مخلص: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ اور بعضا آدمی ایسا بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں اپنی جان تک صرف کر ڈالتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کے حال پر نہایت مہربان ہیں۔

ربط: اوپر مخلص کی مدح تھی بعض اوقات اس اخلاص میں غلطی سے غلو اور افراط ہو جاتا ہے یعنی قصد تو ہوتا ہے زیادہ اطاعت کا مگر وہ اطاعت بنظر غائر حد شریعت و سنت سے متجاوز ہوتی ہے اس کو بدعت کہتے ہیں چنانچہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ وغیرہ جو پہلے علماء یہود سے تھے اور اس مذہب میں ہفتہ کا روز معظم تھا اور اونٹ کا گوشت حرام تھا ان صاحبوں کو بعد اسلام کے یہ خیال ہوا کہ شریعت موسوی میں ہفتہ کی تعظیم واجب تھی اور شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کی بے تعظیمی واجب نہیں اسی طرح شریعت موسویہ میں اونٹ کا گوشت کھانا حرام تھا اور شریعت محمدیہ میں اس کا کھانا فرض نہیں سو اگر ہم بدستور ہفتہ کی تعظیم کرتے رہیں اور اونٹ کا گوشت باوجود حلال اعتقاد رکھنے کے صرف عملاً ترک کردیں تو شریعت موسویہ کی بھی رعایت ہو جاوے اور شریعت محمدیہ کے بھی خلاف نہ ہو اور اس میں خدا تعالیٰ کی زیادہ اطاعت اور دین کی زیادہ رعایت معلوم ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس خیال کی اصلاح آیت آئندہ میں کس قدر اہتمام سے فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اسلام کامل فرض ہے اور اس کا کامل ہونا جب ہے کہ جو امر اسلام میں قابل رعایت نہ ہو اس کی رعایت دین ہونے کی حیثیت سے نہ کی جاوے اور ایسے امر کو دین سمجھنا یہ ایک شیطانی لغزش ہے اور بہ نسبت ظاہری معاصی کے اس کے اشد ہونے کے سبب یہ عذاب کا زیادہ مظنہ ہے۔

اصلاح مبتدع: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۪ (الی قولہ تعالی) وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو (یہ نہیں کہ کچھ کچھ یہودیت کی بھی رعایت کرو) اور (ایسے خیالات میں پڑ کر) شیطان کے قدم بقدم مت چلو واقعی وہ تمہارا کھلا دشمن ہے (کہ ایسی پٹی پڑھا دیتا ہے کہ ظاہر میں تو سراسر دین معلوم ہو اور فی الحقیقت بالکل دین کے خلاف) پھر اگر تم بعد اس کے کہ تم کو واضح دلیلیں (احکام و شرائع اسلام کی) پہنچ چکی

ہیں (پھر بھی صراطِ مستقیم سے) لغزش کرنے لگو تو یقین کر رکھو کہ حق تعالیٰ (بڑے) زبردست ہیں (سخت سزا دینگے گو چندے سزا نہ دیں تو اس سے دھوکہ مت کھانا کیونکہ وہ) حکمت والے (بھی) ہیں (کسی حکمت و مصلحت سے کبھی سزا میں دیر بھی کر دیتے ہیں معلوم ہوتا ہے) یہ لوگ (جو کہ بعد وضوح دلائل حق کے کجراہی اختیار کرتے ہیں) صرف اس امر کے منتظر ہیں کہ حق تعالیٰ اور فرشتے بادل کے سائبانوں میں ان کے پاس (سزا دینے کے لئے) آویں اور سارا قصہ ہی ختم ہو جاوے (یعنی کیا اس وقت امر حق قبول کریں گے جس وقت کا قبول کرنا مقبول بھی نہ ہوگا) اور یہ سارے (جزا وسزا کے) مقدمات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کئے جاویں گے (کوئی دوسرا صاحب اختیار نہ ہوگا سو ایسے زبردست کے ساتھ مخالفت کرنے کا انجام بجز خرابی کے کیا ہو سکتا ہے)

ف۱: روح المعانی میں بہ سند ابن مردویہ براویت ابن مسعود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حدیث نقل کی ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ تمام اولین و آخرین کو جمع فرمائیں گے اور سب منتظر حساب کتاب کے ہوں گے اللہ تعالیٰ ابر کے سائبانوں میں عرش سے تجلی فرماویں گے اور ابن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے کہ ان سائبانوں کے گرداگرد ملائکہ ہوں گے سو آیت میں اس قصہ کی طرف اشارہ ہے مطلب یہ ہوا کہ قیامت کے منتظر ہیں پھر اس وقت کیا ہو سکتا ہے۔

ف۲: اللہ تعالیٰ کے لئے آنا وغیرہ جہاں مذکور ہے اس کی تفتیش حقیقت کے درپے ہونا جائز نہیں کیونکہ جس طرح ان کی ذات کی حقیقت کسی کو مدرک نہیں ہوئی اسی طرح ان کی صفات وافعال کی کنہہ معلوم نہیں ہو سکی البتہ وجود اور وقوع پر اجمالاً بلا تعیین کیفیت ایمان لے آنا چاہئے کہ اس سے زیادہ کی فکر میں پڑنا مالا یطاق کا قصد کرنا ہے خوب کہا ہے ۔

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں ☆ کاینجا ہمیشہ باد بدست است دام را

ف۳: آیت کی تفسیر ملاحظہ فرمانے سے معلوم ہوا ہوگا کہ بدعت پر کس درجہ ملامت و مذمت ورد وانکار فرمایا گیا ہے اور حدیثوں میں اس سے زیادہ صاف الفاظ میں سخت سخت وعیدیں آئی ہیں اور واقع میں اگر غور سے کام لیا جاوے تو بدعت ایسی ہی مذموم چیز ہونا چاہئے کیونکہ خلاصہ حقیقت بدعت کا غیر شریعت کو شریعت بنانا ہے اور شریعت کا من اللہ ہونا ضرور اور الزم ہے تو یہ شخص ایسے امر کو جو من اللہ نہیں ہے اپنے اعتقاد میں من اللہ جانتا ہے اور دعویٰ سے من اللہ بتاتا ہے۔ جس کا حاصل اور مرجع افتراء علی اللہ اور ایک گونہ ادعاء نبوت ہے سو اس کے عظیم وثقیل ہونے میں کیا شبہ ہے یہ تو شناعت ہے اس کی حقیقت کے اعتبار سے اور آثار کے اعتبار سے ایک بڑی شناعت اس میں یہ ہے کہ اس سے توبہ کمتر نصیب ہوتی ہے کیونکہ جب وہ اس کو مستحسن سمجھ رہا ہے تو توبہ کیوں کرے گا البتہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس جہل ہی سے نجات بخش دیں کہ اس کی نظر میں وہ استحسان مبدل باستہجان ہو جاوے تو اور بات ہے اور پھر توبہ سہل ہے افسوس ہے جہلائے صوفیہ اس بلائے بدعت میں بکثرت مبتلاء ہیں بہت سے ان میں عابد زاہد تارکِ دنیا بھی ہیں مگر برکاتِ سنت سے محروم ہیں۔

ربط : اوپر فرمایا تھا کہ بعد دلائل واضحہ آ جانے کے حق کی مخالفت کرنا موجب سزا ہے آگے اس کی دلیل بیان فرماتے ہیں کہ جیسے بعض بنی اسرائیل کو ایسی ہی مخالفت پر سزا دی گئی۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ الخ اس میں اصل ہے متکبرین کو وعظ ونصیحت نہ کرنے کی۔ قولہ تعالیٰ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ الخ اس میں فنائے نفس پر دلالت ہے کیونکہ اس کا حاصل دواعی نفس کا ترک کرنا ہے۔ قولہ تعالیٰ : وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ ۔ سبب نزول کے لحاظ کرنے کے بعد اس میں اصل ہے صوفیہ کے تشدد کرنے کی اعمال سے زیادہ مناشی اعمال میں۔ قولہ تعالیٰ : هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ اس آیت کی توجیہ میں جو تاویلات مذکور ومشہور میں ظاہر ہے کہ اگر کوئی اس کا قائل ہو جاوے کہ حق تعالیٰ جس طرح چاہے ظہور فرما سکتا ہے اور وہ عین حالت ظہور میں بھی اپنے اطلاق پر باقی ہے یہاں تک کہ قید اطلاق سے بھی مطلق ومنزہ ہے جیسا کہ سلف امت کا مذہب تھا اور جیسا کہ حضراتِ صوفیہ کا مسلک ہے تو وہ شخص ان تاویلات وتکلفات کا محتاج نہ ہوگا پس آیت دلیل ہے مسئلہ مظہریت کے صحیح ہونے پر۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله** دنیوی غرض سے ما خذه قوله البيضاوى فى معنى الدنيا فانها مراده من ادعاء الايمان والمحبة وروح المعانى من قبيل قولهم الكلام فى كذا اى المقصود منه ذلك۱۲۔ ۲ **قوله** نہایت شدید زاد كلمة نہایت لاقتضاء المحاورة الهندية ذلك لا لكون الالداسم تفضيل فان مؤنثه لذاء وجمعه لد كما قال عصام۱۲۔ ۳ **قوله** شہر میں حملا للام الارض على العهد اى المدينة۱۲۔ ۴ **قوله** جان تک اى فضلا عن المال فحملت الشرى على البيع ومع ذلك طابق شان النزول او يقال ان هذا الافتداء وان كان اشتراء بظاهره لكن كان المقصود منه البدل فى محل آخر من مرضياته تعالىٰ فكان بيعا بهذا المعنى وانما لم احمله على الاشتراء لان الممدوح عليه بذل النفس لاتخليصه فافهم۱۲۔ ۵ **قوله** فى ترجمة هل ينظرون صرف اس امر کے افاده النفى المفهوم من الاستفهام والاستثناء ۱۲۔ ۶ **قوله** سارا قصہ ہی فى لساننا كناية عن الاهلاك ماخذه ما فى الجلالين ثم امر اهلاكهم ۱۲۔ ۷ **قوله** رجوع کئے جاویں

گے لما فی الخازن ای الی اللہ تصیر امور العباد فی الآخرۃ والمراد انہ المجازی علی الاعمال بالثواب والعقاب واشرت الی ھذا کلہ فی الترجمۃ واللہ اعلم ۱۲۔

الرِّوَایَاتُ: فی لباب النقول اخرج ابن جریر عن السدی قال نزلت فی الاخنس ابن شریق اقبل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم واظھر لہ الاسلام فاعجبہ ذلک منہ ثم خرج فمر بزرع لقوم من المسلمین وحمرفا حرق الزرع وعقر الحمر فانزل اللہ الآیۃ ۱۲۔ فی لباب النقول اخرج الحراث بن ابی اسامۃ فی مسندہ وابن حاتم عن سعید بن المسیب قال اقبل صھیب مھاجرا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاتبعہ نفر من قریش فنزل عن راحلتہ وانتثل ما فی کنانتہ ثم قال یا معشر قریش لقد علمتم انی من ارماکم رجلا وایم اللہ لاتصلون الی احتی ارمی کل سھم معی فی کنانتی ثم اضرب بسیفی ما بقی فی یدی منہ شیئ ثم افعلوا ما شئتم وان شئتم دللتکم علی ما لی بمکۃ دخلیتم سبیلی قالوا نعم فلما قدم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ قال ربح البیع ابا یحیٰی ربح ابا یحیٰی ونزلت ومن الناس من یشری نفسہ الآیۃ فی لباب النقول اخرج ابن جریر عن عکرمۃ قال قال عبداللہ بن سلام و ثعلبۃ وابن یامین واسد واسید ابنا کعب وسعید بن عمرو وقیس بن زید کلھم من الیھود یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم السبت یوم نعظمہ فدعنا فلنسبت فیہ فنزلت یٰاَیھا الذین آمنوا ادخلوا الآیۃ وزاد فی روح المعانی وکرھوا لحمان الابل ۱۲۔

النَّحْوُ: فی روح المعانی کافۃ فی الاصل صفۃ من کف بمعنی منع استعمل بمعنہ الجملۃ بعلاقۃ انھا ما نعۃ للاجزاء عن التفرق والتاء للتانیث او للنقل من الوصفیۃ الی الاسمیۃ کعامۃ وخاصۃ او للمبالغۃ وھوھنا حال من الضمیر فی ادخلوا ای ادخلوا فی الاسلام بکلیتکم ولا تدعوا شیئا من ظاھرکم وباطنکم الا والاسلام یستوعبہ بحیث لا یبقی مکان لغیرہ من شریعۃ موسٰی علیہ السلام ۱۲۔

العربیۃ: الخصام المخاصمۃ کذا قال البیضاوی اخذتہ العزۃ بالاثم قال البیضاوی حملتہ الانفۃ علی الاثم الذی یؤمر باتقائہ لجاجا من قولک اخذتہ بکذا اذا حملتہ علیہ والزمتہ اباہ وفی روح المعانی ولبئس المھاد فیہ تھکم ۱۲۔

سَلْ بَنِیٓ اِسْرَآءِیْلَ کَمْ اٰتَیْنٰھُمْ مِّنْ اٰیَۃٍ ۭ بَیِّنَۃٍ ؕ وَمَنْ یُّبَدِّلْ نِعْمَۃَ اللّٰہِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْہُ فَاِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾ زُیِّنَ لِلَّذِیْنَ کَفَرُوا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا وَیَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِیْنَ اتَّقَوْا فَوْقَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ؕ وَاللّٰہُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾ کَانَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً ۣ فَبَعَثَ اللّٰہُ النَّبِیّٖنَ مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ ۠ وَاَنْزَلَ مَعَھُمُ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ لِیَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ فِیْمَا اخْتَلَفُوْا فِیْہِ ؕ وَمَا اخْتَلَفَ فِیْہِ اِلَّا الَّذِیْنَ اُوْتُوْہُ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْھُمُ الْبَیِّنٰتُ بَغْیًۢا بَیْنَھُمْ ۚ فَھَدَی اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِیْہِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِہٖ ؕ وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۲۱۳﴾

آپ (علما) بنی اسرائیل سے (ذرا) پوچھیے (تو سہی) ہم نے ان کو کتنی واضح دلیلیں دی تھیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نعمت کو بدلتا ہے اس کے پاس پہنچنے کے بعد تو یقیناً حق تعالیٰ سخت سزا دیتے ہیں دنیوی معاش کفار کو آراستہ پیراستہ معلوم ہوتی ہے اور (اسی وجہ سے) ان مسلمانوں سے تمسخر کرتے ہیں حالانکہ یہ (مسلمان) جو کفر و شرک سے بچتے ہیں ان کافروں سے اعلیٰ درجہ میں ہوں گے قیامت کے روز اور روزی تو اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں بے انداز دیتے ہیں۔ (ایک زمانہ میں) سب آدمی ایک ہی طریق کے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو بھیجا جو کہ خوشی (کے وعدے) سناتے تھے اور ڈراتے تھے اور ان کے ساتھ (آسمانی) کتابیں بھی ٹھیک طور پر نازل فرمائیں۔ اس غرض سے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں میں ان کے امور اختلافیہ (مذہبی) میں فیصلہ فرمادیں اور اس کتاب میں (یہ) اختلاف اور کسی نے نہیں کیا مگر صرف ان لوگوں نے جن کو (اولاً) وہ کتاب ملی تھی بعد اس کے کہ ان کے پاس دلائل واضح پہنچ چکے تھے' باہمی ضد اضدی کی وجہ سے' پھر اللہ تعالیٰ نے (ہمیشہ) ایمان والوں کو وہ امر حق جس میں (مختلفین) اختلاف کیا کرتے تھے بفضلہ تعالیٰ بتلا دیا اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اس کو راہ راست بتلا دیتے ہیں ۞

تفسیر: عقوبت مخالفت حق: سَلْ بَنِیٓ اِسْرَآءِیْلَ (الی قولہ تعالی) فَاِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾ آپ (علماء) بنی اسرائیل سے (ذرا) پوچھیے (تو سہی) ہم نے ان کو (یعنی ان کے بزرگوں کو) کتنی واضح دلیلیں دی تھیں (مگر ان لوگوں نے بجائے اس کے کہ اس سے ہدایت حاصل کرتے اور الٹی گمراہی پر کمر

باندھی پھر دیکھو سزائیں بھی بھگتیں مثلاً توراۃ ملی چاہئے تھا اس کو قبول کرتے مگر انکار کیا آخر طور گرانے کی ان کو دھمکی دی گئی اور مثلاً حق تعالیٰ کا کلام سنا چاہئے تھا سر آنکھوں پر رکھتے مگر شبہات نکالے آخر بجلی سے ہلاک ہوئے۔ اور مثلاً دریا کو شگافتہ کر کے فرعون سے نجات دی گئی احسان مانتے مگر گوسالہ پرستی شروع کی سزائے قتل دی گئی۔ اور مثلاً من وسلویٰ نازل ہوا شکر کرنا چاہئے تھا بے حلمی کی وہ سڑنے لگا اور اس سے نفرت ظاہر کی تو وہ موقوف ہو گیا۔ اور کھیتی کی مصیبت سر پڑی اور مثلاً انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ ان میں جاری رہا غنیمت سمجھتے اُن کو قتل کرنا شروع کیا انتزاع سلطنت کی سزا دی گئی وعلیٰ ھذا بہت سے معاملات سے اسی سورۂ بقرہ کے شروع میں بھی مذکور ہو چکے ہیں) اور (ہمارا قانون ہی یہ ہے کہ) جو شخص اللہ تعالیٰ کی (ایسی بڑی) نعمت (یعنی دلائل واضحہ) کو بدلتا ہے اس کے پاس پہنچنے کے بعد (یعنی بجائے اس کے کہ اس سے ہدایت حاصل کرے اور الٹا گمراہ بنتا ہے) تو یقیناً حق تعالیٰ (ایسے شخص کو) سخت سزا دیتے ہیں۔

ف : یہ سزا کبھی دنیا میں بھی ہو جاتی ہے کبھی آخرت میں ہوگی۔

ربط : اوپر مخالفت حق کا بیان تھا آگے اس کی اصلی علت اکثر یہ فرماتے ہیں کہ دنیا کی محبت ہے جس کے آثار میں سے اہل دین کو حقیر سمجھنا بھی ہے کیونکہ حب دنیا کا غلبہ ہوتا ہے دین کی طلب نہیں رہتی بلکہ جب دین کو مخل دنیا دیکھتا ہے تو دین کو بھی ترک کر بیٹھتا ہے اور دوسرے طالبانِ دین پر ہنستا ہے چنانچہ بعض رؤسائے بنی اسرائیل مثل جہلائے مشرکین کے غرباء مسلمین کے ساتھ باستہزاء پیش آیا کرتے تھے ان لوگوں کا بیان فرماتے ہیں۔

آثار حب دُنیا: زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا (الی قولہ تعالیٰ) وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾ دنیوی معاش کفار کو آراستہ پیراستہ معلوم ہوتی ہے اور (اسی وجہ سے) ان مسلمانوں سے تمسخر کرتے ہیں حالانکہ یہ (مسلمان) جو کفر و شرک سے بچتے ہیں ان کافروں سے اعلیٰ درجہ (کی حالت) میں ہوں گے قیامت کے روز (کیونکہ کفار جہنم میں ہوں گے اور مسلمان جنت میں) اور (آدمی کو محض فراغ معاش پر مغرور نہ ہونا چاہئے کیونکہ) روزی تو اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں بے اندازہ (یعنی بکثرت) دیدیتے ہیں (پس اس کا مدار قسمت پر ہے نہ کہ کمال اور مقبولیت پر سو یہ ضرور نہیں کہ جو روزی میں بڑا ہو وہ اللہ کے نزدیک بھی معزز ہو اور بڑی عزت وہی ہے پھر محض اس کے اوپر اپنے کو معزز اور دوسرے کو ذلیل سمجھنا بے وقوفی ہے)

ربط : اوپر دین حق سے اختلاف کرنے کی علت حب دنیا کو بتایا ہے آگے اسی مضمون کی تائید فرماتے ہیں کہ مدت سے یہی قصہ چلا آ رہا ہے کہ ہم دلائل واضحہ دین حق پر قائم کرتے ہیں اور طالبانِ دنیا اپنی دنیوی اغراض کے سبب اس سے خلاف کرتے رہے۔

تائید اثر حب دنیا: كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۟ (الی قولہ تعالیٰ) وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۱۳﴾ (ایک زمانہ میں) سب آدمی ایک ہی طریق کے تھے (کیونکہ اول دنیا میں حضرت آدم علیہ السلام مع اپنی بی بی کے تشریف لائے اور جو اولاد ہوتی گئی ان کو دین حق کی تعلیم فرماتے رہے اور وہ ان کی تعلیم پر عمل کرتے رہے ایک مدت اسی حالت میں گذر گئی پھر اختلاف طبائع سے اغراض میں اختلاف ہونا شروع ہوا حتیٰ کہ ایک عرصہ کے بعد اعمال و عقائد میں اختلاف کی نوبت آ گئی) پھر (اس اختلاف کے رفع کرنے کو) اللہ تعالیٰ نے (مختلف) پیغمبروں کو بھیجا جو کہ (حق ماننے والوں کو) خوشی (کے وعدے) سناتے تھے اور (نہ ماننے والوں کو عذاب سے) ڈراتے تھے اور ان (پیغمبروں کی مجموعی جماعت) کیساتھ (آسمانی) کتابیں بھی ٹھیک طور پر نازل فرمائیں (اور ان پیغمبروں کا بھیجنا اور کتابوں کا نازل فرمانا) اس غرض سے (تھا) کہ اللہ تعالیٰ (ان رسل و کتب کے ذریعہ سے اختلاف کرنے والے) لوگوں میں ان کے امور اختلافیہ (مذہبی) میں فیصلہ فرما دیویں (کیونکہ رسل و کتب امر واقعی کا اظہار کر دیتے ہیں اور امر واقعی کے متعین ہونے سے ظاہر ہے کہ غیر واقعی کا غلط ہو جانا معلوم ہو جاتا ہے اور یہی فیصلہ ہے اور ان پیغمبروں کیساتھ کتاب اللہ آنے سے چاہئے تھا کہ اس کتاب کو قبول کرتے اور اس پر مدار کار رکھ کر اپنے سب اختلافات مٹا دیتے مگر بعضوں نے خود اس کتاب ہی کو نہ مانا اور خود اسی میں اختلاف کرنا شروع کر دیا) اور اس کتاب میں (یہ) اختلاف اور کسی نے نہیں کیا مگر صرف ان لوگوں نے جن کو (اولا) وہ کتاب ملی تھی (یعنی اہل علم و اہل فہم نے کہ اول مخاطب وہی لوگ ہوتے ہیں دوسرے عوام ان کے ساتھ لگ لیا کرتے ہیں اور اختلاف بھی کیسے وقت کیا) بعد اس کے کہ ان کے پاس دلائل واضحہ پہنچ چکے تھے (یعنی ان کے ذہن نشین ہو چکے تھے اور اختلاف کیا کس وجہ سے صرف) باہمی ضد اضدی کی وجہ سے (اور اصلی وجہ ضد اضدی کی حب دنیا ہوتی ہے حب مال ہو یا حب جاہ پس مدار علت مخالفت حق کا وہی حب دنیا ٹھہری اور یہی مضمون تھا سابق میں) پھر (یہ اختلاف کفار کا کبھی اہل ایمان کو مضر نہیں ہوا بلکہ) اللہ تعالیٰ نے (ہمیشہ) ایمان والوں کو وہ امر حق جس میں (مختلفین) اختلاف کیا کرتے تھے بفضلہ تعالیٰ (رسولوں اور کتابوں پر ایمان لانے کی بدولت) بتلا دیا اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اس کو راہ راست بتلا دیتے ہیں۔

مُلحقاتُ التَّرجمۃ : ۱ **قولہ** ذرا پوچھئے تو یہی اشارۃ الی کون السوال للتقریع کما قال البیضاوی ۱۲۔ ۲ **قولہ** سزائیں بھی بھگتیں کما فی التفسیر الکبیر تنبیہ لھؤلاء الحاضرین علی انھم لوزلوا عن آیات اللہ لوقعوا فی العذاب کما وقع اولئک المتقدمون ۱۲۔ ۳ **قولہ فی** تفسیر یبدل یعنی بجائے اس کے کہ اس سے ہدایت کما فی البیضاوی بجعلھا سبب الضلالۃ و ازدیاد الرجس ۱۲۔ ۴ **قولہ فی** ترجمۃ ان اللہ

شدید العقاب ایسے شخص کو کما فی روح المعانی ھو الجواب بتقدیر الضمیر ای شدید العقاب لہ ۱۲۔ ۵ قولہ فی وجہ الربط چنانچہ بعض رؤساء الخ کما فی المعالم قیل نزلت فی مشرکی العرب ابی جھل واصحابہ وقال مقاتل نزلت فی المنافقین عبداللہ بن ابی واصحابہ وقال عطاء نزلت فی رء وساء الیھود من بنی قریظۃ والنضیر وبنی قینقاع سخروا من فقراء المھاجرین فوعدھم اللہ ان یعطیھم اموال بنی قریظۃ والنضیر بغیر قتال ویسخرون من الذین آمنوا لفقرھم ۱۲۔ ۶ قولہ ان مسلمانوں سے الخ حملا للموصول علی العھد کما فی المعالم عن ابن عباسؓ اراد بالذین آمنوا عبداللہ بن مسعود وعمار بن یاسر وصھیبا وبلالا وخبابا وامثالھم ۱۲۔ ۷ قولہ جو کفر و شرک سے الخ اشارۃ الی اتحاد المؤمن والمتقی مفھوما وتغییر العنوان للاشارۃ الی علۃ الحکم ۱۲۔ ۸ قولہ مجموعی فلا یرد ان بعضھم لم ینزل علیہ الکتاب ۱۲۔ ۹ قولہ کتابیں اشارۃ الی کون اللام للجنس ۱۲۔

۱۰ قولہ فی ترجمۃ بالحق ٹھیک طور پر اشارۃ الی تعلقہ بانزل ۱۲۔ ۱۱ قولہ ان پیغمبروں کا بھیجنا الخ اشارۃ الی دفع ایراد وھو انہ لما کان الغرض من بعث الرسل رفع الاختلاف فکیف ارسل بعضھم قبل الاختلاف وجہ الجواب ان کون رفع الاختلاف غرضا لبعث النبیین المعھودین لاینا فی بعث بعضھم لمصالح اخر کآدم علیہ السلام بعث لئلا یختلفوا ثم لما وقع الاختلاف بعث بعضھم لیرفعوا الاختلاف فافھم ۱۲۔ ۱۲ قولہ اس غرض سے تھا یراد بہ فی لساننا المعنی العرفی ای الفائدۃ لا الحقیقی الراجع الی الفاعل ۱۲۔ ۱۳ قولہ اُس کتاب میں یہ اختلاف الخ اشارۃ الی دفع ایراد وھو ان المفھوم من اول الآیۃ ان الاختلاف المقدم علی البعث ومن آخر الآیۃ ان الاختلاف وقع بعد البعث وجہ الجواب ان الاختلاف المقدم کان فی بعض امورھم والاختلاف المتاخر کان فی الکتاب فالاختلاف نوعان کما کان البعث فی الجواب عن الایراد الاول نوعین فافھم وتشکر و تبصر ۱۲۔ ۱۴ قولہ یعنی اہل علم وفہم ماخذہ روح المعانی والحصر فیھم باعتیار کونھم بانین والا فالاختلاف عام لکلھم ۱۲۔ ۱۵ قولہ بفضلِ تعالیٰ عما فی روح المعانی باذنہ بتوفیقہ ۱۲۔

اَلنَّحْوُ : فی الجلالین من بعد ما جاء تھم متعلقۃ باختلف وھی وما بعدھا مقدم علی الاستثناء فی المعنی آہ فی الکمالین لاباوتوہ ولما کان یرد علیہ ان ما قبل الا لا یعمل فیما بعدھا دفعہ بقولہ وھی آہ قلت فتقدیر الکلام کما فی الکمالین وما اختلف فی من بعد مجئی البینٰت لاجل البغی احد من الکافرین الا الذین اوتوا الکتاب فلا یقال ان الا لا یستثنی بھا شئ ان آہ والاقرب ما قالہ الشاہ ولی اللہؒ فی الفوز الکبیر ادخل وما اختلف فیہ الا الذین اوتوہ فی تضاعیف الکلام المنتظم بعضہ ببعض بیانا لضمیر اختلفوا وایذانا بان المراد من الاختلاف ھھنا ھو الاختلاف الواقع فی امۃ الدعوۃ بعد نزول الکتاب بان آمن بعض و کفر بعض آہ ۱۲۔

اَلْبَلَاغَۃُ : قولہ من بعد ما جاء تہ فی روح المعانی فائدۃ ھذہ الزیادۃ وان کان تبدیل الآیات مطلقا مذموما التعریض بانھم بدلوھا بعد ما عقلوھا وفیہ تقبیح عظیم لھم ونعی علی شناعۃ حالھم، واستدلال علی استحقاقھم العذاب الشدید حیث بدلوا بعد المعرفۃ و بھذا یندفع ما یترا ای من ان التبدیل لا یکون الا بعد المجئی فما الفائدۃ فی ذکرہ ۱۲۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ۭ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاۗءُ وَالضَّرَّاۗءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿۲۱۴﴾ يَسْــَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ڛ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۱۵﴾

دوسری بات سنو کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ جنت میں (بے مشقت) جاؤ گے حالانکہ تم کو ہنوز ان (مسلمان) لوگوں کا سا کوئی عجیب واقعہ پیش نہیں آیا جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ ان پر (مخالفین کے سبب) ایسی ایسی تنگی اور سختی واقع ہوئی اور (مصائب سے) ان کو یہاں تک جنبشیں ہوئیں کہ (اس زمانہ کے) پیغمبر تک اور جوان کے ہمراہ اہل ایمان تھے۔ بول اُٹھے کہ اللہ تعالیٰ کی امداد (موجود) کب ہوگی یاد رکھو بیشک اللہ کی امداد (بہت) نزدیک ہے۔ لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا چیز خرچ کیا کریں آپ فرما دیجئے کہ جو کچھ مال خرچ کرنا ہو سو ماں باپ کا حق ہے اور قرابت داروں کا اور بے باپ کے بچوں کا اور محتاجوں کا اور مسافر کا اور جونسا نیک کام کرو گے سو اللہ تعالیٰ کو اس کی خوب خبر ہے (وہ اس پر ثواب دیں گے) ۞

تفسیر ربط: اوپر کی آیت میں کفار کا ہمیشہ سے انبیاء مؤمنین کے ساتھ اختلاف اور خلاف کرتے رہنے کا مذکور تھا جس میں ایک گونہ مسلمانوں کو اس طور پر تسلی دینا بھی مقصود تھا جن کو استہزاء کفار سے ایذا ہوتی تھی کہ یہ خلاف تمہارے ساتھ نیا نہیں ہے ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے آگے ان کفار مخالفین سے انبیاء ومؤمنین کو انواع انواع ایذائیں اور شدائد پہنچنے کی حکایت بیان فرماتے ہیں اور اس سے بھی مسلمانوں کو تسلی دلاتے ہیں کہ تم کو بھی کفار سے جو ایذائیں پہنچتی ہیں ان پر صبر کرنا چاہئے کیونکہ کامل راحت آخرت کی محنت ہی اُٹھانے سے ہے۔

ترغیب مسلمانان برتحمل شدائد: اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ (الی قولہ تعالیٰ) اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿۲۱۴﴾ دوسری بات سنو کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ جنت میں (بے مشقت) جا داخل ہو گے حالانکہ (ابھی کچھ مشقت تو اُٹھائی ہی نہیں کیونکہ) تم کو ہنوز ان (مسلمان) لوگوں کا سا کوئی عجیب واقعہ پیش نہیں آیا جو تم سے پہلے ہو گذرے ہیں ان پر (مخالفین کے سبب) ایسی ایسی تنگی اور سختی واقع ہوئی اور (مصائب سے) ان کو یہاں تک جنبشیں ہوئیں کہ (اس زمانہ کے) پیغمبر تک اور جو ان کے ہمراہ اہل ایمان تھے (بیقرار ہو کر) بول اُٹھے کہ اللہ تعالیٰ کی امداد (موعود) کب ہو گی (جس پر ان کو جواب سے تسلی کی گئی کہ) یاد رکھو بے شک اللہ تعالیٰ کی امداد (بہت) نزدیک (ہونے والی) ہے۔ **ف**: انبیاء اور مومنین کا اس طرح کہنا نعوذ باللہ شک کی وجہ سے نہ تھا بلکہ وجہ یہ تھی کہ وقت امداد اور غلبہ کا مقابلہ مخالفین میں ان حضرات کو نہ بتلایا گیا ابہام وقت سے ان کو جلدی ہونے کا انتظار رہتا تھا جب انتظار سے تھک جاتے تب اس طرح عرض معروض کرنے لگتے جس کا حاصل دعا ہے الحاح کیساتھ (توجیہ اجتماع دعا اور رضائے کاملین) اور الحاح خلاف رضا وتسلیم کے نہیں ہے بلکہ جب الحاح کا پسندیدہ ہونا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ثابت ہے تو الحاح عین رضا حق سے رضا ہے البتہ خلاف رضا وہ دعا ہے جس کے قبول نہ ہونے سے دعا کرنے والا ناراض ہو سو معاذ اللہ اس کا انبیاء ومؤمنین کاملین میں نہ ثبوت ہے نہ احتمال۔ اور یہ جو فرمایا ہے کہ کیا جنت میں بے مشقت چلے جاؤ گے سو مشقت کے درجات مختلف ہیں جس کا ادنیٰ درجہ نفس اور شیطان سے مزاحمت کر کے یا مخالفین دین کے ساتھ خلاف کر کے عقائد کا درست کرنا ہے جو ہر مومن کو حاصل ہے، آگے اوسط اور اعلیٰ درجات ہیں اسی طرح دخول جنت کے مختلف مراتب ہیں پس جس درجہ کی مشقت اسی درجہ کا دخول جنت۔ پس آیت میں یہ اشکال نہیں لازم آتا کہ بعضے عاصی محض فضل سے داخل جنت ہو جاویں گے ان پر کوئی مشقت بھی نہ ہو گی تقریر جواب یہ ہے کہ ان کو بھی ادنیٰ درجہ کی مشقت ہوئی ہے البتہ صحابہؓ چونکہ درجات عالیہ کے طالب تھے اور ہر مسلمان کو ہونا چاہئے اس لئے ان درجات کے لئے بڑی مشقتیں جھیلنے کو شرط فرمایا گیا فقط۔ آگے پھر سلسلہ احکام کا شروع ہوتا ہے۔

حکم دواز دہم مصارف انفاق: يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۬ (الی قولہ تعالیٰ) فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۱۵﴾ لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ (ثواب کے واسطے) کیا چیز خرچ کریں (اور کس موقع پر صرف کیا کریں) آپ فرما دیجئے کہ جو کچھ مال تم کو صرف کرنا ہو سو (اس کی تعیین تو تمہاری ہمت پر ہے مگر ہاں موقع ہم بتلائے دیتے ہیں کہ) ماں باپ کا حق ہے اور قرابت داروں کا اور بے باپ کے بچوں کا اور محتاج کا اور مسافر کا اور جو نسا نیک کام کرو گے (خواہ راہ خدا میں خرچ کرنا ہو یا اور کچھ ہو) سو اللہ تعالیٰ کو اس کی خوب خبر ہے (وہ اس پر ثواب دینگے) **ف**: مسئلہ: ماں باپ کو زکوٰۃ اور دوسرے صدقات واجبہ دینا درست نہیں اس آیت میں نفل خیرات کا بیان ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ اس آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ بارگاہ قدس تک رسائی بدون ترک لذات وتحمل مجاہدات میسر نہیں اور حدیث حفت الجنة بالمکارہ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ قولہ تعالیٰ: حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ۔ اس آیت میں اس پر دلالت ہے کہ امور طبعیہ کاملین میں بھی رہتے ہیں یہاں تک کہ انبیاء کا گھبرا کر استعجال نصرت اس آیت میں مذکور ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قولہ** دوسری بات **اشارة الی کون ام منقطعة بمعنی بل والهمزة وبل للاعراض المفسر بقوله المذکور ۱۲۔** ۲ **قولہ** ابھی **اشارة الی ما فی الکشاف ان فی لما معنی التوقع وهی فی النفی نظیرة قد فی الاثبات والمعنی ان ذلك متوقع منتظر ۱۲۔** ۳ **قولہ** عجیب واقعہ **لان المثل الحال العجیب ۱۲۔** ۴ **قولہ** ثواب کے واسطے **اشارة الی کون الآیة فی التطوع ۱۲۔** ۵ **قولہ** کس موقع **کما دل علیه سبب النزول ۱۲۔** ۶ **قولہ** حق ہے **حملا للام علی الاستحقاق ۱۲۔** ۷ **قولہ** بچوں **لان الیتیم قبل الاحتلام ۱۲۔**

الروایات: **قال عبدالرزاق انبأنا معمر عن قتادة قال نزلت هذه الآية (ام حسبتم ان تدخلوا الخ) فی یوم الاحزاب اصاب النبی صلی الله علیه وسلم یومئذ بلاء وحصر کذا فی لباب النقول فیه اخرج ابن جریر عن ابن جریج قال سأل المؤمنون رسول الله صلی الله علیه وسلم این یضعون اموالهم فنزلت یسئلونك ماذا ینفقون قل ما انفقتم من خیر الآية واخرج ابن المنذر عن ابن حبان ان عمرو بن الجموح سال النبی صلی الله علیه وسلم ماذا ننفق من اموالنا واین نضعها فنزلت ۱۲۔**

النحو: **مثل الذین علی حذف المضاف ای مثل الذین بکسر المیم وسکون المثلثة فی الاول والفتحتین فی الثانی ۱۲۔**

البلاغۃ: یسئلونک ماذا ینفقون قال عبدالحکیم وانما لم یذکر السوال عن المصرف فی الآیۃ للایجاز فی النظم تعویلا علی الجواب والاقتصار فی بیان المنفق علی البیان الاجمالی الذی تضمنہ قولہ خیر وھو کونہ حلالا فان المنفق انما یطلق خیرا اذا کان حلالا من غیر تعریض للتفصیل کما فی بیان المصرف الاشارۃ الی کونہ اھم فعلی ھذا ایضا لا یخرج عن اسلوب الحکیم حیث اجیب عن المتروک صریحا وعن المذکور تبعا۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٢١٦﴾ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ ۖ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ ۖ وَصَدٌّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِندَ اللَّهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۗ وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَن دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا ۚ وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢١٧﴾

جہاد کو تم پر فرض کیا گیا ہے اور وہ تم کو (طبعاً) گراں (معلوم) ہوتا ہے اور یہ بات ممکن ہے کہ تم کسی امر کو گراں سمجھو اور وہ تمہارے حق میں خیر ہو اور یہ (بھی) ممکن ہے کہ تم کسی امر کو مرغوب سمجھو اور وہ تمہارے حق میں (باعث خرابی ہو) اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم (پورا پورا) نہیں جانتے۔ لوگ آپ سے شہر حرام میں قتال کرنے کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ اس میں خاص طور پر قتال کرنا (یعنی عمداً) جرم عظیم ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روک ٹوک کرنا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام (یعنی کعبہ) کے ساتھ اور جو لوگ مسجد حرام کے اہل تھے ان کو اس کے خارج کر دینا۔ جرم عظیم ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور فتنہ پردازی کرنا (اس) قتل (خاص) سے بدرجہا بڑھ کر ہے اور یہ کفار تمہارے ساتھ ہمیشہ جنگ رکھیں گے اس غرض سے کہ اگر (خدانہ کرے) قابو پائیں تو تم کو تمہارے دین (اسلام) سے پھیر دیں اور جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے پھر کافر ہی ہونے کی حالت میں مر جائے تو ایسے لوگوں کے (نیک) اعمال دنیا اور آخرت میں سب غارت ہو جاتے ہیں اور ایسے لوگ دوزخی ہوتے ہیں (اور) یہ لوگ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے ۞

تفسیر: حکم سیزدہم فرضیت جہاد: كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ (الی قولہ تعالی) وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٢١٦﴾۔ جہاد کرنا تم پر فرض کیا گیا ہے اور وہ تم کو (طبعاً) گراں (معلوم ہوتا) ہے اور یہ بات ممکن ہے کہ تم کسی امر کو گراں سمجھو اور (واقع میں) وہ تمہارے حق میں خیر (اور مصلحت) ہو اور یہ (بھی) ممکن ہے کہ تم کسی امر کو مرغوب سمجھو اور (واقع میں) وہ تمہارے حق میں (باعث) خرابی (کا) ہو اور (ہر شئے کی حقیقت حال کو) اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم (پورا پورا) نہیں جانتے (اسلئے اپنی رغبت و کراہت پر کبھی عمل نہ کرو جو کچھ حکم ہو جائے اسی کو اجمالاً مصلحت سمجھ کر اس پر کاربند رہا کرو) ف: جہاد فرض ہے جب کہ اس کے شرائط پائے جاویں جو کتب فقہ میں مذکور ہیں اور فرض دو طرح کا ہوتا ہے فرضِ عین اور فرضِ کفایہ سو اعداءِ دین جب مسلمانوں پر چڑھ آویں تب تو فرض عین ہے۔ ورنہ فرض کفایہ اور طبعاً کی قید اس لئے ظاہر کر دی گئی کہ مسلمان کو احکام شرعیہ میں عقلاً کراہت کبھی نہیں ہوتی۔ عدم احاطۂ عبد مصالح احکام را: اس آیت سے ہمارے نوخیز مسلمان فلسفیوں کو سبق لینا چاہئے کہ ہر حکم کی مصلحت باوجود واقعیت کے ہمارے احاطہ علمی سے خارج ہے۔

حکم چہاردہم تحقیق قتال در شہر حرام: يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ (الی قولہ تعالی) وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہؓ کا ایک سفر میں اتفاق سے کفار کے ساتھ مقابلہ ہو گیا ایک کافر ان کے ہاتھ سے مارا گیا اور جس روز یہ قصہ ہوا رجب کی پہلی تاریخ تھی مگر صحابہؓ اس کو جمادی الاخریٰ کی تیس سمجھے تھے اور رجب اشہر حرم سے ہے کفار نے اس واقعہ پر طعن کیا کہ مسلمانوں نے شہر حرام کی حرمت کا بھی خیال نہیں کیا مسلمانوں کو اس کی فکر ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اور بعض روایات میں ہے کہ خود بعض کفار قریش نے بھی حاضر ہو کر اعتراضاً سوال کیا اس کا جواب ارشاد ہوتا ہے) لوگ آپ سے شہر حرام میں قتال کرنے کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ اس میں خاص طور پر (یعنی عمداً) قتال کرنا جرم عظیم ہے (مگر اس طور پر قتال کرنا مسلمانوں سے صادر نہیں ہوا بلکہ تاریخ تحقیق نہ ہونے کے سبب غلطی سے ایسا ہو گیا یہ تو تحقیقی جواب ہے) اور (الزامی جواب یہ ہے کہ کفار و مشرکین کا تو کسی طرح منہ ہی نہیں مسلمانوں پر اعتراض کرنے کا کیونکہ اگرچہ شہر حرام میں لڑنا جرم عظیم ہے لیکن ان کفار کی جو حرکتیں ہیں یعنی) اللہ تعالیٰ کی راہ (دین) سے (لوگوں کو) روک ٹوک کرنا (یعنی اسلام پر تکلیفیں پہنچانا کہ ڈر کے مارے لوگ مسلمان نہ ہوں) اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام (یعنی کعبہ) کے ساتھ (جو کہ اللہ تعالیٰ کا معبد ہے کفر کرنا کہ وہاں بہت سے بت رکھ چھوڑے تھے اور بجائے خدا کی عبادت کے ان کی عبادت اور طواف کرتے تھے) اور جو لوگ مسجد حرام کے اہل تھے

(یعنی رسول اللہ ﷺ اور دوسرے مومنین) ان کو (تنگ اور پریشان کر کے) اس (مسجد حرام) سے خارج (ہونے پر مجبور) کر دینا (جس سے نوبت ہجرت یعنی ترک وطن کی پہنچی سو یہ حرکتیں شہر حرام میں قتال کرنے سے بھی زیادہ جرم اعظم ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیونکہ یہ حرکتیں دین حق کے اندر فتنہ پردازی کرنا ہے) اور ایسی فتنہ پردازی کرنا (اس) قتل (خاص) سے (جو مسلمانوں سے صادر ہوا) بدرجہا (قباحت میں) بڑھ کر ہے (کیونکہ اس قتل سے دین حق کو تو کوئی مضرت نہیں پہنچی بہت سے بہت اگر کوئی جانکر کرے خود ہی گنہگار ہوگا اور ان حرکتوں سے تو دین حق کو ضرر پہنچتا ہے کہ اس کی ترقی رکتی ہے) **ف** : خلاصہ جواب یہ ہوا کہ اول تو مسلمانوں نے کوئی گناہ نہیں کیا اور علی سبیل الفرض اگر کیا ہے تو معترضین اس سے بڑے بڑے گناہ یعنی کفر و مزاحمت دین حق میں مبتلا ہیں پھر ان کو مسلمانوں پر اعتراض کرنے کا کب منصب ہے۔ **ف** : روح المعانی اور کبیر میں اس آیت کے ذیل میں اور بیضاوی میں سورۂ براءت کے پہلے رکوع کی تفسیر میں اشہر حرم میں حرمت قتال کے منسوخ ہونے پر اجماع امت کا نقل کیا ہے۔

ربط : اوپر دین حق میں ان کی مزاحمت کرنے کا بیان تھا اسی مضمون کی آگے تاکید فرماتے ہیں۔

تاکید مضمون مزاحمتِ دین: وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ۔ اور یہ کفار تمہارے ساتھ ہمیشہ جنگ (و جدل کا سلسلہ جاری ہی) رکھیں گے اس غرض سے کہ اگر (خدا نہ کرے) قابو پاویں تو تم کو تمہارے دین (اسلام) سے پھیر دیں (انکے اس فعل سے دین کی مزاحمت ظاہر ہے)

ربط : آگے مسلمانوں کو احتیاطاً متنبہ فرماتے ہیں کہ یہ کفار جو دین حق کی مزاحمت میں سعی کر رہے ہیں اگر اس سعی کا کوئی اتباع کر بیٹھے یعنی دین حق سے پھر جاوے تو اس کا کیا انجام ہے۔

انجام ارتداد: وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ (الی قولہ تعالیٰ) هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۞ اور جو شخص تم میں سے اپنے دین (اسلام) سے پھر جاوے پھر کافر ہی ہونے کی حالت میں مر جاوے تو ایسے لوگوں کے (نیک) اعمال دنیا اور آخرت میں سب غارت ہو جاتے ہیں اور ایسے لوگ دوزخی ہوتے ہیں (اور) یہ لوگ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔ **ف** : دنیا میں اعمال کا ضائع ہونا یہ ہے کہ اس کی بی بی نکاح سے نکل جاتی ہے اگر اس کا کوئی مورث مسلمان مرے اس شخص کو میراث کا حصہ نہیں ملتا حالتِ اسلام میں نماز روزہ جو کچھ کیا تھا سب کالعدم ہو جاتا ہے مرنے کے بعد (جنازہ کی نماز نہیں پڑھی جاتی مسلمانوں کے مقابر میں دفن نہیں ہوتا اور آخرت میں ضائع ہونا یہ ہے کہ عبادات کا ثواب نہیں ملتا ابدالآباد کے لئے دوزخ میں داخل ہوتا ہے۔

مَسْئَلَہ : اگر یہ شخص پھر مسلمان ہو جاوے تو آخرت میں دوزخ سے بچ جانا اور دنیا میں آئندہ کے لئے احکام اسلام کے جاری ہونا تو یقینی ہے لیکن دنیا میں اگر حج کر چکا تھا تو بشرطِ وسعت پھر دوبارہ اس کا فرض ہونا نہ ہونا اور آخرت میں پچھلے نماز و روزہ کے ثواب کا عود کرنا نہ کرنا اس میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہ دوبارہ حج کو فرض کہتے ہیں اور گزشتہ نماز و روزہ پر ثواب ملنے کے قائل نہیں اور امام شافعیؒ دونوں امر میں اختلاف کرتے ہیں۔

مَسْئَلَہ : لیکن جو کافر اصلی ہو اور اس حالت میں کوئی نیک کام کرے اس کا ثواب معلق رہتا ہے اگر کبھی اسلام لے آیا سب پر ثواب ملتا ہے اور اگر کفر پر مر گیا تو سب بیکار جاتا ہے حدیث میں اسلمت علی ما اسلفت من خیر۔ اسی معنی میں وارد ہے۔

مَسْئَلَہ : غرض مرتد کی حالت کافر اصلی سے شنیع تر ہے اسی واسطے کافر اصلی سے جزیہ قبول ہو سکتا ہے اور مرتد اسلام نہ لاوے اگر مرد ہے قتل کر دیا جاتا ہے اگر عورت ہے تو دوام حبس کی سزا دی جاتی ہے کیونکہ اس سے اسلام کی اہانت ہوئی ہے سرکاری اہانت اسی سزا کے لائق ہے۔

تَرْجَمۂ مَسَائِلُ السُّلُوْک: قولہ تعالیٰ : عَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۔ یہ لفظ شئے قبض کو بھی عام ہے (پس اس میں بھی منافع ہوتے ہیں)۔

مُلْحَقَاتُ التَّرْجَمَۃ : ۱ قولہ خاص طور پر الخ افادہ النکرۃ فی موضع الاثبات ولا تتوهم عمومها بالوصف لان الوصف لیس بعام ویتأید تقریری هذا بالکبیر و روح المعانی فافهم فانه عزیز ۱۲۔ ۲ قوله اور الزامی فالواو فی وصد لعطف جواب علی جواب فافهم۔ ۳ قوله دین سے روک ٹوک کرنا ولم یحمل علی صد المسلمین عام الحدیبیة لان الحدیبیة بعد بدر وهذه الآیة قبل بدر ۱۲۔ ۴ قوله اور مسجد حرام کے ساتھ کفر کرنا اخترت عطف المسجد علی الضمیر المجرور فی به العائد الی الله علی خلاف ما اشتهر عن البصریین لما قال ابو حباب والعطف علی ضمیر المجرور وان لم یجز عند البصریین الا باعادة الجار فقد اجاز ذلك الکوفیون و یونس والاخفش وابو علی ولسنا مقلدین لاهل البصرة بل تتبع الدلیل وقد ثبت ذلك فی لسان العرب نظما ونثرًا باختلاف حروف العطف کذا فی الکمالین علی قوله تعالٰی تسألون به والارحام وایده فی الکبیر ۱۲۔ ۵ قوله اہل تھے کقوله تعالٰی ان اولیاؤه الا المتقون ۱۲۔ ۶ قوله ایسی فتنہ پردازی حملا للام علی العهد فلا دلالة علی کون کل فتنة اشد من کل قتل ۱۲۔ ۷ قوله فی ترجمة حتی اس غرض سے کما فی البیضاوی حتی للتعلیل کقولك اعبد الله حتی ادخل الجنة لقوله ان استطاعوا وهو استبعاد لاستطاعتهم کقول الواثق بقوته علی

قرنه ان ظفرت بى فلاتبق على وايذان بانهم لا يردونهم آه قلت وقد اشرت الى معنى الاستبعاد بقولى خدا نہ کرے ۱۲۔ ۸ قوله فى وجه الربط احتياطا لئلا يعارض الاستبعاد المستفاد من قوله ان استطاعوا ۱۲۔

الرِّوَايَاتُ: فى لباب النقول اخرج ابن جرير وابن ابى حاتم والطبرانى فى الكبير والبيهقى فى سننه عن جندب بن عبدالله ان رسول الله صلى الله عليه وسلم بعث رهطا وبعث عليهم عبدالله بن جحش فلقوا ابن الحضرمى فقتلوه ولم يدروا ان ذلك اليوم من رجب او من جمادى فقال المشركون للمسلمين قتلتم فى الشهر الحرام فانزل الله تعالى يسئلونك عن الشهر الحرام قتال فيه الآية وفى البيضاوى عن ابن جرير كما قاله عبدالحكيم كان ذلك غرة رجب وهم يظنونه من جمادى الآخرة آه وفى روح المعانى برواية الزهرى عن عروة انه لما بلغ كفار قريش تلك الفعلة ركب وفد منهم حتى قدموا على النبى صلى الله عليه وسلم فقالوا ايحل القتال فى اشهر الحرام فانزل الله تعالى الآية قلت واشرت الى الروايات كلها فى تقرير ترجمة الآية ۱۲۔

اللُّغَاتُ: كره مصدر نعت به للمبالغة او فعل بمعنى مفعول كالخبز ۱۲ بيضاوى۔

الفقة: قال عبدالحكيم حرمة القتال مع المشركين منسوخ بقوله تعالى فى سورة برائة فاذا انسلخ الاشهر الحرم فاقتلوا المشركين حيث وجدتموهم فان المراد الاشهر الحرم المعينة التى ابيح للمشركين السياحة فيها بقوله فسيحوا فى الارض اربعة اشهر والتقييد بها يفيد ان قتلهم بعد انسلاخها مامور به فى جميع الامكنة والازمنة ۱۲۔

مَسْئَلَة اولى احتج الحنفية باطلاق قوله تعالى فى المائدة ومن يكفر الخ فان قيل لما كان مطلق الارتداد سببا لحبط الاعمال فما الفائدة فى التقييد بالموت قلت فائدته ان مجموع الاحباط والخلود مرتب على الموت مرتد الا على مطلق الارتداد فافهم۔

مَسْئَلَة ثانية دليله حديث اسلمت على ما اسلفت من خير رواه مسلم ۱۲۔

البَلَاغَة: قال البيضاوى وانما قال عسى لان النفس اذا ارتاضت ينعكس الامر عليها اكبر عندالله والمفضل عليه محذوف اى مما فعلته السرية خطأ فى الاجتهاد ووجود اصل الفعل فى ذلك الفعل مبنى على الزعم كذا فى روح المعانى ۱۲۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢١٨﴾ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۖ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا ۗ وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ ﴿٢١٩﴾ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۗ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَىٰ ۖ قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۖ وَإِن تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَعْنَتَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٢٠﴾

حقیقتاً جولوگ ایمان لائے ہوں اور جن لوگوں نے راہ خدا میں ترک وطن کیا ہو اور جہاد کیا ہو ایسے لوگ تو رحمت خداوندی کے امیدوار ہوا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ (اس غلطی کو معاف کر دیں گے اور تم پر) رحمت کریں گے۔ لوگ آپ سے شراب اور قمار کی نسبت دریافت کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ ان دونوں (کے استعمال) میں گناہ کی بڑی بڑی باتیں بھی ہیں اور لوگوں کو (بعضے) فائدے بھی ہیں اور (وہ) گناہ کی باتیں ان فائدوں سے زیادہ بڑھی ہوئی ہیں اور لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ (خیر خیرات میں) کتنا خرچ کیا کریں آپ فرما دیجئے کہ جتنا آسان ہو۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح احکام کو صاف صاف بیان فرماتے ہیں تاکہ تم دنیا و آخرت کے معاملات میں سوچ لیا کرو اور لوگ آپ سے یتیم بچوں کا حکم پوچھتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ ان کی مصلحت کی رعایت رکھنا زیادہ بہتر ہے اور اگر تم ان کے ساتھ خرچ شامل رکھو تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں اور اللہ مصلحت کے ضائع کرنے والے کو اور مصلحت کی رعایت رکھنے والے کو الگ الگ جانتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو تم کو مصیبت میں ڈال دیتے کیونکہ اللہ تعالیٰ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔

تفسیر ربط: شہر حرام میں قتال کرنے کے بارہ میں مسلمانوں کو جواب مذکور سن کر گناہ نہ ہونے کا تو اطمینان ہو گیا تھا مگر اس خیال سے دل شکستہ تھے کہ ثواب تو ہوا ہی نہ ہوگا آگے اس میں تسلی کی گئی۔

وعدۂ ثواب بر اخلاص نیت: إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَ (الى قوله تعالى) وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۔ حقیقۃً جولوگ ایمان لائے ہوں اور جن لوگوں نے راہ

خدا میں ترک وطن کیا ہو اور جہاد کیا ہو ایسے لوگ تو رحمت خداوندی کے امیدوار ہوا کرتے ہیں (اور تم لوگوں میں یہ صفات علی سبیل منع الخلو موجود ہیں چنانچہ ایمان اور ہجرت تو ظاہر ہے رہا (اس جہاد خاص میں شبہ ہو سکتا ہے سو چونکہ تمہاری نیت تو جہاد ہی کی تھی لہٰذا ہمارے نزدیک وہ بھی جہاد ہی میں شمار ہے پھر ان صفات کے ہوتے ہوئے تم کیوں ناامید ہوتے ہو) اور اللہ تعالیٰ (اس غلطی کو) معاف کر دینگے اور (ایمان و ہجرت و جہاد سے تم پر) رحمت کریں گے۔

حکم پانز دہم متعلق شراب و قمار: يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ؕ (الی قولہ تعالی) وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ۔ لوگ آپ سے شراب اور قمار کی نسبت دریافت کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ ان دونوں (چیزوں کے استعمال میں گناہ کی بڑی بڑی باتیں بھی (پیدا ہو جاتی ہیں) اور لوگوں کو (بعضے) فائدے بھی ہیں اور (وہ) گناہ کی باتیں ان فائدوں سے زیادہ بڑھی ہوئی ہیں (اس لئے دونوں قابل ترک ہیں)۔

ف: پہلے یہ دونوں چیزیں حلال تھیں سب سے پہلی آیت شراب و قمار کے متعلق یہ نازل کی گئی اور اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ ان دونوں چیزوں کا استعمال خود گناہ ہے بلکہ مطلب یہ تھا کہ ان کے استعمال سے اکثر اوقات دوسری باتیں گناہ کی پیدا ہو جاتی ہیں کیونکہ شراب سے عقل جاتی رہتی ہے اور وہی مانع تھی ارتکاب معاصی سے اور قمار سے مال کی حرص بڑھتی ہے اور حرص سے چوری وغیرہ کی عادت پیدا ہو جاتی ہے اور منافع ان میں تحصیل لذت و تحصیل مال ہیں پس اس آیت سے ان دونوں کی حرمت فی نفسہ کا بیان کرنا مقصود نہیں تھا بلکہ محض بعض عوارض غیر لازمہ سے ان دونوں کے ترک کا مشورہ دینا مطلوب تھا کہ جتنا نقصان ہو جاتا ہے اتنا نفع نہیں ہوتا کیونکہ نفع تو حالی اور غیر باقی اور لازمی ہے اور ضرر مالی اور ممتد اور متعدی ہے یہی وجہ تھی کہ اس آیت کو سن کر بعض نے تو فوراً دونوں کو ترک کر دیا کہ گو حرام نہیں کہا مگر شر و رو مفاسد کا ذریعہ ہونا تو ثابت ہوا اور بعض نے کہا کہ جب حرام نہیں ہے تو ان مفاسد کا ہم کچھ انتظام کر کے تحصیل منافع کے لئے استعمال کیا کریں گے اگر یہ عنوان مفید حرمت کا ہوتا تو اہل لسان بکثرت اتنی بڑی غلطی میں نہ پڑتے پھر اس آیت کے بعد بعض نے شراب پی کر نماز پڑھی اور غلط پڑھی تو نماز کے اوقات میں پینا بالکل ممنوع ہو گیا پھر بعد چندے مطلقاً حرام کر دی گئی اور یہی آخری حکم ہے جس نے پہلے احکام کو منسوخ کر دیا۔

حکم شانز دہم مقدر انفاق: وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۬ۛ (الی قولہ تعالی) فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ۔ اور لوگ (آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ (خیر خیرات میں) کتنا خرچ کیا کریں آپ فرما دیجئے کہ جتنا آسان ہو (کہ اس کے خرچ کرنے سے خود پریشان ہو کر دنیوی تکلیف میں یا کسی کا حق ضائع کر کے اخروی تکلیف میں نہ پڑ جاوے) اللہ تعالیٰ اسی طرح احکام کو صاف صاف بیان فرماتے ہیں تاکہ تم (کو ان احکام کا علم حاصل ہو جاوے (اور اس علم کی وجہ سے ہر عمل کے کرنے سے پہلے) دنیا و آخرت کے معاملات میں (ان احکام کو) سوچ لیا کرو (اور سوچ کر ہر معاملہ میں ان احکام کے موافق عمل کیا کرو) **ف**: مثلاً خرچ ہی کرنے کے باب میں جس کو دنیا و آخرت دونوں کے ساتھ تعلق ہے دنیا کے ساتھ بوجہ آلۂ حوائج ہونے کے اور آخرت کے ساتھ بوجہ آلۂ ثواب ہونے کے پہلے سوچ لیا کہ یہ خرچ کرنا موافق حکم الٰہی کے ہے یا نہیں اگر ہوا خرچ کیا ورنہ نہ کیا اور اس حکم کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کسی معصیت میں خرچ کرتا ہے تو مطلقاً ناجائز اور اگر اطاعت میں خرچ کرتا ہے تو اگر وہ طاعت حد وجوب و فرضیت تک پہنچی ہے مثلاً زکوٰۃ وغیرہ تو خرچ کرنا فرض و واجب ہے، اور اگر حد نفل تک ہے جیسے معمولی خیر خیرات تو اگر کسی عیال وغیرہ کا اس میں حق ضائع ہوتا ہو تو خرچ کرنا ناجائز اور اگر کسی کا حق ضائع نہیں ہوتا لیکن خود پریشان ہو کر صبر نہ کر سکے گا تو بھی ناجائز ورنہ جائز اور اگر وہ محل نہ طاعت ہے نہ معصیت بلکہ مباح ہے جیسے فواکہ ولذائذ میں تو اگر نیت تقویت علی الطاعۃ کی ہے تو ثواب ہے اور اگر نیت تقویت علی المعصیت کی ہے تو گناہ ہے اور اگر محض دل ہی خوش کرنا ہے تو مباح ہے اس آیت میں نفل صدقات کا حکم مذکور ہے اس کی جو شرطیں ہیں احقر نے اثناء ترجمہ میں بھی ان کی طرف اجمالاً اشارہ کر دیا ہے اور اس تقریر میں تفصیلاً لکھ دیا ہے واللہ اعلم۔

ف: اور پہلے جو حکم دواز دہم میں اس قسم کا سوال آ چکا ہے اور جواب میں بیان مصارف کے ساتھ ضمناً اس کا حکم بھی معلوم ہو چکا ہے کہ جو کچھ ہمت ہو صرف کرو اس میں یہ بات پوچھنے کے قابل تھی کہ اگر جوش میں آ کر سب دے ڈالنے کی ہمت ہو تو اس ہمت کا اعتبار ہے یا نہیں یہاں اس کے متعلق تحقیق مقصود ہے۔

حکم ہفدہم مخالطت یتیم: وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ (الی قولہ تعالی) اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۲۲۰۔ (چونکہ ابتداء میں مثل ہندوستان کے عرب میں بھی یتیموں کا حق دینے میں پوری احتیاط نہ تھی اس لئے یہ وعید سنائی گئی تھی کہ یتیموں کا مال کھانا ایسا ہے جیسا دوزخ کے انگارے پیٹ میں بھرنا تو سننے والے ڈر کے مارے اتنی احتیاط کرنے لگے کہ ان کا کھانا بھی الگ پکواتے الگ رکھواتے اور اتفاق سے اگر بچہ کم کھاتا تو کھانا بچتا اور سڑتا اور پھینکنا پڑتا اس طرح بالکل علیحدہ اٹھانے رکھنے میں تکلیف بھی ہوتی اور یتیم کے مال کا بھی نقصان ہوتا تو حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا اس کے متعلق ارشاد ہوتا ہے) اور لوگ آپ سے یتیم بچوں (کے خرچ علیحدہ یا شامل رکھنے) کا حکم پوچھتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ (اصل مقصود ہمارا ان کے اموال کھانے کی ممانعت سے یہ ہے کہ ان کی مصلحت کو ضائع نہ کیا جاوے اور جب خرچ شامل رکھنے میں ان کی مصلحت ہے تو) ان کی مصلحت کی رعایت رکھنا (علیحدہ خرچ رکھنے سے جو کہ خلاف مصلحت ہے) زیادہ بہتر ہے اور اگر تم ان کے ساتھ خرچ شامل رکھو تو (کچھ ڈر کی بات نہیں کیونکہ) وہ (بچے) تمہارے (دینی) بھائی ہیں (اور بھائی بھائی شامل رہا ہی کرتے ہیں)

اور اللہ مصلحت کے ضائع کرنے والے کو اور مصلحت کی رعایت رکھنے والے کو (الگ الگ) جانتے ہیں (پس مخالطت اس قسم کی نہ ہونا چاہئے جس میں ان کی مصلحت ضائع ہو جاوے مثلاً برائے نام اپنا تھوڑا سا ملا دیا باقی سب ان ہی کا کھایا جو ایسا کریگا اللہ تعالیٰ سے اس کی بدنیتی مخفی نہیں رہ سکتی اور مخالطت میں ان کی مصلحت کی رعایت رکھے بافرض اگر بلا علم و بلا قصد کچھ کمی بیشی بھی ہو جاوے تو چونکہ اللہ تعالیٰ تو اس کی خوش نیتی معلوم ہے اس لئے اس پر مواخذہ نہ ہوگا) اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو (اسی باب میں سخت قانون مقرر کر کے) تم کو مصیبت میں ڈال دیتے (کیونکہ) اللہ تعالیٰ زبردست ہیں (جو حکم چاہیں دے سکتے ہیں مگر سہل قانون مقرر فرمایا کیونکہ) حکمت والے (بھی) ہیں (ایسا حکم نہیں دیتے جو ہو نہ سکے) **ف**[۴]: جو چیز سڑنے بسنے والی ہو اس میں اپنے ساتھ یتیم کا خرچ اندازے سے شامل رکھنا درست ہے اور دوسری چیزوں کا حساب الگ رکھنا واجب ہے۔ **ف**[۵] چونکہ اس وقت اکثر مسلمانوں کے پاس مسلمان ہی یتیم تھے اس لئے اخوانکم فرمایا ورنہ اگر دوسرے مذہب کا بچہ بھی اپنی تربیت میں ہو اس کا بھی بعینہ یہی حکم ہے اور اس کی دلیل دوسری آیات و احادیث ہیں جو الفاظ عامہ سے وارد ہیں مثلاً: وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ۔ اور احسن ہونا مخالطت کا بشرط رعایت مصلحت ظاہر ہے بلکہ اس کے ساتھ مذہبی رعایت اتنی اور زیادہ ہے کہ اس بچہ پر بعد بلوغ کے قبول اسلام کے لئے جبر نہیں کیا جاتا مذہبی آزادی دی جاتی ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: قُلِ الْعَفْوَ: اس میں اصل ہے ذخیرہ نہ رکھنے کی (جیسا بہت سے بزرگوں کا مذاق ہوا ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قولہ** راہ خدا میں اشارة الى ان فى سبيل الله متعلق بكلا قوليه هاجروا وجاهدوا۱۲۔ ۲ **قولہ** علی سبیل منع الخلو زاده لان فى السرية من هو غير مهاجر عسلى۱۲۔ ۳ **قولہ** گناہ کی بڑی بڑی باتیں الخ اطلاقا للسبب على المسبب ولذا لم يقل هما اثم كبير كما قال قتال فيه كبير بل قال فيهما اثم۱۲ ۴ **قولہ** اور وہ گناہ کی الخ حملا للاضافة على العهد۱۲۔ ۵ **قولہ** عوارض غیر لازمہ قيد بهذا الوصف لان هذه العوارض اذا كانت لازمة عقلا او عادة الرت فى تحريم المعروض ويسمى هذا النوع حراما لغيره وهو فى الحرمة كالحرام لعينه سواء فافهم۱۲۔ ۶ **قولہ** ان احکام کو سوچ لیا کرو الخ حاصله تتفكرون فى الآيات فى امور الدنيا والآخرة فالجار بعد تقدير المضاف متعلق بتتفكرون بعد تقييده بالاول كذا فى روح المعانى فافهم۱۲۔ ۷ **قولہ** الگ الگ لان مثل هذا التركيب يفيد التمييز كما قال البيضاوى فى قوله تعالىٰ لنعلم من يتبع الرسول ممن ينقلب على عقبيه انه وضع العلم موضع التمييز المسبب عنه۱۲۔

الروايات: فى لباب النقول تتمة ما سبق فقال بعضهم ان لم يكونوا اصابوا وزرا فليس لهم اجر فانزل الله ان الذين آمنوا الى رحيم۔ فى لباب النقول روى احمد عن ابى هريرة قال قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة وهم يشربون الخمر ويأكلون الميسر فسألوا رسول الله صلى الله عليه وسلم عنهما فانزل الله تعالىٰ ويسئلونك عن الخمر والميسر الآية فقال الناس ما حرم علينا انما قال فيهما اثم كبير وكانوا يشربون الخمر حتى كان يوم من الايام صلى رجل من المهاجرين ام اصحابه فى المغرب فخلط فى قراء ته فانزل الله آية اغلظ منها يا ايها الذين آمنوا لا تقربوا الصلوٰة وانتم سكارى حتى تعلموا ما تقولون ثم نزلت آية اغلظ من ذلك يا ايها الذين آمنوا انما الخمر والميسر الى قوله فهل انتم منتهون قالوا انتهينا ربنا الحديث۱۲۔ فى لباب النقول اخرج ابن ابى حاتم من طريق سعيد او عكرمة عن ابن عباس ان نفرا من الصحابة حين امروا بالنفقة فى سبيل الله اتوا النبى صلى الله عليه وسلم فقالوا لا ندرى ما هذه النفقة التى امرنا فى اموالنا فما ننفق منها فانزل الله ويسئلونك ماذا ينفقون قل العفو۔ واخرج ايضا عن يحيٰى انه بلغه ان معاذ بن جبل وثعلبة اتيا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالا يا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان لنا ارقاء واهلين فما ننفق من اموالنا فانزل الله هذه الآية (اى ويسئلونك ماذا ينفقون الخ) فى لباب النقول اخرج ابوداؤد والنسائى والحاكم وغيرهم عن ابن عباس قال لما نزلت ولا تقربوا مال اليتيم الا بالتى هى احسن وان الذين يأكلون اموال الآية انطلق من كان عنده يتيم فعزل طعامه من طعامه وشرابه من شرابه فجعل يفضل له الشئ من طعامه فيحبس له حتى يأكله او يفسد فاشتد ذلك عليهم فذكروا ذلك لرسول الله صلى الله عليه وسلم فانزل الله تعالىٰ ويسئلونك عن اليتٰمى الاية۱۲

اللغات: العفو قال البيضاوى العفو نقيض الجهد ومنه يقال للارض السهلة وهو ان ينفق ما تيسر له بذله ولا يبلغ منه الجهد قال ع خذى العفو منى تستديمى مودتى۔ آه قلت وشمل التفسير بالفضل ايضا۔

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۭ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ

حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ۗ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ۗ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚۖ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۲۱﴾ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۗ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِى الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ۗ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿۲۲۲﴾ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۫ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۲۳﴾ وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۴﴾

اور نکاح مت کرو کافر عورتوں کے ساتھ جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں اور مسلمان عورت (چاہے) لونڈی (کیوں نہ ہو وہ ہزار درجہ) بہتر ہے کافر عورت سے گو وہ تم کو اچھی ہی معلوم ہو اور عورتوں کو کافر مردوں کے نکاح میں مت دو جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں اور مسلمان مرد غلام بہتر ہے کافر مرد سے گو وہ تم کو اچھا ہی معلوم ہو (کیونکہ) یہ لوگ دوزخ (میں جانے کی) تحریک دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جنت اور مغفرت کی تحریک دیتے ہیں اپنے حکم سے اور اللہ تعالیٰ اس واسطے آدمیوں کو اپنے احکام بتلاتے ہیں تاکہ وہ لوگ نصیحت پر عمل کریں اور لوگ آپ سے حیض کا حکم پوچھتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ وہ گندی چیز ہے تو حیض میں تم عورتوں سے علیحدہ رہا کرو اور ان سے قربت مت کیا کرو جب تک کہ وہ پاک نہ ہو جائیں۔ پھر جب وہ اچھی طرح پاک ہو جائیں تو ان کے پاس آؤ جاؤ جس جگہ سے تم کو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے (یعنی آگے سے) یقیناً اللہ تعالیٰ محبت رکھتے ہیں توبہ کرنے والوں سے اور محبت رکھتے ہیں پاک صاف رہنے والوں سے تمہاری بیبیاں تمہارے لئے (بمنزلہ) کھیت (کے) ہیں سو اپنے کھیت میں جس طرح سے ہو کر چاہو آؤ اور آئندہ کے واسطے (بھی) اپنے لئے کچھ کرتے رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ بیشک تم اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے والے ہو اور (اے محمد ﷺ) ایسے ایمانداروں کو خوشی کی خبر سنا دیجئے۔ اور اللہ کو اپنی قسموں کے ذریعہ سے ان امور کا حجاب مت بناؤ کہ تم نیکی اور تقویٰ کے اور اصلاح فیما بین خلق کے کام کرو اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتے جانتے ہیں۔

تفسیر: حکم ہشتد ہم مناکحت کفار: وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۗ (الی قولہ تعالیٰ) لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۲۱﴾۔ اور نکاح مت کرو کافر[1] عورتوں کے ساتھ جب تک کہ وہ مسلمان[2] نہ ہو جاویں اور مسلمان عورت (چاہے) لونڈی (کیوں نہ ہو وہ ہزار درجہ[3]) بہتر ہے کافر عورت سے (چاہے وہ آزاد بی بی ہی کیوں نہ ہو) گو وہ (کافر عورت بوجہ مال یا جمال کے) تم کو اچھی ہی معلوم ہو (مگر پھر بھی واقع میں مسلمان ہی عورت اس سے اچھی ہے) اور (اسی طرح اپنے[4] اختیار کی) عورتوں کو کافر مردوں کے نکاح میں مت دو جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جاویں اور مسلمان مرد (چاہے) غلام (ہی کیوں نہ ہو وہ ہزار درجہ) بہتر ہے کافر مرد سے (چاہے وہ آزاد ہی کیوں نہ ہو) گو وہ (کافر مرد بوجہ مال[5] یا جاہ کے) تم کو اچھا ہی معلوم ہو (مگر پھر بھی واقع میں مسلمان ہی مرد اس سے اچھا ہے اور وجہ ان کافروں کے برا ہونے کی اور وہی اصلی سبب ہے ان سے نکاح کرنے کی ممانعت کا یہ ہے کہ) یہ (کافر) لوگ دوزخ (میں جانے) کی تحریک دیتے ہیں (کیونکہ کفر کی تحریک دیتے ہیں اور اس کا انجام دوزخ ہے) اور اللہ تعالیٰ جنت اور مغفرت (کے حاصل کرنے) کی تحریک دیتے ہیں اپنے حکم سے (اور اس[6] حکم کا اس طرح) ظہور ہوا کہ کفار کے باب میں یہ حکم صادر فرما دیا کہ ان سے نکاح نہ کیا جاوے تاکہ ان کی تحریک کے اثر سے پوری حفاظت رہ سکے اور اس سے محفوظ رہ کر جنت اور مغفرت حاصل ہو جاوے) اور اللہ تعالیٰ اس واسطے آدمیوں کو اپنے احکام بتلا دیتے ہیں[7] تاکہ وہ لوگ نصیحت پر عمل کریں (اور مستحق جنت و مغفرت کے ہو جاویں) **ف**: اس آیت میں دو حکم ہیں ایک یہ کہ کافر مردوں سے مسلمان عورت کا نکاح نہ کیا جاوے سو یہ حکم تو اب بھی باقی ہے حتی کہ مرد کے کافر اور عورت کے مسلمان ہونے کی صورت میں پہلا نکاح جائز بھی قائم نہیں رہ سکتا مثلاً کوئی مسلمان مرد نعوذ باللہ کافر ہو جاوے اور اس کے نکاح میں پہلے سے کوئی مسلمان عورت تھی نکاح فوراً ٹوٹ جاوے گا اور یہ عورت عدت پوری کر کے دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے اور مثلاً کوئی کافر عورت بہدایت الٰہی مسلمان ہو جاوے اور وہ پہلے سے کسی کافر مرد کے نکاح میں تھی اور وہ مرد اسلام قبول نہ کرے اسی وقت وہ نکاح ٹوٹ جاوے گا اس میں اتنی تفصیل ہے کہ اگر وہ جگہ دار الاسلام ہے تو مرد سے تصریحاً پوچھیں گے کہ تو اسلام قبول کرتا ہے یا نہیں اگر وہ قبول کر لے تو نکاح نہ ٹوٹے گا اور اگر وہ انکار کر دے تو اب ٹوٹ جاوے گا اور اگر وہ جگہ دار الحرب ہے تو خاوند سے پوچھنے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ عورت کے اسلام لانے کے بعد جب تین حیض گذر جاویں یا اگر اس کو حیض نہ آتا ہو تو جب تین مہینے گذر جاویں اور اگر حاملہ ہو تو جب بچہ پیدا ہو جاوے اس شوہر کے نکاح سے باہر ہو جاوے گی اور ہر صورت میں نکاح ٹوٹنے کے بعد پھر عدت واجب ہو

گی کذا فی الدر المختار ورد المحتار بہر حال جس وقت سے نکاح ٹوٹا ہے اس وقت سے عدت طلاق کی پوری کر کے دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے اور یہ جو اکثر لوگوں کی عادت ہے کہ ایسی عورت کے مسلمان ہوتے ہی فوراً کسی سے نکاح کر دیتے ہیں اور عدتِ واجبہ کو پورا نہیں کرتے یہ محض ناجائز ہے اور یہ دوسرا نکاح صحیح نہیں ہوتا، غرض یہ کہ ایک حکم تو آیت کا اس طرح باقی ہے۔ دوسرا حکم یہ کہ مسلمان مرد کا کافر عورت سے نکاح نہ کیا جاوے اس حکم میں دو جزو ہیں ایک جزو یہ کہ وہ کافر عورت کتابی یعنی یہودی یا نصرانی نہ ہو اور کوئی مذہب کفر کا رکھتی ہو سو اس جزو میں بھی اس آیت کا حکم باقی ہے چنانچہ ہندو عورت یا آتش پرست عورت سے نکاح مسلمان کا نہیں ہو سکتا۔ دوسرا جزو یہ کہ وہ کافر عورت کتابیہ ہو یعنی یہودیہ یا نصرانیہ ہو اس خاص جزو میں اس آیت کا حکم باقی نہیں بلکہ ایک آیت سورۂ مائدہ میں اس مضمون کی ہے کہ کتابی عورتوں سے نکاح درست ہے سو اس آیت سے اس آیت کا یہ خاص جزو منسوخ ہو گیا چنانچہ یہودیہ یا نصرانیہ سے نکاح درست ہو جاتا ہے بشرطیکہ اسلام سے مرتد ہو کر یہودی یا نصرانی نہ ہوئی ہو۔

مسئلہ: گو کتابی عورت سے نکاح درست ہے لیکن اچھا نہیں حدیث میں دیندار عورت کے حاصل کرنے کا حکم ہے تو بددین عورت کا حاصل کرنا اس درجہ میں ناپسند ہوگا۔

مسئلہ: جو قوم اپنی وضع وطرز سے اہل کتاب سمجھے جاتے ہوں لیکن عقائد تحقیق کرنے سے کتابی ثابت نہ ہوں اس قوم کی عورتوں سے نکاح درست نہیں جیسے آج کل عموماً انگریزوں کو عام لوگ عیسائی سمجھتے ہیں حالانکہ تحقیق سے بعض کے عقائد بالکل ملحدانہ ثابت ہوئے ہیں کہ نہ خدا کے قائل نہ عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے معتقد نہ انجیل کی نسبت کتاب آسمانی ہونے کا اعتقاد رکھیں سو ایسے لوگ عیسائی نہیں ہیں اور ایسی جماعت میں کی جو عورت ہو اس سے نکاح درست نہیں لوگ بڑی غلطی کرتے ہیں کہ بے تحقیق ولایت سے میمیں بیاہ لاتے ہیں۔

مسئلہ: اسی طرح جو مرد ظاہر حالت سے مسلمان سمجھا جاوے لیکن عقائد اس کے کفر تک پہنچے ہوں اس سے مسلمان عورت کا نکاح درست نہیں اور اگر نکاح ہونے کے بعد ایسے عقائد ہو جاویں تو نکاح ٹوٹ جاتا ہے جیسے آج کل بہت سے آدمی اپنے مذہب سے ناواقف سائنس کے اثر سے اپنے عقائد تباہ کر لیتے ہیں لڑکی والوں پر لازم ہے کہ پیغام آنے کے وقت اول عقائد کی تحقیق کر لیا کریں جب اس سے اطمینان ہو جاوے تب زبان دیں۔ اور عورتوں کو چاہئے کہ اگر بعد نکاح کے ایسے عقائد شوہر کے ثابت ہوں تو ان سے کنارہ کریں اور جس طرح بن پڑے ان کو ہم بستر نہ ہونے دیں اور سرپرستوں کو بھی اس میں عورتوں کی امداد واجب ہے۔

سوال ❶ جیسا کافروں کا مسلمانوں کو کفر کی طرف بلانا علت ہو سکتا ہے کفار سے مناکحت کی ممانعت کی جس کا اعتبار فرمانا اس آیت سے مفہوم ہوتا ہے اسی طرح مسلمانوں کا کافروں کو اسلام کی طرف بلانا علت ہو سکتی ہے کفار سے مناکحت کی اجازت کی تو اس کا اعتبار کیوں نہیں فرمایا گیا تھا۔

جواب شارع چونکہ علیم وحکیم وقادر ومختار ہے ایک علت کو دوسری پر اعتبار میں ترجیح دینا اسی طرح تمام علل ومصالح کا احاطہ کرنا اور مجموعہ کا جو مقتضاء ہو اس پر حکم کو بنا فرمانا یہ سب ان کے کمالات خاصہ سے ہے کسی کو حق سوال ومقال نہیں پہنچتا اور ثانیاً عقلاً جلب منفعت سے دفع مضرت اہم اور اقدم ہے جہاں دونوں احتمال ہوں وہاں بنسبت دوسرے کی اصلاح کے اپنی حفاظت زیادہ ضروری ہے ثالثاً ایمان مقتضا ہے عقل کا اور کفر مقتضا ہے نفس کا اور عقل جب ضعیف ہوتی ہے نفس اس پر غالب آ جاتا ہے اور ابتدائے اسلام میں اکثر قوت عقلیہ ضعیف تھی اس لئے بہ نسبت اصلاح کفار کے افساد مومنین کا احتمال زیادہ تھا اس لئے اکثر کی حالت کے اعتبار سے ممانعت کی گئی اجازت نہیں دی گئی۔

سوال ❷ اس آیت کا جو جزو منسوخ ہو چکا ہے علت ممانعت تو اب بھی بظاہر باقی ہے یعنی تحریک کفر کرنا پھر بقاء علت کے ساتھ ارتفاع حکم کی کیا صورت ہے۔

جواب علت کا باقی رہنا مسلم نہیں کیونکہ علت صرف تحریک کی نہیں بلکہ اس تحریک سے متاثر ہونے کا احتمال اور اس تاثر کی علت ہے ضعف جب اسلام کے قواعد اصول وفروع خوب گوش زد و ذہن نشین ہو گئے تو قوتِ عقلیہ اکثر کی قوی ہو گئی اور اب احتمال نہ رہا کہ نفس اس پر غالب آ کر کفر کی طرف مائل کر سکے لہٰذا وہ جزو منسوخ ہو گیا۔

سوال ❸ پھر چاہئے تھا کہ عورت مشرکہ سے نکاح جائز ہوتا اسی طرح مسلمان عورت کا کافر مرد سے نکاح جائز ہوتا۔

جواب ایک علت یہ بھی ہے کہ محل نکاح میں شر ہے اور شر میں دو مرتبے ہیں کتابی کے شر کو شرع نے خفیف سمجھا ہے غیر کتابی کے خبث وشر سے اس لئے غیر کتابیہ کو شرف نکاح مسلم کا محل ہی قرار نہیں دیا یہ تو وجہ ہے غیر کتابیہ سے نکاح درست نہ ہونے کی اور ضعف جیسا داخلی ہوتا ہے جس کو عقلی کہا گیا ہے اسی طرح خارجی بھی ہوتا ہے اور زوجہ طبعاً وفطرۃً مرد کے زیر حکومت ہے پس یہ ضعف بھی علت تاثر کی ہو سکتا ہے اس لئے مسلمہ کا نکاح کافر سے جائز نہیں کیا گیا اور مسلم کے نکاح میں

کافرہ کے ساتھ نہ ضعف مقصود ہے لہٰذا وہ جائز قرار پایا اور چونکہ اکثر کی حالت کا یہ مقتضا تھا اور قانون میں ہمیشہ ایسی ہی حالت کا اعتبار ہوتا ہے لہٰذا قانون اصلی تو یہ مقرر ہوا لیکن اگر کہیں مسلم کو کتابیہ سے نکاح کرنے میں غالب ظن بگڑ جانے کا ہو وہاں لغیرہ کے درجہ میں اس کو بھی شدت کے ساتھ ممنوع کہیں گے۔

حکم نوزدہم حرمت جماع درحیض وشرائط اجازت در پاکی: وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ (الی قولہ تعالی) وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ اور لوگ آپ سے حیض (کی حالت میں صحبت وغیرہ کرنے کا) حکم پوچھتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ وہ (حیض) گندی چیز ہے تو (حالت) حیض میں تم عورتوں (کے ساتھ صحبت کرنے) سے علیحدہ رہا کرو اور (اس حالت میں) ان سے (قربت مت کیا کرو جب تک کہ وہ (حیض سے) پاک نہ ہو جاویں پھر جب وہ (عورتیں) اچھی طرح پاک ہو جاویں (کہ ناپاکی کا شک وشبہ نہ رہے) تو ان کے پاس آؤ جاؤ (یعنی ان سے صحبت کرو) جس جگہ سے تم کو خدا تعالیٰ نے اجازت دی ہے (یعنی آگے سے) یقیناً اللہ تعالیٰ محبت رکھتے ہیں توبہ کرنیوالوں سے (مثلاً اتفاقاً یا بے احتیاطی سے حالت حیض میں صحبت کر بیٹھا پھر متنبہ ہو کر توبہ کر لی) اور محبت رکھتے ہیں صاف پاک رہنے والوں سے (جو حالتِ حیض میں صحبت کرنے سے اور دوسرے منہیات سے بچتے ہیں اور حالت پاکی میں اجازت صحبت کی دینا پھر اس قید سے اجازت دینا کہ آگے کے موقع میں صحبت ہو اس لئے ہے کہ) تمہاری بیبیاں تمہارے لئے (بمنزلہ) کھیت (کے) ہیں (جس میں نطفہ بجائے تخم کے اور بچہ بجائے پیداوار کے ہے) سو اپنے کھیت[۵] میں جس طرف سے ہو کر چاہو آؤ (اور جس طرح کھیتوں میں اجازت ہے اسی طرح بیبیوں کے پاس پاکی کی حالت میں ہر طرف سے آنے کی اجازت ہے خواہ کروٹ سے ہو یا آگے پیچھے بیٹھ کر ہو یا اوپر نیچے لیٹ کر ہو یا جس ہیئت سے ہو مگر آنا ہو ہر حال میں کھیت کے اندر کہ وہ خاص آگے کا موقع ہے کیونکہ پیچھے کا موقع کھیت کے مشابہ نہیں اس میں صحبت نہ ہو) اور (ان لذات میں ایسے مشغول مت ہو جاؤ کہ آخرت ہی کو بھول جاؤ بلکہ) آئندہ کے واسطے (بھی) اپنے لئے کچھ (اعمال صالحہ) کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ سے (ہر حال میں) ڈرتے رہو اور یہ یقین رکھو کہ بیشک تم اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے والے ہو اور اے محمد ﷺ ایسے ایمانداروں کو (جو نیک کام کریں خدا سے ڈریں خدا تعالیٰ کے سامنے جانے کا یقین رکھیں) خوشی کی خبر سنا دیجئے (کہ ان کو آخرت میں ہر طرح کی نعمتیں ملیں گی)

ف : مسئلہ: حالت حیض میں ناف سے گھٹنے تک عورت کے بدن کو دیکھنا اور ہاتھ لگانا بھی درست نہیں۔

مسئلہ: اگر حیض پورے دس دن گزرنے پر موقوف ہو تو فوراً ہی صحبت درست ہے اور اگر دس دن سے پہلے حیض موقوف ہو جاوے مگر عادت کے موافق موقوف ہو تو صحبت جب درست ہوتی ہے کہ عورت یا تو غسل کر لے یا ایک نماز کا وقت ختم ہو جاوے اور اگر دس دن سے پہلے موقوف ہوا اور ابھی عادت کے دن بھی نہیں گزرے مثلاً سات دین حیض آیا کرتا تھا اور چھ ہی دن میں موقوف ہو گیا تو بدون ایام عادت کے گزرے ہوئے صحبت درست نہیں۔

مسئلہ: اگر غلبۂ شہوت سے حالت حیض میں صحبت ہو گئی تو خوب توبہ کرنا واجب ہے اور اگر کچھ خیر خیرات بھی دیدے تو زیادہ بہتر ہے۔

مسئلہ: پیچھے کے موقع میں اپنی بی بی سے بھی صحبت کرنا حرام ہے۔

حکم بستم منع سوگند بر ترکِ خیر: وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ اور اللہ (کے نام) کو اپنی قسموں کے ذریعہ سے ان امور کا حجاب مت بناؤ کہ تم نیکی کے اور تقویٰ کے اور اصلاح فیما بین الخلق کے کام کرو (یعنی اللہ کے نام کی یہ قسم نہ کھاؤ کہ ہم یہ نیک کام نہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتے جانتے ہیں (تو زبان کو سنبھال کر بات کرو اور دل میں برے خیالات مت لاؤ) **ف** : جس بات سے آدمی قسم کھا لیتا ہے اس سے رک جاتا ہے تو جب اس نے ایسے امور میں اللہ کی قسم کھائی تو گویا قسم کھا کر ان کاموں کا حجاب اللہ کے نام کو بنا دیا حالانکہ اللہ کے نام سے تو نیک کام زیادہ کرنے چاہئیں اس نے الٹا برتاؤ کیا اس لئے ایسی بات پر قسم کھانا اور زیادہ برا ہوا اور یوں نیک کام کا ترک کرنا ویسے بلا قسم بھی برا ہے۔

الحواشی: (۱) قال علیہ السلام فاظفر بذات الدین ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قولہ** فی ترجمۃ المشرکت والمشرکین کافر اعم من الکتابی وغیر الکتابی لیبقی الحکم عاما ثم ینسخ جزء منہ بسورۃ المائدۃ والالاحتیج الی دلیل مستقل لبطلان نکاح المومنۃ مع الکتابی فان قلت کیف یصح ھذا التفسیر مع ان الکتابی لیس بمشرک قلت سماہ مشرکا مجازا بقرینۃ مقابلۃ المؤمن ومقابل المؤمن ھو الکافر مطلقا او ھو مشرک لقولہ تعالٰی وقالت الیھود عزیر بن اللہ وقالت النصاریٰ المسیح ابن اللہ فالمشرک اذا قسمان بقی الحکم فی القسم الواحد ونسخ فی جزء من القسم الآخر فافھم ۱۲۔ ۲ **قولہ** جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جاویں زاد کلمۃ النفی لاخذہ فی ترجمۃ حتی بلساننا ۱۲۔ ۳ **قولہ** ہزار درجہ بہتر ہے مستعملۃ فی التفضیل بلساننا وقد افاد خیر التفضیل ۱۲۔ ۴ **قولہ** اپنے اختیار کی ای عرفا فلا یصح الاحتجاج بالآیۃ علی اشتراط الولی فی نکاح النساء مطلقا ۱۲۔ ۵ **قولہ** مال یا جاہ وقال فی النساء مال وجمال لان العرف ھکذا فی النساء والرجال ۱۲۔ ۶ **قولہ** اور اس حکم کا الخ وھذا

هو التوفيق والتيسير الذى فسروا به قوله باذنه۱۲۔ ۷؎ قوله في ترجمة لعل تا كہ ماخذه البيضاوى لكى يتذكروا وفى حاشية ع يعنى ان لعل مستعار بمعنى الطلب آه۱۲۔ ۸؎ قوله اپنے کھیت میں (الی قوله) اسی طرح بیبیوں کے پاس الخ فيه حمل للحرث على المعنى الحقيقى لكن لا لنفسه بل للانتقال الى المجازى فهو كناية وفيه ما لا يخفى من اللطافة۱۲۔

الرِّوَایَات: فى لباب النقول قوله تعالى ولا تنكحوا الآية اخرج ابن المنذر وابن ابى حاتم والواحدى عن مقاتل قال نزلت هذه الآية فى ابن ابى مرثد الغنوى استأذن النبى صلى الله عليه وسلم فى عناق ان يتزوجها وهى مشركة وكانت ذاحظ من جمال فنزلت قوله تعالى ولامة مؤمنة الآية۔ اخرج الواحدى من طريق السدى عن ابى مالك عن ابن عباس قال نزلت هذه الآية فى عبدالله بن رواحة كانت له امة سوداء وانه غضب اليها فلطمها ثم انه فزع فاتى النبى صلى الله عليه وسلم فاخبره وقال لاعتقنها ولا تزوجنها ففعل فطعن عليه ناس وقالوا ينكح امة فانزل الله هذه الآية واخرجه ابن جرير عن السدى منطلقا آه قلت واورد على الرواية الاولى بان هذه القصة سبب لنزول آية النور الزانى لا ينكح وعلى الرواية الثانية بانها اذا عتقت لم تبق امة ولذا فسر بعضهم الامة بالمرأة مطلقا فانها من اماء الله اقول مجيبا عن الاول بانه لا تعارض فى الروايتين فانه يصح ان تكون القصة الواحدة سببا لنزول الآيتين جميعا وعن الثانى بانها سميت امة باعتبار ما كانت او حسب قول الناس محقرين لها انها امة فافهم۱۲۔ فى لباب النقول روى مسلم والترمذى عن انس ان اليهود كانوا اذا حاضت المرأة منهم لم يواكلواها ولم يجامعوها فى البيوت فسأل اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم فانزل الله ويسئلونك عن المحيض الآية فقال اصنعوا كل شئ الا النكاح ۱۲۔ روى الشيخان وابوداؤد والترمذى عن جابر قال كانت اليهود تقول اذا جامعها من ورائها جاء الولد احول فنزلت نساء كم حرث لكم فاتوا حرثكم انّى شئتم آه فى لباب النقول اخرج ابن جرير من طريق ابن جريج قال حدثت ان قوله تعالى ولا تجعلوا الله عرضة لايمانكم الآية نزلت فى ابى بكر فى شان مسطح وفى روح المعانى قال الكلبى نزلت فى عبدالله بن رواحة حين حلف على ختنه بشير بن النعمان ان لا يدخل عليه ابدا ولا يكلمه ولا يصلح بينه وبين امرأته بعد ان كان طلقها و اراد الرجوع اليها والصلح معها آه ۱۲۔

الفقه : حتى يطهرن هى عند الشافعية الاغتسال بعد الانقطاع قالوا ويدل عليه صريحا قراء ة حمزة الكسائى يطّهرن بالتشديد اى يتطهرن وصيغة المبالغة يستفاد منه الطهارة الكاملة ويدل عليه فاذا تطهرن بالفاء وصيغة المبالغة وقالت الحنفية ان القراء تين بمنزلة الآيتين فحملوا احدٰهما على ما دون العشرة والاخرى على تمام العشرة والفاء لمجرد الارتباط من غير وجود معنى التاخر فيه وايضا لانسلم ان التطهر ليس الا بالاغتسال فانه يمكن حمله على تيقن الانقطاع وعدم بقاء الريب فيه كما اشرت اليه فى الترجمة وكذا الطهارة لا يدل على الاغتسال كما زعم البعض ففى روح المعانى عن تاج البيهقى طهرت خلاف طمثت وعن شمس العلوم امراة طاهر بغيرهاء وانقطع ومها وعن الاساس امرأة طاهر ونساء طواهر طهرن من الحيض۱۲۔ قوله فاتوا حرثكم دل على تحريم الاتيان فى الادبار ولا يرد الامناء فى الساق اوالفخذ بناء على انه ليس بحرث لان التقييد بالحرث ليس بمطلق الاستمتاع بل للاتيان فقط والامناء فى الساق او الفخذ ليس اتيانا عرفا بمعنى الوطى۔وما استدلال الخصم بقوله تعالى انّى شئتم فلا ينتهض مع هذه القرينة المانعة عن حمل انى على تعميم المواضع فهو اذا لتعميم الجهات من القدام والخلف والفوق والتحت واليمين والشمال ومع احتمال كون انى بمعنى كيف ومتى كما روى عن مجاهد والضحاك لا سيما و قد تقدم قبل وجوب الاعتزال فى المحيض وعلل بانه اذى مستقذر والعلة مشتركة ولا يقاس ما فى المحاش من الفضلة بدم الاستحاضة لان التفاوت بين وايضا فى وجوب الاعتزال عن الاستحاضة من الحرج ما ليس فى الحيض والمحاش كما لا يخفى وما روى عن بعض السلف فغير مسموع فى مقابلة النص والاجماع هذا كله من روح المعانى وسانح خاطرى۱۲۔

اللُّغَات: قال البيضاوى المحيض مصدر كالمجئ والمبيت وفى روح المعانى اصله السيلان آه قلت فالمسئول عنه حقيقة اتيان النساء فى المحيض ولا يحتاج الى حذف المضاف لا فى السوال ولا فى الجواب۱۲۔ قال فى روح المعانى الحرث القاء البذر فى الارض وهو غير الزرع لانه انباته وهو خبر عما قبله اما بحذف المضاف اى مواضع الحرث او التجوز والتشبيه البليغ۱۲۔

النَّحْو : ولا اعجبتكم قال البيضاوى الواو للحال ولو بمعنى ان وهو كثير قال عبدالحكيم هذا ما اختاره صاحب الكشاف فى الواو

الداخلة على ان ولو الوصليتين وكلمة ان ولو لمجرد الفرض مجردة عن معنى الشرطية ولذا لا يحتاج الى الجزاء فالتقدير مفروضا اعجابها لكم بالحسن والشمائل وعند البعض للعطف على مقدر وهو ضد المذكور اى ولو لم تعجبكم ولو اعجبتكم وجواب الشرط محذوف دل عليه الجملة السابقة وعند البعض اعتراضية يقع فى وسط الكلام وآخره وعلى التقادير اثبات للحكم فى نقيض الشرط بطريق الاولىٰ ليثبت فى جميع التقادير آه ملخصا ۱۲۔

العربية : العرضة فعلة بمعنى المفعول كالقبضة والغرفة وهى ههنا من عرض الشئ من باب نصرا وضرب جعله معترضا والايمان على حقيقتها واللام للتعليل وان تبروا فى تقدير لان ويكون صلة للفعل او لعرضة والمعنى لا تجعلوا الله حاجزا لاجل حلفكم به عن البر والتقوىٰ والصلاح آه هكذا فى روح المعانى واشرت الى هذا كله فى الترجمة وفى الآية توجيهات اخر لم اذكرها للاختصار ۱۲۔

البلاغة : فاعتزلوا ولا تقربوا كنايه عن ترك مجامعتهن وانما اسند الفعل الى الذات للمبالغة وانما لم يعتبر ايهامه الاعتزال و عدم القرب مطلقا لان التعليل بالاذى كاف فى عدم كون هذا الاعتزال مرادا فان كل بدنها ليس محلا للاذى فافهم فانه عزيز ۱۲۔
نساء كم حرث لكم فى روح المعانى هذه الجملة مبينة لقوله تعالىٰ فاتوهن من حيث امركم الله آه وقد اشرت الى نحو هذا فى الترجمة ۱۲۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝۲۲۵ لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَاۗءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۲۲۶ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۲۲۷ وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْۗءٍ ۭ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ۭ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۠ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۲۲۸ ع ۲۸ / ۷ / ۱۲

اللہ تعالیٰ تم پر (آخرت میں) دارو گیر نہ فرمائیں گے تمہاری قسموں میں (ایسی) بیہودہ قسم پر لیکن دارو گیر فرمائیں گے اس (جھوٹی قسم) پر جس میں تمہارے دلوں نے (جھوٹ بولنے کا) ارادہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ غفور ہیں حلیم ہیں۔ جو لوگ قسم کھا بیٹھتے ہیں اپنی بیبیوں (کے پاس جانے) سے ان کے لئے چار مہینے تک کی مہلت ہے سو اگر یہ لوگ (قسم توڑ کر عورت کی طرف) رجوع کریں تو اللہ تعالیٰ معاف کردیں گے رحمت فرمائیں گے اور اگر بالکل چھوڑ ہی دینے کا پختہ ارادہ کرلیا ہے تو اللہ تعالیٰ سنتے ہیں جانتے ہیں اور طلاق دی ہوئی عورتیں اپنے آپ کو (نکاح سے) روکے رکھیں تین حیض تک اور ان عورتوں کو یہ بات حلال نہیں کہ خدا تعالیٰ نے جو کچھ ان کے رحم میں پیدا کیا ہو (خواہ حمل یا حیض) اس کو پوشیدہ کریں اگر وہ عورتیں اللہ تعالیٰ پر اور یوم قیامت پر یقین رکھتی ہیں اور ان عورتوں کے شوہران کے (بلاتجدید نکاح) پھر لوٹا (لینے کا حق رکھتے ہیں) اس عدت کے اندر بشرطیکہ اصلاح کا قصد رکھتے ہوں اور عورتوں کے لئے بھی حقوق ہیں جو کہ مثل ان ہی حقوق کے ہیں جو ان عورتوں پر ہیں قاعدہ (شرعی) موافق اور مردوں کا ان کے مقابلہ میں کچھ درجہ بڑھا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست (حاکم) ہیں، حکیم ہیں ۞

تفسیر: حکم بست و یکم گناہِ سوگند دروغ: لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ (الی قولہ تعالیٰ) وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝۲۲۵ ۔ اللہ تعالیٰ تم پر (آخرت میں) دارو گیر نہ فرماویں گے تمہاری قسموں میں (ایسی) بیہودہ قسم پر (جس میں بلاقصد جھوٹ بولا گیا) لیکن دارو گیر فرماویں گے اس (جھوٹی قسم) پر جس میں تمہارے دلوں نے (جھوٹ بولنے کا) ارادہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ غفور ہیں (کہ ایسی بیہودہ قسم پر دارو گیر نہ فرمائی) حلیم ہیں (کہ قصداً جھوٹی قسم کھانے کی سزا میں آخرت تک مہلت دی) ف[۱] : لغو قسم کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ کسی گزری ہوئی بات پر جھوٹی قسم بلا ارادہ نکل گئی یا نکلی تو ارادہ سے مگر اس کو اپنے گمان میں راست سمجھتا ہے جیسے زید واقع میں آیا تھا مگر اس کو خبر نہ تھی اور قسم کھا بیٹھا کہ وہ نہ آیا تھا یا آئندہ بات پر اس طرح قسم نکل گئی کہ کہنا چاہتا تھا کچھ اور بے ارادہ منہ سے قسم نکل گئی اس میں گناہ نہیں ہوتا اور اس کو اسی واسطے لغو کہتے ہیں کہ مواخذہ اخروی یعنی گناہ کے بارہ میں یہ ساقط الاعتبار ہے اور اس کے مقابلہ میں جس پر مواخذہ ہونے کا ذکر فرمایا ہے یہ وہ قسم ہے جو قصداً جھوٹی سمجھ کر کھائی ہو اس کو غموس کہتے ہیں اس میں گناہ ہوتا ہے مگر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کفارہ نہیں آتا اور لغو بالمعنی المذکور میں بدرجۂ اولیٰ کفارہ نہیں اس آیت میں انہی دونوں کا بیان ہے۔ دوسرے معنی لغو کے یہ ہیں جس پر کفارہ نہ ہو اور اس کو لغو اس واسطے کہیں گے کہ مواخذہ دنیوی یعنی کفارہ کے بارہ میں یہ ساقط الاعتبار ہے اور لغو بایں معنی غموس کو بھی شامل ہے کیونکہ اس میں کفارہ نہیں گو گناہ ہو اور اس کے مقابلہ میں وہ قسم ہے

جس کا کفارہ آتا ہے اس کو منعقدہ کہتے ہیں حقیقت اس کی یہ ہے کہ قصداً یوں قسم کھائے کہ میں فلانا فعل کروں گا یا فلاں کام نہ کروں گا اس میں خلاف کرنے سے کفارہ آتا ہے ان دونوں کا یعنی لغو بالمعنی الثانی اور منعقدہ کا بیان سورۂ مائدہ میں مع تفصیل کفارہ مذکور ہے پس غموس ہمیشہ امر ماضی پر ہوتا ہے اور لغو بالمعنی الاول کبھی ماضی پر ہوتا ہے کبھی آئندہ پر اور منعقدہ ہمیشہ امر آئندہ پر ہوتی ہے اور لغو بالمعنی الثانی کوئی جدا قسم نہیں اس کی ایک قسم لغو بالمعنی الاول ہے اور دوسری قسم غموس ہے اور ان دونوں کا مفہوم اور حکم معلوم ہو چکا۔

حکم بست و دوم ایلاء: لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ (الی قولہ تعالی) فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۔ جو لوگ (بلا قید مدت یا چار ماہ یا زائد مدت کے لئے) قسم کھا بیٹھتے ہیں اپنی بیبیوں (کے پاس جانے) سے ان کے لئے چار مہینے تک کی مہلت ہے سو اگر (ان چار ماہ کے اندر) یہ لوگ (اپنی قسم کو توڑ کر عورت کی طرف) رجوع کرلیں تب تو (نکاح باقی رہے گا اور) اللہ تعالیٰ (ایسی قسم کے توڑنے کا گناہ کفارہ سے) معاف کردینگے (اور چونکہ اب بی بی کے حقوق کو ادا کرنے لگا اس پر) رحمت فرماویں گے اور اگر بالکل چھوڑ ہی دینے کا پختہ ارادہ کرلیا ہے (اور اس لئے چار ماہ کے اندر قسم توڑ کر رجوع نہیں کیا) تو (چار ماہ گزرتے ہی قطعی طلاق پڑ جاویگی اور) اللہ تعالیٰ (ان کی اس قسم کو بھی) سنتے ہیں (اور ان کے اس پختہ ارادہ کو) جانتے ہیں (اس لئے اس کے متعلق حکم مناسب ارشاد فرمادیا) **ف** : اگر کوئی قسم کھالے اپنے بی بی سے صحبت نہ کروں گا اس کی چار صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ کوئی مدت معین نہ کرے۔ دوم یہ کہ چار مہینہ کی مدت کی قید لگادے۔ سوم یہ کہ چار ماہ سے زیادہ کی مدت کی قید لگادے۔ چہارم یہ کہ چار ماہ سے کم کی مدت کا نام لے۔ پس صورتِ اول و دوم و سوم کو شرع میں ایلاء کہتے ہیں اور اس کا حکم یہ ہے کہ اگر چار ماہ کے اندر اپنی قسم توڑ ڈالے اور بی بی کے پاس چلا آوے تو قسم کا کفارہ دے اور نکاح باقی ہے اور اگر چار ماہ گذر گئے اور قسم نہ توڑی تو اس عورت پر قطعی طلاق پڑ گئی یعنی بلا نکاح رجوع کرنا درست نہیں رہا البتہ اگر دونوں رضامندی سے پھر نکاح کرلیں تو درست ہے اور حلالہ کی ضرورت نہ ہوگی اور چوتھی صورت کا حکم یہ ہے کہ اگر قسم توڑے تو کفارہ لازم ہوگا اور اگر قسم پوری کرلی جب بھی نکاح باقی ہے۔

حکم بست و سوم و چہارم عدت مطلقہ و مدت رجعت: وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ (الی قولہ تعالی) وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۔ اور طلاق دی ہوئی عورتیں (جن میں اتنی صفتیں ہوں خاوند نے ان سے صحبت یا خلوت صحیحہ کی ہو۔ ان کو حیض آتا ہو آزاد ہوں یعنی شرعی قاعدہ سے لونڈی نہ ہوں) اپنے آپ کو (نکاح سے) روکے رکھیں تین حیض (ختم ہونے) تک (اور اس کو عدت کہتے ہیں) اور ان عورتوں کو یہ بات حلال نہیں کہ خدا تعالیٰ نے جو کچھ ان کے رحم (بچہ دان) میں پیدا کیا ہو (خواہ حمل یا حیض) اس کو پوشیدہ کریں (کیونکہ اس کے پوشیدہ کرنے سے عدت کا حساب غلط ہو جاویگا) اگر وہ عورتیں اللہ تعالیٰ پر اور یوم قیامت پر یقین رکھتی ہیں (بوجہ اس کے کہ اس یقین کا مقتضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں کہ قیامت میں نافرمانی پر سزا نہ ہو جاوے) اور ان عورتوں کے شوہر (جبکہ ان کو طلاق رجعی ملی ہو جس کا بیان آگے آوے گا) ان کے (بلا تجدید نکاح) پھر لوٹا لینے کا حق رکھتے ہیں اس عدت کے اندر (اور اس لوٹا لینے کو رجعت کہتے ہیں) بشرطیکہ (رجعت کرنے سے) اصلاح کا قصد رکھتے ہوں (ورنہ تنگ کرنے کے لئے رجعت کرنا لا حاصل ہے گو رجعت تو ہو ہی جاوے گی) اور (یہ حکم اصلاح کا اس لئے کیا گیا کہ) عورتوں کے بھی حقوق ہیں (مردوں پر) جو کہ (نفس وجوب میں) مثل ان ہی حقوق کے ہیں جو ان عورتوں پر ہیں (مردوں کے کہ ان کو) باقاعدہ (شرعی) کے موافق (ادا کیا جاوے) اور (اتنی بات ضرور ہے کہ) مردوں کا انکے مقابلہ میں کچھ درجہ بڑھا ہوا ہے (اس لئے ان کے حقوق کی نوعیت عورتوں کے حقوق کی نوعیت سے بڑھی ہوئی ہے) اور اللہ تعالیٰ زبردست (حاکم) ہیں (جو احکام چاہیں مقرر کرنے کا حق رکھتے ہیں اور) حکیم (بھی) ہیں (کہ نہایت مصلحت کے ساتھ احکام مقرر فرماتے ہیں) **ف** : ان مطلقاتِ مذکورہ میں جو چند صفتوں کی قید لگائی گئی اس کی وجہ یہ ہے کہ جن میں یہ صفتیں نہ ہونگی ان کا اور حکم ہے چنانچہ ان مسائل سے واضح ہے۔

مسئلہ: جس عورت سے شوہر نے صحبت یا خلوتِ صحیحہ نہ کی ہو اور اسکو طلاق دیدے اس پر بالکل عدت لازم نہیں اور خلوت صحیحہ کی توضیح کتب فقہ میں مذکور ہے۔

مسئلہ: جس مطلقہ کو حیض نہ آتا ہو اس کی تین صورتیں ہیں یا تو نابالغ ہے اس لئے حیض نہیں آیا یا بہت بوڑھی ہے اس لئے حیض آنا موقوف ہو گیا سو ان دونوں کی عدت تین مہینے ہیں اور یا اس کو حمل ہے اس کی عدت یہ ہے کہ بچہ پیدا ہو جاوے اور جو جوان غیر حاملہ ہو مگر مرض احتباس وغیرہ سے اس کو حیض نہ آتا ہو اس کے حکم کی تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے۔

مسئلہ: جو مطلقہ شرعی قاعدہ سے لونڈی ہو اس کو اگر حیض آتا ہو تو اس کی عدت دو حیض ہے اور اگر عدم بلوغ یا پیرانہ سالی سے حیض نہ آتا ہو تو اس کی عدت ڈیڑھ ماہ ہے۔

مسئلہ: عدت کے اندر نکاح دوسرے شوہر سے درست نہیں۔

مسئلہ: مطلقہ پر واجب ہے کہ اپنے حائضہ یا حاملہ وغیرہ ہونے کی حالت ظاہر کردے تاکہ اس کے موافق عدت کا حساب ہو۔

مَسْئَلَہ: طلاق کی کئی قسمیں ہیں ایک ان میں رجعی ہے یعنی خاوند ایک بار یا دو بار صریح لفظ سے طلاق دے اس کا بیان اگلی آیت میں آوے گا اس کا حکم یہ ہے کہ اگر شوہر اس عورت سے صحبت یا خلوتِ صحیحہ کر چکا تھا تو عدت گذرنے سے پہلے اس عورت سے رجعت کرے یعنی زبان سے کہہ دے کہ میں نے تجھ سے رجعت کی یا اس سے ہم بستری یا بوس و کنار کرے اس رجعت سے پہلا ہی نکاح قائم رہتا ہے۔

مَسْئَلَہ: مرد پر خاص حقوق عورت کے یہ ہیں۔ اپنی وسعت کے موافق اس کو کھانا، کپڑا، رہنے کا گھر دے، مہر دے، اُس کو تنگ نہ کرے۔ اور عورت پر مرد کے خاص حق یہ ہیں اس کی اطاعت کرے، اس کی خدمت کرے۔ اس قاعدۂ شرعی سے یہی تفصیل مراد ہے۔ پس صرف اتنے امر میں تو مرد و عورت دونوں برابر ہیں کہ اس کا حق اس پر واجب اور اُس کا حق اُس پر واجب۔ احقر نے جو نفس وجوب کہا ہے اس کا یہی مطلب ہے لیکن حقوق کے نوع میں اور ان کے چھوٹے بڑے ہونے میں فرق ہے چنانچہ تفصیل مذکور سے دونوں امر ظاہر ہیں احقر نے تفاضل نوعیت اسی کو کہا ہے۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ فَإِنْ فَآءُوْ الخ مراد رجوع الی النکاح ہے پس یہ دال ہوا اس پر کہ نکاح منافی نہیں درویشی کے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فى ف بلا ارادہ نکل گئی ذكره فى روح المعانى ولا بدمنه وان لم يتعرضوا به فى كتب الفقه ولم ينفوه وتقتضيه القواعد وكذا قوله یا آئندہ بات پر الى قوله بے ارادہ ذكر فى فتح القدير بحثا ولا بد منه ۱۲۔ ۲ قوله فى وجه تسمية اللغو ساقط الاعتبار ذكره فى الكشاف ۱۲۔ ۳ قوله اس آیت میں ان ہی دونوں کا الخ ولم ادخل المعقودة فى ما كسبت لانه لا ضرورة فيه فالاقرب ان يراد بالمواخذة الاثم بقرينة عدم تقييده بالكفارة كالمائدة والمطلق ينصرف الى الكامل وهو الاخروى وهو فى الغموس دون اللغو بالمعنى الاول وعلى هذا التقدير لم يصح ادخال المعقودة فيما كسبت لانها بنفسها غير موثمة وانما للاثم فيها يكون بعد الحنث بخلاف الغموس فانها بنفسها موثمة ۱۲۔ ۴ قوله چار مہینے تک کی اشارة الى وجه تقدير العبارة اى التربص الى اربعة اشهر بان يكون الغاية خارجة ولو سلم تقديره بالتربص فى اربعة اشهر لما اضر الحنفية لانه لا دلالة على الاستيعاب ويدل على عدم الاستيعاب قراء ة ابن مسعود فان فاء وا فيهن والناطق مقدم على الساكت ۱۲۔ ۵ قوله سو اگر الخ اشار به الى كون الفاء للتعقيب الذكرى وتفصيل الحكم لا التعقيب الوقوعى ۱۲۔ ۶ قوله اس لئے اس کے متعلق اشار الى تقدير الجزاء اى فان عزموا الطلاق فان الله يبين حكمه لان الله سميع عليم فاقام مقام الجزاء علته ۱۲۔ ۷ قوله فى ترجمة ولا يحل لهن ان عورتوں يعود الضمير الى الطلقات ۱۲۔ ۸ قوله بوجہ اس کے کہ اس یقین کا مقتضا الخ اشارة الى فائدة التقييد بالشرط من التنبيه على انه بنا فى الايمان لا تقييد نفى الحل بالايمان كذا قال البيضاوى ۱۲۔ ۹ قوله ورنہ تنگ کرنے کے لئے الخ ايضا فيه اشارة الى ان فائدة التقييد هو التحريض عليه والمنع من قصد الفرار وليس الغرض ان الاصلاح شرط لصحة الرجعة ۱۲۔ ۱۰ قوله فى المسئلة الاخيرة فى ف خاص حقوق زاده لان الحقوق المشتركة من قصد النصح والاعانة على الدين ونحوهما مما لا يجرى فيه التفاضل ۱۲

الروایات: فى لباب النقول اخرج ابو داؤد وابن ابى حاتم عن اسماء بنت يزيد بن السكن الانصارية قالت طلقت على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم يكن للمطلقة عدة فانزل الله العدة للطلاق والمطلقات يتربصن بانفسهن الا اية ۱۲۔

الفقه: اختلف الشافعىؒ فى معنى اللغو ودليله ما روى عن عائشةؓ مرفوعا انه قول الرجل كلا والله وبلى والله ودليل الحنفية ما رواه مالك فى المؤطا احسن ما سمعت فى هذا ان اللغو الحلف على الشئ يستيقن انه كذلك ثم يوجد على غير ذلك وبه قال احمد ونسبه فى الكماليين الى عائشة رضى الله عنها وابن عباس رضى الله عنهما ومجاهد والزهرى والحسن والنخعى رحمهم الله ومعنى الحديث المرفوع حمله على الخاطى الذى سبق على لسانه من غير التقابل كما فى فتح القدير او تقييده بالماضى جمعا بين الادلة فافهم ۱۲ تعبير عدم الفئى على ما يقتضيه التقابل بعزم الطلاق بمعنى القطع والجزم لا القصد دليل على ان عدم الفئى تطليق وبه قالت الحنفية ونقله فى فتح القدير بسند عبد الرزاق و ابن ابى شيبة والدار قطنى عن عثمان وزيد بن ثابت وعلى وابن مسعود وابن عباس وابن عمر وكثير من التابعين ۱۲۔

اللغات: فى القاموس فاء من امراته كفر عن يمينه ورجع الى امراته آه قلت يتعدى بعن والى كقوله تعالٰى يتفيئو ظلاله عن اليمين وقوله تفئى الى امر الله واخذت فى ترجمته معنى كليهما ۱۲۔ البعولة جمع بعل والهاء زائدة والامثلة سماعية ۱۲ كذا فى روح المعانى۔

البلاغۃ: اصل باب الرجال القوة والغلبة واتى بالمظهر بدل المضمر للتنويه بذكر الرجولية التى بها ظهرت المزية للرجال على

النساء كذا فى روح المعانى احق بمعنى حقيق عبر عنه بصيغة التفضيل للمبالغة والظاهر كما فى الكمالين ما قال التفتاز انى انهم احق بالرجعة منهن بالاباء وبعولتهن الضمير بعد اعتبار قيد الرجعي اخص من المرجوع اليه ولا امتناع فيه كما اذا كرر الظاهر ١٢۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۖ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۰﴾

وہ طلاق دو مرتبہ (کی) ہے پھر خواہ رکھ لینا قاعدہ کے موافق خواہ چھوڑ دینا خوش عنوانی کے ساتھ اور تمہارے لئے یہ بات حلال نہیں کہ (چھوڑنے کے وقت) کچھ بھی لو (گو) اس میں سے (سہی) جو تم نے ان کو (مہر میں) دیا تھا۔ مگر یہ کہ میاں بیوی دونوں کو احتمال ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ضابطوں کو قائم نہ کر سکیں گے۔ سو اگر تم لوگوں کو یہ احتمال ہو کہ دونوں ضوابط خداوندی کو قائم نہ کر سکیں گے تو کوئی گناہ نہ ہوگا اس (مال کے لینے دینے) میں جس کو دے کر عورت اپنی جان چھڑا لے یہ خدائی ضابطے ہیں سو تم ان سے باہر مت نکلنا اور جو شخص خدائی ضابطوں سے بالکل باہر نکل جائے (ایسے ہی لوگ اپنا نقصان کرنے والے ہیں) پھر اگر کوئی (تیسری) طلاق دے دے عورت کو تو پھر وہ اس کے لئے حلال نہ رہے گی اس کے بعد یہاں تک کہ وہ اس کے سوا ایک اور خاوند کے ساتھ (عدت کے بعد) نکاح کر لے۔ پھر اگر وہ اس کو طلاق دے دے تو ان دونوں پر اس میں کچھ گناہ نہیں کہ بدستور پھر مل جائیں۔ بشرطیکہ دونوں غالب گمان رکھتے ہیں کہ (آئندہ) خداوندی ضابطوں کو قائم رکھیں گے اور یہ خداوندی ضابطے ہیں۔ حق تعالیٰ ان کو بیان فرماتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے جو دانش مند ہیں۔

تفسیر: حکم بست و پنجم عدد طلاقِ رجعی: اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۖ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ۔ وہ طلاق (جس میں رجوع کرنا درست ہے) دو مرتبہ (کی) ہے پھر (دو مرتبہ طلاق دینے کے بعد دو اختیار ہیں) خواہ (رجعت کر کے عورت کا) رکھ لینا قاعدہ کے موافق خواہ (تیسری طلاق آئندہ طہر میں دے کر یا عدت کے اندر رجعت نہ کر کے اس کا) چھوڑ دینا خوش عنوانی کے ساتھ **ف**: اس طلاق کو رجعی کہتے ہیں کہ دو مرتبہ سے زائد نہ ہو اور اس میں یہ بھی قید ہے کہ صاف لفظوں سے ہو اور قاعدہ سے مراد یہ ہے کہ طریقہ بھی اس کا شرع کے موافق ہو جیسے اس سے پہلے کی آیت میں بضمن مسائل مذکور ہوا ہے اور نیت بھی اس میں شرع کے موافق ہو یعنی رجعت سے یہ قصد ہو کہ اس کے حقوق ادا کریں گے یہ مقصود نہ ہو کہ بی بی کو رکھ کر تنگ کریں گے اور خوش عنوانی سے بھی مراد یہ ہے کہ طریقہ اس کا شرع کے موافق ہو جیسا کہ اثناء ترجمہ میں بیان ہوا یعنی یا تو اور طلاق نہ دے حتیٰ کہ عدت گذر جاوے وہ خود نکاح سے نکل جاوے گی یا تیسری طلاق اس طرح دے کہ دو طلاقوں کے بعد جب حیض آ کر پاک ہو جاوے اور اس کو طہر کہتے ہیں اس وقت تیسری طلاق دیدے بلکہ یہ دونوں طلاق بھی اسی طرح ہونا مسنون ہے کہ اول طہر میں ایک طلاق دے پھر اگر دوسری طلاق دینا چاہے تو دوسرے طہر کا انتظار کرے اور اگر ایک ہی طلاق دے کر پھر دوسری تیسری نہ دے تو سب سے احسن ہے اور نیز خوش عنوانی سے چھوڑنے کے لئے ضرور ہے کہ نیت بھی شرع کے موافق ہو یعنی دفع نزاع مقصود ہو یہ قصد نہ ہو کہ اس کی دل شکنی کریں اس کو ذلیل کریں اس لئے نرمی و دل جوئی کی رعایت ضروری ہے۔

حکم بست و ششم خلع: وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا (الى قوله تعالى) فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾ اور تمہارے لئے یہ بات حلال نہیں کہ (بیبیوں کو چھوڑنے کے وقت ان سے) کچھ بھی لو (گو وہ لیا ہوا) اس (مال) میں سے (کیوں نہ ہو) جو تم (ہی) نے ان کو (مہر میں) دیا تھا مگر (ایک صورت میں البتہ حلال ہے وہ) یہ کہ (کوئی) میاں بی بی (ایسے ہوں کہ) دونوں کو احتمال ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ضابطوں کو (جو دربارہ ادائے حقوق زوجیت ہیں) قائم نہ کر سکیں گے سو اگر تم لوگوں کو (یعنی میاں بی بی کو) یہ احتمال ہو کہ وہ دونوں ضوابط خداوندی کو قائم نہ کر سکیں گے تو دونوں پر کوئی گناہ نہ ہوگا اس (مال کے لینے دینے) میں جس کو دے کر عورت اپنی جان چھڑا لے (بشرطیکہ مہر سے زیادہ نہ ہو) یہ (سب احکام) خدائی ضابطے ہیں سو تم ان سے باہر مت نکلنا اور جو شخص خدائی ضابطوں سے باہر نکل جاوے سو ایسے ہی لوگ اپنا نقصان کرنے والے ہیں۔ **ف**: عورت سے مال ٹھہرا کر چھوڑنا اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک خلع دوسرا

طلاق علیٰ مال۔ خلع یہ کہ عورت کہے کہ تو اتنے مال پر مجھ سے خلع کر لے اور مرد کہے مجھ کو منظور ہے اس کے کہتے ہی گو لفظ طلاق نہ کہے طلاق بائن واقع ہو جاوے گی جس کو مسائل ایلاء میں قطع طلاق کے عنوان سے بیان کیا گیا ہے اور اسی قدر مال عورت کے ذمہ واجب ہو جاوے گا۔ اور طلاق علیٰ مال یہ کہ مرد عورت سے کہے کہ تجھ کو اس قدر مال کے عوض طلاق ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اگر عورت منظور نہ کرے تو طلاق واقع نہیں ہوتی اور اگر منظور کر لے منظور کرتے ہی طلاق بائن واقع ہو جاوے گی اور اس قدر مال عورت کے ذمہ واجب ہو جاوے گا۔

مسئلہ: اگر ناموافقت زوجین میں قصور عورت کا ہے اور خود ہی درخواست خلع کی کرتی ہے گنہگار ہوگی اور مرد مال لینے میں گنہگار نہ ہوگا البتہ مہر سے زیادہ لینا مکروہ ہوگا۔

مسئلہ: اور اگر ناموافقت میں قصور مرد کا ہے تو خلع کا مال مطلقاً لینے سے مرد گنہگار ہوگا جیسا کہ احقر نے مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ میں اشارہ بھی کر دیا ہے کہ مہر لینا بھی مکروہ ہے چہ جائے کہ اتنا مال لینے لگے کہ اس نے دیا بھی نہیں اور عورت مال دینے سے گناہ گار نہ ہوگی۔

مسئلہ: اور اگر مرد تو عورت کا قصور سمجھتا ہے اور عورت مرد کا قصور سمجھتی ہے اور ہر شخص اپنی رائے میں اپنے کو مظلوم اور دوسرے کو ظالم سمجھتا ہے تو نہ مرد کو لینے میں گناہ ہوگا لیکن مہر سے زیادہ لینا مکروہ ہے جیسا احقر نے اثنائے ترجمہ میں ظاہر بھی کر دیا ہے اور نہ عورت کو خلع کی درخواست میں گناہ ہوگا اور اس آیت میں دونوں کے احتمال کے معنی احقر کے نزدیک یہی ہیں کیونکہ یہ احتمال مظلوم ہی کو ہوا کرتا ہے اس سبب سے کہ دوسرے کا ظلم دفع کرنا اختیار سے خارج ہوتا ہے اور اس میں احتمال ہوتا ہے کہ شاید یہ ظلم سے باز نہ آوے اور انتقام لینے میں مجھ سے کوئی زیادتی نہ ہو جاوے بخلاف ظالم کے کہ اس کو اس احتمال کی نوبت نہیں آتی اس سبب سے کہ ظلم کا ترک کر دینا ہر وقت اختیاری ہے پھر حقوق زوجیت کے ضائع ہونے کے اندیشہ کے کچھ معنی نہیں اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے اس صورت میں فرمایا کہ دونوں پر گناہ نہ ہوگا بخلاف پہلے دو مسئلوں کے کہ ان میں ایک ایک کو گناہ ہوتا ہے اور یہ جو فرمایا ہے کہ البتہ ایک صورت میں حلال ہے وہ یہ کہ دونوں کو ایسا احتمال ہو اس سے مقصود نفی حلت کی مرد کے ظالم ہونے کی صورت میں ہے نہ کہ عورت کے ظالم ہونے کی صورت میں کہ اس میں تو بدرجۂ اولیٰ حلال ہے پس حصر اضافی ہے حقیقی نہیں خوب سمجھ لو۔

مسئلہ: اور مال کے لینے میں گناہ ہونا یا نہ ہونا اس میں طلاق علیٰ مال کا حکم بھی مثل خلع کے ہے۔

مسئلہ: جس صورت میں مرد گناہ گار ہو یا عورت گناہ گار ہو خلع جب بھی صحیح و نافذ ہو جاوے گا گو گناہ کے ساتھ سہی۔

حکم بست و ہفتم حلالہ در طلاق ثالث: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ الی قولہ تعالیٰ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ ۔ پھر اگر (دو طلاقوں کے بعد) کوئی (تیسری طلاق (بھی) دیدے عورت کو تو پھر وہ (عورت) اس (تیسری طلاق دینے والے) کے لئے حلال نہ رہے گی اس کے بعد یہاں تک کہ وہ اس (خاوند) کے سوا ایک اور خاوند کے ساتھ (عدت کے بعد) نکاح کرے (اور اس سے ہم بستری بھی ہو) پھر اگر یہ (دوسرا خاوند) اس (عورت) کو طلاق دیدے (اور عدت بھی گذر جائے) تو ان دونوں پر اس میں کچھ گناہ نہیں کہ (دوبارہ نکاح کر کے) بدستور پھر مل جاویں بشرطیکہ دونوں غالب گمان رکھتے ہوں کہ (آئندہ) خداوندی ضابطوں کو قائم رکھیں گے (ورنہ پھر دوبارہ منازعت و اتلاف حقوق کے گناہ میں مبتلا ہونا کیا فائدہ) اور یہ خداوندی ضابطے ہیں حق تعالیٰ ان کو بیان فرماتے ہیں ایسے لوگوں کے (کارآمد کے) لئے جو دانشمند ہیں (کیونکہ دانشمند ہی عمل کرتے ہیں اور جو بے دانشی سے عمل نہیں کرتے ان کے لئے یہ ضوابط الٹے ثبوت جرم کے دلائل ہو جاتے ہیں) **ف**: اس کو حلالہ کہتے ہیں۔ جب کوئی شخص اپنی بی بی کو تین طلاق دے گا پھر دوبارہ اس کے ساتھ نکاح کرنے کے لئے یہی حلالہ کا طریق شرط ہے اور جن دو طلاق کے ساتھ یہ تیسری طلاق ہوگی۔ خواہ وہ دونوں طلاق رجعی ہوں یا بائن یا ایک رجعی ایک بائن پھر یہ تیسری بھی خواہ صریح لفظ سے ہو یا غیر صریح لفظ سے جس کو کنایہ کہتے ہیں اور اس میں عند اللہ نیت کی ضرورت ہے پھر یہ تینوں طلاق خواہ بدفعات ہوں یا دفعۃً ہوں اور ایک ہی کلمہ سے ہوں یا متعدد کلمات سے سب کا حکم یہی ہے۔

ربط: اوپر آیہ: اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ میں اِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اور تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ کا ذکر فرمایا ہے آیت آئندہ میں اس کو مکرر اس لئے ذکر فرماتے ہیں کہ ایام جاہلیت میں اس میں بہت کوتاہی کرتے تھے پس تکرار سے اہتمام اور تاکید اور مبالغہ حاصل ہو گیا اور نیز ایک مقصود مستقل بھی ہے وہ یہ کہ آیت بالا میں گو امساک اور تسریح مذکور ہے مگر وہ ذکر تبعاً ہے اور مقصود اصلی بیان کرنا عدد طلاق رجعی کا ہے اور آیت آئندہ میں مقصود اصلی امساک اور تسریح کا مقید کرنا ہے معروف کے ساتھ پس مقصود متغائر ہو گیا پس ارشاد ہے۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ ای مرۃ بعد مرۃ اس میں اس پر دلالت ہے کہ ترک تعلقات میں تعجیل کرنا خلاف مصلحت ہے کیونکہ اس میں کبھی ندامت ہوتی ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله وہ طلاق حملا للام على العهد والمعهود الرجعي ۱۲۔ ۲ قوله رجعت نہ کرکے لا ينافي ما رواه ابو داؤد ان رجلا قال يا رسول الله صلى الله عليه وسلم اين الثالثة فقال التسريح باحسان هو الثالثة آه لانه لا دليل على الحصر بل التسريح عام احد نوعيه الطلقة الثالثة والآخر عدم الرجعة ۱۲۔ ۳ قوله صاف لفظوں میں يمكن ان يستدل على هذا القيد بقوله الطلاق المتبادر منه الصريح ۱۲۔ ۴ قوله بیبیوں کے چھوڑنے کے وقت عبر بالعنوان العام ليشمل الخلع والطلاق على مال ۱۲۔ ۵ قوله تم لوگوں کو یعنی میاں بی بی کو اشارة الى ان الخطاب للازواج واتى بصيغة الجمع المذكر تغليبا كما في ما قبله ايضا الخطاب للازواج لا الحكام كذا في الجلالين فلا يحتاج کی توجیہات بعيدة ۱۲۔ ۶ قوله في ترجمة لا جناح گناہ نہ ہوگا ترجم بالمستقبل لكونه جزاء ۱۲۔ ۷ قوله اتلاف حقوق کے گناہ میں الخ اشار الى ان الاشتراط لنفي الاثم فانه ان لم يوجد الشرط يلزم الاثم لا لنفي صحة النكاح ۱۲۔ ۸ قوله ثبوت جرم الخ اشار الى ان اللام في لقوم للفائدة لا للصلة فان التبيين عام لكل احد لكن فائدته تختص باولي العلم ۱۲۔

الروایات: في لباب النقول اخرج الترمذي والحاكم وغيرهما عن عائشة قالت كان الرجل يطلق امرأته ما شاء ان يطلقها وهي امرأته اذا ارتجعها وهي في العدة وان طلقها مائة مرة واكثر حتى قال رجل لامرأته والله لا اطلقك فتبيني مني ولا آويك ابدا قالت وكيف ذلك قال اطلقك فكلما همت عدتك ان تنقضي راجعتك فذهب المرأة فاخبرت النبي صلى الله عليه وسلم فسكت حتى نزل القرآن الطلاق مرتان الآية ۱۲۔ في لباب النقول اخرج ابن جرير عن ابن جريج قال نزلت هذه الآية في ثابت بن قيس وفي حبيبة وكانت اشتكته الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال اتردين عليه حديقته قالت نعم فدعاه فذكر ذلك له قال وتطيب لي بذلك قال نعم قال قد فعلت فنزلت ولا يحل لكم الآية ۱۲۔ في لباب النقول اخرج ابن المنذر عن مقاتل بن حبان نزلت هذه الآية في عائشة بنت عبدالرحمان كانت عند رفاعة فطلقها بائنا فتزوجت عبدالرحمن بن الزبير فطلقها فاتت النبي صلى الله عليه وسلم فقالت انه طلقني قبل ان يمسني افارجع الى الاول قال لا حتى يمس ونزل فيها فان طلقها الآية ۱۲۔

اختلاف القراءۃ: في قراءة يخافا بالبناء للمفعول فان لا يقيما بدل اشتمال من الضمير آه جلالين ۱۲۔

الفقه: الخلع فسخ عندالشافعيؒ واحتج بقوله تعالى فان طلقها فان تعقيبه للخلع بعد ذكر الطلقتين يقتضي ان يكون طلقة رابعة لو كان الخلع طلاقا والاظهر انه طلاق واليه ذهب اصحابنا وهو قول للشافعية فحينئذ يكون فان طلقها متعلقا بقوله سبحانه الطلاق مرتان تفسيرا لقوله تعالى او تسريح باحسان لا متعلقا بآية الخلع ليلزم المحذور ويكون ذكر الخلع اعتراضا لبيان ان الطلاق يقع مجانا تارة وبعوض اخرى والمعنى فان طلقها بعد الثنتين او بعد الطلاق الموصوف بما تقدم آه روح المعاني قلت اى مع قيد كونه ثنتين ايضا وقلت قد روى عبدالرزاق عن سعيد بن المسيب ان النبي صلى الله عليه وسلم جعل الخلع تطليقة قاله صاحب فتح القدير في حاشية الهداية قوله فيما افتدت به قلت مادة الفداء وهو الموضوع للمساوات يدل على كون بدل الخلع مساويا للنفس وقيمة النفس هو المهر شرعا فدل على كراهة الزيادة على المهر فافهم وهو من سوانح خاطري والله اعلم ۱۲۔

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ ۚ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِتَعْتَدُوا ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ۚ وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۲۳۱﴾ وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ ۗ ذَٰلِكَ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۗ ذَٰلِكُمْ أَزْكَىٰ لَكُمْ وَأَطْهَرُ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿۲۳۲﴾

اور جب تم نے عورتوں کو (رجعی) طلاق دی (ہو) پھر وہ اپنی عدت گزرنے کے قریب پہنچ جائیں تو (یا تو) تم ان کو قاعدہ کے موافق رجعت کر کے نکاح میں رہنے دو یا قاعدہ کے موافق کو رہائی دو اور ان کو تکلیف پہنچانے کی غرض سے مت رکھو اس ارادے سے کہ ان پر ظلم کیا کرو گے اور جو شخص ایسا (برتاؤ) کرے گا سو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا اور حق تعالیٰ کے احکام کو لہو و لعب (کی طرح بے وقعت) مت سمجھو اور حق تعالیٰ کی جو تم پر نعمتیں ہیں ان کو یاد کرو اور (خصوصاً) اس کتاب اور (مضامین) حکمت کو جو اللہ تعالیٰ

نے تم پر اس حیثیت سے نازل فرمائی ہیں کہ تم کو ان کے ذریعہ سے نصیحت فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں اور جب تم میں سے ایسے لوگ پائے جائیں کہ وہ اپنی بیبیوں کو طلاق دے دیں۔ پھر وہ عورتیں اپنی میعاد (عدت بھی) پوری کر چکیں تو تم ان کو مت روکو اس امر سے کہ وہ اپنے شوہر سے نکاح کر لیں جب کہ باہم سب رضامند ہو جائیں قاعدے کے موافق اس مضمون سے نصیحت کی جاتی ہے اس شخص کو جو کہ تم میں سے اللہ پر اور روز قیامت پر یقین رکھتا ہو۔ اس نصیحت کو قبول کرنا تمہارے لئے زیادہ صفائی اور زیادہ پاکی کی بات ہے اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے ۞

تفسیر: حکم بست و ہشتم تتمہ مضمون حکم بست و پنجم مع نہی از لعب بالا حکام: وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ (الی قولہ تعالی) وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۞ اور جب تم نے عورتوں کو (رجعی) طلاق دی ہو پھر وہ اپنی عدت گذرنے کے قریب پہنچ جاویں (اور عدت ختم نہ ہوئی ہو) تو تم (پر واجب ہے کہ یا تو) ان کو قاعدے کے موافق (رجعت کر کے) نکاح میں رہنے دو یا قاعدہ کے موافق ان کو رہائی دو اور ان کو تکلیف پہنچانے کی غرض سے مت رکھو اس ارادہ سے کہ ان پر ظلم کیا کرو گے اور جو شخص ایسا (برتاؤ) کرے گا سو وہ (آخرت میں) اپنے ہی نقصان کرے گا (کیونکہ ظلم کی سزا بھگتے گا) اور حق تعالیٰ کے احکام کو لہو و لعب (کی طرح بے وقعت) مت سمجھو (کہ جس طرح چاہا کر لیا اور چاہے نہ کیا) اور حق تعالیٰ کی جو تم پر نعمتیں ہیں ان کو یاد کرو اور (خصوصاً) اس کتاب اور حکمت (کی باتوں) کو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر اس حیثیت سے نازل فرمائی ہیں کہ تم کو ان کے ذریعہ سے نصیحت فرماتے ہیں (اور یہ سب سے بڑی نعمت ہے پس ان نعمتوں کے یاد کرنے سے احکام منعم کی وقعت قلب میں ہوگی) اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں (جب یہ خوف اور یقین ہوگا تو احکام پر عمل ہوگا) ف: قاعدے کے موافق رکھنا اور قاعدہ کے موافق چھوڑنا اس کا بیان آیہ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ کی تفسیر میں آ چکا ہے ملاحظہ فرما لیا جاوے اور احکام پر عمل نہ کرنے کو جو لہو و لعب بنانا فرمایا ہے یہ مجاز ہے جو کہ صرف معصیت ہے گو شدید ہے اور اگر حقیقۃً کوئی شخص احکام الہیہ کے ساتھ استہزاء کرے وہ کافر ہو جاتا ہے خواہ عقیدہ بھی فاسد ہو یا عقیدہ صحیح رہے کیونکہ دین کی تحقیر تو دونوں حالتوں میں کی اور یہی علت ہے اس کے کفر ہونے کی اور بعض مفسرین نے لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا۔ کی اور طور پر تفسیر کی ہے وہ یہ کہ بعض لوگ ایسا کرتے تھے کہ طلاق دیدی پھر کہہ دیا کہ ہم نے یوں ہی دل لگی میں کہہ دیا تھا اسی طرح غلام آزاد کر دیا پھر کہہ دیا کہ ویسے ہی براہ ہزل کہہ دیا تھا اس کی ممانعت اللہ تعالیٰ نے فرمائی یعنی یہ احکام محل ہزل نہیں ہیں حدیث میں اس کو زیادہ مفصل فرمادیا گیا کہ طلاق اور بھی بعضے امور فرمائے یہ ایسے ہیں کہ اگر ان کو کوئی براہ ہزل بھی زبان سے کہہ دے گا تو سچ مچ واقع ہو جاوینگے پھر غیر واقع سمجھنا اور بدستور سابق اس عورت سے برتاؤ رکھنا گناہ ہوگا۔ اسی واسطے آگے اتَّقُوا اللّٰهَ وغیرہ فرمایا پس اس تفسیر پر مناسب ہے کہ حکم بست و ہشتم اس کو کہا جاوے اور تفسیر سابق پر حکم بست و ہشتم بیان امساک و تسریح استقلالاً ہو جاوے گا اسی واسطے احقر نے عنوان اس مضمون کا ذو وجہین لکھا ہے۔

مسئلہ: ہزل اس کو کہتے ہیں کہ لفظ تو کہے ارادہ سے لیکن اس کے ساتھ یہ مقصود ہو کہ اس لفظ کا اثر واقع نہ ہو سو بعض تصرفات ایسے ہیں کہ ان میں اس مقصود کا ارادہ بیکار ہے اور وہ تصرفات محض تکلم سے واقع ہو جاوینگے ان میں سے طلاق بھی ہے اور ایک صورت خطا کی ہے وہ یہ کہ منہ سے کہنا چاہتا تھا کچھ اور نکل گیا طلاق، فتح القدیر میں لکھا ہے کہ اس میں عند اللہ طلاق واقع نہ ہوگی۔

حکم بست و نہم نہی منع زن از نکاح ثانی: وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ (الی قولہ تعالی) وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۞۔ اور جب تم میں ایسے لوگ پائے جاویں کہ وہ اپنی بیبیوں کو طلاق دیدیں پھر وہ عورتیں اپنی میعاد (عدت) بھی پوری کر چکیں (اور عدت پوری کر کے کسی سے نکاح کرنا چاہیں خواہ پہلے ہی شوہر سے یا کسی دوسری جگہ) تو تم ان کو اس امر سے مت روکو کہ وہ اپنے (تجویز کئے ہوئے) شوہروں سے (خواہ وہ اول ہو یا ثانی ہو) نکاح کر لیں جب کہ باہم سب رضامند ہو جاویں قاعدہ کے موافق اس مضمون سے نصیحت کی جاتی ہے اس شخص کو جو تم میں سے اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر یقین رکھتا ہو (یعنی ماننے کی ان ہی سے امید ہے اور یوں تو نصیحت سب ہی کو ہے) اس نصیحت کا قبول کرنا تمہارے لئے زیادہ صفائی اور زیادہ پاکی کی بات ہے اور اللہ تعالیٰ (مصلحتوں کو) جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے (اس لئے اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے اپنی رائے پر عمل مت کیا کرو)

ف: بعضی جگہ تو خود شوہر ہی طلاق دینے کے بعد جب وہ کہیں دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتی تو اپنی ذلت سمجھ کر نکاح نہ کرنے دیتا اور بعضی جگہ عورت کے اور عزیز و قریب اپنی کسی دنیوی غرض سے اس کو نکاح نہ کرنے دیتے اور ایک جگہ ایسا ہوا کہ وہ عورت اور اس کا پہلا شوہر پھر نکاح کرنے پر رضامند ہو گئے تھے مگر اس عورت کے بھائی نے غصہ میں آ کر روکا تھا اس آیت میں سب صورتیں داخل ہیں اور ہر صورت میں روکنے کو منع فرمایا ہے اور یہ جو فرمایا کہ رضامندی قاعدہ کے موافق ہو اس قاعدہ کی تفصیل ان مسائل سے معلوم ہوگی۔

مسئلہ: جس شخص سے عورت نے نکاح تجویز کیا ہے وہ غیر کفو نہ ہو مہر مثل سے کم مہر مقرر نہ ہو ورنہ عورت کے ولی کو روکنے کا حق حاصل ہے اور اگر عورت

نے اس طرح نکاح کر لیا تو ولی کو یہ حق حاصل ہے کہ قاضی یعنی مسلمان حاکم سے رجوع کرے اور وہ حاکم اس نکاح کو توڑ دے اور یہی ظاہر روایت ہے ولیکن متاخرین نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ نکاح ہی صحیح نہ ہوگا۔

مسئلہ: اگر بدون شرعی گواہوں کے کوئی نکاح کرنے لگے یا نابالغہ بدون ولی کے نکاح کرے یا کسی ایسے شخص سے نکاح کرے جس سے نکاح جائز نہیں یہ سب نکاح باطل ہیں ہر مسلمان کو خواہ وہ شوہر اول ہو یا عورت کے عزیز وقریب ہوں یا محض اجنبی ہوں شرعاً اس نکاح سے روکنے کا حق حاصل ہے۔

مسئلہ: پہلے شوہر سے نکاح جب درست ہے جب کہ اس نے تین طلاق نہ دی ہوں ورنہ بدون حلالہ درست نہیں اور اس میں بھی سب کو روکنے کا حق حاصل ہے۔

مسئلہ: دوسرے نکاح کے لئے عدت کا گذرنا اس وقت شرط ہے جب کہ کسی دوسری جگہ نکاح کرنا چاہے اور اگر پہلے ہی شوہر سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو عدت کے اندر بھی درست ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو عدت گذرنے کی قید لگائی ہے یا تو دوسرے خاوند کے ساتھ نکاح کرنے کے اعتبار سے ہے اور اگر پہلے ہی خاوند کے اعتبار سے کہا جاوے تو وجہ یہ ہے کہ اس قصہ میں اتفاق سے عدت گذر چکی تھی اس لئے واقعہ کے طور پر بیان فرما دیا اور یہ جو فرمایا کہ اس میں پاکی اور صفائی زیادہ ہے اس کی وجہ عموماً تو یہ ہے کہ احکام الٰہیہ کا ماننا سبب ہے گناہوں سے پاک ہونے اور پاک رہنے کا اور خصوصاً وجہ یہ ہے کہ ایسے موقع پر کہ مرد و عورت ہر دو ایک دوسری کی طرف راغب ہوں وہاں صفائی اور پاکی اسی میں ہے کہ نکاح سے نہ روکا جاوے ورنہ خرابی اور فتنہ اور آلودگی کا اندیشہ ہے البتہ اگر بے قاعدہ نکاح ہوتا ہو تو وہ نکاح ہی نہیں اس سے روکنا نکاح سے روکنا نہیں ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا اس میں اس پر دلالت ہے کہ جو امر مفضی الی المذموم ہو وہ مذموم ہے چنانچہ امساک بغرض اعتداء سے نہی فرمائی اور یہ تصوف کی فروع کثیرہ کی اصل ہے۔ قولہ تعالیٰ: فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ (الی قولہ تعالی) ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ۔ اس میں اس پر دلالت ہے کہ امر مباح سے منع کرنے میں تشدد نہ کیا جاوے جب اس مباح میں کوئی مفسدہ نہ ہو در خصوص جب کہ اس کے ترک میں کوئی مفسدہ ہو۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قوله آخرت میں لان الامر في الدنيا كونه ظالما غيره لا لنفسه۱۲۔ ۲؎ قوله خصوصاً اشار الى ان عطف ما انزل على النعمة من الخاص على العام۱۲۔ ۳؎ قوله في ف التفسير الثاني للهزو۔ یہ احکام محل ہزل نہیں اشارة الى ان الاضافة للعهد فان البيع والشراء وغيرهما مما يؤثر فيه الهزل۱۲۔ ۴؎ قوله تم میں..... ایسے لوگ الخ اشارة الى اتحاد المخاطبين في طلقتم ولا تعضلوهن لئلا يلزم انتشار الضمائر والوجه انه خطاب لجميع الناس اى اذا وجد فيكم التطليق فلا يوجد فيكم العضل كذا يفهم من كلام الزمخشري۱۲۔ ۵؎ قوله عدت بھی پوری کر چکیں فالبلوغ ههنا محمول على الحقيقة كما في ما قبله على المجاز كما نقل الزمخشري عن الشافعيؒ دل سياق الكلامين على افتراق البلوغين۱۲۔ ۶؎ قوله اس نصیحت کا قبول کرنا فالمشار اليه بذلكم هو المشار اليه بذلك على حذف المضاف اى العمل بما ذكر۱۲۔ ۷؎ قوله صفائی اور زیادہ پاکی كذا اختاره الزمخشري ويكون فائدته التوكيد واخذه بعضهم من الزكاء بمعنى النمو لا بمعنى التزكية اى انفع۱۲۔

الروایات: في لباب النقول اخرج ابن جرير عن السدى قال نزلت في رجل من الانصار يدعي ثابت بن يسار طلق امرأته حتى اذا انقضت عدتها الا يومين او ثلاثة راجعها ثم طلقها مضارة فانزل الله ولا تمسكوهن ضرارا الآية واخرج ابن ابي عمر في مسنده وابن مردويه عن ابي الدرداء قال كان الرجل يطلق ثم يقول لعبت ويعتق ثم يقول لعبت فانزل الله ولا تتخذوا آيات الله هزوا۱۲۔ في لباب النقول روى البخاري وابوداؤد والترمذي وغيرهم عن معقل بن يسار انه زوج اخته برجل من المسلمين فكانت عنده ثم طلقها تطليقة ولم يراجعها حتى انقضت العدة فهو يها وهويته فخطبها مع الخطاب فقال له يالكع اكرمتك بها وزوجتكها فطلقتها والله لا ترجع اليك ابدا فعلم الله حاجته اليها وحاجتها اليه فانزل الله واذا طلقتم النساء الآية فلما سمعها معقل قال سمعا لربي وطاعة ثم دعاه قال ازوجك واكرمك آه قلت هذا الفعل من اولياء ها عن الزوج الاول واما العضل من الزوج الاول فذكره في روح المعاني عن الامام حيث كانوا يعضلون مطلقاتهم ظلما وحمية الجاهلية واما العضل من غير الازواج الاولين عن الازواج الآخرين فيشهد له قوله تعالى ولا تعضلوهن لتذهبوا ببعض ما آتيتموهن الآية۔

الفقه: استدل الشافعية باسناد العضل الى الاولياء على توقف نكاحها عليهم واجابت الحنفية بانه لادليل على كون هذا العضل شرعيا بل ربما يكون حسيا بالظلم والخدع خصوصا مع اسناد النكاح اليهن في ينكحن فانه بحقيقة يقتضي كون امر النكاح اليهن لا

الی الاولیاء فافهم ۱۲۔

البلاغۃ : قوله بلغن قال البيضاوى البلوغ هو الوصول الى الشئ وقد يقال للدنو منه على الاتساع وهو المراد فى الآية ليصح ان يترتب عليه فامسكوهن لتعتدوا اللام متعلقة بالفرار اذ المراد تقييده ۱۲۔ بيضاوى اذ الامساك والضرار للاصلاح ليس بمنهى عنه بل امرنا بذلك ۱۲ عف۔ قوله من كان خصصه لانه المتعظ به والمنتفع واشرت اليه فى الترجمة ويمكن ان يبنى على عدم كون الكفار مخاطبين بالفروع فافهم قوله ذلك يوعظ قال البيضاوى الخطاب للجمع على تأويل القليل او لكل واحدو ان الكاف لمجرد الخطاب والفرق بين الحاضر والمنقضى دون تعيين المخاطبين او لرسول الله صلى الله عليه وسلم للدلالة على ان حقيقة المشار اليه امر لايكاد يتصوره كل احد آه اى بالاستقلال وانما يفهم من الشارع ۱۲۔

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ۭ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَاۗرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِھَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۤ وَعَلَي الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۭ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۲۳۳

اور مائیں اپنے بچوں کو دو سال کامل دودھ پلایا کریں یہ مدت اس لئے ہے جو کوئی شیر خوارگی کی تکمیل کرنا چاہے اور جس کا بچہ (یعنی باپ) اس کے ذمہ ہے ان (ماؤں) کا کھانا اور کپڑا قاعدہ کے موافق کسی شخص کو حکم نہیں دیا جاتا مگر اس کی برداشت کے موافق کسی ماں کو تکلیف نہ پہنچانا چاہئے اس کے بچہ کی وجہ سے اور نہ کسی باپ کو تکلیف دینی چاہئے اس کے بچہ کی وجہ سے اور طریق مذکور کے اس ذمہ ہے جو وارث ہو پھر اگر دونوں دودھ چھڑانا چاہیں اپنی رضامندی سے اور مشورہ سے تو دونوں پر کسی قسم کا گناہ نہیں اور اگر تم لوگ اپنے بچوں کو کسی اور انا کا دودھ پلوانا چاہو تب بھی تم پر کوئی گناہ نہیں۔ جب کہ ان کے حوالہ کر دو جو کچھ ان کو دینا کیا ہے قاعدے کے موافق اور حق تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ حق تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے کاموں کو خوب دیکھ رہے ہیں ۝

تفسیر: حکم سی ام رضاع : وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ (الی قولہ تعالیٰ) وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ اور مائیں اپنے بچوں کو دو سال کامل دودھ پلایا کریں (خواہ نکاح باقی ہو یا طلاق ہو چکی ہو) یہ مدت اس کے لئے ہے جو کوئی شیر خوارگی کی تکمیل کرنا چاہے (اور جو تکمیل نہ کرنا چاہے دو سال سے کم میں بھی چھڑا دینا درست ہے جیسا عنقریب آتا ہے) اور جس کا (شرعاً نسب کے اعتبار سے) بچہ ہے (یعنی باپ) اس کے ذمہ ہے ان (ماؤں) کا کھانا اور کپڑا قاعدہ کے موافق (جب کہ وہ نکاح یا عدت میں ہوں اور زوجہ کے نان ونفقہ کا قاعدہ اور مسئلے مشہور ہیں) کسی شخص کو (خدا کی طرف سے کوئی) حکم نہیں دیا جاتا مگر اس کی برداشت کے موافق (سو عورتوں کو دودھ پلانا سہل تھا ان کو اس کا حکم دیا گیا اور مردوں کو خرچ کرنا آسان ہے اس لئے ان کو اس کا حکم دیا گیا) کسی ماں کو تکلیف نہ پہنچانا چاہئے اس کے بچہ کی وجہ سے اور نہ کسی باپ کو تکلیف دینی چاہئے اس کے بچہ کی وجہ سے (یعنی بچہ کے ماں باپ آپس میں کسی بات پر ضد اضدی نہ کریں مثلاً ماں دودھ پلانے سے معذور ہو اور باپ اس پر یہ سمجھ کر زبردستی کرے کہ آخر اس کا بھی تو بچہ ہے جھک مارے گی اور پلاوے گی یا کہ باپ مفلس ہے اور ماں کو کوئی معذوری بھی نہیں پھر دودھ پلانے سے یہ سمجھ کر انکار کرے کہ اس کا بھی تو بچہ ہے جھک مار کر کسی سے پلوائے گا) اور (اگر باپ زندہ نہ ہو تو) مثل طریق مذکور کے (بچہ کی پرورش کا انتظام) اس (محرم قرابت دار) کے ذمہ ہے جو (شرعاً بچہ کے) وارث ہونے کا حق رکھتا ہو) (عنقریب اس کی تفصیل **ف** میں آتی ہے) پھر یہ سمجھ لو کہ) اگر دونوں (ماں باپ دو سال سے کم میں) دودھ چھڑانا چاہیں اپنی رضامندی اور مشورہ سے تو (بھی دونوں پر کسی قسم کا گناہ نہیں (مشورہ کی یہ ضرورت ہے کہ بچہ کی مصلحت میں نظر کر لیں) اور اگر تم لوگ (ماں کے ہوتے ہوئے بھی کسی مصلحت ضروریہ سے مثلاً یہ کہ ماں کا دودھ اچھا نہیں بچہ کو ضرر ہو گا) اپنے بچوں کو کسی اور انا کا دودھ پلوانا چاہو تب بھی تم پر کوئی گناہ نہیں جبکہ ان کے حوالہ کر دو (خواہ پیشگی یا بعد میں جس طرح معاہدہ ٹھہر جائے) جو کچھ ان کو دینا کیا ہے قاعدہ کے موافق (اور اگر اجرت نہ آگے دے نہ پیچھے تو یہ بات نہ رہے گی کہ تم پر کوئی گناہ نہیں ہے بلکہ اجرت نہ دینے کا گناہ لازم رہے گا) اور حق تعالیٰ سے (ان سب احکام کے بارہ میں) ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ حق تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے کاموں کو خوب دیکھ رہے ہیں۔

ف : مسئلہ : ماں اگر کسی وجہ سے معذور نہ ہو تو اس کے ذمہ دیانۃً یعنی عنداللہ واجب ہے کہ بچہ کو دودھ پلاوے جب کہ وہ منکوحہ ہو یا عدت میں ہو اور اجرت لینا درست نہیں۔ وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ۔ میں یہی مسئلہ مذکور ہے اور اگر طلاق کے بعد عدت گزر چکی ہے تو اس پر بلا اجرت دودھ پلانا واجب نہیں چنانچہ

دونوں صورتوں میں اجرت مانگنے کا حکم آ گے آ تا ہے اور وَالْوَالِدٰتُ اگرچہ لفظاً اس دوسری صورت کو بھی عام ہے مگر اگلے جملہ : وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ کے سبب سے یہ وجوب ارضاع مقید ہو گیا وجوب رزق وکسوت کے ساتھ اور وجوب رزق وکسوت دو حالت میں ہے نکاح میں اور عدت میں لہٰذا یہ وجوب ارضاع بھی نکاح اور عدت کی حالت میں ہوگا کذا فی فتح القدیر۔

مَسْئَلَه: اگر ماں دودھ پلانے سے انکار کرے تو ہم یوں سمجھیں گے کہ یہ غالباً معذور ہوگی اس لئے اس پر جبر نہ کیا جاوے گا لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ میں یہ مسئلہ بھی ہے البتہ اگر بچہ کسی کا دودھ نہیں لیتا نہ اوپر کا دودھ پیتا ہے تو ماں کو مجبور کیا جاوے گا لَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ میں یہ مسئلہ بھی داخل ہے۔

مَسْئَلَه: ماں دودھ پلانا چاہتی ہے اور اُس کے دودھ میں کوئی خرابی بھی نہیں تو باپ کو جائز نہیں کہ اُسکو نہ پلانے دے اور دوسری انا کا دودھ پلوادے اور یہ مسئلہ بھی لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ میں داخل ہے۔

مَسْئَلَه: ماں دودھ پلانے پر رضامند ہے لیکن اس کا بچہ دودھ کو مضر ہوگا باپ کو جائز ہے کہ اس کو دودھ نہ پلانے دے اور کسی انا کا پلوادے وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا میں یہی مسئلہ ہے۔

مَسْئَلَه: ماں دودھ پلانے کی اجرت مانگتی ہے سو اگر ابھی شوہر کے نکاح میں ہے یا یہ کہ طلاق ہو گئی لیکن عدت نہیں گذری ان دونوں حالت میں اجرت لینا جائز نہیں بلکہ قضاءً بھی مجبور کی جاوے گی کہ دودھ پلاوے وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ میں یہ مسئلہ داخل ہے۔

مَسْئَلَه: اور اگر طلاق کے بعد عدت گذر گئی پھر اجرت مانگتی ہے تو باپ کو اجرت دینا پڑے گی۔

مَسْئَلَه: اسی صورت میں یعنی جب کہ طلاق کے بعد عدت گذر جاوے اور وہ اجرت مانگتی ہے اگر باپ دوسری انا سے اتنی ہی اجرت پر پلوانا چاہے تب تو ماں مقدم ہے دوسری انا سے پلوانے کا حق نہیں ہے لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ میں یہ مسئلہ بھی داخل ہے اور اگر دوسری انا اس ماں سے کم اجرت پر راضی ہے تو ماں کو یہ حق حاصل نہیں کہ خود پلاوے اور زیادہ اجرت لے لَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ میں یہ مسئلہ بھی ہے البتہ اگر ماں درخواست کرے تو اپنا حق رکھتی ہے کہ اس انا کو اس کے پاس رکھا جاوے گا تاکہ بچہ سے جدائی نہ ہو۔

مَسْئَلَه: باپ کے ہوتے ہوئے بچہ کی پرورش کا خرچ صرف باپ کے ذمہ ہے اور جب باپ مر جاوے اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر بچہ مالک مال کا ہے تب تو اسی مال میں اس کا خرچ ہوگا اور اگر مالک مال کا نہیں تو اس کے مالدار عزیزوں میں جو اس کے محرم ہیں یعنی اس بچہ سے ان کا ایسا رشتہ ہے کہ اگر اس رشتہ دار اور بچہ میں سے ایک کو مرد ایک کو عورت فرض کریں تو باہم نکاح درست نہ ہو اور محرم ہونے کے علاوہ شرعاً اس کے مستحق میراث بھی ہیں یعنی اگر یہ بچہ مر جاوے تو محرم رشتہ داروں میں دیکھا جاوے کہ اس کا مال میراث میں کس کس کو کتنا کتنا پہنچتا ہے پس ایسے محرم وارث رشتہ داروں کے ذمہ اس کا خرچ واجب ہوگا اور ان رشتہ داروں میں ماں بھی داخل ہے مثلاً ایک ایسے بچہ کی ایک ماں ہے ایک دادا ہے تو اس کے خرچ کا ایک ثلث ماں کے ذمہ ہے اور دو ثلث دادا کے ذمہ کیونکہ دونوں محرم بھی ہیں اور بچہ کی میراث اسی نسبت سے پا سکتے ہیں۔

مَسْئَلَه: کھانے کپڑے پر کسی کو نوکر رکھنا درست نہیں لیکن دودھ پلائی کو اس طرح نوکر رکھنا درست ہے لیکن پھر بھی کھانے کپڑے کی حیثیت اچھی طرح کھول کر ٹھہرا لے اور حیثیت کی تصریح نہ کرنے میں اوسط درجہ کا واجب ہوگا اور اگر نقد ٹھہرا ہے تو اسکی مقدار اور آگے پیچھے دینے کی شرط خوب صاف صاف بیان کردے۔ بالمعروف کا یہی مطلب ہے یہ سب مسئلے ہدایہ و درمختار میں ہیں بجز مسئلہ مستنبط آیت وَاِنْ اَرَدْتُّمْ کے کہ کبیر سے ہے مگر ہمارے قواعد بھی اس سے آبی نہیں۔

مَسْئَلَه: اکثر کا فتویٰ اسی پر ہے کہ مدت رضاع دو سال ہے۔

مُلحقاتُ الترجمۃ: ۱ قوله خوب دیکھ رہے ہیں لان الصيغة للمبالغة ۱۲۔

اِختلافُ القِراءۃ: قرأ ابن كثير اتيتم من اتى اليه احسانا اذا فعله كذا فى روح المعانى۔

الفقه: قوله فان اراد لما استدل ابو حنيفةؒ على كون مدة الرضاع حولين ونصفا بقوله تعالٰى وحمله وفصاله ثلثون شهرا لا على التقرير المشهور بل على تفسير الحمل بالحمل بالاكف الذى يكون فى زمان الرضاع الى الفصال صح عنده كون الفاء للتعقيب اى عن الرضاع حولين كما هو الظاهر واما قوله يتم الرضاعة فكون الحولين تاما لا ينافى كون الحولين والنصف اتم وقال بعضهم ان الحولين للارضاع بلا اجرة وعند الجمهور الفاء لتفصيل الحكم المذكور اجمالا فى قوله يتم الرضاعة قوله وعلى الوارث استدل الحنفية به على وجوب الانفاق على فقر ذى رحم بقدر الارث بشرط كونه محرما لقراءة ابن مسعود على الوارث ذى الرحم المحرم مثل ذلك كذا فى التفسير المظهرى والهداية ۱۲۔

النَّحْوُ: ان تسترضعوا اولادکم بحذف المفعول الاول ای المراضع اولادکم كذا في روح المعاني قلت ولما كان المحذوف كالملفوظ اظهرته في الترجمة۱۲۔

البلاغۃ: اتیتم ای ضمنتم و التزمتم ففیه مجاز ۱۲۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۳۴﴾ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاۗءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ڛ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۳۵﴾

ع ۳۰ ۱۴

اور جو لوگ تم میں سے وفات پا جاتے ہیں اور بیبیاں چھوڑ جاتے ہیں وہ بیبیاں اپنے آپ کو (نکاح وغیرہ سے) رو کے رکھیں چار مہینے اور دس دن پھر جب اپنی میعاد (عدت) ختم کر لیں تو تم کو کچھ گناہ نہ ہوگا۔ ایسی بات میں کہ وہ عورتیں اپنی ذات کے لئے کچھ کارروائی (نکاح کی) کریں قاعدہ کے موافق اور اللہ تعالیٰ تمہارے تمام افعال کی خبر رکھتے ہیں اور تم پر کوئی گناہ نہیں ہوگا جو ان مذکورہ عورتوں کو پیغام (نکاح) دینے کے بارے میں کوئی بات اشارۃً کہو یا اپنے دل میں (ارادہ نکاح کو) پوشیدہ رکھو۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات معلوم ہے کہ تم ان عورتوں کا (ضرور) ذکر مذکورہ کرو گے لیکن ان سے نکاح کا وعدہ (اور گفتگو) مت کرو مگر یہ کہ کوئی بات قاعدے کے موافق کہو اور تم تعلق نکاح (فی الحال) کا ارادہ بھی مت کرو یہاں تک کہ عدت مقررہ اپنی ختم کو پہنچ جائے اور یقین رکھو اس کا کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے دلوں کی بات کی اطلاع ہے۔ سو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ معاف بھی کرنے والے ہیں۔ حلیم بھی ہیں ﴿۲۳۵﴾

تفسیر: حکم سی و کیم عدت وفات زوج: وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ (الی قولہ تعالی) وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۳۴﴾ اور جو لوگ تم میں وفات پا جاتے ہیں اور بیبیاں چھوڑ جاتے ہیں وہ بیبیاں اپنے آپ کو (نکاح وغیرہ سے) رو کے رکھیں چار مہینے اور دس دن پھر جب اپنی (عدت کی) میعاد ختم کر لیں تو تم کو (بھی) کچھ گناہ نہ ہوگا ایسی بات (کے جائز رکھنے) میں کہ وہ عورتیں اپنی ذات کے لئے کچھ کارروائی (نکاح کی) کریں قاعدہ کے موافق (البتہ) اگر کوئی بات خلاف قاعدہ شرع کے کریں اور تم باوجود روک سکنے کے نہ روکو تو تم بھی شریک گناہ ہو گے) اور اللہ تعالیٰ تمہارے تمام افعال کی خبر رکھتے ہیں۔ **ف**: یہ عدت اس بیوہ کی ہے جس کو حمل نہ ہو اور اگر حمل ہو تو بچہ پیدا ہونے تک اس کی عدت ہے خواہ جنازہ لے جانے سے پہلے ہی پیدا ہو جاوے یا چار مہینے دس دن سے بھی زیادہ میں ہو یہ مسئلہ سورۂ طلاق میں آوے گا۔

مسئلہ: جس کا خاوند مر جاوے اس کو عدت کے اندر خوشبو لگانا، سنگار کرنا، سرمہ اور تیل بلا ضرورتِ دوا لگانا، مہندی لگانا، رنگین کپڑے پہننا درست نہیں اور صریح گفتگوئے نکاح ثانی بھی درست نہیں جیسا اگلی آیت میں آتا ہے اور رات کو دوسرے گھر میں رہنا بھی درست نہیں ترجمہ میں نکاح کے ساتھ جو وغیرہ کہا گیا ہے اس سے یہی امور مراد ہیں اور یہی حکم ہے اس عورت کا جس پر طلاق بائن واقع ہو یعنی جس میں رجعت درست نہیں مگر اس کو اپنے گھر سے دن کو بھی بدون سخت مجبوری کے نکلنا درست نہیں۔

مسئلہ: اگر چاند رات کو خاوند کی وفات ہوئی تو تب تو یہ مہینے خواہ انتیس کے ہوں خواہ تیس کے چاند کے حساب سے پورے کئے جاوینگے اور اگر چاند رات کے بعد وفات ہوئی ہے تو یہ سب مہینے تیس تیس دن کے حساب سے پورے کئے جاوینگے پس کل ایک سو تیس دن پورے کرینگے اس مسئلہ سے بہت لوگ غافل ہیں اور جس وقت وفات ہوئی ہو جب یہ مدت گزر کر وہی وقت آوے گا عدت ختم ہو جاوے گی اور یہ جو فرمایا کہ اگر عورتیں قاعدہ کے موافق کچھ کریں تو تم کو بھی گناہ نہ ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کوئی کام خلافِ شرع کرے تو اوروں پر بھی واجب ہوتا ہے کہ بشرطِ قدرت اس کو روکیں ورنہ یہ لوگ بھی گنہگار ہوتے ہیں اور قاعدہ کے موافق سے یہ مراد ہے کہ جو نکاح تجویز ہو وہ شرعاً صحیح اور جائز ہو تمام شرائط حلت کے وہاں جمع ہوں۔

حکم سی و دوم پیغامِ نکاح در عدت: وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاۗءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ (الی قولہ تعالی) وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۳۵﴾ اور تم پر کوئی گناہ نہیں ہوگا جو ان مذکورہ عورتوں کو (جو کہ عدتِ وفات میں ہیں) پیغام (نکاح) دینے کے بارہ میں کوئی بات اشارۃً کہو (مثلاً یہ کہ

مجھ کو ایک نیک عورت سے نکاح کی ضرورت ہے اور مثل اس کے) یا اپنے دل میں (آئندہ نکاح کر لینے کے ارادہ کو) پوشیدہ رکھو (جب بھی گناہ نہیں اور وجہ اس اجازت کی یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ کو یہ بات معلوم ہے کہ تم ان عورتوں کا (ضرور) ذکر مذکور کرو گے (سو خیر ذکر مذکور کرو) لیکن ان سے (صاف) لفظوں میں نکاح کا وعدہ (اور گفتگو) مت کرو مگر یہ کہ کوئی بات قاعدہ کے موافق کہو (تو مضائقہ نہیں اور وہ بات قاعدہ کے موافق یہی ہے کہ اشارۃً کہو) اور تم تعلق نکاح (فی الحال) کا ارادہ بھی مت کرو یہاں تک کہ عدت مقررہ اپنے ختم کو پہنچ جاوے اور یقین رکھو اس کا کہ اللہ تعالیٰ کو اطلاع ہے تمہارے دلوں کی بات کی سو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو (اور ناجائز امر کا دل میں ارادہ بھی مت کیا کرو) اور (یہ بھی) یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ معاف بھی کرنے والے ہیں (سو اگر کسی ناجائز امر کا ارادہ کیا تھا پھر توبہ کر لی تو معاف کر دیتے ہیں اور) حلیم بھی ہیں (سو اگر توبہ نہ کرنے والے کو سردست سزا نہ دیں تو اس کی وجہ حلم سمجھو دھوکا مت کھاؤ) **ف** : یہاں عدت کے اندر چار فعل مذکور ہیں دو زبان کے اور دو دل کے اور ہر ایک کا جدا حکم ہے۔ اول زبان سے تصریحاً پیغام دینا یہ حرام ہے **لَّا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا** میں اس کا ذکر ہے۔ دوم زبان سے اشارۃً کہنا یہ جائز ہے **لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ** اور **قَوْلًا مَّعْرُوفًا** ؕ۔ میں اس کا ذکر ہے۔ سوم دل سے یہ ارادہ کرنا کہ ابھی عدت کے اندر ہی نکاح کر لیں گے یہ بھی حرام ہے کیونکہ عدت کے اندر نکاح کرنا حرام ہے اور ارادہ حرام کا حرام ہے۔ **لَا تَعْزِمُوا** میں اس کا ذکر ہے۔ چہارم دل سے یہ ارادہ کرنا کہ عدت[۳] کے بعد نکاح کریں گے یہ جائز ہے **أَكْنَنتُمْ فِي أَنفُسِكُمْ** میں اس کا ذکر ہے۔

مسئلہ: جو عورت طلاق بائن کی عدت میں ہو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ **وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُم** اس میں اس پر دلالت ہے کہ امر بالمجاہدہ میں طالب کے ضعف کی رعایت ضروری ہے۔

ملحقات الترجمۃ : ١ **قوله** مذکورہ عورتوں کو حملا للام فی النساء علی العهد۱۲۔ ٢ **قوله فی ف لا جناح علیکم اور قولا معروفا** وانما ذکر مرتین للتاکید لان المحل لاجل تعلق حق الزوج السابق کان ضیقا فناسب ذکر الا باحة بالتکریر وایضًا فی التقیید بالتعریض مرة وبالمعروف مرة تنبیه علی وجوب الاحتیاط البالغ فی هذا الامر فان التعریض نفی الاذن فی التصریح والمعروف دل علی کون التصریح غیر معروف هذا ماسنح لی والله اعلم وفی روح المعانی ما نصه وفی الکلام ای الا ان تقولوا قولا معروفا تصریح بما فهم من ولا جناح علی وجه یؤکد ذلك الرفع وهو نوع من الطرد والعکس حسن آه لکنی لم افهم هذا الکلام حق الفهم فمن فهم فلیحمد الله ولینتفع به ثم سنح لی تقریر لحل المقام فاذکره تتمیما للفائدة وهو هذا العکس ان تقدم فی الکلام جزأ ثم تعکس فتقدم ما اخرت وتؤخر ما قدمت کما هو المذکور فی علم البدیع وفائدة التاکید وهذا الصنعة وان لم تذکر هنا لفظا لکن ذکر معنی وتقریره ان نفی الجناح فی التعریض بدء به الکلام وبه ختم وکان اکنان فی الانفس مؤخرا اول الکلام وذکرهن فی الانفس الذی هو عین الاکنان المذکور مقدما آخر الکلام فحصل الطرد والعکس معنی بهذا النهج۱۲۔ ٣ **قوله** عدت کے بعد نکاح کریں گے وانما صرح بنفی الجناح فیه مع انه لا یحتمل ظاهرا لزوم الجناح فیه لان المحل لما کان ضیقا کان غیر بعید ان یحسب احد ان الکلام النفسی علی ان یکون فی حکم الکلام اللفظی وهذا لا یجوز بالصیغة الصریحة فلعل ذلك لا یجوز ایضا فافهم۱۲۔

اللغات: سرا نکاحا فانه عبر به اولا عن الوطی لانه یسر ثم عن العقد لانه سبب فیه اه بیضاوی الکتب ما کتب من العدة۱۲ بیضاوی العقدة موضع العقد وهو ما یعقد علیه۱۲ روح المعانی قلت فالاضافة بیانیة۱۲۔

النحو : الذین یتوفون مبتدأ ویتربصن خبره والرابط محذوف ای لهم اربعة اشهر وعشر ذکر ابو حیان ان قاعدة تذکیر العدد وتانیثه انما اذا ذکر المعدود اما عند حذفه فیجوز الامران مطلقاً کذا فی روح المعانی۱۲ تقدیر الکلام ستذکرونهن فاذکروهن ولکن لا تواعدوهن سرا مواعدة الا مواعدة معروفة مذکورة بقوله ان تقولوا قولا معروفا۱۲۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً ۚ وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ﴿٢٣٦﴾ وَإِن طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِن قَبْلِ أَن تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَن يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوَ الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۚ وَأَن تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۚ وَلَا تَنسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٢٣٧﴾

تم پر (مہر کا) کچھ مواخذہ نہیں اگر بیبیوں کو ایسی حالت میں طلاق دے دو کہ نہ انکو تم نے ہاتھ لگایا ہے اور نہ انکے لئے کچھ مہر مقرر کیا ہے اور صرف انکو ایک جوڑا دے دو۔ صاحب وسعت کے ذمہ اسکی حیثیت کے مطابق اور تنگدست کے ذمہ اسکی حیثیت کے موافق ہے۔ جوڑا دینا قاعدہ کے موافق واجب ہے خوش معاملہ لوگوں پر اور اگر تم ان بیبیوں کو طلاق دو قبل اس کے کہ ان کو ہاتھ لگاؤ اور ان کے لئے کچھ مہر بھی مقرر کر چکے تھے تو جتنا مہر تم نے مقرر کیا ہو اس کا نصف (واجب) ہے مگر یہ کہ وہ عورتیں (اپنا نصف) معاف کر دیں یا وہ شخص رعایت کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کا تعلق (رکھنا اور توڑنا) ہے اور تمہارا معاف کر دینا (بہ نسبت وصول کرنے کے) تقویٰ کے قریب ہے اور آپس میں احسان کرنے میں غفلت مت کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو خوب دیکھتے ہیں۞

تفسیر: حکم سی و جوب یا عدم وجوب مہر در طلاق قبل الدخول: **ف:** طلاق قبل الدخول کی دو صورتیں ہیں یا تو اس نکاح کے وقت مہر مقرر نہیں ہوا یا ہوا ہے صورت اولیٰ کا حکم اولاً مذکور ہے لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ (الی قولہ تعالی) حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ۞ ۔ تم پر (مہر کا) کچھ مواخذہ نہیں اگر بیبیوں کو ایسی حالت میں طلاق دے دو کہ نہ ان کو تم نے ہاتھ لگایا ہے اور نہ ان کے لئے کچھ مہر مقرر کیا ہے (سو اس صورت میں مہر اپنے ذمہ مت سمجھو) اور (صرف) ان کو (ایک) فائدہ پہنچاؤ۔ صاحب وسعت کے ذمہ اس کی حیثیت کے موافق ہے اور تنگدست کے ذمہ اس کی حیثیت کے موافق ہے ایک خاص قسم کا فائدہ پہنچانا جو قاعدہ کے موافق واجب ہے۔ خوش معاملہ لوگوں پر (یعنی سب مسلمانوں پر کیونکہ خوش معاملگی کا بھی سب ہی کو حکم ہے مراد اس سے ایک جوڑا دینا ہے)

ف: مسئلہ: اگر نکاح کے وقت مہر مقرر نہ کیا جاوے نکاح ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: اگر ایسی عورت کو قبل صحبت اور خلوت صحیحہ کے طلاق دیدے تو مہر کچھ دینا نہیں پڑتا بلکہ ایک جوڑا تین کپڑوں کا جس میں ایک کرتہ ہو ایک سر بند اور ایک اتنی بڑی چادر ہو جس میں سر سے پاؤں تک لپٹ سکے واجب ہوتا ہے قال الزيلعي في نصب الراية اخرجه البيهقي عن ابن عباس۔

مسئلہ: ہدایہ میں صحیح اسی قول کو کہا ہے کہ اس جوڑا میں حیثیت مرد کی معتبر ہے عورت کی حیثیت کا لحاظ نہیں اور کرخی نے عورت کے حال کا اعتبار کیا ہے تو وہ آیت کو وصول بالفعل پر محمول کرتے ہیں اور باقی کو دَین رکھتے ہیں۔

مسئلہ: ایسی عورت کو ایسا جوڑا دینا واجب اور قائم مقام مہر کے ہے۔

مسئلہ: یہ جوڑا قیمت میں پانچ درہم سے کم نہ ہو اور ایسی عورت کے مہر مثل کے نصف سے زیادہ نہ ہو۔

تتمہ حکم مذکور: صورت ثانیہ کا حکم یہ مذکور ہے: وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ (الی قولہ تعالی) إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ۞ ۔ اور اگر تم ان بیبیوں کو طلاق دو قبل اس کے کہ ان کو ہاتھ لگاؤ اور ان کے لئے کچھ مہر بھی مقرر کر چکے تھے تو (اس صورت میں) جتنا مہر تم نے مقرر کیا ہو اس کا نصف (واجب) ہے (اور نصف معاف ہے) مگر (دو صورتیں اس مجموعی حکم سے مستثنیٰ ہیں ایک صورت تو) یہ کہ وہ عورتیں (اپنا نصف) معاف کر دیں (تو اس صورت میں نصف بھی واجب نہ رہا) یا (دوسری صورت) یہ (ہے) کہ وہ شخص رعایت کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کا تعلق (رکھنا اور توڑنا) ہے (یعنی خاوند پورا مہر اس کو دیدے تو اس صورت میں نصف کو معاف نہیں کرایا) اور (اہل حقوق) تمہارا (اپنے حقوق کو) معاف کر دینا (بہ نسبت وصول کرنے کے) تقویٰ سے زیادہ قریب ہے (کیونکہ معاف کرنے سے) ثواب ملتا ہے اور ثواب کا کام کرنا ظاہر ہے کہ تقویٰ کی بات ہے) اور آپس میں احسان (اور رعایت) کرنے سے غفلت مت کرو (بلکہ ہر شخص دوسرے کے ساتھ رعایت کرنے کا خیال رکھا کرے) بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو خوب دیکھتے ہیں (تو تم اگر کسی کے ساتھ رعایت و احسان کرو گے اللہ تعالیٰ اس کی جزائے خیر تم کو دینگے)

ف: مسئلہ: جس عورت کا مہر نکاح کے وقت مقرر ہوا ہو اور اس کو قبل صحبت و خلوت صحیحہ کے طلاق دیدی ہو تو مقرر کئے ہوئے مہر کا نصف مرد کے ذمے واجب ہوگا البتہ اگر عورت معاف کر دے یا مرد پورا دیدے تو اختیاری بات ہے۔

مسئلہ: کسی کے ساتھ سلوک و احسان کرنا یا کسی کو اپنا حق معاف کر دینا اس کا فی نفسہ موجب اجر ہونا ظاہر اور معلوم ہے البتہ کسی خاص عارض کی وجہ سے رعایت نہ کرنے کو ترجیح ہو جاوے وہ اور بات ہے مثلاً یہ کہ رعایت کرنے والا خود مفلس ہے اور رعایت کر کے پھر تنگدستی پر صبر نہ کر سکے گا اور خود کسی معصیت میں مبتلا ہو جاوے گا سو کسی شئے کا فی نفسہ مستحسن ہونا اور کسی عارض سے غیر مستحسن ہونا ان میں باہم تعارض و منافات نہیں۔

حکم سی و چہارم محافظت صلوٰۃ: اس سے آگے پیچھے طلاق وغیرہ کے احکام ہیں درمیان میں نماز کے احکام بیان فرمانا اشارہ اس طرف ہے کہ مقصود اصلی توجہ الی الحق ہے اور معاشرات و معاملات کے احکام سے علاوہ اور مصلحتوں کے اس توجہ کی حفاظت اور ترقی بھی مقصود ہے چنانچہ جب ان کو خدائی احکام سمجھ کر عمل کیا جاوے گا توجہ لازم ہوگی پھر یہ کہ ان احکام میں ادائے حقوق عباد بھی ہے اور حقوق عباد کے اتلاف سے درگاہِ الٰہی سے دوری ہوتی ہے جس کے لوازم میں سے حق و عبد دونوں کی طرف سے بے توجہی ہے چونکہ نماز میں یہ توجہ زیادہ ظاہر ہے اس لئے اس کے درمیان میں لانے سے اس توجہ کے مقصود ہونے پر زیادہ دلالت ہو

گئی تا کہ عبد اس توجہ کو ہر وقت پیش نظر رکھے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی اس میں تعلیم ہے علو ہمت اور ترک اشراف کی (کہ مردوں کو ترغیب دی تکمیل مہر کی اور یہ کہ عورتوں کے معاف کرنے کا انتظار نہ کریں)۔

ملحقات الترجمۃ: ل قوله مہر کا کچھ مواخذہ فالجناح دنیوی کما صرح به المفسرون بقرینة مقابلته لقوله نصف ما فرضتم۱۲۔ ۲ قوله مہر اپنے ذمہ مت سمجھو اشارة الى التقدير المعطوف عليه ۱۲۔

الروایات: الذى بيده عقدة النكاح هو الزوج المالك لعقد النكاح وحله (عند ابى حنيفةؒ وكثير من العلماء) وهو التفسير الماثور عن رسول الله صلى الله عليه وسلم كما اخرجه ابن جرير وابن ابى حاتم والطبرانى فى الاوسط والبيهقى بسند حسن عن ابن عمر مرفوعا وبه قال جمع من الصحابة۱۲۔

الفقه: استدل مالك على استحباب هذه المتعة بقوله المحسنين سماها احسانا ونحن نقول ان الامر وكلمة على ومتاعاً مصدراً مؤكدًا وحقا تدل على الوجوب فيؤل المحسنين بما اولت به فى الترجمة۱۲۔

اللغات: فريضة بمعنى مفعول والتاء لنقل اللفظ من الوصفية الى الاسمية ويحتمل المصدر۱۲ بيضاوى۔ الفضل التفضيل والاحسان۱۲۔

النحو: او تفرضوا اى اولم تفرضوا آه جلالين عطف على الفعل المجزوم ولم لنفى احد الامرين لا بعينه وهو نكرة فى سياق النفى فيفيد العموم اى ما لم يكن منكم مسيس ولا فرض على احد ولا تطع منهم آثما او كفورا ولا حاجة الى القول بان او بمعنى الو او آه روح المعانى قلت قد اخذت بحاصله فى الترجمة قوله متاعا اى تمتيعا مفعول مطلق و مشار بترجمته الى ان تنوينه للتنويع كما صرح بوقوعه فى المطول۱۲ فنصف ما فرضتم اى فلهن او فالواجب ۱۲ بيضاوى قوله الا ان يعفون الخ مرجع الاستثناء الى منع النقصان فى احدما و منع الزيادة فى الا اى فلهن هذا المقدار بلا زيادة ولا نقصان فى جميع الاحوال الا الخ فنصف غير ملاحظ فيه الوجوب واما على تقدير الوجوب فالاستثناء منقطع لان فى صورة عفو الزوج لا يتصور الوجوب آه من روح المعانى۱۲۔

البلاغة: او يعفو الذى تسمية عفوا اما على المشاكلة واما لانهم يسوقون المهر الى النساء عند التزوج فمن طلق قبل المسيس استحق استردادا لنصف فاذا لم يسترده فقد عفا عنه آه بيضاوى وان تعفوا هذا خطاب للرجال والنساء جميعا وغلب المذكر لشرفه وكذا فيما بعد آه روح المعانى۱۲۔

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی ۚ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿۲۳۸﴾ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۹﴾ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۖ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۴۰﴾ وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۴۱﴾ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾ ع ۱۵

محافظت کرو سب نمازوں کی (عموماً) اور درمیان والی نماز کی (خصوصاً) اور کھڑے ہوا کرو اللہ کے سامنے عاجز بنے ہوئے۔ پھر اگر تم کو اندیشہ ہو تو تم کھڑے کھڑے یا سواری پر چڑھے چڑھے پڑھ لیا کرو۔ پھر جب تم کو اطمینان ہو جائے تو تم خدا تعالیٰ کی یاد اس طریق سے کرو کہ جو تم کو سکھایا ہے۔ جس کو تم نہ جانتے تھے۔ اور جو لوگ وفات پا جاتے ہیں تم میں سے اور چھوڑ جاتے ہیں بیبیوں کو وہ وصیت کر جایا کریں اپنی ان بیبیوں کے واسطے ایک سال تک منتفع ہونے کی اس طور پر کہ وہ گھر سے نکال جائیں ہاں اگر وہ خود نکل جائیں تو تم کو کوئی گناہ نہیں اس قاعدہ کی بات میں جس کو اپنے بارہ میں کریں اور اللہ تعالیٰ زبردست ہیں حکمت والے ہیں اور سب طلاق دی ہوئی عورتوں کے لئے کچھ کچھ فائدہ پہنچانا قاعدہ کے موافق اور (یہ) مقرر ہوا ہے ان پر جو (شرک و کفر سے) پرہیز کرتے ہیں۔ اسی طرح حق تعالیٰ تمہارے لئے اپنے احکام بیان فرماتے ہیں اس توقع پر کہ تم سمجھو (اور عمل کرو)۞

تفسیر: حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ (الی قولہ تعالی) مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ۝ ۔ محافظت کرو سب نمازوں کی (عموماً) اور درمیان والی نماز (یعنی عصر) کی (خصوصاً) اور (نماز میں کھڑے ہوا کرو اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجز بنے ہوئے پھر اگر تم کو (باقاعدہ نماز پڑھنے میں کسی دشمن وغیرہ کا) اندیشہ ہو تو تم کھڑے کھڑے یا سواری پر چڑھے چڑھے (جس طرح بن سکے خواہ قبلہ کی طرف بھی منہ نہ ہو اور گو رکوع وسجود صرف اشارہ ہی سے ممکن ہو) پڑھ لیا کرو (اس حالت میں بھی اس پر محافظت رکھو اس کو ترک مت کرو) پھر جب تم کو (بالکل اطمینان ہو جاوے (اور اندیشہ جاتا رہے) تو تم خدا تعالیٰ کی یاد (یعنی ادائے نماز) اس طریق سے کرو جو تم کو (اطمینان کی حالت میں) سکھایا ہے جس کو تم (پہلے سے) نہ جانتے تھے۔ **ف**: کثرت سے علماء کا قول بعض احادیث کی دلیل سے یہ ہے کہ بیچ والی نماز عصر ہے کیونکہ اس کے ایک طرف دو نمازیں دن کی ہیں فجر اور ظہر اور ایک طرف دو نمازیں رات کی ہیں مغرب اور عشاء اس کی تاکید خصوصیت کے ساتھ اس لئے کی کہ اکثر لوگوں کو یہ وقت کام کی بھیڑ بھاڑ کا ہوتا ہے۔ اور عاجزی کی تفسیر حدیث میں خاموشی کے ساتھ آئی ہے اسی آیت سے نماز میں باتیں کرنے کی ممانعت ہوئی پہلے درست تھا اور یہ نماز کھڑے کھڑے اشارہ سے جب صحیح ہوگی جب ایک جگہ کھڑا ہو سکے اور اس میں سجدہ کا اشارہ ذرا زیادہ پست کرے اور چلنے سے نماز نہیں ہوگی البتہ جب ایسا ممکن نہ ہو مثلاً عین لڑائی کا وقت ہے تو نماز کو قضا کر دیا جاویگا دوسرے وقت پڑھ لیں گے۔

حکم سی وپنجم وصیت سکونت برائے بیوہ: وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ (الی قولہ تعالی) وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۝ ۔ اور جو لوگ وفات پا جاتے ہیں تم میں سے اور چھوڑ جاتے ہیں بیبیوں کو (ان کے ذمہ لازم ہے کہ) وہ وصیت کر جایا کریں اپنی ان بیبیوں کے واسطے ایک سال تک (نان ونفقہ اور گھر میں سکونت رکھنے سے) منتفع ہونے کی اس طور پر کہ وہ گھر سے نکالی نہ جاویں ہاں اگر (چار مہینہ دس دن) کے بعد یا وضع حمل کے بعد عدت گزار کر) خود نکل جاویں تو تم کو کوئی گناہ نہیں اس قاعدہ کی بات میں جس کو اپنے بارہ میں (تجویز) کریں (جیسے نکاح وغیرہ) اور اللہ تعالیٰ زبردست ہیں (ان کے خلاف حکم مت کرو) اور حکمت والے ہیں (کہ تمام احکام میں تمہاری مصلحتیں ملحوظ رکھی ہیں گو تمہاری فہم میں نہ آسکیں)

ف: جاہلیت میں وفات زوج کی عدت ایک سال تھی اسلام میں بجائے ایک سال کے چار مہینہ دس دن مقرر ہوئے جیسا حکم سی ویکم میں مذکور ہو چکا مگر اس میں عورت کی اتنی رعایت رکھی گئی تھی کہ چونکہ اس وقت تک میراث کا حکم نازل نہ ہوا تھا اور بی بی کا کوئی حصہ میراث میں مقرر نہ ہوا تھا بلکہ اوروں کے حق کا مدار محض مردہ کی وصیت پر تھا آیت: كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ کی تفسیر میں معلوم ہو چکا ہے اس لئے یہ حکم ہو گیا تھا کہ اگر عورت اپنی مصلحت سے خاوند کے ترکہ کے گھر میں رہنا چاہے تو سال بھر تک اس کو رہنے کا حق حاصل ہے اور اسی کے ترکہ سے اس مدت میں اس کو نان ونفقہ بھی دیا جاوے اس آیت میں اسی کا بیان ہے اور خاوندوں کو حکم ہے کہ اس طرح کی وصیت کر جایا کریں اور چونکہ یہ حق عورت کا تھا اس کو اس کے وصول کرنے نہ کرنے کا اختیار حاصل تھا اس لئے وارثوں کو تو گھر سے نکالنا جائز نہ تھا لیکن خود اس کو جائز تھا کہ اس گھر میں نہ رہے اور اپنا حق ورثہ کو چھوڑ دے بشرطیکہ عدت پوری ہو چکے اور نکاح وغیرہ سب درست تھا اور یہی مراد ہے قاعدہ کی بات سے البتہ عدت کے اندر نکلنا اور نکاح کرنا وغیرہ سب گناہ تھا عورت کے لئے بھی اور جو منع کر سکے اور نہ روکے اس کے لئے بھی پھر جب آیت میراث کی نازل ہوگئی گھر یا ہر سب ترکہ میں سے عورت کا حق مل گیا سوا اپنے حصہ میں رہے اور اپنے حصہ سے خرچ کرے یہ آیت منسوخ ہوگئی۔

تتمہ حکم متاع مذکور در شمار سی وسوم وسی وپنجم: ایک متاع کا بیان سی وسوم میں ہوا ہے اور ایک متاع کا سی وپنجم میں اب بعض اقسام متاع کے اور باقی ہیں ان کا بیان فرماتے ہیں: وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ (الی قولہ تعالی) لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۝ ۔ اور سب طلاق دی ہوئی عورتوں کے لئے کچھ کچھ فائدہ پہنچانا (کسی درجہ میں مقرر ہے) قاعدہ کے موافق (اور یہ) مقرر ہوا ہے ان پر جو (شرک وکفر سے) پرہیز کرتے ہیں (یعنی مسلمانوں پر خواہ یہ مقرر ہونا وجوب کے درجہ میں ہو یا استحباب کے مرتبہ میں) اسی طرح حق تعالیٰ تمہارے (عمل کرنے کے) لئے اپنے احکام بیان فرماتے ہیں اس توقع پر کہ تم (ان کو) سمجھو (اور عمل کرو)۔

ف: سی وسوم میں دو قسم کے مطلقات کا بیان تھا جن کو قبل دخول طلاق ہوئی تھی ایک کو فائدہ پہنچانا یہ تھا کہ جوڑا دیا دوسری کو فائدہ پہنچانا یہ تھا کہ آدھا مہر دیا اب وہ طلاق والیاں رہ گئیں جن کو دخول کے بعد طلاق دی جاوے سو ان میں جس کا مہر مقرر کیا گیا ہو اس کو فائدہ پہنچانا یہ ہے کہ پورا مہر دینا چاہئے اور جس کا مہر مقرر نہ کیا جاوے اس کے لئے بعد دخول کے مہر مثل واجب ہے یہ متاع بمعنی مطلق فائدہ پہنچانا اس تفصیل سے تو واجب ہے اور اگر متاع سے مراد فائدہ خاص یعنی جوڑا ہی دینا ہو تو ایک مطلقہ کو تو دینا واجب ہے جس کا ذکر سی وسوم کے شروع میں ہے اور باقی سب اقسام میں مستحب اور اگر متاع سے مراد نفقہ لیا جاوے تو جس طلاق میں عدت ہے اس میں عدت گزرنے تک واجب ہے خواہ طلاق رجعی ہو یا بائن غرض آیت اپنے الفاظ عامہ سے سب صورتوں کو شامل ہے اور قاعدہ سے مراد یہی تفصیل ہو جاوے گی اور ہر صورت کے وجوب واستحباب کا فرق دوسرے دلائل سے ثابت کیا جاوے گا اور حقاً کو واجب کے معنی میں نہ لیں گے بلکہ ثابت کے معنی میں لیں گے اور علی الزام کے لئے نہ ہوگا بلکہ محض تاکید کے لئے ہوگا گو درجہ استحباب میں ہی سہی۔

ف : احکام نکاح وطلاق وغیرہ میں جابجا اتقوا اللہ اور حدود اللہ اور سمیع علیم اور عزیز حکیم اور بصیر اور خبیر اور ھم الظالمون اور فقد ظلم نفسہ وغیرھا کا آنا جو کہ مشعر ہیں مخالفت کی حالت میں وعید پر دلیل قطعی ہے کہ یہ سب احکام شریعت میں مقصود اور واجب ہیں بطور مشورہ کے نہیں جن میں ترمیم وتبدیل کرنے کا یا عمل نہ کرنے کا ہم کو نعوذ باللہ اختیار حاصل ہو۔

ربط : منجملہ ابواب البر کے یہاں تک پینتیس (۳۵) حکم مختلف انواع کے مذکور ہوئے بعض ان میں متعلق بعبادات ہیں گو بضمن سیاست ہوں جیسا قصاص اور روزہ اور جہاد اور انفاق فی سبیل اللہ اور حج وحرمت خمر وقمار ونماز اور مثل ان کے اور بعض متعلق بمعاشرت ہیں جیسے احکام یتامیٰ ونکاح، رضاع وطلاق ومہر وغیرہ کے اور بعض احکام متعلق بمعاملات مثل ربوا ودین وشہادت ورہن کے ختم سورت کے قریب آویں گے اور ان سب سے جیسا کہ بذیل حکم ہی وچہارم بیان ہوا مقصود اصلی توجہ الی الحق ہے اور یہ معنی عبادات میں زیادہ صراحت کے ساتھ موجود ہیں لہٰذا زیادہ مطمع نظر احکام متعلق بعبادات ٹھہرے اور پھر عبادات بھی دو طرح کے ہیں ایک وہ جن کا نفع لازمی ہو دوسرے وہ جن کا نفع متعدی ہو اور ثانی اول سے زیادہ انفع ہے اور ان عبادات مذکورہ میں سے دو عبادتیں اس معنی میں زیدہ اکمل واقویٰ ہیں جیسا کہ ظاہر ہے ایک جہاد کہ بذل نفس ہے سبیل اللہ میں دوسرے انفاق فی الخیر کہ بذل مال ہے سبیل اللہ میں اس لئے ان دو مضمونوں کے بیان کا اہتمام اس سورت میں اسی طرح اور مواقع میں بھی بہ نسبت اور مضامین کے بہت زیادہ کیا گیا ہے چنانچہ گذشتہ آیات میں بھی متعدد مواقع پر مختلف عنوانات سے سب احکام کے درمیان درمیان میں کہ سب جگہ پھیلے ہوئے معلوم ہوں بیان ہوا ہے جیسا وَالصّٰبِرِيْنَ الی قولہ وَحِيْنَ الْبَاْسِ میں اور وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ میں اور كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ الی قولہ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ میں صراحۃً اور فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا میں ضمناً جہاد کا بیان ہوا ہے اور وَاٰتَى الْمَالَ میں اور اَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۲ میں اور دو ۳ موقع پر يَسْــَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ میں انفاق کا بیان ہوا ہے اسی اہتمام کی وجہ سے آئندہ آیات میں بھی ان دونوں کا بیان پھر تفصیل کے ساتھ ہوتا ہے چنانچہ آیت وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ میں جو ذرا آگے آتی ہے جہاد کا حکم مصرحاً مذکور ہے اور اسی کی تمہید کے لئے سباق کی آیت: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا جو ابھی آتی ہے اور اس کی تکمیل کے لئے سیاق کی آیتیں اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ الخ جس میں طالوت وجالوت کا قصہ مذکور ہے نیز لائی گئی ہیں اور آیت: مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ میں جو وَقَاتِلُوْا کے بعد آتی ہے اور چار رکوعوں کی ابتداء میں جو کہ قصہ مذکور کے ختم کے بعد ہیں انفاق کی تاکید اور فضیلت اور اس کے آداب ظاہری وباطنی وغیرہ وغیرہ مضامین مذکور ہیں یہ توجیہ ہے ارتباط مضامین آیات کی۔ واللہ اعلم۔

ترجمہ مسائل السلوک : قولہ تعالیٰ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا اس میں اصل ہے تخفیف اعمال کی عدداً بھی اور ہیئۃً بھی (کہ سفر میں قصر ہوا اور ہیئت میں توسع ہو گیا)۔

ملحقات الترجمۃ : ۱ قولہ پڑھ لیا کرو اشارة الی تقدیر عامل رجالا والمقدر کالملفوظ فصرح به فی الترجمة ۱۲۔

الروایات : فی لباب النقول اخرج احمد والبخاری فی تاریخه وابوداؤد والبیهقی وابن جریر عن زید بن ثابت ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یصلی الظهر بالهاجرة وکانت اثقل الصلوات علی اصحابه فنزلت حافظوا علی الصلوات والصلوٰة الوسطٰی واخرج الائمة الستة وغیر هم عن زید بن ارقم قال کنا نتکلم علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم فی الصلوٰة یکلم الرجل منا صاحبه وهو الی جنبه فی الصلوٰة حتی نزلت وقوموا لله قانتین فامرنا بالسکوت ونهینا عن الکلام آه قلت ولا جل الروایة الاولٰی ذهب الشافعی الی انها الظهر واجابت الحنفیة بانه ظن من الراوی انها سبب النزول فلا ینتهض حجة مع قوله علیه السلام کما اخرجه مسلم من حدیث علی یوم الاحزاب شغلونا عن الصلوٰة الوسطٰی صلوٰة العصر الحدیث ویمکن ان یجاب عنه بانه لعله یکون مدرجا من الراوی ولم یشتغل یوم الاحزاب عن صلوٰة العصر فقط بل عن الظهر ایضا والله اعلم۔ فی لباب النقول اخرج اسحٰق بن راهویه فی تفسیره عن مقاتل بن حیان ان رجلا من اهل الطائف قدم المدینة وله اولاد رجال ونساء معه ابوه وامرأته فمات بالمدینة فرفع ذلك الی النبی صلی الله علیه وسلم فاعطی الوالدین واعطی اولاده بالمعروف ولم یعط امرأته شیئا غیر انهم امروا ان ینفقوا علیها من ترکة زوجها الی الحول وفیه نزلت والذین الآیة وروی البخاری عن مجاهد والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن الآیة قال کانت هذه العدة تعتد عند اهل زوجها واجبا فانزل الله والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیة الآیة قال جعل الله لها تمام السنة سبعة اشهر وعشرین لیلة وصیة ان شاء ت سکنت فی وصیتها وان شاء ت خرجت فالعدة کما هی واجب علیها آه فی الحاشیة هذا یدل علی ان مجاهدا لا یری نسخ الآیة اه قلت ای نسخ الآیة آلاحقة تلاوة بالسابقة فی العدة وان کانت منسوخة بالمیراث فی الوصیة ۱۲۔ فی لباب النقول اخرج ابن جریر عن ابن زید قال لما نزلت ومتعوهن الی المحسنین قال رجل ان احسنت فعلت وان لم ارد لم افعل فانزل الله وللمطلقات ای المتقین آه قلت والتقوٰی واجب فلم یبق ما توهم وقلت ایضا لا ینافی خصوص السبب عموم

الحکم کما تقرر ۱۲۔

الفقه : استدل الشافعية برجالا على صحة صلٰوة الخائف ما شيا فلما صح يفترض عنده وقت المسايفة ايضا واجاب علمائنا انه جمع راجل بمعنى الكائن على رجليه ولو واقفا فانه مشترك معنوى بين الماشى والواقف ولما كان المشى عملا كثيرا و لم يدل نص على تجويزه كان مفسدا للصلٰوة للاطلاق ولما لم يصح ما شيا تؤخر وقت العجز والمسايفة كما اخر عليه السلام يوم الاحزاب وقد نزلت صلٰوة الخوف قبل ذلك فى ذات الرقاع كما نقله فى روح المعانى عن ابن اسحق وغيره من اهل السير ۱۲۔

النحو : كما علمكم ما لم تكونوا يشهد ذوقى بان فى مالم تكونوا وضع المظهر موضع المضمر اى اذكروا الله كالذى علمكموه فى الامن من الركوع والسجود والاستقبال ونحوها وصية تقديره يوصون وصية والجملة خبر الذين يتوفون وفى قراءة وصية بالرفع اى وصية الذين الخ قوله متاعا نصب بيوصون ان اضمرت والا بالوصية قوله غير اخراج حال من ازواج اى غير مخرجات ۱۲ بيضاوى۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْیَاهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۲۴۳﴾ وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۴۴﴾ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً وَاللّٰهُ یَقْبِضُ وَیَبْصُۜطُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۴۵﴾

(اے مخاطب کیا) تجھ کوان لوگوں کا قصہ تحقیق نہیں ہوا جو کہ اپنے گھروں سے نکل گئے تھے اور وہ لوگ ہزاروں ہی تھے موت سے بچنے کیلئے سو اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے (حکم) فرمادیا کہ مرجاؤ (سب مرگئے) پھران کو جلا دیا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا فضل کرنے والا ہے (لوگوں کے حال) پر مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ (اس قصہ میں غور کرو) اور اللہ کی راہ میں قتال کرو اور یقین رکھو اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والے (اور) خوب جاننے والا ہے۔ کون شخص ایسا ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض دے اچھے طور پر قرض دینا۔ پھر (اللہ تعالیٰ اس کے ثواب) کو بڑھا کر بہت سے حصے کردے اور اللہ کمی کرتا ہے اور فراخی کرتا ہے اور تم اسی کی طرف (بعد مرنے کے) لے جائے جاؤ گے ﴿۲۴۵﴾

تفسیر: قصہ گریزندگاں از موت بغرض تمہید تجیع برقتال: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ (الی قوله تعالیٰ) وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۲۴۳﴾ (اے مخاطب) کیا تجھ کو ان لوگوں کا قصہ تحقیق نہیں ہوا جو کہ اپنے گھروں سے نکل گئے تھے اور وہ لوگ ہزاروں ہی تھے موت سے بچنے کے لئے سو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے (حکم) فرمادیا کہ مرجاؤ (سب مرگئے) پھران کو جلا دیا بیشک اللہ تعالیٰ بڑا فضل کرنے والے ہیں لوگوں (کے حال) پر مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ ف: یہ پہلی امتوں سے کسی کا قصہ ہے کسی ایسے حادثہ سے بھاگے تھے جس میں موت کا اندیشہ تھا مشہور یہ ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک جماعت تھی اور طاعون یا جہاد سے بھاگے تھے خدا تعالیٰ نے ان کو یہ بات دکھلا دی کہ موت وحیات سب خدا کے قبضہ قدرت میں ہے چنانچہ ان کو ایک دم سے موت آ گئی پھر خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اور مشہور یہ ہے کہ حضرت حزقیل علیہ السلام پیغمبر کی دعا کے بعد ان کو زندہ کردیا تا کہ بلا سبب موت اور بلا سبب حیات دونوں کا ان کو مشاہدہ ہو جاوے اور فضل سے یا تو یہی مراد ہے خواہ زندہ کرنا یا اعتقاد درست کر دینا اور یا امت محمدیہ ﷺ کو اس قصہ کا سنانا مراد ہے کیونکہ ایسی بات بتلا دینا جس سے اصلاح عقیدہ اور عمل کی ہو بلاشبہ بڑا فضل ہے چنانچہ یہ قصہ اسی لئے سنا گیا ہے کہ جہاد وغیرہ سے بسبب خوف موت کے پسپا نہ ہوں اور موت وحیات سب قبضہ الٰہی میں سمجھیں۔

مسئلہ: فرار من الطاعون: جس طرح سے جہاد سے بھاگنا حرام ہے اسی طرح طاعون سے بھاگنا حرام ہے۔ ف: (دفع وہم تناسخ ودفع تعارض بعض آیات) مرکر زندہ ہو جانے سے تناسخ کا شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ وارد فی الشرع اس دعویٰ کا باطل کرنا ہے کہ حیات سابقہ کی جزا وسزا کی غرض سے موت کے بعد دوسرا بدن دیا جاوے اور یہاں دوسری حیات بغرض جزا وسزا نہ تھی اور مسخ کی صورت میں موت کا تخلل درمیان میں نہیں ہوتا اس لئے اس پر بھی شبہ نہیں ہوسکتا اور یہ حیات ثانیہ ان آیات کے بھی منافی نہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مرکر قیامت سے پہلے دنیا میں آنا نہیں ہوتا کیونکہ ان آیات میں نفی عادت کی مقصود ہے اور یہ حیات بطور خرق عادت کے احیا ہوئی ہے لہٰذا کوئی تعارض نہیں۔

ربط: آگے اس تمہید سے جو مقصود تھا اس کی تصریح فرماتے ہیں اور یہ مقصود پہلے بھی چند جگہ آ چکا ہے۔ لیکن غرض ہر موقع کی جدا ہے چنانچہ: وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ

اللّٰہِ الَّذِیۡنَ یُقَاتِلُوۡنَکُمۡ میں خاص حرم اور حرام میں قتال جائز ہونے کا شبہ رفع کرنا تھا اور کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الۡقِتَالُ میں قتال کی فرضیت بیان کرنا تھا اور یہاں تشجیع اور ہمت دلانا بقرینہ سیاق وسباق مقصود ہے پس اس میں اور بقیہ مقامات میں فرق ظاہر ہے۔

تشجیع بر قتال: وَ قَاتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ اعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ ﴿﴾ (اس قصہ مذکورہ میں غور کرو) اور اللہ کی راہ میں قتال کرو اور یقین رکھو اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والے اور خوب جاننے والے ہیں (جہاد کرنے اور نہ کرنے والوں کی باتیں سنتے ہیں اور ہر ایک کی نیت جانتے ہیں اور سب کو جزائے مناسب دیںگے)۔

ربط: جہاد میں جان خرچ کرنے کے ساتھ آگے مال خرچ کرنے کا بیان فرماتے ہیں اور گو انفاق کا بیان اوپر بھی آ چکا ہے اور آگے بھی آوے گا لیکن ہر مقام کا مقصود بالبیان جداگانہ امر ہے چنانچہ ذرا غور سے معلوم ہو سکتا ہے۔

ترغیب انفاق در خیر جہاد وغیرہ: مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یُقۡرِضُ اللّٰہَ قَرۡضًا حَسَنًا (الی قولہ تعالیٰ) وَ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿﴾۔ کون شخص ہے (ایسا) جو اللہ تعالیٰ کو قرض دے اچھے طور پر قرض دینا (یعنی اخلاص کیساتھ) پھر اللہ تعالیٰ اُس (قرض کے ثواب) کو بڑھا کر بہت سے حصے کر دیوے اور (اس کا اندیشہ مت کرو کہ خرچ کرنے سے مال کم ہو جاوے گا کیونکہ یہ تو) اللہ (ہی کے قبضہ میں ہے وہی) کمی کرتے ہیں اور (وہی) فراخی کرتے ہیں (کچھ خرچ کرنے نہ کرنے پر اس کا اصلی مدار نہیں) اور تم اسی کی طرف (بعد مرنے کے) لیجائے جاؤ گے (سو اُس وقت نیک کام میں خرچ کرنے کی جزا اور واجب موقع پر خرچ نہ کرنے کی سزا تم کو ملے گی۔

ف: قرض مجازاً کہہ دیا ورنہ سب خدا ہی کی ملک ہے مطلب یہ کہ جیسے قرض کا عوض ضروری دیا جاتا ہے اسی طرح تمہارے انفاق کا عوض ضرور ملے گا اور بڑھانے کا بیان ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک خرما اللہ کی راہ میں خرچ کیا جاوے تو خدا تعالیٰ اُس کو اتنا بڑھاتے ہیں کہ وہ احد پہاڑ سے بڑا ہو جاتا ہے آہ اور ہر شخص جانتا ہے کہ اگر احد پہاڑ کے ٹکڑے خرما کے برابر کئے جاویں بیشمار ہوں گے تو اس حساب سے افزونی کی حد سات سو تک نہیں رہی اور شان نزول سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ جب وہ سات سو والی آیت نازل ہوئی تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ اے رب میری امت کو اور زیادہ دیجئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی لباب النقول میں بسند ابن حبان و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ بروایت حضرت ابن عمرؓ اس کو نقل کیا ہے۔

ربط: مقصود مقام میں زیادہ ترغیب قتال کی ہے اوپر کا قصہ اسی کی تمہید ہے انفاق کا مضمون اسی کی تائید ہے آگے طالوت و جالوت کا قصہ اسی کی تاکید ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَاللّٰہُ یَقۡبِضُ وَ یَبۡصُۜطُ وَ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ۔ اس میں اس طرف بھی رمز ہے کہ مرجع قبض اور بسط دونوں میں حق تعالیٰ ہے کیونکہ دونوں موصل الی اللہ اور اس کے ظہور تجلیات کے آئینے ہیں پس دونوں محمود ہیں۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قولہ بڑا فضل حملا للتنوین علی التفخیم ای لذو فضل کبیر ۱۲۔ ۲؎ قولہ غور کرو اشارۃ الی تقدیر المعطوف علیہ ۱۲۔ ۳؎ قولہ اخلاص کے ساتھ کذا فی البیضاوی ۱۲۔

اختلاف القراءۃ: فیضاعفہ قرأ عاصم بالنصب علی جواب الاستفهام حملا علی المعنی فان من ذا الذی یقرض اللہ فی معنی ایقرض اللہ احد وفی قراءۃ بالرفع عطفا علی یقرض وفی قراءۃ یضعفہ بالتشدید من التفعیل ۱۲ من البیضاوی الا قصۃ العطف۔

اللغات: الضعف المثل کذا فی روح المعانی ۱۲۔

النحو: قرضا حسنا ای اقراضا مفعول مطلق فیضاعفہ لہ ای جزاءہ علی حذف المضاف اضعافا حال من الضمیر المنصوب او المفعول الثانی لتضمن المضاعفۃ معنی التصییر من البیضاوی ۱۲۔

البلاغۃ: قال البیضاوی تعجیب وتقریر لمن سمع لقصتهم من اهل الکتاب وارباب التواریخ وقد یخاطب بہ من لم یسمع فانہ صار مثلا فی التعجیب ۱۲۔ یضاعفہ اخرجہ علی صورۃ المغالبۃ للمبالغۃ ۱۲ بیضاوی۔

(وقف لازم) اَلَمۡ تَرَ اِلَی الۡمَلَاِ مِنۡۢ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مُوۡسٰی ۘ اِذۡ قَالُوۡا لِنَبِیٍّ لَّہُمُ ابۡعَثۡ لَنَا مَلِکًا نُّقَاتِلۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ؕ قَالَ ہَلۡ عَسَیۡتُمۡ اِنۡ کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الۡقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوۡا ؕ قَالُوۡا وَ مَا لَنَاۤ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ قَدۡ اُخۡرِجۡنَا مِنۡ دِیَارِنَا وَ اَبۡنَآئِنَا ؕ فَلَمَّا کُتِبَ عَلَیۡہِمُ الۡقِتَالُ

تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ؕ قَالُوْۤا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ؕ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِى الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤْتِىْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝

(اے مخاطب) کیا تجھ کو بنی اسرائیل کی جماعت کا قصہ جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوا ہے تحقیق نہیں ہوا۔ جب کہ ان لوگوں نے اپنے ایک پیغمبر سے کہا کہ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کردیجئے کہ ہم اللہ کی راہ میں (جالوت سے) قتال کریں۔ ان پیغمبروں نے فرمایا کہ کیا یہ احتمال ہے کہ اگر تم کو جہاد کا حکم دیا جائے کہ تم (اس وقت) جہاد نہ کرو وہ لوگ کہنے لگے کہ ہمارے واسطے ایسا کون سا سبب ہوگا کہ ہم اللہ کی راہ میں جہاد نہ کریں حالانکہ ہم اپنی بستیوں اور اپنے فرزندوں سے بھی جدا کردیئے گئے ہیں۔ پھر جب ان لوگوں کو جہاد کا حکم ہوا تو باستثنا ایک قلیل تعداد کے (باقی) سب پھر گئے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتے ہیں اور ان لوگوں سے ان کے پیغمبر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر طالوت کو بادشاہ مقرر فرمایا کہنے لگے ان کو ہم پر حکمرانی کا کیسے حق حاصل ہوسکتا ہے حالانکہ بہ نسبت ان کے ہم حکمرانی کے زیادہ مستحق ہیں اور ان کو تو کچھ مالی وسعت بھی نہیں دی گئی ان پیغمبر نے (جواب دیا) فرمایا کہ (اول تو) اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقابلہ میں ان کو منتخب فرمایا ہے اور (دوسرے) علم اور جسامت میں ان کو زیادتی دی ہے اور (تیسرے) اللہ تعالیٰ اپنا ملک جس کو چاہیں دیں اور (چوتھے) اللہ تعالیٰ وسعت دینے والا ہے جاننے والا ہے۔ ۞

تفسیر: قصہ طالوت وجالوت: اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِىْۤ اِسْرَآءِيْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى (الی قولہ تعالی) وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ (اے مخاطب) کیا تجھ کو بنی اسرائیل کی جماعت کا قصہ جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوا ہے تحقیق نہیں ہوا (جس سے پہلے ان پر جالوت کافر غالب آچکا تھا اور ان کے کئی صوبے اس نے دبا لئے تھے) جب کہ ان لوگوں نے اپنے ایک پیغمبر سے کہا کہ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کردیجئے کہ ہم (اس کے ساتھ ہوکر) اللہ کی راہ میں (جالوت سے) قتال کریں اس پیغمبر نے فرمایا کہ کیا یہ احتمال ہے اگر تم کو جہاد کا حکم دیا جاوے کہ تم (اس وقت) جہاد نہ کرو وہ لوگ کہنے لگے کہ ہمارے واسطے ایسا کون سبب ہوگا کہ ہم اللہ کی راہ میں جہاد نہ کریں حالانکہ (جہاد کے لئے ایک اور محرک بھی ہے وہ یہ کہ) ہم (ان کافروں کے ہاتھوں) اپنی بستیوں اور اپنے فرزندوں سے بھی جدا کردیئے گئے ہیں (کیونکہ ان کی بعض بستیاں بھی ان کافروں نے دبالی تھیں اور ان کی اولاد کو بھی قید کرلے گئے تھے) پھر جب ان لوگوں کو جہاد کا حکم ہوا تو باستثناء ایک قلیل مقدار کے (باقی) سب پھر گئے (جیسا کہ آگے جہاد کی غرض سے بادشاہ کے مقرر ہونے کا اور ان لوگوں کے پھر جانے کا تفصیلاً بیان آتا ہے) اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو (یعنی خلاف حکم کرنے والوں کو) خوب جانتے ہیں (سب کو مناسب سزا دینگے) **ف:** ان بنی اسرائیل نے حق تعالیٰ کے احکام کو چھوڑ دیا تھا کفار عمالقہ ان پر مسلط کردیئے گئے اس وقت ان لوگوں کو فکر اصلاح ہوئی اور اس پیغمبر کا نام شمویل مشہور ہے۔

بقیہ قصہ: وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ؕ (الی قولہ تعالی) وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ ۔ اور ان لوگوں سے ان کے پیغمبر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر طالوت کو بادشاہ مقرر فرمایا کہنے لگے ان کو ہم پر حکمرانی کا کیسے حق حاصل ہوسکتا ہے حالانکہ بہ نسبت ان کے ہم حکمرانی کے زیادہ مستحق ہیں اور ان کو کچھ مالی وسعت بھی نہیں دی گئی (کیونکہ طالوت غریب آدمی تھے) ان پیغمبر نے (جواب میں) فرمایا کہ (اول تو) اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقابلہ میں ان کو منتخب فرمایا ہے (اور انتخاب کی مصلحتوں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں) اور (دوسرے) علم (سیاست) اور جسامت میں اس کو زیادتی دی ہے (اور بادشاہ ہونے کے لئے اس علم کی زیادہ ضرورت ہے تاکہ ملکی انتظام پر قادر ہو اور جسامت بھی بایں معنی مناسب ہے کہ موافق ومخالف کے قلب میں وقعت وہیبت ہو) اور (تیسرے) اللہ تعالیٰ (مالک الملک ہیں) اپنا ملک جس کو چاہیں دیں (ان سے کوئی سوال کا منصب نہیں رکھتا) اور (چوتھے) اللہ تعالیٰ وسعت دینے والے ہیں (ان کو مال دیدینا کیا مشکل ہے جس کے اعتبار سے تم کو شبہ ہے اور جاننے والے ہیں (کہ کون لیاقت سلطنت کی رکھتا ہے۔

اللُّغَات: الملا جماعة يجتمعون للتشاور لا واحد له كالقوم ۱۲ بيضاوى فى القاموس وسع ككرم وساعة وسعة واللهم سع علينا اى وسع آه فسعة مصدر وواسع بمعنى موسع بالتشديد ۱۲۔

النَّحْو: هل عسيتم فصل بين عسٰى وخبره بالشرط والمعنى اتوقع جبنكم من القتال ان كتب عليكم فادخل هل على فعل التوقع مستفهما عما هو المتوقع عنده تقريرًا وتشبيتًا آه بيضاوى واعترض بان هل لمّا دخل على التوقع كان الاستفهام عنه لا عن المتوقع

وهوخلاف المقصود واجيب كما في روح المعاني ان الاستفهام دخل على جملة مشتملة على توقع ومتوقع لا سبيل الى الاول لان الرجل لا يستفهم عن توقعه فتعين ان يكون عن المتوقع آه قوله وما لنا في روح المعاني اى ما الداعي لنا الى ان لا نقاتل وهو خبر عن ما والشائع في مثل هذا التركيب ما لنا نفعل او لا نفعل على ان الجملة حال والاخفش ادعى زيادة ان ۱۲۔

البلاغة: وانما ذكر في معرض الشرط كتابة القتال دون ما التمسوه مع انه اظهر تعلقا بكلامهم مبالغة في بيان تخلفهم عنه فانهم اذا لم يقاتلوا عند فرضية القتال عليهم بايجاب الله تعالى فلان لا يقاتلوا عند عدم فرضية اولى آه روح المعاني ۱۲۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۴۸﴾ فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ؕ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۲۴۹﴾ وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۵۰﴾ فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۙ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۵۲﴾

ع ۳۲ / ۱۶

اوران سے ان کے پیغمبر نے فرمایا کہ ان کے (منجانب اللہ) بادشاہ ہونے کی یہ علامت ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آ جائے گا۔ جس میں تسکین (اور برکت کی چیز) ہے تمہارے رب کی طرف سے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں جن کو حضرت موسیٰ و ہارون (علیہما السلام) چھوڑ گئے ہیں۔ اس صندوق کو فرشتے لے آئیں گے اس میں تم لوگوں کے لئے پوری نشانی ہے اگر تم یقین لانے والے ہو۔ پھر جب طالوت فوجوں کو لے کر (بیت المقدس سے عمالقہ کی طرف) چلے تو انہوں نے کہا کہ حق تعالیٰ تمہارا امتحان کریں گے ایک نہر سے سو جو شخص (افراط کے ساتھ) اس سے پانی پئے گا تو وہ میرے ساتھیوں میں نہیں اور جو اس کو زبان پر بھی نہ رکھے وہ میرے ساتھیوں میں ہے لیکن جو شخص اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر لے۔ سو جب سب نے اس سے (بے تحاشا) پینا شروع کر دیا مگر تھوڑے آدمیوں نے ان میں سے سو جب طالوت اور جو مومنین ان کے ساتھ تھے نہر سے پار اتر گئے کہنے لگے کہ آج تو ہم میں جالوت اور اس کے لشکر کے مقابلہ کی طاقت نہیں معلوم ہوتی۔ (یہ سن کر) ایسے لوگ جن کو یہ خیال تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش ہونے والے ہیں کہنے لگے کہ کثرت ہے بہت سی چھوٹی چھوٹی جماعتیں بڑی بڑی جماعتوں پر خدا کے حکم سے غالب آ گئی ہیں اور اللہ تعالیٰ استقلال والوں کا ساتھ دیتا ہے اور جب جالوت اور اس کی فوجوں کے سامنے میدان میں آئے تو کہنے لگے اے ہمارے پروردگار ہم پر استقلال (غیب سے) نازل فرمائیے اور ہمارے قدم جمائے رکھے اور ہم کو اس کافر قوم پر غالب کیجئے۔ پھر طالوت والوں نے جالوت والوں کو خدا کے حکم سے شکست دی اور داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کر ڈالا اور ان کو (یعنی داؤد) کو اللہ تعالیٰ نے سلطنت اور حکمت عطا فرمائی اور بھی جو جو منظور ہوا ان کو تعلیم فرمایا اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ بعضے آدمیوں کو بعضوں کے ذریعہ سے دفع کرتے رہا کرتے ہیں۔ تو سرزمین (تمام تر) فساد سے پُر ہو جاتی لیکن اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں جہان والوں پر یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو صحیح صحیح طور پر ہم تم کو پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور (اس سے ثابت ہوا کہ) بلاشبہ پیغمبروں میں سے ہیں۔

تفسیر: بقیہ: وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ (الی قولہ تعالیٰ) اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۔ اور (جب ان لوگوں نے پیغمبر سے یہ درخواست کی کہ اگر کوئی ظاہری

حجت بھی ان کی من جانب اللہ بادشاہ ہونے کی ہم مشاہدہ کرلیں تو اور زیادہ اطمینان ہو جاوے اس وقت) ان سے ان کے پیغمبر نے فرمایا کہ ان کے (من جانب اللہ) بادشاہ ہونے کی یہ علامت ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق (بدون تمہارے لائے ہوئے) آجاوے گا جس میں تسکین (اور برکت) کی چیز ہے تمہارے رب کی طرف سے (یعنی تورات اور تورات کا من جانب اللہ ہونا ظاہر ہے) اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں جن کو حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام چھوڑ گئے ہیں (یعنی ان حضرت کے کچھ ملبوسات وغیرہ غرض) اس صندوق کو فرشتے لے آویں گے اس (طرح سے صندوق کے آجانے) میں تم لوگوں کے واسطے پوری نشانی ہے اگر تم یقین لانے والے ہو۔ **ف :** اس صندوق میں تبرکات تھے جالوت جب بنی اسرائیل پر غالب آیا تھا یہ صندوق بھی لے گیا تھا جب اللہ کو اس صندوق کا پہنچانا منظور ہوا تو یہ سامان کیا کہ جہاں اس صندوق کو رکھتے وہاں ہی سخت سخت بلائیں نازل ہوتیں آخر ان لوگوں نے ایک گاڑی پر اس کو لاد کر بیلوں کو ہانک دیا فرشتے اس کو ہانک کر یہاں پہنچا گئے جس سے بنی اسرائیل کو بڑی خوشی ہوئی اور طالوت بادشاہ مسلم ہو گئے۔

بقیہ: فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ (الی قولہ تعالی) وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِينَ۝ ۔ پھر جب (بنی اسرائیل نے طالوت کو بادشاہ تسلیم کرلیا اور جالوت کے مقابلہ کے لئے لوگ جمع ہو گئے اور) طالوت فوجوں کو لے کر (اپنے مقام یعنی بیت المقدس سے عمالقہ کی طرف) چلے تو انہوں نے (ہمراہی پیغمبر کی وحی سے دریافت کر کے ساتھیوں سے) کہا کہ حق تعالیٰ (استقلال و بے استقلالی میں) تمہارا امتحان کریں گے ایک نہر سے (جو راہ میں آوے گی اور شدت تشنگی کے وقت اس پر گذرو گے) سو جو شخص اس سے (افراط کے ساتھ) پانی پیوے گا وہ تو میرے ساتھیوں میں سے نہیں اور جو اس کو زبان پر بھی نہ رکھے (اور اصل حکم یہی ہے) وہ میرے ساتھیوں میں ہے لیکن جو شخص اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر لے (تو اتنی رخصت ہے غرض وہ نہر راستہ میں آئی پیاس کی تھی شدت) سو سب نے اس سے (بے تحاشا) پینا شروع کر دیا مگر تھوڑے سے آدمیوں نے ان میں سے (احتیاط کی کسی نے بالکل نہ پیا ہوگا کسی نے چلو سے زیادہ نہ پیا ہوگا) سو جب طالوت اور جو مومنین ان کے ہمراہ تھے نہر سے پار اتر گئے (اور اپنے مجمع کو دیکھا کہ تھوڑے سے آدمی رہ گئے اس وقت بعضے آدمی آپس میں) کہنے لگے کہ آج تو (ہمارا مجمع اتنا کم ہے کہ اس حالت سے) ہم میں جالوت اور اس کے لشکر کے مقابلہ کی طاقت نہیں معلوم ہوتی (یہ سن کر) ایسے لوگ جن کو یہ خیال (پیش نظر) تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش ہونے والے ہیں کہنے لگے کہ کثرت سے (ایسے واقعات ہو چکے ہیں کہ) بہت سے چھوٹی چھوٹی جماعتیں بڑی بڑی جماعتوں پر خدا کے حکم سے غالب آ گئی ہیں۔ (اصل چیز استقلال ہے) اور اللہ تعالیٰ استقلال والوں کا ساتھ دیتے ہیں۔ **ف :** اس امتحان کی حکمت اور توجیہ احقر کے ذوق میں یہ معلوم ہوتی ہے کہ ایسے مواقع پر جوش وخروش میں بھیڑ بھڑ کا بہت ہو جایا کرتا ہے لیکن وقت پر جمنے والے کم ہوتے ہیں اور اس وقت ایسوں کا اکھڑ جانا باقی لوگوں کے پاؤں بھی اکھاڑ دیتا ہے اللہ تعالیٰ کو ایسے لوگوں کا علیحدہ کرنا منظور تھا اس کا یہ امتحان مقرر کیا گیا جو کہ نہایت ہی مناسب ہے کیونکہ قتال میں ضرورت استقلال و جفاکشی کی ہوتی ہے سو شدت پیاس کے وقت بے منت پانی ملنے پر ضبط کرنا دلیل استقلال کی اور اندھے باؤلوں کی طرح جا گرنا دلیل بے استقلالی کی ہے آگے خرق عادت ہے کہ زیادہ پانی پینے والے غیبی طور پر بھی زیادہ بیکار اور از کار رفتہ ہو گئے جیسا روح المعانی میں بسند ابن ابی حاتم حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے اور اس قصہ میں جو احوال و اقوال مذکور ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں تین قسم کے لوگ تھے ناقص الایمان جو امتحان میں پورے نہ اُترے اور کامل جو امتحان میں پورے اترے مگر اپنی قلت کی فکر ہوئی اور اکمل جن کو یہ بھی فکر نہیں ہوئی۔

بقیہ: وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهٖ (الی قولہ تعالی) وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِينَ۝ اور جب (دیار عمالقہ میں پہنچے اور) جالوت اور اس کی فوجوں کے سامنے میدان میں آئے تو (دعا میں حق تعالیٰ سے) کہنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار ہم پر (یعنی ہمارے قلوب پر) استقلال (غیب سے) نازل فرمائیے اور (مقابلہ کے وقت) ہمارے قدم جمائے رکھئے اور ہم کو اس کافر قوم پر غالب کیجئے۔ **ف :** اس دعا کی ترتیب بڑی پاکیزہ ہے کہ غلبہ کے لئے چونکہ ثبات قدمی کی ضرورت ہے اس لئے پہلے اس کی دعا کی اور ثابت قدم کا مدار ثبات قلب پر ہے اس لئے اس سے پہلے ثبات قلب کی دعا کی۔

بقیہ: فَهَزَمُوهُمْ بِإِذْنِ اللّٰهِ (الی قولہ تعالی) وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِينَ۝ ۔ پھر طالوت والوں نے جالوت والوں کو خدا تعالیٰ کے حکم سے شکست دے دی اور داؤد علیہ السلام نے (جو کہ اس وقت طالوت کے لشکر میں تھے اور اس وقت تک نبوت وغیرہ نہ ملی تھی) جالوت کو قتل کر ڈالا اور مظفر و منصور واپس آئے) اور (اس کے بعد) ان کو (یعنی داؤد علیہ السلام کو) اللہ تعالیٰ نے سلطنت اور حکمت (کہ یہاں عبارت نبوت سے ہے) عطا فرمائی اور بھی جو جو منظور ہوا ان کو تعلیم فرمایا (جیسے بلا آلات زرہ بنانا اور جانوروں کی بولی سمجھنا آگے اس واقع کی مصلحت عامہ فرماتے ہیں) اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ

تعالیٰ بعضے آدمیوں کو (جو کہ مفسد ہوں) بعضوں کے ذریعہ سے (جو کہ مصلح ہوں وقتاً فوقتاً) دفع کرتے رہا کرتے ہیں (یعنی اگر مصلحین کو مفسدین پر غالب نہ کرتے رہتے) تو سرزمین (تمام تر) فساد سے پر ہو جاتی ولیکن اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں جہان والوں پر (اس لئے وقتاً فوقتاً اصلاح فرماتے رہتے ہیں)

ف : اور کبھی اس کا عکس جو ہو جاتا ہے اس میں کچھ اور مصلحتیں ہوتی ہیں لیکن اصلی مقصود غلبہ اہل حق کا ہوتا ہے چنانچہ آخر انجام اسی پر قرار پاتا ہے جیسا کہ حدیث اور مشاہدہ دونوں شاہد ہیں۔ **ف** : قصہ میں عیسائیوں نے کچھ شبہات کئے ہیں ان کا جواب مع تقریر شبہات تفسیر حقانی میں مذکور ہے۔

ربط : چونکہ قرآن کے اعظم مقاصد سے اثبات نبوت محمدیہ بھی ہے اس لئے اکثر جس جگہ مضمون کے ساتھ مناسبت ہونے سے موقع ہوتا ہے وہاں اس کا اعادہ کیا جاتا ہے چنانچہ اس مقام پر اس قصہ کی صحیح خبر دینا ایسے طور پر ہے کہ نہ آپ نے کہیں پڑھا نہ کسی سے سنا نہ آپ نے دیکھا بوجہ معجزہ ہونے کے صریح دلیل ہے صدق دعوائے نبوت کی اس لئے آگے رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر استدلال فرماتے ہیں۔

استدلال برنبوت محمدیہ ﷺ : تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ یہ (آیتیں جن میں یہ قصہ مذکور ہوا) اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جو صحیح صحیح طور پر ہم تم کو پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور (اس سے ثابت ہوتا ہے کہ) آپ بلاشبہ پیغمبروں میں سے ہیں۔

ربط : چونکہ اوپر کی آیت میں ضمناً پیغمبروں کا مجملاً ذکر آ گیا تھا اس لئے اگلی آیت میں کسی قدر تفصیل ان میں سے بعض حضرات کے احوال وکمالات کی اور پھر ان کے ذکر کی مناسبت سے ان کے امم کی ایک حالت خاصہ اور اس حالت کے واقع فی الوجود ہونے کی متضمن حکمت ومصلحت الٰہیہ ہونے کی طرف اشارہ یہ سب مضامین مذکور ہوتے ہیں۔

ترجمہ مسائل السلوک : قولہ تعالیٰ: يَأْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ اس میں اصل ہے آثار صالحین سے برکت حاصل کرنے کی۔

ملحقات الترجمۃ : ۱ قوله اور اصل حکم الى قوله رخصت تنبيه على ان عدم الطعم عزيمة والاغتراف رخصة فلا تعارض فيهما فافهم ۱۲۔ ۲ قوله پیش نظر تھا فالظن ههنا محصله العرفان الكامل الذى يسمى مشاهدة والظن مشترك معنوى هذا وادناه الزعم بلا دليل او خلاف دليل ۱۲۔

اللغات : التابوت الصندوق فعلوت من التوب فانه لا يزال يرجع اليه ما يخرج منه ۱۲ بيضاوى الطعم ما يؤديه الذوق وليس هو نفس الذوق فمن فسره به على هذا فقد توسع وعلى التقديرين استعمال طعم الماء بمعنى ذاق طعمه مستفيض لا يعاب وما استعماله بمعنى شربه واتخذه طعاما فقبيح الا ان يقتضيه المقام كذا فى روح المعانى الفئة قال البيضاوى الفرقة من الناس من فاءت رأسه اذا اشققته او من فاء اذا رجع فوزنها فعة او فلة آه ۱۲۔ برزوا قال الجلبى الارض الفضاء التى لا حجاب فيها يقال لها البراز فكان البروز الحضور فى الارض البراز آه الافراغ الصب كذا فى القاموس ۱۲۔

النحو : مما عندى من للبيان فالبقية هى ما ترك آل موسىٰ وآل هارون سماها البقية لبقائها عنهما ۱۲۔

البلاغۃ : الآل مقحم لتفخيم شانهما ۱۲ بيضاوى تحمله اما حقيقة او مجازا على حد حمل زيد متاعى الى مكة ۱۲ روح المعانى قلت واخترت المجاز لمساعدة القصة المنقولة قوله فليس منى فى روح المعانى اى من اشياعى او ليس بمتصل بى ومتحد معى فمن اتصالية وهى غير التبعيضية عند بعض وكانها بيانية عنده وعينها عند آخرين قوله الا من اغترف استثناء من الموصول الاول او ضميره فى الخبر وفائدة تقديم الجملة الثانية الايذان بانها من تتمة الاولىٰ وان الغرض منها تاكيدها وتتميمها نهيا عن الشرب من كل وجه وافادة ان المغترف ليس بذائق حكما فيوكد ترخيص الاغتراف ولو اخرت لم تفد هذه الفوائد ولا ختل النظم لدلالة الاستثناء اذ ذاك على ان المغترف متحد معه دلالة الجملة الثانية بمفهومها على انه غير متحد معه كذا فى روح المعانى ۱۲۔ قوله مما يشاء ظاهر المقام مما شاء ولعل اختيار المضارع لافادة التجدد اى شاء شيئا اولا فاعطاه ثم شاء شيئاً فاعطاه ثم و ثم ۱۲۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۟ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

یہ حضرات مرسلین ایسے ہیں کہ ہم نے ان میں سے بعضوں کو بعضوں پر فوقیت بخشی ہے (مثلاً) بعضے ان میں سے وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ ہمکلام ہوئے ہیں (یعنی موسیٰ علیہ السلام) اور بعضوں کو اس نے بہت سے درجوں میں سرفراز کیا اور ہم نے عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) کو کھلے کھلے دلائل عطا فرمائے اور ہم نے ان کی تائید (روح القدس یعنی جبریل) سے فرمائی اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو (امت کے) جو لوگ ان کے بعد ہوئے ہیں باہم قتل وقتال نہ کرتے بعد اس کے کہ ان کے پاس (امر حق) کے دلائل پہنچ چکے تھے لیکن وہ لوگ باہم (دین میں) مختلف ہوئے سو ان میں کوئی تو ایمان لایا اور کوئی کافر رہا (اور نوبت قتل وقتال کی پہنچی) اور اگر اللہ کو منظور ہوتا تو وہ لوگ قتل وقتال نہ کرتے لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔ اے ایمان والو خرچ کرلو ان چیزوں سے جو تم کو دی ہیں قبل اس کے کہ وہ دن (قیامت کا) آجائے جس میں نہ تو خرید و فروخت ہوگی اور نہ دوستی ہوگی اور نہ (بلا اذنِ الٰہی) کوئی سفارش ہوگی اور کافر ہی لوگ ظلم کرتے ہیں (تو تم ایسے مت ہو)۔

تفسیر: تفصیل احوال بعض انبیاء وامم: تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (الی قولہ تعالیٰ) وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۝ یہ حضرات مرسلین (جن کا ذکر ابھی اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ میں آیا ہے) ایسے ہیں کہ ہم نے ان میں سے بعضوں کو بعضوں پر فوقیت بخشی ہے (مثلاً) بعضے ان میں وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ (بلا واسطہ فرشتہ کے) ہم کلام ہوئے ہیں (مراد موسیٰ علیہ السلام) اور بعضوں کو ان میں بہت سے درجوں میں (اعلیٰ مقام سے) سرفراز کیا اور ہم نے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو کھلے کھلے دلائل (یعنی معجزات) عطا فرمائے اور ہم نے ان کی تائید روح القدس (یعنی جبرئیل علیہ السلام) سے فرمائی (کہ ہر وقت یہود سے ان کی حفاظت کرنے کے لئے ساتھ رہتے تھے) اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو (امت کے) جو لوگ ان (پیغمبروں) کے بعد ہوئے ہیں (کبھی دین میں اختلاف کرکے) باہم قتل وقتال نہ کرتے بعد اس کے کہ ان کے پاس (امر حق کے) دلائل پیغمبروں کی معرفت) پہنچ چکے تھے (جن کا مقتضا تھا دین حق کے قبول پر متفق رہنا) لیکن (چونکہ اللہ تعالیٰ کو بعض حکمتیں منظور تھیں اس لئے ان میں اتفاق دینی نہیں پیدا کیا بلکہ) وہ لوگ باہم (دین میں) مختلف ہوئے سو ان میں کوئی تو ایمان لایا اور کوئی کافر رہا (پھر اس اختلاف میں نوبت بہ قتل وقتال بھی پہنچ گئی) اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو وہ لوگ باہم قتل وقتال نہ کرتے لیکن اللہ تعالیٰ (اپنی حکمت سے) جو چاہتے ہیں (اپنی قدرت سے) وہی کرتے ہیں۔ **ف**: احقر کے ذوق میں اس مضمون میں ایک گونہ تسلی دینا ہے جناب رسول اللہ ﷺ کو یعنی جب آپ کی رسالت دلیل سے ثابت تھی جس کو اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ میں بھی بیان فرمایا ہے اور پھر بھی منکرین نہ مانتے تھے تو یہ محل تھا آپ کے رنج وافسوس کا اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ بات سنادی کہ اور بھی پیغمبر مختلف درجوں کے گذرے ہیں لیکن ایمان عام کسی کی امت میں نہیں ہوا کسی نے موافقت کی کسی نے مخالفت اور اس میں بھی حق تعالیٰ کی حکمتیں ہوتی ہیں گو ہر شخص پر منکشف نہ ہوں مگر اجمالاً اتنا عقیدہ ضروری الثبوت واجب التسلیم ہے کہ کوئی حکمت ضرور ہے اور زیادہ تفصیل اس مسئلہ تقدیر کی شروع سورۃ آیت: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الخ وآیت خَتَمَ اللّٰهُ الخ میں مذکور ہو چکی ہے اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہم کلامی گو بلا واسطہ فرشتے کے ہو مگر بے حجاب نہ تھی پس سورۂ شوریٰ میں جو آیت ہے: مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ الخ اس سے کچھ تعارض نہیں البتہ بعد موت کے بے حجاب ہونا بھی شرعاً ممکن ہے پس وہ آیت دنیا کے اعتبار سے ہے۔

ربط: اوپر آیت: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا کے ذیل میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ ابواب البر میں سے دو امر کا بیان زیادہ اہتمام سے ہوا ہے ان میں سے ایک انفاق فی سبیل اللہ ہے چنانچہ آئندہ رکوع اور اس سے تیسرا رکوع اور اس سے آگے کا اور پھر اس سے آگے کا سب اسی مضمون سے شروع ہوئے ہیں اور مقصود سب جگہ جداگانہ ہے چنانچہ یہاں طرزِ کلام میں غور کرنے سے زیادہ مقصود ترغیب دینا معلوم ہوتا ہے تعجیل فی الانفاق کی اور گنجائش مال اور وقت کو غنیمت سمجھنے کی۔

تعجیل انفاق فی سبیل اللہ: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا (الی قولہ تعالیٰ) وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ اے ایمان والو خرچ کرلو ان چیزوں سے جو ہم نے

تم کو دی ہیں قبل اس کے کہ وہ دن آ جاوے (یعنی قیامت کا دن) جس میں (کوئی چیز اعمال خیر کا بدل نہ ہو سکے گی کیونکہ اس میں) نہ تو خرید و فروخت ہوگی (کہ کوئی چیز دے کر اعمال خیر خرید کرلو اور نہ ایسی دوستی ہوگی کہ کوئی تم کو اپنے اعمال خیرؔ دیدے) اور نہ (بلا اذنِ الٰہی کسی کی) کوئی سفارش ہوگی (جس سے اعمال خیر کی تم کو حاجت نہ رہے) اور کافر ہی لوگ ظلم کرتے ہیں (کہ اعمال اور مال کو بے موقع استعمال کرتے ہیں اس طرح کہ طاعات بدنیہ و مالیہ کو ترک اور معصیت مالیہ و بدنیہ کو اختیار کرتے ہیں تو تم ایسے مت بنو۔ **ف**: مطلب یہ ہے کہ جو عمل خیر دنیا میں فوت ہو جاوے گا پھر وہاں اس کا کچھ تدارک قدرت سے خارج ہو جاوے گا چنانچہ تدارک کے طریقوں میں سے بعض طریقے تو خود نہ ہونگے جیسے بیع اور بعضے عام نہ ہوں گے جیسا دوستی بعضے اختیاری نہ ہوں گے جیسے شفاعت کیونکہ داخل تحت القدرۃ ہونے کے لئے تو یہ سب امور ضروری ہیں خود اس طریقہ کا وجود پھر عموم یعنی اکثری ہونا پھر اختیاری ہونا پس اس سے نہ تو مطلق دوستی کی نفی لازم آئی چنانچہ قرآن مجید میں: اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ سے وجود خلت کا اور اگلی ہی آیت میں: مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ۔ سے وجود شفاعت کا خود مفہوم و منصوص ہے لیکن اس خلت و شفاعت پر بھی اعمال خیر کی کسی درجہ میں تو حاجت ہوگی اقل درجہ ایمان ہی سہی اور مقصود اس سے قیامت کے دن ثمرات اعمال خیر کے اکتساب پر قادر نہ ہونے کا یاد دلانا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ مقصود وعید سنانا ہے ترکِ انفاق پر اس لئے انہوں نے اس انفاق سے زکوٰۃ مراد لی ہے اور فرض کا ترک موجب وعید ہوتا ہے اور کافر کی تفسیر تارکِ زکوٰۃ سے بناء علی الزجر کی ہے واللہ اعلم۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: تِلْكَ الرُّسُلُ الخ اس میں دلالت ہے اس پر کہ بعض اولیاء کو بعض پر رائے محض سے ترجیح دینا نہ چاہئے البتہ ان کے واقعات ذکر کر دینا جائز ہے جیسا کہ یہاں مذکور ہے مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ الخ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله خرچ کرلو اشار بهذا العنوان الى كون محط الفائدة تعجيله لا ايجابه فيدخل فيه الفرض والنفل كما عزاه فى روح المعانى الى ابن جريج والبلخى وقال وجعل الامر لمطلق الطلب وليس فيما بعد سوى الاخبار باهوال يوم القيامة وشدائدها ترغيبا فى الانفاق وليس فيه وعيد على تركه ليتعين الوجوب ۱۲۔ ۲ قوله اعمال خیر دے اى عموما وعادة فلا يعارض ما ورد ان بعضهم يبقى فى ميزان حسناته نقص حسنة فيعثر عليه بعض اهل الموقف ولا يكون عنده الا حسنة واحدة فيهبها له فيغفران آه لان النادر كالمعدوم هذا لو ثبت رواية كما هو فى ذكرى اجمالا والا فلا اشكال راسا والله اعلم ۱۲۔

النحو: درجات قيل انتصابه على المصدر لان الدرجة بمعنى الرفعة وقيل التقدير على او الى اوفى درجات فلما حذف حرف الجر وصل الفعل بنفسه كذا فى روح المعانى قلت وقد اخترت تقدير فى ۱۲۔

البلاغة: فى الكشاف فان قلت فلم خص موسٰى وعيسٰى من بين الانبياء بالذكر قلت لما اوتيا من الآيات العظيمة والمعجزات الباهرة قوله ولو شاء الله ما اقتتلوا فى الانتصاف قال محمود كرر للتاكيد قال احمد و وراء التاكيد سرا خص منه وهو ان العرب متى بنت اول كلامها على مقصد ثم اعترضها مقصد آخر وارادت الرجوع الى الاول قصدت ذكره اما بتلك العبارة او بقريب منها وفى كتاب الله مواضع فى هذا المعنى منها قوله تعالٰى من كفر بالله من بعد ايمانه الى صدرا۔ ومنها قوله ولو لا رجال مؤمنون الى قوله كفروا منهم وهذه الآية من هذا النمط لما صدر الكلام بان اقتتالهم كان على وفق المشية ثم طال الكلام واريد بيان ان مشية الله تعالٰى كما نفذت فى هذا الامر الخاص وهو اقتتال هؤلاء فهى نافذة فى كل فعل واقع ذكر تعلق المشية بالاقتتال لينسلوه عموم تعلق المشية لتناسب الكلام وتعرف كل بشكله فهذا سر ينشرح لبيانه الصدر ويرتاح السر ۱۲۔

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا یَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ﴿۲۵۵﴾ لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ فَمَنْ یَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۵۶﴾

اللہ تعالیٰ (ایسا ہے) کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں۔ زندہ ہے۔ سنبھالنے والا ہے (تمام عالم کا) نہ اس کو اونگھ دبا سکتی ہے اور نہ نیند اسی کے مملوک ہیں سب جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں۔ ایسا کون شخص ہے جو اس کے پاس (کسی کی) سفارش کر سکے بدون اس کی اجازت کے۔ وہ جانتا ہے ان کے تمام حاضر اور غائب حالات کو اور وہ موجودات اس کی معلومات میں سے کسی چیز کو اپنے احاطہ علمی میں نہیں لا سکتے۔ مگر جس قدر (علم دینا وہی) چاہے۔ اس کی کرسی نے سب آسمانوں اور زمین کو اپنے اندر لے رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ان دونوں کی حفاظت کچھ گراں نہیں گزرتی اور وہ عالی شان عظیم الشان ہے۔ دین میں زبردستی (کا فی نفسہ کوئی موقع) نہیں (کیونکہ) ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے۔ سو جو شخص شیطان سے بداعتقاد ہو اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ خوش اعتقاد ہو (یعنی اسلام قبول کرے) تو اس نے بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا۔ جس کو کسی طرح شکستگی نہیں (ہو سکتی) اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والا (اور) خوب جاننے والا ہے۞

تفسیر ربط: اوپر کی آیت میں شفاعت بلا اذن کی نفی سے جس طرح قیامت کے دن اعمال خیر پر قدرت نہ ہونا ثابت ہوتا ہے اسی طرح حق تعالیٰ کی عظمت شان بھی مفہوم ہوتی ہے کہ ان کے روبرو کسی کو مجالِ دم زدن نہیں ہے اس مناسبت سے اگلی آیت میں کہ ملقب بہ آیۃ الکرسی ہے توحید ذات و کمال صفات کا ذکر فرماتے ہیں کہ عظمت شان کی خوب توضیح و تاکید ہو جاوے۔

توحید ذات وصفات: اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (الی قولہ تعالی) وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ۝ اللہ تعالیٰ (ایسا ہے کہ) اس کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں زندہ ہے (جس کو کبھی موت نہیں آ سکتی) سنبھالنے والا ہے (تمام عالم کا) نہ اُس کو اُونگھ دبا سکتی ہے اور نہ نیند (دبا سکتی ہے) اسی کے مملوک ہیں سب جو کچھ (بھی) آسمانوں میں (موجودات) ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں ایسا کون شخص ہے جو اس کے پاس (کسی کی) سفارش کر سکے بدون اس کی اجازت کے وہ جانتا ہے ان (موجودات) کے تمام حاضر اور غائب حالات کو اور وہ موجودات اس کے معلومات میں سے کسی چیز کو اپنے احاطہ علمی میں نہیں لا سکتے مگر جس قدر (علم دینا وہی) چاہے اس کی کرسی (اتنی بڑی ہے کہ اس) نے سب آسمانوں اور زمین کو اپنے اندر لے رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ان دونوں (آسمان اور زمین) کی حفاظت کچھ گراں نہیں گزرتی اور وہ عالی شان عظیم الشان ہے **ف**: قیامت میں انبیاء و اولیاء گناہ گاروں کی شفاعت کریں گے وہ اول حق تعالیٰ کی مرضی پالیں گے جب شفاعت کریں گے اور کرسی ایک جسم ہے عرش سے چھوٹا اور آسمان سے بڑا جیسا روح المعانی و سند ابن جریر اور ابو الشیخ اور ابن مردویہ بروایت حضرت ابوذر مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کرسی کی نسبت پوچھا آپ نے فرمایا اے ابوذر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین کرسی کے سامنے ایسے ہیں جیسے ایک حلقہ یعنی چھلا ایک بڑے میدان میں پڑا ہو اور عرش اس کرسی سے اتنا بڑا ہے جیسے وہ میدان اس چھلے سے بڑا ہے۔ اور بسند دار قطنی و خطیب بروایت حضرت ابن عباسؓ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس کی تفصیل پوچھی گئی آپ نے کرسی کو بتلا کر فرمایا کہ عرش کی کوئی حد ہی نہیں بتلا سکتا اور علو کا حاصل نفی ہے صفات نقص کی اور عظمت کا حاصل اثبات ہے صفات کمال کا۔

ربط: اوپر آیت: وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ میں رسالت پیغمبر ﷺ کی اور آیۃ الکرسی میں توحید حق سبحانہ وتعالیٰ کی مذکور ہوئی ہے اور یہی دو امر اصل الاصول ہیں دین اسلام کے تو ان کے اثبات سے دین اسلام کی حقانیت بھی لازمی طور پر ثابت ہو گئی آیتِ آئندہ میں اس پر تفریع کر کے اسلام کا محل اکراہ نہ ہونا ارشاد فرماتے ہیں۔

نفي اکراہ فی الدین: لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (الی قولہ تعالی) وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۔ دین (اسلام کے قبول کرنے) میں زبردستی (کا فی نفسہ کوئی موقع) نہیں (کیونکہ) ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے (یعنی اسلام کی خوبی دلائل قطعیہ سے فی نفسہ واضح ہے اور اکراہ اس امر میں ہوتا ہے جس کی خوبی واضح نہ ہو اور اسی سے تو ضرورت اکراہ کی ہوتی ہے اس لئے اسلام فی نفسہ محل اکراہ نہیں ہو سکتا جب اسلام ایسی چیز ہے جس کی خوبی یقیناً ثابت ہے) سو جو شخص شیطان سے بداعتقاد ہو اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ خوش اعتقاد ہو (یعنی اسلام قبول کرے) تو اس نے بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا جس کو کسی طرح شکستگی نہیں (ہو سکتی) اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والے ہیں (اقوال ظاہری کے) اور خوب جاننے والے ہیں (احوال باطنی کے سو اگر کوئی صرف زبان سے اسلام لے آوے گا اور دل میں کفر رکھے گا تو وہ ہم سے نہیں چھپ سکتا ہم آپ ہی اس سے سمجھیں گے اس لئے جو اسلام قبول کرے صدق دل سے کرے) **ف**: اسلام کو مضبوط پکڑنے والا چونکہ ہلاکت و خسران سے محفوظ رہتا ہے اس لئے اس کو ایسے شخص سے تشبیہ دی جو کسی مضبوط رسی کا حلقہ ہاتھ میں مضبوط تھام کر گرنے سے مامون رہتا ہے اور جس طرح ایسی رسی کے ٹوٹ گرنے کا خطرہ نہیں اور یوں کوئی رسی ہی چھوڑ دے تو اور بات ہے اسی طرح اسلام میں بطلان کا احتمال نہیں جو مفضی الی الہلاک ہو اور خود کوئی اسلام ہی کو چھوڑ دے وہ اور بات ہے اور مقصود آیت کا اسلام کی خوبی کا واضح و ثابت بالدلیل ہونا ہے جس کو اس عنوان خاص سے بیان فرمایا گیا اسی لئے نفی اکراہ میں فی نفسہ کی قید ظاہر کر دی ہے سو اگر مرتد پر یا کافر حربی پر بوجہ خفائے دلیل کے اکراہ کیا جاوے جیسا شریعت میں حکم ہے تو یہ نفی اکراہ فی نفسہ کے معارض نہیں اور یہ اکراہ بھی صورت دین پر ہوگا نہ کہ حقیقت دین پر کیونکہ قلب پر اطلاع کا کوئی یقینی طریق نہیں اور جہاد میں صورت دین پر بھی اکراہ کا شبہ نہ کیا

ہا وے کیونکہ مشروعیت جزیہ دلیل صریح ہے کہ مقصود جہاد سے اسلام کا غالب رہنا ہے خواہ مخالف کے اسلام سے ہو یا صرف رعیت بننے سے ہو اور اس نفی اکراہ سے نہی عن الاکراہ بھی لازم آ گئی اس لئے بعض نے نہی کے ساتھ اس کی تفسیر کی ہے یعنی دین میں اکراہ مت کرو خوب سمجھ لو۔

ربط : اوپر اسلام کے حق ہونے کا اور کفر کے باطل ہونے کا بیان کرنا مقصود تھا گو استطراداً یعنی تبعاً مومن کی خوبی بھی ذکر کر دی گئی تھی اب آیت آئندہ میں خود صاحب ایمان کی خوبی اور کافر کی مذمت وشناعت کا بیان مقصوداً فرماتے ہیں۔

مدح مومن وذم کافر: اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الی قولہ تعالٰی هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۔ اللہ تعالیٰ ساتھی ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے ان کو (کفر کی) تاریکیوں سے نکال کر یا بچا کر نور (اسلام) کی طرف لاتا ہے اور جو لوگ کافر ہیں ان کے ساتھی شیاطین ہیں (انسی یا جنی) وہ ان کو نور (اسلام) سے نکال کر یا بچا کر (کفر کی) تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں ایسے لوگ (جو اسلام کو چھوڑ کر کفر کو اختیار کریں) دوزخ میں رہنے والے ہیں (اور) یہ لوگ اس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے **ف**: بعضے تو پہلے ہی سے مسلمان یا کافر ہوتے ہیں اور بعضے ایک کو چھوڑ کر دوسرے کو اختیار کر لیتے ہیں اس لئے احقر نے دونوں جگہ دو لفظ لکھ دیئے ہیں نکال کر یا بچا کر۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: لَا انْفِصَامَ لَهَا اس میں دلیل ہے اس پر کہ نسبت مع اللہ (جو کہ عروۃ وثقیٰ ہے حصول کے بعد منقطع نہیں ہوتی۔

الحواشی: (۱) قولہ سو اگر الخ یعنی خفاء عارضی منافی نہیں ہے ثبوت ووضوح فی نفسہ کے رہا یہ کہ اکراہ میں ان دونوں کی کیا تخصیص ہے۔ سو دوسری مستقل دلیلیں اس پر قائم ہیں ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله** حاضر **كذا في جامع البيان ۱۲۔ ۲؎ قوله في** ف **فارقا بين العلو والعظمة ماخذه قول البيضاوى والروح العلى المتعالى عن الانداد والاشباه وعن امارات النقص الخ ۱۲۔ ۳؎ قوله في الموضعين** ساتھی **اخذته من الولى بمعنى القرب مع قطع النظر عن المحبة ليبقى الاتحاد في التفسيرين مع عدم لزوم التكلف في ولاية الطاغوت لانهم ليسوا باولياء حقيقة بل اعداء كما يدل عليه الآيات صريحا ۱۲۔ ۴؎ قوله** نکال کر یا بچا کر **ماخذه ما في روح المعانى قيل ان الاخراج قد يكون بمعنى المنع وهو لا يقتضى سابقية الدخول آه قلت فلا حاجة الى التكلفات ۱۲۔**

الروایات: **في لباب النقول روى ابو داؤد والنسائى وابن حبان عن ابن عباسؓ قال كانت المرأة تكون مقلاة فتجعل على نفسها ان عاش لها ولدان تهوده فلما اجليت بنو النضير كان فيهم من ابناء الانصار فقالوا لا ندع ابنائنا فانزل الله لا اكراه في الدين۔ واخرج ابن جرير من طريق سعيد او عكرمة عن ابن عباسؓ قال نزلت لا اكراه في الدين في رجل من الانصار من بنى سالم بن عوف يقال له الحصين كان له ابنان نصرانيان وكان هو مسلما وقال للنبى صلى الله عليه وسلم الا استكرههما فانهما قد ابيا الا النصرانية فانزل الله الآية ۱۲۔**

اللغات: **القيوم قال البيضاوى من قام بالامر اذا حفظه قلت فهو لازم وترجمت بالمتعدى اخذا بالحاصل الا حاطة بالشئى علما علمه كما هو كذا في روح المعانى الكرسى منسوب الى الكرس وهو الملبد اى المجتمع بعضها على بعض ۱۲ من البيضاوى ولا يؤده في روح المعانى لا يثقله ماخوذ من الاود بمعنى الاعوجاج لان الثقيل يميل له ما تحته ۱۲۔ الطاغوت الشيطان فعلوت من الطغيان قلبت (قلبا مكانيا) عينه ولامه ۱۲ بيضاوى قلت فاصله طغيوت ثم طيغوت ثم طاغوت وهو مصدر او اسم جنس يستعمل مفردا وجمعا ومذكرا ومؤنثا العروة من الدلو والكوز المقبض ۱۲ ق من حاشية البيضاوى ۱۲۔**

النحو: **لا تأخذه في روح المعانى وتقديم السنة عليه وقياس المبالغة يقتضى التاخير مراعاة للترتيب الوجودى فلتقدمها على النوم في الخارج قدمت عليه في اللفظ وقال بعض المحققين هذا كله انما يحتاج اليه اذا اخذ الاخذ بمعنى العروض والاعتراء واما لو اخذ بمعنى القهر والغلبة كما ذكره الراغب من ائمة اللغة ومنه قوله تعالٰى اخذ عزيز مقتدر فالترتيب على مقتضى الظاهر اذ يكون المعنى لا تغلبه السنة ولا النوم الذى هو اكثر غلبة منها قلت وقد اخذته في الترجمة بمعنى الغلبة يعلم ما بين ايديهم في روح المعانى ضمير الجمع يعود الى ما في السمٰوات الخ الا انه غلب من يعقل على غيره آه قلت وبالتغليب ترجمت ۱۲۔ فقد استمسك بالعروة يجوز ان يجعل الكلام تمثيلا مبنيا على تشبيه الهيئة العقلية المنتزعة من ملازمة الحق الذى لا يحتمل النقيض بوجه اصلا لثبوته بالبراهين النيرة القطعية بالهيئة الحسية المنتزعة من التمسك بالحبل المحكم المامون انقطاعه من غير تعرض للمفردات واختار ذلك بعض**

المحققین ولا یخلو عن حسن ۱۲ روح المعانی۔

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ۬ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَوْلِیٰٓـٴُـهُمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۠ (۲۵۷) اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖۤ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَ اُمِیْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۚ (۲۵۸)

اللہ تعالیٰ ساتھی ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے ان کو (کفر کی تاریکیوں) سے نکال کر یا بچا کر نور (اسلام) کی طرف لاتا ہے اور جو لوگ کافر ہیں ان کے ساتھی شیاطین ہیں (انسی یا جنی) وہ ان کو نور (اسلام) سے نکال کر یا بچا کر (کفر کی) تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں۔ ایسے لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں (اور) یہ لوگ اس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے۔ (اے مخاطب) کیا تجھ کو اس شخص کا قصہ تحقیق نہیں ہوا (یعنی نمرود کا) جس نے حضرت ابراہیم سے مباحثہ کیا تھا اپنے پروردگار کے (وجود کے) بارہ میں۔ اس وجہ سے کہ خدا تعالیٰ نے اس کو سلطنت دی تھی۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا پروردگار ایسا ہے کہ وہ جلاتا ہے اور مارتا ہے۔ کہنے لگا میں بھی جلاتا ہوں اور مارتا ہوں۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آفتاب کو (روز کے روز) مشرق سے نکالتا ہے تو (ایک ہی دن) مغرب سے نکال دے۔ اس پر متحیر رہ گیا وہ کافر (اور کچھ جواب نہ بن آیا) اور اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ ایسے بیجا راہ پر چلنے والوں کو ہدایت نہیں فرماتے ○

تفسیر ربط: او پر ذکر تھا اہل ایمان کے نور اور اہل کفر کے ظلمات کا آگے اس کی تائید اور تنظیر میں تین قصے بیان فرماتے ہیں جن میں حضرت ابراہیم اور ایک اور بندۂ خدا کو نور ہدایت وقوت ایمان عطا ہونا اور نمرود کا ظلمت ضلالت وکفر میں گرفتار رہنا مذکور ہے۔

قصہ اول: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ (الی قوله تعالی) وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۔ (اے مخاطب) کیا تجھ کو اس شخص کا قصہ تحقیق نہیں ہوا یعنی نمرود کا جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مباحثہ کیا تھا اپنے پروردگار کے (وجود کے) بارہ میں (یعنی تو بہ وہ خدا کے وجود کا منکر تھا) اس وجہ سے کہ خدا تعالیٰ نے اس کو سلطنت دی تھی (یعنی چاہیے تو یہ تھا کہ نعمت سلطنت پر احسان مانتا اور ایمان لاتا اس نے برعکس انکار اور کفر شروع کر دیا اور یہ مباحثہ اُس وقت ہوا تھا) جب ابراہیم علیہ السلام نے (اس کے پوچھنے پر کہ خدا کیسا ہے جواب میں) فرمایا کہ میرا پروردگار ایسا ہے کہ وہ جلاتا ہے اور مارتا ہے (یعنی یہ اُس کے خواص صفات سے ہیں وہ کوڑھ مغز جلانے اور مارنے کی حقیقت تو سمجھا نہیں) کہنے لگا کہ (یہ کام تو میں بھی کر سکتا ہوں کہ) میں بھی جلاتا ہوں اور مارتا ہوں (چنانچہ جس کو چاہوں قتل کر دوں یہ تو مارنا ہے اور جس کو چاہوں قتل سے معاف کر دوں یہ جلانا ہے) ابراہیم علیہ السلام نے (جب دیکھا کہ بالکل ہی بھدی عقل کا ہے کہ اس کو جلانا اور مارنا سمجھتا ہے حالانکہ جلانے کی حقیقت یہ ہے کہ بے جان چیز میں جان ڈال دے نہ یہ کہ اس کو چھوڑ دے اسی طرح مارنا یہ ہے کہ اس کی جان اپنے اختیار سے نکالے نہ یہ کہ مثلاً اس کی گردن الگ کر دے اور جان بدوں اس کے اختیار کے نکل جاوے ورنہ یہ اختیار بھی ہونا چاہئے تھا کہ گردن الگ کر دے اور جان نہ نکلنے دے اور قرائن سے معلوم ہوا کہ یہ جلانے اور مارنے کی حقیقت تو سمجھے گا نہیں اس ضرورت سے دوسرے جواب کی طرف متوجہ ہوئے اور) فرمایا کہ (اچھا) اللہ تعالیٰ آفتاب کو (روز کے روز) مشرق سے نکالتا ہے تو (ایک ہی دن) مغرب سے نکال (کر دکھلا) دے اس پر متحیر رہ گیا وہ کافر (اور کچھ جواب بن نہ آیا اب اس کا مقتضا یہ تھا کہ طریق ہدایت کو قبول کر لیتا مگر وہ اپنی اسی بے جا راہ پر جما رہا اس لئے ہدایت نہ ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ) ایسے بے جا راہ پر چلنے والوں کو ہدایت نہیں فرماتے (بلکہ عادت یہ ہے کہ اول) کوئی ارادہ قبول حق کا کرے پھر ہدایت پیدا کر دیتے ہیں اور افعال اختیار میں جو ارادہ نہ کرے اللہ تعالیٰ اس فعل کو پیدا نہیں کرتے) **ف ۱**: اگر کہا جاوے کہ ارادہ بھی تو ان ہی کے پیدا کرنے پر موقوف ہے جواب یہ ہے کہ یہ راز قدر ہے اس کی تحقیق آیت :اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا شروع سورت میں دیکھ لیا جاوے۔

ف ۲: بعضوں کو یہ شبہ ہوا ہے کہ اس کو اس کہنے کی گنجائش تھی کہ اگر خدا موجود ہے تو وہی مغرب سے نکالے دفع اس شبہ کا یہ ہے کہ اس کے قلب میں بلا اختیار یہ بات پڑ گئی کہ خدا ضرور ہے اور یہ مشرق سے نکالنا اسی کا فعل ہے اور وہ مغرب سے بھی نکال سکتا ہے اور یہ شخص پیغمبر ہے اس کے کہنے سے ضرور ایسا ہو جاوے گا اور ایسا ہونے سے انقلاب عظیم عالم میں پیدا ہوگا کہیں اور لینے کے دینے نہ پڑ جاویں مثلاً لوگ اس خارق عادت کو دیکھ کر مجھ سے منحرف ہو کر ان کی راہ پر ہو لیں ذرا

سی حجت میں سلطنت جاتی رہے یہ جواب تو اس لئے نہ دیا اور کوئی دوسرا جواب تھا ہی نہیں اس لئے حیران منہ دیکھ کر رہ گیا خوب سمجھ لو۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اس میں اثبات ہے ولایت عامہ کا۔ قولہ تعالیٰ: اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ الخ اس میں دلالت ہے اس پر کہ مباحثہ کرنا جب کہ ضرورت دینیہ واقع ہو تجرید و تفرید کے منافی نہیں خصوص کامل کے لئے و نیز اس میں ابطال ہے مداہنت کا۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قولہ** اس کے خواص الخ **اشارة الى حاصل الاستدلال وهو الاستدلال بخواص الشئى على وجوده لان التابع لا يوجد بدون المتبوع ولا متبوع الا ذاك الشئ فاذا ثبت التابع ثبت ذاك الشئ وهذا ظاهر جد او حاصل النقض اثبات تلك الخواص لنفسه ان كان مبطلا فيه۱۲۔** ۲؎ **قولہ** جب دیکھا **اشارة الى جواز الانتقال من دليل الى آخر لضرورة غيره اى المخاطب من كونه ضعيف الفهم وما اشتهر من عدم جوازه انما هو لضرورة نفسه من العجز عن اثبات الاول فافهم۱۲۔** ۳؎ **قولہ** اچھا **يستعمل فى موضع الانتقال۱۲۔**

اللغات: **البهت الغلبة كقوله فتبهتهم اى تغلبهم والمبهوت المغلوب المتحير۱۲۔**

البلاغۃ: **افرد النور وجمع الظلمات لان الباطل متعدد والحق واحد هو نفى جميع انواع الباطل۱۲۔ ان الله اى حاج لاجله شكرا له على طريقة العكس كقولك عاديتنى لانى احسنت اليك۱۲۔**

اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۵۹﴾

یا تم کو اس طرح کا قصہ بھی معلوم ہے جیسے ایک شخص تھا کہ ایک بستی پر ایسی حالت میں اس کا گزر ہوا کہ اس کے مکانات اپنی چھتوں پر گر گئے تھے کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ اس بستی (کے مردوں) کو اس کے مرے پیچھے کس کیفیت سے زندہ کر دیں گے۔ سو اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو سو برس تک مردہ رکھا پھر اس کو زندہ کر اُٹھایا اور پھر پوچھا کہ تو کتنے دنوں اس حالت میں رہا۔ اس شخص نے جواب دیا کہ ایک دن رہا ہوں گا یا ایک دن سے بھی کم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تو سو برس رہا ہے۔ تو اپنے کھانے (کی چیز) اور پینے (کی چیز) کو دیکھ لے کہ نہیں سڑی گلی اور (دوسرے) اپنے گدھے کی طرف نظر کر اور تا کہ ہم تجھ کو ایک نظیر لوگوں کے لئے بنا دیں اور (اس گدھے کی) ہڈیوں کی طرف نظر کر ہم ان کو کس طرح ترکیب دیتے ہیں۔ پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں پھر جب یہ سب کیفیت اس شخص پر واضح ہو گئی تو کہہ اٹھا کہ میں یقین رکھتا ہوں کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں۞

تفسیر: قصہ دوم: اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ (الی قولہ تعالی) قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۵۹﴾

یا تم کو اس طرح کا قصہ بھی معلوم ہے جیسے ایک شخص تھا کہ (چلتے چلتے) ایک بستی پر ایسی حالت میں اس کا گزر ہوا کہ اس کے مکانات اپنی چھتوں پر گر گئے تھے (یعنی پہلے چھتیں گریں پھر ان پر دیواریں گر گئیں مراد یہ کہ کسی حادثہ سے وہ بستی بالکل ویران ہو گئی تھی اور سب آدمی مر مرا گئے تھے وہ شخص یہ حالت دیکھ کر براہِ حیرت) کہنے لگا کہ (معلوم نہیں) اللہ تعالیٰ اس بستی کو (یعنی اس کے مُردوں کو) اس کے مَرے پیچھے کس کیفیت سے (قیامت میں) زندہ کریں گے (یہ تو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں مردوں کو جلا وینگے مگر اس وقت کے جلانے کا جو خیال غالب ہوا تو بوجہ امر عجیب ہونے کے ایک حیرت سی دل پر غالب ہو گئی اور چونکہ خدا تعالیٰ ایک کام کو کئی طرح کر سکتے ہیں اس لئے طبیعت اس کی جویاں ہوئی کہ خدا جانے جلانا کس صورت سے ہو گا اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ اس کا تماشا اس دنیا ہی میں دکھلا دیں تا کہ ایک نظیر کے واقع ہو جانے سے لوگوں کو زیادہ ہدایت ہو) سو (اس لئے) اللہ تعالیٰ نے اُس شخص (کی جان قبض کر کے اس) کو سو برس تک مردہ رکھا پھر (سو برس کے بعد) اس کو زندہ کر اُٹھایا (اور پھر) پوچھا کہ تو کتنی مدت اس حالت میں رہا اس شخص نے جواب دیا کہ ایک دن رہا ہوں گا یا ایک دن سے بھی کم (کنایہ ہے مدت قلیل سے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تو (اس حالت میں) سو برس رہا ہے (اور اگر اپنے بدن کے اندر تغیر نہ ہونے سے تعجب ہو)

تو اپنے کھانے پینے (کی چیز) کو دیکھ لے کہ (ذرا) نہیں سڑی گلی (ایک قدرت تو ہماری یہ ہے) اور (دوسری قدرت دیکھنے کے واسطے) اپنے (سواری کے) گدھے کی طرف نظر کر (کہ گل سڑ کر کیا حال ہو گیا ہے اور ہم عنقریب اس کو تیرے سامنے زندہ کئے دیتے ہیں) اور (ہم نے تجھ کو اس لئے مار کر زندہ کیا ہے) تا کہ ہم تجھ کو (اپنی قدرت کی) ایک نظیر لوگوں کے لئے بنا دیں (کہ اس نظیر[1] سے بھی قیامت کے زندہ ہونے پر استدلال کر سکیں) اور (اب اس گدھے کی) ہڈیوں کی طرف نظر کر کہ ہم ان کو کس طرح ترکیب دیئے دیتے ہیں پھر ان پر گوشت چڑھائے دیتے ہیں (پھر اس میں جان ڈالے دیتے ہیں غرض یہ سب امور یوں ہی کر دیئے گئے) پھر جب یہ سب کیفیت اس شخص کو (مشاہدہ سے) واضح ہو گئی تو (بے اختیار جوش میں آ کر) کہہ اُٹھا کہ میں (دل سے) یقین رکھتا ہوں کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔ **ف**: روح المعانی میں بروایت حاکم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور بروایت اسحٰق بن بشیر حضرت ابن عباسؓ وعبداللہؓ سے نقل کیا ہے کہ یہ شخص حضرت عزیر علیہ السلام ہیں اسی واسطے احقر نے اثناء ترجمہ میں تصریح کر دی کہ ان کو بعث کا یقین تھا اور پھر اس حیرت کا محل بھی ظاہر کر دیا کہ منجملہ کیفیات ممکنہ مختلفہ کسی خاص کیفیت کی تعیین تھی اور اس سے ہی یہ بھی سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ آخر میں جو کہا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا یقین کرتا ہوں یہ ایک طبعی اور اضطراری حالت ہے کہ نئی بات کو دیکھ کر اقرار قدرت کو تازہ کیا جاتا ہے اور اعتقادِ قدرت پہلے سے بھی ہوتا ہے جیسے سبحان اللہ یا لا الٰہ الا اللہ یا اللہ اکبر ایسے موقع پر ہمارے محاورات میں بھی عادت ہے حالانکہ ان کے مضامین کا پہلے سے بھی عقیدہ ہوتا ہے اور ان کی اس حیرت کا جواب اس مجموعی کیفیت سے دینا اس کی وجہ احقر کے ذوق میں یہ ہے کہ محل حیرت یعنی احیاء یوم البعث مشتمل ہے چند اجزاء پر اول خود زندہ کرنا دوسرے مدت طویل کے بعد زندہ کرنا۔ تیسرے خاص کیفیت سے زندہ کرنا۔ چوتھے اس مدت تک روح کا باقی رکھنا۔ پانچویں بعد بعث کے برزخ میں رہنے کی مدت معلوم نہ ہونا جزو اوّل پر خود ان کے زندہ کرنے اور ان کے گدھے میں جان ڈالنے سے دلالت کی گئی اور دوسرے جزو کے اثبات کے لئے ان کو سو برس تک مردہ رکھا۔ تیسرا جزو خود گدھا ان کے سامنے زندہ کر کے دکھا دیا۔ چوتھے جزو کا نمونہ طعام وشراب کا باقی رکھنا اور خود ان کے بدن کا باقی رکھنا دکھلایا جو بالاولیٰ امکان بقاء روح پر دال ہے کیونکہ بدن وطعام وشراب بوجہ اشتمال عناصر کے بہ نسبت روح کے تغیر وفساد کے زیادہ قابل ہیں۔ اور پانچویں امر کی نظیر ان کا جواب میں یوماً او بعض یوم کہنا ہے جیسا بعینہٖ یہی جواب بعض اہل محشر دیں گے۔ رہی یہ بات کہ جب دوسروں نے دیکھا نہیں تو لوگوں کے لئے نمونہ قدرت کس طرح ہوگا وجہ اس کی یہ ہے کہ قرائن خارجیہ قطعیہ سے ان کا صدق بیان لوگوں کو بطور علم ضروری کے معلوم ہو جاوے گا جیسا خود ان کو ایسے ہی قرائن سے نیز اپنا مردہ رہنا مدت طویل تک معلوم ہو جاوے گا واللہ اعلم۔

ملحقات الترجمۃ: [1] **قوله** اس نظیر سے بھی زاد مراد ف ایضاً لعدم توقف الاستدلال علیه بعد قیام البراهین القطعیة ۱۲۔

اختلاف القراءۃ: قال البیضاوی قرأ حمزة والکسائی قال اعلم علی الامر والآمر مخاطبه او هو نفسه خاطبها به علی طریقة التبکیت ۱۲۔

اللغات: لم یتسنه فی روح المعانی لم یتغیر اشتقاقه من السنة وفی لامها اختلاف فقیل هاء بدلیل سانهت فلانا فهو مجزوم بسکون الهاء و قیل واو بدلیل الجمع علی سنوات فهو مجزوم بحذف الاخر والهاء هاء سکت و قیل اصله لم یتسنن و سنه الحما المسنون وا بدلت الاخیرة یا' لم الفالم حذفت للجازم قوله کیف ننشزها زفع بعضا الی بعض ونرکبه علیه و قرأ ابن کثیر و نافع و ابو عمرو و یعقوب ننشرها (ها بالراء المحملة من نشر الله الموتی (فی القاموس والنشر احیاء الموتی کالنشور والانشاء) کذا قال البیضاوی والعصام ۱۲۔

النحو و البلاغة: او **کالذی** عطف علی سابقه والکاف اسمیة بمعنی مثل معمولة لا رأیت ای او ارایت مثل الذی مرو الی ذلك ذهب الکسائی والفراء وابو علی واکثر النحویین وحذف ارأیت لدلالة الم تر علیه علی انه قد قیل ان مثال هذا النظم کثیرا ما یحذف منه فعل الرؤیة کقولهٗ قال لها کلابها اسرعی ○ کالیوم مطلوبا ولا طالبا۔ وجئی بهذه الکاف للتنبیه علی تعدد الشواهد وعدم انحصارها فی ما ذکر کما فی قولك الفعل الماضی مثل نصر وتخصیص هذا بذلك علی ما قیل لان منکر الاحیاء کثیر والجاهل بکیفیة اکثر من ان یحصی بخلاف مدعی الربوبیة وانما لم یجعل الکاف اصلیة والعطف علی الذی نفسه فی الآیة السابقة لا ستلزامه دخول الی علی الکاف ولا یدخل علیها من الحروف الا ما ثبت فی کلامهم وهو عن آه روح المعانی قوله یوما او بعض یوم فی روح المعانی قاله بناء علی التقریب والتخمین او استقصار المدة لبثه واعترض علی الوجه المشهور وهو ما فی الجلالین انه نام اول النهار فقبض واحیی عند الغروب فظن انه یوم النوم آه بانه لا وجه للجزم بتمام الیوم ولو بناه علی حسبان الغروب لتحقق النقصان فی اوله قوله فانظر المفرع علیه لبث المأة من غیر تغیر فی جسمه حتی ظنه زمانا قلیلا ففرع علیه ما هو اظهر منه وعدم تغیر الطعام والشراب

آه روح المعانی قوله اعلم فی روح المعانی ایثار صیغة المضارع للدلالة علی ان علمه بذلك مستمر نظرا الی ان اصله لم یتغیر بل انما تبدل بالعیان وصفه وفیه اشعار بانه انما قال ما قال بناء علی الاستبعاد العادی واستعظاما للامر قلت وبترجمتی بمادة رکھتا ہوں اشرت الی دوامه ۱۲۔

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی ؕ قَالَ اَوَ لَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰی وَ لٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی کُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا ؕ وَ اعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ﴿۲۶۰﴾ ع ۳۵ مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ کَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَ اللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۶۱﴾ اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّ لَآ اَذًی ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۲۶۲﴾ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ خَیْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ یَّتْبَعُهَآ اَذًی ؕ وَ اللّٰهُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ ﴿۲۶۳﴾

اور اس وقت کو یاد کرو جبکہ ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار مجھے دکھلا دیجئے کہ آپ مردوں کو کس کیفیت سے زندہ کریں گے۔ ارشاد فرمایا کیا تم یقین نہیں لائے۔ انہوں نے عرض کیا یقین کیوں نہ لاتا لیکن اس غرض سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ میرے قلب کو سکون ہو جائے۔ ارشاد ہوا کہ اچھا تو تم چار پرندے لو۔ پھر (ان کو) اپنے لئے ہلالو پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک ایک حصہ رکھ دو (اور) پھر ان سب کو بلاؤ دیکھو تمہارے پاس سب دوڑے چلے آئیں گے اور خوب یقین رکھو اس بات کا کہ حق تعالیٰ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں۔ ان کے خرچ کئے ہوئے مالوں کی حالت (عند اللہ) ایسی ہے جیسے ایک دانہ کی حالت جس سے (فرض کرو) سات بالیں جمیں (اور) ہر بالی کے اندر سو دانے ہوں اور یہ افزونی خدا تعالیٰ جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے ہیں۔ جاننے والا ہے۔ جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر خرچ کرنے کے بعد نہ تو (اس پر) احسان جتلاتے ہیں اور نہ (برتاؤ سے) اس کو آزار پہنچاتے ہیں۔ ان لوگوں کو ان کے اعمال کا ثواب ملے گا ان کے پروردگار کے پاس اور نہ ان پر کوئی خطرہ ہوگا اور نہ یہ مغموم ہوں گے۔ مناسب بات کہہ دینا اور درگزر کرنا ہزار درجہ بہتر ہے ایسی خیرات (دینے) سے جس کے بعد آزار پہنچایا جائے اور اللہ تعالیٰ غنی ہیں حلیم ہیں۔

تفسیر: قصہ سوم: وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی ؕ (الی قوله تعالی) وَ اعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ۔ اور اس وقت (کے واقعہ) کو یاد کرو جب کہ ابراہیم علیہ السلام نے (حق تعالیٰ سے) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار مجھ کو (یہ) دکھلا دیجئے کہ آپ مردوں کو (قیامت میں مثلاً) کس کیفیت سے زندہ کریں گے (یعنی زندہ کرنے کا تو یقین ہے مگر عقلاً اس کی مختلف کیفیتیں ممکن ہیں ان میں سے معلوم نہیں کون سی کیفیت ہوگی چونکہ اس درخواست کا قصہ سن کر احتمال تھا کہ کسی کم سمجھ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نعوذ باللہ یقین نہ رکھنے کا گمان ہو جاتا اس لئے حق تعالیٰ نے ان سے اس کا سوال کر کے اور ان کا جواب نقل فرما کر اس کو صاف کر دیا چنانچہ ان سے) ارشاد فرمایا کہ کیا تم (اس پر) یقین نہیں لائے انہوں نے (جواب میں) عرض کیا کہ یقین کیوں نہ لاتا ولیکن اس غرض سے یہ درخواست کرتا ہوں تاکہ میرے قلب کو (تعیین کیفیت کے بارہ میں مشاہدہ کرنے سے) سکون ہو جاوے (اور بہت سے احتمالات میں ذہن کو حرکت نہ ہو) ارشاد ہوا کہ اچھا تو تم چار پرندے لو پھر ان کو (پال کر) اپنے لئے ہلالو (تاکہ ان کی خوب شناخت ہو جاوے) پھر (سب کو ذبح کر کے اور مع استخوان و پر وغیرہ کے ان کا خوب قیمہ سا کر کے اس کے کئی حصے کر کے اور کئی پہاڑ اپنے اختیار سے تجویز کر کے) ہر پہاڑ پر ان میں کا ایک ایک حصہ رکھ دو (اور) پھر ان سب کو بلاؤ (دیکھو) تمہارے پاس سب (زندہ ہو کر) دوڑے دوڑے چلے آویں گے اور خوب یقین رکھو اس بات کا کہ حق تعالیٰ زبردست (قدرت والے) ہیں سب کچھ کر سکتے ہیں مگر پھر جو بعض باتیں نہیں کرتے اس کی وجہ یہ ہے کہ) حکمت والے (بھی) ہیں۔ **ف**: روح المعانی میں بسند ابن المنذر حضرت حسنؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی طرح حصے پارچے کر کے ان کو پکارا فوراً ہی ہڈی سے ہڈی پر سے پر خون سے خون سب مل ملا کر سب اپنی اصلی ہیئت پر ہو کر ان کے پاس زندہ ہو کر آ گئے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابراہیم اسی طرح قیامت کے روز سب اجزا و اجساد کو جمع کر کے

ایک دم سے جان ڈال دوں گا فقط اس واقعہ کو دکھلا کر اللہ تعالیٰ نے کیفیت احیاء یوم قیامت کی بتلا دی کہ اسی طرح اول اجزاء بدنیہ مختلف مقامات سے جمع ہو کر اجساد تیار ہوں گے پھر ان میں روح پڑ جاوے گی۔ اور کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ حضرت علیؓ کا قول مشہور ہے کہ اگر حجاب اُٹھ جاوے جب بھی میرے یقین میں بیشی نہ ہو یعنی جتنی بیشی ممکن ہے وہ بدون رفع حجاب ہی حاصل ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اس قصہ میں یقین بڑھنا معلوم ہوتا ہے جس سے شبہ ہوتا ہے کہ پہلے سے یہ مرتبہ حاصل نہ تھا تو اس سے حضرت علیؓ کی افضلیت کا وسوسہ ہوتا ہے جواب برتقدیر ثبوت اس قول کے یہ ہے کہ اولاً یہی مسلّم نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یقین میں بیشی ہوگئی تھی بلکہ صرف کیفیت کے مشاہدہ سے ایک کیفیت متعین ہوگئی جس کو یقین کی بیشی میں کوئی دخل نہیں اور اگر اس بیشی کو تسلیم بھی کر لیا جاوے تو جواب یہ ہے کہ کمال یقین نبوت کے مرتبہ کا جدا ہے اور ولایت کا جدا اور ولایت کا مرتبہ کمال یقین نبوت کے مرتبہ کمال یقین بلکہ اصل یقین سے بھی کمتر اور ضعیف ہوتا ہے پس اگر حضرت علیؓ کو کمال مرتبہ یقین مناسبہ مقام ولایت حاصل ہو جس سے ابراہیم علیہ السلام کا مرتبہ نفس یقین بھی بڑھا ہوا ہے تو اس سے افضلیت حضرت علیؓ کی لازم نہیں آئی خوب سمجھ لو۔

ربط : آگے پھر عود ہے مضمون انفاق فی سبیل اللہ کی طرف جس کے تکرار ذکر کی وجہ تقریر آیۃ : اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْا میں بیان ہو چکی ہے چنانچہ اس مقام سے پھر دوسرے اغراض کے لئے اس کا ذکر چلا ہے چنانچہ عنوانوں کو ترجمہ پر منطبق کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔

فضیلت انفاق فی سبیل اللہ: مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (الی قولہ تعالیٰ) وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں (یعنی امور خیر میں) اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کئے ہوئے مالوں کی حالت (عند اللہ) ایسی ہے جیسے ایک دانہ کی حالت جس سے (فرض کرو) سات بالیں جمیں (اور) ہر بال کے اندر سو دانے ہوں (اسی طرح خدا تعالیٰ ان کا ثواب سات سو (۷۰۰) حصہ تک بڑھاتا ہے) اور یہ افزونی خدا تعالیٰ جس کو چاہتا ہے (بقدر اس کے اخلاص اور مشقت کے) عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے ہیں (ان کے یہاں کسی چیز کی کمی نہیں وہ سب کو یہ افزونی دے سکتے ہیں مگر ساتھ ہی) جاننے والے (بھی) ہیں (اس لئے (اخلاص نیت وغیرہ کو دیکھ کر عطا فرماتے ہیں) ف : نیک کام میں خرچ کرنا باعتبار نیت کے تین قسم کا ہے۔ ایک نمائش کیساتھ اس کا کچھ ثواب نہیں جیسا عنقریب آتا ہے۔ دوسرے ادنیٰ درجہ کے اخلاص کیساتھ اس کا ثواب دس حصہ ملتا ہے : مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا۔ میں اس ادنیٰ ہی کا بیان ہے۔ تیسرے زیادہ اخلاص یعنی اس کے اوسط یا اعلیٰ درجہ کے ساتھ اس کے لئے اس آیت میں وعدہ ہے دس سے زیادہ سات سو تک علی حسب تفاوت المراتب اور اوپر ایک آیت : مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا۔ میں بیان ہو چکا ہے کہ اس سات سو کے وعدہ کے بعد اور زیادہ کا بھی وعدہ ہو گیا ہے اسی طرح تفاوت ہو جاتا ہے مشقت کی قلت و کثرت سے مثلاً دس روپیہ والے کو ایک روپیہ دینا کم مشقت ہے اور دس پیسہ والے کو ایک پیسہ دینا زیادہ مشقت۔

ربط : آگے انفاق فی الخیر کے مقبول ہونے کے اور بعض شرائط بیان فرماتے ہیں۔

بعض شرائط قبول انفاق فی الخیر: یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (الی قولہ تعالیٰ) وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۔ جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر خرچ کرنے کے بعد نہ تو (جس کو دیا ہے اس پر زبان سے) احسان جتلاتے ہیں اور نہ (برتاؤ سے اس کو) آزار پہنچاتے ہیں ان لوگوں کو ان (کے عمل) کا ثواب ملے گا ان کے پروردگار کے پاس (جا کر) اور نہ (قیامت کے دن) ان پر کوئی خطرہ ہوگا اور نہ یہ مغموم ہوں گے۔ ف : برتاؤ سے آزار پہنچانا یہ کہ مثلاً اپنے احسان کی بنا پر اس کے ساتھ تحقیر سے پیش آوے اس سے دوسرا آزار پاتا ہے۔

ربط : آگے مذمت احسان اور ایذا رسانی کی فرماتے ہیں : قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ (الی قولہ تعالیٰ) وَاللّٰهُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ ۔ ناداری کے وقت جواب میں معقول و مناسب بات کہہ دینا اور اگر سائل بدتمیزی سے غصہ دلا دے یا اصرار سے تنگ کرے تو اس سے) درگذر کرنا (ہزار درجہ) بہتر ہے ایسی خیرات (دینے) سے جس کے بعد آزار پہنچایا جاوے اور اللہ تعالیٰ (خود) غنی ہیں (کسی کے مال کی ان کو حاجت نہیں جو کوئی خرچ کرتا ہے اپنے واسطے پھر آزار کس بنا پر پہنچایا جاوے اور آزار دینے پر جو فوراً سزا نہیں دے دیتے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ) حلیم (بھی) ہیں۔ ف : ناداری کی قید اس لئے لگائی کہ استطاعت کے وقت حاجتمند کی اعانت نہ کرنا خود برا ہے اس کو بہتر کیوں کہا جاتا ہے البتہ ناداری کے وقت نرمی سے جواب دے دینا اور سائل کی سختی کو ٹال دینا چونکہ موجب ثواب ہے اس لئے اس کو خیر فرمایا گیا اور آزار پہنچانا حرام اور موجب عذاب ہے گو بظاہر اس میں بوجہ اس کے کہ اس میں دینا تو پایا گیا گونہ خیریت معلوم ہوتی تھی لیکن اس سے خیریت کی نفی فرمائی گئی اور اس آیت میں آزار پہنچانے سے مراد عام ہے احسان جتلانا بھی اس میں آ گیا۔

ربط : آگے من و اذی کا اور ان کے ساتھ ریا کا موجب بطلان ثواب انفاق ہونا مع ایک مثال کے بیان فرماتے ہیں جس سے مقصود ان امور سے منع فرمانا ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ ؕ اس میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ عدم سکون کو ایمان وعرفان سے منافات نہیں اور طمانیت مقام نبوت کے مناسب تھی اور یہ اس طمانیت سے فوق ہے جو کہ مقام صدیقیت وولایت کے مناسب ہے جو ان سے مفقود نہ تھی اور نہ پہلی طمانیت صدیقین کو کبھی میسر ہے پس جس بزرگ کا قول ہے: لو كشف لی الغطاء ما ازددت يقينا ای طمانيةً ۔ اس قائل کا حضرت خلیل علیہ السلام سے افضل ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ وہ یہ طمانیت ہے جو مقام صدیقیت کے مناسب ہے اور حضرت خلیل علیہ السلام نہ اس کے فاقد تھے اور نہ اس کے طالب۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قولہ کئی پہاڑ اپنے اختیار سے ماخذہ ما فی روح المعانی کل جبل یمکنك الوضع علیه ولم یعین له ذلك ۱۲۔
۲؎ قولہ فی ف جوابا للشبهة ماخذہ روح المعانی ۱۲۔ ۳؎ قولہ یہ افزونی ماخذہ تفسیر البیضاوی وقال یضاعف تلك المضاعفة ۱۲۔

الکلام: قوله ادعهن استشكل بان دعاء الجماد غير معقول واجيب بانه من قبيل دعاء التكوين ۱۲ روح المعانی۔

اللغات: قال البيضاوی المن ان يعتد باحسانه والاذی ان يتطاول عليه ای يتفاخر ۱۲۔

النحو: مثل الذين علی حذف المضاف ای نفقات الذين ولما كان المحذوف كالملفوظ اظهرته فی الترجمة ما انفقوا مصدرية ۱۲۔

البلاغۃ: قوله اولم تؤمن فی الانتصاف اما سوال الخليل عليه السلام بقوله كيف تحيی الموتٰی فليس عن شك ولكنه سوال عن كيفية الاحياء ولا يشترط فی الايمان الاحاطة بصورتها ويدل علی ذلك كيف وموضوعها السوال عن الحال ونظيره ان يقول القائل كيف يحكم زيد فی الناس فهو لا يشك انه يحكم فيهم ولكنه سال عن كيفية حكمه فان قلت اذا كان السوال مصروفا الی الكيفية التی لا يضر عدم تصورها بالايمان فما موقع قوله تعالٰی اولم تؤمن قلت ان هذه الصيغة تستعمل ظاهرا فی السوال عن الكيفية كما مر وقد تستعمل فی الاستعجاز مثاله ان يدعی مدع انه يحمل ثقلا وانت جازم بعجزه فتقول له ارنی كيف تحمل هذا فلما علم الله تعالٰی بان ابراهيم مبرأ منه اراد بقوله اولم تؤمن ان ينطق ابراهيم بقوله بلی ليدفع عنه ذلك۔ فان قلت فما موقع قول ابراهيم ولكن ليطمئن قلبی وذلك يشعر ظاهرا بانه كان عندالسوال فاقدا للطمانينة قلت معناه ولكن ليزول عن قلبی الفكر فی كيفية الحيٰوة بانی اذا شاهدتها سكن قلبی عن الجولان فی كيفياتها المتخيلة وتعينت عندی بالتصوير المشاهد آه قلت ولله در هذا المحقق فما احسن تحقيقه وما ابدع تدقيقه ۱۲۔ قوله سعيا انما لم يقل طيرانا لانه اذا كانت ساعية كان البت لنظره عليها من ان تكون طائرة والله اعلم ۱۲ انتصاف۔ قال البيضاوی وهو تمثيل لا يقتضی وقوعه وقد يكون فی الذرة والدخن والاراضی المغلة آه ۱۲ فی الانتصاف ما حاصله ان ثم فی اصل وضعها لتراخی المعطوف عن المعطوف عليه اعم من ان يكون حدوثا او بقاء ومعناها باعتبار البقاء دوام وجود الفعل وتراخی زمن بقائه وعليه حمل قوله تعالٰی ثم استقاموا وكذلك قوله تعالٰی ثم لا يتبعون وقريب من هذا اومثله ان السين يصحب الفعل لتراخی زمان وقوعه ابتداءً او بقاءً وعليه ورد قوله تعالٰی انی ذاهب الی ربی سيهدين ۱۲ قوله اذی وانما لم يذكرا لمن لان الاذی يشمله وغيره وذكره فيما تقدم اهتماما به لكثرة وقوعه من المتصدقين وعر تحفظهم عنه آه ۱۲ روح المعانی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۶۴﴾ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۶۵﴾

اے ایمان والو تم احسان جتلا کر یا ایذا پہنچا کر اپنی خیرات کو برباد مت کرو۔ جس طرح وہ شخص جو اپنا مال خرچ کرتا ہے (محض) لوگوں کے دکھلانے کی غرض سے اور ایمان

نہیں رکھتا اللہ پر اور یوم قیامت پر سو اس شخص کی حالت ایسی ہے جیسے ایک چکنا پتھر ہو جس پر کچھ مٹی آ گئی ہو پھر اس پر زور کی بارش پڑ جائے سو اس کو بالکل صاف کر دے ایسے لوگوں کو اپنی کمائی ذرا بھی ہاتھ نہ لگے گی اور اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو (جنت کا) راستہ نہ بتلا دیں گے۔ اور ان لوگوں کے خرچ کیے ہوئے مال کی حالت جو اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی غرض سے اور اس غرض سے کہ اپنے نفسوں (کو اس عمل شاق کا خوگر بنا کر ان میں) پختگی پیدا کریں مثل حالت ایک باغ کے ہے جو کسی ٹیلے پر ہو کہ اس پر زور کی بارش پڑی ہو پھر وہ دونا (چوگنا) پھل لایا ہو اور اگر ایسے زور کا مینہ نہ پڑے تو ہلکی پھوار بھی اسکو کافی ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب دیکھتا ہے ۞

تفسیر: بطلانِ ثواب بہ من واذیٰ وریا: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰى (الی قولہ تعالیٰ) وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ۞ اے ایمان والو تم احسان جتلا کر یا ایذا پہنچا کر اپنی خیرات کے ثواب بڑھنے) کو برباد مت کرو جس طرح وہ شخص (خود خیرات کے اصل ثواب ہی کو برباد کر دیتا ہے) جو اپنا مال خرچ کرتا ہے (محض) لوگوں کو دکھلانے کی غرض سے اور ایمان نہیں رکھتا اللہ پر اور یوم قیامت پر (مراد اس سے بقرینہ نفی ایمان کے منافق ہے) سو اس شخص کی حالت ایسی ہے جیسے ایک چکنا پتھر (فرض کرو) جب کچھ مٹی (آ گئی ہو) اور اس مٹی میں کچھ گھاس پھوس جم آیا ہو) پھر اس پر زور کی بارش پڑ جاوے سو اس کو (جیسا تھا ویسا ہی) بالکل صاف کر دے (اسی طرح اس منافق کے ہاتھ سے اللہ کی راہ میں کچھ خرچ ہو گیا جو ظاہر میں ایک نیک عمل جس میں امید ثواب ہو معلوم ہوتا ہے لیکن اس کے نفاق نے اس شخص کو ویسا ہی کورا ثواب سے خالی چھوڑ دیا چنانچہ قیامت میں) ایسے لوگوں کو اپنی کمائی ذرا بھی ہاتھ نہ لگے گی (کیونکہ کمائی نیک عمل ہے اور اس کا ہاتھ لگنا ثواب کا ملنا ہے اور ثواب ملنے کی شرط ایمان اور اخلاص ہے اور ان لوگوں میں یہ مفقود ہے کیونکہ ریا کار بھی ہیں اور کافر بھی ہیں) اور اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو (قیامت کے روز ثواب کے گھر یعنی جنت کا) راستہ نہ بتلاوینگے (کیونکہ کفر کی وجہ سے ان کا کوئی عمل مقبول نہیں ہوا جس کا ثواب آخرت میں ذخیرہ ہوتا اور وہاں حاضر ہو کر اس کے صلہ میں جنت میں پہنچائے جاتے) **ف:** جاننا چاہئے کہ طاعات کی صحت و بقا کیلئے جس طرح ایمان شرط ہے حتیٰ کہ کافر کی کوئی طاعت صحیح و مقبول نہیں اور اطاعت کے بعد کافر ہو جاوے وہ طاعت باقی نہیں رہتی جس کو اصطلاح شرع میں حبط کہتے ہیں اسی طرح نصوص سے ثابت ہے کہ علاوہ ایمان کے اور بھی بعض شرطیں صحت یا بقا کی بعض طاعات میں ہوتی ہیں جیسے نماز کے لئے وضو کی شرط صحت ہے اور شفعہ کی پہلی رکعت کے لئے دوسری رکعت کی شرط بقاء ہے پس یہاں بھی اس آیت اور آیت سابقہ میں لَا یُتْبِعُوْنَ کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ انفاق کے لئے ایمان کے ساتھ کی شرط صحت و نیز شرط بقا ہے ایک اخلاص بھی شرط صحت ہے اور ترک من و اذی شرط بقا ہے اسی لئے منافق اور مرائی کے انفاق کو باطل کہا گیا کہ اسمیں شرط صحت مفقود ہے اور من و اذی کو بھی مبطل کہا گیا کہ اس میں شرط بقا مفقود ہے اور چونکہ بطلان اول اظہر ہے بطلان ثانی سے اس لئے ثانی کو اول کے ساتھ تشبیہ دی گئی اور مشبہ بہ میں جو دو قیدیں لگائی گئیں ایک نفاق کی دوسری ریا کی یہ محض تقویت مشبہ بہ کیلئے ہے ورنہ ہر دو امر فرداً فرداً بھی موجب بطلان ہیں اور تقویت سے یہ فائدہ ہوا کہ من و اذی سے نفرت دلانے میں مبالغہ ہو گیا اس تحقیق کے بعد آیت سے معتزلہ کا یہ شبہ کرنا کہ سیئات بھی مثل کفر کے موجب حبط طاعات ہوتے ہیں محض غلط ٹھہرا کیونکہ کسی خاص سیہ کا کسی خاص حسنہ کے اعتبار سے نافی شرط بقا ہونا مستلزم اس کو نہیں کہ ہر سیہ ہر حسنہ کے لئے موجب حبط ہو جاوے کیونکہ یہ بطلان بوجہ سیہ ہونے کے نہیں بلکہ بوجہ نفی شرط بقاء کے ہے خوب سمجھ لو۔ و نیز مثل شرائط صحت و بقا کے طاعات میں ان کے انوار و برکات کی بھی کچھ شرطیں ہوتی ہیں آیت ایود کے ذیل میں اس کا بیان بھی آتا ہے۔

ربط: صدقاتِ باطلہ غیر مقبولہ کی مثال بیان فرما کر آگے صدقات مقبولہ کی مثال بیان فرماتے ہیں۔

مثال نفقات مقبولہ: وَمَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ (الی قولہ تعالیٰ) وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۞ اور ان لوگوں کے خرچ کیے ہوئے مال کی حالت جو اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی غرض سے (جو کہ خاص اس عمل سے حاصل ہو گی) اور اس غرض سے کہ اپنے نفسوں (کو اس عمل شاق کا خوگر بنا کر ان) میں پختگی پیدا کریں (تاکہ دوسرے اعمال صالحہ سہولت سے صادر ہوا کریں پس ان لوگوں کے نفقات و صدقات کی حالت) مثل حالت ایک باغ کے ہے جو کسی ٹیکرے پر ہو کہ (اس جگہ کی ہوا لطیف اور بار آور ہوتی ہے اور) اس پر زور کی بارش پڑی ہو پھر وہ (باغ لطافت ہوا اور بارش کے سبب اور باغوں سے یا اور دفعوں سے) دونا (چوگنا) پھل لایا ہو (اور اگر ایسے زور کا مینہ نہ پڑے تو ہلکی پھوار (یعنی خفیف بارش) بھی اس کو کافی ہے (کیونکہ زمین اور موقع اس کا اچھا ہے) اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب دیکھتے ہیں (اس لئے جب وہ اخلاص دیکھتے ہیں ثواب بڑھا دیتے ہیں)

ف: اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کا مطلب ہر عمل میں تو ظاہر ہے اور تثبیت کی توضیح یہ ہے کہ یہ بات تجربہ سے ثابت ہوئی ہے اور اہل سلوک کے برتاؤ میں ہے کہ جس کام میں نفس کو قدرے مشقت ہو اس کے بار بار کرنے سے نفس کے اندر بسبب عادت کے ایک ملکۂ راسخہ پیدا ہو جاتا ہے جس سے دوسرے اعمال میں بھی پس و پیش نہیں کرتا اور اس کی صفت مزاحمت کی مغلوب ہو جاتی ہے تو اس آیت میں ان کی ترغیب ہے کہ ہر عمل میں یہ نیت بھی کر لینا اچھا ہے کہ دوسرے اعمال کے لئے نفس میں آمادگی ہو اور یہی حاصل ہوتا ہے مجاہدہ کا و نیز خود اس عمل انفاق کا بھی اس سے جب ملکہ پیدا ہو گا تو اس عمل کو جو کہ موجب مرضات الٰہیہ ہے بار بار

کرے گا جس سے مرضیات الٰہیہ ہمیشہ حاصل ہوں گی پس حاصل نیت کا یہ ہوگا کہ اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو اور ایسی عادت ہو جاوے کہ آئندہ بھی ہمیشہ رضائے الٰہی حاصل کیا کریں پس اس تقریر پر دونوں غایت کا حاصل رضائے الٰہی ٹھہری حالاً بھی اور مآلاً بھی خوب سمجھ لو اور اس تشبیہ میں جو دو طرح کی بارش فرض کی گئی ہے اس سے مقصود تفاوت مراتب اخلاص کا بیان کرنا ہے کہ چونکہ یہ انفاق ایمان کے ساتھ مقرون ہے من واذیٰ وریا اس میں مفقود ہے اخلاص اس میں موجود ہے تو ضرور ہی مقبول ہو کر موجب تضاعف اجر وثواب ہو جاتا ہے خواہ اخلاص اعلیٰ درجہ کا ہو یا اوسط یا ادنیٰ درجہ کا ہو نفس قبول وتضاعف کے لئے ہر حال میں کافی ہے گو تفاوت مراتب اخلاص سے مراتب قبول وتضاعف میں بھی تفاوت ہو جاوے گا۔

ربط: اس مقام پر تین قسم کے صدقات کا بیان ہے۔

قسم اول: جس میں شرائط صحت وبقا پائے جاویں۔ یہ اس رکوع کے اول کی دو آیتوں میں اور اس آیت: وَمَثَلُ الَّذِيْنَ الخ میں دو مثالوں کے ضمن میں مذکور ہے: كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ الخ اور كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ الخ۔

قسم دوم: جس میں شرط صحت ہی نہ پائی جاوے یعنی ایمان واخلاص انفراداً یا اجتماعاً اس کو كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ الخ میں اس مثال کے ساتھ بیان فرمایا كَمَثَلِ صَفْوَانٍ الخ۔

قسم سوم: جس میں شرط صحت تو پائی گئی مگر شرط بقا نہ پائی گئی یعنی ترک من واذیٰ اس کو اگلی آیت میں ایک مثال کیساتھ بیان فرماتے ہیں اور قسم اول کی دو مثالیں لانے میں شاید اس کے مقبول ہونے کی وجہ سے زیادہ اہتمام شان مقصود ہو واللہ اعلم۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰىۙ اس میں بالحاق افادہ بالتصدیق دلالت ہے کہ مرید پر بلا مصلحت احسان جتلانا مذموم ہے۔ قولہ تعالیٰ: رِئَآءَ النَّاسِ اس میں مذمت ہے ریا کی۔ قولہ تعالیٰ: وَ تَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ اس میں دلیل ہے اس کی کہ اعمال صالحہ سے جس طرح اجر مقصود ہوتا ہے اسی طرح اصلاح نفس بھی ان سے مقصود ہے۔

الحواشی: (۱) لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ کی تقریر اصل تفسیر میں مشعر ہے ابطال وصف تضاعف مراد ہونے کو اور فائدہ میں مشعر ہے ابطال نفس عمل مراد ہونے کو تحریر فائدہ کے وقت اصل تفسیر پر نظر نہ رہی تھی مگر اس اتفاقی ذہول سے خدا ساز ایک نفع ہو گیا کہ مجموعہ تقریرین سے ایک تحقیق حاصل ہو گئی وہ یہ کہ اس ابطال کی تفسیر کہیں منصوص نہیں اس لئے دونوں نوع فی نفسہٖ محتمل ہیں بدون دلیل کے حکم قطعی کسی کا بالتعیین نہیں ہو سکتا ۱۲ منہ عفی عنہ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قولہ فی ترجمۃ والاذی یا ایذا اشارۃ الی ان المراد کلو احد منہما لا مجموعہما لان المجموع لیس شرطا للابطال کما ہو ظاہر ۱۲۔

اللغات: صفوان حجرا ملس وابل مطر عظیم القطر صلدا املس نقیا عن التراب کذا قال البیضاوی الاکل الشئی الماکول والمراد ثمرہا وقرأ ابو عمرو وابن کثیر ونافع بسکون الکاف تخفیفا کذا فی روح المعانی ۱۲۔

النحو: کالذی کابطال الذی لا یقدرون الضمیر للذی ینفق باعتبار المعنی لان المراد بہ الجنس او الجمع رئاء نصب علی المفعول لہ کذا قال البیضاوی ۱۲۔ فطل ای یکفیہا فالسند محذوف ۱۲۔

البلاغۃ: قولہ لا تبطلوا الخ ہہنا ابطالان الاول افسادہ بعد صحتہ والثانی اتیانہ باطلا من الرأس ۱۲ من روح المعانی۔ فی حاشیۃ البیضاوی بر مزف فالمنافق کالصفوان ونفقتہ کالتراب وریاہ کالوا بل وقال فی روح المعانی لو جعل مرکبا صح قیل وہذا ہو الا وجہ ۱۲۔ بربوۃ فی روح المعانی للطافۃ ہوائہا من انفسہم جوازان تکون بمعنی اللام والمعنی توطینا لانفسہم علی طاعۃ اللہ تعالیٰ ضعفین ای ضعفا بعد ضعف فالتثنیۃ للتکثیر۔ او مثلی ما کانت تثمر فی سائر الاوقات بسبب ما اصابہا من الوابل او اربعۃ امثالہ بناء علی الخلاف فی ان الضعف ہل ہو المثل او المثلان کذا فی روح المعانی ۱۲۔

اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُۙ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِۙ وَ اَصَابَهُ الْكِبَرُ وَ لَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۖ فَاَصَابَهَاۤ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۟ (ع) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۪ وَ لَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَ لَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ

إِلَّآ أَن تُغْمِضُوا فِيهِ ۚ وَاعْلَمُوٓا أَنَّ ٱللَّهَ غَنِىٌّ حَمِيدٌ ﴿٢٦٧﴾ ٱلشَّيْطَٰنُ يَعِدُكُمُ ٱلْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُم بِٱلْفَحْشَآءِ ۖ وَٱللَّهُ يَعِدُكُم مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۗ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٦٨﴾ يُؤْتِى ٱلْحِكْمَةَ مَن يَشَآءُ ۚ وَمَن يُؤْتَ ٱلْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِىَ خَيْرًا كَثِيرًا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّآ أُو۟لُوا۟ ٱلْأَلْبَٰبِ ﴿٢٦٩﴾

بھلاتم میں سے کسی کو یہ بات پسند ہے کہ اس کا ایک باغ ہو کھجوروں اور انگوروں کا۔ اس کے (درختوں کے) نیچے نہریں چلتی ہوں اس شخص کے ہاں اس باغ میں اور بھی ہر قسم کے (مناسب) میوے ہوں اور اس شخص کو بڑھاپا آ گیا ہو اور اس کے اہل وعیال بھی ہوں جن میں (کمانے کی) قوت نہیں۔ سو اس باغ پر ایک بگولا آیا جس میں آگ (کا مادہ) ہو۔ پھر وہ باغ جل جائے اللہ تعالیٰ اسی طرح نظائر بیان فرماتا ہے تمہارے لئے تاکہ تم سوچا کرو۔ اے ایمان والو (نیک کام میں) خرچ کیا کرو عمدہ چیز کو اپنی کمائی میں سے اور اس میں سے جو کچھ ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کیا ہے اور ردی (ناکارہ) چیز کی طرف نیت مت لے جایا کرو کہ اس میں سے خرچ کرو حالانکہ تم کبھی اس کے لینے والے نہیں۔ ہاں مگر چشم پوشی کر جاؤ (تو اور بات ہے) اور یہ یقین کر رکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں تعریف کے لائق ہے۔ شیطان تم کو محتاجی سے ڈراتا ہے اور تم کو بری بات (یعنی بخل) کا مشورہ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے وعدہ کرتا ہے اپنی طرف سے گناہ معاف کر دینے کا اور زیادہ دینے کا اور اللہ تعالیٰ وسعت والے ہیں خوب جاننے والے ہیں۔ دین کا فہم جس کو چاہے دے دیتے ہیں اور (سچ تو یہ ہے) کہ جس کو دین کا فہم مل جائے اس کو بڑی خیر کی چیز مل گئی اور نصیحت وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہیں (یعنی جو عقل صحیح رکھتے ہیں)۞

تفسیر: مثال نفقات وطاعات فاسدہ بعد الصحۃ: أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَن تَكُونَ لَهُۥ جَنَّةٌ مِّن نَّخِيلٍ (الی قولہ تعالی) لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ ﴿٢٦٦﴾

بھلاتم میں سے کسی کو یہ بات پسند ہے کہ اس کا ایک باغ ہو کھجوروں کا اور انگوروں کا (یعنی زیادہ درخت اس میں ان کے ہوں اور) اس (باغ) کے (درختوں کے) نیچے نہریں چلتی ہوں (جس سے وہ خوب سرسبز وشاداب ہوں اور) اس شخص کے یہاں اس باغ میں (علاوہ کھجوروں اور انگوروں کے) اور بھی ہر قسم کے (مناسب) میوے ہوں اور اس شخص کا بڑھاپا آ گیا ہو (جو کہ زمانہ زیادہ احتیاج کا ہوتا ہے) اور اس کے اہل وعیال بھی ہوں جن میں (کمانے کی) قوت نہیں (اس صورت میں) اہل وعیال سے بھی اس کو توقع خبر گیری کی نہیں ہوگی بس وجہ معاش وہی باغ ہوا) سو (ایسی حالت میں یہ قصہ ہو کہ) اس باغ پر ایک بگولہ آوے جس میں آگ (کا مادہ) ہو پھر (اس سے) وہ باغ جل جاوے (ظاہر بات ہے کہ کسی کو اپنے لئے یہ بات پسند نہیں آ سکتی پھر اسی کی مشابہ تو یہ بات بھی ہے کہ اول صدقہ دیا یا اور کوئی نیک کام کیا جس کے قیامت میں کارآمد ہونے کی امید ہو جو کہ وقت ہوگا غایت احتیاج کا اور زیادہ مدار قبول ہوگا ان ہی طاعات پر پھر ایسے وقت میں معلوم ہوگا کہ ہمارے من واذی یا اور معاصی سے ہماری طاعات باطل یا بے برکت ہوگئیں اس وقت کیسی سخت حسرت ہوگی کہ کیسی کیسی آرزوؤں کا خون ہو گیا پس جب تم مثال کے واقعہ کو پسند نہیں کرتے تو ابطال طاعات کو کیسے گوارا کرتے ہو) اللہ تعالیٰ اسی طرح نظائر بیان فرماتے ہیں تمہارے (سمجھانے کے) لئے تاکہ تم سوچا کرو (اور سوچ کر اس کے موافق عمل کیا کرو)۔ **ف**: توجیہ مثال کی تقریر ترجمہ سے ظاہر ہے البتہ اتنی بات اور سمجھ لینا چاہئے کہ روح المعانی میں حضرت ابن عباسؓ سے اس کی تفسیر میں بروایت بخاری اور حاکم اور ابن جریر وعبد بن حمید منقول ہے جس کو حضرت عمرؓ نے بھی پسند فرمایا کہ یہ آیت اپنے مضمون میں تمام طاعات کو عام ہے جن کے بعد آدمی معاصی میں منہمک ہو کر ان طاعات کو خراب کر دے اس عموم میں نفقات بھی آ گئے اور تحقیق اس خراب کرنے کی یہ ہے کہ جیسا آیہ: يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تُبْطِلُوا۟ صَدَقَٰتِكُم کے تحت میں اجمالاً مذکور ہوا ہے کہ اعمال میں کچھ شرطیں ان کے انوار و برکات کی بھی ہوا کرتی ہیں سو وہ شرط مطلقاً سیئات میں مشغول ہونے سے پرہیز کرنا ہے اور جب طاعات کے بعد معاصی میں مشغول ومستغرق ہو جاتا ہے تو ان طاعات کے انوار و برکات سلب ہو جاتے ہیں جس کا اثر اس عالم میں تو یہ ہوتا ہے کہ جو حلاوت طاعت کی قلب میں پیدا ہوئی تھی وہ زائل ہو جاتی ہے اور ایک طاعت سے دوسری طاعت کا سلسلہ چلا کرتا ہے اور ویسا ہی سامان جمع ہونے لگتا ہے جس کو توفیق کہتے ہیں یہ توفیق بند ہو جاتی ہے بلکہ طاعات معمولہ میں بھی کمی اور ناغہ اور سستی ہونے لگتی ہے اور ان امور فائتہ پر جو ثمرات آخرت میں ملتے ہیں اس سے محروم رہے گا یہ اثر اس عالم میں ہوگا اور اس نور و برکت کے سلب ہونے کو بھی کہیں کہیں آیات واحادیث میں حبط وغیرہ الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے پس یہ حبط مشہور اصطلاحی نہیں خوب سمجھ لو۔

ربط: انفاق میں جن امور کی رعایت ضروری ہے ان میں سے بعض تو مذکور ہو چکے جیسے ترک من واذی اور ریا وغیرہ اور ایک ان میں یہ بھی ہے کہ وہ چیز ردی اور خراب نہ ہو اس کو آگے بیان فرماتے ہیں۔

رعایت جودت مال: يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَنفِقُوا۟ مِن طَيِّبَٰتِ مَا كَسَبْتُمْ (الی قولہ تعالی) وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ غَنِىٌّ حَمِيدٌ ﴿٢٦٧﴾ اے ایمان والو (نیک کام میں) خرچ کیا کرو عمدہ چیز کو اپنی کمائی میں سے اور (عمدہ چیز کو) اس میں سے جو کہ ہم نے تمہارے (کام میں لانے کے) لئے زمین سے پیدا کیا

ہے اور ردی (ناکارہ) چیز کی طرف نیت مت لے جایا کرو کہ اس میں سے خرچ کر دو حالانکہ (ویسی ہی چیز اگر کوئی تم کو تمہارے حق واجب کے عوض یا سوغات میں دینے لگے تو) تم کبھی اس کے لینے والے نہیں ہاں مگر چشم پوشی (اور رعایت) کر جاؤ (تو اور بات ہے) اور یہ یقین کر رکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی کے محتاج نہیں (جو ایسی ناکارہ چیزوں سے خوش ہوں) تعریف کے لائق ہیں (یعنی ذات وصفات میں کامل ہیں تو ان کے دربار میں چیز بھی کامل تعریف کے لائق ہی پیش کرنا چاہئے) **ف**: شانِ نزول سے طیب کے معنی عمدہ کے لئے گئے کیونکہ بعضے لوگ خراب چیزیں لے آتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی تھی اور بعض نے عموم لفظ سے طیب کی تفسیر حلال کی کی ہے کیونکہ پوری عمدہ جب ہی ہے جب حلال بھی ہو پس اس بنا پر آیت میں اس کی بھی تاکید ہوگی اور پہلی تفسیر پر دوسرے دلائل سے اس تاکید کو ثابت کیا جاوے گا اور یاد رکھو کہ یہ اس شخص کیلئے ہے جس کے پاس عمدہ چیز ہو اور پھر وہ بری نکمی چیز خرچ کرے جیسا مَاكَسَبْتُمْ میں اَخْرَجْنَا اس کے موجود ہونے پر اور : وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ عمداً نکمی چیز کے خرچ کرنے پر دلالت کر رہا ہے اور جس کے پاس اچھی ہو ہی نہیں وہ اس ممانعت سے بری ہے اور اس کی وہ بری بھی مقبول ہے۔ بعض علماء نے اس سے یہ مسئلے مستنبط کئے ہیں۔

مسئلہ: مال تجارت میں زکوٰۃ فرض ہے لقولہ مَاكَسَبْتُمْ۔

مسئلہ: عشری زمین میں عشر واجب ہے لقولہ اَخْرَجْنَا اور عشری مزارع پر ہے نہ کہ مالک ارض پر لقولہ لَكُمْ خلافا لابی حنیفةؒ وہ لَكُمْ کا مخاطب مجموع کو کہہ دیں گے تفصیل عشر کی کتب فقہ میں ہے اس بنا پر یہ آیت انفاق واجب کے بارہ میں ہوگی۔

ربط: آگے متنبہ فرماتے ہیں کہ ہم نے جو تم کو انفاق کی اور اس میں عمدگی کی رعایت کی ترغیب دی ہے اس میں شیطان اغوا کیا کرتا ہے تم اس پر عمل مت کرنا۔

تنبیہ بر مزاحمتِ شیطان: اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ الی قولہ تعالیٰ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ۝ ۔ شیطان تم کو محتاجی سے ڈراتا ہے (کہ اگر خرچ کرو گے یا اچھا مال خرچ کرو گے تو محتاج ہو جاؤ گے) اور تم کو بری بات (یعنی بخل کا مشورہ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے وعدہ کرتا ہے (خرچ کرنے پر اور اچھی چیز خرچ کرنے پر) اپنی طرف سے گناہ معاف کر دینے کا اور زیادہ دینے کا (یعنی چونکہ نیک جگہ خرچ کرنا طاعت ہے اور طاعت[۵] سے معصیت کا کفارہ ہو جاتا ہے لہٰذا اس سے گناہ بھی معاف ہوتے ہیں اور حق تعالیٰ کسی کو دنیا میں بھی اور کسی کو آخرت میں خرچے کا عوض بھی زیادہ کر کے دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ وسعت والے ہیں (وہ سب کچھ دے سکتے ہیں) خوب جاننے والے ہیں (نیت کے موافق ثمرہ دیتے ہیں اور یہ سب مضامین بہت ظاہر ہیں لیکن ان کو وہی شخص سمجھتا ہے جس کو دین کا فہم ہو اور اللہ تعالیٰ) دین کا فہم جس کو چاہتے ہیں دے دیتے ہیں اور (سچ تو یہ ہے کہ) جس کو دین کا فہم مل جاوے اس کو بڑی خیر کی چیز مل گئی (کیونکہ دنیا کی کوئی نعمت اس کے برابر نافع نہیں) اور نصیحت وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہیں (یعنی جو عقل صحیح رکھتے ہیں)

ف: یہاں ڈرانے سے مراد دور دراز کے اوہام ہیں جو نیک کام میں خرچ کرنے کے وقت باوجود گنجائش مالی کے بھی گاہ گاہ مخیلہ میں آیا کرتے ہیں اور دلیل اس تخصیص کی يَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ہے کیونکہ بخل تو وسعت ہی کے وقت معتبر ہوتا ہے سو ایسے وہم میں ڈالنا یہ شیطان کا فعل ہے اور بخیل لوگ ان وہموں میں غلطاں و پیچاں رہتے ہیں آیت میں اس پر عمل کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ جب گنجائش ہے تو مناسب مقدار کے خرچ کرنے سے یہ محتاجی کا احتمال ہی غلط ہے پس حاصل آیت کا یہ ہوا کہ ایسے انفاق میں ضرر تو بالکل نہیں اور نفع ہر طرح کا کہ مغفرت بھی ملے اور فضل بھی پس مقتضائے فہم یہی ہے کہ ایسی حالت میں شیطانی وسوسہ کو ہرگز قبول نہ کرے اور اگر ظاہراً اور یقیناً محتاجی کے اسباب وقرائن موجود ہوں تو شریعت خود ایسے شخص کو تطوعات صدقات وتبرعات سے روکتی ہے اور ایسے شخص کے خرچ نہ کرنے کو بخل بھی نہیں کہہ سکتے خوب سمجھ لو اور دین کی فہم سب سے زیادہ نافع اس لئے ہے کہ اس سے عقائد درست ہوتے ہیں اعمال کی توفیق ہوتی ہے اور عقائد واعمال پر آخرت میں نجات اور ثواب ہے اور دنیا کی کوئی نعمت ثواب اور نجات کی برابری نہیں کر سکتی۔

ربط: اوپر کی آیتوں میں انفاق کے متعلق جن شرائط کی رعایت کا حکم فرمایا ہے آگے اس رعایت کی تاکید ایک پیرایہ میں فرماتے ہیں کہ ہم کو سب خبر رہا کرتی ہے ہر کام کو درستی کے ساتھ کیا کرو۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ (الی قولہ تعالی) وَمَنْ يُّؤْتَ الخ۔ اس میں بخل کا علاج ہے علم سے جیسا اس کے ماقبل میں علاج ہے عمل سے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله** فی العنوان نفقات وطاعات زاد المعطوف لعموم الآية كما نقل عن ابن عباسؓ وارتضاه عمرؒ ۱۲۔ ۲؎ **قوله** زیادہ درخت الخ فلا یرد ان الجنة لما كان من نخيل واعناب فما معنى قوله من كل الثمرات وانما خصهما بالذكر لانهما اكرم الاشجار عند العرب ۱۲۔ ۳؎ **قوله** مناسب زادہ للاشارة الى ان الاستغراق عرفي لا حقيقي ۱۲۔ ۴؎ **قوله** یا سوغات فيه اشارة الى عموم الآية للفرض والنافلة فناسب اخذ العموم في قوله لستم بآخذيه بل الهدية اكثر ما يكون انفس عادةً ۱۲۔ ۵؎ **قوله** طاعت سے معصیت کا

کفارہ الخ لقولہ تعالٰی ان الحسنات یذھبن السیئات والمراد الصغائر بالاجماع ۱۲۔

الرِّوَایَات: فی لباب النقول روی الحاکم والترمذی وابن ماجۃ وغیرھم عن البراء قال نزلت ھذہ الآیۃ فینا معشر الانصار کنا اصحاب نخل وکان الرجل یأتی من نخلہ علی قدر کثرتہ وقلتہ وکان ناس ممن لا یرغب فی الخیر یأتی الرجل بالقنو فیہ الصیص والحشف والقنو قد انکسر فیعلقہ فانزل اللہ یآیھا الذین آمنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم الآیۃ ۱۲۔

اللُّغَات: الذریۃ ولد الرجل والنساء کذا فی القاموس ۱۲۔ قال البیضاوی الوعد فی الاصل شائع فی الخیر والشر فی الحاشیۃ برمزسع قال الفراء یقال وعدہ خیرا او وعدہ شرا فاذا اسقطوا الخیر والشر (ای المفعول) قالوا فی الخیر الوعد وفی الشر الوعید والایعاد الفحشاء قال البیضاوی العرب یسمی البخیل فاحشا ۱۲۔

النَّحْو: قولہ مما اخرجنا علی حذف المضاف ای من طیبات ما اخرجنا منہ تنفقون یحتمل ان یتعلق منہ بہ ویحتمل ان یتعلق بالنھی قولہ الا ان تغمضوا المستثنٰی منہ مقدر ای فی وقت من الاوقات الاوقت الاغماض ۱۲۔

البَلَاغَة: قولہ مما اخرجنا تخصیصہ بذلک لان التفاوت فیہ اکثر ۱۲ بیضاوی قولہ تغمضوا فی روح المعانی استعیر ھھنا کما قال الراغب للتغافل والتساھل آہ یؤتی الحکمۃ قال البیضاوی من یشاء مفعول اول اخر للاھتمام بالمفعول الثانی ومن یؤت الحکمۃ بناءہ للمفعول لانہ المقصود ۱۲۔

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۲۷۰﴾ اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۷۱﴾ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۲﴾

اور تم لوگ جو کسی قسم کا خرچ کرتے ہو یا کسی طرح کی نذر مانتے ہو سو حق تعالیٰ کو سب کی یقیناً اطلاع ہے اور بے جا کام کرنے والوں کا کوئی ہمراہی (اور حمایتی) نہ ہوگا اگر تم ظاہر کر کے دو صدقوں کو تب بھی اچھی بات ہے اور اگر اخفا کرو اور فقیروں کو دے دو تو یہ اخفا تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ (اس کی برکت سے) تمہارے کچھ گناہ بھی دور کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے کاموں کی خوب خبر رکھتا ہے۔ ان (کافروں) کی ہدایت پر لے آنا کچھ آپ کے ذمہ (فرض واجب) نہیں لیکن خدا تعالیٰ جس کو چاہیں ہدایت پر لے آئیں اور (اے مسلمانوں) جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اپنے فائدہ کی غرض سے کرتے ہو اور تم اور کسی غرض کے لئے خرچ نہیں کرتے بجز رضا جوئی ذات پاک حق تعالیٰ اور (نیز) جو کچھ مال خرچ کر رہے ہو یہ سب (یعنی اس کا ثواب) پورا پورا تم کو مل جائے گا اور تمہارے لئے اس میں کمی نہ کی جائے گی۔

تفسیر: تاکید رعایت شرائط انفاق: وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ (الی قولہ تعالی) وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ۔ اور تم لوگ جو کسی قسم کا خرچ کرتے ہو یا کسی طرح کی نذر مانتے ہو سو حق تعالیٰ کو سب کی یقیناً اطلاع ہے اور بے جا کام کرنے والوں کا (قیامت میں کوئی) ہمراہی (حمایتی) نہ ہوگا۔ **ف:** کسی قسم کے خرچ کرنے میں سب خرچ آ گئے وہ بھی جس میں سب شرائط مذکورہ کی رعایت ہو اور وہ بھی جس میں کل کی یا بعض کی رعایت نہ ہو مثلاً فی سبیل اللہ نہ ہو بلکہ معصیت میں ہو یا انفاق میں ریا ہو یا اس کے بعد من واذی ہو یا حلال یا عمدہ مال نہ ہو۔ اسی طرح نذر کے عموم میں سب نذریں آ گئیں مثلاً عبادت مالیہ کی نذر ہو اور اسی مناسبت سے انفاق کے ساتھ نذر کو لائے ہیں یا عبادتِ بدنیہ کی نذر ہو پھر وہ مطلق ہو یا کسی امر پر معلق ہو پھر یہ کہ اس کا ایفاء کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو اور مقصود اس کہنے سے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی اطلاع ہے یہ ہے کہ ہم اس کی جزا دینگے یہ اس لئے سنایا تا کہ رعایت کی ترغیب اور عدم رعایت سے ترہیب ہو اور بیجا کام کرنے والوں سے وہ لوگ مراد ہیں جو ضروری شرائط کی رعایت نہیں کرتے بلکہ احکام کی مخالفت کرتے ہیں ان کو تصریحاً وعید سنا دی۔

ربط: آگے انفاق کے متعلق اس کی تحقیق ہے کہ اس کا اظہار افضل ہے یا اخفاء۔

تحقیق افضلیت اظہار یا اخفاء انفاق: اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ (الی قولہ تعالی) وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۷۱﴾ اگر تم ظاہر کر کے

دوصدقوں کو تب بھی اچھی بات ہے اور اگر ان کا اخفاء کرو اور (اخفاء کے ساتھ) فقیروں کو دیدو تو یہ اخفاء تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ (اس کی برکت سے) تمہارے کچھ گناہ بھی دور کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے کاموں کی خوب خبر رکھتے ہیں۔ **ف**: اس مقام میں اقوال مختلف ہیں مگر احقر کے ذوق میں حسب شہادت ظاہر قران وحدیث امام حسن بصری کا قول جو کہ کبیر میں منقول ہے راجح معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ یہ آیت فرض اور نفل سب صدقات کو شامل ہے اور سب میں اخفاء ہی افضل ہے اس میں دینی مصلحت بھی ہے کہ ریا سے ابعد ہے لینے والا بھی نہیں شرماتا اور دنیوی مصلحت بھی ہے کہ اپنے مال کی مقدار عام لوگوں پر ظاہر نہیں ہوتی اور مراد افضلیت اخفاء سے آیت میں افضلیت فی نفسہ ہے پس اگر کسی مقام پر کسی عارض سے مثلاً رفع تہمت یا امید اقتداء وغیر ذالک اظہار کو ترجیح ہو جاوے تو افضلیت فی نفسہ کے منافی نہیں اور کفارۂ سیئات کچھ اخفاء کے ساتھ خالص نہیں۔ لیکن تخصیص[1] ذکری جبکہ وہ مرجع ضمیر یا ترکیب میں جزاء ہو اس نکتہ کے لئے ہے کہ نفس اخفاء میں کوئی ظاہری فائدہ نہیں دیکھتا اس لئے منقبض ہوتا ہے پس ایک فائدہ عظیمہ پر تنبیہ کر دی جو باعتبار اعلان کے زیادہ متوقع الحصول ہے اور اس لئے وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ بڑھایا یعنی خدا کو تو خبر ہے پھر اور کسی کو خبر نہ ہو تو کیوں منقبض ہوتے ہو اور یہ جو کہا کچھ گناہ وجہ اس کی یہ ہے کہ ایسے حسنات سے صرف صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں اور کبیرہ کی معافی کے دو طریق ہیں ایک توبہ بشرائطہا دوسرے فضل ورحمت۔

ربط: آگے یہ بات بتلاتے ہیں کہ صدقہ وخیرات دینے میں کچھ مسلمان کی تخصیص نہیں ہے اگر کافر بھی حاجت مند ہو اس کے ساتھ احسان کرنے سے دریغ مت کرو بشرطیکہ اہل اسلام کو ضرر پہنچانے پر آمادہ نہ رہتا ہو۔

عموم احسان بمسلم وکافر: لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ (الی قولہ تعالی) وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ۔ (چونکہ بہت سے صحابہ کفار کو بایں مصلحت خیرات نہ دیتے تھے کہ شاید اسی تدبیر سے کچھ لوگ مسلمان ہو جاویں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی رائے دی تھی اس لئے اس آیت میں دونوں طرح کے خطاب کر کے ارشاد فرماتے ہیں کہ اے محمد ﷺ) ان (کافروں) کو ہدایت پر لے آنا کچھ آپ کے ذمہ (فرض واجب) نہیں (جس کے لئے اتنے دور دراز اہتمام کئے جاویں) ولیکن (یہ تو) خدا تعالیٰ کا کام ہے) جس کو چاہیں ہدایت پر لے آویں (آپ کا کام صرف ہدایت کا پہنچا دینا ہے خواہ کوئی ہدایت پر آوے یا نہ آوے اور ہدایت کا پہنچا دینا کچھ اس ممانعت پر موقوف نہیں) اور (اے مسلمانو) جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اپنے فائدہ کی غرض سے کرتے ہو اور (اس فائدہ کا بیان یہ ہے کہ) تم اور کسی غرض سے خرچ نہیں کرتے بجز رضا جوئی ذات پاک حق تعالیٰ کے (کہ ثواب اس کے لوازم سے ہے اور یہ غرض ہر حاجتمند کی رفع حاجت کرنے سے حاصل ہوتی ہے پھر مسلمان فقیر کی تخصیص کیوں کی جاوے) اور (نیز) جو کچھ مال خرچ کر رہے ہو یہ سب (یعنی اس کا عوض اور ثواب) پورا پورا تم (ہی) کو (آخرت میں) مل جاوے گا اور تمہارے لئے اس میں ذرا کمی نہ کی جاوے گی (سو تم کو اپنے عوض سے مطلب رکھنا چاہئے اور عوض ہر حال میں ملے گا پھر تم کو اس سے کیا بحث کہ ہمارا صدقہ مسلمان ہی کو ملے کافر کو نہ ملے) **ف**: خلاصہ یہ کہ نیت بھی تمہاری اصل میں اپنے ہی نفع حاصل کرنے کی ہے اور واقع میں بھی حاصل خاص تم ہی کو ہوگا پھر ان زوائد پر کیوں نظر کی جاتی ہے کہ یہ نفع خاص اسی طریق سے حاصل کیا جاوے کہ مسلمان ہی کو صدقہ دیں کافر کو نہ دیں شیخ سعدیؒ کا شعر گویا اسی آیت کی تفسیر ہے۔

گرا و می برو پیش آتش مجود ☆ تو واپس چرامی کشی دست جود

اور جاننا چاہئے کہ حدیث میں جو آیا ہے کہ تیرا کھانا خاص متقی کھایا کریں مراد اس سے طعام دعوت ہے اور آیت میں طعام حاجت پس تعارض کا شبہ نہ کیا جاوے۔

مَسْئَلَة: حربی کافر کو کسی قسم کا صدقہ وغیرہ دینا جائز نہیں۔

مَسْئَلَة: کافر ذمی یعنی غیر حربی کو صرف زکوٰۃ وعشر دینا جائز نہیں اور دوسرے صدقات واجبہ ونفل سب جائز ہیں اور آیت میں زکوٰۃ داخل نہیں۔

تَرْجَمَہ مَسَائِلُ السُّلُوْك: قولہ تعالیٰ: اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ (الی قولہ تعالی) خَيْرٌ لَّكُمْ۔ اس میں یہ مسئلہ ہے کہ عمل کے اعلان واخفاء میں اختیار ہے اور ساتھ ہی اخفاء کی افضلیت بھی ہے جب اعلان میں کوئی خاص مصلحت نہ ہو۔ قولہ تعالیٰ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ اس میں اس پر دلالت ہے کہ کسی کے زیادہ درپے نہ ہو اور تدبیر میں زیادہ مبالغہ نہ کرے کیونکہ عدم تصدق علی الکفار کا بطور تدبیر کے حضور ﷺ نے امر فرمایا تھا۔ قولہ تعالیٰ: وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ اس میں دلیل ہے اس پر کہ ثواب کا قصد کرنا خلوص للہ کے منافی نہیں جیسا بعض جہلاء صوفیہ نے سمجھا ہے چنانچہ آیت میں دونوں قصد کو جمع فرمایا ہے۔

اَلْحَوَاشِيْ: (۱) قولہ لیکن تخصیص ذکری الخ توضیح اس کی یہ ہے کہ اگر یکفر کی ضمیر حق تعالیٰ کی طرف راجع ہو اور یکفر جملہ مستقلہ ہو تب تو یہ تکفیر ابداء واخفاء ہر دو کے متعلق ہو سکتی ہے اخفاء کے ساتھ ذکراً بھی تخصیص نہیں اور اگر مرجع ضمیر اخفاء ہو یا یکفر جزاء ہو ان تخفوہا کی جیسا کہ ایک قرأت میں یکفر بالجزم ہے تو

ان دونوں صورتوں میں تخصیص ذکری ہے جس کی آگے توجیہ ہے فقط ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله في وجه الربط** تخصیص نہیں تقريره ان حاصل نهيه صلى الله عليه وسلم كان سلبا كليا و حاصل الآية الايجاب الجزئى المحقق ببعض الصدقات فلا يرد ان الآية عامة فى كل الصدقات فان محط الفائدة عموم المصرف لا عموم المصروف ولعل نهيه صلى الله عليه وسلم كان فى غير الزكوة و قرينته على محصل قول عصام ان الزكوة كان صرفها من بيت المال لامن المزكين والخطاب للمتصدقين فدل على ان الكلام فى غير الزكوة وايضا قوله عليه السلام فى الزكوة لمعاذ خذها من اغنيائهم وردها فى فقرائهم اخرج الزكوة من هذا العموم الظاهرى فبقى غيرها على الجواز ويؤيده قوله عليه السلام تصدقوا على اهل الاديان كلها اخرجه العينى عن مصنف ابن شيبة مرسلا وفى الهداية لو لا حديث معاذ لقلنا بالجواز فى الزكوة اما استثناء الحربى فلقوله تعالٰى انما ينهاكم الله عن الذين قاتلوكم فى الدين ۱۲۔ ۲ **قوله** اس فائدہ کا بیان اشارة الى كون العطف تفسيريا ۱۲۔ ۳ **قوله** خلاصہ اشار بهذا التقرير الى تغاير مفهومى فلانفسكم ويوف اليكم فتدبر وتشكر ۱۲۔ ۴ **قوله** نیت لان اللام فى لانفسكم للنفع والغرض والحامل على العمل نيته وتصوره لا وقوعه كما هو ظاهر ۱۲۔

الروایات: فى روح المعانى اخرج ابن ابى حاتم وغيره عن ابن عباسؓ ان النبى صلى الله عليه وسلم كان يأمرنا ان لا نتصدق الا على اهل الاسلام حتى نزلت هذه الآية واخرج ابن جرير عنه قال كان اناس من الانصار لهم انسباء وقرابة وكانوا يتقون ان يتصدقوا عليهم ويريدونهم ان يسلموا فنزلت آه۔

اختلاف القراءۃ: قوله ويكفر عنكم قرأه نافع والحمزة والكسائى به (اى بالنون) مجزوما (معطوفة) على محل الفاء وما بعده كذا قال البيضاوى۔

النحو: ما انفقتم مبتدأ ومن بيان له والخبر فان الله يعلمه بعمنى يجازيكم عليه۔ قال البيضاوى فنعم شيئا ابداء ها فى الحاشية يعنى ان هى هو المخصوص لكن على حذف المضاف ليحسن ارتباط الجزاء بالشرط ويدل على هذا تذكير الضمير فى فهو خير لكم اى اخفائها۔

البلاغۃ: انما صرح بذكر الفقراء فى الاخفاء دون الابداء لانه كان فيه مظنةان يقدم عليه غنى لاياخذ بمنظر من الناس او يوثر العطى احبابه واصدقائه ولا يفتش عن فقرهم ولم تكن تلك الاحتمالات فى الابداء خشية لوم الناس فافهم كذا قالوا ۱۲۔

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۷۳﴾ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۴﴾ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷۵﴾ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۷۶﴾

(صدقات) اصل حق ان حاجتمندوں کا ہے جو مقید ہو گئے ہوں اللہ کی راہ میں (اور اسی وجہ سے) وہ لوگ کہیں ملک میں چلنے پھرنے کا (عادۃً) امکان نہیں رکھتے اور ناواقف ان کو تونگر خیال کرتا ہے۔ ان کے سوال سے بچنے کے سبب سے (البتہ) تم ان کو ان کے طرز سے پہچان سکتے ہو (کہ فقر و فاقہ سے چہرہ پر اثر ضرور آ جاتا ہے) اور لوگوں سے لپٹ کر مانگتے نہیں پھرتے اور جو مال خرچ کرو گے بے شک حق تعالیٰ کو اس کی خوب اطلاع ہے۔ جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو رات میں اور دن میں

(یعنی بلا تخصیص اوقات) پوشیدہ اور آشکارا (یعنی بلا تخصیص حالات) سوان لوگوں کو ان کا ثواب ملے گا ان کے ربّ کے پاس اور نہ ان پر کوئی خطرہ ہے اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔ اور جو لوگ سود کھاتے ہیں نہیں کھڑے ہوں گے (قیامت کے دن قبروں سے) مگر جس طرح کھڑا ہوتا ہے ایسا شخص جس کو شیطان خبطی بنادے لپٹ کر (یعنی حیران و مدہوش) یہ (سزا) اسی لئے ہوگی کہ ان لوگوں نے کہا تھا کہ بیع بھی تو مثل سود کے ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے۔ پھر جس شخص کو اس کے پروردگار کی طرف سے نصیحت پہنچی اور وہ باز آ گیا تو جو کچھ پہلے (لینا) ہو چکا ہے وہ اسی کا رہا اور (باطنی) معاملہ اس کا خدا کے حوالے رہا اور جو شخص پھر عود کرلے تو یہ لوگ دوزخ میں جائیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں اور صدقات کو بڑھاتے ہیں اور اللہ پسند نہیں کرتے کسی کفر کرنے والے کو (اور) کسی گناہ کے کام کرنے والے کو۞

تفسیر ربط: اوپر صدقات میں جو مومن کی تخصیص نہ ہونے کا بیان فرمایا تھا آگے اصل مستحق کا بیان فرماتے ہیں یعنی حاجت کے وقت سب کو دینا چاہئے لیکن اصل استحقاق ان لوگوں کا ہے جن میں خاص صفتیں ہوں یعنی اپنی طرف سے تو ایسوں ہی کو تفتیش کر کے دے اور یوں بلا تفتیش جس کی حاجت پر اطلاع ہو جاوے اس کو دے دیا کرے پس کچھ تعارض نہ رہا۔

اصل مستحقین صدقات: لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (الی قولہ تعالی) فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ۝ (صدقات) اصل حق ان حاجتمندوں کا ہے جو مقید ہو گئے ہوں اللہ کی راہ (یعنی دین کی خدمت) میں (اور اسی خدمت دین میں مقید اور مشغول رہنے سے) وہ لوگ (طلب معاش کیلئے) کہیں ملک میں چلنے پھرنے کا (عادۃً) امکان نہیں رکھتے (اور) ناواقف ان کو تونگر خیال کرتا ہے ان کے سوال سے بچنے کے سبب سے (البتہ) تم ان لوگوں کو ان کے طرز (وہیئت) سے پہچان سکتے ہو (کیونکہ فقر و فاقہ سے چہرہ اور بدن میں گونہ اضمحلال ضرور آ جاتا ہے اور یوں) وہ لوگوں سے لپٹ کر مانگتے نہیں پھرتے (جس سے کوئی ان کو حاجتمند سمجھے یعنی مانگتے ہی نہیں کیونکہ اکثر جو لوگ مانگنے کے عادی ہیں وہ لپٹ کر ہی مانگتے ہیں) اور (ان لوگوں کی خدمت کرنے کو) جو مال خرچ کرو گے بیشک حق تعالیٰ کو اس کی خوب اطلاع ہے (اور لوگوں کو دینے سے ان کی خدمت کا فی نفسہٖ زیادہ ثواب دینگے) **ف**: فی نفسہٖ کی قید لگانے کی وجہ تقریر ربط سے معلوم ہو چکی ہے یعنی اصل میں تو زیادہ اسی میں ثواب ہے لیکن کسی عارض کی وجہ سے ان کے غیر میں ثواب کا زیادہ ہونا ممکن ہے مثلاً ان لوگوں کی حاجت سے زیادہ دوسروں کو حاجت ہو یا یہ توقع ہو کہ ان کی تو خدمت کوئی اور بھی کر دے گا اور دوسرے بالکل محروم ہی رہ جاوینگے اور جہاں یہ عوارض نہ ہوں وہاں یہ لوگ خدمت کے لئے افضل ہیں اور یہ تطبیق بھی ہو سکتی ہے اوپر کی آیت کے مضمون اور اس حدیث میں جو اس کے تحت میں لکھی گئی ہے یعنی فی نفسہٖ تقی کی خدمت افضل ہے اور عارض کی وجہ سے غیر تقی بلکہ غیر مومن کے ساتھ احسان کرنے میں بھی افضلیت ممکن ہے اور جاننا چاہئے کہ ہمارے ملک میں اس آیت کے مصداق سب سے زیادہ وہ حضرات ہیں جو علوم دینیہ کی اشاعت میں مشغول ہیں پس اس بنا پر سب سے اچھا مصرف طالب علم ٹھہرے اور ان پر جو بعض ناتجربہ کاروں کا یہ طعن ہے کہ ان سے کمایا نہیں جاتا اس کا جواب قرآن میں دے دیا گیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص ایسے دو کام نہیں کر سکتا جن میں سے ایک میں یا دونوں میں پوری مشغولی کی ضرورت ہو اور جس کو علم دین کا کچھ مذاق ہوگا وہ مشاہدہ سے سمجھ سکتا ہے کہ اس میں غایت مشغولی وانہماک کی حاجت ہے اس لئے اس کے ساتھ اکتساب مال کا شغل جمع نہیں ہو سکتا اور اس کے کرنے سے علم دین کی خدمت ناتمام رہ جاتی ہے چنانچہ ہزاروں نظائر پیش نظر ہیں۔

ربط: آگے یہ بتلانا مقصود ہے کہ انفاق فی الخیر میں کسی زمانہ اور کسی حالت کی تخصیص نہیں جب موقع ہو خرچ کرنا چاہئے سب مقبول ہے۔

عدم تخصیص اوقات و حالات در انفاق: اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ (الی قولہ تعالی) وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۝ ۔ جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو رات میں اور دن میں (یعنی بلا تخصیص اوقات) پوشیدہ اور آشکارا (یعنی بلا تخصیص حالات) سوان لوگوں کو ان کا ثواب ملے گا (قیامت کے روز) ان کے رب کے پاس (جاکر) اور نہ (اس روز) ان پر کوئی خطرہ (واقع ہونے والا) ہے اور نہ وہ مغموم ہونگے **ف**: اس تعمیم سے بھی یہ بات معلوم ہوگئی کہ پوشیدہ خرچ کرنا اسی وقت افضل ہے جب تک آشکارا خرچ کرنے میں کسی عارض سے ترجیح نہ ہو مثلاً اس وقت مجمع میں ایک شخص کا دم نکلا جاتا ہے اور ہم اس کو نفع پہنچا سکتے ہیں اب وہاں یہ انتظار کرنا کہ جب سب ہٹ جاویں اس وقت اس کی خبر گیری کرینگے اس مثل کا مصداق ہو جاتا ہے تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود اور یہ جو کہا گیا کہ ان پر کوئی خطرہ واقع ہونے والا نہیں اس سے یہ شبہ جاتا رہا کہ قیامت کے روز تو خاص بندے بھی بڑے خوف اور خطر میں مشغول ہونگے وجہ دفع شبہ ظاہر ہے کہ گو ان کو خود خطرہ ہو مگر جس امر کا خطرہ ہے وہ ان کو پیش نہ آوے گا۔

ربط: تفصیل مضامین انفاق سے پہلے منجملہ ابواب البر کے پینتیس حکموں کا بیان ہوا ہے بعض احکام کا یہاں سے بیان ہوتا ہے اور ان بقیہ احکام کا ارتباط مضمون انفاق کے ساتھ اس سے اور زیادہ ہو گیا کہ یہ سب احکام مثل انفاق کے مال ہی کے ساتھ متعلق ہیں چنانچہ ربوا ظاہر ہے کہ مال سے متعلق ہے اسی طرح مدیون کو مہلت دینا۔ دین کے معاملات کو لکھوالینا۔ ان معاملات میں شاہد بنانا۔ ان شاہدوں کاتبوں کو بے وجہ عذر نہ کرنا۔ رہن رکھنا رکھانا۔

حکم سی وششم تحریم وذم ربوا: اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا (الی قوله تعالی) وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ۔ جولوگ سود کھاتے ہیں (یعنی لیتے ہیں) نہیں کھڑے ہوں گے (قیامت میں قبروں سے) مگر جس طرح کھڑا ہوتا ہے ایسا شخص جس کو شیطان خبطی بنادے لپٹ کر (یعنی حیران مدہوش) یہ سزا اس لئے ہوگی کہ ان (سودخوار) لوگوں نے (سود کے حلال ہونے پر استدلال کرنے کے لئے) کہا تھا کہ بیع بھی تو مثل سود کے ہے (کیونکہ اس میں بھی مقصود نفع حاصل کرنا ہوتا ہے اور بیع یقیناً حلال ہے پھر سود بھی جو کہ اس کا مثل ہے حلال ہونا چاہئے) حالانکہ (دونوں میں کھلا فرق ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے (جو کہ مالک ہیں احکام کے) بیع کو حلال فرمایا ہے اور سو کو حرام کر دیا ہے (اس سے زیادہ اور کیا فرق ہوگا) پھر جس شخص کو اس کے پروردگار کی طرف سے (اس بارہ میں) نصیحت پہنچی اور وہ (اس سود کے فعل سے اور اس کفر کے قول سے یعنی حلال کہنے سے) باز آ گیا (یعنی حرام سمجھنے لگا اور لینا بھی چھوڑ دیا) تو جو کچھ (اس حکم کے آنے سے) پہلے (لینا ہو چکا ہے وہ اسی کا رہا (یعنی ظاہر شرع کے نزدیک اس کی یہ توبہ قبول ہوگئی اور لیا ہوا مال اسی کی ملک ہے) اور (باطنی) معاملہ اس کا (کہ وہ دل سے باز آیا ہے یا منافقانہ توبہ کرلی ہے یہ) خدا کے حوالہ رہا (اگر دل سے توبہ کی ہوگی عند اللہ نافع ہوگی ورنہ کالعدم ہوگی تم کو بدگمانی کا کوئی حق نہیں) اور جو شخص (نصیحت مذکور سن کر بھی اسی قول اور اسی فعل کی طرف) پھر عود کرے تو (بوجہ اس کے کہ ان کا یہ فعل خود گناہِ کبیرہ ہے) یہ لوگ دوزخ میں جاوینگے (اور بوجہ اس کے کہ ان کا یہ قول کفر ہے اس لئے) وہ اس (دوزخ) میں ہمیشہ رہیں گے (اور گو سود لینے سے فی الحال مال بڑھتا نظر آتا ہے لیکن مآل کار) اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں (کبھی تو دنیا ہی میں سب برباد ہو جاتا ہے ورنہ آخرت میں تو یقینی بربادی ہے کیونکہ وہاں اس پر عذاب ہوگا) اور (برخلاف اس کے صدقہ دینے میں گو فی الحال مال گھٹتا معلوم ہوتا ہے لیکن مآل کار اللہ تعالیٰ صدقات کو بڑھاتے ہیں (کبھی تو دنیا میں بھی ورنہ آخرت میں تو یقیناً بڑھتا ہے کیونکہ وہاں اس پر بہت سا ثواب ملے گا جیسا اوپر آیات میں مذکور ہوا) اور اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے (بلکہ مبغوض رکھتے ہیں) کسی کفر کرنے والے کو (جو کہ قول مذکور کے مثل کلمات کفر منہ سے بکے اور اسی طرح پسند نہیں کرتے) کسی گناہ کے کام کرنے والے کو (جو کہ فعل مذکور یعنی سود کے مثل کبائر کا مرتکب ہو) **ف** ١: آخرت میں جنون کی سی حالت ہونا قرآن سے تو اس فعل اور اس قول کے مجموعہ پر مرتب معلوم ہوتا ہے اور حدیث سے صرف سود لینے کے فعل پر بھی اس کا ترتب ثابت ہوتا ہے جیسا روح المعانی میں طبرانی سے بروایت عوف بن مالک حدیث مرفوع منقول ہے جس کے بعض الفاظ یہ ہیں **فمن اکل الربوا بعث یوم القیمة مجنونا یتخبط ثم قرأ الآیة** آه۔ **ف** ٢: قیامت میں سودخور کی حالت جنون کو جو تشبیہ دی گئی ہے اس شخص کی حالت سے جس کو شیطان نے لپٹ کر خبطی کر دیا ہو اس سے معلوم ہوا کہ آسیب کا لپٹ جانا امر ممکن ہے اور حقیقت اس کی یہ ہے کہ جنات میں بعضے خبیث ہوتے ہیں اور بعضی دفعہ کسی شخص کو تکلیف پہنچاتے ہیں اور ان کے تسلط سے انسان بدحواس ہو جاتا ہے چونکہ جنات کا وجود قرآن سے ثابت ہے اور اس کی انگلی چھونے کے اثر سے بچہ کا رونا حدیث سے ثابت ہے لہٰذا آیت میں اس تاویل کی ضرورت نہیں کہ بناء علی زعم العرب ایسا کہہ دیا گیا ہے اور چونکہ آیت میں یہ کہیں نہیں ہے کہ بدحواسی کی علت ہمیشہ آسیب زدگی ہی ہے اس لئے اس شبہ کی گنجائش ہی نہیں کہ بدحواسی اور جنون امراض کی ایک قسم ہے وجہ دفع شبہ ظاہر ہے کہ اگر جنون کبھی جن کے اثر سے ہو اور کبھی مرض کے اثر سے یا دونوں کے اثر سے اس طرح ہو کہ اول جن کا اثر ہو اور اس سے اخلاط میں تعفن اور تغیر پیدا ہو جاوے یا کبھی اول اخلاط میں فساد پیدا ہو اور ان سے ریاح متعفنہ پیدا ہوں اور ان ریاح کے ساتھ ارواحِ خبیثہ شیطانیہ متعفن ہو جاویں جس طرح بعض فصول میں مواد بخاریہ میں جان پڑ کر ہوام موذیہ اور حشرات الارض پیدا ہو جاتے ہیں تو ان سب صورتوں میں کوئی وجہ استبعاد کی نہیں ہے پس اس قسم کے آثار کا انکار کرنا نری دہریت اور الحاد ہے اور بعضوں کو جو قرآن مجید کی اس آیت سے شبہ ہو گیا: وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ [ابراهيم: ٢٢] سو یہاں حصر باعتبار اس کے ہے کہ شیطان جبراً معصیت نہیں کرا سکتا باقی اس اثر متکلم فیہ کی نفی لازم نہیں آتی البتہ یہ بات اب تک ثابت نہیں کہ مردوں کی ارواح آ کر ستاتی ہیں بلکہ ظاہراً یہ امر اس لئے غلط معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ صلحاء سے تھا تو نعیم میں مشغول ہے اس کو یہاں ایذا رسانی کے لئے آنے کی کیا ضرورت اور اگر وہ اشقیاء میں سے تھا تو اس کو اس کی کب مہلت۔ **ف** ٣: اور قیامت میں جو یہ سزا دی جاوے گی مناسبت اس کی جرم کے ساتھ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس شخص کا یہ کہنا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ناشی ہے اس شخص کی بے عقلی سے دربارہ دین کے اس لئے اس کو سزا زوال عقل کی دی جاوے گی اسی طرح یہ فعل بھی خود دلیل ہے بے عقلی مذکور کی کیونکہ جس علم پر عمل نہ ہو وہ گویا علم اور عقل ہی نہیں۔ **ف** ٤: حق تعالیٰ نے اُن کے استدلال مذکور کا جو جواب دیا ہے وہ حاکمانہ جواب ہے جو تقریر قوانین کے وقت بالکل کافی اور نہایت مناسب ہوتا ہے باقی حکیمانہ جواب آیہ: وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ۔ سے بوجہ اس کے کہ باطل میں سود بھی داخل ہے مفہوم ہوتا ہے جس کا حاصل اجمالاً یہ ہے کہ اس میں ناحق دوسرے کے مال کا ضائع کرنا ہے باقی مفصل حکمتیں اور احکام اصول اور فقہ میں مذکور ہیں۔

ربط: اوپر سود کے باب میں بداعتقاد اور بدعمل لوگوں کا ذکر تھا آگے حسب عادت قرآنیہ خوش اعتقاد اور نیک عمل لوگوں کا ذکر فرماتے ہیں۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الخ اس میں دلیل ہے کہ فقیر مشتغل بالآخرۃ کو اسباب معیشت کا ترک کرنا اولیٰ ہے اگرچہ اس اشتغال

وکسب میں کچھ تنافی بھی نہیں ۔قولہ تعالیٰ یَحۡسَبُهُمُ الۡجَاهِلُ اَغۡنِیَآءَ الخ اس میں اصل ہے اس کی کہ ایسی کوئی خاص وضع نہ بنائے جس سے عوام اہل دنیا سے ممتاز ہو۔

مُلحقاتُ الترجمۃ: ۱ قوله صدقات اصل حق اشار به الى حذف المبتدأ والى كون اللام للاستحقاق ۱۲۔ ۲ قوله عادة يعني ان المراد نفي الاستطاعة العادية لا العقلية ۱۲۔ ۳ قوله یعنی مانگتے ہی نہیں في روح المعاني وهو المروى عن ابن عباسؓ واليه ذهب الفراء والزجاج واكثر ارباب المعاني وعليه يكون النفي متوجها لامرين على حد قول الاعشي۔

لا يغمز الساق من اين ولا وصب ☆ ولا يعض على شرسوفة الصفر

واعترض بان هذا انما يحسن اذا كان القيد لازما للمقيد او كاللازم حتى يلزم من نفيه نفيه بطريق برهاني واما هنا ليس كذلك اذ الالحاف ليس لازما للسوال ولا كلازمه اه ثم اجاب بما ليس بمرضي عندى وانما الجواب عندى ما اشرت في تقرير الترجمة من كون الالحاف لازما للسوال في الاكثر كما هو مشاهد ۱۲۔ ۴ قولہ یعنی لیتے ہیں ماخذه البيضاوى قال وانما ذكر الاكل لانه اعظم منافع المال ۱۲۔ ۵ قوله بیع بھی تو مثل سود کے ہے۔ هذا التقرير للاستدلال افهمني الله ذوقا ثم رايته لصاحب الانتصاف فلا يحتاج الى ارتكاب تكلف المبالغة وحاصل الاستدلال انهما متماثلان والمثل يقاس على المثل فيقاس الربوا على البيع في الحل قلت واسهل منه ان يقال ان هذه حجة الزامية اى لو كان الربوا حراما لزم ان يكون البيع حراما لان البيع مثل الربوا واللازم باطل فالملزوم مثلهٗ ۱۲ منه۔ ۶ قوله تم کو بدگمانی کا الخ هذا التقرير لجملة وامره الى الله مما خصني الله تعالى به بعد فكر طويل فيما علمت بعد ان راجعت التفاسير ولم يطمئن قلبي بما فيها والحمد لله وهو كمثل قوله عليه السلام هلا شققت قلبه ۱۲۔

الرِّوَایَات: في لباب النقول اخرج عبدالرزاق وابن جرير وابن ابى حاتم والطبراني بسند ضعيف عن ابن عباسؓ قال نزلت هذه الآية في على بن ابى طالب كانت معه اربعة دراهم فانفق بالليل درهما وبالنهار درهما وسرا درهما وعلانية درهما واخرج ابن المنذر عن ابن المسيب قال الأية نزلت في عبدالرحمٰن بن عوف وعثمان بن عفان في نفقتهم في جيش العسرة ۱۲۔

النَّحو: الباء بمعنى في سر او علانية مصدر اى انفاقا سرا ۱۲۔

البَلاغة: انما قدم الليل والسر لافضلية الاخفاء في نفسه ۱۲

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ‌ۚ وَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوۡا مَا بَقِىَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ۝ فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا فَاۡذَنُوۡا بِحَرۡبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ‌ۚ وَاِنۡ تُبۡتُمۡ فَلَكُمۡ رُءُوۡسُ اَمۡوَالِكُمۡ‌ۚ لَا تَظۡلِمُوۡنَ وَلَا تُظۡلَمُوۡنَ ۝

بیشک جولوگ ایمان لائے ہیں اورانہوں نے نیک کام کئے اور (بالخصوص) نماز کی پابندی کی اور زکوٰۃ دی ان کیلئے انکا ثواب ہوگا انکے پروردگار کے نزدیک اور (آخرت میں) اُن پر کوئی خطر نہیں ہوگا اور نہ وہ مغموم ہونگے ۔ اے ایمان والوں اللہ سے ڈرواور جو کچھ سود کا بقایا ہے اس کو چھوڑ دو۔ اگر تم ایمان والے ہو پھر اگر تم اس پر عمل نہ کروگے تو اشتہار سن لو جنگ کا اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے (یعنی تم پر جہاد ہوگا) اور اگر تم توبہ کرلو گے تو تم کو تمہارے اصل اموال مل جائیں گے ۔ نہ تم کسی پر ظلم کرنے پاؤں گے اور نہ تم پر کوئی ظلم کرنے پائے گا۔

تفسیر: مدحِ مؤمنین عاملین: اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا (الى قوله تعالى) وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ۝ بیشک جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اور (بالخصوص) نماز کی پابندی کی اور زکوٰۃ دی ان کے لئے ان کا ثواب ہوگا ان کے پروردگار کے نزدیک اور (آخرت میں) ان پر کوئی خطرہ (واقع ہونے والا) نہیں ہوگا اور نہ وہ (کسی مقصود کے فوت ہونے سے) مغموم ہونگے ۔ ف: اوپر کی آیت میں سودخواروں کا قول: اِنَّمَا الۡبَيۡعُ مِثۡلُ الرِّبٰوا‌ۘ ان کے کفر پر دلالت کرتا تھا اس کے مقابل اس آیت میں اٰمَنُوۡا لایا گیا اور وہاں ان کی بدعملی سود کی مذکور تھی جس سے ان لوگوں کا راغب الی الدنیا ہونا بھی مفہوم ہوتا تھا یہاں ان کی خوش عملی اجمالاً عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سے اور تفصیلاً راغب الی اللہ ہونا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ سے اور بجائے مالِ سود حاصل کرنے کے بالعکس مال کا خرچ کرنا اٰتَوُا الزَّكٰوةَ سے مذکور ہے اور ظاہر ہے کہ ان مقابلوں کی رعایت سے کلام میں کس قدر حسن وخوبی آ گئی۔

ربط: اوپر ممانعت تھی آئندہ سود لینے سے آگے حکم بتلاتے ہیں پچھلا چڑھا ہوا سود وصول کرنے کا۔

نہی از وصول بقایا سود: یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ (الی قولہ تعالی) وَلَا تُظْلَمُوْنَ اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو کچھ سود کا بقایا ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو (کیونکہ ایمان کا مقتضا اطاعت کرنا ہے پھر اگر تم (اس پر عمل) نہ کرو گے تو اشتہار سن لو جنگ کا اللہ کی طرف سے اور اُس کے رسول کی طرف سے (یعنی تم پر جہاد ہوگا) اور اگر تم توبہ کر لو گے تو تم کو تمہارے اصل اموال مل جاویں گے (اس قانون کے بعد) نہ تم کسی پر ظلم کرنے پاؤ گے (کہ تم اصل مال سے زیادہ لینے لگو) اور نہ تم پر کوئی ظلم کرنے پاوے گا (کہ تمہارا اصل مال بھی نہ دلایا جاوے) **ف**: آیت میں جو جہاد کے لئے فرمایا ہے اس میں حسب ذیل تفصیل ہے۔

مسئلہ: سود نہ چھوڑنا اگر اس طرح ہے کہ اس کو حلال نہیں سمجھتا تو وجہ جہاد یہ ہے کہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جو مسلمان کسی خاص حکم شرعی کے خلاف کرے اور امام کے کہنے سے باز نہ آوے تو اس پر تو جبر کرنا چاہئے سود و چار پر تو جبر چل جاوے گا اور اگر وہ جبر کو نہ مانے بلکہ گروہ بنا کر بمقابلہ پیش آوے تو ان پر جہاد کرنا چاہئے گو وہ امر سنت ہی کیوں نہ ہو اسی لئے فقہاء نے ترک اذان یا ترک ختان پر قتال کا حکم دیا ہے اور ایسے لوگوں کا حکم باغیوں کا سا ہوگا۔ اور اس آیت میں جو یہ فرمایا ہے کہ اگر تم توبہ کرو تو تمہارا راس المال ملے گا اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ توبہ نہ کرنے کی صورت میں راس المال بھی نہ ملے گا اس میں یہ تفصیل ہے۔

مسئلہ: اگر یہ توبہ نہ کرنا اس طرح ہے کہ سود کو حلال سمجھنے لگا تو چونکہ اس کے قبل یہ شخص مسلمان ہے جیسا کہ: یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اس کا قرینہ بھی ہے اور سود کو حلال سمجھنا کفر ہے اور اسلام کے بعد کفر کرنا ارتداد ہے اس لئے یہ شخص مرتد ہو جاوے گا کہ اگر از سر نو اسلام قبول نہ کرے تو اس کو قتل کر دیا جاتا ہے اور اس کا تمام مال اس کی ملک سے زائل ہو جاتا ہے پھر اس میں جتنا ارتداد سے پہلے کا حاصل کیا ہوا ہے وہ تو اس کے مسلمان وارثوں کو تقسیم ہو جاتا ہے اور جو ارتداد کی حالت میں حاصل کیا ہے وہ بیت المال میں داخل کر دیا جاتا ہے۔

مسئلہ: اور اگر یہ توبہ نہ کرنا اس طرح ہے کہ اس کو حلال نہیں سمجھا مگر ترک نہیں کیا تو اوپر مذکور ہوا ہے کہ اگر یہ بمقابلہ پیش نہ آیا تب تو جبر کر کے ترک کرا ہی دیں گے تو بہ نہ کرنے کی شق میں یہ صورت داخل ہی نہیں اور اگر بمقابلہ پیش آیا تو باغی ہے اور باغی کے احکام میں سے یہ ہے کہ ان میں جو قتل سے بچا رہے اس کا مال اس کی ملک سے تو زائل نہیں ہوتا مگر اس کے قبضہ سے نکال لیا جاتا ہے یعنی چھین کر اپنے قبضہ میں امانت کے طور پر رکھا جاتا ہے وہ لوگ جس وقت توبہ کر لیں ان کے اموال ان کو واپس کر دیے جاویں گے یہ سب مسائل ہدایہ میں موجود ہیں۔

مسئلہ: جو احقر[1] نے اس آیت سے سمجھا ہے دار الحرب میں حربی سے سود لینا حرام ہے کیونکہ یہ بقایا سود زمانۂ جاہلیت کا تھا جبکہ مکہ دار الحرب تھا اگر یہ معاملہ حلال ہوتا تو حلال معاملہ سے جو حق واجب ہو اس کا مطالبہ ہر حال میں درست ہے گو مطالبہ کے وقت وہ معاملہ ناجائز ہو مثلاً اگر نصرانی نے دوسرے نصرانی سے ایک روپیہ کی شراب خریدی ان کے لئے معاملہ حلال تھا پھر دونوں مسلمان ہو گئے باوجودیکہ اب ایسی بیع وشرا درست نہیں مگر پچھلا روپیہ وصول کرنا درست ہے پس جبر ربوا میں پچھلا بقایا لینے کی اجازت نہ ہوئی معلوم ہوا کہ اس وقت بھی حلال نہ تھا پھر حربی حربی میں درست نہ ہوا تو مسلم اور حربی میں کیسے درست ہوگا ربا لیا ہوا واپس نہ ہونا یہ تخفیف تھی بعذر عدم علم تحریم کے واسطے دفع حرج کثیر کے اور فقہی روایت جو اس کے متعلق مشہور ہے احقر کے نزدیک اس کی خاص تفسیر ہے جس سے سود کی حلت لازم نہیں آتی باقی تفصیل کا یہ مقام نہیں۔

الحواشی: (۱) یہ مسلک کی صفت ہے ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قولہ کیونکہ الخ علم منہ ان الشرط للترغیب لا للتعلیق ۱۲۔

الروایات: اخرج ابن ابی حاتم عن مقاتل قال نزلت هذه الآیة فی بنی عمرو بن عمیر بن عوف الثقفی ومسعود بن عمرو بن عبدیالیل بن عمر وربیعة بن عمرو وحبیب بن عمیر کلهم اخوة وهم الطالبون والمطلوبون بنو المغیرة من بنی مخزوم وکانوا یداینون بنو المغیرة فی الجاهلیة بالربوا وکان النبی صلی اللہ علیه وسلم صالح ثقیفا فطلبوا رباهم ای بنی المغیرة وکان مالا عظیما فقال بنو المغیرة واللہ لا نعطی الربوا فی الاسلام وقد وضعه اللہ تعالٰی ورسوله عن المسلمین فعرفوا شانهم معاذ بن جبل ویقال عتاب بن اسید فکتب الی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ان بنی عمرو وعمیر یطلبون رباهم عند بنی المغیرة فانزل اللہ تعالٰی یآیها الذین آمنوا الخ فکتب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الی معاذ بن جبل ان اعرض علیهم هذه الآیة فان فعلوا فلهم رؤس اموالهم وان ابو افاذنهم بحرب من اللہ ورسوله۔ وفی روح المعانی عن ابی یعلٰی عن ابن عباس لما نزلت قال ثقیف لایدی لنا بحربه ۱۲۔

اختلاف القراءۃ: قال البیضاوی قرأ حمزة وعاصم فی روایة ابن عباس رضی اللہ عنهما فاذنوا ای فاعلموا بها غیرکم من الاذن وهو الاستماع فانه من طرق العلم وفی حاشیته برمزف واذا امروا باعلام غیرهم علموه لا محالة آه او یقال کما فی روح المعانی اعلمو

انفسکم وغیر کم ۱۲۔

البلاغۃ: التنوین فی حرب للتعظیم ۱۲۔

وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ؕ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸۰﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۗ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۸۱﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ؕ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۪ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ؕ

اور اگر تنگ دست ہو تو مہلت دینے کا حکم ہے آسودگی تک اور یہ (بات) کہ معاف ہی کردو اور زیادہ بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم کو اس کے ثواب کی خبر ہو اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ تعالیٰ کی پیشی میں لائے جاؤ گے۔ پھر ہر شخص کو اس کا کیا ہوا (نیکی کا بدلہ) پورا پورا ملے گا اور ان پر کسی قسم کا ظلم نہ ہوگا۔ اے ایمان والوں جب معاملہ کرنے لگو ادھار کا ایک میعاد (معین تک کے لئے) تو اس کو لکھ لیا کرو اور یہ ضرور ہے کہ تمہارے آپس میں (جو) کوئی لکھنے والا ہو انصاف کے ساتھ لکھے اور لکھنے والا لکھنے سے انکار بھی نہ کرے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو (لکھنا) سکھلا دیا اس کو چاہئے کہ لکھ دیا کرے اور وہ شخص لکھوا دے۔ جس کے ذمے وہ حق واجب ہو اور ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ سے جو اس کا پروردگار ہے اور اس میں سے ذرہ برابر (بتلانے میں) کمی نہ کرے۔ پھر جس شخص کے ذمے حق واجب تھا وہ اگر خفیف العقل ہو یا ضعیف البدن ہو یا خود لکھانے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو اس کا رکن ٹھیک ٹھیک طور پر لکھوا دے ۞

تفسیر: حکم سی و ہفتم وجوب امہال مفلس: ۔ اور اس حکم کو باوجود عام ہونے کے ماقبل کے ساتھ ایک خاص مناسبت بھی ہے وہ یہ کہ سود خوروں کا قاعدہ تھا کہ میعاد پر مطالبہ کرنے پر اگر مدیون مہلت مانگتا تو مہلت کے عوض اور سود لیتے تھے اس آیت آئندہ سے اس رسم بد کو بھی مٹاتا ہے۔ وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ (الی قولہ تعالیٰ) اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اور اگر (مدیون) تنگدست ہو (اور اس لئے میعاد پر نہ دے سکے) تو (اس کو) مہلت دینے کا حکم ہے آسودگی تک (یعنی جب اس کے پاس ادا کی گنجائش ہو) اور یہ (بات) کہ (بالکل) معاف ہی کردو اور زیادہ بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم کو (اس کے ثواب کی) خبر ہو۔

ف: مسئلہ: مفلس کو مہلت دینا واجب ہے۔

مسئلہ: جب اس کو گنجائش ہو پھر مطالبہ کی اجازت ہے۔

مسئلہ: البتہ اگر ہنوز مفلس ہی ہونا تحقیق نہ ہو بلکہ شبہ ہو کہ شاید اپنی گنجائش کا اخفاء کرتا ہے اور قصداً ٹالتا ہے تو حاکم کو دائن کی درخواست پر چاہئے کہ مدیون کو حوالات کردے اور جب قرائن سے یہ یقین ہو جاوے کہ اب اس قدر تنگ ہو چکا ہے کہ اگر اس کے پاس مال ہوتا تو ضرور دے دیتا اس وقت رہا کردے۔

ربط: اوپر کے احکام میں چونکہ ظاہراً کسی قدر مالی نفع کم معلوم ہوتا ہے چنانچہ ربوا میں آمدنی کا کم ہونا اور مہلت میں آمدنی کا بدیر ہونا ظاہر ہے اس لئے مکلفین کا بوجہ حب طبعی مال کے ان احکام میں کوتاہی کرنا بعید نہ تھا لہٰذا اس مقام میں احکام میں کوتاہی کرنے پر کسی قدر ترہیب مناسب معلوم ہوئی جو آیت آئندہ میں ارشاد فرمائی جاتی ہے: وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۗ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۸۱﴾ اور (مسلمانو) اس دن سے ڈرو جس میں تم (سب) اللہ تعالیٰ کی پیشی میں لائے جاؤ گے پھر ہر شخص کو اس کا کیا ہوا (یعنی اس کا بدلہ) پورا پورا ملے گا اور ان پر کسی قسم کا ظلم نہ ہوگا (تو تم پیشی کے لئے اپنی کارگذاری درست رکھو اور کسی قسم کی خلاف ورزی مت کرو)۔

حکم سی و ہشتم متعلق دین: ۔ اور اس حکم میں کئی جزو ہیں:

جزو اول مشورۂ کتابت دستاویز: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا (الی قولہ تعالیٰ) وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۔

جزو دوم نہی کاتب از انکارِ کتابت: وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ ۔

جزو سوم بودن دستاویز از جانب مدیون: وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ (الی قولہ تعالیٰ) اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ اے ایمان والو جب معاملہ کرنے لگو ادھار کا (خواہ دام ادھار ہوں یا جو چیز خریدنا ہے وہ ادھار ہو جیسے بیع سلم میں) ایک میعاد معین تک

(کیلئے) تو اس (یادداشت و دستاویز) کو لکھ لیا کرو اور یہ ضرور ہے کہ تمہارے آپس میں (جو) کوئی لکھنے والا (ہو وہ) انصاف کیساتھ لکھے (یعنی کسی کی رعایت کر کے مضمون میں کمی بیشی نہ کرے) اور لکھنے والا لکھنے سے انکار بھی نہ کرے جیسا کہ خدا نے اس کو (لکھنا) سکھلا دیا اس کو چاہئے کہ لکھ دیا کرے (کاتب کو) وہ شخص (بتلا دے اور) لکھوا دے جس کے ذمہ وہ حق واجب ہو (کیونکہ دستاویز کا حاصل اقرار حق کا ہوتا ہے تو جس کے ذمہ حق ہے اسی کا اقرار ضرور ٹھہرا) اور (لکھاتے وقت) اللہ تعالیٰ سے جو اس کا پروردگار ہے ڈرتا رہے اور اس (حق) میں سے ذرہ برابر (بتلانے میں) کمی نہ کرے پھر جس شخص کے ذمہ حق واجب تھا وہ اگر خفیف العقل (یعنی معتوہ یا مجنون) ہو یا ضعیف البدن (یعنی نابالغ یا پیر فرتوت) ہو یا (اور کسی اتفاقی امر سے) خود (بیان کرنے کی اور) لکھانے کی قدرت نہ رکھتا ہو (مثلاً گونگا ہے اور لکھنے والا اس کا اشارہ نہیں سمجھتا یا مثلاً دوسرے ملک کا رہنے والا ہے اور زبان غیر رکھتا ہے اور لکھنے والا اس کی بولی نہیں سمجھتا) تو (ایسی حالت میں) اس کا کارکن ٹھیک ٹھیک طور پر لکھوا دے۔

ف: مسئلہ: دام ادھار یہ کہ روپیہ کے گیہوں خریدے یا ہزار روپے کا مکان خریدا اور وعدہ ٹھہرا کہ چھ ماہ کے بعد دام دینگے یا سو روپیہ فی الحال کسی کو دیئے اور یہ معاہدہ ٹھہرا کہ چھ ماہ کے بعد مثلاً فلانا غلہ اس قدر لیں گے اس کو اصطلاح شرح میں سلم کہتے ہیں یہ دونوں صورتیں شرعاً جائز ہیں البتہ ان کے جائز ہونے کے لئے بہت سی شرطیں ہیں جو کہ کتب فقہ میں مذکور ہیں۔

مسئلہ: منجملہ ان شرائط کے ایک شرط وہ بھی ہے جس کی طرف آیت میں یہ اشارہ ہے یعنی وہ میعاد پورے طور سے معین ہو جس سے گنجائش اختلاف ونزاع کی باقی نہ رہے مثلاً ماہ رمضان کی پندرہ تاریخ اور یوں نہ کہے کہ مثلاً جب فصل کٹنے لگے گی کیونکہ فصل کے کٹنے کی ابتدا اور انتہا میں تفاوت ہوا کرتا ہے۔

مسئلہ: یہ لکھنا جمہور علماء کے نزدیک مستحب ہے اگر کوئی نہ لکھے لکھاوے گناہگار نہیں صرف مصلحت ہے کہ احتمال اختلاف کا اصلاً نہ رہے۔

مسئلہ: یہ لکھنا چونکہ اس مصلحت کے لئے ہے اس لئے دین کے ساتھ مخصوص نہیں اگر دونوں طرف سے لینا دینا بالفعل ہی ہو جاوے اور پھر بھی اس میں لکھنا مصلحت ہو تو مضائقہ نہیں مثلاً کوئی گاؤں خریدا اور اس کا بیع نامہ لکھوالیا تا کہ آئندہ چل کر کوئی منکر نہ ہو جاوے۔

مسئلہ: کاتب کو لکھنے کا حکم اور انکار سے ممانعت یہ بھی استحباب کے لئے ہے اسی واسطے اگر کاتب لکھنے پر اجرت لے جائز ہے۔

مسئلہ: خفیف العقل سے مراد مجنون یا معتوہ ہے جو بالکل پاگل نہ ہو مگر مختلط العقل ہو اور ضعیف البدن سے مراد نابالغ یا بوڑھا ہے ان میں نابالغ اور معتوہ و مجنون کی بیع وشراء و اقرار تو شرعاً ناقابل اعتبار ہے بلکہ ان لوگوں کو ایسے معاملات کے صحیح ونافذ ہونے کے لئے ولی شرعی کی اجازت درکار ہے اور ایسا ولی جس کا تصرف ان کے مال میں نافذ ہو سکے صرف یہ ہیں۔ باپ، دادا، باپ کا وصی، دادا کا وصی، قاضی یعنی حاکم شرعی ان کا ہر معاملہ یا تو ولی کرے یا اگر یہ کریں تو ولی مطلع ہو کر کہہ دے کہ میں جائز رکھتا ہوں اور اگر ولی کرے گا تو تب بھی عوض اس معاملے کا جیسے دام ان ہی کے مال میں واجب ہو گا گو مطالبہ ولی سے ہو گا مگر وہ ان کے مال سے دے گا پس مدیون یہی رہیں گے اور بوڑھا اگر بدحواس ہو جاوے تب تو اس کا بھی یہی حکم ہے ورنہ وہ خود معاملہ کر سکتا ہے یا کسی کو اپنے آرام کیلئے اپنی طرف سے مختار کر دے اس کو وکیل کہتے ہیں اور گونگے یا دوسرا لغت بولنے والے کے لئے مفہم اور مترجم کی ضرورت ہے وہ ہر معتبر آدمی ہو سکتا ہے پس قرآن میں ولی بمعنی کارکن کا لفظ ان سب کو یعنی ولی اصطلاحی اور وکیل اور مترجم اور مفہم کو شامل اور عام ہے۔

مسئلہ: اس کتابت کے امر کے بعد استشہاد کا امر دلیل ہے کہ معاملات میں خط حجت نہیں و به صرح الفقهاء اور دیانات میں خط کا حجت ہونا اس سے ثابت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے سلاطین کے نام فرامین بھیجے اور ان کے ساتھ شہود نہیں بھیجے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ فَاكْتُبُوهُ۔ اس میں ثبوت ہے اس کا کہ معاشرت و عادات کے نظام کی اصلاح طریق کے منافی نہیں۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله خفیف العقل فالسفیه ههنا لیس بالمعنی الاصطلاحی عند الفقهاء بمعنی المبذر فلا یصح الاحتجاج بالآیة علی ابی حنیفة فی قوله ان المبذر لیس بمحجور عن التصرف ۱۲۔ ۲ قوله فی المسئلة الاخیرة ولی بمعنی کارکن لان الولی متولی الامور ۱۲۔

اللغات: فی روح المعانی الا ملال بمعنی الا لقاء علی الکاتب ما یکتبه وفعله امللت وقد یبدل احد المضاعفین یاء ویتبعه المصدر فیه وتبدل همزة بعد الالف زائدة فیقال املاء ۱۲۔

النحو: کان تامة فنظرة ای الحکم نظرة فالمبتدأ مقدر الی اجل متعلق بقوله تداینتم قوله **کاتب بالعدل** الجار والمجرور متعلق عندی بقوله ولیکتب قوله کما **علمه الله** متعلق بقوله لا یاب علی حد قوله تعالیٰ احسن کما احسن الله ۱۲۔ **لا یستطیع** معطوف علی مفرد بعد تأویله بغیر مستطیع ۱۲۔

البلاغة: تداینتم جرد عن معنی الدین ای تعاملتم بقرینة قوله بدین وانما زاد بدین ولم یقتصر علی قوله تداینتم للاهتمام فانه کان

محتملا للمجاز بمعنى مطلق المعاملة قوله ولا يبخس انما نفى فى املاء من عليه الحق النقصان فقط وقال فى الكاتب والولى بالعدل نفيا للزيادة والنقصان لان فى من عليه الحق لم يكن احتمال الزيادة للتضرر به۔

وَ اسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّ امْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ؕ وَ لَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ؕ وَ لَا تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ اَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ وَ اَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۪ وَ لَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّ لَا شَهِيْدٌ ؕ۬ وَ اِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَ يُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۲﴾

اور دو شخصوں کو اپنے مردوں میں سے گواہ بھی کر لیا کرو پھر اگر وہ دو گواہ مرد (میسر) نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں (گواہ بنائی جائیں) ایسے گواہوں میں سے جن کو پسند کرتے ہو۔ تاکہ ان دونوں عورتوں میں سے کوئی ایک بھی بھول جائے تو ان میں ایک دوسری کو یاد دلائے اور گواہ بھی انکار نہ کرے جب (گواہ بننے کے لئے) بلائے جایا کریں اور تم اس (دین) کے (بار بار) لکھنے سے اُکتایا مت کرو خواہ وہ معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو یہ لکھ لینا انصاف کا زیادہ قائم رکھنے والا ہے۔ اللہ کے نزدیک اور شہادت کا زیادہ درست رکھنے والا ہے اور زیادہ سزاوار ہے اس بات کا کہ تم (معاملہ کے متعلق) کسی شبہ میں نہ پڑو مگر یہ کہ کوئی سودا دست بدست ہو جس کو باہم لیتے دیتے ہو تو اس کے نہ لکھنے پر بھی کوئی الزام نہیں اور (اتنا اس میں ضرور کیا کرو کہ) خرید و فروخت کے وقت گواہ کر لیا کرو اور کسی کاتب کو تکلیف نہ دی جائے اور نہ کسی گواہ کو اور اگر تم ایسا کرو گے تو اس میں تم کو گناہ ہوگا خدا تعالیٰ سے ڈرو اور اللہ تعالیٰ (کا تم پر احسان ہے کہ) کہ تم کو تعلیم فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب چیزوں کے جاننے والے ہیں۔

تفسیر: جزو چہارم استشہاد: وَ اسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ (الی قولہ تعالی) اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى۔

جزو پنجم نہی شہداء از انکار شہادت: وَ لَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا اور (اس معاملہ دین پر علاوہ دستاویز لکھنے کے معاملہ کی پختگی کے لئے) دو شخصوں کو اپنے مردوں میں سے گواہ (بھی) کر لیا کرو (اور شرعاً اصل مدار ثبوت دعویٰ کا یہی گواہ ہیں گو دستاویز نہ ہو اور خالی دستاویز بدون گواہوں کے ایسے معاملات میں حجت اور معتبر نہیں دستاویز لکھنا صرف یادداشت کی آسانی کے لئے ہے کہ اس کا مضمون دیکھ کر سن کر طبعی طور پر اکثر تمام واقعہ یاد آ جاتا ہے جیسا عنقریب قرآن ہی میں آتا ہے) پھر اگر وہ دو گواہ مرد (میسر) نہ ہو تو ایک مرد اور دو عورتیں (گواہ بنالی جاویں) ایسے گواہوں میں سے جن کو تم (ان کے معتبر ہونے کی وجہ سے) پسند کرتے ہو (اور ایک مرد کی جگہ دو عورتیں اس لئے تجویز کی گئیں) تاکہ ان دونوں عورتوں میں سے کوئی ایک بھی (شہادت کے کسی حصہ کو خواہ ذہن سے یا شہادت کے وقت بیان کرنے سے) بھول جاوے تو ان میں ایک دوسرے کو یاد دلا دے (اور یاد دلانے کے بعد شہادت کا مضمون مکمل ہو جاوے) اور گواہ بھی انکار نہ کیا کریں جب (گواہ بننے کے لئے) بلائے جایا کریں (کہ اس میں اعانت ہے اپنے بھائی کی) **ف**: گواہی کے احکام میں بہت تفصیل ہے لیکن جن حقوق کا یہاں ذکر ہے یعنی عقود مالیہ ان کے متعلق چند مسائل مرقوم ہوتے ہیں۔

مسئلہ: ان گواہوں میں یہ صفات ہونے چاہئیں۔ اسلام، عقل، بلوغ، آزادی، یعنی غلام نہ ہونا۔ عدالت یعنی بوجہ دینداری کے معتبر ہونا اور یہ سب صفات اس آیت سے بھی مفہوم ہوتے ہیں کیونکہ رجالکم وغیرہ میں مخاطب وہی ہیں جو اوپر يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ ۔ میں ہیں ایمان تو صاف مذکور ہے اور معاملات واقع ہوا کرتے ہیں عقل بالغ آزاد لوگوں میں۔ ان صفات کا شرط ہونا اس سے مفہوم ہوا۔ اور عدالت مِمَّنْ تَرْضَوْنَ سے معلوم ہوئی البتہ اس میں اختلاف ہے کہ عدالت ظاہری کافی ہے یا خاص طور پر تفتیش بھی کی جاوے۔

مسئلہ: گواہ بننے کے لئے بلانے پر چلا جانا مستحب ہے البتہ گواہ بن جانے کے بعد گواہی ادا کرنے کے لئے جانا یہ بعض صورتوں میں فرض ہے جیسا عنقریب بعد کی آیت میں آوے گا۔

مسئلہ: کلمہ فَتُذَكِّرَ سے صاف مفہوم ہوا کہ مدار گواہی کا یاد پر ہے پس اگر دستاویز دیکھ کر واقعہ یاد نہ آیا تو گواہی دینا درست نہیں۔

مسئلہ: چونکہ مدار ثبوت کا گواہی پر ہے لہٰذا نہ خود دستاویز لکھنا ضروری ہے اور اگر لکھی جاوے تو ضرور نہیں کہ اس پر گواہوں کے دستخط بھی ہوں صرف ان کا سن

لینا دستاویز کو یا واقعہ کا مشاہدہ کر لینا جو دستاویز نہ ہو کافی ہے اول صورت میں گواہی اس طرح دینگے کہ ہم کو فلاں شخص نے اپنا اقرار سنایا یا دوسرے نے سنایا اور فلاں نے اس کی صحت کا اقرار کیا اور دوسری صورت میں کہیں گے کہ ہمارے روبرو یہ معاملہ ہوا البتہ دستاویز پر دستخط کر دینا گواہوں کا اور زیادہ موجب سہولت یادداشت وقرین احتیاط و مصلحت ہے کیونکہ اکثر دستاویز پر اپنے دستخط دیکھ کر وہ واقعہ یاد آ جاتا ہے مگر بدون مشاہدہ واقعہ یا مقر کی زبان سے اقرار سنے ہوئے گواہی لکھنا جیسا کہ اب رسم ہے ناجائز ہے۔

تمہ جزو اول: وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ؕ (الی قولہ تعالی) فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ۔

تمہ جزو چہارم: وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۠۔

تمہ جزو دوم وپنجم: وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّ لَا شَهِيْدٌ ؕ۬ (الی قولہ تعالی) وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۝ اور تم اس (دین) کے (باربار) لکھنے سے اکتایا مت کرو خواہ وہ (معاملہ دین کا) چھوٹا ہو یا بڑا ہو یہ لکھ لینا انصاف کا زیادہ قائم رکھنے والا ہے اللہ کے نزدیک اور شہادت کا زیادہ درست رکھنے والا ہے اور زیادہ سزاوار ہے اس بات کا کہ تم (معاملہ کے متعلق) کسی شبہ میں نہ پڑو (اس لئے لکھ ہی لینا اچھا ہے) مگر یہ کہ کوئی سودا دست بدست ہو جس کو باہم لیتے دیتے ہو تو اس کے نہ لکھنے میں تم پر کوئی الزام (اور مضرت) نہیں اور (اتنا اس میں بھی ضرور کیا کرو کہ اس کے) خرید وفروخت کے وقت گواہ کر لیا کرو (شاید کل کو کوئی بات نکل آوے مثلاً بائع کہنے لگے کہ مجھ کو دام ہی وصول نہیں ہوئے یا یہ چیز میں نے فروخت ہی نہیں کی یا مشتری کہنے لگے کہ میں نے تو واپسی کا اختیار بھی لے لیا تھا یا ابھی تو مبیع پوری میرے پاس نہیں پہنچی) اور (جس طرح ہم نے اوپر کاتب اور گواہ کو منع کیا ہے کہ کتابت اور شہادت سے انکار نہ کریں اسی طرح ہم تم کو بھی تاکید کرتے ہیں کہ تمہاری طرف سے بھی) کسی کاتب کو تکلیف نہ دی جاوے اور نہ کسی گواہ کو (مثلاً اپنی مصلحت کے لئے ان کی کسی مصلحت میں خلل ڈالا جاوے) اور اگر تم ایسا کرو گے تو اس میں تم کو گناہ ہوگا اور خدا تعالیٰ سے ڈرو (اور جن کاموں سے اس نے منع کر دیا ہے وہ مت کرو) اور اللہ تعالیٰ (کا تم پر احسان ہے کہ) تم کو (احکام مفیدہ کی) تعلیم فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب چیزوں کے جاننے والے ہیں (تو وہ مطیع اور عاصی کو بھی جانتے ہیں ہر ایک کو مناسب جزا دینگے۔

ف: لکھنے میں تین فائدے فرمائے۔ اول کا حاصل یہ ہے کہ ایک کا حق دوسرے کے پاس نہ جائے گا نہ رہے گا حقوق العباد سے حفاظت رہے گی۔ دوسرے کا حاصل یہ ہے کہ گواہوں کو آسانی ہوگی۔ تیسرے کا حاصل یہ ہے کہ اہل معاملہ کا جی صاف رہے گا طبیعت کو راحت رہے گی دوسرے سے قلب میں کدورت نہ ہوگی تینوں فائدوں کا الگ الگ ہونا ظاہر ہے۔ اور ان فوائد کا اس طرح بیان کرنا قرینہ ہے کتابت کے مستحب ہونے کا اسی طرح گواہ کرنا بھی مستحب ہے البتہ ضرر پہنچانا کاتب اور گواہ کو حرام ہے فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ اس کا صریح قرینہ ہے اور اگر کاتب اجرت مانگے یا گواہ کو آمد ورفت کے خرچ کی ضرورت ہو تو ان کو مفت کام کرنے پر مجبور کرنا یہ بھی ضرر پہنچانے میں داخل ہے اور حرام ہے۔ اور یہ جو فرمایا کہ نہ لکھنے میں الزام نہیں مراد یہ ہے کہ دنیا کی مضرت نہیں ورنہ گناہ تو کسی معاملہ کے نہ لکھنے میں نہیں ہے اور تجارت حاضرہ میں لکھنے کا اہتمام نہ فرمانا دفع حرج کے لئے ہے کیونکہ ایسے معاملات بکثرت ہوتے ہیں اور اکثر خفیف بھی ہوتے ہیں اور دست بدست ہونے سے احتمال اختلاف ونزاع کا ضعیف ہوتا ہے اس سے یہ بھی مستنبط ہوسکتا ہے کہ اگر کسی تجارت حاضرہ میں یہ امور نہ ہوں مثلاً وہ معاملہ بڑا ہوا اور کم ہوا کرتا ہو اور اختلاف آئندہ احتمال ہو وہاں ترک اہتمام کی علت نہ ہونے سے کتابت کا اہتمام مطلوب ہوگا جیسے عادت بھی ہے کہ بڑے بڑے معاملات کی دستاویزیں برابر لکھی جاتی ہیں گو ادھار نہ ہو۔

مُلْحَقَاتُ التَّرْجَمَۃ: ۱؎ **قولہ** پختگی کے لئے اشارة الی بیان الحكمة وهي الحكمة في الكتابة في الرهن الآتي حكمه فالمقصود بها كلها الاستيثاق ۱۲۔ ۲؎ **قولہ** ایسے معاملات میں حجت اور معتبر نہیں۔ احترز بهذا القيد عن الديانات المخصة كالرواية والفتوى وعن السجلات للقاضي ومثله فان المكتوب فيها حجة اذا امن التزوير۔ ۳؎ **قولہ** ایک مرد کی جگہ دو عورتیں اس لئے تجویز کی گئیں اشارة الى تقدير العامل في ان تضل اى شرط او شرع التعدد الخ وعلى هذا لا يجب ان يكون قوله ممن ترضون من الشهداء قيدا لقوله فرجل وامرأتان فقط كما قال بعضهم ان كونه قيد اللشهيدين يستلزم الفصل وكذا تعلقه باستشهدوا ليكون قيدا في الجميع يستلزم الفصل بين اشتراط المرأتين وتعليله وهو كما ترى لم بين النكتة في تخصيص رجل وامرأتين بهذا التقييد مع تحقق اعتباره في كل شهيد لقلة اتصاف النساء به انتهى قول البعض ولما قدرنا ذلك العامل لم يلزم الفصل بين الحكم وتعليله بل هما متصلان احدهما مقدر والآخر مذكور فافهم ۱۲۔ ۴؎ **قولہ** ذہن سے یا شہادت کے وقت بیان کرنے سے بھول جاوے فاندفع ما يتوهم ان النساء بعضهن يحفظن الواقعات الطويلة البعيدة الزمان وجه الدفع اولا بان العبرة للاكثر واكثرهن لغلبة الرطوبة في امزجتهن يغلب عليهن النسيان وثانيا بما زدت من المعطوف فانا تتبعنا كثيرا فلم نجد مادة التخلف ان النساء كلهن تكون قاصرة البيان ما يأتين بحديث قط يكون اتم مستوعبا لاجزائه جميعا بل كثيرا ما يذكرن

الحشو ويتركن ما لا بدمنه نعم اذا كان فيهن تعدد فاحداهن تأتي بجزء والاخرى تأتي بجزء فيتم الحديث بذالك النهج فافهم واليه الاشارة في قوله تعالى او من ينشؤا في الحلية وهو في الخصام غير مبين الآية۱۲۔ ۵ قوله گواہ بننے کے لئے بلائے جایا کریں هو الراجح عندي وان لزم فيه مجاز المشارفة لان فيه التحرز عن التكرر وايض هو مؤيد بما في الروح المعاني عن الربيع ان الآية نزلت حين كان الرجل يطوف في القوم الكثير فيدعوهم اى الشهادة فلا يتبعه احد منهم۱۲۔

۲ قوله اکتایا مت کرو حمل السام على الحقيقة كما قال البيضاوي ولا تملوا من كثرة مداينتكم وقيل كما في حاشية المرموزة بسع ان السامة والملالة انما يكون بعد الشروع فيه والاكثار منه والمراد ههنا النهي عن الكسل من ان يكتب ابتداءً فكنى عنه بالسامة لكونها من لوازمه ورو ادفه آه قلت لما لم يمتنع الحقيقة لا يصار الى المجاز۱۲۔ ۷ قوله خواہ وہ معاملہ فالضمير في صغيرا او كبيرا الى الحق۱۲۔ ۸ قوله زیادہ سزاوار ہے ماخذه الخازن فسره باقرب واحرى الى ان لا ترتابوا الخ ۹ قوله اس لئے لکھ لینا اچھا ہے اشارة الى تقدير العامل المرتب على ما ذكر قبله من المصالح في الكتابة اى لما كان الكتابة مشتملة على هذه المصالح الجمة فاكتبوا كل حق دينا كان او عينا الا ان تكون فالاستثناء متصل بلا تكلف وبعضهم ربط هذا الاستثناء بقوله فاكتبوه المذكور صريحا في اول الآية ولما كان الضمير فيه راجعا الى الدين حملوا الاستثناء على الانقطاع۱۲۔ ۱۰ قوله کسی کاتب کو تکلیف نہ دی جاوے فالفعلان مبنيان للمفعول وهو الاولى عندي من بنائهما للفاعل لان فيه تكرارا لان الاضرار من كاتب بتحريفه في الكتابة قد نفي بقوله كاتب بالعدل والاضرار من الشاهد بالتغيير في الشهادة ينفي بقوله ولا تكتموا الشهادة واما كونه تتمة للجزء الثاني والخامس على ما اخترت فلانهما كانا ساكتين عن هذا وكانا محتملين للوجوب فاتضح به كونا للاستحباب فلم يبق ريب في كونه تتمة لهما فافهم۱۲۔

اختلاف القراءة: في البيضاوي قرأ حمزة ان تضل على الشرط فتذكر بالرفع وابن كثير فتذكر من الاذكار۱۲۔

النحو: فرجل وامرأتان اى فليستشهد مبنيا للمفعول ان تضل اى لاجل ان تضل الخ۱۲۔ الى اجله في روح المعاني حال من الهاء في تكتبوه اى مستقرا في ذمة المدين الى وقت حلوله الذى اقربه قوله اقسط واقوم قال البيضاوي هما مبنيان من اقسط واقام على غير قياس في الحاشية برمزسع لان قسط يقسط قسوطا معناه الجور والعدول عن الحق والمعنى ههنا على العدل والفعل منه اقسط يقسط فلزم ان يكون اقسط من المزيد لقصد الزيادة في القسط ان الله يحب المقسطين لامن المجرد لان معناه الزيادة في القاسط وهو الجائر وما القاسطون فكانوا لجهنم حطبا وكذا اقوم معناه اشد اقامة لا قياما آه قوله تجارة نصب عاصم تجارة على انه الخبر والاسم مضمر تقديره الا ان يكون التجارة تجارة حاضرة ورفعها الباقون على انه الاسم والخبر تديرونها او على كان التامة۱۲ بيضاوی قوله فسوق بكم اى لاحق بكم۱۲ بيضاوى اشارة الى ان الظرف مستقر صفة لفسوق۱۲ عصام۔

البلاغة: ان تضل قال البيضاوي العلة في الحقيقة التذكير ولكن لما كان الضلال سببا له نزل منزلته كقولهم اعددت السلاح ان يجئي عدو فادفعه وكانه قيل ارادة ان تذكر احدهما الاخرى ان ضلت۔ النكتة في تكرار احدهما دون الاقتصار على الضمير ما في روح المعاني نظما۔

تضل احدٰهما فالقول محتمل ☆ كليهما فهي للاظهار مفتقرة
ولو اتى بضمير كان مقتضيا ☆ تعيين واحدة للحكم معتبرة

قلت توضيحه انه لو اكتفى بالضمير لعاد الى احدى المذكور وهي الضالة فكيف تكون مذكرة۱۲۔ واتقوا الله الخ قال البيضاوي كرر لفظة الله في الجمل الثلث لاستقلالها فان الاولى حث على التقوى والثانية وعد بانعامه والثالثة تعظيم لشانه ولانه ادخل في التعظيم من الكناية اى الضمير قلت فالجملة الثانية استقبالية عنده لان الوعد استقبال واخترت كونها بدلية ولكل وجهة۱۲۔

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ۭ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ۭ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۭ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۳﴾

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ۭ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ

وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢٨٤﴾

اور اگر تم کہیں سفر میں ہو اور (وہاں) کوئی کاتب نہ پاؤ سو رہن رکھنے کی چیزیں (ہیں) جو قبضہ میں دے دی جائیں اور اگر ایک دوسرے کا اعتبار کرتا ہو تو جس شخص کا اعتبار کر لیا گیا ہو (یعنی مدیون) اس کو چاہئے کہ دوسرے کا حق پورا پورا ادا کر دے اور اللہ تعالیٰ سے جو کہ اس کا پروردگار ہے ڈرے رہو اور شہادت کا اخفامت کرو اور جو شخص اس کا اخفا کرے اس کا قلب گنہگار ہوگا اور اللہ تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے کاموں کو خوب جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں سب جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں اور جو باتیں تمہارے نفسوں میں ہیں ان کو اگر تم ظاہر کرو گے یا کہ پوشیدہ رکھو گے حق تعالیٰ تم سے حساب لیں گے۔ پھر (بجز کفر و شرک کے) جس کے لئے منظور ہوگا بخش دیں گے اور جس کو منظور ہوگا سزا دیں گے اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر پوری قدرت رکھنے والا ہے ۞

تفسیر: حکم سی و نہم رہن: اور اس کو ماقبل کے ساتھ خاص تعلق بھی ہے چنانچہ ترجمہ سے ظاہر ہے۔ وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ (الی قولہ تعالیٰ) وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ اور اگر تم (دین کا معاملہ کرنے کے وقت) کہیں سفر میں ہو اور (دستاویز لکھنے کے واسطے وہاں) کوئی کاتب نہ پاؤ سو (ایسی حالت میں اطمینان کا ذریعہ) رہن رکھنے کی چیزیں (ہیں) جو (مدیون کی طرف سے صاحب حق کے) قبضہ میں دے دی جاویں اور اگر (ایسے وقت میں بھی) ایک دوسرے کا اعتبار کرتا ہو (اور اس لئے رہن کی ضرورت نہ سمجھے تو جس شخص کا اعتبار کر لیا گیا ہے (یعنی مدیون) اس کو چاہئے کہ دوسرے کا حق (پورا پورا) ادا کر دے اور اللہ تعالیٰ سے جو کہ اس کا پروردگار ہے ڈرے اور (اس کا حق نہ مارے) **ف**: جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ رہن جس طرح سفر میں جائز ہے حضر میں بھی جائز ہے یہاں ذکر میں تخصیص سفر کی اس وجہ سے ہے کہ سفر میں اس کی ضرورت بہ نسبت حضر کے زیادہ پڑے گی کیونکہ حضر میں اور بھی ذرائع اطمینان کے ہیں مثلاً کتابت اور اشہاد جو اکثر اوقات سفر میں میسر ہونا دشوار ہے۔

مَسْئَلَه: جو چیز رہن رکھی جاوے اس پر جب تک مرتہن کا قبضہ نہ ہو جاوے وہ رہن نہیں ہوتا۔

حکم چہلم حرمت اخفاء شہادت: اس کو بھی ماقبل سے خاص تعلق ہے جیسا ظاہر ہے اور یہ حکم عام ہے حقوق مالیہ و غیر مالیہ مثل طلاق و نکاح وغیرہ کو اس لئے احقر نے اس کو من کل الوجوہ مضمون سابق کے تابع نہیں سمجھا بلکہ مستقل حکم قرار دیا ہے: وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ (الی قولہ تعالیٰ) وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿٢٨٣﴾ اور شہادت کا اخفاء مت کرو اور جو شخص اس کا اخفاء کرے گا اس کا قلب گنہگار ہوگا اور اللہ تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے کاموں کو خوب جانتے ہیں سو اگر کوئی اخفاء کرے گا اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ضرور ہے سو وہ سزا دینگے)

ف: **مَسْئَلَه**: شہادت کا اخفاء دو طرح سے ہے ایک یہ کہ بالکل بیان نہ کرے دوسرے یہ کہ غلط بیان کرے دونوں میں اصل واقعہ مخفی ہو گیا اور دونوں صورتیں حرام ہیں۔

مَسْئَلَه: جب کسی حقدار کا حق بدون اس کی شہادت کے ضائع ہونے لگے اور وہ درخواست بھی کرے اس وقت ادائے شہادت سے انکار کرنا حرام ہے۔

مَسْئَلَه: اور اگر صاحب معاملہ کو علم نہ ہو کہ اس شخص کو میرا واقعہ معلوم ہے تو اس کے حق ضائع ہونے کی صورت میں اس پر ظاہر کر دینا واجب ہے البتہ اگر بعد علم کے وہ اس شخص سے شہادت کی درخواست نہ کرے تو اس کے ذمہ واجب نہیں کہ خود جا کر گواہی دیتا پھرے۔

مَسْئَلَه: چونکہ ادائے شہادت واجب ہے لہٰذا اس پر اُجرت لینا جائز نہیں البتہ آمد و رفت کا خرچ اور خوراک بقدر حاجت صاحب معاملہ کے ذمہ ہے اگر زیادہ آ جاوے تو بقیہ واپس کر دے۔

فوائد ۞ دل کو اس لئے گنہگار فرمایا کہ کوئی شخص اس کو خالی زبان ہی کا گناہ نہ سمجھ لے کیونکہ اول ارادہ تو دل ہی سے ہوا ہے۔

ربط: اوپر کتمان شہادت کو قلب کا گناہ بتلایا تھا اس لئے اگلی آیتوں میں اس مسئلہ کی تحقیق فرماتے ہیں کہ قلب کے بد نما افعال میں کس فعل پر گناہ ہے کس فعل پر نہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہوگا کہ ان افعال میں جو اختیاری ہیں جیسے عقائد فاسدہ و اخلاق ذمیمہ و عزم معصیت ان پر گناہ ہے اور اضطراری پر جیسے وساوس و خطرات گناہ نہیں یہ مضمون وَاِنْ تُبْدُوْا سے شروع ہو کر عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ پر ختم ہو گیا اور شروع سے پہلے لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ میں اس کی تمہید ہے اور ختم سے پیچھے دعا میں اس کی تائید ہے پس یہ مضمون اپنے عموم کی وجہ سے من وجہ مستقل بھی ہے اس لئے اس کو اگر حکم چہل و یکم کہا جاوے صحیح ہو سکتا ہے اور من وجہ ماقبل کی تکمیل ہے لہٰذا ماقبل کی توضیح و تفصیل بھی کہہ سکتے ہیں حسن اتفاق ہے کہ معاملات بنی اسرائیل کا عدد بھی چالیس تک پہنچا تھا اور ان کے آخر میں بھی ایک مضمون ایسا تھا جس کو چہلم کا متمم بھی کہہ سکتے تھے اور چہل و یکم بھی کہنا ممکن تھا یہی عدد اور یہی حالت آخری حکم کی یہاں ابواب البر میں بھی واقع ہوئی اور بڑا حصہ اس سورت کا یہی دو مضمون ہیں اور یہ بھی کلام الٰہی کے محاسن میں سے ہے۔

تحقیق مواخذہ بر افعال قلوب: لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ (الی قولہ تعالیٰ) وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢٨٤﴾ اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں سب

(مخلوقات) جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہیں (جیسے خود زمین و آسمان بھی اسی کی ملک ہیں جب وہ مالک الکل ہیں تو اگر وہ اپنے مملوک بندوں کے لئے کوئی قانون مقرر کریں جیسا آگے ایک قانون آتا ہے تو کچھ عجیب و بعید نہیں) اور (وہ قانون یہ ہے کہ) جو باتیں (از قسم عقائد فاسدہ و اخلاقِ ذمیمہ وعزم معاصی) تمہارے نفسوں میں ہیں ان کو اگر تم (زبان و جوارح سے) ظاہر کرو گے (مثلاً زبان سے کلمہ کفر کا کہہ دیا یا زبان سے ذمیمہ تکبر کو ظاہر کر کے کہہ دیا کہ میں فلاں سے اچھا ہوں یا جس معصیت کا عزم تھا اس کو کر ڈالا) یا کہ (دل ہی میں) پوشیدہ رکھو گے (دونوں حالت میں) حق تعالیٰ تم سے (مثل دیگر معاصی کے ان کا) حساب لیں گے پھر (حساب لینے کے بعد بجز کفر و شرک کے) جس کے لئے (بخشا) منظور ہوگا بخش دینگے اور جس کو (سزا دینا) منظور ہوگا سزا دینگے اور اللہ تعالیٰ ہر شئے پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں (تو دل کے اندر کی چھپی ہوئی بات پر مطلع ہو کر اس پر حساب لینا تعجب نہیں) **ف**: حاصل مسئلہ کا تقریر ربط میں لکھ چکا ہوں کہ مراد مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ سے امور قلبیہ اختیاریہ ہیں پس جس طرح زبان اور جوارح کے افعال دو قسم کے ہیں اختیاری جیسا ارادہ سے بولنا اور ارادہ سے کسی کو مارنا اور غیر اختیاری جیسا زبان سے کہنا چاہتا تھا کچھ اور بلا ارادہ نکل گیا کچھ یا رعشہ سے ہاتھ کو حرکت ہو رہی ہے اور ان میں افعال اختیاریہ پر ثواب و عذاب ہوگا اور غیر اختیاری پر نہ ہوگا۔ اسی طرح افعال قلوب میں بھی دو قسم ہیں اختیاری جیسا کفر کا عقیدہ جس کو جان کر جمایا ہے یا سوچ کر اپنے کو بڑا سمجھنا اور اس خیال کو قائم رکھنا یا پختہ ارادہ کرنا کہ شراب پیونگا اور غیر اختیاری جیسے برے برے وسوسے کفر یا معصیت کے آنا اور اسی طرح اس میں بھی اختیاری پر مواخذہ ہے اور غیر اختیاری پر نہیں اور جس طرح افعال لسان و جوارح میں بجز کفر کے بقیہ محتمل مغفرت و عذاب غیر دائم کے ہیں اسی طرح افعال قلوب بھی محتمل دونوں کے ہیں پس آیت میں اسی کا بیان ہے کہ معاصی اختیاریہ پر گو وہ افعال قلوب ہوں مواخذہ کیا جاوے گا مگر چونکہ اس آیت میں صراحۃً قید اختیاری ہونے کی مذکور نہ تھی اس لئے صحابہ ظاہر الفاظ کا عموم دیکھ کر اس آیت کو افعال اختیاریہ و غیر اختیاریہ دونوں میں عام سمجھ کر گھبرا گئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ اب تک تو ہم ایسے افعال کے مکلف تھے جو ہماری طاقت و اختیار میں تھے جیسے نماز، روزہ و زکوٰۃ و جہاد اب یہ آیت آئی ہے یہ تو ہماری طاقت سے خارج ہے ہر چند کہ حضور ﷺ اس آیت کا صحیح مطلب جانتے تھے لیکن غایت خشیہ کے غلبہ سے آپ کی نظر بھی الفاظ کے عموم ظاہری کی طرف پہنچی جس طرح آپ نے ایک منافق کے جنازہ کی نماز بعد نزول آیۃ: اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ کے پڑھی اور حضرت عمر کے عرض کرنے پر آپ نے جواب دیا کہ مجھ کو استغفار و عدم استغفار میں اختیار دیا گیا ہے میں نے ایک جانب کو اختیار کر لیا سو اس کی بناء بھی غایت رحمت کے غلبہ سے ظاہری صیغہ تخییر پر نظر فرمانا تھی اسی طرح یہاں واقع ہوا اس لئے انتظار وحی میں آپ نے از خود آیت کی تفسیر ظاہر نہیں فرمائی بلکہ تعلیم ادب و انقیاد کے لئے ارشاد فرمایا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ اہل کتاب کی طرح سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا کہو بلکہ یوں کہنا چاہئے: سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ۔ چنانچہ صحابہ نے اسی طرح کہا لیکن جو معنی ان کو مفہوم ہوئے تھے اس کی بنا پر عہد اطاعت کرتے ہوئے زبان لڑکھڑاتی تھی اس کہنے پر اللہ تعالیٰ نے اگلی دو آیتیں نازل فرمائیں جن میں سے ایک میں مسلمانوں کی مدح اور دوسری میں آیت بالا کی تفسیر ارشاد فرما دی جس کو بعض روایتوں میں نسخ سے تعبیر کیا گیا ہے سلف میں توضیح مراد کو بھی نسخ کہہ دیا کرتے تھے اسی تقریر سے ربط بھی ظاہر ہو گیا۔

تَرْجَمَۃُ مَسَائِلِ السُّلُوْکِ: قولہ تعالیٰ: فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ اس میں دلالت ہے اس پر کہ اصل مدار قلب پر ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ الخ اس میں تحقیق ہے حکم اعمال قلوب کی۔

مُلْحَقَاتُ التَّرْجَمَۃِ: ۱ قولہ کہیں سفر میں افادہ التنوین ۱۲۔ ۲ قولہ فی ترجمة فاء فان امن اور اشار الی ان الفاء ليست للتعقيب بل للتفصيل ۱۲۔

اَللُّغَاتُ: الرهان فی روح المعانی جمع رهن والرهن فی الاصل مصدر ثم اطلق على المرهون من باب اطلاق المصدر على اسم المفعول امن فی حاشية البيضاوی بر مزسع يقال امنته ای كنت فی امن منه ۱۲۔

اَلنَّحْوُ: فرهن ای فالذی يستوثق به رهان او فعليكم رهان۔ او فليؤخذ رهان۔ او فالمشروع رهان آه بيضاوی وروح المعانی امانته الضمير لرب الدين او المديون باعتبار انه عليه ۱۲ روح المعانی۔ وان تبدوا الو او عندی للاستيناف ۱۲۔

اَلْبَلَاغَۃُ: قوله اثم قلبه فی روح المعانی اضاف الاثم الى القلب مع انه لو قيل فانه آثم لتم المعنى مع الاختصار لان الاثم بالكتمان وهو ما يقع بالقلب واسناده الفعل الى الجارحة التی يعمل بها ابلغ الاتراك تقول اذا اردت التوكيد هذا مما ابصرته عينی ومما سمعته اذنی ومما عرفه قلبی ولان هذا الجزء اشرف الاجزاء وفعله اعظم من سائر الجوارح فيكون فی الكلام تنبيه على ان الكتمان من اعظم الذنوب وقيل اسند الاثم ای القلب لئلا يظن ان كتمان الشهادة من الآثام المتعلقة باللسان فقط وليعلم ان القلب اصل متعلقه ومعدن

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ٘ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَیْكَ الْمَصِیْرُ ﴿۲۸۵﴾ لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَیْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِیْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَیْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَ اعْفُ عَنَّا ٘ وَ اغْفِرْ لَنَا ٘ وَ ارْحَمْنَا ٘ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۸۶﴾

اعتقاد رکھتے ہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس چیز کا جوان کے پاس ان کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور مؤمنین بھی سب کے سب عقیدہ رکھتے ہیں اللہ کے ساتھ اور اس کے فرشتوں کے ساتھ اور اس کی کتابوں کے ساتھ اور اس کے پیغمبروں کے ساتھ کہ ہم اس کے سب پیغمبروں میں سے کسی کو تفریق نہیں کرتے اور ان سب نے یوں کہا کہ ہم نے (آپ کا ارشاد) سنا اور خوشی سے مانا۔ ہم آپ کی بخشش چاہتے ہیں اے ہمارے پروردگار اور آپ ہی کی طرف (ہم سب کو) لوٹنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مکلف نہیں بناتا مگر اسی کا جو اس کی طاقت اور اختیار میں ہو۔ اس کو ثواب بھی اسی کا ہوتا ہے جو ارادہ سے کرے اور اس پر عذاب بھی اسی طرح کا ہوگا جو ارادہ سے کرے اے ہمارے رب ہم پر دارو گیر نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں۔ اے ہمارے رب اور ہم پر کوئی سخت حکم نہ بھیجئے جیسے کہ ہم سے پہلے لوگوں پر آپ نے بھیجے تھے اور اے ہمارے رب اور ہم پر کوئی ایسا بار (دنیا و آخرت کا) نہ ڈالئے جس کی ہم کو سہار نہ ہو اور درگزر کیجئے ہم سے اور بخش دیجئے ہم کو اور رحم کیجئے ہم پر آپ ہمارے کارساز ہیں اور کارساز طرفدار ہوتا ہے سو آپ ہم کو کافر لوگوں پر غالب کیجئے ۞

تفسیر: مدح مؤمنین: اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ (الی قولہ تعالٰی) وَ اِلَیْكَ الْمَصِیْرُ اعتقاد رکھتے ہیں رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اس چیز (کے حق ہونے) کا جوان کے پاس ان کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے (یعنی قرآن) اور (دوسرے) مؤمنین بھی (اس کا اعتقاد رکھتے ہیں آگے قرآن پر اعتقاد رکھنے کی تفصیل ہے کہ کس کس چیز کے عقیدہ رکھنے کو قرآن پر اعتقاد رکھنا کہا جاوے گا) سب کے سب (رسول بھی اور دوسرے مؤمنین بھی) عقیدہ رکھتے ہیں اللہ کے ساتھ (کہ وہ موجود ہے اور واحد ہے اور ذات وصفات میں کامل ہے) اور اس کے فرشتوں کے ساتھ (کہ وہ موجود ہیں اور گناہوں سے پاک ہیں اور مختلف کاموں پر مقرر ہیں) اور اس کی کتابوں کے ساتھ (کہ اصل میں سب سچی ہیں) اور اس کے سب پیغمبروں کے ساتھ (کہ وہ پیغمبر ہیں اور سچے ہیں اور پیغمبروں پر عقیدہ رکھنا ان کا اس طور پر ہے کہ یہ کہتے ہیں) کہ ہم اس کے پیغمبروں میں سے کسی میں (عقیدہ رکھنے میں) تفریق نہیں کرتے (کہ کسی کو پیغمبر سمجھیں کسی کو نہ سمجھیں) اور ان سب نے یوں کہا کہ ہم نے (آپ کا ارشاد) سنا اور (اس کو) خوشی سے مانا ہم آپ کی بخشش چاہتے ہیں اے ہمارے پروردگار اور آپ ہی کی طرف (ہم سب کو) لوٹنا ہے۔ ف: احقر نے کے ذوق میں مقصود مقام مدح فرمانا ہے صرف مؤمنین کی لیکن ان کی تقویت مدح کے لئے ان کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شامل کر دیا جس میں اشارہ اس طرف ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان کا کامل ہونا تو بلاشبہ یقینی ہے اسی طرح ان کا ایمان بھی کامل ہونے کی وجہ سے اس قابل ہے کہ ایمان رسول کے ذیل میں اس کا ذکر کیا جاوے گو دونوں کا کامل ہونا ایک مرتبہ میں نہ ہو صحابہ کا کامل ہے اور آپ کا اکمل یعنی بہت ہی کامل ہے ناقص کسی کا نہیں۔ یہ مدح تو جملہ معترضہ کے طور پر تھی آگے آیت بالا کی تفسیر و توضیح مطلوب ہے۔

توضیح مضمون بالا وَ اِنْ تُبْدُوْا الخ: لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَیْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ (یعنی ہم نے جو پہلی آیت میں کہا ہے کہ نفوس کی پوشیدہ باتوں پر بھی محاسبہ ہوگا اس سے مراد امور غیر اختیاری نہیں بلکہ صرف امور اختیاریہ ہیں کیونکہ) اللہ تعالیٰ کسی شخص کو (احکام شرعیہ میں) مکلف نہیں بناتا (یعنی ان امور کو واجب یا حرام نہیں فرماتا مگر اسی کا جو اس کی طاقت (اور اختیار) میں ہو اس کو ثواب بھی اسی کا ہوتا ہے جو ارادہ سے کرے اور اس پر عذاب بھی اسی کا ہوگا جو ارادہ سے کرے (اور جو وسعت سے باہر ہے اس کا مکلف نہیں کیا گیا اور جس کے ساتھ قصد اور ارادہ متعلق نہیں اس کا نہ ثواب ہے نہ عذاب اور وساوس طاقت سے خارج ہیں تو ان کے آنے کو حرام اور ان کے نہ آنے دینے کو واجب نہیں کیا اور نہ ان پر عذاب رکھا) ف: اس سے اوپر کے مضمون کی اچھی طرح توضیح ہوگئی اور وہ شبہ بالکل زائل ہوگیا اور حدیث سے اس کی اور توضیح ہوگئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے میری امت سے ان باتوں سے درگذر فرمایا ہے جو دل میں خیالات پیدا ہوں جب تک عمل نہ کرے یا تکلم نہ کرے فقط رواہ البخاری۔ اور عمل فعل اختیاری کو کہتے ہیں اس میں افعال قلبیہ اختیاریہ

بھی داخل ہو گئے۔اور یاد رکھو کہ یہاں جو ثواب وعقاب کا مدار کسب واکتساب پر رکھا مراد اس سے ثواب وعقاب ابتداءً ہے نہ بواسطہ تسبب یا ہبہ کیونکہ دوسرے نصوص سے ثابت ہے کہ نیک یا بد کام کے بانی کو آئندہ کرنے والوں کے عمل سے بھی ثواب وعقاب ہوگا اور یہ بھی ثابت ہے کہ طاعت کر کے دوسرے کو ثواب بخش دے تو ثواب ملے گا لیکن دونوں صورتوں میں یہ ثواب وعقاب ابتداءً یعنی بلاواسطہ نہیں بلکہ بواسطہ سبب اور بانی بن جانے کے یا بواسطہ ہبہ کر دینے کے ہے پس اس شبہ کی گنجائش نہیں رہی کہ ان صورتوں میں دوسرے کے اکتساب سے ثواب یا عقاب کیسے ہو گیا خصوصاً تسبب تو درحقیقت خود بھی اختیاری ہے البتہ ہبہ کے بعد مل جانا یہ موہوب لہ کا اختیاری نہیں لیکن ابتداءً نہیں ہے یہاں سے آیہ سورۃ النجم : لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى کا اشکال بھی جاتا رہا یعنی وہ حصر بھی ثواب ابتداء کے اعتبار سے ہے اور اس مقام میں تو یہ بھی جواب ہو سکتا ہے کہ محط فائدہ نفی عقاب کی ہے نہ کہ نفی ثواب کی پس بلا اکتساب ثواب مل جانے میں چار جواب ہوئے۔ دو تسبب میں اول قید ابتداء ہے دوسرے تسبب کا اختیاری ہونا۔ اور دو ہبہ ثواب میں اول قید جو یہاں اور نجم میں عام ہے۔ دوسرے خصوصیت محط فائدہ جو اس مقام کے ساتھ خاص ہے۔ اور بلا اکتساب عذاب ہونے کے دو جواب ہو گئے یعنی قید ابتداء۔ یا تسبب کا اختیاری ہونا **فـ** : مدلول جملہ : لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ و جملہ لَهَا مَا كَسَبَتْ الخ سے قاعدہ کلیہ ثابت ہوا کہ امر غیر اختیاری کی نہ تکلیف ہے اور نہ اس پر عذاب ومواخذہ اخروی ہے اور جس طرح اس قاعدہ میں امور قلبیہ غیر اختیاریہ داخل ہیں اسی طرح افعال ظاہریہ غیر اختیاریہ بھی داخل ہیں مثل ان افعال کے جو خطاءً یعنی بلا قصد یا نسیاناً یعنی بدون یاد کے صادر ہو جاویں کیونکہ بوجود اہتمام کے یاد نہ رہنا بھی اختیار سے خارج ہے پس اس قاعدہ کے تحت میں دونوں داخل ہوئیں نوع اول کا ذکر تو جزئیاً بوجہ مقصود مقام ہونے کے اور کلیاً بسبب کلیت قاعدہ کے دونوں طرح ہو چکا اور نوع ثانی کا ذکر صرف کلیاً بسبب کلیت قاعدہ کے ہوا ہے اس لئے جزئیاً بھی اس کا ذکر فرماتے ہیں اور اس کے ساتھ اور چند مناسب مضامین بھی ملا دیئے ہیں اور ان سب کو دعا کے پیرایہ میں وارد کیا ہے سو ان میں سے جن چیزوں کا پہلے سے وعدہ نہیں ہوا اور ان کے وقوع وعدم وقوع دونوں کا احتمال ہے ان کو تو صورت دعا میں لانے کی وجہ ظاہر ہے اور جن چیزوں کا وقوع یقینی ہے جیسا خطا ونسیان پر مواخذہ نہ ہونا کہ اوپر قاعدہ کلیہ سے اور حدیث میں عنوان صریح سے اس کا وعدہ ہو چکا ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری امت سے خطا ونسیان اور جس فعل پر اکراہ ہو سب مرفوع ہے یعنی اس پر گناہ نہیں ہوتا اور دہ فی روح المعانی عن الطبرانی وقال قال النووی حسن ان کو صورت دعا میں لانے کی وجہ احقر کے ذوق میں زمانۂ نبوت تک تو یہ ہے کہ گو وعدہ تجاوز کا ظاہراً مطلق ہے مگر بنا اس کی صرف یہی ہے کہ عبد اس کا مکلف نہیں کیا گیا اور مکلف ہونا نہ ہونا یہ حکم شرعی ہے اور حکم شرعی میں احتمال نسخ کا ہر وقت ہے پس اس دعا کا حاصل یہ ہوگا کہ یا اللہ جس طرح اب تک اس کا مکلف نہیں بنایا آئندہ بھی مکلف نہ بنایئے اور اس حکم کو منسوخ نہ فرمایئے۔ رہا یہ شبہ کہ اگر منسوخ ہوگا تو تکلیف مالایطاق لازم آوے گی اور وہ عقلاً جائز نہیں۔ جواب اس کا یہ ہے کہ تکلیف مالایطاق کا عقلاً ممتنع ہونا غیر مسلم ہے خدا تعالیٰ قادر اور مالک ہے البتہ شرعاً ممتنع ہے سو نسخ سے وہ امتناع رفع ہو جاتا۔ رہا یہ شبہ کہ جب وہ کام ہو ہی نہیں سکے گا تو مکلف کرنے سے کیا فائدہ پس حکمت کے خلاف ہوا گو قدرت میں داخل ہے جواب یہ ہے کہ اول تو حکمت کچھ عمل میں منحصر نہیں ممکن ہے کہ جس طرح دنیا میں خطا ونسیان کو بعض آثار کے اعتبار سے کالعدم نہیں قرار دیا گیا چنانچہ قتل خطا پر کفارہ ہے تکلم نسیاناً سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اسی طرح آخرت میں اس پر بعض آثار مرتب ہوتے مثلاً اس لئے محاسبہ ہوتا کہ عبد کو اپنا مملوک محض ہونا ظاہر ہو جاوے پھر بعد معذرت معاف کر دیتے سو افادۂ علم خود یہ فائدہ اور حکمت معتد بہا ہے اور اگر عمل ہی کو فائدہ سمجھا جاوے تو بھی ممکن ہے کہ جتنے مراتب خطا ونسیان کے اور اسی طرح وساوس وخطرات کے معاف کئے گئے ہیں ان میں بعض اختیاری ہوں چنانچہ تامل سے یہی معلوم بھی ہوتا ہے اس لئے ان کا مکلف بنانے میں کوئی اشکال نہ تھا اور حدیثوں میں عن امتی کی قید سے امم سابقہ کا بعض مراتب میں مکلف ہونا مفہوم بھی ہوتا ہے ورنہ محض تکلیف مالایطاق کی نفی تو لفظ نفسا سے عام معلوم ہوتی ہے سب امم کو یہ وجہ تو زمانہ نبوت میں معلوم ہوتی ہے اور بعد زمانہ نبوت کے محض تذکیر ہے نعمت سابقہ کی کہ دیکھو ہم نے اس طرح فضل کیا تھا کہ دعا سکھلائی اور پھر اس کو قبول کیا تھا اور اپنا حکم سابق منسوخ نہ کیا تھا جس کی بدولت وہ آسانی مستمر اور دائم ہے واللہ اعلم۔

تعلیم دعا: رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا (الی قولہ تعالی) فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۸۶﴾ ۔ اے ہمارے رب ہم پر داروگیر نہ فرمایئے اگر ہم بھول جاویں یا چوک جاویں اے ہمارے رب اور (ہماری یہ بھی درخواست ہے کہ) ہم پر کوئی سخت حکم نہ بھیجئے جیسے ہم سے پہلے لوگوں پر آپ نے بھیجے تھے اے ہمارے رب اور (ہم یہ بھی درخواست کرتے ہیں کہ) ہم پر کوئی ایسا بار (تکلیف کا دنیا یا آخرت میں) نہ ڈالئے جس کی ہم کو سہار نہ ہو اور درگذر کیجئے ہم سے اور بخش دیجئے ہم کو اور رحم کیجئے ہم پر آپ ہمارے کارساز ہیں (اور کارساز طرفدار ہوتا ہے) سو آپ ہم کو کافر لوگوں پر غالب کیجئے۔

فـ : ان جملوں میں نسیان وخطا کا جملہ تو اوپر کے مضمون کا ظاہراً متمم ہے جیسا اوپر **فـ** : میں تقریر گذر چکی ہے اور جملہ لَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ بھی دلالۃ النص کے مرتبہ میں لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ کا تامل سے متمم معلوم ہوتا ہے کیونکہ امم سابقہ کے سے احکام شاقہ جبکہ داخل وسعت بشریہ ہیں جیسا کہ مشاہدہ ونیز وجوب صدق مضمون لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ اس کی دلیل ہے اور اس کے مکلف نہ بنانے کی دعا کی گئی تو مالایطاق کے مکلف نہ بنانے کی دعا بدرجہ اولیٰ لازم آ گئی یہ مذکورہ جملے تو باعتبار

تکلیف تشریعی کے ہوئے اب آگے جملہ وَلَا تُحَمِّلْنَا میں تکوینی تکلیف سے بچنے کی دعا ہے جس میں دنیا اور آخرت کے سب مصائب وعقوبات داخل ہو گئے جب دونوں قسم کی تکلیف کے متعلق دعا ہو چکی آگے ہر مضمون کے مقابلہ میں ایک ایک دعا لائی گئی چنانچہ وَاعْفُ عَنَّا سے اشارہ ہے تجاوز عن الخطا والنسیان وغیرہ کی طرف جیسا کہ ظاہر ہے اور وَاغْفِرْ لَنَا سے اشارہ ہے عدم التکلیف بالاصر کی طرف کیونکہ ایسے احکام کے لوازم عادیہ سے ہوگا عمل نہ ہوسکنا اور عمل نہ ہونے کا مقتضا تھا عاصی ومعذب ہونا جو ایک گونہ محل مغفرت ہے پس درخواست مغفرت سے بواسطۂ عدم التحمل لازم آ گیا اور وَارْحَمْنَا سے اشارہ ہے عدم التحمیل بمالا طاقۃ کی طرف کیونکہ رحم کا یہی مقتضا ہے پھر اپنے ذاتی مصالح کے ختم کے بعد اپنے اعداء پر غلبہ کی دعا ہے جس کی درخواست پر سب معاملات کی درستی کی تکمیل ہوگئی یعنی محبوب کے ساتھ جو تعلق ہے وہ بھی درست ہو گیا اور عدو کے ساتھ جو معاملہ ہے وہ بھی دل خواہ ہو گیا۔ **ف**: حدیث میں ہے کہ یہ سب دعائیں قبول ہوئیں بعض میں ظاہر ہے اور بعض میں اگر شبہ ہو تو اس کے لئے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اگر عدم قبول میں کسی وقت قبول سے زیادہ مصلحت ومنفعت ظاہری یا باطنی ہو تو وہ عدم قبول بھی قبول ہے کیونکہ قبول مقصود بالذات نہیں بلکہ مقصود للمصلحت ہے اور تفسیر **اجیب دعوۃ الداع** کو بھی ملاحظہ کر لیا جاوے۔

الحمد للہ کہ آج ۳۰ ربیع الاول یوم دوشنبہ وقت چاشت مقام تھانہ بھون میں سورۂ بقرہ کی تفسیر ختم ہوئی اب ان شاء اللہ تعالیٰ آگے سورۂ آل عمران شروع ہوتی ہے اور میرے نزدیک وہ تمام سورت جملہ : فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ؏ سے مرتبط ہے کیونکہ اس سورت کے زیادہ اجزاء میں کفار کے ساتھ مجاہدہ باللسان وبالسنان مذکور ہے جیسا تتبع سے معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۔ اسی پر قیاس کیا جاتا ہے کہ اولیاء میں بھی تفریق نہ کرے (کہ ایک سے اعتقاد رکھے دوسرے کا انکار کرے) قولہ تعالیٰ: لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا اس میں دلالت ہے کہ مجاہدہ میں حال طالب کی رعایت رکھنا چاہئے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله فی ترجمة** امن اعتقاد رکھتے ہیں **اشارة الى قصدا اثبات الايمان من غير اعتبار الزمان لئلا يلزم التجدد باعتبار الرسول صلى الله عليه وسلم فانه صلى الله عليه وسلم احرى بالايمان من اول الزمان من عيسىٰ عليه السلام وقد اقر فى المهد بالايمان ولا يشكل عليك قوله تعالىٰ ما كنت تدرى ماالكتاب ولا الايمان فانه نفى للعلم التفصيلى فلا يعارض اثبات العلم الاجمالى۱۲۔** ۲ **قوله فى ترجمة لا يكلف الله** احکام شرعیہ میں **لان فى الاحكام التكوينية ربما يكلف العبد فوق الوسع كالبليات الصعبة فانتفاء تكليف مالا يطاق مخصوص بالاحكام الشرعية والسرفية ان الفائدة فى الاحكام الشرعية العمل۔ ولا يمكن العمل بما لا يطاق فيلزم المعصية وهى ضرر محض والضرر منتف بفضله وكرمه بخلاف الاحكام التكوينية من المصائب والبليات فان الفائدة فيها تكفير السيئات ورفع الدرجات وهو نفع محض فلا ينافى فضله وكرمه۱۲۔** ۳ **قوله فى ف**: مرفوع ہے یعنی اس پر گناہ نہیں ہوتا **فالرفع باعتبار احكام الآخرة لا الدنيا كما فصله فيما بعد من وجوب الكفارة فى القتل خطأ وفساد الصلوٰة بالتكلم نسيانا والسرفيه ان فى عدم الرفع فى الآخرة حرجا اى عقوبة وعذابا وفى عدم الرفع فى الدنيا لا حرج بل بوجوب بعض العبادات فى الكفارة تحصل حسنات فافهم۱۲۔**

الروایات: **فى روح المعانى عن احمد ومسلم عن ابى هريرة قال لما نزلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم وان تبدوا ما فى انفسكم الآية اشتد ذلك على اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فاتوا رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم جثوا على الركب فقالوا يا رسول الله صلى الله عليه وسلم كلفنا من الاعمال ما نطيق الصلوٰة والصوم والجهاد والصدقة وقد انزل الله عليك هذه الآية ولا نطيقها فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اتريدون ان تقولوا كما قال اهل الكتابين من قبلكم سمعنا وعصينا بل قولوا سمعنا واطعنا غفرانك ربنا واليك المصير فلما اقترأها القوم وزلت بها السنتهم انزل الله تعالىٰ فى اثرها آمن الرسول الآية فلما فعلوا ذلك نسخها الله تعالىٰ فانزل سبحانه لا يكلف الله نفسا الا وسعها آه۔**

اللغات: **اطعنا قبلنا عن طوع۱۲ روح المعانى الوسع قال البيضاوى مايسعه قدرتها او ما دون مدى طاقتها بحيث يتسع فيه طوقها ويتسر عليها۔ فى الحاشية للمظهر فعلى الاول وسعها من الوسع بمعنى الطاقة وعلى الثانى من السعة۱۲۔**

النحو: **لا نفرق فى روح المعانى فى حيز النصب بقول مقدر آه اى قائلين وقالوا عطف على آمن۱۲ روح۔**

البلاغۃ: **فى روح المعانى لها ما كسبت الكلام على حذف مضاف هو ثواب فى الاول وعقاب فى الآخر ومبين ما الاولى الخير لدلالة اللام الدالة على النفع عليه ومبين ما الثانية الشر لدلالة على الدالة على الضرر عليه وايرد الاكتساب فى جانب الاخير لما فيه**

من زيادة المعنى وهو الاعتمال والشر تشتهيه النفس وتنجذب اليه فكانت اجد فى تحصيله ففيه اشارة الى ما جبلت عليه النفوس ولما لم يكن مثلاً ذلك فى الخير استعمل الصيغة المجردة عن الاعتمال آهـ

رسالہ رفع البناء فی نفع السماء

بسم الله الرحمن الرحيم۔ ونحمده ونصلى على رسوله الكريم وعلى آله وصحبه اولى الفضل العظيم

اما بعد! مجھ سے آیت: اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً کے دوسرے جزو کے متعلق سوال کیا گیا کہ آسمان کے بناء یعنی سقف ہونے کو انسان کے نفع میں کیا دخل ہے جیسے ارض کے فراش ہونے کو دخل ہے۔ جس کو مفسرینؒ نے بیان بھی کیا ہے اس وقت مجمل جواب دیدیا گیا جو کہ ایک درجہ میں کافی ہو گیا مگر مجھ کو خود محسوس ہوتا تھا کہ شافی نہیں ہوا اور سائل کے لئے کیا شافی ہوتا خود مجھ کو شافی نہیں ہوا اسی لئے جواب کے بعد بھی اس سوال کا خیال رہا اور دیر تک خیال رہنے سے کسی قدر وہ مجمل ذہن میں مفصل بھی ہوتا رہا جس کے زبانی بیان کر دینے کا ارادہ تھا مگر اس طرح سے کہ سائل کو ضبط کرنے کا بھی مشورہ دیتا پھر سہل یہ معلوم ہوا کہ خود ہی ضبط کر دوں اور چونکہ اس کی ایک معتد بہ مقدار ہونے کی امید تھی اس لئے اس کا ایک خاص نام بھی رکھ دوں چنانچہ اس جواب کو ایک مقدمہ اور چند فصول اور ایک خاتمہ کی شکل میں لکھتا ہوں۔ **وبالله التوفيق وهو خير معين ورفيق فى كل مقصود وطريق۔**

مقدمہ: سوال مذکور متوجہ ہونا چند مقدمات پر موقوف ہے ایک یہ کہ یہ جعل مرکب ہے۔ جس کے دو مفعول السماء اور بناء دوسرے یہ کہ لکم کی قید اس جملہ میں بھی ہے یعنی۔ جَعَلَ لَکُمُ السَّمَآءَ بِنَآءً ای لنفعکم۔ تیسرے یہ کہ نفع سے مراد نفع عاجل ہے یعنی فی الدنیا ان مقدمات کے بعد معنی ہونگے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نفع عاجل کے لئے آسمان کو سقف بنایا اب اس پر یہ سوال ہوگا کہ ہمارا وہ کونسا نفع فی الحال ہے جو آسمان کے سقف ہونے سے متعلق ہے جب سوال کا ان مقدمات پر موقوف ہونا معلوم ہو گیا تو ظاہر ہے کہ جواب چند وجوہ سے ہو سکتا ہے یعنی ہر مقدمہ پر منع وارد کرنے سے جواب ہو سکتا ہے چنانچہ ایک جواب یہ ہوگا کہ اس جعل کو بسیط لیا جاوے بمعنی خلق جو ایک مفعول کی طرف متعدی ہوگا اور وہ سماء ہے اور بناء کو حال کہا جاوے گا معنی یہ ہونگے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نفع کے لئے آسمان کو پیدا کیا اور ایسی حالت میں پیدا کیا کہ وہ سقف بھی ہے خواہ اس نفع میں سقف ہونے کو دخل نہ ہو اس وقت اس کے متعلق منافع کی تحقیق ضروری ہوگی جو فی الحال ہماری طرف عائد ہوں گو اس کے سقف ہونے کے وصف کو ان میں دخل نہ ہو البتہ حال ہونے کی وجہ سے اس کے سقف ہونے کا اس کے نافع ہونے کے ساتھ اقتران ضروری ہوگا یعنی سقف ہونے کی حالت میں وہ ہمارے لئے نافع بھی ہے گو سقفیت دخیل فی النفع نہ ہو جیسے کوئی حاکم کہے کہ ہم نے تمہارے انعام کے لئے دس ہزار روپے سر بمہر ہونے کی حالت میں بھیجے۔

دوسرا جواب: یہ ہوگا کہ لَکُمْ کی قید اس جملہ نہ ہو اور عطف سے اس کی ضرورت کا شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ عطف تکریر عامل کو مستلزم ہوتا ہے نہ کہ تکریر معمول کو یعنی جَعَلَ کا اعتبار تو یہاں بھی لازم ہے مگر لَکُمْ کا اعتبار لازم نہیں چنانچہ اس کلام کا صحیح ہونا متفق علیہ ہے **رأيت امس زيداً فى السوق واليوم عمرواً فى المسجد** تو اگر عطف کے لئے امس کی تقدیر دوسرے جزو میں بھی ضروری ہوتی تو الیوم سے متعارض ہو کر یہ کلام غلط ہوتا۔ پس معنی یہ ہونگے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو پیدا کیا یا چھت بنایا اس میں اس سے تعرض نہیں کہ تمہارے نفع فی الحال یا فی المآل کے لئے بنایا گو دوسرے مستقل دلائل سے اس کا نافع ہونا بھی ثابت ہے مگر اس آیت میں یہ سوال نہیں ہوگا بلکہ مسوق لہ الکلام صرف بیان قدرت ہوگا کہ وہ ایسا قادر ہے تاکہ اس پر توحید کو متفرع فرمایا جاوے چنانچہ بعد میں فاء تفریع کے ساتھ ارشاد ہے: فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا الایة اور دوسری بعض آیات میں نظر کرنے سے یہ احتمال قریب ہوا جاتا ہے چنانچہ ارشاد ہے: هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ الایہ یہاں لَکُمْ کو ارضیات کے ساتھ خاص فرمایا اور تسویہ سموات کا اس کے بعد ذکر فرمایا اور ارشاد ہے: هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا الایة یہاں بھی لَکُمْ کو ارض کے ساتھ فرمایا اور سموات کیساتھ جو لکم کہیں وارد ہوا ہے تو وہاں وصف سقفیت کا ذکر نہیں جیسے سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ۔

تیسرا جواب: یہ ہوگا کہ نفع سے مراد مطلق نفع ہے خواہ فی الدنیا ہو یا فی الاخرۃ ہو تو ممکن ہے کہ اس کی تخلیق یا سقفیہ کے متعلق ایسے منافع ہوں جو آخرت میں ہم کو حاصل ہونگے۔ جیسے جنت اس وقت پیدا کی ہوئی ہے اور اس کے منافع آخرت میں حاصل ہوں گے۔ تین جواب تو ان تینوں مقدمات پر منع وارد کرنے کی صورت میں ہوں گے۔ چوتھا جواب وہ ہے جو ان تینوں مقدمات کی تسلیم کی تقدیر پر دیا جاوے یعنی اگر ہم تینوں مقدمات کو بھی مان لیں تب بھی جواب ہو سکتا ہے تو اس صورت میں بیشک ان منافع عاجلہ کے تحقیق کی ضرورت ہوگی جن میں آسمان کی سقفیت کو دخل ہو اور اس تقریر سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ ان مذکورہ جوابوں پر چند اقسام کے نفع کی تحقیق کی ضرورت ہوگی ایک قسم وہ منافع جو ہم کو فی الحال حاصل ہوں اور ان کی سقفیت کو دخل نہ ہو اور یہ قسم مبنی ہے جواب اول کا دوسری قسم وہ منافع جو فی

الحال حاصل ہوں خواہ سقفیت کو ان میں دخل ہو یا نہ ہو اور یہ قسم منی ہے جواب ثالث کا تیسری قسم وہ منافع ہیں جو فی الحال حاصل ہوں اور ان میں سقفیت کو دخل ہو اور یہ قسم منی ہے جواب رابع کا اور جواب ثانی میں منافع کی تحقیق ہی ضروریات مقام سے نہیں اور جو نفع کہ مستقل دلائل سے ثابت ہے وہ ان ہی اقسام ثلاثہ میں سے کوئی قسم ہوگا اس کے مستقل تحقیق کی حاجت نہیں۔ پس اقسام منافع کے تین ہی رہے ان تینوں قسموں کو ایک ایک فصل میں بیان کیا جاتا ہے۔

فصل اوّل نفع کی اقسام اول کے بیان میں: اس نفع کا بیان قرآن مجید میں جا بجا مذکور ہے کہیں اجمالاً کہیں تفصیلاً مثلاً ۱ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ۔ اور مثلاً ۲ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ۔ اور مثلاً ۳ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰهَا رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا الاية۔ اور مثلاً ۴ وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ۔ ان میں بعض کا حاصل استدلال علی التوحید ہے جو ایک نفع دینی ہے اور بعض کا حاصل نفع دنیوی ہے جیسا آیت ثالثہ ورابعہ میں ہے اور یہ سب منافع حاصل فی الحال ہیں۔ نیز ارشاد ہے: وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۔ ای طرقا للملائکۃ والکواکب۔ جب سمٰوات کواکب کیلئے مسافت سیر ہے اور سیر کواکب کا نفع مشاہد ہے اور سیر کے لئے مسافت شرط عادی ہے تو بواسطہ کواکب کے ان منافع میں سماوات کو بھی دخل ہوا۔

فصل دوم نفع کی قسم ثانی کے بیان میں: چونکہ اس میں تحقق فی الآخرۃ محتمل ہے۔ اگر وہاں جا کر معلوم نہ ہوں تب تحقیق کی ضرورت ہوگی فی الحال اس کے انتفاء پر دلیل نہ ہونا کافی ہے مگر بسبیل احتمال کے تقریب افہام کے لئے اگر کچھ ذکر کر دیا جاوے مضائقہ نہیں۔ مثلاً ارشاد ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ (الی قولہ تعالی) نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ۔ اور ارشاد ہے: لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ۔ اور مثلاً بعد موت کے مومن کی روح کو آسمان کی طرف لے جانا حدیث میں وارد ہے تو آسمان ان ارواح کا بھی مسکن ہے اور ملائکہ کا بھی اور جب ملائکہ انکے لئے نافع ہیں اور ان کا مسکن ان کے لئے نافع تو ان کے لئے بھی بواسطہ نافع ہوئے اور اپنے مسکن ہونے کے اعتبار سے بلاواسطہ بھی نافع ہوئے نیز شیخ اکبر کے مکشوفات میں ہے کہ مقعر سماء سے لطیف لطیف حرارت جنت میں پہنچے گی جس سے ثمار جنت پختہ ہو کر اہل جنت کی غذا بنیں گے اگر سماء کی حیلولۃ نہ ہو تو حرارت میں اعتدال نہ رہے تو یہ نفع سماء کا ظاہر ہے نیز جنت کے حالات میں ارشاد ہے: وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ۔ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ الاية اور آیت: وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ اپنے اطلاق سے دال ہے کہ آخرت میں بھی سماوات ہی ان کا مسکن رہے گا اور ابھی ذکر ہو چکا ہے کہ نافع للنافع بھی نافع ہے اور ان منافع میں وصف سقفیت کو بھی اس طرح دخل ہو سکتا ہے کہ ہر سماء فوقانی سماء تحتانی کی سقف ہو اور اکثر سماوات ایسے ہی ہیں اور للاکثر حکم الکل اور اسماء میں الف لام جنس کا ہونے سے سب سماوات کو شامل ہو جاوے گا اور اگر اس عادت پر نظر کیا جاوے کہ کبھی سقف کے اوپر بھی سکونت اختیار کر لی جاتی ہے تو سماء تحتانی بھی اس سے مستثنیٰ نہ رہے گا۔ اور یہ سب منی ہے اس پر کہ نفخہ ثانیہ کے بعد سب زمین وآسمان پھر بن جاویں گے اور حدیثوں میں حساب کا زمین پر ہونا اور حساب کے وقت ملائکہ کا آسمانوں کا آسمانوں سے زمین پر اترنا صریح اس پر دال ہے۔ نیز قرآن مجید میں: ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى کے بعد وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ۔ بھی اس پر دال ہے اور بننے کے بعد فنا ہونا کہیں وارد نہیں پس ظاہر بقا ہے شیخ اکبر نے ان سب کی تصریح کی ہے اور يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ الاية سے شبہ اس کے خلاف کا نہ کیا جاوے کیونکہ یہ تبدیل وصف ہے۔

فصل سوم نفع کی قسم ثالث کے بیان میں: اس نفع کی حقیقت سمجھنے کے لئے اول سقف کی حقیقت سمجھنا ضروری ہے سو حقیقت اس کی ہر شخص جانتا ہے کہ صرف یہ ہے کہ اپنے مسکن کے اوپر کوئی ایسی چیز سایہ افگن ہو جو اس سے اوپر اور باہر کی ناقابل تحمل آثار سے محفوظ رکھ سکے جیسا گرمی وسردی وبارش یا برف وژالہ یا اوپر سے اینٹ پتھر آپڑے مثلاً تو ان سب چیزوں سے وہ حفاظت کر سکے اب یہ دیکھئے کہ آیا آسمان سے باہر اور اوپر کچھ ایسی چیزیں ہیں کہ اگر آسمان نہ ہوتا تو ان کا اثر انسان تک پہنچتا اور یہ اس کا تحمل نہ کر سکتا سو نصوص میں نظر کرنے سے ایسی اشیاء کا وجود یقینی ہے مثلاً قرآن مجید میں ہے: وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا۔ ای کواکب عظیمۃ۔ اور دوسری آیت سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ اجرام علویہ بھی اپنے ثقل سے مائل الی الاسفل ہیں چنانچہ ارشاد ہے: وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ۔ تو اس بنا پر اگر آسمان نہ ہوتا تو یہ کواکب اہل ارض کو تباہ کر ڈالتے اب آسمان میں تھمے ہوئے ہیں چنانچہ فِي السَّمَآءِ سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ وہ آسمان کے ثخن میں ہیں گو مرکوز نہ ہوں جیسا یونانیین کا زعم ہے بلکہ آسمانوں کو خرق کرتے ہوئے چلتے ہوں یا ان میں راستے بنے ہوئے ہوں جیسا ارشاد ہے: وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ۔ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ۔ فلک سے مراد دائرہ ہے یعنی سماوات کے اندر ان کی حرکت دائرہ پر ہے خواہ دائرہ حقیقی ہو یا حسی ہو اور ارشاد ہے: وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ۔ باقی یہ کہ جس طرح آسمان قدرت سے تھما ہوا ہے اسی طرح کواکب بھی تھم سکتے تھے سو یہ کوئی معقول سوال نہیں اللہ تعالیٰ اس پر بھی قادر تھے مگر ایسا نہیں کیا اور مثلاً قرآن مجید میں ہے۔ وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ الاية اور حدیث میں ہے: اطت السموات وحق لها ان تاط اور اس کی وجہ ارشاد ہوتی ہے کہ ذرا سی بھی جگہ باقی نہیں جہاں کوئی

فرشتہ سجدہ میں نہ پڑا ہو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ملائکہ ؑ نوری ہیں مگران میں کچھ ثقل بھی ہے جس سے ان کا میلان الی الاسفل ہے تو اگر سماوات حائل نہ ہوں تو اہل ارض کا کیا حشر ہو۔ اور مثلاً ارشاد ہے وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان میں پانی ہے تو اگر سماوات حائل نہ ہوتے تو اس پانی سے ہماری کیا حالت ہوتی۔ اور مثلاً ملائکہ آسمانوں میں اپنی اصلی صورت میں ہیں اور اصلی صورت پر ملائکہ کا دیکھنا طاقت بشری سے خارج ہے۔ چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے دیکھنے کا قصہ احادیث میں ہے۔ نیز حوروں کے حسن کے باب میں وارد ہے۔ لو ان امراة من نساء اهل الجنة اطلعت الى الارض لاضاءت ما بينهما اور وارد ہے :ان عليها (اى الحور) من التيجان ادنى لؤلؤة منها لتضئ ما بين المشرق والمغرب۔ اور سدرۃ المنتہٰی کے باب میں وارد ہے: فما احد من خلق الله يستطيع ان ينعتها من حسنها اور یہ سب اشیاء وراء السماء ہیں تو اگر سماء کی حیلولۃ نہ ہوتی تو ان انوار کے دیکھنے کی کون تاب لا سکتا تھا اور بجز زہوق روح کے کیا انجام ہوتا تو سماوات جس طرح سقف محفوظ ہیں سقف حافظ بھی ہیں نیز سقف اس غرض سے بناتے ہیں کہ اس میں اسباب زینت مکان کو معلق کریں جیسے شامیانہ میں قنادیل لٹکاتے ہیں گو حر و برد دفع کرنے کی ضرورت نہ ہو اور آسمان میں مصابیح کا زینت ارض کے لئے ہونا منصوص ہے :هذا ما حضرنى الان۔ اور اس سب تحریر کے بعد ایک جواب یہ سمجھ میں آیا کہ اگر آسمان کو بناء مجازاً و استعارۃً کہا جاوے تو یہ معنی ہوں گے کہ آسمان کو مثل سقف کے بنادیا یعنی فوق ہونے میں جیسا ارشاد ہے: وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا اور ارشاد ہے :اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ تو فراش کا حاصل تحت ہوگا اور بناء کا حاصل فوق ہوگا تو پھر کوئی سوال ہی نہیں رہتا۔ واللہ اعلم۔

خاتمہ: اس میں غزالی ؒ کا مضمون ہے جو رسالہ کتاب الحکمۃ میں حکمت سماوات کے باب میں لکھا ہے اسکا ترجمہ بعینہٖ رسالہ لباب النعمة سے نقل کیا جاتا ہے۔

آسمان: اللہ تعالیٰ نے آسمان کو پیدا فرمایا اور اس کے رنگ کو تمام رنگوں سے گہرا اور نگاہ کے موافق قوت دینے والا بنایا ہے اگر آسمان کا رنگ شعاع یا انوار کو لئے ہوئے ہوتا تو وہ دیکھنے والے کی نگاہ کو مضر ہوتا اور اب نافع ہے اس واسطے کہ سبزی اور نیلگونی قوت باصرہ کے موافق ہے اور آسمان کی وسعت کو دیکھنے سے نفس کو راحت اور لذت حاصل ہوتی ہے خصوصاً اس وقت جب کہ ستارے نکل آویں اور چاند کا نور چمکنے لگے۔ اور سلاطین کی عادت ہے کہ اپنے مجالس کی چھتوں کو ایسا منقش و مزین کیا کرتے ہیں کہ جس سے دیکھنے والے کو راحت اور انبساط ہو ایسے ہی آسمان کو بھی اللہ تعالیٰ نے مزین فرمایا ہے لیکن بندوں کی زینت دی ہوئی چھت کو بار بار اور بہت دیر دیکھنے سے آدمی اکتا جاتا ہے اور جو انشراح اور تازگی اس کو نظر اول سے ہوئی تھی وہ جاتی رہتی ہے بخلاف آسمان اور اس کی زینت کے کہ اس کے تماشہ سے کسی وقت طبیعت سیر نہیں ہوتی چنانچہ سلاطین تک بھی جب مشاغل دنیویہ سے تنگ دل ہوتے ہیں تو میدانوں کی وسعت میں جہاں آسمان کا حصہ زیادہ ہے مضطر ہو کر چلے جاتے ہیں اور اپنا دل بہلاتے ہیں اور حکماء نے کہا ہے کہ گھر میں بھی راحت اور عیش اسی قدر ہوتی ہے جس قدر کہ آسمان کا حصہ اس میں ہے (اسی واسطے تنگ مکانوں میں دل منقبض ہوتا ہے)اور نیز آسمان نجوم مرصعہ اور قمر کے حامل ہیں اور آسمانوں ہی کی حرکت سے کواکب چلتے ہیں اور کواکب سے تمام جہان والے رستہ پاتے ہیں اور نیز آسمانوں میں کہکشاں ہے جو مشابہ راستوں کے ہے کہ جن کے آثار مشرق سے مغرب تک ہمیشہ پائے جاتے ہیں اور یہ کہکشاں ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے نور کی ایک لمبی صورت ہو اور بعض نے کہا ہے کہ یہ چھوٹے چھوٹے ستارے ہیں جو ایک جگہ مجتمع اور ایک دوسرے سے مل گئے ہیں جو شخص راستہ بھول بھٹک جاوے تو اپنے مقصد میں وہ اس سے راہ یاب ہو جاوے اور بعض نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آیہ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے چنانچہ الحبک کی تفسیر بعض مفسرین نے طرق سے کی ہے اور بعض نے الحبک کے معنی ذات الزینۃ یعنی زینت والے سے کی ہے بہر حال یہ آسمان صانع عالم کے دلائل واضحہ ہیں اور ایک بڑے مضبوط صنعت ہیں اپنے خالق کی وسعت علم اور ارادہ پر دال ہیں پس وہ پاک ذات قادر علیم مرید ہے اور بعض حکماء نے کہا ہے کہ آسمان کی طرف دیکھنے سے دس فائدے ہیں۔ اول غم کا کم ہونا۔ دوسرے وسواس کی تقلیل اور تیسرے وہم وخوف کا ازالہ اور چوتھے اللہ کی یاد اور پانچویں قلب میں اللہ کی عظمت کا پھیل جانا چھٹے افکار ردیہ کا جاتا رہنا ساتویں سوداوی مرض کے لئے نافع ہے۔ آٹھویں مشتاق کی تسلی۔ نویں محبین کا مونس ہونا۔ دسویں دعا کرنے والوں کا قبلہ ہے فقط انتہیٰ ما قالہ الغزالی۔ وبانتهآءه تمت الكراسة فى جلسة واحدة فى ثلث ساعات وكله هذا من فضل ربى واليوم يوم الاثنين منتصف رجب فى الخانقاه الامداديه من تهانه بهون ۱۳۴۳ھ۔

الٓمّٓ ۚ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۙ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ؕ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۙ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۞ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ؕ هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۞ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۞

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ ایسے ہیں کہ ان کے سوا کوئی قابل معبود بنانے کے نہیں وہ زندہ (جاوید) ہیں۔ سب چیزوں کے سنبھالنے والے ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس قرآن بھیجا ہے واقعیت کے ساتھ اس کیفیت کے ساتھ کہ وہ تصدیق کرتا ہے ان (آسمانی) کتابوں کی جو اس سے پہلے نازل ہو چکی ہیں اور (اسی طرح) بھیجا تھا تورات اور انجیل کو اس کے قبل لوگوں کی ہدایت کے واسطے اور اللہ تعالیٰ نے بھیجے معجزات۔ بے شک جو لوگ منکر ہیں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ان کے لئے سزائے سخت ہے اور اللہ تعالیٰ غلبہ (اور قدرت) والا ہے بدلا لینے والا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے نہ (کوئی چیز) زمین میں اور نہ (کوئی چیز) آسمان میں وہ ایسی ذات (پاک) ہے کہ تمہاری صورت (شکل) بناتا ہے ارحام میں جس طرح چاہتا ہے کوئی عبادت کے لائق نہیں بجز اس کے وہ غلبہ والا ہے حکمت والا ہے۔ وہ ایسا ہے جس نے نازل کیا تم پر کتاب کو جس میں ایک حصہ وہ آیتیں ہیں جو کہ اشتباہ مراد سے محفوظ ہیں اور یہی آیتیں اصلی مدار ہیں۔ اس پر کتاب کا اور دوسری آیتیں ایسی ہیں جو مشتبہ المراد ہیں۔ سو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ اس کے اسی حصہ کے پیچھے ہو لیتے ہیں جو مشتبہ المراد ہیں (دین میں) شورش ڈھونڈنے کی غرض سے اور اس کے غلط مطلب ڈھونڈنے کی غرض سے حالانکہ ان کا (صحیح) مطلب بجز حق تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ جو لوگ علم (دین) میں پختہ کار (اور فہیم) ہیں وہ یوں کہتے ہیں کہ ہم اس پر (اجمالاً) یقین رکھتے ہیں (یہ) سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں اور نصیحت وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو کہ اہل عقل ہیں ۞

تفسیر: سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرَانَ مَدَنِيَّةٌ وَّاٰيَاتُهَا مِائَتَانِ: **ربط:** اس سورت کا ماقبل کے ساتھ ختم سورۂ بقرہ پر گزر چکا چونکہ محاجۂ لسانی وسنانی جو کہ وجہ ارتباط ہے۔

بوجہ اختلاف فی التوحید کے ہے لہٰذا اس سورت کو مضمون توحید سے آغاز کیا ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

توحید: الٓمّٓ۔ اس کے معنی تو اللہ ہی کو معلوم ہیں اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ؕ اللہ تعالیٰ ایسے ہیں کہ ان کے سوا کوئی قابل معبود بنانے کے نہیں اور وہ

زندہ (جاوید) ہیں سب چیزوں کے سنبھالنے والے ہیں۔ **ف**: حی قیوم کے صفات لانے میں اشارہ ہے معبودانِ باطلہ کے معبود نہ ہونے کی دلیل عقلی کی طرف کیونکہ ان میں یہ صفتیں نہیں ہیں اور جو چیز ازلاً وابداً موجود نہ ہو اور اپنی حفاظت میں خود دوسرے کا محتاج ہو وہ معبود بننے کے لائق نہیں ہوسکتا کیونکہ عبادت غایت تذلل ہے اور غایت تذلل اس کا حق ہے جس کو غایت عزت حاصل ہو اور غایت عزت اس کے لئے مخصوص ہے جو غایت درجہ کا کامل ہو اور حیات و بقا میں دوسرے کا محتاج ہونا غایت نقص ہے جو منافی غایت عزت کے ہے پس غایت تذلل یعنی عبادت اس کا حق نہیں ہوسکتا۔

ربط: آگے توحید کی دلیل نقلی مذکور ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تمام کتب الٰہیہ جو منزل من اللہ ہیں واخبارِ انبیاء جن کا نبی ہونا معجزات سے ثابت ہے متفق ہیں توحید پر اور ضمن استدلال مذکور میں نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ سے اثبات نبوت محمدیہ کی طرف بھی اشارہ ہوگیا۔

اثبات حقانیت کتب وانبیاء علیہم السلام: نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ (الی قولہ تعالی) وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۬ اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس قرآن بھیجا ہے واقعیت کے ساتھ اس کیفیت سے کہ وہ تصدیق کرتا ہے ان (آسمانی) کتابوں کی جو اس سے پہلے ہو چکی ہیں اور (اسی طرح) بھیجا تھا توریت اور انجیل کو اس کے قبل لوگوں کی ہدایت کے واسطے (اور اسی سے قرآن کا ہدایت ہونا بھی لازم آ گیا کیونکہ ہدایت کا مصداق ہدایت ہے) اور اللہ تعالیٰ نے (انبیاء کی تصدیق کے واسطے) بھیجے معجزات۔

ربط: آگے منکرین توحید کی شان میں وعید ارشاد فرماتے ہیں: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝ بیشک جو لوگ منکر ہیں اللہ تعالیٰ کی (ان آیتوں کے) (جو توحید پر دلالت کرتی ہیں) ان کے لئے سزائے سخت ہے اور اللہ تعالیٰ غلبہ (اور قدرت) والے ہیں (کہ بدلہ لے سکتے ہیں اور) بدلہ لینے والے (بھی) ہیں **ف**: یعنی انتقام کا امکان و وقوع دونوں امر ثابت ہیں۔

ربط: آگے تتمہ توحید کا مذکور ہے۔

تتمہ توحید: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ (الی قولہ تعالی) لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۔ بیشک اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے (نہ کوئی چیز) زمین میں اور نہ (کوئی چیز) آسمان میں (پس ان کا علم بھی نہایت کامل ہے) وہ ایسی ذات (پاک) ہے کہ تمہاری صورت (شکل) بناتا ہے جس طرح چاہتا ہے (کسی کی کیسی صورت اور کسی کی کیسی صورت پس ان کی قدرت بھی کامل ہے پس حیات اور قیومیت اور علم اور قدرت جو امہات صفات سے ہیں ان میں کامل طور سے بلاشرکت موجود ہیں جس سے ثابت ہوا کہ) کوئی عبادت کے لائق نہیں بجز اس (ذات پاک) کے (اور) وہ غلبہ والے ہیں (منکر توحید سے انتقام لے سکتے ہیں لیکن) حکمت والے (بھی) ہیں (کہ بمصلحت دنیا میں ڈھیل دے رکھی ہے) **ف**: روح المعانی میں بروایت ابن جریر ربیع سے منقول ہے کہ کچھ نصاریٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مذہبی گفتگو شروع کی آپ نے اپنی تقریر مفصل میں ابطال تثلیث پر اللہ تعالیٰ کی صفت حیات دائمہ و قیومیت کاملہ و علم محیط و قدرت تخلیق میں متفرد ہونے سے استدلال فرمایا اور یہ سب مقدمات ان کو تسلیم کرنا پڑے۔

ربط: جب توحید ثابت ہو چکی جس سے تثلیث کا بھی ابطال ہوگیا اور بعض منکرین توحید کا بعض کلمات موہمہ خلاف توحید سے استدلال ہوسکتا تھا چنانچہ قصہ مناظرہ مذکورہ میں بعض نصاریٰ نے لفظ روح اللہ اور کلمۃ اللہ سے جو کہ قرآن میں واقع ہوا ہے اپنے مدعا پر الزامی طور پر استدلال کیا تھا کذا نقلہٗ فی روح المعانی عن الدر المنثور عن ابن ابی حاتم وابی جریر عن الربیع اگلی آیت میں اس شبہ کا جواب ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایسے کلمات خفی المراد سے احتجاج درست نہیں بلکہ مدار عقائد کا نصوص واضحہ ہیں اور خفی المراد پر جبکہ ان کی تفسیر معلوم نہ ہو اجمالاً ایمان لے آنا واجب ہے زیادہ تفتیش کی اجازت نہیں۔

تقسیم کتاب بہ محکم ومتشابہ مع تقسیم سامعین: هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ (الی قولہ تعالی) وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ وہ (اللہ تعالیٰ) ایسا ہے جس نے نازل کیا تم پر کتاب کو جس میں کا ایک حصہ وہ آیتیں ہیں جو کہ اشتباہ مراد سے محفوظ ہیں (یعنی ان کا مطلب ظاہر ہے) اور یہی آیتیں اصلی مدار ہیں (اس) کتاب (یعنی قرآن) کا (یعنی غیر ظاہر المعنی کو بھی ان ہی ظاہر المعنی کے موافق بنایا جاتا ہے) اور دوسری آیتیں ایسی ہیں جو کہ مشتبہ المراد ہیں (یعنی ان کا مطلب خفی ہے خواہ بوجہ مجمل ہونے کے خواہ کسی نص ظاہر المراد کے ساتھ معارض ہونے کے) سو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ تو اس کے اسی حصہ کے پیچھے ہو لیتے ہیں جو مشتبہ المراد ہے (دین میں) شورش ڈھونڈنے کی غرض سے اور اس (مشتبہ المراد) کے (غلط) مطلب ڈھونڈنے کی غرض سے (تاکہ اپنے غلط عقیدہ میں اس سے مدد حاصل کرے) حالانکہ اسکا (صحیح) مطلب بجز حق تعالیٰ کے کوئی اور نہیں جانتا (یا اگر وہ خود قرآن یا حدیث کے ذریعہ سے صراحۃً یا اشارۃً بتلا دیں جیسے لفظ صلوٰۃ کی مراد صراحۃً معلوم ہوگئی اور اِسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وغیرہ کی تاویل بعض کی رائے پر قواعد کلیہ سے معلوم ہوگئی تو بس اسی قدر دوسروں کو بھی خبر ہوسکتی ہے زیادہ معلوم نہیں ہوسکتا جیسے مقطعات کے معنی کسی کو معلوم نہیں ہوئے اور بعض کی رائے پر اِسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وغیرہ کے معنی بھی معلوم نہیں ہوئے) اور (اسی واسطے) جو لوگ علم (دین) میں پختہ کار (اور فہیم) ہیں وہ (ایسی آیتوں کے متعلق) یوں کہتے ہیں کہ ہم اس پر (اجمالاً) یقین رکھتے ہیں سب

(آیتیں ظاہر المعنی بھی خفی المعنی بھی) ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں (پس ان کے جو کچھ معنی اور مراد واقع ہوں وہ حق ہیں) اور نصیحت (کی بات کو) وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو کہ اہل عقل ہیں (یعنی عقل کا مقتضا بھی یہی ہے کہ مفید اور ضروری بات میں مشغول ہو مضر اور فضول قصہ میں نہ لگے) **ف**: پس روح اللہ اور کلمۃ اللہ بھی فی نفسہٖ لغۃً ایسے ہی کلمات متشابہ سے ہے لیکن قواعدِ شرعیہ وعقلیہ کی مساعدت سے ثابت ہو گیا کہ حاصل مراد اس سے علیٰ سبیل المجاز یہ ہے: **ذو روح مسبب وجوده عن امر الله و كلمته**۔ پس یہ تاویل حق ہوگی اور اس کے خلاف جیسا کہ مخالفین نے مناظرۂ مذکورہ میں سمجھا باطل ہے۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ سے كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا تک اس آیت سے ایسے کلام کے ساتھ معاملہ کرنے کی کیفیت معلوم ہوتی ہے جس کا صادق ہونا ثابت ہو مگر مراد اس کی واضح نہ ہوئی ہو اور وہ معاملہ یہ ہے کہ ایسے کلام کی اجمالاً تصدیق کی جاوے اور تفصیلاً اس کی کاوش نہ کریں اور محققین نے یہی حکم کیا ہے ان اہل اسرار کے کلام کے باب میں جن کا صدق ان کے احوال سے معلوم ہوا اور انکی مراد معلوم نہ ہوئی ہو پس سلامتی اسی میں ہے کہ نہ ان پر انکار کیا جاوے اور نہ اس کلام کے ظاہر پر اعتقاد کیا جاوے۔۱۲

الحواشی: (۱) قولہ مشتبہ المراد ہیں یعنی الخ پس اس متشابہ کا مفہوم متشابہ اصطلاحی سے عام ہے یعنی متشابہ اصطلاح اس کی ایک فرد ہے اور اس فرد خاص کے اقسام اور احکام میری ایک مختصر تحریر میں جو بشکل رسالہ کے ہوگئی ہے نہایت جامعیت کے ساتھ مذکور ہیں مفید سمجھ کر اس کو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے **وهو يجئ في هذه الصفحة**۔ (۲) بدل من الدعاء۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ سنبھالنے والے **مر في آية الكرسي**۱۲ ۲ **في ترجمة الفرقان** معجزات **هو احد الوجوه المذكورة في البيضاوى** ۱۲۔ ۳ **وفيه اما قوله احكمت آياته فمعناه انها حفظت من فساد المعنى وركاكة اللفظ وقوله كتاباً متشابهاً فمعناه انه يشبه بعضه بعضاً في صحة المعنى وجزالة اللفظ**۱۲۔ ۴ **قوله** جو کہ اشتباہ مراد سے محفوظ ہیں **كذا في البيضاوى**۔ ۵ **قوله** خواہ بوجہ مجمل ہونے کے **الخ فالمتشابه ههنا ليس اصطلاحيا**۔ ۶ **قوله** غلط مطلب **الخ افاده العهد المستفاد من اضافة تاويله وكذا في قوله** صحیح مطلب **واعلم ان المراد بالتاويل ههنا تعيين المراد لا احتماله فانه يجوز بشرط عدم اباء العربية والشرع عنه**۱۲۔ ۷ **قوله** بعض کی رائے پر **مر بيان هذا الاختلاف في حواشي الخطبة**۱۲۔

الروایات: **في روح المعاني عن ابن جرير عن الربيع قال ان النصارى اتوا رسول الله صلى الله عليه وسلم فخاصموه في عيسى بن مريم وقالوا له من ابوه وقالوا على الله تعالى الكذب والبهتان فقال لهم النبي صلى الله عليه وسلم الستم تعلمون انه لا يكون ولد الا وهو يشبه اباه قالوا بلى قال الستم تعلمون ان ربنا حي لا يموت وان عيسى ياتي عليه الفناء قالوا بلى قال الستم تعلمون ان ربنا قيم على كل شيء يكلؤه ويحفظه ويرزقه قالوا بلى قال فهل يملك عيسى من ذلك شيئا قالوا لا قال الستم تعلمون ان الله تعالى لا يخفى عليه شيء في الارض ولا في السماء قالوا بلى قال فهل يعلم عيسى من ذلك شيئا الا ما علم قالوا لا قال الستم تعلمون ان ربنا صور عيسى في الرحم كيف شاء وان ربنا لا يأكل الطعام ولا يشرب الشراب ولا يحدث الحدث قالوا بلى قال الستم تعلمون ان عيسى حملته امه كما تحمل المرأة ثم وضعته كما تضع المرأة ولدها ثم غذى كما يغذى الصبي ثم كان يأكل الطعام ويشرب الشراب ويحدث الحدث قالوا بلى قال فكيف يكون هذا كما زعمتم فعرفوا ثم ابوا الا جحودا فانزل الله الٓمّٓ الله لا اله الا هو الحي القيوم الخ۔ وفي روح المعاني وقيل ان الوفد قالوا الرسول الله صلى الله عليه وسلم الست تزعم ان عيسى كلمة الله تعالىٰ وروح منه قال بلى قاله فحسبنا ذلك فنعى سبحانه عليهم زيغهم وفتنتهم (في قوله تعالىٰ هو الذى انزل عليك الكتاب) اخرجه في الدر المنثور عن ابن ابي حاتم وابن جرير عن الربيع وفي لباب النقول عن ابن ابي حاتم وابن اسحق بتخريج البيهقي في آخر القصة فانزل الله الى بضع و ثمانين آية او الى رأس الثمانين**۱۲۔

الکلام: **قال البيضاوى فيه اى في قوله انك انت الوهاب دليل على ان الهدى والضلال من الله تعالى وانه متفضل بما ينعم على عباده لا يجب عليه شئى**۱۲۔

النحو: **في الارض صفة لقوله شئى**۱۲۔

البلاغۃ: **انتقام التنكير للتعظيم**۱۲۔

رسالۃ التواجہ بما تعلق بالتشابہ

بعد الحمد والصلوٰۃ والدعاء اللّٰھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ والباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ عرض کرتا ہوں کہ نفس تشابہ کی تعریف یہ ہے کہ اس کی مراد بجز اللہ تعالیٰ کے (اور بقول بعض بجز اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے) کسی کو جزماً معلوم نہ ہو اور جس کی مراد بنا بر شیوع مجاز یا کنایہ کے معلوم ہو وہ متشابہ نہیں اگرچہ اس کے حقیقی معنی میں کوئی استحالہ لازم آتا ہو پھر اس متشابہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ کہ اس کا مدلول لغوی بھی کسی کو معلوم نہ ہو جیسے مقطعات اور ایک وہ کہ اس کا مدلول لغوی معلوم ہو مگر کسی محذور عقلی یا نقلی کے لزوم کے سبب مراد نہ لے سکیں پھر اس قسم اخیر کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ اس کا مدلول لغوی واحد ہو جیسے سمع و بصر و کلام اور ایک یہ کہ اس کا مدلول لغوی متعدد ہو یعنی وہ مشترک اور محتمل وجوہ متعددہ کو ہو پھر اس کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ ان معانی دو وجوہ میں کسی دلیل سے کسی ایک کو ترجیح نہ دی گئی ہو ایک یہ ان میں کسی ایک کو ترجیح دی گئی ہو خواہ دلیل قطعی سے یا دلیل ظنی سے یہ بیان ہوا اقسام کا آگے احکام کا بیان کیا جاتا ہے۔ مقطعات میں سب کا مذہب یہی ہے کہ اس میں تفویض واجب ہے اور سمع و بصر و کلام میں سب کے نزدیک تفسیر جائز ہے مگر اس قید کے ساتھ کہ لا کسمعنا و لا کبصرنا و لا ککلامنا اور ذاتِ معانی متعددہ میں اگر کسی معنی کو ترجیح نہ دی گئی ہو نہ قطعاً نہ ظناً اس میں بھی سکوت واجب ہے اس کی کوئی مثال ذہن میں نہیں آئی ایک نظیر فقہی تنویر کے لئے لکھتا ہوں کہ امام صاحب نے اسی وجہ سے فرمایا ہے لا ادری ما الدہر اور جس میں کسی ایک معنی کو ترجیح دی گئی ہو اگر اس کو لفظ منصوص ہی سے تعبیر کریں تب تو کوئی اختلاف ہی نہیں جیسے استواء جبکہ اس کا نہ ترجمہ کیا جاوے نہ اس سے اشتقاق کیا جاوے البتہ دفع ایہام معنی متبادر متعارف مستحیل کے لئے اس قید کا بڑھا دینا احتیاط ہے استواء یلیق بہ جیسا جمہور مفسرین کا صنیع ہے اور یہی محمل ہے قول ائمہ کا الاستواء معلوم والکیف مجھول والایمان بہ واجب والسوال عنہ بدعۃ اور اگر لفظ غیر منصوص سے تفسیر کی جاوے تو اس میں دو مسلک ہیں ایک سلف کا وہ یہ کہ اس کو معنی حقیقی ہی پر محمول کیا جاوے خواہ اس معنی کی تعیین دلیل قطعی سے ہو خواہ دلیل ظنی سے مثلاً کسی نے اس کی استقرار سے تفسیر کی کسی نے علو سے کسی نے استیلاء سے کسی نے اقبال سے یہ سب معنی حقیقیہ لغویہ ہیں کما یظھر من کتب اللغۃ وتفسیر الطبری فی قولہ تعالٰی ثم استوٰی الی السماء اور یہ سب تفسیریں مسلک سلف پر منطبق ہیں گو تعیین ظنی ہے لیکن ہر قول میں محمل حقیقی معنی ہیں اور یہی حاصل ہے مسلک سلف کا اور ان سب تفسیروں میں سے ہر تفسیر کا حکم تفسیر سمع و بصر کا سا ہوگا یعنی ہر ایک میں اس قید کا اعتبار واجب ہوگا لا کاستقرار نا المستلزم للمادیۃ ولا کعلونا المقتضی للجھۃ ولا کاستیلائنا المسبوق بالعجز ولا کاقبالنا المسبوق بالادبار اور ان سب معانی حقیقیہ لغویہ کے مسلک سلف پر منطبق ہونے کی دلیل یہ ہے کہ مضامین قرآن مجید کی تبلیغ عام مامور بہ ہے اور ظاہر ہے کہ عجم کو تبلیغ بدون ترجمہ کے نہیں ہو سکتی اگر ترجمہ قائم مقام اصل کلمہ کے نہ ہو تو لازم آتا ہے کہ مسلک سلف پر ان اجزاء کی تبلیغ ممکن نہ ہو حالانکہ وہ اصل مسلک ہے پس ترجمہ کو قائم مقام اصل کے کہنا لازم ہے اور استوٰی کا جب ترجمہ ہوگا وہ ان ہی معانی حقیقیہ لغویہ میں سے کسی کا ترجمہ ہوگا پس ان سب معانی سے تعبیر کرنا بھی بجائے استوٰی لا کاستواء نا بالاتفاق مسلک سلف کا ہے اسی طرح دوسری تفاسیر مذکورہ مع القید بھی البتہ خود لفظ استوٰی کا محفوظ رکھنا اسلم واحکم ہے جب کہ مخاطب کو ترجمہ کی احتیاج نہ ہو غرض مترادفات سب ایک حکم میں ہیں لیکن لازم بحکم مرادف نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ وہ لزوم حادث میں ہو قدیم نہ ہو مثلاً اتیان کے ثبوت سے حرکت کا اطلاق جائز نہ ہوگا۔ دوسرا مسلک خلف کا ہے وہ یہ کہ اصل تو مسلک سلف ہی کا ہے لیکن ضعفاء العقول کے تحمل و دفع تشویش کی مصلحت سے مجاز یا کنایہ پر محمول کر لیا جائے گا پھر اس مجاز یا کنایہ میں مختلف وجوہ ہو سکتے ہیں یہ خلاصہ ہے مبحث کا اب تین تنبیہوں پر اس مبحث کو ختم کرتا ہوں ایک یہ کہ بعض کلمات کے متشابہ ہونے میں اقوال مختلف بھی ہوئے ہیں منشاء اس کا اسباب مختلفہ سے جن کا مرجع قواعد شرعیہ و عربیہ ہیں اختلاف ہے رائے واجتہاد کا دوسرے یہ کہ تفصیل مذکور کی بنا پر بعضے دوسرے متشابہات بھی استواء کے حکم میں ہیں پھر خصوصیت کے ساتھ خود سلف سے بھی زیادہ حکم استواء ہی کے متعلق کیوں منقول ہے اس کی وجہ میری رائے میں یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس زمانہ میں کسی وجہ سے اہل بدعت نے اسی میں زیادہ تشکیک کی ہوگی دوسری تنبیہ یہ کہ آج کل بعض لوگ جن پر ظاہریت غالب ہے جب متشابہات کی تفسیر کرتے ہیں تو درجۂ اجمال میں تو مسلک سلف پر رہتے ہیں مگر چار غلطیاں کرتے ہیں ایک یہ کہ تفسیر ظنی کی قطعیت کے مدعی ہو جاتے ہیں دوسرے یہ کہ جب تفصیل کرتے ہیں تو عنواناتِ موہمۂ تکیف و تجسیم اختیار کرتے ہیں تیسرے یہ کہ مسلک تاویل کو علی الاطلاق باطل کہہ کر ہزاروں اہل حق کی تضلیل کرتے ہیں حالانکہ اہل حق کے پاس ان کے مسلک کی صحت کے لئے احادیث بھی بناء ہیں اور قواعد شرعیہ بھی قاعدہ کا بیان تو اسی تحریر میں مذکور ہے اور احادیث رسالہ تمہید الفرش میں مذکور ہیں چوتھے یہ کہ تفسیر بالاستقرار کو تو سلف کے مسلک پر سمجھتے ہیں اور دوسری تفاسیر لغویہ کو تاویل خلف سمجھتے ہیں حالانکہ سب کا مساوی ہونا اوپر ظاہر ہو چکا البتہ دوسری آیات غیر متشابہ میں معنی استقرار میں کثرت سے استعمال ہونا تفسیر بالاستقرار کے لئے ایک گونہ مرجح ہے وھٰھنا فلیکتف القلم والینتہ الرقم ونکرر الدعاء اللّٰھم ارنا الحق حقًّا وارزقنا اتباعہٗ والباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہ وصلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْھُمْ اَمْوَالُھُمْ وَلَآ اَوْلَادُھُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَـيْـــًٔـا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ۝ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاَخَذَھُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ۭ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَھُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ۭ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ۝

اے ہمارے پروردگار ہمارے دلوں کو کج نہ کیجئے بعد اس کے کہ آپ ہم کو ہدایت کر چکے ہیں اور ہم کو اپنے پاس سے رحمت (خاصہ) عطا فرمائیے بلاشبہ آپ بڑے عطا فرمانے والے ہیں اے ہمارے پروردگار آپ بلاشبہ تمام آدمیوں کو (میدانِ محشر میں) جمع کرنے والے ہیں۔ اس دن میں جس میں ذرا شک نہیں (اور) بلاشبہ اللہ تعالیٰ خلاف کرتے نہیں وعدے کو۔ بالیقین جو لوگ کفر کرتے ہیں ہرگز ان کے کام نہیں آسکتے ان کے مال (دولت) اور نہ ان کی اولاد اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ذرہ برابر بھی اور ایسے لوگ جہنم کا سوختہ ہوں گے جیسا کہ معاملہ تھا فرعون والوں کا اور ان سے پہلے (کافر) لوگوں کا کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلایا اس پر اللہ تعالیٰ نے ان پر دار و گیر فرمائی ان کے گناہوں کے سبب اور اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔ آپ ان کفر کرنے والوں سے فرما دیجئے کہ عنقریب تم (مسلمانوں کے ساتھ) مغلوب کئے جاؤ گے اور (آخرت میں) جہنم کی طرف جمع کر کے لے جائے جاؤ گے اور وہ جہنم ہے برا ٹھکانا ہے۔ بیشک تمہارے لئے بڑا نمونہ ہے دو گروہوں (کے واقعہ) میں جو کہ باہم ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تھے۔ ایک گروہ تو اللہ کی راہ میں لڑتے تھے۔ (یعنی مسلمان) اور دوسرا گروہ کافر لوگ تھے۔ یہ کافر اپنے کو دیکھ رہے تھے کہ ان مسلمانوں سے کئی حصہ زیادہ ہیں کھلی آنکھوں دیکھنا اور اللہ تعالیٰ اپنی امداد سے جس کو چاہتے ہیں قوت دے دیتے ہیں۔ (سو) بلاشبہ اس میں بڑی عبرت ہے (دانش) بینش والے لوگوں کو۔

آگے ان حق پرستوں کا دوسرا کمال مذکور ہے کہ باوجود وصول الی الحق کے اس پر نازاں نہیں بلکہ حق تعالیٰ سے استقامت علی الحق کی دعا کرتے ہیں۔

دعا: رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا (الی قولہ تعالی) اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝۔ اے ہمارے پروردگار ہمارے دلوں کو کج نہ کیجئے بعد اس کے کہ آپ ہم کو (حق کی طرف) ہدایت کر چکے ہیں اور ہم کو اپنے پاس سے رحمت (خاصہ) عطا فرمائیے (وہ رحمت یہ ہے کہ راہ مستقیم پر ہم قائم رہیں) بلاشبہ آپ بڑے عطا فرمانے والے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار (ہم یہ دعا کجی سے بچنے کی اور حق پر قائم رہنے کی کسی دنیوی غرض سے نہیں مانگتے بلکہ محض آخرت کی نجات کے واسطے کیونکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ) آپ بلاشبہ تمام آدمیوں کو (میدان محشر میں) جمع کرنے والے ہیں اس دن میں جس (کے آنے) میں ذرا شک نہیں (یعنی قیامت کے دن میں اور شک نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے آنے کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے اور) بلاشبہ اللہ تعالیٰ خلاف کرتے نہیں وعدہ کو (اس لئے قیامت کا آنا ضرور اور اس واسطے ہم کو اس کی فکر ہے)۔

ربط: یہاں تک محاجہ باللسان کا بیان تھا آگے محاجہ بالسنان کا بیان اور لقمہ شمشیر و زیر نگین ہونے کی وعید ہے جو صراحۃً اس آیت میں مذکور ہے۔ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا الی اخرہا اور اس سے پہلے کی آیت بطور تمہید کے ہے۔

وعید منکرین بہ خذلانِ دارین: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْھُمْ (الی قولہ تعالی) وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ بالیقین جو لوگ کفر کرتے ہیں ہرگز ان کے کام نہیں آسکتے ان کا مال (و دولت) اور نہ ان کی اولاد اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ذرہ برابر بھی اور ایسے لوگ جہنم کا سوختہ ہونگے (ان لوگوں کا معاملہ ایسا ہے) جیسا معاملہ تھا فرعون والوں کا اور ان سے پہلے والے (کافر لوگوں کا (وہ معاملہ یہ تھا) کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو (یعنی اخبار و احکام کو) جھوٹا بتلایا اس پر اللہ تعالیٰ نے ان پر دار و گیر فرمائی ان کے گناہوں کے سبب اور اللہ تعالیٰ (کی دار و گیر بڑی سخت ہے کیونکہ ان کی شان یہ ہے کہ وہ) سخت سزا دینے والے ہیں (اسی طرح ان لوگوں کا معاملہ ہوا کہ انہوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی سو ان کو بھی ایسی ہی سزا ہوگی اور) آپ ان کفر کرنے والے لوگوں سے (یوں بھی) فرما دیجئے کہ (تم یہ نہ سمجھنا کہ یہ دار و گیر صرف آخرت میں ہوگی بلکہ یہاں اور وہاں دونوں جگہ ہوگی چنانچہ دنیا میں) عنقریب تم (مسلمانوں کے ہاتھ سے) مغلوب کئے جاؤ گے اور (آخرت میں) جہنم کی طرف جمع کر کے لیجائے جاؤ گے اور (جہنم) ہے برا ٹھکانا۔ **ف:** مقابلہ میں کام آنے کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و عنایت کی ضرورت نہ ہو اس کے عوض صرف مال و اولاد نافع اور کافی ہو جاوے دوسرے یہ کہ مال و

اولاد اللہ تعالیٰ کے مقابل ہو کر ان کے عذاب سے بچا لیوے مقابلہ کا لفظ دونوں جگہ بولا جاتا ہے سو آیت میں دونوں معنی کی نفی کر دی گئی۔ اور مراد کفار سے آیت میں خاص کفار ہیں جن سے یہ خطاب ہوا تھا چنانچہ مشرکین پر قتل اور قید کی مصیبت اور یہود پر قتل و قید کے ساتھ جزیہ اور اخراج وطن کی بھی عقوبت واقع ہوئی پس یہ شبہ نہ کرنا چاہئے کہ سب کفار تو دنیا میں مغلوب نہیں پائے جاتے اور رہی سزائے آخرت وہ سب کفار کو عام ہے۔

ربط: اوپر کفار کے مغلوب ہونے کی خبر دی گئی ہے آگے اس کی ایک کافی نظیر بطور دلیل کے ارشاد فرماتے ہیں: قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِىْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا (الی قولہ تعالی) اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ بیشک تمہارے (استدلال کے) بڑا نمونہ ہے دو گروہوں (کے واقعہ) میں جو کہ باہم (بدر کی لڑائی میں) ایک دوسرے سے مقابل ہوئے تھے ایک گروہ تو (یعنی مسلمان) اللہ کی راہ میں لڑتے تھے اور دوسرا گروہ کافر لوگ تھے (اور کافر اس قدر زیادہ تھے کہ) یہ کافر اپنے (گروہ) کو دیکھ رہے تھے کہ ان مسلمانوں سے کئی حصے (زیادہ) ہیں (اور دیکھنا بھی کچھ وہم اور خیال کا نہیں بلکہ) کھلی آنکھوں دیکھنا (جس کے واقعی ہونے میں شبہ نہیں تھا لیکن باوجود اس قدر زیادہ عدد ہونے کے پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غالب کیا) اور (غالب مغلوب کرنا محض قبضہ خداوندی میں ہے) اللہ تعالیٰ اپنی امداد سے جس کو چاہتے ہیں قوت دیدیتے ہیں (سو) بلاشک اس (واقعہ) میں بڑی عبرت (اور نمونہ) ہے (دانش) بینش والے لوگوں کو۔

ف: روایتوں میں آیا ہے اس روز مسلمان تین سو تیرہ تھے اور کفار ایک ہزار تھے گویا کفار مسلمانوں سے تین حصے تھے اس آیت میں اسی کثرت کو بیان فرمایا ہے کہ کفار آنکھوں سے مشاہدہ کرتے تھے کہ ہمارا گروہ زیادہ ہے مگر پھر بھی انجام دیکھ لیا کہ مسلمان ہی غالب رہے اس سے ہر منصف عاقل استدلال کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے دین کو غالب کرنا چاہتے ہیں تو کفار کی کثرت اور ثروت اس کو روک نہیں سکتی اور سورۂ انفال میں یہ بھی مذکور ہے کہ اول اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب میں کفار کا عدد کم دکھلایا تھا کہ آپ مسلمانوں سے خواب بیان فرما دیں تو مقابلہ کی جرأت بڑھے پھر جب دونوں گروہ مقابل ہوئے تو مسلمانوں کو کفار کم معلوم ہوئے اور کفار کو مسلمان کم معلوم ہوئے تاکہ مقابلہ ہو جاوے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غالب کر دیا۔ پس اس مقام پر دو امر قابل تحقیق ہیں۔ اول یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب خلاف واقع کیوں ہوا اور اسی طرح مسلمانوں کا کفار کو کم دیکھنا بھی خلاف واقع تھا۔ تحقیق اس کی یہ ہے کہ اگر ہزار میں سے مثلاً سو دو سو دکھلا دیئے جاویں اور آٹھ نو سو پوشیدہ کر لئے جاویں تو اس کو خلاف واقع دیکھنا نہیں کہہ سکتے خلاف واقع کہتے ہیں غلط دیکھنے کو اور یہاں تو بعض کو نہ دیکھنا تھا غلط دیکھنا نہ تھا۔ دوسری تحقیق یہ ہے کہ کفار کو مسلمانوں کا کم معلوم ہونا جو انفال میں مذکور ہے اور کفار کا اپنی جماعت کو مسلمانوں سے کئی حصہ دیکھنا جو اس مقام پر مذکور ہے ان دونوں کا ایک ہی مطلب ہے۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: يَرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ الخ اس میں خوارق عادات کا اثبات ہے ۱۲۔

الحواشی: (۱) وهذا كقوله تعالى انى ارانى اعصر خمرا ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله رحمت خاصہ حملا للتنوين على التنويع ۱۲۔ ۲ قوله یہ کافر في ترجمة يرونهم مثليهم هذا ما ادى اليه ذوقى ان المرفوع فى يرون راجع الى الكفار والمنصوب ايضًا الى الكفار والمجرور الى المؤمنين والتثنية للتكرير وفى الآية اقوال اخر كثيرة شتى ولو اشكل عليك ان الرواية على هذا بصرية وكون الفاعل والمفعول كليهما ضميراً من خواص افعال القلوب يجاب ان الرواية قلبية بقرينة تعديتها الى مفعولين فالمراد العلم ولو بواسطة البصر واما راى العين فاما مفعول مطلق من حيث دلالة العلم على البصر بقرينة المقام فالمعنى يرونهم مثليهم بان نشاهدوهم كذلك راى العين او منصوب بنزع الخافض اى براى العين فالامر سهل وفى قراءة ترونهم بتاء الخطاب فمعناه مطابقاً للتفسير المذكور ترون ايها الكفار فئتكم مثلى المؤمنين فالمنصوب الغائب راجع الى الفئة الكافرة فلا يرد ان مقتضاه كان ترونكم ويرونهم صفة للفئة الكافرة او يقال الخطاب لليهود اى ترون ايها اليهود مشركى مكة مثلى المؤمنين على ان الرؤية علمية لان اليهود لم يحضروا الواقعة ۱۲۔

الروایات: فى لباب النقول روى ابو داؤد فى سننه والبيهقى فى الدلائل من طريق ابن اسحق عن محمد بن ابى محمد عن سعيد او عكرمة عن ابن عباس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لما اصاب من اهل بدر ما اصاب ورجع الى المدينة جمع اليهود فى سوق بنى قينقاع وقال يا معشر يهود اسلموا قبل ان يصيبكم الله بما اصاب قريشا فقالوا يا محمد لا يغرنك من نفسك ان قتلت نفرا من قريش كانوا اغمارا لا يعرفون القتال انك والله لو قاتلتنا لعرفت انا نحن الناس وانك لم تلق مثلنا فانزل الله قل للذين كفروا ستغلبون الى قوله لاولى الابصار آه وفى تفسير البيضاوى احد الوجهين قل لمشركى مكة ستغلبون يعنى يوم بدر ۱۲۔

الکلام: فى روح المعانى عن الانتصاف التزيين للشهوات يطلق ويراد به خلق حبها فى القلوب وهو بهذا المعنى مضاف اليه تعالى

حقیقة فلانه لا خالق الا هو ويطلق ويراد به المحض على تغاطي الشهوات المحظورة وهذا مضاف الى الشيطان تنزيلا لوسوسة منزلة الامر بها ۱۲۔

اللغات: قوله لن تغني معنى تغني عنهم تجزئ عنهم وحاصله لانكفيهم بدل الرحمة والطاعة فشيئا مفعول مطلق ۱۲ حد عصام على البيضاوي او من قولهم اغن عني وجهك اى غيبه عني وشيئا مفعول به آه منهيه على البيضاوي قوله كداب هو مصدر دأب في العمل اذا كدح فيه فنقل الى معنى الشان ۱۲۔

البلاغۃ: في روح المعاني كذبوا الخ تفسير لدابهم قوله الى جهنم في روح المعاني هي غاية حشرهم ومنتهاه فالى على معناها المتبادر ۱۲۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۱۵﴾ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾

خوشنما معلوم ہوتی ہے (اکثر) لوگوں کو محبت مرغوب چیزوں کی (مثلاً) عورتیں ہوئیں بیٹے ہوئے لگے ہوئے ڈھیر ہوئے سونے اور چاندی کے نمبر (یعنی نشان) لگے ہوئے گھوڑے ہوئے (یا دوسرے) مواشی ہوئے اور زراعت ہوئی لیکن یہ سب استعمالی چیزیں ہیں دنیاوی زندگانی کی اور انجام کار کی خوبی تو اللہ ہی کے پاس ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ میں تم کو ایسی چیز بتلادوں جو (بدرجہا) بہتر ہو ان چیزوں سے (سوسنو) ایسے لوگوں کے لئے جو (اللہ سے) ڈرتے ہیں ان کے مالک (حقیقی) کے پاس ایسے ایسے باغ ہیں جن کے پائیں میں نہریں جاری ہیں ان میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے اور (ان کے لئے) ایسی بیبیاں ہیں جو صاف ستھری کی ہوئی ہیں اور (ان کے لئے) خوشنودی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھتے بھالتے ہیں بندوں کو۔ (یہ) ایسے لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہمارے پروردگار ہم ایمان لے آئے سو آپ ہمارے گناہوں کو معاف کر دیجئے اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچا لیجئے اور وہ لوگ صبر کرنے والے ہیں اور راست باز ہیں اور (اللہ کے سامنے) فروتنی کرنے والے ہیں اور (مال) خرچ کرنے والے ہیں اور گناہوں کی معافی چاہنے والے ہیں اخیر شب میں (اُٹھ اُٹھ کر) ۞

تفسیر ربط: اوپر آیت: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ میں اموال و اولاد کا آخرت میں کام نہ آنا بیان فرمایا تھا جس سے ان چیزوں کا بے قدر رہنا لازم آیا تھا اب آگے اسی لازم کو تصریحاً بیان فرماتے ہیں اور اس کے بعد نعمائے آخرت کا قابل قدر و رغبت ہونا اور ان نعمتوں کا بدولت تقویٰ حاصل ہونا ذکر فرمایا ہے اور اس کے بعد کسی قدر تفصیل تقویٰ کی اس کے بعد شعبے مثل ایمان و مناجات و صبر و صدق و قنوت و انفاق و استغفار ذکر فرما کر ارشاد فرمائی ہے یہ چند مضمون اس ترتیب سے بیان ہوتے ہیں۔

بے قدری لذاتِ دنیاویہ: زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ (الى قوله تعالى) وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ خوشنما معلوم ہوتی ہے (اکثر) لوگوں کو محبت مرغوب چیزوں کی (مثلاً) عورتیں ہوئیں، بیٹے ہوئے لگے ہوئے ڈھیر ہوئے سونے اور چاندی کے نشان لگے ہوئے گھوڑے ہوئے (یا دوسرے) مواشی ہوئے اور زراعت ہوئی (لیکن) یہ سب استعمالی چیزیں ہیں دنیوی زندگانی کی اور انجام کار کی خوبی (کی چیز) تو اللہ ہی کے پاس ہے (جو بعد موت کے کام آوے گی جس کی تفصیل اگلی آیت میں آتی ہے) ف: یہ جو فرمایا کہ ان چیزوں کی محبت خوشنما معلوم ہوتی ہے اس کا حاصل میرے ذوق میں یہ ہے کہ یہ محبت و میلان غالب حالات میں موجب فتنہ ہو جانے کی وجہ سے ڈر کی چیز تھی مگر اکثر لوگ اس کو سبب ضرر نہیں جانتے بلکہ اس میلان کو علی الاطلاق اچھا سمجھتے ہیں واللہ اعلم۔

نفاست نعمائے آخرت: قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ (الى قوله تعالى) وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ آپ (ان لوگوں سے یہ) فرما دیجئے کیا میں تم کو ایسی چیز بتلادوں جو (بدرجہا) بہتر ہو ان (مذکورہ) چیزوں سے (سوسنو) ایسے لوگوں کے لئے جو (اللہ تعالیٰ سے) ڈرتے ہیں ان کے مالک (حقیقی) کے پاس ایسے ایسے باغ ہیں (یعنی بہشت) جن کی پائیں میں نہریں جاری ہیں ان (بہشتوں) میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے (اور ان کے لئے) ایسی بیبیاں ہیں جو

(ہرطرح) صاف ستھری کی ہوئی ہیں اور (ان کیلئے) خوشنودی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھتے (بھالتے) ہیں بندوں (کے حال) کو (اسلئے ڈرنے والوں کو یہ نعمتیں دیں گے آگے ان ڈرنے والوں کی بعضی تفصیلی صفات ذکر کی جاتی ہیں)۔

بعضے اوصاف متقین: اَلَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا (الی قولہ تعالیٰ) وَ الْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ (یہ) ایسے لوگ (ہیں) جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لے آئے سو آپ ہمارے گناہوں کو معاف کر دیجئے اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچا لیجئے (اور وہ لوگ) صبر کرنے والے ہیں اور راستباز ہیں اور (اللہ تعالیٰ کے سامنے) فروتنی کرنے والے ہیں اور (نیک کاموں میں مال کے) خرچ کرنے والے ہیں اور اخیر شب میں (اٹھ اٹھ کر) گناہوں کی معافی چاہنے والے ہیں۔ **ف:** یہ جو کہا کہ ایمان لے آئے سو آپ ہمارے گناہوں کو معاف کر دیجئے یہ اس وجہ سے ہے کہ بدون ایمان کے مغفرت نہیں ہوتی پس حاصل یہ ہوا کہ کفر جو مانع ابدی مغفرت کا ہے اس کو ہم مرتفع کر چکے اب معاف کر دیجئے خواہ اولیٰ ہو یا غیر اولیٰ اور اخیر شب کی تخصیص اس لئے ہے کہ اس وقت اُٹھنے میں مشقت بھی ہے اور وہ وقت قبولیت کا بھی ہے۔

ربط: شروع سورت میں نصاریٰ کے مقابلہ ومناظرہ میں توحید کا اثبات اور تثلیث کا ابطال کیا گیا ہے اور درمیان کے مضامین اسی کی مناسبت سے لائے گئے تھے۔ اب اسی مضمون توحید کی طرف عود کرتے ہیں اور اس کے بعد کی آیتوں میں اسلام کے حق ہونے کی تصریح اور اہل کتاب کے ساتھ محاجہ کی تقریر پھر حق کے قبول نہ کرنے والوں کی مذمت پھر استطراداً اہل اسلام کے غلبہ کی پیشین گوئی اور اس کے استبعاد کو اثبات قدرت کاملہ سے دفع کرنا پھر مومنین کو کفار کی دوستی سے ممانعت پھر توحید کا بدون اتباع رسول کے معتبر نہ ہونا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ومحبوبیت کی تائید کے لئے چند مقبولین کے قصے یہ سب مضامین پارہ کے تین پاؤ تک بالترتیب بیان فرمائے گئے ہیں اور اس تقریر سے دور تک کا ربط معلوم ہو گیا۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ سے اس قول تک قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ قول اول میں الناس سے مراد جنس ناس ہے اور تزین اللہ تعالیٰ ہیں روح المعانی میں ابن ابی حاتم کی روایت سے حضرت عمرؓ سے اس کی تائید نقل کی ہے پس اس تفسیر پر یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ انسان اس محبت کے ازالہ کا بوجہ اس کے طبعی ہونے کے مکلّف نہیں ہے اور دوسرے قول میں بیان ہے آخرت کی حب عقلی کا اور اس کے مکلف ہونے کا اس طرح کہ اس کو عملاً حب اول پر ترجیح دے اور باب اخلاق میں یہ ایک اصل عظیم ہے یعنی اخلاق میں جو مجبول وطبعی ہیں وہ غیر مقدور ہیں اور جو مکسوب ہیں وہ مقدور ہیں بعض سالکین قسم اول کے پیچھے پڑ جاتے ہیں وہ ہمیشہ مشوش رہتے ہیں ان لوگوں کو محقق ہدایت کرتا ہے کہ عقلی کی تحصیل کرو اور طبعی کے درپے مت ہو۔ سو ان محققین کا اتباع کرنے والا راحت میں رہتا ہے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ اَلصّٰبِرِیْنَ الآیہ اس میں اولیاء اللہ کی صفات کا بیان ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ؔ **قولہ** معلوم ہوتی ہے راعی فی لفظ المعلوم کون الصیغۃ مبنیاً للمفعول واشار بلفظ ہوتی ہے الی عدم ارادۃ خصوصیۃ معنی المضی کما ھو ظاھر ۱۲۔ ۲ؔ **قولہ** اکثر اشار الی کون اللام للجنس الصادق بالبعض ۱۲۔ ۳ؔ **قولہ** مرغوب اشار الی کون الشھوات بمعنی المشتھیات ۱۲۔ ۴ؔ **قولہ** بدرجہا لکون خیر للتفضیل ۱۲۔ ۵ؔ **قولہ** ہرطرح ای من کل ما یستقذر من النساء ۱۲۔

اللغات: قال البیضاوی القنطار المال الکثیر فعلال او فنعال والمقنطرۃ ماخوذ منہ للتاکید کقولھم بدر مبدرۃ والانعام الابل والبقرہ والغنم ۱۲۔

النحو: الذین یقولون صفۃ للذین اتقوا او للعباد وکذا قولہ الصابرین ۱۲۔

البلاغۃ: قال البیضاوی سماھا شھوات مبالغۃ وایماء علی انھم انھمکوا فی محبتھا حتی احبوا شھوتھا کقولہ احببت حب الخیر فی روح المعانی کما قیل لمریض ما تشتھی فقال اشتھی ان اشتھی او تنبیھا علی خستھا لان الشھوات خسیسۃ عند الحکماء والعقلاء ۱۲۔ قال البیضاوی یرید بہ ای بقولہ قل اؤنبئکم تقریر ان ثواب اللہ خیر من مستلذات الدنیا قال عصام حیث ذکرہ بعد الاخبار بان اللہ عندہ حسن المآب ثم شوقھم الی بیان خیر مما عندھم بقولہ اؤنبئکم بخیر من ذلکم واکد بکونہ خیرا کونہ حسن مآب ثم جعلہ من النعم الخاصۃ لمن ھم علم فی التقرب الی اللہ ثم فصلہ ووصف کلا بما یفید کونہ خیراً من الدنیا وما فیھا آہ قال البیضاوی توسیط الواو بینھا للدلالۃ علی استقلال کل واحدۃ منھا وکما لھم فیھا او لتغایر الموصوفین بھا ۱۲۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۣ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ؕ

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹﴾ فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰﴾

ع ۲ ۱۱ ۱۰

گواہی دی ہے اللہ نے اس کی کہ بجز اس ذات کے کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں اور فرشتوں نے بھی اور اہل علم نے بھی اور معبود بھی وہ اس شان سے ہیں کہ اعتدال کے ساتھ انتظام رکھنے والے ہیں۔ ان کے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں۔ وہ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔ بلاشبہ دین (حق اور مقبول) اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے اور اہل کتاب نے جو اختلاف کیا (کہ اسلام کو باطل کہا) تو ایسی حالت کے بعد کہ ان کو دلیل پہنچ چکی تھی محض ایک دوسرے سے بڑھنے کے وجہ سے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے احکام کا انکار کرے گا تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت جلد اس کا حساب لینے والے ہیں۔ پھر بھی اگر یہ لوگ آپ سے حجتیں نکالیں تو آپ فرما دیجئے کہ (تم مانو یا نہ مانو) میں تو اپنا رخ خاص اللہ کی طرف کر چکا اور جو میرے پیرو تھے وہ بھی اور کہئے اہل کتاب سے اور مشرکین عرب سے کہ کیا تم بھی اسلام لاتے ہو؟ سو اگر وہ اسلام لے آئیں تو وہ لوگ بھی راہ پر آ جائیں گے اور اگر وہ لوگ روگردانی رکھیں تو آپ کے ذمے صرف پہنچا دینا ہے اور اللہ تعالیٰ خود دیکھ اور سمجھ لیں گے بندوں کو۞

تفسیر: رجوع بسوئے مضمونِ توحید: شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (الی قولہ تعالی) لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾ گواہی دی ہے اللہ تعالیٰ نے (کتب سماویہ میں) اس (مضمون) کی کہ بجز اس ذات (پاک) کے کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں اور فرشتوں نے بھی (اپنے ذکر و تسبیح میں اس کی گواہی دی ہے کیونکہ ان کے اذکار توحید سے بھرے ہوئے ہیں) اور (دوسرے) اہل علم نے بھی (اپنی تقریرات و تحریرات میں اس کی گواہی دی ہے جیسا کہ ظاہر ہے) اور معبود بھی وہ اس شان سے ہیں کہ (ہر چیز کا) اعتدال کے ساتھ انتظام رکھنے والے ہیں (اور پھر کہا جاتا ہے کہ) ان کے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں وہ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔

ف: قَآئِمًا بِالْقِسْطِ کی صفت غالباً اس لئے بڑھا دی کہ وہ ایسے نہیں کہ صرف اپنی تعظیم و عبادت ہی کراتے ہوں بلکہ وہ سب کے کام بھی بناتے ہیں اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ یہ دلیل تو نقلی ہے جو اس کو نہیں مانتے ان پر کیسے حجت ہوگی جواب یہ ہے کہ یہ دلیل خاص اہل کتاب کے مقابلہ میں ہے وہ دلیل نقلی کے منکر نہ تھے اور دلائل عقلیہ دوسرے مواقع پر موجود ہیں۔

ربط: آیت شَهِدَ اللّٰهُ سے پہلے دیکھ لیجئے۔

تصریح حقانیت اسلام: اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (الی قولہ تعالی) فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹﴾ بلاشبہ دین (حق[1] اور مقبول) اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے اور اس کے حق ہونے میں اہل اسلام کے ساتھ) اہل کتاب نے جو اختلاف کیا (اس طرح سے کہ اسلام کو باطل کہا) تو ایسی حالت کے بعد کہ ان کو (اسلام کے حق ہونے کی) دلیل پہنچ چکی تھی محض ایک دوسرے سے بڑھنے کی وجہ سے (یعنی اسلام کے حق ہونے میں کوئی وجہ شبہ کی نہیں ہوئی بلکہ ان میں مادہ دوسروں سے بڑا بننے کا ہے اور اسلام لانے میں یہ سرداری جو ان کو اب عوام پر حاصل ہے فوت ہوتی تھی اس لئے اسلام کو قبول نہیں کیا بلکہ الٹا اس کو باطل بتلانے لگے) اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے احکام کا انکار کرے گا (جیسا ان لوگوں نے کیا) تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت جلد اس کا حساب لینے والے ہیں (اور ظاہر ہے کہ ایسے شخص کے حساب کا انجام عذاب ہوگا)

ربط: آگے ان منکرین اہل کتاب اور ان کے ساتھ مشرکین عرب کے انکار اور محاجہ کا جو عناد سے پیدا ہوا ہے جواب مذکور ہے۔

جواب محاجۂ معاندین: فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ (الی قولہ تعالی) وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ (اسلام کے حق ہونے پر دلیل قائم ہونے کے بعد) پھر بھی اگر یہ لوگ آپ سے (خواہ مخواہ کی) حجتیں نکالیں تو آپ (جواب میں) فرما دیجئے کہ (تم مانو یا نہ مانو) میں تو اپنا رخ خاص اللہ کی طرف کر چکا اور جو جو میرے پیرو تھے وہ بھی (اپنا اپنا رخ خاص اللہ کی طرف کر چکے یہ کنایہ ہے اس سے کہ ہم سب اسلام اختیار کر چکے جس میں اعتقاد الوہیت کے اعتبار سے قلب کا رخ خاص اللہ ہی کی طرف ہوتا ہے کیونکہ دوسرے مذاہب میں کچھ کچھ شرک ہو گیا تھا) اور (اس جواب کے بعد دریافت کرنے کے طور پر) کہئے اہل کتاب سے اور (مشرکین) عرب سے کہ کیا تم بھی اسلام لاتے ہو سو اگر وہ لوگ اسلام لے آویں تو وہ لوگ بھی (راہ راست) پر آ جاویں گے اگر وہ لوگ (اس سے بدستور) روگردانی رکھیں سو (آپ اس کا بھی غم نہ کیجئے کیونکہ) آپ کے ذمہ صرف (احکام خداوندی کا) پہنچا دینا ہے اور (آگے) اللہ تعالیٰ خود دیکھ (اور سمجھ) لیں گے (اپنے) بندوں کو (آپ سے کوئی باز پرس نہیں ہے)۔ **ف:** کوئی شخص یہ شبہ نہ کرے کہ منکرین کے مقابلہ میں اتنا کہہ [illegible] کافی ہو سکتا ہے کہ تم نہ مانو تو میں تو مان گیا جواب یہ ہے کہ یہ ہر منکر کے مقابلہ میں نہیں فرمایا گیا بلکہ خاص ان منکرین کے مقابلہ میں جن کا انکار کسی

شبہ سے نہ تھا بلکہ بعد اقامت دلائل کے محض عناد وعداوت سے تھا جب ان کو کوئی شبہ نہیں تو ان کے سامنے مکرر دلائل بیان کرنا بیکار ہے اس وقت یہی آخری جواب ہے کہ خیر بھائی مت مانو ہم تو مان چکے خوب سمجھ لو۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ فَإِنْ حَاجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ الخ اس میں دلالت ہے اہل طریق کی اس عادت پر کہ جب حق بالکل واضح ہو جاوے مگر مخاطب کی حالت سے معلوم ہو کہ یہ قبول نہیں کرتا تو اس وقت مباحثہ ترک کر دیتے ہیں اور یہ استنباط اس آیت کی مشہور تفسیر پر ہے کہ یہ قول أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ الخ مجادلہ سے اعراض ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قولہ** حق اورمقبول مستفاد من لام العہد ۱۲۔ ۲ **قولہ** صرف اسلام ہی ہے كما فى روح المعانى تعريف الجزئين للحصر اى لا دين مرضى عند الله تعالىٰ سوى الاسلام ۱۲۔ ۳ **قولہ** بہت جلد اس کا حساب لینے والے ہیں كما فى روح المعانى اى يأتى حسابه عن قريب ۱۲۔ ۴ **قولہ** خواہ مخواہ اشارة الى ان هذه المعاجة ليست على حقيقتها بل سمى المجادلة محاجة مجازاً كما فى قوله لئلا يكون للناس عليكم حجة الا الذين ظلموا ۱۲۔

الروایات: في روح المعانى وقيل نزلت (اى آية شهد الله الخ) فى نصارىٰ نجران لما حاجوا فى امر عيسىٰ عليه السلام وهو الذى يشعر به ما اشرنا اليه قبل من الآثار ويميل اليه كلام محمد بن جعفر بن زبير ۱۲۔

اللغات: قوله اسلمت وجهى قال عبدالحكيم على البيضاوى اخلص اى لا يشرك به غيره فاسلم من سلم الشىء لفلانٍ خلص ومنه رجل سلم لرجل والوجه مستعار للذات ۱۲۔

النحو: قوله قائما بالقسط فى روح المعانى بعد سرد الا وجه الاربعة الخامس ولعله الا وجه ان يكون حالا من الضمير والعامل فها معنى الجملة اى تفرد ۱۲۔ قوله ومن اتبعن عطف على التاء وحسن للفعل او مفعول معه كذا قال البيضاوى ۱۲۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢١﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ﴿٢٢﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِنَ الْكِتَابِ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ كِتَابِ اللَّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِنْهُمْ وَهُمْ مُعْرِضُونَ ﴿٢٣﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَعْدُودَاتٍ وَغَرَّهُمْ فِي دِينِهِمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٢٤﴾ فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنَاهُمْ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٢٥﴾

بے شک جو لوگ کفر کرتے ہیں اللہ کی آیات کے ساتھ اور قتل کرتے ہیں پیغمبروں کو ناحق اور قتل کرتے ہیں ایسے شخصوں کو جو (افعال واخلاق کے) اعتدال کی تعلیم دیتے ہیں۔ سو ایسے لوگوں کو خبر سنا دیجئے ایک سزائے دردناک کی (اور) یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے سب اعمال صالحہ غارت ہو گئے دنیا میں اور آخرت میں اور (سزا کے وقت) ان کا کوئی حامی مددگار نہ ہوگا۔ (اے محمدؐ) آپ نے ایسے لوگ نہیں دیکھے جن کو کتاب (توراۃ) کا ایک (کافی) حصہ دیا گیا اور اسی کتاب اللہ کی طرف اس غرض سے ان کو بلایا بھی جاتا ہے کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کر دے پھر (بھی) ان میں سے بعض لوگ انحراف کرتے ہیں بے رخی کرتے ہوئے (اور) یہ اس سبب سے ہے کہ وہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ہم کو صرف گنتی کے تھوڑے دنوں تک دوزخ کی آگ لگے گی اور ان کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔ ان کی تراشی ہوئی باتوں نے سو ان کا کیا (برا) حال ہوگا جبکہ ہم انکو اس تاریخ میں جمع کر لینگے جسکے آنے میں ذرا شبہ نہیں اور (اس تاریخ میں) پورا پورا بدلہ مل جائیگا ہر شخص کو جو کچھ اس نے (دنیا میں) کیا تھا اور ان شخصوں پر ظلم نہیں کیا جائیگا۔

تفسیر ربط: شروع سورت میں روئے سخن زیادہ نصاریٰ کی طرف تھا پھر آیت بالا میں الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ کا عنوان نصاریٰ اور یہود دونوں کو شامل تھا اب آیت آئندہ میں یہود کے بعض خاص احوال بیان فرماتے ہیں چنانچہ روح المعانی میں روایت ابن ابی حاتم اس آیت کی تفسیر میں خود حضور ﷺ سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل نے تینتالیس نبیوں کو ایک وقت میں قتل کیا ان کی نصیحت کے لئے ایک سو ستر بزرگ کھڑے ہوئے اس دن ان کا بھی کام تمام کیا فقط اور بنی اسرائیل اکثر یہودی تھے۔

تقبیح بعض حالات یہود: إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ (الى قوله تعالىٰ) وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ بیشک جو لوگ کفر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ (جیسے یہود کہ انجیل اور قرآن کو نہیں مانتے تھے) اور قتل کرتے ہیں پیغمبروں کو (اور وہ قتل کرنا خود ان کے خیال میں بھی) ناحق

(ہوتا ہے) اور (نیز) قتل کرتے ہیں ایسے شخصوں کو جو افعال واخلاق کے) اعتدال کی تعلیم دیتے ہیں سو ایسے لوگوں کو خبر سنا دیجئے ایک سزائے دردناک کی (اور) یہ وہ لوگ ہیں کہ (مجموعۂ افعال مذکورہ کے سبب سے) ان کے سب اعمال (صالحہ) غارت ہو گئے دنیا میں (بھی) اور آخرت میں (بھی) اور (سزا کے وقت) ان کا کوئی حامی ومددگار نہ ہوگا۔

ف: دنیا میں غارت ہونا یہ کہ ان کے ساتھ معاملہ اہل اسلام کا سا نہ ہوگا اور آخرت میں یہ کہ ان کی مغفرت نہ ہوگی اور ہر چند کہ محض ناصحین کا قتل کفر نہیں ہے جس سے اعمال حبط ہوں البتہ گناہ کبیرہ ہے لیکن چونکہ اس مجموعہ میں دوسرے اجزاء کفر ہیں اسلئے حبط کا ترتب صحیح ہوا اور چونکہ زمانہ نبوت محمدیہ کے یہود اپنے اسلاف کے قبائح پر انکار نہ رکھتے تھے اس لئے ان پر بھی الزام صحیح ہوا۔

ربط: آیات آئندہ میں یہود کی ایک خاص حالت اور ایک خاص قول کی تقبیح ہے۔

تتمۂ تقبیح یہود: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ (الی قولہ تعالٰی) وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (اے محمد ﷺ) کیا آپ نے ایسے لوگ نہیں دیکھے جن کو کتاب (سماوی یعنی توراۃ) کا ایک (کافی) حصہ دیا گیا (کہ اگر ہدایت کے طالب ہوتے تو وہ حصہ اس غرض کی تکمیل کے لئے کافی تھا) اور اسی کتاب اللہ کی طرف اس غرض سے ان کو بلایا بھی جاتا ہے کہ وہ ان کے درمیان (مذہبی اختلاف کا) فیصلہ کر دے پھر (بھی) ان میں سے بعض لوگ انحراف کرتے ہیں بے رخی کرتے ہوئے (اور) یہ (بے اعتنائی) اس سبب سے ہے کہ وہ لوگ یوں کہتے ہیں (اور یہی ان کا اعتقاد ہے) کہ ہم کو صرف گنتی کے تھوڑے دنوں تک دوزخ کی آگ لگے گی (پھر مغفرت ہو جاوے گی) اور ان کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے ان کی تراشی ہوئی باتوں نے (جیسے اسی تراشے ہوئے عقیدہ نے ان کو دھوکہ دیا اور کتاب اللہ سے بے اعتنائی کرنے لگے) سو (ان احوال افعال واقوال کفریہ کے سبب) ان کا کیا (برا) حال ہوگا جب کہ ہم ان کو اس تاریخ میں جمع کر لیں گے جس (کے آنے) میں ذرا شبہ نہیں اور (اس تاریخ میں) پورا پورا بدلا مل جاوے گا۔ ہر شخص کو جو کچھ اس نے (دنیا میں) کیا تھا اور ان شخصوں پر (بدلہ کے وقت اصلاً) ظلم نہ کیا جاویگا (کہ بے جرم یا زیادہ از جرم سزا ہو جاوے)

ف: ان کے قول لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ کی تحقیق پارۂ الم کے نصف پر گزر چکی ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قولہ وہ قتل کرنا ان کے خیال میں بھی الخ فقولہ تعالٰی بغیر حق لم یکن مؤکدًا بل مفیدًا فائدۃ جدیدۃ ۱۲۔ ۲؎ قولہ کافی حصہ کما فی ابی السعود والتنوین للتفخیم ۱۲۔ ۳؎ قولہ اور اسی کتاب اللہ کی طرف زاد حرف العطف للحال لان الجملۃ حال ویزاد فی لساننا فی امثالہ واو الحال واشار الی کون الاضافۃ للعهد وهذا ابلغ فی التقبیح حیث استنفروا من الذی اوتوه وزاد لفظ بھی للاشارۃ الی زیادۃ التقبیح حیث دعوا ولم یکن حاجۃ الی الدعوۃ ثم استنفروا ۱۲۔ ۴؎ قولہ بعض فائدته ان بعضهم کانوا قد آمنوا ۱۲۔ ۵؎ قولہ بے رخی اشارۃ الی زیادۃ التقبیح حیث لم یتولوا عن شبهۃ ۱۲۔ ۶؎ قولہ فی ترجمۃ فکیف کیا برا اشارۃ الی کون الاستفهام للتفظیع ۱۲۔ ۷؎ قولہ ذرا شبہ افادہ عموم النکرۃ تحت النفی ۱۲۔

الروایات: فی روح المعانی اخرج ابن جریر وابن ابی حاتم عن ابی عبیدۃ بن الجراح قال قلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ای الناس اشد عذابا یوم القیٰمۃ قال رجل قتل نبیًا او رجلا امر بالمعروف ونهی عن المنکر ثم قرأ الآیۃ ثم قال صلی اللہ علیه وسلم یا ابا عبیدۃ قتلت بنو اسرائیل ثلثۃ واربعین نبیا اول النهار فی ساعۃ واحدۃ فقام مائۃ رجل وسبعون رجلًا من عباد بنی اسرائیل فامروا من قتلهم بالمعروف ونهوهم عن المنکر فقتلوا جمیعًا من آخر النهار من ذلك الیوم فهم الذین ذکر اللہ تعالٰی۔ فی لباب النقول اخرج ابن ابی حاتم وابن المنذر عن عکرمۃ عن ابن عباس قال دخل رسول اللہ صلی اللہ عله وسلم بیت المدراس علی جماعۃ من الیهود فدعاهم الی اللہ فقال له نعیم بن عمرو والحارث بن زید علی ای دین انت یا محمدُ قال علی ملۃ ابراهیم ودینه قالا فان ابراهیم کان یهودیا فقال لهما رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فهلما الی التوراۃ فهی بیننا وبینکم فابیا علیه فانزل اللہ الم تر الی الذین اوتوا نصیبًا من الکتاب یدعون الی قوله یفترون ۱۲۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۖ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ۭ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۭ اِنَّكَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۡ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۡ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ

دُوۡنِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۚ وَمَنۡ يَّفۡعَلۡ ذٰلِكَ فَلَيۡسَ مِنَ اللّٰهِ فِىۡ شَىۡءٍ اِلَّاۤ اَنۡ تَتَّقُوۡا مِنۡهُمۡ تُقٰٮةً ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ

نَفۡسَهٗ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ الۡمَصِيۡرُ ﴿۲۸﴾

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (اللہ تعالیٰ سے) یوں کہئے کہ اے اللہ مالک تمام ملک کے آپ ملک جس کو چاہیں دے دیتے ہیں اور جس سے چاہیں ملک لے لیتے ہیں اور جس کو آپ چاہیں غالب کر دیتے ہیں اور جس کو آپ چاہیں پست کر دیتے ہیں۔ آپ ہی کے اختیار میں ہے سب بھلائی بلاشبہ آپ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔ آپ رات (کے اجزاء) کو دن میں داخل کر دیتے ہیں اور بعض فصلوں میں دن (کے اجزا) کو رات میں داخل کر دیتے ہیں اور آپ جاندار چیز کو بے جان سے نکال لیتے ہیں (جیسے بیضہ سے بچہ) اور بے جان چیز کو جاندار سے نکال لیتے ہیں (جیسے پرندے سے بیضہ) اور آپ جس کو چاہتے ہیں بے شمار رزق عطا فرماتے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ کفار کو (ظاہراً یا باطناً) دوست نہ بنائیں مسلمانوں (کی دوستی) سے تجاوز کر کے اور جو شخص ایسا (کام) کرے گا سو وہ شخص اللہ کے ساتھ دوستی رکھنے کے کسی شمار میں نہیں مگر ایسی صورت میں کہ تم ان سے کسی قسم کا اندیشہ رکھتے ہو اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور خدا ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ○

تفسیر ربط: چونکہ اوپر کی آیات میں محاجہ کی تقریر ہے بعض میں باللسان بعض میں بالسنان جیسا اس آیت میں: قَدۡ كَانَ لَكُمۡ اٰيَةٌ فِىۡ فِئَتَيۡنِ الۡتَقَتَا الخ۔ آیت آئندہ میں اس کی مناسبت سے امت محمدیہ کے کفار پر غالب آنے کی پیشین گوئی کی طرف تعلیم مناجات کے عنوان میں اشارہ ہے جیسا شانِ نزول سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے روم و فارس فتح ہو جانے کا وعدہ فرمایا تو منافقین و یہود نے استبعاد اور استہزاء کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی کما فی روح المعانی عن الواحدی عن ابن عباسؓ و انسؓ۔

بشارت غلبۂ مومنین بعنوان مناجات: قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الۡمُلۡكِ تُؤۡتِى الۡمُلۡكَ مَنۡ تَشَآءُ (الی قولہ تعالی) وَتَرۡزُقُ مَنۡ تَشَآءُ بِغَيۡرِ حِسَابٍ (اے محمد ﷺ) آپ (اللہ تعالیٰ سے) یوں کہئے کہ اے اللہ مالک تمام ملک کے آپ ملک (کا جتنا حصہ چاہیں) جس کو چاہیں دے دیتے ہیں اور جس (کے قبضے) سے چاہیں ملک (کا حصہ) لے لیتے ہیں اور جس کو چاہیں آپ غالب کر دیتے ہیں اور جس کو آپ چاہیں پست کر دیتے ہیں آپ ہی کے اختیار میں ہے سب بھلائی بلاشبہ آپ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں آپ (بعض فصلوں میں) رات (کے اجزاء) کو دن میں داخل کر دیتے ہیں (جس سے دن بڑا ہونے لگتا ہے) اور (بعض فصلوں میں) دن (کے اجزاء) کو رات میں داخل کر دیتے ہیں (جس سے دن بڑا ہونے لگتا ہے) اور (بعض فصلوں میں) دن (کے اجزاء) کو رات میں داخل کر دیتے ہیں) جس سے رات بڑھنے لگتی ہے اور آپ جاندار چیز کو بے جان سے نکال لیتے ہیں (جیسے بیضہ سے بچہ) ور بے جان چیز کو جاندار سے نکال لیتے ہیں جیسے پرندے سے بیضہ اور آپ جس کو چاہتے ہیں بے شمار رزق عطا فرماتے ہیں **ف**: یعنی ہر طرح کی قدرت ہے سو ضعفا کو قوت و سلطنت دیدینا کیا مشکل ہے۔ اس دعا میں ایک قسم کا استدلال ہے اس کے امکان پر اور دفع ہے استبعادِ کفار کا۔ اور خیر کی تخصیص اس لئے مناسب ہوئی کہ یہاں مقصود خیر کا مانگنا ہے جیسے کوئی امیدوار کہے کہ نوکر رکھنا آپ کے اختیار میں ہے اگرچہ نوکر کا موقوف کر دینا بھی اختیار میں ہوتا ہے۔

ربط: اوپر کفار کی مذمت مذکور تھی آئندہ آیت میں بطور تفریع کے ان کے ساتھ دوستی کرنے کی ممانعت کا بیان فرماتے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ جب کفار کے قبائح مثل انکار آیات و عداوت اللہ و رسول وغیرہ معلوم کر چکے تو ایسے قبیح و منکر و دشمنان خدا اور رسول سے دوستی کب زیبا ہے۔

نہی موالات کفار: لَا يَتَّخِذِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الۡكٰفِرِيۡنَ اَوۡلِيَآءَ (الی قولہ تعالی) وَاِلَى اللّٰهِ الۡمَصِيۡرُ. مسلمانوں کو چاہئے کہ (ظاہراً یا باطناً) کفار کو دوست نہ بناویں مسلمانوں (کی دوستی) سے تجاوز کر کے (یہ تجاوز دو صورت سے ہوتا ہے ایک یہ کہ مسلمانوں سے بالکل دوستی نہ رکھیں۔ دوسرے یہ کہ مسلمانوں کے ساتھ کفار سے بھی دوستی رکھیں دونوں صورتیں ممانعت میں داخل ہیں) اور جو شخص ایسا کام کرے گا سو وہ شخص اللہ کے ساتھ دوستی رکھنے کے کسی شمار میں نہیں (کیونکہ جن دو شخصوں میں باہم عداوت ہو ایک سے دوستی کر کے دوسرے سے دوستی کا دعویٰ قابل اعتبار نہیں ہو سکتا) مگر ایسی صورت میں (ظاہری دوستی کی اجازت ہے) کہ تم ان سے کسی قسم کا (قوی) اندیشہ رکھتے ہو (وہاں دفع ضرر کی ضرورت ہے) اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات (عظیم الشان) سے ڈراتا ہے (کہ اس کی ذات سے ڈر کر احکام کی مخالفت مت کرو) اور خدا ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے (اُس وقت کی سزا کا خوف کرنا ضرور ہے)۔ **ف**: کفار کے ساتھ تین قسم کے معاملے ہوتے ہیں۔ ۱۔ موالات یعنی دوستی۔ ۲۔ مدارات یعنی ظاہری خوش خلقی۔ ۳۔ مواسات یعنی احسان و نفع رسانی ان معاملات میں تفصیل یہ ہے کہ موالات تو کسی حال میں جائز نہیں اور آیت: لَا تَتَّخِذُوا الۡيَهُوۡدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوۡلِيَآءَ ؔ بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِيَآءُ بَعۡضٍ ؕ وَمَنۡ يَّتَوَلَّهُمۡ مِّنۡكُمۡ فَاِنَّهٗ مِنۡهُمۡ اور آیت لَا تَتَّخِذُوۡا عَدُوِّىۡ وَعَدُوَّكُمۡ اَوۡلِيَآءَ۔ میں یہی مراد ہے۔ اور مدارات تین حالتوں میں درست ہے۔ ایک دفع ضرر کے واسطے۔ دوسرے اس کافر کی مصلحت دینی یعنی توقع ہدایت کے واسطے۔ تیسرے اکرام ضیف کے لئے اور اپنی مصلحت و منفعت مال یا جاہ کے لئے درست نہیں اور بالخصوص جب کہ ضرر دینی کا بھی

خوف ہو تو بدرجۂ اولی یہ اختلاط حرام ہوگا اس مقام کی آیت میں اسی دفع ضرر کی حالت کو مستثنیٰ کیا ہے اور مراد اس سے مدارات ہے جس کو صورتاً موالاۃ میں داخل کر کے موالات کو مستثنیٰ منہ قرار دے دیا گیا۔ اور آیت بالا میں چونکہ موالات حقیقیہ مراد ہے لہٰذا استثنا نہیں کیا گیا اور توقع ہدایت کے لئے مداراۃ کرنا سورۂ عبس کی آیت: فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى میں مذکور ہے۔ اور ضیف ہونے کی وجہ سے مداراۃ کرنا اس حدیث میں ہے جس میں بنی ثقیف کو آپ نے مسجد میں ٹھہرایا تھا اور وجہ شکایت ۱؎ تقدیم کافر کی مومن پر ہے اور اپنی مصلحت مالی یا جاہی کے لئے اس کی ممانعت آیت: اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ میں مذکور ہے اور مواسات کا حکم یہ ہے کہ اہل حرب کے ساتھ ناجائز ہے اور غیر اہل حرب کے ساتھ جائز سورۂ ممتحنہ کی آیت لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ (الی قولہ تعالی) هُمُ الظّٰلِمُوْنَ میں اس کی تصریح ہے اور اس آیت میں اس مواسات کو مجازاً تولی سے تعبیر کر دیا گیا ہے۔ اور یہی حکم ہے فساق واہل بدعت کا جیسا روایات سے ظاہر ہے اور تقاۃ کے ترجمہ میں اندیشہ میں قوی کی قید اس لئے لگائی کہ توہم کا اعتبار نہیں چنانچہ آیت: يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ۔ میں اسی پر انکار ہے اسی طرح امراء کی صحبت سے ممانعت آئی ہے۔

دفع شبہ: بعضوں کو اس آیت میں تقیہ متعارفہ شیعہ کے جواز کا شبہ ہو جاتا ہے اس کا دفع یہ ہے کہ اس آیت کو اس تقیہ سے اصلاً مس نہیں کیونکہ آیت ہذا میں خوف ضرر کے وقت دوستی کے اظہار اور عداوت کے اخفاء کا ذکر ہے اور تقیہ متعارفہ میں کفر کا اظہار وایمان کا اخفاء ہوتا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ اگر یہاں مذکور نہیں تو دوسری آیت میں بعنوان اکراہ مذکور ہے جواب یہ ہے کہ تقیہ متعارفہ اور اکراہ میں بھی دو فرق ہیں۔ اول اکراہ صرف دفع ضرر کے خوف سے ہے اور تقیہ مذکورہ جلب منفعت کے لئے بھی۔ دوسرے اکراہ میں اس ضرر کا شدید اور خوف کا قوی ہونا ضرور ہے اور تقیہ میں ضرر کا خفیف اور خوف کا درجۂ وہم میں ہونا کافی ہے پس تقیہ اصطلاحی کو قرآن سے کچھ مس نہ ہوا اور کوئی شخص اصطلاح بدل کر لفظ تقاۃ سے اخذ کر کے اجازتِ موالات کی صورت کو تقیہ کہنے لگے تو اس سے مناقشہ نہیں لیکن اس کو مفید نہیں۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: بِيَدِكَ الْخَيْرُ الخ یہاں موقعہ اس کہنے کا تھا "بیدک الخیر والشر" کیونکہ اوپر اعزاز واذلال دونوں کا ذکر ہوا ہے تو اس پر اکتفاء کرنا یا تو مراعات ادب کی ہے اگر مراد کلام میں یہ ہو کہ والشر ایضاً یعنی آپ کے قبضہ میں دونوں چیزیں ہیں یا اشارہ اس طرف ہے کہ جو چیز ظاہر میں شر معلوم ہوتی ہے چونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے بہت سی مصلحتیں وحکمتیں رکھی ہیں وہ بھی واقع میں خیر ہی ہے پس اس میں اس امر کی تعلیم ہے کہ جس چیز میں عبد کی صنع کو مطلق دخل نہ ہو وہ محض خیر ہے اس کو ناگوار نہ سمجھے اور اس سے خذلان پر استدلال نہ کرے جیسا بہت سے سالکین جب ذرا اپنے احوال میں تغیر پاتے ہیں گو ان کے فعل کو اس میں ذرا دخل نہ ہو اس خذلان کا توہم کرنے لگتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ: لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ۔ الآیۃ روح المعانی میں ہے اور اسی جگہ سے اہل اللہ نے مریدین کو منکرین کے ساتھ تعلق دوستی رکھنے سے منع کیا ہے کیونکہ انکار کی ظلمت کفر کی ظلمت کے مشابہ ہے اور بعض اوقات مجتمع ہو کر طریق ایمان کو بند کر دیتی ہے۔ البتہ اگر ان سے کچھ اندیشہ ہو تو اس وقت ظاہراً دوستی جائز ہے اور یہ بھی ضعفاء کی نسبت ہے لیکن جس کا یقین قوی ہو وہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قولہ** تمام ملک الی قولہ جتنا حصہ کما فی البیضاوی فالملک الاول عام والاخیران بعضان منہ ۱۲۔ ۲؎ **قولہ** ظاہراً یا باطناً افادہ اطلاق لفظ اولیاء مع استثناء حال التقاۃ والالم یصح الاستثناء لان الخوف لا یجوز الموالاۃ الحقیقۃ القلبیۃ لعدم الضرورۃ فیھا فان القلب لا یطلع علیہ من یخاف منہ فکان الاصل فی الموالاۃ الحظر والضروری یتقدر بقدر الضرورۃ وقد ارتفعت الضرورۃ بصورۃ الموالات فلا بد لصحۃ الاستثناء ان یکون المستثنی منہ شاملا للصورۃ والمعنی فافھم ۱۲۔ ۳؎ **قولہ** یہ تجاوز دو صورت سے الخ ماخذہ ابو السعود ۱۲۔ ۴؎ **قولہ** اللہ کے ساتھ دوستی رکھنے الخ اشارۃ الی حذف المضاف ای من ولایۃ اللہ ومن ھذہ بیانیۃ لقولہ شیء ولما کان المحذوف کالملفوظ اظھرۃ فی الترجمۃ ۱۲۔ ۵؎ **قولہ** فی ف اور بالخصوص جبکہ الخ داعی فیہ سبب النزول وعموم اللفظ فافھم ۱۲۔

الروایات: فی روح المعانی روی الواحدی عن ابن عباس وانس بن مالک انہ لما افتتح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ وعدامتہ ملک فارس و الروم قالت المنافقون والیھود ھیھات ھیھات من این لمحمد ملک فارس والروم ھم اعزوا منع من ذلک الم یکف محمدا مکۃ والمدینۃ حتی یطمع فی ملک فارس والروم فانزل اللہ تعالٰی ھذہ الآیۃ (ای قل اللھم الخ) وفی لباب النقول اخرج ابن ابی حاتم عن قتادۃ قال ذکر لنا ان رسول اللہ ﷺ وسأل ربہ ان یجعل ملک الروم وفارس فی امتہ فانزل اللہ قل اللھم مالک الملک الآیۃ ۱۲۔ فی لباب النقول اخرج ابن جریر من طریق سعید او عکرمۃ عن ابن عباس قال کان الحجاج بن عمرو حلف کعب بن الاشرف بن ابی الحقیق وقیس بن زید قد بطنوا بنفر من الانصار لیفتنوھم عن دینھم فقال رفاعۃ بن المنذر وعبداللہ بن جبیر وسعید

بن خيثمة لاولئك النفر اجتنبوا هؤلاء النفر من يهود واحذروا مباطنتهم لا يفتنوكم عن دينكم فابوا فانزل الله فيهم لا يتخذ المؤمنون الى قوله والله على كل شيء قدير ١٢۔

فائدہ جلیلہ: قال ابو السعود عن ابى العباس المقرئ ورد لفظ الحساب في القرآن على ثلثة اوجه بمعنى التعب قال تعالٰى ترزق من تشاء بغير حساب۔ وبمعنى العدد قال تعالٰى انما يوفى الصابرون اجرهم بغير حساب وبمعنى المطالبة قال تعالٰى فامنن او امسك بغير حساب ١٢۔

الفقه: في روح المعاني وعد قوم من هذا الباب مداراة الكفار والفسقة والظلمة والانة الكلام لهم والتبسم في وجوههم والانبساط معهم واعطاء هم لكف اذا هم وقطع لسانهم وصيانة العرض عنهم ولا يعد ذلك من باب الموالاة المنهى عنها بل هى سنة وامر مشروع ثم سرد روايات واحاديث الى ان قال لا تنبغى المداراة الى حيث يخدش الدين ويرتكب المنكر وتسيء الظنون اه ١٢۔

اللغات: في روح المعاني واصل اللهم يا الله فحذفت يا وعوض عنها الميم واوثرت تقربها من الواو التى هى حرف علة وشددت لكونها عوضا عن حرفين وجمعها مع ياشاذ ١٢۔ قال ابو السعود اصل تقاة وقية ابدلت الواو تاء كتخمة وتهمة وقلبت الياء القاف ١٢ فى روح المعاني الامد غاية الشيء ومنتهاه و ذهب بعضهم الى ان المراد بالامد البعيد المسافة البعيدة ولعله الاظهر ١٢۔

النحو: قوله بغير حساب في روح المعاني احد الوجوه وجوز ان يكون نعتا لمصدر محذوف او مفعول محذوف اى رزقاً غير قليل اه قلت واخترت هذا الوجه ١٢۔ يوم منصوب بتو وكذا قال البيضاوى قوله وما عملت من سوء عطف على ما عملت وتقدير محضرا فى النظم وحذفه للاقتصار بقرينة ذكره في الاول مما قاله الاكثرون كذا في روح المعاني ١٢۔

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۹﴾ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۖۚ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا بَعِيْدًا ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۳۰﴾ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۱﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۳﴾ ذُرِّيَّةً ۢ بَعْضُهَا مِنْ ۢ بَعْضٍ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾

آپ فرما دیجئے اگر تم پوشیدہ رکھو گے اپنا مافی الضمیر یا اس کو ظاہر کرو گے اللہ تعالیٰ اس کو (ہر حال) جانتے ہیں اور وہ تو سب کچھ جانتے ہیں جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت بھی کامل رکھتے ہیں۔ جس روز (ایسا ہوگا) کہ ہر شخص اپنے اچھے کئے ہوئے کاموں کو سامنے لایا ہوا پائے گا اور اپنے برے کئے ہوئے کاموں کو (بھی اور) اس بات کی تمنا کرے گا کہ کیا خوب ہوتا جو اس شخص کے اور اس روز کے درمیان دور دراز کی مسافت (حائل) ہوتی اور خدا تعالیٰ تم کو اپنی ذات (عظیم الشان) سے ڈراتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نہایت مہربان ہیں بندوں پر۔ آپ فرما دیجئے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میرا اتباع کرو خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے سب گناہوں کو صاف کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے بڑی عنایت فرمانے والے ہیں۔ (اور) آپ (یہ بھی) فرما دیجئے کہ تم اطاعت کیا کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی پھر (اس پر بھی) اگر وہ لوگ اعتراض کریں سو (سن رکھیں) کہ اللہ کافروں سے محبت نہیں کرتے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے (نبوت کے لئے) منتخب فرمایا (حضرت) آدم علیہ السلام کو اور (حضرت) نوح علیہ السلام اور (حضرت) ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں بعضوں کو اور عمران کی اولاد میں سے بعضوں کو تمام جہان پر بعضے ان میں سے بعضوں کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والے ہیں خوب جاننے والے ہیں۔

تفسیر ربط: اوپر کی آیت میں کفار کے ساتھ دوستی کرنے کی ممانعت فرمائی تھی آگے اس نہی کے عام ہونے کو ارشاد فرماتے ہیں کہ نہ بلا ضرورت ظاہراً ان سے دوستی جائز ہے اور نہ باطناً اصلاً دوستی جائز ہے اور اس مضمون کو ایسے عام عنوان سے ارشاد فرمایا ہے جس سے سب معاصی ظاہرہ و باطنہ سے تحذیر ہو جاوے۔

تعمیم نہی موالاتِ کفار: قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ (الی قولہ تعالٰی) وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ آپ (ان سے) فرما دیجئے کہ اگر تم (دل ہی دل میں) پوشیدہ رکھو گے اپنا مافی الضمیر یا اس کو (زبان و جوارح سے) ظاہر کرو گے اللہ تعالیٰ اس کو (ہر حال میں) جانتے ہیں اور (اسی کی کیا تخصیص ہے) وہ تو سب کچھ جانتے ہیں جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے (کوئی چیز ان سے مخفی نہیں) اور (علم کے ساتھ) اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت بھی

کامل رکھتے ہیں (سو اگر تم کسی امر قبیح کا ارتکاب کرو گے خواہ ظاہراً یا باطناً تو وہ تم کو سزا دے سکتے ہیں)۔ ربط: آگے مضمون بالا کی تاکید کے لئے قیامت کا آنا اور اس میں بلا تخصیص کسی عمل کے سب اعمال کا پیش نظر ہو جانا اور اس وقت عاصیوں کا پچھتانا بیان فرماتے ہیں۔

تاکید مزید مضمون سابق: يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ (الی قولہ تعالی) وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ جس روز (ایسا ہوگا) کہ ہر شخص اپنے اچھے کئے ہوئے کاموں کو سامنے لایا ہوا پائے گا اور اپنے برے کئے ہوئے کاموں کو (بھی پائے گا اس روز) اس بات کی تمنا کرے گا کہ کیا خوب ہوتا جو اس شخص کے اور اس روز کے درمیان میں دور دراز کی مسافت (حائل) ہوتی (تاکہ اپنے اعمال بد کا معائنہ نہ کرنا پڑتا) اور (تم سے پھر مکرر کہا جاتا ہے کہ) خدا تعالیٰ تم کو اپنی ذات (عظیم الشان) سے ڈراتے ہیں اور (یہ ڈرانا اس وجہ سے ہے کہ) اللہ تعالیٰ نہایت مہربان ہیں (اپنے) بندوں (کے حال) پر (اس مہربانی سے یوں چاہتے ہیں کہ یہ سزائے آخرت سے بچے رہیں اور بچنے کا طریقہ ہے اعمال بد کا ترک کرنا اور ترک کرنا عادۃً بدون ڈرانے کے ہوتا نہیں اس لئے ڈراتے ہیں۔ پس یہ ڈرانا عین شفقت و رحمت ہے) ف: جن لوگوں کے نیک اور بد دونوں قسم کے عمل اس روز پیش ہونگے ان کی نسبت یہ فرمانا کہ وہ لوگ اس یوم کے نہ آنے کی تمنا کریں گے نہایت بلاغت ہے کہ باوجودیکہ کچھ اعمال ان کے خیر بھی ہوں گے مگر ان کے ہونے کی ذرا خوشی نہ ہوگی اعمال بد سے رنج ہوگا تو جس کے پاس شر ہی شر ہو اس کا کیا پوچھنا اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جن کے اعمال صرف خیر ہوں وہ بھی اس تمنا میں شریک ہوں۔

ربط: اوپر کی آیتوں میں توحید کا وجوب اور کفر کی مذمت مذکور تھی آگے اعتقاد رسالت و اتباع رسول کا وجوب فرماتے ہیں تاکہ معلوم ہو جاوے کہ جس طرح انکار توحید کفر ہے انکار رسالت بھی کفر ہے۔

وجوب اعتقاد و اتباع رسول: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ (الی قولہ تعالی) فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ آپ (لوگوں سے) فرما دیجئے کہ اگر تم (بزعم خود) خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو (اور محبت رکھنے کی وجہ سے یہ بھی چاہتے ہو کہ خدا تعالیٰ بھی تم سے محبت کرے) تو تم لوگ (اس مقصود کے حاصل کرنے کے طریقوں میں) میرا اتباع کرو (کیونکہ میں خاص اسی تعلیم کے لئے مبعوث ہوا ہوں جب ایسا کرو گے تو) خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کر دینگے (کیونکہ میں اس معافی کا طریقہ بھی تعلیم کرتا ہوں اس پر عمل کرنے سے لامحالہ حسب وعدہ گناہ معاف ہو جائیں گے مثلاً ذنوب محضہ سے توبہ کر لینا حقوق فائتہ الٰہیہ کا قضا کر لینا حقوق العباد کا ادا کر دینا یا ابراء کرا لینا) اور اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے بڑے عنایت فرمانے والے ہیں (اور) آپ یہ (بھی فرما دیجئے کہ تم اطاعت کیا کرو اللہ تعالیٰ کی (کہ اصل مقصود تو وہی ہے) اور (اطاعت کیا کرو) رسول کی (یعنی میری اطاعت اس حیثیت سے کرنا ضروری ہے کہ میں اللہ کا فرستادہ ہوں میری معرفت اپنی اطاعت کے طریقے بتلائے ہیں) پھر (اس پر بھی) اگر وہ لوگ (آپ کی اطاعت سے کہ ادنیٰ اس کا اعتقاد رسالت ہے) اعراض کریں (سو وہ لوگ سن رکھیں کہ) اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتے (اور اس صورت میں یہ لوگ کافر ہونگے سو ان کو دعوی محبت کرنا یا ہوس محبوبیت رکھنا محض باد پیمائی ہے)۔

ربط: بعض معاندین کو باوجود وضوح دلائل عقلیہ و نقلیہ کے مسئلہ رسالت میں استبعاد و استنکار تھا اس لئے آیات آئندہ میں اس مسئلہ کی تائید کے لئے تاکہ ان نظائر سے وہ استبعاد دفع ہو جاوے اولاً چند مشہور انبیاء علیہم السلام کا اجمالاً منتخب و مقبول ہونا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کا کسی قدر مفصل قصہ ارشاد فرماتے ہیں وجہ تخصیص ان حضرات کی قرب زمانہ نبوی ہے۔

اصطفائے بعض انبیاء علیہم السلام: اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا (الی قولہ تعالی) وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ نے (نبوۃ کے لئے) منتخب فرمایا ہے (حضرت) آدم (علیہ السلام) کو اور (حضرت) نوح (علیہ السلام) کو اور (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کی اولاد (میں سے بعضوں) کو (جیسے حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت اسحٰق علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام اور تمام انبیاء بنی اسرائیل کہ اولاد یعقوب علیہ السلام کی ہیں اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہ اولاد اسمٰعیل علیہ السلام سے ہیں) اور عمران کی اولاد (میں سے بعضوں) کو (اگر یہ عمران حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد ہیں تو اولاد سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام ہیں اور اگر یہ عمران حضرت مریم علیہا السلام کے والد ہیں تو اولاد سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں غرض ان سب حضرات کو نبوت کے لئے) تمام جہان (کی مخلوقات) پر منتخب کیا فرمایا ہے) بعضے ان میں بعضوں کی اولاد ہیں (جیسے آدم علیہ السلام کی اولاد سب ہیں اسی طرح نوح علیہ السلام کی اولاد سب ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں اولاد عمران بھی ہے) اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والے ہیں خوب جاننے والے ہیں (کہ سب کے اقوال کو سنتے ہیں سب کے احوال کو جانتے ہیں پس جس کے اقوال و احوال مناسب شان نبوت کے دیکھے ان کو نبی بنا دیا) ف: اس میں اکثر انبیاء علیہم السلام کا بالخصوص انبیاء اولوالعزم کا ذکر آ گیا باقی خود حضرت ابراہیم کی نبوت اس میں اس لئے مذکور نہیں ہوئی کہ ان کا نبی ہونا تمام اہل ملل سماویہ میں مشہور و مسلم تھا اور آل ابراہیم میں باوجودیکہ آل عمران بھی داخل ہے لیکن بطور تخصیص بعد تعمیم کے اہتمام کے لئے مکرر ذکر فرما دیا اگر حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام مراد ہیں

تب تو وجہ اہتمام حضرت موسیٰ علیہ السلام کا انبیاء اولوالعزم میں سے ہونا ہے اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد ہیں تو علاوہ اولوالعزم میں سے ہونے کے خود مناسبت مقام کی اس تکریر کو مقتضی ہے کیونکہ آگے اس کے متصل ہی قصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مذکور ہے جس کو حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ کے ذکر سے شروع فرمایا ہے اور یہ جو فرمایا ہے کہ ایک دوسرے کی اولاد ہے شاید مقصود اس سے ان سب حضرات کا اتحاد یا شرف ذاتی کے ساتھ شرف نسب کا بیان فرمانا ہو یا اس امر کا جتلانا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء واجداد میں نبوت رہی ہے اگر آپ کو نبوت مل گئی تو بعید کیا ہے واللہ اعلم۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ اس میں اس پر دلالت ہے کہ خدا تعالیٰ کا محب ہونا جو کہ محبوبیت کو مستلزم ہے بدون اس کے کہ محبت حق کا اتباع کرے میسر نہیں ہوسکتا ۱۲۔

الحواشی: (۱) یہ جواب ہے سوال مقدر کا جو کہ قول بالا تو قع ہدایت کے لئے الخ پر وارد ہوتا ہے یعنی جب اللہ تعالیٰ نے اس تصدی پر انکار فرمایا ہے تو اس سے استدلال جواز مدارات پر کس طرح صحیح ہوگا جواب کی تقریر یہ ہے کہ انکار وشکایت کی وجہ تقدیم الکافر ہے نہ کہ مدارا ۃ الکافر ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله في توضيح ترجمة تحبون الله** اور محبت رکھنے کی وجہ سے **الخ زوته ليظهر وجه ترتب قوله يحببكم الله وماخذه التفسير الكبير ولما كان ارادة المحبوبية لازمه لارادة المحبة قام ذكر الملزوم مقام ذكر اللازم فافهم وقال بعضهم ان معناه ان كنتم تحبون ثواب الله فاتبعوني يحببكم الله اى يثبكم وقيل ان كنتم تحبون الله اى تريدون عبادته فاتبعوني اعلمكم طرق عبادته فاذا اتبعتموني وعبدتموه حسب تلك الطرق يحببكم الله الآية۱۲۔ ۲؎ قوله** اگر یہ عمران **الخ في الانتصاف قال احمد ومما يرجح هذا القول الثاني (ان عمر ان هو ابو مريم) ان السورة تسمى آل عمران ولم تشرح قصة عيسٰى ومريم في سورة البسط من شرحها في هذه السورة واما موسٰى وهارون فلم يذكر من قصتهما في هذه السورة فدل ذلك على ان عمران المذكور ههنا هو ابو مريم والله اعلم اه في روح المعاني وايضًا يرجح كون المراد به ابا مريم ان الله تعالٰى ذكر اصطفاء ها بعد ونصّ عليه اه قال البيضاوى وكان بين العمرانين الف وثمان مائة سنة۱۲۔**

الروایات: **في لباب النقول اخرج ابن المنذر عن الحسن قال قال اقوام على عهد نبينا والله يا محمد انا لنحب ربنا فانزل الله قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني الآية۱۲۔**

اختلاف القراءۃ: **في روح المعاني قرأ ابن عامر وابوبكر عن عاصم ويعقوب بما وضعت (بالتكلم) على انه من كلامها قالته اعتذارا الى الله تعالٰى حيث وضعت مولودًا لا يصلح للغرض او تسلية لنفسها اى ولعل لله تعالٰى سرًا وحكمة ولعل هذه الانثى خير من الذكر اه قلت فعلى هذا يكون قوله وليس الذكر كالانثٰى من جملة كلامها ويكون معناه على ما يقتضيه المقام من التحزن ان الذكر ليس كالانثٰى بل له الترجيح عليها ولا يرد ان العادة في مثله ان ينفي عن الناقص شبهه بالكامل لا العكس وجه عدم الورود انه لم يثبت تعيين ما قالوه الا ترى الٰى قوله تعالٰى لستن كاحد من النساء فنفي عن الكامل شبه الناقص۱۲۔**

اللغات: **ذرية قال البيضاوى الذرية الولد يقع على الواحد والجمع فعلية من الذراد فعولة من الذراء ابدلت همزتها ياء ثم قلبت الواو ياء وادغمت۱۲۔**

النحو: **قوله ذرية الخ قال البيضاوى حال او بدل من الألين او منهما ومن نوح ۱۲ محررًا انتصابه على الحالية من ما والعامل فيه نذرت اه روح المعاني۔ قال البيضاوى الضمير (في وضعتها بالغيبة ووضعتها بالتكلم) لما في بطنها وتانيثه لانه كان انثٰى۱۲۔**

البلاغۃ: **في روح المعاني وفي قوله محضرا من التهويل ما ليس في حاضرا وكذا في روح المعاني ما قررته من ارجاع الضمير في بينه الى يوم لنكتة المبالغة فافهم۔ قال البيضاوى الآية (اى قل ان تخفوا الخ) بيان لقوله ويحذركم الله نفسه الاول فكانه قال ويحذركم نفسه لانها متصفة بعلم ذاتي محيط بالمعلومات كلها وقدرة ذاتية تعم المقدورات باسرها فلا تجسروا على عصيانه اه قلت وقررت وجه ربط الآية بنهج آخر كما يظهر من تقريرى في التفسير۱۲۔ في روح المعاني اللام في لك للتعليل والمراد لخدمة بيتك (فهو متعلق لمحررًا) وتقديم الجار والمجرور لكمال الاعتناء به آه قلت ويحتمل تعلقه بنذرت اى نذرت لعبادتي اياك فان النذر يكون بالعبادة واخترته في الترجمة لقرب العامل وبقاء الترتيب على الاصل قوله وليس الذكر الخ بيان لقوله والله اعلم اى وليس الذكر الذين طلبت كالانثى التي وهبت واللّام فيهما للعهد اه بيضاوى۱۲۔**

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَاۤ اُنْثٰی ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَلَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰی ۚ وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ﴿۳۶﴾ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِیَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْهَا زَكَرِیَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰی لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾

جبکہ عمران (پدر مریم علیہ السلام) کی بی بی نے (حالت حمل میں) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میں نے نذر مانی ہے آپ کے لئے اس بچہ کی جو میرے شکم میں ہے کہ وہ آزاد رکھا جائے گا سو آپ مجھ سے (بعد ولادت) قبول کر لیجئے بے شک آپ خوب سننے والے خوب جاننے والے ہیں۔ پھر جب لڑکی جنی (حسرت) سے کہنے لگیں کہ اے میرے پروردگار میں نے تو وہ حمل لڑکی جنی۔ حالانکہ خدا تعالیٰ زیادہ جانتے ہیں اس کو جو انہوں نے جنی اور وہ لڑکا (جو انہوں نے چاہا تھا) اس لڑکی کے برابر نہیں اور میں نے اس لڑکی کا نام مریم رکھا اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو (اگر کبھی اولاد ہو) آپ کی پناہ میں دیتی ہوں شیطان مردود سے۔ پس ان (مریم علیہا السلام) کو ان کے رب نے بوجہ احسن قبول فرمالیا اور عمدہ طور پر ان کو نشوونما دیا اور (حضرت) زکریا علیہ السلام کو ان کا سرپرست بنایا۔ سو جب کبھی زکریا (علیہ السلام) ان کے پاس عمدہ مکان میں تشریف لاتے تو ان کے پاس کچھ کھانے پینے کی چیزیں پاتے (اور) یوں فرماتے کہ اے مریم علیہ السلام یہ چیزیں تمہارے واسطے کہاں سے آئیں۔ وہ کہتیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آئیں بیشک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں بے استحقاق رزق عطا فرماتے ہیں ۞

تفسیر: قصہ حضرت مریم علیہا السلام وعیسیٰ علیہ السلام: اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۵﴾ (وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے) جبکہ عمران (پدر مریم) کی بی بی نے (حالت حمل میں جناب باری میں) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میں نے نذر (یعنی منت) مانی ہے آپ (کی عبادت) کے لئے اس بچہ کی جو میرے شکم میں ہے کہ وہ (خانۂ خدا کی خدمت کے واسطے) آزاد (فارغ) رکھا جاوے گا (اور میں اس کو اپنے کام میں نہ لگاؤں گی) سو آپ (اس کو مجھ سے قبول کر لیجئے بیشک آپ خوب سننے والے خوب جاننے والے ہیں (کہ میری عرض کو سن رہے ہیں اور میری نیت کو جان رہے ہیں) **ف**: اس زمانہ میں ایسی نذر ماننا مشروع تھا مگر صرف اولاد ذکور کیساتھ مخصوص تھا سو انہوں نے اسی گمان سے نذر مانی تھی کہ شاید لڑکا پیدا ہو۔

تتمہ قصہ: فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَاۤ اُنْثٰی ؕ (الی قولہ تعالی) وَاِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ﴿۳۶﴾ پھر جب (ان بی بی نے) لڑکی جنی (حسرت سے) کہنے لگیں کہ اے میرے پروردگار میں نے تو وہ حمل لڑکی جنی (حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ اپنے خیال سے حسرت کر رہی تھیں) حالانکہ خدا تعالیٰ زیادہ جانتے ہیں اس (لڑکی کی شان کو) جو انہوں نے جنی اور (کسی طرح بھی) وہ لڑکا (جو انہوں نے چاہا تھا) اس لڑکی کے برابر نہیں (ہو سکتا تھا بلکہ یہ لڑکی ہی افضل ہے کہ اس کے کمالات و برکات عجیب وغریب ہوں گے یہ ارشاد خداوندی بطور جملہ معترضہ کے تھا آگے پھر ان بی بی کا قول ہے) اور میں نے اس لڑکی کا نام مریم رکھا اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو (اگر کبھی اولاد ہو) آپ کی پناہ (اور حفاظت) میں دیتی ہوں شیطان مردود سے۔ **ف**: چنانچہ ان کی یہ عرض بھی قبول ہوئی جیسا حدیث صحیحین میں آیا ہے کہ ہر بچہ کو ولادت کے وقت شیطان چھیڑتا ہے اور اس کے چھیڑنے سے بچہ چلاتا ہے بجز حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فقط اور چونکہ یہ عرض معاً ولادت کے ساتھ تھی اس لئے اس وقت تک شیطان کا مس واقع نہ ہوا تھا اس لئے اس میں یہ اشکال نہیں کہ شیطان تو ولادت کے وقت مس کرتا ہے تو دعاء سے پہلے مس کر چکا ہوگا اور اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ اور انبیاء علیہم السلام کو بھی شیطان مس کرتا ہو باقی رہی تخصیص ذکر حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سو وہ اس وجہ سے ہے کہ ان بی بی کی دعا تصریحاً منقول ہے اس لئے اجابت دعاء کو تصریحاً ظاہر فرما دیا اور بعض نے شبہ کیا ہے کہ اگر شیطان کو ایسی قوت ہو تو سب کو ہلاک کر دے جواب یہ ہے کہ جتنی قدرت دی گئی ہے اس سے زیادہ نہیں نیز ملائکہ نگہبان بھی ہیں اور مریم بمعنی عابدہ نام رکھنے کی تصریح میں یہ اشارہ ہے کہ میں اپنی نذر پر حتی الامکان قائم ہوں اس لڑکی کو بھی مسجد کے لئے فارغ کر دوں گی اگر خدمت کے لئے نہیں تو عبادت کے لئے سہی واللہ اعلم۔

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ (الی قولہ تعالی) اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾ غرض حضرت مریم علیہا السلام کی

والدہ ان کو لے کر مسجد بیت المقدس میں پہنچیں اور وہاں کے مجاورین وعابدین سے کہ ان میں حضرت زکریا علیہ السلام بھی تھے جا کر کہا کہ اس لڑکی کو میں نے خاص خدا کے لئے مانا ہے اس لئے میں اپنے پاس نہیں رکھ سکتی سو اس کو لائی ہوں آپ لوگ لے کر رکھئے سو چونکہ حضرت عمران اس مسجد کے امام تھے اور حالت حمل میں ان کی وفات[7] ہو چکی تھی ورنہ سب سے زیادہ مستحق ان کے لینے کے وہ تھے بوجہ باپ ہونے کے بھی اور بوجہ[8] امام ہونے کے بھی اس لئے ہر شخص ان کے لینے اور پالنے کی خواہش رکھتا تھا چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنی ترجیح کی یہ وجہ بیان فرمائی کہ میرے گھر میں ان کی خالہ ہیں اور خالہ بمنزلہ ماں کے ہوتی ہے اس لئے بعد ماں کے وہی رکھنے کی مستحق ہیں مگر اور لوگ اس ترجیح پر راضی ومتفق نہیں[9] ہوئے آخر قرعہ پر اتفاق قرار پایا اور صورت قرعہ کی بھی عجیب وغریب خلاف عادت ٹھہری جس کا بیان آگے آوے گا اس میں بھی حضرت زکریا علیہ السلام کامیاب ہوئے چنانچہ ان کو وہ مل گئیں اور انہوں نے بنا بر بعض[10] روایات ایک انا نوکر رکھ کر دودھ پلوایا اور بعض روایات میں دودھ پینے کی ان کو حاجت نہیں ہوئی غرض وہ خود بیٹھنے اٹھنے لگیں۔ ان کو مسجد کے متعلق ایک عمدہ مکان میں لا کر رکھا جب جاتے باہر سے قفل[11] لگا جاتے آ کر کھول لیتے اسی قصہ کا مختصر آگے مذکور ہے یعنی) پس ان مریم علیہا السلام) کو ان کے رب نے بوجہ احسن قبول فرمالیا اور عمدہ طور پر ان کو نشوونما دیا اور (حضرت) زکریا (علیہ السلام) کو ان کا سرپرست بنایا (سو) جب کبھی (حضرت) زکریا (علیہ السلام) ان کے پاس (اسی) عمدہ مکان میں (جس میں ان کو رکھا تھا) تشریف لاتے تو ان کے پاس کچھ کھانے پینے کی چیزیں پاتے (اور) یوں فرماتے کہ اے مریم یہ چیزیں تمہارے واسطے کہاں سے آئیں وہ کہتیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس (جو خزانہ غیب ہے اس میں) سے آئیں بیشک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں بے استحقاق رزق عطاء فرماتے ہیں (جیسا اس موقع پر محض فضل سے بے مشقت عطاء فرمایا) **ف**: یہ جو فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے ان کو قبول کر لیا اس کی ظاہری علامت یہ تھی کہ اس قرعۂ عجیبہ میں جو بطور معجزہ تھا حضرت زکریا علیہ السلام غالب آئے جس سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کی مرضی تھی کہ یہ ان کے پاس رہیں اور پلیں اسی بنا پر قبول کی نسبت اور نیز حضرت زکریا علیہ السلام کو کفیل بنانے کی نسبت اپنی طرف فرمائی اور یہ جو فرمایا کہ عمدہ طور پر ان کو نشوونما دیا اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ ابتدا سے عبادت وطاعت میں مشغول رکھا۔ دوسرے یہ کہ اور بچوں کی معمولی نشوونما سے ان کا ظاہری نشوونما زائد تھا اور حضرت زکریا علیہ السلام جو ان سے پوچھتے تھے کہ یہ کہاں سے آیا تو وجہ اس کی یہ تھی کہ بجز ان کے اس مکان میں کوئی نہ آ سکتا تھا خود قفل لگا جاتے اور خود آ کر کھولتے دوسرے وہ چیزیں بھی بے فصل میوے ہوتے تھے اس لئے تعجب ہوتا تھا سو وہ رزق محض عالم غیب سے آتا تھا اور یہ قصہ کرامت تھی حضرت مریم علیہا السلام کی جس کا ثابت ہونا اولیاء اللہ کے لئے مذہب اہلسنت والجماعت کا اور ان اللہ یرزق کا مضمون ممکن ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام ہی کا قول ہو اور ممکن ہے کہ نقل قصہ کے بعد خود حق تعالیٰ کا ارشاد ہو۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ روح المعانی میں ہے اس آیت سے اولیاء کیلئے صحت کرامات پر استدلال کیا گیا ہے کیونکہ قول مشہور پر مریم علیہا السلام ولی ہیں نبی نہیں ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قولہ یاد کرنے کے قابل ہو حاصل معنی اذکر العامل فی اذ ۱۲۔ ۲ قولہ فی ف مشروع تھا بخلاف ما فی شرعنا لقولہ علیہ السلام لا نذر فیما لا یملک الحدیث ولیس فی اختیار الناذر ان یفعل غیرہ فعلا فلما ینعقد النذر فافھم ۱۲۔ ۳ قولہ حسرت سے ھکذا فی روح المعانی فلا یشکل ان الاخبار اما للفائدۃ او للازمھا واللہ محیط بھما ۱۲۔ ۴ قولہ حالانکہ الخ اشار بہ الی ما فی روح المعانی ان الجملۃ اعتراضیۃ سیقت لتعظیم المولود الذی وخستہ وتفخیم شانہ والتجھیل لھا بقدرہ ای واللہ اعلم بالشیء الذی وضعتہ وما علق بہ من عظائم الامور ودقائق الاسرار وواضح الآیات وھی غافلۃ عن ذلک کلہ ۱۲۔ ۵ قولہ یہ لازم نہیں آتا الخ ھذا بناء علی ان الحصر باعتبار الاغلب کما فی روح المعانی ۱۲۔ ۶ قولہ لے کر پہنچیں ای عقیب الولادۃ ملفوفۃ فی الخرقۃ کذا فی روح المعانی۔ ۷ قولہ فی تمھید الترجمۃ وفات ہو چکی تھی کذا فی روح المعانی ۱۲۔ ۸ قولہ بوجہ امام ہونے کے کذا فی روح المعانی ۱۲۔ ۹ قولہ راضی ومتفق نہیں ہوئے لعلہ لم یکن شرعًا لھم کما انہ لیس بشرع لنا والا لاستبعد اختلاف السدنۃ فیہ ثم الرجوع الی القرعۃ مع وجود الشرع ۱۲۔ ۱۰ قولہ بنا بر بعض روایات والروایتان فی روح المعانی ونسب عدم الرضاعۃ الی الجل وروی استیجار الظھر لھا۔ عن ابن عباس بروایۃ ابن بشر ۱۲۔ ۱۱ قولہ قفل لگا جاتے نقلہ فی روح المعانی بروایۃ ابن جریر عن الربیع ۱۲۔

اختلاف القراءۃ: قولہ کفلھا فی البیضاوی شدد الفاء حمزۃ والکسائی وعاصم وخفف الباقون ۱۲۔

اللغات: المحراب اشرف المواضع لتنافس الناس علیہ وھو اسم مکان اہ من روح المعانی والمراد الغرفۃ فلا یشکل بمنع الھواء عنھا بالغلق لجواز وصولہ من الخوخات فافھم ۱۲۔

النحو: قولہ بقبول حسن فی روح المعانی الباء مثلھا فی کتبت بالقلم والقبول ما یقبل بہ الشئی کالسعوط ما یسعط بہ ای تقبلھا

بوجه حسن وهو اختصاصه اياها ولم يقبل قبلها انثٰى اه قلت ومن ثم ترجمته بقولي وجه احسن نباتا مصدر على غير لفظ الفعل المذكور وقيل التقدير فنبتت نباتا قوله ان الله يرزق الخ يحتمل كونه من كلامها وهو الاولى اومن كلامه تعالٰى كذا فى روح المعانى ۱۲۔

البلاغۃ: قوله انى سميتها فى روح المعانى والغرض من عرض التسمية على علام الغيوب الاولٰى فيه ان يقال ان الغرض من ذلك اظهار انها غير راجعة عن نيتها وان كان ما وضعتها انثٰى وانها وان لم تكن خليقة لسدانة بيت المقدس فلتكن[1] من العابدات فيه واستقلالها بالتسمية لكون ابيها قدمات وامها حامل فتقديم المسند اليه للتخصيص يعني التسمية مني لا يشاركني فيها ابو ها ۱۲۔

الحواشی: (۱) فان مريم في لغتهم بمعني العابدة ۱۲ بيضاوی۔

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ۭ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۴۰﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ۭ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾ ع ۱۱/۱۲

اس موقع پر دعا کی (حضرت) زکریا (علیہ السلام) نے اپنے رب سے عرض کیا اے میرے رب عنایت کیجئے مجھ کو خاص اپنے پاس سے کوئی اچھی اولاد بے شک آپ بہت بہت سننے ہیں دعا کے۔ بس پکار کے کہا ان سے فرشتوں نے اور وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ محراب میں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بشارت دیتے ہیں کہ یحییٰ کی جن کے احوال یہ ہوں گے کہ وہ کلمۃ اللہ کی تصدیق کرنے والے ہوں گے اور مقتدا ہوں گے اور اپنے نفس کو بہت روکنے والے ہوں گے اور نبی بھی ہوں گے اور اعلیٰ درجہ کے شائستہ ہوں گے۔ زکریا نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرے ہاں لڑکا کس طرح ہوگا حالانکہ مجھ کو بڑھاپا آ پہنچا ہے اور میری بی بی بھی بچہ جننے کے قابل نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اسی حالت میں لڑکا ہو جائے گا (کیونکہ) اللہ تعالیٰ جو کچھ ارادہ کریں کر دیتے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرے واسطے کوئی نشانی مقرر کیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہاری نشانی یہی ہے کہ تم لوگوں سے تین روز تک باتیں نہ کر سکو گے بجز اشارہ کے اور اپنے رب کو (دل سے) بکثرت یاد کرنا (زبان سے بھی) تسبیح (وتقدیس) کرنا دن ڈھلے بھی اور صبح کو بھی (کہ اس کی قدرت رہے گی) ۞

تفسیر: قصہ دعائے زکریا علیہ السلام: هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ اس موقع پر دعا کی (حضرت) زکریا (علیہ السلام) نے اپنے رب سے عرض کیا کہ اے میرے رب عنایت کیجئے مجھ کو خاص[1] اپنے پاس سے کوئی اچھی اولاد بیشک آپ بہت سننے والے ہیں دعاء کے۔

ف: اس موقع کا مطلب[2] یہ ہے کہ جب زکریا علیہ السلام نے بے فصل میوے آتے ہوئے دیکھے تو سمجھے کہ گو میں اور میری بی بی اسباب عادیہ کے اعتبار سے قابل توالد کے نہیں رہے جیسا اگلی ہی آیت میں ہے: وَقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ۔ لیکن ان میووں کی طرح کہ خلاف عادت آتے ہیں اگر میرے بھی خلاف عادت اولاد ہو جائے تو بعید نہیں اور گو قدرت خداوندی کے پہلے سے بھی معتقد تھے کیونکہ نبی تھے اور عقائد حقہ لوازم نبوت سے ہیں لیکن خلاف عادت ہونے کی وجہ سے درخواست کی جرأت نہ کرتے تھے اب چونکہ میوے کے واقعہ کو مکرر[3] مشاہدہ کرنے سے اس خاص وقت میں ایک گونہ عادت معلوم ہوئی جس سے مانع سوال کا مرتفع ہو گیا اس لئے درخواست پیش کی اور اچھی کا مطلب یہ ہے کہ بابرکت ہو اور نیک کردار ہو اور حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا چند جگہ مختلف مضامین سے منقول ہے سو ممکن ہے کہ اس دعا میں سب مضامین ہوں حسب مناسبت مقام کہیں کوئی نقل کر دیا کہیں کوئی۔

اجابت دعائے زکریا علیہ السلام: فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ (الی قولہ تعالی) وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾ پس پکار کے کہا ان سے فرشتوں نے اور وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے محراب میں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بشارت دیتے ہیں یحییٰ (نام اولاد عطا ہونے) کی جن کے احوال یہ ہونگے کہ وہ کلمۃ اللہ (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت) کی تصدیق کرنے والے ہونگے اور (دوسرے) مقتدا[4] (دین کے) ہونگے اور (تیسرے) اپنے نفس کو (لذات سے) بہت روکنے[5] والے ہونگے اور (چوتھے) نبی بھی ہونگے اور (پانچویں) اعلیٰ درجہ[6] کے شائستہ بھی ہوں گے ف: محراب

سے مراد یا تو مسجد بیت المقدس کی محراب ہے یا مراد اس سے وہ مکان ہے جس میں حضرت مریم علیہا السلام کو رکھا کرتے تھے کیونکہ اس جگہ محراب کے معنی عمدہ مکان کے ہیں اور کلمۃ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس لئے کہتے ہیں کہ وہ محض خدا تعالیٰ کے حکم سے خلاف عادت بلا واسطہ باپ کے پیدا کئے گئے ان کی تصدیق کا اس لئے ذکر کیا کہ دونوں صاحب ایک زمانہ میں تھے البتہ یحییٰ علیہ السلام ان سے کچھ بڑے تھے اور لذات سے روکنے میں سب مباح خواہشوں سے بچنا داخل ہوگیا۔ اچھا کھانا اچھا پہننا نکاح کرنا وغیرہ وغیرہ اس صفت کو موقع مدح میں فرمانے سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ افضل طریقہ یہی ہے حالانکہ احادیث سے نکاح کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ سو تحقیق یہ ہے کہ جس شخص کی حالت حضرت یحییٰ علیہ السلام کی سی ہو کہ ان پر شغل آخرت اس قدر غالب تھا کہ ان کو ادائے حقوق اہل کی طرف ملتفت نہ ہونے دیتا ایسے شخص کے لئے یہی افضل ہے اسی وجہ سے جن احادیث میں فضیلت نکاح کی آئی ہے اس میں یہ بھی قید ہے من استطاع منکم الباءۃ الخ اور شائستگی کے اعلیٰ درجہ سے مراد وہ درجہ ہے جس کا نہ ہونا بھی منافی نبوت نہیں پاس وصف نبوت کے بعد اسکا ذکر کرنا غیر مفید نہ ہوا خوب سمجھ لو۔ اور فرشتوں کا ان کی نماز میں باتیں کرنا باوجودیکہ باتوں سے حضور قلب فوت ہو جاتا ہے اسلئے مضائقہ نہ تھا کہ وہ پیغام خدا تعالیٰ کا تھا اسکی طرف توجہ عین حضور قلب ہے۔ قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِیَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِیْ عَاقِرٌ (الی قولہ تعالی) وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِیْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْكَارِ۝۔ (حضرت) زکریا (علیہ السلام) نے (جناب باری میں) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرے لڑکا کس طرح ہوگا حالانکہ مجھ کو بڑھاپا آ پہنچا اور میری بی بی بھی (کبرسن کی وجہ سے) بچہ جننے کے قابل نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے (جواب میں) ارشاد فرمایا کہ اسی حالت میں لڑکا ہو جاوے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جو کچھ ارادہ کریں کر دیتے ہیں انہوں نے عرض کیا کہ اے پروردگار (تو پھر) میرے واسطے کوئی (نشانی مقرر کر دیجئے (جس سے مجھ کو معلوم ہو جاوے کہ اب حمل رہ گیا) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہاری نشانی یہی ہے کہ تم لوگوں سے تین روز تک باتیں نہ کر سکو گے بجز (ہاتھ یا سر وغیرہ کے) اشارہ کے (جب یہ نشانی دیکھو تو سمجھ جانا کہ اب گھر میں امید ہے) اور (اس زمانہ میں جب آدمیوں سے گفتگو کرنے پر قدرت نہ رہے ذکر اللہ پر قادر ہو گے سو) اپنے رب کو (دل سے بھی) بکثرت یاد کیجیو اور (زبان سے بھی) تسبیح (وتقدیس) کیجیو دن ڈھلے بھی اور صبح کو بھی (کہ اس کی قدرت رہے گی) **ف**: باوجودیکہ قدرتِ خداوندی کے معتقد بھی تھے اور نمونہ کا مکرر مشاہدہ بھی کر چکے تھے اور خود ہی درخواست کی تھی اور اجابت کا علم بھی ہو گیا تھا۔ پھر اس کہنے کے کیا معنی کہ کس طرح لڑکا ہوگا بات یہ ہے کہ یہ کہنا بطور استبعاد کے نہیں کہ شبہ کی گنجائش ہو بلکہ مقصود کیفیت دریافت کرنا ہے کہ آیا ہم دونوں میاں بی بی کی جو حالت موجودہ ہے کہ دونوں خوب بوڑھے ہیں یہی حالت رہے گی یا کچھ اس میں تبدیلی کی جاوے گی۔ پس حاصل جواب یہ ہوا کہ نہیں بوڑھے ہی رہو گے۔ پھر اولاد ہو گی اب اس میں کوئی اشکال نہ رہا اور یہ جو فرمایا کہ لڑکا کیسے ہوگا لڑکا ہونا یحییٰ نام سے معلوم ہو گیا اور نشانی کی جو درخواست کی اس کی وجہ یہ ہے کہ خوشی جلدی ہو جاوے دوسرے پہلے ہی سے شکر میں مشغول ہوں اور نشانی جو مقرر کی گئی کہ آدمیوں کے ساتھ کلام کرنے کی قدرت نہ رہے گی اس میں لطافت یہ ہے کہ نشانی کی درخواست سے جو ان کا مقصود تھا کہ ادائے شکر کریں نشانی ایسی تجویز کی گئی کہ بجز اس مقصود کے دوسرے کام ہی کے نہ رہیں گے سو نشانی کی نشانی ہو گئی اور مقصود کا مقصود بدرجۂ اتم حاصل ہو گیا۔ پس یہ عدم کلام اضطراری تھا اور نشانی بننے کی صلاحیت اسی میں واضح ہے بخلاف عدم کلام اختیار کے کہ اس کا محتاج بننا محتاج تکلف ہے جس کے ارتکاب کی کوئی ضرورت نہیں پھر اس کی کوئی دلیل بھی نہیں اور بعضی آیتوں میں تین رات آیا ہے مراد تین دن اور تین رات ہیں پس دونوں آیتیں صحیح ہیں اور گو ان ایام میں وہ خود ہی ذکر و تسبیح میں مشغول رہتے کیونکہ مقصود نشان پوچھنے سے یہی تھا لیکن اظہار شان ذکر کے لئے اور ان کے مقصود کے اظہار استحسان کے لئے حق تعالیٰ نے بھی اس کا ذکر فرمایا۔ اور صبح و شام سے یا تو کنایہ جمیع اوقات سے ہے یا صرف دن دن مراد ہے پس شب کو بوجہ وقت خواب ہونے کے تمام شب ذکر کا امر نہیں ہوگا۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ۔ اس میں دو مسئلے ہیں جو سورۂ مریم میں بھی مذکور ہوئے ہیں اول یہ کہ اولاد کی خواہش کرنا زہد کے منافی نہیں ثانی یہ کہ مسبب کا اسباب بعیدہ سے سوال کرنا ادب کے منافی نہیں اور مسئلہ اولیٰ میں کہتا ہوں کہ خصوص جبکہ کسی دینی غرض سے ہو جیسا زکریا علیہ السلام نے خود ہی فرمایا وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ الآیۃ اور اس سے ایک اور مسئلہ ماخوذ ہوتا ہے وہ یہ کہ بقاء سلسلہ کی تمنا کرنا حضرات انبیاء علیہم السلام کے سنن میں سے ہے جیسا کہ روح المعانی میں بھی اس مسئلہ کو مستنبط کیا ہے کہ حضرت زکریا بوڑھے تھے مگر لوگوں کے مرشد تھے پس جب انہوں نے صورتِ حال دیکھی تو غیرت نبوت کو حرکت ہوئی اور اپنے رب تعالیٰ سے ایسے فرزند صدق کی درخواست کی جو لوگوں کی تربیت میں ان کے قائم مقام ہو سکے اور یہ دعا کی رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً۔ یعنی جو ماسوی کے اشتغال سے مطہر ہو اور شہوات سے مقدس ہو آہ۔ میں کہتا ہوں کہ قید طیبہ کی دعاء سے دعا کرنا اس پر دال ہے کہ خلیفہ بنانے کی شرائط میں سے یہ صفات ہیں نہ کہ محض اولاد ہونا یا مرید ہونا اور بعض بزرگوں سے جو اس تمنا کی ضد منقول ہے تو وہ غلبہ حال سے ہے یا محمول ہے تفویض پر جبکہ عند اللہ مقدر نہ ہو اور زکریا علیہ السلام کی یہ دعا کہ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْ اٰیَةً۔ اس پر دال ہے کہ طمانیت کے لئے سوال کرنا یقین کے منافی نہیں جیسا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ احیاء موتی کی کیفیت دکھلا دیجئے۔

ملحقات الترجمة : ١ قوله خاص لان فی لدی ولدن من زیادة القرب ما لیس فی عند ۱۲۔ ٢ قوله فی ف مطلب یہ ہے الخ کما اورده فی روح المعانی عن ابن بشر وابن عساکر عن الحسن نحوه ۱۲۔ ٣ قوله مکرر کما یدل علیه قوله تعالٰی کلما ۱۲۔ ٤ قوله مقتدا لما فی روح المعانی جوز ان یراد ما هو اصل معناه غایة الامر ان تلك ریاسة شرعیة ۱۲۔ ٥ قوله روکنے والے کما فی روح المعانی الحصور المبالغ فی حصر النفس وحبسها عن الشهوات مع القدرة ۱۲۔ ٦ قوله اعلٰی درجہ کے شائستہ کما فی روح المعانی المراد من الصلاح ما فوق الصلاح الذی لابد منه فی منصب النبوة من اقاصی مراتبه وعلیه مبنی دعاء سلیمان علیه السلام وادخلنی برحمتك فی عبادك الصالحین ۱۲۔ ٧ قوله فی ف بلکہ مقصود کیفیت کما فی روح المعانی انی بمعنی کیف ۱۲۔ ٨ قوله دونوں خوب بوڑھے فهذا العقر انما هو لکبر السن فلا یلزم الاشکال فی قوله کذلك علی ما قررت بان العقر لما کان منافیا للولادة فکیف یجتمع المتنافیان لاسیما مع قوله تعالٰی واصلحنا له زوجه فانه یدل بظاهره علی زوال عقرها وقد روی فی عمره مائة وعشرون وفی عمرها ثمان و تسعون ۱۲۔ ٩ قوله اضطراری تھا کذا فی روح المعانی ۱۲۔

اختلاف القراءة : قوله ان الله بالفتح ای بان الله وقرأ نافع وحمزة وابن عامر بالکسر علی ارادة القول اولان النداء نوع منه ۱۲۔

اللغات : قوله هنالك فی روح المعانی هنا ظرف مکان واللام للبعد (کما فی ذلك) والکاف للخطاب ای فی ذلك المکان حیث هو قاعد عند مریم فی المحراب وجوز ان یراد بها الزمان مجازا اه قلت وانا بترجمتی بقولی اس موقع پر راعیت کلا المعنیین واشرت ایضًا الی کونه للبعد فافهم ۱۲۔ قوله ذریة طیبة الذریة فی المشهور النسل تقع علی الواحد والجمع والذکر والانثی والتانیث والتذکیر تارة یجئیان علی اللفظ واخریٰ علی المعنی وهذا فی اسماء الاجناس ۱۲۔

النحو : قوله فنادته فی روح المعانی ظاهر قوله تعالٰی فی مریم انا نبشرك اعتقاب التبشیر الدعاء لا تاخره عنه اه قلت فالفاء للتعقیب بلامهلة واثر ان بین الدعاء والاجابة اربعین سنة لم یوجد له اثر فی الصحاح کما فی روح المعانی وایضا فیه ان هذا الدعاء کما یمکن ان یکون فی مباد الامر یمکن ان یکون فی اواخره قبل حمل مریم اه قلت وهو اقرب لما یدل علیه کلمة کلما من تکرار المشاهدة الظاهر منه کون الدعاء بعد مشاهدات کثیرة قوله مصدقا حال مقدرة من یحیٰی قوله کذلك به تم الجواب وعامله مقدر ای یکون لك غلام وانت کذلك من الشیخوخة وکون امرأتك عجوزا وقوله الله یفعل علة له دقا صرحت بوجه الترکیب فی الترجمة ۱۲۔

البلاغة : قوله الملئکة ای جبرئیل وحده کما اخرجه ابن جریر عن ابن مسعود فالجمع ههنا مجاز عن الواحد للتعظیم وقیل الجمع علی حاله والمنادی کان جملة من الملائکة قوله بلغنی الکبر فی روح المعانی اسند البلوغ الی الکبر توسعًا فی الکلام کان الکبر طالب له وهو المطلوب۔ قلوله تعالٰی اٰیتك الخ فی روح المعانی واحسن الجواب ما اخذ من السوال کما قیل لابی تمام لم تقول ما لانفهم فقال لم لانفهم ما یقال کانه قیل آیة حصول النعمة ان تمنع عن الکلام الا لشکرها وهذا مبنی علی ان سوال الآیة منه علیه السلام انما کان لتلقی النعمة بالشکر ۱۲۔

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۪ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۷﴾

اور (وہ وقت) قابل ذکر ہے جبکہ فرشتوں نے کہا کہ اے مریم بلاشک اللہ تعالیٰ نے تم کو منتخب (یعنی مقبول) فرمایا ہے اور پاک بنایا ہے اور تمام جہان بھر کی بیبیوں کے مقابلہ

میں منتخب فرمایا ہے۔ اے مریم اطاعت کرتی رہو اپنے پروردگار کی اور سجدہ کیا کرو اور رکوع کیا کرو ان لوگوں کے ساتھ جو رکوع کرنے والے ہیں۔ یہ قصے منجملہ غیب کی خبروں کے ہیں ہم ان کی وحی بھیجتے ہیں آپ کے پاس اور آپ ان لوگوں کے پاس نہ تو اس وقت موجود تھے جبکہ وہ (قرعہ کے طور پر) اپنے اپنے قلموں کو (پانی میں) ڈالتے تھے کہ ان سب میں کون شخص (حضرت مریم کی) کفالت کرے اور نہ آپ ان کے پاس اس وقت موجود تھے جبکہ باہم اختلاف کر رہے تھے۔ (اُس وقت کو یاد کرو) جبکہ فرشتوں نے (یہ بھی) کہا کہ اے مریم بے شک اللہ تعالیٰ تم کو بشارت دیتے ہیں ایک کلمہ کی جو منجانب اللہ ہوگا۔ اس کا نام (ولقب) مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا۔ باآبرو ہوں گے دنیا میں اور آخرت میں اور منجملہ مقربین کے ہوں گے اور آدمیوں میں کلام کریں گے گہوارہ میں اور بڑی عمر میں اور شائستہ لوگوں میں سے ہوں گے۔ (حضرت مریم علیہا السلام) بولیں اے میرے پروردگار کس طرح ہوگا میرے بچہ۔ حالانکہ مجھ کو کسی بشر نے ہاتھ نہیں لگایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ویسے ہی (بلا مرد کے) ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہیں پیدا کر دیتے ہیں۔ جب کسی چیز کو پورا کرنا چاہتے ہیں تو اس کو کہہ دیتے ہیں کہ ہو جا بس وہ ہو جاتی ہے ۞

تفسیر ربط: اوپر سے قصہ حضرت مریم علیہا السلام کا چلا آتا ہے درمیان میں بوجہ مناسبت کے قصہ حضرت زکریا علیہ السلام کا آ گیا تھا آگے پھر حضرت مریم علیہا السلام کا قصہ پورا فرماتے ہیں۔

اتمام قصہ حضرت مریم علیہا السلام: وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ (الی قولہ تعالی) وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ۔ (اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے) جب کہ فرشتوں نے (حضرت مریم علیہا السلام سے) کہا کہ اے مریم بلاشک اللہ تعالیٰ نے تم کو منتخب (یعنی مقبول) فرمایا ہے اور (تمام ناپسندیدہ افعال واخلاق سے) پاک بنایا ہے اور (مقبول فرمانا کچھ ایک دو عورتوں کے اعتبار سے نہیں بلکہ اس زمانہ کی) تمام جہان بھر کی بیبیوں کے مقابلہ میں منتخب فرمایا ہے (اور فرشتوں نے یہ بھی کہا کہ) اے مریم اطاعت کرتی رہو اپنے پروردگار کی اور سجدہ (یعنی نماز ادا) کیا کرو اور (نماز میں) رکوع (بھی) کیا کرو ان لوگوں کے ساتھ جو رکوع کرنے والے ہیں۔ **ف:** بعض مفسرین نے نقل کیا ہے کہ بعض یہود نے نماز میں رکوع چھوڑ دیا تھا جیسے بعضے ہم میں قومہ چھوڑ دیتے ہیں اور بعضے رکوع کرتے تھے اس لئے حکم فرمایا کہ نماز کے طریقہ میں ان لوگوں کے ساتھ رہنا جو رکوع بھی کیا کرتے ہیں پس مقصود اہتمام ہے رکوع کا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر یہ امر منقول کسی کے نزدیک ثابت نہ ہو تو عمدہ وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ فرائض صلوٰۃ میں قیام وسجود کی ہیئت میں عادۃً خلل کم ہوسکتا ہے بخلاف رکوع کے کہ اس کی ہیئت میں خلل زیادہ محتمل ہے جیسا کہ اکثر مشاہدہ ہے کہ رکوع میں لوگ کم جھکتے ہیں جس سے وہ اقرب الی القیام رہتا ہے اور چونکہ اس ہیئت میں معائنہ کو ایک خاص دخل ہے اس لئے مَعَ الرّٰكِعِيْنَ بڑھا دیا کہ جس طرح سے کامل راکعین کیا کرتے ہیں ویسا کیا کرنا دوسرے بات قابل تحقیق یہ ہے کہ فرشتوں کا کلام کرنا خواص نبوت سے نہیں جیسا صحیح مسلم میں حضرت عمران بن حصین کو فرشتوں کا سلام کرنا مروی ہے۔ نبوت کا خاصہ وہ کلام ہے کہ ایسے شخص سے کیا جاوے جو مامور بالتبلیغ ہو گو اس کلام خاص کی تبلیغ کا امر نہ ہو اور لفظِ نساء سے جو کہ خاص ہے بالغہ کے ساتھ ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ یہ کہنا فرشتوں کا حضرت مریم علیہا السلام کے جوان ہونے کے بعد تھا اور اس بنا پر اصطفاء کے مکرر لانے کی یہ توجیہ بھی ہوسکتی ہے کہ پہلا اصطفاء بچپن کا ہو مثلاً ان کا نذر میں مقبول ہونا ان کی کرامت بے فصل میووں کے آنے میں ظاہر ہونا وغیرہ وغیرہ اور اصطفاء ثانی جوانی کا ہو جس میں فرشتوں کا کلام کرنا اور بے شوہر کے بچہ پیدا ہونے کی کرامت پھر ان بچہ ہی کی زبان سے ان کی براءت ثابت ہونے کی کرامت وغیرہ وغیرہ۔

ربط: اوپر اور آگے حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام دونوں کے قصے کچھ کچھ مذکور ہیں اور چونکہ واقعاتِ ماضیہ کی اس طور پر خبر دینا کہ نہ کسی سے سنا ہو نہ خود دیکھا ہو نہ کسی کتاب میں پڑھا ہو جیسے حضور ﷺ کی شان تھی منجملہ خوارقِ عادات کے ہے جو بشرائطہ دلیل ہے نبوت کی اس لئے اگلی آیت میں آپ کی نبوت پر ان قصوں کے اخبار سے استدلال فرماتے ہیں۔

استدلال بقصہائے مذکورہ بر نبوت محمدیہ ﷺ: ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ (الی قولہ تعالی) وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ۞ یہ قصے (جو اوپر مذکور ہوئے جناب رسول اللہ ﷺ کے اعتبار سے بوجہ اس کے کہ آپ کے پاس کوئی ذریعہ ظاہری ان کے معلوم کرنے کا نہ تھا) منجملہ غیب کی خبروں کے ہیں ہم ان کی وحی بھیجتے ہیں آپ کے پاس (اس کے ذریعہ سے آپ یہ خبریں معلوم کر کے اوروں کو بتلاتے ہیں) اور (ظاہر ہے کہ جو لوگ حضرت مریم علیہا السلام کے رکھنے میں اختلاف کر رہے تھے جس کا فیصلہ اخیر میں قرعہ پر قرار پایا تھا) آپ لوگوں کے پاس نہ تو اس وقت موجود تھے جبکہ وہ (قرعہ کے طور پر) اپنے اپنے قلموں کو (پانی میں) ڈالتے تھے (اور صورت قرعہ نکلنے کی یہ قرار پائی تھی کہ جس کا قلم پانی کی حرکت کے خلاف اُلٹا بہہ جاوے وہ مستحق سمجھا جاوے سو قرعہ سے غرض اس امر کا طے کرنا تھا) کہ ان سب میں کون شخص حضرت مریم علیہا السلام کی کفالت (پرورش کی) کرے (پس آپ نہ تو اس وقت موجود تھے) اور نہ آپ ان کے پاس اس وقت موجود تھے جبکہ وہ لوگ (قبل قرعہ اس مقدمہ میں) باہم اختلاف کر رہے تھے (جس کے رفع کی ضرورت کے لئے یہ قرعہ قرار پایا اور ان خبروں کے دریافت ہونے کے لئے دوسرے وسائط کا نہ ہونا بھی یقیناً معلوم ہے پس ایسی حالت میں یہ اخبار آپ کی نبوت کی دلیل ہے) **ف:** اوپر جو ایک آیت میں وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا فرمایا تھا اس میں اس قصہ قرعہ کی طرف اشارہ تھا جس کی تفصیل بیان کرنے کا وعدہ اس آیت کے ترجمہ کے ذیل میں کیا گیا تھا اور یہ

صورت قرعہ کی خارق عادت تھی جس میں حضرت زکریا علیہ السلام کا کامیاب ہونا ان کا معجزہ تھا۔ **ف**: شریعت محمدیہ میں حنفیہ کے مسلک پر قرعہ کا یہ حکم ہے کہ جن حقوق کے اسباب شرع میں معلوم و متعین ہیں ان میں قرعہ ناجائز و داخل قمار ہے مثلاً شئی مشترک میں جس کا نام نکل آوے وہ سب لے لے یا جس بچہ کے نسب میں اختلاف ہو اس میں جس کا نام نکل آوے وہی باپ سمجھا جاوے اور جن حقوق کے اسباب مفوض الی الرای ہوں ان میں قرعہ جائز ہے۔ مثلاً دارِ مشترکہ کی تقسیم میں قرعہ سے زید کو شرقی حصہ دے دینا اور عمرو کو غربی حصہ دے دینا کہ بلا قرعہ اتفاق شریکین یا قضائے قاضی سے بھی جائز تھا۔

ربط: اوپر کی آیت بطور جملہ معترضہ کے تھی جو اثبات نبوت کے لئے لائی گئی تھی آگے پھر حضرت مریم علیہا السلام کا قصہ مذکور ہے جس میں زیادہ مقصود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کرنا ہے۔

تتمہ کلام ملائکہ علیہم السلام با حضرت مریم علیہا السلام و آغازِ قصہ عیسیٰ علیہ السلام: اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ (الی قولہ تعالٰی) وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ (اس وقت کو یاد کرو) جبکہ فرشتوں نے (حضرت مریم علیہا السلام سے یہ بھی) کہا کہ اے مریم بیشک اللہ تعالیٰ تم کو بشارت دیتے ہیں ایک کلمہ کی جو من جانب اللہ ہوگا (یعنی ایک بچہ پیدا ہونے کی جو بلاواسطہ باپ کے پیدا ہونے کے سبب کلمۃ اللہ کہلاوے گا) اس کا نام (ولقب) مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا (ان کے یہ حالات ہونگے کہ) باآبرو ہوں گے (خدا تعالیٰ کے نزدیک) دنیا میں (بھی کہ ان کو نبوت عطاء ہوگی) اور آخرت میں (بھی کہ اپنی امت کے مؤمنین کے باب میں مقبول الشفاعت ہوں گے) اور (جیسے ان میں نبوت و شفاعت کی صفت ہوگی جس کا تعلق دوسروں سے بھی ہے اسی طرح ذاتی کمال کے ساتھ بھی موصوف ہوں گے) منجملہ مقربین (عند اللہ) ہوں گے اور (صاحب معجزہ بھی ہوں گے کہ) آدمیوں سے (دونوں حالت میں یکساں) کلام کریں گے گہوارہ میں (یعنی بالکل بچپن میں بھی) اور بڑی عمر میں (بھی دونوں کلاموں میں تفاوت نہ ہوگا) اور (اعلیٰ درجہ کے) شائستہ لوگوں میں سے ہوں گے۔ **ف**: اس شائستگی کی حقیقت ابھی اوپر لفظ صالحین کی تفسیر میں گزر چکی جہاں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے لئے یہ لفظ آیا ہے اور اس بشارت کا دینا سورۂ مریم میں حضرت جبرائیل کی طرف بعنوان دیگر منسوب ہے اس لئے بعض علماء نے تو یہ کہا ہے کہ یہاں بھی ملائکہ سے مراد صرف حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں ان کو جمع کے لفظ سے تعبیر کرنا باعتبار معنی جنسی کے ہے جیسے محاورہ ہے کہ اس مسئلہ میں علماء یہ کہتے ہیں خواہ ایک ہی عالم سے سنا ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ اور فرشتے بھی ہوں اور انہوں نے بھی خواہ تفصیلاً خواہ تصدیق بشارت جبرئیلی کر کے اجمالاً یہ بشارت دی ہو اور کلمۃ اللہ اور ابن مریم دونوں میں اشارہ ہے ان کے بے باپ پیدا ہونے کی طرف ورنہ باپ کی طرف نسبت ہوتی اور بچپن میں بولنے کا قصہ سورۂ مریم میں آوے گا۔

تعجب حضرت مریم علیہا السلام از بشارت تولد عیسیٰ علیہ السلام بدونِ پدر و جواب تعجب: قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ (الی قولہ تعالٰی) اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔ حضرت مریم علیہا السلام بولیں اے میرے پروردگار کس طرح ہوگا میرے بچہ حالانکہ مجھ کو کسی بشر نے (صحبت[1] کے طور پر) ہاتھ نہیں لگایا (نہ جائز طریق سے نہ ناجائز طریق سے اور عادۃً بچہ بدون مرد کے پیدا نہیں ہوتا تو معلوم نہیں کہ ویسے ہی محض قدرت خداوندی سے بچہ ہوگا یا مجھ کو نکاح کا حکم کیا جاوے گا) اللہ تعالیٰ نے (جواب میں فرشتہ[2] کے واسطہ سے) فرمایا کہ ویسے ہی (بلا مرد کے) ہوگا (کیونکہ) اللہ تعالیٰ جو چاہیں پیدا کر دیتے ہیں (یعنی کسی چیز کے پیدا ہونے کے لئے صرف ان کا چاہنا کافی ہے کسی واسطہ و سبب خاص کی ان کو حاجت نہیں اور ان کے چاہنے کا طریقہ یہ ہے کہ) جب کسی چیز کو پورا کرنا چاہتے ہیں تو اس کو کہہ دیتے ہیں کہ (موجود) ہو جا بس وہ چیز (موجود) ہو جاتی ہے (پس اگر اسباب و وسائط کے بعد موجود ہونے کو حکم فرمادیا وہ اسی طرح ہو جاتی ہے اور اگر وسائط و اسباب کے قبل موجود ہونے کو کہہ دیا وہ اسی طرح ہو جاتی ہے) **ف**: اس کی دلیل عقلی یہ ہے کہ اسباب و وسائط بھی آخر شئی ہیں اگر ان کے لئے بھی اسباب و وسائط کی حاجت ہو تو ان میں بھی یہی کلام ہوگا جس سے تسلسل محال لازم آوے گا اور اگر حاجت نہ ہو تو وسائط و دیگر اشیاء اس میں متساوی ہیں دیگر اشیاء کا ایجاد بھی بلا وسائط ممکن ہوگا اور اس ممکن کی خبر مخبر صادق نے دی ہے پس اعتقاد اسکے وقوع کا لازم ہوگا۔ خوب سمجھ لو۔ كُنْ فَيَكُوْنُ کی تحقیق پارۂ الم کے ختم کے قریب گزر چکی ہے احتیاج تکرار نہیں۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ الخ اس سے غیر انبیاء کیساتھ ملائکہ کا ہمکلام ہونا ثابت ہوتا ہے اور جو کلام ملائکہ مخصوص بالانبیاء ہے وہ وہ ہے جو تبلیغ کے لئے ہو ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: [1] **قولہ** اس زمانہ کے **فلیس بنص فی تفضیلها مطلقاً والمسئلة مسكوت عنها ۱۲**۔ [2] **قولہ فی الفائدۃ** ان لوگوں کے ساتھ رہنا **الخ فالمعية كهى فى قوله كونوا مع الصادقين لا المعية الحسية فلا يكفى للدلالة على الجماعة ۱۲**۔ [3] **قولہ** صورت قرعہ **الی قولہ** سمجھا جاوے **كذا فى تفسير الجلالين ۱۲**۔ [4] **قولہ فی ف** داخل قمار **لانه تعليق الملك على الخطر ۱۲**۔ [5] **قولہ** مقبول الشفاعۃ **لا يبعد ان يكون قول عيسى عليه السلام وان تغفرلهم شفاعة ويكون قوله تعالى ينفع الصادقين اخباراً عن قبولها فى حق المؤمنين ۱۲**۔ [6] **قولہ** صحبت کے طور پر **اشارة الى**

ان المسیس کنایة عن الوطی کما فی روح المعانی ۱۲۔ ۷ قوله تو معلوم نہیں الخ اشارة الی ان کلمة انی بمعنی کیف للسوال عن الکیفیة لا للاستبعاد وان امکن بالتأویل ۱۲۔ ۸ قوله فرشتہ کے واسطے سے بدلیل ما فی سورة مریم من قوله بعد مخاطبتها جبرئیل قال کذلك قال ربك هو علی هین ۱۲۔ ۹ قوله ان کے چاہنے کا طریقہ اشارة الی وجه تعلق المشیة بالحوادث فلا یلزم الاشکال بقدم المشیة لان التعلق حادث ۱۲۔ ۱۰ قوله فی ف اور اگر حاجت نہ ہو وبهذا اجابت مریم القبول علیها السلام لیوسف النجار کما فی روح المعانی عن اسحٰق بن بشر وابن عساکر عن وهب ان اول من اطلع علی حملها ابن خال لها یقال له یوسف واهتم لذلك وخشی البلیةمنه لانه کان یخدمها فقال معرضاً لها هل یکون زرع من غیر بذر قالت ان الله تعالٰی خلق البذر الاول من غیر نبات وانبت الزرع الاول من غیر بذر قال قد صدقت اه مختصراً ۱۲۔

اللغات: فی روح المعانی الکهل ما بین الشاب والشیخ اه قلت وتخصیصه بالذکر لکونه زمان کمال عقل واعتدال کلام ولما خص الکهل بما بعد الاربعین کما فی روح المعانی وقد رفع علیه السلام قبل الکهولة کما قال فی روح المعانی انه ذهب سعید بن المسیب وزید بن اسلم الٰی انه علیه السلام رفع الی السمآء وهو ابن ثلث وثلثین سنة کما رواه ابن جریر بسند صحیح عن کعب الاحبار ویؤیده ما اخرج ابن جریر عن ابن زید فی الآیة قال قد کلمهم فی المهد وسیکلمهم الی قتل الدجال وهو یومئذ کهل آه دلت الآیة علی نزوله الی الارض فافهم المسیح قال البیضاوی اصله بالعبریة مشیحًا ومعناه المبارك وعیسٰی معرب الشیوع معناه السید ۱۲۔

النحو: قال البیضاوی ایهم یکفل متعلق بمحذوف دل علیه یلقون ای یلقونها لیعلموا او یقولوا ایهم یکفل ۱۲۔ فی روح المعانی والبیضاوی نصب وجیها علی انه حال مقدرة من کلمة وسوغ مجئی الحال عنها مع انه نکرة لوصفها بما بعدها والتذکیر باعتبار المعنی ومن المقربین معطوف علی وجیها ای مقرباً من جملة المقربین۔ ویکلم عطف علی الحال بتأویله بالاسم وقوله فی المهد وکهلا هذا المجموع حال لاکل علی الاستقلال لان المقصود التسویة ومن الصّٰلحین حال ثالث من کلمة اه قلت واشرت الٰی کونها احوالاً بقولی فی اثناء الترجمة یہ حالات ہوں گے اسمه مبتدأ والمسیح خبر اول وعیسٰی خبرثان وابن مریم صفة وانما سمی المسیح اسما مع انه لقب لان الاسم علامة المسمٰی والممیز له ممن سواه فعّم العلم واللقب کما اشرت الی عمومه فی اثناء الترجمة ۱۲۔

البلاغة: قوله وما کنت لدیهم قال البیضاوی المراد تقریر کونه وحیاً علی سبیل التهکم بمنکریه فان طریق معرفة الوقائع المشاهدة والسماع وعدم السماع معلوم لا شبهة فیه عندهم فیبقی ان یکون الاتهام باحتمال العیان ولا یظن به عاقل ۱۲۔

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿۴۸﴾ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۴۹﴾ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۣ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۵۰﴾ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۵۱﴾

اور اللہ تعالیٰ ان کو تعلیم فرمائیں گے (آسمانی) کتابیں اور سمجھ کی باتیں اور (بالخصوص) توریت اور انجیل اور ان کو تمام بنی اسرائیل کی طرف بھیجیں گے (پیغمبر بنا کر) کہ میں تم لوگوں کے پاس (اپنی نبوت پر) کافی دلیل لے کر آیا ہوں وہ یہ ہے کہ میں تم لوگوں کے لئے گارے سے ایسی شکل بناتا ہوں جیسے پرندہ کی شکل ہوتی ہے۔ پھر اس کے اندر پھونک مار دیتا ہوں جس سے وہ (جاندار) پرندہ بن جاتا ہے خدا کے حکم سے اور میں اچھا کرتا ہوں مادرزاد اندھے کو اور برص (جذام) کے بیمار کو اور زندہ کر دیتا ہوں مردوں کو خدا کے حکم سے اور میں تم کو بتلا دیتا ہوں جو کچھ اپنے گھروں میں کھا (کر) آتے ہو اور جو کچھ رکھ آتے ہو بلاشبہ ان میں (میری نبوت کی) کافی دلیل ہے تم لوگوں کے لئے اگر تم ایمان لانا چاہو اور میں اس طور پر آیا ہوں کہ تصدیق کرتا ہوں اس کتاب کی جو مجھ سے پہلے تھی یعنی تورات کی اور اس لئے آیا ہوں کہ تم لوگوں کے واسطے بعضی ایسی چیزیں حلال کر دوں جو تم پر حرام کر دی گئی تھیں اور میں تمہارے پاس دلیل (نبوت) لے کر آیا ہوں۔ حاصل یہ کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔ بے شک اللہ تعالیٰ میرے بھی رب ہیں اور تمہارے بھی رب ہیں سو تم لوگ اس کی عبادت کرو۔ بس یہ ہے راہ راست ۞

تفسیر: بشارت فضائل عیسیٰ علیہ السلام: وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ (الی قولہ تعالی) اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ۝ اور (اے مریم اس مولود مسعود کی یہ فضیلتیں ہوں گی کہ) اللہ تعالیٰ ان کو تعلیم فرماویں گے (آسمانی) کتابیں اور سمجھ کی باتیں اور (بالخصوص) توریت اور انجیل اور ان کو (تمام) بنی اسرائیل کی طرف (پیغمبر بنا کر یہ مضمون دے کر) بھیجیں گے کہ (اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ تامُّسْتَقِيْمٌ یعنی) میں تم لوگوں کے پاس (اپنی نبوت پر) کافی دلیل لے کر آیا ہوں وہ یہ ہے کہ میں تم لوگوں کے (یقین لانے کے) لئے گارے سے ایسی شکل بناتا ہوں جیسی پرندہ کی شکل ہوتی ہے پھر اس (مصنوعی شکل) کے اندر پھونک مار دیتا ہوں جس سے وہ (سچ مچ کا جاندار) پرندہ بن جاتا ہے خدا کے حکم سے (ایک معجزہ تو یہ ہوا) اور میں اچھا کر دیتا ہوں مادرزاد اندھے کو اور برص کے بیمار کو اور زندہ کر دیتا ہوں مردوں کو خدا کے حکم سے (یہ دوسرا تیسرا معجزہ ہوا) اور میں تم کو بتلا دیتا ہوں جو کچھ اپنے گھروں میں کھا کر آتے ہو اور جو (گھروں میں) رکھ آتے ہو (یہ چوتھا معجزہ ہوا) بلاشبہ ان (معجزات مذکورہ) میں (میرے نبی ہونے کی) کافی دلیل ہے تم لوگوں کے لئے اگر تم ایمان لانا چاہو اور میں اس طور پر آیا ہوں کہ تصدیق کرتا ہوں اس کتاب کی جو مجھ سے پہلے (نازل ہوئی) تھی یعنی توراۃ کی اور اس لئے آیا ہوں کہ تم لوگوں کے واسطے بعضی ایسی چیزیں حلال کر دوں جو (شریعت موسیٰ علیہ السلام میں) تم پر حرام کر دی گئی تھیں (سو ان کی حرمت میری شریعت میں منسوخ ہو گئی) اور (میرا یہ دعویٰ نسخ بلا دلیل نہیں ہے بلکہ میں ثابت کر چکا ہوں کہ) میں تمہارے پاس (نبوت کی) دلیل لے کر آیا ہوں (اور صاحب نبوت کا قول دعویٰ نسخ میں حجت ہے) حاصل یہ کہ (جب میرا نبی ہونا دلائل سے ثابت ہو چکا تو میری تعلیم کے موافق) تم لوگ اللہ تعالیٰ (کی مخالفت حکم) سے ڈرو اور (دین کے باب میں) میرا کہنا مانو (اور خلاصہ میری دینی تعلیم کا یہ ہے کہ) بیشک اللہ تعالیٰ میرے بھی رب ہیں اور تمہارے بھی رب ہیں (یہ تو حاصل ہے تکمیل عقیدہ کا) سو تم لوگ اس رب) کی عبادت کرو (یہ حاصل ہوا تکمیل عمل کا) بس یہ ہے راہ راست (دین کی جس میں عقائد و اعمال دونوں کی تکمیل ہو اسی سے نجات و وصول الی اللہ میسر ہوتا ہے)۔

ف: پرندہ کی شکل بنانا تصویر تھا جو اس شریعت میں جائز تھا ہماری شریعت میں اس کا جواز منسوخ ہو گیا۔ اور ابراء اکمہ و ابرص کا امکان اگر اسباب طبعیہ سے ثابت ہو جاوے تو وجہ اعجاز یہ تھی کہ بلا اسباب طبعیہ ابراء واقع ہو جاتا تھا۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالی: وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ الخ اس میں ان اقوال کی اصل ہے جو بعض سے غلبہ حال میں منقول ہیں جن میں انہوں نے مجازاً اپنی طرف بعضے ایسے افعال کی نسبت کی ہے جو حق تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں (جیسا احیا) اور ان میں جو اہل ادب ہیں وہ ان میں مثل مسیح علیہ السلام کے باذن اللہ کی قید لگاتے ہیں۔ قولہ تعالی **ومصدقا لما بين يدى من التورة ولاحل لكم بعض الذى حرم عليكم** الخ اسی پر قیاس کیا جاتا ہے ایک شیخ کا دوسرے کسی شیخ کی (جو گزر گیا ہو یا دور ہو) مرید کو تربیت کرنا اس طرح کہ اصول میں اس کی موافقت کرے اور بعض فروع میں کچھ تغیر و تبدل کرے جیسا حالت مرید کا مقتضا ہو ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله** تمام بنی اسرائیل **فهو يفيد تعميمهم لانفى غيرهم فلا يشكل الامر بالحواريين ان لم يكونوا من بنى اسرائيل ولا يلزم عموم بعثة الخاص نبينا صلى الله عليه وسلم لان المراد بهذا العموم كونها الى كافة الخلق ولم يلزم فلا يبعد ان يقال ان من كان فى زمان احد الانبياء ولم يبعث اليهم نبى غيره يجب عليه اتباع ذلك النبى وان بعث اليهم غيره لم يجب بخلاف نبينا صلى الله عليه وسلم فانه بعث وكان فى الخلق من بعث فيهم انبياء ثم كان اتباعه واجبا عليهم ونسخ ما كان بايديهم فافهم ولعل غيرى يعثر على احسن منه فى هذا الباب والله اعلم بآية بمضمون قوله لاحل واشار بقوله** ثابت کر چکا ہوں **الى كون قوله جئتكم تكرارا وفائدته اختلاف الغرض فى الموضعين دليل النبوة فى الاول ودليل النسخ فى الثانى ۱۲۔** ۳ **قوله** حاصل **اشارة الى كون الفاء لترتب وجوب الاتقاء والاطاعة على ثبوت النبوة ۱۲۔** ۴ **قوله** خلاصہ **فالجملة استيناف بيان لقوله فاتقوا الله ۱۲۔**

اختلاف القراءۃ: **قوله يعلمه وفى قرأة نعلمه ۱۲۔**

النحو: **قوله يعلمه كلام مبتدأ ذكر تطنيبا لقلبها وازاحة لما اهمها من خوف اللوم قوله ورسولا منصوب بمضمر يجر اليه المعنى معطوفا على يعلمه اى ويجعله رسولا وهو الذى اختياره ابو حيان۔ قوله انى قد جئتكم اى بانى۔ قوله بآية اى متلبساً بآية قوله انى اخلق لكم بدل من قوله آية وقرأ نافع انى بكسر الهمزة استيناف قوله كهيئة الطير اى هيئة بحذف مضاف اى ذات هيئة كائنة كهيئة الطير فالكاف حرف متعلق بمحذوف وقع نعتا لمخذوف مفعول لاخلق۔ قوله ومصدقا عطف على المضمر الذى تعلق به قوله تعالى بآية اى قد جئتكم متلبسا بآية ومصدقا۔ قوله ولاحل معطوف على مصدقا ويلزم التاويل لما يجعلها من باب واحد وان كان الاول**

حالا والثانی مفعولاً فکانه قیل جئتکم لا صدق ولاحل اھ قلت واشرت فی الترجمة الی کون الاول حالاً بقولی اسطور ہے والی کون الثانی مفعولا له بقولی اس لئے ھذا کله من البیضاوی وروح المعانی ۱۲۔

البلاغة: الکتٰب اللام للجنس ودخل فیه الزبور والصحف وخص الکتابان لفضلهما قوله جئتکم بایٰة التنوین للتعظیم واشرت الیه بقولی کافی۔ قوله بما تأکلون تخصیصهما لان علمهما یقینی للآکل والمدخر لایرتاب فیهما۔ قوله مؤمنین فیه مجاز ای مریدین للایمان ۱۲۔

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْهُمُ الْکُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۵۳﴾ وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ ﴿۵۴﴾ اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰٓی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَاَحْکُمُ بَیْنَکُمْ فِیْمَا کُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۵۵﴾

سو جب حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے ان سے انکار دیکھا تو آپ نے فرمایا کوئی ایسے آدمی بھی ہیں جو میرے مددگار ہو جائیں اللہ کے واسطے۔ حواریین بولے کہ ہم ہیں مددگار اللہ (کے دین) کے ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور آپ اس کے گواہ رہئے کہ ہم فرمانبردار ہیں۔ اے ہمارے رب ہم ایمان لے آئے ان چیزوں پر (یعنی احکام) پر جو آپ نے نازل فرمائیں اور پیروی اختیار کی ہم نے (ان) رسول کی سو ہم کو ان لوگوں کے ساتھ لکھ دیجئے جو تصدیق کرتے ہیں اور ان لوگوں نے خفیہ تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ نے خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ تعالیٰ سب تدبیریں کرنے والوں سے اچھے ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ (کچھ غم نہ کرو) بے شک میں تم کو وفات دینے والا ہوں اور (فی الحال) میں تم کو اپنی طرف اُٹھائے لیتا ہوں اور تم کو ان لوگوں سے پاک کرنے والا ہوں جو منکر ہیں اور جو لوگ تمہارا کہنا ماننے والے ہیں ان کو غالب رکھنے والا ہوں ان لوگوں پر جو کہ (تمہارے) منکر ہیں روز قیامت تک۔ پھر میری طرف ہوگی ان سب کی واپسی سو میں تمہارے درمیان (عملی) فیصلہ کردوں گا ان امور میں جن میں تم باہم اختلاف کرتے تھے ۞

تفسیر: مآلِ معاملہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام باقوم خود: فَلَمَّآ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْهُمُ الْکُفْرَ (الی قوله تعالی) وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ غرض بشارت، مذکورہ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی شان سے پیدا ہوئے اور بنی اسرائیل سے مضمون مذکور کی گفتگو ہوئی اور معجزات ظاہر فرمائے مگر بنی اسرائیل آپ کی نبوت کے منکر رہے) سو جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے انکار دیکھا (اور انکار کے ساتھ درپے ایذا بھی پایا اور اتفاقاً کچھ لوگ ان کو ایسے ملے جو حواریین کہلاتے تھے) تو (ان حواریینؓ سے) آپ نے فرمایا کوئی ایسے آدمی بھی ہیں جو (دین حق میں بمقابلہ مخالفین و منکرین کے) میرے مددگار ہو جاویں اللہ کے واسطے (جس سے دعوتِ دین میں مجھ کو کوئی ایذاء نہ پہنچاوے) حواریین بولے کہ ہم ہیں مددگار اللہ کے (دین کے) ہم اللہ تعالیٰ پر (حسب دعوت آپ کے) ایمان لائے اور آپ اس (بات) کے گواہ رہئے کہ ہم (اللہ تعالیٰ کے اور آپ کے) فرمانبردار ہیں (پھر زیادتِ اہتمام و توثیق کے لئے اللہ تعالیٰ سے مناجات کی کہ) اے ہمارے رب ہم ایمان لے آئے ہیں ان چیزوں (یعنی ان احکام) پر جو آپ نے نازل فرمائیں اور پیروی اختیار کی ہم نے (انؑ) رسول کی سو (ہمارا ایمان قبول فرما کر) ہم کو ان لوگوں کے ساتھ لکھ دیجئے جو مضامین مذکورہ کی) تصدیق کرتے ہیں (یعنی مومنین کاملین کے زمرہ میں ہمارا بھی شمار فرمائیے) ف: اٰمَنَّا بِاللّٰهِ کے ترجمہ میں جو ہم نے یہ قید ظاہر کردی ہے (حسب دعوت آپ کے) اس سے یہ ایمان باللہ متضمن ہوگیا ایمان بالرسول کو بھی جس کی مناجات یعنی رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ میں تصریح ہوگئی ہے۔ ف: ازالہ اشکال عموم بعثت: یہاں یہ امر تحقیق کے قابل ہے کہ اوپر کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے ہیں اور اس آیت سے معلوم ہوا کہ حواریین کو بھی دعوت دین کی فرمائی احقر کے نزدیک اس کا حل یہ ہے کہ اگر حواریین بھی بنی اسرائیل میں سے ہوں تب تو کچھ اشکال ہی نہیں اور اگر بنی اسرائیل میں سے نہ ہوں تو یوں کہا جا سکتا ہے کہ جن انبیاء علیہم السلام کی دعوت عام نہیں ہے ان کے زمانہ میں علاوہ اس قوم کے جن کی بعثت ہوئی ہے باقی اور لوگوں پر بشرطیکہ ان تک خبر پہنچے اصول دینیہ میں تو اتحاد اصول جمیع شرائع کی وجہ سے اتباع اس نبی کا واجب ہوتا ہے اور فروع میں یہ تفصیل ہے کہ ان بقایا ناس میں جن کی طرف اور کوئی نبی مبعوث ہوں ان پر تو صرف اس خاص نبی کا اتباع واجب ہوتا ہے اور جن کی طرف کوئی نبی مبعوث نہ ہوں ان پر اسی نبی جدید کا اتباع ضروری ہوتا ہے۔ پس حواریین کی طرف چونکہ کوئی خاص نبی مبعوث نہیں ہوئے تھے اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اتباع ان پر واجب تھا اس لئے ان کو دعوتِ دین فرمائی اور اس سے عموم بعثت لازم نہیں آیا

کیونکہ مراد عموم بعثت سے یہ ہے کہ اس دعوت سے کوئی شخص فروع میں بھی مستثنیٰ نہ ہو سو یہ خاص ہے ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں طوفان عام ہونے سے عموم بعثت کا شبہ نہ کرنا چاہئے کیونکہ وہ سزا تھی مخالفت کرنے کی توحید میں جو کہ اصول واجب الاتباع سے ہے پھر بعد تحریر اس مقام کے روح المعانی میں بضمن قصہ نزول مائدہ ایک روایت ملی جس کو ابوالشیخ نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا کہ تیس روزے رکھ کر اللہ تعالیٰ سے جو درخواست کرو قبول ہوگی انہوں نے روزے رکھ کر نزول مائدہ کی درخواست کی الخ اور قرآن میں منصوص ہے کہ یہ درخواست کنندہ حواری تھے۔ اس مجموعہ سے معلوم ہوا کہ حوارئین بنی اسرائیل میں سے تھے اب شبہ مذکورہ کی بنا ہی منہدم ہوگئی۔ وللہ الحمد اور سورۂ صف میں: فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ کا آنا بعد قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ کے بھی ظاہراً اسی کا مؤید ہے۔

بیان مکر یہود و حفاظت حق تعالیٰ: وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ ۝ (الی قولہ تعالی) ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَیْنَكُمْ فِیْمَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ اور ان لوگوں نے (جو کہ بنی اسرائیل میں سے آپ کے منکر نبوت تھے آپ کے اضرار و اہلاک کے لئے) خفیہ تدبیر کی (چنانچہ مکر و حیلہ سے آپ کو گرفتار کر کے سولی دینے پر آمادہ ہوئے) اور اللہ تعالیٰ نے (آپ کے محفوظ رکھنے کے لئے) خفیہ تدبیر فرمائی (جس کی حقیقت کا ان لوگوں کو پتہ بھی نہ لگا کیونکہ ایک اور شخص کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل کا بنا دیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا جس سے وہ محفوظ رہے اور وہ ہمشکل سولی دیا گیا ان لوگوں کو اس تدبیر کا علم تک بھی نہ ہو سکا اور دفع پر تو کیا قدرت ہوتی) اور اللہ تعالیٰ سب تدبیریں کرنے والوں سے اچھے ہیں (کیونکہ اوروں کی تدبیریں ضعیف ہوتی ہیں اور کبھی قبیح اور بے موقع بھی ہوتی ہیں اور حق تعالیٰ کی تدبیریں قوی بھی ہوتی ہیں اور ہمیشہ خیر محض اور موافق حکمت کے ہوتی ہیں اور وہ تدبیر اللہ تعالیٰ نے اس وقت فرمائی) جبکہ اللہ تعالیٰ نے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جبکہ وہ گرفتاری کے وقت متردد اور پریشان ہوئے) فرمایا اے عیسیٰ (کچھ غم نہ کرو) بیشک میں تم کو (اپنے وقت موعود پر طبعی موت سے) وفات دینے والا ہوں (پس جب تمہارے لئے موت طبعی مقدر ہے تو ظاہر ہے کہ ان دشمنوں کے ہاتھوں دار پر جان دینے سے محفوظ رہو گے) اور (فی الحال) میں تم کو اپنے (عالم بالا کی) طرف اٹھائے لیتا ہوں اور تم کو ان لوگوں (کی تہمت) سے پاک کرنے والا ہوں جو (تمہارے) منکر ہیں اور جو لوگ تمہارے کہنا ماننے والے ہیں ان کو غالب رکھنے والا ہوں ان لوگوں پر جو کہ (تمہارے) منکر ہیں روز قیامت تک (گو اس وقت یہ منکرین غلبہ اور قدرت رکھتے ہیں) پھر (جب قیامت آجاوے گی اس وقت) میری طرف ہوگی سب کی واپسی (دنیا و برزخ سے) سو میں (اس وقت) تمہارے (سب کے) درمیان (عملی) فیصلہ کر دوں گا ان امور میں جن میں تم باہم اختلاف کرتے تھے کہ منجملہ ان امور کے مقدمہ ہے عیسیٰ علیہ السلام کا) **ف**: اس آیت میں چند وعدے مذکور ہیں جو اس وقت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمائے گئے۔ ایک وقت موعود پر طبعی وفات دینا جس سے مقصود بشارت دینا تھا حفاظت من الاعداء کا یہ وقت موعود اس وقت آوے گا جب قرب قیامت کے زمانہ میں عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین پر تشریف لاویں گے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے۔ دوسرا وعدہ عالم بالا کی طرف فی الحال اٹھا لینے کا چنانچہ یہ وعدہ ساتھ کے ساتھ پورا کیا گیا جس کے ایفاء کی خبر سورۂ نساء میں دی گئی ہے۔ رفعه الله اليه۔ اب زندہ آسمان پر موجود ہیں اور اگرچہ پہلا وعدہ پیچھے پورا ہوگا لیکن مذکور پہلے ہے کیونکہ یہ مثل دلیل کے ہے وعدۂ دوم کے لئے اور دلیل رتبۃً مقدم ہوتی ہے اور واؤ چونکہ ترتیب کے لئے موضوع نہیں لہٰذا اس تقدیم و تاخیر میں کوئی اشکال نہیں۔ تیسرا وعدہ تہمت سے پاک کرنا اس کا ایفاء یہ ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور یہود کے سب بیجا الزامات اور افتراؤں کو جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذمہ لگاتے تھے مثل نعوذ باللہ ان کے نسب کو مطعون کرنا ان کو مدعی الوہیت بتانا ان سب کو صاف کر دیا چنانچہ قرآن مجید میں جا بجا یہ مضامین صراحۃً مذکور ہیں جس سے آپ کی نزاہت نسب و عقیدہ کی ظاہر ہے۔ چوتھا وعدہ آپ کے متبعین کا آپ کے منکرین پر قیامت تک غالب رہنا۔ یہاں اتباع سے مراد خاص اتباع ہے یعنی اعتقادِ نبوت۔ پس مصداق متبعین کے وہ لوگ ہیں جو آپ کی نبوت کے معتقد ہیں۔ سو اس میں نصاریٰ اور اہل اسلام دونوں داخل ہیں گو اس وقت نصاریٰ کا اتنا اتباع نجات آخرت کے واسطے اس لئے کافی نہیں کہ ایک دوسرے ضروری جزو میں وہ اتباع نہیں کرتے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے لئے بھی فرما گئے لیکن یہاں اتباع کامل مراد ہی نہیں اور منکرین سے مراد یہود ہیں۔ جو منکر نبوت عیسویہ تھے۔ پس حاصل آیت کا یہ ہوا کہ امت محمدیہ اور نصاریٰ ہمیشہ یہود پر حاکم اور غالب رہیں گے۔ چنانچہ جلدی یہ وعدہ پورا ہوا۔ اور یہود ذلیل و خوار ہوئے۔ اور سلطنت ان کی برباد ہوئی۔ پھر آج تک جہاں کہیں یہ لوگ ہیں یا تو نصاریٰ کی رعایا ہیں یا اہل اسلام کی۔ اور قیامت کے قریب تک ایسے ہی رہے گا۔ صرف چالیس دن کے لئے دجال کا جو کہ یہود کا سرگروہ ہے ایک گونہ شر و فساد پھیلے گا۔ لیکن اول تو وہ فوراً مٹ جاوے گا پھر کوئی باضابطہ امن و اطمینان سے حکومت نہ ہوگی اور محض ایسی عارضی شورش کو سلطنت نہیں کہہ سکتے۔ اسی طرح بعض نے جو مسعودی مؤرخ سے بعض عباسیین کے زمانہ میں یہود کی کچھ چھوٹی چھوٹی حکومتیں نقل کی ہیں وہ مسلمانوں اور عیسائیوں کی سلطنتوں کے مقابلہ میں اس قابل نہیں کہ اس کو ان دونوں کے مساوات یا ان پر غلبہ کہا جا سکے گا بلکہ اس حالت میں بھی ان دونوں کو غالب اور یہود کو مغلوب ہی کہا جاوے گا جس کا اس آیت میں وعدہ کیا گیا ہے۔ پانچواں وعدہ قیامت کے روز ان

مذہبی اختلافات کے فیصلہ فرمانے کے متعلق ہے سو قیامت آوے گی اور یہ واقع ہوگا اور عملی کی قید کا یہ فائدہ ہے کہ دلیل شرعی سے تو فیصلہ یہاں ہی ہو گیا ہے چنانچہ یہود کہتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام مصلوب ہو کر دفن ہوئے اور پھر زندہ نہیں ہوئے۔ اور عیسائی کہتے تھے کہ بعد صلب ودفن کے زندہ ہو کر آسمان پر گئے قرآن مجید نے اس قول مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ سے دونوں کی نفی فرمادی اور ان کے منشاء اشتباہ پر وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ میں تنبیہ فرمادی۔ اگر کوئی منکر دمدعی تواتر کا ہو تو جواب صاف ظاہر ہے کہ وہاں موافقین تو خوف کے مارے مجتمع تھے نہیں صرف مخالف یہودی تھے سو اولاً وہ قلیل جو تواتر کے لئے کافی نہیں ثانیاً تصرف الٰہی سے کہ ایک شخص ان کا ہم شکل بنادیا گیا ان کو خود اشتباہ ہو گیا اور بقول بعض علماء حاضرین کے غلط خبراڑادینے سے غائبین پر امر مشتبہ ہوا۔ بہر حال مشاہدہ نہ رہا ثالثاً ان کا عدد ہونا خود مجوز توافق علی الکذب کو ہے پس شرائط تواتر کے مفقود ہوئے۔

تنبیہ ضروری: تقریر تفسیر سے بعض ان لوگوں کی غلطی ظاہر ہو گئی جو آج کل دعویٰ بلا دلیل کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہو گئی اور آپ مدفون ہو گئے اور پھر قیامت کے قریب تشریف نہ لادیں گے اور اس بناء پر جو احادیث عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے متعلق آئی ہیں ان میں تحریف کی ہے کہ مراد اس سے مثیل عیسیٰ ہے اور پھر اس مثیل کا مصداق اپنے کو قرار دیا ہے اھ اور مبنی اس مدعی کے کل شبہات کا دو امر ہیں ایک نقلی دوسرا عقلی۔ نقلی یہ کہ حق تعالیٰ نے آپ کے بارہ میں لفظ مُتَوَفِّيْكَ فرمایا ہے۔ عقلی یہ کہ جسد عنصری کا آسمان پر جانا محال ہے۔ اور اس بناء پر قصۂ معراج میں تاویل کی ہے نقلی دلیل کا جواب ظاہر ہو گیا کہ اگر مُتَوَفِّيْكَ کے معنی وفات کے بھی لئے جاویں تب بھی یہ وعدہ باعتبار وقت نزول مِنَ السَّمَآءِ ہے اس سے وقوع موت کا یا نفی رفع یا حیات فی الحال کی لازم نہیں آتی اور دوسرے دلائل سے رفع وحیات ثابت ہے۔ پس اس کا قائل ہونا واجب ہے رفع تو آیت رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ۔ سے جو اپنے حقیقی معنی کے اعتبار سے نص ہے رفع مع الجسد میں اور بلا تعذر معنی حقیقی کے مجازی لینا ممتنع ہے اور دلیل تعذر مفقود ہے اور حیات احادیث واجماع سے ثابت ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ **ان عیسٰی لم یمت وانه راجع الیکم قبل یوم القیمة اورده السیوطی فی الدر المنثور واخرج ابن کثیر من آل عمران وقال ابن ابی حاتم حدثنا ابی حدثنا احمد بن عبدالرحمٰن حدثنا عبدالله بن ابی جعفر عن ابیه حدثنا الربیع بن انس عن الحسن آه فذکر اثرا عنه ثم قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم للیهود ان عیسٰی لم یمت وانه راجع الیکم قبل یوم القیٰمة وذکرهٗ فی النساء من طریق آخر موقوفا علیه فهو مرفوع وموقوف عند الحسن وعلیه وکذا اخرجه ابن جریر مرفوعا عنه کذا فی رسالة التصریح بما تواتر فی نزول المسیح۔** (ص ۶۱) اور اجماع نہایت ظاہر ہے کہ کسی مستند عالم سے سلفاً وخلفاً اس کے خلاف منقول نہیں اور اگر وفات کے معنی نہ لئے جاویں جیسے اور علماء اس طرف گئے ہیں کہ توفی کے معنی پورا لے لینے کے ہیں۔ مراد اس سے یہ کہ میں تم کو آسمان پر پورا یعنی مع الجسد لے لوں گا تو جواب میں استدلال کی بنا ہی منہدم ہو جاوے گی۔ یا وفات کے معنی لیں اور پھر بعد حیات رفع کے قائل ہوں جیسا بعض اس طرف بھی گئے ہیں تو بھی حیات فی الحال کی نفی لازم نہیں آتی اور عقلی دلیل کے جواب کے لئے اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ کافی ہے البتہ جو امور ممتنع بالذات ہیں وہ عموم شئے سے مستثنیٰ ہیں یا جو ممتنع شرعاً ہیں ان کا عدم وقوع یقینی ہے اور رفع الجسد کا امتناع نہ ثابت ہوا اور نہ ثابت ہو سکے پس دعویٰ مدعی کا محض باطل اور گمراہی ہے اور تحریف احادیث کی بناء الفاسد علی الفاسد ہے۔ پھر تعیین مصداق ترجیح بلا مرجح ہے کیا دوسرا شخص ایسے مثیل ہونے کا اپنے لئے دعویٰ نہیں کر سکتا۔ یہ تقریر اس مبحث میں اجمالی ہے مگر ان شاء اللہ تعالیٰ کافی ہے اور مفصل بحث میں بہت سے رسالے اور کتابیں ہمارے زمانے کے علماء اہل حق نے شائع فرمادیئے ہیں اگر شوق ہو مطالعہ فرمایا جاوے لیکن ذہین آدمی اس اجمالی تقریر سے سب شبہات کا جواب سمجھ سکتا ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ۔ الخ اس آیت میں دو مسئلے ہیں ایک اہل دین سے دین کے بارہ میں مدد طلب کرنے کا جواز اور اس کا منافی توکل نہ ہونا کیونکہ وہ مدد طلب کرنا اس حیثیت سے ہوتا ہے کہ وہ نصرتِ الٰہیہ کے مظاہر ہیں اور دوسرا کہ اہل اللہ کے ساتھ کوئی معاملہ کرنا ایسا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کرنا چنانچہ انہوں نے مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ۔ کے جواب میں بجائے نَحْنُ اَنْصَارُكَ اِلَى اللّٰهِ کے یوں کہا: نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۱۲۔ قولہ تعالیٰ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ اس میں اس پر دلالت ہے کہ یہ بات ممکن ہے کہ ایک ہی امر حق تعالیٰ کے اعتبار سے حسن ہو اور بندوں کے اعتبار سے قبیح ہو۔ اور راز اس میں یہ ہے کہ بعض اشیاء میں بالذات قبح نہیں ہوتا بلکہ کسی مفسدہ کے سبب اور مصلحت کے خالی ہونے کے سبب ہوتا ہے تو وہ امر بندہ سے جو صادر ہوتا ہے ایسا ہی ہوتا ہے یعنی مقرون بالمفسدہ وخالی از مصلحت اس لئے قبیح ہوتا ہے اور حق تعالیٰ سے جو واقع ہوتا ہے اس میں حکمت ہوتی ہے اس لئے حسن ہوتا ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قولہ** کہلاتے تھے **ای قبل الایمان کما قال بعضهم لانهم کانوا یبیضون الثیاب او بعد الایمان کما قال بعضهم لصفاء قلوبهم ۱۲۔** ۲ **قولہ** ان حواریین سے **دلیله ما فی الصف کما قال عیسٰی ابن مریم للحواریین الخ ولا یشکل بقوله تعالٰی فیما بعد**

فآمنت طائفة من بنى اسرائيل وكفرت طائفة حيث يفهم مما ههنا كون غير الحواريين كلهم كافرين وبدل ما فى الصف على كون بعضهم بنى اسرائيل المؤمنين ايضا لان كون هذا البعض مؤمنا يمكن ان يكون بعد هذا القول بزمان فلا يتعارضان فافهم ۱۲۔ ۳؎ قوله فى ترجمة اتبعنا الرسول ان رسول اشارة الى العهد ۱۲۔ ۴؎ قوله تصديق بعلاقة الشهادة تصديق لقول المدعى ۱۲۔

اللُّغَاتُ: قال البيضاوى حوارى الرجل خالصة من الحور (كانه نسبة الى الحور وزيادة الالف من تغيرات النسب ۱۲ سع) وقيل كانوا ملوكا يلبسون البيض استنصر بهم عيسٰى عليه السلام من اليهود وقيل قصارون يحورون الثياب اى يبيضونها اه ۱۲۔ قوله مكر الله فى روح المعانى ونقل عن الامام ان المكر ايصال المكروه الى الغير على وجه يخفى فيه وانه يجوز صدوره عنه تعالٰى حقيقة وقال غير واحد انه عبارة عند التدبير المحكم وهو ليس بممتنع عليه تعالٰى ۱۲۔

اَلنَّحْوُ: قوله اذ قال فى روح المعانى ظرف لمكر او لمحذوف نحو وقع ذلك ولو قدر اذكر كما فى امثاله لم يبعد اه قلت واخترت الاولين فى الترجمة لاقتضاء المقام ذلك ومن لم جمعت بين الآيتين فى الترجمة ۱۲۔

البَلاغَة: قوله احس قال البيضاوى تحقق كفرهم عنده تحقق ما يدرك بالحواس اه اذ الكفر لا يحس قوله انصارى الى الله قيل بمعنى اللام كذا فى البيضاوى واخترته لقلة التكلف فى ترجمته وان كان الا بلغ كما فى روح المعانى ان يحمل على معنى من ينصرنى منتهيا نصره الى الله تعالٰى كما يقتضيه حرف الانتهاء دون تضمين كانه عليه السلام طلب منهم ان ينصروه لله تعالٰى لا لغرض آخر مدمجا ان نصرة الله تعالٰى فى نصرة رسوله وجوابهم شديد الطباق له اه قلت وعلى كل فنصرة الله ونصرة رسول و نصرة دينه كلها متحدة فى المعنى فانطبق الجواب على السوال على كل تقدير ۱۲۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۷﴾ ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ﴿۵۸﴾ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۵۹﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۟ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۱﴾

تفصیل (فیصلہ کی) یہ ہے کہ جو لوگ (ان اختلاف کرنے والوں میں) کافر تھے۔ سو ان کو سخت سزا دوں گا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور ان لوگوں کا کوئی حامی (طرفدار) نہ ہوگا اور جو لوگ مؤمن تھے اور انہوں نے نیک کام کئے تھے۔ سو ان کو اللہ تعالیٰ ان کے (ایمان اور نیک کاموں کے) ثواب دیں گے اور اللہ محبت نہیں رکھتے ظلم کرنے والوں سے یہ ہم کو پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں جو کہ (آپ کے) منجملہ دلائل (نبوت) کے ہے اور منجملہ حکمت آمیز مضامین کے ہیں۔ بیشک حالت عجیبہ (حضرت) عیسیٰ کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشابہ حالت عجیبہ (حضرت) آدم کے ہے کہ ان (کے قالب) کو مٹی سے بنایا۔ پھر ان کو حکم دیا کہ (جاندار) ہو جا بس وہ (جاندار) ہو گئے۔ یہ امر واقعی آپ کے پروردگار کی طرف سے (بتلایا گیا) سو آپ شبہ کرنے والوں میں سے نہ ہو جائیے۔ پس جو شخص آپ سے عیسیٰ علیہ السلام کے باب میں (اب بھی) حجت کرے آپ کے پاس علم (قطعی) آئے پیچھے تو آپ فرما دیجئے کہ آ جاؤ ہم (اور تم) بلا لیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو خود اپنے تنوں کو اور تمہارے تنوں کو پھر ہم (سب مل کر) خوب دل سے دعا کریں اس طور پر کہ اللہ کی لعنت بھیجیں ان پر جو (اس بحث میں) ناحق پر ہوں ۞

تفسیر ربط: اوپر کی آیت میں مذکور تھا کہ میں ان اختلاف کرنے والوں کے درمیان قیامت کے روز عملی فیصلہ کروں گا۔ آیت آئندہ میں اس فیصلہ کا بیان ہے۔

فیصلہ اہل حق و اہل باطل روزِ جزاء: فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا (الی قولہ تعالیٰ) وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ تفصیل[۱] (فیصلہ کی) یہ ہے کہ جو لوگ (ان اختلافات کرنے والوں میں) کافر تھے سو ان کو (ان کے کفر پر) سخت سزا دوں گا (مجموعہ دونوں جہان میں) دنیا میں بھی (کہ وہ تو ہو چکی) اور آخرت میں بھی (کہ وہ باقی رہی) اور ان لوگوں کا کوئی حامی (طرف دار) نہ ہوگا اور جو لوگ مومن تھے اور انہوں نے نیک کام کئے تھے سو ان کو اللہ تعالیٰ ان کے (ایمان اور نیک کاموں کے) ثواب دیں گے اور (کفار کو سزا ملنے کی وجہ یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ محبت نہیں رکھتے (ایسے[۲]) ظلم کرنے والوں سے (جو

خدا تعالیٰ یا پیغمبروں کے منکر ہوں یعنی چونکہ یہ ظلم عظیم ہے معافی کے قابل نہیں اس لئے مبغوض شدید ہو کر سزایاب ہو جاتا ہے) **ف**: اس آیت کے مضمون میں ایک خفیف سا اشکال ہے کہ قیامت کے فیصلہ کے بیان میں اس کے کہنے کے کیا معنی کہ میں دنیا و آخرت میں سزا دوں گا کیونکہ اس وقت تو سزائے دنیوی نہیں ہو گی۔ حل اس کا یہ ہے کہ اس کہنے کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی حاکم کسی مجرم کو یہ کہے کہ اس وقت تو ایک سال کی قید کرتا ہوں اگر جیل خانہ میں کوئی شرارت کی تو دو سال کی کر دوں گا فقط اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ دو سال آج کی تاریخ سے شروع ہوں گے پس اس بنا پر یہ یقینی ہے کہ شرارت کے بعد دو سال مراد نہیں بلکہ اس شرارت کے وقت اگر چہ کچھ مدت گزر چکی ہو مگر پھر بھی یہ کہا جاتا ہے کہ شرارت کے بعد دو سال کا حکم ہو جاوے گا حاصل یہ ہوتا ہے کہ شرارت پر اس مجموعہ کی تکمیل بطور انضمام ایک سال زائد کے مرتب ہو جاوے گی اسی طرح یہاں سمجھنا چاہئے کہ دنیا میں تو سزا ہو چکی اس کے ساتھ سزائے آخرت منضم ہو کر یہ مجموعہ قیامت کے روز مکمل کر دیا جاوے گا یعنی سزائے دنیا کفارہ نہ ہوگا سزائے آخرت کے لئے بخلاف اہل ایمان کے کہ اگر ان پر دنیا میں کوئی مصیبت وغیرہ آتی ہے تو گناہ معاف ہوتے ہیں اور آخرت کی عقوبت خفیف یا دفع ہو جاتی ہے اور اس کی وجہ کی طرف لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ میں اشارہ فرمایا گیا ہے یعنی اہل ایمان بسبب ایمان کے محبوب ہیں محبوب کے ساتھ ایسے معاملات ہوا کرتے ہیں اور اہل کفر بسبب کفر کے مبغوض ہیں مبغوض کے ساتھ ایسا معاملہ نہیں ہوتا اور کفار میں دو احتمال ہیں یا تو خاص کفار یعنی یہودی یا مطلق کفار جس میں اور فرقے بھی داخل ہو جاویں گے سب کی سزائے آخرت تو ظاہر ہے اور دنیوی سزا یہود کے لئے تو یہی کافی ہے جس کا اوپر ذکر ہے یعنی ہمیشہ مغلوب رہیں گے اور دیگر کفار کی سزا بھی مختلف اوقات میں ہوتی رہتی ہے کبھی مسلمانوں کے جزیہ گذار ہوتے ہیں کبھی ہلاک کئے جاتے ہیں کبھی دوسرے امراض ومصائب میں مبتلا ہوتے ہیں اور گو یہ واقعات اہل اسلام کو بھی پیش آتے ہیں مگر ان کے لئے وہ بطور سزائے مبغوضیت کے نہیں ہوتے بلکہ ان کے لئے رحمت اور کفارۂ سیئات ہوتا ہے فقط۔

ربط: یہ قصہ یہاں تک ختم ہو گیا آگے اس اخبار کا دلیل نبوت محمدیہ ہونا بوجہ خارق عادت ہونے کے بیان فرماتے ہیں جیسے اوپر آیت ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ۔ میں اس کی تقریر گزر چکی اور آگے بھی آتی ہے۔

استدلال بر نبوت محمدیہ بقصۂ مذکورہ: ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَیْكَ مِنَ الْاٰیٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِیْمِ۝ یہ (قصہ مذکورہ) ہم تم کو (بذریعہ وحی کے) پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں جو کہ (آپ کے) منجملہ دلائل (نبوت) کے ہے اور منجملہ حکمت آمیز مضامین کے ہے **ف**: یعنی فی نفسہ بھی مشتمل ہے علم وحکمت کی باتوں پر بوجہ اس کے کہ دال ہے قدرتِ الٰہیہ اور دیگر علوم پر اور آپ کے اعتبار سے بھی دلیل ہے صدقِ دعویٰ نبوت پر کیونکہ آپ کو یہ قصہ مثل دیگر قصص ماضیہ کے اور کسی ذریعہ سے دریافت نہیں ہوا پس ایسی حالت میں خبر دینا خارقِ عادت ہے جو کہ دلائل ثبوت نبوت سے ہے۔

ربط: بعد ختم قصہ کے آگے عود ہے محاجہ اہل کتاب کی طرف جیسے شروع سورت میں نصاریٰ پر نفی الوہیت عیسیٰ علیہ السلام پر دلائل قائم کئے تھے آگے بھی اسی مضمون کا بیان ہے چونکہ منجملہ شبہات نصاریٰ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بے باپ پیدا ہونا تھا جس سے ان کو آپ کی الوہیت یا ابن اللہ ہونے کا شبہ ہو گیا اس لئے اس استدلال کا ناکافی ہونا بتلاتے ہیں۔

جواب استدلال نصاریٰ بولادتِ عیسیٰ علیہ السلام بے پدر: اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ۝ بیشک حالت عجیبہ (حضرت) عیسیٰ (علیہ السلام) کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک (یعنی ان کی تجویز ازلی میں) مشابہ حالت عجیبہ (حضرت) آدم (علیہ السلام) کے ہے کہ ان (آدم علیہ السلام) کو یعنی ان کے قالب کو (مٹی سے بنایا پھر ان (کے قالب) کو حکم دیا کہ (جاندار) ہو جا بس وہ (جاندار) ہو گئے۔ **ف**: حاصل تقریر کا یہ ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بے باپ پیدا ہونا قدرتِ الٰہیہ سے کوئی بعید نہیں چنانچہ ان کے قبل حضرت آدم علیہ السلام بے باپ اور بے ماں کے محض مٹی ہی سے پیدا ہو چکے ہیں پس بے باپ کے پیدا ہونے میں دونوں شریک ہیں اور بے ماں کے پیدا ہونے میں مشبہ بہ زیادہ عجیب ہیں کیونکہ آدمی کا صرف ماں کے خون سے بننا اتنا عجیب نہیں جتنا مٹی سے بننا زیادہ عجیب ہے پھر جب آدم علیہ السلام کی عدم الوہیت سب کے نزدیک مسلم ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کا شبہ اس بنا پر کیسے ہو سکتا ہے۔ اور تجویز ازلی کا مطلب یہ ہے کہ پیدا کرنے کے قبل علم الٰہی میں یوں ہی مقدر تھا کہ ان حضرات کی پیدائش اس کیفیت سے ہوگی۔

ربط: آگے مضمون مذکور کے حق ہونے کو مؤکد فرماتے ہیں۔

تاکید مضمون مذکور: اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ۝ یہ امر واقعی (جو اوپر مذکور ہوا) آپ کے پروردگار کی طرف سے (بتلایا گیا) ہے سو آپ شبہ کرنے والوں میں سے نہ ہو جایئے۔

ف: اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نعوذ باللہ آپ میں احتمال شبہ کرنے کا تھا اصل یہ ہے کہ مطمح فائدہ کبھی خصوصیت مخاطب کی ہوتی ہے کہ تم ایسا کام نہ کرنا جب کہ احتمال ہو اس کام کے کرنے کا اور کبھی اس سے قطع نظر کر کے نفس مضمون کا مؤکد اور مہتم بالشان ہونا مقصود ہوتا ہے جیسے کوئی بادشاہ اپنے وفادار وزیر سے کہیں

جانے کے وقت اپنے پرانے احکام و معمولات کی جن کو ایسے موقع پر پہلے سے بھی وہ وزیر برتتا آیا ہے تاکید کرے گو یہ بھی اطمینان ہو کہ یہ بے تاکید کے بھی حسب معمول عمل کرے گا وہاں یہی مقصود ہوتا ہے۔ پس آیت میں یہی امر ثانی مراد ہے خوب سمجھ لو۔

ربط : اوپر کی تقریر تو طالبانِ حق کی تفہیم کے لئے تھی آگے معاندین کے ساکت کرنے کا طریقہ بتلاتے ہیں۔

طریق اسکات معاندین: فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ (الی قولہ تعالی) فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ۝ پس جو شخص آپ سے عیسیٰ علیہ السلام کے باب میں (اب بھی) حجت کرے آپ کے پاس علم (واقعی) آئے پیچھے تو آپ (جواب میں یوں) فرما دیجئے کہ (اچھا اگر دلیل سے نہیں مانتے تو پھر) آجاؤ ہم (اور تم) بلا (کر جمع کر) لیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور خود اپنے تنوں کو اور تمہارے تنوں کو پھر ہم (سب مل کر) خوب دل سے دعا کریں اس طور پر کہ اللہ کی لعنت بھیجیں ان پر جو (اس بحث میں) ناحق پر ہوں **ف** : مطلب یہ کہ دلیل سے گفتگو ختم نہ ہو تو یوں کرلو کہ سب مل کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ جو اس امر میں باطل پر ہو اس پر خدا تعالیٰ کی طرف سے وبال اور ہلاکت پڑے کیونکہ لعنت کے معنی رحمت حق سے بعید ہو جانا اور رحمت سے بعید ہونا قہر سے قریب ہونا ہے پس حاصل معنی اس کا یہ ہوا کہ جھوٹے پر قہر نازل ہو سو جو شخص جھوٹا ہوگا وہ اس کا خمیازہ بھگتے گا اس وقت پوری تعیین صادق کاذب کی اہل عناد کے نزدیک بھی واضح ہو جاوے گی اس طور پر بددعا کرنے کو مباہلہ کہتے ہیں اور اس میں اصل خود مباحثہ کرنے والوں کا جمع ہو کر بمضمون مذکور بددعا کرنا ہے اپنے اعزہ واقارب کو جمع کرنے کی ضرورت نہیں لیکن اس سے اور اہتمام بڑھ جاتا ہے۔ کیونکہ ایسے لوگوں کے ضرر یا ہلاکت سے خود طبعاً انسان کو رنج ہوتا ہے پاس اس مضمون سے کہ جو ہم میں جھوٹا ہو اس کے یہ لوگ بھی ہلاک ہو جاویں اور مصیبت میں مبتلا ہوں اپنے دعویٰ کی راستی کا اور زیادہ کامل یقین ہونا ثابت ہوتا ہے یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے رہنے والے نصاریٰ کو دعوتِ اسلام کا فرمان لکھا تھا اور اس کا خلاصہ مضمون تین امروں میں ترتیب تھی یا اسلام یا جزیہ یا قتال انہوں نے باہم مشورہ کر کے شرحبیل اور عبداللہ بن شرحبیل اور حیار بن قفص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا ان لوگوں سے آپ کی مذہبی گفتگو ہوئی یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقدمہ میں کلام کی نوبت پہنچی اس وقت یہ آیت نازل ہوئی آپ نے ان کو اس مضمون کی خبر دی خود مع حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا وحضرت علی رضی اللہ عنہ وامام حسن رضی اللہ عنہ وامام حسین رضی اللہ عنہ کے تشریف لا کر مباہلہ کے لئے مستعد ہوئے شرحبیل نے یہ دیکھ کر اپنے دونوں ہمراہیوں سے کہا کہ تم کو ان کا نبی ہونا معلوم ہے نبی سے مباہلہ کر کے فلاح نہیں ہو سکتی ہم سب بلاشبہ ہلاک ہو جاویں گے۔ ان دونوں نے کہا جیسی رائے ہو شرحبیل بولا کہ رائے یہی ہے کہ ان ہی کی رائے کے موافق ان سے صلح کرلو چنانچہ آپ سے عرض کیا گیا آپ نے ان پر جزیہ مقرر فرما دیا اور انہوں نے منظور کیا۔ **اوردہ فی روح المعانی عن دلائل البیھقی الا مجیء علی والجزم بالنبوۃ فانہ عن دلائل ابی نعیم۔** اور صحیحین میں اور دو شخصوں کا آنا مذکور ہے عاقب اور سید ممکن ہے کہ سب ہوں۔

ف : آیت میں اپنے تن سے مراد تو خود اہل مباحثہ ہیں اور نساء سے خاص زوجہ مراد نہیں بلکہ اپنے گھر کی جو عورتیں ہوں جس میں دختر بھی داخل ہے چنانچہ آپ بوجہ اس کے کہ حضرت فاطمہ سب اولاد میں زیادہ عزیز تھیں ان کو لائے اسی طرح ابناء نا سے خاص صلبی اولاد مراد نہیں بلکہ عام ہے اولاد کی اولاد کو بھی اور جو مجازاً اولاد کہلاتے ہوں یعنی عرفاً مثل اولاد کے سمجھے جاتے ہوں اس مفہوم میں نواسے اور داماد بھی داخل ہیں چنانچہ آپ حضرت حسنین اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو لائے۔ پس بعض شیعہ کا اس سے یہ سمجھنا کہ حضرت علی نسائنا میں تو یقیناً داخل نہیں کیونکہ داماد بیٹا نہیں ہوتا۔ پس انفسنا میں داخل ہوں گے تو عین رسول ہوئے اس لئے خلافت بلافصل کے مستحق ہوئے انتہیٰ بالکل بناء الفاسد علی الفاسد ہے، اول تو ہم نے ان کا ابناء میں داخل ہونا صحیح ثابت کر دیا دوسرے اگر انفسنا میں بھی داخل مان لیا جاوے تو محاورہ میں اپنے متعلقین پر گو وہ تعلق کسی درجہ کا ہو انفسنا کا اطلاق صحیح ہے خود قرآن میں تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ آیا ہے اور مراد تقتلون قومکم ہے۔

ف : ردالمحتار باب الرجعۃ بحث حلالہ میں بحر سے بحوالہ غایۃ البیان کے نقل کیا ہے کہ مباہلہ اب بھی حاجت کے وقت جائز اور مشروع ہے میں کہتا ہوں کہ لعان کا مشروع ہونا مشروعیت مباہلہ کی کافی دلیل ہے **واخرج عبد بن حمید عن قیس بن سعد ان ابن عباسؓ کان بینہ وبین آخر شئی فدعاہ الی المباھلۃ وقرأ الآیۃ ورفع یدیہ فاستقبل الرکن وکأنہ یشیر بذٰلک رضی اللہ عنہ الی کیفیۃ المباھلۃ وان الا یدی ترفع فیہ وفیما اخرجہ الحاکم تصریح بذٰلک وانھا ترفع حذ والمناکب کذا فی الروح۔** اور ردالمحتار باب اللعان بحث صفۃ اللعان میں جواز کے لئے یہ شرط بھی لگائی ہے کہ مباہلہ کرنے والا صادق ہو میں کہتا ہوں کہ صدق سے مراد صدق قطعی ہے ظنی نہیں تو مسائل اختلافیہ ظنیہ میں ناجائز ہوگا۔ اور مباہلہ کا انجام کہیں تصریحاً تو نظر سے نہیں گزرا مگر حدیث میں قصہ مذکورہ کے متعلق اتنا مذکور ہے کہ اگر وہ لوگ مباہلہ کر لیتے تو ان کے اہل اور اموال سب ہلاک ہو جاتے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ جل جاتے اوردہ فی الجلالین بروایۃ احمد عن ابن عباسؓ اس سے قیاساً یہ معلوم ہوتا ہے کہ اب بھی اس کا اثر یہی ہلاکت یا ضرر عظیم وصریح ہو لیکن لحوقِ ضرر میں

توقف کرنا یا ظہور نہ ہونا موجب اشتباہ نہ ہونا چاہئے کیونکہ تعیین حق و باطل کے لئے دلائل شرعیہ بس ہیں مباہلہ پر موقوف نہیں زیادہ غرض اس کی نزاع لسانی کا ختم کرنا ہے واللہ اعلم۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله تفصیل افاد هذا مفهوم الفاء واما قوله مجموعه فصله فی الفائدة وماخذه الذوق والحمدلله وتأيد بالوجه الرابع من الوجوه المذكورة فی روح المعانی ۱۲۔ ۲ قوله ایسے اشارة الی کون الظالمين بالمعنى الخاص وهو الظلم العظيم المذكور فی القرآن بمعنی الشرك والكفر وان اريد العهد بارادة اليهود كفى كلمة (ایسے) ايضاً ۱۲۔ ۳ قوله مجملہ هو ترجمة من كرره للعطف ۱۲۔ ۴ قوله یہ امر واقعی اشارة الی ان اللام للعهد ۱۲۔ ۵ قوله فی ترجمة ندع اور تم مبناه کون الصيغة للمتكلم مع الغير ۱۲۔ ۶ قوله فی ترجمة فنجعل اس طور پر کہ مبناه ما فی روح المعانی انه معطوف على نبتهل مفسر للمراد منه ۱۲۔ ۷ قوله فی ف جمع کرنے کی الخ ماخذه روح المعانی ۱۲۔

الروایات: اورد فی لباب النقول عن ابن ابی حاتم من طريق العوفی عن ابن عباسؓ وايضا عن البيهقی من طريق سلمة بن عبد يوشع عن ابيه عن جده وايضا عن طبقات ابن سعد عن الازرق بن قيس روايات متقاربة فی نزول قوله تعالىٰ ان مثل عيسىٰ عند الله الى قوله وان الله لهو العزيز الحكيم ولما ذكرت ملخصها فی المتن لم اعدها فی الحواشی ۱۲۔

اللغات: فی القاموس الابتهال الاجتهاد فی الدعاء واخلاصه اه وفيه البهل المال القليل واللعن اه قلت واتم منه ما فی المدارك البهلة بالفتح والضم اللغة واصل الابتهال هذا ثم يستعمل فی كل دعاء يجتهد فيه وان لم يكن التعانا اه ۱۲۔

النحو: ذلك مبتدأ ونتلوه خبره ومن الأيٰت حال من الضمير المنصوب كذا فی روح المعانی قلت واشرت الى كونه حالاً بقولی جو کہ قوله خلقه قال البيضاوی جملة مفسرة للتمثيل مبنية لما له الشبه ۱۲۔

البلاغۃ: قوله فاعذبهم بالتكلم ويوفيهم بالغيبة فی روح المعانی للايذان بان توفية الاجر مما لا يقتضى لها نصب نفس لانها من آثار الرحمة الواسعة ولا كذلك العذاب اه ۱۲۔ قوله ذلك نتلوه الايتان بما يدل على البعد للاشارة الى عظم شان المشار اليه وبعد منزلته فی الشرف والمراد تلوناه الا انه عبر بالمضارع استحضارا للصورة الحاصلة اعتناء بها كذا فی روح المعانی قوله الحكيم۔ فی الكشاف الذكر الحكيم القرآن وصف بصفة من هو من سببه او كانه ينطق بالحكمة لكثرة حكمه اه قوله فيكون قال البيضاوی وحكاية حال ماضية۔ فی روح المعانی التعبير فی المضارع مع ان المقام مقام الماضی لتصوير ذلك الامر الكامل بصورة المشاهد الذی يقع الآن ايذانا بانه من الامور المستغربة العجيبة الشان وجوز ان يكون التعبير بذلك لما ان الكون مستقبل بالنظر الى ما قبله ۱۲۔ قوله نساءنا المراد الجنس فلا يشكل بكون فاطمةؓ واحدة ۱۲۔

إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٦٢﴾ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ ﴿٦٣﴾ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴿٦٤﴾ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُحَاجُّونَ فِي إِبْرَاهِيمَ وَمَا أُنْزِلَتِ التَّوْرَاةُ وَالْإِنْجِيلُ إِلَّا مِنْ بَعْدِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٦٥﴾ هَا أَنْتُمْ هَٰؤُلَاءِ حَاجَجْتُمْ فِيمَا لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَاجُّونَ فِيمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٦٦﴾

بے شک یہ (جو کچھ) مذکور (ہوا) وہی ہے سچی بات اور کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں بجز اللہ تعالیٰ کے اور بلا شک اللہ تعالیٰ ہی غلبہ والے ہیں حکمت والے ہیں پھر (بھی) اگر سرتابی کریں تو بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے ہیں فساد والوں کو۔ آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب آ ؤ ایک ایسی بات کی طرف جو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان (مسلم ہونے میں) برابر ہے یہ کہ بجز اللہ تعالیٰ کے ہم کسی اور کی عبادت نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو رب نہ قرار

دے خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر پھر اگر وہ لوگ (حق سے) اعراض کریں تو تم لوگ کہہ دو کہ تم (ہمارے) اس (اقرار) کے گواہ رہو کہ ہم تو ماننے والے ہیں۔ اے اہل کتاب کیوں حجت کرتے ہو ابراہیم کے بارے میں حالانکہ نہیں نازل کی گئی توراۃ اور انجیل مگر انکے (زمانہ کے) بہت بعد۔ کیا پھر سمجھتے نہیں ہو ہاں تم ایسے ہو کہ ایسے بات میں تو حجت کر ہی چکے تھے جس سے تم کو کسی قدر تو واقفیت تھی سو ایسی بات میں کیوں حجت کرتے ہو جس سے تم کو اصلاً واقفیت نہیں اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے ۞

تفسیر: ربط: اوپر عیسیٰ علیہ السلام کے بے باپ ہونے سے ان کی الوہیت پر استدلال کرنے کا ابطال اور جواب پورا ہوگیا۔ آگے اہتمام کے لئے اس مضمون کا حق ہونا اور نتیجہ کے طور پر حق تعالیٰ کا الٰہ واحد ہونا بیان فرماتے ہیں۔

تاکید حقیقت مضمون مذکور و اثبات توحید: اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ بے شک یہ (جو کچھ) مذکور (ہوا) وہی ہے سچی بات اور کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں بجز اللہ تعالیٰ کے (یہ توحید ذاتی ہوئی) اور بلا شک اللہ تعالیٰ ہی غلبہ والے حکمت والے ہیں (یہ توحید صفاتی ہوئی)۔

ربط: آگے فساد و عناد والوں سے جو کہ اتنی حجتوں کے بعد بھی نہ مانیں گفتگو کرنے سے باز رکھتے ہیں اور ان کا معاملہ اپنے حوالہ ہونا بتلاتے ہیں۔

انجام اہل فساد: فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ ۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ پھر (ان سب حجتوں کے بعد بھی) اگر (حق قبول کرنے سے) سرتابی کریں تو (آپ ان کا معاملہ حوالہ بخدا کیجئے کیونکہ) بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے ہیں فساد والوں کو)۔

ربط: اوپر تو اہل کتاب سے محاجہ تھا جس کو باحسن وجوہ ختم کر دیا گیا۔ آگے ملاطفت کے ساتھ ان کو پھر دعوت الی الحق کی جاتی ہے اور اوپر روئے سخن زیادہ نصاریٰ کی طرف تھا اور آگے بوجہ عموم الفاظ یہود و نصاریٰ دونوں کی طرف عام ہے۔

دعوت اہل کتاب بلطف: قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ (الی قولہ تعالی) فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان (مسلم ہونے میں) برابر ہے (وہ) یہ (ہے) کہ بجز اللہ تعالیٰ کے ہم کسی اور کی عبادت نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو رب نہ قرار دے خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر پھر اگر (اسکے بعد بھی) وہ لوگ (حق سے) اعراض کریں تو تم (مسلمان) لوگ کہہ دو کہ تم (ہمارے) اس (اقرار) کے گواہ رہو کہ ہم تو (اس بات کے) ماننے والے ہیں (اگر تم نہ مانو تم جانو)

ف: اس مضمون کو مسلم اس لئے کہا گیا کہ سب شرائع میں اس کی تعلیم ہوئی ہے اور اجمالاً اور کلیاً اہل کتاب بھی اس کو مانتے ہیں کہ توحید فرض ہے اور شرک کفر ہے اور کسی مخلوق کو رب قرار دینا شرک ہے لیکن باوجود اس کے وہ لوگ شرک میں اس لئے مبتلا تھے کہ وہ اس کو شرک اور خلاف توحید نہ سمجھتے تھے پس اس تقریر میں لطف یہ ہوا کہ ان کو کلیاتِ مسلمہ یاد دلانے کے بعد جزئیات مختلف فیہا کا ان کلیات میں داخل ہونے کا اثبات سہل رہ گیا اور وجہ ان کے مشرک ہونے کی یہ تھی کہ وہ لوگ بعض صفات خاصہ حق تعالیٰ کو جیسے الوہیت ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا حضرت عزیر علیہ السلام کے لئے ثابت کرتے تھے جس کو آیت میں عبادت غیر اللہ کہا گیا اسی طرح مطاع علی الاطلاق ہونے کو جو کہ خواصِ باری تعالیٰ سے ہے اپنے احبار اور رہبان کے لئے مانتے تھے جس کو آیت میں ربوبیت من دون اللہ فرمایا گیا کیونکہ ان کی تحلیل و تحریم کو گو کہ وہ نصوصِ قطعیہ محکمہ معمولہ بالاجماع کے بھی خلاف ہو حجت واجب العمل سمجھتے تھے اور حقیقت شرک کی یہی ہے کہ خواص واجب کو ممکن کے لئے ثابت مانا جاوے لیکن ان کو اشتباہ اس سے ہوگیا تھا کہ وہ بالذات اور بالعرض کا فرق کرتے تھے حالانکہ یہ فرق صفاتِ غیر مختصہ میں صحیح اور صفاتِ مختصہ میں غیر صحیح اور غیر دافع شرک ہے۔ اور یہ جو فرمایا کہ خدا کو چھوڑ کر اول تو اس وجہ سے کہ احبار و رہبان کی ایسی اطاعت میں خدا تعالیٰ کے احکام متروک ہو ہی جاتے تھے دوسرے اس لئے کہ مراد یہ ہے کہ خدا کی توحید کو چھوڑ کر اور ظاہر ہے کہ شرک کے ساتھ توحید چھوٹ ہی جاتی ہے اور چونکہ ظاہر میں مشرک خدا اور غیر خدا دونوں کو مانتا ہے اس لئے بعض جگہ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً فرما دیا۔ اور یہ کہنے کو جو فرمایا کہ تم گواہ رہو اس میں تعلیم ہے کہ جب وضوح کے بعد بھی کوئی حق کو نہ مانے تو اتمام حجت کے لئے اپنا مسلک ظاہر کر کے کلام ختم کر دینا چاہئے۔

تنبیہ: اس آیت سے ایسی تقلید کا ابطال ہوتا ہے جیسی اہل کتاب کرتے تھے جس کا ابھی بیان ہوا اور جو تقلید جمہور اہل اسلام میں اب شائع ہے وہ مشروع ہے اور اس آیت کے مضمون میں داخل نہیں جس کا محل مسائل ظنیہ محتملۃ الطرفین ہیں جب تک کہ نص قطعی محکم مجمع علیہ یا اجماع کے خلاف ہونا ثابت نہ ہو ورنہ نص و اجماع کو مقدم رکھا جاتا ہے۔

ربط: اوپر کے محاجہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق گفتگو تھی کہ نصاریٰ ان کے خوارق سے ان کی الوہیت کا اثبات کرتے تھے اس کو بدلائل باطل کر دیا کہ گو خوارق حق ہیں مگر یہ دلیل الوہیت کی نہیں ہوسکتی آگے محاجہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق گفتگو ہے جس کا سبب یہ ہوا کہ ایک بار نصاریٰ نجران کے اور کچھ علماء یہود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جمع ہوگئے اور ہر فریق حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے طریق پر بتلانے لگا اور وہ فی لباب النقول عن

ابن اسحاق وعن البیہقی بروایۃ ابن عباسؓ جس سے مقصود اپنے اپنے طریق کی حقانیت وبقائے مشروعیت ثابت کرنا تھا اور ان کے اس مقصود باطل سے رسالت محمدیہ میں قدح لازم آتا تھا کیونکہ آپ کی شریعت دوسرے طرق کو منسوخ بتلا رہی ہے اور ناسخ ومنسوخ مشروعیت میں مجتمع نہیں ہو سکتے اس لئے حق تعالیٰ ان کے قول کو باطل فرماتے ہیں اور گو بفرضِ تقدیر مطابقت ملت ابراہیمی ویہودیت ونصرانیت بھی بوجہ تاخر شریعت محمدیہؐ ناسخ کے بقاء مشروعیت یہودیت ونصرانیت لازم نہیں لیکن چونکہ خود دعویٰ مطابقت ہی غلط تھا اس لئے سرے سے اسی کی تغلیط فرمائی پس اس تقریر پر محاجہ سابقہ میں احقاق ہے مسئلہ توحید کا اور اس محاجہ میں احقاق ہے مسئلہ رسالت کا۔

ردِ دعویٰ اہل کتاب در باب ملتِ ابراہیم علیہ السلام: يَٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ لِمَ تُحَآجُّونَ فِيٓ إِبۡرَٰهِيمَ (الی قولہ تعالی) وَٱللَّهُ يَعۡلَمُ وَأَنتُمۡ لَا تَعۡلَمُونَ ۝٦٦

ملحقاتُ الترجمۃ: ① **قولہ** آپ ان کا معاملہ الخ **اشارة الی کون الجزاء محذوفا ای فاعرض عنهم وکل امرهم الی الله والمذکور هو علة المحذوف ۱۲۔** ② **قولہ** تم نہ مانو تم جانو **حملا لقوله اشهدوا علی معنی الاعراض ویتاید بما فی البیضاوی من قوله اعرض عن ذلك وقال اشهدوا بانا مسلمون اه وحمل غیری علی الوجوه الأخر ۱۲۔**

الروایات: **فی روح المعانی (قل یآهل الکتب الآیة) نزلت فی وفد نصاریٰ نجران قال السدی والحسن وابن زید ومحمد بن جعفر بن الزبیر وروی عن قتادة والربیع وابن جریج انها نزلت فی یهود المدینة و ذهب ابو علی الجبائی انها نزلت فی الفریقین من اهل الکتاب واستظهره بعض المحققین لعمومه وروی الترمذی وحسنه انه لما نزلت اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله قال عدی بن حاتم ما کنا یعبدهم یارسول الله صلی الله علیه وسلم قال الیس کانوا یحلون لکم ویحرمون افتأخذون بقولهم قال نعم قال هو ذاك ۱۲۔ مر فی وجه الربط فانظر ۱۲۔**

اللغات: **قوله القصص فی روح المعانی القصص هو الخبر ای ان هذا هو الحق لا ما یدعیه النصاریٰ من کون المسیح علیه السلام آلها وابن الله تعالوا هلموا سواء مصدر بمعنی مستویة لا اختلاف فیها بکل الشرائع ۱۲۔**

النحو: **قوله افلا تعقلون الهمزة داخلة علی مقدر ای اتدعون للحال فلا تعقلون وراعیت معناه فی الترجمة واخذت کونه محالا خلاف العقل من البیضاوی۔ قوله هانتم هؤلاء فی البیضاوی هآ حرف تنبیه وانتم مبتدأ وهؤلاء خبره وحاججتم جملة اخری مبنیة للاولی اه قلت وراعیت کل هذا فی الترجمة ۱۲۔**

مَا كَانَ إِبۡرَٰهِيمُ يَهُودِيّٗا وَلَا نَصۡرَانِيّٗا وَلَٰكِن كَانَ حَنِيفٗا مُّسۡلِمٗا وَمَا كَانَ مِنَ ٱلۡمُشۡرِكِينَ ۝٦٧ إِنَّ أَوۡلَى ٱلنَّاسِ بِإِبۡرَٰهِيمَ لَلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُ وَهَٰذَا ٱلنَّبِيُّ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْۗ وَٱللَّهُ وَلِيُّ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ ۝٦٨ وَدَّت طَّآئِفَةٞ مِّنۡ أَهۡلِ ٱلۡكِتَٰبِ لَوۡ يُضِلُّونَكُمۡ وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّآ أَنفُسَهُمۡ وَمَا يَشۡعُرُونَ ۝٦٩ يَٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ لِمَ تَكۡفُرُونَ بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ وَأَنتُمۡ تَشۡهَدُونَ ۝٧٠ يَٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ لِمَ تَلۡبِسُونَ ٱلۡحَقَّ بِٱلۡبَٰطِلِ وَتَكۡتُمُونَ ٱلۡحَقَّ وَأَنتُمۡ تَعۡلَمُونَ ۝٧١

ع ۷ / ۸ / ۱۵

ابراہیم (علیہ السلام) نہ تو یہودی تھے اور نہ نصرانی تھے (البتہ) طریق مستقیم والے (یعنی) صاحب اسلام تھے مشرکین اور میں سے (بھی) نہ تھے۔ بلاشبہ سب آدمیوں میں زیادہ خصوصیت رکھنے والے (حضرت) ابراہیم کے ساتھ البتہ وہ لوگ تھے جنہوں نے ان کا اتباع کیا تھا اور یہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اور یہ ایمان والے اور اللہ تعالیٰ حامی ہیں ایمان والوں کے۔ دل سے چاہتے ہیں لوگ اہل کتاب میں سے اس امر کو کہ تم کو (دین حق سے) گمراہ کر دیں اور وہ کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے مگر خود اپنے آپ کو اور اس کی اطلاع نہیں رکھتے اے اہل کتاب کیوں کفر کرتے ہو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ حالانکہ تم اقرار کرتے ہو۔ اے اہل کتاب کیوں مخلوط کرتے ہو واقعی (مضمون یعنی نبوت محمدیہ) کو غیر واقعی سے اور چھپاتے ہو واقعی بات کو حالانکہ تم جانتے ہو۝

تفسیر: مَا كَانَ إِبۡرَٰهِيمُ يَهُودِيّٗا وَلَا نَصۡرَانِيّٗا وَلَٰكِن كَانَ حَنِيفٗا مُّسۡلِمٗا (الی قولہ تعالی) وَهَٰذَا ٱلنَّبِيُّ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْۗ وَٱللَّهُ وَلِيُّ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ ۝٦٨ اے اہل کتاب کیوں حجت کرتے ہو (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کے بارہ میں (کہ وہ طریق یہودیت پر تھے یا نصرانیت پر تھے) حالانکہ نہیں نازل کی گئی توراۃ اور انجیل مگر ان کے (زمانہ کے بہت) بعد (اور یہ دونوں طریق ان دونوں کتابوں کے نزول کے بعد سے ظاہر ہوئے پہلے سے ان کا وجود ہی نہ تھا۔ پھر حضرت ابراہیم ان طریقوں پر کس طرح ہو سکتے ہیں) کیا (ایسی خلاف عقل بات منہ سے نکالتے ہو اور) پھر سمجھتے نہیں ہو ہاں تم ایسے

ہو کہ ایسی بات میں تو حجت کر ہی چکے تھے جس سے تم کو کسی قدر تو واقفیت تھی (گو اس میں ایک غلط مقدمہ لگا کر نتیجہ غلط نکالتے تھے مراد اس سے خوارق ہیں عیسیٰ علیہ السلام کے کہ یہ مطابق واقع کے ہے البتہ اس میں یہ مقدمہ غلط ملا لیا گیا کہ ایسے خوارق والا الٰہ یا ابن الالٰہ ہوگا لیکن ایک مقدمہ منشاء اشتباہ تو تھا اس لئے اس کو ناکافی واقفیت کہیں گے جب اسی میں تمہاری غلطی ظاہر ہوگئی) سو ایسی بات میں (پھرؔ) کیوں حجت کرتے ہو جس سے تم کو اصلاً واقفیت نہیں (کیونکہ اس دعویٰ کے لئے تو کوئی منشاء اشتباہ کا بھی تمہارے پاس نہیں کیونکہ ان کے اور ابراہیم علیہ السلام کے فروع شریعت میں موافقت بھی نہ تھی) اور اللہ تعالیٰ (ابراہیم علیہ السلام کے طریق کو خوب) جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے (جب تو ایسے بے سروپا دعویٰ کرتے ہو جس سے علم بھی مثل عدم علم کے سمجھا جاتا ہے تو اب اللہ تعالیٰ سے ان کا طریق سنو کہ) ابراہیم علیہ السلام نہ تو یہودی تھے اور نہ نصرانی تھے لیکن (البتہ) طریق مستقیم والے (یعنی) صاحب اسلام تھے اور مشرکین میں سے (بھی) نہ تھے (سو یہود و نصاریٰ کو تو مذہبی طریق کے اعتبار سے ان کے ساتھ کوئی مناسبت نہ ہوئی ہاں) بلا شبہ سب آدمیوں میں زیادہ خصوصیت رکھنے والے (حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے ساتھ البتہ وہ لوگ تھے جنہوں نے (ان کے وقت میں) ان کا اتباع کیا تھا اور یہ نبی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اور یہ ایمان والے (جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں) اور اللہ تعالیٰ حامی ہیں ایمان والوں کے (کہ ان کو ان کے ایمان کا ثواب دینگے) **ف**: اگر ان یہود و نصاریٰ کا یہ دعویٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبت بلا تاویل تھا خواہ براہ جہل یا براہ عناد تب تو رد ظاہر ہے اور ان کی غلطی بدیہی اور اگر اس تاویل سے تھا کہ ان کا جو طریق تھا وہی ہماری شریعت میں مقرر ہوا تو حاصل تقریر رد کا یہ ہے کہ موافقت فی الفروع نہ ہونا تو ظاہر ہے اور اگر موافقت فی الاصول مراد ہے تو یہودیت کی حقیقت اصول مع الفروع المخصوصہ ہے اسی طرح نصرانیت کی بھی اور یہ مجموعہ عہد ابراہیمی میں متحقق نہ تھا اس لئے یہ دعویٰ بالمعنی المتبادر غلط ہوا اور اگر جدید اصطلاح مقرر کی جاوے تو اول تو الفاظ شرعیہ کو معانی لغویہ پر محمول کرنا غلط دوسرے ایہام باطل کی وجہ سے منہی عنہ اور موہم غلط اس تقدیر پر غلطی نظری ہوگی۔ رہا یہ اشکال کہ اسی طرح اسلام بھی متاخر ہے زمانہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پھر وہ صاحب اسلام کیسے ہوئے۔ اس کا جواب سورۂ بقرہ آیت: اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ کی تفسیر میں جو پارہ الم کے آخر رکوع میں ہے مفصل گزر چکا ہے اور یہاں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کی زیادہ خصوصیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ثابت کی گئی وجہ اس کی مطابقت فی الاصول وکثیر من الفروع ہے چنانچہ یہ مضمون بھی سورۂ بقرہ کے مقام مذکورہ آیت: وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا کی تفسیر میں گزر چکا ہے وہیں یہ اشکال بھی رفع کر دیا گیا ہے کہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استقلال نبوت میں قدح نہیں پڑتا اور اس سے یہ بھی مفہوم ہو جاوے گا کہ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ کی خصوصیت بطور امت ہونے کے ہے اور مابعد کی بطور موافقت کے اور جملہ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ کی تقریر بھی اسی جگہ گزر چکی ہے دیکھ لیا جاوے پس گویا یہ اخیر کا مضمون تتمہ ہے جواب محاجہ کا کہ موافقت طریق ابراہیمی کا دعویٰ یہود و نصاریٰ نہیں کر سکتے البتہ امت محمدیہ کو زیبا ہے۔

ربط: اوپر کی آیتوں میں اہل کتاب کے ضلال یعنی گمراہی کا بیان تھا کہ اس درجہ گمراہ ہو گئے ہیں کہ باوجود ایسی حجتوں کے الزام و اتمام کے حق کو قبول نہیں کرتے آگے ان کے اضلال کا ذکر فرماتے ہیں یعنی خود تو گمراہ تھے ہی مزید برآں یہ ہے کہ اوروں کے بھی گمراہ کرنے کی فکر میں ہیں۔

بیان اضلال اہل کتاب: وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ (الی قولہ تعالی) وَمَا يَشْعُرُوْنَ دل سے چاہتے ہیں بعضے لوگ اہل کتاب میں سے اس امر کو کہ تم کو (دین حق سے) گمراہ کر دیں اور وہ کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے مگر خود اپنے آپ کو (وبال اضلال میں گرفتار کر رہے ہیں) اور اس کی اطلاع نہیں رکھتے۔ **ف**: اگر مخاطب ضمیر خطاب يُضِلُّوْنَكُمْ کے خاص صحابہ ہیں تب تو یہ فرمانا کہ کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے بالکل ظاہر ہے کیونکہ یہاں بھی مراد یہی ہوگی کہ تم میں سے کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے سو بفضلہ تعالیٰ ان خاص حضرات میں سے کسی کو گمراہ نہ کر سکے اور اگر مراد مطلق اہل اسلام ہیں تو اس فرمانے کے یہ معنی ہونگے کہ یہ امر ان کے اختیار و قدرت سے خارج ہے اور یوں خود ہی کوئی گمراہ ہو جاوے تو اور بات ہے مَا يُضِلُّوْنَ بالمعنی المذکور کے منافی نہیں۔ اور یہ جو فرمایا کہ اس کی اطلاع نہیں رکھتے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس طرف التفات نہیں کرتے ورنہ ان میں جو علماء تھے وہ چونکہ اسلام کی حقانیت کا علم رکھتے تھے جیسا آگے ہی تَشْهَدُوْنَ وَ تَعْلَمُوْنَ سے مفہوم ہوتا ہے اس لئے اضلال کے وبال سے بھی آگاہ تھے اور اگر طائفہ سے جہلا مراد ہوں تو يَشْعُرُوْنَ میں کوئی اشکال نہیں۔

ربط: آگے ان کے ضلال و اضلال پر ان کو ملامت فرماتے ہیں۔

ملامت بر ضلال و اضلال اہل کتاب: يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ (الی قولہ تعالی) وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اے اہل کتاب کیوں کفر کرتے ہو اللہ تعالیٰ کی (انؔ) آیتوں کے ساتھ (جو کہ تورات و انجیل میں) نبوت محمدیہ پر دلالت کرتی ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرنا ان آیات کی تکذیب کرنا ہے اور آیات اللہ کی تکذیب کفر ہے) حالانکہ تم (اپنی زبان سے) اقرار کرتے ہو (کہ وہ آیات حق ہیں یہ تو ملامت ہوئی ان کے ضلال پر آگے اضلال پر ملامت فرماتے ہیں کہ) اے اہل کتاب کیوں مخلوط کرتے ہو واقعی (مضمون یعنی نبوت محمدیہ) کو غیر واقعی (مضمون یعنی عبارت تحریف شدہ یا تفسیر فاسد) سے اور (کیوںؔ) چھپاتے ہو واقعی بات کو حالانکہ تم جانتے ہو (کہ حق بات کو چھپا رہے ہو) **ف**: دونوں جگہ جو تَشْهَدُوْنَ اور

تَعۡلَمُوۡنَ فرمایا اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ عدم اقرار اور عدم علم کی حالت میں کفر وغیرہ جائز ہے قبیح ذاتی تو کسی حال میں جائز ہو ہی نہیں سکتا بلکہ وجہ یہ ہے کہ اقرار اور علم کے وقت کفر اور زیادہ قبیح اور قبل ملامت ہے اور لبس و کتمان کی حقیقت کا حاصل پارہ الم کے ربع کے قریب جہاں اسی قسم کی آیت ہے بیان ہو چکا ہے۔

ملحقات الترجمۃ : ۱ قوله في ترجمة فيما لكم به علم وفيما ليس لكم به علم کسی قدر واصلا بناء على ان النكرة تختص في الاثبات وتعم في النفى ۱۲۔ ۲ قوله في ترجمة فلم تحاجون پھر کیوں حجت کرتے ہو بعد قوله غلطی ظاہر اشارة الى وجه الترتب بالفاء حاصله ترتب انكار المحاجة على ظهور الغلط۔ ۳ قوله تحت ترجمة لا تعلمون جس سے علم بھی فاندفع بهذا التوجيه ان نفى العلم عنهم اذا كانوا احبارا مشكل ۱۲۔ ۴ قوله في ترجمة اولى خصوصیت رکھنے والے كما في روح المعانی ای اقرب الناس واخصهم بابراهيم آه ۱۲۔ ۵ قوله في ترجمة الذين آمنوا یہ ایمان والے اشارة الى العهد ۱۲۔ ۶ قوله گمراہ نہیں کر سکتے نفى للاحتمال لا لامكان فان هذه المادة في الهندية مستعملة لكلا المعنيين فاحفظ فانه ينفعك في كثير من المباحث كمسئلة امكان الكذب المتنازع فيه في عصرنا فان المقدورية صحيحة والاحتمال باطل فياليتهم يصالحون ۱۲۔ ۷ قوله وبال اضلال الخ ففى الكلام مجاز مشاكلة فلا يرد انهم كانوا ضالين فكيف يصح تحصيل الحاصل ۱۲۔ ۸ قوله في ترجمة ايٰت الله اُن اشارة الى العهد ۱۲۔ ۹ قوله اقرار كذا في حاشية البيضاوى ۱۲۔ ۱۰ قوله یعنی عبارت تحریف شدہ الخ في الترديد اشارة الى كونهم محرفين بكلا الطريقين ۱۲۔ ۱۱ قوله في ترجمة تكتمون اور کیوں عطفا على تلبسون فيكرر كلمة لِمَ ۱۲۔

الروایات : في لباب النقول روى ابن اسحق عن ابن عباس قال قال ..... عبدالله بن الصيف وعدى بن زيد والحرث بن عوف بعضهم لبعض تعالوا نومن بما انزل على محمد واصحابه غدوة ونكفر به عشية حتى نلبس عليهم دينهم لعلهم يصنعون كما نصنع فيرجعون عن دينهم فانزل الله فيهم يا اهل الكتاب لم تلبسون الحق بالباطل الٰى قوله واسع عليم ۱۲۵۱۔

اللغات : في القاموس الخنف الاستقامة الخ ۱۲۔

النحو : قوله لو بمعنى ان المصدرية ۱۲۔ قوله ان يؤتى اى لان يؤتى والظرف متعلق بالمحذوف فهو من كلام الله تعالٰى ويؤيده قراءة ابن كثير ان يؤتى على الاستفهام للتقريع تقديره احسدتم ودبرتم لان يؤتى ۱۲۔

البلاغة : قال العصام في لمن تبع جعل الايمان بمعنى الاقرار توجيها للام لمن تبع فان الايمان متعد بنفسه وليس المقام مقام لام التعدية والحاصل لا تصدقوا عن قلب الا لمن تبع دينكم ۱۲۔ وقوله احد الى يحاجوكم قال احمد على الكشاف في هذا اشكال وهو وقوع احد في الموجب لان استفهام الانكار في مثله اثبات ويمكن ان يقال روعيت صيغةالاستفهام وان لم يكن المراد حقيقة فحسن لذلك دخول احد في سياقه والضمير في يحاجوكم لاحد لانه في معنى الجمع حيث كان نكرة في سياق النفى اه اى في بعض الوجوه حقيقة وفي بعضها سورة ۱۲۔

وَقَالَتۡ طَّآئِفَةٌ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اٰمِنُوۡا بِالَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ عَلَى الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَجۡهَ النَّهَارِ وَاكۡفُرُوۡۤا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمۡ یَرۡجِعُوۡنَ ۚ﴿۷۲﴾ وَلَا تُؤۡمِنُوۡۤا اِلَّا لِمَنۡ تَبِعَ دِیۡنَكُمۡ ؕ قُلۡ اِنَّ الۡهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنۡ یُّؤۡتٰۤى اَحَدٌ مِّثۡلَ مَاۤ اُوۡتِیۡتُمۡ اَوۡ یُحَآجُّوۡكُمۡ عِنۡدَ رَبِّكُمۡ ؕ قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰهِ ۚ یُؤۡتِیۡهِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ ﴿ۚۙ۷۳﴾ یَّخۡتَصُّ بِرَحۡمَتِهٖ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۷۴﴾

اور بعضے لوگوں نے اہل کتاب میں سے کہا کہ ایمان لے آؤ اسی پر جو نازل کی گئی ہے مسلمانوں پر (یعنی قرآن) شروع دن میں اور (پھر) انکار کر بیٹھو آخر دن میں (یعنی شام کو) عجب کیا ہے کہ وہ پھر جائیں اور (صدق دل سے) کسی کے روبرو اقرار مت کرنا مگر ایسے شخص کے روبرو جو تمہارے دین کا پیرو ہو۔ اے محمد (ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ یقیناً ہدایت تو ہدایت اللہ کی ہے ایسی باتیں اس لئے کرتے ہیں کہ کسی اور کو بھی ایسی چیز مل رہی ہے جیسی تم کو ملی تھی۔ یا وہ اور لوگ تم پر غالب آ جائیں تمہارے رب کے نزدیک۔ (اے محمد ﷺ) آپ (ﷺ) کہہ دیجئے کہ بیشک فضل تو خدا کے قبضہ میں ہے وہ اس کو جسے چاہیں عطا فرمائیں اور اللہ بڑی وسعت والے ہیں۔ خوب جاننے والے ہیں خاص کر دیتے ہیں اپنی رحمت (وفضل) کے ساتھ جس کو چاہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں ۞

تفسیر ربط : اوپر مذکور تھا کہ بعض اہل کتاب مسلمانوں کے اضلال کی فکر میں رہتے ہیں آگے ان کی ایک تدبیر کا بیان فرماتے ہیں جس کو اضلال مومنین[1] کے لئے انہوں نے تجویز کیا تھا۔

بیان خدعہ اہل کتاب برائے تشکیک نو مسلمانان: وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْۤ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (الی قولہ تعالی) وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۝ اور بعضے لوگوں نے اہل کتاب میں سے (بطور مشورہ باہم) کہا کہ (مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی ایک تدبیر ہے کہ ظاہراً) ایمان لے آ ؤ اس (کتاب) پر جو نازل کی گئی ہے (بواسطہ رسول اللہ ﷺ کے) مسلمانوں پر (مراد یہ کہ قرآن پر ایمان لے آ ؤ) شروع دن میں (یعنی صبح کے وقت) اور (پھر) انکار کر بیٹھو آخر دن میں (یعنی شام کو) عجب کیا (اس تدبیر سے مسلمانوں کو بھی قرآن اور اسلام کے حق ہونے میں شبہ پڑ جاوے اور) وہ (اپنے دین سے) پھر جاویں (اور یہ خیال کریں کہ یہ لوگ علم والے ہیں اور بے تعصب بھی ہیں کہ اسلام قبول کرلیا اس پر بھی جو پھر گئے تو ضرور اسلام کا غیر حق ہونا ان کو دلائل علمیہ سے ثابت ہوگیا ہوگا اور ضرور انہوں نے اسلام میں کوئی خرابی دیکھی ہوگی جب تو اس سے پھر گئے اور اہل کتاب نے یہ بھی باہم کہا کہ مسلمانوں کے دکھلانے کو صرف ظاہری ایمان لانا) اور (صدق دل سے) کسی کے روبرو (دین کا) اقرار مت کرنا مگر ایسے شخص کے روبرو جو تمہارے دین کا پیرو ہو (اس کے روبرو تو اپنے قدیم دین کا اقرار خلوص سے کرنا چاہئے باقی غیر مذہب والوں کے یعنی مسلمانوں کے روبرو ویسے ہی بمصلحت مذکورہ زبانی اسلام کا اقرار کرلینا حق تعالیٰ ان کی اس تدبیر کے لچر ہونے کا اظہار فرماتے ہیں کہ) اے محمد ﷺ آپ کہہ دیجئے کہ ان چالاکیوں سے کچھ نہیں ہوتا کیونکہ) یقیناً ہدایت (جو بندوں کو ہوتی ہے وہ) ہدایت اللہ کی (طرف سے ہوتی) ہے (پس جب ہدایت قبضہ خداوندی میں ہے تو وہ جس کو ہدایت پر قائم رکھنا چاہیں اس کو کوئی مغوی کسی تدبیر سے نہیں بہکا سکتا آگے ان کے اس مشورہ و تدبیر کی علت بتلاتے ہیں کہ اے اہل کتاب تم) ایسی باتیں[2] اس لئے کرتے ہو کہ کسی اور کو بھی ایسی چیز مل رہی ہے جیسی تم کو ملی تھی (یعنی کتاب اور دین آسمانی) یا وہ اور لوگ تم پر غالب آ جاویں (اس دین حق کی تعیین میں جو) تمہارے رب کے نزدیک (ہے حاصل علت کا یہ ہوا کہ تم کو مسلمانوں پر یہ حسد ہے کہ ان کو آسمانی کتاب کیوں مل گئی یا یہ لوگ ہم پر مذہبی مناظرہ میں کیوں غالب آ جاتے ہیں اس حسد کی وجہ سے اسلام اور اہل اسلام کے تنزل کی کوشش کر رہے ہو آگے اس حسد کا رد ہے کہ) اے محمد ﷺ آپ کہہ دیجئے کہ بیشک فضل تو خدا کے قبضہ میں ہے وہ اس کو جسے چاہیں عطا فرماویں اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے ہیں (ان کے یہاں فضل کی کمی نہیں اور) خوب جاننے والے ہیں (کہ کس وقت کس کو دینا مناسب ہے اس لئے) خاص کر دیتے ہیں اپنی رحمت[3] (وفضل) کے ساتھ جس کو چاہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں (پس اس وقت برعایت حکمت مسلمانوں پر فضل رحمت فرمادیا اس میں حسد کرنا فضول اور جہل ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ (الی قولہ تعالی) وَلَا تُؤْمِنُوْۤا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِیْنَكُمْ اسی کی نظیر ہے بعض مدعیان طریقت کا یہ طرز کہ جو شخص ان کے سلسلہ میں نہ ہو اس سے طریق کو مخفی کرتے ہیں اور ان پر اسی مضمون سے رد ہوگا جس سے ان کے ہم مسلک اہل کتاب پر رد کیا گیا ہے یعنی: قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ اور قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ الخ۔

ملحقات الترجمۃ: [1] قولہ فی وجہ الربط مؤمنین کے لئے اعم من مطلق المؤمنین او من آمن منھم کما یدل علیہ تفسیر بعضھم لقولہ تعالیٰ لمن تبع دینکم قولہ عند ربکم ای فی دینہ کما یقال عند اللہ کذا ای فی شرعہ وراعیتہ فی الترجمۃ فانظر ۱۲۔ [2] قولہ فی ترجمۃ ان یؤتی ایسی باتیں اشارۃ الی العامل ای دبرتم المحذوف او قلتم المدلول علیہ بقولہ وقالت طائفۃ کانہ التفات من الغیبۃ الی الخطاب ولما کان المحذوف والمدلول علیہ بالمذکور کالمذکور جعلہ جزء للترجمۃ ۱۲۔ [3] قولہ فی ترجمۃ یختص برحمتہ اپنی رحمت وفضل اشار بالمعطوف الی ان المراد بالرحمۃ ھو الفضل المذکور فی السباق والسیاق ۱۲۔

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ یُّؤَدِّهٖۤ اِلَیْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِیْنَارٍ لَّا یُؤَدِّهٖۤ اِلَیْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَیْهِ قَآئِمًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَیْسَ عَلَیْنَا فِی الْاُمِّیّٖنَ سَبِیْلٌ ۚ وَیَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ۝ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ وَلَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یُزَكِّیْهِمْ ۪ وَلَهُمْ

عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۷۷﴾

اور اہلِ کتاب میں سے بعض شخص ایسے ہیں کہ (اے مخاطب) اگر تم اس کے پاس انبار کا انبار مال بھی امانت رکھ دو تو وہ مانگنے کے ساتھ ہی اس کو تمہارے پاس لا رکھے اور ان ہی میں سے بعض وہ شخص ہے کہ اگر تم اس کے پاس ایک دینار بھی امانت رکھ دو تو وہ بھی تم کو ادا نہ کرے مگر جب تک کہ تم اس کے سر پر کھڑے رہو۔ یہ (امانت کا ادا نہ کرنا) اس سبب سے ہے کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم پر غیر اہل کتاب کے (مال کے بارے میں) کسی طرح کا الزام نہیں ہے اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ لگاتے ہیں اور (دل میں) وہ بھی جانتے ہیں کہ (خائن پر) الزام کیوں نہ لگا ہوگا۔ جو شخص اپنے عہد کو پورا کرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے تو بے شک اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں (ایسے) متقیوں کو یقیناً جو لوگ معاوضہ حقیر لے لیتے ہیں بمقابلہ اس عہد کے جو اللہ تعالیٰ سے (انہوں نے) کیا ہے اور (بمقابلہ) اپنی قسموں کے ان لوگوں کو کچھ حصہ آخرت میں (وہاں کی نعمت کا) نہ ملے گا اور نہ خدا تعالیٰ ان سے (لطف کا) کلام فرمائیں گے اور نہ ان کی طرف (نظر محبت سے) دیکھیں گے قیامت کے روز اور نہ ان کو پاک کریں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۞

تفسیر: ربط: اوپر کی آیتوں میں اہل کتاب کی خیانت فی الدین کا ذکر تھا یعنی ان کا کفر کرنا آیات اللہ کے ساتھ اور خلط کرنا حق اور باطل کا اور کتمان حق کا اور تدبیر کرنا اضلال مومنین کی آیت آئندہ میں ان کی خیانت فی الاموال کا ذکر ہے اور چونکہ بعضے امین بھی تھے اس لئے دونوں قسموں کا ذکر فرمایا۔

بیان اہل امانت و اہل خیانت از اہل کتاب: وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ۭ (الی قولہ تعالیٰ) وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ اور اہل کتاب میں سے بعض شخص ایسا ہے کہ (اے مخاطب) اگر تم اس کے پاس انبار کا انبار مال بھی امانت رکھ دو تو وہ (مانگنے کے ساتھ ہی) اُس کو تمہارے پاس لا رکھے اور ان ہی میں سے بعض وہ شخص ہے کہ اگر تم اس کے پاس ایک دینار بھی امانت رکھ دو تو وہ بھی تم کو ادا نہ کرے (بلکہ امانت رکھانے کا بھی اقرار نہ کرے) مگر جب تک کہ تم (امانت رکھ کر) اس کے سر پر (برابر) کھڑے رہو (اس وقت تک خیر مکرے نہیں اور جہاں الگ ہوئے پھر ادا کرنے کا تو کیا مذکور ہے سرے سے امانت ہی سے مکر جاوے) یہ (امانت کا ادا نہ کرنا) اس سبب سے ہے کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم پر غیر اہل کتاب کے (مال کے) بارہ میں (اگرچہ اچھا لیا جاوے مذہباً) کسی طرح کا الزام نہیں یعنی غیر اہل کتاب مثلاً قریش کا مال چرا لینا چھین لینا سب جائز ہے اللہ تعالیٰ آگے ان کے اس دعوے کی تکذیب فرماتے ہیں) اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ لگاتے ہیں (کہ اس فعل کو حلال سمجھتے ہیں) اور (دل میں) وہ بھی جانتے ہیں (اللہ تعالیٰ نے اس کو حلال نہیں کیا محض تراشیدہ دعویٰ ہے) **ف**: جس بعض کی امانت کی مدح کی گئی ہے اگر اس بعض سے وہ لوگ مراد ہیں جو اہل کتاب میں سے ایمان لے آئے تھے (جیسا معالم میں بروایت ضحاک حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ اس بعض سے مراد عبداللہ بن سلامؓ ہیں کہ کسی شخص نے ان کے پاس بارہ سو اوقیہ سونا امانت رکھا تھا اور انہوں نے بعینہٖ ادا کر دیا جیسا کہ دوسرے بعض سے فنحاص بن عاذوراء یہودی مراد ہے کہ کسی قریش نے ایک دینار امانت رکھا اور اس نے خیانت کی آھ) تب تو مدح میں کوئی اشکال نہیں اور اگر خاص مومن مراد نہ ہوں بلکہ مطلقاً اہل کتاب میں امین اور خائن دونوں کا ہونا بیان کرنا مقصود ہے تو مدح باعتبار قبول عنداللہ کے نہیں کیونکہ بدون ایمان کے کوئی عمل صالح مقبول نہیں ہوتا نہ اس پر ثواب ملتا ہے لقولہ تعالیٰ فی سورۃ ہود: مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ (الی قولہ تعالیٰ) يَعْمَلُوْنَ۔ بلکہ مدح اس اعتبار سے ہے کہ اچھی بات گو کافر کی ہو کسی درجہ میں اچھی ہے جس کا اثر دنیا میں نیک نامی وغیرہ اور آخرت میں اس عذاب کی کمی ہے جو اس کے ضد کے ارتکاب سے ہوتا ہے اور عدم ثواب جو آیت ہود سے معلوم ہوتا ہے منافی عدم عذاب کے نہیں اور اس تقریر پر اسلام کی غایت بے تعصبی ثابت ہوتی ہے کہ مخالف کے ہنر کی بھی بقدر واقعی داد دی جاتی ہے۔

ربط: اوپر وَيَقُوْلُوْنَ میں ان کے دعوے کی تکذیب تھی آگے اسی تکذیب کی تاکید اور وفائے عہد کی فضیلت اور نقض عہد کی مذمت کی تصریح ہے۔

ردِ قول اہل کتاب و فضل وفائے عہد و قبح عذر: بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى (الی قولہ تعالیٰ) وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (خائن پر) الزام کیوں نہ ہوگا (ضرور ہوگا کیونکہ اس کے متعلق ہمارے یہ دو قانون ہیں ایک یہ کہ) جو شخص اپنے عہد کو (خواہ وہ عہد اللہ تعالیٰ سے ہوا ہو یا بشرطِ جواز کسی مخلوق سے) پورا کرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے تو بے شک اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں (ایسے) متقیوں کو (اور دوسرا قانون یہ ہے کہ) یقیناً جو لوگ معاوضہ حقیر (یعنی نفع دنیوی) لے لیتے ہیں بمقابلہ اس عہد کے جو (انہوں نے) اللہ تعالیٰ سے کیا ہے (مثلاً انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانا) اور (بمقابلہ) اپنی قسموں کے (مثلاً حقوق العباد و معاملات کے باب میں قسم کھا لینا) ان لوگوں کو کچھ حصہ آخرت میں (وہاں کی نعمت کا) نہ ملے گا اور خدا تعالیٰ ان سے (لطف کا) کلام فرماویں گے اور نہ ان کی طرف (نظر محبت سے) دیکھیں گے قیامت کے روز اور نہ ان کو (گناہوں سے) پاک کریں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب (تجویز) ہوگا۔ **ف**: عہد مخلوق میں احقر نے بشرطِ جواز اس لئے کہا کہ اگر وہ عہد ناجائز ہے تو اس کا ایفاء حرام ہے اور عہد اللہ کی مثال میں ایمان بالانبیاء علیہم السلام کو اس لئے ذکر کیا کہ

یہود ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے منکر تھے۔ باقی یہ تخصیص تمثیلاً ہے ورنہ عہد اللہ میں سب احکام آ گئے جس کے عموم میں عہد مالی بھی داخل ہے اور ایمانھم میں زیادہ تصریح ہوگئی اور یزکیھم کا ایک ترجمہ صحیح اور بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی تعریف نہ کریں گے جیسے مومنین کی کریں گے اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ وفائے عہد پر جو محبت کی بشارت ہے اس میں ایمان بھی شرط نہیں بات یہ ہے کہ عہد اللہ کے عموم میں ایمان بھی داخل ہے اور واتقی کے عموم سے اور زیادہ تاکید ہوگئی اور یہ جو کہا گیا کہ کچھ حصہ نعمت کا نہ ملے گا الخ اگر یہ آیت کفار کے حق میں لی جاوے تو یہ سب وعیدیں ابدالاباد کے لئے ہیں اور اگر فجار کے لئے بھی عام کہا جاوے تو معنی یہ ہیں کہ چندے وہ ان وعیدوں کے مستحق ہوں گے نہ ابدیت ہے نہ یقیناً وقوع ہے کیونکہ اہل سنت کے نزدیک عفو بلا عقوبت بھی صحیح ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَھْدِ اللّٰہِ وَاَیْمَانِھِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا﴾ اس میں اس شخص کی حالت کی طرف بھی اشارہ ہے جو زینت دنیا کی طرف مائل ہوا اور اس کو حضرت حق کے مشاہدہ پر ترجیح دیتا ہوا اور اپنے ظاہر کو شعارِ مقربین کے ساتھ آراستہ رکھتا ہو مگر اس میں حب جاہ کی آمیزش بھی کرتا ہو پس ایسا شخص لقائے حقیقی اور مخاطبت حق کے درجہ سے دنیا اور آخرت دونوں میں ساقط ہو جاوے گا ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله في ترجمة تامنه ای مخاطب اشار به الی عدم تعيين المخاطب وقولہ تم ہو محاورة لسانا يراد به الواحد ۱۲۔ ۲ قوله فی آخر ف نیک نامی وغيره هو المراد لقوله تعالى نوف اليهم اعمالهم واراد بالغير فی قوله وغيره سعة العيش والكثرة في المال والولد ۱۲۔ ۳ قوله ایسے متقیوں اشارة الى كون اللام للعهد والی دخول الوفاء بالعهد في عموم التقوى فلا يشكل الاكتفاء بذكر المتقين دون الموفين والى وضع المظهر موضع المضمر ۱۲۔ ۴ قوله في ترجمة عهد الله جو اللہ تعالیٰ سے کیا ہے جعل المصدر مضافاً الى المفعول ليناسب ما قبله من قوله بعهده فان الظاهر فيه عود الضمير الى من فالمعاهد في الموضعين هو العبد فافهم ۱۲۔ ۵ قوله لطف و محبت قيد بهما لان مطلق الكلام انتفاء ه غير واقع ومطلق النظر انتفاء ه غير ممكن ۱۲۔ ۶ قوله ایک ترجمہ اور بھی ہے آثر المذكور على هذا لزيادة شهرته ۱۲۔

الروایات: فی روح المعانی اخرج ابن جرير عن ابن جريج قال بائع اليهود رجال من المسلمين في الجاهلية فلما اسلموا تقاضوهم عن بيوعهم فقالوا ليس علينا امانة ولا قضاء لكم عندنا لانكم تركتم دينكم الذى كنتم عليه وادعوا انهم وجدوا ذلك في كتابهم فقال الله تعالى ويقولون الخ فی روح المعانی اخرج الستة وغيرهم عن ابن مسعودؓ في قصة الاشعث بن قيس مع يهودى قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لليهودى احلف فقال الاشعث اذا يحلف فيذهب مالى فانزل الله تعالى ان الذين يشترون واخرج البخارى وغيره عن عبدالله بن ابى اوفى ان رجلا اقام سلعة له في السوق فحلف بالله لقد اعطى بها مالم يعطه ليوقع فيها رجلا من المسلمين فنزلت هذه الآية۔ واخرج ابن جرير عن عكرمة قال نزلت هذه الآية في ابى رافع۔ ولبابة بن ابى الحقيق وكعب بن الاشرف وحيى ابن اخطب حرفوا التوراة وبدلوا نعت النبى صلى الله عليه وسلم وحكم الا مانات وغيرهما واخذوا على ذلك رشوة وروى غير ذلك ولا مانع من تعدد سبب النزول كما حققوه اه فی لباب النقول قال الحافظ ابن حجر والآية محتملة لكن العمدة في ذلك ما ثبت فى الصحيح اه قلت نعم لكن الا لصق بالسياق والسباق ما اخرجه ابن جرير وقد سمعت عن روح المعانى ان لا مانع من تعدد سبب النزول ونقل في اللباب ايضا عن الحافظ انه لا مناف بين الحديثين بل يحمل على ان النزول كان بالسببين معاً اه قلت والا حسن في ذلك ما قال استاذى رحمه الله تعالى انه قد يكون السبب واحد لكن رسول الله صلى الله عليه وسلم قد تلاتلك الآية فى مقام آخر مناسب فيزعم الراوى نزولها في ذاك اه ۱۲۔

فائدة: لا يرضيك ما سمعت من اباحة مال الحربى ولو بعقد فاسد لانه مشروط برضاه وعدم الغدر فشتان ما بينهما ولا كون الغنيمة حلالا لانه لا استيمان ولا عهد بخلاف اليهود حيث غدر وامع الا من والعهد فافهم ۱۲۔

اللغات: القنطار في القاموس وزن اربعين اوقية من ذهب او الف ومائتا دينار او الف ومائتا اوقية او سبعون الف دينار او ثمانون الف دهم او مائة رطل من ذهب او فضة او الف دينار او ملامسك ثور ذهبا وفضة قوله تأمنه فى روح المعانى من امنته بمعنى ائتمنته والباء قيل بمعنى على وقيل بمعنى فى اى فى حفظ قنطار ۱۲۔ سبيل فی روح المعانی عتاب وذم اه قلت هذا حاصل المعنى لانها مطلق الطريق لغة فاريد به طريق العتاب عرفا اطلاقًا للمطلق على المقيد ۱۲۔

النحو: الاما دمت استثناء من مقدر ای وانكره المدلول عليه بقوله لا يؤده لان الاداء آنى لا يتجدد بالزمان بخلاف الاقرار ۱۲۔

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۸﴾ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۰﴾

ع ۸ / ۱۶

اور بے شک ان میں سے بعضے ایسے ہیں کہ کج کرتے ہیں اپنی زبانوں کو کتاب (پڑھنے) میں تا کہ تم لوگ اس (ملائی ہوئی چیز) کو بھی کتاب کا جز سمجھو حالانکہ وہ کتاب کا جز نہیں اور کہتے ہیں کہ یہ (لفظ مطلب) خدا کے پاس سے ہے حالانکہ وہ (کسی طرح) خدا تعالیٰ کے پاس سے نہیں اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں اور وہ جانتے ہیں۔ کسی بشر سے یہ بات نہیں ہو سکتی کہ اللہ تعالیٰ اسے کتاب اور فہم اور نبوت عطا فرمائیں پھر وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ میرے بندے بن جاؤ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر وہ لیکن کہے گا کہ تم لوگ اللہ والے بن جاؤ بوجہ اس کے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور بوجہ اس کے کہ تم پڑھتے ہو اور نہ یہ بات بتلادے گا کہ تم فرشتوں کو اور نبیوں کو رب قرار دے لو کیا وہ تم کو کفر کی بات بتلائے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو۔

تفسیر ربط: اوپر خیانت کی مذمت کا بیان تھا آگے ان کی خیانت کی ایک عادت کہ ایک خاص طریق سے تحریف کتاب اللہ سے بیان فرماتے ہیں۔

بیان عادتِ اہل کتاب مرتسمی را از تحریف: وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ (الی قولہ تعالیٰ) وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۸﴾ اور بیشک ان میں سے بعضے ایسے ہیں کہ کج کرتے ہیں اپنی زبانوں کو کتاب (پڑھنے) میں (یعنی اس میں کوئی لفظ یا کوئی تفسیر غلط ملا دیتے ہیں اور غلط پڑھنا کج زبانی کہلاتا ہے) تا کہ تم لوگ (جو اس کو سنو تو) اس (ملائی ہوئی چیز) کو (بھی) کتاب کا جزو سمجھو حالانکہ وہ کتاب کا جزو نہیں اور (صرف دھوکہ دینے کے لئے اس عملی طریق ہی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ زبان سے بھی) کہتے ہیں کہ یہ (لفظ یا مطلب) خدا تعالیٰ کے پاس سے (الفاظ یا قواعد نازل ہوئے ہیں ان سے ثابت) ہے حالانکہ وہ (کسی طرح) خدا تعالیٰ کے پاس سے نہیں (پس ان کا جھوٹا ہونا لازم آ گیا آگے تاکید کے لئے اس کی پھر تصریح ہے) اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں اور (اپنا جھوٹا ہونا دل میں خود بھی وہ جانتے ہیں۔ ف: ممکن ہے کہ تحریف لفظی کرتے ہوں اور ممکن ہے کہ تفسیر غلط بیان کرتے ہوں۔ تحریف لفظی میں تو دعویٰ ہوتا ہے کہ یہ لفظ ہی مُنَزَّلٌ مِنَ اللّٰهِ ہے اور غلط تفسیر میں یہ تو نہیں ہوتا لیکن یہ دعویٰ ہوتا ہے کہ یہ تفسیر قواعد شرعیہ سے ثابت ہے اور قواعد شرعیہ کا من جانب اللہ ہونا ظاہر ہے ایک صورت میں صورۃً جزو ہونے کا دعویٰ ہوگا ایک صورت میں معنیً جزوِ کتاب ہونے کا دعویٰ ہوگا بایں معنی کہ جزو ماثبت بالشرع ہے اور ہر ثابت بالشرع حقیقۃً ثابت بالکتاب ہے کیونکہ دوسرے دلائل شرعیہ مظہر احکام ہوتے ہیں نہ کہ مثبت احکام اس لئے احقر نے ترجمہ میں دونوں احتمالوں کی رعایت رکھی۔ ملحدوں نے اس امت میں بھی حدیث میں تحریف لفظی بھی اور قرآن میں صرف تحریف معنوی کی ہے کیونکہ الفاظ قرآنیہ نصاً محفوظ من اللہ ہیں۔

ربط: اوپر کی آیتوں میں اہل کتاب کے افعال واقوال پر اعتراض تھا اگلی آیت میں اہل کتاب کے ایک لغو اعتراض کا ابطال ہے جو انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ پر کیا تھا جیسا کہ لباب النقول میں بروایت ابن اسحٰق و بیہقی کے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں جب یہود اور نجران کے نصاریٰ جمع ہوئے اور آپ ﷺ نے اُن کو اسلام کی طرف بلایا تو ابو رافع قرظی یہودی نے کہا کہ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی عبادت کریں جیسا نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا معاذ اللہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

نفی احتمال معبودیت خویش از انبیاء علیہم السلام: مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ (الی قولہ تعالیٰ) اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ کسی بشر سے یہ بات نہیں ہو سکتی کہ اللہ تعالیٰ (تو) اس کو کتاب اور (دین کی) فہم اور نبوت عطا فرماویں (جن میں ہر ایک کا مقتضا ہے کفر و شرک سے ممانعت اور) پھر وہ لوگوں سے (یوں) کہنے لگے کہ میرے بندے (یعنی عبادت کرنے والے) بن جاؤ خدا تعالیٰ (کی توحید کو) چھوڑ کر (یعنی نبوت اور امر بالشرک جمع نہیں ہو سکتے) ولیکن (وہ نبی یہ تو) کہے گا کہ تم لوگ اللہ والے بن جاؤ (یعنی صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو) بوجہ اس کے کہ تم کتاب (الٰہی اوروں کو بھی) سکھاتے ہو اور بوجہ اس کے کہ (خود بھی اس کو) پڑھتے ہو (اور اس کتاب میں تعلیم ہے توحید کی) اور نہ (وہ بشر موصوف بالنبوۃ) یہ بات بتلاوے گا کہ تم فرشتوں کو اور (یا دوسرے) نبیوں کو رب قرار دے لو کیا (بھلا) وہ تم کو کفر کی بات بتلاوے گا۔ بعد اس کے کہ تم (اس عقیدۂ خاص میں خواہ فی

الواقع یا بزعم خود) مسلمان ہو۔ **ف**: شاید اُس معترض نے براہ عناد اطاعت اور عبادت میں فرق نہ کیا ہو اس لئے اعتراض کر دیا ہو جواب میں تصریح فرما دی کہ نبی سے امر بعبادت غیر اللہ شرعاً منفی ومحال ہے اور عبادت واطاعت کا فرق ظاہر تھا۔ اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ علت موحد ہونے کی تعلیم ودرس کتاب کو فرمایا حالانکہ عوام میں یہ مفقود ہے اور امر بالتوحید موجود ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ علت محض مقتضی ہے شرط نہیں سو عوام میں دوسرا مقتضی یعنی علم موجود ہونا کافی ہے اور تخصیص اس کی بوجہ اس کے اتم ہونے کے اور دوسرے بوجہ اقتضائے مقام کے کہ مخاطب ذی علم تھا تیسرے بوجہ اس کے کہ اکثر عوام مقلد خواص کے ہوتے ہیں پس ان کے ایمان کا مقتضی ان کے لئے بھی عادۃً مقتضی ہو جاتا ہے اور انبیاء وملائکہ کے ذکر سے تاکید مضمون مقام کی ہوگئی کہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں بلکہ عموم علت یعنی منافات نبوت وامر بالشرک کی وجہ سے یہ مضمون عام ہے نیز دوسرے مشرک فرقوں پر بھی تعریض ہوگئی کہ سب کا عقیدہ خلاف تعلیم نبوت ہے اور احقر نے جو یہ تخصیص کی کہ اس عقیدۂ خاص الخ وجہ یہ کہ مخاطب بالجواب یہود ہیں نہ کہ مسلمان اور اعتراض کے وقت وہ مدعی توحید کے تھے اس خاص امر کو لفظ اسلام کہہ دیا پھر خواہ وہ معترض واقع میں بھی موحد ہو یا نرا زعم ہی زعم ہو کیونکہ بعض یہود شرک کے عقیدے بھی رکھتے تھے واللہ اعلم۔

ربط: اوپر وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ سے اہل کتاب کی ان کارروائیوں کا ذکر تھا جو اسلام کے خلاف واضرار میں ان سے صادر ہوتی تھیں آگے ترقی کر کے یہ بتلاتے ہیں کہ مخالفت ومضارت کی تو ان کو کب اجازت ہو سکتی ہے ان پر تو خود اسلام کا قبول کرنا واجب تھا کیونکہ اس مضمون کا عہد سب انبیاء علیہم السلام تک سے لیا گیا ہے ان کی امم پر تو بدرجۂ اولیٰ واجب ہوگا اور اسی سلسلہ میں ترک اسلام پر زجر آیت: اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ میں اور اسلام کی حقیقت کا خلاصہ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ میں اور غیر اسلام کا مقبول نہ ہونا آیۃ وَمَنْ يَّبْتَغِ میں اور مذمت وعقوبت معترضین عن الاسلام کی باستثناء تائبین کے آیت: كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ میں مِنْ نّٰصِرِيْنَ تک مذکور فرماتے ہیں اور یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام کی حقیقت اطاعت ہے احکام الٰہیہ کی ہر زمانہ میں جیسا کہ آیت: اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ واقعہ آخر پارہ الم کی تفسیر میں اس معنی کے اعتبار سے تمام حضرات انبیاء علیہم السلام کا ملت اسلام پر ہونا ثابت کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ وہ اطاعت اب منحصر ہوگئی ہے اتباع رسول اللہ ﷺ میں کیونکہ آپ کا نبی ناسخ الشرائع ہونا دلائل صحیحہ سے ثابت ہے پس آپ کا انکار ضرور منافی اطاعت الٰہیہ کے ہے اس لئے اب لفظ اسلام کا اطلاق صرف دین محمدیؐ پر ہوتا ہے اس تقریر سے تمام اشکالات وشبہات جو اس مقام پر ظاہر نظر میں واقع ہو سکتے تھے دفع ہوگئے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ اس میں اہل باطن کے طریق اور ان کے علوم واعمال واحوال خاصہ کی اور دوسروں پر طریق کے فائق کرنے کی تصریح ہے جیسا کہ ربانی کی تفسیر کا مجموعہ اس پر دال ہے چنانچہ روح المعانی میں حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ ربانی وہ ہے جو فقیہ عالم ہو اور قتادہ وسدی سے ہے کہ وہ ہے جو عالم حکیم ہو اور ابن جبیر سے ہے کہ جو حکیم متقی ہو اور ابن زید سے ہے جو لوگوں کے امر دین کی تدبیر کرتا ہو اور یہ سب اقوال متقارب ہیں اور شبلی سے ہے کہ وہ شخص ہے جو علوم کو خاص حضرت حق سے اخذ کرتا ہو اور کسی شئے میں غیر حق کی طرف رجوع نہ کرتا ہو اور سہل سے ہے کہ وہ شخص ہے جو علماً وعملاً اخلاق ربانیہ سے موصوف ہو اور بعض نے کہا ہے کہ وہ شخص ہے جو اپنے رب پر کسی شئے کو ترجیح نہ دیتا ہو اور قاسم سے ہے کہ وہ شخص ہے جو اپنے شہود سے اس کے وجود میں محو ہو گیا ہو اور بعض نے کہا ہے کہ وہ شخص ہے کہ اس میں حوادث مؤثر نہ ہوں اور دوسرے اقوال بھی ہیں اور سب ایک گھاٹ کے پانی پینے والے ہیں۔ قولہ تعالیٰ: وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا۔ اس میں ان لوگوں پر رد ہے جو شیوخ کے انقیاد یا تعظیم میں خواہ وہ احیاء ہوں یا اموات ہوں غلو کرتے ہیں گو یہ حضرات حق کے مظاہر کامل ہیں چنانچہ ترمذی نے قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ (الی قولہ تعالی) لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ کی تفسیر میں روایت کیا ہے اور روایت کی تحسین بھی کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو عدی بن ابی حاتم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم تو ان کی عبادت نہ کرتے تھے آپ نے فرمایا کیا یہ بات نہ تھی کہ وہ لوگ بہت سی اشیاء کو تمہارے لئے حلال کر دیتے تھے اور بہت سی اشیاء کو حرام کر دیتے تھے (یعنی بلا دلیل شرعی) پھر تم ان کے قول کو قبول کرتے تھے عرض کیا ہاں یہ تو تھا فرمایا بس اس کا یہی مطلب ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله** ملائی ہوئی چیز کو اشارة الى كون الضمير للمحرف المدلول عليه بقوله يلوٗن ۱۲۔ ۲ **قوله** جزو مجھو اشارة الى كون من للتبعيض ۱۲۔ ۳ **قوله في ترجمة** ما كان لبشر کسی بشر سے یہ بات نہیں ہو سکتی بناء على انه نفي لا نهي ولذا اخذت بالحاصل في ترجمة اللام ۱۲۔ ۴ **قوله في ترجمة** دون الله توحید کو چھوڑ کر لان التجاوز يعم ما كان اشراكاً او افراداً ۱۲۔

الروایات: قد ذكرت رواية في وجه الربط والاخرى ما في لباب النقول اخرج عبدالرزاق في تفسيره عن الحسن قال بلغني ان رجلا قال يا رسول الله نسلم عليك كما يسلم بعضنا على بعض افلا نسجد لك قال لا ولكن اكرموا نبيكم واعرفوا الحق لاهله فانه لا ينبغي ان يسجد لاحد من دون الله فانزل الله ما كان لبشر الى قوله بعد اذ انتم مسلمون اه قلت وعلى هذا الاشكال في قوله انتم مسلمون حتى قال بعضهم تبيين هذا سببا للنزول لكنه ضعيف بعد توجيهه بما اخترت في ترجمته وبما في روح المعاني اى منقادون

مستعدون للدين الحق ارخاء للعنان واستدراجاً ۱۲۔

اختلاف القراءة: في روح المعاني قرأ نافع وابن كثير ويعقوب وابو عمرو ومجاهد تعلمون بمعنى عالمين ۱۲۔

اللغات: اللى عطف الشئى ورده عن الاستقامة الى الاعوجاج يقال لويت يده والتوى الشئى او انحرف والتوى فلان على اذا غير خلافه عن الاستواء الى ضده ولوى لسانه عن كذا اذا غيره اه كبير ۱۲۔ الربانى فى روح المعانى هو لفظ عربى لاسريانى على الصحيح وهو منسوب الى الرب كالٰهى والالف والنون يزادان فى النسب للمبالغة كثيرا كلحياتى لعظيم اللحية ورقبانى بمعنى غليظة الرقبة ۱۲۔

النحو والبلاغة: ما كان لبشر المعنى ما يصح لاحدو عبر بالبشر ايذانا بعلة الحكم فان البشرية منافية للامر الذى اسنده الكفرة الى اولئك الكرام عليهم السلام وعطف الفعل على منصوب ان بثم تعظيمًا لهذا القول فانه اذا انتفى بعد مهلة كان انتفاء ه بدونها اولى واهرى فكانه قيل ان هذا الايتاء العظيم لا يجامع هذا القول اصلا وان كان بعد مهلة من هذا الانعام (قلت ولو حمل على الاستبعاد كان اوجه ۱۲) ولكن كونوا على تقدير القول اى لكن يقول كونوا ولا يأمركم بالنصب عطفا على يقول اى ولا كان له ان يؤتيه الله ثم يامر اى انهما متنافيان كالسابق ۱۲) وفى قراء ة لا يامركم بالرفع على الاستيناف وقدم التعليم على الدراسة لو فور شرفه عليها اولان الخطاب الاول لرؤسائهم والثانى لمن دونهم اه من روح المعانى ۱۲۔

فائدة: اثبت صاحب روح المعانى التحريف اللفظى فى الكتب المتقدمة تحت هذه الآية (اى ان منهم لفريقًا الخ) ۱۲۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِىَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۪ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۫ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾

اور جب کہ اللہ تعالیٰ نے عہد لیا انبیاء سے کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور علم دوں پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آئے جو مصداق ہو اس کا جو تمہارے پاس ہے اور تم ضرور اس رسول پر اعتقاد بھی لانا اور اس کی طرفداری بھی کرنا۔ فرمایا کہ آیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا عہد قبول کیا۔ وہ بولے ہم نے اقرار کیا ارشاد فرمایا تو گواہ رہنا اور میں اس پر تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔ سو جو شخص روگردانی کرے گا بعد اسکے تو ایسے ہی لوگ بے حکمی کرنے والے ہیں۔ کیا پھر دین خداوندی کے سوا اور کسی طریقہ کو چاہتے ہیں حالانکہ حق تعالیٰ کے سامنے سب سرافگندہ ہیں جتنے آسمانوں اور زمینوں میں ہیں خوشی سے اور بے اختیاری سے اور سب خدا ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ آپ فرما دیجئے کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس پر جو ہمارے پاس بھیجا گیا اور اس پر جو ابراہیم اور اسمٰعیل واسحٰق ویعقوبؑ اور اولادِ یعقوب کی طرف بھیجا گیا اور اس پر بھی جو موسیٰ وعیسیٰ اور دوسرے نبیوں کو دیا گیا۔ ان کے پروردگار کی طرف سے اس کیفیت سے کہ ہم ان میں سے کسی ایک میں بھی تفریق نہیں کرتے اور ہم تو اللہ تعالیٰ ہی کے مطیع ہیں ﴿۸۴﴾

تفسیر: ذکر اخذ میثاق از انبیاء علیہم السلام بتصدیق دیگر رسل: وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ (الی قولہ تعالیٰ) قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ اور (وہ وقت بھی قابل ذکر ہے) جبکہ اللہ تعالیٰ نے عہد لیا (حضرات انبیاء (علیہم السلام) سے کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور علم (شریعت) دوں (اور) پھر تمہارے پاس کوئی (اور) پیغمبر آوے جو مصداق (اور موافق) ہو اس (علامت) کو جو تمہارے پاس (کی کتاب اور شریعت میں) ہے یعنی دلائل معتبرہ عند الشرع سے اس کی رسالت ثابت ہو) تو تم ضرور اس رسول (کی رسالت) پر (دل سے) اعتقاد بھی لانا اور (ہاتھ پاؤں) سے اس کی طرفداری بھی کرنا (پھر یہ عہد بیان کر کے ارشاد) فرمایا کہ آیا تم نے اقرار کیا اور اس (مضمون) پر میرا عہد (اور حکم) قبول کیا وہ بولے ہم نے اقرار کیا اور ارشاد فرمایا تو (اپنے اس اقرار کے) گواہ (کے طور پر) رہنا (کہ گواہی سے پھرنے کو برا سمجھتا ہے بخلاف مقر کے کہ بوجہ صاحب غرض ہونے کے اس کا پھر جانا چنداں مستبعد نہیں ہوتا اسی طرح تم اس اقرار سے مت پھرنا) اور میں (بھی) اس (مضمون) پر تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں (یعنی واقعہ کی اطلاع اور علم رکھنے والا)

ہوں۔ **ف**: انبیاء علیہم السلام سے تو اس عہد کا لیا جانا قرآن مجید میں مصرح ہے باقی ان کی امم سے یا تو اسی وقت لیا گیا ہو گا یا انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ سے لیا گیا ہو اور چونکہ اس کا واجب عام ہونا بہت ظاہر ہے اس لئے ذکر نہ کرنا مضر نہیں اور محل اس عہد کا یا تو اول عالم ارواح ہو یا صرف دنیا میں وحی سے لیا گیا ہو حاصل اس عہد کا ظاہر ہے کہ ہر رسول ثابت الرسالۃ بالدلیل کی تصدیق ونصرت کی فرضیت ہے آخر میں اس کے مصداق جناب رسول اللہ ﷺ ہیں بس اہل کتاب کو یہ عہد اس لئے سنایا کہ جب حضور ﷺ کی رسالت دلائل سے ثابت ہے تو لامحالہ اس عہد کے مضمون میں داخل ہیں پھر تم پر یقیناً آپ کی تصدیق اور نصرت فرض ہے اور یہی حاصل ہے اسلام کا۔ اور کتاب اور حکمت جو دو چیزیں ارشاد فرمائیں شاید یہ وجہ ہو کہ بعض انبیاء صاحب کتاب اصالۃً نہیں ہوئے البتہ صاحب علم سب تھے اور اگر اصالۃً کی قید نہ لگاویں تو یہ مفہوم بھی عام ہو گا۔ اور یہ وسوسہ کہ عالم ارواح کا عہد تو یاد نہیں بدیں طور مدفوع ہے کہ عہد کرنے کو اگر کوئی معتبر شخص بیان کردے وہ مثل اپنی یاد کے واجب الایفاء ہوتا ہے اور یہاں دلائل قطعیہ نے بیان کر دیا ہے۔

ربط: اوپر عہد کا بیان تھا اب نقض عہد پر وعید ہے۔

وعید مخالفت عہد مذکور: فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ سو جو شخص (امم میں سے) روگردانی کرے گا (اس عہد سے) بعد اس کے (کہ انبیاء تک سے عہد لیا گیا اور امم تو کس شمار میں ہیں) تو ایسے ہی لوگ (پوری) بے حکمی کرنے والے (یعنی کافر) ہیں **ف**: چونکہ روگردانی کرنے والے امم ہی کے لوگ تھے اور صیغہ خطاب وغیرہ بھی نہیں اس لئے آیت کو عام لینے کی ضرورت نہیں۔

ربط: اوپر عہد اسلام کے وفا کا وجوب اور اس کے نقض کی حرمت مذکور تھی آگے اس نقض پر زجر ہے۔

زجر برترک اسلام: اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ (الی قولہ تعالیٰ) وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ۔ کیا (دین اسلام سے جس کا عہد لیا گیا ہے روگردانی کر کے) پھر (اس) دین خداوندی کے سوا اور کسی طریقہ کو چاہتے ہیں حالانکہ حق تعالیٰ (کی یہ شان ہے کہ ان) کے (حکم کے) سامنے سب سرافگندہ ہیں جتنے آسمانوں میں (ہیں) اور (جتنے) زمین میں ہیں (بعضے) خوشی (اور اختیار سے) اور (بعضے) بے اختیاری سے اور (اول تو اس عظمت ہی کا مقتضا یہ تھا کہ کوئی ان کے عہد کی مخالفت نہ کرے خاص کر جب کہ آئندہ سزا کا بھی ڈر ہو چنانچہ) سب خدا ہی کی طرف (قیامت کے روز) لوٹائے (بھی) جاویں گے (اور اس وقت مخالفین کو سزا ہوگی)

ف: حق تعالیٰ کے احکام دو قسم کے ہیں۔ تکوینی یعنی جن پر آثار مرتب ہونا باختیار عبد نہیں جیسا جلانا مارنا بیمار کرنا ونحو ذلک اور تشریعی یعنی جن کے آثار باختیار عبد ہیں جیسے نماز پڑھنے کو فرمانا کہ اس کا اثر امتثال یعنی نماز پڑھنا ہے اور وہ باختیار عبد ہے پس حاصل مقام یہ ہوا کہ حق تعالیٰ کے احکام تکوینیہ کے تو سب مسخر ہیں اور کرہ سے یہی مراد ہے اور بہتیرے احکام تشریعیہ کے بھی مطیع ہیں اور طوع کا یہی مطلب ہے تو ایک قسم حکم کی تو سب ہی پر جاری ہے اور دوسری قسم کو بھی بہتوں نے قبول کر رکھا ہے جس سے حاکم کی عظمت نمایاں ہے اب بعضے جو دوسری قسم میں خلاف کرتے ہیں تو کیا کوئی اور اس عظمت کا ہے جس کی موافقت کے لئے یہ مخالفت کرتے ہیں۔

ربط: اوپر اسلام کی حقیقت کا بیان تھا آگے حضور ﷺ کو اس کی حقیقت کا حاصل ظاہر کر دینے کا ارشاد ہے۔

حاصل حقیقت اسلام: قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا (الی قولہ تعالیٰ) لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (حاصل دین اسلام کے اظہار کے لئے) فرما دیجئے کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس (حکم) پر جو ہمارے پاس بھیجا گیا اور اس حکم پر جو (حضرت) ابراہیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب (علیہم السلام) اور اولاد یعقوب (میں جو نبی گزرے ہیں ان) کی طرف بھیجا گیا اور اس (حکم ومعجزہ) پر بھی جو (حضرت) موسیٰ وعیسیٰ (علیہما السلام) اور دوسرے نبیوں کو دیا گیا ان کے پروردگار کی طرف سے (سو ہم ان سب پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان بھی) اس کیفیت سے کہ ہم ان (حضرات) میں سے کسی ایک میں بھی (دوسرے سے ایمان لانے میں) تفریق نہیں کرتے (کہ کسی پر ایمان رکھیں اور کسی پر نہ رکھیں) اور ہم تو اللہ ہی کے مطیع ہیں (انہوں نے یہ دین ہم کو بتلایا ہم نے اختیار کر لیا)

ف: بعینہ اسی مضمون کی آیت آخری رکوع پارہ الم میں گزر چکی ہے جو بعنوان خلاصہ ملت ابراہیم شروع ہوئی ہے اس کے ضروری متعلقات وہاں لکھ دیئے ہیں ملاحظہ کر لیا جاوے مقصود یہ ہے کہ اسلام کی اس حقیقت ہی سے اس کی خوبی ظاہر ہے پھر اس کو ترک کرنا سخت بددینی و بے انصافی ہے۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ (الی قولہ تعالیٰ) لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ۔ اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ شیوخ پر لازم ہے کہ جو علم وعمل میں ان سے فوق ہو بلکہ جو ان کا مساوی بھی ہو ان سے استنکاف وعار نہ کریں وجہ اشارہ یہ ہے کہ لفظ رسول کی تفسیر میں مفسرین کے دو قول ہیں اکثر مفسرین نے تو کہا ہے کہ مراد رسول اللہ ﷺ ہیں (تو فوق سے عار نہ کرنا ثابت ہوا) اور بعض نے کہا ہے کہ مراد یہ ہے کہ کسی رسول کے زمانہ

میں دوسرا کوئی رسول بھی آ جاوے (تو مساوی عارنہ کرنا ثابت ہوا) ۱۲ قولہ تعالیٰ: وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا۔ روح المعانی میں ہے کہ اس آیت کے معنی میں کئی قول ہیں۔ اول یہ کہ اسلام طوعاً سے مراد وہ اسلام ہے جو علم سے ناشی ہو خواہ وہ علم استدلالی ہو جیسا ہم میں سے اکثر کو یہی حاصل ہے اور خواہ غیر استدلالی ہو جیسا ملائکہ کو ہے اور اسلام کرہاً سے مراد یہ ہے جو سیف سے اور ایسے امور کے معائنہ سے حاصل ہو جو اسلام کی طرف مضطر کر دیں آہ اور اسی کے قریب وہ ہے جس کو روح ہی میں بعض صوفیہ سے نقل کیا ہے کہ اسلام طوعاً وہ ہے کہ اوامر حق تعالیٰ کا بدون معارضۂ ظلمت نفسانیت اور بدون حیلولۃ حجت انانیت کے امتثال وانقیاد ہو اور اسلام کرہاً وہ ہے کہ مع توسط معارضہ ووساوس وحیلولۃ حجت وتعلق بالوسائط کے انقیاد ہو اول اسلام ملائکہ اور بعض مقبولین اخیار اہل ارض کے ہے اور ثانی مثل اسلام ایسے لوگوں کے جن کو شکوک پہلو بہ پہلو الٹ پلٹ کرتے رہتے ہیں آہ احقر کہتا ہے کہ اس تفسیر مذکور پر آیت میں اس امر پر دلالت ہے کہ دونوں قسم کے ایمان کافی ہیں سو جس شخص پر وساوس کا ہجوم ہو وہ بارگاہ مقصود حقیقی تک پہنچنے سے مایوس نہ ہو جیسا ایسے لوگوں کو یہ امر بکثرت پیش آ جاتا ہے اور دیا سلائی میں چنگاری بعض مدعیان مشیخت کی یہ حرکت ہو جاتی ہے کہ ان کو مقصود سے ناامید کر دیتے ہیں۔

الحواشی: (۱) یعنی ایسا واجب جو انبیاء وامم سب پر بالعموم واجب ہو ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله في ترجمة ميثاق النبيين** انبیاء سے **اشارة الى الاضافة الى المفعول ۱۲۔** ۲ **قوله في ترجمة مصدق** مصداق **اشارة لى اكتفاء التصديق الحالي من غير توقف على المقالي ولا يخفى لطفه واورده في الكبير ايضا وبهذا اندفع ما يتوهم من ان مجرد تصديق رجل بما بين يديه من الكتب لا يكفي لا ثبات نبوة فيحتاج الى انضمام مقدمات غير مذكورة سواء كان المراد برسول مطلق الرسول كما حملته عليه او الرسول ﷺ كما اختاره غيرى ولا منافاة لاحتمال التخصيص الذكرى تمثيلاً لاقتضاء المقام ۱۲۔** ۳ **قوله** یعنی دلائل معتبرہ **عند الشرع دخل فيه العقلي الذى يجب انتهاء النقلي اليه في باب اثبات الرسالة واعتباره عند الشرع ثابت فلا يشكل انه كيف يكون ح مصداقا لما معهم من الشرع فافهم ۱۲۔** ۴ **قوله** طرفداری **لم يكرر ترجمة اللام للاكتفاء على المعطوف ۱۲۔** ۵ **قوله** عہد وحکم **عطف تفسيرى ۱۲۔** ۶ **قوله** گواہ کے طور پر **ليكون موافقا لقوله تعالى في الاعراف واشهدهم على انفسهم ۱۲۔** ۷ **قوله** اول عالم ارواح الخ **زاد كلمة اول لا عادة التذكير ثانيا في الدنيا فيراد في قسيمه عدم كونه في عالم الارواح ومن ثم زيد لفظ صرف ۱۲۔** ۸ **قوله** ام میں سے **فبهذا القيد لا يضطر الى توجيه صحة الشرطية بدون وقوع المقدم كما في بعض الأيات التى لا محيص منه فيها وفي روح المعاني والمشهور عدم دخول الانبياء عليهم السلام في حكم هذه الشرطية او ما هي في حكمها بل هذا الحكم بالنسبة الى اتباعهم وجوز ان يراد العموم والآية من قبيل لئن اشركت ليحبطن عملك الآية ۱۲۔** ۹ **قوله** پوری **بناء على ارادة الكامل بالمطلق فصح تفسيره بالكافر فان خصوصية المقام تقتضى هذا لا مطلق العصيان ۱۲۔** ۱۰ **قوله في ترجمة افغير** روگردانی کر کے **اشارة الى تقدير المعطوف عليه اى يتولون فغير دين الله اه ۱۲۔**

الروایات: **اورد في روح المعاني برواية ابن جرير عن علىؓ قال لم يبعث الله تعالى نبياً آدم فمن بعده الا اخذ عليه العهد في محمد ﷺ لئن بعث وهو حى ليؤمنن به ولينصرنه و يامره فيأخذ العهد على قوله ثم تلا الآية اه قلت ولا ينافي تفسيرى بالعام كما قررته في توضيحى لقولى مصداق ويتايد العموم بما في روح المعاني تحت آية قل آمنا اخرج عبدالرزاق وغيره عن طاؤس انه قال اخذ الله تعالى ميثاق النبيين ان يصدق بعضهم بعضًا ويمكن توجيه التخصيص بذكره ﷺ لمزيته على غيره باخذ العهد له من كل نبى لتاخره ﷺ عن الجميع واما غيره فالظاهر ان هذا العهد لم يوخذ من المتاخر للمتقدم كما يدل عليه قوله تعالى ثم جاء كم وظاهر ان المتقدم لا يحتمل المجئى ثانيا فافهم فانه لطيف واما اخذ هذا العهد له ﷺ مع علمه تعالى بانهم لا يدركون وقته فجوابه على ما في روح المعاني ان فيه تعظيما له ﷺ اما على تقدير العموم فلا ظهار اهتمام شان الايمان بكل رسول ۱۲۔**

اللغات: **الامر العهد والذنب والثقل كذا في القاموس ۱۲ في القاموس بغيته طلبته ۱۲۔ ايت قل آمنا بالله اذ قد مر مثلها في البقرة لا نعيدها ۱۲۔**

النحو مع اختلاف القراءة: **في الجلالين لما بفتح اللام للابتداء وتوكيد معنى القسم الذى في اخذ الميثاق وكسرها متعلقة باخذ وما موصولة على الوجهين آتيتكم اياه وفي قراءة آتينا لتؤمنن جواب القسم اه في الكمالين على اياه يشير الى ان العائد الى الموصول محذوف وفيه على قول الجلالين مصدق لما معكم من الكتب والحكمة يشير الى ان ههنا اقامة المظهر مقام المضمر في روح**

المعانی عن الروض الانف للامام السهیلی ان الجملة المعطوفة لما كانت مشتملة علی ما هو بمعنی المبتدأ الموصول ولذلك استغنی عن ضميره فيها مع لزومه فی الصلتين المتعاطفتين فی المشهور وكان ضمير به راجعاً الی الرسول مع ملاحظة مصدق لما معكم القائم مقام الضمير العائد علی ما اكتفی بمجرد ذلك عن ضمير فی خبرها لارتباط الكلام بعضه ببعض اه وبه اندفع ما يرد ان الجملة التی هی خبر خالية عن العائد ۱۲۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۸۵﴾ كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّ جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۶﴾ اُولٰٓىِٕكَ جَزَاۗؤُھُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۷﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْھَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْھُمُ الْعَذَابُ وَلَا ھُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۣ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۸۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُھُمْ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الضَّاۗلُّوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَھُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِھِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَھُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۹۱﴾ ع ۹/۱۱ ۱۷

اور جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو طلب کرے گا وہ اس سے مقبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو کیسے ہدایت کریں گے جو کافر ہوگئے بعد اپنے ایمان لانے کے اور بعد اپنے اس اقرار کے رسول سچے ہیں اور بعد اس کے کہ ان کو واضح دلائل پہنچ چکے تھے اور اللہ ایسے بے ڈھنگے لوگوں کو ہدایت نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے اور فرشتوں کی بھی اور آدمیوں کی بھی سب کی اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کو اسی میں رہیں گے۔ ان پر عذاب ہلکا بھی نہ ہونے پائے گا اور نہ ان کو مہلت ہی دی جائے گی۔ ہاں مگر جو لوگ توبہ کرلیں اس کے بعد اور اپنے کو سنواریں سو بے شک خدا تعالیٰ بخش دینے والے رحمت والے ہیں۔ بے شک جو لوگ کافر ہوئے اپنے ایمان لانے کے بعد پھر بڑھتے رہے کفر میں۔ ان کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی اور ایسے لوگ پکے گمراہ ہیں۔ بے شک جو لوگ کافر ہوئے اور وہ مر بھی گئے حالت کفر ہی میں سو ان میں سے کسی کا زمین بھر سونا بھی نہ لیا جائے گا اگر وہ معاوضہ میں اس کا دے دینا بھی چاہے۔ ان لوگوں کو سزائے دردناک ہوگی اور ان کے کوئی حامی بھی نہ ہوں گے ۞

تفسیر ربط: آگے دین اللہ یعنی اسلام کے غیر کسی دوسرے طریقہ کا عند اللہ مقبول نہ ہونا بتلاتے ہیں۔

عدم قبول غیر اسلام: وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ اور جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو طلب کرے گا تو وہ (دین) اس (شخص) سے (خدا تعالیٰ کے نزدیک) مقبول (ومنظور) نہ ہوگا اور وہ (شخص) آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا (یعنی نجات نہ پاوے گا)

ربط: آگے معترضین عن الاسلام میں سے ان لوگوں کا بیان ہے جو اسلام کو قبول کرکے پھر اس سے پھر گئے پھر ان میں بھی دو طرح کے ہیں بعضے تو اس کفر پر قائم رہے اور بعض پھر تائب ہو کر اسلام لے آئے دونوں کا بیان آتا ہے۔

بیان مرتدین: كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ (الی قولہ تعالی) فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (اول ان مرتدین کا بیان ہے جو کفر پر قائم رہ کر اس کو ہدایت سمجھتے رہے چونکہ ان کا اعتقاد یا دعویٰ یہ تھا کہ خدا تعالیٰ نے ہم کو اب ہدایت فرمائی لہٰذا ان کی مذمت میں اس کی نفی بھی فرماتے ہیں کہ بھلا) اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو کیسے ہدایت کریں گے جو کافر ہوگئے بعد اپنے ایمان لانے کے (دل سے) اور بعد اپنے اس اقرار کے (زبان سے) کہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم دعویٰ رسالت میں) سچے ہیں اور بعد اس کے کہ ان کو واضح دلائل (حقانیت اسلام کے) پہنچ چکے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے بے ڈھنگے لوگوں کو ہدایت نہیں کیا کرتے (یہ مطلب نہیں کہ ایسوں کو کبھی توفیق اسلام کی نہیں دیتے بلکہ مقصود ان کے اسی دعویٰ مذکورہ بالا کی نفی کرنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ہم نے جو اسلام چھوڑ کر یہ طریق اختیار کیا ہے ہم کو خدا نے ہدایت دی ہے۔ خلاصہ نفی کا یہ ہوا کہ جو شخص کفر کا بے ڈھنگا راستہ اختیار کرے وہ ہدایت خداوندی پر نہیں اس لئے وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھ کو خدا نے ہدایت دی ہے کیونکہ کفر ہدایت کا راستہ نہیں بلکہ ایسے لوگ یقیناً گمراہ ہیں اور) ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی بھی لعنت ہوتی

ہے اور فرشتوں کی بھی (اور بہتیرے) آدمیوں کی بھی (غرض) سب کی (اور پھر وہ لعنت بھی ایسے طور پر رہے گی کہ) ہمیشہ ہمیشہ کو اسی (لعنت) میں رہیں گے (اور چونکہ اس لعنت کا اثر جہنم ہے حاصل یہ ہوا کہ وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے اور) ان پر سے عذاب ہلکا بھی نہ ہونے پاوے گا اور نہ (داخل ہونے کے قبل) ان کو (کسی میعاد تک) مہلت دی جاوے گی (آگے ان کا بیان ہے جو پھر مسلمان ہو گئے ان کو اس حکم سے مستثنیٰ فرماتے ہیں یعنی) ہاں مگر جو لوگ توبہ کر لیں اس (کفر) کے بعد (یعنی مسلمان ہو جاویں) اور اپنے (دل[1]) کو (بھی) سنواریں (یعنی منافقانہ طور پر صرف زبان سے توبہ کافی نہیں) سو بے شک ایسوں کے لئے) خدا تعالیٰ بخش دینے والے رحمت کرنے والے ہیں۔ **ف**: ایسی ہی آیت پارہ سیقول کے تیسرے رکوع میں گزری ہے اس کی ضروریات کی تفسیر وہاں دیکھ لی جاوے۔ اور کیفیت **یھدی** اور **لا یھدی** میں جو نفی ہدایت مزعومہ کی فرمائی اس کی مثال ہمارے محاورات میں ایسی ہے جیسے کسی بدمعاش کو کوئی حاکم اپنے ہاتھ سے سزا دے اور وہ کہے کہ مجھ کو حاکم نے اپنے ہاتھ سے خصوصیت عنایت فرمائی ہے اور اس کے جواب میں کہا جاوے کہ ایسے بدمعاش کو ہم خصوصیت کیوں دینے لگے یعنی یہ امر خصوصیت ہی نہیں۔ اور یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ایسا شخص کسی طرح قابل خصوصیت نہیں ہو سکتا اگرچہ شائستہ بن جاوے پس اس سے یہ اشکال جاتا رہا کہ بسا اوقات ارتداد کے بعد بھی ہدایت ہو جاتی ہے۔

ربط: اوپر توبہ کرنے والوں کو سزا سے مستثنیٰ فرمایا تھا اور ظاہر ہے کہ حقیقت اس توبہ خاص کی اسلام قبول کرنا ہے چونکہ لفظ توبہ کو سن کر اور اس کی اس حقیقت میں غور نہ کر کے احتمال تھا کہ کوئی مرتد کہنے لگے کہ میں بھی توبہ کیا کرتا ہوں یعنی ان امور سے جو اس کی ملت کفریہ میں قبیح ہیں تو میں بھی مستحق نجات ہوں گا اس لئے اگلی آیت میں بدون اسلام کے محض توبہ عن الذنوب کا مقبول نہ ہونا بیان فرماتے ہیں۔

عدم قبول توبہ بدون ایمان: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ (الی قولہ تعالی) وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ بیشک جو لوگ کافر ہوئے اپنے ایمان لانے کے بعد پھر بڑھتے رہے کفر میں (یعنی کفر پر دوام رکھا ایمان نہیں لائے) ان کی توبہ (جو کہ اور[2] گناہوں سے کرتے ہوں) ہرگز مقبول نہ ہوگی (کیونکہ توبہ عن المعاصی ایک طاعت فرعیہ ہے۔ اور طاعات فرعیہ کے مقبول ہونے کی شرط ایمان ہے) اور ایسے لوگ (اس توبہ کے بعد[3] بھی بدستور) پکے گمراہ ہیں۔

ف: جو کافر اصلی ہو اس کا بھی شرع میں یہی حکم ہے۔

ربط: اوپر کی آیت میں ازدیادِ کفر آیا ہے جس کی تفسیر دوام علی الکفر الی الموت یعنی موت علی الکفر ہے آیت آئندہ میں اس تفسیر کی تصریح ہے اور نیز اوپر کی آیت ظاہرا مرتد کے باب میں تھی حالانکہ حکم مذکور عام ہے اس لئے آیت آئندہ میں عام لفظوں میں اس کو بیان فرماتے ہیں۔ نیز اوپر کی آیت میں نفی قبول توبہ کی تھی احتمال باقی رہا کہ شاید خالی توبہ قبول نہ ہو کچھ فدیہ یعنی معاوضہ منظور ہو جاوے آیت آئندہ میں اس کی بھی نفی ہے پس آیت آئندہ تین جدید امر کو مفید ہوئی۔

عدم قبول فدیہ از مطلق کافر الی الموت: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ (الی قولہ تعالی) وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ بیشک جو لوگ کافر ہوئے اور وہ بھی مر گئے حالت کفر ہی میں سو ان میں سے کسی کا زمین بھر سونا بھی نہ لیا جائے گا اگرچہ وہ معاوضہ میں اس کا دینا بھی چاہے (اور بے دیئے تو کون پوچھتا ہے) ان لوگوں کو سزائے دردناک ہوگی اور ان کے کوئی حامی (مددگار) بھی نہ ہوں گے۔ **ف**: لفظ اگرچہ مبالغہ کے لئے ہوتا ہے وجہ[4] مبالغہ کی یہ ہے کہ خود دینے کی درخواست کرنے میں ایک گونہ معنی معذرت وندامت کے بھی ہوتے ہیں جس میں عادۃً احتمال زیادتِ قبول کا ہوتا ہے بخلاف اس حالت کے کہ جرمانہ کے طور پر بدون مجرم کی درخواست کے جبراً اس سے لے لیا جاوے اس میں تو کوئی دلیل معذرت کی بھی نہیں اور یہ نفع میں ابعد ہے۔ پس حاصل یہ ہوا کہ جب اس کافر کی برأت کے لئے بذل مال کا طریق اقرب بھی نافع ومقبول ہوگا خوب سمجھ لو۔ اور یہ جو فرمایا کہ زمین بھر سونا بھی نہ لیا جاوے گا مطلب یہ کہ اگر بالفرض اس کے پاس ہو جیسا دوسری آیت میں ہے: وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِى الْاَرْضِ الخ اور وہاں نہ ہونا تو معلوم ہی ہے۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ روح المعانی میں ہے کہ وہ توبہ ہی نہیں کرتے تا کہ قبول ہو کیونکہ ان کو اس کی توفیق ہی نہیں ہوتی آہ احقر کہتا ہے کہ یہی عادۃ اللہ ہے اس شخص کے بارہ میں جو اہل اللہ کے طریق کی طرف متوجہ ہوا ہو پھر تعطل یا انکار کی راہ سے اس سے اعراض کر لے تو اکثر پھر اس کی طرف عود کرنے کی اس کو توفیق نہیں ہوتی بلکہ وہ مخذول رہتا ہے پھر بعض اوقات یہ اس سے اشد کی طرف منجر ہو جاتا ہے کہ اہل طریق سے عداوت ونفرت رکھنے لگتا ہے پھر وہ دین کے بڑے جزو سے خارج ہو جاتا ہے۔ نعوذ باللہ منہ ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: [1] **قولہ فی ترجمۃ ایمانھم** دل سے **لیحصل التغایر بین الایمان والشھادۃ** ۱۲۔ [2] **قولہ فی ترجمۃ الظلمین** ایسے بے ڈھنگے **اشارۃ الی کون اللام للعھد وکون الظلم بمعنی وضع الشئی فی غیر محلہ وبین ادناہ واعلاہ بعد شاسع وبون واسع** ۱۲۔ [3] **قولہ فی ترجمۃ اصلحوا** دل کو **ماخذہ الکبیر حیث قال اصلحوا باطنھم** ۱۲۔ [4] **قولہ فی تفسیر ازدادوا دوام الخ کما فی الکبیر ان المرتد**

يكون فاعلا للزيادة بان يقيم ويصر فيكون الاصرار كالزيادة ١٢۔ ۵ قوله في ترجمة توبتهم جو کہ اور گناہوں سے الخ ماخذه روح المعانى حيث قال وقيل ان هذه التوبة لم يكن عن الكفر وانما هى عن ذنوب كانوا يفعلونها معه فتابوا عنها مع اصرارهم على الكفر فردت عليهم لذلك ويؤيده ما اخرجه ابن جرير عن ابى العالية قال هؤلاء اليهود والنصارى كفروا بعد ايمانهم ثم ازدادوا كفرا بذنوب اذنبوها ثم ذبوا يتوبون من تلك الذنوب فى كفرهم فلم تقبل توبتهم ولو كانوا على الهدى قبلت ولكنهم على ضلالة اه قلت فزال توهم التعارض بين القبول المفهوم مما قبله وبين عدم القبول هذا ١٢۔ ٦ قوله في ترجمة لضالون توبہ کے بعد بھی آپ کے الخ ماخذه كله ما فى البيضاوى من قوله الثابتون على الضلال وما فى روح المعانى الحصر باعتبار انهم كاملون فى الضلال فلا ينافى وجود الضلال فى غيرهم ١٢۔ ٧ قوله لتقرير المبالغة في قوله ولو افتدى به ماخذه ما نقل فى روح المعانى عن ابن المنير وابى حبان فى عبارة طويلة لكن ما ذكرته في وجه اولوية المسكوت عنه من المذكور كما هو مقتضى هذا التركيب هو غير منقول بل هو من مواهب الله تعالىٰ لى وله الحمدفقط ١٢۔

الروایات: فى لباب النقول روى النسائى وابن حبان والحاكم عن ابن عباس قال كان رجل من الانصار اسلم ثم ارتد ثم ندم فارسل الى قومه ارسلوا الى رسول الله صلى الله عليه وسلم هل لى من توبة فنزلت كيف يهدى الله قوما كفروا الى قوله فان الله غفور رحيم فارسل الى قومه فاسلم ونقل عن مسدد فى مسنده وعبدالرزاق عن مجاهد فى قصة الحرث بن سويد ما يقاربه وفى الكبير تحت هذه الآية عن ابن عباسؓ نزلت هذه الآية فى عشر رهط كانوا آمنوا ثم ارتدوا و لحقوا بمكة ثم اخذوا يتربصون به ريب المنون فانزل الله تعالىٰ فيهم هذه الآية وكان فيهم من تاب فاستثنى التائب منهم بقوله الا الذين تابوا اه قلت وراعيت رواية الكبير فى تقرير ترجمتى ١٢۔

الکلام: ومن يبتغ الخ استدل بعضهم بها على اتحاد الاسلام والايمان لانه لوكان غير الاسلام لزم كونه غير مقبول وهو كما ترىٰ قلت المراد بالغير فى الآية المعارض لا مطلق لامغاير مفهومًا او مصداقا والا لزم ان تكون الصلوٰة والزكوٰة وغيرهما غير مقبولين وهو كما ترىٰ فلم يثبت بها الاتحاد فافهم فانه لطيف ١٢۔

النحو: اجمعين تاكيد لجميع المعطوفات لا الناس وحده فلا حاجة الى التكلف لصحة لغة جميع الناس قوله وشهدوا فى البيضاوى عطف على ما فى ايمانهم من معنى الفعل ونظيره فاصدق واكن او حال باضمار قد اه قلت واخترت الاول لظهور معناه ١٢۔ فى روح المعانى كفرا تمييز محول عن فاعل اه قلت فالازدياد لازم متعد الى المفعول ١٢۔

البلاغۃ: كيف يهدى الله قد ذكرت وجه البلاغة فيه فى المتن وهو ما شهد به ذوقى ثم تأيد بما فى روح المعانى من قوله وقيل ان الآية على طريق التبعيد كما يقال كيف اهديك الى الطريق وقد تركته اى لا طريق يهديهم به الى الايمان الا من الوجه الذى هداهم به ولا طريق غيره اه ١٢۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۬ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿۹۲﴾ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِیْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۹۳﴾ فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۫ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۹۵﴾ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۶﴾ فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ ۚ۬ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۷﴾

تم خیر کامل کو کبھی نہ حاصل کرسکو گے یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز کو خرچ نہ کرو گے اور جو کچھ بھی خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ اس کو خوب جانتے ہیں۔ سب کھانے کی چیزیں (نزول تورات کے قبل) باستثناء اس کے جس کو یعقوب نے اپنے نفس پر حرام کرلیا تھا بنی اسرائیل پر حلال تھیں فرما دیجئے کہ پھر تورات لاؤ پھر اس کو پڑھو اگر تم سچے ہو۔ سو جو شخص اس کے بعد اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بات کی تہمت لگائے سو ایسے لوگ بڑے بے انصاف ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے سچ کہہ دیا سو تم ملت ابراہیم کا اتباع کرو جس میں ذرا کجی نہیں اور وہ مشرک نہ تھے۔ یقیناً وہ مکان جو سب سے پہلے لوگوں کے واسطے مقرر کیا گیا وہ مکان ہے جو کہ مکہ میں ہے جس کی حالت یہ ہے کہ وہ برکت والا ہے اور جہان بھر کے لوگوں کا رہنما ہے اس میں کھلی نشانیاں ہیں منجملہ ان کے ایک مقام ابراہیم ہے اور جو شخص اس میں داخل ہو جائے وہ امن والا ہو جاتا ہے اور اللہ کے واسطے لوگوں کے ذمہ اس مکان کا حج کرنا ہے یعنی اس شخص کے جو کہ طاقت رکھے وہاں تک کی سبیل کی اور جو شخص منکر ہو اللہ تعالیٰ تمام جہان والوں سے غنی ہیں۔

تفسیر: ربط: اوپر افتداء کا کفار کے لئے نافع نہ ہونا مذکور ہوا تھا آگے بتلاتے ہیں کہ البتہ مؤمنین کو دنیا میں انفاق فی سبیل اللہ نافع فی الآخرۃ ہوسکتا ہے اور اس میں یہ بھی اشارہ ہوگیا کہ اگر کفار اپنے اموال سے آخرت میں منتفع ہونا چاہیں تو مسلمان ہو کر یہاں دنیا میں بھی فی سبیل اللہ خرچ کریں۔

ترغیب انفاق و آداب آں: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ (الی قولہ تعالیٰ) فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿۹۲﴾ (اے مسلمانو) تم خیر کامل (یعنی اعظم ثواب) کو کبھی نہ حاصل کرسکو گے یہاں تک کہ اپنی (بہت) پیاری چیز کو (اللہ کی راہ میں) خرچ نہ کرو گے۔ اور (یوں) جو کچھ بھی خرچ کرو گے (گو غیر محبوب چیز ہو) اللہ تعالیٰ اس کو بھی خوب جانتے ہیں (مطلق ثواب اس پر بھی دے دیں گے لیکن کمال ثواب حاصل کرنے کا وہی طریقہ ہے)۔

ف: آیت سے معلوم ہوا کہ ثواب تو ہر خرچ کرنے سے ہوتا ہے جو اللہ کی راہ میں کیا جاوے مگر زیادہ ثواب محبوب چیز کے خرچ کرنے سے ہوتا ہے۔

ربط: اوپر کی آیتوں میں اہل کتاب سے محاجہ چلا آتا ہے کہیں یہود سے کہیں نصاریٰ سے کہیں دونوں سے۔ ایک محاجہ کا آگے بیان ہوتا ہے جس کا قصہ روح المعانی میں بروایت واحدی کے کلبی سے منقول ہے کہ جب حضور ﷺ نے اپنا ملت ابراہیمی پر ہونا باعتبار اصول شریعت تمامہا اور اکثر فروع کے بیان فرمایا تو یہود نے اعتراضاً کہا کہ آپ اونٹ کا گوشت اور دودھ کھاتے ہیں حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر حرام تھا جناب رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا کہ نہیں ان پر یہ حلال تھا یہود نے کہا جتنی چیزیں ہم حرام سمجھتے ہیں یہ سب حضرت نوح و حضرت ابراہیم علیہما السلام کے وقت سے حرام چلی آتی ہیں یہاں تک کہ ہم تک وہ تحریم پہنچی اللہ تعالیٰ نے آیت آئندہ تکذیب یہود کے لئے نازل فرمائی۔

تکذیب یہود در دعویٰ تحریم لحوم ابل بر ابراہیم علیہ السلام و آلِ شاں: كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ (الی قولہ تعالیٰ) فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (جن کھانے کی چیزوں میں گفتگو ہے یہ) سب کھانے کی چیزیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے ہرگز حرام نہیں چلی آرہی ہیں بلکہ یہ چیزیں) نزول توراۃ کے قبل باستثناء اس کے (یعنی گوشت شتر کے) جس کو (حضرت) یعقوب (علیہ السلام) نے (ایک خاص وجہ سے) اپنے نفس پر حرام کرلیا تھا (اور پھر وہ انکی اولاد میں بھی حرام چلا آیا باقی سب چیزیں خود) بنی اسرائیل (تک) پر (بھی) حلال تھیں (تو ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے ان کی تحریم کا دعویٰ کب صحیح ہو سکتا ہے اور نزول توراۃ کے قبل اس واسطے فرمایا کہ نزول توراۃ کے بعد ان مذکورہ حلال چیزوں میں سے بھی بہت سی چیزیں حرام ہوگئی تھیں جس کی کچھ تفصیل سورۂ انعام کی اس آیت میں ہے وَعَلَى الَّذِیْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِیْ ظُفُرٍ الی اخرھا۔ اور اگر اب بھی یہود کو تحریم کی قدامت مذکورہ کا دعویٰ ہے تو اے محمد ﷺ ان سے) فرما دیجئے کہ (اچھا تو) پھر توراۃ لاؤ پھر اس کو (لا کر) پڑھو اگر تم (دعویٰ مذکورہ میں) سچے ہو (تو اس میں کوئی آیت وغیرہ اس مضمون کی نکال دو کیونکہ امور منقولہ میں نص کی ضرورت ہے اور دوسری نصوص یقیناً منفی ہیں صرف توراۃ باقی ہے سو اسی میں دکھلا دو چنانچہ اس میں نہ دکھلا سکے تو کذب ان کا اس

دعویٰ میں ثابت ہوگیا آگے اس پر مرتب کر کے فرماتے ہیں) سو جو شخص اس (ظہور کذب بالدلیل) کے بعد (بھی) اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بات کی تہمت لگائے (جاوے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے گوشت شتر وغیرہ کو حرام فرمایا ہے) تو ایسے لوگ بڑے بے انصاف ہیں **ف**: وہ خاص وجہ یہ ہوئی تھی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو عرق النساء کا مرض تھا آپ نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ اس سے شفاء دیں تو سب میں زیادہ جو کھانا مجھ کو محبوب ہو اُس کو چھوڑ دوں ان کو شفا ہوگئی اور سب میں زیادہ محبوب آپ کو اونٹ کا گوشت تھا اس کو ترک فرمادیا **اخرجه الحاكم وغيره بسند صحيح عن ابن عباس كذا في روح المعاني واخرجه الترمذي في سورة الرعد مرفوعًا**۔ پھر یہی تحریم جو نذر سے ہوئی تھی بنی اسرائیل میں بھی بحکم وحی رہی اور معلوم ہوتا ہے کہ ان کی شریعت میں نذر سے تحریم بھی ہو جاتی ہوگی جس طرح ہماری شریعت میں مباح کا ایجاب ہو جاتا ہے مگر تحریم کی نذر جو در حقیقت یمین ہے ہماری شریعت میں جائز نہیں بلکہ اس میں حنث پھر اس حنث کا کفارہ واجب ہے کما قال اللہ تعالیٰ: لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ الآية اسی طرح تفسیر کبیر میں ہے۔

ربط: اوپر دعویٰ یہود کا کذب ثابت ہوگیا اور قران اس کا مناقض ہے تو اس کا صدق عقلاً ثابت ہوا آیت آئندہ میں اس صدق کی تصریح اور اس پر ایک تفریع مذکور ہے۔

ترتب دعوتِ اسلام بر ظہور صدق قرآن: قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۟ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے سچ کہہ دیا سو (اب) تم (کو چاہئے کہ بعد ثبوت حقیقت قرآن کے) ملتِ ابراہیم (یعنی اسلام) کا اتباع (اختیار) کرو جس میں ذرا کجی نہیں اور وہ (ابراہیم علیہ السلام) مشرک نہ تھے۔

ف: آخر پارہ الم میں ایسی آیت آچکی ہے وہاں تفسیر لکھ دی ہے۔

ربط: اوپر سے محاجہ چلا آتا ہے منجملہ ان محاجوں کے ایک محاجہ یہ تھا کہ یہود نے بیت المقدس کو خانہ کعبہ سے افضل بتایا تھا مسلمان کعبہ کو افضل کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مناظرہ میں مسلمانوں کا حق پر ہونا بیان فرمایا **اورده في روح المعاني برواية ابن المنذر وغيره عن ابن جريج في بلاغاته** اور کبیر میں یہود کے اس کہنے کی غرض یہ لکھی ہے کہ تحویل قبلہ پر اعتراض کرنا مقصود تھا کہ افضل قبلہ کو چھوڑ کر غیر افضل کو اختیار کیا۔

افضلیت بیت اللہ بر دیگر معابد: اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ (الی قولہ تعالی) فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ۔ یقیناً وہ مکان جو سب (مکانات عبادت) سے پہلے لوگوں (کی عبادت گاہ بننے) کے واسطے (من جانب اللہ) مقرر کیا گیا وہ مکان ہے جو کہ (شہر) مکہ میں ہے (یعنی خانہ کعبہ) جس کی حالت یہ ہے کہ وہ برکت والا ہے (یعنی اس میں دینی نفع یعنی ثواب ہے) اور (عبادت خاص یعنی نماز کا رخ بتلانے میں) جہان بھر کے لوگوں کا رہنما ہے (مطلب یہ کہ حج وہاں ہوتا ہے اور مثلاً نماز کا ثواب بروئے تصریح حدیث وہاں بہت زیادہ ہوتا ہے دینی برکت تو یہ ہوئی اور جو وہاں نہیں ہیں ان کو اس مکان کے ذریعہ سے نماز کا رخ معلوم ہوتا ہے یہ راہنمائی ہوئی غرض) اس میں (کچھ تشریعی کچھ تکوینی) کھلی نشانیاں (اس کی فضیلت کی موجود) ہیں (چنانچہ تشریعی نشانیوں میں اس کا مبارک اور ہدی بتفسیر مذکور ہونا تو بیان ہو چکا اور کچھ مقام ابراہیم علیہ السلام کے بعد مذکور ہیں یعنی اس میں داخل ہونے والے کا مستحق امن ہو جانا اور اس کا حج بشرائط فرض ہونا جو کہ مطلق مشروعیت حج مذکورہ سابق پر زائد مفہوم ہے یہ چار نشانیاں تو تشریعی اس جگہ مذکور ہیں اب درمیان میں تکوینی کا ذکر فرماتے ہیں کہ) منجملہ ان (نشانیوں) کے ایک مقام ابراہیم (نشانی) ہے اور (ایک تشریعی نشان یہ ہے کہ) جو شخص اس (کے حدود متعلقہ) میں داخل ہو جاوے وہ (شرعاً) امن والا ہو جاتا ہے اور (ایک تشریعی نشان یہ ہے کہ) اللہ کے (خوش کرنے کے) واسطے لوگوں کے ذمہ اس مکان کا حج کرنا (فرض) ہے (مگر سب کے ذمہ نہیں بلکہ خاص خاص کے) یعنی اس شخص کے جو کہ طاقت رکھے وہاں تک (پہنچنے) کی سبیل کی اور جو شخص (احکام خداوندی کا) منکر ہو تو (خدا تعالیٰ کا کیا ضرر کیونکہ) اللہ تعالیٰ تمام جہان والوں سے غنی ہیں (کسی کے ماننے پر ان کا کوئی کام اٹکا نہیں پڑا بلکہ خود اس منکر ہی کا ضرر ہے)

ف: سب عبادت گاہوں سے پہلے اس کے مقرر ہونے سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ بیت المقدس سے بھی پہلے بنا ہے چنانچہ حدیث صحیحین میں اس کی تصریح بھی ہے اور لِلنَّاسِ اور لِلْعٰلَمِيْنَ کا عموم اس طرح ہے کہ شرائع سابقہ میں بھی بابرکت اور مقصود بالزیارت رہا ہے۔ اور مقام ابراہیم ایک پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر کی تھی اور اس پتھر میں آپ کے قدموں کا نشان بن گیا **اورده في روح المعاني عن سعيد بن جبير** سو اس کا نشان عجیب ہونا تو ظاہر ہے لیکن اس نشان کا کعبہ کی طرف منسوب ہونا بدیں وجہ ہے کہ یہ بات عمارت کعبہ کے تعلق سے اس میں پیدا ہوئی اور اب وہ پتھر خانہ کعبہ سے ذرا فاصلہ پر ایک محفوظ مکان میں رکھا ہے اور ان آیات مذکورہ میں اس مقام ابراہیم کا نشان ہونا تو محسوس ہے باقی احکام تشریعیہ کا نشان فضیلت ہونا باوجود ان کے غیر محسوس ہونے کے اس لئے ہے کہ وہ احکام دلائل صحیحہ سے ثابت ہیں۔ پس حاصل استدلال یہ ہوا کہ دیکھو یہ احکام شرعیہ خانہ کعبہ کے متعلق ہیں جن کا متعلق ہونا دلائل سے ثابت ہے اور ایسے احکام بیت المقدس کے متعلق مشروع نہیں کئے گئے پس افضلیت ثابت ہوگئی۔ اور امن کے متعلق تفسیر پارہ الم کے

آخری رکوع سے پہلے رکوع میں گزر چکی ہے اور سبیل کی تفسیر حدیث میں زاد وراحلہ کے ساتھ آئی ہے۔ رواہ الحاکم وغیرہ اور صحت بدن وسلامت بصر اور عقل و اسلام وحریت وغیرہ اور دلائل سے ثابت ہیں اور جاننا چاہئے کہ ہر چند کہ سوا مقام ابراہیم کے باقی آیات یہاں تشریعی ہیں لیکن ان کا اثر تکوینًا بھی قلوب پر ایسا تھا کہ جاہلیت میں بھی ان کے آثار ظاہر ہوتے تھے مثلاً دُور دراز سے حج کو آنا۔ طواف کرنا۔ حد حرم میں امن قائم رکھنا۔ جیسا کہ تواریخ میں منقول ہے اور قرآن میں بھی بعض امور بعض جگہ مذکور ہیں کقولہ تعالیٰ: وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ الخ وقولہ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ اور اس کے ساتھ ایک مقدمہ بدیہیہ منضم کرلیا جاوے اور وہ یہ کہ سب سے زیادہ محبوب چیز طبعًا انسان کو اپنی جان ہے تو آیت دال ہوئی اس پر کہ اپنی ہستی کو محبوب حقیقی کے لئے بذل کرنا موقوف علیہ ہے بر اور قرب الٰہی کا۔ قولہ تعالیٰ: كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ۔ روح المعانی میں ہے کہ بعض نے کہا ہے کہ فائدہ اس حکایت کے بیان فرمانے سے اہل محبت کو اس کی تعلیم دینا ہے کہ جو چیزیں ان کو محبوب ہیں جیسے مرغوب کھانے اور دنیوی لذائذ حق تعالیٰ کی حقیقی نعمتوں کی طلب میں ان کو ترک کر دیں ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قولہ اللہ کی راہ میں قید به لقرينة المقام ۱۲۔ ۲ قولہ خرچ نہ کرو گے زاد كلمة النفی لعدم مساعدة محاورتنا بدونها ۱۲۔ ۳ قولہ گو غیر محبوب الخ اخذت ذلك من البيضاوی ای من ای شیء محبوب او غیرہ ۱۲۔ ۴ قولہ فی ترجمة كل الطعام گفتگو ہے صرح به لان جميع ما عدا المستثنیٰ لم يكن حلالاً كالميتة ومثلها اخذت ذلك من الكبير ۱۲۔ ۵ قولہ فی ترجمة حرم اسرائيل ان کی اولاد میں الخ كما فی الكبير ظاهره هذه الآية تدل على ان الذی حرمه اسرائيل على نفسه فقد حرمه الله على بنی اسرائيل وذلك لانه تعالیٰ قال كل الطعام كان حلا لبنی اسرائيل فحكم بحل كل انواع المطعومات لبنی اسرائيل ثم استثنیٰ منه ما حرمه اسرائيل على نفسه فوجب بحكم الاستثناء ان يكون ذلك حراما على بنی اسرائيل والله تعالیٰ اعلم ۱۲۔ ۶ قولہ اور نزول توراۃ کے قبل اس لئے فرمایا الخ كما فی الكبير اما قوله تعالیٰ من قبل ان تنزل التوراة فالمعنى ان قبل نزول التوراة كان حلا لبنی اسرائيل كل انواع المطعومات سوى ما حرمه اسرائيل على نفسه اما بعد التوراة فلم يبق كذلك بل حرّم الله تعالیٰ عليهم انواعًا كثيرة ۱۲۔ ۷ قولہ بعد ترجمة صٰدقين کوئی آیت وغیرہ الخ وفی الكبير فطلب الرسول عليه السلام احضار التوراةِ يستخرج منها المسلمون من علماء اهل الكتاب اٰية موافقة لقول الرسول آه وفی الحقانی ما تعريبه واذ تنسبون ذلك الی التوراة فاتوها وارده فيها اه قلت حاصلهما واحد ۱۲۔ ۸ قولہ قبل قوله فيه اٰيات غرض اشار بهذا الی ان قوله فيه آيات كانه تفريع مما قبله وبما فسرت الآيات لم يبق مساغ للاشكال فيه كالاشكال فی بعض ما ذكروا فی تفسيره من نحو ان لا تعلوه الطير مثلا وتأيد تفسيری بما فی روح المعانی تحت قوله آمنا ای ومنها او ثانيها اٰمن من دخله فافهم ۱۲۔ ۹ قولہ مستحق امن ہو جانا لانه تشريعية لا تكوينية ويمكن كونها تكوينية بحمل الا من على امن الآخرة ولما كان الاخبار به صحيحًا ثابتًا بالدليل صلح كونه آية كالآياتّ التشريعية ۱۲۔ ۱۰ قولہ فی ترجمة من استطاع یعنی الخ كذا فی روح المعانی فی جملة الاقوال ۱۲۔

الروایات: فی لباب النقول اخرج سعيد بن منصور عن عكرمة قال لما نزلت ومن يبتغ غير الاسلام دينا الآية قالت اليهود فنحن مسلمون فقال لهم النبی صلی الله عليه وسلم ان الله فرض على المسلمين حج البيت فقالوا لم يكتب علينا وابوان يحجوا فانزل الله ومن كفر فان الله غنی عن العٰلمين۔

نکتۃ: المذكور فی الآية خمسُ آيات اربع تشريعية و واحد تكوينی فما احسن ايراد التكوينية فی عين وسط التشريعيات كانه اشارة الی كون التشريعية اهم واعظم حيث ابتدأ منها الكلام وختم عليها ۱۲۔

اللغات: فی القاموس البر الخير ۱۲۔ بكة فی الجلالين لغة فی مكة سميت بذلك لانها تبك اعناق الجبابرة ای تدقها ۱۲۔

النحو: مما تحبون قال البيضاوی يحتمل التبئين اه فيكون المفعول المحذوف شيئا واخترته لروايات السلف فی ذلك انهم انفقوا لما سمعوا هذه الآية احب ما عندهم لا بعضًا منه۔ قوله من قبل ان تنزل متعلق بقوله كان حلا وتقريره ما فی ملحقات الترجمة حيث ذكر فائدة هذا القيد لا بقوله حرم اسرائيل لعدم ظهور فائدة فيه ۱۲۔

فائدہ: قد وقع التقديم والتاخير فی اجزاء الترجمة ههنا تحصيلا للسهولة واعلم ان الكبير قد فاق ههنا على الكل فی تحرير المقام ۱۲۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ

تَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُونَهَا عِوَجًا وَّ اَنْتُمْ شُهَدَآءُ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۹﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ؕ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ ع

آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب تم کیوں انکار کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے احکام کا حالانکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کی اطلاع رکھتے ہیں آپ فرما دیجئے اے اہل کتاب کیوں ہٹاتے ہو اللہ تعالیٰ کی راہ سے ایسے شخص کو جو ایمان لا چکا اس طور پر کہ کجی ڈھونڈتے ہو اس راہ کے لئے حالانکہ تم بھی اطلاع رکھتے ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں۔ اے ایمان والو اگر تم کہنا مانو گے کسی فرقے کا ان لوگوں میں سے جن کو کتاب دی گئی ہے تو وہ لوگ تم کو تمہارے ایمان لائے پیچھے کافر بنا دیں گے اور تم کفر کیسے کر سکتے ہو حالانکہ تم کو اللہ تعالیٰ کے احکام پڑھ کر سنائے جاتے ہیں اور تم میں اللہ کے رسول موجود ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو مضبوط پکڑتا ہے تو ضرور راہ راست کی ہدایت کیا جاتا ہے۔

تفسیر ربط: اوپر سے اہل کتاب پر ان کے اقوال کا رد چلا آتا ہے آگے ان کے ایک فعل پر رد و ملامت ہے، جس کا خلاصہ قصہ یہ ہوا تھا کہ ایک یہودی تھا شماس بن قیس مسلمانوں سے بہت کینہ رکھتا تھا اس نے ایک مجلس میں انصار کے دو قبیلوں یعنی اوس اور خزرج کو ایک جگہ مجتمع و متفق دیکھا حسد کے سبب سخت ناگوار ہوا اور ان میں تفریق ڈالنے کی فکر میں لگا آخر یہ تجویز کیا کہ ایک شخص سے کہا کہ ان دونوں قبیلوں میں اسلام سے پہلے جو ایک ممتد لڑائی ہو چکی ہے اور اس کے متعلق فریقین کے فخریہ اشعار ہیں وہ اشعار ان کی مجلس میں جا کر پڑھ دیئے جائیں چنانچہ اشعار کا پڑھنا تھا کہ فوراً ایک آگ سی بھڑک اٹھی اور آپس میں چنان چنیں ہونے لگی یہاں تک کہ موقع اور وقت لڑائی کا پھر مقرر ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اطلاع ہوئی آپ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا یہ کیا اندھیرا ہے میرے ہوتے ہوئے پھر مسلمان ہونے کے اور باہم متفق و متالف ہونے کے بعد یہ واہیات کیا اسی حالت کفر کی طرف عود کرنا چاہتے ہو؟ سب متنبہ ہوئے اور سمجھا کہ یہ شیطانی حرکت تھی اور ایک دوسرے کے گلے لگ کر بہت روئے اور توبہ کی اس واقعہ میں یہ آیتیں نازل ہوئیں **ذکرہ فی روح المعانی بروایۃ ابن اسحاق و جماعۃ عن زید بن اسلم۔** یہ مضمون کئی آیتوں تک چلا گیا ہے جس میں اول ملامت ہے ان اہل کتاب پر جنہوں نے یہ کارروائی کی تھی اور یہ ملامت بڑی بلاغت سے کی گئی کہ اس فعل پر ملامت سے پہلے ان کو کفر پر بھی ملامت کی جس کا حاصل یہ ہوا کہ چاہیے تو یہ تھا کہ خود بھی مسلمان ہو جاتے نہ یہ کہ دوسروں کے گمراہ کرنے کی فکر میں لگ رہے ہوں پھر خطاب و فہمائش ہے مسلمانوں کو۔

ملامت بر اہل کتاب کفر و اغوا: قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ (الی قولہ تعالی) وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (ان اہل کتاب سے) فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب تم) بعد ظہور حجت حقانیت اسلام کے) کیوں انکار کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے احکام کا (اس میں اصول و فروع سب آ گئے) حالانکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کی اطلاع رکھتے ہیں (تم کو اس سے بھی ڈر نہیں لگتا اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سے یہ بھی) آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب کیوں (ہٹانے کی کوشش کرتے) ہو اللہ کی راہ (یعنی اس کے دین حق) سے ایسے شخص کو جو (اس دین کے حق ہونے پر) ایمان لا چکا اس طور پر کہ کجی (کی باتیں) ڈھونڈتے ہو اس راہ کے (اندر پیدا کرنے کے لئے (جیسا کہ قصہ مذکورہ میں کوشش کی تھی کہ اس کارروائی سے ان کے دین کے اندر بوجہ نااتفاقی کہ گناہ بھی ہے اور مزیل قوت و ترقی بھی ہے خلل پڑ جاوے گا اور ان بکھیڑوں میں پڑ کر دین حق سے ان کو بعد ہو جاوے گا) حالانکہ تم خود بھی (اس حرکت کے قبیح ہونے کی) اطلاع رکھتے ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں (وقت معین پر اس کی سزا دیں گے)

ف: ہر چند کہ سبب نزول خاص ہے لیکن الفاظ کے عام ہونے سے اہل کتاب میں نصاریٰ بھی آ گئے اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے باز رکھنے کے مضمون میں ان لوگوں کا بشارات محمدیہ کو چھپانا یا بدلنا بھی داخل ہو گیا چنانچہ حسن اور قتادہ اور سدی نے یہی تفسیر اختیار کی ہے ہکذا فی روح المعانی

ربط: آگے واقعہ مذکورہ کے متعلق مسلمانوں کو فہمائش ہے۔

تفہیم مسلمانان: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوْا (الی قولہ تعالی) فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ اے ایمان والو اگر تم کہنا مانو گے کسی فرقہ کا ان لوگوں میں سے جن کو کتاب دی گئی ہے (یعنی اہل کتاب میں سے) تو وہ لوگ تم کو تمہارے ایمان لائے پیچھے (اعتقاداً یا عملاً) کافر بنا دیں گے اور (بھلا) تم کفر کیسے کر سکتے ہو (یعنی تمہارے لئے کب روا ہو سکتا ہے) حالانکہ (اسباب مانع کفر کے پورے جمع ہیں کیونکہ) تم کو اللہ تعالیٰ کے احکام (قرآن میں) پڑھ کر سنائے جاتے ہیں اور (پھر) تم میں اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) موجود ہیں (اور دونوں قوی ذرائع ہیں ایمان پر قائم رہنے کے پس تم کو چاہئے کہ ان دونوں ذریعوں کی تعلیم و تلقین کے موافق ایمان پر اور ایمان کی باتوں پر قائم رہو) اور (یاد رکھو کہ) جو شخص اللہ تعالیٰ کو مضبوط پکڑتا ہے (یعنی ایمان پر پورا قائم

رہتا ہے کیونکہ اللہ کو مضبوط پکڑنا یہی ہے کہ اسکی ذات وصفات کی تصدیق کرے اس کے احکام مانے کسی دوسرے مخالف کی موافقت نہ کرے) تو (ایسا شخص) ضرور راہ راست کی ہدایت کیا جاتا ہے (یعنی وہ راہِ راست پر ہوتا ہے اور راہ راست پر ہونا اصل ہے ہر صلاح وفلاح کی پس اس میں ایسے شخص کے لئے ہر صلاح وفلاح کی بشارت و وعدہ ہے) **ف**: اثناء ترجمہ میں تعمیم کفر کے لئے جو اعتقاداً وعملاً کہا گیا اس کا حاصل یہ ہے کہ ایک معنی کفر کے تو متعارف ہیں اور وہ کفر اعتقادی ہے اور ایک معنی یہ ہیں کہ اعتقاداً تو مومن ہو مگر کام کافروں کے سے کرے اس[۴] کو بھی مجازاً کفر کہہ دیتے ہیں کفر عملی سے یہی مراد ہے قرآن وحدیث میں اس کا بھی استعمال بہت آیا ہے پس مطلب آیت کا یہ ہے کہ اہل کتاب کی اطاعت سے کفر کا ڈر ہے اگر اطاعت عقائد میں کی جاوے تو کفر اعتقادی ہوگا اور اگر اطاعت اعمال ومعاصی میں کی جاوے جیسے ان کے اشتعال سے لڑنے کو تیار ہو گئے تو یہ عمل کافروں کا سا ہوگا اور یہ آیت اگر خاص صحابہ کو خطاب ہو جیسا قصہ سے معلوم ہوتا ہے تب تو فیکم رسولہ میں کوئی تکلف نہیں اور اگر عام ہو جیسا مضمون کا عموم مقتضی ہے تو آپ کی نبوت کے آثار وشواہد کا قیامت تک موجود رہنا بمنزلہ آپ ہی کے تشریف رکھنے کے ہے۔ کیونکہ زمانہ رونق افروزی ظاہری میں بھی آپ کا ہادی ہونا اسی وصف کے اعتبار سے تھا پس اصل موثر وصف ٹھہرا فقط۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ روح المعانی میں ہے کہ اس اعتصام کی حقیقت بعض کے نزدیک یہ ہے کہ اسباب جو کہ اصنام معنویہ ہیں ان سے قلب کا کشیدہ ہو جانا اور اپنے دعوے حول وقوت سے حق تعالیٰ کی طرف یکسو ہو جانا اور بعض نے کہا ہے کہ عشاق کا اعتصام یہ ہے کہ ماسویٰ کو ترک کر کے اس کی پناہ لیں اور اہل حقائق کا اعتصام یہ ہے کہ یہ مشاہدہ کر کے کہ ہم قبضہ میں اعتصام کو بھی مرتفع وفنا کر دیا جاوے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: [۱] **قوله فی ترجمة** قل ان اہل کتاب سے اشارة الى العهد بقرينة سبب النزول ۱۲۔ [۲] **قوله فی ترجمة** من امن دین کے حق ہونے پر کما فی روح المعانی فی جملة اقوال او من صدق بتلك السبيل و آمن بذلك الدين بالفعل او بالقوة القرينة منه ۱۵ ۱۲۔ [۳] **قوله** کسی فرقہ کا ای غیر معین فشمل شماس بن قیس وغیره وفيه مبالغة اى ان كل واحد منهم متشابه فی الاضلال فضلا عن جميعهم ۱۲۔ [۴] **قوله فی ف** اس کو بھی مجازاً فيكون في الآية عموم المجاز فلا يرد الجمع بين الحقيقة والمجاز ۱۲۔

الروایات: فی لباب النقول اخرج الفريابي وابن ابی حاتم عن ابن عباس قال كانت الاوس والخزرج في الجاهلية بينهم شر فبينهما هم جلوس ذكروا ما بينهم حتى غضبوا وقام بعضهم الى بعض ما بسلاح فنزلت وكيف تكفرون الآية والآيتان بعدها اه اى الى قوله تعالى لعلكم تهتدون ۱۲۔

اللغات: شهيد مطلع ۱۲ روح تصدون في القاموس صده منعه وصرفه اه قلت لو اخذ الايمان بالفعل ناسب الثاني ولو اخذ بالقوة بمعنى من اراد الايمان ناسب الاول ۱۲۔

النحو: تبغونها عوجا مستانفة جنى بها كالبيان لذلك الصد كذا في روح المعاني۔ قلت وراعيت هذا في الترجمة۔ وفيه عوجا احد مفعولي تبغون فان بغى يتعدى لمفعولين احدهما بنفسه والآخر باللام كما صرح به اللغويون وتعديته للهاء من باب الحذف والايصال اى تبغون لها ۱۵ ۱۲۔

البلاغۃ: في روح المعاني قيل لما كان كفرهم ظاهرًا ناسب ذكر الشهادة مع في الآية السابقة لانها تكون لما يظهر ويعلم او ما هو بمنزلته وصدهم عن سبيل الله وما معه لما كان بالمكر والخديعة الخفية التي تروج على الغافل ناسب ذكر الغفلة معه في هذه الاية فلهذا ختم كلا من الآيتين بما ختم۔ قوله يٰاهل الكتب قلت صيغة العموم وكان المحرش واحدا او اثنين كما يظهر من سبب النزول بناء على معنى الجنس او انه كان هذا التحريش مرضيا عند جميعهم ۱۲ فی روح المعانی خاطبهم الله تعالى بنفسه بعد ما امر رسوله صلى الله عليه وسلم بخطاب اهل الكتاب اظهارا لجلالة قدرهم واشعارا بانهم هم الاحقاء بان يخاطبهم الله تعالى وفيه وايراده اى قوله بعد ايمانكم مع عدم الحاجة اليه (لان الرد انما يكون بعد الايمان) وتوسيطه بين المفعولين لاظهار كمال شناعة الكفر وغاية بعده من الوقوع كانه قيل بعد ايمانكم الراسخ۔ وفيه وقدم توبيخ الكفار لان الكفار كانوا كالعلة الداعية اليه وفيه قوله تعالى وكيف قيل المراد التعجيب اى لا ينبغي لكم ان تكفروا في سائر الاحوال لا سيما في هذه الحال اه قلت وعليه ترجمت۔ وفيه ولم يسند سبحانه التلاوة الى رسول الله صلى الله عليه وسلم اشارة الى استقلال كل من الامرين في الباب وايذانا بان التلاوة كافية في الغرض من اى تال كانت۔ فی الكشاف فقد هدى فقد حصل له الهدى لا محالة كما تقول اذا جئت فلانا فقد افلحت كان الهدى قد حصل

فهو يخبر عنه حاصلا اه قلت فالجزاء فليتيقن او نحوه ۱۲۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿۱۰۲﴾ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿۱۰۳﴾ وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۱۰۴﴾

اے ایمان والو اللہ سے ڈرا کرو جیسا ڈرنے کا حق ہے اور بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا اور مضبوط پکڑے رہو اللہ تعالیٰ کے سلسلہ کو اس طور پر کہ باہم سب متفق بھی رہو اور باہم نا اتفاقی مت کرو۔ اور تم پر جو اللہ کا انعام ہے اس کو یاد کرو جب کہ تم دشمن تھے پس اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلوب میں الفت ڈال دی سو تم خدا تعالیٰ کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے اور تم لوگ دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر تھے۔ سو اس سے خدا تعالیٰ نے تمہاری جان بچائی اسی طرح اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اپنے احکام بیان کر کے بتلاتے رہتے ہیں تاکہ تم لوگ راہ پر رہو۔ اور ان میں ایک جماعت ایسی ہونا ضرور ہے کہ غیر کی طرف بلایا کریں اور نیک کاموں کے کرنے کو کہا کریں اور برے کاموں سے روکا کریں اور ایسے لوگ پورے کامیاب ہوں گے۔

تفسیر ربط: اوپر مسلمانوں کو فہمائش تھی آگے بھی اس کا تتمہ بیان ہوتا ہے۔

تتمہ تفہیم مذکور: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ (الی قولہ تعالی) كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے (ایسا) ڈرا کرو (جیسا) ڈرنے کا حق (ہے کامل ڈرنے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح شرک و کفر سے بچے ہو کل معاصی سے بھی بچا کرو اور بلا وجہ شرعی لڑنا معصیت ہے تو اس سے بھی بچنا فرض ہے) اور بجز اسلام (کامل) کے (جس کا حاصل وہی ہے جو کامل ڈرنے کا حاصل تھا) اور کسی حالت پر جان مت دینا (یعنی اسی کامل تقویٰ اور کامل اسلام پر تادم مرگ قائم رہنا) اور مضبوط پکڑے رہو اللہ تعالیٰ کے سلسلہ کو (یعنی اللہ کے دین کو جس میں اصول اور فروع سب آ گئے) اس طور پر کہ باہم سب متفق بھی رہو (جس کی اسی دین میں تعلیم بھی ہے) اور باہم نا اتفاقی مت کرو (جس کی اسی دین میں ممانعت بھی ہے) اور تم پر جو اللہ تعالیٰ کا انعام (ہوا) ہے اس کو یاد کرو جب کہ تم (باہم) دشمن تھے (یعنی قبل اسلام کے چنانچہ اوس وخزرج میں ایک مدت طویل سے جنگ چلی آتی تھی اور عام طور پر اکثر عرب کے لوگوں کی یہی حالت تھی) پس اللہ تعالیٰ نے (اب) تمہارے قلوب میں (ایک دوسرے کی) الفت ڈال دی سو تم خدا تعالیٰ کے (اس) انعام (تالیف بین القلوب) سے (اب) آپس میں بھائی بھائی (کی طرح) ہو گئے اور (ایک انعام جو کہ انعام مذکور کی بھی اصل ہے یہ فرمایا کہ) تم لوگ (بالکل) دوزخ کے گڑھے کے کنارہ (ہی) پر (کھڑے) تھے (یعنی بوجہ کافر ہونے کے دوزخ سے اتنے قریب تھے کہ بس دوزخ میں جانے کے لئے صرف مرنے کی دیر تھی) سو اس (گڑھے) سے خدا تعالیٰ نے تمہاری جان بچائی (یعنی اسلام نصیب کیا جس سے دخول جہنم کی علت زائل ہو گئی سو تم ان انعاموں کی قدر کرو اور آپس کے جدال و قتال سے جو کہ معصیت ہے ان انعاموں کو ضائع مت کرو کیونکہ اس جدال و قتال سے انعام تالیف تو بالکل ہی زائل ہو جاوے گا اور انعام اسلام مختل اور ناقص ہو جاوے گا یہ بھی ایک گونہ ضائع ہونا ہے۔ اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ حکم واضح طور پر بیان فرمایا ہے) اسی طرح اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اپنے (اور) احکام (بھی) بیان کر کے بتلاتے رہتے ہیں تاکہ تم لوگ راہ (راست) پر (قائم رہو۔ ف: ڈرنے کے حق کا یہ مطلب نہیں کہ جیسی حق تعالیٰ کی عظمت کا حق ہے کیونکہ یہ تو کسی سے ہو نہیں سکتا بلکہ مطلب یہ ہے کہ جتنا تمہارے ذمہ حق مقرر اور واجب ہے جس کی تفسیر اثناء ترجمہ میں لکھ دی گئی اس کے مقابل ایک تقویٰ ادنیٰ درجہ کا ہے یعنی کفر و شرک سے بچ جانا گو معصیت میں مبتلا رہے پس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ادنیٰ تقویٰ پر اکتفا مت کرو بلکہ اعلیٰ اور کامل درجہ کا تقویٰ اختیار کرو جس میں معاصی سے بھی بچنا آ گیا۔

ربط: اوپر کی آیتوں میں مسلمانوں کو ہدایت پر قائم رہنے کا حکم تھا آگے حکم ہے کہ دوسروں کو بھی ہدایت کرنے کی کوشش کرو جیسا کہ اس مجموعہ کے قبل کفار کو اول خود گمراہ ہونے پر ملامت تھی پھر دوسروں کو گمراہ کرنے کی برائی تھی۔

امر بہدایت ناس: وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ (الی قولہ تعالی) وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونا ضرور ہے کہ (اور لوگوں کو بھی) خیر کی طرف بلایا کریں اور نیک کاموں کے کرنے کو کہا کریں اور برے کاموں سے روکا کریں اور ایسے لوگ (آخرت میں ثواب سے) پورے کامیاب ہوں گے۔

ف: تفصیل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ جو شخص امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر قادر ہو یعنی قرائن سے غالب گمان رکھتا ہے کہ اگر میں امر و نہی کروں گا تو مجھ کو کوئی ضرر معتد بہ لاحق نہ ہوگا اس کے لئے امور واجبہ میں امر و نہی کرنا واجب ہے اور امور مستحبہ میں مستحب مثلاً نماز پنجگانہ فرض ہے تو ایسے شخص پر واجب ہوگا کہ بے نماز کو نصیحت کرے اور نوافل مستحب ہیں اس کی نصیحت کرنا مستحب ہوگا اور جو شخص بالمعنی المذکور قادر نہ ہو اس پر امر و نہی کرنا امور واجبہ میں بھی واجب نہیں البتہ اگر ہمت کرے تو ثواب ملے گا پھر امر و نہی قادر کے لئے امور واجبہ میں یہ تفصیل ہے کہ اگر قدرت ہاتھ سے ہو تو ہاتھ سے اس کا انتظام واجب ہے جیسے حکام محکومین کے اعتبار سے یا ہر شخص خاص اپنے اہل وعیال کے اعتبار سے اور اگر صرف زبان سے قدرت ہو تو زبان سے کہنا واجب ہے اور غیر قادر کے لئے صرف اتنا کافی ہے کہ تارک واجبات ومرتکب محرمات سے دل سے نفرت رکھے۔ پھر قادر کے لئے منجملہ شرائط کے ایک ضروری شرط یہ ہے کہ اس امر کے متعلق شریعت کا پورا حکم اس کو معلوم ہو اور منجملہ آداب کے ایک ضروری ادب یہ ہے کہ مستحبات میں مطلقاً نرمی کرے اور واجبات میں اولاً نرمی اور نہ ماننے پر سختی کرے۔ اور ایک تفصیل قدرت میں یہ ہے کہ دستی قدرت میں تو کبھی اس امر و نہی کا ترک جائز نہیں اور زبانی قدرت میں مایوسی نفع کے وقت ترک جائز ہے لیکن مودت ومخالطت کا بھی ترک واجب ہے مگر بضرورت شدیدہ۔ پھر قادر کے ذمہ اس کا وجوب علی الکفایہ ہے اگر اتنے آدمی اس کام کو کرتے ہوں کہ بقدر حاجت کام چل رہا ہو تو دوسرے اہل قدرت کے ذمہ سے ساقط ہو جاوے گا۔ یہ کل چھ مسئلے اس مقام پر ذکر کئے گئے اور علم کی شرط ہونے سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ آج کل جو اکثر جاہل یا کالجاہل وعظ کہتے پھرتے ہیں اور بے دھڑک روایات واحکام بلاتحقیق بیان کرتے ہیں سخت گناہگار ہوتے ہیں اور سامعین کو بھی ان کا وعظ سننا جائز نہیں۔

ترجمہ مسائل السلوک: ۱۲ قولہ تعالیٰ: يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ الخ یہ آیت طریق قوم کی مطلوبیت میں صریح ہے اس لئے کہ اس طریق کا حاصل یہی حق تقویٰ ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ الخ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل طریق میں سے جو اہل ارشاد ہیں وہ غیر اہل ارشاد سے افضل ہیں چنانچہ حق تعالیٰ نے مفلحین سے ان کی مدح فرمائی اور اُمَّةٌ کے عموم میں داخل ہونا ظاہر ہی ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله في ترجمة حبل سلسلہ روعي فيه كما ترى المعنى الحقيقي والمجازى معا لانه يطلق هذا اللفظ في محاوراتنا بمعنى العلاقة والوصلة ولا يخفى لطفه ۱۲۔ ۲ قوله في ترجمة تهتدون قائم رہو وجهه ان الخطاب للمؤمنين الذين كانوا على الهدیٰ ۱۲۔ ۳ قوله في ف ڈرنے کے حق کا الخ فلا يلزم النسخ في الآية وما ورد في بعض الروايات من نسخها بقوله فاتقوا الله ما استطعتم فلعلهم فهموا المعنى الاول للحق الذى نفيته ففرت بالأية الاخرىٰ اى المراد حق استطاعتكم لا حق عظمته تعالىٰ فسمى التفسير بالنسخ كما كان عادة السلف من اطلاق النسخ على معنى اعم من الاصطلاحى فافهم وفي روح المعانى من حق الشئ بمعنى وجب وثبت والاضافة من باب اضافة الصفة الى موصوفها وان الاصل اتقوا الله اتقاء حقا اى ثابتا وواجبا على حد ضربت زيدًا شديدًا الضرب تريد الضرب الشديد اه وهذا مؤيد كما ترى لما قلت ۱۲۔

اللغات: في روح المعانى الامة الجماعة التى تؤم اى تقصد لامر ما وتطلق على اتباع الانبياء لاجتماعهم على مقصد واحد وعلى القدوة ومنه ان ابراهيم كان امة۔ وعلى الدين والملة ومنه انا وجدنا اٰبائنا على امة۔ وعلى الزمان ومنه وادكر بعد امة الىٰ غير ذلك من معانيها ۱۲۔

النحو: منكم قيل من تبعيضية لوجوب هذا الامر والنهى على الكفاية وقيل تبيينية ولا يعارض وجوبه على الكفاية لان عموم الخطاب لا يقتضى الوجوب على العين كما ان خطابات الجهاد عامة ومع هذا فهو واجب على الكفاية وايضا المخاطب جميع المؤمنين ويدخل فيهم الاوس والخزرج دخولا اولياء ۱۲۔

البلاغۃ: قوله يآيها الذين اٰمنوا في روح المعانى كرر الخطاب بهذا العنوان تشريفًا لهم ولا يخفى ما في تكراره من اللطف بعد تكرار خطاب الذين اوتوا الكتاب قوله بحبل الله قال البيضاوى استعار له الحبل من حيث ان التمسك به سبب النجاة عن الروى كما ان التمسك بالحبل سبب السلامة عن التروى واستعار للوثوق به والاعتماد عليه الاعتصام ترشيحًا للمجاز آه في روح المعانى شبهت حالة المؤمنين بحالة تمسك المتدلى من مكان رفيع بحبل وثيق اه قوله منها في روح المعانى عود الضمير الى الحضرة اتم لانها التى يمتن بالانقاذ منها حقيقة۔ فيكون الانقاذ من الشفا انقاذا من الحضرة التى يتوقع الهوىٰ فيها فاضافة المنة الى الانقاذ من الحضرة ابلغ واوقع اه ۱۲۔ يدعون الى الخير عام ومجمل والامر بالمعروف والنهى عن المنكر تفصيل له المفلحون الكاملون فلا يلزم نفى الفلاح عن غيرهم نعم هم فائقون على غيرهم في الاجر لان خير الناس من ينفع الناس ۱۲۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠٥﴾

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ

بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿١٠٦﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَفِي رَحْمَةِ اللَّهِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿١٠٧﴾ تِلْكَ آيَاتُ

اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۗ وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِلْعَالَمِينَ ﴿١٠٨﴾

اورتم لوگ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے باہم تفریق کرلی اور باہم اختلاف کرلیا۔ان کے پاس احکام واضح پہنچنے کے بعداوران لوگوں کے لئے سزائے عظیم ہوگی۔اس روز بعضے چہرے سفید ہو جائیں گےاور بعضے چہرے سیاہ ہوگئے ہوں گے سوجن کے چہرے سیاہ ہوگئے ہونگے ان سے کہا جائے گا کیا تم لوگ کافر ہوئے تھے اپنے ایمان لانے کے بعد‘تو سزا چکھو بسبب اپنے کفر کےاور جن کے چہرے سفید ہوگئے ہونگے وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جو صحیح طور پر ہم تم کو پڑھ کر سناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ مخلوقات پر ظلم کرنا نہیں چاہتے ۞

تفسیر ربط: اوپر بعد امر بالتقویٰ کے باہم اتفاق فی الدین کا حکم تھا اور تفرق سے نہی تھی آگے اسی مضمون کی تفصیل ہے۔

نہی عن التفرق ووعید برآں: وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا (الی قولہ تعالیٰ) هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ اورتم لوگ اُن لوگوں کی طرح مت ہو جانا جنہوں نے (دین میں) باہم تفریق کرلی اور (نفسانیت سے) باہم اختلاف کرلیا ان کے پاس احکام واضحہ پہنچنے کے بعد اور ان لوگوں کے لئے سزائے عظیم ہوگی اس روز (یعنی قیامت کے روز جس میں) کہ بعضے چہرے سفید (روشن) ہو جائیں گے اور بعضے چہرے سیاہ (اور تاریک) ہوں گے سو جن کے چہرے سیاہ ہوگئے ہوں گے ان سے کہا جاوے گا کیا تم (ہی) لوگ کافر ہوئے تھے اپنے ایمان لانے کے بعد تو (اب) سزا چکھو بسبب اپنے کفر کے اور جن کے چہرے سفید ہوگئے ہوں گے وہ اللہ کی رحمت (یعنی جنت) میں (داخل) ہوں گے (اور) وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ **ف**: آیت میں جو تفریق واختلاف کی مذمت ہے مراد اس سے وہ تفریق ہے جو اصول دین میں ہو یا فروع میں براہ نفسانیت ہو جیسا اہل اہواء نے اہلسنّت کے ساتھ اختلاف کیا چنانچہ آیت میں خود یہ قید کہ احکام واضحہ آئے پیچھے اس کا قرینہ موجود ہے کیونکہ اصول سب واضح ہوتے ہیں اور فروع بھی بعضے ایسے واضح ہوتے ہیں کہ اگر نفسانیت نہ ہو تو اختلاف کی گنجائش نہیں ہوتی پس جو فروع غیر واضح ہیں یا تو بوجہ عدم نص صریح کے یا بوجہ ظاہری تعارض نصوص کے جن میں وجہ تطبیق صریح نہ ہو ایسے فروع میں اختلاف ہو جانا اس آیت میں داخل نہیں اور مذموم نہیں بلکہ امت مرحومہ میں واقع ہے اور یہ حدیث اس کی اجازت کے لئے کافی ہے جس کو شیخین نے عمرو بن عاصؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جب کوئی حاکم حکم شرعی اپنے اجتہاد سے کرے اور وہ حکم ٹھیک ہو تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور جب حکم اجتہاد سے کرے اور وہ غلط ہو جاوے تو اس کو ایک اجر ملتا ہے اور اس اختلاف کی مشروعیۃ پر امت کا اجماع ہی کافی ہے اور روح المعانی میں بیہقی سے قاسم بن محمد کا قول اور مدخل سے عمر بن عبدالعزیز کا قول اس مضمون کا نقل کیا ہے کہ صحابہ کا اختلاف لوگوں کے لئے موجب رحمت ورخصت ہوگیا۔اور الَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا۔ کے مصداق میں بوجہ أَكَفَرْتُمْ کے مفسرین کے اقوال مختلف منقول ہیں جامع تر یہ ہے کہ کفر سے مراد عام ہے انکار توحید ہو یا انکار رسالت یا اعتقاد بدعت یہ سب بعد وضوح دلائل کے ہوتا ہے پس معنی یہ ہوں گے کہ اے صحابہ یا اے سب مسلمانو تم ان اہل تفریق واہل کفر واہل عذاب کے مشابہ مت بننا گو مشبہ میں معصیت عملی تھی اور مشبہ بہ میں معصیت اعتقادی مگر تشبیہ کے لئے یہ تفاوت قادح نہیں اور جتنا تفاوت وجہ تشبیہ میں ہے اتنا ہی تفاوت وعید میں بھی ضرور ہے پس مماثلت طرفین من کل الوجوہ لازم نہیں آئی۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فی ف مفسرین کے اقوال مختلف الخ كما فی روح المعانی والظاهر من السياق والسباق ان هؤلا الكتاب وكفرهم بعد ايمانهم كفرهم برسول الله صلى الله عليه وسلم بعد الايمان به قبل مبعثه واليه ذهب عكرمة وقيل هم جميع الكفار لاعراضهم عما وجب عليهم من الاقرار بالتوحيد حين اشهدهم على انفسهم وروى ذلك عن ابى بن كعب وقال الحسن انهم المنافقون وروى عن على كرم الله وجهه وابى امامةؓ وابن عباسؓ وابى سعيد الخدریؓ انهم اهل البدع وفى البيضاوى وهم المرتدون الخ ۱۲۔

البلاغۃ: واما الذين ابيضت قال البيضاوى كان حق الترتيب ان يقدم ذكرهم ولكن قصد ان يكون مطلع الكلام ومقطعه حلية المؤمنين وثوابهم اه رحمة الله اى الجنة فهو من التعبير بالحال عن المحل اه روح المعانى ۱۲۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۱۰۹﴾ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۭ وَلَوْ اٰمَنَ اَھْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّھُمْ ۭ مِنْھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ۭ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَاۗءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

اور اللہ ہی کی مِلک ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے اور اللہ ہی کی طرف سب مقدمات رجوع کئے جائیں گے۔ تم لوگ اچھی جماعت ہو کہ وہ جماعت لوگوں کے لئے ظاہر کی گئی ہے۔ تم لوگ نیک کاموں کو بتلاتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لئے زیادہ اچھا ہوتا۔ ان میں سے بعض تو مسلمان ہیں اور زیادہ حصہ ان میں سے کافر ہیں۔ وہ تم کو ہرگز کوئی ضرر نہ پہنچا سکیں گے مگر ذرا خفیف سی اذیت اور اگر وہ تم سے مقاتلہ کریں تو تم کو پیٹھ دکھا کر بھاگ جائیں گے۔ پھر کسی کی طرف سے ان کی حمایت بھی نہیں کی جائے گی جمادی گئی ان پر بے قدری جہاں کہیں بھی پائے جائیں گے مگر ہاں ایک تو ایسے ذریعے کے سبب جو اللہ کی طرف سے ہے اور ایک ایسے ذریعہ کے سبب جو آدمیوں کی طرف سے ہے اور مستحق ہوگئے غضب الٰہی کے اور جمادی گئی ان پر پستی اور یہ اس وجہ سے ہوا کہ وہ لوگ منکر ہو جاتے تھے احکام الٰہیہ کے اور قتل کر دیا کرتے تھے پیغمبروں کو ناحق اور یہ اس وجہ سے ہوا کہ ان لوگوں نے اطاعت کی اور دائرہ سے نکل نکل جاتے تھے۔

تفسیر ربط: اوپر مرحوم اور مغضوب دونوں کی جزا و سزا کا بیان تھا آگے اس جزا و سزا کی خبر کا صحیح ہونا جملہ نَتْلُوْھَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۭ میں اور اس جزا و سزا کا مناسب ہونا جملہ مَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا میں اور ان لوگوں کا مملوک خداوندی ہونا جس کا مقتضا وجوب اطاعت ہے جملہ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ الخ میں اور کسی غیر کا بالکل اختیار نہ ہونا جملہ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ میں بیان فرماتے ہیں اور وعدہ اور وعید کا باوقعت ہونا ان ہی امور کے اثبات پر موقوف ہوتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

صادق و حکیم و منفرد بودن حق تعالیٰ در حکم بالا: تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْھَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۭ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۱۰۹﴾ یہ (جو اوپر مذکور ہوئیں) اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جو صحیح صحیح طور پر ہم تم کو پڑھ کر سناتے ہیں (اس سے تو مضمون بالا کا صحیح ہونا معلوم ہوا) اور اللہ تعالیٰ مخلوقات پر ظلم کرنا نہیں چاہتے (پس جو کچھ کسی کے لئے جزا و سزا تجویز کی ہے وہ بالکل مناسب ہے اس سے تجویز مذکور کا مناسب ہونا معلوم ہوا) اور اللہ ہی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے (پس جب سب ان کی ملک ہے تو ان سب کے ذمہ اطاعت واجب تھی اس سے ان کا مملوک ہونا اور وجوب اطاعت ثابت ہوا) اور اللہ ہی کی طرف سب مقدمات رجوع کئے جاویں گے (کوئی دوسرا صاحب اختیار نہ ہوگا) **ف:** جاننا چاہئے کہ ظلم سے مراد یہاں معنی حقیقی نہیں کیونکہ خدا تعالیٰ تو جو کچھ بھی کریں وہ ظلم ہو نہیں سکتا تو اس کی نفی سے جو مقصود ہے مقام کا یعنی اعمال پر جزائے مذکور کا مرتب ہونا وہ حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ مرتب نہ ہونے کی تقدیر پر بھی بالمعنی المذکور ظلم نہ ہونا صادق آتا ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ عقلاً و شرعاً بندوں کے افعال میں جو ظلم کہلاتا ہے وہ بھی وہاں نہ ہوگا اس سے مقصود مقام کا بخوبی حاصل ہوگیا۔

ربط: اوپر کی آیات میں مسلمانوں کی ثبات علی الایمان اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا حکم فرمایا تھا آگے اسی کو مؤکد کرنے کے لئے یہ بتلاتے ہیں کہ تم لوگوں کی وجہ خیریت میں امور مذکورہ بھی ہیں پس ان میں کمی نہ آنے پاوے۔

بیانِ خیریت امتِ محمدیہ: كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (الی قولہ تعالی) مِنْھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ (اے امت محمدیہ) تم لوگ (سب اہل مذاہب سے) اچھی جماعت ہو کہ وہ جماعت (عام) لوگوں کے (نفع ہدایت پہنچانے کے) لئے ظاہر کی گئی ہے (اور نفع پہنچانے کی صورت کہ وہی وجہ سب سے اچھی ہونے کی بھی ہے یہ ہے کہ) تم لوگ (بمقتضائے شریعت زیادہ اہتمام کے ساتھ) نیک کاموں کو بتلاتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور (خود بھی) اللہ تعالیٰ پر ایمان (لانے پر دوام کرتے) ہو (اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے میں ساری دین کی باتوں پر ایمان لانا آ گیا کیونکہ وہ سب اللہ کی بتلائی ہوئی ہیں جس سے انکا انکار کیا اس کا ایمان اللہ پر بھی نہ ہوا) اور اگر (یہ) اہل کتاب (بھی جو تم سے مخالفت کر رہے ہیں تمہاری طرح) ایمان لے

آتے تو ان کے لئے (انکی حالت موجودہ سے جس کو بزعم خود اچھی سمجھتے ہیں) زیادہ اچھا ہوتا (کیونکہ پھر یہ بھی اسی مذکورہ اچھی جماعت میں داخل ہو جاتے مگر وائے برحال ایشاں کہ سب مسلمان نہ ہوئے بلکہ) ان میں سے بعضے تو مسلمان ہیں (اور اچھی) جماعت میں داخل ہیں) اور زیادہ حصہ اُن میں سے کافر ہیں (اور اس جماعت سے خارج اور طرفہ یہ کہ جو بیچارے اسلام لے آئے ہیں ان کے اضرار دینی و دنیوی کی فکر میں ہیں) **ف**: یہ خطاب تمام امت محمدیہ کو عام ہے جیسا کمالین میں حضرت علی کی روایت مرفوعا بسند احمد بن حنبل منقول ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری امت خیر الامم ہے پھر ان میں سے صحابہ اول اور اشرف مخاطبین ہیں پس اوس وخزرج کے قصہ سے مناسبت بھی ظاہر ہوگئی اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں جو زیادہ اہتمام کی قید نکال دی گئی مراد اس سے امر و نہی بالید ہے جو اعلیٰ درجہ اس کا ہے یہ درجہ اس امت میں اور امم سے دو وجہ سے زیادہ ہے اولاً جہاد کا مشروع ہونا جس سے دفع کفر و دفع فساد مقصود ہے۔ ثانیاً بوجہ عموم دعوت محمدیہ اس کا سب اقوام کے لئے عام ہونا جیسا للناس میں عام کا لفظ نکال دیا گیا ہے بخلاف شرائع سابقہ کے کہ بعض میں جہاد نہ تھا اور بعض میں بوجہ خصوص بعثت انبیاء سابقین کے سب اقوام کے لئے عام نہ تھا اور ظاہر ہے کہ زیادہ عمل سے زیادہ اجر ہے بلکہ صرف وجہ ثانی بھی کافی ہے پس یہ بھی منجملہ اسباب خیریت اس امت کے ہوا اور اس میں منحصر نہ سمجھا جاوے اور وجوہ بھی خیریت کے وارد ہوئے ہیں چنانچہ وجہ ربط میں احقر نے اس عبارت میں کہ امور مذکورہ بھی ہیں اس عدم انحصار کی طرف اشارہ بھی کر دیا ہے۔ رہا ثبات علی الایمان کا وجہ خیریت ہونا حالانکہ یہ بظاہر سب شرائع والوں میں مشترک معلوم ہوتا ہے اس کی توجیہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ شریعت دوسرے شرائع سے اکمل ہے اور اکمل پر ایمان لانا اور اس پر قائم رہنا ظاہر ہے کہ اکمل ہوگا پس اس اعتبار سے اشتراک نہ رہا اور یہ جو فرمایا کہ بعضے مسلمان ہیں ان سے وہ لوگ مراد ہیں جو ہمارے پیغمبر ﷺ پر ایمان لے آئے تھے۔

ربط: پہلی آیت میں اہل کتاب کا مسلمانوں کے ساتھ اعتقاداً مخالف ہونا اور اس سے پہلے ان کا مسلمانوں کو دینی ضرر پہنچانے کی تدبیر کرنا مذکور تھا آگے ان کا مسلمانوں کو دنیوی ضرر پہنچانے کی فکر کرنا اور اس کے ساتھ ان کی ناکامی کی پیشین گوئی سے تسلی کر دینا مذکور ہوتا ہے۔

خبر ناکامیٔ اہل کتاب در اضرار مسلمین: لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ۭ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝ وہ (اہل کتاب) تم کو (اے مسلمانو) ہرگز کوئی ضرر نہ پہنچا سکیں گے مگر ذرا خفیف سی اذیت (یعنی زبانی برا بھلا کہہ کر دل دکھانا) اور اگر وہ (اس سے زیادہ کی ہمت کریں اور) تم سے (مقابل ہو کر) مقاتلہ کریں تو تم کو پیٹھ دکھا کر بھاگ جائیں گے پھر (اس سے بڑھ کر یہ ہوگا کہ) کسی کی طرف سے ان کی حمایت بھی نہ کی جاوے گی۔ **ف**: بڑھ کر اس لئے کہا گیا کہ خالی حمایت وطرفداری کیا جانا بہ نسبت غالب آ جانے کہ سہل ہے کیونکہ غالب آنے کے لئے بڑا سامان چاہئے اور خالی حمایت کے لئے صرف زبان ہلانا یا ذرا دوڑ دھوپ کر لینا پڑتا ہے۔ پس جب وہ لوگ ایسے مخذول ہیں کہ زبانی بھی کوئی ان کا ساتھ نہیں دیتا تو غالب آنا تو بدرجہ اولیٰ منفی ہوگا۔ یہ ایک پیشین گوئی ہے جو اسی طرح واقع ہوئی چنانچہ اہل کتاب زمانہ نبوت میں کسی موقع میں بھی صحابہؓ پر جو کہ بقرینہ مقام اس مضمون کے خاص مخاطب ہیں غالب نہ آئے خصوص یہود جن کے قبائح خصوصیت سے اس جگہ مذکور ہیں چنانچہ اوپر وہ قصہ صحابہؓ میں رنج ڈلوانے کا ان ہی کی کارروائی تھی یہ بہت ذلیل وخوار کئے گئے بعضوں پر جزیہ ہوا بعضے قتل ہوئے بعض نکالے گئے چنانچہ آیت آئندہ میں یہی مضمون تھا مجملاً مذکور ہے۔

ربط: ابھی تقریر بالا کے آخر میں مذکور ہوا۔

بیان ذلت یہود: ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا (الی قولہ تعالی) ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ (نقش بچکہ کی طرح) جما دی گئی ان پر (خاص) بے قدری (یعنی بے امنی جان کی) جہاں کہیں بھی پائے جاویں گے مگر ہاں (دو ذریعوں سے امن میسر ہو جاتا ہے) ایک تو ایسے ذریعہ کے سبب جو اللہ کی طرف سے ہے اور ایک ایسے ذریعہ سے جو آدمیوں کی طرف سے ہے (اللہ کی طرف کا ذریعہ یہ کہ کوئی کتابی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ایسا مشغول ہو کہ مسلمانوں سے لڑتا بھڑتا نہ ہو وہ جہاد میں قتل نہیں کیا جاتا گو عبادات اس کی آخرت میں نافع نہ ہوں اور اللہ کی طرف کے ذریعہ میں یہ بھی آ گیا کہ وہ کتابی نابالغ یا عورت ہو یہ صفت غیر مکتسبہ بھی جو محض من جانب اللہ ہے فی نفسہٖ موجب امن عن القتل ہے اور آدمیوں کی طرف کے ذریعہ سے مراد معاہدہ وصلح جو مسلمانوں کے ساتھ ہو جاوے چنانچہ ذمی ومصالح بھی مامون ہے یا کسی قوم کا ان سے لڑنے کا قصد نہ کرنا جیسا بعض زمانوں میں واقع ہوا یا ہوگا جس کا ذکر آیت اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ کی تفسیر میں ہوا ہے یہ امن بھی آدمیوں ہی کی جانب سے ہے باقی اور کسی کو امن نہیں) اور مستحق ہو گئے (یہ لوگ) غضب الٰہی کے اور جما دی گئی ان پر پستی (کہ ان کے طبائع میں بھی اولوالعزمی نہ رہی اور جزیہ واخراج وطن بھی داخل مسکنت ہے) یہ (ذلت وغضب) اس وجہ سے ہوا کہ وہ لوگ منکر ہو جاتے تھے احکام الٰہیہ کے اور قتل کر دیا کرتے تھے پیغمبروں کو (اس طرح سے کہ وہ قتل خود ان کے نزدیک بھی) ناحق (ہوتا تھا) اور (نیز) یہ (ذلت وغضب) اس وجہ سے ہوا کہ ان لوگوں نے اطاعت نہ کی اور دائرہ (اطاعت سے) نکل نکل جاتے تھے۔ **ف**: اسی کی مثل ایک آیت پارہ الم کے نصف سے ذرا پہلے گزر چکی ہے اس کی تفسیر کے ضروری متعلقات وہاں دیکھ لیں اور اس ذلت ومسکنت کی تفصیل پارہ الم کے نصف کے بعد رکوع وَاِذْ اَخَذْنَا

مِیۡثَاقَ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ کے ختم پر بیان ہو چکی ہے وہاں دیکھ لیا جاوے اور روح المعانی میں آیت بالا کے ذیل میں ہے کہ اس اخبار بالغیب میں دلیل نبوت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چنانچہ یہود بنی قینقاع و بنی قریظہ و نضیر و خیبر مسلمانوں کے محاربہ میں ناکام رہے اور پھر روز بروز ذلیل ہی ہوا کئے آہ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قوله فی ف معنی حقیقی نہیں کیونکہ الخ ولان قوله یرید قرینة علی ان المراد نفی المعنی الذی یصلح کونه متعلقًا للارادة ولما لم یکن الظلم الحقیقی صالحا لتعلق الارادة لاستحالته لا یصح ان یکون مرادا فی الآیة بخلاف المعنی الثانی فانه لا مکانه یصلح بکونه مرادًا للمشیة فصح کونه مرادًا فی العبارة فافهم ۱۲۔ ۲؎ قوله فی ف زیادہ اہتمام کی قید الخ اخذ ذالک التفسیر عن الکبیر ویتاید بما فی روح المعانی اخرج ابن المنذر وغیره عن ابن عباس فی الآیة ان المعنی تأمرونهم ان یشهدوا ان لا اله الا الله ویقرو بما انزل الله وتقاتلونهم علیه ولا اله الا الله هو اعظم المعروف وتنهونهم عن المنکر والمنکر هو التکذیب وهو انکر المنکر آه ۱۲۔ ۳؎ قوله دفع کفر ودفع فساد الاول فی بعض کالمرتدین و کفار العرب والثانی فی سائرهم والکفر والفساد کلا هما منکر ۱۲۔ ۴؎ قوله کوئی ضرر دلیله عموم المستثنٰی منه المقدر ای شیئا ۱۲۔ ۵؎ قوله خفیف یدل علیه التنکیر للتقلیل وکونه ایذاء قولیًا منقول عن قتادة وغیره کذا فی روح المعانی واذی رؤسائهم مثل کعب وابی رافع وابی یاسر وکنانة وابن صوریا مؤمنیهم کعبد الله بن سلام واصحابه هذا الایذاء ونزلت فیه الآیة کما قال مقاتل اه من روح المعانی۔ ۶؎ قوله کسی طرف سے ای لا من الله ولا من الناس یدل علی العموم ایراد الفعل مجهولا غیر مذکور فیه الفاعل ۱۲۔ ۷؎ قوله فی ترجمة الذلة خاص بقدر کی اه فلا یرد انهم یکونهم ذمیین لم ینالو غرا وعدم الورود ظاهر لان مراد الاستثناء رفع ذل خاص رفعه لا یستلزم رفع العام۔ ۸؎ قوله فی تفسیر حبل من الله کوئی کتابی الخ هذا مما استحسنه ذوقی واطمانت به لعدم مخالفته العربیة والشرع وللمفسرین فیه وجوه اخر کالذمة او کتابه الذی اتاهم وغیر ذلك وللناس فیما یعشقون مذاهب ویمکن ان یستانس لما فسرت به بتفسیر بعضهم بکتابه الذی اتاهم فان الاشتغال بالعبادة کما امرهم کتابهم داخل فی الاعتصام بالکتاب والله اعلم وفی الکبیر ان العهد انما سمی بالحبل لان الانسان کان الخوف مانعا له من الوصول الی مطلوبه فصار ذلك العهد شبیها بالحبل الذی من تمسك به تخلص من خوف الضرر ۱۲۔ ۹؎ قوله تحت تفسیر حبل من الله فی نفسہ فائدته الاشارة الی زوال کونه سببا للامن للعارض کان یقاتلوا او یشیروا ویحرضوا علیه کما صرح فی الکتب الفقهیة ۱۲۔

البلاغۃ: قوله کنتم فی روح المعانی قد تستعمل للزوم الشیٔ وعدم انفکاکه نحو وکان الانسان اکثر شیٔ جدلا قوله اخرجت صفة لامة تامرون استیناف مبین لکونهم خیر امة لکان خیرا فالخیریة انما هی باعتبار زعمهم اه قلت واشرت الی کونها بزعمهم فی الترجمة ۱۲۔

لَیۡسُوۡا سَوَآءً ؕ مِنۡ اَهۡلِ الۡکِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ یَّتۡلُوۡنَ اٰیٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّیۡلِ وَهُمۡ یَسۡجُدُوۡنَ ﴿۱۱۳﴾ یُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَیَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَیَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَیُسَارِعُوۡنَ فِی الۡخَیۡرٰتِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۱۱۴﴾ وَمَا یَفۡعَلُوۡا مِنۡ خَیۡرٍ فَلَنۡ یُّکۡفَرُوۡهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیۡمٌۢ بِالۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَنۡ تُغۡنِیَ عَنۡهُمۡ اَمۡوَالُهُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ شَیۡئًا ؕ وَاُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ هُمۡ فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۱۱۶﴾ مَثَلُ مَا یُنۡفِقُوۡنَ فِیۡ هٰذِهِ الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا کَمَثَلِ رِیۡحٍ فِیۡهَا صِرٌّ اَصَابَتۡ حَرۡثَ قَوۡمٍ ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ فَاَهۡلَکَتۡهُ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰکِنۡ اَنۡفُسَهُمۡ یَظۡلِمُوۡنَ ﴿۱۱۷﴾

اور یہ سب برابر نہیں ان اہل کتاب میں سے ایک جماعت وہ بھی ہے جو قائم ہیں، اللہ کی آیتیں اوقات شب میں پڑھتے ہیں اور وہ نماز بھی پڑھتے ہیں۔ اللہ پر اور قیامت والے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور نیک کام بتلاتے ہیں اور بُری باتوں سے روکتے ہیں اور نیک کاموں میں دوڑتے ہیں اور یہ لوگ شائستہ لوگوں میں ہیں اور یہ لوگ جو نیک کام کریں گے اس سے محروم نہ کئے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ کو خوب جانتے ہیں۔ جو لوگ کافر ہے ہرگز ان کے کام نہ آئیں گے ان کے مال اور نہ ان کی اولاد اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ذرا بھی اور لوگ دوزخ والے ہیں اور وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔ وہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس دنیوی زندگانی میں اس کی حالت کے مثل ہے کہ

ایک ہوا ہو جس میں تیز سردی ہو وہ لگ جائے ایسے لوگوں کی کھیتی کے جنہوں نے اپنا نقصان کر رکھا ہو پس وہ اس کو برباد کر ڈالے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی اپنے آپ کو ضرر پہنچا رہے تھے ○

تفسیر ربط: اوپر اہل کتاب کے قبائح کے ذکر میں مِنۡهُمُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ میں اجمالاً ان لوگوں کو مستثنیٰ فرمایا تھا جو اہل کتاب میں سے مسلمان ہو گئے تھے جیسے عبداللہ بن سلام اور ان کے بھائی اور ثعلبہ بن شعبۃ (کذا فی روح المعانی) آگے اسی استثنائے اجمالی کی تفصیل ہے۔

مدح مومنین اہل کتاب: لَیۡسُوۡا سَوَآءً ؕ مِنۡ اَهۡلِ الۡکِتٰبِ (الی قولہ تعالی) وَاللّٰهُ عَلِیۡمٌۢ بِالۡمُتَّقِیۡنَ یہ (اہل کتاب سب برابر نہیں (بلکہ) ان ہی اہل کتاب میں سے ایک جماعت وہ بھی ہے جو (دین حق پر) قائم ہیں (اور) اللہ کی آیتیں (یعنی قرآن) اوقات شب میں پڑھتے ہیں اور وہ نماز بھی پڑھتے ہیں (اور) اللہ پر اور قیامت والے دن پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں اور (دوسروں کو) نیک کام بتلاتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں اور نیک کاموں میں دوڑتے ہیں اور یہ لوگ (اللہ کے) نزدیک شائستہ لوگوں میں (شمار کئے جاتے) ہیں اور یہ لوگ جو نیک کام کریں گے اس (کے ثواب) سے محروم نہ کئے جاویں گے اور (محروم ہونے کا احتمال کب ہے کیونکہ) اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ کو خوب جانتے ہیں (اور یہ لوگ اہل تقویٰ ہیں پس ان کے اعمال و اخلاص کی خوب اطلاع ہے اور وعدہ ہو ہی چکا پس وعدہ اور علم کے بعد نہ خفا کا احتمال نہ تخلف کا احتمال) ف: یہ ضرور نہیں کہ اس مقام پر جتنے امور مذکور ہیں سب فرض ہی ہوں بلکہ ظاہر یہ ہے کہ بعض امور ان میں نفل بھی ہیں جیسے شب بیدار رہ کر قرآن کی تلاوت کرنا یا تہجد کی نماز پڑھنا جو خصوصاً یا عموماً یَسۡجُدُوۡنَ سے مراد ہے اور فائدہ اس کا یہ ہوگا کہ جب وہ لوگ نفل تک کے پابند ہیں تو فرائض اعمال و عقائد کو تو کیوں ضائع کریں گے حاصل آیت کا مدح ہے ان لوگوں کی کہ انہوں نے ان صفات کو اختیار کیا ہے جو کہ اس امت کی خیریت کے اسباب سے ہیں اس لئے یؤمنون اور یامرون کو تخصیص کے ساتھ لائے جس کی وہاں وجہ خیریت میں تصریح تھی ورنہ قائمۃ کے عموم میں یہ سب امور داخل ہو گئے تھے۔

ربط: اوپر مدح تھی ان کی جو اہل کتاب میں سے مسلمان ہو گئے تھے آگے مذمت ہے ان کی جو اہل کتاب میں سے مسلمان نہیں ہوئے۔

ذم مصرین علی الکفر: اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَنۡ تُغۡنِیَ عَنۡهُمۡ (الی قولہ تعالی) هُمۡ فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ۔ بیشک جو لوگ کافر رہے ہرگز ان کے کام نہ آویں گے ان کے مال اور نہ ان کی اولاد اللہ تعالیٰ کے (عذاب کے) مقابلہ میں ذرا بھی اور وہ لوگ دوزخ (میں رہنے) والے ہیں (اور) وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے (کبھی نجات نہ ہوگی)۔

ف: ایسی ہی ایک آیت آل عمران کے دوسرے رکوع کے سرے پر آ چکی ہے اور چونکہ الفاظ عام ہیں اس لئے سب کفار کا یہی حکم ہے۔

ربط: اوپر فرمایا ہے کہ کفار کے اموال و اولاد کام نہ آویں گے چونکہ بعض کفار بزعم خود طاعات میں بھی خرچ کیا کرتے ہیں خواہ وہ طاعت اتفاقی ہو جیسے اطعام مساکین یا اختلافی ہو جیسے اپنے مذہب کی نصرت اور ظاہر نظر میں اس کے بعض مواقع محتمل قبول و نفع کے تھے اس لئے آگے عام الفاظ سے اس احتمال کو قطع فرماتے ہیں کہ ان کا کوئی انفاق عند اللہ معتد بہ نہیں خواہ کسی طرح ہو اور وجہ اس کی ظاہر ہے کیونکہ اگر وہ مصرف واقع ہی میں طاعت نہیں تب تو ظاہر ہے اور اگر واقع میں طاعت ہے تو اس کے لئے ایمان شرط تھا اور وہ مفقود ہے اور اولاد کا نافع نہ ہونا دوبارہ بیان نہیں فرمایا کیونکہ اس میں انفاق فی الطاعۃ کا سا احتمال نہیں تھا وجہ یہ کہ اگر وہ اولاد بھی کفار ہیں تو خود ہی ہالک ہیں اور اگر مومن ہیں تو اور زیادہ دشمن ہوں گے اور یہ دونوں امر بہت بدیہی تھے بخلاف انفاق فی الطاعۃ کے کہ اس کا نافع نہ ہونا ذرا خفی ہے جس پر فقدان شرط سے استدلال کیا جاتا ہے۔

بیان ضیاع انفاق کفار: مَثَلُ مَا یُنۡفِقُوۡنَ فِیۡ هٰذِهِ الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا (الی قولہ تعالی) وَلٰکِنۡ اَنۡفُسَهُمۡ یَظۡلِمُوۡنَ وہ (کفار) جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس دنیوی زندگانی میں اس کی حالت (برباد و ضائع ہونے میں) اس حالت کے مثل ہے کہ ایک ہوا ہو جس میں تیز سردی (یعنی پالا) ہو (اور) وہ لگ جاوے ایسے لوگوں کی کھیتی کو جنہوں نے (بددینی سے) اپنا نقصان کر رکھا ہو پس وہ (ہوا) اس (کھیتی) کو برباد کر ڈالے (اسی طرح ان لوگوں کا خرچ کرنا آخرت میں سب ضائع ہے) اور (اس ضائع کرنے میں) اللہ تعالیٰ نے ان پر (کوئی) ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی (کفر کے ارتکاب سے جو کہ مانع قبول ہے) اپنے آپ کو ضرر پہنچا رہے تھے (نہ کہ وہ کفر کرتے تھے اور نہ ان کے سب نفقات ضائع ہو جاتے)

ف: ظاہراً صحت تشبیہ کے لئے مشبہ بہ) کی جانب میں اس قید کی حاجت نہ تھی ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ کیونکہ جو شخص ظالم اور بددین نہ ہو ایسی ہوا سے نقصان تو اُس کی کاشت کو بھی پہنچ سکتا ہے اور غرض تشبیہ کی حاصل ہو سکتی ہے سو نکتہ اس تقیید میں یہ ہے کہ یہاں مقصود ہے تشبیہ دینا ضیاع محض میں اور ضیاع محض بددین آدمی کے ساتھ مخصوص ہے۔ کیونکہ دنیا میں ضائع ہو گیا اور آخرت میں کچھ بدلا بھی نہ ملے گا بخلاف مسلمان کے کہ اس کا دنیا میں جو کسی قسم کا نقصان ہوتا ہے اس کو اس کے عوض میں ثواب اور گناہوں کی معافی عطا ہوتی ہے جیسا حدیثوں میں تصریح ہے۔

ربط : اوپر اہل کتاب کے خصوص یہود کے مختلف قبائح وذمائم مذکور ہوئے ہیں آگے اہل ایمان کو خطاب کرتے ہیں کہ یہ جب ایسے ہیں تو ان سے دوستی یا دوستانہ برتاؤ مت رکھو۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ روح المعانی میں ہے کہ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ کی قید اس لئے لگائی گئی کہ مقصود کلام سے تو یہ بتلانا ہے کہ نہ دنیا میں فائدہ ہے نہ آخرت میں سو یہ بات صرف مال کافر کے ہلاک ہونے میں ہے رہا غیر کافر تو اس کو صبر کے سبب مال کے ہلاک ہونے پر اجر تو ملتا ہے آہ احقر کہتا ہے پس آیت اس پر دال ہوئی کہ مقبولین کی مصیبت حقیقی مصیبت نہیں محض صوری مصیبت ہے۔۱۲

ملحقات الترجمۃ : ۱ قوله بعد ترجمة يظلمون سب نفقات آه فائدة حرف العموم ان ضياع بعض النفقات مشترك بين المسلم وغيره مثلا اذا كان في غير وجه الشرع ۱۲۔

الروایات: اخرج ابن اسحق والطبراني والبيهقي وغيرهم عن ابن عباس قال لما اسلم عبدالله بن سلام و ثعلبة بن شعبة واسيد بن شعبة واسيد بن عبيد ومن اسلم من اليهود معهم فآمنوا وصدقوا ورغبوا في الاسلام قالت احبار يهود واهل الكفر منهم ما آمن بمحمد وتبعه الاشرارنا ولو كانوا من خيارنا ما تركوا دين آبائهم وذهبوا الى غيره فانزل الله تعالىٰ ليسوا الى الصلحين وروى النسائي عن ابن مسعودؓ نزولها في تاخير رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة صلٰوة العشاء وانتظار الناس له فخرج صلى الله عليه وسلم وانزلت هذه الآية آه روح المعاني۔ قلت والظاهر هو الاول ويحتمل الثاني وقرأته صلى الله عليه وسلم اذ ذاك لاقتضاء المقام ۱۲۔

اختلاف القراءۃ: في قراءة يفعلوا ويكفروا بالغيبة وفي قراءة بالخطاب ۱۲۔

اللغات: قائمة من قام اللازم بمعنى استقام اى مستقيمة على طاعة الله ثابتة على امره لم تنزع عنه ولم تتركه كما تركه آخرون آناء ساعاته واحده انا بوزن عصا وقيل كمعا وقيل بفتح فسكون يسارعون المبادرة وتستعمل بمعنى الرغبة والمفاعلة للمبالغة قيل ولم يعبر بالعجلة للفرق بينها وبين السرعة فان السرعة التقدم فيما يجوز ان يتقدم فيه وهي محمودة وضدها الابطاء والعجلة التقدم فيما لا ينبغي ان يتقدم فيه وهي مذمومة وضدها الاناة كله في روح المعاني لن يكفروه اصله الستر ولتضمينه معنى المنع والحرمان عدى الى مفعولين ۱۲من الكبير والبيضاوى۔ في القاموس اغنى عنه ناب عنه واجزا مجزاه۔ في روح المعاني اى لن يجزى عنهم ذلك من عذاب الله تعالىٰ شيئا من الاجزاء ومن للبدل او الابتداء اه قلت وعليه ترجمت الفعل والمفعول المطلق۔ في القاموس ابعرة بالكسر شدة البرد او البرد كالصر فيهما واشد الصياح ريح صر وصرصر شديد الصوت او البرد اه قلت فالصر يطلق على البرد نفسه وعلى الريح البارد كليهما وفيه الحرث الزرع۔

البلاغۃ: في الآية استغناء بذكر احد الفريقين على الآخر على عادة العرب اى ومنهم من ليسوا كذلك قوله في الخيرات ايثارها على الى للايذان بانهم مستقرون في اصل الخير متقلبون في فنونه لا انهم خارجون منتهون اليها روح المعاني قوله من الصلحين رد لقول اليهود ما آمن به الاشرارنا كما في بيان الروايات ۱۲ روح المعاني۔ قوله كمثل الخ في روح المعاني وهذا من التشبيه المركب الذى توجد فيه الزبدة من الخلاصة والمجموع ولا يلزم فيه ان يكون ما يلى الاداة هو المشبه به كقوله تعالىٰ انما مثل الحيٰوة الدنيا كماء انزلناه والاقال كمثل حرث لانه المشبه به للمنفق آه قلت وكن على ذكر مما ذكرت في الآية الواقعة على ربع جزء سيقول من قوله تعالىٰ مثل الذين كفروا كمثل الذى ينعق الخ فتبصر وتشكر ۱۲۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِنْ دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ ۚ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ ۖ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ ﴿۱۱۸﴾ هَا أَنْتُمْ أُولَاءِ تُحِبُّونَهُمْ وَلَا يُحِبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ بِالْكِتَابِ كُلِّهِ وَإِذَا لَقُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوا عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ۚ قُلْ مُوتُوا بِغَيْظِكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿۱۱۹﴾ إِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا بِهَا ۖ وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا ۗ إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ﴿۱۲۰﴾ ع ۱۲

اے ایمان والو اپنے سوا کسی کو صاحب خصوصیت مت بناؤ۔ وہ لوگ تمہارے ساتھ فساد کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے۔ تمہاری مضرت کی تمنا رکھتے ہیں۔ واقعی بغض ان کے مُنہ سے ظاہر ہو پڑتا ہے اور جس قدر ان کے دلوں میں ہے وہ تو بہت کچھ ہے ہم علامات تمہارے سامنے ظاہر کر چکے ہیں۔ اگر تم عقل رکھتے ہو۔ ہاں تم ایسے ہو کہ ان لوگوں سے محبت رکھتے ہو اور یہ لوگ تم سے اصلاً محبت نہیں رکھتے حالانکہ تم تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہو اور یہ لوگ جب تم سے ملتے ہیں کہہ دیتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے اور جب الگ ہوتے ہیں تو تم پر اپنی انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں مارے غیظ کے۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم مر رہے ہو اپنے غصہ میں۔ بے شک خدا تعالیٰ خوب جانتے ہیں دلوں کی باتوں کو۔ اگر تم کو اچھی حالت پیش آتی ہے تو ان کے لئے موجب رنج ہوتی ہے اور اگر تم کو کوئی ناخوشگوار حالت پیش آتی ہے تو اس سے خوش ہوتے ہیں اور اگر تم استقلال اور تقویٰ کے ساتھ رہو تو ان لوگوں کی تدبیر تم کو ذرا بھی ضرر نہ پہنچا سکے گی بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال پر احاطہ رکھتے ہیں۝

تفسیر: نہی مؤمنین از اختصاص با کفار: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ (الی قولہ تعالی) اِنَّ اللّٰهَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ اے ایمان والو اپنے (لوگوں کے) سوا (اور مذہب والوں میں سے) کسی کو (محبت میں برتاؤ میں) صاحب خصوصیت مت بناؤ (کیونکہ) وہ لوگ تمہارے ساتھ فساد کرنے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھتے (اور دل سے بھی) تمہاری مضرت (دنیوی و دینی) کی تمنا رکھتے ہیں (دلوں میں تمہاری طرف سے اس قدر بغض بھرا ہے کہ) واقعی (وہ) بغض (بعض اوقات) ان کے منہ سے (بے اختیار بات چیت میں) ظاہر ہو پڑتا ہے اور جس قدر ان کے دلوں میں ہے وہ تو بہت کچھ ہے (چنانچہ) ہم (ان کی عداوت کے) علامات (اور قرائن) تمہارے سامنے ظاہر کر چکے ہیں اگر تم عقل رکھتے ہو (تو ان یقینی علامات سے دیکھ لو) ہاں (سمجھو) تم تو ایسے ہو کہ ان لوگوں سے محبت (کا برتاؤ) رکھتے ہو اور یہ لوگ تم سے اصلاً محبت نہیں رکھتے (نہ دل سے نہ برتاؤ سے) حالانکہ تم تمام (آسمانی) کتابوں پر ایمان رکھتے ہو (اس میں ان کی کتابیں بھی آ گئیں اور وہ تمہاری کتاب یعنی قرآن پر ایمان نہیں رکھتے مگر وہ تو باوجود اس تمہارے ایمان کے بھی تم سے محبت نہیں رکھتے اور تم باوجود ان کے اس عدم ایمان کے بھی ان سے محبت رکھتے ہو) اور (تم ان کے اس ظاہری دعویٰ ایمان سے شبہ مت کرنا کہ وہ بھی تو ہماری کتاب پر ایمان رکھتے ہیں کیونکہ) یہ لوگ جب تم سے ملتے ہیں (صرف تمہارے دکھانے کو منافقانہ طور پر) کہہ دیتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے اور جب (تم سے) الگ ہوتے ہیں تو تم پر اپنی انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں مارے غیظ (وغضب) کے (یہ کنایہ ہے شدت غضب سے جو مجبوری کے وقت ہو) آپ (ان سے) کہہ دیجئے کہ تم مر رہے ہو اپنے غصہ میں (مراد یہ کہ اگر تم مر بھی جاؤ گے تب بھی تمہاری مراد پوری نہ ہوگی) بیشک خدا تعالیٰ خوب جانتے ہیں دلوں کی باتوں کو (اسی لئے ان لوگوں کے دلوں میں جو رنج و غبار اور عداوت تمہاری طرف سے بھری ہے سب بتلا دی اور ان کا یہ حال ہے کہ) اگر تم کو کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے (مثلاً تم میں باہم اتفاق ہو غیروں پر غلبہ ہو جاوے) تو ان کے لئے موجب رنج ہوتی ہے (جس کا سبب اشد درجہ کا حسد ہے) اور اگر تم کو کوئی ناگوار حالت پیش آتی ہے (تو جو اس اچھی حالت کی ضد ہو) تو اس سے (بڑے) خوش ہوتے ہیں (جس سے ان کی شماتت ثابت ہے سو ان کے جب یہ حالات ہیں تو وہ اس قابل کب ہیں کہ ان سے دوستی یا دوستی کا برتاؤ کیا جاوے یہ تقریر سننے والے کے دل سے دوستی کا خیال حک کرنے کے لئے تو بس ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ان مخالفات پر آگاہ ہو کر اس فکر میں پڑ سکتا ہے کہ جب یہ ایسے دشمن ہیں تو کہیں ہم کو کسی طرح کا ضرر نہ پہنچا دیں اس لئے آگے اس کے متعلق تسلی ہے) اور اگر تم استقلال اور تقویٰ کے ساتھ رہو تو ان لوگوں کی تدبیر تم کو ذرا بھی ضرر نہ پہنچا سکے گی (تم اس سے بے فکر رہو تو دنیا میں تو ان کو یہ ناکامی نصیب ہوگی اور آخرت میں سزائے دوزخ ہوگی کیونکہ) بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال پر (علمی) احاطہ رکھتے ہیں (کوئی عمل ہم سے مخفی نہیں اس لئے وہاں سزا سے بچنے کے لئے کسی حیلہ حوالہ کی گنجائش نہیں) **ف**: یہاں پر جو غیر مذہب والوں سے خصوصیت کی ممانعت فرمائی ہے اس میں یہ بھی داخل ہے کہ ان کو اپنا ہمراز بنایا جاوے چنانچہ روح المعانی میں حضرت حسن کا تائید کرنا ایک حدیث کی جو براویت بیہقی مشرکین کو ہمراز بنانے کی ممانعت میں آئی ہے اس آیت سے منقول ہے اور اس میں یہ بھی داخل ہے کہ اپنے خاص امور انتظامی میں اس کو دخل دیا جاوے۔ چنانچہ کبیر[1] میں حضرت عمرؓ کا انکار فرمانا ایک نصرانی کو منشی بنانے سے اسی آیت کی بنا پر مذکور ہے اور گو شانِ نزول خاص ہے مگر عمومِ الفاظ سے حکم عام ہے چنانچہ سلف کا استدلال اس کا مؤید بھی ہے اور باقی تفصیل ضروری اس مسئلہ کی پارہ تلک الرسل کے نصف کے بعد آیت: لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ کی تفسیر میں گزر چکی ہے ملاحظہ کر لیا جاوے اور مَا عَنِتُّمْ کے ترجمہ میں جو احقر نے مضرت دینی و دنیوی لکھی ہے دینی مضرت تو وہ ہے جس کو اس پارہ کے اول رکوع میں فرمایا ہے۔ یَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ كٰفِرِیْنَ اور دنیوی مضرت بہت سے امور ہیں اور یہود نے جو مومنین میں تفرق پیدا کرنا چاہا تھا اس میں دونوں مضرتیں ہیں۔ اور یہ جو فرمایا گیا کہ بات چیت میں بغض ظاہر ہو پڑتا ہے سو یہ امر مشاہد ہے کہ جب دل میں بہت غبار ہوتا ہے کتنا ہی زبان کو سنبھالے مگر کچھ نہ کچھ منہ پر آ ہی جاتا ہے۔ اور یہ کہنے کو جو فرمایا مُوْتُوْا بِغَیْظِكُمْ اس میں ایک فن اخلاق کے متعلق ایک عظیم فائدہ بھی ہے وہ یہ کہ جب کسی سے علائق قطع کرنا کسی مصلحت واجب الرعایۃ سے ضروری ہو تو کوئی دلخراش بات اس شخص کو کہہ دینا قطع

علائق میں نہایت مؤثر ہے مگر یہ ایذاء حد اباحت شرعیہ سے متجاوز نہ ہو تو یہاں یہ نفع بھی ہے۔ اور ہر چند کہ یہاں کہنے کا حکم ظاہراً صرف حضور ﷺ کو ہے مگر آپ کے تابعین اس خطاب میں بھی تابع رہیں گے اور یہ جو اخیر میں فرمایا کہ ان کے کید سے کچھ ضرر نہ ہوگا اگر اس خطاب کی خصوصیت پر نظر کی جاوے تب تو کوئی اشکال ہی نہیں کیونکہ یہ یہود صحابہ کو کوئی ضرر نہ پہنچا سکے اور اگر عام لیا جاوے جیسا صبر وتقویٰ کے ساتھ اس کو معلل فرمانا عموم کے مناسب بھی ہے تو اگر کہیں صبر و تقویٰ کی کمی سے مخالف کو غلبہ ہو گیا ہے تب بھی اشکال نہیں اور اکثر ایسا ہی ہوا ہے اور اگر باوجود استقلال اور تقویٰ کے گاہے غلبہ ہوا ہے تو ایسا قلیل ہوا ہے اور وہ بھی بمصلحت ابتلاء تو دفع اشکال کی یہ تقریر ہے کہ نفی ضرر حقیقی کی ہے نہ ضرر صوری کی سو چونکہ مومنین کو اس میں منافع دنیویہ مثل تہذیب اخلاق وغیرہ ومنافع دینیہ مثل ثواب وقرب اس ضرر ظاہری سے زائد مل رہتے ہیں اور نیز اس سے بوجہ رضا وتوکل کے ان کے قلوب مشوش نہیں ہوتے اور تشویش قلب ہی روح ضرر ہے اس لئے وہ ضرر معتد بہ اور حقیقی نہیں محض صورۃ ضرر ہے جس کا حقیقت کے مقابلہ میں اعتبار نہیں جیسا کہ کسی جماعت کا ایک شخص قتل ہو جاوے باقیوں کو فتح ہو جاوے عرف میں اس کو اسی بناء پر ضرر نہیں کہتے خوب سمجھ لو۔

ربط : یہاں تک محاجہ بالسنان کا مضمون تھا آگے محاجہ بالسنان کا مضمون مذکور ہوتا ہے جس کے ضمن میں تین قصوں کی طرف اشارہ ہے۔ غزوۂ احد اور یہی زیادہ ہے اور غزوۂ بدر ان آیات میں وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ الخ اور غزوۂ حمراء الاسد اس رکوع میں اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ الخ اور علاوہ مناسبت مذکورہ مقابلہ کے ایک خاص مناسبت اگلے مضمون کی اوپر والے مضمون سے یہ بھی ہے کہ اوپر فرمایا ہے وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا آگے کا مضمون بطور اس کی دلیل کے ہے کہ تم اپنے قصے مقاتلہ کفار کے یاد کرلو جہاں صبر وتقویٰ پورا پورا کیا جیسے بدر وہاں کید کفار سے کچھ ضرر نہ پہنچا اور تم غالب رہے اور جہاں اس میں کسی قدر کمی آ گئی تھی وہاں ضرر ہو گیا جیسے احد میں مغلوب ہو گئے پھر حمراء الاسد میں باوجودیکہ واقعۂ احد سے تازہ زخم خوردہ تھے لیکن استقلال وتقویٰ سے کام لیا پھر کامیاب ہوئے اس مضمون بالا کی پوری تائید ہو گئی۔

قصہ غزوۂ احد : ۱۷ رمضان یوم جمعہ ۲ ہجری میں جب غزوۂ بدر میں جو کہ اول جہاد ہوا ہے کفار قریش کو شکست ہوئی تو نصف شوال ۳ ہجری میں پھر بدلہ لینے کی غرض سے مدینہ پر چڑھ آئے۔ تین ہزار آدمیوں کا مجمع تھا رسول ﷺ ایک ہزار آدمیوں کو لے کر میدان میں مقابلہ کے لئے تشریف لائے میدان میں پہنچنے کے بعد عبداللہ بن ابی منافق جو باد بایا ساتھ ہو لیا تھا اپنے تین سو آدمیوں[۲] کو لے کر میدان سے واپس ہو گیا۔ بعض صحابہؓ نے سمجھایا بھی مگر وہ کہنے لگا کہ اگر لڑائی کا موقع ہوتا تو ہم شریک ہوتے بے فائدہ کون اپنی جان دے۔ بنی سلمہ اور بنی حارثہ دو قبیلے ہیں انصار کے ان کو واپس ہوتے دیکھ کر ان کی ہمت میں بھی کچھ سستی پیدا ہونے لگی اور واپسی کا وسوسہ گزرنے لگا لیکن اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا اور اس وسوسہ کو دفع کیا۔ غرض سات سو آدمی رہ گئے۔ حضور اقدس ﷺ نے سب کی موقع سے میدان میں احد پہاڑ کے قریب صف آرائی کی اور عبداللہ بن جبیر صحابیؓ کو پچاس تیر اندازوں پر افسر کر کے ایک مورچہ پر پشت لشکر کی طرف مقرر فرمایا کہ اس مورچہ کی حفاظت رکھو تاکہ ہماری پشت کی طرف سے غنیم نہ آ جاوے اور یہاں ہی سے تیر اندازی کرتے رہو۔ چنانچہ بڑے موقع سے لڑائی شروع ہوئی اور مسلمان غالب آ گئے۔ عبداللہ بن جبیر کے ساتھی یہ سمجھ کر کہ یہاں پر ٹھہرنا معلل تھا خوف ضرر کے ساتھ اب تو ہمارے بھائی غالب ہو گئے اب کیا اندیشہ رہا اس لئے وہ حکم ختم ہو گیا۔ باستثناء بارہ آدمیوں کے سب اس جگہ سے جدا ہو کر کفار کے تعاقب میں چلے اور غنیمت کے جمع کرنے میں مشغول ہو گئے۔ کفار نے موقع پر کر مورچہ پر قبضہ کر لیا اور مسلمانوں کے پیچھے سے حملہ کیا۔ اب آگے بھی کفار پیچھے بھی کفار اور اسی حالت میں حضور کا دندان مبارک بھی یعنی اس کا ایک ریزہ شہید ہو گیا اور کسی کافر نے اس میں پکار دیا کہ محمد ﷺ قتل ہو گئے ان ناگہانی حوادث اور پریشانیوں سے اس وقت مسلمان سراسیمہ ہو کر باستثناء ایک جماعت کے سب کے پاؤں اکھڑ گئے جو کہ ان اسباب قویہ پر نظر کر کے چنداں مستبعد نہیں۔ یہ قصہ اتنا ہی لکھا گیا جس کی ضرورت تفسیر میں واقع ہو گئی۔

ترجمہ مسائل السلوک : قولہ تعالیٰ: وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا۔ چونکہ بعض اوقات باوجود صبر وتقویٰ کے عدو کی جانب سے ضرر پہنچنا مشاہد ہوتا ہے پس آیت ضرر حقیقی کی نفی پر محمول کی ہوگی نہ مطلق ضرر پر جو صوری کو بھی شامل ہو پس اس آیت کا بھی وہی مدلول ہوگا جو آیت سابقہ کا مدلول ہے ۱۲۔

الحواشی : (۱) **وقد اورده العلامة ابن تيمية الحرانی فی اقتضاء الصراط المستقيم عن مسند الامام احمد ثم قال سنده حسن ۱۲۔ محمد شفيع الديوبندی غفر له۔** (۲) قولہ تین سو آدمیوں کو الخ منافقین ان تین سو ہی میں منحصر نہ تھے۔ اب اس پر یہ شبہ وارد نہیں ہوتا کہ یہاں سے لے کر دور تک قصہ احد چلا گیا ہے اور جابجا منافقین کا ذکر آتا گیا ہے اور شروع ہی میں یہ مضمون ہے کہ سردار منافقین مع اپنے تین سو ساتھیوں کے میدان جنگ سے واپس ہو گیا۔ اس سے یہی متبادر ہوتا ہے کہ اب کوئی منافق لشکر میں نہ تھا محض مومنین مخلصین ہی تھے۔ لیکن آگے چل کر بار بار منافقین کا ذکر خاص میدان جنگ ہی کے سلسلہ میں آتا ہے تو یہ تعارض ہوا۔ تقریر جواب کی یہ ہے کہ منافقین کا تین سو ہی میں منحصر ہونا نہایت مستبعد ہے یہ منافقین اکثر یہود تھے اور مدینہ میں ان کی کثرت معلوم ہے تو تین سو کا جدا ہو جانا مستلزم اس کو نہیں کہ کوئی منافق موجود نہ رہا ہو۔ چنانچہ قطع نظر روایات کے خود قرآن مجید کی بعض آیات سے ان کی شرکت معلوم ہوتی ہے کقولہ تعالیٰ: ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ بَعْدِ الْغَمِّ

اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ۔ الآیة باقی یہ کہ یہ لوگ جدا کیوں نہیں ہوئے یا تو ان کو اتفاقاً موقع نہ ملا ہو یا عمداً اس مصلحت سے رہ گئے ہوں کہ مسلمانوں کو موقع بموقع برے مشورے دیں یا ان کے اشرار اپنی جماعت کو پہنچادیں جیسا دوسری آیتوں میں ایسے مواقع میں ان کی معیت بھی اور معیت کی یہ مصلحت بھی مصرح ہے۔ قال تعالیٰ فی سورۃ النساء: اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَا۟ۨ الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْۤا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ الایہ وقال تعالیٰ فی سورۃ التوبۃ: وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ اس لئے اجزائے قصہ میں کوئی تعارض نہیں ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله في ترجمة الانامل انگلیاں هذا اخذ بحاصل المحاورة وهي في الاصل رؤس الاصابع ۱۲۔ ۲ قوله في ترجمة الحسنة اچھی حالت فالمراد بالحسنة ما في الدنيا لا الاخروية من الطاعات صرح به في الكبير ۱۲۔ ۳ قوله في ف عموم الفاظ سے ولا يخالجنك ان آخر الآية خاص بالمنافقين لقوله تعالىٰ اذا لقوكم قالوا آمنا ونحوه لما في الكبير انه ثبت في اصول الفقه ان اول الآية اذا كان عاما وآخرها خاصا لم يكن خصوص آخر الآية مانعا من عموم اولها اه ۱۲۔ ۴ قوله ریزہ كذا في حاشية البخاري عن المجمع ۱۲۔

الروایات: في روح المعاني اخرج ابن اسحق وغيره عن ابن عباس قال كان رجال من المسلمين يواصلون رجالا من يهود لما كان بينهم من الجوار والحلف في الجاهلية فانزل الله تعالىٰ فيهم عن مباطنتهم تخوف الفتنة عليهم هذه الآية واخرج عبد بن حميد انها نزلت في المنافقين من اهل المدينة نهى المؤمنون ان يتولوهم آه قلت والجمع بينهما ممكن ولا يذهب عليك ان سبب النزول اوضح دليل على ان الموالاة واتخاذ البطانة وان لم يكن عن قلب فانه منهي عنه مطلقا كالصداقة ونحوها اللهم الا عن ضرورة يعتبرها الشرع ۱۲۔

اختلاف القراءۃ: قرأ ابن كثير ونافع وابو عمرو ويعقوب لا يضركم بكسر الضاد وجزم الراء على انه جواب الشرط من ضاره يضيره بمعنى ضره يضره ۱۲۔

اللغات: في القاموس البطانة بالكسر السريرة ووسط الكورة والصاحب الوليجة۔ ومن الثوب خلاف ظهارته الا لو في روح المعاني التقصير وهو لازم يتعدى الى المفعول بالحرف وقد يستعمل متعدياً الى مفعولين في قولهم لا آلوك نصحا ولا آلوك جهدا على تضمين معنى المنع اولخبل الفساد ۱۲۔

النحو: في الروح هانتهم اؤلاء قيل انتم مبتدأ واؤلاء خبره والجملة بعد مستانفة اه اى للبيان قلت وهاللتنبيه على خطأ المخاطبين في اتخاذهم بطانة وراعيت كل ذلك في الترجمة ۱۲۔

البلاغۃ: عضوا عليكم في روح المعاني عض الانامل عادة النادم الآسف الفاجر ولهذا اشير به الى حال هؤلاء وليس المراد ان هناك عضا بالفعل ۱۲۔

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۙ﴿۱۲۱﴾ اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ؕ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۙ﴿۱۲۶﴾ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ﴿۱۲۷﴾

اور جب کہ آپ صبح کے وقت اپنے گھر سے چلے مسلمانوں کو مقاتلہ کرنے کے لئے مقامات پر جا رہے تھے اور اللہ تعالیٰ سب سن رہے تھے سب جان رہے تھے۔ جب تم میں سے دو جماعتوں نے دل میں خیال کیا کہ ہمت ہار دیں اور اللہ تعالیٰ تو ان دونوں جماعتوں کا مددگار تھا اور پس مسلمانوں کو تو اللہ ہی پر اعتماد کرنا چاہئے اور یہ بات محقق ہے کہ

حق تعالیٰ نے تم کو بدر میں منصور فرمایا حالانکہ تم بے سروسامان تھے سو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو تا کہ تم شکرگزار رہو۔ جب کہ آپ مسلمانوں سے یوں فرمارہے تھے کہ کیا تم کو یہ امر کافی نہ ہوگا کہ تمہارا رب تمہاری امداد کرے تین ہزار فرشتوں کے ساتھ جو اتارے جاویں گے۔ ہاں کیوں نہیں اگر مستقل رہو گے اور متقی رہو گے اور وہ لوگ تم پر ایک دم سے آ پہنچیں گے تو تمہارا رب تمہاری امداد کرے گا پانچ ہزار فرشتوں کے ساتھ جو کہ ایک خاص وضع بنائے ہوئے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ نے یہ امداد محض اس لئے کی کہ تمہارے لئے بشارت ہو اور تا کہ تمہارے دلوں کو قرار ہو جائے اور نصرت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے جو کہ زبردست ہیں حکیم ہیں۔ تا کہ کفار میں سے ایک گروہ کو ہلاک کردے یا ان کو ذلیل وخوار کردے پھر وہ ناکام لوٹ جائیں۞

تفسیر: شروع قصہ احد: وَ اِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ (الی قولہ تعالی) وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۞ اور (وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے) جب کہ آپ صبح کے وقت (تاریخ قتال سے پہلے) اپنے گھر سے (اس غرض سے) نکلے (کہ) مسلمانوں کو (کفار سے) مقاتلہ کرنے کے لئے (مناسب) مقامات پر جمانے (کیلئے آمادہ کر) رہے تھے (پھر اسی تجویز کے موافق سب کو ان مقامات پر جمادیا) اور اللہ تعالیٰ (اس وقت کی باتیں) سب سن رہے تھے (اور اس وقت کے حالات) سب جان رہے تھے جب (اسی کے ساتھ یہ قصہ بھی ہوا کہ) تم (مسلمانوں) میں سے دو جماعتوں نے (کہ وہ بنی سلمہ و بنی حارثہ ہیں) دل میں خیال کیا کہ ہمت ہار دیں (اور ہم بھی عبداللہ بن ابی کی طرح اپنے گھر جابیٹھیں) اور اللہ تعالیٰ تو ان دونوں جماعتوں کا مددگار تھا (بھلا ان کو کب ہمت ہارنے دیتا چنانچہ خدا تعالیٰ نے ان کو اس خیال پر عمل کرنے سے محفوظ رکھا) اور (ہم آئندہ کے لئے ان جماعتوں کو اور سب کو بھی نصیحت کرتے ہیں کہ جب تم مسلمان ہو) پس مسلمانوں کو تو اللہ تعالیٰ ہی پر اعتماد کرنا چاہئے (اور ایسی کم ہمتی کبھی نہ کرنا چاہئے) **ف:** صحابہؓ پر خدا تعالیٰ کی کیسی عنایت ہے کہ بیان جرم کے ساتھ ان کو بشارت ولایت بھی سنادی جس میں وعدۂ معافی مفہوم ہوتا ہے اور جرم بھی کتنا خفیف بتلایا کہ واپسی نہیں صرف کم ہمتی پھر اس کا بھی وقوع نہیں بلکہ خیال پس یا تو صدور اتنا ہی ہوا ہو یا بعض صادر کو ذکر نہیں فرمایا اور تقدیر اول پر عتاب کی وجہ ان حضرات کا غایت تقرب ہے "نزدیکاں رابیش بود حیرانی" اور اس بشارت کی وجہ سے ان میں سے بعض صحابہؓ کا یہ قول صحاح میں آیا ہے کہ ہم باوجود اظہار عتاب کے اس آیت کے نازل نہ ہونے کے متمنی نہیں کیونکہ عتاب کے ساتھ عنایت کا کلمہ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا بھی تو ہے۔ خوب کہا گیا "اگر یکبار گوید بندۂ من ☆ از عرش بگزرد خندۂ من"۔ فقط۔

ربط: تقریر ربط اوپر آیت: وَ اِذْ غَدَوْتَ کی تمہید میں مذکور ہو چکی اب قصہ بدر کی نصرت کا صبر وتقویٰ کی بدولت ہونا بیان فرماتے ہیں۔

قصہ نصرت بدر: وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۞ اور یہ بات محقق ہے کہ حق تعالیٰ نے تم کو (غزوۂ) بدر میں منصور فرمایا حالانکہ تم (محض) بے سروسامان تھے (کیونکہ مجمع بھی کفار کے مقابلہ میں کم تھا وہ ایک ہزار تھے اور مسلمان کل تین سو تیرہ تھے اور ہتھیار وغیرہ بھی بہت کم تھے) سو (چونکہ یہ منصور ہونا بدولت تقویٰ کے تھا جس میں استقلال وصبر بھی داخل ہے تو تم پر لازم ہے کہ آئندہ بھی) اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو (اسی کا نام تقویٰ ہے) تا کہ تم (اس نعمت نصرت کے) شکرگزار رہو (کیونکہ شکرگزاری صرف زبان کے ساتھ خاص نہیں بلکہ پورا شکر یہ ہے کہ زبان وقلب بھی مشغول ہو اور طاعات کی بھی پابندی ہو بالخصوص جب کہ اس طاعت کا اس نعمت میں دخیل ہونا بھی ثابت ہو جاوے) **ف:** بدر اصل میں ایک کنوئیں کا نام ہے جو بدر بن قریش نے کھودا تھا۔ کذا فی القاموس۔ یہ لڑائی اس کے قرب میں ہوئی تھی۔ آگے اس نصرت کی کسی قدر تفصیل ہے۔

تتمہ قصہ بدر: اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ (الی قولہ تعالی) مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ۞ (یہ نصرت اس وقت ہوئی تھی) جب کہ آپ (اے محمد ﷺ) مسلمانوں سے (جبکہ وہ یہ خبر سن کر کہ مشرکین کی اور مدد آرہی ہے پریشان تھے بوحی الٰہی) یوں فرمارہے تھے کہ کیا تم کو (تقویت قلب کے لئے) یہ امر کافی نہ ہوگا کہ تمہارا رب تمہاری امداد کرے تین ہزار فرشتوں کے ساتھ جو (اسی کام کے لئے آسمان سے اتارے جاویں گے (جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑے درجہ کے فرشتے ہوں گے۔ ورنہ جو فرشتے پہلے سے زمین پر موجود تھے ان سے بھی یہ کام لیا جاسکتا تھا اور اس کے قبل مسلمانوں کی دعا واستغاثہ پر ایک ہزار ملائکہ کے بھیجنے کا وعدہ ہو چکا تھا جیسا سورۂ انفال میں ہے تو یہ مکرر وعدۂ زیادت اور زیادہ تقویت قلب میں مؤثر ہے چنانچہ اوپر کے استفہام کا جواب خود ہی ارشاد ہوا کہ) ہاں کیوں نہیں (کافی ہوگا یعنی کافی ہوگا اب آگے ایک زیادت کا اور وعدہ ہے ایک خاص شرط سے وہ یہ کہ) اگر (مقابلہ کے وقت) مستقل رہو گے اور متقی (بنے) رہو گے (یعنی کوئی امر خلاف اطاعت نہ کرو گے) اور (اگر) وہ لوگ تم پر ایک دم سے (بھی) آ پہنچیں گے (جس میں عادۃً خلق سے مدد پہنچنا مشکل ہوتا ہے) تو (جب بھی) تمہارا رب تمہاری امداد فرماوے گا پانچ ہزار فرشتوں سے جو کہ ایک خاص وضع بنائے ہوں گے (جیسی عادت متعارفہ ہے کہ فوج کی کوئی خاص وردی ہوتی ہے اس میں اشارہ ہے کہ وہ فرشتے خاص اسی کام کے لئے بھیجے جاویں گے۔ اس خبر دینے سے یہ فائدہ ہے کہ جو شخص کسی خاص کام کے لئے آتا ہے عادۃً اس کام کی اس سے زیادہ امید ہوتی ہے اس مکرر در مکرر وعدہ سے اور زیادہ قلوب کی تقویت کا فائدہ ہوا) **ف:** یہ تین وعدے تھے اول ایک ہزار کا دوسرا تین ہزار کا تیسرا پانچ ہزار کا سو اول کا سبب تو آیت انفال میں استغاثہ ودعا کا ہونا مصرح ہے دوسرے کا سبب مشرکین کے لئے امداد آنے کی خبر سن کر پریشان ہونا روایات

سے معلوم ہوتا ہے چنانچہ روح المعانی میں ہے کہ ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر وغیرہما نے شعبی سے روایت کیا کہ مسلمانوں کو بدر کے دن یہ خبر پہنچی کہ کرز بن جابر محاربی مشرکین کی امداد کرنے کا ارادہ رکھتا ہے یہ خبر بہت شاق معلوم ہوئی۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اور گو سبب قریب یہ پریشانی ہے لیکن اصلی سبب جیسا کہ اس آیت کی وجہ ارتباط سے آیاتِ بالا یعنی: اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ کے ساتھ جس کی تقریر شروع تمہید اِذْ غَدَوْتَ میں گزر چکی ہے مفہوم ہوتا ہے یہ ہے کہ صبر و تقویٰ جس کے ساتھ یہ حضرات پہلے سے موصوف تھے وہ سبب ہوا ان پر رحمت متوجہ ہونے کا اور پریشانی رفع کرنے کا بلکہ اگر وعدۂ اول کا سبب اصلی بھی اسی صبر و تقویٰ سابق کو کہا جاوے وازبس مناسب ہے کیونکہ تقویٰ کی برکت قبول دعا میں بھی ظاہر ہوتی ہے۔ اور تیسرے وعدہ کا سبب خود اس آیت میں مذکور ہے یعنی صبر و تقویٰ وقت قتال کا پس ظاہراً تینوں وعدوں کا سبب متعدد ہے اور اسی سے وعدے بھی متعدد ہوئے مگر حقیقت میں سب کا سبب ایک تقویٰ ہے جس کے اثبات کے لئے یہ آیات لائی گی ہیں اور اس میں اختلاف ہوا ہے کہ آیا یہ تیسرا وعدہ واقع ہوا یا نہیں۔ تو شعبیؒ کا قول تو یہ ہے کہ اس میں ایک شرط وَيَأْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ بھی تھی اور وہ واقع نہیں ہوئی۔ چنانچہ کرز مذکور کا گروہ نہیں آیا۔ اس لئے فوت شرط سے مشروط بھی فوت ہو گیا تو واقع میں بدوں اس شرط کے وعدہ ہی نہ ہوا تھا اور بعض نے کہا ہے کہ وہ وعدہ وَيَأْتُوْكُمْ کے ساتھ مشروط نہیں بلکہ مقصود اس سے تاکید و مبالغہ وعدہ کا ہے جیسا تقریر ترجمہ میں احقر نے اشارہ کر دیا ہے اس لئے یہ وعدہ بھی واقع ہوا۔ اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ ہر وعدہ لاحقہ کا عدد مع عدد وعدۂ سابقہ کے ہے یا اس کے علاوہ ہے۔ یہ دونوں اختلاف روح المعانی سے نقل کئے ہیں اور اسی میں ابن عباس کا قول ابن اسحٰق و طبرانی سے منقول ہے کہ یہ وضع ملائکہ کی یوم بدر میں سفید عمامے تھے جن کا شملہ کمر پر پڑا تھا اور یوم حنین میں سرخ عمامے تھے فقط اور احد کے قصے میں نصرتِ بدر کا قصہ یاد دلانا بقرینہ مقابلہ اشارہ ہے کہ احد میں عدم نصرت بسبب اختلال تقویٰ کے ہوا اور یہ اختلال ایک تو واقعہ سے پہلے ہوا کہ بدر میں کفار کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جس کا قصہ سورۂ انفال میں ہے اور بعض مفسرین نے بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا کی جو کہ اس پارہ کے نصف پر واقع ہے یہی تفسیر کی ہے اور مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ کی تفسیر میں حسنؓ سے منقول ہے کمافی روح المعانی اور دوسرا اختلال مورچہ سے ہٹ جانا ہے پس اس بناء پر حاصل مضمون کا یہ ہوا کہ واقعۂ بدر میں تقویٰ سابق و لاحق دونوں کی برکت سے نصرت ہوئی اور احد میں تقویٰ کے اختلال سابق و لاحق کے اثر سے بے نصرتی ہوئی اور احد میں نزول ملائکہ کا قول کسی قوی دلیل پر مبنی نہیں اور یوں ملائکہ معین طور پر ساتھ رہتے ہی ہیں لیکن کلام اس غرض کے لئے نزول میں ہے اور اس امداد بالملائکہ کی نسبت جو شبہ کیا گیا ہے اس کا جواب عنقریب آتا ہے اور نکتہ اس عدد میں یہ ممکن ہے کہ کافر ایک ہزار تھے اس لئے ایک ہزار فرشتے آئے۔ پھر جیسے کافر مسلمانوں سے تین گونہ تھے اس لئے فرشتے تین ہزار ہو گئے کہ کافروں سے تین گونہ ہیں پھر پانچ ہزار میں یہ رعایت ہے کہ لشکر کے پانچوں حصوں کے ساتھ ایک ایک ہزار ہیں واللہ اعلم۔

ربط: آگے امداد و نصرت مذکور کی حکمت کا بیان ہے۔

حکمت واقعۂ بالا: وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ (الی قولہ تعالیٰ) فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ اور اللہ تعالیٰ نے یہ امداد (مذکور جو ملائکہ سے ہوئی) محض اس (حکمت) کے لئے کی کہ تمہارے لئے (غلبہ کی) بشارت ہو (یعنی غلبہ کی توقع سے خوشی ہو جاوے اور تاکہ تمہارے دلوں کو اضطراب سے) قرار ہو جاوے (پس) ایک فائدہ جلب منفعت ہوا دوسرا دفع مضرت چونکہ طبعاً اسباب سے تسلی ہوتی ہے اس لئے اس سبب کا سامان کیا گیا) اور (واقع میں تو) نصرت (اور غلبہ) صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے جو کہ زبردست ہیں (کہ ویسے بھی غالب کر سکتے ہیں لیکن) حکیم (بھی) ہیں (جب وہ چاہیں اسباب سے غلبہ دیتے ہیں یہ تو حکمت ہوئی امداد بالملائکہ کی آگے حکمت ہے منصور و مظفر فرمانے کی کہ اللہ تعالیٰ نے بدر میں تم کو غلبہ اس لئے دیا) تاکہ کفار میں سے ایک گروہ کو (جان سے) ہلاک کر دے (چنانچہ ستر کافر رئیس قتل کئے گئے) یا ان (میں سے بعض) کو ذلیل و خوار کر دے (یعنی شکست دے دے) پھر وہ ناکام لوٹ جاویں (یعنی ان میں سے کوئی نہ کوئی بات ضرور ہو جاوے اور اگر دونوں ہو جاویں تو اور بھی بہتر چنانچہ دونوں باتیں ہوئیں بلکہ تیسری ایک اور ہوئی کہ ستر قید ہوئے) **ف**: یہاں امداد کی حکمت نہایت تصریح کے ساتھ فرمائی جس میں غور کرنے سے اس مضمون پر کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کیونکہ حاصل اس کا یہ ہوا کہ ان فرشتوں کے نزول سے اصلی مقصود یہ تھا کہ مسلمان کے قلب کو سکون ہو۔ باقی طریق سکون کا کیا تھا سو سورۂ انفال میں اس قصہ میں ہے: فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور منجملہ وجوہ تثبیت کے یہ بھی ہے کہ اپنے روحانی تصرف سے قلوبِ مومنین میں قوت پہنچا دیں جیسا کہ مشائخ اہل تصرف کیا کرتے ہیں اور جیسا کہ ابتداء نزولِ وحی میں جناب رسول اللہ ﷺ کو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے دبانے کی یہی توجیہ کی جاتی ہے۔ پس اس بنا پر نہ تو فرشتوں کا نظر آنا ضروری ہے اور نہ یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ ایک ہی فرشتہ سب کفار کو ہلاک کر سکتا تھا پھر کئی ہزار کی کیا ضرورت تھی اور پھر کئی ہزار نے بھی سب کفار کو ہلاک نہ کیا۔ وجہ دفع یہ ہے کہ اصلی کام ان کا قتال نہ تھا جیسا کہ حنین اور احزاب میں بھی ملائکہ آئے اور قتال اُن کا منقول نہیں۔ گو آیت انفال فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ الخ کی ایک تفسیر میں ملائکہ کو خطاب کہا گیا ہے اور بعض روایات میں آیا بھی ہے کہ بعض مشرکین کو قتل کا ارادہ کیا مگر اس کا سر از خود جدا ہو گیا اور رَدَّهُ فی الکمالین عن سہل بن حنیف بروایۃ الحاکم و تصحیح البیہقی جس سے کچھ قتال کرنا بھی

معلوم ہوتا ہے مگر یہ اصلی کام نہ تھا بلکہ اس میں یہ حکمت ہو سکتی ہے کہ ایک آدھ واقعہ ایسا ہو جاوے تو صحابہؓ کو آثار خارجیہ سے معیت ملائکہ کا اور زیادہ یقین ہو کر زیادہ قوت قلب کو پہنچے چنانچہ بعض صحابہؓ نے اقدم حیزوم حضرت جبرئیل علیہ السلام کی آواز بھی سنی اور بعض نے خود بعض ملائکہ کو دیکھا بھی رواہ مسلم۔ اور گو اس مقصود یعنی تصرف روحانی کا حاصل ہونا اس پر موقوف نہ تھا کہ ان کے نزول کی خبر بھی دی جاوے لیکن ظاہر ہے کہ اس سے اور زیادہ تقویت قلب کو ہوتی ہے خوب سمجھ لو اور اوپر بیان تھا سبب نصرت کا کہ تقویٰ ہے اور یہاں بیان ہے حکمت کا کہ بشریٰ ہے پس باہم کچھ تعارض نہیں۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا روح المعانی میں ہے کہ یہ هَمٌّ بمرتبۂ عزم میں نہ تھا چنانچہ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا اس کا قرینہ ہے کیونکہ حمایت الٰہیہ میں ہوتے ہوئے ایسا امر مستبعد ہے بلکہ یہ محض حدیث النفس اور وسوسہ تھا آہ ملخصاً۔ احقر کہتا ہے کہ پس آیت صریح ہے اس میں کہ حدیث النفس بالمعصیۃ اور ولایت میں کوئی تنافی نہیں ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله** آمادہ الخ اشار الى كون تبوى حال مقدرة اى مقدراً للتوبة بالتهنية كيلاتعارض مع روايات القصة التى فيها الخروج الى احدر واحابسطها ابن جرير ۱۲۔ ۲ **قوله** جس میں صبر و استقلال بھی داخل ہے اشار به الى وجه الاكتفاء بقوله فاتقوا الله والمقام يقتضي واصبروا ايضا ۱۲۔ ۳ **قوله** بڑے درجہ کے فرشتے الخ اخذته من روح المعانى ۱۲۔ ۴ **فى قوله** ترجمة اويكبتهم اوراگر دونوں اشارة الى كونها مانعة الخلو ۱۲۔

اختلاف القراءۃ: مسومين قرأ ابن كثير وابو عمرو و عاصم بكسر الواو والباقون بفتحها اى معلمين انفسهم او معلمين من الله تعالىٰ من روح المعانى قلت وترجمت بما يصلح لكليهما

اللغات: تبوئ فى القاموس بواه منزلا وفيه انزله مقاعد محل القعود ثم توسع فيه فاطلق بطريق المجاز على المكان مطلقًا وان لم يكن فيه قعود كالمقام لا يلزم ان يكون فيه قيام من روح المعانى تفشلا فى القاموس فشل كفرح فهو فشل كسل وضعف وتراخى وجبن اه قلت الظاهر فى الآية ان تتراخيا كما فى روح المعانى وكان المراد به هنا لازمه لانه الفعل الاختيارى الذى يتعلق الهم به لكنه لم يكن عن عزم ۱۲۔ فى روح المعانى الفور مصدر من فارت القدر اذا اشتد غليانها ويطلق على الغضب لانه يشبه فور القدر وعلى اول كل شيء ثم استعير للسرعة ثم اطلق على الحال التى لابطاء فيها ولا تراخى والمعنى يأتوكم فى الحال قوله مسومين فى القاموس السومة بالضم والسيمة والسيماء والسيمياء بكسرهن العلامة ۱۲۔ فى القاموس الطرف الطائفة من الشئ والرجل الكريم فى روح المعانى القطع لا هلاك قوله يكبتهم فى القاموس كبت رد العدو بغيظه واذ له ۱۲۔

النحو: تبوئ حال لكن لا يحتاج الى القول بانها مقدرة لكون المقصود تذكير الزمان المتسع لابتداء الخروج والتبوية وما يترتب عليها اذا هو المذكور القصة من روح المعانى للقتال فى روح المعانى متعلق بالفعل قبله (اى تبوّى) او بمحذوف وقع صفة المقاعد لا بالمقاعد لان المكان لا يعمل اذ همت فى روح المعانى قيل بدل من اذ غدوت مبين لما هو المقصود بالتذكير ۱۲۔ بشرىٰ مفعول له والاستثناء مفرغ من اعم العلل اى لشئ من الاشياء الا للبشارة بانكم تنصرون قوله ولتطمئن معطوف على البشرىٰ باعتبار الموضع وقوله ليقطع متعلق بقوله تعالىٰ ولقد نصركم الله وما بينهما تحقيق لحقيقته ۱۲۔

البلاغۃ: قوله اذلة جمع قلة لذليل واختير على ذلائل ليدل على قلتهم مع ذلتهم والمراد بها عدم العدة لا الذل المعروف فلا يشكل دخول النبى صلى الله عليه وسلم فى هذا الخطاب ان قلنا به كذا فى روح المعانى قوله الن يكفيكم فى روح المعانى اتى بلن لتاكيد النفى بناء على ما ذهب اليه البعض وفيه اشعار بانهم كانوا ح كالآيسين من النصر لقلة عددهم وعددهم ۱۲ قوله لكم الخ لا لك فى روح المعانى وجه الخطاب نحو المؤمنين تشريفًا لهم وايذانا بانهم هم المحتاجون لما ذكرو اما رسول الله صلى الله عليه وسلم فغنى عنه بما من به عليه من التائيد الروحانى والعلم الربانى قوله او يكبتهم قلت فيه استخدام لان المقتول غير المنهزم ۱۲۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۹﴾ ع ۱۳ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰۤوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۳۰﴾ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِىْۤ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَاَطِيْعُوا

اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾

آپ کو کوئی دخل نہیں یہاں تک کہ خدا تعالیٰ ان پر یا تو متوجہ ہو جائیں یا ان کو کوئی سزا دے دیں کیونکہ وہ ظلم بھی بڑا کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے وہ جس کو چاہیں بخش دیں اور جس کو چاہیں عذاب دیں اور اللہ تعالیٰ تو بڑے مغفرت کرنے والے بڑے رحمت کرنے والے ہیں۔ اے ایمان والو سود مت کھاؤ (یعنی نہ لو اصل سے) کئی حصے زائد (کر کے) اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو امید ہے کہ تم کامیاب ہو اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لئے تیاری کی گئی ہے اور خوشی سے کہنا مانو اللہ تعالیٰ کا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا امید ہے کہ تم رحم کئے جاؤ گے۔ ۞

تفسیر: ربط: آگے پھر عود ہے قصۂ اُحد کی طرف۔ درمیان میں مجملاً قصہ بدر کا بمناسبت مقام کے مذکور ہو گیا تھا اور سبب اس کے نزول کا یہ ہوا کہ اس غزوۂ اُحد میں حضور اقدس ﷺ کا دندان مبارک جو کہ سامنے کے دو اوپر دو نیچے کے دانتوں کی کروٹوں میں چار دانت ہوتے ہیں دو اوپر داہنے بائیں اور نیچے داہنے بائیں ان چاروں میں نیچے داہنی طرف کا دانت تھا شہید ہو گیا اور چہرۂ مبارک مجروح ہو گیا تو آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ ایسی قوم کو کیسے فلاح ہو گی جنہوں نے اپنے نبی کے ساتھ ایسا کیا۔ حالانکہ وہ نبی ان کو خدا کی طرف بلا رہا ہے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اخرجہ فی لباب النقول عن احمد و مسلم عن انس اور بخاری سے ایک قصہ اور بھی نقل کیا ہے کہ آپ نے بعض کفار کے لئے بددعا فرمائی تھی اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور وہ سب مسلمان ہو گئے۔ یہ دونوں قصے تو احد کے واقعہ کے متعلق ہوئے اور ایک روایت مسلم سے نقل کی ہے کہ رعل و ذکوان اور عصیہ قبائل کفار کے لئے یہ بددعا فرمایا کرتے تھے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ پھر اس میں یہ اشکال کیا ہے کہ رعل و ذکوان کا واقعہ بعد احد کے ہوا ہے تو تطبیق نہیں ہو سکتی۔ پھر خود جواب دیا ہے کہ اس روایت میں اتنا مضمون مدرج منقطع ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ پس پہلی روایات صحیح ہیں اھ لیکن یہ اشکال باقی رہا کہ پھر آپ نے کیوں بددعا فرمائی۔ اس لئے جواب صحیح یہ ہے کہ ممکن ہے آپ نے بقرینہ تخصیص ضمائر اس حکم کو اہل احد کے ساتھ خاص سمجھا ہو بالخصوص يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ سے اشارہ ان کے احتمال ایمان کا بھی معلوم ہوتا ہے۔ رعل و ذکوان میں یہ موانع ظاہر نہ تھے اس لئے بددعا فرما دی اور وہی آیت دوبارہ وحی سے یاد دلائی گئی ہو تا کہ آپ کو حکم کا عموم معلوم ہو جاوے باشتراک علت یعنی احتمال ایمان اگرچہ غیر ناشی عن دلیل ہو اور جاننا چاہئے کہ آپ کا بددعا فرمانا یا اس کا قصد کرنا اجتہاداً تھا نہ وحی سے اذن ثابت تھا نہ ممانعت پس عصمت کے متعلق کوئی اشکال لازم نہیں آتا۔

عود بقصۂ احد: لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ (الی قولہ تعالیٰ) وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۹﴾۔ (اے محمد ﷺ) آپ کو (کسی کے مسلمان ہونے یا کافر رہنے کے متعلق خود) کوئی دخل نہیں (خواہ علم کا دخل ہو یا قدرت کا بلکہ یہ سب خدا تعالیٰ کے علم اور قبضہ میں ہے کہ آپ کو صبر کرنا چاہئے) یہاں تک کہ خدا تعالیٰ ان پر یا تو (رحمت سے) متوجہ ہو جاویں (یعنی ان کو اسلام کی توفیق دیدیں تو اس وقت صبر مبدل بفرح و سرور ہو جاوے گا) اور یا ان کو (دنیا ہی میں) کوئی سزا دیدیں (تو اس وقت صبر مبدل بہ تشفی قلب ہو جاوے گا اور سزا دینا کچھ بے جا بھی نہیں) کیونکہ وہ ظلم بھی بڑا کر رہے ہیں (مراد اس سے کفر و شرک ہے جیسا فرمایا: اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ۔ آگے اس مضمون کی تاکید ہے) اور اللہ ہی کی ملک ہے جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے وہ جس کو چاہیں بخش دیں (یعنی اسلام نصیب کر دیں جس سے مغفرت ہوتی ہے) اور جس کو چاہیں عذاب دیں (یعنی اسلام نصیب نہ ہو اور اس وجہ سے عذاب دائمی ہو) اور اللہ تعالیٰ تو بڑے مغفرت کرنے والے (اور) بڑے رحمت کرنے والے ہیں (تو بخشنے کا تو ذرا بھی تعجب نہیں کیونکہ رحمت تو ان کی سابق ہی ہے اسی لئے عذاب دینے کی وجہ اوپر بیان فرمائی فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾)۔

ف: صبر کی حد اور انتہا دو چیزوں کو فرمایا ان کا مسلمان ہو جانا یا کسی ہلاکت و وبال میں مبتلا ہو جانا، کیونکہ دونوں حالتوں میں صبر ختم ہو جاتا ہے۔ وجہ یہ کہ صبر ناگوار حالت پر ہوتا ہے اور یہ دونوں حالتیں موافق طبیعت کے ہیں اور مطلب نفی دخل کا یہ ہے کہ بدون اعلام الٰہی علم نہیں۔ اس لئے احتمال مسلمان ہونے کا رہا پھر بددعا کب مناسب ہے چنانچہ بعضے مسلمان ہوئے اور بدون مشیت الٰہی تدبیر میں اثر نہیں اس لئے اس کی فکر بھی نہ چاہئے اور اس فکر اصلاح ہی سے غصہ و غم پیدا ہو جاتا تھا فقط۔

ربط: بذیل آیہ: اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ عنوان فائدہ میں لکھا گیا ہے کہ احد میں عدم نصرت بسبب اختلال تقویٰ کے ہوا ایک اختلال قبل واقعہ کے دوسرا عین واقعہ میں الخ اس سے تو ثابت ہوا کہ بعض اوقات خطایائے سابقہ دوسری اور خطاؤں کے صدور اور بعض طاعات میں خلل ہو جانے کا سبب ہو جاتی ہیں چنانچہ روح المعانی میں بھی تحت آیہ: انما استزلهم کے اس کی تصریح ہے اور تجربہ بھی ہے اس لئے آگے تقویٰ کی تاکید اور اس کے بعض فروع مہمہ کی تصریح اور بعض بڑے معاصی سے مثل ربو کے اجتناب کا حکم فرماتے ہیں تا کہ پابند حدود شرعیہ رہیں تو آئندہ پھر کسی موقع پر کوئی مضرت پیش نہ آوے۔

امر ببعض شعب تقویٰ و نہی از بعضے معاصی: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا (الی قولہ تعالیٰ) لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ اے ایمان والو سو

مت کھاؤ (یعنی مت لو اصل سے) کئی حصے زائد (کر کے) اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو امید ہے کہ تم کامیاب ہو (یعنی جنت نصیب ہو اور دوزخ سے نجات ہو) اور اس آگ سے بچو جو (دراصل) کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے (یعنی سود وغیرہ گناہ مت کرو جو دوزخ میں لے جانے والے ہیں) اور خوشی سے کہنا مانو اللہ کا اور (اس کے) رسول ﷺ کا امید ہے کہ تم رحم کئے جاؤ گے (یعنی قیامت میں) **ف**: یہ جو فرمایا کہ اصل سے کئی حصے زائد کر کے الخ سود کے حرام ہونے کی قید نہیں کیونکہ سود قلیل ہو یا کثیر سب حرام ہے بلکہ اس زمانہ کا دستور اسی طرح تھا چنانچہ شان نزول سے معلوم ہوتا ہے جو لباب النقول میں بتخریج فریابی مجاہد سے مروی ہے کہ لوگ باہم معاملہ بیع کا ایک میعاد معین پر دام دینے کے وعدے سے کیا کرتے۔ جب وہ میعاد معین آ جاتی اور دام نہ ادا ہوتے تو دام بڑھا کر اور مہلت دے دیا کرتے اور نیز بسند مذکور عطا سے مروی ہے کہ جاہلیت میں قبیلہ ثقیف بنی نضیر سے معاملہ دین کا کرتے جب میعاد آ جاتی تو کہتے کہ ہم تم کو بڑھا کر دے دیں گے تم اور مہلت دے دو اس پر یہ آیت نازل ہوئی اھ غرض اسی طرح بار بار کرتے چنانچہ روح المعانی میں یہ لفظ بھی ہے وھکذا عند کل اجل اھ اس لئے اس آیت میں اسی کا بیان کر دیا اور دوسری آیت میں مطلقاً بلا کسی قید کے حرام فرما دیا جیسے سورۂ بقرہ کی آیت وحرم الربوا گزر چکی ہے پس دونوں آیتوں کے ملانے سے معلوم ہوا کہ یہ صورت بھی حرام ہے اور دوسری صورتیں جو اس کے علاوہ ہوں وہ بھی حرام ہیں۔ خوب سمجھ لو آج کل بعضے ہوا پرست اس قید سے جو کہ واقعی ہے احترازی نہیں ہیں عام مسلمانوں کو دھوکہ میں ڈالنا چاہتے ہیں اور دراصل [۲] اس لئے کہا کہ گناہوں کی وجہ سے بعضے مسلمان بھی جاویں گے لیکن ان کا اصل مسکن نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ بعد از سزا کے آخر میں ببرکت ایمان کے اس سے نکل آویں گے۔ **ربط**: آگے بھی تتمہ ہے مضمون سابق کا جس میں ترغیب ہے تحصیل شعب تقویٰ کی مع وعدۂ ثمرۂ تقویٰ کے کہ مغفرت اور جنت ہے۔ پس اوپر دوزخ سے بچنے کو فرمایا تھا یہاں جنت لینے کو فرماتے ہیں۔

ملحقات الترجمۃ: [۱] **قوله في ترجمة ليس لك** خود فائدہ **هذا القيد مذكور في ف بقوله بدون اعلام وقوله بدون مشيت ١٢۔** [۲] **قوله في ف** دراصل اس لئے کہا الخ **يؤيده ما في روح المعاني عن الامام الاعظم** ؒ **انه كان يقول ان هذه الأية هي اخوف آية في القرآن حيث اوعد الله تعالى المؤمنين بالنار المعدة للكافرين ان لم يتقوه في اجتناب محارمه ١٥١٢**

النحو: **قوله اذ يتوب بمعنى الا ان او الي ان ١٢۔**

وَسَارِعُوٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِى السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۠ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾

اور دوڑو طرف مغفرت کی جو تمہارے پروردگار کی طرف سے ہو اور طرف جنت کے جس کی وسعت ایسی ہے جیسے سب آسمان اور زمین وہ تیار کی گئی ہے خدا سے ڈرنے والوں کیلئے ایسے لوگ جو خرچ کرتے ہیں فراغت میں اور تنگی میں اور غصہ کے ضبط کرنے والے ہیں اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں کو محبوب رکھتا ہے اور ایسے لوگ کہ جب کوئی کام کر گزرتے ہیں جس میں زیادتی ہو یا اپنی ذات پر نقصان اُٹھاتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کو یاد کر لیتے ہیں۔ پھر اپنے گناہوں کی معافی چاہنے لگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور ہے کون جو گناہوں کو بخشتا ہو اور وہ لوگ اپنے فعل پر اصرار نہیں کرتے اور وہ جانتے ہیں کہ ان لوگوں کی جزا بخشش ہے۔ ان کے رب کی طرف سے اور ایسے باغ ہیں کہ ان کے نیچے سے نہریں چلتی ہونگی۔ ان میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہونگے اور یہ اچھا حق الخدمت ہے ان کام کرنے والوں کا۞

تفسیر: امر بہ شعب تقویٰ و وعدہ جزائے او: وَسَارِعُوٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ (الی قولہ تعالی) وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ اور دوڑو طرف مغفرت کے جو تمہارے پروردگار کی طرف سے (نصیب) ہو اور (دوڑو) طرف جنت کی (مطلب یہ کہ ایسے نیک کام اختیار کرو جس سے پروردگار تمہاری مغفرت کر دیں اور تم کو جنت عنایت ہو اور وہ جنت ایسی ہے) جس کی وسعت ایسی (تو) ہے (ہی) جیسے سب آسمان اور زمین (اور زیادہ کی نفی نہیں چنانچہ واقعہ میں زائد ہونا ثابت ہے اور) وہ تیار کی گئی ہے خدا سے ڈرنے والوں کے لئے (یعنی مسلمانوں کے لئے جن میں ایک تو اعلیٰ درجہ کے مسلمان) ایسے لوگ (ہیں) جو کہ (نیک کاموں میں) خرچ کرتے ہیں (ہر حال میں) فراغت میں (بھی) اور تنگی میں (بھی) اور غصہ کے ضبط کرنے والے اور لوگوں (کی تقصیرات) سے درگزر

کرنیوالے اور اللہ تعالیٰ ایسے^۵ نیکو کاروں کو (جن میں یہ خصال ہوں بوجہ اکمل) محبوب رکھتا ہے اور (ایک ان مذکورین کے اعتبار سے دوسرے درجہ کے مسلمان) ایسے لوگ (ہیں) کہ جب کوئی ایسا کام کر گزرتے ہیں جس میں (دوسروں پر) زیادتی ہو یا (کوئی گناہ کر کے خاص) اپنی ذات پر نقصان اُٹھاتے ہیں تو (معاً) اللہ تعالیٰ (کی عظمت اور عذاب) کو یاد کر لیتے ہیں پھر اپنے گناہوں کی معافی چاہنے لگتے ہیں (یعنی اس طریقہ سے جو معافی کے لئے مقرر ہے کہ دوسروں پر زیادتی کرنے میں ان اہل حقوق سے بھی معاف کرائے اور خاص اپنی ذات کے متعلق گناہ میں اس کی حاجت نہیں اور اللہ تعالیٰ سے معاف کرانا دونوں میں مشترک ہے) اور (واقعی) اللہ تعالیٰ کے سوا اور ہے کون جو گناہوں کو بخشتا ہو (رہا اہل حقوق کا معاف کرنا سو وہ لوگ اس^۷ کا اختیار تو نہیں رکھتے کہ عذاب سے بھی بچالیں اور حقیقی بخشش اسی کا نام ہے) اور وہ لوگ اپنے فعل (بد) پر اصرار اور (ہٹ) نہیں کرتے اور وہ (ان باتوں کو) جانتے (بھی) ہیں (فلاں کام ہم نے گناہ کا کیا اور یہ کہ توبہ ضرور ہے اور یہ کہ خدا تعالیٰ غفار ہے۔ مطلب یہ کہ اعمال کی بھی درستی کر لیتے ہیں اور عقائد بھی درست رکھتے ہیں) ان لوگوں کی جزا بخشش ہے ان کے رب کی طرف سے اور (بہشت کے) ایسے باغ ہیں کہ ان کے (درختوں اور مکانوں کے) نیچے سے نہریں چلتی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے (اور اسی مغفرت اور جنت کی تحصیل کا شروع آیتوں میں حکم تھا بیچ میں طریقہ اس کا بتلایا ختم پر اس کا وعدہ فرمایا) اور (یہ^۸) اچھا حق الخدمت ہے ان کام کرنے والوں کا (وہ کام استغفار اور حسن^۹ اعتقاد ہے اور استغفار کا متمم آئندہ طاعات کی پابندی ہے جس پر عدم اصرار دلالت کرتا ہے) **ف**: ان آیتوں میں دو درجوں کے مسلمانوں کا بیان ہے ایک اعلیٰ درجہ کے ایک ان سے کم اور خدا سے ڈرنے والوں میں سب آ گئے کیونکہ توبہ بھی خدا کے ڈر ہی سے ہوتی ہے۔ اور یحب کے ترجمہ میں بوجہ اکمل اس لئے قید لگائی کہ نفس محبوبیت سب اہل اسلام میں مشترک ہے۔ البتہ اعلیٰ درجہ کے لوگوں کے لئے اکمل درجہ کی محبوبیت خاص ہے۔ باقی ضروری قیود اور فوائد خود تقریر ترجمہ سے واضح ہیں۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ الخ اس سے ثابت ہوا کہ غیظ طبعی کمال کے منافی نہیں چنانچہ کظم کا موقوف غیظ پر ہونا ظاہر ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا (الی قولہ تعالی) وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا الخ روح میں ہے کہ حسن سے روایت ہے کہ یہ بھی صفت اسی کی ہے جس کی صفت اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ الخ ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ گناہ ہو جانا جب کہ توبہ کر لیں اور اصرار نہ کریں محسن ہونے کے منافی نہیں کیونکہ محسنین بھی انہیں کو فرمایا ہے۔ اگر احسان کے وہ معنی متعارف یعنی دوسرے کو نفع پہنچانا ہو تب تو ظاہر ہے۔ اور اگر احسان کے وہ معنی ہوں جو حدیث میں ہے: ان تعبد الله كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك تب اس لئے کہ اگر ان میں منافات ہو تو لازم آتا ہے کہ محسن اسی شخص پر صادق آوے جو معصوم کے درجہ کا ہو اور اس شخص پر صادق نہ آوے جس نے ایک مدت دراز تک نہایت خوبی اور شائستگی کے ساتھ حق تعالیٰ کی عبادت اور طاعت کی ہو پھر ایک لحظہ کے لئے اس سے کوئی معصیت ہو گئی ہو۔ پھر وہ اس پر اشد درجہ نادم بھی ہوا ہو اور اہتمام سے استغفار کر لیا ہو اور میرا خیال نہیں کہ کوئی اس کا قائل ہو سکے۔ آھ ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قوله فی ترجمة سارعوا الى مغفرة ایسے نیک کام الخ فالتقدير الى موجبات المغفرة كذا صرحوا ۱۲۔ ۲؎ قوله فی ترجمة السمٰوٰت سب آسمان فاللام للاستغراق ۱۲۔ ۳؎ قوله فی ترجمة عرضها زیادہ کی نفی الخ فالتخصيص للتفهيم۔ ۴؎ قوله فی ترجمة المتقين یعنی مسلمانوں الخ لان كل مؤمن خائف بتفاوت المراتب ۱۲۔ ۵؎ قوله فی ترجمة المحسنين ایسے الخ اشارة الى كون اللام العهد ۱۲۔ ۶؎ قوله فی ترجمة الفاحشة زیادتی ہو الخ هذا الفرق فی البيضاوی ۱۲۔ ۷؎ قوله فی توضيح ومن يغفر الذنوب اس کا اختیار نہیں رکھتے محصله ان ابراء العباد شرط للمغفرة لا مغفرة فانها خاصةً بالله تعالىٰ ۱۲۔ ۸؎ قوله فی ترجمة نعم یہ الخ اشارة الى حذف المخصوص بالمدح ای ذلك كذا فی البيضاوی ۱۲۔ ۹؎ قوله فی ترجمة يعلمون حسن اعتقاد فالحال مفيدة لذلك فالتقييد احتراز لان التوبة لا يقبل الا من حسن الاعتقاد ۱۲۔

اللغات: العرض السعة وخلاف الطول كذا فى القاموس ۱۲۔

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ

الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٤١﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٤٢﴾ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿١٤٣﴾ ع ۱۴

بالتحقیق تم سے قبل مختلف طرق گزر چکے ہیں تو تم روئے زمین پر چلو پھرو اور دیکھ لو کہ آخیر انجام تکذیب کرنے والوں کا کیسا ہوا یہ بیان کافی ہے تمام لوگوں کے لئے اور ہدایت اور نصیحت ہے خدا سے ڈرنے والوں کے لئے اور تم ہمت مت ہارو اور رنج مت کرو اور غالب تم ہی رہو گے اور تم پورے مؤمن رہے۔ اگر تم کو زخم پہنچ جائے تو اس قوم کو بھی ایسا ہی زخم پہنچ چکا ہے اور ہم ان ایام کو ان لوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہا کرتے ہیں اور تا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو جان لیں اور تم میں سے بعضوں کو شہید بنانا تھا اور اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتے اور تا کہ میل کچیل سے صاف کر دے ایمان والوں کو اور مٹا دے کافروں کو ہاں کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ جنت میں داخل ہو گے حالانکہ ہنوز اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو دیکھا ہی نہیں جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا ہو اور نہ ان کو دیکھا جو ثابت قدم رہنے والے ہوں اور تم تو مرنے کی تمنا کر رہے تھے موت کے سامنے آنے سے پہلے ہی سو اس کو تو کھلی آنکھوں دیکھ لیا تھا۔

تفسیر ربط: آگے پھر عود ہے قصۂ غزوۂ احد کی طرف بطور تسلی وہی مسلمانوں کے کہ ہمیشہ سے طریق الٰہی چلا آیا ہے کہ انجام کار کفار ہی خائب و خاسر ہوتے ہیں سو تم اگر اس وقت اپنی بے عنوانیوں سے مغلوب ہو گئے لیکن اگر اپنے مقتضیات ایمان یعنی ثبات وتقویٰ پر قائم رہے تو اخیر میں کفار ہی مغلوب ہوں گے۔

عود بسوئے قصۂ احد وتسلیہ مسلمانان: قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ (الی قولہ تعالی) اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ بالتحقیق تم سے قبل (زمانوں میں) مختلف طرق (کے لوگ) گزر چکے ہیں (ان میں مسلمان بھی تھے کفار بھی تھے اور ان میں اختلاف ومقابلہ ومقاتلہ بھی ہوا لیکن انجام کار کفار ہی ہلاک ہوئے چنانچہ اگر تم آثار کا مشاہدہ کرنا چاہو) تو تم روئے زمین پر چلو پھرو اور دیکھ لو کہ اخیر انجام تکذیب کرنے والوں کا (یعنی کفار کا) کیسا ہوا (یعنی ہلاک و برباد ہوئے چنانچہ ان کی ہلاکت کے آثار اس وقت تک بھی باقی تھے جس کو دوسری آیات میں فرمایا ہے: فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةً (الی قولہ تعالی) فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ الخ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ۔ الخ یہ (مضمون مذکور) بیان کافی ہے تمام لوگوں کے لئے (کہ اگر اس میں غور کریں تو عبرت حاصل کر سکتے ہیں) اور ہدایت اور نصیحت ہے خاص خدا سے ڈرنے والوں کے لئے (یعنی ہدایت اور نصیحت بھی لوگ حاصل کرتے ہیں ہدایت یہ کہ حق و باطل کو سمجھیں اور نصیحت یہ کہ اس کے موافق عمل کریں) اور تم (اور اگر اُس وقت مغلوب ہو گئے تو کیا ہوا) ہمت مت ہارو اور رنج مت کرو اور (آخر کو) غالب تم ہی رہو گے اور اگر تم پورے مومن رہے (یعنی اس کے مقتضیات پر ثابت رہے) **ف**: بقیہ تقریر مضمون آیت کی بیان ربط میں لکھی جا چکی ہے دیکھ لیا جاوے۔

ربط: آگے بھی تسلی ہے دوسرے طور پر جس کی تقریر ترجمہ ہی سے معلوم ہو جاوے گی۔

تسلی مسلمانان بتقریر دیگر: اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ (الی قولہ تعالی) وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ اگر تم کو زخم (وصدمہ) پہنچ جاوے (جیسا احد میں ہوا) تو (کوئی گھبرانے کی بات نہیں کیونکہ اس میں چند حکمتیں ہیں ایک تو یہ کہ) اس قوم کو بھی (جو کہ تمہارے مقابل تھی یعنی کفار) ایسے ہی زخم (وصدمہ) پہنچ چکا ہے (چنانچہ گذشتہ سال بدر میں وہ صدمہ اُٹھا چکے ہیں) اور (ہمارا معمول ہے کہ) ہم ان ایام کو (یعنی غالب ومغلوب ہونے کے زمانہ کو) ان لوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہا کرتے ہیں (یعنی کبھی ایک قوم کو غالب اور دوسری کو مغلوب کر دیا کبھی اس کا عکس کر دیا۔ سو اسی معمول کے موافق پارسال وہ مغلوب ہوئے تھے اب کے تم ہو گئے ایک حکمت تو یہ ہوئی) اور (دوسری حکمت یہ ہے) تا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو (ظاہری طور پر بھی) جان لیویں (کیونکہ مصیبت کے وقت مخلص اور منافق کا امتحان ہو جاتا ہے) اور (تیسری حکمت یہ ہے کہ) تم میں سے بعضوں کو شہید بنانا تھا (بقیہ حکمتیں آگے آتی ہیں درمیان میں جملۂ معترضہ کے طور پر فرماتے ہیں) اور اللہ تعالیٰ ظلم (یعنی کفر وشرک) کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتے (پس اسکا احتمال نہ کیا جاوے کہ شاید ان کو محبوب ہونے کی وجہ سے غالب فرما دیا ہو ہرگز نہیں) اور (چوتھی حکمت یہ ہے) تا کہ (گناہوں کے) میل کچیل سے صاف کر دے ایمان والوں کو (کیونکہ مصیبت سے اخلاق واعمال کا تصفیہ ہو جاتا ہے) اور (پانچویں حکمت یہ ہے کہ) مٹا دیوے کافروں کو (یہ دو طور پر ہے ایک یہ کہ غالب آ جانے سے جرأت بڑھے گی پھر مقابلہ میں آویں گے اور ہلاک ہونگے دوسرے یہ کہ مسلمانوں پر ظلم کرنے سے قہر خداوندی میں مبتلا ہو کر ہلاک ہونگے) **ف**: اس اخیر وجہ کا مضمون خوب ادا کیا گیا ہے۔

دیدی کہ خونِ ناحق پروانہ شمع را ☆ چنداں امان نداد کہ شب را سحر کند

اور اول حکمت جو تداول کو فرمایا خود اس تداول میں بہت سے مصالح وحکم ہیں جن میں سے ایک بڑی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس عالم میں مکلف کا ابتلاء باقی رہے اور ہمیشہ مسلمان ہی غالب رہتے تو ایمان لانا کچھ بھی کمال اور مبنی بر بصیرت نہ ہوتا اور عکس میں بھی ضعفاء فتنہ شدیدہ میں پڑ جاتے جیسا سورۂ زخرف میں

فرمایا وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ..... وَزُخْرُفًا الآیۃ اور وَلِيَعْلَمَ کے ترجمہ میں جو یہ قید لگائی کہ ظاہری طور پر اس کی توضیح پارہ سیقول کے رکوع اول تفسیر لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ کے فائدہ میں گزر چکی ہے۔

ربط: اوپر کی آیتوں میں تسلی تھی گذشتہ مصائب کے بارہ میں آگے تقویت قلوب مومنین کی فرماتے ہیں آئندہ مشقتوں کے وقوع پر۔

تقویت قلوب بر مشاق: اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ہاں (اور سنو) کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ جنت میں (خصوصیت کے ساتھ) جا داخل ہو گے حالانکہ ہنوز اللہ تعالیٰ نے (ظاہری طور پر) ان لوگوں کو تو دیکھا نہیں جنہوں نے تم میں سے (خوب) جہاد کیا ہو اور نہ ان کو دیکھا جو (جہاد میں) ثابت قدم رہنے والے ہوں **ف**: ظاہری طور پر کی قید کا موقع بیان تو ابھی اوپر کی آیت کے فائدہ میں مذکور ہو چکا ہے اور خصوصیت کے ساتھ داخل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اول ہی چلا جاوے اور درجات عالیہ پر بھی پہنچ جاوے سو یہ بدوں مشقت کے نہیں ہوتا جیسا کہ دوسرے نصوص سے معلوم ہوتا ہے اور باقی نفس دخول بعض مومنین کے لئے محض فضل و کرم سے بھی ہو سکتا ہے جیسا يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ سے اہل حق نے سمجھا ہے اور جہاد میں خوب کی قید اس لئے لگائی کہ تھوڑا بہت تو جہاد ہوا ہی تھا اور نا تمام ثبات بھی رہا۔ مطلب آیت کا یہ ہوا کہ ابھی تم سے زیادہ جہاد اور ثبات قدم واقع نہیں ہوا اور خصوصیت کے ساتھ جنت میں جانا اس پر موقوف ہے پس آئندہ کے لئے اس میں کوشش کرنا پر ضرور ہے۔

ربط: اوپر نصیحت تھی آگے ایک گونہ ملامت ہے انہزام پر۔

ملامت بر انہزام: وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ۠ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ اور تم تو (شہید ہو کر) مرنے کی (بڑی) تمنا کر رہے تھے موت کے سامنے آنے کے پہلے سے سو (تمنا کے بعد) اس (کے سامان) کو تو کھلی آنکھوں دیکھ لیا تھا (پھر اس کو دیکھ کر کیوں بھاگنے لگے اور وہ تمنا کہاں بھول گئے)

ف: شان نزول اس آیت کا یہ ہے کہ سال گزشتہ بعض صحابہ جو بدر میں شہید ہوئے اور ان کے بڑے فضائل معلوم ہوئے تو بعض نے تمنا کی کہ کاش ہم کو بھی کوئی ایسا موقع پیش آوے کہ اس دولت شہادت سے مشرف ہوں۔ آخر یہ احد کا غزوہ واقع ہوا تو پاؤں اکھڑ گئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی کذا فی لباب النقول بسند ابن ابی حاتم عن ابن عباس۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ الْاٰيَةَ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس پر انکار فرمایا کہ تم سے اس تمنی کے خلاف افعال کیوں صادر ہوئے مگر نفس تمنی پر انکار نہیں فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ مطلق تمنی موت مذموم نہیں بلکہ وہ جب سعادت اخرویہ کے اشتیاق میں ہو جس کی توقع شہادت میں ہوتی ہے تو جائز ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله في ترجمة فيسروا** اگر تم آثار کا مشاہدہ کرنا چاہو في روح المعاني قيل المعنى على الشرط اى ان اشككم اه فليس المراد النظروا لا محالة كذا في الكبير ۱۲۔ ۲ **قوله** بیان کائی فالتنوين للتعظيم ۱۲۔ ۳ **قوله** ہدایت یہ کہ الخ به حصل الفرق بين كل من الثلاثة ۱۲۔ ۴ **قوله** وصدمہ عطف تفسيری لان الواقع امور الجرح والقتل والانهزام ويؤيده ما في روح المعاني عن البعض تفسير القرح بالانهزام وفيه ان المثلية باعتبار كثرة القتل في الجملة من غير مساوات في العدد ۱۲۔ ۵ **قوله** گھبرانے کی بات نہیں اشارة الى حذف الجزاء اى تسلوا كذا في روح المعاني ۱۲۔ ۶ **قوله** اور دوسری حکمت الخ اشارة الى كونه معطوفًا على ما تضمنه الجزاء المحذوف فتقدير الكلام تسلوا مان عادتنا المداولة وليعلم وليتخذ وليمحق ۱۲۔ ۷ **قوله في ترجمة منكم** بعضوں کو اشارة الى كون من تبعيضية ۱۲۔ ۸ **قوله في ترجمة ام** ہاں الخ اشارة الى كون ام منقطعه بمعنى بل للانتقال من كلام الى كلام والهمزة للاستفهام الانكارى فان كلمة هان في لساننا يفيد الانتقال ۱۲۔ ۹ **قوله في ترجمة لما يعلم** دیکھا ہی نہیں مبناه على ان الرؤية القلبية يرادف العلم ولما كان مادة جانتا موحشاعند العامة تركه ۱۲۔ ۱۰ **قوله في ترجمة رأيتموه** اس کے سامان الخ لان الموت ليس بمرئى ففي الكلام مجاز ۱۲۔

الکلام: وبما قررت معنى دخول الجنة لم يبق مساغ للمعتزلة ان يتمسكوا بالآية على امتناع دخول الجنة بدون العمل ۱۲۔

الفقه: في روح المعاني المقصود من هذا الكلام لو مهم على تمنيهم الشهادة في الحرب ثم جبنهم لا على تمني الشهادة نفسها لان ذلك ممالا عتاب عليه كما وهم ۱۲۔

اللغات: في القاموس دالت الايام دارت۔ والله يداولها بين الناس وفيه محص الذهب بالنار اخلصه مما يشوبه ۱۲۔

النحو والبلاغة: قوله ان يمسسكم في روح المعاني ان قد تجئ لمجرد التعليق من غير نقل من الماضي الى المستقبل قوله تعالٰى وتلك الايام في روح المعاني اسم الاشارة مشار به الٰى ما بعد كما في الضمائر المبهمة التي يفسرها ما بعدها نحو ربه رجلا و مثله يفيد التفخيم والتعظيم والايام بمعنى الاوقات لا الايام العرفية وتعريفها للعهد اشارة الى اوقات الظفر والغلبة الجارية فيما بين الامم الماضية والآتيه ويوما بدر واحد داخلان فيها دخولًا اوليا واسم الاشارة مبتدأ والايام صفة ونداولها هو الخبر وبين الناس ظرف لنداولها ۱۲۔ قوله ويعلم الصٰبرين في روح المعاني نصب باضمار ان وقيل بوا والصرف والكلام من باب لا تأكل السمك وتشرب اللبن اى ام حسبتم والحال انه لم يتحقق منكم الجمع بينهما اه قلت نفي الجمع قد يكون بنفي كل واحد من الجزئين وقد يكون بنفي احدهما والمقام يحتمل كليهما فان الثبات لم يتحقق واما الجهاد فقد وقع لكن لو نظر الى الغاية صح الانتفاء ۱۲۔ قوله تعالٰى لما يعلم في روح المعاني في اختيار لما على لم اشارة الى ان الجهاد متوقع منهم فيما يستقبل بناء على ما يفهم من كلام سيبويه ان لما تدل على توقع الفعل المنفي بها وايثار الصابرين على الذين صبروا للاهذان بان المعتبر هو الاستمرار على الصبر وللمحافظة على رؤس الآى اه قلت بخلاف الجهاد فانه ينكشف عن قريب اما عن الفرح او عن الترح وانتم تنظرون اى رائيتموه معائنين له وهذا على حد قولك رايته وليس في عيني علة اى رايته رؤية حقيقة لا خفاء فيها ولا شبهة ۱۲۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَ سَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَاۤ اَصَابَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِىْۤ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ ع ۱۵ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۵۰﴾

اور محمد ﷺ رسول ہی تو ہیں آپ ﷺ سے پہلے اور بھی بہت رسول گزر چکے ہیں سو اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو جائے یا آپ ﷺ شہید ہی ہو جائیں تو کیا تم لوگ الٹے پھر جاؤ گے اور جو شخص الٹا پھر بھی جائے گا تو خدا تعالیٰ کا کوئی نقصان نہ کرے گا اور خدا تعالیٰ جلد ہی عوض دے گا حق شناس لوگوں کو اور کسی شخص کو موت آنا ممکن نہیں بدوں حکم اور خدا تعالیٰ کے اس طور سے کہ اس کی میعاد معین لکھی ہوئی رہتی ہے اور جو شخص دنیاوی نتیجہ چاہتا ہے تو ہم اس کو دنیا کا حصہ دے دیتے ہیں اور جو شخص اُخروی نتیجہ چاہتا ہے تو ہم اس کو آخرت کا حصہ دیں گے اور ہم بہت جلد عوض دیں گے حق شناسوں کو اور بہت نبی ہو چکے ہیں' جن کے ساتھ ہو کر بہت بہت اللہ والے لڑے ہیں۔ سو نہ تو ہمت ہاری انہوں نے ان مصائب کی وجہ سے جو ان پر اللہ کی راہ میں واقع ہوئیں اور نہ ان کا زور گھٹا اور نہ وہ دبے اور اللہ تعالیٰ کو ایسے مستقل مزاجوں سے محبت ہے اور ان کی زبان سے بھی تو اس کے سوا کچھ نہیں نکلا کہ انہوں نے عرض کیا اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہوں کو اور ہمارے کاموں میں ہمارے حد سے نکل جانے کو بخش دیجئے اور ہم کو ثابت قدم رکھیے اور ہم کو کافر لوگوں پر غالب کیجئے سو ان کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کا بھی بدلہ دیا اور آخرت کا بھی عمدہ بدلہ دیا اور اللہ تعالیٰ کو ایسے نیکو کاروں سے محبت ہے۔ اے ایمان والو اگر تم کہنا مانو گے کافروں کا تو وہ تم کو الٹا پھیر دیں گے پھر تم ناکام ہو جاؤ گے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارا دوست ہے اور وہ سب سے بہتر مدد کرنے والا ہے ۞

تفسیر لطط: جب اس غزوۂ احد میں جناب رسول اللہ ﷺ کا دندان مبارک شہید ہوا اور سر مبارک زخمی ہوا اس وقت کسی دشمن نے پکار دیا کہ محمد (ﷺ) قتل

کئے گئے۔ مسلمان لڑائی بگڑ جانے سے بدحواس اور منتشر ہو ہی رہے تھے اس خبر سے اور بھی کمر ٹوٹ گئی۔ کسی نے تو یہ تجویز کیا کہ اب کفار سے امن لے لینا چاہئے۔ بعضے ہمت ہار کر بیٹھ رہے اور ہاتھ پاؤں چھوڑ دیئے اور بعض بھاگ کھڑے ہوئے بعضے منافق بولے کہ اگر محمد ﷺ نہیں رہے تو پھر اپنا پہلا ہی دین کیوں نہ اختیار کرلیا جاوے۔ بعض نے کہا کہ اگر نبی ہوتے تو قتل کیوں ہوتے۔ اور بعض نے کہا کہ اگر آپ ہی نہ رہے تو ہم رہ کر کیا کریں گے جس پر آپ نے جان دی اس پر ہم کو بھی جان دے دینا چاہئے اور اگر آپ قتل ہو گئے تو کیا ہے اللہ تو قتل نہیں ہوئے۔ اس پریشانی میں اول آپ کو حضرت کعب بن مالک ؓ نے دیکھ کر پہچانا اور پکار کر کہا اے مسلمانو یہ ہیں رسول اللہ ﷺ زندہ صحیح سلامت۔ غرض اس وقت پھر مسلمان مجتمع ہوئے آپ نے ان کو ملامت فرمائی۔ عرض کیا یا رسول اللہ یہ خبر سن کر ہمارے دلوں میں ہول بیٹھ گئی۔ اس لئے ہمارے پاؤں اکھڑ گئے۔ اس موقع پر یہ آیت آئندہ نازل ہوئی۔ کذافی روح المعانی ولباب النقول عن ابن ابی حاتم وغیرہ۔

تتمہ ملامت برانہزام: وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ (الی قولہ تعالی) وَ سَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ اور محمد (ﷺ) نرے رسول ہی تو ہیں (خدا تو نہیں جس پر موت یا قتل ممتنع ہو) آپ سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں (اسی طرح آپ بھی ایک روز آخر گزر ہی جاویں گے) سو اگر آپ کا انتقال ہو جاوے یا آپ شہید ہی ہو جاویں تو کیا تم لوگ (جہاد یا اسلام سے) اُلٹے پھر جاؤ گے (چنانچہ اس واقعہ میں بعضے مسلمان میدانِ جنگ سے بھاگ پڑے تھے اور منافقین ترغیب ارتداد کی دے رہے تھے) اور جو شخص (جہاد سے خواہ اسلام سے) اُلٹا پھر بھی جاوے گا تو خدا تعالیٰ کا کوئی نقصان نہ کرے گا (بلکہ اپنی ہی کچھ کھو دے گا) اور خدا تعالیٰ جلدی ہی (نیک) عوض دے گا حق شناس لوگوں کو (جو ایسے مواقع پر اللہ تعالیٰ کے انعامات کو یاد رکھ کر اس کی اطاعت پر قائم و مستقل رہتے ہیں اور قیامت کو ملنا جلدی ہی ملنا ہے کیونکہ روزانہ قریب ہی ہو رہی ہے) اور (نیز کسی کے مرنے سے اتنا گھبرانا بھی فضول ہے کیونکہ اول تو) کسی شخص کو موت آنا ممکن نہیں (خواہ طبعاً خواہ قتلاً) بدوں حکم خدا کے پھر جب خدا کے حکم سے ہے تو اس پر راضی رہنا ضرور ہے دوسرے یہ کہ جس کی موت آتی بھی ہے تو) اس طور سے کہ اس کی میعاد معین لکھی ہوئی رہتی ہے (جس میں تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی تو پھر ارمان اور حسرت محض بیکار ہے وہ تو وقت پر ضرور ہوگی اور وقت سے پہلے ہرگز نہ ہوگی) اور (پھر یہ کہ اس توحش پر بھاگنے کا آخر نتیجہ کیا بجز اس کے کہ یہ ایک ناکافی تدبیر ہے چندے اور زندگی دنیوی کی سو ایسی تدبیر کا اثر سن لو کہ) جو شخص (اپنے اعمال و تدابیرات میں) دنیوی نتیجہ چاہتا ہے تو ہم اس کو دنیا کا حصہ (بشرطا اپنی مشیت کے) دے دیتے ہیں (اور آخرت میں اُس کے لئے کچھ حصہ نہیں) اور جو شخص (اپنے اعمال و تدابیرات میں) اخروی نتیجہ چاہتا ہے (مثلاً جہاد میں اس لئے ثابت قدم رہا کہ یہ تدبیر ہے ثواب آخرت کی) تو ہم اس کو آخرت میں حصہ (وعدہ اور ذمہ کر کے) دیں گے اور ہم بہت جلد (نیک) عوض دیں گے (ایسے) حق شناسوں کو (جو اپنے اعمال میں آخرت کی نعمت کہ رضا و لقا ہے چاہیں)

ف: پہلی جگہ اعمال نیک پر قائم رہنے کو شکر کہا تھا یہاں ان اعمال میں آخرت کی نیت کرنے کو شکر کہا تو کلام میں تکرار نہیں ہے۔

فائدہ: قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ عیسیٰ علیہ السلام کے انتقال فرما چکنے پر استدلال کرنا محض باطل ہے۔ کیونکہ آسمان پر زندہ اُٹھ جانا یہ بھی دنیا سے گزر جانا ہے رسول اللہ ﷺ اگر اس طرح بھی اُٹھ جاتے تب بھی صحابہ کو صدمہ موت ہی کا سا ہوتا اس لئے تسلی میں اس کو دخل تام ہے۔

ربط: آگے بھی تتمہ ہے ملامت کا مخلصین امم سابقہ کا حال یاد دلا کر کہ دیکھو وہ کیسے مستقل رہے تم کو بھی ایسا ہی چاہئے تھا۔

ذکر استقلال مخلصین امم سابقہ: وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ (الی قولہ تعالی) وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ اور بہت نبی ہو چکے ہیں جن کے ساتھ بہت اللہ والے (کفار کیساتھ) لڑے ہیں سو نہ تو (کام سے) ہمت ہاری انہوں نے ان مصائب کی وجہ سے جو ان پر اللہ کی راہ میں (یعنی جہاد میں) واقع ہوئیں اور نہ ان (کے قلب یا بدن) کا زور گھٹا اور نہ وہ (دشمن کے سامنے) دبے (کہ ان سے عاجزی اور خوشامد کی باتیں کرنے لگے ہوں) اور اللہ تعالیٰ کو ایسے مستقل مزاجوں سے محبت ہے (جو دین کے کام میں ایسے ثابت رہیں) اور (افعال میں تو ان کی کیا لغزش ہوتی) ان کی زبان سے بھی تو اس کے سوا اور کچھ نہیں نکلا کہ انہوں نے (جناب باری میں) عرض کیا کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہوں کو اور ہمارے کاموں میں ہمارے حد سے نکل جانے کو بخش دیجئے اور ہم کو (کفار کے مقابلہ میں) ثابت قدم رکھئے اور ہم کو کافر لوگوں پر غالب کیجئے سو (اس استقلال اور دعا کی برکت سے) ان کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کا بھی بدلا دیا (یعنی فتح و ظفر) اور آخرت کا بھی عمدہ بدلہ (دیا یعنی ثواب و جنت) اور اللہ تعالیٰ کو ایسے نیکوکاروں سے محبت ہے۔ ف: اس میں تعلیم ہے کہ مصیبت آوے ظاہری تدبیر کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے بھی دعا کرے اور اپنے گناہ بخشوائے کہ اکثر مصیبت کا سبب گناہ ہوتا ہے۔

غم چو بینی زود استغفار کن ☆ غم بامر خالق آمد کارکن

اور اس میں تعریض ہے کہ احد میں مصیبت بوجہ عدول حکمی کے ہوئی اور اگر یہ اشکال ہو کہ وہ لوگ تو اللہ والے تھے پھر ان کے گناہ کیا ہوں گے۔ جواب یہ ہے کہ کچھ نہ کچھ تو انسان سے ہو ہی جاتا ہے اور ایسے اتفاقیات سے اللہ والے ہونے میں خلل نہیں پڑتا۔ خصوص اس وجہ سے کہ وہ فوراً معذرت کر لیتے ہیں۔ اور فتح و

ظفر کو ثبات ودعا پر مرتب فرمانا مشعر ہے کہ یہ امور دراصل اس کے اسباب سے ہیں اور کسی عارض سے تخلف ہو جانا منافی سببیت کے نہیں خوب سمجھ لو۔

ربط: چونکہ لڑائی بگڑنے کے وقت بعض منافقین مسلمانوں سے کہنے لگے تھے کہ جب آپ ہی نہ رہے تو اپنا پہلا ہی دین کیوں نہ اختیار کر لیا جاوے اور اس سے ان منافقین کی خباثت اور ان کا دشمن بدخواہ ہونا ظاہر ہے۔ اس لئے اگلی آیت میں مسلمانوں کو کسی امر میں ان کے مشورے کے اتباع سے ترہیب ہے جیسا اوپر مخلصین سابقین کی اتباع کی ترغیب تھی۔

ترہیب مؤمنین از قبول مشورہ کفار ومنافقین: يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (الی قولہ تعالی) وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ۔ اے ایمان والو اگر تم کہنا مانو گے کافروں کا تو وہ تم کو (کفر کی طرف) الٹا پھیر دیں گے (یعنی ان کا اصل مطلب یہ ہے سو کبھی وہ صراحۃً اس کی طرف بلاتے ہیں اور کبھی ظاہر میں کوئی خیر خواہی کی بات سمجھاتے ہیں لیکن اس میں بھی پیچ ایسا ہی رکھتے ہیں کہ شدہ شدہ وہ تمہید اسی کی ہو جاوے) پھر تم (ہر طرح) ناکام ہو جاؤ گے۔ غرض کسی طرح وہ تمہارے دوست نہیں ہیں) بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارا دوست ہے اور وہ سب سے بہتر مدد کرنے والا ہے (پس اسی کی دوستی پر اکتفا کرو اور اسی کو مددگار سمجھو دوسرا مخالف اگر نصرت کی بھی تدبیر بتلاوے خلاف حکم خداوندی عمل مت کرو)۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ الآیۃ ظاہر ہے کہ یہاں صحابہ سے انقلاب کا وقوع نہ ہوا تھا البتہ انقلاب والوں کا سا کچھ عمل ہو گیا تھا جیسے ہزیمت اور جزع فزع شدید اس بناء پر آیت سے معلوم ہوا کہ کسی پیر کے مر جانے پر فزع شدید اور سخت رنج کرنا جیسا کہ اکثر معتقدین عوام بلکہ خواص کا بھی طرز ہے مذموم ہے اور اسی طرح یہ توہم کرنا کہ اب کوئی دین کا حامی وخادم نہ رہا یہ بھی مذموم ہے اور روح میں ہے کہ اس میں اس شخص کے عتاب کی طرف اشارہ ہے جو درمیان میں سے واسطہ کے فوت ہو جانے سے متزلزل ہو جاوے کیونکہ یہ مشاہدہ حق کے منافی ہے آھ)۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله** في ترجمة الا رسول خدا تو نہیں اشارة الى ان القصر اضافي لنفي الالوهية المقصود منه نفي خواصها من وجوب الخلود وامتناع الموت ۱۲۔ ۲؎ **قوله** طبعاً خواہ قتلاً اشارة الى ان الموت يراد به الاعم في قوله ان تموت لدلالة قرينة المقام عليه ۱۲۔ ۳؎ **قوله** في تمهيد ترجمة قوله ومن يرد ثواب الدنيا ناكافی قيد به لان الحذر لا يدفع القدر ۱۲۔ ۴؎ **قوله** في ترجمة منها في الموضعين حصہ اشارة الى ان من تبعيضية لانه لا يوتى احد جميع الدنيا ولا جميع الآخرة وقوله في ترجمة منها بشرط مشیت في الاول ووعده او رذمه في الثاني دليله قوله تعالى من كان يريد العاجلة عجلنا له فيها ما نشاء الخ بتقييده بالمشية الى قوله ومن اراد الآخرة وسعى لها سعيها وهو مومن فاولئك كان سعيهم مشكوراً الآية بلا مثنوية ۱۲۔ ۵؎ **قوله** في الفائدة محض باطل تحقيقه ان الخلو لا يختص بالموت بل يطلق على معنى المضي ايضا كما في القاموس مات ومضى فهو مشترك والمضي عام فانهم يقولون مضيت على بيعي كما في القاموس ايضا وظاهر ان البائع لم يمت ۱۲۔ ۶؎ **قوله** في ترجمة قولهم زبان سے بھی اه لاخذ مفهوم اللسان في مفهوم القول وصرح به ليكون ابلغ باعتبار محاورتنا ۱۲۔ ۷؎ **قوله** في ترجمة اسرافنا حد سے الخ لم يفرق بين الذنب والاسراف تفسيراً لانه ليس عندي الا لتقنن ۱۲۔ ۸؎ **قوله** في ترجمة ثواب الدنيا یعنی فتح وظفر فسر به لا بالغنيمة لما ورد في الاحاديث ان الغنائم لم تحل للامم السابقة بل تاكله النار ومن فسربها اجاب بان الحيوان لم تكن النار تأكله قلت وضعف الجواب ظاهر لان علم اكل النار لها لا يستلزم كونه للغانمين لاحتمال وجوب التصدق به على الفقراء فافهم ۱۲۔ ۹؎ **قوله** کہنا مانو گے لم نخصصه كما خصصه غيرنا فانظرا الى قوله يردوكم المفسر بالكفر لانا حققنا بقولنا یعنی ان کا مطلب الخ صحة ترتبه على مطلق الاطاعة فافهم ۱۲۔ ۱۰؎ **قوله** تمہارے دوست نہیں اشارة الى تقديره لتوجيه معنى بل فافهم ۱۲۔

اللغات: في روح المعاني ربيون منسوب الى الرب كرباني على خلاف القياس واخرج سعيد بن منصور عن الحسن انهم العلماء الفقهاء واخرجه ابن جبير عن ابن عباس او جموع وعليه فهو منسوب الى الربة بكسر الراء وهي الجماعة اه وفي البيضاوى ان الكسر من تغيرات النسب استكانوا في البيضاوى اصله استكن من السكون لان الخاضع يسكن لصاحبه ليفعل به ما يريده والالف من اشباع الفتحة او استكون من الكون لانه يطلب من نفسه ان تكون لمن يخضع له اه في القاموس الوهن الضعف في العمل الضعف ويضم ضد القوة اه قلت ومر استكانوا وبذلك حصل الفرق بين الثلثة فان الوهن كترك الجهاد والضعف سلب القوة عن اركان العمل الناشي عن الجبن والاستكانة بحضرة العدد وروعي هذا في ترجمتي ۱۲۔

النحو: قاتل اسناده الى ربيون او ضمير النبي ومعه ربيون حال عنه واخترت الاول في الترجمة لان ابن كثير ونافعًا وابا عمرو

ویعقوب قرء وا قتل مجردا مجهولا والاصل فی القراءت ان تتوافق ولا ینبغی اسناد المقتولیة الی النبی لما اخرجه ابن المنذر عن ابن جبیر انه كان یقول ما سمعنا قط ان نبیا قتل فی القتال ویقول الحسن وجماعة لم یقتل نبی فی الحرب قط نقل هذه الروایات فی روح المعانی وفیه ثم ان من ادعی اسناد القتل الی النبی وانه فی الحرب ایضا علی ما لشعربه المقام حمل النصرة الموعود بها فی قوله تعالٰی ان لننصر رسلنا علی النصرة باعلاء الكلمة ونحوه لاعلی الاعداء مطلقًا لئلا متنافی الایتان ۱۲۔

البلاغۃ: وانما جعل قولهم خبر الان ان قالوا اعرف لدلالته علی جهة النسبة وزمان الحدث وخص ثواب الآخرة بالحسن اشعارًا بفضله وانه المعتد به عنده كذا فی البیضاوی قوله ربنا اغفرلنا وفی زیادة لنا اشعار بوفورا لرغبة من روح المعانی فی آخر آل عمران ۱۲۔

سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِیْنَ ۝ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَعَصَیْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الدُّنْیَا وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِیَبْتَلِیَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓی اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ یَدْعُوْكُمْ فِیْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَیْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰی مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۵۳

ہم ابھی ڈالے دیتے ہیں ہول کافروں کے دلوں میں بسبب اس کے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شریک ایسی چیز کو ٹھیرایا ہے جس پر کوئی دلیل اللہ تعالیٰ نے نازل نہیں فرمائی اور ان کی جگہ جہنم ہے اور وہ بری جگہ ہے بے انصافوں کی اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے تو تم سے اپنے وعدہ کو سچا کر دکھلایا تھا جس وقت کہ تم ان کفار کو بحکم خداوندی قتل کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ تم جب خود ہی کمزور ہو گئے اور باہم حکم میں اختلاف کرنے لگے اور تم کہنے پر نہ چلے بعد اس کے کہ تم کو تمہاری دلخواہ بات دکھلا دی تھی تم میں سے بعض تو وہ شخص تھے جو دنیا کو چاہتے تھے اور بعض تم میں سے وہ تھے جو آخرت کے طلبگار تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آئندہ کے لئے اپنی نصرت کو بلند کر لیا اور پھر تم کو ان کفار سے ہٹا دیا تاکہ خدا تمہاری آزمائش فرمادے اور یقین سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو معاف کر دیا اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں مسلمانوں پر۔ وہ وقت یاد کرو کہ جب تم چڑھے چلے جاتے تھے اور کسی کو مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے اور رسول تمہارے پیچھے کی جانب سے تم کو پکار رہے تھے سو خدا تعالیٰ نے تم کو پاداش میں غم دیا بسبب غم دینے کے تاکہ مغموم نہ ہوا کرو نہ اس چیز پر جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اور نہ اس چیز پر جو تم پر مصیبت پڑے اور اللہ تعالیٰ سب خبر رکھتے ہیں تمہارے سب کاموں کی ۝

تفسیر: ربط: اوپر اللہ تعالیٰ کا مولیٰ اور ناصر ہونا مذکور تھا آگے ایک واقعہ سے اس کا اثبات ہے۔

اثبات نصرتِ الٰہیہ: سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ (الی قولہ تعالیٰ) وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِیْنَ ہم ابھی ڈالے دیتے ہیں ہول (وہیبت) کافروں کے دلوں میں بسبب اس کے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شریک ایسی چیز کو ٹھہرایا ہے جس (کے قابل شرکت ہونے) پر کوئی دلیل اللہ تعالیٰ نے (لفظاً یا معنیً) نازل نہیں فرمائی اور ان (کافروں) کی جگہ جہنم ہے اور وہ بری جگہ ہے (ایسے) بے انصافوں کی (جو خدا کا حق الوہیت دوسرے کے لئے سمجھیں)

ف: چنانچہ اس القائے رعب کا ظہور اس طرح ہوا کہ اول تو باوجود مسلمانوں کے شکست کھا جانے کے مشرکین بلا کسی سبب ظاہری کے مکہ کو لوٹ گئے کذا فی البیضاوی پھر جب کچھ راستہ قطع کر چکے اپنے اس طرح آ جانے پر بہت افسوس کیا کہ جب بالکل مسلمانوں میں دم نہ رہا تھا اس وقت آنا کیا ضرور تھا اور پھر ارادہ واپسی مدینہ کا کیا مگر کچھ ایسا رعب چھایا کہ پھر نہ آ سکے اور راہ میں کوئی اعرابی مل گیا اس سے کہا کہ ہم تجھ کو اتنا مال دیں گے تو مسلمانوں کو ذرا دینا یہاں وحی سے معلوم ہو گیا آپ ان کے تعاقب میں حمراء الاسد تک پہنچے یہ آیت اس باب میں نازل ہوئی ہے۔ کذا فی روح المعانی بروایۃ ابن جریر عن السدی اور دلیل کا لفظا ہونا تو ظاہر ہے۔ معنیً کا مطلب یہ ہے کہ شرع نے اس دلیل کی صحت کا اعتبار کیا ہو اس میں دلیل عقلی قطعی داخل ہو گئی۔

ربط: آگے اس غزوہ میں مغلوب ہو جانے کی وجہ بیان فرماتے ہیں۔

سبب مغلوبیت مؤمنین: وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ (الی قولہ تعالیٰ) وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے تو تم سے اپنے وعدہ (نصرت) کو سچا کر دکھایا تھا جس وقت کہ تم (ابتدائے قتال میں) ان کفار کو بحکم خداوندی قتل کر رہے تھے (اور یہ غلبہ تمہارا وقتا

فوقتاً بڑھتا گیا) یہاں تک کہ جب تم خود ہی (رائے میں) کمزور ہوگئے (اس طرح کہ جو تجویز رسول اللہ ﷺ نے فرمائی تھی کہ مورچہ پر پچاس آدمی اور ایک افسر برابر بیٹھے رہیں بعض نے غلطی فہم سے اس کے خلاف رائے دی کہ اب ہم کو بھی کفار کا تعاقب کرنا چاہئے جیسا اوپر شروع قصہ میں گزر چکا) اور باہم (رسول اللہ ﷺ کے) حکم میں اختلاف کرنے لگے (کہ بعض تو اسی پر ثابت رہے اور بعضے دوسری تجویز کرنے لگے اور انکار و ملامت اسی جزو پر ہے) اور تم (رسول اللہ ﷺ کے) کہنے پر نہ چلے بعد اس کے کہ تم کو تمہاری دلخواہ بات (آنکھوں سے) دکھلا دی تھی (یعنی مسلمانوں کا غلبہ دکھلا دیا تھا اور تمہاری اس وقت یہ حالت تھی کہ) تم میں سے بعضے تو وہ شخص تھے جو دنیا (کالینا) چاہتے تھے (یعنی کفار کا تعاقب کر کے غنیمت جمع کرنا چاہتے تھے) اور بعضے تم میں وہ تھے جو (صرف[۲]) آخرت کے طلبگار تھے (اور چونکہ بعض سے رائے کی کمزوری اور خلاف حکم رسول ﷺ دوسری تجویز اور آپ کے کہنے پر نہ چلنا اور طلب دنیا ایسے امور صادر ہوئے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آئندہ کے لئے اپنی[۳] نصرت کو بند کرلیا اور) پھر تم کو ان کفار (پر غالب آنے) سے ہٹادیا (اور باوجودیکہ یہ مغلوبیت تمہارے فعل کا نتیجہ تھا مگر پھر بھی یہ بطور سزا نہیں ہوا بلکہ اس مصلحت سے) تا کہ خدا تعالیٰ تمہاری آزمائش (ایمان کی) فرماوے (چنانچہ اس وقت منافقین کا نفاق کھل گیا اور مخلصین کی قدر بڑھ گئی) اور یقین سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو معاف کردیا (اب آخرت میں مواخذہ نہ ہوگا) اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں مسلمانوں (کے حال) پر **ف**: اس آیت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے حال پر بڑی عنایت معلوم ہوئی کہ عتاب میں بھی چند در چند تسلیاں فرمائیں ایک یہ کہ یہ سزا نہ تھی بلکہ اس میں بھی تمہاری مصلحت تھی پھر مواخذۂ آخرت سے بے فکر کردیا چونکہ ظاہر ہے کہ ایسے حضرات جو ایسی عنایات کے مورد ہوں طالب دنیا نہیں ہوسکتے۔ اس لئے یُرِیْدُ الدُّنْیَا میں دنیا کا مراد بالذات ہونا مراد نہیں ہوسکتا اور اس پر قرینہ عقلی بھی ہے وہ یہ کہ اگر یہ حضرات غنائم کو جمع نہ بھی کرتے تب بھی حسب قانونِ شریعت شریک و مستحق غنیمت یقیناً تھے اس سے معلوم ہوا کہ اس میں بھی آخرت ہی مقصود تھی کہ حفاظت مورچہ کا ثواب حاصل کر کے اب ترہیب وتخریب کفار کا ثواب بھی لیں اسی لئے بعض اقطاب نے اس آیت میں فرمایا: یُرِیْدُ الدُّنْیَا لِلْاٰخِرَۃِ وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الْاٰخِرَۃَ الصرفۃ مگر چونکہ یہ طریق ثواب کا نص کے خلاف تھا اسلئے محمود نہ ہوا گو خطائے اجتہادی سے مخالفت نص کے مجرم نہ کہے جاویں گے اور آزمانے کے معنی کی تحقیق آخر پارہ الٓمٓ آیت: وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰھٖمَ میں دیکھ لی جاوے۔

ربط: آگے بھی تتمہ اسی مغلوبیت کے قصہ کا ارشاد ہے۔

تتمہ قصہ مغلوبیت: اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓی اَحَدٍ (الی قولہ تعالی) وَاللّٰہُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ وہ وقت یاد کرو کہ جب تم (بھاگنے میں جنگل کو) چڑھے چلے جاتے تھے اور کسی کو مڑ کر بھی تو نہ دیکھتے تھے اور رسول اللہ (ﷺ) تمہارے پیچھے کی جانب سے تم کو پکار رہے تھے (کہ ادھر آؤ ادھر آؤ مگر تم نے سنا ہی نہیں) سو خدا تعالیٰ نے تم کو پاداش میں غم دیا بسبب (تمہارے) غم دینے کے (رسول اللہ ﷺ کو) تا کہ (اس پاداش و مصیبت سے تم میں پختگی[۴] پیدا ہو جاوے جس سے پھر) تم مغموم نہ ہوا کرو نہ اس چیز پر جو تمہارے ہاتھ سے نکل جاوے اور نہ اس پر جو تم پر مصیبت پڑے اور اللہ تعالیٰ سب[۵] خبر رکھتے ہیں تمہارے سب کاموں کی (اس لئے جیسا کام کرتے ہو اس کے مناسب پاداش تجویز فرماتے ہیں)

ف: آیت: وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ کی تمہید میں گزر چکا ہے کہ حضرت کعب بن مالکؓ نے پکارا تو مسلمان جمع ہوگئے اور یہاں رسول اللہ ﷺ کا پکارنا مذکور ہے اور مسلمانوں کا نہ سننا مفہوم[۶] ہے سو صاحب روح المعانی نے بہت اچھا جواب دیا ہے کہ اول رسول اللہ ﷺ نے پکارا صحابہؓ نے نہ سنا اور دور نکلے چلے گئے اس وقت حضرت کعبؓ نے پکارا اور سن کر سب جمع ہوگئے اھ میں کہتا ہوں کہ اصل وجہ گھبراہٹ کی خبر قتل رسول اللہ ﷺ کی تھی سو آپؐ کے پکارنے میں اس خبر سے تعرض نہ تھا اور آپ کی آواز کو پہچانا نہ ہوگا۔ حضرت کعبؓ کے پکارنے میں اس خبر کی تکذیب تھی اس سے تسلی ہوگئی باقی عتاب اللہ تعالیٰ کا آپ ﷺ کے پکارنے سے نہ آنے پر اس لئے ہوسکتا ہے کہ استقلال سے ادھر توجہ کرتے تو آواز پہچان سکتے اور رسول اللہ ﷺ کو اس امر سے غم ہوا ہوگا اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے ان کو غم دیا۔ اور یہاں بھی لِیَبْتَلِیَکُمْ میں صحابہ کے حال پر عنایت مترشح ہوتی ہے کہ اس سے مقصود تربیت تھی اخلاق کی تا کہ ایسے مصائب کے عادی ہو کر استقلال و ثبات پیدا ہو اور خواص عباد پر جو مصائب آتے ہیں ان میں یہی حکمتیں ہوتی ہیں ع ایں بلائے دوست تطہیر شماست۔

چونکہ قبض آمد تو دروی بسط بیں ☆ تازہ باش و چیں میفگن برجبیں
چونکہ قبضے آیدت اے راہ رو ☆ آں صلاح تست آیس دل مشو

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قولہ فی ترجمۃ ماوی و مثوی جگہ اشارۃ الی التفنن فی العبارۃ ویمکن ان یفرق بینھما بان الماوی ما یرجع الیہ والمثوی ما یستقر فیہ وعلی ھذا کان تقدیم الماوی علی المثوی من الحسن بمکان ۱۲۔ ۲؎ قولہ فی ترجمۃ الآخرۃ صرف فائدتہ تظھر من تقریر قولہ یرید الدنیا فی آخر فائدۃ التفسیر ۱۲۔ ۳؎ قولہ قبل ترجمۃ ثم صرفکم اپنی نصرت کو بند کرلیا ھو جواب اذا کما اختارہ الزمخشری وعطف علیہ ثم صرفکم وبہ وضح معنی الغایۃ فی حتی لان الوعد کان بالنصر فالمعنی نصرکم حتی اذا کان کذا و کذا

لم ینصر کم ۱۲۔ ۴؎ قوله پختگی پیدا ہو جاوے فی روح المعانی لتتمرنوا علی الصبر فی الشدائد فلا تحزنوا علی نفع فات او ضر آت اه قلت فلا غیر زائدة وقدر لتتمرنوا لان المجازاة بالغم انما تکون سببا للحزن لا لعدمه ظاهرا ۱۲۔ ۵؎ قوله فی ترجمة خبیر سب وترجمة ما سب وجهه کون الفعیل للمبالغة و کون ما للعموم ۱۲۔ ۶؎ قوله فی الفائدة مفہوم ہے لم یقل مذکور ای لانه لیس بمنصوص نعم یفهم من العتاب ۱۲۔

الروایات: فی روح المعانی اخرج الامام احمد وجماعة عن ابن عباس انه قال ما نصر الله تعالیٰ نبیه فی موطن کما نصره یوم احد فانکروا ذلك فقال ابن عباس بینی و بین من انکر ذلك کتاب الله تعالیٰ ان الله تعالیٰ یقول یوم احد ولقد صدقکم الله وعده اه قلت وهذا الوعدا ما کان بلسان الرسول صلی الله علیه وسلم واما ارید به قوله تعالیٰ یوم بدر ان تصبروا وتتقوا ویأتوکم من فورهم هذا یمددکم الخ فان السبب وان کان خاصًا لکن صح عموم الوعد بعموم العلة وعلیه یحمل ما فی روح المعانی اخرج البیهقی فی الدلائل عن عروة قال کان الله تعالیٰ وعدهم علی الصبر والتقوٰی ان یمدهم بخمسة الآلاف من الملائکة مسومین وکان قد فعل (ای یوم بدر) فلما عصوا امر الرسول (ای فی احد) وترکوا مصافهم وترکت الرماة عهد الرسول صلی الله علیه وسلم ان لا یبرحوا منازلهم وارادوا الدنیا رفع الله عنهم مد والملائکة اه ویجوز ان عروة حمل آیة الامداد علی قصة احد ۱۲۔ فی روح المعانی الاصعاد الذهاب والابعاد فی الارض لوی بمعنی عطف وکثیر اما یستعمل بمعنی وقف وفسر ایضا بلا ترجعون اه قلت وفسرت بالاول وفیه فی اخرلکم من ورائکم فانه یقال جاء فلان فی آخر الناس وآخرتهم واخراهم اذا جاء خلفهم ۱۲۔

اللغات: الحس القتل والاستیصال۔ قاموس وفیه فشل کسل وضعف و تراخی و جبن اه قلت وحملته علی الضعف فی الرائی موافقًا للبیضاوی وقال عصام الفشل الجبن وضعف الرای اه وفیه صرف یصرف رده یرده ۱۲۔

البلاغة: وصرح بسبب الرعب ایذانا بانه ما دام هذه الصفة فیهم لا یزالون مرعوبین ففیه تبشیر دائمی للمؤمنین وفیه اشارة الی ان الکفر سبب الضعف فی القلب ولا ینافی التخلف بعارض السببیة او یقال کان سببا فی الماضی واعلم ان الآیة لا تدل علی ان من سماه کافرا وقت النزول لا یزال کافرًا فان ابا سفیان وغیره اسلموا بعد قوله سنلقی السین فیه للاستقبال ان کانت الآیة نزلت قبل الرعب وان کانت نزلت بعده فهی لمجرد التاکید مجردًا عن التسویف ونلقی لحکایة الحال الماضیة ذکره عصام۔ قوله مالم ینزل هذا من باب انتفاء المقید لانتفاء قیده اللازم وهذا کقولهم السالبة لا تقتضی وجود الموضوع ۱۲۔

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ؕ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ؕ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۵۵﴾

ع ۱۶ / ۷

پھر اللہ تعالیٰ نے اس غم کے بعد تم پر چین بھیجی یعنی اونگھ کہ تم میں سے ایک جماعت پر تو اس کا غلبہ ہو رہا تھا اور ایک جماعت وہ تھی کہ ان کو اپنی جان ہی کی فکر پڑ رہی تھی۔ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلاف واقع خیالات کر رہے تھے۔ جو کہ محض حماقت کا خیال تھا۔ وہ یوں کہہ رہے تھے کیا ہمارا کچھ اختیار چلتا ہے آپ فرما دیجئے کہ اختیار تو سب اللہ ہی کا ہے۔ وہ لوگ اپنے دلوں میں ایسی بات پوشیدہ رکھتے ہیں جس کو آپ کے سامنے ظاہر نہیں کرتے کہتے ہیں کہ اگر ہمارا کچھ اختیار چلتا تو ہم یہاں مقتول نہ ہوتے۔ آپ فرما دیجئے کہ اگر تم لوگ اپنے گھروں میں بھی رہتے تب بھی جن لوگوں کے لئے قتل مقدر ہو چکا تھا وہ لوگ ان مقامات کی طرف نکل پڑتے جہاں وہ گرے ہیں اور یہ جو کچھ ہوا اس لئے ہوتا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے باطن کی بات کی آزمائش کرے اور تاکہ تمہارے دلوں کی بات کو صاف کر دے اور اللہ تعالیٰ سب باطن کی باتوں کو خوب جانتے

ہیں۔ یقیناً تم میں جن لوگوں نے پشت پھیر دی تھی جس روز کہ دونوں جماعتیں باہم مقابل ہوئیں اس کے سوا اور کوئی بات نہیں ہوئی کہ ان کو شیطان نے لغزش دے دی ان کے بعض اعمال کے سبب سے اور یقین سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرما دیا۔ واقعی اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنے والے ہیں بڑے علم والے ہیں ۞

تفسیر ربط: اوپر غم کا بیان تھا آگے اس کے ازالہ کا بیان ہے ظاہراً بھی راحت بدنی نعاس سے حاصل ہوئی اور باطناً بھی کہ راحت روحانی بشارت معافی سے حاصل ہوئی اور اس کے ضمن میں منافقین کی بدحالی اور اس بدحالی کی وجہ سے ان راحتوں سے محروم رہنا مذکور ہے۔

عفو و عافیت مؤمنین: ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَیْکُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا یَّغْشٰی (الی قولہ تعالی) اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ پھر اللہ تعالیٰ نے اس غم (مذکور) کے بعد تم پر چین (اور راحت) بھیجی یعنی اونگھ (جب کہ کفار میدان سے واپس ہو گئے اس وقت غیب سے مسلمانوں پر اونگھ غالب ہوئی جس سے سب غم غلط ہو گیا) کہ تم میں سے ایک جماعت پر (یعنی مسلمانوں پر) تو اس کا غلبہ ہو رہا تھا اور ایک جماعت وہ تھی (یعنی منافقین) کہ ان کو اپنی جان ہی کی فکر پڑ رہی تھی (کہ دیکھئے یہاں سے بچ کر بھی جاتے ہیں) وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلاف واقع خیالات (تجویز) کر رہے تھے جو کہ محض حماقت کا خیال تھا (وہ خیال آگے ان کے قول سے معلوم ہوتا ہے اور اس کا ناشی عن الحماقت ہونا اس قول کے جواب سے اس قول کا بیان یہ ہے کہ) وہ یوں کہہ رہے تھے کیا ہمارا کچھ اختیار چلتا ہے (یعنی کچھ نہیں چلتا اس اختیار سے مراد یہ ہے کہ قبل قتال یہ لوگ جہاد سے جی چراتے تھے اور دوسروں کو بھی روکتے تھے۔ مطلب یہ کہ ہماری کسی نے نہ سنی خواہ مخواہ مصیبت میں پھنسے) آپ فرما دیجئے کہ اختیار تو سب اللہ ہی کا (چلتا) ہے۔ (مطلب یہ کہ اگر تمہاری رائے پر عمل بھی ہوتا جب بھی قضائے الٰہی غالب رہتی اور جو افتاد آنے والی تھی آ کر رہتی چنانچہ آگے ان کے قول کا مطلب اور جواب کا مطلب مفصل آتا ہے) وہ لوگ اپنے دلوں میں ایسی بات پوشیدہ رکھتے ہیں جس کو آپ کے سامنے (صراحۃً) ظاہر نہیں کرتے (کیونکہ ظاہر میں تو اس کہنے کا کہ کیا ہمارا اختیار الخ یہ ہو سکتا ہے کہ تقدیر الٰہی کے سامنے بندہ کی تدبیر نہیں چلتی تو عین ایمان کی بات ہے اور جواب بھی ایسا لطیف ہے کہ اس میں اس معنی کی تصدیق ہے کہ واقعی اختیار اللہ ہی کا غالب ہے مگر ان کا مطلب یہ نہیں تھا بلکہ وہ اس معنی کر کہتے ہیں کہ اگر ہمارا کچھ اختیار چلتا (یعنی ہماری رائے پر عمل ہوتا) تو ہم (میں جو لوگ مقتول ہوئے وہ) یہاں مقتول نہ ہوتے (چونکہ ان کے قول کا یہ مطلب تھا آگے جواب کی تفصیل ہے جس سے ان کے قول کی تکذیب ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ) آپ فرما دیجئے کہ اگر تم لوگ اپنے گھروں میں بھی رہتے تب بھی جن لوگوں کے لئے قتل مقدر ہو چکا تھا وہ لوگ ان مقامات کی طرف (آنے کے لئے) نکل پڑتے جہاں وہ (قتل ہو ہو کر) گرے ہیں (غرض یہ ظاہری جس قدر مضرت ہوئی وہ تو ٹلنے والی نہ تھی) اور (منافع تھے اس میں عظیم کیونکہ) یہ جو کچھ ہوا اس لئے ہوا تا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے باطن کی بات (یعنی ایمان) کی آزمائش کرے (کیونکہ اس مصیبت کے وقت منافقین کا نفاق کھل گیا اور مؤمنین کا ایمان اور زیادہ مؤکد اور محقق ہو گیا) اور تا کہ تمہارے دلوں کی بات (یعنی اسی ایمان) کو (شوائب و وساوس سے) صاف کر دے (کیونکہ مصیبت سے مومن توجہ الی غیر اللہ سے منزہ ہو جاتا ہے اور اس سے ایمان و عقیدہ کا تصفیہ ہونا ظاہر ہے) اور (یوں) اللہ تعالیٰ سب باطن کی باتوں کو خوب جانتے ہیں (ان کو آزمائش کی حاجت نہیں مگر اس لئے کہ عام طور پر اس کا انکشاف ہو جاوے ایسے امور کو واقع کر دیتے ہیں) یقیناً تم میں جن لوگوں نے (میدان جنگ سے) پشت پھیر دی تھی جس روز کہ دونوں جماعتیں (مسلمانوں اور کفار کی) باہم مقابل ہوئیں (یعنی احد کے روز) اس کے سوا اور کوئی بات نہیں ہوئی کہ ان کو شیطان نے لغزش دے دی ان کے بعض اعمال (گذشتہ) کے سبب سے (یعنی ان سے کچھ خطا و قصور ایسے ہو گئے تھے جس سے شیطان کو ان سے اور معصیت کرا دینے کی بھی طمع ہو گئی اور اتفاق سے وہ طمع پوری ہو گئی) اور یقین سمجھو کہ (اب) اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرما دیا واقعی اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت کرنے والے ہیں (کہ اخیر میں بخش دیا) بڑے حلم والے ہیں (کہ صدور خطا کے وقت بھی کوئی عقوبت نہیں دی)

ف: چند امور سمجھنے کے قابل ہیں اول یہ کہ ابتلاء اور تمحیص اور عفو کا ذکر پہلے بھی آ چکا اور یہاں پھر کیا گیا۔ سو اس تکرار کی وجہ یہ ہے کہ اوپر تو مسلمانوں کی تسلی کرنا منظور تھا اور یہاں منافقین کے اس خیال کا ابطال ہے کہ ہماری رائے پر عمل نہ کرنے سے کیسے نقصان اٹھائے، تو جتلا دیا کہ نقصان میں یہ منافع تھے تو وہ نقصان نہ تھے اور جو حقیقی نقصان تھا گناہ وہ معاف ہو گیا پس اختلاف غرض سے تکرار نہ رہا دوسرے یہ کہ لِیَبْتَلِیَ اللّٰہُ الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصیبت کی وجہ یہ امور تھے اور اِنَّمَا اسْتَزَلَّھُمُ سے معلوم ہوتا ہے کہ بِبَعْضِ مَا کَسَبُوْا وجہ تھی۔ سو بات یہ ہے کہ بِبَعْضِ مَا کَسَبُوْا تو سبب ہے فرار کا اور وہ امور حکمتیں ہی ہیں مصائب کی پس مسبب بدل گیا اگر کہا جاوے کہ فرار سبب تھا مصائب کا اور سبب السبب سبب ہے تو بِبَعْضِ مَا کَسَبُوْا سبب ہوا مصائب کا بھی۔ تو جواب یہ ہے کہ سبب مصائب کا بَعْضِ مَا کَسَبُوْا ہوا اور حکمت وہ امور ہوں تو تعارض نہیں کیونکہ سبب وجوداً مقدم ہوتا ہے اور حکمت وجوداً مؤخر۔ تیسرے یہ کہ حلیم سے مفہوم ہوتا ہے کہ عقوبت نہیں ہوئی حالانکہ اَثَابَکُمْ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پاداش ہوئی۔ جواب یہ ہے کہ عقوب قہریہ نہیں ہوئی پاداش اصلاحی ہوئی۔

فائدہ: صحابہ کے بعض معاندین نے اس واقعہ سے صحابہؓ پر خصوصاً حضرت عثمانؓ پر طعن کیا ہے اور اس سے عدم صلاحیت خلافت کی مستنبط کی ہے لیکن محض مہمل بات ہے جب اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا اب دوسروں کو مواخذہ کرنے کا کیا حق رہا۔ چنانچہ حضرت ابن عمر نے ایک شخص کو یہی جواب دیا تھا رواہ البخاری۔ رہا

قصہ خلافت کا سو اہل حق کے نزدیک خلافت کے لئے عصمت شرط نہیں ہے پس شبہ ساقط ہے۔

فائدہ: اور بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک گناہ سے دوسرا گناہ پیدا ہوتا ہے جیسا کہ ایک طاعت سے دوسری طاعت کی توفیق بڑھتی جاتی ہے۔

ربط: اوپر منافقین کا قول نقل کیا تھا: لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا۔ جس کا حاصل وہی تھا جس کو آگے اس عبارت سے نقل کیا ہے لَوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا۔ چونکہ ایسے اقوال کے سننے سے احتمال ہوسکتا ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں اس قسم کے وساوس پیدا ہونے لگیں اس لئے حق تعالیٰ آیت آئندہ میں مسلمانوں کو ایسے اقوال اور ایسے احوال سے ممانعت فرماتے ہیں۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِیْ قُلُوْبِكُمْ یعنی تمہاری استعداد میں جو صدق و اخلاص و توکل وغیرہ ہے اس کا اس طرح امتحان فرماوے کہ اس کو قوت سے فعل کی طرف لاوے اور قلب میں جو کچھ وساوس و خواطر نفس کا میل کچیل ہے اس کو دور کرے کیونکہ بلاء میں یہ خاصیت ہے کذا فی الروح۔ قولہ تعالیٰ: اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا وجہ یہ کہ ذنوب سے ظلمت پیدا ہوتی ہے اور شیطان کا قابو اس وقت ہوتا ہے جب قلب میں ظلمت پاتا ہے اور روح المعانی میں زجاج سے نقل کیا ہے کہ شیطان نے ان کو بعضے وہ گناہ یاد دلائے جن کو لے کر حق تعالیٰ سے ملنا ان کو خوش معلوم نہ ہوا اس لئے وہ جہاد سے ہٹ گئے تاکہ وہ اپنی حالت کی درستی کر کے پسندیدہ حالت پر جہاد کریں اور خدا تعالیٰ سے ملیں آہ احقر کہتا ہے کہ زجاج کی تفسیر پر آیت اصل ہے اس مقولہ کی جو شیخ اکبرؒ سے مشہور ہے کہ تکمیل توبہ کے بعد پھر گناہوں کو یاد کرنا مناسب نہیں کیونکہ وہ بندہ کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حجاب ہو جاتے ہیں۔

الروایات: فی روح المعانی اخرج ابن جریر عن السدی ان المشرکین انصرفوا یوم احد بعد الذی کان من امرهم وامر المسلمین فلما ابصرهم رسول الله صلی الله علیه وسلم نادی باعلی صوته بذهابهم فلما رای المؤمنون ذلك صدقوا نبی الله صلی الله علیه وسلم فناموا وبقی اناس من المنافقین یظنون ان القوم یأتونهم فذلك قوله تعالیٰ ثم انزل علیکم الخ مختصرا وفی روح المعانی ذکر ابو قاسم البلخی انه لم یبق مع النبی صلی الله علیه وسلم یوم احد الا ثلثة عشر نفسا خمسة من المهاجرین ابوبکر وعلی وطلحة وعبدالرحمٰن بن عوف وسعد بن ابی وقاص والباقون من الانصار رضی الله عنهم اجمعین اه وفیه واما سائر المنهزمین فقد اجتمعوا فی ذلك الیوم علی الجبل وعمر بن الخطاب رضی الله عنه من هذا الصنف کما فی خبر ابن جریر۔ وفی الترمذی عن ابی الطلحة قال رفعت راسی یوم احد فجعلت انظر وما منهم یومئذ احد الا یمید تحت حجفته من النعاس وعنه فی روایة اخریٰ قال فجعل سیفی یسقط من یدی وآخذه ویسقط من یدی وآخذه الحدیث۔ ۱۲

لطیفه هذه الآیة جامعة لجمیع حروف الهجاء وکذا آیة محمد رسول الله الخ فی سورة الفتح ویختص به هاتان الآیتان ۱۲۔

اختلاف القراءة: قرأ ابو عمرو ویعقوب کله بالرفع علی الابتداء ولله خبره والمجموع خبران ۱۲۔

اللغات: مضاجعهم فی روح المعانی جمع مضجع فان کان بمعنی المرقد فهو استعارة للمصرع وان کان بمعنی محل امتداد البدن مطلقًا للحی والمیت فهو حقیقة ۱۲۔

النحو: قوله امنة مفعول له وقوله نعاسًا بدل۔ قوله طائفة قد اهمتهم فی روح المعانی طائفة مبتدأ وجملة قد اهمتهم خبره وجاز ذلك مع کونها نکرة لو قوعها موقع التفصیل یظنون فی روح المعانی حال من ضمیر اهمتهم لا من طائفة وان تخصصت لما فی مجئی الحال من المبتدأ من المقال قوله ولیبتلی الله فی روح المعانی اللام للتعلیل لفعل مقدر کانه قیل فعل ما فعل لمصالح جمة ولیبتلی ۱۲۔

البلاغة: قوله من بعد الغم فی روح المعانی والتصریح بتاخر الانزال عن الغم مع دلالة ثم علیه وعلی تراخیه عنه لزیادة البیان وتذکیر عظم المنة به قوله ولیمحص فی روح المعانی وانما عبر بالقلوب ههنا کما قیل لان التمحیص متعلق بالاعتقاد علی ما اشرنا الیه وقد شاع استعمال القلب مع ذلك فیقال اعتقد بقلبه ولا تکاد تسمعهم یقولون اعتقد بصدره نعم یذکر الصدرُ مع الاسلام کما فی قوله افمن شرح الله صدره للاسلام وربما یقال عبر بذلك للتفنن بناء علی ان المراد بالجمعین واحد قوله اهمتهم انفسهم فی روح المعانی ان العرب تطلق هذا اللفظ علی الخائف الذی شغله هم نفسه عن غیره ۱۲۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِی الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۗ وَاللّٰهُ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿١٥٦﴾ وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿١٥٧﴾ وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿١٥٨﴾ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿١٥٩﴾

اے ایمان والوتم ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جو کہ کافر ہیں اور کہتے ہیں اپنے بھائیوں کی نسبت جب کہ وہ لوگ کسی سرزمین میں سفر کرتے ہیں یا وہ لوگ کہیں غازی بنتے ہیں کہ اگر یہ لوگ ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے تاکہ اللہ تعالیٰ اس بات کو ان کے قلوب میں موجب حسرت کر دیں اور مارتا جلاتا تو اللہ ہی ہے اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو سب کچھ دیکھ رہے ہیں اور اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ یا کہ مر جاؤ تم بالضرور اللہ تعالیٰ کے پاس کی مغفرت اور رحمت ان چیزوں سے بہتر ہے جن کو یہ لوگ جمع کرتے ہیں اور اگر تم لوگ مر گئے یا مارے گئے بالضرور اللہ ہی کے پاس جمع کئے جاؤ گے۔ بعد اس کے خدا ہی کی رحمت کے سبب آپ ان کے ساتھ نرم رہے اور اگر آپ تندخو سخت طبیعت ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے سب منتشر ہو جاتے۔ سو آپ ان کو معاف کر دیجئے اور آپ ان کے لئے استغفار کر دیجئے اور ان خاص باتوں میں مشورہ لیتے رہا کیجئے۔ پھر جب آپ رائے پختہ کر لیں تو خدا تعالیٰ پر اعتماد کیجئے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ایسے اعتماد کرنے والوں سے محبت فرماتے ہیں ۞

تفسیر: نہی مومنین از تقلید اقوال منافقین: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا (الی قولہ تعالی) وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ اے ایمان والوتم ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا (یعنی ان لوگوں کی سی بات مت کرنا) جو کہ (حقیقت میں) کافر ہیں (گو ظاہراً اسلام کا دعویٰ کرتے ہوں یعنی منافق ہیں) اور کہتے ہیں اپنے (ہم نسب یا ہم مشرب) بھائیوں کی نسبت جب کہ وہ لوگ کسی سرزمین میں سفر کرتے ہیں (اور وہاں اتفاقاً مر جاتے ہیں) یا وہ لوگ کہیں غازی بنتے ہیں (اور اس میں قضاءً قتل ہو جاتے ہیں تو وہ منافقین کہتے ہیں) کہ اگر یہ لوگ ہمارے پاس رہتے (اور سفر اور غزوہ میں نہ جاتے) تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے (یہ بات ان کے دل و زبان پر اس واسطے آتی ہے) تاکہ اللہ تعالیٰ اس بات کو (بنا بر اس خیال کے جس سے یہ بات ان کی زبان پر آئی) ان کے قلوب میں موجب حسرت کر دیں (یعنی نتیجہ اس کا بجز حسرت کے کچھ نہیں) اور مارتا جلاتا تو اللہ ہی ہے (خواہ سفر ہو یا حضر خواہ لڑائی ہو یا امن) اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو سب کچھ دیکھ رہے ہیں (سو اگر تم بھی ایسی باتیں کرو گے یا دل میں سمجھو گے للہ تعالیٰ سے مخفی نہ رہے گا) اور اگر تم لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاؤ یا کہ (اللہ کی راہ میں) مر جاؤ تو (خوب نفع میں رہو کیونکہ) بالضرور اللہ تعالیٰ کے پاس کی مغفرت اور رحمت دنیا کی) ان چیزوں سے (بدرجہا) بہتر ہے جن کو یہ لوگ جمع کر رہے ہیں اور اسی کے لالچ میں زندگی کو محبوب رکھتے ہیں) اور اگر تم (ویسے بھی) مر گئے یا مارے گئے (تب بھی) بالضرور اللہ ہی کے پاس جمع کئے جاؤ گے (پس اول تو قضا نہیں ٹلتی دوسرے اللہ کے پاس جانے سے کسی حال میں بچتے نہیں اور دین کی راہ میں مرنا یا مارا جانا موجب مغفرت و رحمت ہے تو ویسے مرنے سے دین کی راہ میں جان دینا ہی بہتر ٹھہرا پھر ایسے اقوال محض بے کار اور عاجلاً موجب حسرت اور آجلاً موجب نار) ف: اس مقام پر ان کے قول کے دو جواب ہیں اول: وَاللّٰهُ يُحْيٖ الخ اور دوسرا وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ الخ یہ جو فرمایا کہ جب وہ سفر کرتے ہیں میرے نزدیک اس سفر سے دینی کام کے لئے سفر کرنا مراد ہے جیسا کہ جواب میں اس فرمانے سے معلوم ہوتا ہے وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ الخ کیونکہ وہاں مطلق سفر مراد لیا جاوے تو اس جواب میں ان کے قول کے ایک جزو سے تعرض نہ ہوگا گو پہلا جواب وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ اس سے متعرض ہے لیکن اگر اس دوسرے جواب میں بھی دونوں جزو سے تعرض ہو تو زیادہ بلیغ ہے اور اگر وسوسہ ہو کہ جواب میں تو مطلق متم فرمایا ہے فی سبیل اللہ کی اس میں قید نہیں ہے۔ جواب یہ ہے کہ مغفرت و رحمت کا ترتب قرینہ ہے۔ اس تقیید کا پس جب موت کا فی سبیل اللہ کی قید سے مقید ہونا اور دونوں جوابوں میں دونوں جزؤں سے تعرض مناسب ہونا ثابت ہو گیا تو معلوم ہوا کہ سفر سے مراد دینی سفر ہے واللہ اعلم اور اِخْوَانِهِمْ کے ترجمہ میں جو تعمیم کی ہے کہ ہم مشرب یا ہم نسب بھائی الخ مراد ہم مشرب سے منافقین ہیں اور ہم نسب مسلمان بھی تھے۔ پس اگر مراد ثانی ہے تو ان کا سفر دینی اور ان کا غزوہ اور ان کے لئے مغفرت و رحمت کا وعدہ سب ظاہر ہے لیکن یہ بات قابل تحقیق ہے کہ ان کے مرنے یا مارے جانے سے منافقین کو حسرت کیا ہوئی۔ جواب یہ ہے کہ یا تو حسرت اس لئے ہوئی کہ آخر قرابت سے کچھ اضطراری تعلق تو ہوتا ہی ہے اور یا یوں کہا جاوے کہ مومنین کی موت یا قتل حسرت نہ ہوئی۔ لیکن اس قول اور اس قول کے منشاء یعنی اعتقاد فاسد سے یہ امر متیقن ہوا کہ وہ اسباب عادیہ کو مؤثر حقیقی سمجھتے ہیں تو ایسا شخص اگر کسی وجہ سے ایک واقعہ میں نہیں تو دوسرے واقعات کثیرہ میں ہمیشہ متحسر رہا کرے گا۔ اور اسی درجہ اعتقاد تاثیر میں تو کہنا حدیث میں ممنوع آیا ہے اور اگر مراد اول ہے تو حسرت کی توجیہ بہت ظاہر ہے لیکن اور امور قابل تحقیق ہوں گے سو کبیر میں کہا ہے شاید اتفاقاً کوئی منافق مقتول ہو گیا ہوگا اھ میں

کہتا ہوں اسی طرح کوئی دینی سفر میں وباد بایا چلا گیا ہوگا اور ترتب مغفرت ورحمت کی تقریر یوں ہوگی کہ ان اقوال کو چھوڑ کر اگر ایمان واعتقاد درست کرلیں تو ان کے کام بھی فی سبیل اللہ ہونے سے موجب مغفرت ورحمت ہونے لگیں۔

ربط: اوپر ذکر ہو چکا ہے بعض مسلمانوں کی لغزش کا جو احد کے روز صادر ہوگئی تھی کہ میدان سے بھاگ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں بٹھلا دیا تھا وہاں نہ بیٹھے رہے چونکہ اس قصہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوفت وغم پہنچا جیسا کہ اَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ کی تفسیر مذکور بھی اس پر دال ہے۔ گو آپ اپنے وسعت اخلاق سے اور ان کی دل شکنی کے خیال سے ان حضرات کے ساتھ سختی وملامت سے پیش نہیں آئے لیکن اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ ان صاحبوں کی طرف سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر بھی انقباض نہ رہے اور نیز ان صاحبوں کے دل سے بھی یہ کلفت ڈھل جائے اس لئے اول آیات گذشتہ میں اپنی معافی کی بشارت سنا کر آئندہ آیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چند امور کا حکم فرماتے ہیں جن سے غرض مذکور حاصل ہو جاوے۔

خطاب برسول اللہ ﷺ بابت عفو از صحابہ: فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ (الی قولہ تعالیٰ) اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ بعد اس کے (کہ ان صاحبوں سے ایسی لغزش ہوئی کہ آپ کو ان پر حق ملامت حاصل تھا) خدا ہی کی رحمت کے سبب (جو کہ آپ پر ہے) آپ ان کے ساتھ نرم رہے (اس نرم اخلاقی کو رحمت کے سبب اس لئے فرمایا کہ خوش اخلاقی عبادت ہے اور عبادت کی توفیق خدا تعالیٰ کی رحمت سے ہوتی ہے) اور اگر آپ (خدانخواستہ) تندخو سخت طبیعت ہوتے تو یہ (بیچارے) آپ کے پاس سے سب منتشر ہو جاتے (پھر ان کو یہ فیوض وبرکات کیسے میسر ہوتے) سو (جب آپ نے ان کا افاضہ کے لئے ان کے ساتھ برتاؤ میں ایسی نرمی اختیار فرمائی تو آپ کے حکم میں جو ان سے کوتاہی ہوئی اس کو) آپ (دل سے بھی) ان کو معاف کر دیجئے اور (جو کچھ ان سے خدا تعالیٰ کے حکم میں کوتاہی ہوگئی اس میں) آپ ان کے لئے (حق تعالیٰ سے) استغفار کر دیجئے (گو اللہ تعالیٰ نے اس لغزش کو معاف فرما دیا ہے مگر آپ کا استغفار فرمانا یہ علامت ہوگی آپ کی زیادہ شفقت کی جس سے ان کی اور زیادہ تسلی ہوگی) اور (بدستور) ان سے خاص خاص باتوں میں مشورہ لیتے رہا کیجئے (تا کہ اس سے اور دونا ان کا جی خوش ہو) پھر (مشورہ لینے کے بعد) جب آپ (ایک جانب) رائے پختہ کرلیں (خواہ وہ انکے مشورہ کے موافق ہو یا مخالف ہو) سو خدا تعالیٰ پر اعتماد (کر کے اس کام کو کر ڈالا کیجئے) بیشک اللہ تعالیٰ ایسے اعتماد کرنے والوں سے (جو خدا تعالیٰ پر اعتماد رکھیں) محبت فرماتے ہیں۔ **ف**: یہ جو کہا گیا کہ خاص خاص باتوں مراد ان سے وہ امور ہیں جن میں آپ پر وحی نازل نہ ہوئی ہو ورنہ بعد وحی کے پھر مشورہ کی کوئی گنجائش نہیں اور

ف: فوائد مشورہ نبویہ باصحابہ رضی اللہ عنہم: یہ جو کہا گیا کہ اس سے اور دونا ان کا جی خوش ہو یہ اس مقام کے مناسب ایک حکمت ہے منجملہ فوائد مشورہ کے۔ ابن جریر نے اس کو قتادہ سے نقل کیا ہے اور دوسری حکمتیں بھی ہیں مثلاً یہ کہ آپ کی امت کے لئے یہ سنت قرار پاوے۔ اس کو بیہقی نے حسن سے نقل کیا ہے اور اس کی تائید میں ابن عدی اور بیہقی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ ورسول کو تو اس مشورہ کی حاجت نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو میری امت کے لئے ایک رحمت بنائی ہے اھ یا یہ کہ کسی امر میں ممکن ہے کہ مشورہ سے تقویت رائے کی بھی حاصل ہو جاوے جیسا ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ اگر تم دونوں کسی مشورہ پر متفق ہو جاؤ تو میں اس کے خلاف نہ کروں **اخرجه الامام احمد عن عبدالرحمٰن بن غنم اه هذه الروايات كلها مذكورة فى روح المعانى** اور یہ غرض تقویت عدم حاجت الی المشورۃ کے منافی نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ عدم حاجت باعتبار غالب کے اور یہ تقویت باعتبار بعض احباب کے ہو ف ابطال اعتبار کثرت رائے اور یہ جو کہا گیا کہ خواہ وہ ان کے مشورہ کے موافق ہو یا مخالف ہو دلیل اس کی یہ ہے کہ لفظ عزم میں کوئی قید نہیں لگائی۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ امور انتظامیہ متعلقہ بالرائے والمشورہ میں کثرت رائے کا ضابطہ محض بے اصل ہے ورنہ یہاں عزم میں قید ہوتی کہ بشرطیکہ آپ کا عزم کثرت رائے کے خلاف نہ ہو اور مشورہ عزم کے بعد جو توکل کا حکم فرمایا اس سے ثابت ہوا کہ تدبیر منافی نہیں توکل کے کیونکہ مشورہ عزم کا داخل تدبیر ہونا ظاہر ہے۔ **ف: احکام ومراتب توکل**: اور جاننا چاہئے کہ یہ مرتبہ توکل کا کہ باوجود تدبیر کے اعتقاد اعتماد رکھے اللہ تعالیٰ پر یہ ہر مسلمان کے ذمہ فرض عین ہے۔ اور توکل بمعنی ترک تدبیر کے اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر وہ تدبیر دینی ہے تو اس کا ترک مذموم۔ اور اگر دنیوی یقینی عادۃً ہے تو اس کا ترک بھی ناجائز۔ اور اگر ظنی ہے تو قوی القلب کو جائز۔ اور اگر وہمی ہے تو اس کا ترک مامور بہ ہے فقط۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ اس میں قتل وموت فی سبیل اللہ کی جزاء میں مغفرت ورحمت کو فرمایا ہے وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ۔ اس میں موت وقتل کی جزا میں حشر الی اللہ کو فرمایا ہے اس تفاوت کی وجہ میں بعض نے بطریق تاویل نہ کہ بطریق تفسیر یہ کہا ہے کہ اول آیت میں ان کا ذکر ہے جو نار وجنت کے سبب عبادت کرتے ہیں اور دوسری آیت میں ان کا ذکر ہے جو خاص اس کی ذات ہی کو مقصود سمجھتے ہیں تو اس پر خاص تجلی ہوگی۔ کذا فی الروح۔ قولہ تعالیٰ وَشَاوِرْهُمْ فِى الْاَمْرِ۔ روح میں ہے کہ فائدہ اس مشورہ لینے کا ان

کی رائے سے مدد اور قوت لینا ہے احقر کہتا ہے تو اس بنا پر آیت اس پر بھی دال ہے کہ بعض احوال میں بعض نفع تابع سے متبوع کو پہنچ جاتا ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله في ترجمة ضربوا او كانوا غزى مرجاتے ہیں قتل ہو جاتے ہیں نقله الكبير عن الواحدى ۱۲۔ ۲ قوله في توضيح ترجمة ليجعل یعنی نتیجہ اشارة الى ان اللام للعاقبة ۱۲۔ ۳ قوله في ترجمة خير بدرجها لان خيرا اسم تفضيل ۱۲۔ ۴ قوله في ترجمة فبما بعد اس کے الخ اشار به الى كون الفاء الترتيب مضمون الكلام على ما ينبئ عنه السياق من استحقاق الفارين الملامة والتعنيف منه صلى الله عليه وسلم كما في روح المعاني ۱۲۔ ۵ قوله في ترجمة فاعف واستغفر آپ کے حکم میں اشار به الى وجه الفرق بين العفو والاستغفار كما في روح المعاني ۱۲۔ ۶ قوله في ترجمة الامر خاص خاص اشار به الى كون اللام للعهد كما اوضحه في الفائدة ۱۲۔

اللغات: الحشر الجمع ۱۲ قاموس۔ الفظ في القاموس الغليظ الجانب الينى الخلق القاسى الخشن الكلام ۱۲۔

النحو: فبما ما زائدة ۱۲۔

البلاغۃ: قوله يجمعون فيه التفات وفي قراءة يجتمعون بالخطاب فالمآل واحد قوله لئن قتلتم الخ قدم في الآية الاولى القتل وفي الثانية الموت لان الغالب في الجهاد كما يدل عليه في سبيل الله القتل والغالب في غير الجهاد الموت ۱۲۔

فائدہ: الالف في لا الى الله بين اللام والى مرسومة في الخط للدلالة على فتح اللام ۱۲۔

إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۖ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٦٠﴾ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ ۚ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١٦١﴾ أَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللَّهِ كَمَنْ بَاءَ بِسَخَطٍ مِنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿١٦٢﴾ هُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿١٦٣﴾ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿١٦٤﴾

اگر حق تعالیٰ تمہارا ساتھ دیں۔ تب تو تم سے کوئی نہیں جیت سکتا اور اگر تمہارا ساتھ نہ دیں تو اس کے بعد ایسا کون ہے جو تمہارا ساتھ دے اور غالب کر دے۔ اور صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان والوں کو اعتماد رکھنا چاہئے اور نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ خیانت کرے۔ حالانکہ جو شخص خیانت کرے گا وہ شخص اپنی اس خیانت کی ہوئی چیز کو قیامت کے دن حاضر کرے گا۔ پھر ہر شخص کو اس کے کئے کا پورا عوض ملے گا اور ان پر بالکل ظلم نہ ہوگا۔ سو ایسا شخص جو کہ رضائے حق کا تابع ہو کیا وہ اس شخص کے مثل ہو جائے گا جو کہ غضب الٰہی کا مستحق ہو اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہو اور وہ جانے کی بری جگہ ہے۔ یہ مذکورین درجات میں مختلف ہوں گے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھتے ہیں ان کے اعمال کو۔ حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان کیا جبکہ ان میں ان ہی کی جنس سے ایک ایسے پیغمبر کو بھیجا کہ وہ خود ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان لوگوں کی صفائی کرتے رہتے ہیں اور ان کو کتاب اور فہم کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں اور بالیقین یہ لوگ اس سے پہلے صریح غلطی میں تھے ۞

تفسیر ربط: اوپر ان حضرات کی تسلی کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چند اوامر کا حکم ہوا تھا جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناخوشی کا دغدغہ تو زائل ہو گیا لیکن چونکہ ان حضرات کو اس واقعۂ مغلوبیت سے حسرت بھی تھی اس لئے آئندہ آیت میں ان کی حسرت کو دل سے اتارتے ہیں۔

ازالۂ حسرتِ مغلوبیت از قلوبِ صحابہ رضی اللہ عنہم: إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ (الى قوله تعالى) وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ اگر حق تعالیٰ تمہارا ساتھ دیں تب تو تم سے کوئی نہیں جیت سکتا اور اگر تمہارا ساتھ نہ دیں تو اس کے بعد ایسا کون ہے جو تمہارا ساتھ دے (اور تم کو غالب کر دے) اور صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان والوں کو اعتماد رکھنا چاہئے۔ **ف:** حاصل ازالۂ حسرت کا یہ ہوا کہ غالب مغلوب کرنا خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہے مثلاً بدر میں اپنی رحمت سے غالب کر دیا احد میں اپنی حکمت سے مغلوب کر دیا پس جب پورا پورا یہ امر تمہاری قدرت میں نہیں تو اس قدر اس کے پیچھے اپنے جی کو نہ ڈالو جو ہو گیا ہو گیا۔ اس میں جو آفت معصیت سے آئی اس سے توبہ کر لو آئندہ کے لئے اللہ تعالیٰ پر نظر رکھو یعنی اس سے توفیق مانگو کہ معصیت سے محفوظ رکھیں اور پھر جو مصیبت نازل ہو اس کو اس کارساز کی طرف سے خیر اور مصلحت سمجھو فقط۔

ربط : آیت آئندہ کا شان نزول حسب روایت ترمذی گو خاص ہے وہ یہ کہ بدر کے روز مال غنیمت میں ایک چادر گم ہوگئی بعض (کم سمجھ یا منافق) لوگوں نے کہا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لے لی ہو (اگر یہ قول منافقین کا تھا تب تو ان کی بیہودگی تھی اور اگر کسی مسلمان کا قول تھا تو اس بنا پر ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس تصرف کا اختیار حاصل ہے) اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ امر حقیقۃً یا صورۃً خیانت ہے نبی کی شان اس سے منزہ ہے لیکن چونکہ لفظ غلول بمعنی خیانت عام ہے خواہ حقیقۃً یا بطور عموم مجاز کے فصح علی کلا القولین فی القاموس اس لئے ہر قسم کی خیانت کو شامل ہے اس عموم معنی کے اعتبار سے وجہ ربط ظاہر ہے کہ اوپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کا مذموم اور موجب وبال ہونا بیان فرمایا تھا اس آیت میں آپ کا امین کامل ہونا مذکور فرمایا تا کہ ثابت ہو جاوے کہ آپ جو کچھ حکم فرماتے ہیں اس میں آپ کی کوئی نفسانی غرض نہیں ہوتی کیونکہ یہ ایک قسم کی خیانت ہے اور آپ اس سے مبرا ہیں لہٰذا ایسے حکم کی مخالفت ضرور موجب وبال و مذموم ہوگی۔ اس ارتباط سے ترتیب آیات میں جو کہ توقیفی ہے اس آیت کا اس موقع پر ہونا مناسب ہوا۔

اثبات امین بودن حضرت نبویہ ﷺ: وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ ۚ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝ أَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللَّهِ (الی قولہ تعالی) وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ اور نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ (نعوذ باللہ) خیانت کرے حالانکہ (خائن تو قیامت میں فضیحت ہوگا کیونکہ) جو شخص خیانت کرے گا وہ شخص اپنی اس خیانت کی ہوئی چیز کو قیامت کے دن (میدان حشر میں) حاضر کرے گا (تا کہ سب خلائق مطلع ہوں اور سب کے روبرو فضیحت ہو) پھر (میدانِ قیامت کے بعد) ہر شخص کو (ان خائنوں میں سے) اس کے کئے کا (دوزخ میں) پورا عوض ملے گا اور ان پر بالکل ظلم نہ ہوگا (کہ جرم سے زائد سزا ہونے لگے۔ غرض خائن تو مغضوب اور مستحق جہنم ہوا اور انبیاء علیہم السلام بوجہ رضا جوئی حق کے قیامت میں سر بلند ہوں گے پس دونوں امر جمع کیسے ہوں گے جیسا آگے ارشاد ہے) سو ایسا شخص جو کہ رضائے حق کا تابع ہو (جیسے نبی) کیا وہ اس شخص کے مثل ہو جاوے گا جو کہ غضب الٰہی کا مستحق ہوا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہو (جیسے خائن) اور وہ جانے کی بری جگہ ہے (ہرگز دونوں برابر نہیں ہوں گے بلکہ) یہ مذکورین (یعنی متبعان رضائے حق اور مغضوبین) درجات میں مختلف ہوں گے اللہ تعالی کے نزدیک (کہ متبع محبوب اور جنتی ہے اور مغضوب دوزخی ہے) اور اللہ خوب دیکھتے ہیں ان کے اعمال کو (اس لئے ہر ایک کے مناسب معاملہ فرماویں گے) **ف:** انبیاء علیہم السلام کا امین ہونا یہاں دلیل سے ثابت کیا گیا تقریر استدلال ترجمہ سے ظاہر ہے اور یہ جو فرمایا کہ خیانت کی چیز کو قیامت میں حاضر کرے گا حدیث میں اس کی شرح آئی ہے چنانچہ صحیحین میں حضرت ابی ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دیکھو قیامت میں کسی کو اس حال میں نہ دیکھوں کہ اس کی گردن پر ایک اونٹ لدا ہو اور بولتا ہو اور مجھ سے آ کر طالب امداد ہو اور میں صاف جواب دے دوں کہ میں اب کچھ نہیں کر سکتا۔ میں حکم پہنچا چکا تھا اور ایسا ہی مضمون گھوڑے اور کپڑے اور روپیہ پیسہ کے بارہ میں فرمایا اور روح المعانی میں ابن ابی حاتم سے منقول ہے کہ کسی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے بطور استبعاد کے کہا کہ اگر کسی نے سو اونٹ چرائے ہوں گے وہ سب کو گردن پر کیسے لادے گا آپ نے جواب دیا کہ جس شخص کی داڑھ احد پہاڑ کے برابر ہو اور زبذہ سے مدینہ تک کے برابر بیٹھنے کی جگہ ہو کیا وہ اتنی چیز کو نہیں اٹھا سکتا اھ۔ آج کل جن صاحبوں کو ایسے شبہات واقع ہوتے ہیں وہ اس جواب سے اپنا اطمینان کر لیں اور قدرتِ الٰہیہ کے نزدیک بدن کے بڑے ہونے کی بھی ضرورت نہیں اور کوئی عقلی دلیل اس کے خلاف پر قائم نہیں۔ اور جاننا چاہئے کہ اگر وہ خیانت کی چیز اجسام میں سے نہ ہو تو اس کا لانا دو طرح ممکن ہے یا تو محض اظہار و اعلان کو لانا کہا جاوے جیسے بولتے ہیں کیا خبر لائے اور یا اس عالم میں معانی بشکل اجسام متمثل ہو جاویں جیسا بہت سی حدیثوں سے پتہ لگتا ہے مثلاً موت بشکل دُنبہ لا کر ذبح کر دی جاوے گی اور عمل نیک حسین آدمی کی شکل میں آوے گا۔ اس توجیہ پر اگر وہ بھی گردن پر لدا ہو بعید نہیں واللہ اعلم۔

ربط : اوپر جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی منقبت امانت کا اور وسوسہ اخذ ردا کے غلط ہونے کا بیان تھا آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باوجود کا نعمت عظمیٰ ہونا اور آپ کی بعثت کا منتِ کبریٰ ہونا بیان فرماتے ہیں تا کہ اس نعمت کی قدر کریں اور آپ کی تعظیم کریں اور بار دیگر کسی ایسے امر کا وسوسہ نہ لاویں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رفیع کے مناسب نہ ہو۔

منت بر مومنین بہ بعثت حضور پرنور ﷺ: لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ (الی قولہ تعالی) لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ حقیقت میں اللہ تعالی نے مسلمانوں پر (بڑا) احسان کیا جب کہ ان میں انؐ ہی کی جنس سے ایک ایسے (عظیم الشان) پیغمبر کو بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو اللہ تعالی کی آیتیں (اور احکام) پڑھ پڑھ سناتے ہیں اور (خیالات و رسوم جہالات سے) ان لوگوں کی صفائی کرتے رہتے ہیں اور ان کو کتاب (الٰہی) اور فہم کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں اور بالیقین یہ لوگ (آپ کی بعثت کے) قبل سے صریح غلطی (یعنی شرک و کفر) میں (مبتلا) تھے۔ **ف:** اس آیت کے اکثر الفاظ اس کے قبل دو آیتوں میں آ چکے ہیں ایک اخیر پارہ الم میں دوسری شروع پارہ سیقول میں وہاں ان کی تفسیر ملاحظہ فرمائی جاوے اور یہ جو فرمایا کہ ان ہی کی جنس سے اس میں مفسرین کے کئی قول ہیں بعض نے کہا ہے کہ ان کے نسب سے یعنی قریشی۔ اس تفسیر پر اس صفت کا فائدہ اخیر پارہ الم میں احقر لکھ چکا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ عرب سے اس تفسیر پر اس صفت کا فائدہ بھی قریب

قریب تفسیر اول کے ہے ملاحظہ فرمانے سے واضح ہوگا۔ بعض نے کہا کہ بنی آدم سے اور یہی زیادہ مناسب ہے کیونکہ لفظ مُؤْمِنِيْنَ اس جگہ عام ہے اور اَنْفُسِهِمْ کی ضمیر اسی طرف عائد ہے۔ پس صفت عام کے ساتھ تفسیر کرنا اوفق ہے۔ اس تفسیر پر اس صفت کا حسب تقریر روح المعانی یہ فائدہ ہوگا کہ آدمی کو آدمی سے بہ نسبت فرشتہ اور جن کے انس زیادہ ہوتا ہے تو فیض علم لینے میں زیادہ سہولت ہوئی اور خلاف جنس ہونے میں وحشت کا احتمال تھا آہ اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ پھر جنات کو آپ سے فیض لینے میں دشواری ہوگی۔ جواب یہ ہے کہ چونکہ انسان جامع ترین خلق ہے اس لئے اس کو جن سے بھی مناسبت ہے پس اس لئے انسان جن کو بسہولت فیض دے سکتا ہے بخلاف جن کے کہ وہ جامع نہیں ہے اس لئے انسان کو بسہولت فیض نہیں دے سکتا اور یہ مناسبت[1] استفادۂ انسان من الجن میں اس لئے کافی نہیں کہ مفیض اقویٰ ہونا چاہئے مستفیض سے۔ دوسرے اگر سہولت سے قطع نظر کی جاوے تب بھی انسانوں کے مصالح کو مصالح جن پر مقدم رکھنے میں کوئی مصلحت وحکمت ہوگی۔ پس اس صورت میں مُؤْمِنِيْنَ کو مُؤْمِنِيْنَ انس ؓ کے ساتھ خاص کہنا ہوگا جیسا اکثر جگہ خطاب بنی آدم کو ہے اور یہ منافی نہیں ہے عموم بعثت کے کیونکہ اس پر دوسرے دلائل قائم ہیں۔ اور اگر مُؤْمِنِيْنَ کو جمیع مکلفین کے لئے عام کہا جاوے تو جو لفظ جنس مِنْ اَنْفُسِهِمْ کے ترجمہ میں ہے اس سے جنس قریب منطقی مراد لے لیا جاوے گا چنانچہ انسان اور جن دونوں حیوان کے تحت میں داخل ہیں بخلاف ملائکہ کے کہ وہ ان کی طرح مکلف ہی نہیں خواہ حیوان میں داخل ہوں یا نامی کی قید سے خارج ہوں کیونکہ ان کا نمو ثابت نہیں۔ اور روح المعانی میں ہے کہ آیت : وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ سے ثابت ہے کہ آپ کی تشریف آوری رحمت عامہ ہے جس سے کفار بھی دنیا میں بہرہ یاب ہیں چنانچہ امم سابقہ کے سے عذاب نہیں آتے۔ جواب یہ ہے کہ چونکہ زیادہ نفع مؤمنین نے حاصل کیا اور وہ نفع اخروی ہے اس لئے اس آیت میں مُؤْمِنِيْنَ کی تخصیص کی گئی جیسا اس آیت میں هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۔ باوجودیکہ هُدًى لِّلنَّاسِ ہونا بھی ثابت ہے فقط۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ مجموع آیت میں ایک تو علم اسرار کا اثبات ہے اور نیز بعض طرق سلوک کی تعلیم ہے جیسا کہ روح میں ہے کہ تلاوت سے مراد آیات توحید ونبوت کی تبلیغ ہے اور تزکیہ سے مراد کلمہ طیبہ کی طرف بلانا جو توحید ورسالت پر دال ہے (کہ وہ سبب ہے شرک سے پاک ہونے کا) اور تعلیم کتاب سے مراد الفاظ قرآن کی تعلیم ہے اور تعلیم حکمت سے مراد اسرار قرآنیہ پر واقف بنانا ہے پس اول تلاوت ہے کیونکہ وہ تمہید ہے پھر تزکیہ جس کے ساتھ سب سے اول مومن موصوف ہوتا ہے پھر تعلیم جس کی حاجت بعد ایمان کے ہوگی پس اس سے تخلیہ کی (تزکیہ اس کا ایک فرد ہے) تقدیم تحلیہ پر (کہ تعلیم اس کا ایک فرد ہے) مفہوم ہوئی۔ اب یہ بات رہ گئی کہ آیت بقرہ میں تزکیہ پر تعلیم کو کیوں مقدم فرمادیا سو شاید اس میں تنبیہ ہو تحلیہ کے شرف پر اہ اور احقر کہتا ہے کہ ممکن ہے کہ اس میں اشارہ اس طرف ہو کہ گاہے کسی مقتضی کے سبب تحلیہ کو تخلیہ پر مقدم کر دیا جاتا ہے اور قوم میں دونوں طریقے معمول بہ ہیں۔

الحواشی: (۱) یہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہ ہے کہ جو مناسبت بین الانس والجن افادہ انس للجن کے لئے کافی ہے وہی مناسبت استفادہ انس من الجن کے لئے بھی کافی ہو سکتی ہے پس جن اگر انسان کی طرف نبی بنا کر مبعوث کیا جاوے تو کیا حرج ہے تقریر جواب ظاہر ہے ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قولہ** یہ جملہ معترضہ ہے جس میں ایک فائدہ زائدہ کی طرف اشارہ ہے اور حاصل فائدہ یہ ہے کہ قاموس میں معنی غلول میں دو قول ہیں ایک مطلق خیانت دوسرے خیانت فی مال الغنیمت۔ پہلی صورت میں اس مقام پر غلول مطلق خیانت حقیقۃً ہو اور دوسری میں مجازاً پس چاہے غلول کے معنی مطلق خیانت ہوں اور چاہے خیانت خاصہ دونوں تقدیروں پر اس جگہ غلول بمعنی مطلق خیانت صحیح ہوگا ۱۲ منہ۔ ۲؎ **قوله فی ترجمة كل نفس** ان خائنوں میں **قيدت به لقرينة المقام واكثر المفسرين عمموها فيكون المعنى اذا كان كل كاسب مجز يا بعمله وان كان جرمه فى غاية القلة فالغال مع عظم جرمه بذلك اولى ۱۲۔** ۳؎ **قوله فى ترجمة افمن سو (الى قوله)** کیا **قدم ترجمة الفاء على ترجمة الهمزة لما فى حاشية البيضاوى هذه الفاء مقدمة فى الحقيقة على همزة الاستفهام وقد مرتوضيحه فى قوله تعالٰى افان مات او قتل اه قلت افادة الفاء كون الغال مفتضحا يوم القيٰمة سببًا لعدم التماثل بينه وبين النبى الذى يكون فى غاية الرفعة وقد فصل هذا المعنى فى هذه الآية ۱۲۔** ۴؎ **قوله فى ترجمة هم درجٰت** درجات میں الخ **اشار الى حذف ذو مضافًا والى وصف الدرجات بالتفاوت لاقتضاء المقام وهذا المعنى ما فى روح المعانى هم ذو ودرجات اى منازل او احوال متفاوتة اه ۱۲۔** ۵؎ **قوله فى ترجمة لقد** حقیقت میں **هو حاصل الرجمة المشهورة مرعيا فيها المحاورة والبلاغة ۱۲۔** ۶؎ **قوله فى قوله من الله** بڑا **هذا القيد يدل عليه مقصود المقام ۱۲۔** ۷؎ **قوله فى ترجمة من انفسهم** ان ہی کی جنس سے **بعد قوله** ان میں **فى هذا الترتيب اشارة الى كون من معمولا لبعث ويمكن ان يكون صفة لرسولا بعد تعلقها بالمقدر ۱۲۔** ۸؎ **قوله فى ترجمة رسولًا** عظیم الشان **حملا للتنوين على التعظيم ۱۲۔** ۹؎ **قوله فى ف** مؤمنین انس کے ساتھ خاص کہنا ہوگا **فيكون اللام للعهد او يحصيص بالقرينة ۱۲۔**

الکلام: اعلم ان هذه الآيات من قوله تعالٰی وما كان الخ وامثالها مماوردت في وعيد العصاة معناها على الاستحقاق لا على الوقوع لا محالة فانه متوقف على المشية فلا حجة للمعتزلة فيها فافهم ۱۲۔

اللغات: في روح المعانی اصل المن القطع وسميت النعمة منه لانه يقطع بها عن البلية وكذا الاعتداد بالصنيعة منا لانه قطع لها عن وجوب الشكر عليها اه قلت المراد انه قطع لها اذا كان من المخلوق لا من الخالق والسر فيه ان المخلوق لا يملك ايصال النفع حقيقة ولهذا نهى عن المن واما الخالق فيملكه حقيقة ولهذا كان المن حقا له واذا ثبت هذا فالآية تحتمل كلا المعنيين فتبصر وتشكر ۱۲۔

النحو: ومن يغلل في روح المعاني جواز ان يكون حالًا ويكون التقدير في حال علم الغال بعقوبة الغلول قلت واشرت الى ذلك في الترجمة نعم لم احمله على العلم بل على عدم التماثل بينهما بقرينة ما بعده من قوله افمن اتبع الخ ۱۲۔ في روح المعاني اذ ظرف لمن وهو وان كان بمعنى الوقت لكن وقع في معرض التعليل كما نص عليه معظم المحققين قوله وان كانوا في البيضاوی وان هی المخففة واللام هی الفارقة اه ای الفارقة بين المخففة وبين النافية والشرطية ۱۲۔

البلاغة والعربية: قوله فلا غالب لكم في روح المعاني المفهوم من ظاهر النظم وان كان نفي مغلوبيتهم من غير تعرض لنفي المساوات ايضا لكن المفهوم منه فهمًا قطعيًا هو نفي المساوات واثبات الغالبية للمخاطبين فاذا قلت لا اكرم من فلان فالمفهوم منه حتمًا انه اكرم من كل كريم وهذا امر مطرد في جميع اللغات اه قلت قوله فهما قطعيًا لان من نصره الله تعالٰى كيف يساويه احد ممن لم ينصره الله تعالٰى قوله من بعده في روح المعاني اى من بعد خذلانه قلت واشرت اليه في الترجمة ۱۲۔

أَوَلَمَّآ أَصَٰبَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُم مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّىٰ هَٰذَا ۖ قُلْ هُوَ مِنْ عِندِ أَنفُسِكُمْ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٦٥﴾ وَمَآ أَصَٰبَكُمْ يَوْمَ ٱلْتَقَى ٱلْجَمْعَانِ فَبِإِذْنِ ٱللَّهِ وَلِيَعْلَمَ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴿١٦٦﴾ وَلِيَعْلَمَ ٱلَّذِينَ نَافَقُوا ۚ وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَٰتِلُوا فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ أَوِ ٱدْفَعُوا ۖ قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّٱتَّبَعْنَٰكُمْ ۗ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَٰنِ ۚ يَقُولُونَ بِأَفْوَٰهِهِم مَّا لَيْسَ فِى قُلُوبِهِمْ ۗ وَٱللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ﴿١٦٧﴾ ٱلَّذِينَ قَالُوا لِإِخْوَٰنِهِمْ وَقَعَدُوا لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا ۗ قُلْ فَٱدْرَءُوا عَنْ أَنفُسِكُمُ ٱلْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿١٦٨﴾

اور جب تمہاری ایسی ہار ہوئی جس سے دو حصے تم جیت چکے تھے۔ تو کیا ایسے وقت میں تم یوں کہتے ہو کہ یہ کدھر سے ہوئی آپ فرما دیجئے کہ یہ ہار خاص تمہاری طرف سے ہوئی۔ بیشک اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے اور جو مصیبت تم پر پڑی جس روز کہ وہ دونوں گروہ باہم مقابل ہوئے سو اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہوئی اور تا کہ اللہ تعالیٰ مؤمنین کو بھی دیکھ لیں اور ان لوگوں کو بھی دیکھ لیں جنہوں نے نفاق کا برتاؤ کیا اور ان سے یوں کہا کہ آؤ اللہ کی راہ میں لڑنا یا دشمنوں کا دفعیہ بن جانا۔ وہ بولے اگر ہم کوئی ڈھنگ کی لڑائی دیکھتے تو ضرور تمہارے ساتھ ہو لیتے۔ یہ منافقین اس روز کفر سے نزدیک تر ہو گئے بہ نسبت اس حالت سے کہ وہ ایمان کے نزدیک تھے۔ یہ لوگ اپنے منہ سے ایسی باتیں کرتے ہیں۔ جو ان کے دل میں نہیں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں جو کچھ یہ اپنے دل میں رکھتے ہیں۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ اپنے بھائیوں کی نسبت بیٹھے ہوئے باتیں بناتے ہیں کہ اگر ہمارا کہنا مانتے تو قتل نہ کئے جاتے۔ آپ فرما دیجئے کہ اچھا تو اپنے اوپر سے موت کو ہٹاؤ اگر تم سچے ہو۞

تفسیر ربط: اوپر کئی مواقع پر ہزیمت مؤمنین کی علت اور حکمت مذکور ہو چکی ہے مثلاً اس آیت میں اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ الخ اور اس آیت میں وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ الخ اور ان آیتوں میں وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ (الی قولہ تعالی) اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ۔ چونکہ مؤمنین کو ہزیمت کی سخت کلفت تھی اس لئے اگلی آیت میں اور عنوان سے اسی مضمون کی پھر تاکید و تقریر فرماتے ہیں اور اس کے ضمن میں منافقین کی تشنیع بھی اور گو پہلے بھی ان کی تشنیع ہو چکی ہے لیکن یہاں دوسرے طور پر ہے۔

تقریر علت و حکمت ہزیمت احد و تشنیع منافقین: اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ (الی قولہ تعالی) وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ...... قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ اور جب (احد میں) تمہاری ایسی ہار ہوئی جس سے دو حصے تم (بدر میں) جیت چکے تھے (کیونکہ احد

میں ستر مسلمان شہید ہوئے اور بدر میں ستر کافروں کو قید اور ستر کو قتل کیا تھا (تو کیا ایسے وقت میں تم (تعجباً کہ اعتراضاً) یوں کہتے ہو کہ (باوجود ہمارے مسلمان ہونے کے) یہ (ہار) کدھر سے ہوئی (یعنی کیوں ہوئی) آپ فرما دیجئے کہ یہ ہار خاص تمہاری طرف سے ہوئی (نہ حضور ﷺ کی رائے کے خلاف کرتے اور نہ ہارتے کیونکہ اس قید کے ساتھ وعدۂ نصرت ہو چکا تھا) بیشک اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے (جب تم نے اطاعت کی اپنی قدرت سے تم کو غالب کر دیا اور جب خلاف کیا اپنی قدرت سے تم کو مغلوب کر دیا) اور جو مصیبت تم پر پڑی جس روز کہ دونوں گروہ (مسلمان اور کفار کے) باہم (مقاتلہ کے لئے) مقابل ہوئے (یعنی احد کے دن) سو (وہ مصیبت) خدا تعالیٰ کی مشیت سے ہوئی (چونکہ اس میں چند در چند حکمتیں تھیں جن کا بیان اوپر آ چکا ہے) اور (ان میں سے ایک حکمت یہ تھی) تا کہ اللہ تعالیٰ مؤمنین کو بھی دیکھ لیں (کیونکہ مصیبت کے وقت اخلاص وغیر اخلاص ظاہر ہو جاتا ہے جیسا گزر بھی چکا ہے) اور ان لوگوں کو بھی دیکھ لیں جنہوں نے نفاق کا برتاؤ کیا اور ان سے (شروع کام کے وقت جب کہ تین سو آدمیوں نے ان میں مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ دیا جیسا پہلے آ چکا ہے) یوں کہا گیا کہ (میدان جنگ میں) آؤ (پھر ہمت ہو تو) اللہ کی راہ میں لڑنا یا (ہمت نہ ہو تو گنتی ہی پوری کر کے) دشمن کا دفعیہ بن جانا (کیونکہ بہت سی بھیڑ دیکھ کر کچھ تو ان پر رعب ہوگا اور اس سے شاید ہٹ جاویں) وہ بولے کہ اگر ہم کوئی ڈھنگ کی لڑائی دیکھتے تو ضرور تمہارے ساتھ ہو لیتے (لیکن یہ کوئی لڑائی ہے کہ وہ لوگ تم سے تین چار حصے زیادہ پھر ان کے پاس سامان بھی زیادہ ایسی حالت میں لڑنا ہلاکت میں پڑنا ہے لڑائی اس کو نہیں کہتے حق تعالیٰ اس پر ارشاد فرماتے ہیں کہ) یہ منافقین اس روز (جب کہ ایسا خشک جواب دیا تھا) کفر سے (ظاہراً بھی) نزدیک تر ہو گئے بہ نسبت اس حالت کے کہ وہ (پہلے سے ظاہراً) ایمان سے (کسی قدر) نزدیک تھے (کیونکہ پہلے سے گو وہ دل سے تو مؤمن نہ تھے مگر مسلمانوں کے سامنے موافقت کی باتیں بناتے رہتے تھے اس روز ایسی طوطا چشمی غالب ہوئی کہ کھلم کھلا مخالفت کی باتیں منہ سے نکلنے لگیں اس لئے وہ پہلا قرب الی الایمان بھی مبدل بہ قرب الی الکفر ہو گیا اور یہ قرب اس قرب سے زیادہ اس لئے ہے کہ موافقت کی باتیں دل سے نہ تھیں اس لئے زوردار نہ تھیں اور یہ دل سے تھیں اس لئے عبارت بھی زوردار تھی) یہ لوگ اپنے منہ سے ایسی باتیں کرتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں (یعنی دل میں تو یہ ہے کہ ان مسلمانوں کا کبھی ساتھ نہ دیں گو لڑائی ڈھنگ ہی کی کیوں نہ ہو) اور اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں جو کچھ یہ اپنے دل میں رکھتے ہیں (اس لئے ان کے اس قول کا غلط ہونا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے) یہ ایسے لوگ ہیں کہ (خود تو جہاد میں شریک نہ ہوئے اور) اپنے (ہم نسب) بھائیوں کی نسبت (جو کہ مقتول ہو گئے گھروں میں) بیٹھے ہوئے باتیں بناتے ہیں کہ اگر ہمارا کہنا مانتے (یعنی ہمارے منع کئے پر نہ جاتے) تو (بے فائدہ) قتل نہ کئے جاتے۔ آپ فرما دیجئے کہ اچھا تو اپنے اوپر سے موت کو ہٹاؤ اگر تم (اس خیال میں) سچے ہو (کہ میدان میں جانے سے ہی ہلاکت ہوتی ہے کیونکہ قتل سے بچنا تو موت ہی سے بچنے کے لئے مقصود ہے جب وقت مقدر پر موت گھر بیٹھے بھی آ جاتی ہے تو قتل بھی مقدر وقت پر نہیں ٹل سکتا)۔ **ف**: اس واقعۂ ہزیمت میں جو صحابہؓ کی عتاب کے بعد جابجا تسلی کی گئی اس سے نافرمانی کرنے والے دھوکہ نہ کھاویں کہ ہم سے جو گناہ ہوتے ہیں اس میں بھی مشیت و حکمت الٰہیہ ہوتی ہے پھر غم کی کوئی بات نہیں بات یہ ہے کہ اول تو صحابہ سے خطاءً ایسا ہوا تو قصد مخالفت نہ تھا دوسرے ان پر ندامت اور غم کا بے انتہا غلبہ تھا جو اعلیٰ درجہ ہے توبہ کا اس لئے ان کی تسلی کی گئی اور جو قصداً گناہ کرے پھر اس پر کرے جرأت وہ مستحق تسلی نہیں بلکہ مستحق تخویف و وعید ہے خوب سمجھ لو اور هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ کے ترجمہ میں جو کہا گیا کہ اس قید کے ساتھ وعدۂ نصرت ہو چکا تھا مراد قید سے استقلال علی الطاعۃ ہے جیسا ابن جریر نے سدی سے نقل کیا ہے وَقَدْ وعدهم الفتح ان صبروا الخ کذا فی روح المعانی تحت ہذہ الآیۃ اور میں نے اس کی تصریح اس لئے کی تا کہ یہ شبہ نہ رہے کہ جب وعدۂ فتح تھا پھر کیوں شکست ہوئی اور یہ شبہ بھی مندفع رہے کہ بعض جگہ باوجود استقلال و اطاعت احکام کے مسلمان مغلوب ہو جاتے ہیں۔ یہ شبہ اس لئے دفع ہو گیا کہ موعود لہم خاص حضرات تھے اس وعدۂ خاص کا مطرد اور کلیہ ہونا لازم نہیں آتا۔ اور اس مقام پر مسلمانوں کے اس قول کے اَنّٰى هٰذَا کی جواب دیئے اور چند وجوہ سے تسلی فرمائی۔ اول اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا کی قید بڑھائی اس میں اشارہ ہے کہ جس شخص کی دونی جیت ہو چکی ہو اگر ایک بار آدھی ہار ہو جاوے تو تعجب نہ چاہئے۔ ہار جیت تو لوازم انقلاب ایام سے ہے یہ مضمون قریب قریب اس کے ہے تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ دوسرا جواب مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ میں ہے جو حاصل ہے حَتّٰى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ اور اِسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ کا تیسرا جواب فَبِاِذْنِ اللّٰهِ میں ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس میں حکمت تھی اس لئے مشیت متعلق ہوئی جس میں ایک حکمت کا بیان بھی مابعد میں فرمادیا: وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا جو حاصل تھا ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ کا اور بعض حکمتوں کو مجمل چھوڑ دیا جن میں سے بعض اوپر مذکور ہو چکی تھیں مثلاً وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ۔ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ اور جاننا چاہئے کہ اس آیت میں جو وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا آیا ہے اس کے معنی کی تحقیق شروع پارہ سیقول میں بذیل اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ الخ اور اس پارہ کے رکوع پنجم میں بذیل آیت: وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ۔ گزر چکی ہے ضرور ملاحظہ فرمالیا جاوے اور اخوانہم کے ترجمہ جو صرف ہم نسبت کہا گیا بخلاف سابق کے کہ وہاں تعمیم کی گئی وجہ اس کی یہ ہے کہ وہاں لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً قرینہ مجوزہ تھا ہم

مشرب بھائیوں کے مراد لینے کے لئے جیسا کہ وہاں اس کی تقریر گزر چکی۔ بخلاف یہاں کے کہ آیت مابعد جس میں شہداء کی فضیلت مذکور ہے قرینہ مانعہ ہے اس احتمال مذکور سے تو اس صورت میں منافقین کا یہ کہنا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا تاسفانہ ہوگا بلکہ مقتولین کی تسفیہ وتحمیق وتخسیر کی غرض سے ہوگا۔ اس لئے اگلی آیت میں ان کے اعلیٰ درجہ کی کامیابی بیان کر کے جواب دیا جاتا ہے اور جنہوں نے اخوانھم میں تعمیم لی ہے وہ آیت آئندہ کو اس پر محمول کریں گے کہ منافقین کے مقتولین گو شہداء نہ تھے لیکن چونکہ ان کے قول سے یہ بھی لازم آتا تھا کہ شہداء خسارہ میں پڑتے ہیں اس لئے اس آیت میں اس کا ابطال کیا گیا۔ اور نیز تعریض کو بھی مفید ہے کہ ان کے اخوان المشرب فی سبیل اللہ مقتول نہیں اگر ہوتے تو ان کو یہ فضائل نصیب ہوتے واللہ اعلم۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله في وجه الربط** اورعنوان سے الخ اشار بهذا الى عدم لزوم التكرار المحض لان خصوصيات كل من العنوانات مختلفة تظهر بالتامل ۱۲۔ ۲ **قوله في ترجمة اولما** اورجب کیا ایسے الخ قدم ترجمة لو او على ترجمة الهمزة لما في روح المعانى ان الجمهور على ان الهمزة مقدمة من تاخير والو او اصلها التقديم وهو مذهب سيبويه اه قلت فلا حاجة الى تقدير المعطوف عليه او حمل الو او على الاستيناف ۱۲۔ ۳ **قوله في ترجمة عند انفسكم** خاص روعى فيه النفس والضمير ۱۲۔ ۴ **قوله في ترجمة لو نعلم** اگر ہم ہلاکت ماخذه ما فى روح المعانى يحتمل انهم جعلوا نفى علم القتال كناية عن ان ما هم فيه ليس قتالاً بناء على نفى العلم بنفى المعلوم لان القتال يستدعى التكافو من الجانبين مع رجاء مدافعة او مغالبة ومن لم يتحقق ذلك كان القاء الانفس الى التهلكة اه قلت ومن ثم قيدت ترجمة القتال بقولى۔ ڈھنگ کی لقرينة المقام فالتنوين للتنويع ۱۲۔ ۵ **قوله في ترجمة وقعدوا** گھروں میں بیٹھے حملته على الحال ويقدر قد كما جوزه فى روح المعانى وايضا اشرت بقولى فيما قبل جہاد میں شریک نہ ہوئے الى معنى القعود هو التثبط عن الجهاد فافهم ۱۲۔ ۶ **قوله في الفائدة** تسفیہ اه واشرت الى هذا المعنى بقولى فى ترجمة ما قتلوا بے فائدہ آہ ۱۲۔

الروایات: فى لباب النقول اخرج ابن ابى حاتم عن عمر بن الخطاب قال عوقبوا يوم احد بما صنعوا يوم بدر من اخذهم الفداء فقتل منهم سبعون وفر اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم وكسرت رباعيته وهشمت البيضة على رأسه وسال الدم على وجهه فانزل الله اولما اصابتكم مصيبته الآية اه قلت والذى اخترته لا ينافى هذا لانه لا تعارض فى الاسباب المتعددة لمسبب واحد فافهم ۱۲۔

النحو: وليعلم المؤمنين فى حاشية البيضاوى عطف على معنى فباذن الله عطف سبب على سبب اه قلت لكن المعطوف عليه سبب علة والمعطوف سبب حكمة ويحتمل ان يكون المعطوف عليه مقدر او يجعل حكمة للاذن فتقدير الكلام فباذن الله ليكون كذا من التمحيص واتخاز الشهداء مثلاً وليعلم المؤمنين الخ واشرت الى هذا الوجه فى الفائدة بقولى مجمل چھوڑ دیا فافهم ۱۲۔ قوله وقيل عطف على نافقوا قوله قالوا لو نعلم فى روح المعانى استيناف بيانى كانه قيل فما صنعوا حين قيل لهم ذلك فقيل قالوا الخ قوله الذين قالوا لاخوانهم فى روح المعانى او خبر لمبتدأ محذوف اى هم الذين او نعت للذين نافقوا او بدل منه اه قلت واحمل ترجمتى على اى وجه شئت وان كان ظاهره الوجه الاول لكنه يكون اخذا بالحاصل على الوجهين لا عين الترجمة ولا بأس به ۱۲۔

البلاغۃ: قوله فباذن الله سمى الارادة اذنا لانها من لوازمه من البيضاوى ۱۲۔ وليعلم الذين نافقوا فى روح المعانى واعادة الفعل لتشريف المؤمنين وتنزيههم عن الانتظام فى قرن المنافقين قوله لا تبعنكم لم يعبروا به (اى بالقتال او الدفع) لان السنتهم لكمال تثبط قلوبهم عنه لا تساعدهم على الافصاح به من روح المعانى۔ قلت ولو تاملت فى ترجمتى لذقت فيه هذا۔ قوله قاتلوا فى سبيل الله المقصود فيه عندى الجزء الاول اى قاتلوا واما قيد فى سبيل الله فواقعى باعتبار البعض او المجموع كناية عن الجهاد مطلقاً باعتبار ان اصله يكون لوجه الله تعالى لان المنافقين يستبعد منهم ارادتهم وجه الله ۱۲۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۲﴾ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا

لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا ۖ وَّقَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ﴿١٧٣﴾ فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ ﴿١٧٤﴾ إِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَهُ ۠ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿١٧٥﴾

اور (اے مخاطب) جولوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ مت خیال کرو بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں ان کو رزق بھی ملتا ہے۔ وہ خوش ہیں اس چیز سے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے اور جو لوگ ان کے پاس نہیں پہنچے ان سے پیچھے رہ گئے ہیں انکی بھی اس حالت پر وہ خوش ہوتے ہیں کہ ان پر بھی کسی طرح کا خوف واقع ہونے والا نہیں اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔ وہ خوش ہوتے ہیں بوجہ نعمت وفضل خداوندی کے اور بوجہ اس کے کہ اللہ تعالیٰ اہل کا اجر ضائع نہیں کرتے۔ جن لوگوں نے اللہ اور رسول کے کہنے کو قبول کرلیا بعد اس کے کہ ان کو زخم لگا تھا ان لوگوں میں جو نیک اور متقی ہیں ان کے لئے ثواب عظیم ہیں یہ ایسے لوگ ہیں کہ لوگوں نے ان سے کہا کہ ان لوگوں نے تمہارے لئے سامان جمع کیا ہے سو تم کو ان سے اندیشہ کرنا چاہئے تو اس نے ان کے ایمان کو اور زیادہ کردیا اور کہہ دیا کہ ہم کو حق تعالیٰ کافی ہے اور وہی سب کام سپرد کرنے کیلئے اچھا ہے۔ پس یہ لوگ خدا کی نعمت اور فضل سے بھرے ہوئے واپس آئے کہ انکو کوئی ناگواری ذرا پیش نہ آئی اور وہ لوگ رضائے حق کے تابع رہے اور اللہ بڑا فضل والا ہے۔ اس سے زیادہ کوئی بات نہیں کہ یہ شیطان ہے کہ وہ اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے سو تم ان سے مت ڈرنا اور مجھ ہی سے ڈرنا اگر تم ایمان والے ہو۔

تفسیر: ربط: اوپر کی آیتوں میں منافقین کے اس قول سے لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا دو امر مفہوم ہوئے تھے ایک یہ کہ گھروں میں بیٹھا رہنا ہلاکت سے نجات کا سبب ہے اس کا جواب تو قُلْ فَادْرَءُوا عَنْ أَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ میں ارشاد فرمایا گیا دوسرا امر یہ کہ وہ ان شہداء کی موت کو موجب ناکامی وحرمان عن الحیوٰۃ واللذات بتلاتے تھے اس کے جواب کے لئے اگلی آیت میں ان حضرات کی اعلیٰ درجہ کی کامیابی اور حیوٰۃ حقیقیہ وتمتعات باقیہ کا اثبات فرماتے ہیں۔

اثبات حیات وتلذذ شہداء: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا (الی قولہ تعالیٰ) أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (الی قولہ تعالیٰ) يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وَّأَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ اور (اے مخاطب) جولوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں (یعنی دین کے واسطے) قتل کئے گئے ان کو (اور مردوں کی طرح) مردہ مت خیال کرو بلکہ وہ لوگ (ایک ممتاز حیات کے ساتھ) زندہ ہیں (اور) اپنے پروردگار کے مقرب (یعنی مقبول ہیں) ان کو رزق بھی ملتا ہے (اور) وہ خوش ہیں اس چیز سے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل (وکرم) سے عطا فرمائی (مثلاً درجات قرب وغیرہ یعنی رزق حسی بھی ملتا ہے اور رزق معنوی یعنی مسرت بھی) اور (جس طرح وہ اپنے حال پر خوش ہیں اسی طرح) جولوگ (ابھی دنیا میں زندہ ہیں اور اس کی وجہ سے) ان کے پاس نہیں پہنچے (بلکہ) ان سے پیچھے (دنیا میں) رہ گئے ہیں ان کی بھی اس حالت پر وہ (شہداء) خوش ہوتے ہیں کہ (اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو ہماری طرح) ان پر بھی کسی طرح کا خوف (ناک سانحہ) واقع ہونے والا نہیں اور نہ وہ (کسی طرح) مغموم ہوں گے (غرض ان کو دو خوشیاں ہیں اپنی بھی اور اپنے تعلق والوں کی بھی آگے ان دونوں خوشیوں کا سبب بتلاتے ہیں) وہ (اپنی حالت پر تو) خوش ہوتے ہیں بوجہ نعمت وفضل خداوندی کے (جو ان کے ساتھ مبذول ہے) اور (دوسروں کی حالت پر خوش ہوتے ہیں) بوجہ اس کے کہ (وہاں جا کر آنکھوں سے دیکھ لیا کہ) اللہ تعالیٰ اہل ایمان (کے اعمال) کا اجر ضائع نہیں فرماتے (بلکہ جس درجہ کا عمل ہوتا ہے اس درجہ کا اجر دیتے ہیں پس شہادت کہ افضل الاعمال ہے اس پر افضل اجور ملے گا جس کے لوازم میں سے ہے کہ اصلاً خوف وحزن نہ ہو) **ف:** حیات شہداء کی تحقیق شروع سیقول رکوع سوم میں گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ کرلیا جاوے۔ اور رزق ملنے کی کیفیت احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ ان کی ارواح قنادیل عرش میں رہتی ہیں اور جنت کی انہار سے پانی پیتی ہیں اور اس کے اثمار سے کھاتی ہیں رواہ احمد وابوداؤد والحاکم عن ابن عباس مرفوعاً کذا فی لباب النقول میں کہتا ہوں کہ یہ حصہ انہار وثمار کا کسی ایسے مقام سے مل جاتا ہوگا جو جنت کے متعلق ہوگا پس یہ اشکال لازم نہیں آتا کہ جنت میں جا کر پھر حشر کے وقت کیسے نکالے جاویں گے۔

ربط: اوپر غزوۂ احد کا قصہ مذکور ہو چکا آگے اسی کے متعلق ایک دوسرے غزوہ کا ذکر ہے جو غزوۂ حمراء الاسد کے نام سے مشہور ہے جس کے ابتدائی جزو کی طرف اس پارہ کے نصف کے ذرا قبل آیت: سَنُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ الخ میں اشارہ تھا کہ وہ یہ کہ جب کفار میدان سے مکہ کو واپس ہوئے تو راستہ میں جا کر اس پر افسوس کیا کہ ہم باوجود غالب آ جانے کے ناحق لوٹ آئے سو اب چل کر سب کا استیصال کردیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور پھر وہ مکہ ہی کی طرف ہو لئے لیکن بعض راہ گیروں سے کہہ گئے کہ کسی تدبیر سے مسلمانوں کے دل میں ہمارا رعب جما دیا جائے آپ کو وحی سے یہ امر معلوم ہو گیا اور آپ ان کے تعاقب میں مقام حمراء الاسد تک پہنچے اخرجہ ابن جریر عن السدی کذا فی روح المعانی بقیہ قصہ اس کا یہ ہے کہ حمراء الاسد مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے وہاں آپ نے تین روز ۱۷، ۱۸، ۱۹ شوال یوم دوشنبہ، سہ شنبہ وچہار شنبہ قیام فرمایا اور کفار مکہ کو راستہ میں اول معبد خزاعی مسلمانوں کے قیام

گاہ کی طرف سے جاتے ہوئے مقام روحاء میں ملے۔ اس وقت تک معبد اسلام نہ لائے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ کے خیر خواہ تھے کفار مکہ نے ان سے مسلمانوں کی خبر پوچھی انہوں نے مسلمانوں کی خداداد شان وشوکت کو پورے الفاظ میں ادا کیا اس سے کفار مکہ کے حوصلے بالکل پست ہوگئے اور بدستور مکہ ہی جانے کے عزم پر قائم رہے پھر اتفاق سے ان کو ایک قافلہ قبیلہ عبدالقیس کا مل گیا جو مدینہ کو آ تا تھا ان لوگوں سے کفارِ مکہ نے کہا کہ تم اتنا کام کرنا کہ محمد ﷺ سے مل کر ان لوگوں کے دلوں میں ہمارا خوف بٹھلا دینا اور کہہ دینا کہ انہوں نے یعنی ہم نے مسلمانوں کے استیصال کے لئے بڑا سامان جمع کیا ہے اور عنقریب آ کر ان کا کام تمام کردیں گے چنانچہ جس وقت ان لوگوں نے یہ خبر مسلمانوں کو پہنچائی سب نے بالاتفاق نہایت استقلال کے ساتھ کہا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ یعنی ان کے سامان وجمعیت سے کچھ اندیشہ نہیں ہمارے لئے اللہ تعالیٰ بس ہے پھر خیریت سے مدینہ آ گئے اور وہ فی روح المعانی عن ابن اسحٰق اور اتفاق سے اس مقام پر ایک قافلہ تجار کا گزرا رسول اللہ ﷺ نے اُن سے مال تجارت خرید فرمالیا اللہ تعالیٰ نے اس میں نفع دیا حضور ﷺ نے وہ نفع ہمراہی مسلمانوں کو تقسیم فرمادیا رواہ البیہقی عن ابن عباس کذا فی روح المعانی آیات آئندہ میں اس قصہ کی طرف اشارہ ہے چنانچہ: اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ میں ان ہمراہیوں کے تازہ زخمی ہونے کی طرف اور قَالَ لَهُمُ النَّاسُ میں عبدالقیس کی تخویف کی طرف اور اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ میں کفارِ مکہ کے مضمون مجوز کی طرف اور فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا الخ میں مسلمانوں کے استقلال کی طرف اور فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ الخ میں ثواب ونفع تجارت کی طرف اشارہ ہے۔ اور بعض مفسرین نے ان آیات کے متعلق دوسرا قصہ ذکر کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ احد سے لوٹتے وقت کفار مکہ کہہ گئے تھے کہ سال آئندہ پھر بدر میں لڑائی ہوگی جہاں سال گزشتہ بھی ہوچکی تھی لیکن پھر ان کی ہمت نہ پڑی ایک اور اعرابی کو کچھ روپیہ دینا کیا کہ تو مسلمانوں کو ڈرادے تاکہ وہ ڈر کر نہ آویں تو الزام ان کے سر رہے لیکن مسلمان نہ ڈرے اور وقت پر پہنچ گئے اور کفار نہ آئے۔ وہاں بازار لگا کرتا تھا مسلمانوں نے خوب خرید وفروخت کیا جس میں نفع بھی ملا پھر صحیح سلامت اپنے گھر آ پہنچے اس غزوہ کا نام بدر صغریٰ مشہور ہے اور بعض نے اس بدر صغریٰ کے قصہ کو غزوۂ احد کے ایک ماہ بعد واقع کہا ہے باقی قصہ بحالہا کہا ہے اھ لیکن احقر نے پہلے قصہ کو اس لئے اختیار کیا کہ روح المعانی میں کہا ہے والیٰ ہذا ذہب اکثر المفسرین۔ دوسرے مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ سے متبادر زخموں کی تکلیف کا اس وقت تک باقی رہنا ہے گو دوسری تفسیر پر یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ باوجودیکہ سال گذشتہ تکلیف اُٹھائی تھی جس سے احتمال تھا خوفزدہ ہوجانے کا الخ واللہ اعلم اور اس تفسیر کے اختیار کرنے والے غزوہ بدر صغریٰ کا انکار نہیں کرتے لیکن اس کو مدلول آیات قرآنیہ نہ کہیں گے۔

قصہ غزوہ حمراء الاسد: اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ (الی قولہ تعالی) فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ جن لوگوں نے اللہ ورسول کے کہنے کو (جبکہ تعاقب کفار کے لئے بلائے گئے) قبول کرلیا بعد اس کے کہ ان کو (ابھی تازہ) زخم (لڑائی میں) لگا تھا ان لوگوں میں جو نیک اور متقی ہیں (اور واقع میں سب ہی ایسے ہیں) ان کے لئے (آخرت میں) ثواب عظیم ہے یہ ایسے (مخلص) لوگ ہیں کہ (بعض[۵]) لوگوں نے (یعنی عبدالقیس والوں نے جو) ان سے (آ کر) کہا کہ ان[۱] لوگوں نے (یعنی اہل مکہ نے) تمہارے مقابلہ کے لئے (بڑا) سامان جمع کیا ہے سو تم کو ان سے اندیشہ[۲] کرنا چاہئے تو اس (خبر) نے ان کے (جوش[۳]) ایمان کو اور زیادہ کردیا اور (نہایت استقلال سے یہ) کہہ (کر بات کو ختم کردیا) کہ ہم کو حق تعالیٰ (سب مہمات میں) کافی ہے اور وہی سب[۴] کام سپرد کرنے کے لئے اچھا ہے (یہی سپرد کرنا توکل ہے) پس یہ لوگ خدا کی نعمت اور فضل سے (یعنی ثواب اور نفع تجارت سے) بھرے ہوئے واپس آئے کہ ان کو کوئی ناگواری[۵] ذرا پیش نہیں آئی اور وہ لوگ (اس واقعہ میں) رضائے حق کے تابع رہے (اسی کی بدولت مجموع[۶] نعم سے سرفراز ہوئے) اور اللہ تعالیٰ بڑا فضل والا ہے (مسلمانو[۷]) اس سے زیادہ کوئی (قابل[۸] اندیشہ) بات نہیں کہ یہ (مخبر[۹] فعلاً) شیطان ہے کہ اپنے (ہم مذہب[۱۰]) دوستوں سے (تم کو[۱۱]) ڈرانا (چاہتا) ہے تو سو تم ان سے (کبھی) مت ڈرنا اور (صرف[۱۲]) مجھ سے ڈرنا اگر تم ایمان والے ہو۔ **ف**: شرح مضمون کی تقریر ربط میں مفصل گزر چکی ہے اور یہ جو فرمایا کہ اللہ ورسول کے کہنے کو حالانکہ ظاہراً صرف رسول اللہ ﷺ نے تعاقب کے لئے فرمایا تھا وجہ اس کی یہ ہے کہ آپ کا فرمانا خدا[۱] کے فرمانے سے ہوتا تھا اس لئے اللہ ورسول کی طرف نسبت صحیح ہوئی اور یہ جو فرمایا کہ ان میں جو نیک اور متقی ہیں حالانکہ نصوص واخبار سے ان سب حضرات کا اس صفت کے ساتھ موصوف ہونا یقینی ہے اور خود آیت میں بھی جب سب کے لئے استجابت ثابت کی پھر ان کے محسن اور متقی ہونے میں کیا شبہ رہا پس مقصود اس فرمانے سے تقیید نہیں بلکہ ان کی مدح اور ان کے لئے کئی وصفوں کا ثابت کرنا اور اجر عظیم کی علت بیان کرنا ہے کہ یہ مستجیبین جو مستحق اجر عظیم ہوئے اس کی علت ان کا محسن ومتقی ہونا چاہئے کیونکہ استجابت بھی احسان اور تقویٰ کا اثر ہے خوب سمجھ لو۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا (الی قولہ تعالی) وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۞ حاصل یہ ہے کہ جن لوگوں کو شہداء کے مارے جانے پر حسرت تھی انکو سنایا جاتا ہے کہ تم اس کی تمنا مت کرو کہ وہ دنیا میں رہتے بلکہ خود وہ شہداء تمہاری نسبت یہ خوشی منا رہے ہیں کہ اگر تم شہید ہوجاؤ تو تم بھی انہیں کی طرح نعیم سے فائز ہو فی الروح والیٰ ہذا ذہب ابن جریر وقتادۃ پس یہ اسی کی نظیر ہے جو اہل جہاد اکبر میں اور مجوبین میں واقع ہو رہا ہے کہ ہر ایک دوسرے کے

لئے اپنی حالت پر ہونے کی تمنا کررہا ہے۔ قولہ تعالیٰ: اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ فَلَا تَخَافُوْهُمْ اس میں اس مقولہ کی اصل ہے جو بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ انہوں نے اعوذ باللہ پڑھی پھر شیطان سے خطاب کیا کہ تو میرے استعاذہ سے یہ نہ سمجھنا کہ میں تجھ سے ڈرتا ہوں یا میں تجھ کو اپنے دل میں کچھ باوقعت سمجھتا ہوں میں نے محض امتثالاً لامر اللہ استعاذہ پڑھ لیا ہے ورنہ تو میری آنکھ میں اتنی قدر نہیں رکھتا کہ میں تجھ سے استعاذہ کروں۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله** ای مخاطب اشار بهذا العنوان الی عمومه۱۲۔ ۲ **قوله** مقرب حمله علی القرب الرتبی کما فی روح المعانی۱۲۔ ۳ **قوله** وکرم اشار به الی ان من للسببية وفی مثله تطلق هذه العبارة۱۲۔ ۴ **قوله** ان کی بھی اس حالت پر اشار به الی کون قوله الا خوف بدل اشتمال من الذین لم یلحقوا۱۲۔ ۵ **قوله** اگر وہ بھی شہید تقیید للنص المطلق بقرینة المقام لان المقام مقام فضل الشهادة۱۲۔ ۶ **قوله** اپنے تعلق والوں المراد به الاخوة فی الایمان۱۲۔ ۷ **قوله** فی ختم الترجمة اصلاً خوف وحزن نہ ہو زاد اصلا لیثبت اختصاص الشهداء من بین المؤمنین بعد اشتراکهم جمیعًا فی مطلق انتفاء الحزن والخوف کما وردت فیه آیات عدیدة۱۲۔ ۸ **قوله** فی ترجمة قال لهم الناس بعض لوگوں نے اشارة الی ان اللام للجنس الشامل للقلیل والکثیر فصح ارادة واحد او متعدد من نعیم بن مسعود او غیره علی اختلاف الاقوال۱۲۔ ۹ **قوله** فی ترجمة ان الناس ان لوگوں نے اشارة الی ان اللام للعهد۱۲۔ ۱۰ **قوله** فی ترجمة فاخشوهم اندیشہ کرنا چاہئے اتبع فیه المحاورة فی مثل ذاك المحل۱۲۔ ۱۱ **قوله** فی ترجمة فزادهم ایمانا جوش ایمان اشارة ان المراد بالایمان بعض آثاره لانفس التصدیق لانه لم یوجد اذ ذاك شئ مما یجب تصدیقه کالصلوٰة والصوم۱۲۔ ۱۲ **قوله** فی ترجمة ونعم الوکیل وہی سب کام الخ اخذ الحصر من المقام و ترجمة الوکیل من اللغة لان الوکیل بمعنی الموکول الیه۱۲۔ ۱۳ **قوله** فی ترجمة قوله سوء کوئی ناگواری افاد العموم التنکیر تحت النفی۱۲۔ ۱۴ **قوله** بعد ترجمة رضوان الله مجموع تم سے الخ دفع بقوله مجموع ما عسی ان یتوهم ان بعض غیر المتبعین لا یمسهم سوء وجه الدفع ظاهر فان المجموع لا یترتب الا علی الاتباع واما توهم ان بعض المتبعین یمسهم بعض سوء فاندفاعه اظهر لان هذا الاتباع سبب لا علة تامة فلا یضر التخلف لعارض فافهم۱۲۔ ۱۵ **قوله** فی ترجمة ذلكم مسلمانوں افاد هذا ضمیر الخطاب۱۲۔ ۱۶ **قوله** فی ترجمة انما الخ قابل اندیشہ اشار الی فائدة انما من القصد الی نفی الامر المخوف وانما هو حکایة لا محکی عنه لها۱۲۔ ۱۷ **قوله** فی ترجمة الشیطٰن فعلا اشار الی المجازیة فان الشیطان علم لابلیس وبهذا لا یلزم اسلام بعض منهم اشکالا ان اسلموا لان الشیطنة علتها الفعل فانتفت بانتفائه وکذا تسمیتهم اولیاء الشیطان لانها انتفت ایضا بالاسلام۱۲۔ ۱۸ **قوله** فی ترجمة اولیاء ہم مذہب فلا یتوقف علی اثبات الصداقة الظاهرة بینهم لاسیما اذا ارید بالشیطان ابلیس کما ذهب الله بعض ولا یذهب الوهم ح الی التنافی بینه وبین قوله تعالٰی ان الشیطان للانسان عدو مبین فان العداوة طبعی والولایة اتفاقهم فی الضلال۱۲۔ ۱۹ **قوله** فی ترجمة یخوف تم کو فهو علی نحو قوله تعالٰی لینذر بأسًا شدیدًا من حذف احد المفعولین۱۲۔ ۲۰ **قوله** فی ترجمة خافون صرف افادة لا تخافون۱۲۔ ۲۱ **قوله** فی الفائدة خدا کے فرمانے سے الخ المراد به اعم من الجزئی والکلی فلا ینافی اجتهاده صلی الله علیه وسلم لانه کان باذنه تعالٰی کلیا۱۲۔

الروایات: فی لباب النقول روی احمد وابو داؤد والحاکم عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لما اصیب اخوانکم باحد جعل الله ارواحهم فی اجواف طیر خضر ترد انهار الجنة وتأکل من ثمارها وتاوی الی قنادیل من ذهب فی ظل العرش فلما وجدوا طیب مآکلهم ومشربهم وحسن مقیلهم قالوا یا لیت اخواننا یعلمون ما صنع الله لنا لئلا یزهدوا فی الجهاد ولا ینکلوا عن الحرب فقال الله انا ابلغهم عنکم فانزل الله هذه الآیات ولا تحسبن الذین قتلوا الآیة وما بعدها۱۲۔

الکلام: قوله اجر المؤمنین دل علی ان الایمان شرط قبول الاعمال ولذا لم یقل المقتولین مع ان المرادهم بقرینة المقام بل ذکر ما هو شرط لقبول القتل۱۲۔

النحو: قوله من خلفهم متعلق بیلحقوا ویجوز ان یکون حالًا من فاعل یلحقوا کذا فی الروح۱۲۔ الذین استجابوا مبتدأ والخبر للذین احسنوا وضعًا للمظهر موضع المضمر ای لهم۱۲۔

البلاغة: یرزقون تاکید لحیٰوتهم ای انها حقیقة بحیث یاکلون بها ویشربون۱۲۔ قوله بنعمة وفضل لعله تفنن للتاکید ولك ان یحتمل ایهما شئت علی النعمة الحسیة والآخر علی المعنویة۱۲۔

وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۷﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ؕ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾

اور آپ کے لئے وہ لوگ موجب غم نہ ہونے چاہئیں جو جلدی سے کفر میں جا پڑتے ہیں۔ یقیناً وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو ذرہ برابر بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ آخرت میں ان کو اصلاً بہرہ نہ دے اور ان لوگوں کو سزائے عظیم ہوگی۔ یقیناً جتنے لوگوں نے ایمان کی جگہ کفر کو اختیار کر رکھا ہے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو ذرہ برابر ضرر نہیں پہنچا سکتے اور ان کو دردناک سزا ہوگی او جو لوگ کفر کر رہے ہیں۔ وہ یہ خیال ہرگز نہ کریں کہ ہمارا ان کو مہلت دینا ان کے لئے بہتر ہے۔ ہم ان کو صرف اس لئے مہلت دے رہے ہیں تا کہ جرم میں ان کو اور ترقی ہو جائے اور ان کو توہین آمیز سزا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس حالت پر رکھنا نہیں چاہتا جس پر تم اب ہو جب تک کہ ناپاک کو پاک سے متمیز فرما دے اور اللہ تعالیٰ ایسے امور غیبیہ پر تم کو مطلع نہیں کرتے ولیکن ہاں جس کو خود چاہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں ان کو منتخب فرما لیتے ہیں۔ پس اب اللہ پر اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لے آؤ اور اگر تم ایمان لے آؤ اور پرہیز رکھو پھر تم کو اجر عظیم ملے ۞

تفسیر ربط: اوپر منافقین کی بے وفائی اور بدخواہی کا مذکور ہو چکا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مبارک پر ان کی ان حرکات سے رنج ہوا ہوگا حق تعالیٰ آیت آئندہ میں آپ کو تسلی دیتے ہیں اور اس کے ساتھ ضمناً وتبعاً جمیع کفار کے معاملہ کے متعلق خواہ کوئی ہو آپ کی تسلی فرماتے ہیں تا کہ آپ کے قلب پر اب یا آئندہ ان کی اور دوسروں کی طرف سے کبھی صدمہ غالب نہ ہو۔

تسلیہ قلبِ رسول مقبول ﷺ در معاملہ منافقین وکفار: وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ (الی قولہ تعالی) وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ اور آپ کے لئے وہ لوگ موجب غم نہ ہونے چاہئیں جو جلدی سے کفر (کی باتوں) میں جا پڑتے ہیں (جیسے منافقین کہ ذرا مسلمانوں کا پلہ ہلکا دیکھا فوراً ہی کفر کی باتیں کھلم کھلا کرنے لگتے ہیں جیسا ان کے اقوال واحوال مذکورہ بالا سے معلوم ہوا) یقیناً وہ لوگ اللہ تعالیٰ (کے دین) کو ذرہ برابر بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے (اور آپ کو زیادہ رنج اس سے ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی مخالفت سے دین اسلام کی قوت وترقی میں کچھ ضعف وخلل نہ آ جاوے پس جب یہ یقیناً معلوم ہو گیا کہ دین کو اس سے کچھ ضرر نہیں ہو سکتا پھر آپ کیوں رنج کریں اور اگر وجہ رنج کی یہ ہے کہ گو دین کو ضرر نہیں مگر خود ان کا تو ضرر ہے پھر یہ ایسے کام کیوں کرتے ہیں جس سے ان کی عاقبت برباد ہو تب بھی رنج نہ کیجئے کیونکہ) اللہ تعالیٰ کو (تکویناً) یہ منظور ہے کہ آخرت میں سے ان کو اصلاً بہرہ نہ دے (جب یہ امر مقدر ہو چکا تو پھر ان سے امید موافقت کی بیکار ہے اور رنج امید کے خلاف سے ہوتا ہے جب ان سے امید ہی نہ رکھی جاوے پھر رنج بھی نہ ہوگا) اور (صرف یہی نہیں کہ آخرت میں نعمتوں سے خالی محروم ہی رہیں مگر سزا نہ ہو بلکہ حرمان کے ساتھ) ان لوگوں کو سزائے عظیم (بھی) ہوگی (اور جیسا یہ گروہ خاص دین اسلام کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے اسی طرح) یقیناً جتنے لوگوں نے ایمان (کو چھوڑ کر اس) کی جگہ کفر کو اختیار کر رکھا ہے (خواہ منافق ہوں خواہ کافر مجاہر ہوں خواہ پاس کے ہوں خواہ دور کے ہوں) یہ لوگ (بھی) اللہ تعالیٰ (کے دین) کو ذرہ برابر ضرر نہیں پہنچا سکتے (پس آپ کو کسی کی طرف سے فکر ورنج نہ چاہئے) اور ان (سب) کو (پہلوں کی طرح[1]) دردناک سزا ہوگی۔ ف: اگر کسی کی طبیعت میں اس جگہ مسئلہ تقدیر کے متعلق خلجان پیدا ہو تو شروع سورۂ بقرہ آیت: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (الی قولہ تعالی) عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۔ کی تفسیر ملاحظہ فرمالیں۔

ربط: اوپر کی آیتوں میں اہل کفر کو مستحق عذاب عظیم والیم فرمایا ہے چونکہ وہ لوگ اس کے منکر تھے اور یہ استدلال کیا کرتے کہ جب ہم یہاں آرام وآسائش میں ہیں تو معلوم ہوا کہ ہم سے اللہ تعالیٰ ناخوش نہیں ہیں۔ پس وہاں بھی اگر آخرت کوئی چیز ہے تو آرام میں رہیں گے ورنہ یہاں عذاب سے کیوں چھوڑے جاتے جیسا یہ مضمون ان آیات سے معلوم ہوتا ہے: لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ۔ وَلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۔ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ الخ وَغَيْرَهَا حق تعالیٰ آیت آئندہ میں اس خیال کا ابطال فرماتے ہیں۔

ابطال زعم اہل کفر در باب امہال از عذاب در دنیا: وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا (الی قولہ تعالی) وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ اور جولوگ کفر کر رہے ہیں وہ یہ خیال ہرگز نہ کریں کہ ہماراان کو (عذاب سے) مہلت دینا (کچھ) ان کے لئے بہتر (اور مفیدؔ) ہے (ہرگز نہیں بلکہ) ہم ان کو صرف اس لئے مہلت دے رہے ہیں جس میں (زیادت عمر کی وجہ سے) جرم (کفر) میں ان کو اور ترقی ہو جاوے (تا کہ یکبارگی پوری سزا ملے) اور (دنیا) میں اگر سزا نہ ہوئی تو کیا ہے آخرت میں ضرور) ان کو توہین آمیز سزا ہوگی۔

ف: اس آیت سے کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اسی لئے مہلت دی ہے کہ اور زیادہ جرم کریں تو پھر زیادہ جرم کرنے سے عذاب کیوں ہوگا۔ اصل یہ ہے کہ یہ فرمانا ایسا ہے جیسے کوئی لڑکا مکتب میں بیٹھا کھیلتا رہے اور استاد کے کئی بار سمجھانے سے نہ مانے استاد غصہ میں آ کر خاموش ہو جاوے کہ جب سبق سننے کا وقت آوے گا اس وقت اکٹھا سمجھاؤں گا اور اس پر وہ نادان لڑکا فخراً کہے کہ استاد مجھ کو اس لئے نہیں مارتا کہ مجھ کو بہت چاہتا ہے اور اس وقت اس لڑکے سے کہا جاوے کہ نہ مارنا اس لئے نہیں بلکہ اس لئے ہے تا کہ تو خوب بیٹھا کھیلتا رہے اور وقت پر سبق یاد نہ نکلے اور خوب پیٹا جاوے۔ پس عدم عقوبت فی الحال کا اصل سبب تو ارادہ سزا فی المآل ہے مگر نہ پڑھنا جو کہ سبب السبب ہے کلام میں قائم مقام سبب کے کر دیا گیا اسی طرح اصل سبب امہال کا ارادہ زیادہ عقوبت ہے لیکن اس سبب کے سبب یعنی ازدیادِ اثم کو جو باختیار عبد ہے قائم مقام سبب بغرض افادۂ بلاغت کلام کر دیا گیا اور جاننا چاہئے کہ امہال کے غیر نافع ہونے میں جو تخصیص کفار کی گئی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ مسلمان کو جس قدر عمر زیادہ ملتی ہے اس میں باقتضائے اسلام یہ فائدہ ہے کہ زیادہ طاعت کرے اور زیادہ مستحق درجات ہو البتہ اگر مسلمان اس اقتضا ہی پر کوئی عمل نہ کرے تو اور بات ہے مؤمن کو بحیثیت ایمان فائدہ ہی ہے بخلاف کافر کے کہ اس کو بحیثیت کفر کے ضرر ہے البتہ اگر کفر کے اس اقتضا پر عمل نہ کرے اور توبہ وایمان سے مشرف ہو جاوے تو اور بات ہے۔

ربط: جیسا اہل کفر پر عذاب نہ آنے سے شبہ ہوتا تھا کہ یہ لوگ مردود نہ ہوں گے ورنہ عذاب آ جاتا اور اوپر کی آیت میں اس کو رفع فرمایا اسی طرح مسلمانوں پر بعضی سختیاں آنے سے جیسا احد میں آئیں وسوسہ ہو سکتا تھا کہ یہ مقبول ہوتے تو ان پر سختیاں کیوں آتیں اگلی آیت میں ان شدائد کی حکمتیں اور مصلحتیں بیان کرنے سے اس وسوسہ کو دفع فرماتے ہیں

حکمت شدائد بر مومنین در بعض احیان: مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ (الی قولہ تعالی) فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس حالت (اختلاط وعدم امتیاز منافقین ومخلصین) پر رکھنا نہیں چاہتے جس پر تم (سب) اب (موجود) ہو (بلکہ واقعات وشدائد کا نازل ہونا اس وقت تک ضرور ہے) جب تک کہ ناپاک (یعنی منافق) کو پاک (یعنی مومن مخلص) سے متمیز نہ فرماوے (اور یہ تمیز شدائد سے خوب ظاہر ہو جاتا ہے جیسا کئی بار اس کی تقریر گزر چکی ہے) اور (اگر تم کو یہ وسوسہ ہو کہ بلا نزول شدائد بھی نزول وحی الی الرسول سے یہ تمیز سہل ہے کہ بتلا دیا جاتا فلاں فلاں منافق ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ (بمقتضائے حکمت) ایسے امور غیبیہ پر تم کو (بلا واسطہ وقوع حوادث وغیرہ) مطلع نہیں (کرنا چاہتے) ولیکن ہاں جس کو (اس طرح مطلع کرنا خود چاہیں اور (ایسے حضرات) وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں ان کو (اس طرح مطلع کرنے کے لئے اپنے بندوں میں سے) منتخب فرما لیتے ہیں (اور تم پیغمبر ہو نہیں سو تم کو ہم اس طرح ایسے امور کی کیوں اطلاع دے دیں۔ البتہ واقعات ایسے نازل فرماتے ہیں جس کے واسطہ سے بطور استدلال کے یہ تمیز ظاہر ہو جاوے اور جب کفار پر دنیا میں عذاب نازل نہ ہونے کی اور مومنین پر بعض شدائد نازل ہونے کی حکمت معلوم ہوگئی اور ثابت ہو گیا کہ یہ امور دلیل رد وقبول کے نہیں ہیں) پس اب (ایمان کے پسندیدہ اور کفر کے ناپسندیدہ ہونے میں اے اہل باطل کوئی شبہ مت کرو بلکہ) اللہ پر اور اس کے سب رسولوں پر (اخلاص کے ساتھ) ایمان لے آؤ اور اگر تم ایمان لے آؤ اور (کفر ومعاصی) سے پرہیز رکھو تو پھر تم کو (بجائے عَذَابٌ عَظِيْمٌ و اَلِيْمٌ کے جو اوپر کفر پر موعود تھا ایمان وتقویٰ کے بدولت آخرت میں) اجر عظیم ملے۔ ف: لِيُطْلِعَكُمْ کے ترجمہ میں جو کہا گیا ہے بمقتضائے حکمت گو حکمتیں بے شمار ہیں اور ان کی تفتیش کی ضرورت نہیں لیکن ظاہراً یہ حکمت بھی معلوم ہوتی ہے کہ صرف وحی سے معلوم ہونے سے ظاہری اختلاط تو رہتا اور غیر متجانسین کا اختلاط ظاہری سبب ہوتا ہے اکثر مفاسد کا اور اگر مسلمان ان کو جدا کرنا چاہتے تو ان پر کوئی وجہ احتجاج کی نہ تھی وہ کہتے ہم تو مخلصین ہیں بخلاف اس صورت کے کہ واقعات پیش آئے اور کم ہمتی سے وہ نکل بھاگے پھر خود ہی ان کا منہ نہ رہا کہ دعویٰ اخلاص کریں اور مفاسد اختلاط سے اس طرح نجات ہوگئی۔ اور اس آیت سے کسی کو شبہ نہ ہو کہ جو علم غیب خصائص باری تعالیٰ سے ہے اس میں رسل کی شرکت ہوگئی کیونکہ خواص باری تعالیٰ سے دو امر ہیں اس علم کا ذاتی ہونا اور اس کا محیط بالکل نہ ہونا۔ یہاں ذاتی اس لئے نہیں کہ وحی سے ہے اور محیط اس لئے نہیں کہ بعض امور خاص مراد ہیں۔ پس یہ بالمعنی الاعم غیب ہے نہ کہ بالمعنی الاخص خوب سمجھ لو اور یہ جو اخیر میں فرمایا سب رسولوں پر ایمان لاؤ حالانکہ مقام مقتضی ہے ذکر ایمان محمد ﷺ کو وجہ اس کی یہ ہے کہ آپ پر بھی ایمان جب ہی متحقق ہوگا جب سب کو مانے کیونکہ ایک کی تکذیب سب کی تکذیب ہے۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالی: وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ۚ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ ۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ

اگر معیشت کے ساتھ بسط رہے تو اس پر مغرور نہ ہو بلکہ اس حالت میں خیر قبض ہی میں ہے جس سے متنبہ ہو کر توبہ کرے کیونکہ احتمالاً اسباب قبض میں سے معصیت بھی ہے۔

الحَوَاشِی: (۱) پہلے امم مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ جن کا پہلے اوپر بھی ذکر ہوا ہے: وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ الآية میں ۱۲ منہ۔

مُلْحَقَاتُ التَّرجمۃ: ۱ قوله بعد ترجمة يسارعون جیسے منافقین اشارة الى ان المسارعين لا ينحصرون فيهم لقوله تعالٰى على بعض التراكيب في المائدة لا يحزنك الذين يسارعون فى الكفر من الذين قالوا آمنا بافواههم ولم تومن قلوبهم ومن الذين هادوا وانما خصصهم للمقال لان المقام يرجح كونهم مرادا ۱۲۔ ۲ قوله فى ترجمة لن يضروا الله دین کو اشارة الى ان المراد باضرار الله تعالٰى اضرار دينه اما مجازًا واما حذفا ۱۲۔ ۳ قوله فى ترجمة شيئا ذرہ برابر بھی ضرر اشارة الى انه مفعول مطلق اى ضررا شيئا والى ان التنكير افاد العموم ۱۲۔ ۴ قوله بعد ترجمة لن يضروا الله آپ کو زیادہ رنج اشار به الى سبب حزنه صلى الله عليه وسلم ليرتبط الكلام بعضه ببعض ۱۲۔ ۵ قوله فى ترجمة يريد تکوینًا قيد به لان لفظ منظور فى لساننا قد يطلق على المرضى وليس محتملًا هناك ۱۲۔ ۶ قوله فى ترجمة حظًا اصلاً لوقوع النكرة تحت النفى ۱۲۔ ۷ قوله فى ترجمة اشتروا چھوڑ کر اس کی جگہ اشارة الى حاصل معنى الاشتراء هناك من عدم قبولهم الايمان واختيارهم الكفر ولو من اول الامر فلا يختص بالمرتدين ۱۲۔ ۸ قوله فى ترجمة عذاب اليم پہلوں کی طرح اشارة الى امرين الى التفنن فى عظيم واليم والى ان فائدة هذه الجملة هى فائدة الجملة السابقة من كون عذابهم مقدرا فلا محالة يصدر منهم موجبات العذاب ولكن باختيارهم فلا يلزم الجبر ۱۲۔ ۹ قوله فى ترجمة خير اور مفید اشارة الى ان خيرا ليس للتفضيل والاقلال افيد ۱۲۔ ۱۰ قوله فى ف اسلام کے اس اقتضاء پر لم قوله کفر کے اس اقتضاء پر اندفع بهذا ان الامهال يكون شر البعض المؤمنين حيث يرتدون وكذا هو يكون خيرا لبعض الكافرين حيث يسلمون ۱۲۔ ۱۱ قوله فى وجه الربط جیسا احد میں دليلة ايلاء الآية بتلك القصة فالكلام كله متسق ۱۲۔ ۱۲ قوله قبل حتى بلکہ واقعات وشدائد اشارة الى ان حتى للغاية لكن لا للمذكور لفساد المعنى فانه يلزم انه بعد الميز يذركم على الاختلاط ولا يخفى فساده بل لغير المذكور الذى دل عليه المذكور وهو المعبر عنه بقوله بلکہ الخ فصح كونه غاية له لان اللازم ح انه بعد الميز لا ينزل الشدائد بعنى ينقطع النزول الذى فيه تلك الحكمة وهو معنى صحيح ولا ينافى نزولها لحكمة اخرى فافهم حق الفهم ۱۲۔ ۱۳ قوله فى ترجمة الغيب ایسے امور غیبیہ اشارة الى كون اللام للعهد بقرينة المقام فلا يشكل اطلاعه تعالٰى اياهم على مغيبات كثيرة منها احكام الشرع المنصوصة ۱۲۔ ۱۴ قوله بعد ترجمة الغيب بلا واسطہ...... وغیرہ اشار الى امرين الاول جواب انه لما رتب الاسباب من الحوادث فقد اطلعهم على تلك الامور المبطنة من نفاقهم و كفرهم وجه الجواب ظاهر والثانى جواب انه قد يكشف بعض الخفيات بواسطة الكشف وجه الجواب يفهم من زيادة قوله وغيره فحصل من هذه القيود انتفاء الاطلاع بواسطة الوحى الى الرسول صلى الله عليه وسلم فافهم ۱۲۔ ۱۵ قوله فى ترجمة من رسله اور وہ پیغمبر ہیں اشارة الى ان من للبيان لمن يشاء فالموصول ليس بعضًا من الرسل ليلزم كون المجتبى بعض الرسول بل هو بعض من سائر الخلق كما اشرت اليه بقولى اپنے بندوں میں سے قبل ترجمة يجتبى فافهم ۱۲۔ ۱۶ قوله قبل ترجمة فآمنوا اور جب کفار پر...... پس اب اشار به الى وجه الترتب الذى افادته الفاء فافهم ۱۲۔ ۱۷ قوله فى ترجمة اجر عظيم بجائے عذاب عظیم کے اشارة الى ان فى الكلام حسن مقابلة ۱۲۔

اِخْتِلَافُ القِرَاءَة: يحزنك من الافعال وحزن واحزن هما بمعنى واحد ۱۲۔

فَائِدَة: اعلم ان الظاهر من بيان حكمة ابتلاء المؤمنين فى الآية من قصد الميز التكرار فى الكلام لكنه بما قررت فى وجه الربط اندفع هذا لانه كان المقصود بما سبق تسلية المؤمنين وبهذا دفع سوسه كون المؤمنين غير مقبولين ليتم ما ذكر من دفع شبهة كون الكفار غير مردودين فافهم ۱۲۔

اللُّغَات: فى روح المعانى الاملاء فى الاصل اطالة المدة والملاء الحين الطويل ومنه الملون الليل والنهار بطول تعاقبهما ۱۲۔

النَّحْو: الذين كفروا فاعل ليحسبن وما فى انما المفتوحة مصدرية وهى مع خبرها اى خير ساد مسد المفعولين والتقدير ولا يحسب الكافرون ان املائنا خير لهم وفى قراءة ولا تحسبن بالخطاب اما لرسول الله صلى الله عليه وسلم الا ان المقصود التعريض بهم اذ حسبوا ما ذكروا اما لكل سامع فالفاعل ضمير الخطاب والذين مفعول له وانما نملى الخ بدل اشتمال منه وحيث كان

المقصود بالذات هو البدل وكان ههنا مما يسد مسد المفعولين جاز الاقتصار على مفعول واحد وكلمة انما الثانية بالكسر هى للحصر ۱۲۔ واللام فى ليذر متعلقة بمحذوف هو الخبر لكان والفعل منصوب بان مضمرة بعدها كما ذهب اليه البصريون اى ما كان الله مريدا لان يذر المؤمنين وقال الكوفيون اللام مزيدة للتاكيد وناصبة للفعل بنفسها والخبر هو الفعل ولا يقدع فى عملها زيادتها اذا الزائد قد يعمل كما فى حروف الجر المزيدة فلا ضعف فى مذهبهم من هذه الحيثية كما وهم ۱۲۔

البلاغۃ: فى روح المعانى ولتضمن معنى المسارعة معنى الوقوع تعدت بفى دون الى الشائع تعديتها بها كما فى سارعوا الى مغفرة واثر ذلك للاشعار باستقرار هم فى الكفر ودوام ملابستهم له فى مبدء المسارعة ومنتها ها كما فى قوله تعالٰى فى المؤمنين يسارعون فى الخيرات واما ايثار الٰى فى آيتها فلان المغفرة والجنة منتهى المسارعة وغايتها الخ ۱۲۔ فى روح المعانى تعليق الميز بالخبيث مع ان المتبادر مما سبق من عدم ترك المؤمنين على الاختلاط تعليقه بهم وافرازهم عن المنافقين لما ان الميز الواقع بين الفريقين انما هو بالتصرف فى المنافقين وتغييرهم من حال الى حال اخرٰى مع بقاء المؤمنين على ما كانوا عليه من اصل الايمان وان ظهر مزيد اخلاصهم لا بالتصرف فيهم وتغييرهم من حال الى حال مع بقاء المنافقين على ما هم عليه من الاستتار وانما لم ينسب عدم الترك اليهم لما انه مشعر بالاعتناء بشان من نسب اليه فان المتبادر منه عدم الترك على حالة غير ملائمة كما يشهد به الذوق السليم قاله بعض المحققين آه قلت وهو حرى بان يكتب بسواد العين وقلم شعاعها واشرت الى عدم الترك هذا بقول فى ترجمة يذر کہنا نہیں چاہتے فهذا هو المراد بالترك لا عدم الفعل وقلت ان المخاطب فى انتم كلا الفريقين ففى الكلام تغليب فافهم ۱۲۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾ لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۸۱﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۸۲﴾ اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ؕ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۳﴾

اور ہرگز نہ خیال کریں ایسے لوگ جو ایسی چیز میں بخل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے کہ یہ بات کچھ انکے لئے اچھی ہوگی۔ بلکہ یہ بات ان کیلئے بہت ہی بری ہے۔ وہ لوگ قیامت کے روز طوق پہنا دیئے جائیں گے۔ اس کا جس میں انہوں نے بخل کیا تھا اور اخیر میں آسمان اور زمین اللہ ہی کا رہ جائے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے سن لیا ہے ان لوگوں کا قول جنہوں نے یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ مفلس ہے اور ہم مالدار ہیں ہم انکے کہے ہوئے کو لکھ کر رہیں گے اور انکا انبیاء کو ناحق قتل کرنا بھی اور ہم کہیں گے کہ چکھو آگ کا عذاب یہ ان اعمال کی وجہ سے ہے جو تم اپنے ہاتھوں سمیٹتے ہو اور یہ امر ثابت ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے والے نہیں۔ وہ ایسے لوگ ہیں کہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم فرمایا تھا کہ ہم کسی پیغمبر پر اعتقاد نہ لائیں گے جب تک وہ ہمارے سامنے معجزہ نذر و نیاز خداوندی کا ظاہر نہ کرے کہ اسکو آگ کھا جائے۔ آپ فرما دیجئے کہ بالیقین بہت سے پیغمبر مجھ سے پہلے بہت دلائل لے کر آئے اور خود یہ معجزہ بھی جس کو تم کہہ رہے ہو سو تم نے ان کو کیوں قتل کیا تھا اگر تم سچے ہو۔

تفسیر ربط: اوپر قصہ کے ختم پر اس کے متعلقات کا بیان ہو چکا جن کی وجہ تعلق کی تقریر آیت وَلَا يَحْزُنْكَ (الی قولہ تعالیٰ) اَجْرٌ عَظِيْمٌ کے عنوانات ربط میں مذکور ہوئی ہے۔ اب پھر عود ہے اس مضمون کی طرف جو کہ قصہ کے قبل بیان ہو رہا تھا یعنی قبائح و شنائع اہل کتاب بالخصوص یہود کے جن کا ایراد بمناسبت مضمون محاجہ کفار تھا جو خلاصہ ہے اس سورت کا سو منجملہ ان کے شنائع کے ایک امر یہ تھا کہ قرآن مجید میں جو ترغیب انفاق فی سبیل اللہ کے لئے اس قسم کی آیات نازل ہوئیں: مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ونحوہا تو بعض یہود خدمت اقدس حضور ﷺ میں حاضر ہو کر بکنے لگے کہ نعوذ باللہ آپ کا رب مفلس ہو گیا کہ اپنے بندوں سے قرض مانگنے لگا۔ ان کی اس بیہودگی پر اللہ تعالیٰ نے آیت آئندہ کے بعد والی آیت یعنی لَقَدْ سَمِعَ الخ نازل فرمائی کذا فی لباب النقول

پس اصل مقصود اس مقام پر تو وہ آیت ہے اور آیت آئندہ یعنی وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ الآية اس مقصود کی تمہید ہے اس لئے کہ ان کی بیہودگی کے سبب کا ایک جزو ان کا بخل بھی تھا جیسا کہ دوسرا جزو ان لوگوں کا بے ادب و معاند ہونا بھی تھا اس لئے اول کی آیت میں بخل کی مذمت بیان فرماتے ہیں مع وعید تطویق کے اور دوسری آیت میں ان کی گستاخی کا اظہار فرماتے ہیں مع وعید عذاب حریق کے۔

مذمت بخل: وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ (الی قولہ تعالی) وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ اور ہرگز خیال نہ کریں ایسے لوگ جو (ضروری موقعوں پر) ایسی چیز (کے خرچ کرنے) میں بخل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے کہ یہ بات ان کے لئے کچھ اچھی ہوگی (ہرگز نہیں) بلکہ یہ بات ان کے لئے بہت ہی بری ہے (کیونکہ انجام اس بخل کا یہ ہوگا کہ) وہ لوگ قیامت کے روز طوق پہنا دیئے جاویں گے اس (مال) کا (سانپ بنا کر) جس میں انہوں نے بخل کیا تھا اور (بخل کرنا ہے بڑی حماقت کیونکہ) اخیر میں (جب سب مر جاویں گے) آسمان و زمین (اور جو کائنات ان کے اندر ہیں سب) اللہ ہی کا رہ جاوے گا (لیکن وہ تمہارے بلا اختیار ہوگا جس میں اجر نہیں اس سے اگر بالاختیار دیدو تو اجر ہی ملے) اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال (کے باطن تک) کی پوری خبر رکھتے ہیں (پس جو خرچ کرو خلوص دل سے خرچ کرنا) **ف**: اس طوق پہنائے جانے کی کیفیت حدیث بخاری میں آئی ہے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کو خدا تعالیٰ مال دے اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو وہ اس کا مال قیامت کے روز ایک زہری سانپ کی شکل بنا کر اس کے گلے میں ڈال دیا جاوے گا اور وہ اس شخص کی باچھیں پکڑے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں تیرا سرمایہ ہوں پھر حضور ﷺ نے یہ آیت پڑھی آ ھ یہ احقر کہتا ہے کہ ترجمہ میں جو قید لگائی گئی کہ ضروری موقعوں پر ان سے ایسے ہی حقوق واجبہ زکوٰۃ وغیرہ مراد ہیں پس حدیث میں تخصیص زکوٰۃ کی تمثیلاً ہے حصراً نہیں چنانچہ روح المعانی میں ایک حدیث نقل کی ہے جس میں ایسی ہی وعید ذی رحم کو نہ دینے پر آئی ہے کیونکہ ذی وسعت پر ذی رحم عاجز کی اعانت بھی واجب ہے اور کوئی شخص یہ شبہ نہ کرے کہ گو آیت بوجہ عموم الفاظ کے یہود کو شامل ہو سکتی ہے لیکن کفار کا مکلف بالفروع نہ ہونا قرینہ مانعہ ہے۔ جواب یہ ہے کہ جو علماء اس کے قائل ہیں ان کے قول پر یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ یہود کا یہ بخل ناشی تھا ان کے کفر بالآیات وتکذیب وعدۂ جزا سے پس یہ وعید معنیً کفر پر ہے جس کے ترک کے وہ مکلف ہیں خوب سمجھ لو۔

ربط: اس تمہید کے بعد آگے مقصود مقام کا بیان ہے۔

بیان گستاخی یہود: لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِينَ (الی قولہ تعالی) وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ بیشک اللہ تعالیٰ نے سن لیا ہے ان (گستاخ) لوگوں کا قول جنہوں نے (استہزاءً) یوں کہا کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ مفلس ہے اور ہم مالدار ہیں (اور صرف سننے پر اکتفا نہیں کیا جاوے گا بلکہ) ہم ان کے کہے ہوئے کو (ان کے نامۂ اعمال میں) لکھ کر رہیں گے اور (اسی طرح) ان کا (حضرات) انبیاء (علیہم السلام) کو ناحق قتل کرنا بھی (ان کے نامۂ اعمال میں لکھا جاویگا) اور ہم (ان پر سزا جاری کرنے کے وقت بطور جتلانے کے) کہیں گے کہ (لو) چکھو آگ کا عذاب (اور ان کو روحانی الم دینے کے لئے یہ بھی اس وقت ان سے کہا جاوے گا کہ) یہ (عذاب) ان اعمال (کفریہ) کی وجہ سے ہے جو تم نے اپنے ہاتھوں سمیٹے ہیں اور یہ امر ثابت ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے والے نہیں (سو اللہ تعالیٰ نے بے جرم تم کو سزا نہیں دی) **ف**: ظاہر یہ ہے کہ یہود کا اس بیہودہ قول کے موافق اعتقاد تو نہ ہوگا لیکن یہ بات انہوں نے استہزاءً کہی اور مقصود اس سے تکذیب تھی آیات قرآنیہ اور رسول اللہ ﷺ کی چنانچہ آگے آیت فَاِنْ كَذَّبُوْكَ سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے پس ان کا مطلب یہ ہوگا کہ ان آیتوں کا مضمون اگر صحیح ہو تو اس سے خالق کا فقیر اور مخلوق کا غنی ہونا لازم آتا ہے اور یہ لازم باطل ہے پس ان آیتوں کا مضمون صحیح نہیں۔ خود یہ تکذیب قرآن بھی کفر ہے پھر اس کی بصورت استہزاءً تقریر کرنا یہ اور کفر پر مزید کفر ہے کیونکہ خود استہزاء بلا تکذیب بھی کفر ہوتا ہے سو دونوں کا جمع ہونا اور اشد ہو گیا اور گو مناظرات میں اہل حق کے کلام میں بھی ایسی تقریرات سے لوازم کے ابطال سے ملزومات کا ابطال کیا جاتا ہے لیکن وہاں تکذیب یا استہزائے امر باطل کے ساتھ متعلق ہوتا ہے لہٰذا وہ موجب محذور نہیں اور یہاں تکذیب واستہزاء امر حق کا تھا لہٰذا محل وعید ہوا خوب سمجھ لو۔ اور نامۂ اعمال میں درج کرا دینے میں یہ حکمت ہے کہ عادۃً مجرم پر زیادہ حجت ہو جاتا ہے ورنہ حق تعالیٰ کو احتیاج نہیں پس ایسے امور کا انکار یا تاویل کرنا محض کفر یا بدعت ہے اور انبیاء علیہم السلام کے قتل کا مضمون اس کے ساتھ ذکر فرمانا اس امر کے بتلانے کے لئے ہے کہ اس قول میں تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی صرف تکذیب ہی کی ہے یہ تو جرائم میں ایسے بیباک ہیں کہ تکذیب سے گزر کر انبیاء کو قتل تک کر چکے ہیں سو ایسوں سے نری تکذیب یا استہزاء کا کیا تعجب ہے۔ اور یہ شبہ کہ قتل تو ان کے بڑوں نے کیا تھا انہوں نے تو نہیں کیا اس کا جواب پارہ الم کے نصف پر معاملہ نوزدہم کے ذیل میں گزر چکا ہے۔ اور بے جرم سزا دینا گو حق تعالیٰ کے مالک اور مختار ہونے کے اعتبار سے واقع میں ظلم نہیں لیکن اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ میں صورت ظلم بھی منفی ہے۔ اور جاننا چاہئے کہ اس مقام پر ان کی گستاخی پر صرف وعید فرمائی ہے اور ان کے اعتراض کے مقدمات کے جواب کی تصریح نہیں فرمائی گئی۔ کیونکہ وہ مقدمات بدیہی البطلان ہیں اور وہ اعتراض محض مغالطۂ ظاہر الفساد ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کا ترغیب انفاق فرمانا

ہمارے ہی نفع کیلئے ہے نہ کہ اپنے نفع کے لئے تا کہ اس کو سوال متعارف کہا جاوے اور اس کو قرض وغیرہ کہہ دینا مجازِ محض ہے مبالغہ ایفاء جزا کیلئے۔

ربط: اوپر کی آیت میں شنائع یہود میں سے ایک امر مذکور تھا دوسرا امر ان ہی شنائع میں سے آگے مذکور ہوتا ہے۔

افترائے یہود: اَلَّذِیۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰہَ عَہِدَ اِلَیۡنَاۤ (الی قولہ تعالی) اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ○ وہ (یہود) ایسے لوگ ہیں کہ (بالکل جھوٹ تراش کر) کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو (بواسطۂ انبیائے سابقین) حکم فرمایا تھا کہ ہم کسی پیغمبری (کے مدعی) پر اعتقاد (اس کے پیغمبر ہونے کا) نہ لاویں جب تک کہ ہمارے سامنے معجزہ (خاص) نذر ونیاز خداوندی کا ظاہر نہ کرے کہ اس کو (آسمانی) آگ کھا جاوے (پہلے بعض انبیاء علیہم السلام کا یہ معجزہ ہوا ہے کہ کوئی چیز جاندار یا غیر جاندار اللہ کے نام کی نکال کر کسی میدان میں یا پہاڑ پر رکھ دی غیب سے ایک آگ نمودار ہوئی اور اُس چیز کو جلا دیا مطلب یہ کہ آپ نے یہ معجزہ ظاہر نہیں فرمایا اس لئے آپ پر ایمان نہیں لاتے۔ حق تعالیٰ اس کا جواب تعلیم فرماتے ہیں کہ) آپ فرما دیجئے کہ بالیقین بہت سے پیغمبر مجھ سے پہلے بہت سے دلائل (معجزات وغیرہ) لے کر آئے اور خود یہ معجزہ بھی جس کو تم کہہ رہے ہو سو تم نے ان کو کیوں قتل کیا تھا اگر تم (اس امر میں) سچے ہو (جو کہ تمہارے اس قول کا مطلب اور اس سے لازم آتا ہے) ف: ان یہود کے اس دعویٰ کے دو جزو ہیں ایک صریح اِنَّ اللّٰہَ عَہِدَ اِلَیۡنَا دوسرا اس سے لازم آتا ہے وہ یہ کہ اگر آپ یہ معجزہ ظاہر فرماتے تو ضرور آپ پر ایمان لے آتے پس جزو اوّل کا جواب تو یہ ہے کہ تم مدعی ہو مدعی پر اپنے دعویٰ کا اثبات ضرور ہے ورنہ دعویٰ بلا دلیل غیر مسلم ہے اور یہود کے پاس اس کی کوئی دلیل نہ تھی افتراءِ محض تھا البتہ بعض انبیاء سے یہ معجزہ ظاہر ضرور ہوا ہے لیکن اس سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ سب انبیاء پر ایمان لانے کے لئے یہ شرط بھی ہو البتہ مطلق معجزہ یا کسی نبی ثابت النبوت کی علامت کا مصداق ہونا واقعی شرط ہے سو حضور اقدس ﷺ کی ذات مبارک میں یہ دونوں امر علیٰ وجہ الکمال والوضوح مجتمع تھے لیکن یہ جواب اس لئے ذکر نہیں کیا گیا کہ بہت ظاہر تھا اس لئے صرف دوسرے جزو کے جواب پر اکتفاء کیا گیا۔ جس کی تقریر آیت آئندہ میں موجود ہے حاصل اس کا یہ ہے کہ اگر تم اس امر میں صادق ہو تو جن انبیاء میں یہ معجزہ موجود تھا ان پر کیوں نہ ایمان لائے یہاں تک کہ تکذیب سے گزر کر قتل تک کر دیا خصوصاً ایسی حالت میں کہ ان میں اور معجزات بھی تھے جن سے اقتضائے وجوب ایمان کا اور بڑھ گیا تھا اور یہ شبہ کہ قتل ان کے بڑوں نے کیا اس کا جواب اوپر کی آیت کے ذیل میں دیکھ لیا جاوے اور یہ شبہ کہ پھر حضور ﷺ کے ہاتھ پر یہ معجزہ بھی ظاہر ہو جاتا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ درخواست محض عناداً تھی دل سے انکا قصد نہ تھا کہ ایسا ہونے سے ایمان لے آویں گے۔ دوسرے مدعی کے ذمہ مطلق دلیل ہے دلیل خاص نہیں ہے پارہ الم میں معاملہ سی وسوم وچہلم دیکھ لینے سے اسکی اور توضیح ہو سکتی ہے فقط۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله في ترجمة من فضله اپنے فضل سے اشارة بالنظر الى محاورتنا الى كون من تعليلية ويمكن ان تكون مبينة لما فيفسر الفضل بالرزق ۱۲۔ ۲ قوله في ترجمة خيرا اچھی اشارة الٰى ان خيرا ليس للتفضيل كما في روح المعاني صفة حسنة ۱۲۔ ۳ قوله بہت ہی بری اشارة الٰى ان التنوين في شر للتعظيم ۱۲۔ ۴ قوله کیونکہ انجام اشارة الٰى ان قوله سيطوقون بيان لكيفية كونه شرا لهم ۱۲۔ ۵ قوله في ترجمة سيطوقون۔ طوق پہنا دیئے جاویں گے الخ من غير اخذ المعنى التقريب فيه مبناه ما في روح المعاني السين مزيدة للتاكيد ۱۲۔ ۶ قوله اخیر میں راعى فيه معنى الميراث تقريره انه يفنى اهل السمٰوٰت والارض وتبقى الاملاك ولا مالك الّا الله فجرى هذا مجرى الوراثة اذ كان الخلق يدعون الاملاك فلما ماتوا عنها ولم يخلفوا احدا كان هو الوارث لها والمقصود من الآية انه يبطل ملك جميع المالكين الا ملك الله سبحانه وتعالٰى فيصير كالميراث هكذا في الكبير قلت و على هذا يكون مجاز في معنى الميراث ۱۲ ۷ قوله في ترجمة وان الله اور امر ثابت ہی ہے الخ اشارة الى انه فى محل الرفع على انه خبر لمبتدأ محذوف والجملة اعتراض تذئيلى مقرر لمضمون ما قبلها اى والامر انه تعالٰى ليس بمعذب لعبيده من غير ذنب منهم نقله فى روح المعانى عن شيخ الاسلام واخترته على تركيب العطف وان لم يكن فيه حذف لانى رأيته اسهل وابعد من الايرادات والجوابات التي نقلت فى روح المعانى ۱۲۔ ۸ قوله وہ ایسے لوگ ہیں اشارة الى ان الموصول مرفوع باضمار المبتدأ هم ۱۲۔ ۹ قوله فى ترجمة رسول پیغمبری کے مدعی فسره به لئلا يشكل بانه لما سماهم رسولا فكيف لم يومنوا ۱۲۔ ۱۰ قوله نذر ونیاز لم يخصصه بالانعام لما فى روح المعانى وهو ما يتقرب به الى الله تعالٰى من نعم وغيرها كما قاله غير واحد ۱۲۔ ۱۱ قوله فى ترجمة البينٰت دلائل ...... وغیرہ لم يفسر بالمعجزات خاصةً لما سيأتى من فائدة قوله یا کسی نبی کی علامت ۱۲۔ ۱۲ قوله فى ف لازم نہیں آتا کہ سب انبیاء الخ زاد لفظ سب لانه يمكن ان يكون شرطًا للبعض كما فى روح المعانى نقل عن السدى ان هذا الشرط جاء فى التوراة هكذا من جاء يزعم انه رسول الله تعالٰى فلا تصدقوه حتى يأتيكم بقربان تأكله النار الا المسيح ومحمدا عليهما السلام فاذا اتياكم فاٰمنوا بهما فانهما يأتيان بغير قربان اه ويمكن ان لا يكون شرطا اصلا كما فى روح

المعانی بعد العبارة المذكورة والظاهر عدم ثبوت هذا الشرط اصلا اه وعين هذا الثانى فى الحقانى بما تعريبه اما قولهم هذا فكذب محض لم يعهد اليهم فى زمان ولم يوجد هذا من المسيح عليه السلام اه وبالجملة فعنوانى صادق فى كل صورة ١٢۔ ١٣ قوله یا کسی نبی کی علامت کا الخ زاد هذا الشق على سبيل منع الخلو لانه قائم مقام المعجزة فلو وجد الامر الثانى فى نبى دون الاول لم يضر فلو فسر البينة بالمعجزة فى قول عاد لهود عليه السلام ما جئتنا ببينة وفرض صدق هذا القول لم يقدح فى نبوة عليه السلام اصلا لا مكان ثبوتها بالامر الثانى فافهم حق الفهم ١٢۔ ١٤ قوله خصوص ایسی حالت میں اشار به الى النكتة فى زيادة قوله بالبينات مع كفاية قوله بالذى قلتم فى الجواب ولعل تقديم قوله بالبينات اما على تقدير ان هذا الشرط لم يعهد به اصلا فللا شارة الى ان الشرط مطلق البينات لا خصوص هذه المعجزة فالتقديم افاد هذا واما على تقدير اشتراطه لبعض الانبياء نقل عن السدى فالوجه ان يدخل هذه المعجزة فى البينات وقوله بالذى قلتم يكون تخصيصًا بعد تعميم اهتماما بشانه لكون الكلام فيه ١٢۔

اللغات: فى روح المعانى الميراث مصدر كالميعاد والمراد به ما يتوارث ١٢۔

النحو :الذين يبخلون فاعل والمفعول الاول محذوف اى بخلهم والصحيح ان مدار صحة الحذف على القرينة فمتى وجدت القرينة جاز الحذف ومتى لم توجد لم يجز وهو ضمير الفصل بين المفعولين وخيرا مفعول ثان واما على قراء ة الخطاب فالمفعول الاول هو الذين يبخلون بحذف المضاف اى بخل الذين ١٢ من روح المعانى۔

البلاغة : وايراد ما بخلوا به بعنوان ايتاء الله تعالى اياه من فضله للمبالغة فى بيان سود صنيعهم فان ذلك موجبات بذله سبحانه۔ وفى قوله تعالى بل هو شر لهم التنصيص على ذلك مع علمه مما تقدم للمبالغة هكذا فى روح المعانى ١٢۔ قوله لقد سمع الله تخصيص هذا القول بالسماع مع انه تعالى سميع لجميع المسموعات كناية تلويحية عن الوعيد لان السماع لازم العلم بالمسموع وهو لازم الوعيد فى هذا المقام اه قلت اما تخصيص مادة السماع فلانه يناسب القول۔ قوله سنكتب اى فى الصحائف فالاسناد مجازى لان الكاتبين هم الملائكة والكتابة حقيقية او سنحققه فى علمنا ولا نهمله فالاسناد حقيقية والكتابة مجاز والسين للتاكيد۔ قوله عذاب الحريق والحريق بمعنى المحرق والاضافة بيانية او الاضافة للسبب لتنزيله منزلة الفاعل قوله ذوقوا هو وجود الطعم فى الفم واصله فى تناول القليل كا لاكل فى الكثير ثم اتسع فيه فاستعمل لمطلق الادراك لسائر المحسوسات والحالات والنكتة فيه لان العذاب على بخلهم فى المال وغالب حاجة الانسان اليه لتحصيل المطاعم كله من روح المعانى قوله ذلك بما قدمت قلت واتى بالاشارة الحسية لان العذاب اذا ذاك يكون مشاهدًا محسوسًا قوله ليس بظلام وصيغة المبالغة لتاكيد معنى كمال نزاهته تعالى عن ذلك بابراز التعذيب بغير ذنب فى صورة المبالغة فى الظلم اخذته من روح المعانى وتقريره ان كثرة الظلم قبيح يقينا ومنتف عنه تعالى لقبحه ولما كان تعالى كاملا فى التنزه فنفس الظلم منه ككثرته فانتفى بانتفائها فافهم حق الفهم۔ ويوجه كما فى روح المعانى ايضًا بان ظلاما للنسبة كعطار اى لا ينسب اليه الظلم اصلًا ١٢۔

فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿١٨٤﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۖ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۗ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿١٨٥﴾ لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ أَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ۖ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ أَشْرَكُوْٓا أَذًى كَثِيْرًا ۚ وَإِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَإِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ ﴿١٨٦﴾ وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ ۫ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۖ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ﴿١٨٧﴾

سو اگر یہ لوگ آپ کی تکذیب کریں تو بہت سے پیغمبروں کی جو آپ سے پہلے گزرے ہیں (تکذیب کی جا چکی ہے) جو معجزات لے کر آئے تھے اور صحیفے لے کر اور روشن

کتاب لے کر۔ ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور تم کو پوری پاداش تمہاری قیامت ہی کے روز ملے گی تو جو شخص دوزخ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا سو پورا کامیاب وہ ہوا اور دنیاوی زندگی تو کچھ بھی نہیں صرف دھوکے کا سودا ہے البتہ آگے اور آزمائے جاؤ گے اپنے مالوں میں اور اپنی جانوں میں اور البتہ آگے کو اور سنو گے بہت سی باتیں دل آزاری کی ان لوگوں سے جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے ہیں اور ان لوگوں سے جو کہ مشرک ہیں اور اگر صبر کرو گے اور پرہیز رکھو گے تو یہ تاکیدی احکام میں سے ہے اور جب کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے یہ عہد لیا کہ اس کتاب کو عام لوگوں کے روبرو ظاہر کر دینا اور اس کو پوشیدہ مت کرنا سو ان لوگوں نے اس کو اپنی پس پشت پھینک دیا اور اس کے مقابلہ میں کم حیثیت معاوضہ لے لیا۔ سو بری چیز ہے جس کو وہ لوگ لے رہے ہیں۞

تفسیر: ربط: چونکہ اوپر یہود کے دو قول جو مذکور ہیں: قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ الخ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَا الخ ان سے مقصود ان کا تکذیب کرنا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جس سے طبعاً آپ کو رنج ہوتا تھا۔ نیز اور کفار بھی اس تکذیب میں شریک تھے جس سے اور رنج بڑھتا تھا لہٰذا آیت آئندہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کی تسلی فرماتے ہیں۔

تسلیہ رسول اللہ ﷺ در تکذیب کفار: فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ۞ سو اگر یہ (کفار) لوگ آپ کی تکذیب کریں تو (غم نہ کیجئے کیونکہ) بہت سے پیغمبروں کی جو آپ سے پہلے گزرے ہیں تکذیب کی جا چکی ہے۔ جو معجزات لے کر آئے تھے اور (چھوٹے چھوٹے) صحیفے لے کر اور روشن کتاب لے کر (جب اوروں کی بھی تکذیب ہو چکی ہے تو آپ کی تکذیب کوئی نئی بات نہیں پھر غم کیا) ف: یعنی بعضے صرف معجزے لائے بعضے چھوٹی کتابیں بعضے بڑی کتاب جیسے توراۃ و انجیل اور چونکہ کتاب سے بڑی کتاب مراد ہے اور بڑی کتاب شان اور مضامین میں زیادہ ہوگی اس لئے اس کی صفت میں منیر بڑھایا کہ اس میں شان و مضامین دونوں کے اعتبار سے معنی ظہور کے زیادہ ہوں گے۔

ربط: اوپر مکذبین کا بیان تھا آگے مکذبین کی وعید ایک عام عنوان سے مذکور ہے جس میں مصدقین کے لئے بشارت بھی آ گئی۔

وعید مکذبین و وعد مصدقین: كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ (الی قولہ تعالی) اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (تم میں) ہر جان دار کو موت کا مزا چکھنا (ضرور) ہے اور (مرنے کے بعد) تم کو پوری پاداش تمہاری (بھلائی برائی کی) قیامت ہی کے روز ملے گی (سو دنیا میں اگر اس کا ظہور نہ ہوا تو مکذب مامون نہ ہو اور مصدق مایوس نہ ہو آگے اس پاداش کی تفصیل ہے) تو (قیامت کے روز) جو شخص دوزخ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا سو پورا کامیاب وہ ہوا (علی ہذا القیاس جو جنت سے جدا رہا اور دوزخ میں بھیجا گیا پورا ناکام وہ ہوا) اور دنیوی زندگی تو کچھ بھی نہیں صرف (ایسی چیز ہے جیسے) دھوکے کا سودا (ہوتا) ہے (جس کی ظاہری آب و تاب کو دیکھ کر خریدار پھنس جاتا ہے بعد چندے اس کی قلعی کھل جاتی ہے۔ اسی طرح دنیا کی چمک دمک سے دھوکا کھا کر آخرت سے غافل نہ ہونا چاہئے) ف: تقریر آیت کی ظاہر ہے اتنا جان لینا چاہئے کہ یہ جو فرمایا ہے کہ جو شخص دوزخ سے بچالیا گیا مراد اس سے عام ہے خواہ ابتداءً بچالیا جاوے یا بعد سزا کے اس میں سب مسلمان آ گئے اور ان کے پورے کامیاب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جنت میں ہمیشہ کے لئے ہر طرح کی نعمتیں پاویں گے پس اس بنا پر اس کے مقابلہ میں جو واقع ہے کہ جو جنت سے جدا رہا اس سے مراد یہ ہوگی کہ ہمیشہ کے لئے جدا رہا پس یہ خاص ہوگا کفار کے ساتھ اور اس کا پورا ناکام ہونا اس لئے ہے کہ کبھی تکلیف سے نجات نہ ہوگی اور کبھی راحت نصیب نہ ہوگی۔ اور یہ جو فرمایا کہ دھوکہ کا سودا اس سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ دنیوی زندگی سب کے لئے مضر ہے مطلب تشبیہ سے صرف یہ ہے کہ یہ اصلی مقصود بنانے کے قابل نہیں بلکہ اگر کوئی کریم قصداً یہ سودا عمدہ داموں کو خریدنے لگے تو اس سودے سے محبت نہ کرے بلکہ غنیمت سمجھ کر بیچ ڈالے چنانچہ اہل حق اس حیات اور اس کے تمتعات کے عوض اللہ تعالیٰ سے اعمال صالحہ اور جنات عالیہ لے لیتے ہیں: قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ۔

ربط: اوپر یہود کی گستاخی کا بیان تھا جس کا قصہ تقریر ربط آیت: وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ میں مذکور ہوا اس قصہ میں یہ بھی ہے کہ یہی گفتگو فنحاص یہودی نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے روبرو کی تھی آپ کو سخت غصہ آیا اور اس کے ایک طمانچہ بھی مارا اس قصہ میں یہ اگلی آیت نازل ہوئی جس میں خبر دے دی ہے کہ ایسی ایسی اور بہت سے سنو گے تحمل کرنا چاہئے اور وہ فی لباب النقول بروایۃ ابن ابی حاتم و ابن المنذر عن ابن عباس اور لباب ہی میں ایک اور شان نزول بھی مذکور ہے کہ کعب بن اشرف یہودی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہؓ کی شان میں ہجو کے اشعار کہا کرتا تھا اس پر یہ اگلی آیت نازل ہوئی کذا ذکرہ عبدالرزاق عن عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک میں کہتا ہوں کہ دونوں قصوں میں امر مشترک ایک ہی ہے کہ آیت میں قبائح یہود کا بیان ہے اور مسلمانوں کو تعلیم صبر اور چونکہ یہود کے ساتھ ایذائے مسلمین میں مشرکین بھی شریک تھے ان کا بھی ساتھ میں ذکر بڑھا دیا اور چونکہ صبر و ثبات کچھ ایذا ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ جمیع حوادث میں مامور بہ ہے لہٰذا اموال و انفس کا ذکر بھی ملا دیا اور اس میں بالخصوص اس لئے لطافت اور بڑھ گئی کہ واقعہ احد میں جس پر بڑا حصہ سورت کا مشتمل ہے مسلمانوں کو جانی اور مالی نقصان بہت پہنچا تھا قتل بھی ہوئے زخمی بھی ہوئے غنائم بھی فوت ہوئے۔

تعلیم صبر بمسلمانان در تاذی از یہود: لَتُبْلَوُنَّ فِيٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ (الی قولہ تعالی) فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿﴾ (ابھی کیا ہے) البتہ آگے (آگے) اور آزمائے جاؤ گے اپنے مالوں (کے نقصان) میں اور اپنی جانوں (کے نقصان) میں اور البتہ آگے کو اور سنو گے بہت سی باتیں دل آزاری کی ان لوگوں سے (بھی) جو تم سے پہلے (آسمانی) کتاب دیئے گئے ہیں (یعنی اہل کتاب سے) اور ان لوگوں سے (بھی) جو کہ مشرک ہیں اور اگر (ان مواقع پر) صبر کرو گے اور (خلاف شرع امور سے) پرہیز رکھو گے تو (تمہارے لئے اچھا ہوگا کیونکہ) یہ (صبر و تقویٰ) تاکیدی احکام میں سے ہے (اور تاکیدی احکام پر عمل کرنا ہی اچھا ہے)۔

ف: آزمانے کا مطلب یہ ہے کہ ایسے حوادث تم پر وقتاً فوقتاً واقع ہوا کریں گے اس کو مجازاً آزمانا کہہ دیا ورنہ اللہ تعالیٰ آزمانے کے حقیقی معنی سے پاک ہے کیونکہ وہ عالم الغیب ہے اور صبر کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ تدبیر نہ کرو یا مواقع انتقام میں انتقام نہ لو یا مواقع قتال میں قتال نہ کرو بلکہ حوادث سے دل تنگ نہ ہو کیونکہ اس میں تمہارے لئے منافع و مصالح ہیں اور تقویٰ یہ کہ خلاف شرع امور سے بچو گو تدبیر بھی کی جاوے پس آیات صبر آیات قتال کے معارض نہیں کہ احتیاج نسخ ہو اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا غضب و تادیب بھی خلاف صبر نہیں تھا اور پہلے سے اس لئے ان حوادث کی خبر دے دی کہ پہلے سے آمادہ رہیں تاکہ وقوع کے وقت پریشان نہ ہوں فقط۔

ربط: جیسا اوپر کی آیت میں یہود کے قبائح کا بیان ہے اگلی آیت میں بھی ان کی ایک خصلت قبیحہ کا ذکر ہے کہ وہ نقض ہے معاہدۂ اظہار احکام و عدم کتمان حق کا۔

مذمت اہل کتاب در کتمان حق: وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ (الی قولہ تعالی) فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ اور (یہ حالت بھی قابل ذکر ہے) جب کہ اللہ تعالیٰ نے (کتب سابقہ میں) اہل کتاب سے یہ عہد لیا (یعنی ان کو حکم فرمایا اور انہوں نے قبول کرلیا) کہ اس کتاب (کے سب مضامین) کو عام لوگوں کے روبرو ظاہر کر دینا اور اس (کے کسی مضمون) کو (دنیوی غرض سے) پوشیدہ مت کرنا سو ان لوگوں نے اس (عہد) کو اپنے پس پشت پھینک دیا (یعنی اس پر عمل نہ کیا) اور اس کے مقابلہ میں (دنیا کا) کم حقیقت معاوضہ لے لیا سو بری چیز ہے جس کو وہ لوگ لے رہے ہیں (کیونکہ) انجام اس کا سزائے دوزخ ہے) **ف**: الم کے ربع پر اول یا بنی اسرائیل میں اس عہد کا اور ان لوگوں کے دنیا اختیار کرنے کا مضمون مذکور ہو چکا ہے اور دنیوی غرض کی قید اس لئے لگائی گئی کہ اگر کسی دقیق مسئلہ کو کسی دینی مصلحت سے کسی بدفہم کے روبرو ذکر نہ کیا جائے تاکہ اس کے لئے افتتان کا باعث نہ ہو جاوے اور اس کی حاجت بھی نہ ہو تو یہ جائز بلکہ ضروری ہے اور جن مضامین کو یہ اہل کتاب پوشیدہ کرتے تھے ان میں سے بڑا امر پیشین گوئی تھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت چونکہ خود ان کو ایمان لانا منظور نہ تھا اس لئے اوروں سے بھی اس کو چھپاتے تھے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ۔ اس میں اس شخص پر رد ہے جو معتقد ہونے کا معیار خوارق و کرامات کو قرار دے۔ قولہ تعالیٰ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ۔ حق تعالیٰ کا اس کو فوز فرمانا اس شخص کے بطلان پر دلیل ہے جو جنت و نار سے استغناء کا دعویٰ کرے البتہ مغلوب الحال معذور سمجھا جاوے گا ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قولہ** غم نہ کیجئے اشارة اني حذف الجزاء لان المذكور لا يصلح ان يكون جزاء۱۲۔ ۲ **قولہ** تم میں زادہ للاشارة بان الكلام في الثقلين فلا يفر استثناء من شاء الله من الصعق عموم النفس فافهم۱۲۔ ۳ **قولہ** تمہاری بھلائی برائی اشارة الى ان الاجور في الآية عام بمعنى الاجزية كما في روح المعاني۱۲۔ ۴ **قولہ** قیامت ہی الحصر مستفاد من انما ومعناه ان الجزاء لا يوفى قبل القيامة عملا نعم قد يوجد من الجزاء لبعضه اما في الدنيا واما في القبر۱۲۔

اللغات: البر في القاموس الزبر المنع والمنهي وبالكسر المكتوب الزبور الكتاب بمعنى المزبور اه قلت وقال بعضهم سمي الكتاب بها لانه يزجر وينهى بما فيه من المواعظ عن القبيح وفسر ههنا بالصحف بقرينة المقابلة ويؤيده القراء ة بالزبر باعادة الجار فانه اقطع لاحتمال الاتحاد منير في القاموس نار نورا وانار واستنار اه فكلها لازم۔ في روح المعاني المتاع ما يتمتع به وينتفع به مما يباع ويشترى وقد شبهها سبحانه بذلك المتاع الذي يدلس به على المستام ويغير حتى يشتريه اشارة الى غاية رؤيتها عند من امعن النظر منها والغرور مصدر اه قلت وقد اوضحت المراد من كونها متاع غرور وقلت لو قدر المضاف قبل الحيوة اى شهواتها ونقيد بالمذموم مها لم يحتج الى توجيه ما يوهمه الظاهر من كونها مضرة بل يلتزم هذا الظاهر لان الشهوات المذمومة مضرة لا محالة وانما لم اخر هذا الوجه في الترجمة لما فيه من تكلف الحذف الذي هو خلاف الاصل وهذا معنى قول من قال ان هزا التشبيه بالنسبة لمن

آثرها الی الآخرة واما من طلب بها الآخرة فهی له متاع البلاغ وفی الخبر نعم المال الصالح للرجل الصالح كذا فی روح المعانی۔ قلت كان هذه القائل اشار الی ما ذكر ای تقدير المضاف وتخصيصها بالمذموم فتدبر۔ عزم الامور۔ ما من العزم بمعنی توطين النفس وعقد القلب فالمعنی من الامور التی ينبغی ان يعزمها كل احد واما من العزم بمعنی الارادة والايجاب فالمعنی من الامور التی عزمها الله تعالٰی واخترت الثانی۔

النحو: لتبيننه جواب ميثاق لتضمنه معنی القسم وقرأ ابن كثير وابو عمر وليبيننه بياء الغيبة وقد قرر علماء العربية انك اذا اخبرت عن يمين حلف بها فلك فی ذلك ثلثة اوجه۔ احدها ان يكون بلفظ الغائب كانك تخبر عن شئ كان تقول استحلفته ليقومن الثانی ان تأتی بلفظ الحاضر تريد اللفظ الذی قيل له فتقول استحلفته لتقومن كانك قلت قلت له لتقومن الثالث لتقومن ان تأتی بلفظ المتكلم فتقول استحلفته لاقومن كذا فی روح المعانی۔

البلاغة: ذائقة الموت۔ المراد به فانزل بها وعبر بالذوق مبالغة۔ اوتوا الكتٰب التعبير عنهم بذلك اما للاشعار بمدار الشقاق والايذان بان ما يسمعونه منهم مستند علی زعمهم الی الكتاب واما للاشارة الی عظم صدور ذلك المسموع منهم وشدة وقعه علی الاسماع حيث انه كلام صدر ممن لا يتوقع صدوره منه لوجود زاجر عنه معه وهو ايتاء ه الكتاب كما قيل كذا فی روح المعانی۔

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸۸﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۸۹﴾ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ڰ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۱۹۴﴾

جو لوگ ایسے ہیں کہ اپنے کردار پر خوش ہوتے ہیں اور جو کام نہیں کیا اس پر چاہتے ہیں کہ انکی تعریف ہو۔ سو ایسے شخص کو ہرگز ہرگز مت خیال کرو کہ وہ خاص طور کے عذاب سے بچاؤ میں رہیں گے اور انکو دردناک سزا ہوگی اور اللہ ہی کیلئے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔ بلاشبہ آسمانوں کے اور زمین کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے جانے میں دلائل ہیں اہل عقل کے لئے جن کی حالت یہ کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی یاد کرتے ہیں کھڑے بھی اور بیٹھے بھی اور لیٹے بھی اور آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار آپ نے اس کو لایعنی پیدا نہیں کیا ہم آپ کو منزہ سمجھتے ہیں سو ہم کو عذاب دوزخ سے بچائیے اے ہمارے پروردگار بے شبہ آپ جس کو دوزخ میں داخل کریں اس کو واقعی رسواہی کردیا اور ایسے بے انصافوں کا کوئی بھی ساتھ دینے والا نہیں۔ اے ہمارے پروردگار ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا کہ وہ ایمان لانے کے واسطے اعلان کررہے ہیں کہ تم اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ سو ہم ایمان لے آئے۔ اے ہمارے پروردگار پھر ہمارے گناہوں کو معاف فرما دیجئے اور ہماری بدیوں کو بھی ہم سے زائل کردیجئے اور ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ موت دیجئے۔ اے ہمارے پروردگار اور ہم کو وہ چیز بھی دیجئے جس کا ہم سے اپنے پیغمبروں کی معرفت آپ نے وعدہ فرمایا اور ہم کو قیامت کے روز رسوا نہ کیجئے یقیناً آپ وعدہ خلافی نہیں کرتے ۞

تفسیر ربط: اوپر یہود کے کتمان حق کا بیان تھا چونکہ ان لوگوں کو اپنی اس حرکت شنیعہ پر بجائے ندامت وخجالت کے اور برعکس فرحت اور فخر تھا۔ اگلی آیت میں اس کی وعید مذکور ہوتی ہے۔

وعید فرح برمعصیت: لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ (الی قوله تعالٰی) وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (اے مخاطب) جو لوگ ایسے ہیں کہ اپنے کردار (بد) پر خوش

ہوتے ہیں اور جو (نیک) کام نہیں کیا اس پر چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف ہو سو ایسے شخصوں کو ہرگز ہرگز مت خیال کرو کہ وہ (دنیا میں) خاص طور کے عذاب سے بچاؤ (اور حفاظت) میں رہیں گے (ہرگز نہیں بلکہ دنیا میں بھی کچھ سزا ہوگی) اور (آخرت میں بھی) ان کو دردناک سزا ہوگی۔ ف: کردار بدیہی کہ احکام حقہ کو چھپاتے تھے اور جو نیک کام نہیں کیا اس سے مراد اظہارِ حق جس کو وہ نہ کرتے تھے لیکن دوسروں کو یہ یقین دلانا چاہتے تھے کہ ہم اظہار حق کرتے ہیں تا کہ ان کا خداع معلوم نہ ہو چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو بھی یہود نے یہ حرکت کی رواہ البخاری اور اکثر یہود میں جو منافقین تھے وہ بھی مواقع غزوات پر جھوٹے عذر کر کے ایسا ہی فریب دینا چاہتے تھے رواہ الشیخان یہ آیت ان سب افعال پر نازل ہوئی اور آیت بوجہ عموم الفاظ کے دوسروں کو بھی شامل ہے جو ایسی حرکت کرے لیکن مراد اس فرح سے فرح علی المعصیت اور حب حمد سے اہتمام حمد ہے اور فرح علی الحسنہ بھی اگر بالاہتمام ہو تو قواعد شرعیہ کی رو سے وہ بھی مذموم ہے البتہ جو فرح علی الحسنہ طبعاً ہو اسی طرح حب حمد بمالم یفعل طبعاً ہو وہ معصیت نہیں خوب سمجھ لو۔ دنیا کی سزا ان یہود کو یہ ہوئی کہ بعضے قتل ہوئے بعضے جلاوطن ہوئے اور منافقین کو یہ ہوئی کہ رسوا و فضیحت ہوئے۔ ربط: اوپر اہل کفر کی سزا کا ذکر تھا چونکہ سزا دینے کے لئے اختیار اور قدرت لازم ہے اس لئے آیت آئندہ میں اس کا اثبات ہے۔

اثبات سلطنت و قدرت الٰہیہ: وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اور اللہ ہی کے لئے (خاص) ہے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی اور اللہ تعالیٰ ہر شئے پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔ ف: پس چونکہ وہ سلطانِ حقیقی ہیں سب پر ان کا حکم ماننا ضروری ہے اور نافرمانی جرم ہے اور چونکہ وہ قادر ہیں اس لئے جرم کی سزا دے سکتے ہیں اور چونکہ انہوں نے اس سزا کی خبر دی ہے اس لئے ضرور سزا دیں گے اور چونکہ یہ صفات ان کے ساتھ خاص ہیں لہٰذا ان کے سزا دیئے ہوئے کو کوئی بچا نہیں سکتا۔ پس ان مقدمات سے اوپر کے مضمون کی تاکید ہوگئی۔

ربط: چونکہ اوپر اختصاص سے توحید مفہوم ہوئی اگلی آیت میں توحید پر دلیل لاتے ہیں اور اس کے ساتھ توحید کے کامل اقتضاء پر عمل کرنے والوں کی فضیلت بیان فرماتے ہیں جس میں اشارۃً دوسروں کو بھی ترغیب ہے اس اقتضاء پر عمل کرنے کی اوپر جو کفار سے ایذائیں پہنچنے کا مضمون تھا آیت آئندہ کو اس سے بھی مناسبت ہے اس طرح کہ مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عناداً یہ درخواست کی کہ صفا پہاڑ کو سونے کا بنا دیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ حق کے دلائل تو بہت ہیں ان میں کیوں فکر نہیں کرتے اور دہ فی لباب النقول براویۃ الطبرانی وابن ابی حاتم عن ابن عباسؓ سورۂ بقرہ کے معاملہ سی و سوم و چہلم کا بھی ملاحظہ کر لیا جاوے اس سے یہ شبہ رفع ہو جاوے گا کہ پھر ان کی یہی درخواست کیوں نہ پوری کر دی گئی۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ یہ درخواست تحقیق حق کے لئے نہ تھی بلکہ عناداً تھی جس سے درخواست پورا ہونے پر بھی ایمان نہ لاتے فقط۔

دلیل توحید و فضل موحدین کاملین: اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الی قولہ تعالیٰ) اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ بلاشبہ آسمانوں کے اور زمین کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے جانے میں دلائل (توحید کے موجود) ہیں اہل عقل (سلیم) کے (استدلال کے لئے) جن کی حالت یہ ہے (جو آگے آتی ہے اور یہی حالت ان کے عاقل ہونے کی علامت بھی ہے کیونکہ عقل کا اقتضا دفع مضرت و تحصیل منفعت ہے اور اس حالت کا مجموعہ اس پر دال ہے وہ حالت یہ ہے) کہ وہ لوگ (ہر حال میں دل سے بھی اور زبان سے بھی) اللہ تعالیٰ کی یاد کرتے ہیں کھڑے بھی بیٹھے بھی لیٹے بھی اور آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے میں (اپنی قوت عقلیہ سے) غور کرتے ہیں (اور غور کا جو نتیجہ ہوتا ہے یعنی حدوث ایمان یا تجدید و تقویت ایمان اس کو اس طرح ظاہر کرتے ہیں) کہ اے ہمارے پروردگار آپ نے اس (مخلوق) کو لایعنی پیدا نہیں کیا (بلکہ اس میں حکمتیں رکھی ہیں جن میں ایک بڑی حکمت یہ بھی ہے کہ اس مخلوق سے خالق تعالیٰ کے وجود و توحید پر استدلال کیا جاوے) ہم آپ کو (لایعنی پیدا کرنے سے) منزہ سمجھتے ہیں (اسی لئے ہم نے استدلال کیا اور توحید کے قائل ہوئے) سو ہم کو (موحد و مومن ہونے کی وجہ سے) عذاب دوزخ سے بچا لیجئے (جیسا کہ شرعاً اس کا یہ مقتضی ہے گو کسی عارض سے یہ اقتضا ضعیف ہو جاوے اور چندے عذاب ہونے لگے ایک عرض تو ان لوگوں کی یہ تھی اور وہ اسی مضمون و ایمان کے مناسب اور معروضات بھی کرتے ہیں جو آگے آتے ہیں۔

معروض دوم: اے ہمارے پروردگار (ہم اس لئے عذاب دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں کہ) بیشک آپ جس کو (بطور اصلی جزا کے) دوزخ میں داخل کریں اس کو واقع رسوا ہی کر دیا (مراد اس سے کافر ہے) اور ایسے بے انصافوں کا (جن کی اصلی جزا دوزخ تجویز کی جاوے) کوئی بھی ساتھ دینے والا نہیں (اور آپ کا وعدہ ہے اہل ایمان کے لئے رسوا نہ کرنے کا بھی اور نصرت کرنے کا بھی لما قال: لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَقَالَ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ۔ الآیۃ پس ایمان لا کر اس لئے ہماری درخواست ہے کہ کفر کی اصلی جزاء سے بچایئے ایمان کا اصلی مقتضا نجات عن النار مرتب فرمایئے اور اس اقتضاء کے موانع کا ارتفاع اس سے آگے معروض چہارم میں آتا ہے۔

معروض سوم: اے ہمارے پروردگار ہم نے (جیسے مصنوعات کی دلالت سے عقلی استدلال کیا اسی طرح ہم نے) ایک (حق کی طرف) پکارنے والے کو

(مراد اس سے محمد ﷺ ہیں بواسطہ یا بلاواسطہ) سنا کہ وہ ایمان لانے کے واسطے اعلان کر رہے ہیں کہ (اے لوگو) تم اپنے پروردگار (کی ذات وصفات) پر ایمان لاؤ سو ہم (اس دلیل نقلی سے استدلال کر کے بھی) ایمان لے آئے (اس معروض کے مضمون میں ایمان بالرب کیساتھ ایمان بالرسول بھی ضمناً آ گیا پس ایمان کے دونوں جزو اعتقادِ توحید واعتقاد رسالت کامل ہو گئے۔

معروض چہارم: اے ہمارے پروردگار پھر (اس کے بعد ہماری یہ درخواست ہے کہ) ہمارے (بڑے) گناہوں کو بھی معاف فرما دیجئے اور ہماری (چھوٹی) بدیوں کو بھی ہم سے (معاف کر کے) زائل کر دیجئے اور (ہمارا انجام بھی جس پر مدار ہے درست کیجئے اس طرح کہ) ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ (شامل رکھ کر) موت دیجئے (یعنی نیکی پر خاتمہ ہو)۔

معروض پنجم: اے ہمارے پروردگار اور (جس طرح ہم نے اپنی مضرتوں سے محفوظ رہنے کے لئے عرض کیا ہے جیسے دوزخ ورسوائی اور ذنوب وسیئات اسی طرح ہم اپنے منافع کی دعا کرتے ہیں کہ) ہم کو وہ چیز (یعنی ثواب وجنت) بھی دیجئے جس کا ہم سے اپنے پیغمبروں کی معرفت آپ نے وعدہ فرمایا ہے (کہ مؤمنین وابرار کو اجر عظیم ملے گا) اور (یہ ثواب وجنت ہم کو اس طرح دیجئے کہ تو ثواب ملنے سے پہلے بھی) ہم کو قیامت کے روز رسوا نہ کیجئے (جیسا کہ بعض کو اول سزا ہوگی پھر جنت میں جاویں گے مطلب یہ کہ اول ہی سے جنت میں داخل کر دیجئے اور) یقیناً آپ (تو) وعدہ خلافی نہیں کرتے (لیکن ہم کو یہ خوف ہے کہ جن کے لئے وعدہ ہے یعنی مؤمنین وابرار کہیں ایسا نہ ہو کہ خدانخواستہ ہم ان صفات سے موصوف نہ رہیں جن پر وعدہ ہے اس لئے ہم آپ سے یہ التجائیں کرتے ہیں کہ ہم کو اپنے وعدہ کی چیزیں دیجئے یعنی ہم کو ایسا کر دیجئے اور ایسا ہی رکھئے جس سے ہم وعدہ کے مخاطب ومحل ہو جاویں) **ف۱:** السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وغیرہ سے توحید پر استدلال کی تقریر شروع پارہ سیقول رکوع اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ کے ذیل میں مفصل مرقوم ہو چکی ہے اور سَمِعْنَا کے ترجمہ میں جو احقر نے بواسطہ یا بلاواسطہ بڑھا دیا ہے وہ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کی ندا کو صحابہؓ نے تو بلاواسطہ سنا اور ہم نے بواسطہ اور مضمون دعا کا سب مسلمانوں کو عام ہے اس لئے تعمیم سماع کی کر دی گئی اور یہ جو فرمایا کہ پیغمبروں کی معرفت حالانکہ صرف یہ کافی تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی معرفت۔ وجہ یہ کہ سب انبیاء کا مضمون اس وعدے میں ایک ہے اور اس سے تاکید ہو گئی وعدہ کی یعنی بار بار ہر زمانہ میں اس وعدہ کی تجدید ہوتی رہی۔ **ف۲:** ان دعاؤں کا مضمون جمیع مقاصد مطلوبہ کو جامع ہے کیونکہ منتہیٰ مقاصد کا دو امر ہیں جنت ملنا اور دوزخ سے بچنا اور دونوں کے لئے دو شرط ہیں طاعات کا وجود اور معاصی کا عدم کل چار چیزیں ہوئیں فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ میں امر ثانی اور فَاغْفِرْ لَنَا الخ میں امر رابع اٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا میں امر اوّل وثالث کی درخواست ہے۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّیُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّھُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ اس میں زمانہ کے مدعیان تصوف کی اس عادت کی مذمت ہے کہ ان کی مجالس کے تذکروں کا زیادہ حصہ ان کی مدح ایسے کمالات کے ساتھ ہوتی ہے جن سے وہ کورے ہیں اور یہ بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا اس ذم کی قید نہیں کیونکہ کمال موجودہ سے مدح بھی مذموم ہے یہ قید خصوصیت قصہ نزول کے سبب ہے۔ قولہ تعالیٰ: الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اس آیت میں دو مسئلے ہیں ایک یہ کہ فکر بھی مثل ذکر کے عبادت ہے۔ دوسرا یہ کہ فکر کا محل خلق ہے نہ کہ خالق کی ذات۔ قولہ تعالیٰ: مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا۔ چونکہ باطل میں معدوم بھی داخل ہے اور اس آیت میں اس کی نفی ہے اس سے معلوم ہوا کہ بعض اکابر کا یہ مقولہ کہ ممکنات نے وجود کی بو بھی نہیں سونگھی ماؤل ہے اور تاویل یہ ہے کہ مراد اتصاف حقیقی کا مرتبہ ہے جو واسطہ فی الثبوت میں ہوتا ہے نہ کہ اتصاف مجازی جو واسطہ فی العروض میں ہوتا ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قولہ خاص طور کے عذاب سے بناء علی کون اللام للعھد وما فسرتہ بہ ھو الذی اختارہ فی الخازن وعلیہ فیکون الواو فی ولھم للعطف ۱۲۔ ۲ قولہ رواہ البخاری لفظہ عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سألھم عن شیء فکتموہ ایاہ واخبروہ بغیرہ فخرجوا وقدار وہ ان قد اخبروہ بما سألھم عنہ واستحمدوا بذلک الیہ وفرحوا بما اتوا من کتمان ما سألھم عنہ کذا فی روح المعانی ۱۲۔ ۳ قولہ رواہ الشیخان لفظ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ان رجالا من المنافقین کانوا اذا خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الغز وتخلفوا عنہ وفرحوا بمقعدھم خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الغزو اعتذروا الیہ وحلفوا واحبوا ان یحمدوا بما لم یفعلوا فنزلت ھذہ الآیۃ کذا فی روح المعانی قلت ولا تنافی بین الروایتین ۱۲۔ ۴ قولہ لیکن مراد اس فرح سے الی آخر الفائدۃ قلت علیہ یحمل قول ابن عباسؓ مالکم ولھذہ الآیۃ انما انزلت ھذہ الآیۃ فی اھل الکتاب ثم تلا واذا اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب الآیۃ مجیبا لمروان اذ قال لبوابہ اذھب یا رافع الی ابن عباس فقل لئن کان کل امرا منا فرح بما اوتی واحب ان یحمد بما لم یفعل معذبا لنعذبن اجمعون رواہ الشیخان وغیرھما کما فی روح المعانی ۱۲۔

۵؎ قوله اللہ ہی کے لئے افاد تقديم الجار والمجرور وفروع عليه قوله چونکہ یہ صفات ان کے ساتھ خاص ہیں اما السلطنة فبالتقديم واما القدرة فلا قتضاء المقام ۱۲۔ ۶؎ قوله سلیم زاده لئلا يرد ان كثيرا من اولى الالباب لا يهتدون بهذه الآيات وجه الدفع ظاهر وايضاً يدفعه زيادة قوله استدلال الخ فهذه الآيات موضوعة لاستدلالهم سواء استدلوا ولم يستدلوا اولو استدلوا لاهتدوا فافهم ۱۲۔ ۷؎ قوله ہر حال میں اشار به الى ان خصوصية القيام وغيره ليس بمقصود بل هو كناية عن الاستمرار بمعنى غالب الاحوال لا عدم الذهول اصلا فانه ليس مداراً للمدح نعم هو سبب له ۱۲۔ ۸؎ قوله دل سے بھی الخ يدل عليه اطلاق الذكر المفهوم منه للعموم ۱۲۔ ۹؎ قوله غور کا جو نتیجہ الخ اشارة الى ان قوله ربنا معمولا ليقولون استيناف لاحال لان هذا نتيجه ولو كان حالا لكان كالعامل من المبادى واذ ليس فليس فافهم ۱۲۔ ۱۰؎ قوله یعنی حدوث الخ ليعم من آمن من قبل او فى الحال ۱۲۔ ۱۱؎ قوله فى ترجمة هذا اس مخلوق اشار الى ان المشار اليه السموٰت والارض بتاويل المخلوق ۱۲۔ ۱۲؎ قوله منزہ سمجھتے ہیں اشار الى بن العامل مقدر وهو نسبح ۱۲۔ ۱۳؎ قوله فى توضيح فقنا اس کا یہ مقتضٰی ہے الخ فلا يشكل بدخول بعض المؤمنين النار فلا دليل فيه للمرجئة ۱۲۔ ۱۴؎ قوله فى ترجمة من تدخل النار بطور اصلی جزاء کے الخ آى بخلاف المومن فان النار ليس جزائه اصالة به لعارض وللتطهير فلا دليل فيه للمعتزلة ۱۲۔ ۱۵؎ قوله فى ترجمة فاغفرلنا پھر اس کے بعد اشارة الى ان الفاء للتعقيب لا للترتيب فان المغفرة والتكفير بلا عقوبة ما هو الظاهر من المقام ليس بمرتب لا محالة على الايمان بل لا على الاعمال مطلقاً ۱۲۔ ۱۶؎ قوله پیغمبروں کی معرفت فالتقدير على السنة رسلك ۱۲۔ ۱۷؎ قوله فى ترجمة قوله ولا تحزنا ثواب ملنے سے پہلے الخ فلا تكرار فى مضمون الخزى واعلم ان حقيقة الخزى والسوء على الكافرين وصورة وشئ من اثره قد يكون للعصاة فلا يتوهم التنافى بين الخزيين المذكورين فى الآيتين ههنا ۱۲۔

اللُّغَاتُ: فى روح المعانى المفازة۔ مصدر ميمى بمعنى الفوز والتاء ليست للوحدة لبناء المصدر عليه ومن العذاب متعلق به اى متلبسين بنجاة منه ۱۲۔ الذنوب والسيأت عن ابن عباس فى الاول الكبائر وفى الثانى الصغائر وايد بان الذنب ماخوذ من الذنب بمعنى الذيل فاستعير فيما تستوخم عاقبته ولذلك تسمٰى تبعة واما السيئة فمن السوء وهو المستقبح فتكون اخف ثم المفهوم من كثير من عبارات اللغويين عدم الفرق بين الغفران والتكفير والابرار جمع بر كارباب جمع رب كذا فى روح المعانى ۱۲۔

النَّحْوُ: لا تحسبنّ فى الجلالين بالتاء والياء فلا تحسبنهم بالوجهين ومفعولا يحسب الاول دل عليهما مفعولا يحسب الثانية على قراءة التحتانية وعلى الفوقانية حذف الثانى فقط قلت ومن قرأ بالتحتانية فتح الباء فى الفعل الاول وضم الباء فى الثانى ۱۲ هكذا فى روح المعانى۔

البَلَاغَةُ: قوله فلا تحسبنهم فى روح المعانى قال الزجاج اذا طالت القصة تعيد حسبت وما اشتبهها اعلاما بان الذى جرى متصل بالاول وتوكيد له فتقول لا تظنن زيدا اذا جاءك وكلمك بكذا وكذا فلا تظنه صادقا والفاء زائدة ۱۲ تكرير ربنا للابتهال ۱۲۔

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَآ أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَأُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾ لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۚ ثُمَّ مَأْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۗ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾

سو منظور کرلیا ان کی درخواست کو ان کے رب نے اس وجہ سے کہ میں کسی شخص کے کام کو جو کہ تم میں سے کام کرنے والا ہو اکارت نہیں کرتا۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو۔ تم آپس میں ایک دوسرے کے جزو ہو سو جن لوگوں نے ترک وطن کیا اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور تکلیفیں دیئے گئے میری راہ میں اور جہاد کیا اور شہید ہو گئے ضرور ان لوگوں کی تمام خطائیں معاف کردوں گا اور ضرور ان کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی یہ عوض ملے گا اللہ کے پاس سے اور اللہ ہی کے پاس اچھا عوض ہے۔ تجھ کو ان کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا مغالطہ میں نہ ڈال دے چندروزہ بہار ہے پھر ان کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا اور وہ بری آرامگاہ ہے۔

تفسیر ربط: اوپر ان لوگوں کی دعاؤں کا بیان تھا جو دلائل عقلیہ ونقلیہ میں نظر کرکے ایمان لے آئے آگے ان کی ان دعاؤں کا قبول ہونا: فَاسْتَجَابَ لَهُمْ

میں اوراس قبول کی علت اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ میں پھراس علت پر کہ در حقیقت ایک قاعدہ کلیہ ہے ایک تفریع مناسب مضمون مقصود سورت ہذا کے کہ مجاہدہ وصبر علی الجہاد وایذاء الکفار ہے مذکور ہے۔

قبول ادعیہ مذکورہ مع علت وتفریع بر علت : فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ (الی قولہ تعالٰی) وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ سومنظور کیاان کی درخواست کوان کے رب نے اس وجہ سے کہ (میری عادت مستمرہ[۱] ہے کہ) میں کسی شخص کے (نیک) کام کو جو کہ تم میں سے کام کرنے والا ہوا کارت نہیں کرتا (کہ اس کا صلہ نہ[۲] دوں) خواہ وہ (کام کرنے والا) مرد ہو یا عورت ہو (دونوں کے لئے یکساں قانون ہے کیونکہ) تم (دونوں) آپس میں ایک دوسرے کے جزو ہو (اس لئے حکم بھی دونوں کا ایک سا ہے پس جب ان لوگوں نے ایمان کہ ایک عمل نیک ہے قبول کر کے اس کے ثمرات کی درخواست کی تو میں نے اپنی عادت مستمرہ کے موافق اس کو منظور کرلیا اور جب ایمان پر بحسب اس کے اصل اقتضا کے ہم ایسے ثمرات عطا فرماتے ہیں) سو جن لوگوں نے (ایمان کے ساتھ اوراعمال شاقہ بھی کئے ہیں مثلاً ہجرت یعنی) ترک وطن کیااور (وہ بھی ہنسی خوشی سیر وسیاحت کے لئے نہیں بلکہ اس طرح کہ) اپنے گھروں سے (تنگ کر کے) نکالے گئے (یعنی کفار نے وطن میں پریشان کیا بیچارے گھر چھوڑ چھوڑ کر پردیس کو نکل کھڑے ہوئے) اور[۳] (اس کے سوااور طرح طرح کی) تکلیفیں (بھی) دیئے گئے (اور یہ باتیں یعنی ہجرت واخراج وایذاء سب) میری راہ میں (یعنی میرے دین کے سبب ان کو پیش آئیں اوران سب کو انہوں نے برداشت[۴] کیا) اور (اس سے بڑھ کر انہوں نے یہ کام کیا کہ) جہاد (بھی) کیااور (بہتیرے[۵] ان میں) شہید (بھی) ہوگئے (اور آخر تک جہاد[۶] سے نہ ہٹے تو ایسے اعمال پر تو ثمرات کیوں نہ دوں گا) ضروران لوگوں کی تمام خطائیں[۷] (جو میرے حقوق کے متعلق ہوگئی ہوں) معاف کردوں گا اور ضروران کو (بہشت کے) ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے (محلات کے) نیچے نہریں جاری ہوں گی (ان کو) یہ عوض ملے گا اللہ کے پاس سے اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس (یعنی ان کے قبضہ قدرت میں) اچھا عوض ہے (وہ اچھا عوض اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دیں گے) **ف**: تمام خطائیں اس لئے کہا گیا کہ یہاں ہجرت اور جہاد وشہادت کی فضیلت مذکور ہے اور حدیثوں سے ان اعمال کا تمام ذنوب سابقہ کا کفارہ ہونا معلوم ہوتا ہے اور آیات دعا میں تکفیر کو جو کہ استجابت سے مفہوم ہے خواہ اسلام پر مرتب کیا جاوے کہ اس کا بھی علی الاطلاق مکفر ہونا وارد ہے اور خواہ اس دعائے تکفیر کو صلہ استغفار کا کہا جاوے تو بہ کے مکفر ہونے میں کوئی خفا ہی نہیں اور یہ قید جو لگائی کہ میرے حقوق کے متعلق الخ وجہ اس کی یہ کہ حدیث میں دین کا استثناء آیا ہے۔

ملحقات الترجمۃ : [۱] **قولہ** عادۃ مستمرہ **اشار به الی عدم الوجوب علیه تعالٰی وانما هو تفضل ۱۲۔** [۲] **قولہ** صلہ نہ دوں **تحقیق لمعنی الضیاع لان نفس العمل قد وجد فیکف یضاع ۱۲۔** [۳] **قولہ مع ترجمة اوذوا** اوراس کے سوا **لان العطف اصله التغاثر ۱۲۔** [۴] **قولہ فی ترجمة سبیلی** سب الخ **اشارہ به الٰی ان فی سبیلی قید للکل من الهجرة والاخراج والایذاء بل للقتال والقتل ایضًا بقرینة العطف ۱۲۔** [۵] **قولہ** برداشت کیا **قدرہ لان الاخراج والایذاء لیس من اعمالهم والمقام لبیان فضل الاعمال ۱۲۔** [۶] **قولہ** بہتیرے **اشار به الٰی ان المرجع فی قتلوا لا یلزم ان یکون عین المرجع فی قاتلوا لان فضل القتال لا یتوقف شرعًا علی القتل ۱۲۔** [۷] **قولہ** نہ ہٹے **ای حتی قتلوا وحتی قتل اخوانهم فالعائد الی ضمیر قاتلوا وقتلوا وزادہ لعین ما ذکر فی فائدة قولہ** برداشت کیا **فان کونهم مقتولین لیس من اعمالهم ۱۲۔** [۸] **قولہ فی ترجمة السیئات** تمام خطائیں **فالسیئات ههنا لا یختص بالصغائر للدلیل الذی سیأتی فی الفائدة وذکر فی روح المعانی هکذا وربما یقال ان حمل السیئات ههنا علی ما یعم الکبائر سائغ اه قلت فهذه الاعمال مخصوصة من عموم ان الحسنات والقربات تکفر الصغائر لا غیر ۱۲۔**

الروایات : **فی روح المعانی اخرج ابن جریر ابو الشیخ والبیهقی وغیرهم عن ابن عمر قال سمعت رسول اللّٰه ﷺ الحدیث الطویل وفیه ان اللّٰه تعالٰی یدعوا یوم القیامة الجنة فتأتی بزخرفها وزینتها فیقول این عبادی الذین قاتلوا فی سبیلی واوذوا فی سبیلی وجاهدوا فی سبیلی ادخلوا الجنة فیدخلونها بغیر عذاب ولا حساب اه قلت وبهذا الحدیث تأید امر ان الاول ان هذاه الاعمال تکفر السیئات کما ذکرت فی الفائدة وقد ورد فی الصحاح ان الاسلام یهدم ما کان قبله وان الهجرة تهدم ما کانت قبلها وان القتل فی سبیل اللّٰه یکفر کل ذنب الا الدین والثانی ما اوصیته فی ترجمة سبیلی من تعلقه بالکل فتذکر وفی روح المعانی اخرج الترمذی وخلق کثیر عن ام سلمة قلت یا رسول اللّٰه لااسمع اللّٰه تعالٰی ذکر النساء فی الهجرة بشیء فانزل اللّٰه تعالٰی فاستجاب لهم الٰی آخر الآیة ولعل المراد انها نزلت تتمة لما قبلها اه قلت ولا بد من هذا المراد لان الآیة لیست منقطعة عما قبلها ۱۲۔**

اللُّغَاتُ: فی القاموس تقلب فی الامور تصرف فیها کیف شاء اہ قلت والظاهر من التصرف الحل والعقد ولا یلزمه النقل المکانی فمحله الامور من الحظوظ الکسب او التلذذ ویکون فی البلاد حالاً ای کائنین فی البلاد ولو حمل التصرف علی السیر فمحله یکون فی البلاد کما قال الامام ابن جریر الطبری فی تفسیر التقلب یعنی تصرفهم فی الارض وضربهم فیها واستدل علیه بقول السدی فی تفسیره ضربهم فی البلاد ۱۲۔

النَّحْوُ: قوله بعضکم جملة معترضة ومن اتصالیة اما بحسب اتحاد الاصل او الاتحاد فی الدین من روح المعانی وحملتها علی التبعیضیة لظهوره ۱۲۔ ثواباً قال البیضاوی ای الیهم فهو مصدر مؤکد وقال العصام الاظهر ان یکون ثواباً من عند الله حالاً من جنات ۱۲۔

البَلَاغَۃ: قوله انی بانی والخطاب فی منکم والتکلم فی انی من باب الالتفات والنکتة الخاصة فیه اظهار کمال الاعتناء بشان الاستجابة وتشریف الداعین بشرف الخطاب والتعرض لبیان السبب لتاکید الاستجابة والاشعار بان مدارها اعمالهم التی قدموها علی الدعاء لا مجرد الدعاء کذا فی روح المعانی قلت والی هذا السبب اشرت بقولی بعد ترجمة بعضکم ایمان کا ایک عمل نیک ہے الخ فافهم وتشکر ۱۲۔ قوله عنده حسن الثواب فی روح المعانی قول الرجل عندی ما ترید یرید اختصاصه به و تملکه له وان لم یکن عنده فلیس معنی عنده حسن الثواب ان الثواب بحضرته وبالقرب منه بل مثل هناك کونه بقدرته وفضله بحیث لا یقدر علیه غیره بحال الشیٔ یکون بحضرة احد لا یدعیه لغیره والاختصاص مستفاد من هذا التمثیل حتی لو لم یجعل حسن الثواب مبتدأ مؤخرا کان الاختصاص بحاله اہ قلت ومن ثم ترجمت بالحصر ۱۲۔ قال البیضاوی جعل ای النهی للتقلب تنزیلاً للسبب منزلة المسبب للمبالغة ۱۲۔

لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾ وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۫ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾

نصف ۲۰ ع ۱۱ ۱۲

لیکن جو لوگ اللہ سے ڈریں ان کیلئے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے یہ مہمانی ہوگی اللہ کی طرف سے اور جو چیزیں اللہ کے پاس ہیں وہ نیک بندوں کیلئے بدرجہا بہتر ہیں۔ اور بالیقین بعض لوگ اہل کتاب میں سے ایسے بھی ضرور ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اعتقاد رکھتے ہیں اور اس کتاب کے ساتھ بھی جو تمہارے پاس بھیجی گئی اور اس کتاب کے ساتھ بھی جو ان کے پاس بھیجی گئی اس طور پر کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی آیات کے مقابلہ میں کم حقیقت معاوضہ نہیں لیتے ایسے لوگوں کو ان کا نیک عوض ملے گا ان کے پروردگار کے پاس بلاشبہ اللہ تعالیٰ جلدی حساب کر دیں گے۔ اے ایمان والو! خود صبر کرو اور مقابلہ میں صبر کرو اور مقابلہ کے لئے مستعد رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تا کہ تم پورے کامیاب ہو۔

تفسیر ربط: اوپر کی آیت میں مسلمانوں کی کلفتوں کا بیان اور انجام نیک مذکور تھا آگے کافروں کی عیش و آرام کا بیان اور ان کا انجام بد مذکور ہے تا کہ مسلمانوں کو اپنا انجام سن کر جو تسلی ہوئی تھی اپنے دشمنوں کا انجام سن کر اور زیادہ تسلی ہو اور اُن کی عیش و آرام کی طرف حرصاً یا حزناً یا غیظاً التفات نہ کریں۔ پھر اس انجام بد کو دریافت کر کے اگر کسی کو ان میں سے توبہ کی توفیق ہو اور کفر و معاصی سے باز آوے اور انجام بد سے محفوظ رہنا اور اس کو بھی انجام نیک کا نصیب ہو جانا ساتھ کے ساتھ بیان فرما دیا۔

انجام بد کفار مع استثناء تائبین عن الکفر: لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ؕ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۫ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ...... لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ ...... وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ (اے طالب حق) تجھ کو ان کافروں کا (حظوظ دنیا کے لئے) شہروں میں چلنا پھرنا مغالطہ میں نہ ڈال دے (کہ اس حالت کی کچھ وقعت کرنے لگے یہ) چندروزہ بہار ہے (کیونکہ مرتے ہی اس کا نام ونشان بھی نہ رہے گا) پھر (انجام یہ ہوگا کہ) ان کا ٹھکانا (ہمیشہ کیلئے) دوزخ ہوگا اور وہ برا ہی آرام گاہ ہے لیکن (ان میں سے بھی) جو لوگ خدا سے ڈریں (اور مسلمان و مطیع ہو جاویں) ان کے لئے (بہشت کے) باغات ہیں جن کے (محلات کے) نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان (باغوں میں) ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ (ان کی) مہمانی ہوگی اللہ کی طرف

سے اور جو چیزیں خدا کے پاس ہیں (جن کا ابھی ذکر ہوا یعنی جنات اور انہار وغیرہا) یہ نیک بندوں کے لئے بدرجہا (کفار کے حظوظ دنیوی سے) بہتر ہیں (کمیت میں بھی اور کیفیت میں بھی)۔

ربط: آیات دعا کے قبل اور متصل شنائع (اہل کتاب کا بیان تھا چونکہ بعضے ان میں جو مسلمان ہو گئے تھے اچھے بھی تھے اس لئے حسب عادت قرآنیہ ان کے قبائح کے بعد ان کے مدائح آگے بیان فرماتے ہیں جیسے شروع پارہ کے رکوع سوم میں آیت یہ آئی تھی لیسوا سواء اور چونکہ اشہر روایات شان نزول کی رو سے وہ آیت نومسلم یہودیوں کے باب میں تھی اور یہ آیت نومسلم نصاریٰ کے بارہ میں اس لئے تکرار بھی لازم نہیں آیا اور اہل کتاب کا لفظ دونوں کو شامل ہے اور سورت میں دونوں ہی سے محاجہ تھا اور اگر دونوں آیتوں کا مصداق ایک ہی مذہب کے نومسلم ہوں تو اختلاف عنوان سے تکرار نہ رہا یا تکرار سے تاکید ہوگئی۔

مدح مؤمنین اہل کتاب: وَ اِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ (الی قولہ تعالیٰ) اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ اور بالیقین بعضے لوگ اہل کتاب میں سے ایسے بھی ضرور ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اعتقاد رکھتے ہیں) اور اس کتاب کے ساتھ بھی (اعتقاد رکھتے ہیں) جو تمہارے پاس بھیجی گئی (یعنی قرآن) اور اس کتاب کے ساتھ بھی (اعتقاد رکھتے ہیں) جو ان کے پاس بھیجی گئی (یعنی توراۃ) اور انجیل اور خدا کے ساتھ بھی اعتقاد رکھتے ہیں تو) اس طور پر کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے (بھی) ہیں اس لئے اس اعتقاد میں حدود شرعیہ سے تجاوز نہیں کرتے اور توراۃ وانجیل کے ساتھ جو اعتقاد رکھتے ہیں تو اس طور پر اللہ تعالیٰ کی آیات (واحکام) کے مقابلہ میں (دنیا کا) کم حقیقت معاوضہ نہیں لیتے ایسے لوگوں کو ان کا نیک عوض ملے گا ان کے پروردگار کے پاس (اور اس میں کچھ دیر بھی نہ لگے گی کیونکہ) بلاشبہ اللہ تعالیٰ جلدی ہی حساب (کتاب) کر دیں گے (اور حساب وکتاب کرتے ہی سب کا دینا لینا بیباق کر دیں گے) ف: خاشعین اور لا یشترون کی قید لگانے سے بنا برتقریر ترجمہ احقر کے یہ سوال واقع نہیں ہوتا کہ اللہ کو اور توراۃ وانجیل کو تو سب اہل کتاب مانتے تھے پھر اس میں اسلام قبول کرنے والوں کی کیوں تخصیص کی وجہ واقع نہ ہونے کی ان قیود سے معلوم ہوگئی کیونکہ دوسرے اہل کتاب کا اعتقاد اللہ کے ساتھ بلاخشوع تھا اسی سبب سے اس میں حدود شرعیہ سے تجاوز کرتے تھے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ پر اولاد کی تہمت لگاتے تھے کہیں احکام میں افتراء کرتے تھے اسی طرح توراۃ وانجیل کے ساتھ اعتقاد مع الاشتراء تھا اس لئے تخصیص کی گئی اور قرآن پر چونکہ دوسرے اہل کتاب کا مطلق اعتقاد نہ تھا اس لئے اس میں کوئی قید نہیں لگائی کہ نفس اعتقاد ہی دونوں میں ممیز ہے۔ اور یہ جو فرمایا کہ جلدی حساب کتاب کر دیں گے اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان لوگوں کا بھی ضرور حساب ہوگا کیونکہ بہت سے مقبولین کا بلاحساب جنت میں جانا احادیث میں آیا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اکثر جو جلدی حساب کتاب کر دیتا ہے وہ جلدی ہی مزدوری بھی دے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ حساب جلدی کر دیں گے تو سمجھ لو کہ ایمان واعمال صالحہ کا بدلہ بھی جلدی ہی دے دیں گے۔ خصوص اس لئے کہ قیامت بھی قریب ہے پس یہ کلام بطور کنایہ کے ہے۔

ربط: سورت ختم پر آئی چونکہ اصل مضمون سورت کا محاجہ کفار ہے باللسان بھی بالسنان بھی اور اس کے ضمن میں بہت سے معاملات قولیہ وفعلیہ کفار کے ایسے مذکور ہوئے جن سے مسلمان متاذی ہوتے تھے ایسے مواقع میں چند حالتیں پیش آتی ہیں ایک مقاتلہ ایک مصالحہ ایک یہ کہ نہ صلح کا عہد ہوا ہو اور نہ بالفعل مقاتلہ ہو لیکن احتمال ہو۔ پھر حالت مصالحہ میں بوجہ اس کے کہ کفار کو عناد تھا خاموش نہ رہتے تھے بلکہ مختلف پہلوؤں سے قولاً وفعلاً مسلمانوں کو ایذا پہنچاتے رہتے تھے جن میں بعضے امور تو قابل مباحثہ کے تھے ان میں تو محاجہ باللسان ہو سکتا تھا اور بعضے امور محض آزاردہی کی غرض سے کئے جاتے تھے پس یہ کل چار قسم کے امور ہوئے۔ ایک مقاتلہ دوسرے احتمال مقاتلہ، تیسرے مباحثہ، چوتھے محض ایذاء رسانی امر چہارم میں بطور خود صبر واستقلال کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور امر اول میں مصابرت یعنی دوسرے کے مقابلہ میں صبر وثبات کی حاجت ہوتی ہے۔ امر دوم میں مرابطت یعنی مقابلہ کے لئے مستعد رہنے کی ضرورت ہے اور امر سوم میں تقویٰ کی حاجت ہے تاکہ جوش اور غصہ میں خصم کے ساتھ شدت یا کسی معظم کی شان میں سوء ادب نہ ہو جاوے۔ جیسا اکثر مناظرات میں دیکھا جاتا ہے اور تقویٰ کو صرف امر سوم کے ساتھ خصوصیت نہیں بلکہ امور چہارگانہ میں اس کی احتیاج ہے تاکہ کسی حالت میں حدود شرعیہ سے تجاوز نہ ہو جاوے اس لئے ختم کی حالت میں انہی امور چہارگانہ کا حکم اور اس حکم کی تعمیل کا ثمرہ کہ جامع ثمرات ہے ارشاد فرماتے ہیں۔

امر بصبر ومصابرہ ومرابطہ وتقویٰ مع وعدہ ثمرہ: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا (الی قولہ تعالیٰ) لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ اے ایمان والو (تکالیف پر) خود صبر کرو اور (جب کفار سے مقاتلہ ہو تو) مقابلہ میں صبر کرو اور (احتمال مقاتلہ کے وقت) مقابلہ کے لئے مستعد رہو اور (ہر حال میں) اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو (اور حدود شرع سے نہ نکلو) تاکہ تم پورے کامیاب ہو (آخرت میں تو ضرور ہی اور اکثر اوقات دنیا میں بھی) ف: قاموس میں مرابطت اور رباط کے دو معنی لکھے ہیں ایک ملازمت ثغر العدو یعنی مابین دار الاسلام ودار الکفر کے سرحد کے موقع پر قیام کرنا تاکہ کفار سے دار الاسلام کی حفاظت رہے۔ احقر نے یہی معنی لئے ہیں۔ دوسرے معنی مواظبت علی الامر یعنی مطلق احکام کی پابندی کرنا بیضاوی نے یہ معنی بھی لئے ہیں اور حدیث میں انتظار الصلوۃ بعد الصلوۃ کو رباط فرمایا ہے اس میں دونوں معنی کا احتمال ہے یا تو معنی اول کے اعتبار سے تشبیہاً اس کو رباط فرما دیا کہ یہ بھی نفس وشیطان کے مقابلہ میں مستعد رہنا ہے۔ یا معنی ثانی کے اعتبار سے

حقیقۃً فرمادیا ہے کہ یہ انتظار خود علامت ہے دوام کی جیسا ظاہر ہے واللہ اعلم ۔ الحمد للہ آج تاریخ ۲۴ شوال ۱۳۲۳ھ یوم پنج شنبہ وقت چاشت مقام تھانہ بھون میں تفسیر سورۂ آل عمران کی اختتام کو پہنچی آگے انشاء اللہ سورۂ نساء کی تفسیر آتی ہے اور دونوں سورتوں کا ربط بہت ظاہر ہے کہ یہ سورت امر بالتقویٰ پر ختم ہوئی ہے اور وہ اسی سے شروع ہوئی ہے باقی مفصل تقریر اپنے موقع پر آ جاوے گی ان شاء اللہ تعالیٰ اللھم ربنا لك الحمد یا ذاالجلال والاکرام وعلی رسولك الصلوۃ و السلام الی یوم القیام۔

تَرْجَمَہ مَسَائِلِ السُّلُوْکِ: قولہ تعالیٰ ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا﴾ الخ رباط کی تفسیر مرابطہ ثغر سے ظاہر ہے اور حدیث میں اسباغ وضوء انتظار صلوٰۃ وغیرہ کو رباط فرمایا ہے جو کہ مرابطہ نفس ہے پس مجموعہ آیت وحدیث سے جہاد نفس پر جہاد کے اطلاق کی اصل نکلی ۔ا

مُلْحَقَاتُ التَّرْجَمَۃِ: ۱؎ **قوله** چندروزہ فالقلة باعتبار قصر المدة وان كثر ويمكن ان يكون باعتبار المقدار في جنب ما اعد الله للمومنين من البيضاوی قلت واشرت اليه في قوله اخيرا کیست میں الخ ۱۲۔ ۲؎ **قوله** بہار يطلق في لساننا على ما يتمتع به فهو بهذا المعنى مرادف للمتاع فلم يترك الترجمة اللفظية ۱۲۔ ۳؎ **قوله** وغیرہا من الخلو والمذكور والرؤية التي دلت عليه نصوص اخر ولا يدل المقام على الحصر ۱۲۔ ۴؎ **قوله في تقرير الربط** اشہر روایات هو ما في لباب النقول روى النسائي عن انس قال لما جاء نعي النجاشي قال رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوا عليه قالوا يا رسول الله نصلي على عبد حبشي فانزل الله وان من اهل الكتاب لم يومن بالله وروى ابن جرير نحوه عن جابر وفي المستدرك عن عبدالله بن الزبير قال نزلت في النجاشي وان من اهل الكتاب اه قلت وفي رواية ابن جرير عن جابر فقال المنافقين انظروا الى هذا يصلي على علج نصراني لم يره قط كذا في روح المعاني فبين هذا ان ما في النسائي قالوا فاعله في الاصل المنافقون ۱۲۔ ۵؎ **قوله في تقرير الربط** ايضا دونوں آیتوں کا مصداق ایک ہی مذہب كما ورد في رواية غير مشهورة ذكرها في روح المعاني هكذا وروى عن ابن جريج وابن زيد وابن اسحق انها نزلت في جماعة من اليهود اسلموا منهم عبدالله بن سلام ومن معه اه قلت وكون الاولى اشهر لكونها عن النسائي ۱۲۔ ۶؎ **قوله في** الفائدة بطور کنایہ كما في روح المعاني واما كناية عن قرب الاجر الموعود فان سرعة الحساب تستدعي سرعة الجزاء وحينئذ تكون الجملة تكميلا لما قبلها فانه في معنى الوعد ۱۲۔ ۷؎ **قوله** ملازمت ثغر العدد سمي به لان فيه ربط الخيول عادة وقوله ملازمة الامر سمي به لان فيه ربط النفس وحبسها ۱۲۔

فَائِدَۃٌ: عدد آياتها (ای آل عمران) في المصاحف مائتين لكن اقوال القراء فيها مختلفة فلذا صار في تعديدنا مائة وتسعًا وتسعين آية نبهنا عليه كيلا تقع في الحيرة ۱۲۔

اَللُّغَاتُ: النزل بضم الزاء وسكونها في القاموس ما هي للضيف ان ينزل عليه وقال غيره اول ما ينزل فتسمية الجنة نزلًا على هذا يكون للاشارة الى انها اول ما يعطون لا يقاسون الانتظار او يقال كبعضهم ان الجنة اول ما اعدوا للقاء والرؤية بعده ايذان بشرفهم لان الضيف مكرم خاشعين قال ابن زيد خائفين متذللين وقال الحسن الخشوع الخوف اللازم للقلب من الله تعالى ۱۲۔

سورۂ نساء مدینہ میں نازل ہوئی — شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے — اور اس میں ایک سو چھہتر آیتیں اور چوبیس رکوع ہیں

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ① وَ اٰتُوا الْيَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ وَ لَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۪ وَ لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ② وَ اِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا ③

اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جاندار سے پیدا کیا اور اس جاندار سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے مطالبہ کیا کرتے ہو اور قرابت سے بھی ڈرو۔ بالیقین اللہ تعالیٰ سب کی اطلاع رکھتے ہیں اور جن بچوں کا باپ مرجائے ان کے مال انہی کو پہنچاتے رہو اور تم اچھی چیز سے بری کو مت بدلو اور ان کے مال مت کھاؤ۔ اپنے مالوں (کے رہنے) تک ایسی کارروائی کرنا بڑا گناہ ہے پس اگر تم کو اس بات کا احتمال اس کا ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے اور عورتوں سے جو تم کو پسند ہوں نکاح کرلو دو دو عورتوں سے اور تین تین عورتوں سے اور چار چار عورتوں سے۔ پس اگر تم کو احتمال ہو کہ عدل نہ رکھو گے تو پھر ایک ہی بی بی پر بس کرو یا جو لونڈی تمہاری ملک میں ہو وہی سہی اس امر مذکور میں زیادتی نہ ہونے کی توقع قریب تر ہے۞

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تفسیر: سورة النساء مدنية وهي مائة و خمس وسبعون آية۔ ربط: اوپر کی سورت مضمون تقویٰ پر ختم ہوئی ہے اس سورت کو اسی مضمون سے شروع کیا ہے لیکن اوپر کی سورت میں اس تقویٰ کے محل میں زیادہ تر وہ معاملات مذکور ہوئے تھے جو مخالفین کے ساتھ واقع ہوتے ہیں جیسا بوجہ اوضح اس کی تفصیل گزر چکی ہے اور اس سورت میں ایک محل تو وہی معاملات ہیں دوسرا محل معاملات باہمی تیسرا محل معاملات فی ما بین اللہ والعبد یعنی دیانات پس اس سورت میں تین قسم کے مضامین ہیں۔ معاملاتِ باہمی جیسے احکام یتامیٰ وازواج ومیراث وسیاسیات وتفصیل محرمات وحدود وحقوق ودیگر احکام متعلقہ زوجین ووالدین ویتامیٰ ومساکین وجیران واقارب واصحاب ومسافرین ومممالیک ورد امانات واطاعت حکام اسلام وعول فی الحکم واحکام سلام وشفاعت وامثالہا۔ اور دیانات جیسے بعض احکام توبہ وصلوٰۃ وجنابت وطہارت وتیمم وہجرت اور معاملات مع المخالفین جیسے احکام جہاد واحوال منافقین واہل کتاب وابطال عقائد مشرکین اور یہ سب مضامین بوجہ اس کے کہ ہر ایک حکم میں دوسرے احکام پر نظر رکھنا مطلوبات شرع سے ہے مختلط طور پر مذکور ہیں اور اکثر ایک مضمون کے ضمن میں دوسرے مضامین آگئے ہیں جیسے احکام جہاد میں صلوٰۃ الخوف اور مثل اس کے اور خود ایک حکم بھی کئی کئی حکموں پر مشتمل ہے جس طرح میراث ومحرمات وغیرہما میں کتنی کتنی صورتیں ہیں چنانچہ تدبر وامعانِ نظر سے یہ سب مضامین اسی ہیئت سے مجموعہ سورت میں ملیں گے اب سب سے اول تقویٰ کا یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم فرماتے ہیں اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ایسی صفت لائے ہیں یعنی اَلَّذِيْ خَلَقَكُمْ الخ جس میں تقویٰ کے ساتھ ہی اکثر باہمی حقوق وتعلقات انسانیہ کی مراعات کی طرف اشارہ ہو جاوے پھر اس اشارہ کے بعد ارحام کی رعایت کی تصریح کردی گئی۔

امر بالتقویٰ وحفظ حقوق باہمی درضمن آن: يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ (الی قولہ تعالی) اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا۝ اے لوگو اپنے پروردگار (کی مخالفت) سے ڈرو جس نے تم کو ایک جاندار (یعنی آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا (کیونکہ سب آدمیوں کی اصل وہی ہیں) اور اس (ہی) جاندار سے اس کا جوڑا بنایا (یعنی اس کی زوجہ حوا کو) پیدا کیا اور (پھر) ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں (دنیا میں) پھیلائیں اور (تم سے مکرر تاکید کے لئے کہا جاتا ہے کہ) تم خدا تعالیٰ سے ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے (اپنے حقوق کا) مطالبہ کیا کرتے ہو (جس مطالبہ کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ خدا سے ڈر کر میرا حق دے دے سو جب دوسروں کو خدا کی مخالفت سے ڈرنے کو کہتے ہو تو معلوم ہوا کہ تم اس ڈرنے کو ضروری سمجھتے ہو تو تم بھی ڈرو) اور (اول تو تمام احکام الٰہیہ میں مخالفت سے بچنا اور ڈرنا ضرور ہے لیکن اس مقام پر ایک حکم خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے کہ) قرابت (کے حقوق ضائع کرنے) سے بھی ڈرو بالیقین اللہ تعالیٰ تم سب (کے حالات) کی اطلاع رکھتے ہیں (اگر مخالفت کرو گے مستحق سزا ہو گے) **ف**: اس آیت میں پیدائش کی تین صورتوں کا بیان ہے۔ ایک تو جاندار کا بے جان سے پیدا کرنا کیونکہ آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے ہیں۔ دوسرے جاندار کا جاندار سے بلا طریقہ توالد متعارف پیدا ہونا کیونکہ حضرت حوا حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا ہوئی ہیں جیسا حدیث شیخین وغیرہما میں ہے: انهن خلقن من ضلع وان اعوج شيء من ضلع اعلاه اور تیسرے جاندار کا جاندار سے بطریق توالد متعارف پیدا ہونا جیسا اور آدمی آدم وحوا سے اس وقت تک پیدا ہوتے آ رہے ہیں اور فی نفسہٖ عجیب ہونے میں اور قدرت کے سامنے عجیب نہ ہونے میں تینوں صورتیں برابر ہیں۔ پس بعد ثبوت بالدلیل کے کسی صورت کا محض بنا بر توہم پرستی کے انکار کرنا جیسا کہ بعضے صورت ثانیہ کے منکر ہیں نہایت ہی ظلم ہے۔ رہا یہ سوال کہ اس صورت کے اختیار کرنے سے کیا فائدہ ہوا بدیں وجہ مدفوع ہے کہ اول تو ہم تعیین فوائد واسرار کا دعویٰ نہیں کرتے نہ اس کی کچھ ضرورت۔ دوسرے ممکن ہے کہ ایک حکمت یہ بھی ہو کہ اللہ تعالیٰ کا سب طرح کی پیدائش پر قادر ہونا محقق ہو جاوے۔ تیسرے ہم پوچھ سکتے ہیں کہ جو صورت اس وقت متعارف ہے اس میں کیا اسرار وفوائد ہیں جب یہ معلوم نہیں وہ بھی نہ سہی۔ اور یہ شبہ کہ پھر آدم علیہ السلام کی وہ پسلی بدن سے غائب ہو گئی ہو گی تو اول تو یہ ضرور نہیں کیا اس کہنے سے کہ کوئی چیز مٹی سے بنی کسی عاقل کے نزدیک لازم آتا ہے کہ پھر مٹی عالم سے غیب ہو گئی ہو گی بلکہ ہر شخص کے نزدیک مطلب اس کا یہ ہوتا ہے کہ مٹی کے بعض اجزاء سے وہ چیز بنائی گئی پس اگر اسی طرح یہاں بھی کہا جاوے کہ کسی جزو خاص نہایت قلیل المقدار کو لے کر اس کو اصل قرار دیا اور اپنی قدرت سے اس کو بڑھا کر ایک خاص صورت بنا دی تو اس میں کیا اشکال ہے۔ دوسرے اگر بلا دلیل اس لازم کو کوئی مان لے تو اس میں کون سا محال لازم آتا ہے کہ آدم علیہ السلام کے بدن میں ایک ہڈی کم ہو گئی ہو۔ رہا یہ کہ اس کے نکالنے سے ان کو تکلیف ہوئی ہو گی محض طفلانہ وہم ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور یہ حکم حفاظت حقوق رحم کا بالتخصیص اس لئے بیان کیا گیا کہ آگے اس قسم کے احکام آتے ہیں گویا یہ بطور تمہید کے ہو گیا۔

ربط: اوپر تقویٰ کا حکم تھا اور اس کے ضمن میں مراعات حقوق انسانیہ ورحمیہ کا ارشاد تھا آگے اس تقویٰ کے مواقع کا کہ حقوق مذکورہ ہیں مفصلاً ذکر فرماتے ہیں اور وہ چند احکام ہیں۔

حکم اول عدم اضرار یتامیٰ: وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ (الی قولہ تعالی) اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا اور جن بچوں کا باپ مر جاوے ان کے (مملوک) مال ان ہی کو پہنچاتے رہو (یعنی ان ہی کے خرچ میں لگاتے رہو) اور (جب تک تمہارے قبضہ میں ہیں) تم (ان کے مال میں شامل کرنے کے لئے ان کی) اچھی چیز سے بری چیز کو مت بدلو (یعنی ایسا مت کرو کہ ان کی اچھی چیز تو نکال لی جاوے اور بری چیز ان کے مال میں ملا دی جاوے) اور ان کے مال مت کھاؤ اپنے مالوں (کے رہنے) تک (البتہ جب تمہارے پاس کچھ نہ رہے تو بقدر حق الخدمت اپنے گذارے کیلئے ان کے مال سے لینا درست ہے جیسا آگے آوے گا وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا) ایسی کارروائی کرنا (کہ بری چیز ان کے مال میں شامل کر دی یا بلا ضرورت ان کے مال سے منتفع ہوا) بڑا گناہ ہے (جس کی وعید آگے آوے گی اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى الخ)

ف: ایسے بچوں کو شرعاً یتیم کہتے ہیں جاہلیت میں یتیموں کے حقوق بالکل ضائع کئے جاتے تھے بعضے ان کی اچھی چیز نکال کر بری چیز ان کے مال میں ڈال دیتے بعضے ویسے ہی کھاتے اڑاتے ان سب سے ممانعت کی گئی۔

ربط: اوپر یتامیٰ کے ضرر پہنچانے کے بعض طریقوں سے منع فرمایا ان کے سوا بعضے اور امور بھی تھے جن میں یتامیٰ کا ضرر تھا مثلاً ایک یہ کہ کسی شخص کی پرورش میں کوئی یتیم مالدار لڑکی ہوئی اور صورت شکل کی بھی اچھی ہے اس کے مال وجمال کی وجہ سے اس شخص نے چاہا کہ میں خود ہی اس سے نکاح کر لوں لیکن چونکہ ہر طرح اپنے قابو میں ہوتی تھی اور کوئی دوسرا شخص اس کے حقوق کا احیاء ومطالبہ کرنے والا نہ ہوتا تھا اس لئے اس کو مہر اتنا نہ دیتے تھے جتنا دوسرا شخص دیتا اللہ تعالیٰ آئندہ حکم دوم میں اس امر کا انتظام فرماتے ہیں رواہ الشیخان عن عائشۃ رضی اللہ عنہا حاصل انتظام کا یہ ہے کہ اگر تم سے ان کا مہر مناسب پورا نہ دیا جائے تو تم اور عورتوں سے نکاح کر لو ان سے مت کرو۔

حکم دوم اکتفاء بر نکاح غیر یتامیٰ بوقت تنقیص مہر یتامیٰ : وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ اور اگر تم کو اس بات کا احتمال (بھی) ہو (اور یقین میں تو بدرجہ اولیٰ) کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارہ میں (بابت ان کے مہر کے) انصاف (کی رعایت) نہ کر سکو گے تو (ان سے نکاح مت کرو بلکہ) اور (حلال) عورتوں سے جو تم کو (اپنی کسی مصلحت کے اعتبار سے) پسند ہوں نکاح کر لو (کیونکہ وہ مجبور نہیں آزادی سے اپنی رضا ظاہر کر سکتی ہیں اور یہ نکاح اس قید کے ساتھ ہو کہ جو ایک عورت سے زیادہ کرنا چاہے تو ان صورتوں میں سے کوئی صورت ہو ایک صورت یہ کہ ایک ایک مرد) دو دو عورتوں سے (نکاح کر لے) اور (دوسری صورت یہ کہ ایک ایک مرد) تین تین عورتوں سے (نکاح کر لے) اور (تیسری صورت یہ کہ ایک ایک مرد) چار چار عورتوں سے (نکاح کر لے) **ف** : مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ترکیب نحوی میں حال ہے مَا طَابَ سے اور حال قید ہوتا ہے کلام میں اور اپنے مفہوم[1] میں بوجہ تکرار معنی کے موضوع ہیں انقسام کے لئے پس مجموعہ دونوں امروں کا مفید ہوا تقیید الحکم بہذہ الاقسام کو نہ کہ اطلاق کو اور حکم فَانْكِحُوْا جو عامل ہے حال میں اباحت کے لئے ہے پس اباحت مقید ہو گئی ان اقسام کے ساتھ جب یہ قید نہ ہوگی مثلاً چار سے زائد ہو تو اباحت بھی نہ ہوگی کیونکہ جہاں قید کا کوئی فائدہ نہ ہو احترازی ہوتی ہے اور بعض کا یہ کہنا کہ رباع تک کہنا اس لئے ہے کہ اس سے آگے استعمال نہیں آتا بایں وجہ غیر مسموع ہے کہ متنبی کے قصائد میں ہے۔ احاد ام سداس فی احاد ۔ اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ ایک عورت سے نکاح کرنا علاوہ ان اقسام کے ہے۔ وجہ دفع یہ ہے کہ سیاقاً اور اجماعاً اس قید سے اقل کی نفی مقصود نہیں کیونکہ مقام توسع کا ہے تاکہ یتامیٰ کے نکاح سے استغناء ثابت ہو جاوے جو ایک میں حاصل ہے پس ایک کی نفی سے تعرض نہیں۔ البتہ اس توسع سے یہ شبہ صحیح نہیں کہ مافوق الاربع بھی جائز ہوگا وجہ دفع یہ کہ جو غرض ہے اس توسع سے کہ استغناء نکاح یتامیٰ سے حاصل ہو جائے تو وہ توسع اس صورت میں بھی حاصل ہے کہ اس کو اربع کے اندر اندر محدود رکھا جاوے بخلاف آیہ سورۂ فاطر کے درباب ملائکہ کے اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى الخ کہ وہاں تقیید کی کوئی دلیل نہیں اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے ایک جماعت کو ایک خوان روٹیوں کا دے کر کہا جاوے کہ سب آدمی تین تین چار چار بانٹ لو۔ یقیناً جو شخص زیادہ مانگے گا وہ اپنے کو اذن جدید کا محتاج سمجھے گا۔ اور اس کلام سے زائد کی نفی سمجھے گا بخلاف اس کے کہ کسی سے کہا جاوے بازار جاؤ مدرسہ جاؤ باغ جاؤ جہاں چاہو جاؤ اس میں ما سویٰ کی نفی اس لئے نہیں کہ یہ کلام تقسیم کے لئے موضوع نہیں خوب سمجھ لو۔ اور حدیثوں میں صاف مصرح ہے کہ بعضے نو مسلموں کے پاس چار سے زائد بیبیاں تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چار سے زیادہ جدا کرا دیں اور امت حقہ کا اس پر اجماع بھی ہے اور جن لوگوں سے خلاف منقول ہے اول تو وہ اجماع ان اہل خلاف کے قول سے پہلے ہو چکا تھا پس ایسا خلاف قادح نہیں دوسرے ان کے پاس کوئی دلیل معتد بہ نہیں اور دعویٰ محض بلا دلیل صحیح مخل اجماع نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زائد سے نکاح فرمانا یہ آپ کی خصوصیات سے ہے :اخذت اکثرہ من روح المعانی وان شئت البسط فراجعہ واجاب ایضا عن شبہات الرازی۔

مسئلہ : یہ حکم چار تک کا آزادوں کے لئے ہے اس کا قرینہ آیت میں بھی ہے :اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ کیونکہ مخاطب اس میں اور ماسبق میں ایک ہیں اور غلام مالک نہیں ہوتا اور جو شرعاً غلام ہو اس کو دو تک درست ہے۔

مسئلہ : یتیم لڑکی کا نکاح قبل بلوغ باذن ولی جائز ہے آیت میں نکاح یتامیٰ کے احکام بیان کرنا اس کا قرینہ بھی ہے۔

ربط : شروع آیت میں کثرت ازواج کی اجازت دی ہے جس کی وجہ یہی تھی کہ یتامیٰ کے حق میں خلاف عدل نہ ہو چونکہ عدل مطلقاً ہر موقع میں واجب ہے اس لئے آگے اس صورت کا حکم فرماتے ہیں کہ جب کثرت ازواج میں اندیشہ خلاف عدل کا ہو۔

اکتفا بر واحدہ یا جاریہ وقت خوفِ عدم عدل بین الازواج : فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝ پس اگر تم کو (غالب) احتمال اس کا ہو کہ (کئی بیبیاں کر کے) عدل نہ رکھو گے (بلکہ کسی بی بی کے حقوق واجبہ ضائع ہوں گے) تو پھر ایک ہی بی بی پر بس کر دیا (اگر دیکھو کہ ایک کے حقوق بھی ادا نہ ہوں گے تو) جو لونڈی (حسب قاعدہ شرعیہ) تمہاری ملک میں ہو وہی سہی اس امر مذکور میں (یعنی ایک بی بی کے رکھنے یا صرف لونڈی پر بس کرنے میں) زیادتی (وبے انصافی) نہ ہونے کی توقع قریب تر ہے (کیونکہ ایک صورت میں تو تعدد نہیں جس میں برابری کرنا پڑے دوسری صورت میں بی بی کے حقوق سے بھی کم حقوق ہیں مثلاً مہر نہیں صحبت کا حق نہیں تو اندیشہ اور کم ہے)

ف : **مسئلہ** : اگر عدل نہ ہو سکنے کا غالب احتمال ہو تو کئی بیبیوں سے نکاح کرنا بایں معنی ممنوع ہے کہ یہ شخص گنہگار ہوگا نہ بایں معنی کہ نکاح صحیح نہ ہوگا نکاح یقیناً ہو جاوے گا۔

مسئلہ : جو لونڈیاں ہندوستان میں پائی جاتی ہیں یہ شرعی لونڈی نہیں ان سے بلا نکاح صحبت حرام ہے اسی طرح جبر فی الخدمت اور بیع وغیرہ سب حرام ہے۔

تنبیہ : بعض ہوا پرستوں نے دنیوی غرض سے آیات الٰہیہ کے مضمون میں تحریف کی ہے اور کہا ہے کہ یہ آیت بالکل کثرتِ ازواج کی نفی کر رہی ہے اس طرح سے کہ یہاں فرمایا کہ جب عدل نہ ہو سکے تو ایک پر اکتفاء کرو اور دوسری آیت میں فرما دیا کہ تم سے کبھی عدل ہو ہی گا نہیں ۔ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ

النِّسَاۗءِ دونوں آیتوں کے ملانے سے معلوم ہوا کہ ایک سے زیادہ جائز نہیں فقط اور یہ محض مغالطہ باطلہ ہے کیونکہ دونوں آیتوں میں عدل جدا جدا معنوں میں ہے اس آیت میں تو عدل فی الحقوق الواجبہ ہے جیسا احقر نے تصریح بھی کر دی اور یہ قدرت میں ہے اور اسی کے اعتبار سے واحد اور کثیر کے اختیار کرنے میں تفصیل فرمائی ہے اور اس آیت میں **عدل فی المحبة** ہے اور وہ عادۃً قدرت میں نہیں اس لئے اس کی نفی فرمائی بس اس ہوا پرست کے دعویٰ سے اس کو اصلاً مس نہیں بلکہ اس آیت میں نفی عدل کے ارشاد ہے فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ جس کا حاصل یہ ہوا کہ یہ تو ہم جانتے ہیں **عدل فی المحبة** نہ ہو سکے گا بلکہ قلب کو ایک طرف میلان رہے گا۔ اور اس میلان پر ملامت نہیں لیکن بالکلیہ میلان تو نہ ہو کہ قلب سے بھی اور معاملات وحقوق میں بھی۔ پس دونوں آیتوں کے مجموعہ سے یہ حاصل ہوا کہ عدل فی المحبت واجب نہیں لیکن عدل فی المعاملہ واجب ہے۔

ربط : اوپر نکاح کا بیان تھا چونکہ نکاح کے لوازم شرعیہ سے مہر ہے اور اس کا دینا اکثر طبائع پر گراں ہوتا ہے اس لئے حکم سوم میں اس کا انتظام فرماتے ہیں۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ الخ اس میں دلالت ہے اس پر کہ مباحات سے لذت حاصل کرنا اور اس میں کسی قدر کثرت بھی کرنا اور اس میں سے اچھی اچھی کو منتخب کرنا جب کہ افراط نہ ہو زہد کے منافی نہیں البتہ جس شخص کو افراط یا تفریط کا اندیشہ ہو اس کے لئے اسلم یہی ہے کہ قدر ضرورت پر اکتفاء کرے اور اسی واسطے ایسے شخص کے لئے اقتصار کرنے کی طرف اس قول میں اشارہ فرمایا ہے: فَوَاحِدَةً اور ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا میں اس کی ایسی ہی حکمت کی طرف اشارہ بھی فرمایا ہے۔

الحواشی :(۱) مطلب یہ کہ مثنیٰ وثلث وربع اپنے مفہوم کے اعتبار سے انقسام کے موضوع ہیں کیونکہ معنی میں تکرار ہے: **لان معناه اثنين اثنين و ثلثة ثلثة واربعة اربعة ۱۲منہ۔**

ملحقات الترجمۃ : ۱ **قوله فی ترجمة واتقوا الله** تم سے مکرر الخ **اشارة الى فائدة التكرير من التاكيد۱۲۔** ۲ **قوله بعد ترجمة تساء لون به** جس مطالبہ کا حاصل یہ ہے الخ **اخذته من روح المعانى ففيه تعليق الحكم بما فى حيز الصلة۱۲۔** ۳ **قوله قبل ترجمة والارحام** ایک حکم خصوصیت کے ساتھ الخ **علم منه فائدة ذكر الارحام تخصيصاً بعد تعميم التقوىٰ۱۲۔** ۴ **قوله بعد ترجمة رقيباً** مستحق الخ **فسقط قول المبتدعة من وجوب العقاب على الله تعالىٰ۱۲۔** ۵ **قوله** لگاتے رہو **دل بهذا على ان الآية فيمن لم يبلغ كما ان الآية الآتية فى من بلغ فلا تكرار وبهذا رجحه فى روح المعانى وقواه بقوله تعالىٰ ولا تتبدلوا لان التبدل لا يكون الا فى حالة القبض فافهم وبنى عليه النكتة فى التعبير بالايتاء ههنا وبالدفع هناك۱۲۔** ۶ **قوله** ان کے مال میں شامل **الى قوله** مت بدلو **اشارة الى تحقيق انيق وهو ان التبدل والاستبدال يستعملان ابدا بافضائهما الى الحاصل بانفسها والى الزائل بالباء كما فى قوله تعالىٰ ومن يتبدل الكفر بالايمان وقوله تعالىٰ تستبدلون واما التبديل فيستعمل تارة كذلك واخرىٰ بالعكس وتارة بافضائه الى مفعولية بنفيه ومرة الى مفعول واحد و ههنا اورد التبدل فلا محالة يكون الطيب متروكا والخبيث ماخوذ او الظاهر ان كونه خبيثًا او طيبًا باعتبار الجودة والردائة لا الحل والحرمة بدليل التبادر فعلى هذا بشكل كون الطيب متروكا والخبيث ماخوذا لان الظاهر بالعكس فالتوجيه انه اريد التبدل لليتيم لان الاوصياء هم المتصرفون فى اموال اليتمٰى فنهوا عن بيع بوكس من انفسهم ومن غيرهم وماضاهاه فهو آخذ للخبيث اى لليتيم وتارك الطيب اى له ايضا فافهم اخذته من روح المعانى۱۲۔** ۷ **قوله** اپنے مالوں کے رہنے تک **كذا فى روح المعانى عن الكشف لكن صاحب الكشف حمله على المبالغة وانى حملته على الافادة التقييدية كما اوضحته بقولى البته الخ فكلمة الىٰ على هذا على اصلها للغاية والمشهور انها بمعنى مع فالمنهى عنه امران اكل مالهم بعد التبديل واكله بلا تبديل ۱۲۔** ۸ **قوله** احتمال بھی ہو **اشارة الى النكتة فى ايراد الخوف مع ان شان النزول يدل على تحققه۱۲۔** ۹ **قوله** اورحلال عورتوں سے **فان المحرمات مستثناة۱۲۔** ۱۰ **قوله** کسی مصلحت الخ **اشار الى ان الطيب لا يتوقف على النظر الىٰ جمالها فلا دلالة فى الآية عليه نعم دال الحديث على جوازه الى الوجه اذا اراد الخطبة۱۲۔**

اللغات: **الرقيب فى روح المعانى المطلع ومنه المرقب للمكان العالى الذى يشرف عليه ليطلع على ما دونه ومن هنا فسره ابن زيد بالعالم فهو فعيل بمعنى الفاعل وقال مجاهد حفيظ۱۲۔ الاقساط العدل لانه زوال القسوط اى الظلم ومنه قوله تعالىٰ واما القاسطون فكانوا لجهنم حطبا واما القسط فيأتى بمعنى العدل وان حكمت فاحكم بينهم بالقسط اليتمٰى يطلق على المذكر والمؤنث كله من روح المعانى. العول الميل وهو الجور۱۲۔**

النحو واختلاف القراءة : **الارحام بالنصب وهو معطوف على محل المجرور والكلام على حد مررت بزيد وعمرو فالمعنى**

تساء لون بالارحام وكانوا يقولون اسألك بالله وبالرحم واما معطوف على الاسم الجليل اى اتقوا الله واتقوا لارحام وصلوها فان قطعها مما يجب ان يتقى وقرأ حمزة بالجر عطفًا على المجرور ويكون المعنى ما مر فى الوجه الاول من العطف على المجرور ولا يسمع تشنيع من شنع عليه بعد ثبوت القراء ة تواترا وما استندوا اليه من امتناع العطف على الضمير المجرور هو مذهب البصريين ولسنا متعبدين باتباعهم وادعى ابو حيان ان الصحيح ما ذهب اليه الكوفيون من الجواز وكذا لا يعتد بما استندوا اليه ايضًا ان فى ذكر الارحام تقرير التسائل بها والقسم بحرمتها فان هذا القول لا يراد به القسم وانما يراد الاستعطاف وليس هو كقول القائل والرحم لافعلن كذا وقد خرج ابن جنى هذه القراء ة على حذف الباء لدلالة المقام عليها وقد مشى على ذلك ايضا الزمخشرى فى احاجيه اه من روح المعانى ۱۲۔

البلاغۃ: فى روح المعانى لايفهم من خلق بنى آدم من نفس واحدة خلق زوجها منه ولا خلق الرجال والنساء من الاصلين جميعًا والمعطوف متكفل ببيان ذلك وقد ذكر غير واحد ان اللازم فى العطف تغاير المعطوفات ولو من وجه وما هو ههنا محقق بلا ريب كما لا يخفى اه قلت فلا تكرار فى الآية وفيه وليس المراد بالرجال والنساء البالغين والبالغات بل الذكور والاناث مطلقًا تجوز او لعل ايثارهما على الذكور والاناث لتاكيد الكثرة والمبالغة فيها بترشيح كل فرد من الافراد المبثوثة لمبدية غيره وقيل ذكر الكبار منهم لانه فى معرض المكلفين بالتقوى ۱۲۔ فى روح المعانى والمراد بايتائهم اموالهم تركها سالمة غير متعرض لها بسوء فهو مجاز مستعمل فى لازم معناه لانها لا توتى الا كذالك والنكتة فى هذا التعبير الاشارة الى انه ينبغى ان يكون الغرض من ترك التعرض ايصال الاموال الى من ذكر لا مجرد ترك التعرض لها وعلى هذا يصح ان يراد باليتامى الصغار على ما هو المتبادر ولا يرد عليه ان ابن ابى حاتم اخرج عن سعيد بن جبير ان رجلًا من غطفان كان معه مال كثير لابن اخ له يتيم فلما بلغ طلب المال الى قوله فنزلت وآتوا اليتامٰى فان ذلك يدل على ان المراد بالايتاء الاعطاء بالفعل لا سيما وقد روى الثعلبى ان العم لما سمعها قال نعوذ بالله من الحوب الكبير لما انهم قالوا العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب ولعل العم لم يفهم الامر بالاعطاء حقيقة بطريق العبارة بل لشئى آخر فقال ما قال اه۔ فى روح المعانى واوثرت ما على من ذهابا الى الوصف من البكر او الثيب مثلًا وما يختص او تغلب فى غير العقلاء فيما اذا اريد الذات واما اذا اريد الوصف فلا كما تقول ما زيد فى الاستفهام اى افاضل ام كريم ۱۲۔

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا ۞ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِیْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۞ وَابْتَلُوا الْیَتٰمٰی حَتّٰۤی اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ یَّكْبَرُوْا ؕ وَمَنْ كَانَ غَنِیًّا فَلْیَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِیْرًا فَلْیَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَیْهِمْ ؕ وَكَفٰی بِاللّٰهِ حَسِیْبًا ۞ لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۪ وَلِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ؕ نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًا ۞

اور تم لوگ بیبیوں کو انکے مہر خوشدلی سے دے دیا کرو۔ ہاں اگر وہ بیبیاں خوشدلی سے چھوڑ دیں تم کو اس مہر کا کوئی حصہ تو تم اس کو کھاؤ مزہ دار خوشگوار سمجھ کر اور تم کم عقلوں کو اپنے وہ مال مت دو جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مایۂ زندگانی بنایا ہے اور ان مالوں میں سے ان کو کھلاتے رہو پہناتے رہو اور ان سے معقول بات کہتے رہو اور تم یتیموں کو آزمالیا کرو یہاں تک کہ جب وہ نکاح کو پہنچ جاویں پھر اگر ان میں ایک گونہ تمیز دیکھو تو ان کے اموال ان کے حوالے کر دو اور ان اموال کو ضرورت سے زائد اٹھا کر اور اس خیال سے کہ یہ بالغ ہو جاویں گے جلدی جلدی اڑا کر مت کھا ڈالو اور جو شخص مستغنی ہو سو وہ اپنے آپ کو بالکل بچائے اور جو شخص حاجت مند ہو تو وہ مناسب مقدار سے کھالے پھر جب ان کے اموال ان کے حوالے کرنے لگو تو ان پر گواہ بھی کر لیا کرو اور اللہ تعالیٰ ہی حساب لینے والا کافی ہیں۔ مردوں کے لئے بھی حصہ ہے اس چیز میں سے جس کو ماں باپ اور بہت نزدیک کے قرابتدار چھوڑ جاویں اور عورتوں کے لئے بھی حصہ ہے اس چیز میں سے جس کو ماں باپ اور بہت نزدیک کے قرابتدار چھوڑ جاویں خواہ

وہ چیز قلیل ہو یا کثیر حصہ قطعی ۞

تفسیر: حکم سوم تسلیم مہر: وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓــًٔا مَّرِیْٓــًٔا اور تم لوگ بیبیوں کو ان کے مہر خوشدلی سے دے دیا کرو ہاں اگر وہ بیبیاں خوشدلی سے چھوڑ دیں تم کو اس مہر میں کا کوئی جزو (اور یہی حکم کل کا بھی ہے) تو (اس حالت میں) تم اس کو کھاؤ (برتو) مزہ دار خوش گوار سمجھ کر۔ ف: مسئلہ: اگر مہر لے کر واپس کر دیں تو یہ ہبہ ہے اور اگر بے لئے معاف کر دیں تو یہ ابراء ہے اور دونوں جائز ہیں اور آیت دونوں کو شامل ہے۔ مسئلہ: جو کسی جبر سے معاف کرے وہ عند اللہ معاف نہیں ہوتا۔ مسئلہ: عموم الفاظ سے معلوم ہوا کہ عورت[1] کے رشتہ دار بھی بدون اس کی مرضی کے مہر میں تصرف نہیں کر سکتے۔

ربط: اوپر حکم اول میں یتیموں کے مال کی حفاظت کا ذکر تھا اب حکم چہارم میں یہ بتلاتے ہیں کہ ان کے وہ اموال ان کو کب سپرد کر دیئے جاویں اور سپرد کرنے کی تاکید فرماتے ہیں۔

حکم چہارم تفصیل تفویض مال بہ یتامیٰ: وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ (الی قولہ تعالی) قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۞ وَابْتَلُوا الْیَتٰمٰی حَتّٰۤی اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ اور (اگر یتیم بالغ ہو جاویں جس کا مقتضی مال کا سپرد کر دینا ہے جیسا آگے آتا ہے لیکن کم عقل ہوں تو) تم (ان) کم عقلوں کو اپنے (یعنی جن کے) وہ مال مت دو جن کو خدا تعالیٰ نے (ایسے کام کا پیدا کیا ہے کہ ان کو) تمہارے (سب کے) لئے مایۂ زندگانی بنایا ہے (مطلب یہ کہ مال قدر کی چیز ہے ان کو ابھی مت دو کہ بے قدری کر کے اڑا دیں گے) اور ان مالوں میں (سے) ان کو کھلاتے رہو پہناتے رہو اور ان سے معقول بات کہتے رہو (یعنی ان کی تسلی کرتے رہو کہ مال تمہارا ہے تمہاری خیر خواہی کی وجہ سے ابھی تمہارے ہاتھ میں نہیں دیا ذرا سمجھ دار ہو جاؤ گے تو تم ہی کو دے دیا جاوے گا) اور (جب مال سپرد کرنے کے لئے ہوشیاری دیکھنا ضرور ہے تو) تم یتیموں کو (بالغ ہونے سے پہلے ہوشیاری و تمیز داری کی باتوں میں) آزما لیا کرو (کیونکہ بالغ ہونے کا وقت تو سپردگی مال کا وقت ہے تو آزمائش پہلے سے چاہئے مثلاً کچھ کچھ سودا سلف اس سے منگا لیا اور دیکھا کہ کیسے سلیقہ سے خرید کر لائے یا کوئی چیز فروخت کی دے دی اور دیکھا کہ اس کو کس طرح فروخت کیا) یہاں تک (ان کو آزمایا جاوے) کہ جب وہ نکاح (کی عمر) کو پہنچ جاویں (یعنی بالغ ہو جاویں کیونکہ پوری قابلیت بلوغ سے ہوتی ہے) پھر (بعد بلوغ وآزمائش) اگر ان میں ایک گونہ تمیز دیکھو (یعنی حفاظت و رعایت مصالح مال کا سلیقہ اور انتظام ان میں پاؤ) تو ان کے اموال ان کے حوالے کر دو (اور اگر ہنوز سلیقہ یا انتظام نہ معلوم ہو تو چندے اور حوالہ نہ کیا جاوے جیسا ف میں آتا ہے۔

ف: مسئلہ: قبل بلوغ آزمائش کا جو طریقہ بتلایا گیا اس سے معلوم ہوا کہ نابالغ اگر خرید و فروخت کرے باذن ولی جائز ہے۔ مسئلہ: ایک گونہ تمیز کی جو تفسیر کی گئی اس تمیز نہ ہونے کو سفہ کہتے ہیں جو مانع تفویض مال ہے خواہ سلیقہ نہ ہو خواہ سلیقہ ہو مگر اس سلیقہ سے کام نہ لیتا ہو یعنی انتظام نہ کرتا ہو بلکہ مال کو اڑاتا ہو دونوں صورتوں میں ابھی مال نہ دیا جاوے گا اور اوپر جو کہا ہے ذرا سمجھ دار اس ذرا سے بھی یہی خاص تمیز مراد ہے۔

مسئلہ: یہ جو کہا ہے کہ چندے اور حوالہ نہ کیا جاوے اس سے مراد پچیس سال کی عمر سے کم کم ہے اور جب پچیس سال کا پورا ہو جاوے گو یہی حالت رہے تو اس کا مال اس کو دیدینگے۔

مسئلہ: سفیہ کے ایسے تصرفات باطل ہیں جن میں یہ ضرورت ہے کہ دوسرے کے ہاتھ میں چیز دیدی جاوے جیسے ہبہ و صدقہ وغیرہ اور جو تصرفات زبانی نافذ ہو جاتے ہیں جیسے بیع و نکاح و طلاق وغیرہ سب صحیح ہیں اور ولی یعنی جس کے قبضہ میں مال ہے اسکو ان تصرفات کی تکمیل کا مثل تسلیم بیع و زر ثمن و مہر حکم کیا جاویگا۔

مسئلہ: علامت بلوغ کی انزال اور حیض ہے اور یہ نہ ہو تو مرد کی عمر ۱۸ سال کی اور عورت کی ۱۷ سال کی اور بقول بعض علماء مفتی بہ پندرہ سال دونوں میں وھو مذھب الصاحبین ووافقھما الامام فی روایة عنه۔

مسئلہ: البتہ اگر اس کے دماغ میں ایسا فتور ہو جس کو جنون یا عتہ کہتے ہیں اس کا حکم تمام عمر مثل نابالغ کے رہے گا یہ سب مسائل ہدایہ میں ہیں۔

دفع شبہ: امام صاحبؒ کے اس مسئلہ پر کہ بعد پچیس سال کے اس کا مال دے دیا جاوے۔ شبہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو رشد پر مدار رکھا ہے اور ابھی رشد ہوا نہیں جواب یہ کہ یہاں رشد مقابل سفہ کے ہے اور سفہ سے مراد مطلق سفہ نہیں بلکہ وہ سفہ جو اثر صبا یعنی طفولیت کا ہے چنانچہ نابالغوں کا ذکر اس کا قرینہ ہے اور احقر نے ترجمہ سفہاء میں لفظ ان سے اس طرف اشارہ کر دیا ہے۔ پس ابتدائے بلوغ میں تو اس کی عمر سابق کا بقیہ اثر سمجھیں گے اور جب پچیس سال کی عمر ہو گئی جس میں آدمی دادا بن سکتا ہے اب طفولیت کا اثر قطعاً نہیں رہا اس وقت کی بے عقلی دوسری قسم کی ہے پس وہ سفہ نہ رہا تو اس کا مقابل یعنی رشد آ گیا جس کو بوجہ تنکیر کے ایک گونہ رشد سے تفسیر کیا گیا ہے اور رشد پر تفویض مال کا حکم منصوص ہے پس مال دے دیا جاوے گا۔ اور ایک شبہ اس مسئلہ پر ہے کہ اس کے بعض تصرفات نافذ ہو جاویں گے شبہ یہ ہے کہ پھر مال نہ دینے سے کیا فائدہ ہوا جواب یہ ہے کہ اکثر اتلاف مال تبرعات میں ہوتا ہے اور وہ نافذ نہیں ہوتے یہی فائدہ کافی ہے یہ

سب تقریر ہدایہ سے ماخوذ ہے۔

ربط: اوپر حکم فرمایا ہے کہ بعد بلوغ کے بشرط رشد، یتامیٰ کا مال ان کے حوالے کردو۔ آگے ان اموال کے کھانے سے کہ مخل ہے تفویض مذکور میں روکتے ہیں اور بعضی ضرورت سے کھانے کی اجازت کو مستثنیٰ کرتے ہیں کہ حکم پنجم ہے اور حوالہ کرنے کا ایک مستحب طریقہ بھی بتلاتے ہیں۔

تتمہ حکم چہارم واستیناف حکم پنجم درمیان اجزاء تتمہ: وَلَا تَأْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا (الی قولہ تعالی) وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا اور ان اموال (یتامیٰ) کو ضرورت سے زائد اُٹھا کر اور اس خیال سے کہ یہ بالغ ہو جاویں گے (پھر ان کو حوالہ کرنا پڑے گا) جلدی جلدی اڑا کر مت کھا ڈالو اور (اگر اس طرح نہ اڑاویں بلکہ تھوڑا تھوڑا کھانا چاہیں تو اس کا یہ حکم ہے کہ) جو شخص (اس مال سے) مستغنی ہو (یعنی اس کے پاس بھی بقدر کفایت موجود ہے گو صاحب نصاب نہ ہو) سو وہ تو اپنے کو بالکل[1] (تھوڑا کھانے سے بھی) بچائے اور جو شخص حاجتمند ہو تو وہ مناسب مقدار سے (یعنی جن میں حاجات ضروریہ رفع ہو جاویں) کھالے (برت لے) پھر جب (بعد وجود شرائط یعنی بلوغ و رشد مذکور کے) (ان کے اموال انکے حوالے کرنے لگو تو (بہتر ہے کہ) ان (کے مال ان کو دے دینے) پر گواہ بھی کرلیا کرو (شاید کسی وقت کچھ اختلاف واقع ہو تو گواہ کام آویں) اور (یوں تو) اللہ تعالیٰ ہی حساب لینے والے کافی ہیں (اگر خیانت نہ کی ہو تو گواہوں کا نہ ہونا بھی مضر نہیں کیونکہ اصل حساب جن کے متعلق ہے وہ تو اس کی صفائی جانتے ہیں اور اگر خیانت کی ہے تو گواہوں کا ہونا کوئی نافع نہیں کیونکہ جن سے حساب کا سابقہ ہے وہ اس کا ملوث ہونا جانتے ہیں صرف ظاہری انتظام کیلئے گواہوں کا ہونا مصلحت ہے)

ف: مَسْئَلَہ: یتیم کے حاجتمند کارکن کو بقدر حوائج ضروریہ صرف کرنا بوجہ اپنے حق الخدمت کے جائز ہے۔ **فی الهداية وهذا لان الحبس من اسباب النفقة كما فی الوصی الخ۔**

مَسْئَلَہ: یہ گواہ کرنا بمصلحت مذکورہ مستحب ہے۔

ربط: اوپر یتامیٰ کو ضرر پہنچانے سے ممانعت فرمائی ہے ایک ضرر یتامیٰ کو جاہلیت میں یہ بھی پہنچایا جاتا تھا کہ ان کو میراث میں مستحق نہ سمجھتے تھے اس لئے آگے حکم ششم میں ایک قاعدہ کلیہ سے اس رسم کا ابطال فرماتے ہیں۔

حکم ششم اثبات حقوق ورثہ در ترکہ: لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ (الی قولہ تعالی) نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا مردوں کے لئے بھی (خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے) حصہ (مقرر) ہے اس چیز میں سے جس کو (ان عورتوں کے) ماں باپ اور (یا دوسرے) بہت نزدیک کے قرابت دار (اپنے مرنے کے وقت) چھوڑ جاویں اور (اسی طرح) عورتوں کے لئے بھی (خواہ چھوٹی ہوں یا بڑی) حصہ (مقرر) ہے اُس چیز میں سے جس کو ان عورتوں کے ماں باپ اور (یا دوسرے) بہت نزدیک کے قرابت دار (اپنے مرنے کے وقت) چھوڑ جاویں خواہ وہ (چھوڑی ہوئی) چیز قلیل ہو یا کثیر ہو (سب میں سے ملے گا اور) حصہ (بھی ایسا جو) قطعی[2] (طور پر مقرر ہے)۔ **ف**: یہاں صرف استحقاق حصہ میراث کو اجمالاً بتلایا ہے۔ تھوڑی دور آگے حصص ورثہ کی تفصیل آتی ہے اور نزدیک کے رشتہ سے مطلب یہ ہے کہ شرع میں جو ترتیب وارثوں میں مقرر و ثابت ہے اس ترتیب میں نزدیک ہو اور ظاہر ہے کہ نزدیکی دونوں جانب سے ہوتی ہے پس اس سے لازم آ گیا کہ جو رشتہ دار اقرب ہو گا وہ میراث پاوے گا پھر جہاں شرع نے سب کو اقرب سمجھا ہے گو وجوہ اقربیت متفاوت ہوں وہاں سب کو وارث بنایا ہے اور جہاں ایک کو اقرب ایک کو ابعد سمجھا ہے اقرب کو وارث کیا ہے ابعد کو نہیں اس قاعدہ کے عموم میں ذوی الفروض وعصبات وذوی الارحام جو حنفیہ کے نزدیک وارث ہیں سب آ گئے۔ البتہ عصبات میں میراث کا مقرر ہونا اور ذوی الارحام میں اس کا قطعی ہونا جیسا کہ ترجمہ سے متوہم[3] ہوتا ہے کسی قدر شاید موجب خلجان ہو لیکن مقرر سے مراد یہ لیا جاوے کہ رائے مورث پر مدار نہیں شرع نے قواعد مقرر کر دیئے ہیں اور قطعی سے مراد یہ لیا جاوے کہ جو عمل میں مثل قطعی کے ہو جس کو فرض عملی کہتے ہیں اب کچھ خلجان نہیں۔

تَرْجَمَۂ مَسَائِلُ السُّلُوْکِ: قولہ تعالیٰ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ۔ اس میں اس پر دلالت ہے کہ اپنے سے کم رتبہ شخص کے ہدیہ لینے سے استنکاف نہ کرے۔ قولہ تعالیٰ: وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الخ اس سے یہ قاعدہ مستنبط ہوتا ہے کہ کوئی چیز غیر اہل کو سپرد نہ کی جاوے اور اموال پر مناصب کو بھی قیاس کریں گے اور منجملہ مناصب کے طالبین کی تعلیم و تربیت کی خدمت ہے سو کسی کو ماذون (خلیفہ) بنانے میں نہایت احتیاط چاہئے اور جس طرح اموال کے بارہ میں وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى میں جانچ کرنے کا حکم ہے اسی قیاس پر اس کے منصب کے بارہ میں بھی بدرجۂ اولیٰ امتحان کرنا ضروری ہو گا۔

الحواشی: (۱) مطلب یہ کہ گو سیاق و سباق سے یہاں خطاب ازواج کو ہے مگر عموم الفاظ و نیز عموم علت اور لوگ بھی جن میں عورت کے اقارب بھی داخل ہو گئے اس کے مامور ہیں کہ عورتوں کے مہر عورتوں ہی کو دیا کریں خود ان میں بلا اذن تصرف نہ کیا کریں ۱۲ منہ۔ (۲) قولہ قطعی یہ فقہ کی اصطلاح پر نہیں ہے بلکہ محاورہ پر ہے یعنی ضروری اور لازمی ۱۲ منہ۔ (۳) قولہ متوہم کیونکہ حاشیہ سابقہ سے اس کا غیر مراد ہونا ظاہر ہو چکا ہے اس صورت میں خود اشکال ہی وارد نہیں ہوتا ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قوله سمجھ کر هو كجزء الترجمة لا جزء الترجمة وحاصله التقليد بمقدر اى عندكم والقرينة عليه المقام ويمكن تائيد الاشارة اليه بما فى روح المعانى من قوله يكون قوله سبحانه ذلك عبارة عن التحليل والمبالغة فى الاباحة وازالة التبعة ۱۲۔ ۲؎ قوله مسئلہ عموم الخ وعليه يحمل ما فى لباب النقول عن ابن ابى حاتم قال ابو صالح قال كان الرجل اذا زوج ابنته اخذ صداقها دونها فنهاهم الله عن ذلك فانزل واتوا النساء الخ ۱۲۔ ۳؎ قوله فى ترجمة اموالكم یعنی ان کے وانما اضافها الى ضمير المخاطب مبالغة فى حملهم على المحافظة عليها كانها اموالكم التى تبالغون فى حفظها ۱۲۔ ۴؎ قوله فى ترجمة جعل الله لكم جن کو الی سب کے فيه اشارتان الاول حذف المفعول الاول لجعل والثانى كون ضمير الخطاب عاما دخل فيه اليتامى وهو برى عن التكلف ۱۲۔ ۵؎ قوله مایہ زندگانی فالقيام معناه به القيام اى التعيش ۱۲۔ ۶؎ قوله فى ترجمة فيها ان مالوں میں سے ففى بمعنى من التبعيضية كما جوزه فى الروح ۱۲۔ ۷؎ قوله تحت ترجمة بلغوا پوری الخ المراد به صلاحية التوالد فان الجماع ربما يقع من غير البالغ لكنه لا ينزل فلا يتوالد ۱۲۔ ۸؎ قوله مستغنی ہو اشار بهذا ان الغنى ههنا ليس غنى نصاب اصطلاحًا بل هو لغوى وكذا الفقر ۱۲۔ ۹؎ قوله فى ترجمة فليستعفف بالکل بچائے لان فيه من المبالغة ما ليس فى العطف ومعناه الكف فيتعدى الى المفعول هو نفسه ۱۲۔ ۱۰؎ قوله فى ترجمة فلياكل برت لے اشارة الى المجازليعم اللباس وغيره ۱۲۔ ۱۱؎ قوله رشد مذکور اشارة الى ما ذكر فى الفائدة المتعلقة بالسابق من تحقيق المذهب الحنفى فى تفسير الرشد ۱۲۔ ۱۲؎ قوله بہتر ہے اشارة الى استحباب الاشهاد ۱۲۔

الروایات: فى لباب النقول اخرج ابو الشيخ وابن حبان فى كتاب الفرائض من طريق الكلبى عن ابى صالح عن ابن عباس قال كان اهل الجاهلية لا يورثون البنات والا الصغار الذكور حتى يدركوا فمات رجل من الانصار يقال له اوس بن ثابت وترك ابنتين وابنا صغيرًا فجاء ابناعمه خالد وعرفطة وهما عصبة فاخذا ميراثه كله فاتت امرأته رسول الله ﷺ فذكرت له ذلك فقال ما ادرى ما اقول فنزلت للرجال نصيب الآية اه قلت وبهذه الرواية ثبت ما ذكران فى تقرير ربط الآية بقولى ایک ضرر الخ وبها علم وجه تعميم الرجال للصغار والكبار وكذا النساء فافهم ۱۲۔

الفقه: استدلوا بالآية على ان الوارث لو اعرض عن نصيبه لم يسقط حقه وهو مذهب ابى حنيفةؒ ۱۲۔ كذا فى روح المعانى۔

اللغات: الصدقة المهر والنحلة يقال نحله اذا اعطاه اياه عن طيب نفس بلا توقع عوض الهنئ ما يلذه الانسان المرئ ما يحمد عاقبته كذا فى البيضاوى قلت وراعيت هذه المعانى كلها فى ترجمتى والمراد بقولى خوشگوار ما ينهضم بسهولة وهو معناه اللغوى فى الفارسية والباقى ظاهر السفه۔ الخفة۔ ويراد خفة۔ العقل ۱۲۔

النحو: نحلة مفعول مطلق بمعنى ايتاء ومنه الضمير للصداق ونفسًا تميز عن النسبة وهنيئًا مريًا حالان من ضمير المفعول ۱۲۔ اذا فى اذا بلغوا شرطية وجوابه الشرطية التى تليها من قوله فان آنستم الخ ۱۲۔ قوله اسرافًا وبدارًا حال اى مسرفين ومبادرين كبرهم والمبادرة المسارعة وهى لاصل الفعل ههنا ويصح المفاعلة بان يبادر الولى اخذ مال اليتيم واليتيم يبادر نزعه منه كذا فى روح المعانى قوله ولا تأكلوا الخ معطوف على ابتلوا لا على ادفعوا لعدم تقييده بايناس الرشد وفاعل كفى الاسم الجليل والباء زائدة ليدل على معنى الامر فالتقدير اكتفوا بالله وحسيبا حال مما قل بدل من ما ترك باعادة العال نصيبا حال اذا لمعنى ثبت لهم مفروضا مقطوعًا واجبًا لهم بيضاوى قلت وراعيت فى ترجمة المفروض كلا معنى القطع والوجوب ۱۲۔

البلاغۃ: فان طبن الخ اى فان وهبن عن طيب لكن جعل العمدة طيب النفس للمبالغة وعداه بعن لتضمين معنى التجافى والتجاوز وقال منه بعثا لهن على تقليل الموهوب كذا فى البيضاوى فليس التقليل شرطًا للجواز واشرت اليه بقولى یہی حکم کل کا بھی ہے اما البعث على التقليل فارشاد ومشورة لئلا تبقى مفلسة لا مال لها ۱۲۔ فى روح المعانى وايراد حكمهن اى فى قوله تعالى والنساء الخ على الاستقلال للاعتناء بامرهن والايذان باصالتهن فى الاستحقاق والمبالغة فى ابطال حكم الجاهلية مع الارشاد من اول الامر الى تفاوت ما بين نصيبى الفريقين قوله للرجال والنساء اقول التعبير بالرجال والنساء المتبادر منه البالغون مع كون المراد اعم لعله لنكتة الاشارة الى ان الصغار فى هذا الحكم كانهم الكبار فافهم ۱۲۔

وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوا الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُم مِّنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۝

وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝ إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ۝ يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِي أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ۚ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۖ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۚ

اور جب (وارثوں میں ترکہ کے) تقسیم ہونے کے وقت آموجود ہوں رشتہ دار (دور کے) اور یتیم اور غریب لوگ تو ان کو بھی اس (ترکہ) میں جس قدر بالغوں کا ہے اس میں سے کچھ دیدو اور ان کے ساتھ خوبی سے بات کرو اور ایسے لوگوں کو ڈرنا چاہئے کہ اگر اپنے بعد چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ جائیں تو ان کی ان کو فکر ہو سو ان لوگوں کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور موقع کی بات کہیں۔ بلاشبہ جو لوگ یتیموں کا مال بلا استحقاق کھاتے (برتتے) ہیں اور کچھ نہیں اپنے شکم میں آگ بھر رہے ہیں اور عنقریب جلتی آگ میں داخل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے باب میں لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر اور اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں گو دو سے زیادہ ہوں تو ان لڑکیوں کو دو تہائی ملے گا اس مال کا جو کہ مورث چھوڑ مرا ہے اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کو نصف ملے گا۔

تفسیر: ربط: اور پرورشہ مستحقین ترکہ کا بیان تھا آگے حکم ہفتم میں غیر مستحقین ترکہ کے ساتھ بھی ایک گونہ مراعات کا استحبابا حکم فرماتے ہیں۔

حکم ہفتم مراعات غیر ورثہ: وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ (الی قولہ تعالی) قَوْلًا مَعْرُوفًا ۝ اور جب (وارثوں میں ترکہ کے) تقسیم ہونے کے وقت (یہ لوگ) آموجود ہوں (یعنی دور کے) رشتہ دار (جن کا میراث میں حق نہیں) اور یتیم اور غریب لوگ (اس توقع سے کہ شاید ہم کو بھی کچھ مل جاوے رشتہ دار تو ممکن ہے کہ گمانِ استحقاق سے اور دوسرے لوگ بامید خیر خیرات کے) تو ان کو بھی اس (ترکہ) میں (جس قدر بالغوں کا ہے اس میں) سے کچھ دیدو اور ان کے ساتھ خوبی (اور نرمی) سے بات کرو (وہ بات رشتہ داروں سے تو یہ ہے کہ سمجھا دو کہ تمہارا حصہ شرع سے اس میں نہیں ہے، ہم معذور ہیں اور دوسروں سے یہ کہ دے کر احسان نہ جتلاؤ)

ف: مسئلہ: یہ حکم واجب نہیں مستحب ہے اور اگر ابتداء میں واجب ہوا ہو تو وجوب منسوخ ہے۔

مسئلہ: اور بالغوں کی قید اس لئے لگائی کہ نابالغوں کے حصہ میں سے خیر خیرات یا کسی کی مراعات بالکل جائز نہیں۔

ربط: یہاں تک اصل مضمون یتیموں کو ضرر نہ پہچانے کا تھا اور دوسرے مضامین اسی کی مناسبت سے مذکور ہوئے ہیں آگے اسی اصل مضمون کی تاکید کے لئے ایک واقعہ دنیویہ فرض کرتے ہیں جس سے یتیموں کی ہمدردی پیدا ہو اور ایک واقعہ آخرت کا یقین دلاتے ہیں تاکہ خوف پیدا ہو اور دونوں واقعوں میں فکر کر کے یتامیٰ کے اضرار کی جرأت نہ کریں۔

تاکید رعایت حق یتامیٰ: وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا عَلَيْهِمْ (الی قولہ تعالی) وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا اور (یتامیٰ کے معاملہ میں) ایسے لوگوں کو ڈرنا چاہئے کہ اگر اپنے بعد چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ (کر مر) جاویں تو ان (بچوں) کی ان (لوگوں) کو فکر ہو (کہ دیکھئے ان کو کوئی آزار دے تو ایسا ہی دوسرے کے بچوں کے لئے بھی خیال رکھنا چاہئے کہ ہم ان کو آزار نہ دیں) سو (اس بات کو سوچ کر) ان لوگوں کو چاہئے کہ (یتامیٰ کے معاملہ میں) خدا تعالیٰ (کے حکم کی مخالفت) سے ڈریں (یعنی فعلاً آزار و ضرر نہ پہنچاویں) اور (قولاً بھی ان سے) موقع کی بات کہیں (اس میں تسلی اور دلجوئی کی بات بھی آگئی اور تعلیم اور تادیب کی بات بھی آگئی غرض ان کے مال اور جان دونوں کی اصلاح کریں) بلاشبہ جو لوگ یتیموں کا مال بلا استحقاق کھاتے (برتتے) ہیں اور کچھ نہیں اپنے شکم میں (دوزخ کی) آگ (کے انگارے) بھر رہے ہیں (یعنی انجام اس کھانے کا یہ ہونے والا ہے) اور (اس انجام کے مرتب ہونے میں کچھ زیادہ دیر نہیں کیونکہ) عنقریب (ہی دوزخ کی) جلتی آگ میں داخل ہوں گے (وہاں یہ انجام نظر آوے گا)

ف: پہلے مضمون کا حاصل یہ ہے کہ آنچہ برخود نہ پسندی بر دیگراں مپسند اور قول سدید کی جو تفسیر کی گئی اس میں اس کی تہذیب کے متعلق اگر بقدر ضرورت تشدد کرنا پڑے وہ بھی داخل ہو گیا ایسی نرمی کا حکم نہیں جس میں وہ بگڑ جاوے مطلب یہ ہے کہ ہر امر میں اس کی مصلحت مرعی ہو اپنی مصلحت پر نظر نہ ہو پس تادیب میں بھی اپنے غیظ کی شفا مقصود نہ ہونا چاہئے اور بلا استحقاق کی جو قید لگائی گئی اس سے یہ فائدہ ہوا کہ باستحقاق کھانے کی اجازت ہے جس کا بیان ابھی حکم پنجم میں وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا کی تفسیر میں گزر چکا ہے دیکھ لیا جاوے۔

مسئلہ: جس طرح مال یتیم کا خود کھانا حرام ہے اسی طرح کسی کو کھلا دینا گو بطور خیر خیرات ہی کے کیوں نہ ہو نیز حرام ہے اسی لئے ترجمہ میں لفظ برتنے کا ظاہر

کردیا گیا ہے اور ہر نابالغ کا حکم یہی ہے گو یتیم نہ ہو خوب یاد رکھو اس میں بہت بے پروائی کی جاتی ہے۔

ربط: حکم ششم میں ورثہ کا استحقاق حصص اجمالاً مذکور ہے آگے ان حصص کی کچھ تفصیل یہاں ارشاد ہے اور کچھ ختم سورت پر اور پوری تفصیل ان احکام کی دوسرے دلائل شرعیہ سے اخذ کر کے کتب فرائض میں موجود ہے اور اس تفصیل میں کئی قسم کے ورثہ کا حصہ بیان فرمایا ہے اور ان ورثہ کی تخصیص ذکری کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضور ﷺ سے اولاد اور بھائی بہنوں کے متعلق سوال کیا گیا تھا کما سیذکر فی الحواشی العربیة اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں جن کے اول میں حصص اولاد کے مذکور ہیں اور آخر میں بھائی بہن کے اور پھر اس دوسرے مضمون کا تمہ ختم سورت میں مذکور ہے اور درمیان میں ماں باپ اور زوجین کے حصص اس لئے آ گئے کہ ماں باپ اور زوجین کے ہونے نہ ہونے سے اولاد کے حصے بدل جاتے ہیں پس اصل مقصود ان ہی دو سوال کا جواب ہے اور اگر یہ دیکھا جاوے کہ پہلے استفتاء میں اولاد کے ساتھ زوجہ بھی تھی تو ذکر زوجہ کو اور زیادہ ربط بڑھ جاوے گا۔

حصہ اولاد: يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ (الی قولہ تعالی) وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے میراث پانے کے) باب میں (وہ یہ کہ) لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر (یعنی اگر لڑکا لڑکی ایک ایک یا کئی ملی جلی ہوں تو ان کے حصوں میں باہم یہ نسبت ہوگی کہ ہر لڑکے کو دوہرا اور ہر لڑکی کو اکہرا) اور اگر (اولاد میں) صرف لڑکیاں ہی ہوں گو دو سے زیادہ ہوں تو ان لڑکیوں کو دو تہائی ملے گا اس مال کا جو کہ مورث چھوڑ مرا ہے (اور اگر دو لڑکیاں ہوں تب تو دو تہائی ملنا بہت ہی ظاہر ہے کیونکہ اگر ان میں ایک لڑکی کی جگہ لڑکا ہوتا تو اس لڑکی کا حصہ باوجودیکہ بھائی سے کم ہے ایک تہائی سے نہ گھٹتا پس جب دوسری بھی لڑکی ہے تب تو تہائی سے کسی طرح گھٹ ہی نہیں سکتا اور دونوں لڑکیاں یکساں حالت میں ہیں پس اس کا بھی ایک تہائی ہوگا دونوں کا مل کر دو تہائی ہوا البتہ تین لڑکیوں میں یہ شبہ تھا کہ شاید ان کو تین تہائی یعنی کل مل جاوے اس لئے فرمادیا کہ گو لڑکیاں دو سے زیادہ ہوں مگر دو تہائی سے نہ بڑھے گا) اور ایک ہی لڑکی ہو تو اس کو (کل ترکہ کا) نصف ملے گا (اور پہلی صورت میں ایک ثلث بچا ہوا اور دوسری صورت کا ایک نصف بچا ہوا دوسرے خاص اقارب کا حق ہے یا اگر کوئی نہ ہو تو پھر اسی کو دے دیا جاوے گا جیسا کہ کتب فرائض میں مذکور ہے)

ف مسئلہ: اور یہ سب تقسیم بعد تجہیز و تکفین و ادائے دیون و تنفیذ وصیت من الثلث کے ہوگی جیسا عنقریب واضح ہوگا۔

ف: اولاد کے وارث ہونے کی چار صورتیں آیت سے معلوم ہوئیں ایک یہ کہ لڑکے لڑکیاں سب ہوں۔ دوسرے یہ کہ ایک لڑکی ہو تیسرے یہ کہ دو لڑکیاں ہوں چوتھے یہ کہ دو لڑکیوں سے زائد ہوں۔

ف: حدیث اور اجماع اہل حق سے اس آیت کا حکم انبیاء علیہم السلام کے لئے نہیں اسی واسطے حضرت صدیق اکبرؓ نے فدک وغیرہ کو میراث میں تقسیم نہیں فرمایا اور اگر اس حدیث کو خبر واحد تسلیم کر لیا جاوے تب بھی حضرت صدیق اکبرؓ نے چونکہ بلا واسطہ آپ سے سنی تھی ان کے اعتبار سے مثل قرآن کے قطعی ہے یا یہ کہا جاوے کہ اس حدیث سے مال انبیاء کا وقف ہونا ثابت ہے اور وقف خبر واحد سے ثابت ہو جاتا ہے اور وقف میں بالاجماع میراث نہیں۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا عَلَيْهِمْ اس میں باب اخلاق کی اصل عظیم ہے کہ آنچہ برخود نہ پسندی بر دیگراں مپسند۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله مسئلہ في روح المعاني امر ندب كلف به البالغون من الورثة تطييباً لقلوب المذكورين وتصدقاً عليهم وقيل امر وجوب واختلف في نسخه فعن ابن عباس انه لا نسخ واخرج ابو داؤد في ناسخه وابن ابي حاتم من طريق عطاء عن ابن عباس نسختها آية الميراث آه قلت يحمل النسخ على الوجوب وعدمه على الندب فلا تعارض بين القولين ۱۲۔ ۲ قوله في ترجمة وليخش ڈرنا الخ لم يظهر المترجم مفعول ليخش اشارة الى انه نزل منزلة اللازم لان المعنى يخافوا عليهم كما يخافون على اولادهم فافهم ۱۲۔ ۳ قوله چھوٹے چھوٹے بچے الجزء الثاني ترجمة لذرية والاول لضعاف فافهم ۱۲۔ ۴ قوله في ذيل ترجمة ليتقوا آزار و ضرر نہ پہنچاویں اشارة الى ان الاصل في الترتب بالفاء على الخشية هو هذا اى عدم الاضرار وانما الامر بالتقوى تعبير عنه فظهر ارتباط اجزاء الكلام بعضها ببعض ۱۲۔ ۵ قوله بھر رہے ہیں راعى فيه مع المحاورة ما قالوا فيه اى ملئوا بطونهم وشاع هذا التعبير في ذلك والاسهل ان يكون ذكر البطون للتاكيد والمبالغة كما في قوله تعالىٰ يقولون بافواههم وقوله تعالىٰ القلوب التي في الصدور وقوله طائر يطير بجناحيه ۱۲۔ ۶ قوله یعنی انجام اشار الى ان النار يراد به ما يجر اليها ۱۲۔ ۷ قوله میراث پانے کے باب میں اشار الى حذف المضاف اى توريث اولادكم ۱۲۔ ۸ قوله وہ یہ کہ اشارة الى ان الجملة بيان لا محل لها من الاعراب كذا في روح المعاني ۱۲۔ ۹ قوله في ترجمة فان كن اور اگر اولاد الخ اشار بكلمة العطف الى ان الفاء للتعقيب الذكرى وهو اسهل ومطرو في جميع الآية وان امعن النظر يصح كونها

للترتيب باعتبار نفس الاستحقاق مع قطع اللحظ عن خصوصية الثلثين تقريره ان الانثى لما لم يمنعها وجود الذكر عن الميراث فبالاولٰى لاتمنعها الانثى الاخرٰى فيرثن لا محالة ولم يدل دليل على كون ارثها مشروطا بوجود الذكر كما فى بنت الابن السفلى مع بنت الابن العليا تكون عصبة بشرط وجود الغلام بحذائها وهو منتف ههنا فافهم واشار بكلمة الاولاد الى ان المرجع لضمير كن هو الاولاد تانيثه باعتبار الخبر ۱۲۔ ۱۰؎ **قوله** کودو سے اشار الٰى ان فوق ليس للاحتراز بل للترقى والمبالغة ففهم حكم البنتين بطريق الدلالة كما قررته باوضح وجه ۱۲۔

الروايات: فى روح المعانى اخرج ابن جرير عن ابن عباس انه قال فى الآية يعنى بذلك الرجل يموت وله اولاد صغار ضعاف يخاف عليهم العيلة والضيعة فان ولى مثل ذريته ضعافا يتامٰى فليحسن اليهم اه واخرج ابن ابى حاتم والبيهقى عن ابن عباس انه قال فى الآية يعنى الرجل يحفره الموت فيقال له تصدق من مالك واعتق واعط فى سبيل الله فنهوا ان يأمروا بذلك الخ فالمعنى ح يكون على من حضر المريض فكما لا يرضى احدكم ان يترك ذريته بغير مال فلا ينبغى ان يأمر غيره بذلك وقيل فى الوصية بما زاد على الثلث انتهى مختصرا ومغيرًا بيسير قلت ظاهر المقام يقتضى التفسير الاول وما عداه فمبنى على ان اللفظ بعمومه شمل الجميع فافهم كيلايهم التعارض بين الجميع لاسيما بين قولى ابن عباسؓ ۱۲۔روى احمد والترمذى وابو داوٗد وابن ماجة عن جابرؓ قال جاء ت امرأة سعد بن لربيع الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت يا رسول الله هاتان ابنتا سعد قتل ابوهما يوم احد وان عمهما اخذ مالهما ولم يدع لهما مالا ولا تنكحان الاولهما مال فقال صلى الله عليه وسلم يقضى الله تعالٰى فى ذلك فنزلت آية الميراث فبعث رسول الله صلى الله عليه وسلم الٰى عمهما فقال اعط لابنتى سعد الثلثين واعط امهما الثمن وما بقى فهو لك كذا فى روح المعانى ۱۲۔

اللغات: السعير فعيل بمعنى مفعول من سعرت النار او قدته ۱۲ من روح المعانى۔ يوصيكم الوصية ان يقدم الى الغير ما يعمل فيه مقترنا بوعظ وهى فى الحقيقة امر له بعمل ما اعهد اليه فالمراد يأمركم روح المعانى ۱۲۔

البلاغة: القسمة مفعول به وقدمت لانها المبحوث عنها ولان فى الفاعل تعدد فلو روعى الترتيب يفوت تجاذب اطراف الكلام وقيل قدمت لتكون امام الحاضرين فى اللفظ كما انها اما لهم فى الواقع كذا فى روح المعانى فى حاشية البيضاوى وجعل تركوا على معنى شارفوا وليصح وقوع خافوا اجزاء له ضرورة ان لا خوف بعد حقيقة الموت وترك الذرية وفى البيضاوى وفى ترتيب الامر عليه اى على انهم لو تركوا الخ اشارة الى المقصود منه اى من الامر والعلة فيه بعث على الترحم وان يحب لاولادغيره ما يحب لاولاده وتهديد للمخالف بحال اولاده اه قلت ولا يلزم بحال اولاد بعد ما قررت الآية بما هو مذكور فى الملحقات فى فائدة ترجمة قوله ليتقوا فافهم ۱۲۔ عدل عن الامر الى الايصاء لانه ابلغ واول على الاهتمام وطلب الحصول بسرعة روح المعانى ۱۲۔

وَلِاَبَوَیْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّةٍ یُّوْصِیْ بِهَاۤ اَوْ دَیْنٍ ؕ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ؕ فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ۟ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ یَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّةٍ یُّوْصِیْنَ بِهَاۤ اَوْ دَیْنٍ ؕ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ یَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِیَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَاۤ اَوْ دَیْنٍ ؕ

اور ماں باپ یعنی دونوں میں سے ہر ایک کے لئے میت کے ترکہ میں سے چھٹا حصہ ہے اگر میت کی کچھ اولاد ہے اور اگر اس میت کے کچھ اولاد نہ ہو اور اس کے ماں باپ ہی اس کے وارث ہوں تو اس کی ماں کا ایک تہائی ہے اور اگر میت کے ایک سے زیادہ بھائی یا بہن ہوں تو اس کی ماں کو چھٹا حصہ ملے گا اور باقی باپ کو ملے گا۔ وصیت نکال لینے کے بعد کہ میت اس کی وصیت کر جائے یا دین کے بعد تمہارے اصول وفروع جو ہیں تم پورے طور پر یہ نہیں جان سکتے ہو کہ ان میں کون سا شخص تم کو نفع پہنچانے میں نزدیک تر ہے یہ حکم منجانب اللہ مقرر کر دیا گیا۔ بالیقین اللہ تعالیٰ بڑے علم والے اور حکمت والے ہیں اور تم کو آدھا ملے گا اس ترکہ کا جو تمہاری بیبیاں چھوڑ جائیں اگر ان کے کچھ اولاد نہ ہو اور اگر ان بیبیوں کے کچھ اولاد ہو تو تم کو ان کے ترکہ سے ایک چوتھائی ملے گا۔ وصیت نکالنے کے بعد کہ وہ اس کی وصیت کر جائیں یا دین کے بعد اور ان

بیبیوں کو چوتھائی ملے گا اس ترکہ کا جس کو تم چھوڑ جاؤ اگر تمہاری کچھ اولاد نہ ہو اور اگر تمہارے کچھ اولاد ہو تو ان کو تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ ملے گا وصیت نکالنے کے بعد کہ تم اس کی وصیت کر جاؤ یا دین کے بعد۔ ۞

تفسیر: حصہ والدین: وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ (الی قولہ تعالی) فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ اور ماں باپ (کو میراث ملنے میں تین صورتیں ہیں ایک صورت میں تو ان) کے لئے یعنی دونوں میں سے ہر ایک کے لئے میت کے ترکہ میں سے چھٹا چھٹا حصہ (مقرر) ہے اگر میت کے کچھ اولاد ہو (خواہ مذکر یا مؤنث خواہ ایک یا زیادہ اور بقیہ میراث اولاد اور دوسرے خاص خاص ورثہ کو ملے گی اور پھر بھی بچ جاوے تو پھر سب کو دی جاوے گی) اور اگر اس میت کے کچھ اولاد نہ ہو اور (صرف) اس کے ماں باپ ہی اس کے وارث ہوں (یہ دوسری صورت ہے اور صرف اس لئے کہا کہ بھائی بہن بھی نہ ہوں جیسا آگے آتا ہے) تو (اس صورت میں) اس کی ماں کا ایک تہائی ہے (اور باقی دو تہائی باپ کا اور چونکہ صورت مفروضہ میں یہ ظاہر تھا اس لئے تصریح کی حاجت نہیں ہوئی) اور اگر میت کے ایک سے زیادہ بھائی یا بہن (کسی قسم کے) ہوں (خواہ ماں باپ دونوں میں شریک جس کو عینی کہتے ہیں خواہ صرف باپ ایک ماں الگ الگ جس کو علاتی کہتے ہیں خواہ صرف ماں ایک باپ الگ الگ جس کو اخیافی کہتے ہیں غرضیکہ کسی طرح کے بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں اور اولاد نہ ہو اور ماں باپ ہوں اور یہ تیسری صورت ہے) تو (اس صورت میں) اس کی ماں کو (ترکہ کا) چھٹا حصہ ملے گا (اور باقی باپ کو ملے گا) **ف:** تیسری صورت میں ان بھائی بہنوں کی وجہ سے ماں کا حصہ بمقابلہ دوسری صورت کے کم ہوگیا لیکن باپ کی وجہ سے بھائی بہنوں کو بھی نہ ملے گا۔

حقوق متقدمہ علی المیراث: مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ (یہ سب حصے) وصیت (کے قدر مال) نکال لینے کے بعد کہ میت اس کی وصیت کر جاوے یا دین (اگر ہو تو اس کے بھی نکال لینے) کے بعد (تقسیم ہوں گے)

ف: مسئلہ: اور اس دونوں سے پہلے تجہیز و تکفین ضروری ہے۔

مسئلہ: اور وصیت سے مراد وہ ہے جو شرع کے موافق ہو مثلاً وارث کو وصیت میں کچھ نہ دے اور بعد تجہیز و تکفین و ادائے دیون کے جو مال بچے اس کے ایک ثلث سے زائد کی وصیت نہ کرے ورنہ وہ وصیت میراث سے مقدم نہ ہوگی۔ اور جاننا چاہئے کہ دین اور وصیت میں دین مقدم ہے گو قرآن میں لفظاً پہلے مذکور ہے جس میں یہ نکتہ بیان کیا گیا ہے کہ دین کے تو مطالبہ کرنے والے آدمی ہیں وہ خود ہی وصول کرلیں گے اس میں کوتاہی کا احتمال کم ہے البتہ وصیت چونکہ اصل میں تبرع ہے اس لئے اس میں کوتاہی کا احتمال زیادہ ہے اس لئے اہتمام و تاکید کی غرض سے ذکر میں پہلے لے آئے واللہ اعلم۔

ربط: آگے اس کی حکمت بتلاتے ہیں کہ میراث کا قصہ میت کی رائے پر نہیں رکھا گیا بلکہ خود حق تعالیٰ نے سب قواعد مقرر فرما دیئے۔

حکمت عدم تفویض تقسیم مال باختیار مورث: اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ (الی قولہ تعالی) اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ تمہارے اصول و فروع جو ہیں (ان کے متعلق) پورے طور پر یہ نہیں جان سکتے ہو کہ ان میں کا کونسا شخص تم کو (دنیوی یا اخروی) نفع پہنچانے میں (باعتبار توقع کے) نزدیک تر ہے (یعنی اگر تمہاری رائے پر یہ قصہ رکھا جاتا تو بلغالب احوال تم لوگ تقسیم میں مدار ترجیح و تفضیل کا اس شخص کے نفع رسانی پر رکھتے اور اس مدار کے تیقن کا خود کوئی طریقہ کسی کے پاس نہیں ہے تو اس کا مدار تجویز ٹھہرانا ہی صحیح نہ تھا پس جب نفع میں مدار بننے کی قابلیت نہ تھی اس لئے دوسرے مصالح اور اسرار کو گو وہ تمہارے ذہن میں نہ آویں اس حکم کا مبنی اور مدار ٹھہرا کر) یہ حکم منجانب اللہ مقرر کر دیا گیا (اور یہ امر) بالیقین (مسلم ہے کہ) اللہ تعالیٰ بڑے علم اور حکمت والے ہیں (پس جو حکمتیں انہوں نے اپنے علم سے اس میں مرعی رکھی ہیں وہی قابل اعتبار ہیں اس لئے تمہاری رائے پر نہ رکھا)

ف: دنیوی نفع مثلاً یہ کہ فلاں وارث ہماری خوب خدمت کرے گا اکثر اوقات وہ دغا دے جاتا ہے اور دوسرا مخلص حسبۃً للہ یا محبت کی وجہ سے زیادہ خدمت کیا کرتا ہے۔ اور اخروی نفع یہ کہ ہم کو یہ ثواب بخشا کرے گا آخرت میں شفاعت کرے گا اس لئے اس کو زیادہ دینا چاہئے کبھی اس کے بھی خلاف ہوتا ہے۔ بعض بددینوں نے مسئلہ میراث میں کچھ دنیوی مضرتوں کا دعویٰ کیا ہے اول تو خود ابھی وہ مضرتیں ہی ثابت نہیں ہوئیں پھر ان مضرتوں کے مقابلہ میں اہل عقل نے ان سے زیادہ منفعتیں اور میراث نہ ملنے میں ان سے زیادہ مضرتیں ثابت کر کے دکھلا دی ہیں۔ چنانچہ رسائل و خطبات و اخبار میں ناظرین نے دیکھا ہوگا اور اگر ان سب سے قطع نظر کی جاوے تو قران مجید کا یہ مضمون اس شبہ کے جواب کے لئے کافی ہے پس ہم کہیں گے کہ ساری مضرتیں مسلم مگر اس کا دار و مدار نفع و مضرت پر نہیں ہے کسی اور حکمت پر ہے جس کے نہ تو جاننے کا ہم دعویٰ کریں اور نہ بتلانے کا ذمہ کریں اور نہ ہم کو اس کی ضرورت اگر طبیب حاذق مریض کے لئے کوئی نسخہ تجویز کرے اور بنائے تجویز نہ بتلاوے اور ظاہراً اس سے مریض کو تکلیف بھی ہو تو کیا اس کا صرف حاذق ہونا اس کے لئے کافی نہ ہوگا کہ اس مریض پر اس کے استعمال کو واجب کہا جاوے گا۔ اور بعض نے اس جزوِ آیت کی اور توجیہ کی ہے کہ تم مردہ کی وصیت کو اپنے لئے مضر اور اس مردہ کو ضرر رساں نہ سمجھو کہ ہمارا حصہ وصیت کے سبب گھٹ گیا اور ایسا سمجھ کر تنفیذ وصیت میں کوتاہی نہ کرو کیونکہ تم کو کیا معلوم کون شخص انفع ہے یعنی اگر وصیت نہ کرتا تو باعتبار دنیا کے وہ انفع تھا لیکن

اب وہ موصی باعتبار آخرت کے تمہارے لئے انفع بن گیا کہ تم اس کو جاری کر کے ثواب لو گے اور ابتدائے اسلام میں جب میراث نہ تھی سب کا حصہ موصی کی رائے پر تھا اس وقت یہی امر قرین حکمت تھا اور ممکن ہے کہ اصل مقصود تو یہی میراث کا قانون ہو لیکن دفع توحش کے لئے بتدریج اس کا حکم کیا گیا ہو پہلے موصی کی رائے پر ایک مصلحت سے رکھ دیا ہو۔

حصہ زوجین: وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ (الی قولہ تعالٰی) مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ اور تم کو آدھا ملے گا اس ترکہ کا جو تمہاری بیبیاں چھوڑ جاویں اگر ان کے کچھ اولاد نہ ہو (نہ مذکر نہ مؤنث نہ واحد نہ کثیر) اور اگر ان بیبیوں کے کچھ اولاد ہو (خواہ تم سے ہو یا پہلے شوہر سے) تو (اس صورت میں) تم کو ان کے ترکہ سے ایک چوتھائی ملے گا (یہ کل دو صورتیں ہوئیں اور دونوں صورتوں میں بقیہ دوسرے ورثہ کو ملے گا لیکن ہر صورت میں یہ میراث) وصیت (کے قدر مال) نکالنے کے بعد کہ وہ اس کی وصیت کر جائیں یا دین (اگر ہو تو اس کے بھی نکالنے) کے بعد (ملے گی) اور بیبیوں کو چوتھائی ملے گا اس ترکہ کا جس کو تم چھوڑ جاؤ (خواہ وہ ایک ہوں یا کئی ہوں تو چوتھائی سب میں برابر بٹ جاوے گا) اگر تمہارے کچھ اولاد نہ ہو (نہ مذکر نہ مؤنث نہ واحد نہ کثیر) اور اگر تمہارے کچھ اولاد ہو (خواہ ان بیبیوں سے یا اور عورت سے) تو (اس صورت میں) ان کو (خواہ وہ ایک ہو یا کئی) تمہارے ترکہ سے آٹھواں حصہ ملے گا (یہ بھی دو صورتیں ہوئیں اور دونوں صورتوں میں بقیہ دوسرے ورثہ کو ملے گا لیکن یہ میراث) وصیت (کے قدر مال) نکالنے کے بعد کہ تم اس کی وصیت کر جاؤ یا دین (اگر ہو تو اس کے بھی نکالنے) کے بعد (ملے گی)۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ؔ قولہ کچھ اولاد ہو فالولد اعم من الذکر والانثی والواحد والکثیر فھو اسم جنس ۱۲۔ ۲ؔ قولہ بھائی بہن کسی قسم کے الخ فالاخوۃ جمع بمعنی ما فوق الواحد دلیلہ الاجماع وفیہ تغلیب للمذکر علی المؤنث ۱۲۔ ۳ؔ قولہ اصول وفروع ففی الکلام مجاز قرینۃ ذکرھم فیما سبق ذکورا او اناثا ۱۲۔ ۴ؔ قولہ فی ترجمۃ فان کان لکم ولد یا اور عورت سے لم یقل زوجہ سے لان الحکم عام فیما کان الولد من الزوجۃ او المملوکۃ ۱۲۔ ۵ؔ قولہ بقیہ دوسرے ورثہ کو ملے گا لم یزد الرد کما فی قبلہ وما بعدہ لان الزوجین لا یرد علیھما۔

النحو: من بعد وصیۃ متعلق بمحذوف ای استقر ذلک الانصباء من بعد وصیۃ ای اخراج قدر ما وقع بہ الوصیۃ وفائدۃ الوصف لتعمیم ای وصیۃ صدق علیھا انہ اوصٰی بھا ویخص من ھذا العموم ما فیہ الجور قولہ او دین او للتساوی فی نفس الوجوب ۱۲۔ آبائکم مبتدأ خبرہ لا تدرون الخ قولہ فریضۃ مصدر لعامل محذوف ای فرض ذلک بالبناء للمفعول وراعیت ذلک فی الترجمۃ ۱۲۔

فائدہ: وبما ذکرت من تقریر قولہ تعالٰی لا تدرون من الوجھین لم یبق مساغ لما یتوھم من ان المفھوم من ظاھر الآیۃ انکم لا تدرون وانما نحن ندری ایھم اقرب لکم فلذلک فرض ما فرض ثم یورد علیہ ان اللازم من ذلک ان من قدم او رجح فی المیراث یلزم ان یکون اقرب فی النفع وھو بعید وجہ عدم التوھم ان ذلک غیر معلل بالنفع کما ذکرت بل ھو رد للتعلیل بہ بان مدار الارث عندکم الا نفعیۃ مع عدم کونہ مدارًا بل مدارہ الحکم والمصالح التی ھی محجوبۃ عن عقولکم بالمرۃ ولا تصل الیہ اذھانکم اخذت ھذا من روح المعانی وھو کما تری من الحسن بمکان واللہ اعلم ۱۲۔

وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِى الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۲﴾ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۳﴾ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۪ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۴﴾ ع وَالّٰتِىْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِى الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ﴿۱۵﴾

اور اگر کوئی میت جس کی میراث دوسروں کو ملے گی خواہ وہ میت مرد ہو یا عورت ایسا ہو جس کے نہ اصول ہوں نہ فروع ہوں اور اس کے ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر یہ لوگ اس سے زیادہ ہوں تو یہ سب تہائی میں شریک ہوں گے۔ وصیت نکالنے کے بعد جس کی وصیت کر دی جائے یا دین کے بعد

بشرطیکہ کسی کو ضرر نہ پہنچائے۔ یہ حکم کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے ہیں اور حلیم ہیں۔ یہ سب احکام مذکورہ خداوندی ضابطے ہیں اور جو شخص اللہ اور رسول کی پوری اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ایسی بہشتوں میں داخل کر دیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا نہ مانے گا اور بالکل ہی اس کے ضابطوں سے نکل جائے گا اس کو آگ میں داخل کریں گے اس طور سے کہ وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اور اس کو ایسی سزا ہوگی جس میں ذلت بھی ہے اور جو عورتیں بے حیائی کا کام کریں تمہاری بیبیوں میں سے سو تم لوگ ان عورتوں پر چار آدمی اپنوں میں سے گواہ کر لو سو اگر وہ گواہی دے دیں تو تم ان کو گھروں کے اندر مقید رکھو یہاں تک کہ موت ان کا خاتمہ کر دے یا اللہ تعالیٰ ان کے لئے کوئی اور راہ تجویز فرما دیں ⑮

تفسیر: حصہ برادر و خواہر اخیافی: وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً (الی قولہ تعالیٰ) وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ⑫ اور اگر کوئی میت جس کی میراث دوسروں کو ملے گی خواہ وہ میت مرد ہو یا عورت ایسا ہو جس کے نہ اصول ہوں (یعنی باپ دادا[1]) اور نہ فروع ہوں (یعنی اولاد اور بیٹے کی اولاد) اور اس (میت) کے ایک بھائی یا ایک بہن (اخیافی) ہو تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر یہ لوگ اس سے (یعنی ایک سے) زیادہ ہوں (مثلاً دو ہوں یا اور زیادہ) تو وہ سب تہائی میں (برابر کے) شریک ہوں گے (اور ان میں مذکر و مؤنث کا برابر حصہ ہے اور بقیہ میراث دوسرے ورثہ کو اور اگر کوئی اور نہ ہو تو پھر انہیں کو دی جاوے گی یہ دو صورتیں ہوئیں اور دونوں صورتوں میں یہ میراث) وصیت (کے قدر مال) نکالنے کے بعد جس کی وصیت کر دی جائے یا (اگر) دین (ہو تو اس کے بھی نکالنے) کے بعد (ملے گی) بشرطیکہ (وصیت کرنے والا) کسی (وارث) کو ضرر نہ پہنچاوے (نہ ظاہراً نہ ارادۃً ظاہراً یہ کہ مثلاً ثلث سے زیادہ وصیت کرے تو وہ وصیت میراث پر مقدم نہ ہوگی اور ارادۃً یہ کہ رہے ثلث کے اندر لیکن نیت یہ ہو کہ وارث کو کم ملے یہ ظاہراً نافذ ہو جاوے گی لیکن گناہ ہوگا) یہ (جس قدر یہاں تک مذکور ہوا) حکم کیا گیا ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے ہیں (کہ کون مانتا ہے کون نہیں مانتا اور نہ ماننے والوں کو جو فوراً سزا نہیں دیتے تو وجہ یہ کہ) حلیم (بھی) ہیں۔ **ف**: اخیافی کی قید پر اجماع ہے اور سعد بن ابی وقاصؓ اور ابیؓ اس کے ساتھ من الام بھی پڑھتے تھے کذا فی روح المعانی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ قید بطور تفسیر کے سنی[1] ہوگی اور نیز خود اس مقام میں غور کرنے سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ ان بھائی بہنوں کو سدس اور ثلث کا مستحق ٹھہرایا ہے اور یہی دو حصے ماں کے اوپر مذکور ہو چکے ہیں اس مناسبت سے یہ بھائی بہن وہی معلوم ہوتے ہیں جو ماں میں شریک ہوں۔ اور عینی اور علاتی بھائی بہنوں کا حکم اس سورت کے ختم پر آوے گا اور یہ امر بالاتفاق قطعی ہے اس سے بھی ثابت ہوا کہ یہاں ان کے علاوہ اور قسم مذکور ہے اور شاید یہاں سدس اور ثلث کے قرینہ سے من الام کی قید چھوڑ دی ہو اور وہاں للذکر مثل حظ الانثیین کے قرینہ سے من الابوین یا من الاب کی قید چھوڑ دی ہو کیونکہ اس قید سے مفہوم ہوا کہ کسی ایسے کا ذکر ہے جو بنفسہ یا بغیرہ عصبہ بن جاتا ہے اور اخیافی کبھی عصبہ نہیں ہوتا واللہ اعلم۔ اور اصول کی تفسیر جو باپ دادا کے ساتھ کی گئی یہ مذہب امام صاحب کا ہے پس دادا سے سب طرح کے بھائی بہن ساقط ہو جاتے ہیں اور دوسرے علماء وائمہ کے نزدیک ساقط نہیں ہوتے اور یہ مسئلہ صحابہؓ میں بھی مختلف فیہ تھا۔

ربط: ان احکام کو بیان کر کے آگے ان کے اعتقاداً و عملاً ماننے کی تاکید اور فضیلت اور نہ ماننے پر وعید ارشاد فرماتے ہیں۔

تاکید اطاعت در احکامِ مذکورہ: تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ (الی قولہ تعالیٰ) وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ یہ سب احکام مذکورہ (متعلقہ میراث یا مع احکام یتامیٰ کے) خداوندی ضابطے ہیں اور جو شخص اللہ اور رسول کی پوری اطاعت کرے گا (یعنی ان ضابطوں کی پابندی کرے گا) اللہ تعالیٰ اس کو ایسی بہشتوں میں (فوراً) داخل کر دیں گے جن کے (محلات کے) نیچے نہریں جاری ہوں گی ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا نہ مانے گا اور بالکل ہی اس کے ضابطوں سے نکل جاوے گا (یعنی پابندی کو ضروری بھی نہ سمجھے گا اور یہ حالت کفر کی ہے) اس کو (دوزخ کی) آگ میں داخل کریں گے اس طور سے کہ وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اور اس کو ایسی سزا ہوگی جس میں ذلت بھی ہے۔

ف: يُطِعِ اور وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ کی جو تفسیر کی گئی ہے اس بناء پر اس آیت میں دو قسم کے لوگوں کا ذکر ہے ایک مطیع کامل۔ دوسرا عاصی کامل اور ایک قسم اس میں غیر مذکور ہے یعنی اعتقاداً مطیع ہو اور عملاً تقصیر وار ہو اس کا حکم دوسری آیتوں میں موجود ہے کہ مستحق سزا ہے لیکن اخیر میں نجات ہے اور خود یہاں بھی غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جب اس کی حالت بین بین ہے تو جزا بھی بین بین ہوگی یعنی کچھ عذاب کچھ ثواب اور ظاہر ہے کہ ثواب کا مقدم اور عذاب کا مؤخر ہونا تو احتمال باطل ہے پس عکس متعین ہو گیا پس آخر میں نجات ثابت ہوئی۔ اور فوراً کے معنی یہ ہیں کہ بلا عذاب جنت میں جاوے گا اور بالکل نکل جانا کفر کے ساتھ خاص اس لئے ہے کہ اعتقاد رکھنا بھی تو ایک ضابطہ ہے جو معتقد ہے وہ بالکل خارج نہیں۔ اور یہ احتمال باطل ہے کہ کوئی عمل کرے اور اعتقاد نہ کرے کیونکہ قبول عمل کے لئے اعتقاد شرط ہے پس وہ عمل بھی منفی رہے گا وہ بھی بالکلیہ خروج رہا۔

ربط: جاہلیت میں جیسا یتامیٰ اور مواریث کے معاملہ میں بہت سی بے اعتدالیاں تھیں جن کی اصلاح اوپر کی آیات میں مذکور ہوئی اسی طرح عورتوں کے معاملہ میں بھی طرح طرح کی رسوم قبیحہ اور بے عنوانیاں شائع تھیں مثلاً ان کو طرح طرح سے ایذائیں پہنچاتے تھے ان کو تنگ کرتے تھے جن سے نکاح حرام ہے ان

سے نکاح کرلیا کرتے تھے وعلیٰ ہذا۔ آگے اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ تک ان معاملات کی اصلاح فرماتے ہیں اور جو خطا وقصور شرعاً معتبر ہو اس پر تادیب کی اجازت دیتے ہیں اور یہ مضمون تادیب ہی سے شروع ہوا ہے اور تادیب واصلاح ہی پر ختم ہوا ہے۔ ان جملوں میں وَاضْرِبُوْهُنَّ اور اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا الخ۔

حکم ہشتم سیاست زانیہ: وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ (الی قولہ تعالی) اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا۝

الحواشی: (۱) اور اگر اس کا تفسیر ہونا اس لئے مستبعد سمجھا جاوے کہ اصل اور تفسیر میں امتیاز نہ رہے گا تو اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ امتیاز کے لئے تغیر لہجہ یا درمیان میں قدرے وقفہ کافی ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قوله یعنی باپ دادا الجد فی حكم الاب عند ابی حنیفةؒ وانظر ما فی آخر ف من ذكر الاختلاف ومن ثم كان تردد عمرؓ فيه اشد كما فی الاحاديث ۱۲۔ ۲؎ قوله اخیافی الخ اشار به الی ان التنوين فی اخ واخت للتنويع ۱۲۔ ۳؎ قوله نہ ظاہراً نہ ارادۃً فالمنع فی غير المضار عام للنفی فی الاول والمنهی فی الثانی فافهم ۱۲۔ ۴؎ قوله بالکل ہی لان الحدود عام بصيغته لكونه جمعًا معرفًا بالاضافة ولصحة الاستثناء منه فلا دليل فی الآية للمعتزلة كما اوضحته فی ف باوضح بيان فافهم ۱۲۔

الروایات: فی لباب النقول اخرج الائمة الستة عن جابر بن عبدالله قال عادنی رسول الله صلی الله عليه وسلم وابو بكر فی بنی سلمة ماشيين فوجدنی النبی صلی الله عليه وسلم لا اعقل شيئًا فدعا بماء فتوضأ ثم رش علی فافقت فقلت ما تأمرنی ان اصنع فی مالی فنزلت يوصيكم الله فی اولادكم اه قلت وتقدم نزولها فی قصة سعد بن الربيع والجواب كما فی لباب النقول انه يحتمل ان يكون نزول اولها فی قصة البنتين وآخرها وهو قوله وان كان رجل فی قصة جابر ويكون مراد جابر بقوله فنزلت يوصيكم الله ای ذكر الكلالة المتصل بهذه الآية ۱۲۔

اللغات: فی روح المعانی كلالة هی فی الاصل مصدر بمعنی الكلال وهو الاعياء ثم استعيرت واستعملت استعمال الحقائق للقرابة من غير جهة الوالد والولد لضعفها بالنسبة الی قرابتها وتطلق علی من لم يخلف والدا ولا ولدا (وهذا هو المراد فی الآية) وعلی من ليس بوالد ولا ولد من المخلفين بمعنی ذی كلالة كما تطلق القرابة علی ذوی القرابة ۱۲۔

النحو: كان مرجعه الميت قوله رجل و معطوفه امرأة اسم كان وكلالة خبرها وقوله يورث صفة رجل والمعنی يورث منه لتعديته بمن وربما تحذف وقوله غير مضار حال من فاعل يوصی المذكور فی قراءة يوصی معروفا والمدلول عليه بقوله يوصی فی قراءته مجهولا وراعی كونه حالا فی ترجمة بقوله بشرطیکہ وقوله وصية هو عندی مفعول مطلق عامله محذوف ای وصی بها وصية من الله۔ قوله وله اخت الضمير لرجل وتوحيد الضمير لوجوبه فيما وقع بعد او حتی ان ما ورد علی خلاف ذلك مؤل واتی به مذكرا للخيار بين ان يراعی المعطوف عليه او المعطوف والتذكير للتغليب۔ قوله اكثر من ذلك ای المذكور من اخ واحد او اخت واحدة ۱۲۔

وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝۱۶ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْۗءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰۗىِٕكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝۱۷ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓي اِذَا حَضَرَ اَحَدَھُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَھُمْ كُفَّارٌ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَعْتَدْنَا لَھُمْ عَذَابًا اَلِـيْمًا ۝۱۸

اور جون سے دو شخص بھی وہ بے حیائی کا کام کریں تم میں سے تو ان دونوں کو اذیت پہنچاؤ پھر اگر وہ دونوں توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں تو ان دونوں سے کچھ تعرض نہ کرو۔ بلا شبہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والے ہیں رحمت کرنے والے ہیں۔ توبہ جس کا قبول کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے وہ تو ان ہی کی ہے جو حماقت سے کوئی گناہ کر بیٹھتے ہیں پھر قریب ہی وقت میں توبہ کرلیتے ہیں سو ایسوں پر تو اللہ تعالیٰ توجہ فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں اور حکمت والے ہیں اور ایسے لوگوں کی توبہ نہیں جو گناہ کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے سامنے موت ہی آ کھڑی ہوئی تو کہنے لگا کہ میں اب توبہ کرتا ہوں اور نہ ان لوگوں کی جن کو حالت کفر پر موت آ جاتی ہے ان لوگوں کے لئے ہم نے ایک دردناک سزا تیار کر رکھی ہے۔

تفسیر: وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ (الی قولہ تعالی) اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا اور جو عورتیں بے حیائی کا کام (یعنی زنا) کریں تمہاری

(منکوحہ) بیبیوں میں سے سو تم لوگ ان عورتوں (کے اس فعل) پر چار آدمی اپنوں میں سے (یعنی آزاد عاقل بالغ مذکر) گواہ کرلو (تاکہ ان کی گواہی پر حکام سزائے آئندہ جاری کریں) سو اگر وہ گواہی دے دیں تو (ان کی سزا یہ ہے کہ) تم ان کو (بحکم حاکم) گھروں کے اندر (سیاسۃً) مقید رکھو یہاں تک کہ (یا تو) موت ان کا خاتمہ کردے (اور) یا اللہ تعالیٰ ان کے لئے کوئی اور راہ (یعنی حکم ثانی) تجویز فرماویں (چنانچہ بعد میں جو حکم ثانی تجویز ہو وہ **ف** میں آوے گا) اور (سزائے زنا میں کچھ زنِ منکوحہ کی تخصیص نہیں بلکہ) جون سے دو شخص بھی وہ بے حیائی کا کام (یعنی زنا) کریں تم میں سے (یعنی بالغ عاقل مسلمانوں میں سے) تو ان دونوں کو اذیت پہنچاؤ پھر (بعد اذیت پہنچانے کے) اگر وہ دونوں (گذشتہ سے) توبہ کرلیں اور (آئندہ کے لئے اپنی) اصلاح کرلیں (یعنی پھر ایسا فعل ان سے سرزد نہ ہو) تو ان دونوں سے کچھ تعرض نہ کرو) (کیونکہ) بلاشبہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والے ہیں رحمت والے ہیں (اس لئے اپنی رحمت سے اللہ تعالیٰ نے ان کی خطا معاف کردی پھر تم کو بھی ان کے درپے نہ ہونا چاہئے) **ف**: یہ جو کہا گیا جون سے دو شخص بھی اس میں نکاح اور بے نکاح والی عورت اور نکاح اور بے نکاح والا مرد سب آگئے پس چاروں کا حکم مذکور ہوگیا ان کا یہ حکم ابتداء میں تھا کہ اذیت تو سب کو پہنچائی جاوے جس کا طریقہ صرف منکوحہ عورت کیلئے تو بیان فرمایا کہ ان کو مقید رکھو اور باقیوں کے لئے طریقہ بیان نہیں فرمایا ظاہر یہ ہے کہ حکام اسلامی کی رائے پر تھا جس طریق سے مصلحت زجر حاصل ہو جاوے خواہ زبان سے یا ہاتھ سے پھر وہ حکم ثانی بعد میں نازل ہوا جس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے وہ سبیل ارشاد فرمادی ہے تو تم لوگ سمجھ لو یاد کرلو کہ ناکتخدا کے لئے سو درے اور کتخدا کے لئے سنگساری کما فی الصحاح پس اس آیت کا حکم منسوخ ہے۔

مَسْئَلَہ: زنا کے گواہ چار مرد مسلمان عاقل بالغ آزاد شرط ہیں اور منکم میں اس طرف اشارہ بھی ہے کیونکہ مخاطب ایسے ہی لوگ ہیں۔

مَسْئَلَہ: بدوں حکام کے دوسرا شخص یہ سزائیں جاری نہیں کرسکتا المسلتان من الهدایہ۔ اور سیاسۃً کو واضح کردینے سے یہ شبہ دفع ہوگیا کہ گھروں میں محفوظ رکھنا تو شوہر کا منصب اور حق ہے پھر یہ سزا کیا ہوئی وجہ دفع یہ کہ وہ رکھنا سیاست کے لئے نہیں۔ اور بعد توبہ کے جو فرمایا کہ تعرض مت کرو اس کا مطلب یہ نہیں کہ سزا نہ دو کیونکہ یہ توبہ سزا کے بعد مذکور ہے لدلالۃ الفاء علیہ بلکہ سزا کے بعد پھر ملامت مت کرو اور زیادہ سزا مت دو بخلاف غیر تائب کے کہ ملامت اس پر درست ہے جیسا کہ عائد پر دوبارہ پھر سزا ہے۔

ربط: اوپر کی آیت میں توبہ کا مذکور تھا آگے اس توبہ کے قبول و عدم قبول کی صورتیں مذکور ہیں۔

شرط قبولِ توبہ: اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ (الی قولہ تعالی) اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا توبہ جس کا (قبول کرنا حسب وعدہ) اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے وہ تو ان ہی کی ہے جو حماقت سے کوئی گناہ (صغیرہ ہو یا کبیرہ ہو) کر بیٹھتے ہیں پھر قریب ہی وقت میں (یعنی قبل حضور موت جس کے معنی آگے آتے ہیں) توبہ کرلیتے ہیں سو ایسوں پر تو خدا تعالیٰ (قبول توبہ کے ساتھ) توجہ فرماتے ہیں (یعنی توبہ قبول کرلیتے ہیں) اور اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں (کہ کس نے دل سے توبہ کی) حکمت والے ہیں (کہ دل سے توبہ نہ کرنے والے کو فضیحت نہیں کرتے) اور ایسے لوگوں کی توبہ (قبول) نہیں جو (برابر) گناہ کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے سامنے موت ہی آ کھڑی ہوئی (حضور موت کا مطلب یہ ہے کہ اس دوسرے عالم کی چیزیں نظر آنے لگیں) تو کہنے لگا کہ میں اب توبہ کرتا ہوں (پس نہ تو ایسوں کی توبہ مقبول) اور نہ ان لوگوں کی (توبہ یعنی ایمان ایسے ہی وقت کا مقبول) جن کو حالتِ کفر پر موت آجاتی ہے ان (کافر) لوگوں کے لئے ہم نے ایک دردناک سزا (یعنی عقوبت دوزخ) تیار کر رکھی ہے۔ **ف**: برابر گناہ کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ بار بار کرتے ہیں بلکہ ایک بار بھی گناہ کرکے اس سے توبہ نہ کی تو بوجہ اس کے کہ یہ اصرار ہے اور اصرار حکم عود میں ہے اس لئے اس کو بھی مثل بار بار گناہ کرنے کے کہا جاوے گا یہ مطلب ہے برابر کرنے کا۔ اور جاننا چاہئے کہ قریب کی دو حالتیں ہیں ایک یہ کہ زندگی سے ناامیدی ہوجاوے لیکن اب تک اس عالم کے احوال و اہوال نظر نہیں آئے اس حالت کو یاس یائے تحتانی سے کہنا مناسب ہے اور دوسرے یہ کہ احوال بھی نظر آنے لگیں اس کو حالت باس بائے موحدہ سے کہنا زیبا ہے پس پہلی حالت یعنی یاس بالتحتانیہ میں تو کافر کا ایمان لانا اور عاصی کی توبہ کرنا دونوں مقبول ہیں اور دوسری حالت یعنی باس بالموحدہ میں دونوں غیر مقبول محققین کا یہی مذہب ہے اور ظاہر قرآن سے یہ مفہوم ہوتا ہے کذا فی الکبیر۔ اور جن کے دوسرے اقوال ہیں وہ آیت کی توجیہ اور طور پر کرلیں گے واللہ اعلم۔ اور جاننا چاہئے کہ یہ جو فرمایا کہ حماقت سے الخ یہ قید واقعی ہے احترازی اور شرطی نہیں کیونکہ ہمیشہ گناہ حماقت ہی سے ہوتا ہے جس کو اپنے نفع وضرر کی پرواہ نہ ہو اس سے بڑھ کر کیا حماقت ہوگی اور جاننا چاہئے کہ سوء اور سیئات دونوں جگہ اپنے عموم سے ہر عمل بدحتی کہ کفر کو بھی شامل ہے اور قانون کلی سے ایمان کا مقبول یا نامقبول ہونا معلوم ہوگیا تھا لیکن کفار کے ایمان عند الباس کا نامقبول ہونا پھر تصریحاً شاید اس لئے بیان فرمایا ہو کہ اہل کفر کی تسویف وتاخیر کی تقبیح اچھی طرح واضح ہوجاوے واللہ اعلم اور عاصی کے حق میں جو فرمایا کہ توبہ وقت حضور موت کے مقبول نہیں یعنی وعدۂ مغفرت اس پر مرتب نہیں اور ویسے اگر مشیت سے فضل ہوجاوے کوئی امر مانع نہیں اور بعض محققین نے وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ کی اور تقریر کی ہے کہ جو شخص ساری عمر کفر پر رہا حتیٰ کہ اسی پر اس کا خاتمہ ہوگیا اور وہ کسی جزو عمر میں دوسرے گناہوں سے توبہ کرے لیکن

مسلمان نہ ہو تو اس کی وہ توبہ جو گناہوں سے کی ہے مقبول نہیں کیونکہ ایمان منجملہ شرائط قبول توبہ ہے جیسا تعجیل قبل الحضور بھی شرط ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا اس میں دلالت ہے اس پر کہ تائب پر طعن وتشنیع نہ چاہئے کہ یہ ایذاء پہنچانا ہے بلا ضرورت بلکہ کبھی اس میں دروازہ شر کا مفتوح کرنا ہے قولہ تعالیٰ: اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ایسے امر کے ارتکاب کا جو عاقل کی شان کے لائق نہ ہو جہالت سے تعبیر کرنا اگرچہ علم اور عمد ہی سے اس کا صدور ہوا ہو دلیل ہے صوفیہ کی اس تفسیر کی کہ وہ یقین کے معنی کہتے ہیں اعتقاد جازم مطابق واقع مع غلبۂ حال کہ قرآن مجید میں اس کے فقدان کو جہالت کہا گیا۔

ملحقات الترجمۃ: ١ **قوله** گواہ کرلو اشار به الى ان الخطاب كما قال بعضهم للازواج وقال بعضهم هو للحكام فيكون معنى الاستشهاد اطلبوا الشهود من الزوج القاذف فقط ١٢۔ ٢ **قوله** قبل ترجمة والذٰن سزائے زنا میں لم يقل اس سزا میں لان الرجال لم يجعل لهم امساك بل ايذاء وقوله هناك تخصیص نہیں اشار الى ان المراد باللذان هما الزانى والزانية تغليباً وفائدته التعميم بعد التخصيص ولم يحمل على اللواطة لان الصحابة كما فى روح المعانى لم يتمسكوا بالآيةلما اختلفوا فى حكمها ١٢۔ ٣ **قوله** عاقل بالغ مسلمانوں فالمراد من ضمير المخاطب هؤلاء هناك ١٢۔ ٤ **قوله** جس کا قبول کرنا اشارة الى تقدير الكلام هكذا انما قبول التوبةعلى اللهالخ فعلى الله متعلق بالتوبة والذين يصلون خبر التوبة ١٢۔ ٥ **قوله** حسب وعدہ فلا دليل فيه للمعتزلة ١٢۔ ٦ **قوله** فى ترجمة السوء کوئی گناہ فاللام للجنس ١٢۔ ٧ **قوله** یعنی قبل حضور موت دليل هذا التفسير ما سيأتى من قوله حتى اذا حضر احدهم الموت ١٢۔ ٨ **قوله** فى ترجمة ولا الذين ایمان ایسے ہی وقت کا اشارة الى ان قيد حضور الموت مرعى ايضًا فى توبة هؤلاء الكفار الذين رتب عدم النفع على موتهم على الكفر ١٢۔ ٩ **قوله** فى ترجمة اولئك کافر الخ فاندفع به تمسك الوعيدية على تعذيب العصاة لا محالة بتخصيصها بالكافر ١٢۔ ١٠ **قوله** فى ف محققین ولا يشكل كونه مخالفًا لما فى بعض كتب الفقه لان محل التقليد هى الاحكام الفقهية المتعلقة بالدنيا لا غير ١٢۔ ١١ **قوله** گناہ حماقت سے فالجهل بمعنى السفه لا عدم العلم فلو اذنب مع العلم كانت التوبة عنه مقبولة وانما كان حماقة للذهول عن كنه ما فيه من العقوبة كما فى الشاعر۔ ؎ الا لاء يجهلن احد علينا ○ فنجهل فوق جهل الجاهلينا وفى روح المعانى اخرج عبدالرزاق وابن جرير عن قتادة قال اجتمع اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم فرأوا ان كل شيء عصى به فهو جهالة عمدا كان او غيره۔ ١٢ **قوله** بعض محققین ويلتزم على هذا كون الكافر مكلفًا بالفروع كما ذهب اليه بعض اصحابنا فى المنهى عنه وعندى انه مكلف لجميع الفروع فى احكام الآخرة لا فى احكام الدنيا والنزاع لفظى والله اعلم ١٢۔

النحو: من قريب فى روح المعانى من تبعيضية جعل ما بين وجود المعصية وحضور الموت زمانًا قريبًا ففى اى جزء من اجزاء هذا الزمان فهو تائب فى بعض اجزاء زمان قريب و حتى حرف ابتداء والجملة الشرطية بعدها غاية لما قبلها اى ليست التوبة لقوم يعملون الى حضور موتهم وقولهم كيت وكيت ١٢۔

البلاغۃ: فى الروح وفى الاتيان بثم فى قوله ثم يتوبون ايذان بسعة عفوه تعالى اه فتفكر يتوب الله هذا وعد بالوفاء بما وعد به سبحانه او لا فلا تكرار۔ قوله السيئات جمعت باعتبار تكرر وقوعها فى الزمان المديد لا لان المراد بها جميع انواعها اه قلت لكن التكرير اعم من الحقيقى والحكمى اى الاصرار كما اوضحته فى اول ف قوله قال انى تبت الأن اى هذا الوقت الحاضر وذكر لمزيد تعيين الوقت وايثار قال على تاب لا سقاط ذلك عن درجة الاعتبار والتحاشى عن تسميته توبة ١٢۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۹﴾ وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۲۰﴾ وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۲۱﴾

اے ایمان والو! تم کو یہ بات حلال نہیں کہ عورتوں کے جبراً مالک ہو جاؤ اور ان عورتوں کو اس غرض سے مقید مت کرو کہ جو کچھ تم لوگوں نے ان کو دیا ہے اس میں کا کوئی حصہ

وصول کرلو مگر یہ کہ وہ عورتیں کوئی صریح ناشائستہ حرکت کریں اور عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گزران کیا کرو اور اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو ممکن ہے تم ایک شے کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس کے اندر کوئی بڑی منفعت رکھ دے اور اگر تم بجائے ایک بی بی کے دوسری بی بی کرنا چاہو اور تم اس ایک کو انبار کا انبار مال دے چکے ہو تو تم اس میں سے کچھ بھی مت لو کیا تم اس کو لیتے ہو بہتان رکھ کر اور صریح گناہ کے مرتکب ہو کر اور تم اس کو کیسے لیتے ہو حالانکہ تم باہم ایک دوسرے سے بے حجابانہ مل چکے ہو اور وہ عورتیں تم سے ایک گاڑھا اقرار لے چکی ہیں ۞

تفسیر ربط: حکم ہشتم کے قبل بیان ہو چکا ہے کہ یہاں سے ان رسوم قبیحہ کا ابطال ہے جو عورتوں کے باب میں متعارف تھیں سو منجملہ ان رسوم کے ایک رسم یہ تھی کہ جب کوئی شخص مرجاتا تو اس کا وارث جس طرح اس کا مال لیتا اسی طرح اس کی بیوی کو بھی اپنی میراث اور ملک سمجھتا اگر دل چاہتا اس سے جبراً خود نکاح کر لیتا اور اگر چاہتا دوسرے سے نکاح کر دیتا اور کبھی بے رغبتی کے سبب نہ خود نکاح کرتا اور نہ دوسرے سے اس لئے نکاح کرنے دیتا کہ اپنا مال دولت اپنے ساتھ لے جاوے کی غرض یوں ہی اس کو مجبور و محبوس رکھتا یا تو وہ اپنا مال ومتاع اس کو دے دیتی تب اس کی جان چھوٹتی اور یا وہ اسی کے گھر مرجاتی تو اس کے مرے پیچھے اس کی چیز پر قبضہ کرتا اور میت کے مال سے بھی عورت کو حصہ نہ دیتے یہ تو کارروائی وارث کیا کرتے اور کبھی خود شوہر بلاقصور اپنی عورت کے ساتھ بے عنوانی کرتا کہ نہ تو اس کے حقوق زوجیت ادا کرتا اور نہ مفت اس کو طلاق دیتا کہ دوسرے ٹھکانے لگے بلکہ اس کو اس امر پر مجبور کرتا کہ وہ اس کو کچھ مال دے جب یہ اس کو چھوڑے چنانچہ اس کو ایسا کرنا پڑتا تھا بلکہ کبھی طلاق دے دینے کے بعد بھی اس کو نکاح نہ کرنے دیتا جب تک وہ اس کو کچھ مال نہ دیتی اگلی آیت میں بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ تک عام الفاظ میں جس میں یہ سب امور آ جاویں ان رسوم کی ممانعت فرماتے ہیں پھر عَاشِرُوهُنَّ سے صرف شوہروں کو ادائے حقوق زوجات کے متعلق خطاب فرماتے ہیں۔

حکم نہم نہی از ظلم برنساء: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا (الی قولہ تعالیٰ) وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا اے ایمان والو تم کو یہ بات حلال نہیں کہ عورتوں کے (مال یا جان کے) جبراً مالک ہو جاؤ (مال کا مالک ہونا تین طرح ہے ایک یہ کہ اس عورت کا جو حق شرعی میراث میں ہے اس کو خود لے لیا جاوے اس کو نہ دیا جاوے اور دوسرے یہ کہ اس کو نکاح نہ کرنے دیا جائے یہاں تک کہ وہ یہاں ہی مر جاوے پھر اس کا مال لے لیں یا اپنے ہاتھ سے کچھ دے تیسرے یہ کہ خاوند اس کو بے وجہ مجبور کرے کہ وہ اس کو کچھ مال دے تب یہ اس کو چھوڑے۔ اول اور تیسری صورت میں جبر کی قید سے یہ فائدہ ہے کہ اگر یہ امور بالکل عورت کی خوشی سے ہوں جائز اور حلال ہیں اور دوسری صورت میں یہ جبر واقع میں نکاح سے روکنے میں ہے جس سے غرض مال لینا تھا اس لئے لفظوں میں اس سے متعلق کر دیا اس سے بھی وہی فائدہ ہوا یعنی اگر وہ اپنی خوشی سے نکاح نہ کرے تو ان لوگوں کو گناہ نہیں اور جان کا مالک ہونا یہ تھا کہ مردہ کی عورت کو مثل مال مردہ کے اپنی میراث سمجھتے تھے اس صورت میں جبر کی قید واقعی ہے کہ وہ ایسا کرتے تھے یہ نہیں کہ عورت اگر راضی ہو تو وہ سچ مچ میراث اور ملک ہو جاوے گی) اور ان عورتوں کو اس غرض سے مقید مت کرو کہ جو کچھ تم لوگوں نے (یعنی خود تم نے یا تمہارے عزیز نے) ان کو دیا ہے اس میں کا کوئی حصہ (بھی ان سے) وصول کرلو (اس مضمون میں بھی تین صورتیں آ گئیں ایک یہ کہ میت کا وارث اس میت کی بیوی کو نکاح نہ کرنے دیتا تاکہ ہم کو کچھ دے۔ دوسرے یہ کہ خاوند اس کو مجبور کرتا کہ مجھ کو کچھ دے تب چھوڑوں۔ تیسرے یہ کہ خاوند طلاق دینے کے بعد بھی بدون کچھ لئے اس کو نکاح نہ کرنے دیتا۔ یہاں کی پہلی صورت اوپر کی دوسری صورت کا ایک جزو ہے اور یہاں کی دوسری صورت اوپر کی تیسری صورت ہے اور وہاں کی پہلی صورت اور یہاں کی تیسری صورت الگ الگ ہے) مگر (بعض صورتوں میں ان سے مال لینا یا ان کو مقید کرنا جائز ہے وہ) یہ کہ وہ عورتیں کوئی صریح ناشائستہ حرکت کریں (اس میں بھی تین صورتیں آ گئیں ایک یہ کہ ناشائستہ حرکت نافرمانی شوہر کی اور بدخلقی ہو تو خاوند کو جائز ہے کہ اس کو بدون مال لئے ہوئے جو مہر سے زیادہ نہ ہو اس کو نہ چھوڑے۔ دوسرے یہ کہ ناشائستہ حرکت زنا ہو تو ابتدائے اسلام میں قبل نزول حدود خاوند کو جائز تھا کہ اس جرمانہ میں اس سے اپنا دیا ہوا مال واپس کر لے اور اس کو نکال دے اب یہ حکم منسوخ ہے زنا سے مہر کا وجوب ساقط نہیں ہوتا ان دو صورتوں میں تو مال لیا جاوے گا۔ اور تیسری صورت یہ کہ ناشائستہ حرکت زنا ہو تو خاوند کو اور نیز دوسرے ورثہ کو جیسا کہ شروع رکوع میں مذکور ہے بطور سزا کے بحکم حاکم عورتوں کو گھروں کے اندر مقید رکھنا جائز تھا پھر یہ حکم بھی منسوخ ہو گیا پس یہ مقید رکھنا بطور سزا کے ہوگا بغرض وصول مال کے نہ ہوگا پس استثناء مطلق عضل سے ہوگا نہ عضل مقید بغرض از باب سے آگے خاص شوہروں کو حکم ہے) اور ان عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گزران کیا کرو (یعنی خوش اخلاقی اور نان ونفقہ کی خبر گیری) اور اگر بمقتضائے طبیعت) وہ تم کو ناپسند ہوں (اور ان کی طرف سے کوئی امر ناپسندیدگی کا موجب واقع نہ ہو) تو (تم بمقتضائے عقل یہ سمجھ کر برداشت کرو کہ) ممکن ہے کہ تم ایک شے کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس کے اندر کوئی بڑی منفعت (دنیوی یا دینی) رکھ دے (مثلاً وہ تمہاری خدمت گذار اور آرام رساں اور ہمدرد ہو دنیا کی منفعت ہے یا اس سے کوئی اولاد پیدا ہو کر بچپن میں مر جاوے یا زندہ رہے اور صالح ہو جو ذخیرۂ آخرت ہو جاوے۔ یا اقل درجہ ناپسند چیز پر صبر کرنے کی فضیلت تو ضرور ہی ملے گی)

ربط: اوپر کی آیت میں استثناء إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ کی عموم واطلاق سے یہ معلوم ہوا تھا کہ اگر عورت کی جانب سے کوئی خرابی ہو تو چھوڑنے میں اس سے مال لینا جو کہ

مہر سے زائد نہ ہو جائز ہے اور حالتوں میں درست نہیں ان میں ایک حالت یہ تھی کہ پہلی منکوحہ سے رغبت نہ رہی دوسری عورت سے رغبت ہوئی اس سے نکاح کرنا چاہا اور اس کے مہر دینے کی یہ تجویز سوچی کہ پہلی بیوی سے دیا ہوا روپیہ کسی طرح وصول کر کے یا اگر نہ دیا ہوتو اس سے معاف کرا کر وہی اس دوسری کو دے دیں تا کہ مطلوب حاصل ہو جاوے اور گرہ سے مہر نہ دینا پڑے اس غرض کے حاصل کرنے کے لئے کبھی تو زوجۂ سابقہ کو کچھ تہمت لگا دیتے ہیں تا کہ اس سے مال لینے میں اپنے اوپر کوئی الزام نہ آوے اور کبھی ویسے ہی پریشان کرتے تا کہ وہ اپنی جان بچانے کے لئے اس کو روپیہ دے یا معاف کرے آئندہ میں اس کی ممانعت ہے پس اس کا مضمون ماقبل کا گویا تتمہ ہے۔

عدم استرداد مہر بلانشوز زوجہ: وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ (الی قوله تعالی) وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا اور اگر تم (خود اپنی رغبت کی وجہ سے) بجائے ایک بیوی کے (یعنی پہلی کے) دوسری بیوی کرنا چاہو (اور پہلی بیوی کا کوئی قصور نہ ہو) اور تم انؓ ایک کو (مہر میں یا ویسے ہی بطور ہبہ کے) انبار کا انبار مال دے چکے ہو (خواہ ہاتھ میں یا خاص مہر صرف معاہدہ میں دینا کیا ہو) تو تم (اس دیئے ہوئے یا معاہدہ کئے ہوئے) میں سے (عورت کو تنگ کر کے) کچھ بھی (واپس) مت لو (اور معافؓ کرانا بھی حکماً واپس لینا ہے) کیا تم اس کو (واپس) لیتے ہو (اس کی ذات پر نافرمانی یا بدکاری کا) بہتانؓ رکھ کر اور (اس کے مال میں) صریح گناہ (یعنی ظلم) کے مرتکب ہو کر (خواہ بہتان صراحۃً ہو یا کہ اس طور پر دلالۃً ہو کہ اوپر صرف نافرمانی و بدکرداری کی صورت میں اس سے مال لینے کی اجازت تھی پس جب اس سے مال لیا تو گویا اس کو نافرمان و بدکردار دوسروں کے ذہن میں تصورؓ کرایا اور ظلم مالی کی وجہ ظاہر ہے کہ بلا طیب خاطر عورت نے دیا اور ہبہ کی صورت میں ظلم یہی ہے کہ زوجیت موانع رجوع ہبہ سے ہے اور بہتان بھی اسی سے لازم آتا ہے کیونکہ واپس لینا گویا یہ کہنا ہے کہ یہ میری زوجہ نہ تھی اس کا بہتان ہونا ظاہر ہے کہ اس کو دعوے زوجیت میں کاذب اور معاشرت میں فاسقہ ٹھہراتا ہے) اور تم اس (دیئے ہوئے) کو (حقیقۃً یا حکماً) کیسے لیتے ہو حالانکہ (علاوہ بہتان وظلم کے اس لینے سے دو امر اور بھی مانع ہیں ایک یہ کہ) تم باہم ایک دوسرے سے بے حجابانہ مل چکے ہو (یعنیؓ صحبت ہو چکی ہے یا خلوتِ صحیحہ کہ وہ بھی حکم صحبت میں ہے بہرحال انہوں نے اپنی ذات تمہارے تمتع وتلذذ کے لئے تمہارے سپرد کر دی ہے اور مہر بدل تسلیم ہے پس مبدل منہ کو حاصل کر کے بدل کو واپس لینا یا کہ ثبیناً عقل سلیم کے بالکل خلاف ہے اور اگر وہ مال موہوب تھا تو یہ افضاء اثر زوجیت ہونے کی وجہ سے مانع ہے اور اصلؓ مانع زوجیت ہے) اور (دوسرا مانع یہ کہ) وہ عورتیں تم سے ایک گاڑھا اقرار (یعنی عہد مستحکم) لے چکی ہیں (وہ عہدؓ وہ ہے کہ نکاح کے وقت تم نے مہر اپنے ذمہ رکھا تھا اور عہد کر کے خلاف کرنا یہ بھی عقل کے نزدیک مذموم ہے اور اگر وہ شئے موہوب ہے تو مثل افضاء کے یہ عہد بھی اثر زوجیت ہونے کی وجہ سے مانع ہے۔ غرضؓ چار موانع کے ہوتے ہوئے واپسی نہایت ہی مذموم ہے)

ف: **مَسْئَلَۃ**: اگر عورت کی جانب سے کوئی بدمزاجی وغیرہ واقع ہوتو اس کو ردِ مہر پر مجبور کرنا اس طرح کی بدون ردِ مہر اس کو نہ چھوڑے جائز ہے اور اگر مرد کی جانب سے ناموافقت ہوتو جائز نہیں او دتم کی تفسیر سے حکم ثانی اور مانع اول کی تقریر سے حکم اول مفہوم ہوتا ہے۔

مَسْئَلَۃ: اگر کسی طرف سے کوئی بے عنوانی نہیں ہوئی محض آئندہ کی احتیاط کی وجہ سے کہ قرائن سے موافقت کی امید معلوم نہیں ہوتی خلع کرنا چاہیں اور عورت بطیب خاطر ردِ مہر کر دے جائز ہے مانع ثانی کی تقریر سے یہ حکم مفہوم ہوتا ہے۔ **مَسْئَلَۃ**: اگر نکاح کے بعد نہ صحبت ہوئی نہ خلوتِ صحیحہ ہوئی تو پورا مہر مؤکد نہیں ہوا۔ پس اگر ایسی حالت میں طلاق واقع کیا جائے تو نصف مہر دینا پڑے گا اور نصف ساقط ہو جاوے گا اور یہ حکم مانع ثالث سے مفہوم ہوتا ہے کیونکہ افضاء کو مانع ردِ مہر فرمایا ہے کہ اس مانع کے ہوتے ہوئے کوئی جز ورد نہ کرو پس جب یہ مانع نہ پایا گیا یہ حکم بھی نہ ہوگا۔ پس بعض جز و واپس ہو سکے گا اور خلع حکم طلاق میں ہے پس اگر اس حالت میں خلعؓ ہوا نصف مہر تو طلاق قبل الدخول سے ساقط ہوا اور نصف خلع سے۔

مَسْئَلَۃ: اگر نکاح کے وقت مہر بالکل مقرر نہیں ہوا تو اس صورت میں مہر مثل لازم آتا ہے لیکن صرف نکاح سے اس کا کوئی جز ومؤکد نہیں ہوا سو اگر اس حالت میں طلاق ہو تو اصلاً مہر نہ دینا پڑے گا۔ البتہ ایک جوڑا دینا پڑتا ہے جس کی تفصیل پارہ سیقول کے حکم سی وسوم میں گزر چکی ہے یہ عدم وجوب مانع رابع سے مفہوم ہوتا ہے۔

مَسْئَلَۃ: اور زوجہ کو کوئی شے ہبہ مع القبض کر کے کسی حال میں رجوع نہیں ہوسکتا کیونکہ وہاں قدر مشترک موانع اربعہ میں زوجیت ہے اور وہ غیر مرتفع ہے فقط اور خلوتِ صحیحہ کی تفصیل کتب فقہ میں ہے اور تاخذونہ کی تفسیر میں جو حقیقۃً یا حکماً کہا گیا ہے حقیقۃً سے مراد واپسی حسی ہے اور حکماً سے معاف کرانا۔

رفع شبہ: اگر کسی کو شبہ ہو کہ حدیث میں تاکید آئی ہے مہر کم مقرر کرنے کی اور اس آیت سے زیادہ کا جواز معلوم ہوتا ہے اس کا دفع یہ ہے کہ یہ جواز مفہوم من القرآن بمعنی صحت ونفاذ ہے اور حدیث میں جواز بمعنی اباحت مطلقہ وعدم کراہت کی نفی ہے پس کچھ تعارض نہیں اور حضرت عمر ؓ کا ایک واقعہ میں زیادہ مہر کے جواز کو مان لینا اس لئے تھا کہ سامعین اس کو حرام نہ سمجھنے لگیں پس اس سے کراہت کا عدم ثابت نہیں ہوتا نہ حضرت عمرؓ پر کوئی اعتراض لازم آتا ہے۔

ربط: منجملہ ان رسوم قبیحہ جاہلیت کے جن کا ذکر شروع رکوع سے چلا ہے ایک یہ رسم تھی کہ بعضے حرام عورتوں سے نکاح کر لیا کرتے مثلاً اپنی سوتیلی ماں یعنی باپ کی بیوی سے یا ایک بہن کے نکاح میں ہوتے ہوئے دوسری بہن سے اور بعضے حلال عورتوں کو حرام سمجھتے جیسے متبنیٰ کی بیوی آگے حکم دہم میں اس کا ابطال فرماتے ہیں اور بمناسبت مقام اور محرمات کی تفصیل بھی ارشاد فرماتے ہیں اور بعض حلال عورتوں کی حلت میں مسلمانوں کو شبہ ہوا تھا جیسے مملوکہ شرعیہ جس کا پہلا شوہر حربی دارالحرب میں ہو ان کی حلت کا بیان بھی فرما دیا کما سیظھر من الروایات فی الحواشی۔ اور نکاح کے بعض شرائط اور اس کے دوسرے متعلقات مہر وغیرہ بھی مذکور فرمائے ہیں ایک رکوع سے زیادہ میں یہی مضامین ہیں۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا حق تعالیٰ کی تجویز کے سامنے اپنی رائے کو فنا کر دینے کی اس میں اصل ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا ۭ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا اوپر اللہ تعالیٰ نے لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ میں یہ ذکر فرمایا ہے کہ زوجہ سے دی ہوئی چیز واپس لینا مخصوص ہے عورت کی نالائقی کے ساتھ اور جب واقع میں وہ اس عیب سے مبرا ہو محض اپنے شوق سے دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہو اس وقت اس سے کچھ لینا قاعدہ بالا کی موافق دیکھنے والوں کو شبہ میں ڈالے گا کہ عورت نے کوئی نالائق حرکت کی ہوگی اور واقع میں وہ بری ہے اسلئے اس لینے کو بہتان فرمایا ہے پس بہتان جیسا کبھی صراحۃً ہوتا ہے یہ دلالۃً ہوا اور اسکو بھی ممنوع فرمایا گیا تو اس میں طریق قوم کی اصل ہے کہ وہ جس طرح موجب سے بچتے ہیں موہم سے بھی بچتے ہیں۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فی التمهید عام الفاظ میں ففی اکثر الالفاظ عموم المجاز فالخطاب عام للاولیاء والازواج والارث عام فی مطلق الملك ثم الملك عام فی المال والنفس ثم هو عام لما فی حیوٰة المرأة او بعد موتها والکره عام للکره علی اعطاء المال او عضلهن عن النکاح لیرثوا اذا متن والایتاء عام فیما آتاهن ازواجهن او اقارب المکرهین باعتبار ان اعطاء اخباسهم کاعطائهم والفاحشة عام فی النشوز والزنا والکل منتشر فی التفاسیر وانما انقل ما خفی منه ففی الخازن لترثوا اموالهن وهن کارهات اه فتاید بهذا کون الارث بمعنی الملك ولو فی الحیوٰة فان کراهتهن انما هی مؤثرة فی هذه الحالة لا بعد الموت فان الارث اضطراری سواء رضی المورث او کره وفی روح المعانی والخطاب فی المتعاطفین اما للورثة غیر الازواج واما للازواج وجوز ان یکون الخطاب الاول للورثة وهذا الخطاب للازواج اه قلت ولا مانع من کون الکل للکل وفیه الفاحشة النشوز وسوء الخلق واخرج ابن جریر عن الحسن ان المراد بها الزنا وراعیت هذه المعانی کلها فی الترجمة تامل تعقل ۱۲۔ ۲ قوله فی معنی ارث النفس یہ نہیں کہ عورت الخ لان الحرة لا تملك فهذا القید الواقعی فائدته التقبیح والتشنیع بانکم تفعلون بالاکراه هذه الفعلة القبیحة التی لا یحل ولو کان بالرضا فضلا عن الاکراه ۱۲۔ ۳ قوله فی ترجمة اٰتیتموهن یا تمہارے عزیز نے واشرت الی کون الخطاب عاما بقولی تم لوگوں نے لانها تطلق للعموم فی امثال هذه المواقع ۱۲۔ ۴ قوله فی ترجمة بعض ما کوئی حصہ بھی اشار به الی ان عدم الاذهاب بالکل منفی بالاولیٰ ۱۲۔ ۵ قوله فی الفرق بین الثلثة الاولیٰ والاخریٰ جزو ہے وبهذا القدر حصل الفرق لان الجزء والکل متغائران ۱۲۔ ۶ قوله هناك دوسری صورت اوپر کی تیسری وانما لم یلزم التکرار لاختلاف العنوانین فظهر قبح شئی واحد من الحیثیین لکونه کرها ولکونه منافیا للمروة حیث ان القوی یطمع من ضعیف وهی المرأة مثلاً ۱۲۔ ۷ قوله بعد ترجمة الفاحشة نافرمانی .. مہر سے زیادہ لان الجاء ها الی الخلع اذا کان النشوز منها یجوز واما الزیادة علی المهر فلا یجوز مطلقاً ۱۲۔ ۸ قوله خاوندکو الخ فیکون الخطاب بقوله تعالیٰ فامسکوهن فی ابتداء الرکوع عاما للازواج وغیرهم بان یمسکوهن ویکون المراد بقوله فی الفائدة المتعلقة بقوله تعالیٰ والتی الآیة منکوحة فی قوله صرف منکوحہ عورت کے لئے بیان فرمایا المرأة التی قد نکحت مرة ولو لم یبق منکوحة بان توفی عنها زوجها او طلقت ۱۲۔ ۹ قوله جیسا شروع رکوع میں الخ نقل هذا التفسیر فی روح المعانی عن بعضهم فالعلل علی هذا بمعنی الحبس والامساك عن غیر تعرض له باخذ المال ۱۲۔ ۱۰ قوله قبل ترجمة عسٰی یہ سمجھ کر برداشت کرو اشارة الی حذف الجزاء من قوله فاعقلوا واصبروا والمذکور علته ۱۲۔ ۱۱ قوله فی التمهید یہ تجویز سوچی الخ فی الکبیر المسئلة الاولی روئے ان الرجل منهم اذا مال الی التزوج بامرأة اخریٰ رمی زوجة نفسه بالفاحشة حتی یلجئها الی الافتداء منه بما اعطاها لیصرفه الی تزوج المرأة التی التی یریدها اه قلت ویشیر الیه القرآن فلا یضر عدم حجیة الروایة بلا سند ۱۲۔ ۱۲ قوله فی ترجمة احدٰهن اس ایک کو العهد بقرینة المقام ۱۲۔ ۱۳ قوله فی ترجمة آتیتم خواہ ہاتھ میں الخ کما فی الروح والمراد من الایتاء کما قال الکرخی الالتزام والضمان کما فی قوله اذا سلمتم ما آتیتم وفی الکبیر المسئلة الثالثة لافرق بین ما اذا آتاها الصداق جساد بین ما اذا لم یؤتها قلت فالایتاء عام من الحسی والحکمی وافاد بقوله خاص مهر الخ ان الالتزام انما یعتبر فی المهر

خاصة لا في الهبة لتوقفها على القبض ۱۲۔ ۱۴؎ قوله في ترجمة لا تأخذوا معاف کرانا بھی الخ فلا يرد ان الابراء ليس باخذ ۱۲۔ ۱۵؎ قوله في ترجمة بهتانا بہتان رکھ کر اشار الى ان بهتانا واثما حالان بمعنى اسم الفاعل اى باهتين وآثمين ۱۲۔ ۱۶؎ قوله في توضيح البهتان تصور کر ا یا اخذته من الكبير الوجه الرابع من المسئلة الثالثة ۱۲۔ ۱۷؎ قوله في تفسير الافضاء یعنی صحبت یا خلوت نقله في الروح عن الفراء وبرواية الكلبي عن ابن عباسؓ ۱۲۔ ۱۸؎ قوله في توضيح افضى یا کنہ دینا زاد لان الاخذ عام من الرد الحسى والابراء كما يفهم من تقرير آتيتم المذكور انفاً ۱۲۔ ۱۹؎ قوله هناك اصل مانع زوجیت الخ ولا تكرار لاختلاف العنوان ولو اتحد المعنون اى الزوجية فافاد اختلاف العنوان ان الزوجية مانعة لان اثرها هذا وهذا وهذا ۱۲۔ ۲۰؎ قوله في توضيح الميثاق وہ عہد وہ ے اخذته من الكبير عبارته قال ابن عباس ومجاهد الميثاق الغليظ كلمة النكاح المعقودة على الصداق ۱۲۔ ۲۱؎ قوله قبيل ف غرض چار موانع الخ اعلم ان المؤثر في بعض الصور المجموع وفي بعضها لان الافضاء واخذ الميثاق الغليظ لا يوجد ان باعتبار المهر فيما فارقها قبل الخلوة او قبل التسمية ولا يضر عدم وجود المجموع في بعض الصور لان غاية ما في الباب ان هذا الباب من الصور لا يكون ذكره مقصودا بذاته فاى محذور في ذلك فانه يمكن ان يكون عادة اهل الجاهلية الاخذ مع الموانع كلها فحصل الرد عليهم وكفى في غرض المقام فافهم ۱۲۔ ۲۲؎ قوله في آخر المسئلة الثالثة خلع ہوا تتمة المسئلة انه لايلزمها شئى استحسانا ومقتضى القياس ان يجب عليها النصف لان نصف المهر سقط بالطلاق قبل الدخول وقد التزمت المرأة المهر كله فيجب عليها النصف تتميما لما التزمته ووجه عدم اللزوم الذى هو مقتضى الاستحسان انه يراد بالخلع عادة حاصل ما يلزم لها وليس هو الا النصف كذا في آخر باب الخلع من العناية والهداية في حكم المرأة اذا اختلعت قبل الدخول على الف و مهرها الف ۱۲۔

الرِّوَايَاتُ: في روح المعاني اخرج ابن جرير وابن ابى حاتم من طريق على عن ابن عباسؓ قل كان الرجل اذا مات وترك جارية (معناه عندى شابة) القى عليها حميمه ثوبه فمنعها من الناس فان كانت جميلة تزوجها وان كانت دميمة حبسها حتى تموت فيرثها۔ وفي رواية البخارى وابى داؤد كانوا اذا مات الرجل كان اولياء احق بامرأته ان شاء بعضهم تزوجها وان شاء وأزوجوها وان شاؤا لم يزوجوها فهم احق بها من اهلها فنزلت هذه الآية في ذلك واخرج ابن المنذر عن عكرمة قال نزلت هذه الآية في كبيشة ابنة معن بن عاصم من الاوس كانت عند ابى قيس بن الاسلت فتوفى عنها فجنح عليها ابنه فجائت النبى صلى الله عليه وسلم فقالت لا انا ورثت زوجى ولا انا تركت فانكح فنزلت وفي المعالم قال ابن عباسؓ في قوله تعالى ولا تعضلوهن هذا في الرجل تكون له المرأة وهو كاره لصحبتها ولها عليه مهر فيضارها لتفتدى وترد اليه ما ساق اليها من المهر فنهى الله تعالى عن ذلك۔ وفي روح المعاني اخرج ابن جرير عن ابن زيد قالت كانت قريش بمكة ينكح الرجل منهم المرأة الشريفة فلعلها ماتوا فقه فيفارقها على ان لا تتزوج الا باذنه فيأتى بالشهود فيكتب ذلك عليها فاذا خطبها خاطب فان اعطته اذن لها والاعضلها۔ واخرج عبدالرزاق وغيره عن عطاء كان الرجل اذا اصابت امرأته فاحشة اخذ ما ساق اليها واخرجها فنسخ ذلك الحدود آه فيا اخى تامل في الروايات تجدها ان شاء الله تعالى متطابقة على ما في التمهيد ۱۲۔

اَللُّغَاتُ: في المعالم اصل الافضاء الوصول الى الشيء من غير واسطة اه قلت لا ريب في صدق هذا المعنى على الخلوة الصحيحة فان الوصول بمفهومه اللغوى لا يتوقف على الوصول الخاص لان العام لا يستلزم الخاص ۱۲۔

العربية والبلاغة النساء اما مفعول ثان لترثوا على ان يكن هن الموروثات اے ترثوا من الميت النساء واما مفعول اول له والمعنى لا يحل لكم ان تأخذوا المال بطريق الارث اى ترثوا من النساء فافهم والمراد من قوله تعالى لتذهبوا ان يدفعن اليكم بعض ما آتيتموهن وتأخذوه منهن وانما لم يتعرض لفعلهن لكونه لصدوره عن اضطرار منهن بمنزلة العدم وعبر عن ذلك بالذهاب به لا بالاخذ والاذهاب للمبالغة في تقبيحه ببيان تضمنه لامرين كل منهما محظور شنيع الاخذ والاذهاب لانه عبارة عن الذهاب مصطحبابه وذكر البعض ليعلم منه انّ الذهاب بالكل اشنع شنيع ومبينة على صيغة الفاعل من بين اللازم بمعنى تبين او المتعدى اى مبينة حال صاحبها وقرأ ابن كثير وابوبكر عن عاصم مبينة على صيغة المفعول اه كله من روح المعاني ۱۲۔

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ۝ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ؗ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ؗ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ ۙ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ؕ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ

اور تم ان عورتوں سے نکاح مت کرو جن سے تمہارے باپ (دادا' یا' نانا) نے نکاح کیا ہو مگر جو بات گزر گئی گزر گئی بیشک یہ (عقلاً بھی) بڑی بے حیائی ہے اور نہایت نفرت کی بات ہے اور (شرعاً بھی) بہت برا طریقہ ہے۔ تم پر حرام کی گئی ہیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہے اور تمہاری وہ بہنیں جو دودھ پینے کی وجہ سے ہیں اور تمہاری بیبیوں کی مائیں اور تمہاری بیبیوں کی بیٹیاں جو کہ تمہاری پرورش میں رہتی ہیں اور ان بیبیوں سے کہ جن کے ساتھ تم نے صحبت کی ہو اور اگر تم نے ان بیبیوں سے صحبت نہ کی ہو تو تم کو کوئی گناہ نہیں اور تمہارے ان بیٹوں کی بیبیاں جو کہ تمہاری نسل سے ہوں اور یہ کہ تم دو بہنوں کو ایک ساتھ رکھو لیکن جو پہلے ہو چکا بیشک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑی رحمت والے ہیں اور وہ عورتیں جو کہ شوہر والیاں ہیں مگر جو کہ تمہاری مملوک ہو جائیں اللہ تعالیٰ نے ان احکام کو تم پر فرض کر دیا ہے اور ان عورتوں کے سوا اور عورتیں تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں یعنی یہ کہ تم ان کو اپنے مالوں کے ذریعہ سے چاہو اس طرح سے کہ تم بیوی بناؤ صرف مستی ہی نہ نکالنا ہو پھر جس طریق سے تم ان عورتوں سے منتفع ہوئے ہو سو ان کو ان کے مہر دو جو کچھ مقرر ہو چکے ہیں اور مقرر ہوئے بعد بھی جس پر تم باہم رضامند ہو جاؤ۔ اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے جاننے والے ہیں بڑی حکمت والے ہیں اور جو شخص تم میں پوری وسعت اور گنجائش رکھتا ہو آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی تو وہ اپنے آپس کی مسلمان لونڈیوں سے جو کہ تم لوگوں کی مملوکہ ہیں نکاح کرے اور تمہارے ایمان کی پوری حالت اللہ ہی کو معلوم ہے تم سب آپس میں ایک دوسرے کے برابر ہو۔ سو ان سے نکاح کر لیا کرو ان کے مالکوں کی اجازت سے اور ان کی ان کے مہر قاعدہ کے موافق دے دیا کرو اس طور پر کہ وہ منکوحہ بنائی جائیں نہ تو علانیہ بدکاری کرنے والی ہوں اور نہ خفیہ آشنائی کرنے والی ہوں۔ پھر جب وہ لونڈیاں منکوحہ بنائی جائیں پھر اگر وہ بڑی بے حیائی کا کام (زنا) کریں تو ان پر اس سزا سے نصف سزا ہوگی جو کہ آزاد عورتوں پر ہوتی ہے ۝

تفسیر: حکم دہم تفصیل محرمات و دیگر احکام متعلقہ نکاح: وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ۝ اور تم ان عورتوں سے نکاح مت کرو جن سے تمہارے باپ (یا دادا یا نانا) نے نکاح کیا ہو مگر (خیر) جو بات گزر گئی گزر گئی (آئندہ کبھی ایسا نہ ہو) بیشک یہ (بات عقلاً بھی) بڑی بے حیائی ہے اور (اہل طبائع سلیمہ کے عرف میں بھی) نہایت نفرت کی بات ہے اور (شرعاً بھی) بہت برا طریقہ ہے۔

ف: گذر گئی کا مطلب یہ کہ جاہلیت میں بعض لوگ ایسا کرتے تھے مگر شائستہ لوگ اس زمانہ میں بھی اس کو برا جانتے تھے اور اس کو نکاح مقت کہتے تھے اور جو اس نکاح سے اولاد ہوتی تھی اس کو مقتی کہا کرتے تھے کذا فی الکشاف اسی لئے احقر نے اس میں عرف بڑھا دیا ہے کیونکہ ان کے عرف میں اس کا لقب مقت مشہور تھا

اور عقلاً بے حیائی ہونا اور شرعاً بوجہ منہی عنہ ہونے کے اس کا برا طریقہ ہونا ظاہر ہے حتیٰ کہ اگر کوئی ایجاب قبول کر بھی لے وہ نکاح منعقد ہی نہ ہوگا پس باطل محض ہے اسی طرح نساء محرمات آئندہ بھی۔ اس کے اعلیٰ درجہ کے قبح ظاہر کرنے کے لئے وجوہ اس کی مذمت کی ارشاد فرمائیں۔

مَسْئَلَہ : نکاح شرعاً حکم وطی میں ہے جب باپ کی موطوءہ حکمیہ سے نکاح حرام ہے تو جو اس کی موطوءہ حقیقیہ ہو گو بلا نکاح ہو اس سے بدرجہ اولیٰ نکاح حرام ہے اور یہی مذہب ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا کہ جس عورت سے باپ نے زنا کیا ہو اس سے بیٹا نکاح نہیں کرسکتا۔ اسی طرح جہاں جہاں نکاح سے تحریم مؤبد ہو جاتی ہے زنا سے بھی ہو جاتی ہے۔

تمہ حکم دہم: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ (الی قولہ تعالی) كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ تم پر (یہ عورتیں) حرام کی گئی ہیں (یعنی اُن سے نکاح کرنا حرام اور باطل ہے اور ان کی کئی قسم ہیں۔

اول محرمات نسبیہ : (وہ یہ ہیں) تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں (اور ان میں سب اصول وفروع بواسطہ وبلاواسطہ سب داخل ہیں) اور تمہاری بہنیں (خواہ عینی ہوں یا علاتی یا اخیافی) اور تمہاری پھوپھیاں (اس میں باپ کی اور سب مذکر اصول کی تینوں قسم کی بہنیں آ گئیں) اور تمہاری خالائیں (اس میں ماں کی سب مؤنث اصول کی تینوں قسم کی بہنیں آ گئیں) اور بھتیجیاں (اس میں تینوں قسم کے بھائیوں کی اولاد بواسطہ وبلاواسطہ سب آ گئیں) اور بھانجیاں (اس میں تینوں قسم کی بہنوں کی اولاد بواسطہ وبلاواسطہ سب آ گئیں) اور (**قسم دوم محرمات رضاعیہ** (وہ یہ ہیں) تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہے (یعنی انا) اور تمہاری وہ بہنیں جو دودھ پینے کی وجہ سے ہیں (یعنی تم نے ان کی حقیقی یا رضائی ماں کا دودھ پیا ہے یا اس نے تمہاری حقیقی یا رضائی ماں کا دودھ پیا ہے۔ گو مختلف وقت میں پیا ہو) اور (**قسم سوم محرمات بالمصاہرۃ** (وہ یہ ہیں) تمہاری بیبیوں کی مائیں (اس میں زوجہ کے سب مؤنث اصول آ گئے) اور تمہاری بیبیوں کی بیٹیاں اس زوجہ کے سب مؤنث فروع آ گئے جو کہ (عادۃً) تمہاری پرورش میں رہتی ہیں (مگر اس میں ایک قید بھی ہے وہ یہ کہ وہ لڑکیاں) ان بیبیوں سے (ہوں) کہ جن کے ساتھ تم نے صحبت کی ہو (یعنی کسی عورت کے ساتھ صرف نکاح کرنے سے اس کی لڑکی حرام نہیں ہوتی بلکہ جب اس عورت سے صحبت بھی ہو جائے تب لڑکی حرام ہوتی ہے) اور اگر (ہنوز) تم نے ان بیبیوں سے صحبت نہ کی ہو (گو نکاح ہو چکا ہو) تو (ایسی بی بی کی لڑکی کے ساتھ نکاح کرنے میں) تم کو کوئی گناہ نہیں اور تمہارے ان بیٹوں کی بیبیاں (بھی حرام ہیں) جو کہ تمہاری نسل سے ہوں (اس میں سب مذکر فروع کی بیبیاں آ گئیں اور نسل کی قید کا مطلب[۵] یہ ہے کہ منہ بولے یعنی لے پالک جس کو متبنیٰ کہتے ہیں اس کی بی بی حرام نہیں) اور یہ (امر بھی حرام ہے) کہ تم دو بہنوں کو (رضاعی ہوں یا نسبی اپنے نکاح میں) ایک ساتھ رکھو لیکن جو (اس حکم سے) پہلے ہو چکا (وہ معاف[۵] ہے) بیشک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے رحمت والے ہیں (کہ رحمت سے گناہ معاف کر دیتے ہیں) اور (**قسم[۲] چہارم**) وہ عورتیں جو کہ شوہر والیاں ہیں مگر (اس قسم میں وہ مستثنیٰ ہیں) جو کہ (شرعاً) تمہاری مملوک[۳] ہو جاویں (اور ان کے حربی شوہر دار الحرب میں موجود ہوں اور بعد ایک حیض آ جانے یا وضع حمل کے حلال ہیں کذا فی الہدایہ) اللہ تعالیٰ نے ان احکام کو تم پر فرض کر دیا ہے۔ **ف**: اور زیادہ تفصیل محرمات کی جن[۴] میں اکثر تو ان ہی مذکورات کے عموم میں داخل ہیں جن کے ادخال کی تقریر بوجہ غموض کے نہیں کی گئی اور بعض احادیث و آثار میں مذکور ہیں اور بعض پر اجماع امت کا ہے۔ اور اسی طرح مملوکات کی حلت کے شرائط یہ سب کتب فقہ میں بسط کے ساتھ موجود ہے بخیال تطویل کے نہیں لکھا اور اس تقریر سے ایک اشکال بھی دفع ہو گیا وہ یہ کہ آگے جو ان مذکورات کے ماوراء کو حلال فرمایا ہے سو یہاں تو چند صورتیں مذکور ہیں جن کے ماسوا اور بھی حرام صورتیں ہیں پھر اس کے کیا معنی کہ ان کے ماسوا سب حلال ہیں وجہ دفع یہ کہ ان حرام صورتوں میں بہت سے تو ان مذکورات کے عموم ہی میں لغۃً یا عرفاً داخل ہیں وہ تو ماسوا میں داخل ہی نہیں جیسا احقر نے ابھی لکھا ہے اور بعض صورتیں جو ان مذکورات کے عموم میں بھی داخل نہیں وہ واقعی ماسوا میں داخل ہوں گی لیکن چونکہ لفظ ماوراء بوجہ دوسرے دلائل شرعیہ کے مثل احادیث واجماع پھر آثار وقیاس کے اپنے عموم پر باقی نہیں اس لئے بقیہ محرمات اس ماوراء سے مستثنیٰ ومخصوص ہو جاوے گا یعنی لفظ میں داخل ہونے کے بعد حکم حلت سے خارج ہو جاوے گا۔ پس کوئی اشکال نہ رہا اور تحلیل حرام یا تحریم حلال لازم نہ آئی۔

ربط : یہاں تک محرمات کا بیان تھا اس کے بعد ان کے ماسوا کی حلت نکاح کا مع بعض شرائط حلت کے بیان ہے۔

تمہ سابق: وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ (الی قولہ تعالی) اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا اور ان عورتوں کے سوا اور (باقی) عورتیں تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں یعنی یہ کہ تم اُن کو اپنے مالوں کے ذریعہ سے (نکاح میں لانا) چاہو (یعنی مہر ہونا نکاح میں ضرور[۱] ہے اور) اس طرح کہ تم (ان کو) بیوی[۲] بناؤ (جس کی شرطیں شرع میں مشہور ہیں مثلاً گواہ بھی ہوں وہ نکاح موقت بھی نہ ہو وغیرہ ذالک) صرف مستی[۳] ہی نکالنا نہ ہو (اس کے عموم میں زنا اور متعہ سب داخل ہو گیا گو اس[۴] میں بھی مال خرچ کیا جاتا ہے) پھر (نکاح ہو جانے کے بعد) جس طریق سے (منجملہ ترک شرعیہ معتبرۃ[۵] کے) تم ان عورتوں سے متفع ہوئے ہو سو ان کو (اس کے عوض) ان کے مہر[۱] دو جو کچھ مقرر ہو چکے ہیں اور (یہ نہ سمجھو کہ اس مقررہ میں کسی طرح مثل نماز و روزہ کہ کمی بیشی ممکن نہ ہو بلکہ) مقرر ہوئے بعد بھی جس

(مقدار) پر تم (میاں بیوی) باہم رضامند ہو جاؤ اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں (مثلاً خاوند نے اور مہر بڑھا دیا یا عورت نے کم کر دیا یا معاف ہی کر دیا ہر طرح درست ہے) بلا شبہ اللہ تعالیٰ بڑے جاننے والے ہیں (تمہاری مصلحتوں کو خوب جانتے ہیں) بڑے حکمت والے ہیں (ان مصلحتوں کی رعایت سے احکام مقرر فرمائے ہیں گو کہیں تمہاری فہم میں نہ آوے) **ف**: یہاں وجوب ادائے مہر مقرر شدہ کی دو شرطیں فرمائیں ایک اس کا مقرر ہونا مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ میں دوسرے استمتاع صحبت سے یا خلوت صحیحہ سے استمتعتم میں پس اگر ایک شرط بھی مفقود ہوگی یہ حکم نہ ہوگا مثلاً مہر مقرر ہوا استمتاع نہ ہوا اور طلاق ہو جاوے تو نصف مہر لازم ہے اور مثلاً مہر مقرر نہ ہوا اور استمتاع ہوا ہو تو مہر مثل لازم ہے اور اگر نہ مہر مقرر ہو نہ استمتاع ہوا اور طلاق ہو جاوے تو ایک جوڑا جس کا بیان آخر پارہ سیقول میں آ چکا ہے دینا پڑے گا اور مہر کی کمی بیشی میں جو فرمایا کہ گناہ نہیں وجہ یہ کہ کم یا معاف ہونے میں مرد کو شبہ ہو سکتا ہے کہ پرایا مال قبول کرنا شاید اچھا نہ ہو اور زیادہ ہونے میں یہی شبہ عورت کو ہو سکتا تھا اس لئے ایسا فرمایا اور اس آیت میں مسافحین کی تفسیر سے متعہ کا حرام ہونا بھی مفہوم ہو گیا اور حدیثوں میں اس کی پوری تصریح ہے خصوص صحیح مسلم میں حرمت مؤبدہ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ کی تنصیص موجود ہے البتہ اس حرمت مؤبدہ سے پہلے حضور ﷺ کے عہد مبارک میں یہ خیبر سے پہلے حلال تھا پھر خیبر میں حرام ہو گیا پھر زمان فتح مکہ میں یوم اوطاس کو حلال کیا گیا پھر تین روز کے بعد ابداً حرام ہو گیا اور بعض سلف سے جو منقول ہے اس وقت تک ان کو نسخ کی خبر نہ پہنچی ہوگی اور بعض سے جو اس آیت میں اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى منقول ہے وہ بطور تفسیر کے ہے جس کو قبل بلوغ نسخ کہہ دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف جو تحریم منسوب ہے بمعنی اظہار حرمت ہے نہ اثبات حرمت اور ابن عباسؓ سے جو منقول ہے اول تو وہ قول مقید بالاضطرار تھا پھر خود ترمذی نے ان سے مطلقاً حرمت نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس سے بھی رجوع فرمایا پھر اہل حق کا اب اجماع ہے۔

ربط: اوپر سے احکام نکاح کے چلے آتے ہیں آگے شرعی لونڈیوں کے ساتھ نکاح کرنے کا ذکر ہے۔

حکم نکاح با کنیزاں: وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ (الی قولہ تعالیٰ) وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ اور جو شخص تم میں پوری مقدرت اور گنجائش نہ رکھتا ہو آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی تو وہ اپنے آپس (والوں) کی مسلمان لونڈیوں سے جو کہ تم لوگوں کی (شرعاً) مملوکہ ہیں نکاح کر لے (کیونکہ اکثر لونڈیوں کا مہر وغیرہ کم ہوتا ہے اور ان کو غریب کے ساتھ بیاہ دینے میں عار بھی نہیں کرتے) اور (لونڈیوں سے نکاح کرنے میں عار نہ کرے کیونکہ دین کی رو سے تو ممکن ہے کہ وہ تم سے بھی افضل ہو وجہ یہ کہ مدار فضیلت دین کا ایمان ہے اور) تمہارے ایمان کی پوری حالت اللہ ہی کو معلوم ہے (کہ اس میں کون اعلیٰ ہے کون ادنیٰ ہے کیونکہ وہ متعلق قلب کے ہے جس کی پوری اطلاع اللہ ہی کو ہے اور دنیا کی رو سے زیادہ وجہ عار کی تفاوت نسب ہے تو اس میں جو انساب کا اصل مبدأ ہے یعنی حضرت آدم و حوا علیہما السلام اس میں مشارکت کے اعتبار سے) تم سب آپس میں ایک دوسرے کے برابر ہو (پھر عار کی کیا وجہ ہے) سو (جب عدم عار کی وجہ معلوم ہو گئی تو ضرورت مذکورہ کے وقت) ان سے نکاح کر لیا کرو (مگر شرط یہ بھی ہے کہ) ان کے مالکوں کی اجازت سے (ہو) اور ان (کے ان مالکوں) کو ان کے مہر قاعدہ (شرعیہ) کے موافق دے دیا کرو (اور یہ مہر دینا) اس طور پر (ہو) کہ وہ منکوحہ بنائی جاویں نہ تو اعلانیہ بدکاری کرنے والی ہوں اور نہ خفیہ آشنائی کرنے والی ہوں (یعنی وہ مہر مقابلہ نکاح ہو بطور اجرت زنا کے دینے سے وہ حلال نہ ہوگی)۔ **ف**: لونڈی کے ساتھ نکاح کرنے میں دو قیدیں لگائیں ایک یہ کہ وہ ایسی عورت سے نکاح نہ کر سکے جس میں دو صفتیں ہوں ایک حریت دوسرے ایمان دوسری قید یہ کہ یہ مسلمان لونڈی ہو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ان قیود کی رعایت اولیٰ ہے اور اگر بلا رعایت ان قیود کے لونڈی سے نکاح کیا نکاح ہو جاوے گا لیکن کراہت ہوگی کذا فی روح المعانی عن البدائع اور وجہ کراہت کی یہ ہے کہ اس میں بلا ضرورت اپنی اولاد کو غلام بنانا ہے کیونکہ حریت و رقیت میں اولاد تابع ماں کے ہے دوسرے یہ بھی ہے کہ لونڈی دوسرے کی مملوک ہے اور بالکل اسی کے قبضہ کی ممکن ہے کہ کسی وقت شوہر اس کو اپنے پاس رکھنا چاہے اور اسی وقت اس کا مالک اس سے خدمت لینا چاہے تو ضرور بے لطفی ہوگی یا وہ کسی پردیسی کے ہاتھ فروخت کر ڈالے تو اور مصیبت ہے تیسرے یہ کہ پورا پردہ اس سے نباہ نہیں ہو سکتا غیور آدمی کو اس کی بھی کوفت ہوگی پھر غالباً اس کو خانہ داری کا نہ زیادہ سلیقہ ہوتا ہے نہ اس کو شوہر کے گھر اور چیز کا درد ہوتا ہے ان مصالح کو کراہت میں شرعاً دخل ہو سکتا ہے اور آگے فَاِذَآ اُحْصِنَّ اور ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ بھی اس طرف مشیر ہیں جیسا عنقریب اس کی تقریر بذیل فائدہ متعلقہ ان اجزاء کے آتی ہے پس کراہت عرفیہ یعنی عار کی وجہ سے اجتناب کرنے کی تو ممانعت ہے اور کراہت شرعیہ جس کا ابھی بیان ہوا ملحوظ رکھ کر بے ضرورت ارتکاب نہ کرنا اولیٰ ہے اور امام شافعی نے ان دو قیدوں کو احترازی فرمایا ہے لیکن قید اول کی صفت ثانیہ کو احترازی نہیں کہا پس حرہ غیر مومنہ کے مستطیع کو بھی نکاح کنیز کی اجازت نہیں دی حنفیہ کہتے ہیں کہ آپ کے نزدیک جیسی یہ ایک صفت ہے ایسے ہمارے نزدیک تینوں امر ہیں اور یہ جو فرمایا کہ قاعدہ کے موافق یعنی جو عام دین کا حکم ہے کہ وسعت کے وقت ٹالے نہیں پریشان نہ کرے وعدہ خلافی نہ کرے اس کی تصریح مفید ہوگئی دین مہر کے وجوب کو کیونکہ اکثر عادت ہے اس کو ہلکا سمجھنے کی اور اس سے بے پروائی برتنے کی اس لئے ادا بھی کم بلکہ شاذ و نادر کیا جاتا ہے۔ اس میں بھی اکثر جب کہ کوئی جبر اور دباؤ حکومت سے پڑے۔ **مسئلہ**: لونڈی کا نکاح بدوں اذن مولیٰ کے صحیح نہیں۔

ربط : اوپر لونڈیوں سے شادی کرنے کا ذکر تھا آگے ان لونڈیوں کے متعلق ایک حکم باب سیاست سے ارشاد فرماتے ہیں اور ہر چند کہ وہ حکم غلام کے لئے بھی اور غیر منکوحہ لونڈی کے لئے بھی عام ہے لیکن اس مقام پر لونڈیوں کی تخصیص پھر ان میں سے بھی منکوحات کی تخصیص ذکر میں اس نادان کے ذوق میں جیسا کہ ابھی حق تعالیٰ نے قلب میں القاء فرمایا وَلِلّٰهِ الْحَمْد یہ ہے کہ اس مقام میں باوجود اباحت نکاح کے لونڈیوں کے ساتھ اس میں قیود لگانے سے بلاضرورت اس کی کراہت للعوارض کا بتلانا مقصود تھا اسی مقصود کی تاکید کے لئے جملہ آئندہ میں ان کی حد زنا کی تصریح فرمادی تا کہ اس فعل کا احتمال وقوع بسبب اجتماع اس کے اسباب قریبہ مثلاً عادۃً اس کے پردہ میں نہ رہ سکنے کے اکثر بغرض خدمت مولیٰ اس کے بازار وغیرہ میں آمد و رفت رکھنے کے سامع کی نظر میں متحضر ہو جاوے اور ایک گونہ ایسی بے رغبتی پیدا ہو جاوے کہ بلاضرورت اس کا ارتکاب نہ کرے یہ وجہ ہے اماء منکوحہ کے تخصیص ذکری کی یعنی بعد شادی کے بھی ان سے یہ امر اتنا مستبعد نہیں جتنا حرائر سے ہے۔

حکم یازدہم حد زنا کنیزاں: فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ۔ پھر جب وہ لونڈیاں منکوحہ بنالی جاویں پھر اگر وہ بڑی بے حیائی کا کام (یعنی زنا) کریں تو (بعد ثبوت بشرطیکہ مسلمان ہوں) ان پر اس سزا سے نصف سزا (جاری) ہوگی جو کہ (غیر منکوحہ) آزاد عورتوں پر ہوتی ہے (جیسا کہ نکاح کے قبل بھی لونڈیوں کی یہی سزا تھی اور اسی طرح غلاموں کی بھی) **ف**: وہ سزا یہ ہے کہ ان کے پچاس درے لگائے جاویں گے کیونکہ غیر منکوحہ آزاد عورت کے اور اسی طرح آزاد کنوارے مرد کے سو درے لگائے جاتے ہیں، جیسا سورۂ نور میں ہے کہ مراد وہاں کنوارا اور کنواری ہے اور جب آزاد مرد و عورت کی شادی ہو چکے اور کچھ شرطیں اور بھی ہیں اس وقت اس فعل کی سزا سنگسار کرنا ہے جیسا احادیث میں متواتر ہے اور حدیث صحیحین میں زید بن خالد جہنی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر منکوحہ لونڈی کی حد کا سوال کیا گیا آپ نے تازیانے فرمائے اور غلام کی حد پر جمہور آئمہ کا اجماع ہے پس حدیث و اجماع سے معلوم ہوا کہ یہ تخصیص تقییدی و احترازی نہیں ہے اور نصف فرمانے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مملوک پر رجم نہیں کیونکہ رجم کی انتہاء ازہاق روح ہے اور اس میں تنصیف ناممکن ہے اور چونکہ اوپر ذکر اماء محصنہ یعنی منکوحہ کا تھا اس لئے فَاِنْ اَتَيْنَ فرمانے سے بھی ضمیر ادھر ہی راجع ہو جاتی ہے لیکن فَاِذَآ اُحْصِنَّ کی تصریح مفید تکریر سے اس نکتہ مذکورہ کی اور تقویت ہوگئی خوب سمجھ لو۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ۔ اہل تربیت کی اس سیرت کی اصل ہے کہ تائب پر خطائے ماضی کی بنا پر تشدد نہیں کرتے اور اس کی تحقیر نہیں کرتے اور اس خطاء کے ذکر کا اعادہ نہیں کرتے۔ قولہ تعالیٰ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ جملہ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ میں کبر و نخوت کی جڑ قطع کی گئی ہے اور اس میں صوفیہ کا اہتمام معلوم ہے۔ قولہ تعالیٰ: فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ۔ اس سے معلوم ہوا کہ درجات کے تفاوت سے سیاست میں بھی تفاوت ہوتا ہے اور یہی شان ہوتی ہے حکماء مصلحین کی کہ ہر طالب کے ساتھ اس کی خصوصیت کے موافق معاملہ کرتے ہیں۔

الحواشی: (۱) ہو مفعول لا تنکح ۱۲ منہ۔ (۲) ای دضعًا للتوحش عن نکاح الاماء ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قولہ** یا دادا الخ اشارہ الی ان المراد بالآباء الاصول وعلیہ الاجماع ۱۲۔ ۲ **قولہ** جو گزر گئی گزر گئی الخ اشار الی توجیہ الکلام بالجملۃ الخبریۃ تقدیرہ لا تنکحوا ولا یوجد من ہذا النکاح شئی الا ما قد مضٰی واما فی ما یستقبل فلا یوجد والخبریہ لدلالتہا علی النفی ابلغ من الانشاء والدال علی النہی کما قالوا فی لا تعبدون الا اللّٰہ مع ان الظاہر لا تعبدوا وہذا الوجہ اخذتہ من الانتصاف حاشیۃ الکشاف وہو ابدع من کل ما عداہ من الوجوہ المشہورۃ فی ہذا الاستثناء فان حملہ علی معنی من مات وکونہ تعلیقا بالمحال لان من مات لا یمکن نکاحہ تکلف وحملہ علی معنی تستحقون العقاب الا ما قد سلف فلا تعاقبون علیہ لا یلائم ذکرہ کون ہذا النکاح مقتًا وفاحشۃ لان ہذا التقدیر مما یہون امرہ واما ما زعم بعضہم ان المعنی لکن ما قد سلف فانتم مقرون علیہ فما لا دلیل علیہ لانہ لم یثبت انہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اقر احدا علی ہذا النکاح فافہم ۱۲۔ ۳ **قولہ** بڑی بے حیائی اشار الی ان التنوین للتفخیم ویمکن ان یقال ان النفس ہذہ المادۃ تدل علی الفظاعۃ والبشاعۃ ۱۲۔ ۴ **قولہ** فی آخر ف بدرجہ اولی الی قولہ جہاں جہاں فالحرمۃ فی الاول لدلالۃ النص وفی غیرہ لعدم القائل بالفصل وہذا الوجہ من الاستدلال من متفرداتی وللّٰہ الحمد وقید بالمؤبد لئلا ینتقض بان النکاح مع اخت محرم لنکاح اختہا مع ان الزنا معہا لا یحرم بنۃ المزنیۃ ولا یحرمہا النکاح مالم یدخل او یمس لقولہ تعالٰی فان لم تکونوا دخلتم بہن فافہم فانہ عزیز ولما کان الدلیل ظنیا لم تقدح فیہ شبہۃ ۱۲۔ ۵ **قولہ** یعنی ان سے نکاح کرنا قدرہ لان

الحرمة لا تتعلق بالاعیان ۱۲۔ ۶؎ **قوله** عادۃً اشار الی ان هذا القید خرج مخرج الغالب والعادة لا کالقید الآتی من قوله اللآتی دخلتم بهن فانه یراد به التقیید الیه ذهب الجمهور وهو المذهب المنصور ولهذا اکتفی فی موضع الاحلال بنفی الدخول ولو کان القید الاول کالثانی شرطًا کان مقتضی السیاق ان یقول فان لم تکونوا دخلتم بهن او لم تکن فی حجرکم ولما لم یتعرض للحجر علم ان الشرط لیس الا الدخول و فائدة الوصف بهذا القید العادی تقویة علة الحکم لا بیان علة الحکم نظیر ذلك قوله تعالٰی اضعافًا مضاعفة کما انها النکتة فی ایرادهن باسم الربائب دون بنات النساء وصرح فی قوله فان لم تکونوا الخ بما اشعر به ما قبله لدفع توهم ان قید الدخول کقید الکون فی الحجور من الهدایة و روح المعانی ۱۲۔ ۷؎ **قوله** فی ترجمة فان لم تکونوا دخلتم صحبت نہ کی ہو لم یزد الخلوة لانها لیست کالوطئ فی هذا الحکم کما فی الدر المختار نعم المس بشهوة له حکم الوطئ ۱۲۔ ۸؎ **قوله** فی توضیح اصلابکم مطلب یہ ہے اشار الی انه لیس المقصود اخرج حلیلة ابن الرضاعی فانها حرام ۱۲۔ ۹؎ **قوله** وہ معاف ہے قدر به ههنا بخلاف ما سبق لان قوله غفورًا رحیما قرینة علی هذا التقدیر وقوله انه کان فاحشةً قرینة علی ذلك التقدیر ولعل النکتة فی هذا التفاوت بین القرینتین ان نکاح المقت کما قالوا لم یبحه الله تعالٰی فی شرع قط بخلاف الجمع بین الاختین فانه قد ابیح فی بعض الشرائع کما ذکروا عن یعقوب علیه السلام ولا عجب فان نکاح اخت نفسه ابعد منه وکان مباحا فی شرع آدم علیه السلام ۱۲۔ ۱۰؎ **قوله** قسم چہارم ولم یجعل الجمع بین الاختین قسماً رابعاً لدخوله فی المصاهرة عند التامل الا ان ما قبله کان حراما ابدا و الاخت تحرم ما دامت اختها فی النکاح ولکن العلة هی نکاح اختها ۱۲۔ ۱۱؎ **قوله** فی ترجمه ما ملکت مملوک ہو جاویں لم یقل مملوک ہوں اشارة الی تاخر الملك عن کونها ذات زوج حربی لیفید ان هذا الحکم من الحل مخصوص بالتی تزوجت قبل السبی بالحربی ولا تحل اذا زوجت باذن المولٰی فانها تحرم علی المولٰی بعده ۱۲۔ ۱۲؎ **قوله** فی ف جن میں اکثر وبه اندفع مایوسوس انه لم خصص بعض المحرمات بالذکر وجه الاندفاع ان المذکور لیس البعض القلیل بل هو الاکثر الذی له حکم الکل ۱۲۔ ۱۳؎ **قوله** فی آخر ف تحلیل حرام یا تحریم حلال الخ ای لو لم یعتبر هذا التقریر یلزم من قوله تعالٰی احل تحلیل الحرام ان کان بعض ماوراء ذلك حرامًا او یلزم من الاحادیث و الآثار تحریم الحلال ان کان حلالاً فافهم ۱۲۔ ۱۴؎ **قوله** فی ترجمة تبتغوا ان کو اشار الی حذف المفعول ای تبتغوهن ۱۲۔ ۱۵؎ **قوله** هناك نکاح میں لانا چاہو ولم یعمم النساء ما ملکت ایمانهم لان المقام لبیان حکم النکاح اما الاماء فیعلم حکمها بدلائل اخرٰی ولما کان العادة فی الاکثر قبل النکاح الابتناء والخطبة صح تفسیره ۱۲۔ ۱۶؎ **قوله** ضرور ہے ای من لوازمه لا من شرائط نعم هذا اللزوم مقید بشرائط معروفة ومن ثم لا یلزم اصلًا فی بعض الصور ۱۲۔ ۱۷؎ **قوله** بیوی بناؤ حملته علی ذوی الازواج کما قبله وحمل غیری علی معنی العفة ثم فسروها بما ترجمت به فما اخترته فیه قصر مسافة ۱۲۔ ۱۸؎ **قوله** مستی ای عملا لانیة فالطریق الذی هو موضوع لصب الماء مناف لصحة النکاح لانیة صب الماء فانه لیس بمناف لها ۱۲۔ ۱۹؎ **قوله** گو اس میں بھی مال خرچ اشار الٰی انه مقید للابتغاء او مع الابتغاء لان مطلق الابتغاء بالمال یکون ایضا فی السفاح ۱۲۔ ۲۰؎ **قوله** شرعیہ معتبرہ خرج به نحو النظر فی غیر الخلوة فانه استمتاع وتلذذ لکن لا یعتبر شرعًا ۱۲۔ ۲۱؎ **قوله** فی ترجمة الاجور مہر سماها اجورًا صورة لکونها مقابلًا للنکاح ۱۲۔ ۲۲؎ **قوله** فی آخر الترجمة فہم میں وبه اندفع ما تقول الملاحدة المنتحلون الی الاسلام ان ما لا نعقل فیه المصلحة لیس بحکم شرعی ومن ثم نفوا کثیرًا من الاحکام نعوذ بالله منه ۱۲۔ ۲۳؎ **قوله** فی ترجمة علی المحصنت آزاد فسر به ههنا اجماعًا بقرینة مقابلة ما ملکت ایمانکم وجه الصحة انهن منعهن الحریة عن نقص الاماء ۱۲۔
۲۴؎ **قوله** بڑی بے حیائی دل علیه التنوین فصح تفسیره بالزنا من غیر تکلف لان الفاحشة کان عامًا لکل قبیح ۱۲۔

الرِّوَایَات: فی روح المعانی اخرج ابن سعد عن محمد بن کعب قال کان الرجل اذا توفی عن امرأته کان ابنه احق بها ان ینکحها ان شاء ان لم تکن امه الی قوله فنزلت ولا تنکحوا ۱۲۔ فی روح المعانی عن عطاء انها (ای الآیة المشتملة علی قوله من اصلابکم) نزلت حین تزوج النبی صلی الله علیه وسلم امرأة زید بن حارثة رضی الله عنه فقال المشرکون فی ذلك۔ وفیه اخرج احمد وابو داؤد والترمذی وحسنه وابن ماجة عن فیروز الدیلمی انه ادرکه الاسلام وتحته اختان فقال النبی ﷺ طلق ایتهما شئت۔ وفیه اخرج مسلم عن ابی سعید رضی الله عنه۔ قال اصبنا سبیا یوم اوطاس ولهن ازواج فکرهنا ان نقع علیهن فسألنا النبی صلی الله علیه وسلم فنزلت الآیة۔ اه قلت وانما ذکرت روایة فیروز مع انها لیست من اسباب النزول لاثبات قول فی تمهید الحکم العاشر ایک بہن کے ہوتے

ہوے الخ کما کنت وعدت ھناك بایراد الروایات فی الحواشی ۱۲۔ فی لباب النقول اخرج ابن جریر عن معمر بن سلیمان عن ابیه قال زعم حضرمی ان رجالا کانوا یفرضون المھر ثم عسی ان تدرك احدھم العسرة فنزلت ولا جناح علیکم فیما تراضیتم به من بعد الفریضة ۱۲۔

الفقه: احتج اصحابنا بقوله تعالٰی باموالکم ان غیر المال لا یصلح مھر او ما ورد من التزویج بالقرآن فالباء سببية وکان المھر غیر ھذا لم یذکر لکونه معلومًا ضرورة ۱۲۔ دلت الآیة علی حرمة المتعة وان المراد بالاستمتاع فیما قبل لیس ھو ھذه المتعة والا لما اکتفی علی قوله ومن لم یستطع ان ینکح الخ بل قال ومن لم یستطع النکاح ولا الاستمتاع او قال ومن لم یستطع النکاح فلیستمتع او لینکح الفتیات ۱۲۔

اللغات: قوله المقت البغض ۱۲۔ الربیب ولد المرأة من آخر سمی به لانه یربه غالبًا کما یرب ولده قلت وبالحاصل ترجمت الحجور لان الربیب الاصل فیه التربیة لا کونه فی خصوص الحجر دخلتم بھن الباء للتعدیة وفیھا معنی المصاحبة او بمعنی مع ای دخلتم معھن الستر وھو کنایة عن الجماع کبنی علیھا وبنی بھا ..... الحلیلة سمیت الزوجة بذلك لانھا تحل مع زوجھا فی فراش واحد او لانھا تحل معه حیث کان وکذا یقال للزوج الحلیل المحصنٰت ذوات الازواج احصنھن التزوج او الازواج او الاولیاء ای منعھن عن الوقوع فی الاثم۔ ھذه اللغات کلھا من الروح ۱۲ السفح صب الماء ۱۲۔

النحو: سبیلا۔ فی الکبیر قال اللیث ساء فعل لازم و فاعله مضمر و سبیلا منصوب تفسیر الذلك الفاعل کما قال وحسن اولئك رفیقا ۱۲۔ کتب الله۔ ای کتب الله ذلك کتابا واظھرته فی الرجمة ۱۲۔ ان تبتغوا بدل او مفعول له ای لان وقدرته فی ترجمتی بان والنکاح مقدر قبل ما بقرینة المقام وتقدیری ایاه فی لکم اخذ بالحاصل۔ قوله فما استمتعتم شرطیة او موصولة عبارة عن النساء او عما یتعلق بھن من الافعال کما فی روح المعانی واخترت الثانی لئلا یکون منھن کالتاکید واشرت بقولی اس کے عوض الی تقدیر العائد یعنی فاٰتوھن اجورھن لاجله ای بما استمتعتم به منھن کذا فی روح المعانی ۱۲۔ ھٰھنا امور الاول ان طولا بمعنی السعة والغنی عندی مفعول مطلق لیستطیع والثانی ان مما ملکت معمول لینکح المقدر۔ والثالث ان اٰتوھن فیه مضاف محذوف ای اٰتوا اھلن والرابع ان محصنٰت حال من مفعول آتوا وراعیت ذلك کله فی الترجمة۔ وجه اختیار الاول الاشارة الی ان الشرط لعدم کراھة نکاح الامة ھو عدم الاستطاعة الکاملة المفسرة بنکاح الحرة المرضیة فان استطاع الحرة لکن غیر مرضیة انتفٰی کراھة نکاح الامة فلا ینکح والحالة ھذه الحرة۔ وجه اختیار الثانی ظاھرٌ لان الکلام فی النکاح۔ وجه الثالث ان المھور حق الموالی وانما لم یقل آتوھم مع کونه اخصر اشارة الی ان المھر فی الاصل کان حق المنکوحة لکونه بمقابلة النکاح لکن بعارض کونھا ملك یمین استحقه المولٰی فافاد تاکد شان المھر ابطالا لما علیه الجھلاء من عدم اعتدادھا لھن کما نشاھده ایضا فی زماننا۔ وجه الرابع بقاء المحصنٰت علی ما کان فی محصنین لان قرینة المقابلة مع المسافحة یؤید ذلك ولو فسر بالعفائف لما افاد قیدا احترازیا والاصل فی القید ھو الاحتراز الا لصارف وانما صرح به وکُرر والمقام لکون الکلام فی النکاح مغن عن ذلك لیفید تاکید الھذا الخطب ابطالًا لما کان علیه اھل الجاھلیة من عدم عد الزنا عیبا فکرر وقرر قوله والله اعلم الخ معترضة اتی بھا تانیسا بما اوضحته فی الترجمة بما لا مزید علیه ۱۲۔

البلاغة: المقت مصدر بمعنی الممقوت للمبالغة ۱۲۔ اتی بالفتیات بعد قوله ما ملکت ایمانکم وکذا اتی فانکحوھن بعد قوله فمما المقدر فیه النکاح للتقیید بقوله المؤمنات وبقوله باذن اھلن ولو لم یکرر فیھما لما دل علی کون القیدین مقصودین ندبا فی الاول ووجوبا فی الثانی فافھم ۱۲۔

فائدة: فی روح المعانی وانما خص ھذا النکاح بالنھی ولم ینظم فی سلك نکاح المحرمات الآتیة مبالغة فی الزجر عنه حیث کان ذلك ویدنالھم فی الجاھلیة وھذا ھو الوجه فی تصریح الاستثناء فی الموضعین بقوله الا ما قد سلف ۱۲۔ اعلم ان الاحصان یأتی علی معان متبعین بعضھا حسب المقام۔ الحریة والعفة والتزوج وقال بعضھم الاسلام ایضاً کما قیل فی قراء ة احصن بینا المفاعل ومن لم یفسر به زاد قید الایمان لکونه شرطًا للحد عند الحنفیة والقرینة علیه کون الکلام فی الفتیات المؤمنات ۱۲۔

ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ۭ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ

وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٢٦﴾ وَاللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَنْ تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا ﴿٢٧﴾ يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا ﴿٢٨﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ﴿٢٩﴾ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ عُدْوَانًا وَظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيهِ نَارًا ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ﴿٣٠﴾

یہ اس شخص کے لئے ہے جو تم میں زنا کا اندیشہ رکھتا ہو اور تمہارا ضبط کرنا زیادہ بہتر ہے (بہ نسبت نکاح کنیز کے) اور اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے ہیں بڑے رحمت والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ تم سے بیان کر دے اور تم سے پہلے لوگوں کے احوال تم کو بتا دے اور تم پر توجہ فرمائے اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے ہیں بڑے حکمت والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو تو تمہارے حال پر توجہ فرمانا منظور ہے اور جو لوگ شہوت پرست ہیں وہ یوں چاہتے ہیں کہ تم بڑی بھاری کجی میں پڑ جاؤ اللہ تعالیٰ کو تمہارے ساتھ تخفیف منظور ہے اور آدمی کمزور پیدا کیا گیا ہے۔ اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طور پر مت کھاؤ لیکن کوئی تجارت ہو جو باہمی رضامندی سے ہو تو مضائقہ نہیں اور تم ایک دوسرے کو قتل بھی مت کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر بڑے مہربان ہیں اور جو شخص ایسا فعل کرے گا اور اس طور پر کہ حد سے گزر جائے اور اس طور پر کہ ظلم کرے تو ہم عنقریب اس کو آگ میں داخل کریں گے اور یہ امر اللہ تعالیٰ کو آسان ہے ۞

تفسیر ربط: آگے پھر عود ہے بیان حکم نکاح اماء کی طرف۔

تتمہ حکم نکاح با کنیزان: ذَٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ۚ وَأَنْ تَصْبِرُوا خَيْرٌ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ یہ (لونڈیوں سے نکاح کرنا) اس شخص کے لئے (مناسب) ہے جو تم میں (بوجہ غلبہ شہوت اور آزاد منکوحہ میسر نہ ہونے کے) زنا (میں مبتلا ہو جانے کا) اندیشہ رکھتا ہو (اور جس کو یہ اندیشہ نہ ہو اس کیلئے مناسب نہیں) اور (اگر اس اندیشہ کی حالت میں بھی اپنے نفس پر قادر ہو تو) تمہارا ضبط کرنا زیادہ بہتر ہے (بہ نسبت نکاح کنیز کے) اور (یوں) اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے ہیں (اگر صورت کراہت میں بھی نکاح کر لیا ہم مواخذہ نہ کریں گے اور) بڑی رحمت والے ہیں (کہ حرمت کا حکم نہیں فرمایا) **ف**: اس قید کی بھی وجہ وہی کراہت ہے جس کی علت آیہ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ کے ذیل میں مذکور ہوئی ہے غرض اللہ تعالیٰ نے ہماری مصلحت کے واسطے یہ امر مشورۃً فرمایا ہے اس کو اصطلاحِ اصول میں امر ارشادی کہتے ہیں اور غفور کی تفسیر میں جو کہا گیا ہے یہ اسی حکم کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر مکروہ تنزیہی کا یہی حکم ہے کہ اس میں عدم مواخذہ موعود ہے پس وہ مانع نجات نہیں لیکن خلاف شان اہل قرب کے ہے اور شافعیہ چونکہ بعض صورتوں میں نکاح اماء کو ناجائز کہتے ہیں وہ غفور کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ صورتِ جواز میں اس امر پر مواخذہ نہیں فرمایا جو اصل میں معصیت تھا۔

ربط: اوپر احکامِ مخصوصہ کی تفصیل تھی آگے اپنا انعام و احسان اور ان احکام میں ہمارے منافع و مصالح کی رعایت رکھنا گو بالتفصیل ہم نہ سمجھیں اور اتباع کی ترغیب اور ان امور میں مغویوں کی بدخواہی پر تنبیہ ارشاد فرماتے ہیں۔

ترغیب اتباع بامتنان وتحذیر از افتتان: يُرِيدُ اللَّهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ (الی قولہ تعالی) وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا اللہ تعالیٰ کو (ان مضامین مذکورہ کے ارشاد فرمانے سے اسی طرح دوسرے مضامین سے اپنا کوئی نفع مقصود نہیں کہ یہ محال عقلی ہے بلکہ تم کو نفع پہنچانے کے لئے) یہ منظور ہے کہ (آیاتِ احکام میں تو) تم سے (تمہاری مصلحت کے احکام) بیان کر دے اور (آیاتِ قصص میں) تم سے پہلے لوگوں کے احوال تم کو بتلا دیئے (تا کہ تم کو اتباع کی رغبت اور مخالفت سے خوف ہو) اور (خلاصہ مشترک مقصود یہ ہے کہ) تم پر (رحمت کے ساتھ) توجہ فرما دے (اور وہ توجہ یہی بیان فرمانا اور بتلانا ہے جس میں سرتاسر بندوں ہی کا نفع ہے جیسا مذکور ہوا) اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے ہیں (کہ بندوں کی مصلحت کو جانتے ہیں) بڑے حکمت والے ہیں (کہ بلا وجوب ان مصلحتوں کی رعایت فرماتے ہیں) اور اللہ تعالیٰ کو تو (بیان احکام و قصص سے جیسا ابھی مذکور ہوا) تمہارے حال پر (رحمت کے ساتھ) توجہ فرمانا منظور ہے اور جو لوگ (کفار و فجار میں سے) شہوت پرست ہیں وہ یوں چاہتے ہیں کہ تم (راہ راست سے) بڑی بھاری کجی میں پڑ جاؤ (اور ان ہی جیسے ہو جاؤ چنانچہ وہ اپنے فاسد خیالات مسلمانوں کے کانوں میں ڈالتے رہتے تھے اور اللہ تعالیٰ کو احکام میں جس طرح تمہاری مصلحت پر نظر ہے اسی طرح تمہاری آسانی پر بھی نظر ہے جیسا ارشاد ہے کہ) اللہ تعالیٰ کو (احکام میں) تمہارے ساتھ تخفیف (یعنی آسانی بھی) منظور ہے اور (وجہ اس کی یہ ہے کہ) آدمی (بہ نسبت اور مکلفین کے بدن اور ہمت دونوں میں) کمزور پیدا کیا گیا ہے (اس لئے اس کے ضعف کے مناسب احکام مقرر فرمائے ہیں ورنہ باعتبار رعایت مصلحت کے اعمال شاقہ کا تجویز کیا جانا بھی مضائقہ نہ تھا

مگر ہم دونوں نے امر کا مجموعاً لحاظ فرمایا اور یہ بڑے حکمت اور نیز رحمت وشفقت پر موقوف ہے) **ف**: شہوت پرست لوگوں سے بقول ابن زیاد مراد فساق ہیں اور بقول ابن عباس مراد زانی ہیں اور بقول سدی مراد یہود و نصاریٰ ہیں اور بقول بعض مراد صرف یہود ہیں کہ ان میں سے بعض نے کہا تھا کہ علاتی بہن حلال ہے اور بقول بعض مراد مجوس ہیں کہ مسلمانوں سے کہتے تھے کہ خالہ اور پھوپھی کی بیٹی کو تو حلال کہتے ہو اور بہن اور بھائی کی بیٹی کو حرام کہتے ہو حالانکہ اصول ان کے یعنی پھوپھی اور خالہ اور بہن کو حرام کہتے ہو اس پر یہ آیت نازل ہوئی کذا فی روح المعانی ونحوہ فی الکبیر۔ اور بڑی بھاری کجی کے دو مطلب ہیں کہ یہ کہ بیبا کانہ حرام کا مرتکب ہونا' دوسرے یہ کہ حرام کو حلال سمجھ جانا تو فساق پہلے امر کی کوشش کرتے ہوں گے اور کفار دوسرے امر کی جیسا کہ مشاہدہ ہے کہ بے راہ لوگ دوسروں کو بھی بے راہ کرنا چاہا کرتے ہیں۔ اور اس کے مقابلہ میں ہلکی کجی یہ ہے کہ گناہ کو گناہ سمجھے اور اتفاقاً اس کا صدور ہو جاوے اس آیت میں اس میل غیر عظیم کی اجازت نہیں ہے بلکہ بیان کرنا ہے ان بدخواہوں کے حال کا کہ وہ میل عظیم کی سعی میں ہیں۔ اور انسان کے سوا دوسرے مکلفین جن اور ملائکہ ہیں گو عذاب ملائکہ کے لئے نہیں مگر مامور ومنہی تو ہیں۔ اگر شبہ ہو کہ جن تو اتنے ضعیف نہیں پھر ان کے لئے یہی احکام کیوں مقرر ہیں جیسا کہ عموم بعثت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یقینی ہے جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ ان احکام میں اصل رعایت انسان کی آسانی کی ہو طفیل میں جن بھی اس آسانی سے متنفع ہو گئے ہوں واللہ اعلم۔ اور جاننا چاہئے کہ یہاں شہوت پرستی کی مذمت میں شہوات مباحہ سے متنفع ہونا داخل نہیں کیونکہ مراد اس سے وہ ہے جس سے خدا پرستی فوت ہو جاوے اور اباحت میں جب وہ باذن خدا ہے پس خدا پرستی فوت نہیں ہوئی یہ شہوت پرستی نہیں۔

ربط: یہاں تک یتامیٰ ومواریث ومہور کے متعلق اموال سے متنفع ہونے کے بعضے طریقوں کو اور عورتوں کے نفوس یعنی ان کی ذات میں تصرف کرنے کے بعضے طریقوں کو جیسے ان پر ظلم کرنا یا ان کو تنگ کرنا یا ان میں جو محرمات ہیں ان سے نکاح کرنا منع فرمایا تھا آگے اس مضمون کی تعمیم ہے کہ اموال ونفوس میں تصرفات مذکورہ کی کچھ تخصیص نہیں بلکہ جو تصرف کسی کے مال اور نفس میں بطریق غیر مشروع ہو وہ ممنوع ہے۔

حکم دوازدہم نہی از تصرف غیر مشروع در مال یا نفس کسے: يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (الی قولہ تعالی) وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق (یعنی غیر مباح) طور پر مت کھاؤ (برتو) لیکن (مباح طور پر ہو مثلاً[۱]) کوئی تجارت ہو جو باہمی رضا مندی سے واقع ہو (بشرطیکہ[۲] اس میں اور بھی سب شرائط شرعیہ ہوں) تو مضائقہ نہیں (یہ تو مالی تصرف تھا آگے تصرف نفسی کو فرماتے ہیں) اور تم ایک[۳] دوسرے کو قتل بھی مت کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر بڑے مہربان ہیں (اس لئے ضرررسانی کی صورتوں کو منع فرما دیا بالخصوص جب کہ اس میں یہ اثر ہو کہ دوسرا شخص پھر تم کو ضرر پہنچاوے گا تو یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ تم کو بھی ضرر سے بچا لیا) اور (چونکہ قتل ان دونوں امروں میں اشد ہے اس لئے اس پر بالخصوص[۴] وعید سناتے ہیں کہ) جو شخص ایسا[۵] فعل (یعنی قتل) کرے گا اس طور پر کہ حد (شرع) سے گذر جاوے اور (وہ گذرنا بھی خطاء فعل یا خطاء رای سے نہ ہو بلکہ) اس طور پر کہ (قصداً) ظلم کرے تو ہم عنقریب (یعنی بعد الموت) اس کو (دوزخ کی) آگ میں داخل کریں گے اور یہ امر (یعنی ایسی سزا دینا) خدا تعالیٰ کو (بالکل) آسان ہے (کچھ اہتمام کی حاجت نہیں جس میں اس احتمال کی گنجائش ہو کہ شاید کسی وقت اہتمام وسامان جمع نہ ہوا تو سزا ٹل جاوے گی) **ف**: عدوان کی تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ وہ شخص واقع میں مستحق قتل نہ ہو اس کو قتل کیا جاوے۔ اور ظلم کی تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ غیر مستحق للقتل کا قتل ہو جانا تین طور پر ہو سکتا ہے ایک یہ کہ فعلاً خطا ہوئی یعنی مثلاً گولی شکار پر چلائی اور وہ کسی آدمی کے لگ گئی۔ دوسرے یہ کہ قاضی وحاکم سے اجتہاداً خطا ہوئی یعنی تنقیح مقدمہ کے بعد روئداد سے ثبوت ہو گیا اور گواہوں کو اپنے نزدیک معتبر سمجھا اور واقع میں وہ معتبر نہ تھے۔ تیسرے یہ کہ حقیقت حال یعنی اس کا غیر مستحق ہونا معلوم ہے پھر بھی عمداً اس کو قتل کر ڈالا پس ظلم کہنے سے پہلی دو صورتیں خارج ہو گئیں کہ اس میں یہ وعید نہیں بلکہ دوسری میں تو کچھ بھی گناہ نہیں پہلی میں کچھ گناہ ہے جس کا کفارہ بعد نصف پارہ کے مذکور ہے اور عدوان کی قید سے معلوم ہو گیا کہ جو شخص واقع میں مستحق قتل ہو مثلاً اس پر قصاص واجب ہے اس کا قتل کرنا ممنوع نہیں بلکہ ولی کی درخواست پر واجب ہے اور ولی کو جائز ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ یعنی کنیزوں کے نکاح سے صبر کرنا بہتر ہے دو وجہ سے ایک یہ کہ وہ خدمت مولیٰ کے سبب ازواج کے لئے خالص نہ ہو سکیں گی جو ایک قسم کی بے لطفی ہے دوسری اولاد غلام لونڈی ہوں گی تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر مصلحت دینیہ فوت نہ ہو تو دنیوی مصالح کی رعایت کرنا بھی زہد کے منافی نہیں اور یہی مسلک ہے محققین جامعین بین العقل والشرع کا لیکن شرط یہ ہے کہ اس رعایت کا سبب حب مال وجاہ نہ ہو بلکہ محض اصلح وانسب کا اختیار کرنا۔ قولہ تعالیٰ: يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا اس میں تشدد فی المجاہدہ کا رد ہے خصوص جب اس کا منشاء دعویٰ قوت جس سے عجب پیدا ہو۔

ملحقات الترجمۃ: [۱] **قولہ** مناسب **فتقدیر الکلام ذلک انما یصلح لمن وعند الشافعی ذلک انما یجوز لمن الخ**۱۲۔ [۲] **قولہ** تم سے ای **اللام للصلة و كذا عن ومن ثم لم يترجما بكلمة** لئے وسے۱۲۔ [۳] **قولہ** تمہاری مصلحت **وقولہ** تاکہ تم کو **اشار الی ان محط الفائدة هو هاتان**

الغايتان فلا يرد ان الفعل وغاية متحد ان لان الفعل هو التبيين والهداية في انفسهما والغاية هما من حيث اشتمالهما على هاتين فافهم۱۲۔ ۴ **قوله** في ترجمة سنن احوال اعم من المحمود والمذموم كما في حديث لتركبن سنن من قبلكم اريد به المذموم۱۲۔ ۵ **قوله** في ترجمة ويتوب خلاصہ الی قولہ: وہ توجہ بھی الخ وبما فسرت التوبة لا يرد ان تخلف المراد عن الارادة لا يجوز وقد لزم لان كثيرًا من الناس لا يتوبون اولا يتاب عليهم اذا فقدوا شرائطها وجه عدم الورود ان التوبة ههنا بالمعنى اللغوى هو الارشاد الى مصالحهم ولم يتخلف لان التبيين والارشادقد وقع واشار باول هذه العبارة الى ان عطف التوبة كعطف المجمل على المفصل لضبط الكثرة في الوحدة وانما حملت التوبة على ما حملت مع امكان التوجيه بالارادةالتشريعية التي لا يمتنع تخلف المراد الشرعي عنها الارادة التشريعية انما بفعل العبد لا بفعل البارى فانها تكوينية ابدا وان تعلق ظاهرًا بالاحكام الشرعية لان متعلقه حقيقة هو الحكم بالاحكام لا الاحكام من الوجوب والاباحة وغيرهما مما هو من صفات افعال المكلفين۱۲۔ ۶ **قوله** بلاوجوب فسقط به قول المعتزلة۱۲۔ ۷ **قوله** جیسا ابھی مذکور ہوا اشار الى ان التوبة في الموضعين بمعنى واحد وكرر للمقابلة مع قوله يريد الذين۱۲۔ ۸ **قوله** غیر مباح لا غير الواجب لان حل المال لا يتوقف على كون الحق واجبا كما استدل به بعض اهل الزيغ۱۲۔ ۹ **قوله** برتو اشار الى ان المراد بالاكل مطلق الانتفاع والتخصيص لكونه اعظم المنافع ۱۲۔ ۱۰ **قوله** مثلاً کوئی تجارت اشار به الى ان تخصيص التجارة بطريق المثال لا للحصر وجه التخصيص كونها اكثر وقوعًا وكونها انفع۱۲۔ ۱۱ **قوله** بشرطیکہ الخ لم يذكره تصريحًا لكونه معلومًا ضرورةً ومشارا اليه باطلاق الباطل فانه لو فقد شرط ما دخل في الباطل و تخصيص التراضي لكونه اعظم عار للحل۱۲۔ ۱۲ **قوله** ایک دوسرے کو قتل نقل هذا التفسير عن الحسن وعطاء وسدى والجبائى هكذا فى روح المعانى۱۲۔ ۱۳ **قوله** بالخصوص فاندفع به ما يتوهم ان هذا النهى انما هو رحمة للمظلوم لا للظالم مع ان الخطاب عام وان اريد به الرحمة الاخروية لم يتوجه التوهم لان العمل بالشرع يعصم عن العقوبة۱۲۔ ۱۴ **قوله** ایسا فعل یعنی قتل فسر به عطاء كذا فى الروح قلت وما استدلال عمرو بن العاص بالآية في التيمم على ما رواه ابو داؤد فمبناه عموم اللفظ او دلالة النص لان قتل غيره قد يباح لا قتل نفسه۱۲۔ا

اللغات: العنت الاثم والمشقة كذا فى الروح۱۲۔

النحو: ليبين اللام زائدة ويبين بتقدير ان مفعول۱۲ بينكم حال او ظرف من اموال الا استثناء منقطع بمعنى لكن والخبر مقدر اى غير منهى عنه ولكون المقدر كالملفوظ جعلته جزء الترجمة تجارة على القرأة بالنصب خبر ليكون الناقصة واسمها الضمير العائد الى الجهة التي ترجمتها بقولي طور وعلى القراءة بالرفع تكون تامة اى تقع عن تراض صفة تجارة عدوانا و ظلما حال او مفعول له۱۲۔

إِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَ سْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا ﴿۳۲﴾ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِیَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ ؕ وَ الَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِيْدًا ﴿۳۳﴾ؑ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ

ع ۵ / ۲

جن کاموں سے تم کو منع کیا جاتا ہے ان میں جو بھاری بھاری کام ہیں اگر تم ان سے بچتے رہو تو ہم تمہاری خفیف برائیاں تم سے دور فرما دیں گے اور ہم تم کو ایک معزز جگہ میں داخل کر دیں گے اور تم ایسے کسی امر کی تمنا مت کیا کرو جس میں اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو بعضوں پر فوقیت بخشی ہے۔ مردوں کے لئے ان کے اعمال کا حصہ ثابت ہے اور عورتوں کے لئے ان کے اعمال کا حصہ ثابت ہے اور اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کی درخواست کیا کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں اور ہر ایسے مال کے لئے جس کو والدین اور رشتہ دار چھوڑ دیں ہم نے وارث مقرر کر دیئے ہیں اور جن لوگوں سے تمہارے عہد بندھے ہوئے ہیں ان کو ان کا حصہ دے دو۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر مطلع ہیں۔ مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے اور اس سبب سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں ۞

تفسیر ربط: اوپر جن معاصی کا ذکر ہے ان میں اکثر گناہ کبیرہ ہیں سو یہاں تک تو ان کے کرنے پر ترہیب بھی مضرت عقوبت کی آگے ان کے نہ کرنے کی

ترغیب ہے کہ اگر ان سے بچو گے تو اس بچنے میں یہ منفعت ہے کہ تمہارے خفیف خفیف معاصی کا کفارہ تمہاری طاعات سے کردیں گے اور چونکہ اور کبائر بھی مثل ان ہی مذکورہ کبائر کے ہیں اس لئے آیت میں لفظ عام سے لائے ہیں تاکہ مذکورہ وغیر مذکورہ سب کو شامل ہو جاوے۔

تکفیر صغائر برائے مجتنب کبائر: اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا۝ جن کاموں سے تم کو (شروع میں) منع کیا جاتا ہے (یعنی گناہ کے کام) ان میں جو بھاری بھاری کام ہیں (یعنی بڑے بڑے گناہ ہیں) اگر تم ان سے بچتے رہو تو اس بچنے پر ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تمہارے اعمالِ حسنہ کے کرنے سے جب کہ وہ مقبول ہو جاویں) ہم تمہاری خفیف برائیاں (یعنی چھوٹے چھوٹے گناہ جو کہ دوزخ میں لے جا سکتے ہیں) تم سے دور (یعنی معاف) فرمادیں گے (پس دوزخ سے محفوظ رہو گے) اور ہم تم کو ایک معزز جگہ (یعنی بہشت) میں داخل کردیں گے۔ **ف:** گناہ کبیرہ کی تعریف میں بہت اقوال ہیں جامع تر قول وہ ہے جس کو روح المعانی میں شیخ الاسلام بارزی سے نقل کیا ہے کہ جس گناہ پر کوئی وعید ہو یا حد ہو یا اس پر لعنت آئی ہو یا اس میں مفسدہ کسی ایسے ہی گناہ کے مفسدہ کے برابر یا زیادہ ہو جس پر وعید یا حد یا لعنت آئی ہو یا وہ براہِ تعاون فی الدین صادر ہو وہ کبیرہ ہے اور اس کا مقابل صغیرہ اور حدیثوں میں جو عدد وارد ہے مقصود حصر نہیں بلکہ مقتضائے وقت ان ہی کا ذکر ہوگا پس صدور صغیرہ کے بعد چند حالتیں ہیں ایک حالت تو یہ کہ کبیرہ سے بچے اور طاعاتِ ضروریہ کا پابند ہو اس حالت میں وعدہ ہے کہ صغائر معاف ہو جاویں گے اور آیت میں یہی صورت مذکور ہے چنانچہ کبیرہ سے بچنے کی شرط تو خود آیت میں مصرح ہے اور طاعاتِ ضروریہ کی پابندی پر چند دلائل اور قرائن ہیں ایک دلیل تو خود آیت میں ہے کیونکہ طاعاتِ ضروریہ کی پابندی نہ کرنا مثل ترک نماز وغیرہ یہ خود کبیرہ ہے پس اجتناب عن الکبائر اس صورت میں صادق نہ آوے گا پس شرط اول مستلزم ہے شرط ثانی کو دوسرا قرینہ آیت: اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ کہ حسنات کو موجب ذہاب فرمایا۔ تیسرا قرینہ مسلم کی حدیث: اَلصَّلٰوةُ الْخَمْس مكفرة لما بينها ما اجتنبت الكبائر کہ اس حدیث میں تصریح ہے کہ دخل مجموعہ امرین کو ہے اور اگر صرف اجتناب کافی ہوتا تو اعمال کے دخل کے کوئی معنی نہ ہوتے پس یہ حدیث تفسیر ہوگئی اس آیت کی اور جاننا چاہئے کہ مقصود اس مجموع کا ایک اثر بیان کرنا ہے نہ کہ اس اثر میں حصر بیان کرنا پس گر اس مجموعہ کے وجود کے وقت صغائر موجود نہ ہوں تو رفع درجات اس کا اثر ہونا منافی حکم مذکور کے نہیں اور دلیل اس کی کہ اس آیت میں سیئات سے مراد صغائر ہیں خود سیئات کا کبائر کے مقابلہ میں لانا ہے اور اسی سے آیت ان الحسنات میں سیئات کو صغائر کے ساتھ تفسیر کیا جاوے گا اور حدیث میں بھی ما بینھا کو صغائر کے ساتھ خاص کہا جاوے گا دوسری حالت یہ کہ کبیرہ سے نہ بچے گو طاعاتِ ضروریہ کا پابند ہو۔ تیسری حالت یہ کہ طاعاتِ ضروریہ کا پابند نہ ہو گو اور کبائر سے بچتا ہو، پھر خواہ اس کو دوسرے کبائر کے اعتبار سے مجتنب عن الکبائر کہا جاوے یا ترک طاعاتِ ضروریہ کے کبیرہ ہونے کے اعتبار سے اس کو مجتنب نہ کہا جاوے۔ ان دونوں حالتوں میں وعدہ نہیں ہے تکفیر صغائر کا اسی واسطے حدیث میں بھی اس کی قید لگائی گئی اور فضل کی دوسری بات ہے کہ وہ خود کبیرہ کے ساتھ بھی متعلق ہو سکتا ہے جب وعدہ نہیں تو ممکن ہے کہ اس پر آخرت میں سزا ہو کیونکہ اگر سزا کا احتمال نہ ہو بلکہ معافی یقینی ہو تو کبائر سے بچنا نہ بچنا دونوں مساوی ہو گئے حالانکہ قرآن سے اجتناب عن الکبائر کا دخل صراحۃً معلوم ہوتا ہے اور یہی مذہب ہے اہل سنت کا یعنی صغیرہ پر احتمال عذاب جیسا کہ کبیرہ پر فضل کا احتمال بھی خاص اہل سنت کا مذہب ہے واللہ اعلم۔ اور حسنات کے مقبول ہونے کی قید اس لئے لگائی کہ غیر مقبولہ تو بمنزلہ عدم کے ہیں اور چونکہ مقبول ہونا جو کہ شرط ہے متیقن نہیں اس لئے مشروط یعنی تکفیر بھی متیقن نہیں اسی لئے علمائے اہل سنت نے فرمایا ہے کہ باوجود اجتناب عن الکبائر کے صغیرہ پر عتاب محتمل ہے کیونکہ رافع عقاب یعنی تکفیر خود غیر معلوم ہے پس یہ قول قرآن کے خلاف نہیں ہے۔

ربط: اوپر حکم ششم کی تفصیل میں مرد عورت کے حصہ میں جب کہ ان کو میت کے ساتھ یکساں قرب ہو نصف اور ضعف کا تفاوت معلوم ہو چکا ہے جس میں شاید یہ حکمت ہو کہ مردوں کے ذمہ خرچ زیادہ ہوتا ہے یا جو کچھ بھی ہو اللہ تعالیٰ ہی کو خبر ہے اور دوسری آیات سے اور بھی مردوں کے فضائل خاصہ ثابت ہیں حضرت ام سلمہؓ نے اس پر ایک بار حضور ﷺ سے عرض کیا کہ ہم کو آدھی میراث ملتی ہے اور بھی فلاں فلاں فرق ہم میں اور مردوں میں ہیں۔ مطلب اعتراض نہ تھا بلکہ یہ تھا کہ اگر ہم بھی مرد ہوتے تو اچھا ہوتا کما صرح بروایۃ فی الجلالین اس پر یہ اگلی آیت نازل ہوئی اور دوسرا سبب نزول اور بھی ہے کہ ایک عورت نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ یا نبی اللہ مرد کو میراث میں دوہرا حصہ ملتا ہے اور عورت کی شہادت بھی مرد سے نصف ہے کیا اسی طرح عبادات واعمال میں ہم کو ثواب بھی نصف ہی ملے گا اس پر آیت نازل ہوئی جس میں دونوں قولوں کا جواب ہے یعنی حضرت ام سلمہؓ کے قول کا بھی لَا تَتَمَنَّوْا میں اور اس عورت کے سوال کا جواب لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ الخ میں اور دونوں قصوں کے وقوع کے بعد نازل ہونا عجب نہیں پس مجموعہ روایتین سے اس کا ربط مضمون میراث سے بھی ہے اور اوپر کی متصل آیت سے بھی جس میں اطاعت اور اجتناب عن المعصیت کی فضیلت مذکور تھی۔

حکم سیزدہم نہی از تمنی ممتنعات عادیہ: وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ (الى قوله تعالى) اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا اور تم (سب مردوں اور عورتوں کو حکم ہوتا ہے کہ فضائل وہبیہ میں سے) ایسے کسی امر کی تمنا مت کیا کرو جس میں اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو (مثلاً مردوں کو) بعضوں پر (مثلاً

عورتوں پر بلا دخل ان کے کسی عمل کے) فوقیت بخشی ہے (جیسے مرد ہونا یا مردوں کا دونا حصہ ہونا یا ان کی شہادت کا کامل ہونا وغیرہ ذلک کیونکہ) مردوں کے لئے ان کے اعمال (کے ثواب) کا حصہ (آخرت) میں ثابت ہے اور عورتوں کے لئے ان کے اعمال (کے ثواب) کا حصہ (آخرت میں) ثابت ہے (اور مدار نجات کا قانوناً یہی اعمال ہیں اور ان میں کسی کی تخصیص نہیں تو اگر دوسروں سے فوقیت حاصل کرنے کا شوق ہے تو اعمال میں جو کہ فضائل کسبیہ ہیں کوشش کر کے دوسرے سے زیادہ ثواب حاصل کرلو باوجود اس پر قادر ہونے کے فضائل خاصہ مذکورہ کی تمنا محض ہوس اور فضول ہے) اور (اگر فضائل وہبیہ میں ایسے فضائل کی رغبت ہے جن میں اعمال کو بھی دخل ہے مثلاً احوال و کمالات باطنیہ وامثالہا تو مضائقہ نہیں لیکن اس کا طریقہ یہ بھی نہیں کہ خالی تمنائیں کیا کرو بلکہ یہ چاہئے کہ) اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل (خاص) کی درخواست (یعنی دعا) کیا کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں (اس میں سب چیزیں آ گئیں یعنی فضائل وہبیہ قسم اول کی وجہ تخصیص بھی اور فضائل کسبیہ پر ثواب دینا بھی اور فضائل وہبیہ قسم دوم کی درخواست بھی ، پس یہ جملہ سب کے متعلق ہے ۔

ف : بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ کے عموم میں خالی مرد بھی داخل ہیں پس نبوت وغیرہ کی تمنا بھی اسی نہی میں داخل ہے اور فضائل وہبیہ قسم دوم میں اعمال کو دخل اس لئے ہے کہ عادۃ اللہ یوں جاری ہے کہ استقامت علی الشرع سے ایسے کمالات جس کو چاہیں عطا فرما دیتے ہیں ۔ عبد کا حصول میں اختیار نہیں پس فضائل کی تین قسمیں ہوئیں ۔ وہبیہ قسم اول ان کا تو سوال بھی ممنوع ۔ وہبیہ قسم دوم ان میں بعد وجوب شرط یعنی اعمال کے سوال کرے ۔ کسبیہ ان میں سعی کرے اور دعا یہاں بھی عبادت ہے واللہ اعلم ۔ اگر کسی کو شبہ ہو کہ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ فضائل کسبیہ میں دونوں مساوی ہیں حالانکہ حدیث میں عورتوں کا نقصانِ دین نماز وغیرہ جو فضائل کسبیہ سے ہے مصرح ہے ۔ جواب یہ ہے کہ مساوات بایں معنی ہے کہ عمل کرنے پر دونوں کو برابر ثواب ملتا ہے اور تفاوت دین میں بایں معنی ہے کہ بلا کسب کے عورتوں میں ایک مانع نفس عمل سے ہے اور عمل کا کم ہونا اور جب ہو تو ثواب برابر ہونا ان میں باہم کچھ تنافی نہیں ۔

ربط : اس سے اوپر کی آیت میں مردوں کے حصہ میراث کے زائد ہونے پر ایک بے کار خیال کا انسداد مذکور تھا آگے بھی میراث کے متعلق ایک مضمون ہے اتصال کلامین کے لئے اس قدر مناسبت کافی ہے اور اگر یوں کہا جاوے کہ شروع سورت سے مختلف احکام مذکور ہوتے چلے آئے ہیں جن میں میراث کے کچھ احکام بھی مذکور ہو چکے ہیں اسی باب کا ایک مضمون اس مقام پر مذکور ہے تو یہ توجیہ ربط کی زیادہ بے تکلف ہے ۔ بہر حال یہ تتمہ ہے حکم ششم کا ۔

حکم چہار دہم ترمیم میراث مولی الموالاۃ : وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ (الی قولہ تعالیٰ) عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا اور ہر ایسے مال کے لیے جس کو والدین اور (دوسرے) رشتہ دار لوگ (اپنے مرنے کے بعد) چھوڑ جاویں ہم نے وارث مقرر کر دیئے ہیں اور جن لوگوں سے تمہارے عہد (پہلے سے) بندھے ہوئے ہیں (اسی کو مولی الموالاۃ کہتے ہیں) ان کو (اب جب کہ شرع سے رشتہ دار لوگ وارث مقرر ہو گئے ساری میراث مت دو بلکہ صرف) ان کا حصہ (یعنی ایک ششم) دے دو بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر مطلع ہیں (پس ان کو ساری میراث نہ دینے کی حکمت اور ششم حصہ مقرر کر دینے کی مصلحت اور یہ کہ یہ ششم ان کو کون دیتا ہے کون نہیں دیتا ان سب کی ان کو خبر ہے) ف : جن دو شخصوں میں باہم اس طرح قول و قرار ہو جاوے کہ ہم ایک دوسرے کے اس طرح مددگار رہیں گے کہ اگر ایک شخص کے ذمہ کوئی دیت لازم آ دے تو دوسرا اس کا متحمل ہو اور جب مر جاوے تو دوسرا اس کی میراث لے یہ عہد عقد موالات ہے اور ان میں سے ہر شخص مولی الموالاۃ کہلاتا ہے یہ رسم عرب میں اسلام سے پہلے بھی تھی اس میں وہ لوگ قسم بھی کھایا کرتے تھے جو کہ اس کا جز نہیں اور اس میں اسی عہد کے موافق احکام جاری کئے جاتے تھے ۔ ابتدائے اسلام میں جب تک کہ اکثر مسلمانوں کے رشتہ دار مسلمان نہ ہوئے تھے اور اس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باہم انصار و مہاجرین میں عقدِ اخوت جس کا اثر اسی موالات کا سا تھا منعقد فرما دیا تھا اس وقت میں اسی رسم قدیم کے موافق حکم رہا کہ انصار و مہاجرین میں باہم میراث جاری ہوتی تھی پھر جب لوگ بکثرت مسلمان ہو گئے اس میں اول ترمیم وہ ہوئی جو اس آیت میں مذکور ہے یعنی چھٹا حصہ اس مولی الموالاۃ کو اور باقی دوسرے ورثہ کو لایا جاتا تھا پھر بعد چندے سورۂ احزاب کی آیت : وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ ۔ سے بالکل ہی اس مولی الموالاۃ کا حصہ منسوخ ہو گیا شاید تدریج نسخ کی حکمت سے اول چھٹا رکھا ہو پس یہ آیت منسوخ ہے بخاری اور قسطلانی و روح المعانی میں حضرت ابن عباسؓ سے اور بروایت طبری قتادہ سے اور بروایت ابن جریر نیز قتادہ سے لفاً ونشراً یہ آیات مذکور ہیں جن کے مجموعہ سے یہ تقریر اخذ کی گئی ہے یہاں تک تو تمام آئمہ امت کے متفق ہیں کہ دوسرے ورثہ کے ہوتے ہوئے خواہ وہ ذوی الفروض نسبیہ ہوں یا عصبہ ہوں یا ذوی الارحام ہوں اس مولی الموالاۃ کو کچھ میراث نہیں ملتی لیکن جب کوئی نہ ہو اور ایسا شخص ہو تو اس میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کو کل میراث ملے گی البتہ اگر قبل اس کے کہ اس کی طرف سے دوسرا دیت ادا کرے اس عہد کو نسخ کر دے تو فسخ ہو جاوے گا اور یہ بھی جائز ہے کہ یہ عہد ایک طرف سے ہو دوسری طرف سے نہ ہو اس وقت یہ احکام ایک طرف سے ہو جاویں گے کذا فی الہدایہ اور ابن عباسؓ سے نصیب کی ایک تفسیر خیر خواہی یا استحباباً وصیت منقول ہے پس یہ ایتائے نصیب منسوخ نہ ہوگا ۔

ربط : عورتوں کے متعلق جو احکام اوپر آ چکے ہیں ان میں عورتوں کے حقوق تلف کرنے کی ممانعت فرمائی تھی لیکن وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ میں سیاست کی

اجازت تھی اب آگے مردوں کے حقوق جو عورتوں پر ہیں ان کے مطالبہ کی اجازت اور ان کے فوت کرنے پر تادیب کی اجازت جس کے وقوع پر یہ آیت نازل ہوئی اور حقوق کے متعلق باہم اختلاف واقع ہونے کی صورت میں اس کے تصفیہ کا طریق اور اس ضمن میں حقوق ادا کرنے والیوں کی فضیلت بتلاتے ہیں و نیز اس مضمون کے ضمن میں مردوں کی فضیلت کی تصریح سے ایک گونہ اس خیال کے جواب کی بھی تقویت ہے جو مردوں کے حصہ میراث کے مضاعف ہونے کے متعلق اوپر آ چکا پس اپنے ماقبل متصل سے بھی اس کو خاص ارتباط حاصل ہے۔

حکم یازدہم متعلق معاشرت زوجین: اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ (الی قوله تعالی) مِنْ اَمْوَالِهِمْ۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالی : وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا وَلَا تَتَمَنَّوْا میں نہی ہے اس سے کہ فضائل غیر اختیاریہ کے درپے ہو کہ اس سے سخت تشویش پیدا ہوتی ہے جو کہ توجہ الی المقصود سے مانع ہوتی ہے اور نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ اور مِّمَّا اكْتَسَبْنَ کے بعد وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ کے لانے میں اس سے نہی ہے کہ مجاہدات پر نظر اور عجب ہو (وبسط الاستدلال فی الاصل)۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فی ترجمة لا تتمنوا مردوں اور عورتوں ففيه تغليب۱۲۔ ۲ قوله فی ترجمة ما کسی امر لعموم ما۱۲۔ ۳ قوله فی صدر للرجال کیونکہ اشارة الی انه تعليل للسابق بما قررته بما لا مزيد عليه۱۲۔ ۴ قوله قانوناً لان العلة الحقيقية هی الرحمة كما ورد فی حديث۱۲۔ ۵ قوله فی ترجمة فضله خاص ہو الكمال الموهوب المطلوب۱۲۔ ۶ قوله فی ف دعا یہاں بھی ففائدة التقسيم عدم كون القسم الاول من الوهبی محلًا للتمنی والسوال لا عدم كون غيره محلا للسوال فقط او السعی فقط۱۲۔ ۷ قوله فی ف ذوی الفروض نسبی لان السببية لا يحجب مولی الموالاة حرمانا بل له الباقی بعد فرضه كذا فی الدر المختار جزئيا۱۲۔

الروایات: ذكرنا فی المتن اورد الاولٰی فی لباب النقول عن الترمذی والحاكم والثانية عن ابن ابی حاتم عن ابن عباس۱۲۔ قد ذكر منها ما يتعلق بقوله ولكل جعلنا فی نفس المتن وسنذكر ههنا ما يتعلق بقوله الرجال قوامون وهو ما فی لباب النقول اخرج ابن ابی حاتم عن الحسن قال جاء ت امرأة الی النبی ﷺ ستعدی علی زوجها انه لطمها فقال رسول الله صلی الله عليه وسلم القصاص فانزل الله تعالٰی الرجال قوامون علی النساء الآية فرجعت بغير قصاص اه قلت واشرت اليها بقولی فی التمهيد جس کے وقوع پر الخ ۱۲۔

اللغات: المدخل طرف۱۲۔ اليمين بمعنی اليد اليمنٰی واضافة العقد اليها لوضعهم الايدی فی العقود او بمعنی القسم كذا فی الروح۱۲۔

تنبیہ: وقد فرغ بحمد الله تعالٰی عن اكثر مهمات هذه الآية فی نفس المتن۱۲۔

النحو: فی روح المعانی الخامس معناه لكل مال او تركة مما ترك الوالد ان والاقربون جعلنا موالی ای وارثايلونه ويجوزونه ويكون لكل متعلقا بجعل ومما ترك صفة لكل والذين عقدت وفی قراء ة وعاقدت المفعول فی جميع القراء ت محذوف ای عهودهم والموصول (ای الذين) مبتدأ فاتوهم خبره واعترض علی هذا الخامس بان فيه الفصل بين الصفة والموصوف بجملة عاملة فی الموصوف۔ واجيب بانه جائز كما فی قوله تعالٰی قل اغير الله اتخذ ليا فاطر السمٰوات والارض ففاطر صفة الاسم الجليل وقد فصل بينهما باتخذ العامل فی غير فهذا اولٰی اه قلت وانما اخترت هذا الخامس من بين الوجوه لبقاء كل علی عمومه فيه وما ترجمت به عقدت هو اخذ بالحاصل۱۲۔

البلاغۃ: لم يقل مما ترك الوالدان والاولاد والاقربون لان الاولاد دخلوا فی الاقارب لغة والوالدان وان كانا دخلا فيه ايضاً الا ان الناس كانوا يظلمون الاولاد فيما تركة الوالدان فصرح باستحقاق الارث من تركة الوالدين وما كانوا يظلمون الوالدين فيما تركه الاولاد فافهم۱۲۔

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ۝ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ۝

وَ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَ لَا تُشۡرِکُوۡا بِہٖ شَیۡئًا وَّ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا وَّ بِذِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡیَتٰمٰی وَ الۡمَسٰکِیۡنِ
وَ الۡجَارِ ذِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡجَارِ الۡجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالۡجَنۡۢبِ وَ ابۡنِ السَّبِیۡلِ ۙ وَ مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ
لَا یُحِبُّ مَنۡ کَانَ مُخۡتَالًا فَخُوۡرَا ۣ﴿ۙ۳۶﴾ الَّذِیۡنَ یَبۡخَلُوۡنَ وَ یَاۡمُرُوۡنَ النَّاسَ بِالۡبُخۡلِ
وَ یَکۡتُمُوۡنَ مَاۤ اٰتٰىہُمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ ؕ وَ اَعۡتَدۡنَا لِلۡکٰفِرِیۡنَ عَذَابًا مُّہِیۡنًا ﴿ۚ۳۷﴾ وَ الَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَہُمۡ رِئَآءَ
النَّاسِ وَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ لَا بِالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ وَ مَنۡ یَّکُنِ الشَّیۡطٰنُ لَہٗ قَرِیۡنًا فَسَآءَ قَرِیۡنًا ﴿۳۸﴾

سو جو عورتیں نیک ہیں اطاعت کرتی ہیں مرد کی عدم موجودگی میں بحفاظت الٰہی نگہداشت کرتی ہیں اور جو عورتیں ایسی ہوں کہ تم کو انکی بد دماغی کا احتمال ہو تو انکو زبانی نصیحت کرو اور انکو انکے لیٹنے کی جگہ میں تنہا چھوڑ دو اور انکو مارو۔ پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنا شروع کر دیں تو ان پر بہانہ مت ڈھونڈو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے رفعت اور عظمت والے ہیں اور اگر تم اوپر والوں کو ان دونوں میاں بیوی میں کشاکش کا اندیشہ ہو تو تم لوگ ایک آدمی جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو مرد کے خاندان سے اور ایک آدمی جو تصفیہ کرنے کا لیاقت رکھتا ہو عورت کے خاندان سے بھیجو۔ اگر ان دونوں آدمیوں کو اصلاح منظور ہوگی تو اللہ تعالیٰ ان میاں بی بی کے درمیان اتفاق فرما دیں گے۔ بیشک اللہ تعالیٰ بڑے علم اور بڑے خبر والے ہیں اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اختیار کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو اور والدین کے ساتھ اچھا معاملہ کرو اور اہل قرابت کے ساتھ بھی اور یتیموں کے ساتھ بھی اور غریب غربا کے ساتھ بھی اور پاس والے پڑوسی کے ساتھ بھی اور دور والے پڑوسی کے ساتھ بھی اور ہم مجلس کے ساتھ بھی اور راہگیر کے ساتھ بھی اور ان کے ساتھ بھی جو تمہارے مالکانہ قبضہ میں ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ ایسے شخصوں سے محبت نہیں رکھتے جو اپنے کو بڑا سمجھتے ہوں شیخی کی باتیں کرتے ہوں۔ جو کہ بخل کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کی تعلیم کرتے ہوں اور وہ اس چیز کو پوشیدہ رکھتے ہوں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے اور ہم نے ایسے ناسپاسوں کیلئے اہانت آمیز سزا تیار کر رکھی ہے اور جو لوگ کہ اپنے مالوں کو لوگوں کے دکھانے کیلئے خرچ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر اور آخری دن پر اعتقاد نہیں رکھتے اور شیطان جس کا مصاحب ہو اسکا برا مصاحب ہے۞

تفسیر: فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلۡغَیۡبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ (الی قولہ تعالی) اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیۡمًا خَبِیۡرًا مرد حاکم ہیں عورتوں پر (دو وجہ سے ایک تو اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو (یعنی مردوں کو) بعضوں پر (یعنی عورتوں پر قدرتی) فضیلت دی ہے (یہ تو وہبی امر ہے) اور (دوسرے) اس سبب سے کہ مردوں نے (عورتوں پر) اپنے مال (مہر میں نان ونفقہ میں) خرچ کئے ہیں (اور خرچ کرنے والے کا ہاتھ اونچا اور بہتر ہوتا ہے اس سے کہ جس پر خرچ کیا جاوے اور یہ امر مکتسب ہے) سو جو عورتیں نیک ہیں (وہ مرد کے ان فضائل وحقوق کی وجہ سے) اطاعت کرتی ہیں (اور) مرد کی عدم موجودگی میں (بھی) بحفاظت (وتوفیق) الٰہی (اس کی آبرو و مال کی) نگہداشت کرتی ہیں اور جو عورتیں (اس صفت کی نہ ہوں بلکہ) ایسی ہوں کہ تم کو (قرائن سے) ان کی بد دماغی کا احتمال (قوی) ہو تو ان کو (اول) زبانی نصیحت کرو اور (نہ مانیں تو) ان کو ان کے لیٹنے کی جگہوں میں تنہا چھوڑ دو (یعنی ان کے پاس مت لیٹو) اور (اس سے بھی نہ مانیں تو) ان کو (اعتدال کے ساتھ) مارو پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنا شروع کر دیں تو ان پر (زیادتی کرنے کے لئے) بہانہ (اور موقع) مت ڈھونڈو (کیونکہ) بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے رفعت اور عظمت والے ہیں (ان کے حقوق اور قدرت اور علم سب بڑے ہیں اگر تم ایسا کرو گے پھر وہ بھی تم پر اپنے حقوق کے متعلق ہزاروں الزام قائم کر سکتے ہیں) اور اگر (قرائن سے) تم اوپر والوں کو ان دونوں میاں بی بی میں ایسی کشاکش کا) اندیشہ ہو (کہ اس کو وہ باہم نہ سلجھا سکیں گے) تو تم لوگ ایک آدمی جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو مرد کے خاندان سے اور ایک آدمی جو (ایسا ہی) تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو عورت کے خاندان سے (تجویز کر کے اس کشاکش کے رفع کرنے کے لئے ان کے پاس) بھیجو (کہ وہ جا کر تحقیق حال کریں اور جو بے راہی پر ہو یا دونوں کا کچھ کچھ قصور ہو سمجھا دیں) اگر ان دونوں آدمیوں کو (سچے دل سے) اصلاح (معاملہ کی) منظور ہوگی تو اللہ تعالیٰ اُن میاں بی بی میں (بشرطیکہ وہ اُن دونوں کی رائے پر بھی عمل کریں) اتفاق فرما دیں گے بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے علم اور بڑے خبر والے ہیں (جس طریق سے ان میں باہم مصالحت ہو سکتی ہے اس کو جانتے ہیں جب حکمین کی نیت ٹھیک دیکھیں گے وہ طریق ان کے قلب میں القاء فرما دیں گے) **ف**: ان دونوں حکمین کا اصل کام اتنا ہی ہے البتہ اگر زوجین اپنے اپنے حکم کو طلاق یا خلع کا اختیار بھی دے دیں تو وکالۃً وہ اس کے مختار بھی ہو جاویں گے مگر اس آیت میں اس سے تعرض نہیں۔ اور بشرطیکہ الخ میں جس امر کو احقر نے شرط کہا ہے خود آیت میں اس پر دلالت ہے اس لئے کہ ان حکمین کی تجویز زوجین کے افعال اختیاریہ کے متعلق ہوگی جن کا صدور موقوف ہے اصداء پر پس حکمین کے اس ارادہ اصلاح اور زوجین کے اختیار اصلاح میں باہم نسبت مثل فعلین مطاوعین کے ہوگی پس اس اعتبار سے اس ارادہ کا تحقق معتد بہ اصداء زوجین پر موقوف ہوگا اب توفیق بینہما

کا ترتب حسب عادت الٰہیہ کہ کسب کے ساتھ خلق ہوتا ہے ضروری ہوگا خوب سمجھ لو یہاں یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ انفاقِ مال چونکہ معاوضۃ ہے لہٰذا وہ سبب تفضیل نہیں ہوسکتا۔ جواب یہ ہے کہ وہ معاوضہ اسی کا ہے کہ عورت ماتحت رہے گی پس یہ معاوضہ منافی تفضیل نہ ہوا بلکہ مؤکد اور معین دلیل ہوا خوب سمجھ لو۔

مسئلہ: یہ فیصلہ واجب ہے اگر زوجین حکام سے رجوع کریں اور دوسروں کے لئے مستحب ہے اور قید من اهله و اهلها کی سب کے لئے مستحب ہے۔

ربط: اوپر زوجین کے حقوق کا ذکر تھا اور اس کے قبل بھی شروع سورت سے یتامٰی اور نساء اور ورثہ کے کچھ حقوق کا بیان چلا آ رہا ہے اب آگے اور لوگوں کے حقوق اور ان کے ساتھ معاملہ اور معاشرت کا طریق مذکور ہوتا ہے اور چونکہ ان حقوق کو علیٰ سبیل الکمال ادا کرسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور رسول اور قیامت کے ساتھ عقیدہ درست رکھتا ہو۔ و نیز بخل و کبر و ریا سے مبرا ہو ورنہ یہ امور بھی ادائے حقوق سے مانع ہوتے ہیں اس لئے اس مضمون کے اول میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور درمیان میں انکارِ توحید اور انکارِ قیامت کی مذمت اور آخر میں ترغیب توحید و ترہیب احوال قیامت کے ساتھ عصیان رسول کی مذمت بھی ارشاد فرمادی اور ان اخلاقِ ذمیمہ مذکورہ کی تقبیح بھی فرمادی اور مذمت بخل میں عام لفظ کے ساتھ منکرین رسالت پر بھی تعریض فرمادی کہ دلائل رسالت کا کتمان کرتے تھے۔

حکم شانز دہم حسن معاملہ با خلق مع تصحیح اعتقادِ مبدأ و معاد: وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا (الی قوله تعالی) وَ مَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اختیار کرو (اس میں توحید بھی آ گئی) اور اس کے ساتھ کسی چیز کو (خواہ وہ انسان ہو یا غیر انسان عبادت میں یا ان کی خاص صفات کے اعتقاد میں شریک مت کرو اور (اپنے) والدین کے ساتھ اچھا معاملہ کرو اور دوسرے) اہل قرابت کے ساتھ بھی اور یتیموں کے ساتھ بھی اور غریب غرباء کے ساتھ بھی اور پاس والے پڑوسی کے ساتھ بھی اور دور والے پڑوسی کے ساتھ بھی اور ہم مجلس کے ساتھ بھی (خواہ وہ مجلس دائمی ہو جیسے سفر طویل کی رفاقت اور کسی مباح کام میں شرکت یا عارضی ہو جیسے سفر قصیر یا اتفاقی جلسہ میں شرکت) اور راہ گیر کے ساتھ بھی (خواہ وہ تمہارا خاص مہمان ہو یا نہ ہو) اور ان (غلام لونڈیوں) کے ساتھ بھی جو (شرعاً) تمہارے مالکانہ قبضہ میں ہیں (غرض ان سب سے خوش معاملگی کرو جس کی تفصیل شرع نے دوسرے موقع پر بتلا دی ہے اور جو لوگ ان حقوق کو ادا نہیں کرتے اکثر اس کے کئی سبب ہیں یا تو ان کے مزاج میں تکبر ہے کہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتے اور کسی کی طرف التفات ہی نہیں کرتے اور یا ان کی طبیعت میں بخل غالب ہے کہ کسی کو دیتے دلاتے جان نکلتی ہے اور یا ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتقاد نہیں کہ آپ کے احکام کو اور ادائے حقوق کے ثواب کے وعدوں کو اور اتلاف حقوق کے عذاب کی وعیدوں کو صحیح نہیں سمجھتے اور یہ کفر ہے۔ اور یا ان کی عادت نمود کی ہے اس لئے جہاں نمود ہو وہاں دیتے دلاتے ہیں گو حق نہ ہو، اور جہاں نمود نہ ہو وہاں ہمت نہیں ہوتی گو حق ہو، اور یا ان کو سرے سے خدا تعالیٰ ہی کے ساتھ عقیدہ نہیں یا وہ قیامت کے قائل نہیں اور یہ بھی کفر ہے اس لئے اسی ترتیب سے جو ان امور کا انفراداً یا اجتماعاً ارتکاب کرتے ہیں ان کا حال بھی سن لو کہ) بیشک اللہ تعالیٰ ایسے شخص سے محبت نہیں رکھتے جو (دل میں) اپنے کو بڑا سمجھتے ہوں (زبان سے) شیخی کی باتیں کرتے ہوں جو کہ بخل کرتے ہوں اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کی تعلیم کرتے ہوں (خواہ زبان سے یا اس طرح کہ ان کو دیکھ کر دوسرے یہی تعلیم پاتے ہیں) اور وہ اس چیز کو پوشیدہ رکھتے ہوں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے (اس سے مراد یا تو مال و دولت ہے جب کہ بلا مصلحت حفاظت کے محض بخل کی وجہ سے کہ اہل حقوق توقع نہ کریں۔ چھپا دے اور یا مراد علم دین ہے کہ یہود اخبارِ رسالت کو چھپایا کرتے تھے پس بخل بھی عام ہو جاوے گا پس اس میں بخلاء و منکرین رسالت دونوں آ گئے) اور ہم نے ایسے ناسپاسوں کے لئے (جو نعمت مال یا نعمت بعثت رسول کی حق شناسی نہ کریں) اہانت آمیز سزا تیار کر رکھی ہے اور جو لوگ کہ اپنے مالوں کو لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر اور آخری دن (یعنی قیامت کے دن) پر اعتقاد نہیں رکھتے (ان کا بھی یہی حال ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان سے محبت نہیں) اور (بات یہ ہے کہ) شیطان جس کا مصاحب ہو (جیسا ان مذکور لوگوں کا ہوا ہے) اس کا برا مصاحب ہے (کہ ایسا مشورہ دیتا ہے جس میں انجام کار سخت ضرر ہو) **ف**: شرک کی دوسری صورت کا حاصل یہ ہے کہ جن صفات کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خالص ہونا ثابت ہو چکا ہے جیسے علم محیط قدرت عامہ وغیرہما ان کا کسی کے لئے اعتقاد کرنا شرک ہے اور یتیموں کا باوجودیکہ اوپر ذکر آ چکا ہے لیکن مکرر لانے سے اور اہتمام ہوگیا کیونکہ جاہلیت میں ان پر ظلم بہت ہوتا تھا جیسا اب بھی ان پر مالی ظلم اکثر لوگ کرتے ہیں اور پاس والے پڑوسی کا مطلب یہ کہ جس کا گھر اپنے گھر کے پاس ہو اور دور والا جس کا گھر فاصلہ سے ہو مگر محلہ ایک ہو اور یہ اہل حقوق اگر کافر بھی ہوں تب بھی ان کے ساتھ احسان کرے البتہ مسلمان کا حق اسلام کی وجہ سے ان سے زائد ہوگا۔ اور بخل کو جو عام لیا گیا وجہ اس کی سبب نزول کا تعدد ہے چنانچہ لباب میں ابن ابی حاتم کی روایت سے سعید بن جبیر کا یہ قول منقول ہے كان علماء بنى اسرائيل يبخلون بما عندهم من العلم فانزل الله الذين يبخلون اور روح المعانی میں عبد ابن حمید کی روایت سے قتادہ کے قول میں اتنا اور زیادہ کیا ہے كتموا الاسلام و محمدا صلى الله عليه و سلم الخ اور لباب میں ابن جریر کی روایت سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ فلاں فلاں اشخاص انصار کو نیک راہ میں خرچ کرنے سے روکتے اور سمجھاتے اس میں نازل ہوا: اَلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ الخ۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا اس میں اس کی مذمت ہے کہ محض بغض نفسانی کے سبب سزا دینے کے لئے کوئی

حیلہ ڈھونڈ اجاوے کہ جوامر واقع میں سبب سزا کا نہ ہواس کو سبب قرار دے۔ قولہ تعالیٰ: وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ صاحب جب اپنی تفاسیر سے عام ہے پیر بھائی کو بھی پس آیت میں پیر بھائی کے حق کا بیان ہے۔ قولہ تعالیٰ: اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا اس کے عموم میں وہ بھی داخل ہو گیا جو اپنی سعی فی السلوک پر معجب اور اپنے احوال و مقامات پر فخر کرتا ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله حاکم من قیام الولاة بالامر على الرعية كذا في التفاسير قلت ويتايد بسبب النزول فانظر في الروايات۱۲۔ ۲ قوله في ترجمة على بعض یعنی عورتوں پر ففي ضمير المذكر تغليب۱۲۔ ۳ قوله في ترجمة انفقوا عورتوں پر اشار الى حذف عليهن۱۲۔ ۴ قوله خرچ کئے ہیں حسًا او التزامًا اذا كان المهر مثلًا دينًا۱۲۔ ۵ قوله في ترجمة فالصلحت مرد کے فضائل الخ اشار الى كون الفاء للترتيب۱۲۔ ۶ قوله عدم موجودگی فاللام بمعنى في واللام عوض عن المضاف اليه اى في غيبتهم عنهن ومفعول حافظات محذوف اى اموالهم وفروجهن التي هي عرضهم۱۲۔ ۷ قوله بھی لئلا يتخصص بحالة الغيبة ووجه التخصيص الذكرى كونها مظنة للخيانة۱۲۔ ۸ قوله في ترجمة تخافون قوی لان الاحتمال الغفل لا يعتبر فانه لا يخلو عنه وقت ما۱۲۔ ۹ قوله في ترجمة واهجروهن اور نہ مانیں تو لا يستفاد هذا الترتيب من الواوهل من العقل من ترتيب الاشد فالاشد۱۲۔ ۱۰ قوله في ترجمة في المضاجع لیٹنے کی جگہ میں تنہا اشار الى التركيب اى اهجروهن حال كونهن مفردات في مضاجعهن۱۲۔ ۱۱ قوله اعتدال لما جاء في حديث غير مبرح۱۲۔ ۱۲ قوله في ترجمة لا تبغوا عليهن زیادتی الخ فتقدير الكلام لا تبغوا للتعدى عليهن لسبيلا۱۲۔ ۱۳ قوله في ترجمة خفتم اوپر والوں کو وهذا هو الظاهر۱۲۔ ۱۴ قوله في ترجمة بينهما میاں بی بی وهما وان لم يجر ذكرهما صريحًا فقد دل النشوز عليه۱۲۔ ۱۵ قوله في ترجمة حكمًا لیاقت لانه وقت البعث لا يكون حكمًا الا بالقوة۱۲۔ ۱۶ قوله في ترجمة ابعثوا بھیجو كذا في الروح۱۲۔ ۱۷ قوله في ترجمة الجار الجنب دور والے حملته⁽¹⁾ على القرب والبعد المكانيين لان قوله بذى القربى مغن عن حملها على القرب والبعد النسبى لعل النكتة في تفصيل الجار دفع توهم اكثر الناس تخصيص الجار بالجار القريب۱۲۔ ۱۸ قوله مالکانہ قبضہ اخذ في هذه الترجمة معنى الملك ومعنى اليمين من اليد۱۲۔ ۱۹ قوله في ترجمة يأمرون خواہ زبان سے الخ فالامر عام للقالي والحالي هكذا فرد۱۲۔ ۲۰ قوله في ترجمة الكفرين نعمت مال یا نعمت بعثت فعم الكفر الاصطلاحى واللغوى لان المذكور فيما قبل كلاهما۱۲۔

اختلاف القراءۃ: في قراة بالبخل بالفتحتين۱۲۔

اللغات: الجنب بضمتين من هو من غير قومك من الجنابة ضد القرابة ويستعمل في المكانى والنسبى۱۲۔

النحو: قوله احسانا عامله مقدر اى احسنوا قوله بالجنب متعلق بالصفة المقدرة هي الكائن قوله الذين بدل من من قوله والذين معطوف على الذين قبله وبدل مثله فساء قرينا في الفعل ضمير مبهم هو فاعله يفسره المنصوب والمخصوص محذوف اى الشيطان فالتقدير فسار قرينه هو كذا في حاشية البيضاوى۱۲۔

الحواشی: (۱) اى قوله تعالىٰ الجار ذى القربىٰ والجار الجنب فلا يرد رجوع ضمير الواحد الى المثنىٰ ۱۲ منه۔

وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَاۗءِ شَهِيْدًا ۝ يَوْمَىِٕذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ۭ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰي سَفَرٍ اَوْ جَاۗءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَاۗىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاۗءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاۗءً فَتَيَمَّمُوْا

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۳ رکوع ۶

صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۴۳﴾

اوران پر کیا مصیبت نازل ہو جانے گی اگر وہ لوگ اللہ تعالیٰ پر اور آخری دن پر ایمان لے آئیں اور اللہ تعالیٰ نے جوانکو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہا کریں اور اللہ تعالیٰ انکو خوب جانتے ہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایک ذرہ برابر بھی ظلم نہ کریں گے اور اگر نیکی ہوگی تو اس کو کئی گنا کر دیں گے اور اپنے پاس سے اجر عظیم دیں گے۔ سو اس وقت کیا حال ہوگا جب کہ ہم ہر ہر امت میں سے ایک ایک گواہ کو حاضر کریں گے اور آپ کو بھی ان لوگوں پر گواہی دینے کے لئے حاضر کریں گے۔ اس روز جن لوگوں نے کفر کیا ہوگا اور رسول کا کہنا نہ مانا ہوگا وہ اس بات کی آرزو کریں گے کہ کاش ہم زمین کے پیوند ہو جاویں اور اللہ تعالیٰ سے کسی بات کا اخفانہ کر سکیں گے۔ اے ایمان والو! تم نماز کے پاس بھی ایسی حالت میں مت جاؤ کہ تم نشہ میں ہو۔ یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو کہ منہ سے کیا کہتے ہو اور حالت جنابت میں بھی باستثنا تمہارے مسافر ہونے کی حالت کے یہاں تک غسل کرلو اور اگر تم بیمار ہو یا حالت سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص استنجے سے آیا ہو یا تم نے بیبیوں سے قربت کی ہو پھر تم کو کوئی پانی نہ ملے تو تم پاک زمین سے تیمم کرلیا کرو یعنی اپنے چہرے اور ہاتھوں پر پھیر لیا کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے بڑے بخشنے والے ہیں۔ ۞

تفسیر ربط: اوپر کفر باللہ و بالرسول و بالقیامۃ اور بخل اور ریاء اور کبر کی مذمت فرمائی ہے۔ آگے ان کے اضداد کی ترغیب دیتے ہیں پس وہ تتمہ ہے ماقبل کا اور گولفظاً صرف ایمان باللہ والقیامۃ اور انفاق ہی مذکور ہیں جو مقابل کفر باللہ والقیامۃ اور بخل کا ہے لیکن ایمان باللہ مستلزم ہے ایمان بالرسول کو بھی جو مقابل ہے کفر بالرسول کے اور انفاق سے مراد قرینہ مقام سے انفاق لوجہ اللہ ہے جو مقابل ہے ریاء کے اور یہی ابتغائے وجہ اللہ کا علاج ہے کبر کا بھی کیونکہ کبر میں طلب جاہ ہوتی ہے اور وہ طلب وجہ اللہ کے ساتھ جمع نہیں ہوتی پس طالب وجہ اللہ طالب جاہ نہ ہوگا۔ پس یہی مقابل ہو گیا کبر کا بھی اس طرح سب اضداد کی ترغیب آ گئی۔

تتمہ مضمون سابق: وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ (الی قولہ تعالی) وَ يُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾ اوران پر کیا مصیبت نازل ہو جاوے گی اگر وہ لوگ اللہ تعالیٰ پر اور آخری دن (یعنی قیامت) پر ایمان لے آویں اور اللہ نے جوان کو دیا ہے اس میں سے کچھ (اخلاص کے ساتھ) خرچ کرتے رہا کریں (یعنی کچھ بھی ضرر نہیں ہر طرح نفع ہی نفع ہے) اور اللہ تعالیٰ ان (کے نیک و بد) کو خوب جانتے ہیں (پس ایمان وانفاق پر ثواب دیں گے اور کفر وغیرہ پر عذاب) بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایک ذرہ برابر بھی ظلم نہ کریں گے (کہ کسی کا ثواب مار لیں یا بے وجہ عذاب دینے لگیں جو کہ ظاہراً ظلم ہے) اور (بلکہ وہ تو ایسے رحیم ہیں کہ) اگر ایک نیکی کی ہوگی تو اس کو کئی گنا کر (کے ثواب دیں گے) جیسا کہ دوسری آیت میں وعدہ مذکور ہے) اور (اس ثواب موعود کے علاوہ اپنے پاس سے) بلا معاوضہ عمل بطور انعام اور اجر عظیم (الگ) دیں گے۔ ف: ظلم میں ظاہراً کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر ایسا کرتے تو واقع میں تو یہ بھی ظلم نہ ہوتا کیونکہ وہ مالک ہیں ہر چہ آں خسرو کند شیریں بود☆ اور لفظ اپنے پاس سے محاورہ میں اس پر دال ہے کہ یہ علاوہ اجر مقرر کے ہوگا اور پھر اس کو اجر اس لئے کہہ دیا کہ گو مقابلہ عمل میں نہیں مگر ظاہر امسبب عن العمل تو ہے کیونکہ انعام بھی عادۃً عامل ہی کو ملتا ہے۔

ربط: اوپر جن امور کی ترغیب تھی آگے ان کے نہ کرنے پر ترہیب ہے پس یہ بھی تتمہ ہوا ماسبق کا۔

تتمہ دیگر مضمون سابق: فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴿۴۱﴾ يَوْمَىِٕذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴿۴۲﴾ سو اس وقت بھی کیا حال ہوگا جب کہ ہم ہر ہر امت میں سے ایک ایک گواہ کو حاضر کریں گے اور آپ کو ان لوگوں پر (جن کا آپ سے سابقہ ہوا ہے) گواہی دینے کے لئے حاضر لاویں گے (یعنی جن لوگوں نے خدائی احکام دنیا میں نہ مانے ہوں گے ان کے مقدمہ کی پیشی کے وقت بطور سرکاری گواہ کے انبیاء علیہم السلام کے اظہارات سنے جاویں گے جو جو معاملات انبیاء کی موجودگی میں پیش آئے تھے سب ظاہر کر دیں گے۔ اس شہادت کے بعد ان مخالفین پر جرم ثابت ہو کر سزا دی جاوے گی۔ اوپر فرمایا تھا کہ اس وقت کیا حال ہوگا آگے اس حال کو خود بیان فرماتے ہیں کہ) اس روز یہ حال ہوگا کہ) جن لوگوں نے (دنیا میں) کفر کیا ہوگا اور رسول کا کہنا نہ مانا ہوگا وہ اس بات کی آرزو کریں گے کہ کاش (اس وقت) ہم زمین کے پیوند ہو جاویں) تا کہ اس رسوائی اور آفت سے محفوظ رہیں) اور (گواہی کے علاوہ خود وہ اقراری مجرم بھی ہوں گے کیونکہ) اللہ تعالیٰ سے کسی بات کا (جو ان سے دنیا میں صادر ہوئی تھیں) اخفاء نہ کر سکیں گے (پس دونوں طور پر فرد قرار داد جرم ان پر لگا دی جاوے گی) ف: ظاہراً آیت کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کفار کے باب میں ہے کیونکہ مطلق کفر اور عصیان رسول قرآن میں اسی پر اطلاق کیا جاتا ہے پس اور معاصی بخل و ریا و کبر جو اوپر مذکور تھے ان پر گو وعید اس درجہ کی نہ ہوگی لیکن جب علت وعید کی منہی عنہ ہونا ہے، تو عاقل آدمی اس سے ان کی وعید بھی سمجھ سکتا ہے کہ جس درجہ کے وہ منہی عنہ ہیں اس درجہ کی وعید ان پر بھی ہے باقی چونکہ اس وقت زیادہ ان معاصی کے ساتھ بھی کفار ہی موصوف تھے اس لئے ذکر میں کفار کی تخصیص کی گئی۔ اور جاننا چاہئے کہ وہ جو قرآن میں آیا ہے کہ کفار کہیں گے وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ۔ تو یہ اول اول ہوگا پھر جب اللہ تعالیٰ ان کے منہ پر مہر خاموشی کی لگا کر ان کے دست و پا کو بولنے کی اجازت دیں گے وہ سب اپنا کیا ہوا کہہ ڈالیں گے۔ یہ عدم اخفاء اس حالت کے اعتبار سے فرمایا پس دونوں میں کچھ تعارض نہیں چنانچہ روح المعانی میں بروایت وتصحیح حاکم حضرت ابن عباسؓ

سے بعینہ یہی مضمون منقول ہے اور اس کے آخر میں یہ بھی ہے فیتمنون ان تسوی بھم الارض اور جو جرائم انبیاء علیہم السلام کی غیبت یا بعد وفات ہوئے ہیں ان کے اثبات کے دوسرے طرق ہوتے ہوئے اگر نبی کی شہادت نہ ہو مفوت مقصود نہیں چنانچہ سورہ مائدہ کے اخیر میں عیسیٰ علیہ السلام کا ان کے معاصر مخالفین پر شہید و گواہ ہونا وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ میں بیان کر کے بعد کی حالت کے لئے دوسرے طریق ثبوت کو كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ میں مصرح فرمایا ہے۔

ربط: شروع سورت میں گزر چکا ہے کہ اس سورت میں مختلط طور پر تین قسم کے مضامین کہ محل تقویٰ میں مذکور ہیں منجملہ ان کے ایک قسم دیانات یعنی معاملات فیما بین العبد والرب ہیں اوپر اکثر معاملات باہمی کا بیان ہوا ہے آگے اس مقام پر بعض احکام دیانات کے مذکور ہوتے ہیں اور خاص شانِ نزول کے اعتبار سے ایک مناسبت اور بھی زائد ہے کہ اوپر آیت وَاعْبُدُوا اللّٰهَ الخ میں شرک کی ممانعت فرمائی تھی آگے اس کا انتظام فرمایا کہ بلاقصد بھی صورت شرک صادر نہ ہو جیسا کہ ابتدائے اسلام میں شراب حلال ہونے کے وقت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے دعوت میں مہمانوں کو شراب پلائی اس میں مغرب کا وقت آ گیا حضرت علیؓ کو امام بنایا انہوں نے مدہوشی میں سورۂ قل یا ایھا الکافرون میں اس طرح پڑھ دیا اعبد ما تعبدون لفظ لا رہ گیا جو کہ لفظاً توحید کے خلاف تھا لیکن بلاقصد تھا۔ اس پر آیت آئندہ نازل ہوئی جس میں حالت سکر میں نماز پڑھنے کو اور حقیقت میں نمازوں کے وقت مسکر کے استعمال کو منع فرمایا رواہ الترمذی اور نماز کے اس مسئلہ کے ساتھ اور مسائل بھی اس کے متعلق بیان فرما دیئے۔

حکم ہفدہم متعلق طہارت وصلوٰۃ: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا (الی قولہ تعالی) اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا اے ایمان والو تم نماز کے پاس بھی ایسی حالت میں مت جاؤ (یعنی ایسی حالت میں نماز مت پڑھو) کہ تم نشہ میں ہو یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو کہ منہ سے کیا کہتے ہو (اس وقت تک نماز مت پڑھو مطلب یہ ہے کہ ادائے نماز تو اپنے اوقات میں فرض ہے اور یہ حالت ادائے نماز کی منافی ہے پس اوقاتِ صلوٰۃ میں نشہ کا استعمال مت کرو کہیں تمہارے منہ سے نماز میں کوئی کلمہ خلاف نہ نکل جاوے) اور حالت جنابت میں بھی (یعنی جب کہ غسل فرض ہو) باستثنائے تمہارے مسافر ہونے کی حالت کے (کہ اس کا حکم عنقریب آتا ہے نماز کے پاس مت جاؤ) یہاں تک کہ غسل کر لو (یعنی غسل عن الجنابۃ شرائط صحت نماز سے ہے اور یہ حکم یعنی جنابت کے بعد بدون غسل نماز نہ پڑھنا حالت عدم عذر میں ہے) اور اگر تم (کچھ عذر رکھتے ہو مثلاً) بیمار ہو (اور پانی کا استعمال مضر ہے جیسا کہ آگے آتا ہے) یا حالت سفر میں ہو (جو اوپر مستثنیٰ ہوا ہے کہ اس کا حکم آگے آوے گا یعنی اور پانی نہیں ملتا جیسا آگے آتا ہے تو ان عذروں سے تیمم کی اجازت آتی ہے اور جواز تیمم کچھ ان ہی مذکورہ عذروں یعنی سفر و مرض کے ساتھ خاص نہیں بلکہ خواہ تم کو خاص یہ عذر ہوں) یا (کہ عذر خاص نہ ہوں یعنی نہ تم مریض ہو نہ مسافر بلکہ ویسے ہی کسی کا وضو یا غسل ٹوٹ جاوے اس طرح سے کہ مثلاً) تم میں سے کوئی شخص (پیشاب یا پاخانہ کے) استنجے سے (فارغ ہو کر) آیا ہو (جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے) یا تم نے بیبیوں سے قربت کی ہو (جس سے غسل ٹوٹ گیا ہو اور) پھر ان ساری صورتوں میں خواہ مرض و سفر کے عذر کی صورت ہو یا نہ مرض ہو نہ سفر ویسے ہی وضو اور غسل کی ضرورت ہو) تم کو پانی (کے استعمال کا موقع) نہ ملے (خواہ تو اس وجہ سے کہ مرض میں ضرر ہوتا ہے خواہ اس لئے کہ پانی ہی موجود نہیں خواہ سفر ہو یا نہ ہو) تو (ان سب حالتوں میں) تم پاک زمین سے تیمم کر لیا کرو یعنی (اس زمین پر دوبار ہاتھ مار کر) اپنے چہروں اور ہاتھوں پر (ہاتھ پھیر لیا کرو) بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے بڑے بخشنے والے ہیں (اور جس کی ایسی عادت ہوتی ہے وہ آسان حکم دیا کرتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے ایسے آسان حکم دے دیئے کہ تم کو تکلیف و تنگی نہ ہو)

ف: اس آیت کے شروع کا حکم اس وقت تھا جب شراب حلال تھی پھر شراب حرام ہوگئی نہ نماز کے وقت درست ہے نہ غیر نماز کے وقت پس آیت کا جزو اول منسوخ ہے۔

مسئلہ: جس مرض میں پانی کے استعمال سے مرض کے اشتداد یا امتداد کا ڈر ہو اس میں تیمم درست ہے مرضی میں یہ دونوں صورتیں داخل ہیں۔

مسئلہ: جس شخص سے پانی ایک میل شرعی یا اس سے زیادہ دور ہو خواہ وہ شخص مسافر ہو یا غیر مسافر اس کو تیمم درست ہے اور میل شرعی میل انگریزی سے تقریباً ۱/۸ ازیادہ ہوتا ہے۔

مسئلہ: اگر پانی دور نہیں لیکن بوجہ ڈول رسی نہ ہونے کے یا کسی آدمی یا جانور کے خوف سے اس کو نہ لا سکے تو بھی تیمم جائز ہے لم تجدوا میں بطور عموم مجاز کے یہ اور دو اس سے اوپر والے تینوں مسئلے آ گئے ہکذا فسروا۔

مسئلہ: تیمم ہر ایسی چیز سے جائز ہے جو جنس زمین سے ہو اور جنس زمین وہ ہے جو آگ میں نہ جلے اور نہ گلے لیکن چونہ اس سے مستثنیٰ ہے کہ وہ باوجودیکہ آگ میں جل جاتا ہے لیکن اس سے تیمم درست ہے اور راکھ اسی طرح مستثنیٰ ہے کہ باوجودیکہ وہ بھی آگ میں نہ جلتی ہے نہ گلتی ہے مگر پھر بھی اس سے تیمم جائز

نہیں۔

مسئلہ: تیمم وضو اور غسل کا ایک ہی طرح ہے صرف نیت الگ الگ ہے کہ اس میں وضو کے قائم مقام ہونے کا خیال کر لے اور اس میں غسل کے قائم مقام ہونے کا۔

مسئلہ: تیمم میں دوضربیں ہیں ایک دفعہ دونوں ہاتھ مار کر تمام چہرے پر مل لیوے۔ دوسری دفعہ دونوں ہاتھ مار کر ہاتھوں پر کہنیوں سمیت پھیر لے کوئی جگہ اس کی دانست میں ایسی نہ رہ جاوے جہاں ہاتھ نہ پہنچا ہو۔ من الہدایۃ والدر المختار۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : یَآیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ اگر سکر کو عام لیں تب تو لفظاً اور اگر عام نہ لیں تو اشتراکِ علت کے سبب قیاساً اس سے مفہوم ہوا کہ سکر حالی کے آثار جب محسوس ہونے لگیں ذکر کو قطع کر دے نیز اگر قطع نہ کیا وہ خود منقطع ہو جاوے گا اور ترقی کا سبب تھا عمل جب عمل منقطع ہو گیا ترقی بھی متوقف ہو جاوے گی چنانچہ تصریح بھی کی گئی ہے کہ استغراق میں ترقی رک جاتی ہے۔ قولہ تعالیٰ بعد ذکر التیمم اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا اس میں ضعفاء فی الاعمال کا علاج ہے جن کو اپنے ضعف کی وجہ سے عمل کے کامل نہ کر سکنے کے سبب یہ وسوسہ ہوتا ہے کہ جب ہمارے عمل میں یہ ظاہری نقص ہے تو وہ آثار مقصودہ کے لئے کافی نہ ہوگا پس اس قطع وسوسہ کی تدبیر کی طرف اشارہ ہے کہ یوں سوچ لیا کریں کہ اگر فرضاً وہ غیر کافی بھی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے نقص کو معاف فرما کر اس کو کافی بنا دیں گے۔

الحواشی: (۱) وجہ قید الحلال ان السکر ان من الحرام یمکن ان یخاطب زجراً کما انہ یصح طلاقہ فی السکر ۱۲ منہ۔ (۲) کیونکہ انگریزی میل تین ہزار یا نسو بیس ہاتھ کا ہوتا ہے اور شرعی میل چار ہزار ہاتھ کا ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قولہ فی ذیل ترجمہ لا تقربوا مطلب یہ کہ الخ فلا یرد ان السکران لا سیما اذا کان من الحلال[۱] کیف صح خطابہ وجہ عدم الورود ان الخطاب للمفیق بان لا یشرب المسکر فی ھذہ الاوقات ۱۲۔

الروایات: ذکر احدھما فی تمہید الآیۃ والاخرٰی فی الفائدۃ العظیمۃ المذکورۃ فی حاشیۃ ۱۲۔

اللغات: المثقال مفعال من الثقل ویطلق علی المقدار المعلوم وعلی مطلق المقدار والذرۃ ھی النملۃ الحمراء وجزء من اجزاء الھباء فی الکوۃ وقیل ھی الخردلۃ ۱۲۔ تسوّٰی بھم ای معھم ۱۲۔ الغائط المکان المنخفض اطلق علی الحدث مجازاً الصعید وجہ الارض الجنب سمی بہ لبعدہ عن الطھارۃ او المسجد ۱۲۔

النحو: ان تک حسنۃ بالنصب فالاسم الضمیر العائد الی العمل وانث باعتبار الخبر وبالرفع فی قراءۃ فکان تامۃ یضٰعفھا بحذف المضاف ای یضاعف ثوابھا کیف محلھا الرفع علی انھا خبر لمبتدأ محذوف ای فکیف حال ھؤلاء ۱۲۔ جنباً عطف علی محل ما قبلہ ای لا تقربوھا سکارٰی ولا جنبا۔ قولہ الا عابری استثناء من مقدر ای فی حال ما الخ ۱۲۔

البلاغۃ: فی روح المعانی قولہ وماذا علیھم الخ لیس المراد السوال عن الضرر اذ لا ضرر لیکل عن ذلک بل المراد توبیخھم علی الجھل بمکان المنفعۃ وتحریضھم علی صرف الفکر لتحصیل الجواب لعلہ یؤدی بھم الی العلم وانما قدم الایمان ھٰھنا واخر فی الآیۃ المتقدمۃ لانہ ثمہ ذکر لتعلیل ما قبلہ من وقوع مصارفھم فی دنیاھم فی غیر محلھا وھنا للتحریض فینبغی ان یبدأ فیہ بالاھم فالاھم ۱۲۔ قولہ او جاء لم یقل او جئتم لان العادۃ الانفراد فی ھذہ الحالۃ وکنی بالملامۃ الاستحیاء من ذکر الصریح عادۃ ۱۲۔

فائدۃ عظیمۃ جسیمۃ: وصلت الیھا بعونہ تعالیٰ بعد ان غصت کثیرا فی لجج الافکار فخذھا بلا شئ اعلم ان ھھنا سوالات الاول: ما وجہ تخصیص ذکر الجنب فی اول الآیۃ مع عدم جواز الصلوٰۃ لغیر المتوضی ایضا والجواب: لکونہ مغیا بالاغتسال ولو قیل لاجنبا ولا غیر متوضیین حتی تغتسلوا لما صح الکلام فان قیل فما وجہ تخصیص الغایۃ والمغیا قلت لکون حکم الوضوء مذکور فی المائدۃ ولو ثبت ما ذکر فی اللباب عن الفریابی وابن ابی حاتم وابن المنذر وابن مردویہ والطبرانی وابن جریر من نزول الآیۃ فی الجنابۃ لظھر وجہ آخر للتخصیص۔ الثانی: ما وجہ تخصیص المسافر بالاستثناء مع کون حکم المریض بل وغیر المریض والمسافر اذا لم یجد الماء کذلک۔ والجواب: لکونہ غالب الوقوع بالنسبۃ الی المرض ولکون تیمم المسافرین سببا لنزول الآیۃ کما رواہ البخاری وغیرہ عن عائشۃ رضی اللہ عنھا حین فقدت القلادۃ فی غزوہ المریسیع الثالث: وھو اعسر السوالات ما توجیہ عطف قولہ جاء احد ولا مستم اللذین ھما موجبان علی المرض والسفر اللذین ھما مرخصان ولابد من التناسب بین المتعاطفین

والجواب : ليس المقصود عطف الموجبين على المرخصين بل عطف محذوف يدل على غير المعذورين على المعذورين تقدير الكلام وان كنتم مرضٰى او مسافرين او غير مرضى وغير مسافرين حال كونكم في جميع هذه الصور محدثين بالاصغر او الاكبر وحال كونكم في جميعها عاجزين عن الماء حقيقة كما في الفقد او حكمًا كما اذا خيف الضرر فالصور ستة۔ كون الرجل مريضا ومحدثا بالاصغر۔ وكونه مريضا و محدثا بالاكبر وكونه مسافر او محدثًا بالاصغر. و كونه مسافرًا ومحدثا بالاكبر۔ وكونه غير مريض ولا مسافر مع الحدث الاصغر ۔ وكونه غير مريضا ولا مسافر مع الحدث الاكبر وعدم وجد ان الماء بالتفسير المذكور شرط الاباحة التيمم في جميع الستة فقوله لم تجدوا قيد في جميع ما قبله وانما لم يصرح في المرخصين بالموجبين وفي الموجبين بالمرخصين ولم يذكر غير السفر والمرض رأسًا لان القصد هو صب الفائدة الى بيان كونهما مرخصين في الاول وموجبين في الثاني نعم كونهما مرخصين مشروط بالعجز عن الماء الذ ى هو اصل المدار للرخصة ومن ثم لم يذكر غير السفر والمرض لان في ذكر اصل المدار كفاية فتبصر و تشكر وبحمد الله تعالى ترجمتي مفيده و مشيرة الى اكثر هذه الامور ۱۲۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ﴿٤٤﴾ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ٝ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ﴿٤٥﴾ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّۢا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِى الدِّيْنِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٤٦﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰۤى اَدْبَارِهَاۤ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّاۤ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿٤٧﴾

کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب کا ایک بڑا حصہ ملا ہے وہ لوگ گمراہی کو اختیار کر رہے ہیں اور یوں چاہتے ہیں کہ تم راہ سے بے راہ ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کافی رفیق ہے اور اللہ تعالیٰ کافی حامی ہے یہ لوگ یہودیوں میں سے ہیں کلام کو اس کے مواقع سے دوسری طرف پھیر دیتے ہیں اور یہ کلمات کہتے ہیں سمعنا وعصینا اور اسمع غیر مسمع اور راعنا اس طور پر کہ اپنی زبانوں کو پھیر کر اور دین میں طعنہ زنی کی نیت سے اور اگر یہ لوگ یہ کلمات کہتے سمعنا واطعنا اور اسمع اور انظرنا تو یہ بات ان کے لئے بہتر ہوتی اور موقع کی بات تھی ۔مگر ان کو اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کے سبب اپنی رحمت سے دور پھینک دیا اب وہ ایمان نہ لائیں گے ہاں مگر تھوڑے سے آدمی ۔اے وہ لوگو جو کتاب دیئے گئے ہو تم اس کتاب پر ایمان لاؤ جس کو ہم نے نازل فرمایا ہے ایسی حالت پر کہ وہ سچ بتلاتی ہے اس کتاب کو جو تمہارے پاس ہے اس سے پہلے پہلے کہ ہم چہروں کو بالکل مٹا ڈالیں اور ان کو ان کی الٹی جانب کی طرح بنا دیں ۔یا ان پر ہم ایسی لعنت کریں جیسی لعنت ان ہفتہ والوں پر کی تھی اور اللہ تعالیٰ کا حکم پورا ہی ہو کر رہتا ہے ۞

تفسیر: ربط : یہاں تک مواقع تقویٰ میں سے زیادہ بیان معاملات باہمی اور بعض دیانات کا ہوا ہے آگے معاملات مع المخالفین کا ذکر شروع ہوتا ہے مجملہ ان کے اظہار ہے احوال مکر وقبائح یہود کا بغرض موالاۃ ان کے اور تحذیر مومنین کے اور مجملاً وضمناً یہ مضمون یَكْتُمُوْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ میں آ چکا ہے اس سے بھی اس کو ارتباط ہے کہ وہاں کتمانِ نعمت کا ذکر تھا یہاں کتمان کے ساتھ تحریف کتاب وعداوت منعوت وتابعین منعوت کا ذکر ہے۔

ذکر بعض قبائح یہود: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ (الی قوله تعالی) فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا (اے مخاطب) کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا (یعنی دیکھنے کے قابل ہیں دیکھو تو تعجب کرو) جن کو کتاب (اللہ یعنی توراۃ کے علم) کا ایک بڑا حصہ ملا ہے (یعنی توریت کا علم رکھتے ہیں باوجود اس کے) وہ لوگ گمراہی (یعنی کفر) کو اختیار کر رہے ہیں اور (خود تو گمراہ ہوئے ہی تھے) مگر وہ) یوں چاہتے ہیں کہ تم (بھی) راہ (راست) سے (علیحدہ ہو کر) بے راہ ہو جاؤ (یعنی طرح طرح کی تدبیریں اس کی کرتے ہیں جیسا کہ پارہ **تلك الرسل** کے اخیر میں اور **لن تنالوا** کے شروع میں کچھ بھی آ چکا ہے) اور (تم کو اگر ان لوگوں کی اب تک خبر نہ ہو تو کیا ہوا) اللہ تعالیٰ (تو) تمہارے ان دشمنوں کو خوب جانتے ہیں (اس لئے تم کو بتلا دیا سو تم ان سے بچتے رہو) اور (ان کا حال مخالفت کا سن کر زیادہ فکر میں بھی نہ پڑ جانا کیونکہ) اللہ تعالیٰ (تمہارا) کافی رفیق ہے (کہ تمہاری مصلحتوں کی رعایت رکھے گا) اور اللہ تعالیٰ (تمہارے لئے)

کافی حامی ہے (کہ ان مضرتوں سے تمہاری حفاظت کرے گا اور) یہ لوگ (جن کا ذکر ہو چکا ہے) یہودیوں میں سے ہیں (اور ان کا گمراہی کو اختیار کرنا جو اوپر آ چکا ہے یہ ہے کہ کلام (الٰہی یعنی توریت) کو اس کے مواقع (اور محل) سے (لفظاً یا معنیً) دوسری طرف پھیر دیتے ہیں اور (ایک گمراہی ان کی جس میں دھوکہ سے دوسرے سادہ ذہن شخص کا پھنس جانا بھی ممکن ہے یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے بات چیت کرتے وقت) یہ کلمات کہتے ہیں (جو آگے مذکور ہوتے ہیں ان کلمات کے دو دو معنی میں ایک اچھے ایک برے وہ لوگ برا مطلب لیتے تھے اور دوسروں پر ظاہر کرتے تھے کہ ہم اچھے مطلب سے کہتے ہیں اور اس سے کسی مسلمان کا دھوکہ میں آ کر بعضے ایسے ہی کلمات سے حضور ﷺ سے خطاب کر لینا بعید نہ تھا چنانچہ بقرہ کے معاملہ میں ام میں مؤمنین کو لفظ راعنا سے ممانعت فرمائی گئی ہے پس اس اعتبار سے یہود کا ان کلمات کو کہنا ایک گونہ اضلال غیر بھی ہے گو لفظاً ہی ہو پس اس میں یُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا کا جو کہ اوپر آیا ہے بیان بھی ہو گیا جیسا کہ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا میں بیان تھا اُوْتُوْا نَصِيْبًا کا اور يُحَرِّفُوْنَ میں بیان تھا يَشْتَرُوْنَ کا ان کلمات میں سے ایک یہ ہے) سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا (اس کا ترجمہ تو یہ ہے کہ ہم نے سن لیا اور مانا نہیں اس کا اچھا مطلب تو یہ ہے کہ آپ کا ارشاد سن لیا اور کسی آپ کے مخالف کا قول جو کہ ہم کو بہکاتا تھا نہیں مانا اور برا مطلب ظاہر ہے کہ ہم نے آپ کی بات کو سن تو لیا مگر ہم عمل نہ کریں گے) اور (دوسرا کلمہ یہ ہے) وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ اس کا ترجمہ لفظی یہ ہے کہ تم ہماری بات سنو اور خدا کرے تم کو کوئی بات سنائی نہ جاوے اس کا اچھا مطلب تو یہ ہے کہ تم کو کوئی مخالف اور رنج دہ بات نہ سنائی جاوے بلکہ آپ کا ایسا اقبال ہے کہ آپ جو بات فرما دیں سب اس کے جواب میں موافق ہی بات آپ کو سنا دیں اور برا مطلب یہ ہے کہ تم کو کوئی موافق اور مسرت بخش بات نہ سنائی جاوے بلکہ آپ جو بات کہیں اس کا جواب مخالف ہی آپ کے کان میں پڑے) اور (تیسرا کلمہ یہ ہے) راعنا (اس کے دونوں اچھے اور برے مطلب بقرہ کے معاملہ میں ام میں گزر چکے ہیں کہ اچھے معنی تو یہ ہیں کہ ہماری رعایت کیجئے اور برے معنی لغت یہود میں یہ دشنام ہے غرض ان کلمات کو اس طور پر (کہتے ہیں) کہ اپنی زبانوں کو (لہجہ تحقیر سے لہجہ توقیر کی طرف) پھیر کر اور (دل سے) دین میں طعنہ زنی (اور تحقیر ہی) کی نیت سے (وجہ یہ کہ نبی کے ساتھ طعن واستہزاء عین دین کے ساتھ طعن وتمسخر ہے) اور اگر یہ لوگ (بجائے ان ذو معنیین الفاظ کے) یہ کلمات کہتے (بجائے سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا کے) سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (جس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا) اور (بجائے) اِسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ کے صرف) اِسْمَعْ (جس کے معنی خالی یہ ہیں کہ آپ سن لیجئے) اور (بجائے راعنا کے) انظرنا (جس کے معنی یہ ہیں کہ ہماری مصلحت پر نظر فرمائیے جیسا کہ بقرہ کے معاملہ میں ام میں بھی اس لفظ کی تعلیم فرمائی ہے اور یہ کلمات معنی شرارت سے پاک ہیں تو اگر یہ کلمات کہتے) تو یہ بات ان کے لئے بہتر (اور نافع بھی) ہوتی اور (فی نفسہ بھی) موقع کی بات تھی مگر (انہوں نے تو ایسے نفع اور موقع کی بات کہی ہی نہیں بلکہ وہی ناشائستہ بیہودہ بات بکتے رہے اس لئے ان کو یہ مضرت پہنچی کہ) ان کو خدا تعالیٰ نے ان کے کفر کے سبب (جس میں یہ کلمات بھی آ گئے اور بھی ان کے سب اقوال وافعال کفریہ داخل ہو گئے پس ان سب کفریات کے سبب اللہ تعالیٰ نے ان کو) اپنی رحمت (خاصہ) سے دور پھینک دیا اب وہ ایمان نہ لاویں گے ہاں مگر تھوڑے سے آدمی (بوجہ اس کے کہ وہ ایسی حرکتوں سے دور رہے وہ دوری رحمت خاصہ سے مستثنیٰ ہیں اور وہ ایمان بھی لے آئے جیسے عبداللہ بن سلام وغیرہ) **ف**: یہ لَا يُؤْمِنُوْنَ انہی کی نسبت فرمایا جو علم الٰہی میں کفر پر مرنے والے تھے پس نومسلموں کے ایمان لانے سے کوئی شبہ نہیں ہو سکتا اور جو ایمان لے آتا ہے اگر وہ کسی وقت میں بے ادبی ونافرمانی بھی کر چکا ہو لیکن اس سے جب باز آ گیا وہ کالعدم ہو گیا پس بے ادبی کالعنت کے لئے سبب بن جانا اور لعنت کا کفر کے لئے سبب بن جانا اس میں کوئی قدح وتخلف لازم نہیں آیا کیونکہ ارتفاع علت کے بعد معلول کا مرتفع ہو جانا محل اشکال نہیں اور یہ جو فرمایا ہے کہ ان دوسرے کلمات کا کہنا بہتر ہوتا اگر اس کے ساتھ ایمان لانے کا بھی اعتبار کیا جاوے تب تو بہتر ہونا ظاہری ہے کہ اعمال صالحہ پر مومن کو آخرت میں ثواب ملے گا اور اگر اس کی قید نہ لگائی جاوے تب بہتر ہونا یا تو دنیا کے اعتبار سے ہے کہ تہذیب وشائستگی اچھی چیز ہے خلق کے نزدیک اس سے ممدوح ومرضی سمجھا جاتا ہے اور اگر آخرت کے اعتبار سے لیا جاوے تو باعتبار ثواب کے نہیں ہے بلکہ باعتبار تخفیف عذاب کے ہوگا کیونکہ قرآن وحدیث سے یہ امر یقیناً مفہوم معلوم ہے کہ باہم کفار کے عذاب میں تفاوت ہوگا چنانچہ ماہر پر مخفی نہیں واللہ اعلم۔

ربط: اوپر کی آیت میں یہود کے کفر وتکذیب بالاسلام کا جو کہ تحریف وتمسخر کے لوازم سے ہے بیان تھا آگے ان کو بطور خطاب کے ایمان وتصدیق کا حکم فرماتے ہیں اور خلاف ورزی کی تقدیر پر ڈراتے ہیں۔

خطاب بایمان اہل کتاب را: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا (الی قولہ تعالیٰ) وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝ اے وہ لوگ جو کتاب (تورات) دیئے گئے ہو تم اس کتاب (یعنی قرآن) پر ایمان لاؤ جس کو ہم نے نازل فرمایا ہے (اور تم کو اس پر ایمان لانے سے وحشت نہ ہونا چاہئے کیونکہ ہم نے اس کو) ایسی حالت پر (نازل فرمایا ہے) کہ وہ سچ بتلاتی ہے اس کتاب کو جو تمہارے پاس ہے (یعنی تمہاری اصل کتاب کے لئے وہ مصدق ہے باقی تحریف کا حصہ اس سے الگ ہے سو تم قرآن پر) اس (امر محتمل کے وقوع) سے پہلے پہلے (ایمان لے آؤ) کہ ہم (تمہارے) چہروں (پر کے نقش ونگار یعنی آنکھ ناک) کو بالکل مٹا

ڈالیں اور ان (چہروں) کو ان کی الٹی جانب (یعنی گدی) کی طرح (صفاچٹ) بنادیں یا اُن (ایمان نہ لانے والوں) پر ہم ایسی (خاص طور کی) لعنت کریں جیسی لعنت ان ہفتہ والوں پر کی تھی (جو یہود میں گزر چکے ہیں جن کا ذکر سورۂ بقرہ کے معاملہ شانز دہم میں آچکا ہے یعنی ان کی طرح ان کو بھی بندر کی شکل بنادیں) اور اللہ تعالیٰ کا (جو) حکم (صادر ہو جاتا ہے وہ (پورا ہی ہو کر رہتا ہے (سو اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان نہ لانے پر اگر اس طمس ولعن یعنی مسخ کا حکم کردیں گے پھر یہ ضرور ہی ہو جاوے گا سو تم کو ڈرنا چاہئے اور ایمان لے آنا چاہئے) **ف**: یہاں کتب تفسیر میں ایک سوال کیا گیا ہے کہ یہ طمس ومسخ کب ہوا ہے اور پھر طمس ومسخ کی مختلف توجیہات کر کے اور بعض نے وجوہ میں تاویل کر کے اور بعض نے اور اور قیود وشروط لگا کر جواب دیا ہے پھر ان جوابوں کو مخدوش کر کے پھر ان خدشات کو دفع کیا احقر کے نزدیک سرے سے وہ سوال ہی واقع نہیں ہوتا کیونکہ اس میں اس پر کہیں دلالت نہیں کہ اگر ایمان نہ لاؤ گے تو طمس ومسخ ہو جاوے گا بلکہ حاصل صرف اتنا ہے کہ اس کا احتمال ہے مقتضی اس احتمال کا اس جرم کا عظیم ہونا ہے پس بمقتضائے رحمت واقع نہ ہونا کچھ محل اشکال نہیں اور لفظ قبل کا استعمال اس معنی میں خود قرآن میں آیا ہے سورۂ منافقون میں ہے :وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ الخ یہاں قبل دو چیز پر داخل ہوا ہے اتیان موت اور قول خاص حالانکہ بعض محتضرین کو جو محض بیہوش ہو جاویں اصلاً اس قول کی نوبت نہیں آتی نہ زبان سے نہ دل سے لیکن تصحیح کلام کے لئے احتمال کافی ہے اسی سورۂ نساء کے اول میں ہے بداراً ان یکبروا جو معنی مرادف قبل کے ہے ای من قبل ان یکبروا حالانکہ بعض یتامیٰ کو بلوغ کی نوبت نہیں آتی کہ مرجاتے ہیں۔ اور حدیث میں ہے قال رسول اللہ ﷺ اغتنم خمسًا قبل خمس شبابك قبل هرمك وصحتك قبل سقمك وغناك قبل فقرك وفراغك قبل شغلك وحيوتك قبل موتك رواہ الترمذی حالانکہ اربع اولیٰ میں قبل کا مضاف الیہ محض محتمل ہے۔ اور جیسا کہ دوسری آیت میں ہے قبل ان اذن لکم حالانکہ اذن واقع نہیں ہوا۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۙ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ۝ اعداء چونکہ شیاطین کو بھی عام ہے تو آیت دلیل ہے اس پر کہ متوکلین کو شیطان سے خوف نہ کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اعداء سے کفایت کا وعدہ فرمایا ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله في ترجمة الم تر** تعجب کرو **اشار الى كون الاستفهام للتعجيب اورد هذه الكلمة الم تر في هذه السورة في خمس مواضع متقاربة لاظهار كون هذه الامور عجيبة وعديت بانى اشارة الى ان هذه الروية مع كونها قلبية كالنظر البصرى الذى صلته الى ۱۲۔** ۲ **قوله في ترجمة نصيباً** بڑا حصہ **اشار الى كون التنوين للتفخيم وبذلك ازداد التشنيع ۱۲۔** ۳ **قوله في ترجمة وليا و نصيرا** مصلحتوں مضرتوں **فالولى اشارة الى معطى المنافع والنصير الى الحافظ من المضاور ۱۲۔** ۴ **قوله في ترجمة من الذين هادوا** یہ لوگ الخ **اشارة الى حذف المبتدأ اى هم الذين ولما كان المقدر كالملفوظ اظهره في الترجمة ويكون قوله يحرفون استينا فاكما قبله من قوله يشترون وما قررت من كون الذين هادوا بيانما في العنى للذين اوتوا نصيباً وكذا التحريف بيانا للاشتراء مذكور في الكبير وزدت عليه كون قوله و يقولون الخ بيانا من وجهٍ لقوله يريدون ان تضلوا السبيل ۱۲۔** ۵ **قوله في ترجمة يحرفون** لفظاً یا معنیً **فالتقدير على الاول يحرفون اى يزيلون الكلمات عن المحل الذى وضعها الله تعالىٰ عليه و يقيمون غيرها في ذاك المحل و على الثانى يحرفون الكلم عن المعانى التى وضع الله تعالىٰ تلك الكلم عليها اى رضعها للدلالة عليها وانظر في الحقانى اثبت فيه التحريف اللفظى وانما ترجمة الكلم بالكلام لان الكلم جنس يعم المفرد والمركب ۱۲۔** ۶ **قوله في ترجمة الكلمات** دو دو معنی ہیں **هذه كلها ماخوذة من الروح وغيره ومعنى اسمع غير مسمع حال لا اسمعك احد جوابا يوافقك او يخالفك والباقى ظاهر ۱۲۔** ۷ **قوله في ترجمة ليا** لہجہ **اخذته من الكشاف منضما اليه الذوق لان لهجة التوقير غير لهجة التحقير ويمننا زان على اللسان فصدق معنى اللى ۱۲۔** ۸ **قوله في ترجمة طعنا** دل سے **اخذة من مقابلة السنتهم اى يلوون السنتهم خداعا لانه امر ظاهر ولا يلوون قلوبهم بل يريدون التحقير من صميم القلب لانه امر مبطن ۱۲۔** ۹ **قوله في نفسه** بھی موقع کی **فالخبر اضافى والاعدلية باعتبار الذات واقوم بمعنى اعدل ۱۲۔** ۱۰ **قوله بعد ترجمة ولكن** مگر انہوں نے الخ **قدره في روح المعانى وهو احسن تقدير زال به اشكال لاجبر وفيه حذف السبب واقامة المسبب مقامه وهو كثير في الكلام ۱۲۔** ۱۱ **قوله في ترجمة لعنهم** خاص **لان الرحمة العامة قريب من الكل ۱۲۔** ۱۲ **قوله في ترجمة فلااب تدل هذه الكلمة على الترتب ۱۲۔** ۱۳ **قوله في ترجمة الا قليلا** وہ دوری الخ **اشار الى ان الاستثناء من ضمير المفعول في لعنهم اى لم يلعن هؤلاء القليلون فلا يلزم ايمان من لعنهم الله ۱۲۔** ۱۴ **قوله في ترجمة وجوها** تمہاری **اشار الى ان التنوين عوض عن المضاف اليه اى وجوهكم ۱۲۔** ۱۵ **قوله** نقش ونگار **كما في التفاسير عن ابن عباس تخطيط وجوه ۱۲۔** ۱۶ **قوله في ترجمة فنردها** اور **اشارة الى ان الفاء للتفصيل بعد الاجمال**

وللتسبیب لا للتعقیب ۱۲۔ ۷؎ قولہ فی ترجمۃ علی ادبارھا طرح کما فی التفاسیر ای علی ھیئۃ ادبارھا ۱۲۔ ۸؎ قولہ فی ترجمۃ نلعنھم ان الخ نفیہ التفات عن الخطاب الی الغیبۃ فمرجع ھم ھو مرجع کم فلا اشکال فی عود الضمیر ۱۲۔ ۹؎ قولہ فی ھذہ الترجمۃ خاص طور لان المراد بہ المسخ ۱۲۔

الروایات: فی لباب النقول اخرج ابن اسحق عن ابن عباس قال کان رفاعۃ بن زید ابن التابوت من عظماء الیھود واذا کلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوی لسانہ وقال ارعنا سمعک یا محمد حتی نفھمک فی الاسلام دعابہ فانزل اللہ فیہ الم ترا الی الذین اوتوا نصیباً کما فی الکبیر ۱۲۔ فی الروح اخرج البیھقی فی الدلائل وغیرہ عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال کلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رؤساء من احبار یھود منھم عبداللہ بن صوریا وکعب بن اسد فقال لھم یا معشر یھود اتقوا اللہ واسلموا فواللہ انکم لتعلمون ان الذین جئتکم بہ لحق فقالوا ما نعرف ذلک یا محمد فانزل اللہ تعالیٰ فیھم الآیۃ ۱۲۔

اللغات: اللی العطف والثنی ویستعمل بالباء وبغیرھا کما فی القاموس ۱۲۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ۞ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۞ اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَكَفٰى بِهٖٓ اِثْمًا مُّبِيْنًا ۞ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ وَ يَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ۞ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ۞

بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے اور اس کے سوا اور جتنے گناہ ہیں جس کے لئے منظور ہوگا وہ گناہ بخش دیں گے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے وہ بڑے جرم کا مرتکب ہوا۔ کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے کو مقدس بتلاتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں مقدس بتلا دیں اور ان پر تاگے برابر بھی ظلم نہ ہوگا۔ دیکھ تو یہ لوگ اللہ پر کیسی جھوٹی تہمت لگاتے ہیں اور یہ بات صریح مجرم ہونے کے لئے کافی ہے۔ کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب کا ایک حصہ ملا ہے وہ بت اور شیطان کو مانتے ہیں اور وہ لوگ کفار کی نسبت کہتے ہیں کہ یہ لوگ بہ نسبت ان مسلمانوں کے زیادہ راہ راست پر ہیں۔ یہ لوگ وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ملعون بنادیا ہے اور اللہ تعالیٰ جن کو ملعون بنادے اس کا کوئی حامی نہ پاؤ گے۔

تفسیر لربط: اوپر کی آیت میں ایمان نہ لانے پر وعید فرمائی تھی چونکہ بعض مستحقین وعید آخر میں مغفور بھی ہو جاتے ہیں جس سے احتمال ہوا کہ شاید یہ مذکورین بھی مغفور ہو جاویں اس لئے آگے بتلاتے ہیں کہ یہ لوگ بوجہ کفر کے مغفور نہ ہوں گے اور اس میں رد بھی ہے یہود پر اس قول میں سیغفرلنا۔

عدم مغفرت شرک وکفر: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ (الی قولہ تعالی) وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو (سزا دیکر بھی) نہ بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جاوے (بلکہ سزائے دائمی میں مبتلا رکھیں گے اور اس کے سوا اور جتنے گناہ ہیں (خواہ صغیرہ یا کبیرہ) جس کے لئے منظور ہوگا (بلا سزا) وہ گناہ بخش دیں گے (البتہ اگر وہ مشرک مسلمان ہو جاوے تو پھر مشرک ہی نہ رہا اب وہ سزائے دائمی بھی نہ رہے گی) اور وجہ اس شرک کے نہ بخشنے کی یہ ہے کہ) جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ (کسی کو) شریک ٹھہراتا ہے وہ بڑے جرم کا مرتکب ہوا (جو اپنے عظیم ہونے کی وجہ سے قابل مغفرت نہیں)۔

ف: قرآن وحدیث واجماع سے یہ مسئلہ ضروریات شرع سے ہے کہ شرک اور کفر دونوں غیر مغفور ہیں اور یہاں صرف شرک کا ذکر فرمایا ہے حالانکہ کفر بھی قابل ذکر ہے خصوصاً مقام کا بھی مقتضا ہے کیونکہ اوپر سے یہود کے کفر کا ذکر ہو رہا ہے پس اس کی چند توجیہیں کہ سب لطیف ہیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ شرک اپنے ظاہری معنی پر رہے جو پہلے رکوع آیت: واعبدوا اللّٰہ کے ذیل میں مذکور ہے اور اس آیت میں صرف شرک مذکور ہو۔ دوسری آیات میں کفر کو مذکور کہا جاوے اور بعض میں دونوں مذکور ہوں اور ضرورت نہیں کہ ہر آیت میں مذکور ہوا کریں پس مجموعہ آیات سے دونوں کا غیر مغفور ہونا ثابت ہو جاوے گا۔ رہا یہود کے حال کے مناسب ہونا ان آیات کا اس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ اس اعتبار سے مشرک بھی تھے کہ حضرت عزیرؑ کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ دوسری توجیہ یہ کہ شرک اپنے معنی پر رہے اور دونوں کے معنی ادنیٰ اور کمتر کے لئے جاویں یعنی شرک سے کم جتنے گناہ ہیں وہ مغفور ہو سکتے ہیں اور کفر کی بعض صورتیں تو شرک ہی ہیں ان کی نسبت تو

سوال ہی نہیں ہوسکتا اور باقی صورتیں مثل انکار صانع وغیرہ جو شرک نہیں ہیں وہ چونکہ شرک سے بڑھ کر ہیں کیونکہ مشرک صانع کو تو مانتا ہے گو دوسرے کو بھی مانتا ہے اس طرح تمام افراد کفر کے اگر غور کیا جاوے سب شرک سے اشد ہیں اس لئے ان کا غیر مغفور ہونا بدلالۃ النص ثابت ہو گیا کہ جب شرک معاف نہیں ہوگا تو جو اس سے بڑھ کر جرم ہو وہ تو کیوں معاف ہوگا اس توجیہ پر آ کر اعتقادِ یہود کو شرک نہ بھی کہا جائے تو بھی بوجہ اس کے کہ ان کے کفر کا غیر مغفور ہونا مدلول کلام ہو گیا اقتضائے مقام کے خلاف نہ رہا۔ تیسری توجیہ یہ کہ شرک کے دو معنی ہوں ایک معنی حقیقی جو مذکور ہوئے دوسرے معنی مطلق کفر وشرک کو بھی شامل ہے روح المعانی میں حضرت ابن عباسؓ سے اس احتمال ثالث کو نقل کیا ہے اور یہ بہت سہل ہے اس بنا پر انطباق حال یہود کا بہت ہی واضح ہے اور بلا سزا کی قید اس لئے لگائی کہ بعد سزا کے مومن کے سب گناہوں کا بخشا جانا تو موعود اور یقینی ہے اور اس کے ساتھ تعلق مشیت کا ثابت ہو چکا ہے پھر اس آیت میں جو تعلیقاً واشتراطاً فرمایا اور تعلق کو علی سبیل الجزم نہیں فرمایا یہ دلیل ہے کہ مراد مغفرت بلا سزا ہے خوب سمجھ لو۔

ربط: اوپر یہود کا کفر اور اس پر وعید عدم مغفرت کی ارشاد ہوئی ہے چونکہ یہود اپنے کو اللہ کا مقبول و مومن خالص ومغفور بلا سزا بتلاتے تھے جیسا کہ قرآن میں بھی ان کے ایسے اقوال ہیں: نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ آگے اس کا رد فرماتے ہیں۔

رد دعویٰ یہود تقدس خود را: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ (الی قوله تعالیٰ) وَكَفٰى بِهٖٓ اِثْمًا مُّبِيْنًا (اے مخاطب) کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا (یعنی تعجب کے قابل ہیں) جو اپنے کو مقدس بتلاتے ہیں (ان کے بتلانے سے کچھ نہیں ہوتا) بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں مقدس بتلا دیں (یہ البتہ قابل اعتبار ہے اور اللہ تعالیٰ قرآن میں مومن کو مقدس بتلا چکے ہیں جیسے سبح اسم میں اشقی یعنی کافر کے مقابلہ میں مومن کی نسبت فرمایا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى پس وہی مقدس ہوگا نہ کہ کفر کرنے والے جیسے یہود ہیں) اور (ان یہود کو قیامت میں اس دعویٰ کاذبہ کا جس کا منشاء کفر کو ایمان سمجھنا ہے جو سزا ہوگی اس سزا میں) ان پر تاگے برابر بھی ظلم نہ ہوگا (یعنی وہ سزا ان کے جرم سے زیادہ نہیں ہے بلکہ ایسے جرم پر ایسی ہی سزا لائق ہے ذرا دیکھ تو (اس دعویٰ میں) یہ لوگ اللہ پر کیسی جھوٹی تہمت لگاتے ہیں (کیونکہ جب باوجود کفر کے مقبولیت کے مدعی ہیں تو کفر کو عنداللہ پسندیدہ اور مقبول بتانا صاف لازم آیا اور یہ محض تہمت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام شرائع میں اس کی تصریح فرمادی ہے کہ کفر ہمارے نزدیک سخت ناپسند اور مردود ہے) اور یہی بات (کہ خدا پر تہمت لگائی جاوے) صریح مجرم ہونے کے لئے کافی ہے (پھر کیا ایسی صریح بڑی بات پر ایسی سزا کچھ ظلم وزیادتی ہے) ف: اگر کسی کو شبہ ہو کہ جب مومن کو اللہ تعالیٰ نے مقدس بتلایا ہے تو پھر اپنے کو یا دوسرے کو حسن ظن سے مقدس کہنے سے شریعت میں کیوں ممانعت ہے جواب یہ ہے کہ یہ ممانعت تین وجہ سے ہے ایک تو اکثر اپنی مدح کا منشا کبر ہوتا ہے تو حقیقت میں ممانعت کبر سے ہوئی۔ دوسرے خاتمہ کا حال اللہ کو معلوم ہے کہ تقدس پر ہوگا یا نہیں اس لئے ایسا دعویٰ علی الاطلاق کرنا خلاف خوف ہے۔ تیسرے یہ کہ اکثر اوقات اس دعوے سے سامع کو اس کا ایہام ہوتا ہے کہ یہ بالکل تمام عیوب ونقائص سے پاک ہے اور بہمہ وجوہ مقبول عنداللہ ہے حالانکہ غالبًا کچھ نہ کچھ ادناس وارجاس میں بندہ گرفتار ہوتا ہے اور اسی قدر اس کے قرب وقبول میں عنداللہ کمی ہوتی ہے پس یہ کذب ہوا اور کبھی دوسرے کو اس سے عجب بھی ہو جاتا ہے اور اگر یہ عوارض نہ ہوں تو تحدیث بالنعمۃ کی اجازت ہے۔

ربط: اوپر آیت: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ الخ سے قبائح یہود کا بیان چلا آرہا ہے اگلی آیت میں بھی بعض قبائح کا ذکر ہے کہ انہوں نے مشرکین کے طریق دین کو مومنین کے طریق دین سے احسن بتلایا تھا جیسا کہ لباب میں بروایت احمد وابن ابی حاتم وابن عباس رضی اللہ عنہما کے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ علمائے یہود مکہ میں آئے تو قریش نے پوچھا کہ ہمارا دین اچھا ہے یا پیروانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اور سوال میں اپنی خدمات حجاج وکعبہ کی بھی ذکر کر دیئے انہوں نے جواب دیا کہ تمہارا دین ان کے دین سے اچھا ہے اور تم ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہو۔

ذم یہود بر حکم شان بترجیح مشرکین بر مومنین: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ (الی قوله تعالیٰ) وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا (اے مخاطب) کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب (الٰہی یعنی تورات کے علم) کا ایک حصہ ملا ہے (پھر باوجود اس کے) وہ بت اور شیطان کو مانتے ہیں (کیونکہ مشرکین کا دین بت پرستی اور شیطان کی پیروی تھا جب ایسے دین کو اچھا بتلایا تو بت اور شیطان کی تصدیق صاف لازم آئی) اور وہ لوگ (یعنی اہل کتاب) کفار (یعنی مشرکین) کی نسبت کہتے ہیں کہ یہ لوگ بہ نسبت ان مسلمانوں کے زیادہ راہِ راست پر ہیں (چنانچہ یہ تو انہوں نے صراحۃً ہی کہا تھا) یہ لوگ (جنہوں نے کفر کے طریقہ کو اسلامی طریقہ سے افضل بتلایا) وہ ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے ملعون بنایا ہے) اسی ملعون ہونے کا تو اثر ہے کہ ایسے بیباک ہو کر کفریات بک رہے ہیں) اور خدا تعالیٰ جس کو ملعون بنا دے اس کا (عذاب کے وقت) کوئی حامی نہ پاؤ گے (مطلب یہ کہ اس پر ان کو آخرت میں یا دنیا میں بھی سخت سزا ہوگی چنانچہ دنیا میں بعضے قتل بعضے قید بعضے جلاوطن بعضے ذلیل رعایا ہوئے اور آخرت میں جو ہونے والا ہے وہ ہو ہی گا) ف: ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ دین مشرکین کو علی الاطلاق حق کہنا مقصود نہ تھا ورنہ عین جواب کے وقت ہی سائل کو اس جواب کی صحت پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ جب یہ اس

دین کو حق بتلاتے ہیں تو خود کیوں نہیں قبول کر لیتے تو اس صورت میں یہ جواب چل نہیں سکتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مقصود یہ تھا کہ حق مطلق تو کوئی طریق بھی نہیں مگر اس سے یہ اچھا ہے سو اس میں بھی دو وجہ سے کفر لازم آتا ہے ایک تو یہ کہ طریق حق واسلام کو من وجہ باطل سمجھا دوسرے یہ کہ طریق باطل وکفر کو من وجہ حق سمجھا گو سیاق کلام سے بشہادۃ ذوق یہاں زیادہ مدار مذمت کا وجہ ثانی ہے اگر کہا جاوے کہ ممکن ہے کہ باعتبار خدمات حجاج وبیت اللہ کے طریق قریش کا اچھا کہا ہو جس کا حاصل ان امور کو اچھا کہنا ہے سو ان کے اچھے ہونے میں کوئی شبہ نہیں جواب یہ ہے کہ اگر تاویل فرض بھی کر لی جاوے تب بھی بعض اجزاء کے خیر ہونے سے مجموعہ کا جس میں بعض اجزائے شر وکفر بھی ہوں خیر ہونا لازم نہیں آتا اور مقصود سائل کا مجموعہ کا پوچھنا تھا اور سوال پر جواب کا انطباق ضرور ہے اس لئے کلماتِ کفر میں ایسی تاویل دافع کفر نہیں ہو سکتی مثلاً کوئی شخص دو خدا کو مانتا ہو اور وہ شخص کسی سے پوچھے کہ خدا ایک ہے یا دو اور مجیب کہے کہ دو ہیں اور نیت یہ کرے کہ ایک حق ایک باطل تو کیا جواب کلمۂ کفر نہ ہوگا۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ اس میں دعویٰ تقدس پر انکار ہے اور اس میں بجز اہل فناء کے بہت مشائخ مبتلا ہیں۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قوله فی التمهيد یہ لوگ بوجہ کفر کے الخ ولا ينافی كون الآية ناعية على اليهود ما فی لباب النقول عن ابن ابی حاتم والطبرانی من نزول آلاية فی شان مسلم مرتكب للحرام وما فی الروح عن ابن المنذر من نزولها جوابا عمن سأل عن المشركين اذ نزل قوله تعالىٰ قل يا عبادی الذين اسرفوا الآية لان اللفظ عام احتمل نزول الأية فی الواقعتين ثم وضعت ههنا لكون اليهود داخلين فی عمومها فافهم ۱۲۔ ۲؎ قوله جتنے گناہ هذه ترجمة كلمة ما نعم صارت طويلة للتوضيح ۱۲۔ ۳؎ قوله فی ترجمة افترىٰ الخ وہ بڑے جرم الخ فالجرم ترجمة الاثم و بڑا ترجمة عظيم و مرتکب هو ترجمة افترى بطريق التجريد لان معناه ارتكب الفرى ولما كان معموله مراد فاللفرى استعمل بمعنى ارتكب نعم افاد تاكيد او اصله كما فی الروح الفرى بمعنى القطع ولكون قطع الشئ مفسداً له استعمل بمعنى الافساد واختلاق الكذب فالمعنى كما فی الكبير ای اختلق ذنباً غير مغفور يقال افترىٰ فلان الكذب اذا احتمله واختلقه اھ ۱۲۔ ۴؎ قوله فی التمهيد قرآن میں بھی فی زيادة الكلمة الاخيرة اشارة الى عدم الحصر فی القرآن كما فی الروح عن الكلبی قال نزلت فی رجال من اليهود اتوا رسول الله صلى الله عليه وسلم باطفالهم فقالوا يا محمد هل على اولادنا هؤلاء من ذنب فقال لا فقالوا والذی يحلف به ما نحن فيه الا كهيئتهم الخ و قريبا منه نقل فی اللباب عن ابن ابی حاتم ۱۲۔ ۵؎ قوله مقدس بتلاتے ہیں الى قوله مقدس بتلا دین كذا فی البيضاوی وفيه اصل التزكية نفی ما يستقبح فعلًا او قولًا۔ ۶؎ قوله قبل ترجمة لا يظلمون جس کا منشا فلا يرون الكافر مكلفًا بالاعمال لان هذه لمنشأ عقيدة كفرية ۱۲۔ ۷؎ قوله تاگے برابر من الفتل تافتن فالفعيل بمعنى المفعول وفی القاموس الحبل وخيط النواة وما يفتل من الوسخ ۱۲۔ ۸؎ قوله بعد ترجمة يفترون صاف فلا يرد ان لازم المذهب ليس بمذهب وجه عدم الورود ان هذا فی غير البين وهذا لازم بين ۱۲۔ ۹؎ قوله فی ترجمة اثما مجرم ہونا اختار التطويل رعاية للمحاورة وهو منصوب على التميز ۱۲۔ ۱۰؎ قوله فی ترجمة يؤضون مانتے ہیں فسروا الايمان ههنا بالتصديق والطاعة والموافقة وما ترجمت به يشمل جميع المفهومات ۱۲۔ ۱۱؎ قوله صاف اشار الى كون اللازم بينا يصح الحكم به على من اتصف بالملزوم ولو ثبت ما فی روح المعانی بلا ذكر السند ان كعبا سجد للصنمين وامن بهما لما احتيج الى هذا التقرير ۱۲۔ ۱۲؎ قوله لعنهم الله ای ملعون ہونے الخ اشار الى ان اللعن المذكور فی الآية هو ما اتصفوا به قبل ان تصدر منهم هذه الكلمة من ارادة هذا القول او اعتقاده او من كفريات اخر كانت تصدر منهم دفنا بعد وقت وجاز ان يراد اللعن بسبب هذه الكلمة لكن لا يشهد به ذوقی ۱۲۔

اللغات: فی القاموس الجبت الصنم وكل ما عبد من دون الله قوله للذين لاجلهم واللام ليست صلة ۱۲۔

البلاغۃ: من الذين امنوا فی روح المعانی وايراد النبی صلى الله عليه وسلم واتباعه بعنوان الايمان ليس من قبل القائلين بل من جهة الله تعالىٰ تعريفًا لهم بالوصف بجميل وتخطئة لمن رجح عليهم المتصفين باشنع القبائح ۱۲۔

اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ﴿۵۳﴾ اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَاۤ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ﴿۵۴﴾ فَمِنْهُمْ مَّنْ

اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ؕ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ لَهُمْ فِيْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۫ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ۝

ہاں کیاان کے پاس کوئی حصہ ہے سلطنت کا سوایسی حالت میں تو اورلوگوں کو ذرا سی چیز بھی نہ دیتے یا دوسرے آدمیوں سے ان چیزوں کی وجہ سے جلتے ہیں۔ جواللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے عطا فرمائی ہیں۔ سو ہم نے ابراہیم کے خاندان کو کتاب بھی دی ہے اور علم بھی دیا ہے اور ہم نے ان کو بڑی بھاری سلطنت بھی دی ہے سو ان میں سے بعضے تو ان پر ایمان لائے اور بعضے ایسے تھے کہ اس سے روگرداں ہی رہے اور دوزخ کی یہ آتش سوزاں کافی ہے۔ بلا شک جو لوگ ہماری آیات کے منکر ہوئے ہم ان کو عنقریب ایک سخت آگ میں داخل کریں گے۔ جب ایک دفعہ ان کی کھال جل چکے گی تو ہم اس کی پہلی کھال کی جگہ فوراً دوسری کھال پیدا کریں گے تاکہ عذاب ہی بھگتتے رہیں۔ بلا شک اللہ تعالیٰ زبردست ہیں حکمت والے ہیں اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے ہم ان کو عنقریب ایسے باغوں میں داخل کریں گے کہ ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ان کے واسطے ان میں پاک صاف بیبیاں ہوں گی اور ہم ان کو نہایت گنجان سایہ میں داخل کریں گے۞

تفسیر: ربط: آگے بھی یہود کے بعض قبائح کا ذکر ہے جیسا کہ لباب میں بروایت ابن ابی حاتم حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ اہل کتاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بیہودہ اعتراض کیا کہ آپ اپنے کو متواضع فرماتے ہیں حالانکہ آپ کے نکاح میں نو بیبیاں ہیں یہ اچھی خاصی سلطنت ہے فقط۔ اس اعتراض کا بیہودہ ہونا تو ظاہر ہے کیونکہ اول تو نو بیبیوں کا ہونا جو آپ کو باذنِ الٰہی حلال تھیں مستلزم سلطنت کو نہیں اور اگر استلزام کو مان لیا جاوے تو سلطنت منافی تواضع کے نہیں کیونکہ اگر باوجود حکومت کے کوئی متکبر نہ ہو تو کیا محال ہے اور بیہودگی کے ساتھ اصل منشاء اس اعتراض کا حسد تھا اسی واسطے آیت میں اس کی بیہودگی سے تعرض نہیں فرمایا بلکہ ان کا حاسد ہونا اور اس حسد کا دو وجہ عقلی سے قبیح و نامعقول ہونا بیان فرمایا ہے اور قبح شرعی حسد کا تو معلوم ہی ہے۔

تقبیح حسد یہود: اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ (الی قولہ تعالی) وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ہاں کیا ان کے پاس کوئی حصہ ہے سلطنت کا سو ایسی حالت میں تو اور لوگوں کو ذرا سی چیز بھی نہ دیتے یا دوسرے آدمیوں سے (جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) ان چیزوں پر جلتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے عطا فرمائی ہیں سو (آپ کو ایسی چیز مل جانا کوئی نئی بات نہیں کیونکہ) ہم نے (پہلے سے) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندان (والوں) کو کتاب (آسمانی) بھی دی ہے اور علم بھی دیا ہے اور ہم نے ان کو بڑی بھاری سلطنت بھی دی ہے (چنانچہ بنی اسرائیل میں بہت سے انبیاء گزرے بعض انبیاء سلاطین بھی ہوئے جیسے حضرت یوسفؑ و حضرت داؤدؑ و حضرت سلیمانؑ، اور حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا کثیر الازواج ہونا معلوم و مشہور ہے۔ اور یہ سب اولادِ ابراہیم میں ہیں۔ سو جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اولاد ابراہیم سے ہیں تو آپ کو اگر یہ نعمتیں و عطیات مل گئیں تو تعجب کی کیا بات ہے) ف: حسد کے نامعقول ہونے کی ایک وجہ تو ذکر حسد کے قبل ہے اور دوسری ذکر حسد کے بعد اور ان کو بطور تشقیق و تردید کے بیان فرمایا حاصل دونوں وجہوں کا یہ ہے کہ حسد کس بات پر ہے اگر اس پر ہے کہ تم صاحب سلطنت ہو کہ تمہاری سلطنت ان کو ملنے لگی تب تو خدا نے تم کو ٹھکانے ہی سے رکھا کہ سلطنت تم کو نہیں ملی ورنہ تم ایک کوڑی بھی کسی کو نہ دیتے اور اگر اس پر ہے کہ گو ہمارے پاس سے ان کے پاس نہیں گئی مگر پھر بھی کیوں ان کو ملی ان کو سلطنت سے کیا علاقہ، تو اس کا جواب یہ دیا کہ علاقہ یہ ہے کہ یہ بھی شاہی خاندان سے ہیں کسی اجنبی جگہ سلطنت نہیں آئی۔ ربط: اوپر یہود کے حسد کا ذکر تھا چونکہ طبعاً جس پر حسد کیا جاوے اس کو رنج بھی ہوتا ہے اس لئے آیت آئندہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی فرماتے ہیں۔

تسلیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ؕ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا سو (ان انبیاء علیہم السلام کے زمانہ میں بھی جو کہ خاندان ابراہیم علیہ السلام سے گذر چکے ہیں جو لوگ موجود تھے) ان میں سے بعضے تو اس (کتاب و حکمت) پر ایمان لائے اور بعضے ایسے تھے کہ اس سے روگرداں ہی رہے (پس اگر آپ کی رسالت و قرآن پر بھی آپ کے زمانہ کے بعضے لوگ ایمان نہ لاویں کوئی رنج کی بات نہیں) اور (ان کفار و معترضین کو اگر دنیا میں سزا کم بھی ہو یا نہ ہو تو کیا ہوا ان کے لئے آخرت میں دوزخ کی آتش سوزاں (سزائے) کافی ہے۔

ربط: آیت مذکورہ میں خاص مومنین اور غیر مومنین کا ذکر تھا آگے مطلق مومن و غیر مومن کی جزا و سزا بطور قاعدہ کلیہ کے ارشاد فرماتے ہیں۔

سزائے کافر و جزائے مومن: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ؕ (الی قولہ تعالی) وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا بلاشبہ جو لوگ ہماری

آیات (واحکام) کے منکر ہوئے ہم ان کو عنقریب ایک سخت[1] آگ میں داخل کریں گے (اور وہاں ان کی برابر[2] یہ حالت رہے گی کہ) جب ایک دفعہ ان کی کھال (آگ سے) جل چکے گی تو ہم اس پہلی کھال کی جگہ فوراً دوسری (تازی) کھال پیدا کردیں گے تاکہ (ہمیشہ[3]) عذاب ہی بھگتتے رہیں (کیونکہ پہلی کھال میں جلنے کے بعد شبہ ہوسکتا تھا کہ شاید اس میں ادراک نہ رہے اس لئے شبہ قطع کرنے کے لئے یہ سنا دیا) بلاشبہ اللہ تعالیٰ زبردست ہیں (کہ وہ ایسی سزا دے سکتے ہیں اور) حکمت والے ہیں (اس کے باوجود اس قدرت کے کہ جلی ہوئی کھال کو تکلیف پہنچا سکتے ہیں پھر بھی کسی حکمت سے بدل دیا جیسا کہ ایک حکمت کا بیان بھی ہوا ہے) اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے ہم ان کو عنقریب ایسے باغوں میں داخل کریں گے کہ ان کے (محلات کے) نیچے نہریں جاری ہوں گی ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ان کے واسطے ان (باغوں) میں پاک وصاف بیبیاں ہوں گی اور ہم ان کو نہایت گنجان سایہ[5] (کی جگہ) میں داخل کرینگے۔

ف: یعنی دنیا کے اشجار کا سا سایہ نہ ہوگا کہ خود سایہ کے اندر بھی دھوپ چھنتی ہے وہ بالکل متصل ہوگا۔ اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ وہاں آفتاب وغیرہ تو ہوگا نہیں جیسے ارشاد فرمایا ہے لَا یَرَوْنَ فِیْهَا شَمْسًا پھر سایہ کے کیا معنی کیونکہ سایہ کے لئے مطلق کسی جسم نورانی کا ہونا کافی ہے اور وہاں اس کا ہونا عجیب نہیں۔ رہا یہ شبہ کہ پھر جب گرمی نہیں تو سایہ کا کیا فائدہ یہ محض ضعیف ہے اس لئے کہ فائدہ کا اس میں منحصر کرلینا خود بے دلیل ہے ممکن ہے کہ کسی تیز نور کا لطیف بنانا ہو جیسے ماہتاب پر ابر رقیق آجاتا ہے یا خود اس سایہ کی حقیقت نور ہی ہو جیسا گو ہر شب چراغ کا سایہ۔ یا یوں کہا جاوے کہ نرا سایہ ہی ہو بلا ظلمت جیسے طلوع آفتاب سے ذرا پہلے حالت ہوتی ہے۔ ایک آیت میں اس کو مشہور تفسیر پر ظل سے تعبیر فرمایا ہے اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ اور سایہ کی معرفت دھوپ پر موقوف ہونے سے خود سایہ کے وجود کا توقف دھوپ پر لازم نہیں آتا واللہ اعلم۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: فَقَدْ اٰتَیْنَاۤ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ اٰتَیْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِیْمًا اس میں دلالت ہے کہ کمال باطنی اور سلطنت ظاہری میں کوئی تنافی نہیں۔

ملحقات الترجمۃ: [1] **قوله** في ترجمة ام الاولٰى یا کیا وام الثانية یا اشار الٰى كون الاولٰى منقطعة والثانية متصلة وانظر ما حررت في البقرة في قوله ام تريدون ان تسئلوا الخ ۱۲۔ [2] **قوله** سخت آگ افاده التنكير ۱۲۔ [3] **قوله** برابر افاده عموم كلما ۱۲۔ [4] **قوله** تاکہ ہمیشہ حملاً ليذوقوا على معنى ليدوم ذوقهم ولا ينقطع بقرينة المقام كقولك للعزيز اعزك الله ۱۲۔ [5] **قوله** في ترجمة ظلا سایہ کی جگہ میں لان الادخال في الظل هو بالادخال في محل الظل ۱۲۔

اللغات: ام لهم اللام للتمليك كما في قولهم ان له لا بلاد ان له لغنما النقير النقرة التي في ظهر النواة كناية عن القلة لقلتها ولذا ترجمت بالقليل يحسدون الناس اللام للجنس يراد به رسول الله صلى الله عليه وسلم ۱۲۔ صدا عرض نضجت احترقت وتلاشت وتهرت من نضج اللحم الظليل صفة مشتقة من لفظ الظل للتاكيد كما هو عادتهم في نحو يوم اليوم وليل اليل وقال الامام المرزوقي انه مجرد لفظ تابع لما اشتق منه وليس له معنى وضعي بل هو كقولك حسن بسن كذا في الروح ۱۲۔

النحو: اذن لم تعمل لانه قد شرط في اعمالها الصدارة فبالنظر الى العطف وكونها تابعة لغيرها اهملت ولو نظر الى كونها في صدر جملتها اعملت كما قرئ اذا لا يؤتوا الناس ۱۲۔ فمنهم الضمير لمن كان موجودا في زمن انبياء آل ابراهيم عليه السلام من اممهم المدلول عليه بقوله تعالٰى فقد آتينا آل ابراهيم الخ لان وجود الانبياء يستلزم عادة وجود الامم قوله امن به الضمير للكتاب والحكمة الذين محصلهما الايمان بالنبوة ولعله هو النكتة في تكرير آتيناهم لان الكتاب والحكمة من جنس المؤمن به والملك العظيم ليس من جنسه فافهم۔ **قوله** سعيرا اه بمعنى مسعورة حال من جهنم الفاعل بزيادة الباء۔ وما ترجمت به هو اخذ بالحاصل ۱۲۔

البلاغۃ: قدم حال الكفرين لان الكلام فيهم۔ **قوله** ليذوقوا في الروح التعبير بالذوق للاشعار بمرارة العذاب مع ايلامه او للتنبيه على شدة تاثيره من حيث ان الذائقة اشد الحواس ادراكا **قوله** ندخلهم ظلا الاد خالان متغايران بالعنوان لا بالذات كما في قوله تعالٰى ولما جاء امرنا نجينا هودا الٰى قوله نجيناهم من عذاب غليظ۔

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا ۙ وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا یَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا ۝ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ۝

بے شک اللہ تعالیٰ تم کو اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ اہل حقوق کو ان کے حقوق پہنچا دیا کرو اور یہ کہ جب لوگوں کا تصفیہ کیا کرو تو عدل سے تصفیہ کیا کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ جس بات کی تم کو نصیحت کرتے ہیں وہ بات بہت اچھی ہے بیشک اللہ تعالیٰ خوب سنتے ہیں خوب دیکھتے ہیں۔ اے ایمان والو تم اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو اور تم میں جو لوگ اہل حکومت ہیں ان کا بھی پھر اگر کسی امر میں تم باہم اختلاف کرنے لگو تو اس امر کو اللہ اور رسول کے حوالے کر دیا کرو۔ اگر تم اللہ پر اور یوم قیامت پر ایمان رکھتے ہو یہ امور سب بہتر ہیں اور ان کا انجام خوش تر ہے ۝

تفسیر: ربط: ذکر قبائح یہود سے پہلے احکام کا بیان جو کہ محل تقویٰ میں چلا آ رہا ہے منجملہ ان احکام کے قسم اول یعنی معاملات باہمی کے ایک حکم یہ ہے کہ حکام محکومین میں عدل و امانت سے کام کریں اور محکومین حکام کے ساتھ امور مشروعہ میں اطاعت سے پیش آویں اور پھر دونوں گروہوں کو اللہ و رسول کے حکم کو اصل سمجھنے کا حکم دیا آگے ان ہی مضامین کا ذکر ہے اور اس کے متصل مذمت منافقین کی اس امر پر مذکور فرمائی کہ وہ اللہ و رسول کے احکام کو دل سے پسند نہیں کرتے یہی مضمون رکوع آئندہ کے ختم تک چلا گیا ہے اور اس ربط کے علاوہ خاص ربط قبائح یہود کے مضمون سے بھی اس طرح ہے کہ یہود کے عوام و خواص یعنی رؤساء دینی و دنیوی کا خائن فی الدین وہوا پرست ہونا بضمن قبائح اوپر معلوم ہو چکا ہے اور ان میں سے منافقین کی یہی حالت آگے آتی ہے درمیان میں مؤمنین کو اس سے روک کر عدل و اطاعت کا حکم فرماتے ہیں۔

حکم ہشدہم ادائے حقوق محکوم و حاکم مسلم: اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ (الی قولہ تعالی) ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝ (اے اہل حکومت خواہ تھوڑوں پر حکومت ہو خواہ بہتوں پر) بیشک تم کو اللہ تعالیٰ اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ اہل حقوق کو ان کے حقوق (جو تمہارے ذمہ ہیں) پہنچا دیا کرو اور (تم کو) یہ (بھی حکم دیتے ہیں) کہ جب (محکوم) لوگوں کا تصفیہ کیا کرو (ایسے حقوق میں جو ان میں باہم ایک دوسرے کے ذمہ ہیں) تو عدل (و انصاف) سے تصفیہ کیا کرو، بیشک اللہ تعالیٰ جس بات کی تم کو نصیحت کرتے ہیں وہ بات بہت اچھی ہے) (دنیا کے اعتبار سے بھی کہ اس میں بقائے حکومت ہے اور آخرت کے اعتبار سے بھی کہ موجب قرب و ثواب ہے) بلاشک اللہ تعالیٰ (تمہارے اقوال کو جو در بارہ امانت و تصفیہ کے تم سے صادر ہوتے ہیں) خوب سنتے ہیں (اور تمہارے افعال کو جو اس باب میں تم سے واقع ہوتے ہیں) خوب دیکھتے ہیں (تو اگر کمی و کوتاہی کرو گے مطلع ہو کر تم کو سزا دیں گے یہ خطاب تو حکام کو ہوا آگے محکومین کو ارشاد ہے کہ) ایمان والو! کہ تم اللہ تعالیٰ کا کہنا مانو اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کہنا مانو (اور یہ حکم تو تمہارے اور حکام سب کے لئے عام ہے) اور تم (مسلمانوں) میں جو لوگ اہل حکومت ہیں ان کا بھی (کہنا مانو اور یہ حکم خاص ہے تم محکومین کے ساتھ) پھر (اگر ان احکام کا اللہ و رسول کے کہے ہوئے کے خلاف نہ ہونا محکوم و حاکم دونوں کے اتفاق معتبر سے ثابت ہو تو خیر اس میں تو حکام کی اطاعت کرو ہی گے اور) اگر (ان کے احکام میں سے) کسی امر میں تم باہم اختلاف کرنے لگو (کہ یہ اللہ و رسول کے کہے ہوئے کے خلاف ہے یا نہیں) تو (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں تو آپ سے پوچھ کر اور بعد آپ کی وفات کے آئمہ مجتہدین و علمائے دین سے رجوع کر کے) اس امر کو (کتاب) اللہ اور (سنت) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف حوالہ کر لیا کرو (اور ان حضرات سے جیسا فتویٰ ملے اس پر سب محکوم و حکام عمل کیا کرو) اگر تم اللہ پر اور یوم قیامت پر ایمان رکھتے ہو (کیونکہ اس ایمان کا مقتضا یہی ہے کہ یوم قیامت میں اللہ تعالیٰ کی دار و گیر سے جو کہ مخالفت کرنے پر ہونے والی ہے (ڈریں) یہ امور (جو مذکور ہوئے اطاعت اللہ کی رسول کی اولی الامر کی۔ حوالہ کرنا تنازعات کو کتاب و سنت کی طرف) سب (دنیا میں بھی) بہتر ہیں اور (آخرت میں بھی) ان کا انجام خوش تر ہے (کیونکہ دنیا میں امن و راحت و آخرت میں نجات و سعادت) **ف**: اس آیت کے سبب نزول میں جو روایت مشہور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز عثمان بن ابی طلحہ کلید بردار خانہ کعبہ سے کلید کعبہ لی تھی اور حضرت عباسؓ نے درخواست کی کہ یہ اب سے مجھ کو دے دی جاوے اور اس پر آیت نازل ہوئی اور وہ فی لباب عن ابن عباس بروایۃ ابن مردویہ اس دعوے کے منافی نہیں کہ اس کے مخاطب حکام ہیں کیونکہ اولاً الفاظ کے عموم میں وہ خاص سبب بھی داخل ہو سکتا ہے وروی العموم فی الروح عن ابن عباس وابیّ وابن مسعود والبراء بن عازب وابی جعفر وابی عبداللہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ دوسرے سہل تر یہ ہے کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم من حیث الحکومت مخاطب ہو سکتے ہیں اور امانات سب حقوق کو شامل ہے اس میں حقوق اللہ بھی آ گئے۔ اسی لئے اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ کا مفہوم اس میں ادا ہو گیا پس یہ شبہ نہ رہا کہ محکومین کو اطاعت اللہ و رسول کا حکم فرمایا اور حکام کو نہیں فرمایا البتہ عنوان امانت کا اختیار کرنے میں یہ لطیفہ معلوم ہوتا ہے کہ حکام چونکہ خود بالادست ہوتے ہیں اور ان سے اپنے حقوق کا کوئی مطالبہ کرتا نہیں اس لئے احتمال تھا اس میں کوتاہی ہو جانے کا اس عنوان میں اس کی تاکید زیادہ ہو گئی اور کلید کعبہ کو امانت فرمایا اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ ایسے اوقات کا جو شخص برضائے اہل حل و عقد منتظم ہو اور وہ اس کا اہل بھی ہو تو اس سے انتزاع نہ کیا جاوے یعنی متولی صالح کو معزول نہ کیا جاوے اور اتفاق میں معتبر کی قید اس لئے لگائی کہ مطلق اتفاق مدار جواز یا وجوب اطاعت نہیں جب تک کہ قواعد شرعیہ پر منطبق نہ ہو البتہ اگر کسی امر شرعی پر ایک زمانہ کے جمیع اہل حق متفق ہو جاویں اور اجماع ہو جاتا ہے پھر اس کی سند کا نہ ملنا بھی مضر نہیں اور اگر کوئی حدیث اس کے خلاف ہو تو یہ اجماع علامت ہو گا اس حدیث کے منسوخ ہونے کی اور سمجھا جاوے گا کہ اہل اجماع کے پاس ماخذ شرعی تھا مگر ہم تک نہیں پہنچا۔ اور رُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ الخ کی تفسیر میں جو استفتاء کا واسطہ ذکر کیا گیا ہے وہ دلیل اس کی تنازعتم ہے کیونکہ احکام منصوصہ مشہورہ میں

محکومین کا نزاع جب کہ وہ مؤمن بھی ہوں جیسا کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اس پر دال ہے حکام کے ساتھ جب کہ وہ بھی مومن ہوں جیسا کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اور نیز منکم اس پر دال ہے عادۃً ممتنع ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ احکام جو محل اختلاف بنے ہیں منصوص ومشہور نہیں ہیں تاکہ بلاواسطہ کتاب وسنت کی طرف رجوع کر سکیں پس لامحالہ وہ خفی اور دقیق ہیں جن کا مدلول کتاب وسنت ہونا محل اختلاف ونزاع ہو گیا اس لئے کسی واسطہ کی ضرورت ہوگی جب تک رسول اللہ ﷺ تشریف رکھتے تھے جب تک تو آپ ہی کا واسطہ کافی تھا لیکن بعد آپ کی وفات کے وہ واسطہ بجز استفتاء کے کیا ہو سکتا ہے۔ پھر جب بعض احکام خفی ودقیق بھی ہیں تو ضرور ان کے مصادیق نصوص ہونے کے لئے فکر واستدلال درکار ہوگا یہی شرع میں قیاس کہلاتا ہے اور ممکن ہے کہ بعض طرق استدلال کے فریقین مختلفین کی فہم سے عالی ہوں کیونکہ ہر حاکم اور ہر محکوم کا قادر علی الاستدلال ہونا یا عالم بالاستدلال ہونا ضروری نہیں چنانچہ مشاہد ہے پھر بجز اسکے کہ فریقین ان علماء کے افتاء کے بعد بے انتظار علم دلیل عمل کر لیں اور کیا صورت ہو سکتی ہے ایسے ہی عمل کو تقلید کہتے ہیں البتہ اگر حاکم خود بھی حسب شرائط معتبرہ قوت قیاس کی رکھتا ہو تو خود اس کا قیاس واجتہاد اس واسطہ کا قائم مقام ہو جاوے گا۔ پس یہ آیت قیاس یا تقلید شرعی کی نفی نہیں کرتی بلکہ حسب تقریر ہذا اثبات کر رہی ہے اور اس تقریر سے یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ اولوالامر کی تفسیر اگر خاص حکام کے ساتھ ہی کی جاوے جیسا متبادر یہی ہے اور علماء کو اس میں داخل نہ کہا جاوے تب بھی دوسرے جزو یعنی فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ میں علماء کے اتباع کا وجوب آ گیا بلکہ حکام کی اطاعت سے بھی زیادہ کیونکہ علماء کو خود حکام کا متبوع بھی قرار دیا پس یہ متبوع المتبوع ہو گئے اور چونکہ حکم آیت کا ہر زمانہ کے لئے عام تھا اس لئے اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ کے ترجمہ میں رسول کے ساتھ لفظ سنت کا اظہار کر دیا کیونکہ بعد وفاتِ نبویؐ یہی ممکن ہے البتہ اس رد کے لئے یہ ضرور نہیں کہ استدلال ہمیشہ ہر زمانہ میں تازہ ہوا کرے بلکہ جو استدلال مدون ہو چکے ہیں ان پر عمل کرنا یہ بھی رد میں داخل ہے پس اس سے اہل اجتہاد کا ہر وقت میں موجود رہنا لازم نہیں آتا اور اتفاق واختلاف میں جو یہ عنوان اختیار کیا گیا ہے اللہ ورسول کے کہے ہوئے کے خلاف ہونا یا نہ ہونا اور سہل عنوان یہ اختیار نہیں کیا کہ اللہ ورسول کے کہے ہوئے کے موافق ہونا یا نہ ہونا وجہ اس کی یہ ہے کہ موافقت سے شبہ ہوتا کہ خدا اور رسول نے بھی اس کا حکم کیا ہو تو اس سے متبادر معنی وجوب کے ہوتے ہیں حالانکہ اطاعت حکامِ اسلام کی مباحات میں بھی ضروری ہے اس لئے وہ عنوان اختیار کیا کیونکہ مباح پر یہ صادق آتا ہے کہ وہ خلاف نہیں یعنی حرام نہیں اور موافق کہ موہم وجوب ہے صادق نہیں آتا۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا۔ اگر امانت کو عام لے لیا جائے تو آیت میں مشائخ کو بھی امر ہوگا کہ برکات کو ان کے اہل تک پہنچادیں اور جو شخص خلافت ارشادیہ کا اہل ہو اس کو اجازت دیں۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله** قبل ترجمة ان الله يأمركم اے اہل حکومت...... خواہ تھوڑوں پر فدخل فيه الحكمان والحكام والملوك ممن لهم ولاية خاصة او عامة والقرينة على انه خطاب للحكام **قوله** اذا حكمتم ۱۲۔ ۲ **قوله** فى ترجمة اطيعوا الله یہ حکم...... عام ہے وهو مذكور فيما قبل ايضا لكن بعنوان اداء الامانات ۱۲۔

الروایات: ذكر احدى الروايات فى نفس المتن من قصة عثمان بن ابى طلحة والاخرى للآية الاخرىٰ ما روى البخارى وغيره عن ابن عباس قال نزلت هذه الآية فى عبدالله بن حذافة بن قيس اذ بعثه النبى صلى الله عليه وسلم فى سرية اه مختصراً معناه نزولها فى قصة لا فى اطاعة لانه امر فى حالة الغضب ان يقتحموا النار فبين القرآن انه لا طاعة فى امثال ذلك واخرج ابن جرير انها نزلت فى قصة جرت لعمار بن ياسر مع خالد بن الوليد وكان خالد اميرا فتخاصما فنزلت اه كذا فى اللباب ۱۲۔

اللغات: الامانة مصدر سمي به المفعول تعم الحقوق تاويلا من آل يؤل رجع يرجع معناه تاويله بمعنى عاقبته احسن ۱۲۔

النحو: **قوله** نعما ماموصولة فاعل نعم والمخصوص محذوف اى الاداء والعدل **قوله** واذا حكمتم الظرف متعلق بما بعد ان وهو معطوف على ان تؤدوا والجار متعلق به او بمقدر وقع حالا من فاعله ۱۲۔

البلاغۃ: **قوله** يامركم ذكر فيه الحقوق المتعلقة بذممهم ثم فى قوله ان تحكموا الحقوق التى متعلق بذمم غيرهم **وقوله** نعما ذكره ترغيبا كما فى الآية التى تليه ذكر خير واحسن تاويلا فلذلك لم ادخل فى اشارة ذلك اداء الامانات۔ **قوله** اطيعوا الله واطيعوا الرسول فى الروح اعاد الفعل وان كانت طاعة الرسول مقترنة بطاعة الله تعالىٰ اعتناءً بشانه عليه الصلوٰة والسلام وقطعًا لتوهم انه لا يجب امتثال ما ليس فى القرآن وايذانا بان له صلى الله عليه وسلم استقلالا بالطاعة لم يثبت لغيره ومن ثم لم يعد فى اولى الامر ۱۲۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ

يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ۝ فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۢبِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ ۖ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّ تَوْفِيْقًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۗ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَ عِظْهُمْ وَ قُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًاۢ بَلِيْغًا ۝

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی اور اس کتاب پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کی گئی اپنے مقدمے شیطان کے پاس لے جانا چاہتے ہیں حالانکہ ان کو یہ حکم ہوا ہے کہ اس کو نہ مانیں اور شیطان ان کو بھٹکا کر بہت دور لے جانا چاہتا ہے اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آ ؤ اس حکم کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اور رسول کی طرف تو آپ منافقوں کی یہ حالت دیکھیں گے کہ آپ سے پہلو تہی کرتے ہیں پھر کسی جان پر بنتی ہے جب ان پر کوئی مصیبت پڑتی ہے ان کی اس حرکت کی بدولت جو کچھ وہ پہلے کر چکے تھے پھر آپ کے پاس آتے ہیں اللہ کی قسمیں کھاتے ہوئے کہ ہمارا اور کچھ مقصود نہ تھا سوا اس کے کہ کوئی بھلائی نکل آئے اور باہم موافقت ہو جائے یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے سو آپ ان سے تغافل کر جایا کیجئے اور ان کی نصیحت فرماتے رہئے اور ان سے خاص ان کی ذات کے متعلق کافی مضمون کہہ دیجئے ۞

تفسیر لطائف: اوپر کی آیت میں اپنے جمیع معاملات کو اللہ و رسول کے احکام کی طرف رجوع کرنے کا حکم تھا آگے غیر شریعت کی طرف رجوع کرنے کی مذمت ہے اور اس میں منافقین کی تفضیح ہے کہ وہ ایسا کیا کرتے تھے۔

ذم رجوع بسوئے غیر حکم شریعت: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ (الی قولہ تعالی) وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًاۢ بَلِيْغًا (ان آیتوں میں ایک قصہ کی طرف اشارہ ہے کہ ایک شخص تھا منافق بشر اس کا نام تھا اس کا کسی یہودی سے جھگڑا ہوا یہودی نے کہا چل محمد (ﷺ) کے پاس ان سے فیصلہ کرا دیں منافق نے کہا کہ کعب بن اشرف کے پاس چل یہ یہود کا ایک سردار تھا ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملہ میں یہودی حق پر ہوگا اس نے جانا کہ رسول اللہ ﷺ کسی کی رعایت نہ فرماویں گے وہاں حق فیصلہ ہوگا گو میں آپ سے مذہبی مخالفت رکھتا ہوں منافق چونکہ باطل پر تھا اس نے سمجھا رسول اللہ ﷺ کے یہاں تو میری بات چلے گی نہیں گو میں ظاہراً مسلمان ہوں مگر کعب بن اشرف خود کوئی حق پرست نہیں وہاں میرا مقدمہ سرسبز ہو جاوے گا پھر آخر دونوں رسول اللہ ﷺ ہی کے پاس مقدمہ لے گئے آپ نے یہودی کو غالب کیا وہ منافق راضی نہ ہوا اس یہودی سے کہا کہ چلو حضرت عمرؓ کے پاس غالباً وہ یہ سمجھا ہوگا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کفار پر خوب سخت ہیں اس یہودی پر سختی فرماویں گے یہودی کو اطمینان تھا کہ گو سخت ہیں مگر وہ سختی حق پرستی ہی کی وجہ سے تو ہے جب میں حق پر ہوں تو مجھ کو ہی غالب رکھیں گے اس لئے اس نے انکار نہیں کیا جب وہاں پہنچے تو یہودی نے سارا قصہ بیان کر دیا کہ یہ مقدمہ رسول اللہ ﷺ کے اجلاس سے فیصل ہو چکا ہے مگر یہ شخص (یعنی منافق) اس پر راضی نہیں ہوا آپ نے اس منافق سے پوچھا کیا یہی بات ہے اس نے کہا ہاں حضرت عمرؓ نے فرمایا اچھا ٹھہرو آتا ہوں اور گھر سے ایک تلوار لے کر آئے اور منافق کا کام تمام کیا اور کہا جو شخص رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ پر راضی نہ ہو اس کا یہ فیصلہ ہے اور دہ فی الروح بروایۃ الثعلبی وابن ابی حاتم عن ابن عباسؓ اور عامہ مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ پھر اس منافق مقتول کے ورثاء نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر دعویٰ کیا اور اس منافق کے کفر قولی و فعلی کی تاویل کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اصل حقیقت ظاہر فرما دی، اور لباب میں ابن ابی حاتم و طبرانی و ابن جریر کی روایات ابن عباس و شعبی سے جن میں تین قصے کاہنوں کے پاس مقدمات لے جانے کے مذکور ہیں نقل کی ہیں سب کا وقوع ممکن ہے اور سب قصوں میں مصیبت کے وقت ایسے ہی عذر کرنا ہو سکتا ہے اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا پس بطور تعجب کے ارشاد فرماتے ہیں کہ اے محمد ﷺ) کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو (زبان سے تو) دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ (یعنی ہم) اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی (یعنی قرآن) اور اس کتاب پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کی گئی (یعنی تورات کیونکہ اس میں منافقین کا بیان ہے اور اکثر منافقین یہود میں سے تھے مطلب یہ کہ زبان سے دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم جس طرح تورات کو مانتے ہیں اسی طرح قرآن کو بھی مانتے ہیں یعنی اسلام کے مدعی ہیں پھر اس پر حالت یہ ہے کہ) اپنے مقدمے شیطان کے پاس لے جانا چاہتے ہیں (کیونکہ غیر شرع کی طرف مقدمہ لے جانے کے لئے شیطان سکھلاتا ہے پس اس پر عمل کرنا ایسا ہے جیسے شیطان ہی کے پاس مقدمہ لے گئے) حالانکہ (اس سے دو امر مانع موجود ہیں ایک یہ کہ) ان کو (شریعت کی جانب سے) یہ حکم ہوا ہے کہ اس (شیطان) کو

نہ مانیں (یعنی اعتقاداً وعملاً اس کی مخالفت کریں) اور (دوسرا مانع یہ کہ) شیطان (ان کا ایسا دشمن اور بدخواہ ہے کہ) ان کو (راہِ حق سے) بھٹکا کر بہت دور لے جانا چاہتا ہے (پس باوجود ان دونوں امروں کے جن کا مقتضا یہ ہے کہ شیطان کے کہنے پر عمل نہ کریں پھر بھی اس کی موافقت کرتے ہیں) اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس حکم کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اور (آؤ) رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف (کہ آپ اس حکم کے موافق فیصلہ فرمادیں) تو آپ (اس وقت) منافقین کی یہ حالت دیکھیں گے کہ آپ (کے پاس آنے) سے پہلوتہی کرتے ہیں۔ پھر کیسی جان کو بنتی ہے جب ان پر مصیبت پڑتی ہے ان کی اس حرکت کی بدولت جو کچھ وہ (اس مصیبت سے) پہلے کر چکے تھے (مراد اس حرکت سے شرع کو چھوڑ کر دوسری جگہ مقدمہ لے جانا اور مصیبت سے مراد جیسے قتل یا خیانت و نفاق کا کھل جانا اور باز پرس ہونا یعنی اس وقت سوچ پڑتی ہے کہ اس حرکت کی کیا تاویل کریں جس میں پھر سرخرو رہیں) پھر (تاویل سوچ کر) آپ کے پاس آتے ہیں خدا کی قسم کھاتے ہوئے کہ (ہم جو دوسری جگہ چلے گئے تھے) ہمارا اور کچھ مقصود نہ تھا سوا اس کے کہ (معاملہ کے دونوں فریق کی) کوئی بھلائی کی (صورت) نکل آوے اور (ان میں) باہم موافقت (ومصالحت) ہو جاوے (مطلب یہ کہ قانون تو شرع ہی کا حق ہے ہم دوسری جگہ شرع کو ناحق سمجھ کر نہیں گئے تھے لیکن یہ بات ہے کہ قانونی فیصلہ میں تو صاحبِ حق کو حاکم رعایت کرنے کے لئے نہیں کہہ سکتا اور باہمی فیصلہ میں اکثر رعایت کرادی جاتی ہے یہ وجہ تھی ہمارے دوسری جگہ جانے کی اور قصہ قتل میں یہ تاویل اس مقتول کے فعل کی ہوگی جس سے مقصود اپنی براءت یا حضرت عمرؓ پر دعویٰ قتل بھی ہوگا اللہ تعالیٰ ان کی اس تاویل کی تکذیب فرماتے ہیں کہ) یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو کچھ (نفاق وکفر) ان کے دلوں میں ہے (کہ اس کفر ونفاق وعدم رضا بحکم شرع ہی کی وجہ سے یہ لوگ دوسری جگہ جاتے ہیں اور وقت معین پر اس کی سزا بھی پالیں گے) سو (مصلحت یہی ہے کہ) آپ (علم خداوندی ومواخذۂ خداوندی پر اکتفا فرما کر) ان سے تغافل کر جایا کیجئے (یعنی کچھ مواخذہ نہ فرمایئے) اور (ویسے اپنے منصب رسالت کے اقتضا سے) ان کو نصیحت فرماتے رہئے (کہ ان حرکتوں کو چھوڑ دو) اور ان سے خاص ان کی ذات (کی اصلاح) کے متعلق کافی مضمون کہہ دیجئے (تا کہ ان پر حجت الٰہی قائم اور تمام ہو جاوے پھر نہ مانیں وہ جانیں)

ف: اس تغافل کے مصلحت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کا کفر مشہور تو تھا نہیں اگر ان کے ساتھ مثل کفار ومجاہدین کے معاملہ جہاد کا ہوتا تو دور والوں کو ان کی خفیہ شرارتوں کی تو خبر پہنچتی نہیں اور قتل وغارت مشہور ہی ہوتا تو اسلام سے لوگوں کو ایک گونہ توحش ہوتا کہ اسلام میں نہایت ہی تجبر وبدنظمی ہے اس توحش سے اسلام کی ترقی رک جاتی ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ :دعه فان الناس یتحدثون ان محمدا یقتل اصحابه او کما قال۔ اس مصلحت کی طرف مشیر ہے واللہ اعلم۔ البتہ چونکہ اس منافق کا قتل حضرت عمرؓ کے ہاتھ سے واقع ہو چکا تھا اور واقع میں وہ محترم النفس نہ تھا اس لئے وہ خون ہدر ہو گیا اس پر کوئی قصاص یا دیت واجب نہیں کی گئی چنانچہ اس قتل پر ضمان کا ہونا کسی روایت میں منقول نہیں اور اگر وسوسہ ہو کہ اس میں بھی اسلام کی بدنامی اور اس سے توحش کا احتمال ہوسکتا ہے اس کا قطعی جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ کسی قاعدۂ عامہ میں کسی خاص واقعہ کو مخصوص کر دیں اور اس قاعدہ کے متعلق جو حکمت تھی اس سے زیادہ اس تخصیص میں حکمت رکھ دیں چنانچہ خاص اس مقام پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ منافق ظاہر میں مسلمان تھا اور اس کا معاملہ تھا ایک مجاہر کافر کے ساتھ اور اس معاملہ میں اس منافق کو یہ سزا دی گئی اور خون اس کا ہدر ہوا تو وہ یہودی اس قصہ کو اپنے ہم مشربوں میں بیان کرے گا تو اہل عقل وانصاف اسلام کی حق پرستی کی اعلیٰ درجہ کی داد دے سکتے ہیں کہ غیر قوموں کے مقابلہ میں بھی اپنی قوم کو امر حق قبول کرنے پر ایسا مجبور کرتے ہیں کہ نہ ماننے پر ان کی جان کی بھی رعایت نہیں کرتے واللہ اعلم باسرارہ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله في** ترجمة الم تر اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم لم یجعل الخطاب عاماً بقرینة کون الخطاب الرسول خاصة فیما بعد۱۲۔ ۲؎ **قوله في** ترجمة یزعمون دعویٰ اشار الی ان المراد ههنا مجرد الا دعاء وقد یستعمل فی مطلق القول حقا او باطلا کما فی القاموس۱۲۔ ۳؎ **قوله في** یریدون حالت یہ ہے اشار الٰی انه حال من ضمیر یزعمون ۱۲۔ ۴؎ **قوله في** امروا ویرید حالانکہ اشار الٰی کون المتعاطفین حالین۱۲۔ ۵؎ **قوله في** یکفروا اعتقاداً الخ بان یعتقدوہ باطلا ولا یوافقوہ۱۲۔ ۶؎ **قوله في** قیل کہا جاتا ہے اشارۃ الی ان اذا لمطلق الظرفیة لا للاستقبال لان القصة قد کانت وقعت۱۲۔ ۷؎ **قوله في** رایت اس وقت اشار الٰی کونه عاملا فی اذا۔ ۸؎ **قوله في** یحلفون کھاتے ہوئے اشار الٰی کون یحلفون حالا۱۲۔ ۹؎ **قوله في** توفیقا مصالحت عطف تفسیری وکذا توفیقاً لقوله احسانا۱۲۔ ۱۰؎ **قوله في** اخر توضیح توفیقا جس سے مقصود اپنی براءت ولکونه هو المقصود الاصلی لا یتوقف التفسیر علی ثبوت دعوی المنافقین القصاص فانه لم ار له سنداً۱۲۔ ۱۱؎ **قوله في** یعلم سزا بھی الخ اکثر ما یکون فی القرآن ان اثبات العلم کنایة عن العقاب وبهذا ظهر وجه الفاء فی قوله فاعرض۱۲۔ ۱۲؎ **قوله في** بلیغ کافی اشار ان البلیغ ما یطابق مدلوله المقصود به۱۲۔ ۱۳؎ **قوله في** ف خاص اس مقام پر اشار بزیادۃ لفظ خاص الی ان فی غیرها من الحکمة کما روی ابو داؤد من قتل اعمی جاریة له تسب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ولعل الحکمة فیه

ان لا یسقط مهابة الاسلام من اعین المخالفین وان لا یجترء وا علی مثل ذلك كما انه هو القانون فی اكثر الحكومات ان شتم الملك یعد جرما ۱۲۔

الروایات: ذكرت فی المتن واحد الاقوال فی الایة نزولها فی غزوة مریسیع حین نزلت سورة المنافقین فیكون قولهم ان اردنا الخ ما اردنا بالكلام بین الفریقین المتنازعین فی تلك الغزوة الا الخیر والمصیبة ما اصابهم من الذل والخزی ۱۲۔

اللغات: الصد لازم ومتعد كما فی القاموس ۱۲۔

النحو: ثم جاء وك عطف علی اصابتهم ۱۲۔

البلاغة: قوله یریدون لم یقل یتحاكمون اشارة الی ان هذا الامر یعنی التحاكم قبیح بحیث لا یجوز ارادته فضلا عن التحاكم نفسه قوله ضلالا وصدودا مصدران للتاكید قوله رأیت المنفقین فیه وضع المظهر موضع المضمر لان الكلام فی المنافقین فكان الظاهر رأیتهم قوله عنك الظاهر عنهما اشار الی ان الصد عن الرسول هو عین الصد عن الله ۱۲۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾ وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ﴿۶۶﴾ وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۶۷﴾ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۶۸﴾ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿۶۹﴾

اور ہم نے تمام پیغمبروں کو خاص اسی واسطے مبعوث فرمایا ہے کہ بحکم خداوندی ان کی اطاعت کی جائے اور اگر جس وقت اپنا نقصان کر بیٹھے تھے اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے' پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے اور رسول بھی ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے تو ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ کا قبول کرنے والا اور رحمت کرنے والا پاتے۔ پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایماندار نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپ سے تصفیہ کرائیں گے پھر اس آپ کے تصفیہ سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پاویں اور پورا پورا تسلیم کر لیں اور ہم اگر لوگوں پر یہ بات فرض کر دیتے کہ تم خودکشی کیا کرو یا اپنے وطن سے بے وطن ہو جایا کرو تو بجز معدودے چند لوگوں کے اس حکم کو کوئی بھی بجا نہ لاتا اور اگر یہ لوگ جو کچھ ان کو نصیحت کی جاتی ہے اس پر عمل کیا کرتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا اور ایمان کو زیادہ پختہ کرنے والا ہوتا اور اس حالت میں ہم ان کو خاص اپنے پاس سے اجر عظیم عنایت فرماتے اور ہم ان کو سیدھا راستہ بتلا دیتے اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا مان لے گا تو ایسے اشخاص بھی ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صلحاء اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں ۞

تفسیر ربط: اوپر منافقین کے عذر نامعقول کا غلط ہونا بیان فرمایا ہے آگے ارشاد فرماتے ہیں کہ بجائے اس تاویل باطل کے اگر استغفار اور ندامت بشرائط اختیار کرتے تو البتہ اس جرم کی تلافی ہو جاتی۔

تخطیہ منافقین در استغفار: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ (الی قولہ تعالی) لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا اور ہم نے تمام پیغمبروں کو خاص اسی واسطے مبعوث فرمایا ہے کہ بحکم خداوندی (جو کہ اطاعت رسل کے باب میں فرمایا ہے ان کی اطاعت کی جاوے (پاس اوّل تو ان لوگوں کو شروع ہی سے اطاعت کرنا واجب تھی) اور اگر (خیر شامت نفس سے حماقت ہی ہو گئی تھی تو) جس وقت (یہ گناہ کر کے) اپنا نقصان کر بیٹھے تھے اس وقت (ندامت کے ساتھ) آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے پھر (حاضر ہو کر) اللہ تعالیٰ سے (اپنے اس گناہ کی) معافی چاہتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی آپ بھی ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے تو ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ کا قبول کرنے والا (اور) رحمت کرنے والا پاتے (یعنی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے توبہ قبول فرما لیتے) **ف:** یہ مطلب نہیں کہ منافق رہ کر توبہ کر لینا کافی تھا کیونکہ خود قبول توبہ کے شرائط میں سے ایمان ہے۔ پس خلاصہ یہ ہوا کہ نفاق چھوڑ کر ایمان لے آتے چونکہ استغفار موقوف تھا ایمان

پر اس لئے ان کا ذکر اس کو مستلزم ہو گیا اس کی تصریح کی حاجت نہیں ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے کہ ثم جاء ولٰك فآمنوا و استغفروا پس ایک شرط تو اس قبول توبہ کی یہ ہے اور دو شرطیں اور بھی آیت میں مذکور ہیں ایک تو حاضری خدمت نبویؐ دوسرے آپ کا بھی استغفار فرمانا حالانکہ ظاہراً توبہ کرنے کے یا مسلمان ہونے کیلئے صرف بندہ کا عرض معروض کر لینا کافی ہے۔ سو شرط اول کی وجہ چند ہیں۔ ایک تو یہ کہ ایمان کا اظہار بھی ضروری ہے اور جو شخص آپ سے مکاناً قریب ہو اس کے اظہار کا عادۃً اس وقت یہی طریق تھا کہ حضور ﷺ کی خدمت میں آ کر مسلمان ہوا جاوے۔ دوسرے توبہ بحسب معصیت ہوتی ہے تدارک میں بھی جو امر کہ قابل تدارک ہو اور اعلان کی ضرورت وعدم ضرورت میں بھی چنانچہ ترک نماز سے توبہ کیلئے ضرور ہے کہ نمازیں قضاء کرے اور عاصی معلن کیلئے توبہ کا اعلان ضرور ہے۔ چونکہ یہ گناہ غیر حاضری کا تھا اس لئے تدارک حاضری سے ہوگا اور جیسا اس کی اطلاع سب کو ہوئی تھی اس توبہ کا بھی اظہار ضرور ہے جس کا طریقہ اس وقت آپ کی خدمت میں حاضری تھی۔ تیسرے غیر حاضری سے آپ کے قلب مبارک کو تاذی ہوئی تھی اور ایذائے رسول کفر ہے حاضری سے تطییب ہوگی اور دوسری شرط کی وجہ ایک یہ ہو سکتی ہے کہ آپ کا استغفار ناشی ہوگا انشراح وطیب قلب سے اور اس کی ضرورت اوپر مذکور ہو چکی۔ دوسرے اس سے ان تائبین کی توفیق صمیم قلب سے توبہ کرنے کی بڑھ جاوے گی اور توبہ کا صمیم قلب سے ہونا ضرور ہے۔ پس اصل شرائط مقصودہ یہ امور ہیں۔ ایمان، تدارک امور قابلہ، تدارک مثل ادائے حقوق عباد نو مسلم کو بھی۔ اعلان در محل، اعلان، اخلاص، ندامت اور امور مدلولہ آیت ان امور مقصودہ کے لئے طرق تھے اور اصل سوال کے جواب میں یہ بھی کہنا ممکن ہے کہ ان امور کا شرائط توبہ بتلانا مقصود نہیں بلکہ مکمل توبہ کہنا مقصود ہے یعنی اس طریق سے توبہ کریں تو خوب کامل ہو پس یہ نفس توبہ کا طریق نہیں بلکہ کمال توبہ کا ہے۔ ربط: اوپر شریعت کی طرف رجوع کرنے کو واجب اور غیر شریعت کی طرف رجوع کرنے کو حرام فرمایا تھا آگے فرماتے ہیں کہ شریعت کی طرف محض ظاہراً رجوع کرنا کافی نہیں بلکہ باطناً بھی اس پر راضی ہونا ضرور ہے اور تسلیم کامل شرط ایمان ہے۔

وجوب تسلیم حکم شرع ظاہراً و باطناً: فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ (الی قولہ تعالی) وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ (جو صرف زبانی ایمان ظاہر کرتے پھرتے ہیں عند اللہ) ایمان دار نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپ سے (اور آپ نہ ہوں تو آپ کی شریعت سے) تصفیہ کرادیں پھر (جب آپ تصفیہ کر دیں تو) اس آپ کے تصفیہ سے اپنے دلوں میں (انکار کی) تنگی نہ پاویں اور (اس فیصلہ کو) پورا پورا (ظاہر سے باطن سے) تسلیم کر لیں۔ ف: اگر یہ شبہ ہو کہ آپ تو حاکم ہی تھے پھر کسی کے حکم بنانے کے کیا معنی۔ جواب یہ ہے کہ میں نے جو ترجمہ کیا ہے اس میں اس کی گنجائش نہیں رہی کیونکہ تحکیم اصطلاحی شرعی مراد نہیں بلکہ تحکیم حسی یعنی مقدمہ لانا مراد ہے اور یہ امر ان ہی کے فعل پر موقوف ہے اور اگر یہ شبہ ہو کہ ظاہر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص دوسرے قانون کی طرف اس کو باطل سمجھ کر رجوع کرتے ہیں وہ مسلمان نہیں حالانکہ حرام کا مرتکب جب کہ اعتقاد حلت نہ رکھتا ہو مومن ہے گو فاسق ہو اسی طرح اگر کسی کے دل میں شرعی فیصلہ سے تنگی پیدا ہو مگر اس فیصلہ کو حق سمجھے وہ بھی مسلمان نہ ہونا چاہئے حالانکہ تنگی پر انسان کا اختیار نہیں اور غیر اختیارات کا مکلف نہیں اسی طرح اگر س فیصلہ پر کوئی عمل نہ کرے تو یہ بھی عدم تسلیم ہے تو وہ بھی مسلمان نہ رہے حالانکہ ترکِ عمل سے ایمان نہیں جاتا۔ ان شبہات کا جواب یہ ہے کہ تحکیم اور عدم جرح اور تسلیم کے مراتب تین ہیں اعتقاد سے اور زبان سے اور عمل سے اعتقاد سے یہ کہ قانونِ شریعت کو حق اور موضوع للتحکیم جانتا ہے اور اس میں مرتبہ عقل میں ضیق نہیں اور اسی مرتبہ میں اس کو تسلیم کرتا ہے اور زبان سے یہ کہ ان امور کا اقرار کرتا ہے کہ حق اسی طرح ہے اور عمل سے یہ کہ مقدمہ لے بھی جاتا ہے اور طبعی ضیق بھی نہیں اور اس فیصلہ کے موافق کارروائی بھی کر لی سو اول مرتبہ تصدیق وایمان کا ہے اس کا نہ ہونا عند اللہ کفر ہے اور منافقین میں خود اس کی کمی تھی چنانچہ تنگی کے ساتھ لفظ انکار اسی کی توضیح کے لئے ظاہر کر دیا ہے اور دوسرا مرتبہ اقرار کا ہے اس کا نہ ہونا عند الناس کفر ہے۔ تیسرا مرتبہ تقویٰ واصلاح کا ہے اس کا نہ ہونا فسق ہے اور طبع تنگی معاف ہے پس آیت میں بقرینہ ذکر منافقین مرتبہ اولیٰ مراد ہے اب کوئی اشکال نہیں۔ ربط: اوپر کامل اطاعت کا وجوب ذکر فرمایا ہے آگے اس کا خیر و نافع ہونا اس درجہ کی اطاعت کرنے والوں کا قلیل ہونا مذکور فرماتے ہیں۔

فضیلت اطاعتِ کاملہ و تقلیل اہل آں: وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ (الی قولہ تعالی) وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ اور ہم اگر لوگوں پر یہ بات (بطور احکام مقصود کے) فرض کر دیتے کہ تم خودکشی کیا کرو یا اپنے وطن سے بے وطن ہو جایا کرو تو بجز معدودے چند لوگوں کے (جو مومن کامل ہوتے) اس حکم کو کوئی بھی نہ بجالاتا، (اس سے ثابت ہوا کہ کمال اطاعت کرنے والے کم ہوتے ہیں) اور اگر یہ (منافق) لوگ جو کچھ ان کو (اطاعت رسول بجان و دل کی) نصیحت کی جاتی ہے اس پر عمل کیا کرتے تو ان کے لئے (دنیا میں تو بوجہ استحقاق ثواب کے) بہتر ہوتا اور (نیز باعتبار تکمیل دین کے ان کے) ایمان کو زیادہ پختہ کرنے والا ہوتا (کیونکہ تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ دین کا کام کرنے سے خود باطنی کیفیت اعتقاد و یقین کو ترقی ہوتی ہے) اور اس حالت میں (جب کہ عمل سے خیریت وتثبیت دین حاصل ہو جاتی تو آخرت میں) ہم ان کو خاص اپنے پاس سے اجر عظیم عنایت فرماتے اور ہم ان کو (جنت کا) سیدھا راستہ بتلا دیتے (کہ بے روک ٹوک جنت میں جا داخل ہوں جو کہ اجر عظیم ملنے کا مقام ہے۔) ف: اس معدودے چند میں تمام صحابہ ومومنین کاملین داخل ہیں

جو کہ بمقابلہ کفار و فجار کی تعداد کے قلیل ہیں اور یہ مطلب نہیں کہ اس وقت کے مؤمنین میں ایسے لوگ دو چار ہوتے اسی لئے علیہم کی ضمیر کا مرجع مطلق ناس کو قرار دیا ہے نہ تو صحابہ کو کہ بلا دلیل ہے اور نہ منافقین کو کہ خلاف دلیل ہے کیونکہ ان میں تو ایسا ایک بھی نہ تھا جو اقل قلیل ہے اور جب اس میں صحابہ و مؤمنین سب داخل ہیں تو اب بنی اسرائیل کا افضل ہونا اس امت سے لازم نہیں آیا کہ ان میں ستر ہزار کا مقتول ہونا سیر میں منقول ہے اور یہ جو قید لگائی ہے کہ بطور احکام مقصودہ کے وجہ اس کی یہ ہے کہ جہاد و ہجرت جن میں قتل و خروج ہے اب بھی مشروع ہوا ہے لیکن حکم مقصود اعلائے کلمۃ اللہ وصون الاسلام عن اعداء اللہ ہے حتیٰ کہ اگر یہ علو وصون حاصل ہو جاوے پھر ہجرت و جہاد ختم ہو جاتا ہے اور یہ مضمون قتل نفس کا بطور جملہ معترضہ کے ہے واسطے افادہ تقلیل مخلصین کے جس سے ایک گونہ تسلی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوگئی کہ منافقین کی حالت پر غمزدہ نہ ہوں اور اس مضمون کے سیاق و سباق میں منافقین کا تذکرہ ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ١ قوله فی ظلموا یہ گناہ لان الكلام فی المعصية الخاصة التی هی تحاكمهم الٰی غیر الرسول الله صلی الله علیه وسلم ۱۲۔ ٢ قوله فی فاستغفروا پھر حملته علی التعقیب لا فی اثبت كون المجنی شرطًا ولا بد من تقدم الشرط ۱۲۔ ٣ قوله فی فلا پھر عندی هذا التعقیب ذكری ای سمعت امرا فاسمع آخر فی القاموس وتفید ای الفاء الترتیب وهو نوعان معنوی كقام ید فعمرو وذكری وهو عطف مفصل علی مجمل نحو فازلهما الشیطان عنها فاخرجهما مما كانا فیه اه فكذا هٰهنا ذكر تقبیح عدم التحكیم فیما قبل مجملًا وفی هذه الآیة مفصلًا ۱۲۔ ٤ قوله فی یحكموك آپ نہ ہوں الخ اشار الٰی ان المقصود یحكموا شریعتك ۱۲۔ ٥ قوله فی ثم لا یجدوا جب آپ تصفیہ الخ اشارة الی انه معطوف علی مقدر ینساق الیه الكلام ای فتحكم بینهم ثم لا یجدوا كذا فی الروح ۱۲۔ ٦ قوله فی تسلیمًا پورا پورا افاده التاكید بالمفعول المطلق وقوله ظاہر سے الخ بیان له ۱۲۔ ٧ قوله فی اشد تثبیتا کیونکہ تجربہ سے هذا التفسیر اخذته من البیضاوی والعصام ۱۲۔ ٨ قوله فی صراطا جنت كذا فی الروح ۱۲۔

الروایات: فی اللباب عن الائمة الستة نزولها فی قصة الزبیر ورجل من الانصار خاصما فی شراج من الحرة۔ وفیه قال الزبیر فما احسب هذه الآیات الا نزلت فی ذلك فلا وربك الخ وفیه اخرج ابن ابی حاتم وابن مردویه عن الاسود قال اختصم رجلان الی النبی صلی الله علیه وسلم فقضٰی بینهما وسرد مثل ما مضٰی من قصة بشر المنافق وقتل عمر ایاه فانزل الله تعالٰی وربك الخ قلت والروایة الثانیة او فق بالمقام والاولٰی لیست نصًا فی كونها سبب النزول ففیها فما احسب هذه الآیات من غیر جزم ۱۲۔ فی اللباب اخرج ابن جریر عن السدی قال لما نزلت ولو انا كتبنا افتخر ثابت بن قیس بن شماس ورجل من الیهود فقال الیهودی والله لقد كتب الله علینا ان اقتلوا انفسكم فقتلنا انفسنا فقال ثابت والله لو كتب الله علینا لقتلنا انفسنا فانزل الله ولو انهم فعلوا الخ فی اللباب اخرج الطبرانی وابن مردویه عن عائشة عن رجل واخرج ابن ابی حاتم عن مسروق عن اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم وعن عكرمة عن فتی ما معناه المشترك قالوا للنبی صلی الله علیه وسلم كیف نراك فی الجنة وكیف نصبر ان لم نرك فنزلت (ای ومن یطع الله الخ) ۱۲۔

اختلاف القراءۃ: فی قراءة الا قلیلا بالنصب علی الاستثناء ۱۲۔

اللغات: فی القاموس شجر بینهم الامر شجورا تنازعوا فیه اه فالمراد بما الامر وضمیر شجر راجع الیه وبین صلة له شجر اختلط فان فی التنازع یختلط الامر ویختلف بین المتنازعین ۱۲۔

النحو: لا مزیدة لتاكید القسم وقیل مزیدة لمظاهرة لا فی لا یؤمنون ۱۲۔ قوله ما فعلوه ای المكتوب المدلول علیه بقوله انا كتبنا۔ قوله اذا فی الروح مقحمة۔ للدلالة علی ان هذا الجزاء الاخیر بعد ترتب التالی السابق علی المقدم(۱) قوله فاولئك جمع باعتبار المعنی رفیقا حال او تمیز استوی فیه الواحد والجمع ۱۲۔

البلاغۃ: استغفرلهم الرسول فی العدول عن استغفرت كما هو مقتضی الظاهر فخامة لشانه ﷺ كما هو ظاهر ۱۲۔ وربك فیه من فخامة شان الرسول ﷺ ما لا یخفٰی ۱۲۔ قوله النبیین لم یقل النبی او الرسول المراد به محمد ﷺ اشارة الٰی ان معیته ﷺ ومعیتهم علیهم السلام ۱۲۔

الحواشی: (۱) قوله علی المقدم متعلق بقوله ترتب ۱۲ منه۔

ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ۝ وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ۝ ع ۱۱

وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۳﴾ فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ؕ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۷۴﴾

فضل ہے اللہ تعالیٰ کی جانب سے اور اللہ تعالیٰ کافی جاننے والے ہیں۔ اے ایمان والو! اپنی تو احتیاط رکھو پھر متفرق طور پر یا مجتمع طور پر نکلو اور تمہارے مجمع میں بعض بعض شخص ایسا ہے جو ہٹتا ہے۔ پھر اگر تم کو کوئی حادثہ پہنچ گیا تو کہتا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بڑا فضل کیا کہ میں ان لوگوں کے ساتھ حاضر نہیں ہوا اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہو جاتا ہے تو ایسے طور پر کہ گویا تم میں اور اس میں کچھ تعلق ہی نہیں۔ کہتا ہے کہ ہائے کیا خوب ہوتا کہ میں بھی ان لوگوں کا شریک حال ہوتا۔ تو مجھ کو بھی بڑی کامیابی ہوتی۔ تو ہاں اس شخص کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑے جو آخرت کے بدلے دنیوی زندگی کو اختیار کئے ہوئے ہیں اور جو شخص اللہ کی راہ میں لڑے گا پھر خواہ جان سے مارا جائے یا غالب آ جائے تو ہم اس کو اجر عظیم دیں گے ۞

تفسیر: ربط: اوپر اللہ و رسول کی اطاعت پر خاص مخاطبین سے وعدہ تھا آگے بطور قاعدہ کلیہ کے اللہ و رسول کی اطاعت پر عام وعدہ ہے اور قطع نظر وعدہ کے خصوص اور عموم سے اجر عظیم جو مذکور ہوا ہے آگے اس کی گویا تفسیر بھی ہوگئی ہے یہ بھی مناسبت کی وجہ ہے۔

وعدہ فضل عظیم بر اطاعت احکام: وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿۶۹﴾ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴿۷۰﴾ اور جو شخص (ضروری احکام میں بھی) اللہ و رسول کا کہنا مان لے گا (گو تکثیر طاعات سے کمال حاصل نہ کر سکے) تو ایسے اشخاص بھی (جنت میں) ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے (کامل) انعام (دین و قرب و قبول کا) فرمایا ہے یعنی انبیاء (علیہم السلام) اور صدیقین (جو کہ انبیاء کی امت میں سب سے زیادہ رتبہ کے ہوتے ہیں جن میں کمال باطنی بھی ہوتا ہے جن کو عرف میں اولیاء کہا جاتا ہے) اور شہداء (جنہوں نے دین کی محبت میں اپنی جان تک دے دی) اور صلحاء (جو شریعت کے پورے متبع ہوتے ہیں واجبات میں بھی اور مستحبات میں بھی جن کو نیک بخت دیندار کہا جاتا ہے) اور یہ حضرات (جس کے رفیق ہوں) بہت اچھے رفیق ہیں (اور مطیع کے ساتھ معیت و رفاقت ثابت ہے پس حاصل یہ ہوا کہ اطاعت کا یہ ثمرہ ہوا کہ اس کو ایسے رفیق ملے) یہ (معیت و رفاقت ان حضرات کے ساتھ محض) فضل ہے اللہ تعالیٰ کی جانب سے (یعنی یہ عمل کا اجر نہیں ہے کیونکہ اس کا مقتضا تو یہ تھا کہ جو درجہ اس عمل کا مقتضا تھا وہاں سے آگے نہ جا سکتا پس یہ بطور انعام کے ہے) اور اللہ تعالیٰ کافی جاننے والے ہیں (ہر ایک کے عمل کو اور اس کے مقتضا کو اور اس مقتضا سے زیادہ مناسب انعام کی مقدار کو خوب جانتے ہیں کیونکہ اس انعام میں بھی تفاوت ہوگا کسی کو ان حضرات سے بار بار قرب ہوگا کسی کو گاہ گاہ و علیٰ ہذا واللہ اعلم) **ف**: ساتھ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اشخاص جنت میں جاویں گے کیونکہ یہ مطلب قرینہ مقام کے کہ مقام مدح و فضل ہے خلاف ہے اور یہ مطلب بھی نہیں کہ یہ اشخاص خاص ان حضرات کے درجہ میں چلے جاویں گے کیونکہ هم درجات عندالله وغیرہ آیات میں یہ تفاوت ثابت ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اپنے درجہ سافلہ سے ان کے درجہ عالیہ میں پہنچ کے مشرف بزیارت و برکات اس درجہ کے ہوا کریں گے اور جاننا چاہئے کہ ضروری احکام کے مدارج بھی مختلف ہیں اولیٰ درجہ وہ ہے جس سے آدمی مؤمن ہو جاتا ہے اور اس سے اعلیٰ وہ ہے جس سے لقب عاصی سے بچ جاتا ہے پس جس درجہ کے احکام ضروریہ میں اطاعت ہوگی اس درجہ کی معیت ہوگی۔ اور اس سے اعلیٰ یہ ہے کہ تطوعات ظاہری و باطنی کو بھی بجا لاوے یہاں مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ میں یہ درجہ اس لئے مراد نہیں کہ اس سے تو صدیقیت و شہادت و صلاح کے ساتھ متصف ہوتا ہے جن کے ساتھ معیت کا ذکر ہے ورنہ مع کے متعلقین متحد ہو جاویں گے حالانکہ ان کا متعدد ہونا ضرور ہے۔

ربط: تین رکوع کے قریب سے منجملہ معاملات مع المخالفین کے جو کہ ایک محل ہے تقویٰ کا قبائح کفار کا اظہار چلا آتا ہے اور مقابلہ کے لئے بیچ بیچ میں اہل ایمان کی فضیلت کا بھی ذکر آ گیا تھا منجملہ ان معاملات مع المخالفین کے احکام جہاد ہیں آگے اس کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ یہاں سے چھ رکوع تک یعنی اس پارہ کے تین پاؤ کے قریب تک اسی مضمون کے متعلقات چلے گئے ہیں۔

حکم نوزدہم وجوب جہاد و فضل آں وذم تقاعد ازاں: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا (الی قولہ تعالیٰ) يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ؕ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا۔ اے ایمان والو (کافروں کے مقابلہ میں) اپنی تو احتیاط رکھو (یعنی ان کے داؤ گھات سے بھی ہوشیار رہو اور مقاتلہ کے وقت سامان ہتھیار ڈھال تلوار سے بھی درست رہو) پھر (ان سے مقاتلہ کے لئے) متفرق طور پر یا مجتمع طور پر (جیسا موقع ہو) نکلو اور تمہارے مجمع میں (جس میں کہ بعضے منافقین بھی شامل ہو رہے ہیں) بعضا بعضا شخص ایسا

ہے (مراد اس سے منافق ہے) جو (جہاد سے) ہٹتا[۷] ہے (یعنی جہاد میں شریک نہیں ہوتا) پھر اگر تم کو کوئی حادثہ پہنچ گیا (جیسے شکست وغیرہ) تو (اپنے نہ جانے پر خوش ہو کر) کہتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بڑا فضل کیا کہ میں ان لوگوں کے ساتھ (لڑائی میں) حاضر نہیں ہوا (نہیں تو مجھ پر بھی مصیبت آتی) اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہو جاتا ہے (یعنی فتح وغنیمت) تو ایسے[۸] طور پر (خودغرضی کے ساتھ) کہ گویا تم میں اور اس میں کچھ تعلق ہی نہیں[۹] (مال کے فوت ہونے پر تاسف کر کے) کہتا ہے ہائے کیا خوب ہوتا کہ میں بھی لوگوں کا شریک حال ہوتا (یعنی جہاد میں جاتا) تو مجھ کو بھی بڑی کامیابی ہوتی (کہ مال دولت لاتا اور خودغرضی اور بے تعلقی اس کہنے سے ظاہر ہے ورنہ جس سے تعلق ہوتا ہے اس کی کامیابی پر بھی تو خوش ہوتے ہیں یہ نہیں کہ اپنا افسوس کرنے بیٹھ جاوے اور اس کی خوشی کا نام بھی نہ لے، اللہ تعالیٰ اس شخص کے حق میں فرماتے ہیں کہ بڑی کامیابی مفت شفت نہیں ملتی اگر اس کا طالب[۱۰] ہے) تو ہاں اس شخص کو چاہئے کہ اللہ کی راہ میں (یعنی اعلائے کلمۃ اللہ کی نیت سے جو کہ موقوف[۱۱] ہے ایمان واخلاص پر یعنی مسلمان ومخلص بن کر) ان (کافر) لوگوں[۱۲] سے لڑے جو آخرت (کو چھوڑ کر اس) کے بدلے دنیوی زندگی کو اختیار کئے ہوئے ہیں (یعنی اس شخص کو اگر فوز عظیم کا شوق ہے تو دل درست کرے ہاتھ پاؤں ہلائے مشقت جھیلے تیغ وسنان کے سامنے سینہ سپر بنے دیکھو فوز عظیم ہاتھ آتا ہے یا نہیں اور یوں کیا کوئی دل لگی ہے پھر جو شخص اتنی مصیبت جھیلے بچی کامیابی اس کی ہے کیونکہ دنیا کی کامیابی اول تو حقیر پھر کبھی ہے کبھی نہیں کیونکہ اگر غالب آ گئے تو ہے ورنہ نہیں) اور (آخرت کی کامیابی جو کہ ایسے شخص کے لئے موعود ہے ایسی ہے کہ عظیم بھی اور پھر ہر حالت میں کیونکہ اس کا قانون یہ ہے کہ) جو شخص اللہ کی راہ میں لڑے گا پھر خواہ (مغلوب ہو جاوے حتیٰ کہ) جان (ہی) سے مارا جاوے یا غالب آ جاوے ہم (ہر حالت میں) اس کو (آخرت[۱۳] کا) اجر عظیم دیں گے (جو کہ فوز عظیم کہنے کے لائق ہے جس کو تاکد وعدہ وتیقن ترتب کے لئے اجر فرما دیا گیا۔ اور یہ بھی ایک فرق ہے دنیا کی کامیابی میں کہ وہ موعود نہیں اور آخرت کی کامیابی میں کہ وہ موعودیت میں مشابہ اجرت کے ہے) **ف**: یہاں دو حکم فرمائے ہیں سامان بچاؤ کا کرنا اور جہاد اور مقصود اصلی مقام کا دوسرا حکم ہے جو انفراد کا بطور کنایہ کے مدلول ہے۔ مگر حکم اول کو تقدیم اور تصریح کے ساتھ فرمایا رحمت وشفقت الٰہیہ پر دلیل ہے کہ حفاظت کا زیادہ اہتمام فرمایا۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا آیت میں ان مقامات باطنیہ کا اثبات ہے اور اس پر بھی دلالت ہے کہ ان مقامات والوں میں ادنیٰ کو اعلیٰ کے ساتھ معیت ورفاقت ممکن ہے اور یہی حقیقت ہے اس کی جو بعضوں کو مکشوف ہوا ہے کہ وہ اعلیٰ مقام میں پہنچا ہے (تو یہ پہنچنا اصالۃً نہیں ہوتا تبعاً ہوتا ہے) اور جس شخص کو حقیقت معلوم نہیں ہوتی وہ دعویٰ نبوت وغیرہ کر کے گمراہی میں واقع ہو جاتا ہے (نعوذ باللہ)۔

ملحقات الترجمۃ: [۱] **قوله في يطع** ضروری قید به لان المقام يدل على كون هذا الرجل ادون ممن بعده ۱۲۔ [۲] **قوله في من النبيين** یعنی اشارة الى ان من بيانية ۱۲۔ [۳] **قوله في رفيقا** پس حاصل یہ ہوا الخ وبهذا اندفع ان المقصود مدح المطيعين لا اولئك الرفقاء ۱۲۔ [۴] **قوله في خذوا حذركم** یعنی ان کے داؤ الخ اشار الى التفسيرين اى يتقظوا وقيل ما يحذر به كالسلاح فجمع بينهما لعموم اللفظ ودخل في عمومه مثل الجن والسلاح لان لكليهما دخلا في الحفظ ۱۲۔ [۵] **قوله في اوانفروا** جیسا موقع اشار الى ان او للتخيير ۱۲۔ [۶] **قوله في منكم** مجمع الخ فالخطاب ليس للمؤمنين خاصة فانه لم يكن منهم مبطئي بل لمجموع المؤمنين والمنافقين ۱۲۔ [۷] **قوله في ليبطئن** ہٹتا ہے اخذه بمعنى التاخر وبعضهم بمعنى التثاقل كذا في الروح وبطأ قد يكون لازما كابطأ ۱۲۔ [۸] **قوله في كان لم يكن** ایسے طور پر اشار الى انه حال ۱۲۔ [۹] **قوله في مودة** تعلق فاندفع به ما يترآ اى وروده من ان التشبيه يشعر بثبوتها وقد علم انتفاءها قطعًا وجه الاندفاع ظاهر بتسميته صورة المودة مودة ويمكن ان يقال ان هذا على زعمهم المودة نفاقا ۱۲۔ [۱۰] **قوله في فليقاتل** اگر اس کا طالب الخ اشار الى ان الفاء فصيحة ۱۲۔ [۱۱] **قوله في سبيل الله** جو کہ موقوف ہے لان النية عبادة لا تقبل بدون الايمان يريد به دفع ما يتوهم من السوال عن فائدة قتال هذا المنافق بدون الايمان ۱۲۔ [۱۲] **قوله في الذين يشترون** لوگوں سے الى قوله اختیار جعلت الموصول مفعولاً وبه يشهد ذوقي والمفسرون جعلوه فاعلا وحملت الشراء على الاشتراء فانه مشترك كما في القاموس وما اخترته يرجع الى ما قالوا من ان الموصول فاعل والمراد به المنافقون اى ليقاتلوا او المفعول محذوف الا ان فيه وضع المظهر موضع المضمر فافهم ۱۲۔ [۱۳] **قوله في اجرا** آخرت کا لم اقل آخرت میں اشارة الى حصوله بمجرد الموت ۱۲۔

اللغات: ثبات جمع ثبة وهي الجماعة فوق العشرة وقيل فوق الاثنين ووزنها في الاصل فعلة كحطمة حذفت لامها وعوض عنها هاء التانيث وهل هي واو من ثابيثبو اى اجتمع او ياء من ثبيت على فلان بمعنى اثنيت عليه بذكر محاسنه وجمعها قولان كذا في

الروح ۱۲۔قوله يليتني قال ابو على تدخل يا خاصة على الفعل والحرف لمجرد التنبيه كذا في الروح ۱۲۔

البلاغة: في حاشية البيضاوي يقال اخذ حذره اذا يتقظ واحترز من الخوف كانه جعل الحذر آلته التي بقى بها نفسه ويعصم بها روحه والمعنى احذروا واحترزوا من العدو ولا تمكنوه من انفسكم ۱۲۔ فيقتل او يغلب لم يقل فيغلب مبنيا للمفعول او يغلب مبنيا للفاعل اشارة الى انه ينبغي ان لا يحدث نفسه بالهرب اصلا بل يثبت حتى يكون مقتولا او غالبا ولم يقل فيقتل مبنيا للمفعول او يقتل مبنيا للفاعل اشارة الى انه ينبغي ان لا يكون هم المجاهد بالذات قتل الناس بل اما الشهادة واما الظفر واما القتل فبالضرورة ۱۲۔ قوله الولدان زاده دلالة على تناهي ظلم المشركين حيث يظلمون من يترحمهم العدو۔ قوله المستضعفين السين للمبالغة والمراد الضعفاء قوله الظالم اهلها لم يقل الظالمة لتوقيرها من نسبة الظلم اليها۔ البلاغة من قوله تعالى الولدان كلها من الروح ۱۲۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا ﴿۷۵﴾ اَلَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ ۖ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا ﴿۷۶﴾

اور تمہارے پاس کیا عذر ہے کہ تم جہاد نہ کرو اللہ کی راہ میں اور کمزوروں کی خاطر سے جن میں کچھ مرد ہیں اور کچھ عورتیں ہیں اور کچھ بچے ہیں جو دعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو اس بستی سے باہر نکال جس کے رہنے والے سخت ظالم ہیں اور ہمارے لئے غیب سے کسی دوست کو کھڑا کیجئے اور ہمارے لئے غیب سے کسی کو حامی بھیجئے جو لوگ پکے ایمان والے ہیں وہ تو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور جو لوگ کافر ہیں وہ شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں تو تم شیطان کے ساتھیوں سے جہاد کرو واقع میں شیطانی تدبیر لچر ہوتی ہے ۞

تفسیر ربط: آگے بھی جہاد کی تاکید ہے تکریر سے اور اس کے ایک داعی کے بیان سے اور وہ داعی ستم رسیدہ ہونا ہے کمزور مسلمانوں کا، اور اشارۃً وعدہ نصرت سے کہ یہ سب امور مقتضی ہیں جہاد کو پس یہ تتمہ ہے ماقبل کا۔

تتمہ و تاکید سابق: وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ (الى قوله تعالى) وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ ۖ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا اور تمہارے پاس کیا عذر ہے کہ تم جہاد نہ کرو (باوجودیکہ اس کا قوی داعی موجود ہے کیونکہ یہ جہاد) اللہ کی راہ میں (ہوتا ہے یعنی اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے موضوع ہے جس کا اہتمام ضروری ہے) اور (اس اعلائے دین کے آثار میں سے ایک خاص اثر کی ضرورت بھی در پیش ہے وہ یہ کہ) کمزور (ایمانداروں) کی خاطر سے (بھی لڑنا ضرور ہے تاکہ کفار کے پنجۂ ستم سے رہائی پاویں) جن (بے چاروں) میں کچھ مرد ہیں اور کچھ عورتیں ہیں اور کچھ بچے ہیں جو (کفار سے تنگ و پریشان ہو ہو کر) دعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو (کسی طرح) اس بستی سے (یعنی مکہ سے جو ہمارے لئے مثل زنداں کے ہے) باہر نکال جس کے رہنے والے سخت ظالم ہیں کہ ہم پر آفت ڈھا رکھی ہے) اور ہمارے لئے غیب سے کسی دوست کو کھڑا کیجئے اور ہمارے لئے غیب سے کسی حامی کو بھیجئے (کہ ہمارے ساتھ حمایت اور دوستی کر کے ان ظالموں کے پنجہ سے چھڑا دے) جو لوگ پکے ایماندار ہیں وہ تو (ان احکام کو سن کر) اللہ کی راہ میں (یعنی غلبۂ اسلام کے قصد سے) جہاد کرتے ہیں اور جو لوگ (ان کے مقابلہ میں) کافر ہیں وہ شیطان کی راہ میں (یعنی غلبۂ کفر کے قصد سے) لڑتے ہیں (اور ظاہر ہے کہ ان دونوں میں نصرت اللہ کی طرف سے ایمان داروں کو ہوگی جب ایماندار منصور من اللہ ہیں) جہاد کرو (اور گو وہ بھی غلبہ کی مختلف تدبیریں کرتے ہیں لیکن) واقع میں (وہ شیطانی تدبیریں ہیں کہ شیطان ان کفری تدبیروں کا امر کرتا ہے اور) شیطانی تدبیر (خود) لچر ہوتی ہے (کیونکہ اس میں غیبی امداد نہیں ہوتی اور گاہے غلبہ ہو جانا یہ استدراج ہے تو غیبی امداد و نصرت جو مومنین کے ساتھ ہے وہ تدبیر اس کا کیا مقابلہ کرے گی خلاصہ یہ کہ داعی بھی ہے اور وعدہ نصرت بھی ہے پھر کیا عذر ہے اس لئے مکرر تاکید کی گئی) ف: مکہ میں ایسے کمزور مسلمان رہ گئے تھے کہ اپنی ضعفِ جسمانی و کم سامانی کی وجہ سے ہجرت نہ کر سکے پھر کافروں نے بھی نہ جانے دیا اور طرح طرح سے ان کو ستاتے تھے چنانچہ احادیث و تفاسیر میں بعضوں کے نام بھی آئے ہیں۔ جیسے حضرت ابن عباسؓ اور ان کی والدہ اور سلمہ بن ہشام اور ولید بن الولید اور ابوجندل بن سہیل۔ آخر حق تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ اور بعضوں کی رہائی کا تو پہلے ہی سامان ہو گیا اور پھر مکہ معظمہ فتح ہو گیا جس سے سب کو امن اور اعزاز حاصل ہو گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر حضرت عتابؓ بن اسید کو عامل و حاکم

مقرر فرمایا۔ پس ولی ونصیر کا مصداق خواہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا جاوے اور یہی اچھا معلوم ہوتا ہے اور یا حضرت عتاب رضی اللہ عنہ کو کہا جاوے کہ انہوں نے اپنے زمانہ حکومت میں سب کو خوب آرام پہنچایا۔ اور اگر کسی کو وسوسہ ہو کہ جب ان کی دعا کا مستجاب ہونا مقدر ہو چکا تھا تو پھر مسلمانوں کو اس حکم دینے کے کیا معنی کہ تم ان کی خاطر سے لڑو کیونکہ نصرتِ خالق کے ہوتے ہوئے نصرتِ مخلوق کی کیا ضرورت ہے؟ جواب یہ ہے کہ مطلب آیتوں کا یہ ہے کہ ان کی دعا تو ضرور ہی ہم قبول کریں گے، اور ضرور عالمِ اسباب میں کسی نہ کسی سے یہ کام لیں گے۔ خواہ تم کرو یا نہ کرو یہ کام تو ضرور ہی ہو کر رہے گا لیکن تمہاری خیرخواہی سے کہتے ہیں کہ مفت کی دولت ہاتھ آتی ہے گو تمہاری شرکت کی کوئی ضرورت تو ہے نہیں لیکن شرکت کرو گے تو تم کو بھی ثواب مل جاوے گا ورنہ دوسری جگہ فرما ہی دیا ہے وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ الآیۃ [محمد : ۳۸] اور یہاں ایمان داروں سے جو وعدۂ نصرت فرمایا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ ایمان دار ہونے کا یہ مقتضا ہے اور ممکن ہے کہ کسی مانع کی وجہ سے کسی وقت اقتضاء مؤثر نہ ہو۔ خواہ وہ مانع ابتلاء ہو یا اختلال اطاعت ہو یا دونوں ہوں جیسا احد میں ہوا۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا اس میں اسی مضمون پر دلالت ہے جس پر وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ دال تھا۔

ملحقات الترجمۃ: ١ قوله في ما لكم کیاعذر كذا في الروح ١٢۔ ٢ قوله في لا تقاتلون قوی داعی هذه القوة من عطف قوله والمستضعفين مع كونه داخلا في سبيل الله عطفا للخاص على العام وهو يفيد القوة وما قررت في تفسير الآية مبناه على ان محط الفائدة هو القتال ولو جعل المجموع كان تقريره انكم كيف لا تفعلونه مع انه ضروری ١٢۔ ٣ قوله في والمستضعفين خاطر اشار الى عطف المستضعفين على اسم الله اى وسبيل المستضعفين فترجم السبيل بهذه الكلمة ١٢۔ ٤ قوله في اخرجنا زندان اظهره للدلالة على ان هذا الاخراج اعزاز لا اذلال كما يتبادر من لفظ الاخراج ١٢۔ ٥ قوله في لدنك غیب سے اخذ بالحاصل للمحاورة ١٢۔ ٦ قوله في اجعل الثاني بھیجئے وغیرہ رعاية للمحاورة ١٢۔ ٧ قوله في الذين امنوا پکے يدل عليه المقام ١٢۔ ٨ قوله ههنا سن کر وبه تاكد الربط واصل الربط بيان داع آخر انهم المنصورون ١٢۔ ٩ قوله بعد الطاغوت اورظاہر ہے الخ والى هذا اشار في التمهيد بقوله اشارةً وعده الخ ١٠ قوله قبل فقاتلوا جب ایماندار اشارة الى كون الفاء فصيحة ١٢۔ ١١ قوله قبل ان عيد امر الخ وليس المعنى انه يعلمهم هذه التدابير لان اكثر التدابير يحصل بفكر الانسان لكنه آمر ولهذا التلبس اضافة اليه ١٢۔ ١٢ قوله في ضعيفًا خود اشار بهذا ان في الكلام مبالغة اى ان كيده لما كان ضعيفًا في نفسه فكيف بالقياس الى قدرة الله تعالى كذا في الروح ١٢۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۭ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۣ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ۭ وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ۭ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ فَمَالِ هٰٓؤُلَاۗءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ۝ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۡ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ۭ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۝ وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۡ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَاۗىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ۭ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۭ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۝

کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا کہ ان کو یہ کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو تھامے رہو اور نمازوں کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو۔ پھر جب ان پر جہاد کرنا فرض کر دیا گیا۔ تو قصہ کیا ہوا کہ ان میں سے بعض بعض آدمی لوگوں سے ایسا ڈرنے لگے جیسا کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ ڈرنا اور یوں کہنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار! آپ نے ہم پر جہاد کیوں فرض فرما دیا ہم کو اور تھوڑی مدت مہلت دے دی ہوتی۔ آپ فرما دیجئے کہ دنیا کا نفع محض چند روز ہے اور آخرت ہر طرح سے بہتر ہے اس شخص کے لئے جو اللہ کی مخالفت سے بچے اور تم پر تاگہ برابر ظلم نہ کیا جائے۔ تم چاہے کہیں بھی ہو وہاں بھی موت تم کو آ دبائے گی۔ اگرچہ تم قلعی چونے کے قلعے ہی میں ہو اور اگر ان کو کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ منجانب اللہ تعالیٰ ہوگئی اور اگر ان کو کوئی بری حالت پیش آتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ آپ کے سبب سے ہے آپ فرما دیجئے کہ سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے تو ان لوگوں کو کیا ہوا کہ بات سمجھنے کے پاس کو بھی نہیں نکلتے۔ اے انسان تجھ کو کوئی خوش حالی پیش آتی ہے تو وہ محض اللہ کی جانب سے ہے اور جو کوئی بدحالی پیش آئے وہ تیرے ہی سبب سے ہے اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ گواہ کافی ہیں۔ جس شخص نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جو شخص روگردانی کرے سو ہم نے آپ کو ان کا نگران کر کے نہیں بھیجا اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا کام اطاعت کرنا ہے پھر جب آپ کے پاس سے باہر جاتے ہیں تو شب کے وقت مشورے کرتے ہیں ان میں کی ایک جماعت برخلاف اس کے جو کچھ کہ زبان سے کہہ چکے تھے اور اللہ تعالیٰ لکھتے جاتے ہیں جو کچھ وہ راتوں کو مشورے کیا کرتے ہیں سو آپ ان کی طرف التفات نہ کیجئے اور اللہ تعالیٰ کے حوالہ کیجئے اور اللہ تعالیٰ کافی کارساز ہے۔ تو کیا پھر قرآن میں غور نہیں کرتے اور اگر یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بکثرت تفاوت پاتے ۞

تفسیر ربط : اوپر جہاد کا وجوب اور اس کے فضائل بیان کر کے اس کی ترغیب تھی آگے دوسرے طور پر اس کی ترغیب ہے یعنی جہاد میں بعض مسلمانوں کے مستعد نہ ہونے پر ان کی ایک لطف آمیز شکایت بھی ہے جس کی بناء یہ ہوئی کہ مکہ میں کفار بہت ستاتے تھے، اس وقت بعض اصحابؓ نے جہاد کی اجازت اصرار سے چاہی مگر اس وقت حکم تھا عفو و صفح کا بعد ہجرت کے جب جہاد کا حکم نازل ہوا تو طبعاً بعض کو دشوار ہوا اور وہ فی لباب النقول عن النسائی اس پر شکایت فرمائی گئی اور چونکہ بطور انکار یا اعتراض علی الحکم کے نہ تھا بلکہ محض تمنا تھی اور چندے اس حکم کے نہ آنے کی اس لئے توبیخ نہیں ہے۔ محض لطف آمیز شکایت ہے اور اس تمنا کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ عادۃً محرک کے وقت کام زیادہ آسان ہوتا ہے تو مکہ میں کفار کی ایذاؤں سے جوش اٹھتا تھا ہجرت کے بعد جو امن ہوا اتنا جوش نہ رہا، اب طبعی مصلحتیں خیال میں آنے لگیں۔ اور اس شکایت کے ساتھ دنیا کی ناپائیداری اور آخرت کا بقاء اور موت سے کسی حال میں نہ بچ سکنا مذکور ہے اور ان سب مضامین کا ترغیب میں داخل ہونا ظاہر ہے۔

شکایت متاخر عن الجہاد و تزہید فی الدنیا: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ (الی قولہ تعالیٰ) وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا

عدم اغنائے حذر عن الموت: اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ط (اے مخاطب) کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا کہ (قبل نزول حکم جہاد تو ایسا تقاضا تھا کہ) ان کو (منع کرنے کے لئے) یہ کہا گیا تھا کہ (ابھی اپنے ہاتھوں کو (لڑنے سے) تھامے (اور روکے) رہو اور (جو جو حکم تم کو ہو چکے ہیں اس میں لگے رہو مثلاً) نمازوں کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو (یا تو یہ حالت تھی اور یا) پھر ان پر جہاد کرنا فرض کر دیا گیا تو قصہ کیا ہوا کہ ان میں سے بعض بعض آدمی (مخالف) لوگوں سے (طبعاً) ایسا ڈرنے لگے (کہ ہم کو قتل کر دیں گے) جیسا (کوئی) اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ ڈرنا (زیادہ ڈرنے کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اکثر اللہ تعالیٰ سے ڈرنا عقلاً ہوتا ہے اور قاعدہ ہے کہ طبعی حالت عقلی حالت سے شدید ہوتی ہے دوسرے یہ کہ خدا تعالیٰ سے جیسا خوف ہے ویسی امید رحمت بھی تو ہے اور کافر دشمن سے تو ضرر کا خوف ہی خوف ہے اور چونکہ یہ خوف طبعی تھا اس لئے گناہ نہیں ہوا) اور (بطور تمناء التواء حکم جہاد برائے چندے) یوں کہنے لگے (خواہ زبان سے یا دل سے اور خدا تعالیٰ کے علم میں قول نفسی قول لسانی کے برابر ہے) کہ اے ہمارے پروردگار آپ نے (ابھی سے) ہم پر جہاد کیوں فرض فرما دیا ہم کو (اپنی عنایت سے) اور تھوڑی مدت مہلت دے دی ہوتی (ذرا بے فکری سے رہ لیتے اور چونکہ یہ عرض کرنا بطور اعتراض یا انکار کے نہ تھا اس لئے گناہ نہیں ہوا آگے جواب ارشاد ہے کہ اے محمد ﷺ) آپ فرما دیجئے کہ دنیا کا تمتع (جس کے لئے تم متمنی التواء ہوتے ہو محض چند روزہ ہے اور آخرت (جس کے حصول کا اعلیٰ ذریعہ جہاد ہے) ہر طرح سے بہتر ہے (یعنی بقاء میں بھی لذت میں بھی مگر وہ) اس شخص کے لئے (ہے) جو اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے بچے (کیونکہ اگر کفر کے طور پر مخالفت کی تب تو اس کے لئے تمتع آخرت کچھ بھی نہیں اور اگر معصیت کا مرتکب ہوا تو اعلیٰ درجہ سے محروم رہے گا) اور تم پر تاگے برابر بھی ظلم نہ کیا جاوے گا (یعنی جتنے اعمال ہوں گے ان کا پورا پورا ثواب ملے گا پھر جہاد جیسے عمل کے ثواب سے کیوں خالی رہتے ہو اور اگر جہاد بھی نہ کیا تو کیا وقت معین پر موت سے بچ جاؤ گے ہرگز نہیں کیونکہ موت کی تو یہ حالت ہے کہ) تم چاہے کہیں بھی ہو وہاں ہی موت آ دباوے گی اگرچہ تم قلعی چونہ کے قلعوں ہی میں (کیوں نہ) ہو (غرض جب موت اپنے وقت پر ضرور آوے گی اور مر کر دنیا چھوڑنی ہی پڑے گی تو آخرت میں خالی ہاتھ کیوں جاؤ بلکہ ع چند روزے جہد کن باقی بخند) ف: ان صاحبوں کا یہ تمنائی قول اگر زبان سے تھا تب تو اس کی توجیہ معصیت نہ ہونے کی معلوم ہوگئی اور اگر دل میں بطور حدیث النفس وسوسہ کے تھا تو وسوسہ کا معصیت نہ ہونا قرآن و حدیث میں وارد ہے کوئی تردد ہی نہیں اور لفظ قالوا سے صدورِ معصیت نہیں بلکہ جو بلسان انکار یا

بالاعتقاد ہو، اور یہ ثابت نہیں اور وجہ اس تمنا یا وسوسہ کی تمہید میں ذکر کر چکا ہوں۔

ربط: اوپر ترغیب جہاد میں یہ مذکور ہوا ہے کہ وقت پر موت نہیں ٹلتی، خواہ جہاد میں جاؤ یا نہ جاؤ چونکہ بعض منافقین جہاد میں جانے کو موت میں مؤثر اور نہ جانے کو حیات میں مؤثر سمجھتے اور کہتے تھے جیسا پارہ لن تنالوا کے نصف پر ان کا یہ قول آیا ہے: لَوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا اور یہ قول لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا پس جب کبھی جہاد میں قتل وموت واقع ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام لگاتے کہ آپ ہی کے کہنے سے جہاد میں گئے اور شکار موت ہوئے دیکھو جہاد کا مؤثر فی الموت ہونا ثابت ہو گیا اور اگر کبھی باوجود اسباب ظاہری کے کمی کے کفار پر فتح ہوتی ہے اور اس سے استدلال کیا جاتا تھا کہ دیکھو جہاد اگر مؤثر فی الموت ہے تو اب وہ اثر کہاں گیا؟ تو کہتے کہ یہ محض اتفاقی بات منجانب اللہ ہے۔ غرض کام بگڑتا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام اور سنورتا تو اتفاقی بات اس پر آگے گفتگو فرماتے ہیں، ہذا تفصیل ما اوردہٗ مجملاً فی روح المعانی عن ابن عباس وقتادہ بلا سند لکن کون القولین مذکورین فی القرآن کافٍ لارتباط ما سیاتی بما قد اتی فان[1] ذکر الجہاد قد جرا الی ذکر من کان ینکر علیہ فافہم۔

تحقیق اسباب مؤثرہ فی الحوادث: وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ (الی قولہ تعالٰی) وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ۔ اور اگر ان (منافقین) کو کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے (جیسے فتح وظفر) تو کہتے ہیں کہ یہ منجانب اللہ (اتفاقاً) ہو گئی (ورنہ مسلمانوں کی بے تدبیری میں تو کوئی کسر تھی ہی نہیں) اور اگر ان کو کوئی بری حالت پیش آتی ہے (جیسے جہاد میں موت وقتل) تو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ آپ کی نسبت) کہتے ہیں کہ یہ آپ (کی اور مسلمانوں کی بے تدبیری) کے سبب سے ہے (ورنہ چین سے گھروں میں بیٹھے رہتے تو کیوں اس مصیبت میں پڑتے) آپ فرما دیجئے کہ (میرا تو اس میں ذرا بھی دخل نہیں بلکہ) سب کچھ (نعمت وقسمت) اللہ ہی کی طرف سے ہے (گو ایک بلا واسطہ ہے اور ایک بواسطہ جیسا عنقریب اس کی تفصیل آتی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ نعمت تو محض ان کے فضل سے بلا واسطہ اعمال ہے اور قسمت ان کے عدل سے بواسطہ اعمال سیئہ عبادت کے ہے پس تم جو مصیبت میں میرا دخل سمجھتے ہو واقع میں عباد کے اعمال سیئہ کا اس میں دخل ہے جیسا احد میں شکست کے وجوہ گذر چکے ہیں اور یہ بات نہایت ہی ظاہر ہے، اگر آدمی ذرا بھی غور کرے تو خوشحالی کے قبل کوئی نیک عمل اس درجہ کا نہ پاوے گا محض فضل ہی ثابت ہوگا اور بدحالی کے قبل ضرور کوئی عمل بد جس کی سزا اس سے زیادہ ہوتی پاوے گا۔ جب ایسی ظاہر ہے) تو ان (حماقت شعار) لوگوں کو کیا ہوا کہ بات سمجھنے کے پاس کو بھی نہیں نکلتے (اور سمجھیں گے تو کیا اور وہ تفصیل اس اجمالی جواب مذکور کی یہ ہے کہ) اے انسان تجھ کو جو کوئی خوشحالی پیش آتی ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کی جانب سے (فضل) ہے اور جو کوئی بدحالی پیش آوے وہ تیرے ہی (اعمال بد کے سبب سے ہے) پس (اس بدحالی کو عمل بالا حکام الشرعیہ یا شارع کی طرف نسبت کرنا پوری جہالت ہے جیسا منافقین جہاد اور امام الجہاد کی طرف اس کی نسبت کرتے ہیں) **ف**: جاننا چاہئے کہ اس مقام کی جو تقریر کی گئی اس سے معلوم ہو جاوے گا کہ یہاں مسئلہ خلق افعال کا مذکور نہیں بلکہ یہاں محض بیان فضل وعدل کا مقصود ہے اور مَآ اَصَابَكَ الخ ماقبل کا بیان ہے، اب اس پر کسی قسم کا اشکال ان شاء اللہ تعالیٰ واقع نہیں ہوگا اور جاننا چاہئے کہ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ اور مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ میں منافقین کے قول کا جو کہ حسنہ کے باب میں تھا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ تسلیم لازم نہیں آتا کیونکہ ان کی مراد حمد نہ تھی بلکہ بطور محاورہ کے تھا جیسے خلاف توقع امور کو کبھی اللہ کی طرف، کبھی تقدیر کی طرف نسبت کر دیتے ہیں ان کا مقصود زیادہ اس سے یہ تھا کہ لیس من عندك وببركة رأيك۔ اور جاننا چاہئے کہ بدحالی کو جو ثمرہ اعمال کا فرمایا یہ ہر ایک کے لئے نہیں بلکہ بد عمل آدمی کے لئے ہے۔ ورنہ ابرار کے لئے حوادثات وبلیات خود رحمت وتربیت ہے، خوب سمجھ لو۔ اور جاننا چاہئے کہ خوشحالی میں جو کہا گیا کہ کوئی نیک عمل اس درجہ کا نہ پاوے گا وجہ اس کی ظاہر ہے کیونکہ اول تو ان اعمال حسنہ سے پہلے خود بہت سی نعمتیں اتنی ہوں گی کہ ان اعمال کو ان کا مکافی نہیں کہہ سکتے تو ثمرہ جدیدہ کا کیا حق ہے؟ دوسرے خود ان اعمال میں پورے شرائط قبول کے نہیں پائے جاتے اور بعض جگہ جو اچھے ثمرات کو اعمال حسنہ کا عوض فرما دیا گیا تھا، وہ محض صورۃً ہے۔ ورنہ حقیقۃً اصلی سبب فضل ہے۔

ربط: اوپر منافقین کے اس قول سے جس میں بدحالی کو نعوذ باللہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف براہ اعتراض وسوئے ادب منسوب کرتے تھے انکار آپ کی رسالت کا بھی لازم آتا تھا آگے اس لازم کا ابطال ہے جس سے ملزوم کا ابطال دوسرے طرز پر بھی ہو گیا اور رسالت کا اثبات ہے مع اشارہ کے دلیل رسالت کی طرف۔

اثبات رسالت مع اشارہ بسوئے دلیل: وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے، اور (اگر کوئی منافق کافر انکار کرے تو اس کے انکار سے نفی نبوت کی کب ہو سکتی ہے کیونکہ) اللہ تعالیٰ (آپ کی رسالت کے) گواہ کافی ہیں (جنہوں نے قولی وفعلی شہادت دی ہے قولی تو مثلاً یہی جملہ وارسلناک اور فعلی یہ کہ معجزات جو دلیل اثبات نبوت ہیں آپ کو عطا فرمائے) **ف**: تمام لوگوں میں جن اور انسان دونوں آ گئے جیسا مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ کو بیان کیا گیا ہے الناس کا جو صدور الناس میں ہے پاس اس میں بیان ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عامہ کا جو قرآن و

حدیث میں اور جگہ بھی مذکور و منصوص اور عقیدہ قطعی ہے۔

ربط: اوپر اثبات تھا رسالت کا آگے رسالت کے حق کا کہ وجوب اطاعت ہے بیان فرماتے ہیں اور مخالفین کی عدم اطاعت پر آپ کی تسلی بھی فرماتے ہیں۔

ایجاب اطاعت مع تسلیہ رسول اللہ ﷺ: مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنۡ تَوَلّٰى فَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ عَلَيۡهِمۡ حَفِيۡظًا جس شخص نے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی اس نے خداتعالیٰ کی اطاعت کی (اور جس[۱] نے آپ کی نافرمانی کی خداتعالیٰ کی نافرمانی کی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت عقلاً بھی واجب ہے پس آپ کی اطاعت بھی واجب ہوئی) اور جو شخص (آپ کی اطاعت سے) روگردانی کرے سو (آپ کچھ غم نہ کیجئے کیونکہ) ہم نے آپ کو (بطور ذمہ داری کے) ان کا نگران[۱] کر کے نہیں بھیجا (کہ آپ ان کو کفر نہ کرنے دیں جس سے احتمال آپ سے باز پرس ہونے کا ہو بلکہ محض پیغام پہنچا کر آپ سبکدوش ہو جائیے) اس میں تسلی فرما دی گئی کیونکہ آپ کو بہت غم ہوا کرتا تھا) ف: بطور ذمہ داری کے قید اس لئے لگائی کہ شفقۃً تو آپ خدام کی نگرانی رکھتے تھے اور ان کے معاش و معاد کی اصلاح فرماتے رہتے تھے۔ ربط: اوپر اطاعت رسول کا وجوب مذکور تھا آگے بعض منافقین کا معاملہ مذکور ہے جو اس واجب کے تارک تھے۔

ذکر معاملہ منافقین در باب اطاعت رسول مع تسلیہ: وَيَقُوۡلُوۡنَ طَاعَةٌ ۫ (الی قولہ تعالی) وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيۡلًا ۝ اور یہ (منافق) لوگ (آپ کے احکام سن کر آپ کے سامنے زبان سے تو) کہتے ہیں کہ ہمارا[۱] کام (آپ کی اطاعت کرنا ہے پھر جب آپ کے پاس سے (اٹھ کر) باہر جاتے ہیں تو شب کے وقت (پوشیدہ) مشورے کرتے ہیں ان میں کی ایک جماعت (یعنی ان کے سرداروں کی جماعت) برخلاف اس کے جو کچھ کہ زبان سے کہہ[۲] چکے تھے (اور چونکہ وہ سردار ہیں اصل مشورہ وہ کرتے ہیں باقی ان[۳] کے تابع رہتے ہیں تو اس خلاف میں سب کی ایک حالت ہے) اور اللہ تعالیٰ (سرکاری روزنامچہ میں) لکھتے جاتے ہیں جو کچھ وہ راتوں کو مشورے کیا کرتے ہیں (موقع پر سزا دیں گے) سو آپ ان کی (بیہودگی کی) طرف التفات (اور خیال) نہ کیجئے اور (نہ کچھ فکر کیجئے بلکہ سارا قصہ) اللہ تعالیٰ کے حوالے کیجئے اور اللہ تعالیٰ کافی کارساز ہیں (وہ خود مناسب طور پر اس کا دفعیہ فرما دیں گے چنانچہ کبھی ان کی شرارت سے کوئی ضرر نہیں پہنچا)۔ ربط: اوپر اثبات تھا رسالت کا جس کے وہ منکر تھے آگے ایک خاص اور عجیب طرز پر جو کہ مقام کے نہایت مناسب ہے اثبات ہے قرآن کی حقانیت کا جو اعظم دلائل رسالت ہے کہ انکار[۱] رسالت میں اس کا بھی انکار لازم آتا تھا۔ نیز وہ بالذات بھی اس کے منکر تھے۔

اثبات حقانیت قرآن: اَفَلَا يَتَدَبَّرُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ ؕ وَلَوۡ كَانَ مِنۡ عِنۡدِ غَيۡرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوۡا فِيۡهِ اخۡتِلَافًا كَثِيۡرًا کیا (قرآن کا اعجاز فصاحت و بلاغت میں اور اخبار عن الغیب میں دیکھ رہے ہیں اور) پھر قرآن میں غور نہیں کرتے (تا کہ اس کا کلام الٰہی ہونا واضح ہو جاوے) اور اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس (کے مضامین) میں (بوجہ ان کے کثیر ہونے کے واقعات سے اور حد اعجاز سے) بکثرت تفاوت پاتے (کیونکہ[۱] ہر ہر مضمون میں ایک ایک اختلاف و تفاوت ہوتا تو مضامین کثیرہ ہوتے حالانکہ ایک مضمون میں بھی اختلاف نہیں پس لامحالہ یہ غیر اللہ کا کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے)

ف: حاصل مقام یہ ہے کہ کلام اللہ کے وجوہ اعجاز میں سے اس کی فصاحت و بلاغت کا بے مثل ہونا اور اس کے اخبارات کا جن پر مطلع ہونے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی ذریعہ نہ تھا بالکل صحیح و مطابق واقع کے ہونا ہے مثلاً اسی جگہ جس مشورہ کا بیان ہے کہ روسائے منافقین کسی طرح اخفائے راز کرتے تھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی خبر دیتے تھے اور یہی جزو ہے جس کی وجہ سے تمہید میں اس اثبات و استدلال کو مقام کے مناسب کہا گیا ہے اور بھی بہت سے اخبارِ ماضیہ و مستقبلہ کی حکایت و پیشین گوئی باوجود عدم اقتباس کے کسی کتاب یا اہل کتاب سے صحیح اور واقع کے موافق نکلتی تھیں نہ آپ نے کسی اور ایسے فن کی مشق کی تھی جس سے کشف وغیرہ ہو جاوے نہ کوئی مخالف معاصر اس کا دعویٰ کر کے ثابت کر سکا۔ دوسرے حسب سنت الٰہیہ جہاں احتمال تلبیس[۱] کا ہو مدعی نبوت کاذب سے ایسے خوارق باوجود خداقت ایسے فنون کے بھی واقع نہیں ہوتے اور فصاحت و بلاغت کا اعجاز تمام فصحاء و بلغاء کے عاجز ہو جانے سے ثابت ہو چکا تھا پس معلوم ہوا کہ یہ کلام خالق تعالیٰ کا ہے منکرین میں جو مشرک تھے ان کے اعتبار سے فصاحت و بلاغت سے استدلال واضح ہے اور جو اہل کتاب تھے جن میں منافق بھی تھے ان کے اعتبار سے اخبار عن المغیبات سے استدلال اظہر ہے ہر ہر مضمون میں یہ استدلال جاری ہو سکے گا جب ہر مضمون منجانب اللہ ہوا تو مجموعہ قرآن بھی کلام اللہ ہو گیا اور اختلاف سے مراد اختلاف نسخوں کا بھی ہو سکتا ہے کہ مؤلفات بشر کے لئے لوازم عادیہ سے ہے اس کی زیادہ تفصیل سورۂ حجر کی آیت اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ میں آوے گی۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالی: يَخۡشَوۡنَ النَّاسَ كَخَشۡيَةِ اللّٰهِ اَوۡ اَشَدَّ خَشۡيَةً ۚ وَقَالُوۡا رَبَّنَا لِمَ كَتَبۡتَ عَلَيۡنَا الۡقِتَالَ ۚ لَوۡلَاۤ اَخَّرۡتَنَاۤ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيۡبٍ ؕ چونکہ یہ فریق مومنین مخلصین سے تھے تو ان کا یہ خوف طبعی تھا نہ کہ عقلی اور یہ قول تمنی تھا یا وسوسہ نہ کہ انکار و اعتقاد پس آیت میں دلالت ہوئی کہ امور طبعیہ اور وساوس پر مواخذہ نہیں کیونکہ یہ سب غیر اختیاری ہیں باقی خداتعالیٰ کا ان پر رد اور نکیر سو ایک لطیف شکایت ہے نہ کہ توبیخ)۔ قولہ تعالیٰ: قُلۡ كُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ؕ مع قولہ تعالیٰ: مَاۤ اَصَابَكَ مِنۡ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۖ وَمَاۤ اَصَابَكَ مِنۡ سَيِّئَةٍ فَمِنۡ نَّفۡسِكَ ؕ حاصل مقام یہ ہے کہ نعمت خداتعالیٰ کی طرف

سے فضل ہے بلاواسطہ اعمال صالحہ اور قسمت خداتعالیٰ کی طرف سے عدل ہے بواسطۂ اعمال غیر صالحہ پس جمع اور تقسیم دونوں صحیح ہو گئے یعنی کل من عند اللہ میں جمع اور ما اصابک الخ میں تقسیم۔ اور تقسیم کے اعتبار سے قسمت کی نسبت کا قطع خداتعالیٰ کی طرف سے صحیح ہوا اور جمع کے اعتبار سے اس کا نسبت کرنا اس کی طرف صحیح ہوا اور اس سے عارف شیرازی کے قول کی توجیہ کی توضیح ہو گی گناہ گرچہ نبود اختیار ما حافظ: تو در طریق ادب کوش کین گناہ من است۔ قولہ تعالیٰ: مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا جملہ اولیٰ اس پر دال ہے کہ مقبول مقرب کے ساتھ کوئی معاملہ کرنا ایسا ہے جیسا حق تعالیٰ کے ساتھ معاملہ کرنا اور جملہ ثانیہ اس پر دال ہے کہ جس کی اصلاح کی توقع نہ ہو اس کے درپے نہ ہو۔

الحواشی: (۱) **قوله** فان ذكر الجهاد الخ دليل لصحة الارتباط الذى قد ذكر اى لما ذكر الجهاد فى الآية السابقة الى ذكر من ينكر على الجهاد و لا يعتقده وهم المنافقون فيما بعد من قوله تعالىٰ وان تصبهم الخ علم منه ان هذا الآية اللاحقة متعلقة ايضا بمضمون الجهاد فثبت به صحة ما قرر فى وجه الربط ۱۲ منه۔

ملحقات الترجمة: ۱ **قوله** فى الم تر ایسا تقاضا تھا دل عليه لفظ الكف فان الكف يكون لمن يريد الاقدام وبه تاكد امرا لتعجيب وبيانه على ما فى الروح فلما كتب عطف على قيل لهم باعتبار معناه الكنائى من كمال رغبتهم فى القتال وكونهم بحيث احتاجوا الى النهى عنه اذ حينئذ بتحقيق التباين بين مدلوتى بالمعطوفين و عليه يدور امر التعجيب۔ ۲ **قوله** فى اقيموا مثلاً الخ اشار الى ان خصوصيتهما ليست مقصودة بل ذكرتا تمثيلا والمقصود اشتغلوا بما امرتم وتخصيصهما بالذكر بفضلهما ۱۲۔ ۳ **قوله** فى اذا قصہ کیا ہوا هذه ترجمة اذا المفاجاتية فى لساننا ۱۲۔ ۴ **قوله** فى وقالوا برابر ہے اى فى العلم لا فى الاثر من العقاب فان الوسوسة معفو عنها ۱۲۔ ۵ **قوله** فى اجل قريب تھوڑی مدت فالمراد بالاجل مطلق الوقت اطلاقا للمقيد على المطلق كذا يفهم من ابى السعود ولم احمله على معنى العمر لانه بعيد عن المؤمنين ۱۲۔ ۶ **قوله** فى لو لا اخرتنا دیدی ہوتی هو اخذ بالحاصل ۱۲۔ ۷ **قوله** هناك ذرا بےفکری اشارة الى انهم لم يتمنوا الحيوٰة بل الامن ۱۲۔ ۸ **قوله** فى التمهيد کاف لارتباط الخ وقال بعضهم ان الحسنة الخصب والسيئة القحط كان اليهود يطيرون به صلى الله عليه وسلم لما ابتلوا به من القحط وغيره لما امسكوا عن طاعته صلى الله عليه وسلم فينبون ذلك اليه صلى الله عليه وسلم فرد الله تعالىٰ عليهم ذكره فى الروح عن الحسن وابن زيد ايضا بلا سند وعليه فوجه الارتباط ان المذكور كان فيما قبل ان الموت لا يدفعه احد ثم ذكر حكم المنايا انها كذلك لا يدفعها احد ولغى على من يعتقد الاسباب الغير المؤثرة مؤثرة فى نزولها او عدم نزولها فافهم ۱۲۔ ۹ **قوله** فى من عندك اور مسلمانوں کی الخ لان المسلمين كانوا اصحاب مشورته صلى الله عليه وسلم فالنسبة اليه صلى الله عليه وسلم نسبة اليهم رضى الله تعالىٰ عنهم وانما خصوه صلى الله عليه وسلم بالذكر لكونه اصلا وراسًا ۱۲۔ ۱۰ **قوله** قبل فمال هؤلاء جب ایسی ظاہر ہے وبه ظهر معنى الترتب فى الفاء ۱۲۔ ۱۱ **قوله** فى لا يكادون بات سمجھنے کے الخ افاد امرين الاول ان المراد بالحديث مطلق الحديث عدوا بما لم يتأملوا فى حقيقة الامر من البهائم لا تفقه حديثا ما والثانى او ضح معنى لا يكادون من المبالغة ۱۲۔ ۱۲ **قوله** قبل وما اصابة اورده تفصيل مجملة فما لهؤلاء الخ معترضة بين المبين والبيان ۱۲۔ ۱۳ **قوله** فى ما اصابك اے انسان فالمخاطب فيه غير المخاطب فيما قبل ۱۲۔ ۱۴ **قوله** فى فمن الله فضل ہے وفى من نفسك اعمال بد کے سبب فمن ابتدائية فى الموضعين والمسبب يكون ابتدائه من السبب فالسبب فى الاول هو الله اى فضله وفى الثانى العبد اى علمه ولعله هو النكتة فى اختيار من ههنا واختيار عند فيما قبل لان عند للقرب وهو اعم فيما يكون بواسطة او بلا واسطة فالواسطة فى قول المنافقين تدبير الرسول و قضاء الله وفى قول الله تعالىٰ قل كل من عند الله يراد كون الحسنة بلا واسطة والسيئة بواسطة الاعمال فصح كون قوله ما اصابك الخ بيانا لذلك الاعم فافهم ۱۲۔ ۱۵ **قوله** فى التمهيد جس سے ملزوم کا ابطال الخ والملزوم كون السيئة منسوبا اليه صلى الله عليه وسلم وقد ابطل قبل هذا بقوله قل كل الخ وان شئت قررت المقام بان الرسول لا بدوان يكون مباركا وانت رسول فلا يصح كونك مشوما فهم كاذبون وعلى هذا يكون رسالته ملزومًا وابطال قولهم لازمًا ۱۲۔ ۱۶ **قوله** فى الناس تمام فاللام للاستغراق ۱۲۔ ۱۷ **قوله** فعلی یہ کہ الخ وهو المراد فى التمهيد مع اشارة الخ ۱۲۔ ۱۸ **قوله** فى من يطع الرسول اور جس نے آپ کی نافرمانی الخ دل عليه قوله ومن تولى وبهذا ثبت الوجوب والافقوله تعالىٰ ومن يطع الرسول غاية كون اطاعة الله لازمًا لا طاعة الرسول ونفى الملزوم لا يدل على نفى اللازم ۱۲۔ ۱۹ **قوله** فى حفيظًا نگران ودخل فيه معنى علىٰ فى لساننا وفسر حفيظا بهذا فى الكبير ۱۲۔ ۲۰ **قوله** فى يقولون منافق كذا روى عن ابن عباس والحسن وسدى

کما فی الروح ۱۲۔ ۲۱؎ قولہ فی طاعۃ ہمارا کما فی الروح امرنا طاعۃ ۱۲۔ ۲۲؎ قولہ فی تقول کہہ چکے تھے لان قولهم قد مضی وانما عدل الی المضارع دلالۃ الاستمرار ۱۲۔ ۲۳؎ قولہ بعد تقول باقی ان کے تابع الخ وهذا هو الوجه للتخصیص لا لانهم ثابتون علی الطاعۃ ۱۲۔
۲۴؎ فائدة اعلم انی لما فسرت هذا المقام سنح لی اشکال عویص وهو ان المفهوم من الآیة ان الاختلاف الکثیر من لوازم کون الکلام من المخلوق ومعلوم ان انتفاء اللازم یستلزم انتفاء الملزوم فیلزم ان الکلام الذی یکون فیه الاختلاف القلیل لا یکون من المخلوق بل من الخالق مع ان بین کلام اللہ تعالٰی وبین مطلق الاختلاف ولو کان قلیلاً منافاة کما هو ظاهر۔ ولحله تفرعت الی اللہ تعالٰی فالقی فی روعی ما ذکرته فی فائدة المتن حاصله ان اللازم لکون الکلام من المخلوق مطلق الاختلاف ولو کان قلیلا وهو محط الفائدة فی الآیة ولا محذور فی استلزام انتفاء مطلق الاختلاف کون الکلام من الخالق فان الواقع کذلك کما حصل فی المتن من اعتبار الاعجاز فی البلاغة والاخبار عن المغیب من مدعی النبوة مع فقدان آلات اطلاعه علیه العادیة واما التقیید بالکثیر فلیس للاحتراز عن القلیل ابل لان المضامین کثیرة ولو کان من عند غیر اللہ لوقع فی کل منها اختلاف واحد فیحصل فی المجموع القرآنی لا محالة الاختلاف الکثیر بهذا الوجه دل علی تقریر هذا الحل قوله فی فادة المتن ہر ہر مضمون میں یہ استدلال جاری ہو سکے گا الخ فتبصر و تشکر ۱۲۔ ۲۵؎ قوله فی لوجدوا ہر ہر مضمون میں ایک ایک اختلاف فالاختلاف طرفاه کل جزء وجزء من القرآن ووجه الاعجاز لا الاجزاء بعضها مع بعض فالجملة فی قوة قولنا لوجدوا فیه الاختلاف بین احد الجهل ووجه الاعجاز وکذا بین الاخری ووجه الاعجاز فافهم ای کان کل جزء منه مخالفا لوجه الاعجاز فعلی هذا کون الاختلاف القلیل فی الکتاب الکبیر تقدیر محال لا یستحیل استلزامه لمحال آخر مما یقرض من ان الکلام الذی فیه الاختلاف القلیل یلزم ان لا یکون من المخلوق ۱۲۔ ۲۶؎ قوله فی ف مدعی نبوت ..... واقع نہیں ہوتے حتی ولا اتفاقا فیما یحتمل فیه التلبیس فلا یرد ان هذا المدعی لو تفوه بقضایا متناقضة لابد ان یصدق بعضها وجه عدم الورود ان هذا لا یحتمل فیه التلبیس لوجود لیس الکذب فی نفس کلامه ۱۲۔

اَللُّغَاتُ: البروج الحصون والقلاع کذا فی الروح عن ابن عباس الشید الجص ۱۲۔ بیت من البیتوتة لانه تدبیر الفعل لیلًا والعزم علیه ومنه تبییت نیة الصیام کذا فی الروح قلت علیه ترجمت هذه الکلمة موافقة للشاه عبدالقادرؒ واکثرهم فسروا بمطلق التدبیر ۱۲۔

اَلنَّحْوُ: قوله واشد خشیة معطوف علی ما قدر قبل الخشیة من المفعول المطلق ای خشیة کخشیة اللہ واشد صفة مقدمة فالتقدیر یخشون الناس خشیة کخشیة اللہ او خشیة اشد واو بمعنی بل کذا فی الروح۔ قوله ولو کنتم فی الروح والجملة معطوفة علی اخری مثلها ای لو لم تکونوا فی بروج ولو کنتم فی بروج وقد طرد الحذف فی مثل ذلك لوضوح الدلالة ۱۲۔

اَلْبَلَاغَةُ: قوله اذا فریق فی الروح وتوجیه التعجیب الی الکل مع ان الکراهیة انما کانت من البعض للایذان بانه ما کان ینبغی ان یصدر من احدهم ما ینافی حالته الاولٰی ۱۲۔

وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۳﴾ فَقَاتِلْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا ﴿۸۴﴾ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ مُّقِيْتًا ﴿۸۵﴾

اور جب ان لوگوں کو کسی امر کی خبر پہنچتی ہے خواہ امن ہو یا خوف تو اس کو مشہور کر دیتے ہیں اور اگر یہ لوگ اس کو رسول کے اور جو ان میں ایسے امور کو سمجھتے ہیں ان کے اوپر حوالہ رکھتے تو اس کو وہ حضرات تو پہچان ہی لیتے جو ان میں اس کی تحقیق کر لیا کرتے ہیں اور اگر تم لوگوں پر اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہوتی تو تم سب کے سب شیطان کے پیرو ہو جاتے تھوڑے سے آدمیوں کے۔ پس آپ اللہ کی راہ میں قتال کیجئے آپ کو بجز آپ کے ذاتی فعل کے کوئی حکم نہیں اور مسلمانوں کو ترغیب دے دیجئے اللہ تعالٰی سے امید ہے کہ کافروں کے زور جنگ کو روک دیں گے اور اللہ تعالٰی زور جنگ میں زیادہ شدید ہیں اور سخت سزا دیتے ہیں جو شخص اچھی سفارش کرے اس کو اس کی وجہ سے حصہ ملے گا اور جو شخص بری سفارش کرے اس کو اس کی وجہ سے حصہ ملے گا اور اللہ تعالٰی ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے ۞

تفسیر ربط: اوپر منافقین کی بدعنوانی مذہبی مذکور تھی آگے بدعنوانی انتظامی مذکور ہے جس سے اہل اسلام پر اثر ضرر پہنچتا تھا۔

جنایت انتظامیہ منافقین: وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ (الی قولہ تعالی) لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا اور جب ان لوگوں کو کسی امر (جدید) کی خبر پہنچتی ہے خواہ (وہ امر موجب) امن ہو یا (موجب) خوف (مثلاً کوئی لشکر مسلمانوں کا کسی جگہ جہاد کے لئے گیا اور ان کے غالب ہونے کی خبر آئی یہ امن کی خبر ہوئی یا ان کے مغلوب ہونے کی خبر آئی یہ خوف کی خبر ہے) تو اس (خبر) کو (فوراً) مشہور کر دیتے ہیں (حالانکہ بعض اوقات وہ غلط نکلتی ہے اور اگر صحیح بھی ہوئی تب بھی بعض اوقات اس کا مشہور کرنا خلاف مصلحت انتظامیہ ہوتا ہے) اور اگر (بجائے خود مشہور کرنے کے) یہ لوگ اس (خبر) کو رسول اللہ (ﷺ) کے اور جو (حضرات اکابر صحابہ) ان میں ایسے امور کو سمجھتے ہیں اُن کی (رائے کے) اوپر حوالہ رکھتے (اور خود کچھ دخل نہ دیتے) تو اس (خبر کی صحت و غلط اور قابل تشہیر ہونے نہ ہونے) کو وہ حضرات تو پہچان ہی لیتے جو ان میں اس کی تحقیق کر لیا کرتے ہیں۔ (جیسا ہمیشہ پہچان ہی لیتے ہیں پھر جیسا یہ حضرات عمل در آمد کرتے ویسا ہی ان خبر اُڑانے والوں کو کرنا چاہئے تھا ان کو دخل دینے کی کیا ضرورت ہوئی اور نہ دخل دیتے تو کون سا کام اٹک رہا تھا آگے احکام مذکورہ سنانے کے بعد جو سرتاسر متضمن مصالح دنیویہ واخرویہ ہیں بطور منت کے مسلمانوں کو ارشاد ہے) اور اگر تم لوگوں پر خدا تعالیٰ کا (یہ خاص) فضل اور رحمت (کہ تم کو قرآن دیا اپنا پیغمبر بھیجا یہ اگر) نہ ہوتا تو تم سب کے سب (ضرر دنیوی اور اخروی اختیار کر کے) شیطان کے پیرو ہو جاتے بجز تھوڑے سے آدمیوں کے (جو بدولت عقل سلیم خداداد کے کہ وہ بھی ایک خاص فضل و رحمت ہے اس سے محفوظ رہتے ورنہ زیادہ تباہی میں پڑتے پس تم کو ایسے پیغمبر اور ایسے قرآن کو جن کی معرفت ایسے مصالح کے احکام آتے ہیں برخلاف منافقین مذکورین کے غنیمت سمجھنا چاہئے اور پوری اطاعت کرنا چاہئے) **ف**: اس سے کوئی یوں شبہ نہ کرے کہ جب قلیل مستثنیٰ ہیں تو ان پر اس رحمت خاصہ بعثت وقرآن سے کوئی منت نہ ہوئی کیونکہ وہ تو بدوں اس کے بھی اتباع شیطان سے محفوظ رہتے۔ جواب یہ ہے کہ عقل سے بعض احکام مجملاً مدرک ہو سکتے ہیں اس قدر تفصیل ابواب سعادت کی کب عقل سے معلوم ہو سکتی ہے تو اول تو بعض امور نظریہ دقیقہ مشتبہ عند العقل میں خود یہ اتباع بھی محتمل تھا دوسرے اگر ضرر سے بچے بھی رہتے تب بھی منافع وسعادات سے جن کا ادراک وحی پر موقوف ہے تو ضرور محروم رہتے تو ان پر کیا منت تھوڑی ہے جس کو دوسری آیت میں صاف فرمادیا ہے: لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ الآیہ [آل عمران: ۱۶۴] اور جاننا چاہئے کہ اولی الامر اور مستنبطین کو جو منہم فرمادیا حالانکہ مؤمنین ومنافقین مغایر ہیں یہ بحسب دعویٰ منافقین کے ہے کہ وہ مومنین میں اپنے کو داخل وشامل کیا کرتے تھے ھکذا فی الکبیر۔ ربط: بہت اوپر سے مضمون جہاد کا شروع ہوا تھا بیچ بیچ میں اس کی مناسبت سے اور اور مضامین آ گئے تھے آگے پھر عود ہے خاص حضور ﷺ کو مخاطب بنا کر اسی مضمون کی طرف ایک خاص عنوان سے جس میں ان بیچ کے مضامین کے بڑے حصوں سے بھی گونہ تعرض ہے چنانچہ بلا تکلف سے مترشح ہوتا ہے کہ بعضوں نے سستی کی تھی جس کی وجہ منافقین میں بداعتقادی تھی اور بعض مومنین میں خوف طبعی اور ضعف ہمت جو کہ اوپر بھی مذکور ہو چکے ہیں۔

خطاب خاص برائے جہاد: فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (الی قولہ تعالی) وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا۔ (جب جہاد کی ضرورت معلوم ہو گئی) پس آپ (اے محمد ﷺ) اللہ کی راہ میں (کفار سے) قتال کیجئے (اور اگر فرضاً کوئی آپ کے ساتھ نہ ہو تو کچھ فکر نہ کیجئے کیونکہ) آپ کو بجز آپ کے ذاتی فعل کے (دوسرے شخص کے فعل کا کوئی حکم نہیں اور (اس کے ساتھ) مسلمانوں کو (صرف) ترغیب دے دیجئے (پھر اگر کوئی ساتھ نہ دے تو آپ بری الذمہ ہیں نہ تو باز پرس کی فکر کیجئے جس کی وجہ مذکور ہو چکی اور نہ تنہا رہ جانے کا غم کیجئے جس کی وجہ یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ سے امید ہے (اور یہ امید دلانا وعدہ ہے) کہ کافروں کے زورِ جنگ کو روک دیں گے (اور ان کو مغلوب کر دیں گے) اور (گو یہ بڑے زوردار نظر آتے ہیں لیکن) اللہ تعالیٰ زورِ جنگ میں (ان سے بمدارج بے شمار) زیادہ شدید (اور قوی) ہیں اور (مخالف کو) سخت سزا دیتے ہیں۔ **ف**: ممکن ہے کہ اَشَدُّ بَاْسًا باعتبار دنیا کے ہو اور اَشَدُّ تَنْكِيْلًا باعتبار آخرت کے اور اللہ تعالیٰ کے زور جنگ سے مراد کفار کو مغلوب کرنے کا سامان فرما دینا ہے جو نتیجہ ہوتا ہے زور جنگ کا یا مراد باس سے مطلق زور لے لیا جاوے اور قوت کے معنی صادق آنے میں کوئی خفاء ہی نہیں اطلاقاً للمقید علی المطلق اور اس پیشین گوئی کا وقوع ظاہر ہے اگر خاص کفار سے قریش مراد ہوں جب بھی اور اگر ساری دنیا کے کفار مراد ہوں جب بھی کیونکہ چند ہی روز میں تمام سلطنتیں مسلمانوں نے فتح کر لیں اور بعض نے ان آیات کو خاص ایک قصہ پر محمول کیا ہے جس کا خلاصہ لباب سے بتخریج ابن جریر بروایت ابن عباسؓ یہ ہے کہ جب غزوۂ احد شوال میں ہو چکا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ذیقعدہ میں کفار کے وعدہ کے موافق بدر میں مقابلہ کے لئے جانا چاہا اس وقت بعض لوگوں نے تازہ زخمی ہونے کی وجہ سے اور بعض نے افواہی خبروں کی وجہ سے قدرے تامل کیا چنانچہ اس روایت میں یہ لفظ ہیں فابی علیہ الناس ان یتبعوہ آپ نے فرمایا انی ذاھب وان لم یتبعنی احد یعنی گو میرے ساتھ کوئی نہ چلے مگر میں ضرور جاؤں گا چنانچہ آپ ستر آدمیوں کو لے کر چل کھڑے ہوئے مگر کفار قریش کے نہ آنے کی وجہ سے اس موقع پر قتال نہیں ہوا اھ مختصراً روح المعانی میں اس آیت کے متعلق ابن عباسؓ سے اس قصہ میں نقل کیا ہے فنزلت اس وقت اس پیشین گوئی کا وقوع اظہر ہے کہ کفار مرعوب ہو گئے اور مقابلہ کے لئے نہ آئے چنانچہ آیت اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا واقعہ آل عمران کی تفسیر

میں بھی اس کا کچھ بیان آ چکا ہے پس کفار خاص مراد ہوں گے اور میرے نزدیک تقریر آیت میں یہ اولیٰ ہے کہ یہ وعدہ عَسَى اللّٰهُ درصورت تنہا قتال فرمانے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تھا چونکہ یہ صورت واقع نہیں ہوئی اس لئے اس پیشین گوئی کے وقوع کی تحقیق اس مقام پر بالکل ضروری نہیں۔

ربط: اوپر کی آیت میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم تھا کہ مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دیں آگے بضمن حکم بستم امر مشروع میں شفاعت کرنے کی جس کو شفاعت حسنہ کہا ہے فضیلت اس مناسبت سے فرماتے ہیں کہ اس میں بھی ترغیب ہے ایک کو کہ دوسرے کے ساتھ احسان کرے پس دونوں میں ترغیب خیر ہوئی اور اگر ان ترغیبوں پر اثر رغبت بھی مرتب ہو گیا تو دونوں عمل تسبیب[1] خیر میں بھی شریک ہیں۔ اور اس شفاعت حسنہ کے مقابلہ کے لئے شفاعت سیئہ کا بیان بھی فرما دیا مقابلہ خود ایک مناسبت ہے اگر یوں کہا جاوے کہ اوپر منافقین کے اقوال واحوال مذکور تھے جو اوروں کے لئے بھی سبب ضرر ہو سکتے تھے اور شفاعت سیئہ بھی سبب ضرر ہے تو اس تقریر سے اوپر کے مضمون کے ساتھ ایک مستقل مناسبت نکل آوے گی۔

حکم بستم ترغیب شفاعت حسنہ وتحذیر از شفاعت سیئہ: وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً (الی قولہ تعالیٰ) وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا جو شخص اچھی سفارش کرے (یعنی جس کا طریق ومقصود دونوں مشروع ہوں) اس کو اس (سفارش) کی وجہ سے (ثواب کا) حصہ ملے گا اور جو شخص بری سفارش کرے (یعنی جس کا طریق یا غرض غیر مشروع ہو) اس کو اس (سفارش) کی وجہ سے (گناہ کا) حصہ ملے گا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والے ہیں (وہ اپنی قدرت سے نیکی پر ثواب اور بدی پر عذاب دے سکتے ہیں) **ف**: طریق غیر مشروع ہونا اس طرح کہ مثلاً کسی غریب کی امداد کے لئے کسی امیر سے کہا مگر اس طرح کہ اس کو مجبور کیا اور اس پر گراں ہوا گو غرض بری نہیں مگر طریقہ برا ہے کہ ایذائے مسلم معصیت ہے اور مقصود غیر مشروع یہ کہ کسی ظالم کی اعانت کے لئے کہا کہ غرض ہی حرام ہے جو سفارش دونوں سے منزہ ہو وہ عبادت ہے کہیں واجب کہیں مستحب۔

مسئلہ: اور بوجہ عبادت ہونے کے اس پر عوض لینا حرام ہے کہ عبادت محل اجرت نہیں اور شفاعت سیئہ پر بوجہ معصیت ہونے کے اجرت لینا حرام ہے اور اگر بمقابلہ کوشش کے اجرت سمجھی جاوے تو غلط ہے کیونکہ اگر کوئی غیر ذی اثر آدمی اس سے زیادہ کوشش کرے اس کو اجرت نہیں دی جاتی اس سے معلوم ہوا کہ وہ بمقابلہ جاہ کے ہے اور جاہ غیر متقوم ہے اس لئے وہ بھی حرام ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ۚ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ۭ اسی طرح اثنائے سلوک میں جو اسرار واحوال پیش آتے ہیں ان کا عوام کے یا غیر شیخ محقق کے سامنے ظاہر کرنا باطناً مضر ہے اور یہ بھی نظر سے مدلول آیت کی۔

ملحقات الترجمۃ: ١ **قوله في الا من** موجب اشارة الى حذف المضاف اى جاء هم امر من موجبات الخوف او الا من وهو عام فما في مسلم من نزول الاية في قصة خبر الطلاق فهو عندى من دخول الخاص في العام۱۲۔ ٢ **قوله في اولى الامر** ایسے امور کو سمجھتے ہیں فاللام للعهد او للجنس والمضاف محذوف اى الى اولى البعيرة بامثال هذه الامور۱۲۔ ٣ **قوله في علمه** خبر کی صحت پہچان ہی لیتے اشار الى ان العلم بمعنى المعرفة والمضاف محذوف اى لعرفوا كون هذا الخبر كذا و كذا او يقال العلم قلبى والمفعول الثانى بل هو كذا وكذا وفى زيادة كلمة تو كلمة ہی اشارة الى دفع ايراد وهو ان المتبادر من التركيب ان علم المستنبطين متوقف على الرد۔ وجه الدفع ان المرتب على الرد ليس هو العلم بل هو المقدر نحو اى ضرر كان عليهم وجملة لعلمه الخ كالدليل عليه وهى واقعة لا محالة ردوه اولم يردوه وفى هاتين الكلمتين وقوله تحقیق کرلیا کرتے ہیں وقولہ جیسا ہمیشہ الخ اشارة الى ذلك كلمه وفيما سيأتى من قولہ کونسا کام الخ تصريح به فافهم۱۲۔ ٤ **قوله في فضل الله** یہ خاص وبه اندفع ايراد آخر وهو انه يلزم من الاستثناء ان القليل لا يحتاجون فى الاهتداء الى فضل الله ورحمته۔ وجه الدفع ان انتفاء الخاص لا يستلزم انتفاء العام فلو لم يكن الفضل بالارسال لكان باعطاء العقل نعم لو لم يوجد فضل ما لم يهتد احد۱۲۔ ٥ **قوله في لا تكلف** دوسرے شخص کے فعل کا افاد ان المكلف به هو الفعل لا الذات وافاد ايضا ان مقصود الحصر نفى كونه صلى الله عليه وسلم مكلفا بفعل غيره فلا يلزم نفى التحريض لانه ايضا فعله صلى الله عليه وسلم فالحصر اضافى لا حقيقى ليلزم نفى كل فعل سوى القتال۱۲۔ ٦ **قوله في عسى** اور یہ امید دلانا كما فى الكبير عسى اطماع واطماع الكريم ايجاب۱۲۔ ٧ **قوله** سفارش کی وجہ حملت من على التعليل وحملت النصيب على الثواب وكذا الكفل على العذاب فدل على الاجر والوزر ولولم تترتب على الشفاعة الثمرة من ايصال النفع او الضرر۱۲۔

اللغات: فى البيضاوى اصل الاستنباط اخراج النبط وهو الماء يخرج من البير الاول ما يحفر۔ وفى الروح ثم تجوز به فاطلق

على كل اخذ وتلق۔ قلت فحاصله اخذ الخبر من مواقعه واخذ المصالح محالها وهذا هو التحقيق وبهذا المعنى يطلق على اخذ الحكم من مورده اذا عوا به الباء مزيدة ۱۲۔ بيضاوى۔ النصيب والكفل مترادفان والتخصيص للتفنن من روح المعانى ۱۲۔ قوله مقيتا فى البيضاوى مقتدرا من اقات على الشئ اذا قدر ۱۲۔

وَ اِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَسِیْبًا ۝ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ۝ فَمَا لَكُمْ فِى الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَ اللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ۝ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَ اقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۪ وَ لَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ؕ

اور جب تم کو کوئی (شروع طور پر) سلام کرے تو تم اس سلام سے اچھے الفاظ میں سلام کرو۔ یا ویسے ہی الفاظ کہہ دو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر حساب لیں گے۔ اللہ ایسے ہیں کہ ان کے سوا کوئی معبود ہونے کے قابل نہیں۔ وہ ضرور تم سب کو جمع کریں گے قیامت کے دن میں اس میں کوئی شبہ نہیں اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کس کی بات سچی ہوگی۔ پھر تم کو کیا ہوا کہ ان منافقوں کے باب میں تم دو گروہ ہو گئے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو الٹا پھیر دیا ان کے عمل کے سبب کیا تم لوگ اس کا ارادہ رکھتے ہو کہ ایسے لوگوں کو ہدایت کرو جن کو اللہ تعالیٰ نے گمراہی میں ڈال رکھا ہے اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ گمراہی میں ڈال دیں اس کیلئے کوئی سبیل نہ پاؤ گے وہ اس تمنا میں ہیں کہ جیسے وہ کافر ہیں تم بھی کافر بن جاؤ جن میں تم اور وہ سب ایک طرح کے ہو جاؤ سو ان میں سے کسی کو دوست مت بنانا جب تک کہ وہ اللہ کی راہ میں ہجرت نہ کریں اور اگر وہ اعراض کریں تو ان کو پکڑو اور قتل کرو جس جگہ ان کو پاؤ اور نہ ان میں سے کسی کو دوست بناؤ اور نہ مددگار بناؤ مگر جو لوگ ایسے ہیں جو کہ ایسے لوگوں سے جا ملتے ہیں کہ تمہارے اور ان کے درمیان عہد ہے یا خود تمہارے پاس اس حالت میں آویں کہ ان کا دل تمہارے ساتھ اور نیز اپنی قوم کے ساتھ لڑنے سے منقبض ہو۔

تفسیر ربط: اوپر شفاعتِ حسنہ کا بیان تھا آگے سلام کے جواب دینے کا طریق اس مناسبت سے بیان فرماتے ہیں کہ دونوں میں دوسرے کی تطییب قلب ہے اور احکامِ جہاد کے اثناء میں اس کا آنا اس وجہ سے لطیف ہو گیا کہ مجاہدین جیسے تلفظ بکلمۃ الاسلام کو شمشیر سے حفاظت کرنے والا سمجھتے ہیں اسی طرح تکلم بلفظ سلام کو بھی علامت اسلام کی سمجھ کر ایسے شخص سے ہاتھ روک لیا کریں جہاں کہیں شعار خاص اہل اسلام کا ہو دوسرے اقوام میں مستعمل نہ ہو جیسا عنقریب ایک قصہ بھی آوے گا اس آیت کی تفسیر میں وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا۔

حکم بست و یکم تعلیم جواب سلام: وَ اِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَسِیْبًا اور جب تم کو کوئی (شروع طور پر) سلام کرے تو تم اس (سلام) سے اچھے الفاظ میں سلام کرو (یعنی جواب دو) یا (جواب میں) ویسے ہی الفاظ کہہ دو (تم کو دونوں اختیار دیئے جاتے ہیں) بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر (یعنی ہر عمل پر) حساب لیں گے (یعنی ان کا قانون یہی ہے اور یوں اپنے فضل سے معاف کر دیں وہ اور بات ہے)

ف: مسئلہ: امر کے صیغہ سے اور حسیب سے اس حکم کا ظاہراً وجوب معلوم ہوتا ہے اور یہی مذہب ہے فقہاء کا۔ **مسئلہ**: یہ جو قید لگائی گئی کہ مشروع طور پر اس سے وہ سلام نکل گئے جو مکروہ ہیں مثلاً پائخانہ پھرنے والے کو سلام کرے یا اور کسی گناہ میں مبتلا ہونے کی حالت میں یا جو کسی طاعت میں مثلاً نماز و تلاوت میں مشغول ہو اور زیادہ تفصیل درمختار میں مذکور ہے۔ ایسی حالت میں جواب دینا اس کے ذمہ نہیں بلکہ بعض حالات میں جواب مکروہ ہے۔ **مسئلہ**: یہ وجوب جواب سلام کا علی الکفایہ ہے اگر جماعت میں ایک نے بھی جواب دے دیا تو سب کے ذمہ سے اتر جاوے گا۔ **مسئلہ**: نفس جواب واجب ہے باقی ویسے ہی الفاظ یا ان سے احسن اور بعض صورتوں میں ان سے کم یہ سب اختیار میں ہے آیت میں جو لفظ او تخییر کے لئے ہے وہ اسی کے اعتبار سے ہے اور صیغۂ امر سے جو وجوب مستفاد ہوتا ہے وہ باعتبار نفس تحیت کے ہے پس مقید واجب ہے اور قید مخیر فیہ مثلاً ایک صیغہ یہ ہے السلام عليكم دوسرا جس میں ورحمة الله زیادہ ہو۔ تیسرے جس میں وبركاته بھی ہو۔ اسی طرح جواب میں سمجھ لینا چاہئے۔ ان سب صیغوں میں اختیار ہے چنانچہ بمثلہ اور احسن میں اختیار ہونا تو منصوص ہے رہا کم کا اختیار ہونا اجماعی ہے کما فی الکبیر مثلاً کسی نے کہا السلام عليكم ورحمة الله اور جواب میں کہہ دیا گیا وعليكم السلام تو یہ اتفاقاً کافی ہے

اور آیت میں بھی اگر ردوھا کو بقرینہ مقابلہ اس طرح مفسر کیا جاوے کہ اولا تحیوا باحسن اور تخصیص رد تمثیلاً کہی جاوے تو معارضہ کی صورت بھی نہ رہے۔

مسئلہ: حُیِّیْتُمْ فعل مجہول ہے مگر اجماعاً اس کا فاعل مسلم ہے قطعاً یا احتمالاً پس اگر یقینی کافر سلام کرے تو جواب دینا واجب نہیں گو جائز ہے اور حدیث میں اس کے جواب کا خاص صیغہ آیا ہے کہ صرف علیکم کہے تو وہ جب ہے جب احتمال ہو کہ اس نے شرارت سے سلام کیا ہے ورنہ جائز ہے بلکہ حاجت کے وقت ابتداءً بھی درست ہے نقلہ فی الروح عن الحسن وعن الشعبی وقتادہ وابن عباس رضی اللہ عنہم۔ **ربط:** اوپر بہت سے احکام مذکور ہوئے ہیں آگے ان کی تاکید واہتمام کیلئے اپنی عظمت اور قیامت کا ذکر فرماتے ہیں تاکہ حاکم کی عظمت سے اور ان کے دربار میں حاضری وحساب سے احکام پر عمل کرنے میں اہتمام بڑھ جاوے۔

توحید و معاد: اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (الی قوله تعالٰی) وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا اللہ ایسے ہیں کہ ان کے سوا کوئی معبود ہونے کے قابل نہیں وہ ضرور تم سب کو جمع کریں گے قیامت کے دن اس میں کوئی شبہ نہیں اور خداتعالیٰ سے زیادہ کس کی بات سچی ہوگی (جب وہ خبر دے رہے ہیں تو بالکل ٹھیک ہی ہے) **ف:** یہ ترکیب جیسے اصدق ہونے کی نافی ہے ایسے ہی محاورہ کے اعتبار سے مساوی فی الصدق ہونے کو بھی نافی ہے پس اصدقیت کلام اللہ تعالیٰ کے لئے مفید ہے اور یہ اصدقیت باعتبار کمیت کے بھی ہے اور باعتبار کیفیت کے بھی اول بایں معنی کہ مخلوق اخبار میں بوجہ عدم علم غیب کے محکی عنہ کی مطابقت وعدم مطابقت پر مطلع نہیں ہوتا اور مدار صدق مطابقت محکی عنہ پر ہے۔ اور مواعید میں بوجہ عدم قدرت کاملہ کے ایفاء سے عاجز ہوتا ہے الابتعلیم اللہ تعالیٰ وتمکینہ اور حق تعالیٰ کا علم وقدرت دونوں کامل ہیں اس لئے ہر خبر بھی صادق ہے اور ہر وعدہ بھی صادق ہے۔ اور ثانی بایں معنی کہ دوسروں کا صدق لوازم کلام سے نہیں کہ عقلاً انفکاک ممتنع ہو اور کلام اللہ میں لوازم سے ہے کہ انفکاک ممتنع ہے گو یہ لازم بوجہ اس کے کہ خود ملزوم مقدور ہے داخل تحت القدرت ہو اور اس کی مقدوریت سے اس کی ضد کی مقدوریت بھی ضرور ہے لان القدرۃ تعلق بالضدین جیسے ضاحک بالقوۃ باوجود اس کے لوازم انسان میں سے ہونے کے بوجہ اس کے کہ انسان مقدور ہے نیز داخل تحت القدرت ہے اسی طرح صدق کو سمجھنا چاہئے لیکن مراد اس کلام کا صدق ہے جو کہ افعال میں سے ہے یعنی کلام لفظی بخلاف اس کلام کے جو صفات ذاتیہ سے ہے یعنی کلام نفسی کہ وہ صدق لوازم ذات واجبہ سے ہے اور وہ اور اس کی ضد مقدوریت سے منزہ ہے بوجہ وجوب وامتناع عقلی کے۔ **ربط:** اوپر احکام جہاد وقتال مذکور تھے اگلے رکوع میں بھی کفار کے بعض خاص خاص احوال کے اعتبار سے قتل وعدم قتال کے بعض بعض احکام مذکور ہیں مگر اس رکوع کی تفسیر کا سمجھنا موقوف ہے بعض روایات کے نقل کرنے پر اس لئے ان کو نقل کرتا ہوں۔

پہلی روایت: عبد بن حمید نے مجاہد سے روایت کیا کہ بعض مشرکین مکہ سے مدینہ آئے اور ظاہر کیا کہ ہم مسلمان اور مہاجر ہو آئے ہیں پھر مرتد ہو گئے اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے اسباب تجارت لانے کا بہانہ کر کے پھر مکہ چل دیئے اور پھر نہ آئے ان کے بارہ میں مسلمانوں کی رائے مختلف ہوئی بعض نے کہا یہ کافر ہیں بعض نے کہا یہ مؤمن ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کا کافر ہونا آیت فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ میں بیان فرمادیا اور ان کے قتل کا حکم دیا اھ احقر کہتا ہے ان کا منافق کہنا بایں معنی ہے کہ جب اسلام کا دعوی کیا تھا جب بھی منافق تھے دل سے ایمان نہ لائے تھے اور منافقین کو قتل نہ کئے جاتے تھے لیکن جب ہی تک کہ اپنا کفر چھپاتے تھے اور ان لوگوں کا ارتداد ظاہر ہو گیا تھا اور جنہوں نے مسلمان کہا شاید بناء علی حسن الظن ان کے دلائل ارتداد میں کچھ تاویل کر لی ہو گی۔ اور اس تاویل کا مستند رائے محض ہوگا مؤید بدلیل شرعی نہ ہوگی اس لئے معتبر نہیں رکھی گئی۔

دوسری روایت: ابن ابی شیبہ نے حسن سے روایت کیا کہ سراقہ بن مالک مدلجی نے بعد واقعۂ بدر واحد کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آکر درخواست کی کہ ہماری قوم بنی مدلج سے صلح کر لیجئے آپ نے حضرت خالد کو تکمیل صلح کے لئے وہاں بھیج دیا مضمون صلح یہ تھا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ وسلم کے مقابل کی مدد نہ کریں گے اور قریش مسلمان ہو جاویں گے تو ہم مسلمان ہو جاویں گے اور جو قوم ہم سے متحد ہوں گی وہ بھی اس معاہدہ میں ہمارے شریک ہیں اس پر آیت وَدُّوْا ..... اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ الخ نازل ہوئی اھ۔

تیسری روایت: کلبی نے بطریق ابی صالح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آیت: سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ الخ میں جن کا ذکر ہے مراد ان سے اسد اور غطفان ہیں کہ مدینہ میں آتے اور ظاہراً اسلام کا دعویٰ کرتے اور اپنی قوم سے کہتے کہ ہم تو بندر اور عقرب پر ایمان لائے ہیں اور مسلمانوں سے کہتے کہ ہم تمہارے دین پر ہیں اور ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی حالت بنی عبدالدار کی نقل کی ہے اھ پہلی اور دوسری روایت روح المعانی میں اور تیسری معالم میں ہے احقر کہتا ہے کہ اس تیسری روایت والوں کی حالت مثل پہلی روایت والوں کے ہوئی کہ دلیل سے ان کا پہلے ہی سے مسلمان نہ ہونا ثابت ہو گیا اسی لئے ان کا حکم مثل عام کفار کے ہے یعنی مصالحت کی حالت میں ان سے قتال نہ کیا جاوے اور عدم مصالحت میں قتال کیا جاوے چنانچہ پہلی روایت والوں کے باب میں آیت ثانیہ میں اخذ وقتل کا حکم اور آیت ثالثہ میں مصالحت کی حالت میں ان کا استثناء موجود ہے جن کی مصالحت کا ذکر روایت ثانیہ میں ہے اور تاکید استثناء کے

لئے فان اعتزلوکم کی تصریح ہے اور یہ استثناء بوجہ اس کے کہ یہ مرتدین بسبب لحوق بدارالحرب کے مثل دیگر کفار کے ہو گئے استثناء متصل ہے گو مستثنیٰ ان مرتدین کا غیر کیوں نہ ہو۔ اور تیسری روایت والوں کے باب میں آیت رابعہ میں عدم اعتزال وعدم الکف عن القتال کی حالت میں ان کے اخذ وقتل کا حکم مصرح ہے اور قرینہ مقابلہ سے صلح کی حالت میں عدم قتال مفہوم ہوتا ہے۔ پس کل فرقے جو یہاں مذکور ہیں تین ہیں ایک ایک روایت والے۔ ایک کا ذکر پہلی دوسری آیت میں۔ ایک کا تیسری میں ایک کا چوتھی میں اور حکم کل دو ہیں عدم صلح میں قتال اور صلح میں عدم قتال۔ رہی یہ بات کہ جو منافقین مدینہ میں رہتے تھے باوجودیکہ دلائل سے ان کا کفر بھی ثابت تھا پھر ان کے لئے امن کا حکم کیوں تھا اس کے دو جواب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ ان کی حالت بھی عام کفار کی سی تھی چونکہ وہ صلح سے رہتے تھے اس لئے مثل کفار مصالحین کے ان سے جنگ نہ کی جاتی تھی البتہ روح المعانی میں تحت آیت: فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ ابن عباسؓ سے ان آیات کا منسوخ ہونا آیت براءۃ فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ [براءۃ: ۵] سے نقل کیا ہے حالانکہ مصالحین سے جنگ نہ کرنے کا حکم اب بھی باقی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان آیات کے نزول کے وقت خواہان صلح کی درخواست کا منظور کرنا واجب ہوگا اس اعتبار سے نسخ ہو سکتا ہے چنانچہ اب امام کا مخیر ہونا شرعی مسئلہ ہے یا اعلان نقض صلح ایک معین میعاد کے بعد کو صورۃً نسخ کہہ دیا پس تخییر امام جب بھی تھی گو بناء علی الظہور مذکور نہیں۔ دوسرا جواب یہ کہ اس وقت اسلام کے لئے مثل اقرار کے بشرط قدرت وتمکن ہجرت بھی فرض اور مدار قبول واجراء احکام کا تھا جیسا اب یہی حالت اقرار کی ہے۔ چنانچہ روح المعانی میں تیسیر سے اس کی فرضیت کی تصریح کی ہے پس جو منافقین مدینہ میں رہتے تھے جو کہ دارالاسلام تھا وہ ظاہراً اس فرض کے عامل تھے اس لئے مثل مقر کے ان سے تعرض نہ ہوتا تھا بخلاف روایت اولیٰ و ثالثہ والوں کے کہ تارک ہجرت وقیام دارالاسلام تھے اسلئے ان کا حکم عام کفار کا سا ہوا اسی لئے آیت ثانیہ میں عدم اتخاذ اولیا کیلئے جو کہ مرادف عدم قبول ایمان ہے کیونکہ ایمان منجملہ شرائط جواز ولایت ہے حَتّٰى يُهَاجِرُوْا کو غایت فرمایا ہے اور معالم سے معلوم ہوتا ہے کہ روایت اولیٰ والوں کو جنہوں نے مسلمان کہا تھا اس کی وجہ یہ بیان کی تھی کہ کیا صرف اپنا وطن نہ چھوڑنے سے ان کو کافر کہا جاوے گا اھ لیکن جب اس وقت ہجرت کی حالت مثل اقرار باللسان کے تھی تو اس وجہ کا جواب ظاہر ہے کہ ہاں مثل تارک اقرار کے اس کو کافر کہا جاوے گا۔ احقر نے جو روایت اولیٰ کے ذیل میں تاویل کو اس کے غیر معتبر ہونے کو مجملاً لکھا تھا اس سے دونوں کی تعیین وتبیین بھی ہو سکتی ہے[۱] اور یہ تمہید بوجہ موقوف علیہ ہونے کے گو آیتوں سے پہلے لکھ دی گئی لیکن بعد مطالعہ تفسیر آیات بھی اس کو مکرر دیکھ لینا مفید ہے۔

بعض احکام خاصہ جہاد در بعضے احوال خاصہ: فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا (الی قولہ تعالیٰ) اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا۔ اس میں مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کی تعلیم ہے۔

ملحقات الترجمۃ: [۱] قوله في اخر التمهيد ہوسکتی ہے لم یجزم به لانی ما ظفرت بالتصريح بان فرض الهجرة كان بمنزلة فرض الاقرار وانما فهمته من الروايات والفهم يحتمل الخطأ والله اعلم ۱۲۔

الروایات: ذكرت في المتن واخرىٰ ما في الصحاح ان نزول الآية في من رجع من المنافقين من احد لكنها لا يساعدها ظاهر الآية ومن اختارها حمل قوله حتى يهاجروا على هجرة خاصة وهي الخروج الى الجهاد فان صاحب الروح نقل ان لها ثلث استعمالات والمشهور ترك المنهيات والخروج للقتال ۱۲۔

اللغات: في البيضاوى التحية في الاصل مصدر حياك الله تعالىٰ على الاخبار من الحيوٰة ثم استعمل للحكم والدعاء بذلك ثم قيل لكل دعاء فغلب في السلام اه قلت فانه من الدعاء ۱۲۔ الحصر۔ الضيق ۱۲۔

النحو: لاريب فيه في البيضاوى حال من يوم ۱۲۔

فائدۃ: وبما قررت في فائدة المتن من الاصدقية في الكيف ارتفع النزاع في المسئلة التي افترق فيها علماء عصرنا المعنونة بامتناع الكذب فان الكلام كلامان لفظى من الافعال ونفسى من الصفات ففي الاول الحق الا متناع العادى اى الانتفاع مع دخول المنتفى تحت القدرة ولو اصطلح احد بتسميته امتناعًا عقليًا بالغير لا تنازعه بعد وضوح المراد وفي الثاني الحق الا متناع العقلى اى الانتفاء مع عدم دخول المنتفى تحت القدرة لا لنقصان القدرة بل لعدم صلاحية المحل لتعلقها فافهم فانه من المواهب اللدنية ۱۲۔

البلاغۃ: قوله الى قوم عدى بالى لتضمن يصلون لمعنى الانتهاء ۱۲۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ۝ سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ؕ

كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ

فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ۭ وَاُولٰۗىِٕكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿٩١﴾ ع ۱۲/۹

اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان کو تم پر مسلط کر دیتا پھر وہ تم سے لڑنے لگتے پھر اگر وہ تم سے کنارہ کش رہیں۔ یعنی تم سے نہ لڑیں تم سے سلامت روی رکھیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے تم کو ان پر کوئی راہ نہیں دی۔ بعضے ایسے بھی تم کو ضرور ملیں گے کہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ تم سے بھی بے خطر ہو کر رہیں اور اپنی قوم سے بھی بے خطر ہو کر رہیں۔ جب کبھی ان کو شرارت کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے تو وہ اس میں جا گرتے ہیں سو یہ لوگ اگر تم سے کنارہ کش نہ ہوں اور نہ تم سے سلامت روی رکھیں اور نہ اپنے ہاتھوں کو روکیں تو تم ان کو پکڑو اور قتل کرو جہاں کہیں ان کو پاؤ اور ہم نے تم کو ان پر صاف حجت دی ہے۞

تفسیر: وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ (الی قولہ تعالی) وَاُولٰۗىِٕكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا۔

پہلے فرقہ کا بیان: (جب تم ان مرتدین کی حالت دیکھ چکے) پھر تم کو کیا ہوا کہ ان منافقین کے باب میں تم (اختلاف رائے کر کے) دو گروہ ہو گئے (کہ ایک گروہ ان کو اب بھی مسلمان کہتا ہے) حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو (ان کے علانیہ کفر کی طرف الٹا پھیر دیا ان کے (بد) عمل کے سبب (وہ بد عمل ارتداد دار الاسلام کو باوجود قدرت کے چھوڑ دینا ہے جو کہ مثل ترک اقرار بالاسلام کے علامت کفر کی تھی اور واقع میں تو وہ پہلے بھی مسلمان نہ ہوئے تھے اور اسی وجہ سے ان کو منافق کہا) کیا تم وہ لوگ (اے وہ گروہ جن کو اس ترکِ دار الاسلام کا علامت کفر ہونا معلوم نہیں) اس کا ارادہ رکھتے ہو کہ ایسے لوگوں کو ہدایت کرو جن کو اللہ تعالیٰ نے (جب کہ ان لوگوں نے گمراہی اختیار کی) گمراہی میں ڈال رکھا ہے (جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ عزم فعل کے وقت اس فعل کو پیدا کر دیتے ہیں مطلب یہ کہ گمراہ کو جو مومن کہتے ہو اور مومن وہ ہے جس میں ایمان ہو اور اس وقت تک ایمان ہے نہیں تو کیا اب ایمان پیدا کرو گے جو اس کو مومن کہہ سکو اور یہ محال ہے پس ان کا مومن و مہتدی ہونا معلق بالمحال ہے اس لئے ان کو مومن کہنا مثل حکم بالمحال کے ہے) اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہی میں ڈال دیں اس کے (مومن ہونے کے) لئے کوئی سبیل (یعنی راہ) نہ پاؤ گے (پس ان لوگوں کو مومن نہ کہنا چاہئے اور بھلا وہ خود تو کیا مومن ہوں گے ان کے غلو فی الکفر کی تو یہ حالت ہے کہ) وہ اس تمنا میں ہیں کہ جیسے وہ کافر ہیں تم بھی (خدانہ کرے) کافر بن جاؤ جس میں تم اور وہ سب ایک طرح کے ہو جاؤ سو (ان کی جب یہ حالت ہے) ان میں سے کسی کو دوست مت بنانا (یعنی کسی کے ساتھ مسلمانوں کا سا برتاؤ مت کرنا کیونکہ دوستی کے جواز کیلئے اسلام شرط ہے) جب تک وہ اللہ کی راہ میں (یعنی تکمیل اسلام کے لئے) ہجرت نہ کریں (کیونکہ اس وقت ہجرت کا وہ حکم تھا جو اب اقرار بالشہادتین کا ہے اور تکمیل اسلام کی قید اس لئے ہے کہ خالی دار الاسلام میں آنا کافی نہیں یوں تو کفار اہل تجارت بھی آ جاتے ہیں بلکہ اسلامی حیثیت سے آویں یعنی اسلام بھی ظاہر کریں تا کہ جامع اقرار و ہجرت کے ہو جاویں اور رہی تصدیق وہ صرف عند اللہ شرط ہے اس کی تفتیش ضرور نہیں) اور اگر وہ (اسلام سے) اعراض کریں (اور کافر ہی رہیں) تو ان کو پکڑو اور قتل کرو جس جگہ ان کو پاؤ (یہ پکڑنا یا تو قتل کے لئے ہے یا غلام بنانے کے لئے) اور نہ ان میں کسی کو دوست بناؤ اور نہ مددگار بناؤ (مطلب یہ کہ کسی حالت میں ان سے کوئی تعلق نہ رکھو نہ امن میں دوستی نہ خوف میں استعانت بلکہ بالکل الگ تھلگ رہو۔

دوسرے فرقہ کا بیان: مگر (ان کفار میں) جو لوگ ایسے ہیں جو کہ (تمہارے ساتھ مصالحت سے رہنا چاہتے ہیں جس کے دو طریقے ہیں ایک تو یہ کہ بواسطہ صلح ہو یعنی) ایسے لوگوں سے جا ملتے ہیں (یعنی ہم عہد ہو جاتے ہیں) کہ تمہارے اور ان کے درمیان عہد (صلح) ہے (جیسے بنو مدلج کہ ان سے صلح ہوئی تو ان کے ہم عہد بھی اس استثناء میں آ گئے تو بنی مدلج بدرجۂ اولیٰ مستثنیٰ ہونے) یا (دوسرا طریق یہ ہے کہ بلا واسطہ صلح ہو اس طرح سے کہ) خود تمہارے پاس اس حالت سے آویں کہ ان کا دل تمہارے ساتھ اور نیز اپنی قوم کے ساتھ لڑنے سے منقبض ہو (اس لئے نہ تو اپنی قوم کے ساتھ ہو کر تم سے لڑیں اور نہ تمہارے ساتھ ہو کر اپنی قوم سے لڑیں بلکہ ان سے بھی صلح رکھیں اور تم سے بھی۔ پس دونوں طریقوں میں جس طریق سے کوئی مصالحت رکھے وہ حکم مذکور اخذ اور قتل سے مستثنیٰ ہے) اور (تم ان لوگوں کی درخواستِ صلح میں اللہ تعالیٰ کا احسان مانو کہ ان کے دل میں تمہاری ہیبت ڈال دی ورنہ) اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان کو تم پر مسلط (اور دلیر) کر دیتا پھر وہ تم سے لڑنے لگتے (مگر خدا تعالیٰ نے تم کو اس پریشانی سے بچا لیا) پھر اگر (صلح کر کے) وہ تم سے کنارہ کش رہیں یعنی تم سے نہ لڑیں اور تم سے سلامت روی رکھیں (ان سب الفاظ کا مطلب یہ کہ صلح سے رہیں کئی لفظ تاکید کیلئے فرما دیئے) تو (اس حالتِ صلح میں) اللہ تعالیٰ نے تم کو ان پر (قتل یا قید وغیرہ کی) کوئی راہ نہیں دی (یعنی اجازت نہیں دی۔

تیسرے فرقہ کا بیان: بعضے ایسے بھی تم کو ضرور ملیں گے (یعنی ان کی یہ حالت معلوم ہو گی) کہ (براہ خداع) وہ (یہ بھی) چاہتے ہیں کہ تم سے بے خطر ہو کر رہیں اور اپنی قوم سے بھی بے خطر ہو کر رہیں (اور ساتھ ہی اس کے) جب کبھی ان کو (صریح مخالفین کی طرف سے) شرارت (و فساد) کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے (یعنی

اُن سے مسلمانوں سے لڑنے کے لئے کہا جاتا ہے) تو وہ (فوراً) اُس (شرارت) میں جا گرتے ہیں (یعنی مسلمانوں سے لڑنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور وہ خداع کی صلح توڑ دیتے ہیں سو یہ لوگ اگر (صلح توڑ دیں اور) تم سے (یعنی تمہاری لڑائی سے) کنارہ کش نہ ہوں اور نہ تم سے سلامت روی رکھیں اور نہ اپنے ہاتھوں کو (تمہارے مقابلہ سے) روکیں (سب کا مطلب مثل سابق کے ایک یہی ہے کہ صلح توڑ دیں) تو تم (بھی) ان کو پکڑو اور قتل کرو جہاں کہیں ان کو پاؤ اور ہم نے تم کو ان پر صاف حجت دی ہے (جس سے ان کا مباح الدم ہونا ظاہر ہے اور وہ حجت ان کا نقض عہد ہے)

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله فی فما لكم** جب تم **فالفاء يصح كونها فصيحة وقوله** کیا ہوا **اشار الى تقدير اى شئ كائن لكم**۱۲۔ ۲؎ **قوله فی فئتين** اختلاف رائے کر کے **اشار الى ان التقدير تفرقتم فئتين فالتفرق فی الرائے لا فی المسلك الدينی**۱۲۔ ۳؎ **قوله فی اركسهم** الٹا **اشار بالاول الى انهم لم يؤمنوا بقلوبهم قط و من ثمه سموا منافقين وبالثانی الى معنى اركس اى ردهم مقلوبين كما فی القاموس۔** ۴؎ **قوله بما كسبوا** ارتداد **احترز عن الانتقال من دار الاسلام للسفر الضروری**۱۲۔ ۵؎ **قوله هناك** باوجود قدرت **فلا يرد حال المستضعفين اشكالا كما ان الاقرار يسقط بالعجز**۱۲۔ ۶؎ **قوله هناك** ای وجہ سے ان کو منافقین **فالوصف للتشنيع لا للتعريف لانهم لم يشتهروا بالنفاق**۱۲۔ ۷؎ **قوله فی من اضل** جو مؤمن کہتے ہو **لانهم كانوا يحكمون بايمانهم لا انهم يريدون ايمانهم ففی الكلام كناية**۱۲۔ ۸؎ **قوله فی خذوهم** یہ پکڑنا **كذا فی روح المعانی**۱۲۔ ۹؎ **قوله فی بينكم** بدرجۂ اولیٰ **فلا يرد ان الفرقة الثانية لم يدخل فيه بنو مدلج وادعيت دخولهم فيها**۱۲۔ ۱۰؎ **قوله فی او يقاتلوا** و نیز **اشار الى ان او بمعنى الواو بقرينة المقام**۱۲۔ ۱۱؎ **قوله قبل ولو شاء اخذ** اور قتل سے مستثنیٰ **اشار الى ان الاستثناء ليس من اتخاذهم اولياء لانه حرام ما لم يؤمن**۱۲۔ ۱۲؎ **قوله فی فلم يقتلوكم** یعنی **اشار الى ان الفاء للتفصيل والتفسير**۱۲۔ ۱۳؎ **قوله فی ستجدون** ضرور و معلوم **اشار الى ان السين للتاكيد والاستقبال باعتبار العلم بحالتهم والافحالهم قد وجد من قبل**۱۲۔ ۱۴؎ **قوله هناك** براہ خداع **يدل عليه المقام ومقابلته بمن حصرت صدورهم فهم لم تحصر صدورهم عن القتال بل كان فيها بسط له فحصل معنى الخداع**۱۲۔ ۱۵؎ **قوله فی كلما** اور ساتھ ہی اس کے **اشارة الى ان كلما صفة ثانية لآخرين وبالمجموع تميزوا ممن قبلهم والافنفس ارادة الا من مشترك صورة وان لم يبق مشتركا بعد اعتبار مفهوم الخداع فيه كما بينا من قبل**۱۲۔ ۱۶؎ **قوله فی ويلقوا** نہ تم سے **اشار الى ان العطف على المنفی لا على النفی**۱۲۔

البلاغۃ: **قوله يلقوا اليكم السلم فی الروح هو استعارة لان من سلم شيئا القاه وطرحه عند المسلم له قوله فما جعل الله فی الروح فيه مبالغة فی عدم التعرض لهم لان من لا يمر بشئی كيف يتعرض له**۱۲۔

فائدة بديعية: من الروح فی الآيتين الاخريين مفهومات متقابلات۔ قوله اعتزلوكم مع لم يعتزلوكم و قوله لم يقاتلوكم مع و يكفوا اے لم يكفوا۔ قوله القوا اليكم مع ويلقوا اليكم السلم وقوله ما جعل الله مع قوله اولئكم جعلناكم۔ قلت ففيه صنعة التقابل من انواع البديع۱۲۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۭ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۡ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۹۲﴾

اور کسی مؤمن کی شان نہیں کہ وہ کسی مومن کو قتل کرے لیکن غلطی سے اور جو شخص کسی مؤمن کو غلطی سے قتل کر دے۔ تو اس پر ایک مسلمان غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا ہے اور خون بہا ہے جو اس کے خاندان والوں کو حوالہ کر دی جائے مگر یہ کہ وہ لوگ معاف کر دیں اور اگر وہ ایسی قوم سے ہے جو تمہارے مخالف ہے اور وہ شخص خود مؤمن ہے تو ایک غلام یا لونڈی مسلمان آزاد کرے اور اگر وہ ایسی قوم سے ہو کہ تم میں اور ان میں معاہدہ ہو تو خون بہا ہے جو اس کے خاندان والوں کے حوالہ کر دی جائے اور ایک غلام یا لونڈی مسلمان کا آزاد کرنا پھر جس شخص کو نہ ملے تو متواتر دو ماہ کے روزے ہیں بطریق توبہ کے جو اللہ کی طرف سے مقرر ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے علم اور حکمت والے ہیں ﴿۹۲﴾

تفسیر ربط: اوپر سے قتل و قتال کا ذکر چلا آ رہا ہے اور کل صورتیں ابتداءً قتل کی آٹھ ہیں کیونکہ مقتول چار حال سے خالی نہیں یا مومن ہے یا ذمی ہے یا مصالح و مستامن ہے یا حربی ہے اور قتل دو طرح کا ہے یا عمداً یا خطاءً پس اس اعتبار سے کل صورتیں قتل کی آٹھ ہوئیں۔ اول مؤمن کا قتل عمد۔ دوم مؤمن کا قتل خطا۔ سوم ذمی کا قتل عمد۔ چہارم ذمی کا قتل خطا۔ پنجم مصالح کا قتل عمد۔ ششم مصالح کا قتل خطا۔ ہفتم حربی کا قتل عمد۔ ہشتم حربی کا قتل خطا۔ ان صورتوں میں بعض کا حکم تو اوپر معلوم

ہو چکا ہے بعض آگے مذکور ہے اور بعض کا حدیث میں موجود ہے چنانچہ صورت اولیٰ کا حکم دنیوی یعنی وجوب قصاص سورۂ بقرہ میں مذکور ہے اور حکم اخروی آگے آیت وَمَنْ يَّقْتُلْ میں آتا ہے اور صورت دوم کا بیان قول اللہ تعالیٰ: وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ (الی قولہ تعالی) وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ میں آتا ہے۔ صورت سوم کا حکم حدیث دار قطنی میں ہے کہ ذمی کے عوض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان سے قصاص لیا اخرجہ الزیلعی فی تخریج الهدایة۔ صورت چہارم کا ذکر قول اللہ تعالیٰ: وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ میں آتا ہے صورت پنجم کا ذکر اوپر کے رکوع قول اللہ تعالیٰ: فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا میں آچکا ہے۔ صورت ششم کا حکم صورت چہارم کے ساتھ ہی مذکور ہے کیونکہ میثاق عام ہے مؤبد اور موقت کو پس ذمی و مستامن دونوں آگئے درمختار کی کتاب الدیات کے شروع میں مستامن کی دیت کے وجوب کی تصحیح کی ہے۔ صورت ہفتم و ہشتم کا حکم خود جہاد کی مشروعیت سے اوپر معلوم ہو چکا کیونکہ جہاد میں اہل حرب قصداً مقتول ہوتے ہیں اور خطاء کا جواز بالاولیٰ ثابت ہوگا۔

حکم بست و دوم تفصیل احکام بعض صور قتل: وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا (الی قولہ تعالی) وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ (الی قولہ تعالی) وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا اور کسی مومن کی شان نہیں کہ وہ کسی مومن کو (ابتداءً) قتل کرے لیکن غلطی سے (ہو جاوے تو اور بات ہے) اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو اس پر (شرعاً) ایک مسلمان غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا (واجب) ہے اور خون بہا (بھی واجب) ہے جو اس (مقتول) کے خاندان والوں کو (یعنی ان میں جو وارث ہیں بقدر حصص میراث) حوالہ کر دی جاوے (اور جس کے کوئی وارث نہ ہو بیت المال قائم مقام ورثہ کے ہے) مگر یہ کہ وہ لوگ (اس خون بہا کو) معاف کر دیں (خواہ کل یا بعض اتنی ہی معاف ہو جاوے گی) اور اگر وہ (مقتول خطاءً) ایسی قوم سے ہو جو تمہارے مخالف ہیں (یعنی حربی ہیں اور ان ہی میں کسی وجہ سے رہتا تھا) اور وہ شخص خود مومن ہے تو (صرف) ایک غلام یا لونڈی مسلمان آزاد کرنا (پڑے گا اور دیت اس لئے نہیں کہ اگر ورثہ اس مقتول کے مسلمان ہیں تب تو وہ تحت ولایت حاکم مسلم نہ ہونے کے باعث مستحق نہیں **لا يقضي لهم ولا يقضي عليهم** اور اگر کافر ہیں تو اس صورت میں دیت بیت المال کا حق ہوتی اور دار الحرب سے بیت المال میں ترکہ لایا نہیں جاتا) اور اگر وہ (مقتول خطاءً) ایسی قوم سے ہو کہ تم میں اور ان میں معاہدہ (صلح یا ذمہ کا) ہو (یعنی ذمی یا مصالح و مستامن ہو) تو خون بہا (بھی واجب ہے) جو اس (مقتول) کے خاندان والوں کو (یعنی ان کے جو وارث ہیں) حوالہ کر دی جاوے (کیونکہ کافر کافر کا وارث ہوتا ہے) اور ایک غلام یا لونڈی مسلمان کا آزاد کرنا (پڑے گا) پھر جن صورتوں میں غلام لونڈی کا آزاد کرنا واجب ہے) جس شخص کو (غلام لونڈی) نہ ملے (اور نہ اتنے دام ہوں کہ خرید سکے) تو اس کے ذمہ بجائے اس آزاد کرنے کے) متواتر (یعنی لگاتار) دو ماہ کے روزے ہیں (یہ آزاد کرنا اور وہ نہ ہو سکے تو روزے رکھنا) بطریق توبہ کے (ہے) جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہوئی ہے (یعنی اس کا یہ طریقہ مشروع ہے) اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے حکمت والے ہیں (اپنے علم و حکمت سے مصلحت کے مناسب احکام مقرر فرماتے ہیں گو ہر جگہ حکمت بندہ کو معلوم نہ ہو) **ف**: یہاں چند مسائل لکھنا ضروری ہیں۔

مسئلہ: قتل کی تین قسمیں ہیں۔ عمد جو ظاہراً قصد سے ایسے آلہ کے ذریعہ سے واقع ہو جو آہنی یا تفریق اجزاء میں بجائے آہنی کے ہو جیسے دھار والا بانس یا دھار والا پتھر یا آگ۔ دوسرے شبہ عمد جو قصداً تو ہو مگر ایسے آلہ سے نہ ہو۔ تیسرے خطاءً یا تو قصد و ظن میں کہ دور سے آدمی کو شکاری جانور یا کافر حربی سمجھ کر نشانہ لگا دیا یا فعل میں کہ نشانہ تو جانور ہی کو لگایا لیکن آدمی کے جا لگا۔ اس آیت میں خطاء سے مراد غیر عمد ہے پس دوسری تیسری دونوں قسمیں اس میں آگئیں دونوں میں دیت بھی ہے اور گناہ بھی مگر ان دونوں امر میں دونوں قسمیں متفاوت ہیں۔ دیت دوسری قسم کی سو اونٹ ہیں چار قسم کے یعنی ایک قسم کے پچیس پچیس اور دیت تیسری قسم کی سو اونٹ ہیں پانچ قسم کے یعنی ایک ایک قسم کے بیس بیس۔ البتہ اگر دیت میں نقد دیا جاوے تو دونوں قسموں میں ایک ہزار دینار شرعی یا دس ہزار درم شرعی ہیں اور گناہ دوسری قسم میں زیادہ ہے بوجہ قصد کے اور تیسری قسم میں کم ہے صرف بے احتیاطی کا کذا فی الهدایہ چنانچہ **تحریر رقبة** کا وجوب و نیز لفظ توبہ بھی اس پر دال ہے۔ اور یہ حقیقت ان تینوں قسموں کی باعتبار وجوب احکام شرعیہ فی الدنیا کے ہے اور گناہ کے اعتبار سے عمد و غیر عمد ہونا اس کا مدار عند اللہ قلب پر ہے جس پر وعید آئندہ کا مدار ہے وہ خدا کو معلوم ہے ممکن ہے کہ اس اعتبار سے قسم اول غیر عمد ہو جاوے اور قسم ثانی عمد ہو جاوے اسی لئے احقر نے تعریفات میں ظاہراً کی قید لگائی: **كذا يفهم من الهداية وايضا هو ظاهر**۔

مسئلہ: یہ مقدار مذکور دیت کی جب ہے کہ مقتول مرد ہو اور اگر عورت ہو تو اس کی نصف ہے کذا فی الهدایہ دلیل اس کی حدیث بیہقی کی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دية المرأة على النصف من دية الرجل کذا فی شرح النقایہ اور قرآن مجید میں دیت مجمل ہے پس حدیث سے یہ تفصیل و تفاوت مذکور مفسر ہو گئی مجمل اور مفصل یا مبہم اور مفسر میں تعارض لازم نہیں آتا۔

مسئلہ: دیت مسلم اور ذمی کی برابر ہے دلیل اس کی حدیث ہے قال علیہ السلام دية كل ذي عهد في عهده الف دينار کذا فی الهدایہ اخرجہ ابوداؤد فی

مراسیلہ عن سعید بن المسیب کذا فی شرح النقایۃ اور ظاہراً قرآن مجید سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ دونوں جگہ دیت کو ایک ہی عنوان سے ذکر فرمایا ہے اور ظاہراً کی قید اس لئے لگائی کہ قائلین بالتفاوت کہہ سکتے ہیں کہ دوسرے دلائل سے ہم کو معلوم ہوا کہ دونوں عنوانوں کا معنون مختلف ہے۔

مسئلہ: کفارہ یعنی تحریر رقبہ یا صیام خود قاتل کو ادا کرنا پڑتا ہے اور دیت قاتل کے اہل نصرت پر ہے جن کو شرع کی اصطلاح میں عاقلہ کہتے ہیں تفصیل اس کی کتب فقہ میں ہے دلیل اس کی یہ حدیث ہے قال علیه السلام لاولیاء الجانی قوموا فدوہ کذا فی الہدایۃ رواہ الطبرانی فی معجمہ کذا قال علی القاری اور قرآن مجید سے یہ معارض نہیں کیونکہ اصل وجوب قاتل ہی پر ہے لیکن بوجہ اس کے کہ اس قاتل کا جرم خطا میں باعتبار خطا ہونے کے اور شبہ عمد میں بنظر آلہ کے کہ موضوع قتل کے لئے نہیں خفیف ہے اس لئے اتنی بڑی رقم اس کے ذمہ ڈالنا مناسب نہیں۔ اور عاقلہ کی تخصیص اس لئے ہے کہ آدمی اپنے انصار کے زور پر ایسی بے احتیاطی کیا کرتا ہے آئندہ کو وہ لوگ بھی اس کا انسداد رکھیں گے۔ اور اس کی حفاظت میں کوتاہی نہ کریں گے پس یہ انصار وجوب میں اس کے قائم مقام ہیں اور یہ نہیں کہ اس پر وجوب نہیں چنانچہ قاتل بھی اس چندہ میں داخل ہوتا ہے کذا فی الہدایۃ۔ اور اگر آیت میں علیہ مقدر نہ کریں صرف فالواجب مقدر ہو تو علیہ و علیہم دونوں کو شامل ہو جاوے گا۔ پس معارضہ کا شبہ بھی نہ رہے گا۔ رہا آیت: لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى سے تعارض کا شبہ وہ اس تقریر سے رفع ہو گیا کہ ان کی جانب سے ایک گونہ حفاظت میں تقصیر رہی یا لَا تَزِرُ کو گناہ کے ساتھ خاص کہا جاوے تو سرے سے شبہ نہ پڑے گا۔

مسئلہ: کفارہ میں لونڈی غلام برابر ہیں لفظ رقبہ عام ہے البتہ صحیح الاعضاء ہو کیونکہ مطلق سے مراد کامل ہوتا ہے کذا فی الکتب الفقہیۃ۔

مسئلہ: دیت مقتول کی شرعی ورثہ میں تقسیم ہوگی اور جو اپنا حصہ معاف کر دے گا اس قدر معاف ہو جاوے گی اگر سب نے معاف کر دیا سب معاف ہو جاوے گی کذا فی الکتب الفقہیۃ۔

مسئلہ: جس مقتول کا کوئی وارث شرعی نہ ہو اس کی دیت بیت المال میں داخل ہوگی۔ کیونکہ دیت ترکہ ہے اور ترکہ کا یہی حکم ہے۔

مسئلہ: ☐ اِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ کے ترجمہ میں صرف کہنے کی وجہ اسی جگہ مذکور ہے کہ اس صورت میں دیت نہیں اس کی دلیل بھی وہاں مذکور ہے ایسے شخص کا ترکہ بیت المال میں لانا کہیں نظر سے نہیں گزرا اور ظاہراً منفی ہے لانقطاع الولایۃ اور اسی میں یہ قید کہ ''وہاں رہتا تھا'' اس لئے لگائی کہ اگر یہ شخص دارالاسلام میں ہو تو اس کا ترکہ چونکہ بیت المال کا حق ہے لہٰذا اس کی دیت واجب ہوگی کذا یفهم من الدر المختار اسی طرح اگر ایسے مقتول کا کوئی وارث دارالحرب میں مسلمان ہو تو ظاہر یہ ہے کہ اس وقت بھی دیت واجب ہوگی۔ کذا یفهم من الدر کیونکہ یہ مسلمین ان اہل میثاق کفار سے جو آگے مذکور ہیں کم نہیں اور وہاں دیت تھی لیکن اس کے بعد روح المعانی سورۂ فتح آیۃ: هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الخ کے ذیل میں یہ مسئلہ کافی سے منقول نظر سے گذرا کہ جو مسلمان دارالحرب میں رہتا ہو اور اس کو کوئی قتل کر دے اور اس کے وارث مسلمان بھی ہوں تو عمد میں صرف گناہ ہے اور خطا میں صرف کفارہ ہے دیت نہیں پھر در مختار قبیل فصل استیمان میں بھی یہ مسئلہ دیکھا گیا۔

مسئلہ: اہل میثاق کے باب میں جو دیت واجب ہے ظاہر یہ ہے کہ اہل کے وجود کے وقت ہے اور اگر اہل نہ ہوں یا وہ اہل مسلمان ہوں کہ بجائے نہ ہونے کے ہے تو اگر وہ ذمی ہے تو دیت ہوگی اور بیت المال میں آوے گی کیونکہ ذمی کا ترکہ جس میں دیت داخل ہے بیت المال میں آتا ہے کما فی الدر المختار ورنہ واجب نہ ہوگی لعدم صدق مسلمۃ الی اہلہ۔

مسئلہ: ہندوستان میں رقبہ نہیں ملتا ظاہر یہ ہے کہ لم یجد صادق آوے گا عرب میں دام بھیجنا واجب نہیں لما فیه من الحرج ومثله کفارات اخرٰی من الیمین والظهار پس صیام جائز ہے۔

مسئلہ: صیام میں اگر مرض وغیرہ کی وجہ سے تتابع نہ رہا از سرنو رکھنے پڑیں گے البتہ عورت کا حیض قاطع تتابع نہیں کذا فی الکتب الفقہیۃ۔

مسئلہ: اگر کسی عذر سے صیام پر قدرت نہ ہو تو قدرت تک توبہ کیا کرے۔

مسئلہ: قتل عمد میں یہ کفارہ نہیں توبہ کرنا چاہئے۔ کذا فی الکتب الفقہیۃ۔

تنبیہ: یہاں جن مسائل میں عموماً یا خصوصاً حوالہ مذکور نہیں ہے وہ بوجہ اس کے کہ میرے پاس کتابیں کم ہیں میری نظر سے نہیں گذرے محض قواعد کی بناء پر لکھا ہے اگر کسی کو غلطی کی اطلاع ہو تو درست فرما دیا جاوے اور لکھنے کی ضرورت کو مقام مقتضی تھا کہ تکمیل شقوق اس پر موقوف تھی واللہ اعلم۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قوله فی التمهید میثاق عام ہے صرح به فی روح المعانی ۱۲۔ ۲؎ قوله فی ما کان شان نہیں کما فی التفاسیر ما کان وما صح ۱۲۔ ۳؎ قوله هناك ابتداءً احتراز عن القصاص ونحوه ۱۲۔ ۴؎ قوله فی خطأً غلطی سے اشار الی ما فی الروح انه حال ای فی حال الا فی حال الخطأ ویجوز ان یکون مفعولاً مطلقاً ای قتلا خطأً ویصح حمل ترجمتی علیه فعلی هذا التقدیر لا یلزم جواز قتل

الخطاء لان معنى الكلام ليس انه ما يجوز لمؤمن الخ ۱۲۔ ۵ قوله فى فتحرير اس پر اى عليه تحرير او فالواجب ۱۲۔ ۶ قوله فى يصدقوا اس خون بہا کو اشارة الى انصراف الاستثناء الى الدية خاصة لا تحرير رقبة فانه واجب بكل حال ۱۲۔ ۷ قوله فى فان كان من قوم عدو اور اشار الى كون الفاء للتفصيل لا التعقيب ۱۲۔ ۸ قوله هناك کی وجہ سے لان القيام بين اظهرهم لا يجوز لكن الظاهر ان حكمها سواء وما ورد من تنصيف ديتهم فى الحديث فلعله زجر لهم وان ثبت كون الهجرة بمنزلة الاقرار كان قولى هذا احتراز الان التارك للهجرة بلا عذر لا يستحق الدية ح ولو ثبت التنصيف لهم كان فيه مصلحة والافهم لا يستحقون شيئا فافهم او كان امر تمكنهم من الهجرة مشتبهًا او محتملًا فكان لاستحقاقهم الدية مساغ والله اعلم ۱۲۔ ۹ قوله فى وهو مؤمن فتحرير صرف لان الظاهر من السكوت عن الدية عدم وجوبها ۱۲۔ ۱۰ قوله فى وان كان من قوم بينكم وہ مقتول اشار الى ان العائد الى المقتول خطأ لا المقتول المؤمن لاندراجه فى حكم ما سبق من قوله تعالٰى ومن قتل مؤمنا خطأ الخ والقرنية على ما اخترته ان قيد الايمان قد ذكر فيما قبله ولم يصرح به هناك فالظاهر ان هذا ليس بمؤمن ثم لو اعيد الى المقتول المؤمن خاصة المذكور فى صدر الآية كان ينبغى الاكتفاء فيما قبل هذا فالتصريح فى احد الموضعين وعدمه فى الآخر دليل ظاهر على ما اخترت ومن اختار عوده الى المؤمن ذكر النكتة فى افراده مع اندراجه فيما سبق انه لبيان ان كونه فيما بين المعاهدين لا يمنع وجوب الدية كما منعه كونه بين المحاربين ثم تكلف فى توجيه استحقاق قومه ديته مع كونهم غير مسلمين فقال تارة انه مقيد بما اذا كانوا مسلمين وتارة بانه ليس بطريق الميراث بل لعهدهم والله اعلم ۱۲۔ ۱۱ قوله فى كان من قوم بينكم یعنی ذمى لان الظاهر من عدم زيادة قوله تعالٰى وهو مؤمن انه ليس بمؤمن بل كالقوم الذى هو منهم ۱۲۔ ۱۲ قوله فى فصيام بجائے اس آزاد افاد بقاء الدية بحالها ۱۲۔ ۱۳ قوله فى توبة یہ آزاد لان الكفارة هو الذى شرع حقا لله تعالٰى واما الدية فليس من التوبه فى شئى لانه حق العبد ولاجله يسقط باسقاطه ۱۲۔ ۱۴ قوله هناك مشروع ہوا ہے۔ اشارة الى ان من ابتدائية صفة الموصوف فالتقدير توبة مشروعية من جانب الله تعالٰى ۱۲۔

الروایات: فى الروح اخرج ابن جرير وابن المنذر عن السدى ان عياش بن ربيعة المخزومى اسلم وهاجر الى النبى صلى الله عليه وسلم وساق الحديث۔ وفيه فخرج عياش فلقى الكنانى وقد اسلم وعياش لا يعلم باسلامه فضربه حتى قتله فاخبر بعد بذلك فاتى رسول الله صلى الله عليه وسلم فاخبره الخبر فنزلت واخرج ابن جرير عن ابن زيد انها نزلت فى رجل قتله ابو الدرداء قال لا اله الا الله فبدر فضربه اه اى ظانا انه يتقى بذلك وليس مؤمنا وقريبا منه اخرج فى اللباب عن ابن جرير عن عكرمة ومجاهد والسدى وعن ابن اسحق وابى يعلى والحرث بن اسامة وابى مسلم عن القاسم وعن ابن ابى حاتم عن ابن عباس وفى الروح فى قوله تعالٰى فان كان من قوم عدولكم والآية كما قال ابن جبير نزلت فى مرداس بن عمرو ولما قتله خطأ اسامة بن زيد ۱۲۔ فى اللباب اخرج ابن جرير من طريق ابن جريج ان رجلا من الانصار قتل اخامقيس بن ضبابة فاعطاه النبى صلى الله عليه وسلم الدية فقبلها ثم وثب على قاتل اخيه فقتله فقال النبى صلى الله عليه وسلم لا اؤمنه فى حل ولا حرم فقتل يوم الفتح قال ابن جريج وفيه نزلت هذه الآية ومن يقتل مؤمنا اه وفى الروح اخرج ابن ابى حاتم عن ابن جبير نحوه وزاد فيه ان هذا القاتل ارتد عن الاسلام اه۔

رواية مفسرة للآية ناصرة لاهل الحق: فى الروح اخرج ابن المنذر عن اسمٰعيل بن ثوبان قال جالست الناس قبل الداء الاعظم فى المسجد الاكبر فسمعتهم يقولون لما نزلت ومن يقتل مؤمنا الآية قال المهاجرون والانصار وجبت لمن فعل هذا النار حتى نزلت ان الله لا يغفر ان يشرك به الخ فقال المهاجرون والانصار يصنع الله تعالٰى ما شاء ۱۲۔

اللغات: الرقبة النسبة مجازاً اطلاقاً للجزء على الكل لكنه متعارف فى اللماليك خاصة ۱۲۔

النحو: قوله الا ان يصدقوا منصوب على الاستثناء اى فى جميع الاحيان الا حين التصدق ۱۲۔

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ؕ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۹۴﴾ لَا يَسْتَوِى

الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۹۵﴾ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۹۶﴾

۱۳ ع ۵ ۱۰

اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کر ڈالے تو اس کی سزا جہنم ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ کو اس میں رہنا اور اس پر اللہ تعالیٰ غضب ناک ہوں گے اور اس کو اپنی رحمت سے دور کر دیں گے اور اس کے لئے بڑی سزا کا سامان کریں گے۔ اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں سفر کیا کرو تو ہر کام کو تحقیق کر کے کیا کرو اور ایسے شخص کو جو کہ تمہارے سامنے اطاعت ظاہر کرے یوں مت کہہ دیا کرو تو مسلمان نہیں ہے۔ اس طور پر کہ تم دنیوی زندگی کے سامان کی خواہش کرتے ہو۔ کیونکہ اللہ کے پاس بہت غنیمت کے مال ہیں۔ پہلے تم بھی ایسے ہی تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا سو غور کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں۔ برابر نہیں وہ مسلمان جو بلا کسی عذر کے گھر میں بیٹھے رہیں اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کریں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا درجہ بہت زیادہ بنایا ہے جو اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں بہ نسبت گھر میں بیٹھنے والوں کے اور سب سے اللہ تعالیٰ نے اچھے گھر کا وعدہ کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو بمقابلہ گھر میں بیٹھنے والوں کے بڑا اجر عظیم دیا ہے یعنی بہت سے درجے جو اللہ کی طرف سے ملیں گے اور مغفرت اور رحمت اور اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت والے بڑے رحمت والے ہیں۞

تفسیر ربط: اوپر کی آیت کی تمہید میں جو آٹھ صورتیں مذکور ہیں ان میں کی پہلی صورت کا آگے بیان ہوتا ہے پس یہ تتمہ ماقبل کا ہے۔

تتمۂ سابق: وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا (الی قولہ تعالی) وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کر ڈالے تو اس کی (اصلی) سزا (تو) جہنم (میں اس طرح رہنا) ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ کو اس میں رہنا (لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ یہ اصلی سزا جاری نہ ہوگی بلکہ ایمان کی برکت سے آخر نجات ہو جاوے گی) اور اس پر (ایک میعاد معین تک کے واسطے) اللہ تعالیٰ غضبناک ہوں گے۔ اور اس کو اپنی رحمت (خاصہ) سے دور کریں گے اور اس کے لئے بڑی سزا (یعنی سزائے دوزخ) کا سامان کریں گے۔ **ف**: تمام اہل حق متفق ہیں کہ بجز کفر و شرک کے کوئی امر موجب خلود فی النار نہیں ہے اس دعوے پر بے شمار آیات و احادیث دال ہیں اس آیت کے بعض ظاہری لفظوں سے اس کے خلاف کا شبہ ہوتا تھا لیکن اس کا صحیح مطلب ترجمہ سے ظاہر ہونے کے بعد وہ شبہ رفع ہو گیا۔ البتہ صرف حضرت ابن عباسؓ کا مذہب ان ظاہری الفاظ کے موافق مشہور ہے اور ان کا قول سورۂ فرقان کی آیت میں جو بعد ذکر قتل کے اِلَّا مَنْ تَابَ آیا ہے اس کے تعارض کے جواب میں یہ منقول ہے کہ سورۂ فرقان مکیہ ہے اور سورۂ نساء مدنیہ پس وہ استثناء اس اطلاق متاخر سے مرتفع ہو گیا اور دوسرا جواب یہ منقول ہے کہ وہ قبول توبہ مشرکین کے لئے ہے جو بعد میں مسلمان ہو جائیں لیکن روح المعانی میں بروایت ابن حمید اور نحاس کے سعید بن عبیدہ سے منقول ہے کہ حضرت ابن عباس قاتل مومن کے قبول توبہ کے قائل تھے ایک بار ایک شخص نے آ کر ان سے پوچھا کہ کیا اس کی توبہ مقبول ہو جاتی ہے آپ نے فرمایا نہیں بس اس کے لئے دوزخ ہی ہے جب وہ شخص اُٹھ کر چلا گیا تو حاضرین نے اس پر جو ان کے پہلے فتوے کے خلاف تھا تعجب ظاہر کر کے سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ مجھ کو ایسا گمان ہوا کہ وہ غصہ میں کسی مومن کو قتل کرنا چاہتا ہے چنانچہ کسی کو تحقیق کے لئے اس کے پیچھے دوڑایا تو یہی بات نکلی اھ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن عباسؓ کا قول مشہور بناء بر مصلحت تھا اصل مذہب جمہور کے موافق تھا چنانچہ روح میں سفیان سے بھی نقل کیا ہے کہ اہل علم سے اس کو جب کوئی ابتداءً پوچھتا تو جواب میں یہی کہتے کہ اس کی توبہ مقبول نہیں لیکن جب کوئی مبتلا ہو جاتا تو اس کو توبہ کا حکم فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابن عباس کے سوا اور بزرگوں کی بھی یہ عادت تھی۔ یہ تو تحقیق تھی ان کے مذہب کی۔ رہ گیا سورۂ فرقان کے استثنا کا تقدم سو نسائی میں حضرت زید سے دو روایتیں پاس پاس منقول ہیں ایک کا مضمون یہ ہے کہ یہ آیت سورۂ فرقان کی آیت سے آٹھ مہینے پیچھے نازل ہوئی اور دوسری کا مضمون یہ ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ہم بہت ڈرے اس کے بعد سورۂ فرقان کی آیت نازل ہوئی چونکہ رواۃ دونوں حدیثوں کے ثقہ ہیں تو صحیح حدیثوں میں تعارض ہو نہیں سکتا۔ اس لئے تطبیق میں کہا جاوے کہ سورۂ فرقان کی آیت کا جو حصہ استثناء سے پہلے ہے وہ تو پہلے نازل ہوا اور اسی کی تائید کے لئے یہ آیت نازل ہوئی چونکہ اس آیت میں صرف قتل پر وعید ہے بخلاف آیت فرقان کے کہ اس میں قتل کے ساتھ شرک بھی مذکور ہے کہ خلود اس مجموعہ پر محتمل ہے اس لئے اس آیت سے زیادہ خوف ہوا اس وقت سورۂ فرقان کا حصہ استثناء نازل ہوا جس میں وعدہ قبول توبہ کا ہے مگر چونکہ استثنا محتاج ہے مستثنیٰ منہ اور عامل کا اس لئے شائد پہلا حصہ مکرر نازل ہوا ہو پس سورۂ فرقان کی آیت کا تقدم و تاخر نزول میں ہر دو حکم صحیح ہو گئے اور استثناء کا تاخر قائم رہا البتہ ہر عمل کے توبہ کے شرائط جدا گانہ ہیں بہر حال عدم خلود جو اصل مقصود ہے ثابت ہو گیا۔ رہا مشرکین کے باب میں نازل ہونا سو چونکہ اعتبار عموم الفاظ کا ہے اس لئے خصوص مورد مضر نہیں۔

ربط: اوپر قتل مومن پر سخت وعید فرمائی ہے آگے یہ فرماتے ہیں کہ احکام شرعیہ کے جاری ہونے میں مومن کے مومن ہونے کیلئے صرف ظاہری اسلام کافی ہے جو

شخص اسلام کا اظہار کرے اس کے قتل سے دست کش ہو جانا واجب ہے قرائن سے باطن کی تفتیش کرنا اور احکام اسلامیہ کے جاری کرنے میں اس کے ثبوت کا منتظر رہنا جائز نہیں جیسا بعض صحابہؓ سے بعض غزوات میں براہ غلطی واقع ہوا کہ بعضے لوگوں کے اظہار علامات اسلام کو تقیہ و کذب پر محمول کر کے قتل کر ڈالا اور مقتول کا مال غنیمت میں لے لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا انسداد فرمایا اور چونکہ اس وقت تک صحابہؓ کو یہ مسئلہ مصرحاً معلوم نہ تھا اس لئے صرف فہمائش پر اکتفاء کیا۔

حکم بست و سوم وجوب اکتفاء براظہار اسلام: يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا ضَرَبْتُمْ (الی قولہ تعالی) إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا اے ایمان والو جب تم اللہ کی راہ میں (یعنی جہاد کیلئے) سفر کیا کرو تو ہر کام کو (قتل ہو یا اور کچھ ہو) تحقیق کر کے کیا کرو اور ایسے شخص کو جو کہ تمہارے سامنے (علامات) اطاعت (کی) ظاہر کرے (جیسے کلمہ پڑھنا یا مسلمانوں کے طرز پر سلام کرنا) یوں مت کہہ دیا کرو کہ تو (دل سے) مسلمان نہیں (محض اپنی جان بچانے کو جھوٹ موٹ اظہار اسلام کرتا ہے) اس طور پر کہ تم دنیوی زندگی کے سامان کی خواہش کرتے ہو کیونکہ خدا کے پاس (یعنی ان کے علم و قدرت میں تمہارے لئے) بہت غنیمت کے مال ہیں (جو کہ تم کو بطریق مرضی حق ملیں گے اور یاد تو کرو کہ) پہلے (ایک زمانہ میں) تم بھی ایسے ہی تھے (کہ تمہارے اسلام کے قبول کا مدار صرف تمہارا دعویٰ و اظہار تھا) پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا (کہ اس ظاہری اسلام پر اکتفاء کیا گیا اور تفتیش باطن پر موقوف نہ رکھا) سو (ذرا) غور (تو) کرو بیشک اللہ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں (کہ بعد اس حکم کے کون اس پر عمل کرتا ہے کون نہیں کرتا) **ف**: یہ حکم سفر کے ساتھ خاص نہیں لیکن چونکہ یہ غلطی اتفاق سے سفر میں ہوئی تھی اس لئے ذکر میں تخصیص سفر کی ہوگئی اور اسلام میں مسلمانوں کے طرز کی قید اس لئے ہے کہ اس وقت میں کفار کا سلام اور طور پر تھا جیسے انعم صباحا اور حیاک اللہ۔ اور منجملہ ان علامات کے اذان اور نماز بھی ہے جو اس میں مشغول ہو اس کو مسلمان سمجھنا چاہئے اور ایک معنی احسان کرنے کے یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ تمہارا اسلام اب مشہور و معلوم عند الناس ہو گیا مگر اول سے تو ایسے نہ تھے کذا فی الکشاف اور دوسرے فَتَبَيَّنُوٓاْ کے ایک معنی وہ بھی ہو سکتے ہیں جو پہلے فَتَبَيَّنُوٓاْ کے تھے پس اس صورت میں اسی کا اعادہ ہوگا پہلے بطور دعوے کے تھا دوسری جگہ بطور نتیجہ کے ہوگا۔

ربط: اوپر جہاد کی فرضیت مذکور تھی آگے یہ فرماتے ہیں کہ گو بوجہ اس کے کہ فی نفسہٖ فرض عین نہیں ہے اور اس لئے اگر بعضے نہ جاویں تو گناہ نہیں جیسے وَكُلًّا وَعَدَ ٱللَّهُ ٱلْحُسْنَىٰ سے معلوم ہوگا و نیز مَا كَانَ ٱلْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُواْ كَآفَّةً میں مصرح ہے لیکن پھر بھی اسکے جو فضائل مخصوصہ ہیں وہ کرنے ہی پر موقوف ہیں۔

تفضیل مجاہدین بر قاعدین: لَّا يَسْتَوِى ٱلْقَٰعِدُونَ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ (الی قولہ تعالی) وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا (ثواب میں) برابر نہیں وہ مسلمان جو بلا کسی عذر کے گھر میں بیٹھے رہیں (یعنی جہاد میں نہ جاویں) اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے (یعنی مالوں کو خرچ کر کے اور جانوں کو حاضر کر کے) جہاد کریں (بلکہ) اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا درجہ بہت زیادہ بنایا ہے جو اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں بہ نسبت گھر میں بیٹھنے والوں کے اور (یوں بوجہ فرض عین نہ ہونے کے گناہ ان بیٹھنے والوں پر نہیں بلکہ بوجہ ایمان اور دوسرے فرائض عین کے بجالانے کے) سب سے (یعنی مجاہدین سے بھی قاعدین سے بھی) اللہ تعالیٰ نے اچھے گھر کا (یعنی جنت کا آخرت میں وعدہ کر رکھا ہے) اور (اوپر جو ابہاماً کہا گیا ہے کہ مجاہدین کا بڑا درجہ ہے اس کی تعیین یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے مجاہدین (مذکورین) کو بمقابلہ گھر بیٹھنے والوں کے بڑا اجر عظیم دیا ہے (وہ درجہ یہی اجر عظیم ہے اس اجر عظیم اجمالی کی تفصیل فرماتے ہیں) یعنی (بوجہ اعمال متعددہ کے جو مجاہد سے صادر ہوتے ہیں ثواب کے) بہت سے درجے جو خدا کی طرف سے ملیں گے اور (گناہوں کی) مغفرت اور رحمت (یہ سب اجر عظیم کی تفصیل ہوئی اور اجمال اور تفسیر سب مل کر اس ابہام کی تفسیر ہے) اور اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت والے بڑے رحمت والے ہیں۔ **ف**: وہ اعمال متعددہ سورۂ براءت کے اخیر میں مذکور ہیں اس آیت میں ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ (الی قولہ تعالی) يَعْمَلُونَ۔ اور مغفرت کی وجہ اس آیت میں ہے إِنَّ ٱلْحَسَنَٰتِ يُذْهِبْنَ ٱلسَّيِّـَٔاتِ چونکہ اس سے اعمال عظیمہ سرزد ہوئے سیئات بھی زیادہ اور کیا عجب کہ کل سیئات بجز دین کے معاف ہوئے اور رحمت کا سبب اس آیت میں ہے: إِنَّ رَحْمَتَ ٱللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ ٱلْمُحْسِنِينَ غرض تفضیل کی دلیل عقلی مذکور ہے کہ چونکہ اس سے اعمال عظیمہ صادر ہوئے اور ہر عمل موجب درجہ ثواب موجب مغفرت و موجب رحمت ہے اس لئے تفضیل ثابت ہے اور بلا عذر کی قید اس لئے کہ حدیثوں میں مصرح ہے کہ اگر نیک کام کا عزم ہو اور کسی عذر سے نہ کر سکے تو اس کام کا اجر ملتا پس فاعل اور عازم کمیت ثواب میں مساوی ہیں جو یہاں زیادہ مقصود بالذکر ہے اور کیفیت میں تفاوت بعید نہیں بَلْ عَسَىٰٓ أَن يَكُونَ۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَلَا تَقُولُواْ لِمَنْ أَلْقَىٰٓ إِلَيْكُمُ ٱلسَّلَٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُونَ عَرَضَ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا۔ تَبْتَغُونَ حال ہے جس میں لَا تَقُولُواْ عامل ہے پس آیت دال ہوئی اخلاص فی الدین پر خصوص کفر کا فتویٰ دینے میں کہ غرض نفسانی اس کی باعث نہ ہو۔ قولہ تعالیٰ: لَّا يَسْتَوِى ٱلْقَٰعِدُونَ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُوْلِى ٱلضَّرَرِ وَٱلْمُجَٰهِدُونَ قاعدین میں غیر اولی الضرر کی قید لگانا اس پر دال ہے کہ ضعیف کا مجاہدہ اور درجہ کا ہے اور قوی کا اور درجہ کا اور یہ کہ ضعیف کو مجاہدہ ضعیفہ وہی نفع دیتا ہے جو قوی کو مجاہدہ قویہ نفع بخشتا ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ : ۱؎ قوله اس کی اصلی سزا اخترت الجواب بقوله جزاء واجاب بعضهم بان الخلود هو المكث الطويل ويخدشه ان فتح باب هذا التاويل يرفع الامن عن آيات اخر وعد فيها للمؤمنين الخلود في الجنة وللكافر الخلود في النار۔ وان امكن الجواب بان الخلود ثمه تاكد بالتابد فلا يرتفع الا من و بعضهم بان التعمد ان يقتل مؤمنا من حيث الايمان وحاصله الاستحلال لكن على هذا يفوت التقابل بين هذا القتل المذكور في هذه الأية السابقة وهو الخطأ الصرف واجاب بعضهم بان نزولها في الكافر الذى قتل المؤمن لكن قد تقرر في محله ان العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب فالاحسن الخالى عن التكلف ما اخترته لا يقال فعلى هذا لا فرق بين قوله جزاء ه جهنم وقوله تعالٰى من يعمل سوء يجزيه فيرتفع منه الامان لانى اقول فرق بينهما فان قوله يجز به معناه اثبات وقوع هذا الجزاء ومعنى قوله جزاء ه اثبات كون هذا جزاء لااثبات الوقوع اى لو وقع لم يستبعد كما في قوله تعالٰى جزاء سيئة سيئة مثلها اى هي مقتضية لذلك كذا ههنا وفرق بين كون الجزاء جزاء وبين وقوع الجزاء فان قيل فقوله تعالٰى اولئك جزاء هم مغفرة هو مماثل لقوله جزاء ه جهنم فيرتفع الامان منه قلت هذا يخاف فلا بعد في الامن وذلك اطماع والاطماع من الكريم وعدو هولا يخلف الميعاد ثم ان الوعد بالجنة لم ينحصر في آية واحدة بل وردت فيه آيات ليس فيه كلمة الجزاء بخلاف القتل حيث لا يدل على الخلود لمباشره غير هذه الآية فافهم۱۲۔ ۲؎ قوله في غضب الله ایک میعاد لما ثبت من عدم الخلود۱۲۔ ۱؎ قوله في لعنه رحمت خاصہ اى التى تخص بالفائزين المقربين الذين لم يباشروا هذا القتل ۱۲۔ ۳؎ قوله في التمهيد مصرحاً لان العلم بالقواعد كان حاصلًا ومن ثم عوتبوا لكن لعدم التصريح لم يشنعوا فافهم فكان خطائهم اجتهادياً لكن ناشياً عن العجلة والالايبوا فافهم۱۲۔ ۵؎ قوله في تبينوا ہر کام کو لا طلاق اللفظ۱۲۔ ۶؎ قوله في القى اطاعت ظاہر کرے اى لله تعالٰى وحاصله اظهار الاسلام وما مر في الركوع السابق كان معناه الاطاعة لكم وحاصله الصلح ومن ثم ترجمت هناك سلامت روی اخذا من الكبير حيث قال اصله السلامة فان المنقاد يطلب السلامة اه بحاصله ولم احمل على معنى السلام لان الروايات التى ذكروها سببا للنزول ذكر في بعضها السلام وفي بعضها التكلم بالشهادتين فرأيت تطابقها احرٰى ومن فسر بالسلام يجوز له ان يحمل تخصيصه على التمثيل اى من سلم مثلًا وهو ادنى علامات الاسلام فمن تلفظ بالشهادة فهو اولى بالحكم ولو ثبت كون الهجرة بمنزلة الاقرار فالامر بعدم التعرض لهؤلاء لاحتمال عدم تمكنهم منها وفي هذه الحالة يسقط الاشتراط لاسيما اذا اسلم في عين القتال لان عدم تمكنهم منها مقطوع به۱۲۔ ۷؎ قوله في التمهيد فی نفسہ افاد به انه يكون فرض عين عند عارض النفير العام۱۲۔ ۸؎ قوله في الضرر عذر كذا في روح المعاني اعم من المرض وغيره۱۲۔ ۹؎ قوله في درجة ان لوگوں کا درجہ بہت زیادہ اشارة الٰى ان درجة تميز محول عن المفعول وهو في الاصل مضاف الى المجاهدين وقوله بہت زیادہ احدهما لمادة التفضيل والآخر لفخامة درجة۱۲۔ ۱۰؎ قوله في الحسنى جنت كذا في الروح عن قتادة۱۲۔ ۱۱؎ قوله في المجاهدين الثانى مذکورین اى باموالهم وانفسهم اكتفى باللام عن هذا القيد كما اكتفى في المجاهدين الاول باللام عن قيد في سبيل الله وكما اكتفى في القاعدين في الموضعين عن قيد من المؤمنين وقيد غير اولى الضرر وفي هذا تدرج في ترك القيود شيئا فشيئا وهو اكمل درجات البلاغة انما لم يتدرج في قيدى القاعدون بان يترك احدهما في القاعدين الاول ثم كلاهما في الثانى لان القيدين غير مقصودين وانما المقصود قيد واحد وهو من المؤمنين لانه هو الذى نزل اولا ولا يمكن التدرج في الواحد وانما زيد قيد اولى الضرر بعد السوال فلم يعتبر فيما بعده لظهوره من اول الامر بخلاف قيود المجاهدين فان كلها مقصودة مذكورة من اول الامر۔ فائدة : والتقييد بالمؤمنين لان غير المؤمنين لاعمل له يقبل واما تركه في المجاهدين فلان المقام مقام التفضيل فهذا كاف في الدلالة على كون المجاهدين مؤمنين وانما الضرورى بيان ما فيهم من الزيادة وهو الجهاد۱۲۔ ۱۲؎ قوله اجر عظیم دیا ہے كما في البيضاوى مفعول ثان لتضمن التفضيل معنى الاعطاء كانه قيل واعطاهم زيادة اجرا عظيمًا ودرجات الخ كل واحدة منها بدل من اجرا اه وكل هذا روعى في ترجمتى وايضاً اتضح به نكتة التكرار۱۲۔ ۱۳؎ قوله في درجت ثواب کے وهو بهذا التخصيص جزء من درجة سبقت كما ان بقية اجزائها مغفرة ورحمة فلا يلزم اتحاد الكل مع الجزء۱۲۔ ۱۴؎ قوله في منه جوخدا کی طرف اشارة الى كونه صفة لدرجات۱۲۔ ۱۵؎ قوله في ف وداعمال الخ نسبه في الروح الى عبدالله بن زيد۱۲۔ ۱۶؎ قوله کیا عجب الخ لان كون الشهادة مكفرة الذنوب كلها مصرح في الاحاديث وظاهر ان التكفير للغزو ولانه هو الاختيارى وكونه مقتولا لا اختيار فيه والله اعلم۱۲۔

الروایات: اورد فی اللباب عن البخاری والترمذی والحاکم وغیرھم عن ابن عباس قصة رجل سلم علی نفر من الصحابة فقالوا ما سلم علینا الا لیتعوذ فقتلوہ واتوا بغنمه الی النبی صلی اللہ علیه وسلم وعن البزار عن ابن عباس قصة رجل قال اشھد ان لا الہ الا اللہ فقتله المقداد۔ وعن احمد والطبرانی عن عبداللہ بن ابی حدرد قصة عامر سلم علیھم فقتله محلم وعن ابن جریر عن ابن عمر نحوہ وعن الثعلبی عن ابن عباس ان اسم المقتول مرداس قال لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ واسم القاتل اسامة وعن ابن جریر من طریق السدی نحوہ وعن ابن ابی حاتم عن جابر فی مرداس وعن ابن مندة عن جزء قصة فداء قال للسریة انا مؤمن وقتلوہ وفیه ان النبی صلی اللہ علیه وسلم اعطا اخاہ دیته اہ قلت واعطاء الدیة لقوله تعالٰی فدیة مسلمة الی اھله وفی الروح الروایة التی مرت فی قوله وما کان لمؤمن من قتل ابی الدرداء اہ قلت ولا تنافی بین الجمیع وقلت وما ورد فی بعض الروایات ان بعض القاتلین من غیر ما ذکروا لم یجعلوا معذورین فاجاب عنه صاحب الروح بعد سرد تلک الروایات ان ھؤلاء لم یقتلوا خطأً واجتھاداً بل لضغائن کانت بینھم من قبل واثبت ذلک بالنقل فانظر فیه ان اشتقت ۱۲۔ فی اللباب روی البخاری عن البراء قال لما نزلت لا یستوی القاعدون وخلف النبی صلی اللہ علیه وسلم ابن ام مکتوم فقال یا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وانا ضریر فنزلت غیر اولی الضرر اہ مختصراً قلت ولما کان ھذا بیان تفسیر لم یضر فصله لان اولی الضرر مقعدون لا قاعدون او یقال ان الحکم کان ظاھرا باعتبار الکلیات الشرعیة وما ورد فی بعض الروایات من قوله علیه السلام لا ادری فھو علی الاحتیاط وقت نزول الوحی الذی یتوقع فیه النص فافھم ۱۲۔

اختلاف القراءۃ: فی قراء ة السلم بلا الف ومعناھما قیل مختلف ای الانقیاد والسلام وقیل واحد ای الانقیاد وقیل ای السلام وھذا الاخیر من الخازن۔ وفی قراء ة تثبتوا بالثاء ۱۲۔

اللغات: فتبینوا ای فاطلبوا بیان الامر فی کل ماتاتون وتذرون ولا تعلموا فیه من غیر رؤیة وتدبر وتثبتوا ای فاطلبوا اثبات الامر ولا تعجلوا فیه وھما متقاربان ۱۲۔

النحو والبلاغة: فی الروح قوله ولا تقولوا والمراد النھی عما ھو نتیجة لترک المامور به وتعیین مادة مھمة من المواد التی یجب فیھا التبیین والتثبیت قوله تبتغون فی موضع الحال من فاعل تقولوا مشعربما ھو الحامل لھم علی العجلة والنھی راجع الی القید والمقید وقوله فعنداللہ تعلیل للھنی عن القید کانه قیل لا تبتغوا الخ قوله کذلک الآیة تعلیل للنھی عن المقید آہ قلت ولا یلزم ابتغاء الصحابة الدنیا لان النھی راجع الی المجموع فکان المعنی لا تقولوا ولا تبتغوا والانشاء لا یدل علی الخبر ولو قدر حرف الاستفھام قبل تبتغون کان اظھر فی ھذا المعنی بطریق الاستفھام الانکاری بمعنی عدم الوقوع ای لستم مبتغین لانکم تعلمون ان اللہ عندہ مغانم الخ ولما لم یذھب احد من المفسرین الیه لم اخترہ فی الترجمة ۱۲۔

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّٰهُمُ الْمَلَٰٓئِكَةُ ظَالِمِىٓ أَنفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنتُمْ ۖ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِى الْأَرْضِ ۚ قَالُوٓا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَٰسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا ۚ فَأُولَٰٓئِكَ مَأْوَىٰهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَسَآءَتْ مَصِيرًا ﴿٩٧﴾ إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَٰنِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ﴿٩٨﴾ فَأُولَٰٓئِكَ عَسَى اللَّهُ أَن يَعْفُوَ عَنْهُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَفُوًّا غَفُورًا ﴿٩٩﴾ وَمَن يُهَاجِرْ فِى سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِى الْأَرْضِ مُرَٰغَمًا كَثِيرًا وَسَعَةً ۚ وَمَن يَخْرُجْ مِنۢ بَيْتِهِۦ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِۦ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُۥ عَلَى اللَّهِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿١٠٠﴾ ع

بے شک جب ایسے لوگوں کی جان فرشتے قبض کرتے ہیں جنہوں نے اپنے کو گناہگار کر رکھا تھا تو وہ ان سے کہتے ہیں کہ تم کس کام میں تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم سرزمین میں محض مغلوب تھے۔ وہ کہتے ہیں کیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی۔ تم کو ترک وطن کر کے اس میں چلا جانا چاہئے تھا۔ سوان لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور جانے کے لئے وہ بری جگہ ہے لیکن جو مرد اور عورتیں اور بچے قادر نہ ہوں کہ نہ کوئی تدبیر کر سکتے ہوں اور نہ راستہ سے واقف ہوں سو ان کے لئے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف کر دیں اور اللہ تعالیٰ

بڑے معاف کرنے والے اور بڑے مغفرت والے ہیں اور جو شخص اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا تو اس کو روئے زمین پر جانے کی بہت جگہ ملے گی اور بہت گنجائش اور جو شخص اپنے گھر سے اس نیت سے نکل کھڑا ہو کہ اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کروں گا۔ پھر اس کو موت آ پکڑے تب بھی اس کا ثواب ہو گیا اللہ تعالیٰ کے ذمہ اور اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت کرنے والے ہیں بڑے رحمت والے ہیں ۞

تفسیر: ربط : اوپر وجوب جہاد کا ذکر تھا آگے وجوب ہجرت کا ذکر ہے مناسبت دونوں میں ظاہر ہے کہ دونوں سے غرض اقامت دین ہے البتہ ایک میں شر کفار کا دفع عام ہے یعنی سب اہل دین سے دوسرے میں شر کفار کا دفع خاص ہے یعنی اپنی ذات سے۔

حکم بست و چہارم وجوب ہجرت : اِنَّ الَّذِیۡنَ تَوَفّٰىهُمُ الۡمَلٰٓـئِكَةُ ظَالِمِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ (الی قولہ تعالیٰ) وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوۡرًا بیشک جب ایسے لوگوں کی جان فرشتے قبض کرتے ہیں جنہوں نے (باوجود قدرت ہجرت کے پھر ہجرت کے تارک ہوکر) اپنے کو گناہ گار کر رکھا تھا تو (اس وقت) وہ (فرشتے) ان سے کہتے ہیں کہ تم (دین سے) کس (کس) کام میں تھے (یعنی دین کے کیا کیا ضروری کام کیا کرتے تھے) وہ (جواب میں) کہتے ہیں کہ ہم (اپنی بود و باش کی) سرزمین میں محض مغلوب تھے (اس لئے بہت سے ضروریات دین پر عمل نہ کر سکتے تھے یعنی ان فرائض کے ترک میں معذور تھے) وہ (فرشتے کہتے ہیں (اگر اس جگہ نہ کر سکتے تھے تو) کیا خدا تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی تم کو ترک وطن کر کے اس (کے کسی دوسرے حصہ) میں چلا جانا چاہئے تھے (اور وہاں جا کر فرائض کو ادا کر سکتے تھے اس سے وہ لاجواب ہو جاویں گے اور جرم ان کا ثابت ہو جاوے گا) سو ان لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور جانے کے لئے وہ بری جگہ ہے لیکن جو مرد اور عورتیں اور بچے (واقع میں ہجرت پر بھی) قادر نہ ہوں کہ نہ کوئی تدبیر کر سکتے ہیں نہ راستہ سے واقف ہیں سو ان کے لئے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف کر دیں اور اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے بڑے مغفرت کرنے والے ہیں۔ ف : ابتدائے اسلام میں ہجرت کی فرضیت کا بیان تمہید رکوع فَمَا لَكُمۡ فِى الۡمُنٰفِقِيۡنَ میں گذر چکا۔ یہ تبکیت و تعذیب اسی فرض کے ترک پر مذکور ہے اور یہاں جان قبض کرنے کو فرشتوں کی طرف منسوب فرمایا جیسا ایک اور آیت میں بھی ہے تَوَفَّتۡهُ رُسُلُنَا اور ایک آیت میں ملک الموت کی طرف يَتَوَفّٰٮكُمۡ مَّلَكُ الۡمَوۡتِ اور ایک آیت میں اپنی طرف اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الۡاَنۡفُسَ سو وجہ جمع یہ ہے کہ قابض حقیقی اللہ تعالیٰ اور ظاہری ملک الموت اور دوسرے ملائکہ ان کے معین و شریک اور یہاں دو شبہے ہوا کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ جب یہ مستثنیٰ لوگ گنہگار ہی نہیں تو معافی کے کیا معنی۔ دوسرے معافی میں امید کیسی جس سے تردد مترشح ہے پہلے شبہ کا جواب یہ ہے کہ معافی اس لئے کہا کہ فی نفسہ تو وہ فعل قبیح اور گناہ ہے گو کسی خاص شخص کے حق میں گناہ نہ لکھا جاوے کسی جگہ اس نہ لکھنے کو گناہ نہ ہونا قرار دے دیا اور کہیں معافی کے لفظ سے اس کے فی نفسہ گناہ ہونے کو بتلا دیا۔ اسی تقریر سے یہ شبہ رفع ہو گیا کہ بچے کو تو بالکل گناہ ہی نہیں ہوتا وجہ رفع ظاہر ہے کہ گو اس کو گناہ نہ ہو لیکن وہ فعل تو حد ذات میں قبیح ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ولدان اس لئے ملا دیا تا کہ اشارہ اس طرف ہو کہ مثل ولدان کے عجز ہونا چاہئے تب مستثنیٰ ہوں گے۔ دوسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ کریم کا اطماع یعنی امید دلانا وعدہ ہے جیسے آیت : فَقَاتِلۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ میں عسیٰ کے ترجمہ کے ساتھ اس کا بیان آ چکا ہے۔ باقی اس عنوان میں اشارہ اس طرف ہے کہ یہ گناہ اس درجہ سخت ہے کہ باوجود عذر ہونے اور گناہ نہ ہونے کے مشابہ اسی کے ہے کہ جیسا گناہ ہوا ہو گو معاف ہو گیا ہو۔

ربط : اوپر ترک ہجرت پر وعید تھی آگے ہجرت کی ترغیب اور اس پر سعادت دارین کا وعدہ ہے۔

ترغیب و فضیلت ہجرت : وَمَنۡ يُّهَاجِرۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ يَجِدۡ فِى الۡاَرۡضِ (الی قولہ تعالیٰ) وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا اور (جن لوگوں کے لئے ہجرت مشروع ہے ان میں سے) جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں (یعنی دین کے لئے) ہجرت کرے گا تو اس کو روئے زمین پر جانے کی بہت جگہ ملے گی اور (اظہار دین کی) بہت گنجائش (ملے گی پس اگر ایسی جگہ پہنچ گیا تب تو دنیا میں بھی اس سفر اور اظہار سے کامیابی ظاہر ہے) اور (اگر اتفاق سے یہ مذکور کامیابی نہ ہوئی تب بھی آخرت کی کامیابی میں تو کوئی تردد نہیں کیونکہ ہمارا قانون ہے کہ) جو شخص اپنے گھر سے اس نیت سے نکل کھڑا ہو کہ اللہ و رسول (کے دین کے ظاہر کر سکنے کے موقع) کی طرف ہجرت کروں گا پھر (وصول الی المقصد سے پہلے) اس کو موت آ پکڑے تب بھی اس کا ثواب (جو ہجرت پر موعود ہے) ثابت ہو گیا (جو بوجہ وعدہ کے ایسا ہے جیسے) اللہ کے ذمہ (گو ابھی اس سفر کو ہجرت نہیں کہہ سکتے لیکن صرف اچھی نیت سے اس کے شروع کر دینے پر پورا صلہ عطاء ہو گیا) اور اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت کرنے والے ہیں (اس ہجرت کی برکت سے گو وہ ناتمام رہے بہت سے گناہ معاف فرما دیں گے جیسا حدیث میں ہجرت کا مکفر ذنوب سابقہ ہونا آیا ہے اور) بڑے رحمت والے ہیں (کہ شروع فی العمل کو حسن نیت کی وجہ سے کمال عمل کے برابر ثواب میں فرما دیا) ف : روح المعانی میں ہجرت کی فرضیت کا منسوخ ہونا نقل کیا ہے البتہ مستحب اب بھی ہے اور مسلم کی حدیث میں حضور ﷺ کے ایک اعرابی کو جس نے اجازت ہجرت کی چاہی یہ فرمانے سے ان شان الهجرة لشديد اور وطن میں رہنے کے لئے ارشاد فرمانے سے نیز اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اس کے عزم ہجرت سے ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ دار اسلام میں نہ تھا۔

ف : ان تین رکوع گزشتہ میں ہجرت کی بحث چند مواقع میں آئی ہے اس لئے اس کے متعلق ایک جامع مختصر تقریر جس سے سب مواقع کی زیادہ توضیح ہو جاوے

لکھی جاتی ہے جس کا ماخذ روایات وقواعد واقوال علماء واشارات نصوص ہیں ان دلائل کے مجموع سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ ہجرت ابتدائے اسلام میں فرض تھی اور فرضیت کے ساتھ وہ ظاہراً شعار لازم وموقوف علیہ ثبوت اسلام کی بھی تھی لیکن حالت عذر میں اس کی فرضیت اور شعاریت ساقط ہو جاتی تھی جیسا کہ تلفظ بالشہادتین کی اب بھی یہی شان ہے اور عہد نبویؐ میں صحابہ کے اقوال سے نماز کی یہی شان معلوم ہوتی ہے اور اس شعار ہونے کی وجہ سے اس سے بلا عذر رجوع کرنا علامت ارتداد کی تھی اسی بناء پر رکوع اول کے شروع میں ان راجعین عن الھجرۃ کے مسلمان سمجھنے سے صحابہؓ کو منع فرمایا گو وہ راجعین واقع میں بھی مرتد ہو گئے تھے لیکن صحابہؓ سے تو اسی بناء مذکور پر کلام ہے اور دل کی تحقیق کا حکم نہیں ہے اور عذر میں بلکہ احتمال عذر میں بھی شعاریت ساقط ہونے کی بناء پر مومن مقتول فی دارالحرب کی دیت کے وجوب کا اور مَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ کے قتل کی حرمت کا حکم رکوع ثانی میں فرمایا اور صرف دوسرے علامات پر مثل اقرار وغیرہ اکتفا واجب کیا گیا اور بناء برفرضیت تارکین ہجرت پر رکوع ثالث میں وعید فرمائی اور عذر میں فرضیت کے سقوط پر اسی رکوع میں مستضعفین کو مستثنیٰ کیا گیا پس رکوع اول کا مضمون بناء بر رجوع ہے اور رکوع ثانی کے مضمون بناشعاریت وعدم شعاریت ہیں اور رکوع ثالث کے مضمون بنابر فرضیت وعدم فرضیت ہیں اور چونکہ یہ شعاریت محتاج تدبر ہے اس لئے بعض صحابہؓ کو اشتباہ ہو گیا تھا اور چونکہ تدبر سے خود رفع ہو سکتا تھا اس لئے تنبیہ کر دی گئی جیسا مانعین زکوٰۃ کے باب میں شیخین کا مناظرہ حدیثوں میں وارد ہے اور شعاریت کے لزوم میں تبدل ہو سکتا ہے۔ اسی بنا پر فقہاء نے بعض اوضاع لباسیہ کو کفر فرمایا ہے فقط۔

تَرْجَمَۃُ مَسَائِلِ السُّلُوْکِ: قولہ تعالیٰ: وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ اس پر دال ہے کہ جو سالک قبل تمام سلوک مر جاوے وہ رتبہ اور قبول میں اسی کے برابر ہے جس کا سلوک تمام ہو جاوے۔

مُلْحَقَاتُ التَّرْجَمَۃِ: ۱؎ **قوله في توفهم** قبض کرتے ہیں حملته على المضارع ويجوز ان يكون ماضيا وذكر الفعل ح للتقديم ۱۲۔ ۲؎ **قوله في قالوا فيم** ان سے اشار الى ان الموصول اسم ان وخبرها قالوا والرابط مقدر اى لهم وما بعده استيناف ۱۲۔ ۳؎ **قوله في فيم كنتم** کیا کیا ضروری کام الخ تقرير السوال والجواب ثم العذر ثم الرد كله شهد به ذوقي ثم رأيت ما في الروح ما يؤيده وبه تطابق الكلام بسهولة ۱۲۔ ۴؎ **قوله هناك** لیکن الخ اشار الى ان الاستثناء منقطع في قوة المبتدا وخبره فاولئك عسى الخ لانهم غير ظالمين لكن لو اريد بقوله تعالىٰ ظالمي انفسهم تاركوا الهجرة وقيل ان تسمية الترك ظلما باعتبار خصوص حالهم فصح الاستثناء متصلا بلا تكلف وهو مما خصني الله تعالىٰ بفهمه فالتقدير ان الذين يتوفون تاركين الهجر فلهم كذا وكذا الا التاركين الذين استضعفوا فهم مستثنون من حكم الصدر ۱۲۔ ۵؎ **قوله في المستضعفين** الثاني ہجرت پر بھی وبه غوير في الاستضعافين فان الاول عن العمل لا عن الهجرة والثاني عن الهجرة ايضا ۱۲۔ ۶؎ **قوله في لا يستطيعون** کہ الخ اشارة الى كون الجملة صفة للمستضعفين لانه في معنى النكرة لان المراد به الجنس ۱۲۔ ۷؎ **قوله في ومن يهاجر** جن لوگوں کے لئے الخ والمشروعية انما يكون اذا كان في الارض محل يهاجر اليه وح فالوجد ان يقيني لانه لا يتوقف على الوصول اليه بالفعل كما في قوله تعالىٰ لم تجدوا ماء اى لا يكون الماء موجود ابقرب منكم فلا يرد ان في بعض المهاجرين لا يصدق عليه انه وجد مراغما اذا لم يكن في الارض دار الاسلام او كان لكنه لم يصل اليه ۱۲۔ ۸؎ **قوله في سعة** دین کی گنجائش اخذته من البيضاوى لانه يقيني بخلاف الرزق ۱۲۔ ۹؎ **قوله الى الله** دین کے ظاہر الخ وهذا كما فسروا به قوله تعالىٰ انى ذاهب الى ربى سيهدين ۱۲۔ ۱۰؎ **قوله في يدركه** وصول الى المقصد ومن ثم اولر يخرج على يهاجر فافهم ۱۲۔

اَلرِّوَايَاتُ: في اللباب اخرج الطبراني عن ابن عباس قال كان قوم بمكة قد اسلموا فلما هاجر رسول الله صلى الله عليه وسلم كرهوا ان يهاجروا او خافوا فانزل الله تعالىٰ ان الذين توفهم الملئكة الخ ما روى البخارى عن ابن عباس ان ناسا من المسلمين كانوا مع المشركين يكثرون سواد المشركين على رسول الله صلى الله عليه وسلم الخ فلعلهم اخرجوا مكرهين كما في اللباب عن ابن المنذر وابن جرير عن ابن عباس كانوا يخفون الاسلام فاخرجهم مشركون الىٰ قوله فاكرهوا۔ وما في الروح عن الضحاك نزولها في المنافقين في مكة۔ وعن عكرمة في اناس اسلموا فقتلوا هناك كفار او تفسير بعضهم المقام على منوال هذه الرواية فيابىٰ عنه السياق ظاهراً لانه لو كان في الكفار والمنافقين لم يكن في استثناء المستضعفين كثير فائدة لانه لامساغ لاحتمال دخول المستضعفين في الكفار وهم لم يكفروا قط نعم لو كان في التاركين الهجرة وهو عمل مشترك بين الجميع استحسن الاستثناء لقطع احتمال الاشتراك في الاثم لاشتراكهم في الفعل فافهم واما الروايات المصرحة بنزولها فيهم فاقول لا يبعد ان يكون المراد دلالة الآية على حكم هؤلاء بالاولىٰ لان ترك الهجرة لما كان بهذه المثابة فما بال ترك الايمان فعن هذه الدلالة عبر بالنزول والله اعلم۔ وفي الروح عن كتاب

الناسخ والمنسوخ ان فرضيتها نسخت وبقي ندبها۱۲۔ فی اللباب اخرج ابن ابی حاتم وابو یعلی بسند جيد قال خرج ضمرة بن جندب من بيته مهاجرا فقال لاهله احملوني فاخرجوني من ارض المشركين الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فمات في الطريق قبل ان يصل الى النبي صلى الله عليه وسلم فنزل الوحي ومن يخرج من بيته مهاجراً الآية وفيه عن ابن ابی حاتم فی ابی ضمرة الزرقي وسمي في بعض الروايات ضمرة بن العيص او العيص بن ضمرة وفي بعضها جندب بن ضمرة الجندعي وغير ذلك اه قلت ولا تعارض في ذلك۱۲۔

اللغات: فی القاموس المراغم المذهب والمهرب اه وفسرت بالاول۱۲۔

فائدة: وبما قررت في ف۲ اتضح ايضا ما يتعلق بالمقامات الخمسة من الحواشي فانظر۱۲۔

البلاغة: لا يهتدون سبيلا تاكيد والالكفي لا يستطيعون فلا تتوهم اشتراط المجموع بل الشروط هو الاول ويدخل فيه الثاني۱۲۔

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَكُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْكٰفِرِیْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ﴿۱۰۱﴾ وَاِذَا كُنْتَ فِیْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْیَاْخُذُوْۤا اَسْلِحَتَهُمْ ۫ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْیَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآىِٕكُمْ ۪ وَلْتَاْتِ طَآىِٕفَةٌ اُخْرٰى لَمْ یُصَلُّوْا فَلْیُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْیَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَیَمِیْلُوْنَ عَلَیْكُمْ مَّیْلَةً وَّاحِدَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَنْ تَضَعُوْۤا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا ﴿۱۰۲﴾

اور جب تم زمین میں سفر کرو سو تم کو اس میں کوئی گناہ نہ ہوگا کہ تم نماز کو کم کر دو اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ تم کو کافر لوگ پریشان کریں گے۔ بلاشبہ کافر لوگ تمہارے صریح دشمن ہیں اور جب آپ ان میں تشریف رکھتے ہوں پھر آپ ان کو نماز پڑھانا چاہیں تو یوں چاہئے کہ ان میں سے ایک گروہ تو آپ کے ساتھ کھڑا ہو جائے اور وہ لوگ ہتھیار لے لیں پھر جب یہ لوگ سجدہ کر چکیں تو یہ لوگ تمہارے پیچھے ہو جائیں اور دوسرا گروہ جنہوں نے ابھی نماز نہیں پڑھی آ جائے اور آپ کے ساتھ نماز پڑھ لیں اور یہ لوگ بھی اپنے بچاؤ کا سامان اور ہتھیار لے لیں۔ کافر لوگ یوں چاہتے ہیں کہ اگر تم اپنے ہتھیاروں اور سامانوں سے غافل ہو جاؤ تو تم پر یکبارگی حملہ کر بیٹھیں اور اگر تم کو بارش کی وجہ سے تکلیف ہو یا تم بیمار ہو تو تم کو اس میں کچھ گناہ نہیں کہ ہتھیار اتار رکھو اور اپنا بچاؤ لے لو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے سزا اہانت آمیز مہیا کر رکھی ہے۔

تفسیر ربط: اوپر جہاد اور ہجرت کا ذکر تھا چونکہ غالب احوال میں جہاد اور ہجرت کے لئے سفر کرنا پڑتا ہے اور نیز ایسے سفر میں مخالف کی طرف سے اندیشہ بھی اکثر ہوتا ہے اس لئے سفر اور خوف کی رعایت سے جو نماز میں بعض خاص سہولتیں اور تخصیص کی گئی ہیں آگے ان کا ذکر فرماتے ہیں۔

حکم بست و چہارم صلوٰۃ السفر: وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ (الی قولہ تعالی) اِنَّ الْكٰفِرِیْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا اور جب تم زمین میں سفر کرو (جس کی مقدار تین منزل ہو) سو تم کو اس میں کوئی گناہ نہ ہوگا (بلکہ ضروری ہے) کہ تم (ظہر و عصر و عشاء کے فرض) نماز (کی رکعات) کو کم کر دو (یعنی چار کی جگہ دو پڑھا کرو) اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ تم کو کافر لوگ پریشان کریں گے (اور اس اندیشہ کی وجہ سے ایک جگہ زیادہ دیر تک ٹھہرنا خلاف مصلحت سمجھا جاوے کیونکہ) بلاشبہ کافر لوگ تمہارے صریح دشمن ہیں۔

ف: مسئلہ: جو سفر تین منزل سے کم ہو اس سفر کی نماز پوری پڑھی جاتی ہے یہ آیت مجمل ہے حدیث سے مفسر ہوگئی۔

مسئلہ: اور جب سفر ختم کر کے منزل پر جا پہنچے تو اگر وہاں پندرہ روز سے کم ٹھہرنے کا ارادہ ہو تب تو وہ حکم سفر میں ہے فرض نماز چارگانہ کی آدھی پڑھی جاوے گی اور اس کو قصر کہتے ہیں اور اگر پندرہ روز سے زیادہ کا قصدِ قیام ہو تو وطن اقامت ہو جاوے گا وہاں اور نیز وطن اصلی میں قصر نہیں ہوگا۔

مسئلہ: قصر صرف تین وقت کے فرض میں ہے اور مغرب اور فجر میں اور سنن و وتر میں نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر سفر میں خوف نہ ہو تب بھی قصر مشروع ہے بالاجماع اور خوف کی قید جو آیت میں ہے وہ باعتبار حالت زمانہ نزولِ آیت کے ہے کہ وہ زمانہ خوف کا تھا پھر حدیثوں سے عموم ثابت ہو گیا۔

مَسْئَلَہ: قصر واجب ہے اور قرآن میں جو اس طرح فرمایا گیا کہ تم کو گناہ نہ ہوگا جس سے شبہ ہوتا ہے کہ نہ کرنا بھی جائز ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پوری نماز کی جگہ نصف پڑھنے میں ظاہراً وسوسہ گناہ کا ہوتا تھا اس لئے اس کی نفی فرمادی سو یہ منافی وجوب کے نہیں جو کہ دوسری دلیل سے ثابت ہے۔

مَسْئَلَہ: دریا کا سفر بھی زمین ہی کا سفر ہے اس میں بھی قصر ہوتا ہے۔ اعتدال ہوا کی حالت میں تین دن میں کشتی جتنا سفر کر سکے اس کا اعتبار ہے۔

ربط: اوپر والی آیت کی تمہید میں وجہ مناسبت مذکور ہو چکی۔

حکم بست وپنجم صلوٰۃ الخوف: وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ (الی قولہ تعالی) اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا اور جب آپ ان میں تشریف رکھتے ہوں (اور اسی طرح آپ کے بعد اور جو امام ہو) پھر آپ ان کو نماز پڑھانا چاہیں (اور اندیشہ ہو کہ اگر سب نماز میں لگ جاویں گے تو کوئی دشمن موقع پا کر حملہ کر بیٹھے گا) تو (ایسی حالت میں) یوں چاہئے کہ (جماعت کے دو گروہ ہو جاویں پھر) ان میں سے ایک گروہ تو آپ کے ساتھ (نماز میں) کھڑے ہو جاویں (اور دوسرا گروہ نگہبانی کے لئے دشمن کے مقابل کھڑے ہو جاویں تاکہ دشمن کو دیکھتے رہیں) اور وہ لوگ (جو آپ کے ساتھ نماز میں شامل ہیں وہ بھی مختصر مختصر) ہتھیار لے لیں (یعنی نماز سے پہلے لے کر ہمراہ رکھیں شاید مقابلہ کی ضرورت پڑ جاوے تو ہتھیار لینے میں دیر نہ لگے فوراً قتال کرنے لگیں گو نماز قتال سے ٹوٹ جاوے گی لیکن گناہ نہیں) پھر جب یہ لوگ (آپ کے ساتھ) سجدہ کر چکیں (یعنی ایک رکعت پوری کر لیں) تو یہ لوگ (نگہبانی کیلئے) تمہارے پیچھے ہو جاویں (یعنی رسول اللہ ﷺ کے اور دوسرے گروہ کے جو کہ اب نماز میں شامل ہوں گے جن کا بیان آگے آتا ہے یہ پہلا گروہ ان سب کے پیچھے ہو جاوے) اور دوسرا گروہ جنہوں نے ابھی نماز نہیں پڑھی (یعنی شروع بھی نہیں کی وہ بجائے اس پہلے گروہ کے امام کے قریب) آ جاوے اور آپ کے ساتھ نماز (کی ایک رکعت جو باقی رہی ہے اس کو) پڑھ لیں اور یہ لوگ بھی اپنے بچاؤ کا سامان اور اپنے ہتھیار لے لیں (اور سامان اور ہتھیار ہمراہ لینے کا اس لئے سب کو حکم کیا ہے کہ) کافر لوگ یوں چاہتے ہیں کہ اگر تم اپنے ہتھیاروں اور سامانوں سے (ذرا) غافل ہو جاؤ تو تم پر ایک بارگی حملہ کر بیٹھیں (سو ایسی حالت میں احتیاط اور ہوشیاری ضروری ہے) اور اگر تم کو بارش (وغیرہ) کی وجہ سے (ہتھیار لے کر چلنے میں) تکلیف ہو یا تم بیمار ہو (اور اس وجہ سے ہتھیار باندھ نہیں سکتے) تو تم کو اس میں (بھی) کچھ گناہ نہیں کہ ہتھیار اُتار رکھو اور (پھر بھی) اپنا بچاؤ (ضرور) لے لو (اور یہ خیال نہ کرو کہ کفار کی عداوت کا صرف (دنیا ہی میں علاج کیا گیا ہے بلکہ آخرت میں اس سے بڑھ کر ان کا علاج ہوگا کیونکہ) بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے سزائے اہانت آمیز مہیا کر رکھی ہے۔

ف: مَسْئَلَہ: صلوٰۃ الخوف باجماع ائمہ اربعہ بعد رسول اللہ ﷺ کے بھی مشروع ہے اور یہ جو ارشاد فرمایا کہ جب آپ ان میں ہوں یہ باعتبار اس وقت کی حالت کے فرمایا کہ آپ تشریف رکھتے تھے اب جو امام ہو وہ اس میں آپ کا قائم مقام ہے جیسا آیت میں خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً حالانکہ جمیع ائمہ وخلفاء کے لئے بھی یہی حکم ہے۔

مَسْئَلَہ: جیسے آدمی سے خوف کے وقت یہ نماز مشروع ہے ایسے ہی اگر کسی شیر یا اژدہا وغیرہ کا خوف ہو اور نماز کا وقت تنگ ہو اس وقت بھی جائز ہے کذا فی الدر المختار۔

مَسْئَلَہ: یہ جب ہے کہ ایک امام کے ساتھ سب نماز پڑھنا چاہیں ورنہ دونوں گروہ دو اماموں کے ساتھ پڑھ لیں کذا فی الدر المختار اور عجب نہیں کہ اِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ کی تقیید میں یہی نکتہ ہو کیونکہ آپ کے ساتھ سب کو نماز پڑھنا محبوب تھا تو یہ کلام کنایہ اس سے ہوگا۔ **اذا كان فيهم من تنازعوا فى الصلوٰة خلفه وحده۔**

مَسْئَلَہ: یہ نماز صرف اتنے خوف کے وقت ہے کہ اس کا انتظام ممکن ہو اور اگر انتظام نہ ہو سکے تو اس کا حکم سورۂ بقرہ کے حکم سی و چہارم میں مذکور ہو چکا اور عین قتال کے وقت نماز کو قضاء کر دیا جاوے۔

مَسْئَلَہ: آیت میں دونوں گروہ کے ایک ایک رکعت پڑھنے کا تو ذکر فرمایا دوسری رکعت کا طریقہ حدیث میں آیا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو دونوں گروہ نے اپنی ایک ایک رکعت بطور خود پڑھ لی اخرجه الشيخان وابو داؤد والترمذى والنسائى وابن ماجة وغيرهم عن سالم عن ابيه كذا فى الروح اور ابوداؤد میں یہ بھی زائد ہے کہ آگے پیچھے دونوں گروہ نے یہ باقی رکعت پڑھی اور یہ سب حنفیہ کا مذہب ہے۔

مَسْئَلَہ: یہ صورت جب ہے کہ امام مسافر ہو جیسا کہ غزوات میں غالب ہے۔ ورنہ ہر گروہ کو دو دو رکعت پڑھا دے اور بعد فراغ امام دو دو اپنے طور پر پڑھیں كذا فى الهداية ورواه ابو داؤد مرفوعًا كذا فى الفتح۔

مَسْئَلَہ: اور مغرب میں ایک گروہ امام کے ساتھ دو رکعت پڑھے اور دوسرا گروہ ایک رکعت۔ **مَسْئَلَہ**: احادیث میں اور طریقے بھی آئے ہیں جس طرح ممکن ہو پڑھے سب جائز ہے۔ کذا فی رد المختار۔

مسئلہ: ہتھیار وغیرہ ہمراہ رکھنے کا استحباب حنفیہ کے نزدیک تفسیر احمدی و شامی میں ہے پس یہ لَا جُنَاحَ ایسا ہوگا جیسا سورۂ بقرہ کے تین پاؤ پر ہے :لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاۗءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْھُنَّ ...... اے لامؤنة اسی طرح یہاں عدم اخذ سلاح میں مؤنت و خطرہ جان کا ہے اور حمل میں اتنا نہیں فقط۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ :وَ اِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ آیت سے سفر کا تقصیر فی الاوراد کے باب میں عذر ہونا بدرجۂ اولیٰ معلوم ہوتا ہے اسی طرح صلوٰۃ الخوف کے مشروع ہونے سے عذر کا التزامات وردیہ کے باب میں موجب تخفیف ہونا معلوم ہوتا ہے۔

ملحقات الترجمۃ : ۱ قوله في فاقمت پڑھانا چاہیں فالمعنى فاردت ان تقيم الصلوٰة لهم ۱۲۔ ۲ قوله هناك اور اندیشہ لم يقيد به لدلالة المقام عليه مما سيأتي فيميلون الخ ۱۲۔ ۳ قوله بعد فلتقم طائفة اور دوسرا گروہ تر كه للظهور ۱۲۔ ۴ قوله في ليأخذوا وہ بھی مختصر اشار بكلمة بھی الى ان الطائفة الحارسة يأخذون بالاولى وانما ذكر في المصلية لكون الصلوٰة مظنة عدم الاخذ وقيد بالمختصر اى القليل لئلا يمنع من الصلوٰة ۱۲۔ ۵ قوله هناك نماز سے پہلے لا ان يأخذوا في حال الصلوٰة فانه عمل كثير ۱۲۔ ۶ قوله هناك گو قتال سے لانه عمل كثير وللعذر لا يأثم ۱۲۔ ۷ قوله في روائكم ان سب کے پیچھے ففي الكلام تغليب كذا في البيضاوى ۱۲۔ ۸ قوله قبل ود الذين اس لئے سب کو فالخطاب في تغفلون للفريقين ۱۲۔

الروایات: المتعلقة بهذه (اے واذا كنت الخ) والسابقة في اللباب اخرج ابن جرير عن علي قال سأل قوم من بني النجار رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالوا يا رسول الله انا نضرب في الارض فكيف نصلي فانزل الله واذا ضربتم في الارض فليس عليكم جناح ان تقصروا من الصلوٰة ثم انقطع الوحي فلما كان بعد ذلك بحول غرا النبي صلى الله عليه وسلم فصلى الظهر فقال المشركون لقد امكنكم محمد واصحابه من ظهورهم هلا شددتم عليه فقال قائل منهم ان لهم اخرىٰ مثلها في اثرها فانزل الله بين الصلوٰتين ان خفتم ان يفتنكم الذين كفروا الى قوله عذابا مهينا واخرج احمد والحاكم فنزل جبرئيل بهذه الآيات واذا كنت فيهم اه قلت والظاهر هو الرواية الثانية لما ورد في الصحاح من سوال عمر رضي الله عنه عن القصر مع زوال الخوف فثبت بهذا من قوله ان خفتم متصل مع قوله واذا ضربتم ويجوز ان جبرئيل كرر تلاوته ليدل على اجتماع امرين ح السفر والخوف فيشرع القصر ايضا وفي الروح على الرواية الاولى ان الجزاء محذوف اى ان خفتم فصلوا كما سيأتي كما انه على الرواية الثانية صلوا قاصرين ۱۲۔ اخرج البخاري عن ابن عباس قال انزلت ان كان بكم اذىً من مطراً وكنتم مرضى في عبدالرحمن بن عوف كان جريحاً ۱۲

اللغات: قوله من الصلوٰة من زائدة والصلوٰة اللام فيه للجنس والفتنة كما في القاموس المحنة۔

البلاغۃ: قوله ولتأت طائفة۔ في الروح نكرها لانها لم تذكر قبل قوله و ليأخذوا حذرهم واسلحتهم في الروح ولعل زيادة الامر بالحذر كما قال الشيخ الاسلام في هذه المرة لكونها مظنة لوقوف الكفرة على كون الطائفة القائمة مع النبي صلى الله عليه وسلم في شغل شاغل واما قبلها فربما يظنونهم قائمين للحرب وقيل حذرهم اى احترازهم ومشبه بما يتحصن به من الآلات والبت له الاخذ تخييلاً ۱۲۔

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰي جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۝۱۰۳ وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَاۗءِ الْقَوْمِ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّھُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝۱۰۴

ع ۱۵ / ۱۲

پھر جب تم اس نماز کو ادا کر چکو تو اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگ جاؤ کھڑے بھی اور بیٹھے بھی اور لیٹے بھی پھر جب تم مطمئن ہو جاؤ تو نماز قاعدہ کے موافق پڑھنے لگو۔ یقیناً نماز مسلمانوں پر فرض ہے اور وقت کے ساتھ محدود ہے اور ہمت مت ہارو اس مخالف قوم کے تعاقب کرنے میں۔ اگر تم الم رسیدہ ہو تو وہ بھی تو الم رسیدہ ہیں جیسے تم الم رسیدہ ہو اور تم اللہ تعالیٰ سے ایسی ایسی چیزوں کی امید رکھتے ہو کہ وہ لوگ امید نہیں رکھتے اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے ہیں بڑے حکمت والے ہیں۔

تفسیر ربط : اوپر صلوٰۃ السفر و صلوٰۃ الخوف کا بیان تھا جن میں من وجہ نماز کی اصلی ہیئت سے تغیر ہوگئی ہے آگے ذکر میں گاہے تغیر نہ ہونا اور سفر و خوف کے انقطاع و زوال کے بعد اس تغیر صلوٰۃ کا بھی زائل ہو جانا اور خاص احوال میں اس تغیر کی گوارائی کا سبب بیان فرماتے ہیں۔

ذکر و دوام او وا قامت صلوٰۃ و توقیت آں: فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ (الی قوله تعالی) كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا پھر جب تم اس نماز (خوف) کو

اداء کر چکو تو (بدستور[۲]) اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگ جاؤ کھڑے بھی اور بیٹھے بھی اور لیٹے بھی[۳] (یعنی ہر حالت میں حتیٰ کہ عین قتال کے وقت بھی دل سے بھی اور احکام کے اتباع سے بھی کہ وہ بھی ذکر ہے چنانچہ قتال میں خلاف[۴] شرع کوئی کارروائی کرنا ناجائز ہے۔ غرض نماز تو ختم ہوئی ذکر ختم نہیں ہوتا نماز میں تو تخفیف ہوگئی تھی لیکن یہ بحالہ ہے) پھر جب تم مطمئن ہو جاؤ (یعنی[۵] سفر ختم کر کے مقیم ہو جاؤ اور اسی طرح زوالِ خوف کے بعد مامون ہو جاؤ) تو نماز کو (اصلی) قاعدہ کے موافق پڑھنے لگو (یعنی قصر اور نماز میں مشی وغیرہ چھوڑ دو کیونکہ وہ بوجہ عارض کے اس لئے جائز رکھا گیا تھا کہ) یقیناً نماز مسلمانوں پر فرض ہے اور وقت کے ساتھ محدود ہے (پس فرض ہونے کی وجہ سے اداء کرنا ضرور اور موقت ہونے کی وجہ سے وقت ہی پر ادا کرنا ضرور اس لئے کچھ کچھ اس کی ہیئت تبدیل کر دی گئی تھی ورنہ ہیئت مقصودہ وہی اصلی ہیئت ہے پس زوالِ عارض کے بعد وہ ہیئت واجب الحفظ ہوگی) **ف**: اگر کسی کو شبہ ہو کہ اس تعلیل کا مقتضا یہ ہے کہ عین قتال کے وقت بھی مؤخر نہ کی جاتی کوئی اور آسان طریقہ مقرر ہو جاتا جو اس وقت بھی ممکن ہوتا۔ جواب یہ ہے کہ تمام احکام مشروط ہوتے ہیں امکانِ عادی کے ساتھ اور وہ عین قتال کے وقت مفقود ہے کیونکہ نماز کی ہیئت جو اس کا ادنیٰ مقتضا ہے شرعاً وہی معتبر ہے جو سورۂ بقرہ کے حکم سی و چہارم میں مذکور ہو چکا جب اتنا بھی نہ ہو سکے تو اس سے کم صلوٰۃ ہی نہیں اس لئے مؤخر کی گئی۔

ربط: اوپر اصل مقصود ذکر جہاد کا تھا اور دوسرے مضامین اس کی مناسبت سے مذکور ہو گئے تھے آگے پھر جہاد ہی کے متعلق مضمون ارشاد ہے کہ جہاد میں سستی ناجائز ہے۔ روح میں عکرمہ سے اور معالم میں اس کا نزول غزوۂ حمراء الاسد کے بارہ میں نقل کیا ہے جس کا قصہ آل عمران آیت اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا میں مذکور ہوا ہے اس وقت کی حالت آیت میں مذکور ہے۔

منع از کم ہمتی در جہاد: وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ (الی قولہ تعالیٰ) وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا اور ہمت مت ہارو اس[۶] مخالف قوم کے تعاقب کرنے میں (جبکہ[۷] کہ اس کی ضرورت ہے) اگر تم (زخموں سے) الم رسیدہ ہو تو (کیا ہوا) وہ بھی تو الم رسیدہ ہیں جیسے تم الم رسیدہ ہو (تو وہ تم سے زیادہ قوت نہیں رکھتے پھر کاہے کو ڈرتے ہو) اور (تم میں ایک بیشی ان سے یہ ہے کہ) تم اللہ تعالیٰ سے ایسی ایسی چیزوں کی (جیسے ثواب وغیرہ) امید رکھتے ہو کہ وہ لوگ (ان کی) امید نہیں رکھتے (تو دل کی قوت میں تم زیادہ ہوئے اور ضعفِ بدن مشترک تو تم کو زیادہ مستعد ہونا چاہئے) اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے ہیں (ان کو کفار کا ضعف بدن اور ضعف قلب معلوم ہے) بڑے حکمت والے ہیں (تمہارے تحمل سے زیادہ حکم نہیں فرمایا)۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اطمینان کی تفسیر خواہ اقامت عن السفر کے ساتھ کی جاوے خواہ امن من الخوف کے ساتھ کی جاوے دونوں تقدیر پر اس پر دال ہے کہ بعد زوال عذر کے اوراد کا اکمال کرنا چاہئے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله في قضيتم** اس نماز **فاللام للعهد**۱۲۔ ۲ **قوله في اذكروا** بدستور لگ جاؤ **اشار بهذا العنوان الى دوامه في الماضى والمستقبل**۱۲۔ ۳ **قوله في جنوبكم** لیٹے **اشار الى انه كناية وان لم يكن الاضطجاع على الجنب بل مستلقيا** ۱۲۔ ۴ **قوله في توضيح اذكروا الله** خلاف شرع کوئی کارروائی الخ **اشار الى ان الذكر لا يختص بالمتعارف بل كل مطيع لله فهو ذاكر كما في الحصن وصرح به في قوله تعالىٰ اذا لقيتم فئة فاثبتوا واذكروا الله**۱۲۔ ۵ **قوله في اطماننتم** یعنی سفر الخ **اشار الى ان الاطمينان هو السكون سواء كان للجسم كما في القيام او للقلب كما في الامن واشار الى ان هذا يتعلق بكلا آيتي القصر والخوف**۱۲۔ ۶ **قوله في القوم** اس مخالف قوم **اشارة لى ان اللام للعهد**۱۲۔ ۷ **قوله قوله** جبکہ اس کی **اشار الى ان الآية في الواقعة الخاصة فلا يلزم صحته في كل قتال لان التعاقب يحتاج اليه مرة ولا يحتاج اليه اخرىٰ وكذا فيما بعده من قوله يالمون الخ**۱۲۔

إِنَّآ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ بِٱلْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ ٱلنَّاسِ بِمَآ أَرَىٰكَ ٱللَّهُ ۚ وَلَا تَكُن لِّلْخَآئِنِينَ خَصِيمًا ﴿١٠٥﴾

وَٱسْتَغْفِرِ ٱللَّهَ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿١٠٦﴾ وَلَا تُجَٰدِلْ عَنِ ٱلَّذِينَ يَخْتَانُونَ أَنفُسَهُمْ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ

مَن كَانَ خَوَّانًا أَثِيمًا ﴿١٠٧﴾ يَسْتَخْفُونَ مِنَ ٱلنَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ ٱللَّهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُونَ مَا لَا يَرْضَىٰ

مِنَ ٱلْقَوْلِ ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا ﴿١٠٨﴾ هَٰٓأَنتُمْ هَٰٓؤُلَآءِ جَٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا فَمَن

يُجَٰدِلُ ٱللَّهَ عَنْهُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ أَم مَّن يَكُونُ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا ﴿١٠٩﴾ وَمَن يَعْمَلْ سُوٓءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُۥ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ

اللّٰہَ یَجِدِ اللّٰہَ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ﴿۱۱۰﴾ وَ مَنۡ یَّکۡسِبۡ اِثۡمًا فَاِنَّمَا یَکۡسِبُہٗ عَلٰی نَفۡسِہٖ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ عَلِیۡمًا حَکِیۡمًا ﴿۱۱۱﴾ وَ مَنۡ یَّکۡسِبۡ

خَطِیۡٓئَۃً اَوۡ اِثۡمًا ثُمَّ یَرۡمِ بِہٖ بَرِیۡٓـًٔا فَقَدِ احۡتَمَلَ بُہۡتَانًا وَّ اِثۡمًا مُّبِیۡنًا ﴿۱۱۲﴾ وَ لَوۡ لَا فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکَ وَ رَحۡمَتُہٗ لَہَمَّتۡ

۱۶ ع ۸ ۱۳

طَّآئِفَۃٌ مِّنۡہُمۡ اَنۡ یُّضِلُّوۡکَ ؕ وَ مَا یُضِلُّوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡفُسَہُمۡ وَ مَا یَضُرُّوۡنَکَ مِنۡ شَیۡءٍ ؕ وَ اَنۡزَلَ اللّٰہُ عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ

وَ الۡحِکۡمَۃَ وَ عَلَّمَکَ مَا لَمۡ تَکُنۡ تَعۡلَمُ ؕ وَ کَانَ فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکَ عَظِیۡمًا ﴿۱۱۳﴾ لَا خَیۡرَ فِیۡ کَثِیۡرٍ مِّنۡ نَّجۡوٰىہُمۡ

اِلَّا مَنۡ اَمَرَ بِصَدَقَۃٍ اَوۡ مَعۡرُوۡفٍ اَوۡ اِصۡلَاحٍۭ بَیۡنَ النَّاسِ ؕ وَ مَنۡ یَّفۡعَلۡ ذٰلِکَ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰہِ

فَسَوۡفَ نُؤۡتِیۡہِ اَجۡرًا عَظِیۡمًا ﴿۱۱۴﴾ وَ مَنۡ یُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الۡہُدٰی وَ یَتَّبِعۡ غَیۡرَ

سَبِیۡلِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَ نُصۡلِہٖ جَہَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتۡ مَصِیۡرًا ﴿۱۱۵﴾

۱۷ ع ۴ ۱۴

بے شک ہم نے آپ کے ساتھ یہ نوشتہ بھیجا ہے واقع کے موافق تاکہ آپ ان لوگوں کے درمیان اس کے موافق فیصلہ کریں جو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلا دیا ہے اور آپ ان خائنوں کی طرفداری کی بات مت کیجئے اور آپ استغفار فرمایئے بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت والے بڑے رحمت والے ہیں اور آپ ان لوگوں کی طرف سے کوئی جواب دہی کی بات نہ کیجئے جو کہ اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو نہیں چاہتے جو بڑا خیانت کرنے والا بڑا گناہ کرنے والا ہو جن لوگوں کی یہ کیفیت ہے کہ آدمیوں سے تو چھپاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپاتے۔ حالانکہ وہ اس وقت ان کے پاس ہے جبکہ وہ خلاف مرضی الٰہی کے گفتگو کے متعلق تدبیریں کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے سب اعمال کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہیں۔ ہاں تم ایسے ہو کہ تم نے دنیوی زندگی میں تو ان کی طرف سے جواب دہی کی باتیں کر لیں۔ سو اللہ تعالیٰ کے روبرو قیامت کے روز ان کی طرف سے کون جوابدہی کرے گا یا وہ کون شخص ہوگا جو ان کا کام بنانے والا ہوگا اور جو شخص کوئی برائی کرے یا اپنی جان کا ضرر کرے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہے تو اللہ تعالیٰ کو بڑی مغفرت والا بڑا رحمت والا پائے گا اور جو شخص کچھ گناہ کا کام کرتا ہے تو وہ فقط اپنی ذات پر اس کا اثر پہنچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے اور حکمت والے ہیں اور جو شخص کوئی چھوٹا گناہ کرے یا بڑا گناہ کرے پھر اس کی تہمت کسی بے گناہ پر لگائے سو اس نے تو بڑا بھاری بہتان اور صریح گناہ کیا' اپنے اوپر لادا اور اگر آپ پر اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہوں تو ان لوگوں میں سے ایک گروہ نے تو آپ کو غلطی ہی میں ڈال دینے کا ارادہ کر لیا تھا اور غلطی میں نہیں ڈال سکتے لیکن اپنی جان کو اور آپ کو ذرہ برابر ضرر نہیں پہنچا سکتے اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور علم کی باتیں نازل فرمائیں اور آپ کو وہ باتیں بتلائی ہیں جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔ عام لوگوں کی اکثر سرگوشیوں میں خیر نہیں ہوتی۔ ہاں مگر جو لوگ ایسے ہیں کہ خیرات کی یا اور کسی نیک کام کی یا لوگوں میں باہم اصلاح کر دینے کی ترغیب دیتے ہیں اور جو شخص یہ کام کرے گا حق تعالیٰ کی رضا جوئی کے واسطے سو ہم اس کو عنقریب اجر عظیم عطا فرمائیں گے اور جو شخص رسول کی مخالفت کرے گا بعد اسکے اس کو امر حق ظاہر ہو چکا تھا اور مسلمانوں کا رستہ چھوڑ کر دوسرے رستہ ہو لیا تو ہم اس کو جو وہ کچھ کرتا ہے کرنے دیں گے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے جانے کی ۞

تفسیر ربط: اوپر کفار مجاہرین کے معاملات کے ضمن میں چند جگہ منافقین کا ذکر آیا ہے کہ کفر دونوں میں مشترک ہے آگے بھی بعض منافقین کے ایک خاص قصہ کے متعلق مضمون مذکور ہوتا ہے جس کا خلاصہ حسب روایت ترمذی و حاکم یہ ہے کہ بنوابیرق ایک خاندان تھا اس میں ایک شخص بشیر نام منافق تھا اس نے حضرت رفاعہ کی بخاری میں نقب دے کر کچھ آٹا اور کچھ ہتھیار جو اس میں رکھے تھے چرا لئے صبح کو پاس پڑوس میں تلاش کیا اور بعض قرائن قویہ سے بشیر پر شبہ ہوا بنو ابیرق نے جو کہ بشیر کے شریک حال تھے اپنی براءت کے لئے حضرت لبید کا نام لے دیا۔ غرض حضرت رفاعہ نے اپنے برادرزادہ حضرت قتادہ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج کر اس واقعہ کی اطلاع دی آپ نے وعدہ تحقیق کا فرمایا بنوابیرق کو جو یہ خبر ہوئی ایک شخص جو اسی خاندان کا تھا اسیر نام سب اس کے پاس آئے اور سب نے مشورہ کر کے جمع ہو کر مع بعض اہل محلّہ کے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت قتادہ اور حضرت رفاعہ کی شکایت کی کہ بدون گواہوں کے ایک مسلمان اور دیندار گھرانے پر چوری کی تہمت لگاتے ہیں اور مقصود ان کا یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ اس مقدمہ میں ان کی طرفداری کریں آپ نے یہ تو نہیں کیا لیکن اتنا ہوا کہ حضرت قتادہ جو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم ایسے لوگوں پر بے سند کیوں تہمت لگاتے ہو انہوں نے آ کر اپنے چچا حضرت رفاعہ سے کہا وہ اللہ پر بھروسہ کر کے خاموش ہو گئے اس پر یہ اگلی آیتیں دو رکوع کے قریب تک نازل ہوئیں۔ غرض چوری ثابت ہوئی اور مال برآمد ہوا اور مالک کو دلایا گیا تو بشیر ناخوش ہو کر مرتد ہو گیا اور مکہ جا کر مشرکوں میں جا ملا اس پر آخر کی آیتیں نازل ہوئیں و من یشاقق الرسول الخ۔

قصہ بعض منافقین مع احکام متعلقہ آں اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ (الی قولہ تعالی) وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۭ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (الی قولہ تعالی) وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۝ بیشک ہم نے آپ کے پاس یہ نوشتہ بھیجا ہے (جس سے) واقع کے موافق (حال معلوم ہوگا) تا کہ آپ (اس واقعہ میں) ان لوگوں کے درمیان اس کے موافق فیصلہ کریں جو کہ اللہ تعالیٰ نے (وحی کے ذریعہ سے) آپ کو (اصل حال) بتلا دیا ہے (وہ وحی یہ ہے کہ واقع میں بشیر سارق ہے اور بنوابیرق جو اس کے حامی ہیں کاذب ہیں) اور (جب اصل حال معلوم ہو گیا تو) آپ ان خائنوں کی طرفداری کی بات نہ کیجئے (جیسا بنو ابیرق کی اصل خواہش یہی تھی چنانچہ دوسرے رکوع میں آتا ہے: لَهَمَّتْ طَّاۗىِٕفَةٌ مِّنْھُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ۭ مگر آپ نے ایسا کیا نہ تھا چنانچہ خود اسی جملہ سے نہ کرنا بھی معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس کا حاصل یہ ہے کہ فضل الٰہی نے غلطی سے بچالیا جس سے ہر غلطی کی نفی ہو گئی اور نہی فرمانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ فعل ماضی میں واقع ہوا ہو بلکہ اصل فائدہ نہی کا یہ ہے کہ آئندہ کے لئے حقیقت حال سے آگاہ کر کے اس کے ارتکاب کا انسداد کرتے ہیں پس آپ کی حالت اور نہی کے مجموع کا حاصل یہ ہوگا کہ جیسے اب تک طرفداری نہیں کی آئندہ بھی نہ کیجئے اور یہ انتظامات بھی تکمیل عصمت نبویہ کے ہیں اور ایک خائن کے ساتھ سب کو خائن اس لئے فرمایا کہ خائن کی شرکت واعانت بلکہ اخفاء باوجود علم کے نیز خیانت ہے پس شرعاً سب خائن ہوئے) اور (لوگوں کے کہنے سے بناءً علیٰ حسن الظن جو بنی ابیرق کو آپ نے دیندار سمجھ لیا گو بلا دلیل صحیح وسند معتبر کسی کو دیندار سمجھنا گناہ نہیں بلکہ عجب نہیں کہ فی نفسہٖ بوجہ حسن ظن کے حسنہ ہو لیکن چونکہ اس موقع پر اتنا فرما دینے سے اہل حق کا اپنے حق کو چھوڑ بیٹھنا محتمل تھا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت رفاعہؓ خاموش ہو کر بیٹھ رہے پس لغیرہ وبواسطہ یہ امر نامناسب ہوا اس لئے اس سے) آپ استغفار فرمایئے (کہ آپ کی شان عظیم ہے اتنا امر بھی آپ کے لئے قابل استغفار ہے) بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت کرنے والے بڑے رحمت والے ہیں اور آپ ان لوگوں کی طرف سے کوئی جوابدہی کی بات نہ کیجئے (جیسا وہ لوگ آپ سے چاہتے تھے) جو کہ (لوگوں کی خیانت اور نقصان کر کے باعتبار وبال وضرر کے درحقیقت) اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو نہیں چاہتے (بلکہ اس کو مبغوض رکھتے ہیں) جو بڑا خیانت کرنے والا بڑا گناہ کرنے والا ہو (جیسا کہ تھوڑے خیانت کرنے والے کو بھی محبوب نہیں رکھتے چونکہ بشیر کا بڑا خائن ہونا بتلانا مقصود ہے اس لئے یہ صیغہ لایا گیا) جن لوگوں کی یہ کیفیت ہے کہ (اپنی خیانت کو) آدمیوں سے تو (شرما کر) چھپاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے نہیں شرماتے حالانکہ وہ (مثل ہر وقت کے) اس وقت (بھی) ان کے پاس ہے جب کہ وہ خلاف مرضی الٰہی گفتگو کے متعلق تدبیریں کیا کرتے ہیں (جیسا اسیر کے پاس جمع ہو کر مشورہ کیا گیا تھا کہ حضور سے یوں گفتگو کریں گے) اور اللہ تعالیٰ ان کے سب اعمال کو اپنے (علمی) احاطہ میں لئے ہوئے ہیں ہاں (جو بشیر وغیرہ کی حمایت میں بعض اہل محلہ جمع ہو کر آئے تھے وہ سن لیں کہ) تم ایسے ہو کہ تم نے دنیوی زندگی میں تو ان کی طرف سے جوابدہی کی باتیں کر لیں سو (یہ تو بتلاؤ کہ) خدا تعالیٰ کے روبرو قیامت کے روز ان کی طرف سے کون جوابدہی کرے گا یا وہ کون شخص ہوگا جو ان کا کام بنانے والا ہوگا (یعنی نہ کوئی زبانی جوابدہی کر سکے گا نہ کوئی عملی درستی مقدمہ کی کر سکے گا) اور (یہ خائنین اگر اب بھی توبہ موافق قاعدۂ شرعیہ کے کر لیتے تو معافی ہو جاتی کیونکہ ہمارا قانون یہ ہے کہ) جو شخص کوئی (متعدی) برائی کرے یا (صرف) اپنی جان کا ضرر کرے (یعنی غیر متعدی گناہ کرے اور) پھر اللہ تعالیٰ سے (حسب قاعدۂ شرعیہ) معافی چاہے (مثلاً حقوق العباد میں ادا یا ابراء بھی ضرور ہے) تو وہ اللہ تعالیٰ کو بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا پاوے گا اور (ضرور گنہگاروں کو اس کی کوشش کرنا چاہئے کیونکہ) جو شخص کچھ گناہ کا کام کرتا ہے تو وہ فقط اپنی ذات پر اثر پہنچاتا ہے (وہ اثر گناہ اور سزا ہے جب انجام گناہ کے کام کا یہ ہے تو توبہ کر لینا بہت ضرور ہے) (اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے ہیں (سب کے گناہوں کی ان کو خبر ہے) بڑے حکمت والے ہیں مناسب مناسب سزا تجویز فرماتے ہیں) اور (یہ تو خود گناہ کرنے کا انجام ہوا اور جو کر کے دوسروں پر لگادے اس کا حال سنو کہ) جو شخص کوئی چھوٹا گناہ کرے یا بڑا گناہ پھر (بجائے اس کے کہ خود ہی توبہ کرنا چاہئے تھا اُس نے یہ طرہ کیا کہ) اس (گناہ) کی تہمت کسی بے گناہ پر لگادی سو اس نے تو بڑا بھاری بہتان اور صریح گناہ اپنے (سر کے) اوپر لادا (جیسا بشیر نے کیا کہ خود تو چوری کی اور ایک نیک بخت بزرگ آدمی لبید کے ذمہ رکھ دی) اور اگر (اس مقدمہ میں) آپ پر (اے محمد ﷺ) اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہو (جو کہ ہمیشہ آپ پر رہتا ہے) تو ان (چالاک) لوگوں میں سے ایک گروہ نے تو آپ کو غلطی ہی میں ڈال دینے کا ارادہ کر لیا تھا (لیکن خدا کے فضل سے ان کی رنگ آمیز باتوں کا آپ پر کوئی اثر نہیں ہوا اور آئندہ بھی نہ ہوگا چنانچہ فرماتے ہیں) اور (کبھی آپ کو) غلطی میں نہیں ڈال سکتے لیکن (ارادہ سے) اپنی جانوں کو (مبتلائے گناہ و مستحق عقوبت بنا رہے ہیں) اور آپ کو ذرہ برابر (اس قسم کا) ضرر نہیں پہنچا سکتے اور (آپ کو غلطی کا ضرر پہنچانا کب ممکن ہے جب کہ) اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور علم کی باتیں نازل فرمائیں (جس کے ایک حصہ میں اس قصہ کی حقیقت کی اطلاع بھی دے دی) اور آپ کو وہ (مفید اور عالی) باتیں بتلائی ہیں جو آپ (پہلے سے) نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے (پھر اللہ کے فضل کے ساتھ کس کا قابو چل سکتا ہے) عام لوگوں کی اکثر سرگوشیوں میں خیر (یعنی ثواب اور برکت) نہیں ہوتی (جیسا اسیر کے پاس جمع ہو کر خفیہ مشورہ کیا گیا تھا) ہاں مگر جو لوگ ایسے ہیں کہ (خیر) خیرات کی یا اور کسی نیک کام کی یا لوگوں میں باہم اصلاح کر دینے کی ترغیب دیتے ہیں (اور اس تعلیم وترغیب کی تکمیل وانتظام کے لئے خفیہ تدبیریں اور

مشورے کرتے ہیں یا خود ہی صدقہ وغیرہ کی دوسروں کو خفیہ ترغیب دیتے ہیں کیونکہ بعض اوقات خفیہ ہی کہنا مصلحت ہوتا ہے ان کے مشوروں میں البتہ خیر یعنی ثواب اور برکت ہے) اور جو شخص یہ کام کرے گا (یعنی ان اعمال کی ترغیب دے گا) حق تعالیٰ کی رضا جوئی کے واسطے (نہ کہ ریاست وشہرت کی غرض سے) سو ہم اس کو عنقریب اجر عظیم عطا فرماویں گے (یعنی آخرت میں لیکن ان خائنوں کے تو ایسے مشورے ہیں نہیں اس لئے ناپسندیدہ ہیں) اور جو شخص رسول (مقبول صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت کرے گا بعد اس کے کہ اس کو امر حق ظاہر ہو چکا تھا اور مسلمانوں کا (دینی) رستہ چھوڑ کر دوسرے رستہ ہو لیا (جیسا بشیر مرتد ہو گیا حالانکہ اسلام کا حق ہونا اور نیز اس خاص واقعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کا خود اس کے معاملہ میں بھی حق ہونا معلوم تھا پھر بھی بدبختی نے گھیرا) تو ہم اس کو (دنیا میں) جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دیں گے اور (آخرت میں) اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے جانے کی۔ **ف**: نیک کام میں جو کہ معروف کا ترجمہ ہے تمام وہ امور آ گئے جو نافع ہوں خواہ دینی ہوں یا دنیوی مگر مشروع ہوں اور گو اس میں صدقہ بھی داخل تھا لیکن نفس پر شاق ہونے کی وجہ سے اس کا زیادہ اہتمام فرمایا اور خاص اس مقام میں اس لئے بہت ہی مناسب ہوا کہ بشیر نے چوری کر کے غیر کا مال لیا تھا اس لئے مقابلہ میں اپنا مال غیر کو دینے کی فضیلت بیان فرمادی اور اسی طرح لوگوں میں صلح کرادینا بھی معروف میں داخل ہے لیکن چونکہ نا اتفاقی سبب ہے مضرات عظیمہ کثیرہ کا اور صلاح میں اس کا انسداد ہے اس لئے اس کو بھی تصریحاً ذکر فرمایا پس صدقہ جالب منافع عظیمہ تھا اور اصلاح دافع مضار عظیمہ ان دونوں کو باوجود عموم معروف کے مصرح فرمادیا پس اصلاح کا فاعل اور الناس کا مصداق ایک ہی ہے جیسے اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِكُمْ میں اور معنی یہ ہیں کہ او امر الناس باصلاحهم ما بينهم بطریق وضع مظہر موضع مضمر کے اور یُشَاقِقِ الرَّسُوْلَ باوجودیکہ دلالت علی المقصود میں کافی ہے مگر یَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ کے زائد کرنے میں یہ فائدہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی علامت جس کو دلیل انی کہتے ہیں بتلادی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کا علم مشاہدۃً تو ہر وقت متعذر ہے اس وقت بھی بوجہ اکثروں کے غائب ہونے کے اور بعد میں بوجہ وفات کے رہا روایۃً منصوص میں اور درایۃً یعنی اجتہاداً غیر منصوص میں وہ محتاج توسط رواۃ و ہداۃ مسلمین ہے پس زیادہ معرف موافقت ومخالفت طریقہ رسول کا اتباع وعدم اتباع سبیل مؤمنین کا ہوا فافهم فانه من المواهب لا من المكاسب واللہ اعلم۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ مع قولہ تعالیٰ: وَ لَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ وَ رَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ یُّضِلُّوْكَ باوجود اس کے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی امر موجب استغفار کا صدور نہیں ہوا جیسا جملہ ثانیہ اس پر دال ہے پھر استغفار کا حکم ہونا جیسا جملہ اولیٰ اس پر دال ہے اصل ہے اس قول کی حسنات الابرار سيئات المقربين اور نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خواہ کیسا ہی کمال حاصل ہو جاوے مگر تکالیف شرعیہ کسی حال میں ساقط نہیں ہوتیں وقولہ تعالیٰ: وَ لَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ وَ رَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ یُّضِلُّوْكَ اس پر دال ہے کہ کسی کو اپنے علم یا عمل پر اعتماد جائز نہیں۔ قولہ تعالیٰ: لَا خَیْرَ فِیْ كَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ الخ جو تعلیم خفی موافق کتاب وسنت کے نہ ہو جیسا بہت سے جاہل صوفی اس کو حق سمجھتے ہیں کہ طریقت مفاد شریعت کی تعلیم سینہ بسینہ جاری ہے یہ آیت اس کے بطلان پر دلالت کرتی ہے وقولہ تعالیٰ: وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا یہ آیت منطوقاً اس پر دلالت کرتی ہے کہ جو مخلص ثواب کا قصد نہ کرے محض رضا کا قصد کرے اس کو ثواب بھی ملتا ہے اور مفہوماً اس پر دلالت کرتی ہے کہ تمام ثمرات اعمال کے رضا کے تابع ہیں جب رضا کا قصد کرتا ہے دوسرے ثمرات بلا قصد ادا ہو جاتے ہیں۔

ملحقات الترجمۃ: ١ قوله في انا انزلنا اليك الكتاب یہ نوشتہ حملته على التخصيص مناسبة للمقام ويجوز العموم وكذا القول في ترجمة الناس ۱۲۔ ٢ قوله في توضيح لا تكن لازم نہیں آتا وصرح به في الروح تحت قوله تعالى ولا تجادل بقوله والنهي عن الشيء لا يقتضي كون المنهي مرتكباً للمنهي عنه واعلم ان ما ورد في الاحاديث من تفسير الآية هكذا ولا تكن للخائنين خصيما بني ابيرق واستغفر الله مما قلت لقتادة لم يبق مشكلا بعد ما قررت۔ وما ورد في بعضها فهم صلى الله عليه وسلم ان يفعل فهو ظن من الراوي لا يقوم حجة على غيره لا سيما وقد نفى الله تعالى همه بقوله لهمت المقصود منه المبالغة في نفي همه بحيث لم يعتد بهمهم مع وقوعه لعدم ترتب همه عليه ۱۲۔ ٣ قوله في استغفر الله اس سے الخ ولم يقل ههنا ان الامر بالاستغفار في المستقبل لا يستلزم مباشرة ما منه الاستغفار كما قال في لا تكن لان الامر بالاستغفار ولو في المستقبل يقتضي محلا له والا لبقي خاليا عن معناه فلذا قرره بطريق آخر ۱۲۔ ٤ قوله في لا يحب مبغوض اشار الى ان المقصود من نفي الحب هو البغض ۱۲۔ ٥ قوله في يستخفون یہ کیفیت اشارة الى ان الجملة صفة لخوانا اثيما وافرد في محل وجمع في آخر رعاية للفظ من ومعناه ۱۲۔ ٦ قوله في لا يستخفون نہیں شرماتے ماخذه الروح حيث قال انما فسر الاستخفاء منه تعالى بالاستحياء لان الاستتار عنه عز شانه محال فلا فائدة في نفيه ولا معنى للزم في عدمه وذكر بعض المحققين ان التعبير بذلك من باب المشاكلة ۱۲۔ ٧ قوله في وهو معهم مثل ہر وقت کے اشار الى ان التخصيص انما هو اهتماماً

للمقصود لا للحصر كما هو ظاهر ۱۲۔ ۸ قوله في ها انتم ہاں تم ایسے ہو اشار الٰی ان ها تنبيه وانتم مبتدأ واولاء موصول بمعنى الذين مع صلته خبر ۱۲۔ ۹ قوله في يستغفر الله حسب قاعده لان حقوق العباد لا يعفى عنها بمجرد الاستغفار القولى ۱۲۔ ۱۰ قوله في خطيئة چھوٹا الخ ماخذه الروح قلت وانما اورد الاثم في الاول والخطيئة والاثم في الثاني لان اكتساب الخطيئة من غير رمى غيره به صغيرة يرجى عفوها فاكتفى بالاثم واما الرمى فيستوى فيه الرمى بالصغيرة او بالكبيرة فكلاهما كبيرة لان الرمى كذب وايذاء ومن ثم اكد امره بقوله بهتانا واثمًا مبينًا واعلم ان وصف الاثم بما ذكر بمنزلة وصف البهتان به لانهما عبارة عن امر واحد هو رمى البرى بجناية نفسه و عبر عنه بهما تهويلا لامره وكونه بهتانا ظاهرًا وكونه اثما لانه كذب ۱۲۔ ۱۱ قوله في لهمت اثر نہیں ہوا اشار الٰی ان المقصود بالنفي هو التاثير لان الهم منهم قد وقع وانما تعلق النفي بهمهم ايذانا بانتفاء تاثيره بالكلية حتى كانه مع وقوعه لم يقع فالجملة جواب لو لا وجوز ابو البقاء ان يكون الجواب محذوفا والتقدير لا ضلوك ثم استانف اى لقد همت اخذته من الروح ويصح حمل قولى ارادہ کرلیا تھا على هذا التجويز فافهم ۱۲۔ ۱۲ قوله في ما يضرونك اس قسم کا اشاره الى ان المقصود ليس هو نفي الضرر مطلقًا لوقوع بعضه يقينا كما يدل عليه قوله تعالٰى لن يضروكم الا اذى ۱۲۔ ۱۳ قوله في نجواهم عام لوگوں اشار الى ان المرجع مطلق الناس وعليه فيكون الاستثناء متصلًا بحذف المضاف اى الا نجوى من امر الخ ولو اعيد اليهم خاصة كان الاستثناء منقطعًا لخروجهم عمن امر الخ ۱۲۔ ۱۴ قوله في من امر ایسے ہیں لانه جمع معنًى ۱۲۔ ۱۵ قوله في من يفعل ذلك ترغیب دے گا اشار الى ان ذلك يشار به الى الامر ودل بالاولى على كون نفس الصدقة۔ والمعروف والاصلاح موجبًا للاجر العظيم لانها لو لم يكن كذلك لم يكن في الامر بها فضل ۱۲۔ ۱۶ قوله قبل ومن يشاقق ناپسندیده اختار خصوص هذه المادة لدلالة قوله تعالٰى مالا يرضى من القول عليها ۱۲۔ ۱۷ قوله في تبين له اس کے معاینہ میں افاد به ان حكمه صلى الله عليه وسلم في قضية وان لم يطابق باطنها ليس خلاف الهدى لان الهدى فيما لم يوح اليه هو العمل بالقواعد الكلية لكن هذه الواقعة ازدادت بمطابقة حكمه باطنها فالمشاقة بعد هذه المعاينة اشد واشنع ۱۲۔ ۱۸ قوله في قوله ما تولى جو کچھ وہ کرتا ہے الخ كما في البيضاوى نجعله واليا لما تولى من الضلال ونخلى بينه وبين ما اختاره ۱۲۔

الروایات: في الروح اخرج الثعلبى عن ابن عباسؓ ان شيخا من العرب جاء الٰى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال انى شيخ منهمك في الذنوب الا انى لم اشرك بالله تعالٰى منذ عرفته وآمنت به ولم اتخذ من دونه وليا ولم اوقع المعاصى جرأة وما توهمت طرفة عين انى اعجز الله تعالٰى هربا وانى لنادم تائب فما ترى حالى عندالله تعالٰى فنزلت ان الله لا يغفر الخ ۱۲۔

فائدة: قوله ومن يشاقق الرسول الخ قال البيضاوى الآية تدل على حرمة مخالفة الاجماع لانه تعالٰى رتب الوعيد الشديد على المشاقة واتباع غير سبيل المؤمنين وذلك اما لحرمة كل واحد منهما او احدهما او الجمع بينهما ثم ابطل الثانى والثالث وعين الاول لكن بما قررت به الآية لا يصح الحصر في الثلاثة بل ههنا احتمال رابع وهو ان المشاقة هو عين اتباع غير سبيل المؤمنين فلم يكن المذكور في الآية اذن الا المشاقة فافهم لكن لا يلزم من عدم دليل خاص عدم المدلول لجواز ان يدل عليه دليل آخر صحيح ۱۲۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۱۶﴾ اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ﴿۱۱۷﴾ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ﴿۱۱۸﴾ وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۹﴾ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ۭ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲۰﴾ اُولٰۗىِٕكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۡ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴿۱۲۱﴾

بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے اور اس کے سوا اور جتنے گناہ ہیں جس کے لئے منظور ہوگا وہ گناہ بخش دیں گے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے وہ بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر صرف چند زنانی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں اور صرف شیطان کی عبادت کرتے ہیں جو کہ حکم سے باہر ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دور ڈال رکھا ہے اور جس نے یوں کہا تھا کہ ضرور میں تیرے بندوں سے اپنا مقرر حصہ اطاعت کا لوں گا

اور میں ان کو گمراہ کروں گا اور میں ان کو ہوسیں دلاؤں گا اور میں ان کو تعلیم دوں گا۔ جس سے وہ چار پاؤں کے کانوں کو تراشا کریں گا اور میں ان کو تعلیم دوں گا جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑا کریں گے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا رفیق بناد ے گا وہ صریح نقصان میں واقع ہوگا۔ شیطان ان لوگوں سے وعدے کیا کرتا ہے اور ان کو ہوسیں دلاتا ہے اور شیطان ان سے وعدے کرتا ہے ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور اس سے کہیں بچنے کی جگہ نہ پائیں گے۔۞

تفسیر ربط : اوپر ذکر جہاد میں گو سب مخالفین داخل ہیں لیکن بیان احوال میں یہود اور منافقین کے احوال کا بیان ہوا ہے مخالفین میں ایک جماعت بلکہ اوروں سے بڑی مشرکین کی تھی آگے کچھ ان کے عقائد کی حالت اور طریقہ مذمت اور اس کی سزا کا مذکور ہے اور اس مقام پر یہ اس لئے اور زیادہ مناسب ہوگیا کہ اوپر اس سارق کے مرتد ہونے کا مذکور ہے پس اس سے اس کی دائمی سزا کا حال معلوم ہوگیا و نیز اوپر ترغیب تھی توبہ کی یہاں شرک کفر کے سوا اور ذنوب کا مغفور ہونے کے بیان سے توبہ کی اور ترغیب ہوگئی۔

عقوبت وذم طریقہ مشرکین: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا (الی قولہٖ تعالیٰ) وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو (سزا دے کر بھی) نہ بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جاوے (بلکہ سزائے ابدی میں مبتلا رکھیں گے) اور اس کے سوا اور جتنے گناہ ہیں (خواہ صغیرہ یا کبیرہ) جس کے لئے منظور ہوگا (بلاسزا) وہ گناہ بخش دیں گے (البتہ اگر وہ مشرک مسلمان ہو جاوے تو پھر مشرک ہی نہ رہا اب وہ سزائے دائمی بھی نہ رہے گی) اور (وجہ اس شرک کے نہ بخشنے کی یہ ہے کہ) جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ (کسی کو) شریک ٹھہراتا ہے وہ (امر حق سے) بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا (وہ امر حق توحید ہے جو عقلاً بھی واجب اور تعظیم صانع کے حقوق سے ہے پس مشرک نے حضرت صانع کی اہانت کی اس لئے ایسی سزا کا مستحق ہوگا بخلاف دوسرے گناہوں کے کہ کچھ تو ضلال ہے مگر توحید کے خلاف اور اس سے بعید نہیں اس لئے قابل مغفرت قرار دیا گیا اور شرک کے غیر مغفور ہونے کی علت کفر میں بھی مشترک ہے کیونکہ اس میں بھی انکار ہوتا ہے صانع کی کسی بتلائی ہوئی بات کا پس وہ اس کی صفت صدق کی نفی کرتا ہے اور کوئی کافر خود ذات کا بھی منکر ہے اور صفت اور ذات دونوں میں سے جس کی نفی ہو توحید کا انکار اور اس سے بعد ہے پس کفر و شرک دونوں غیر مغفور ہیں آگے مشرکین کی تحمیق ان کے مذہبی طریقہ میں بیان فرماتے ہیں کہ) یہ (مشرک) لوگ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر (ایک تو) صرف چند زنانی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں اور (ایک صرف شیطان کی عبادت کرتے ہیں جو کہ (خدا تعالیٰ کے) حکم سے باہر ہے (اور) جس کو (اس بے حکمی کی وجہ سے) خدا تعالیٰ نے اپنی رحمت (خاصہ) سے دور ڈال رکھا ہے اور جس نے (جس وقت کہ رحمت خاصہ سے دور اور ملعون ہونے لگا) یوں کہا تھا (جس سے اس کی عداوت صاف مترشح ہے) کہ میں (پوری کوشش کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں کہ) ضرور تیرے بندوں سے اپنا مقرر حصہ اطاعت کا لوں گا اور (اس حصہ کی تفصیل یہ ہے کہ) میں ان کو (عقائد میں) گمراہ کروں گا اور میں ان کو (خیالات میں) ہوسیں دلاؤں گا (جس سے معاصی کی طرف میلان ہو اور ان کی مضرت نظر میں نہ رہے) اور میں ان کو (اعمال بد کفریہ وفسقیہ کرنے کی) تعلیم دونگا جس سے وہ (بتوں کے نام پر) چار پاؤں کے کانوں کو تراشا کرینگے (اور یہ اعمال کفریہ سے ہے) اور میں ان کو (اور بھی) تعلیم دوں گا جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑا کریں گے (اور یہ اعمال فسقیہ سے ہے جیسے داڑھی منڈانا بدن گدانا وغیرہ) اور جو شخص خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا رفیق بناوے گا (یعنی خدا تعالیٰ کی اطاعت نہ کرے اور شیطان کی اطاعت کرے) وہ (شخص) صریح نقصان (وزیاں) میں واقع ہوگا (وہ زیاں جہنم میں جانا ہے) شیطان ان لوگوں سے (عقائد کے متعلق جھوٹے) وعدے کیا کرتا ہے (کہ تم بےفکر رہو نہ کہیں حساب ہے نہ کتاب ہے) اور (خیالات میں) ان کو ہوسیں دلاتا ہے (کہ اس گناہ میں ایسی لذت ہے۔ اس حرام ذریعہ میں ایسی آمدنی ہے اور اعمال شیطانیہ کا وجود اور لغویت اور مضرت خود ظاہر ہے) اور شیطان ان سے صرف جھوٹے (فریب آمیز) وعدے کرتا ہے (کیونکہ واقع میں حساب و کتاب حق ہے اور اس کی ہوسوں کا فریب ہونا تو بہت جلدی کھل جاتا ہے) ایسے لوگوں کا (جو کہ شیطان کی راہ پر چلتے ہیں) ٹھکانا جہنم ہے (اور وہ خسران مبین یہی ہے) اور اس جہنم سے کہیں بچنے کی جگہ نہ پاویں گے۔ (کہ وہاں جا کر پناہ لے لیں) **ف**: شرک کے متعلق ایک مفید بحث اس پارہ کے ربع کے ایک رکوع قبل اس آیت کے ذیل میں جس کے الفاظ اس مقام کی آیت کے مثل ہیں گزر چکی ہے دیکھ لی جاوے اور زنانی چیزوں سے مراد بعضے بت ہیں جن کے نام اور صورتیں عورتوں کی سی تھیں اور ان کو زیور وغیرہ بھی پہناتے تھے جیسا کہ روح میں حسن سے منقول ہے کہ ہر قبیلہ میں ایسے بت تھے اور ان کو انثیٰ بنی فلاں کے لقب سے مشہور کرتے تھے اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے سوا اور کی عبادت نہیں کرتے تھے چنانچہ بعضے بت نام اور شکل میں مردوں کی طرح بھی تھے بلکہ یہاں مستثنیٰ دو چیزیں ہیں اور حصر مجموعہ کے اعتبار سے ہے جس کا دوسرا جزو یعنی شیطان سب معبودات غیر اللہ کو بایں معنی شامل ہے کہ شیطان کے کہنے سے عبادت کرنا گویا شیطان کی عبادت کرنا ہے جیسے محاورات میں کہتے ہیں کہ میں نے زید کے کہنے سے فلاں شخص کو روپیہ دیا ہے تو میں نے تو زید ہی کو دیا ہے۔ اس عام میں سے اناث کو منفرد کر کے لئے آنا اور ان کی زیادت تحمیق کے لئے ہے کہ ایسے ناقص الاوصاف کی بھی عبادت کرتے ہیں پس کوئی معبود باطل ایسا نہیں یہ ہے جو اس حصر فی المجموع سے خارج ہو بلکہ جزو ثانی میں تو سب داخل ہیں اور بعضے جزو اول میں بھی پس نہ حصر پر شبہ ہے اور نہ دونوں حصروں میں تنافی ہے کیونکہ مقصود حصر واحد ہے گو یدعون عامل مکرر ہے پس تقدیر کلام

اس طرح ہے اِنۡ یَّدۡعُوۡنَ اِلَّاۤ اِنٰثًا وَاِلَّا شَیۡطٰنًا جیسے ما جاء نی الا زید والا عمرو اور شیطان کی چند صفتیں تاکید مقصود کے لئے لائے یعنی ایسے شیطان کی اطاعت کرتے ہیں جو اولاً متمرد ہے ثانیاً تمرد کی وجہ سے ملعون ہے ثالثاً انسان کا عدو ہے جیسا اس کے اقوال سے مترشح ہے آگے وہ اقوال اس کی عداوت پر دلالت کرنے کے لئے نقل فرمائے پس یہ لازم نہیں کہ یہاں جتنے امور مذکور ہیں وہ سب شرک وکفر ہی ہوں چنانچہ بعض امور صرف فسق ہیں اور یہاں جو تغییر کی مذمت مذکور ہے وہ ہر تغییر نہیں بلکہ جس میں افساد ہو اور جس میں افساد نہ ہو وہ مذموم نہیں بلکہ عدم افساد کے ساتھ اگر اصلاح بھی ہو جیسے ختان وتقلیم اظفار وہ مؤکد ہے اور جس میں دونوں نہ ہوں جیسے خصاء بہائم اور مقدار مسنون سے زائد ریش کا تراشنا یہ جائز[1] ہے اور افساد کے وجود وعدم کا مدار اعتبار شریعت ہے نہ کہ عرف جس میں علاوہ اس کے کہ شارع کے برابر اس کی نظر نہیں خود باہم عرف عرف میں تعارض بھی ہوا کرتا ہے خوب سمجھ لو۔ اور خَلۡقَ اللّٰہِ کی تفسیر یہ بھی ہو سکتی ہے الخلق الذی امر الله ان یکون الانسان علیه یعنی حق تعالیٰ کی پسندیدہ وضع پس تفسیر متین میں خلق تکوینی ہے اور تفسیر پر خلق تشریعی۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَلَاٰمُرَنَّھُمۡ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلۡقَ اللّٰہِ اس میں داڑھی منڈانا بھی داخل ہے پس یہ دال ہے اس پر کہ جس طریق میں داڑھی منڈانا شعار ہو وہ طریق شیطان ہے اگر اس کا جہلاء نے طریقہ قلندریہ نام رکھا ہے۔

الحواشی: (۱) بلکہ زائد ریش تراشنا سنت ہے اور مؤکد یا غیر مؤکد ہونا کہیں نظر سے نہیں گزرا ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فی مریداً الخ جو کہ اور جس کو اور جس نے اشارة الی ان هذه صفات للشیطان وقال بعضهم ان جملة اللعن اعتراض وقال مستانفة ۱۲۔ ۲ قوله فی لا تخذن کوشش فلا یتوجه انه کیف علم ان الانسان یکون کذا و کذا لیحتاج الی التکلف فی الجواب نقله فی الخازن عن ابن الانباری بقوله المعنی لاجتهدن ولا عرضهن فی ذلك لا انه کان یعلم الغیب ۱۲۔ ۳ قوله فی نصیباً اطاعت ماخذه الخازن حیث قال فکل ما اطیع فیه ابلیس فهو نصیبه ومفروضه ۱۲۔ ۴ قوله فی ولاضلنهم تفصیل اشار الی کونه من عطف المفصل علی المجمل وما فسر به التمنیة فی التفصیل مذکور فی الخازن فحوی التفصیل الامور الثلثة الاول العقائد والثانی حدیث النفس من لذات المعاصی وترجیة ادراك الجنة مع المعاصی لسعة رحمة ربه ووعد التوبة وتسویفها۔ والثالث الاعمال ۱۲۔ ۵ قوله فی یعدهم عقائد اشارة الی ان مواده ومؤدی الاضلال واحد واشار بقوله اور اعمال الخ الی وجه الاقتصار ههنا علی الاضلال والتمنیة وعدم الاعادة للامر بالاعمال واشار فیما بعد فی قوله وما یعدهم اور اس کی ہوس الخ الی وجه الاقتصار علی مجرد الاضلال وعدم الاعادة للتمنیة حاصله فی الاقتصار الاول ان الوعد والتمنیة من الامور الباطنة دون الاعمال۔ وفی الاقتصار الثانی ان کون الوعد باطلًا یظهر فی الآخرة اما بطلان التمنیة وکذا الاعمال فیظهر فی الدنیا ایضا لان هذه الامانی وهذه الاعمال کثیرًا ما یشاهد ضرره۔

اللغات: المرید۔ من مرید هو الخروج والتجرد البتك القطع الحیص الهرب والعدول ۱۲۔

النحو: فی الروح المعانی وعدهم وعدًا واحقه حقا اه واشرت الی الترکیب فی الترجمة ۱۲۔

البلاغۃ: فی الروح انما جعل الجزاء ههنا فقد ضل وفیما تقدم فقد افتریٰ اثمًا عظیما لما ان تلك فی اهل الکتاب وهم مطلعون علی ما لا یشکون فی صحته ومع ذلك اشرکوا وکفروا فصار ذلك افتراء وجرأة علی الله تعالیٰ وهذه فی اناس لم یعلموا کتابًا فاشرکوا وضلوا مع وضوح الحجة فکان ضلالهم بعیدًا ۱۲۔ فی قوله تعالیٰ ومن اصدق معارضة مواعید الشیطان الکاذبة لقرنانه بوعد الله لاولیائه ۱۲۔

وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدۡخِلُھُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِھَا الۡاَنۡھٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡھَاۤ اَبَدًا ؕ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقًّا ؕ وَمَنۡ اَصۡدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیۡلًا ﴿۱۲۲﴾ لَیۡسَ بِاَمَانِیِّکُمۡ وَلَاۤ اَمَانِیِّ اَھۡلِ الۡکِتٰبِ ؕ مَنۡ یَّعۡمَلۡ سُوۡٓءًا یُّجۡزَ بِہٖ ۙ وَلَا یَجِدۡ لَہٗ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیۡرًا ﴿۱۲۳﴾ وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنۡ ذَکَرٍ اَوۡ اُنۡثٰی وَھُوَ مُؤۡمِنٌ فَاُولٰٓئِکَ یَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّۃَ وَلَا یُظۡلَمُوۡنَ نَقِیۡرًا ﴿۱۲۴﴾ وَمَنۡ اَحۡسَنُ دِیۡنًا مِّمَّنۡ اَسۡلَمَ وَجۡھَہٗ لِلّٰہِ وَھُوَ مُحۡسِنٌ وَّ اتَّبَعَ مِلَّۃَ اِبۡرٰھِیۡمَ حَنِیۡفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰہُ اِبۡرٰھِیۡمَ خَلِیۡلًا ﴿۱۲۵﴾ وَلِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی

الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطًا ﴿۱۲۶﴾

اور جو لوگ ایمان لے آئے اور اچھے کام کئے ہم ان کو عنقریب ایسے باغوں میں داخل کریں گے کہ ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ فرمایا ہے اور وہ سچا وعدہ فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کس کا کہنا صحیح ہوگا۔ نہ تمہاری تمناؤں سے کام چلتا ہے نہ اہل کتاب کی تمناؤں سے جو شخص کوئی برا کام کرے گا وہ اس کے عوض میں سزا دیا جائے گا اور اس شخص کو اللہ کے سوا نہ کوئی یار ملے گا نہ مددگار ملے گا اور جو شخص کوئی نیک کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو بشرطیکہ مؤمن ہو سو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا اور ایسے شخص سے زیادہ اچھا کس کا دین ہوگا جو کہ اپنا رخ اللہ کی طرف جھکا دے اور وہ مخلص بھی ہو اور وہ ملت ابراہیم کا اتباع کرے۔ جس میں کجی کا نام نہیں اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو اپنا دوست خاص بنایا تھا اور اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہے جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کو احاطہ فرمائے ہوئے ہے۔ ۝

تفسیر ربط: اوپر کفار مشرکین کے لئے وعید تھی آگے مؤمنین کے لئے وعدہ اور بشارت ہے جیسا اکثر قرآن مجید کا طرز ہے۔

ثوابِ مؤمنین: وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِیْلًا اور جو لوگ ایمان لائے اور (انہوں نے) اچھے کام کئے ہم ان کو عنقریب ایسے باغوں میں داخل کریں گے کہ ان کے (محلات کے) نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ خدا تعالیٰ نے اس کا وعدہ فرمایا ہے اور سچا وعدہ فرمایا ہے اور خدا تعالیٰ سے زیادہ کس کا کہنا صحیح ہوگا۔

ف: نصف پارہ پر وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا میں جو کچھ لکھا گیا ہے یہاں بھی ملاحظہ کر لیا جاوے۔

ربط: اوپر ہوس نا کی خیالات کا شیطانی دھوکا اور غیر معتبر ہونا یَعِدُهُمْ وَیُمَنِّیْهِمْ ؕ الخ میں اور ایمان و اعمال کا قابل اعتبار ہونا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا میں مذکور تھا آگے بھی یہی دو مضمون ہیں۔ پہلی آیت میں پہلا مضمون اور بعد کی آیتوں میں دوسرا مضمون۔ اور اہل کتاب کا ذکر اس مضمون میں اسلئے آیا کہ ان میں اور مسلمانوں میں ایک بار دین کے باب میں تفاخر ہوا تھا کذا فی اللباب۔

الغاء طمع خام و اعتبار اعمال و اسلام: لَیْسَ بِاَمَانِیِّكُمْ وَلَاۤ اَمَانِیِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ (الی قولہ تعالی) وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطًا۔ نہ تمہاری تمناؤں سے کام چلتا ہے اور نہ اہل کتاب کی تمناؤں سے (کہ خالی خولی زبان سے اپنے فضائل بیان کیا کریں بلکہ مدار کار اطاعت پر ہے پس) جو شخص (اطاعت میں کمی کرے گا اور) کوئی برا کام کرے گا (خواہ از قسم عقائد ہو یا از قسم اعمال) وہ اس کے عوض میں سزا دیا جاوے گا (اگر وہ برائی عقیدۂ کفریہ تک ہے تو سزائے دائمی اور حتمی اور اگر اس سے کم ہے تو سزائے غیر دائمی اور مقید بعدم توبہ و عدم عفو) اور اس شخص کو خدا کے سوا نہ کوئی یار ملے گا نہ مددگار ملے گا (کہ خدا تعالیٰ سے اسے چھڑا لے) اور جو شخص کوئی نیک کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ مومن ہو سو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا (کہ ان کی کوئی نیکی ضائع کردی جاوے) اور (اوپر جو مومن کی قید لگائی گئی اس کا مصداق ہر فرقہ نہیں بلکہ صرف وہ فرقہ جس کا دین خدا تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہونے میں سب سے اچھا ہو اور ایسا فرقہ صرف اہل اسلام ہیں جس کی دلیل یہ ہے کہ ان میں یہ صفات ہیں اطاعت تامہ، اخلاص، اتباع ملت ابراہیم اور) ایسے شخص (کے دین) سے زیادہ اچھا کس کا دین ہوگا جو کہ اپنا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکا دے (یعنی فرمانبرداری اختیار کرے عقائد میں بھی اعمال میں بھی) اور (اس کے ساتھ) وہ مخلص بھی ہو (کہ دل سے فرمانبرداری اختیار کی ہو خالی مصلحت سے ظاہرداری نہ ہو) اور وہ ملتِ ابراہیم (یعنی اسلام) کا اتباع کرے جس میں کجی کا نام نہیں اور (ملتِ ابراہیمی ضرور قابل اتباع ہے کیونکہ) اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو اپنا خالص دوست بنایا تھا (تو ظاہر ہے کہ دوست کے طریقہ پر چلنے والا بھی محبوب و مقبول ہو گا۔ پس طریقہ اسلام مقبول ہوا پس اہل اسلام ہی مصداق ٹھہرے لقبِ مومن کے اور دوسرے فرقوں نے اتباع ابراہیمی چھوڑ دیا کہ اسلام نہ لائے اس لئے صرف مسلمان ہی ایسے ثابت ہوئے کہ محض امانی پر ان کا استناد نہیں بلکہ اطاعت گزار ہیں۔ پس کام ان ہی کا چلے گا) اور (اللہ تعالیٰ کی اطاعت تامہ کرنا تو ضروری ہے کیونکہ ان کی سلطنت ان کی اطلاع دونوں تام ہیں اور یہی امور مدار ہیں وجوبِ اطاعت کے چنانچہ) اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہے جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے (یہ تو کمال سلطنت ہوا) اور اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کو (اپنے علم میں) احاطہ فرمائے ہوئے (یہ کمال علمی) ہوا۔

ف: خلاصہ یہ ہوا کہ نری تمناؤں سے کام نہیں چلتا مگر مسلمان نری تمناؤں پر نہیں ہیں بلکہ کام کرتے ہیں اور دوسرے فرقے جب اسلام نہ لائے جس پر سارا کام موقوف ہے تو بس نری تمناؤں پر ہوئے اور ملتِ ابراہیمی کی تحقیق اور اس کا مصداق اسلام ہونا اور اتباع کے معنی یہ سب پارہ الم کے آخر میں مذکور ہیں۔ ف: خلیل ہونا اعلیٰ درجے کا تقرب و مقبولیت ہے اور روح میں بسند و تصحیح حاکم حضرت جندبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بھی خلیل بنایا ہے جیسا ابراہیم علیہ السلام کو بنایا۔ اور مسلم میں ہے وقد اتخذ اللہ صاحبکم خلیلا اور حبیب اللہ ہونا مزید برآں ہے۔ رواہ الترمذی۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ یہ اپنے عموم مضمون سے اس پر دال ہے کہ بعضے لوگ جو دعویٰ کیا کرتے ہیں کہ چونکہ ہم اصحاب حال یا منسوب الی اہل الکمال ہیں ہم پر اعمال بد سے مواخذہ نہ ہوگا۔ یہ دعویٰ باطل محض ہے کیونکہ ایسے دعاوی اکاذیب مردودہ عندالشریعت ہیں۔ قولہ تعالیٰ: وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّ اتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ حاصل طریق صوفیہ کا یہ امور ہیں انقیادِ ظاہری و باطنی جو تفسیر ہے اسلام کی اور احسان جس کی تفسیر حدیث میں ہے اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ اور حنیفیت یعنی غیر اللہ سے یکسو ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنا اور آیت میں اس مجموعہ کو احسن طرق کہا گیا ہے تو آیت اس پر دال ہوئی کہ صوفیہ کا طریق احسن طرق ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله في يعمل سو از قسم عقائد الخ عممه ليعم اهل الكتاب فان سوء هم الاصلى عقائدهم الزائغة ۱۲۔ ۲ قوله في الصلحت کوئی نیک الخ افادته من التبعيضية ۱۲۔

الروایات: في اللباب اخرج ابن جرير عن مسروق قال تفاخر النصارى واهل الاسلام فقال هؤلاء نحن افضل منكم وقال هؤلاء نحن افضل منكم فانزل الله ليس بامانيكم وفي لفظ جلس ناس من اليهود وناس من النصارى وناس من المسلمين الخ قلت وقد ذكرت هذه الرواية في المتن وايضا في اللباب اخرج ابن ابى حاتم عن ابن عباس قال قالت اليهود والنصارى لا يدخل الجنة غيرنا وقالت قريش انا لا نبعث فانزل الله تعالى ليس بامانيكم الآية قلت ومن ثم قال بعض المفسرين ان الخطاب في الآية للمشركين وايدوه بانه لم يجر للمسلمين ذكر في الامانى لكن الذى رواه الترمذى ومسلم من كون الآية شاقة على ابى بكر الصديقؓ والمسلمين وجوابه صلى الله عليه وسلم لهم يكون المصائب كفارة لهم في الدنيا دليل على كون الخطاب للمسلمين فالتوجيه ان يقال ان المقصود هو الخطاب للمسلمين وتدل الآية على بطلان امانى المشركين بالاولى لان الامانى اذ لم يعتد بها وقد كانت من اهل العلم فما بالها اذا كانت من اهل الجهل فكان الخطاب للمشركين بهذا النمط۔ واما ما ايدوه به فان الامانى۔ بالتفسير الذى اخترته تكون عامة للمشركين وغيرهم فافهم وفي اللباب اخرج ابن جرير عن مسروق قال لما نزلت ليس بامانيكم ولا امانى اهل الكتاب قال اهل الكتاب نحن وانتم سواء فنزلت هذه الآية ومن يعمل من الصلحت من ذكر او انثى وهو مومن آه قلت وقد اعتبرت هذا في تقرير آية ومن احسن دينا لتوضيح تعيين مصداق المؤمن فافهم ۱۲۔

النحو: في الروح الباء في ابامانيكم مثلها في زيد بالباب وليست زائدة واسم ليس مستتر فيها عائد على الامر المتحاور فيه بقرينة سبب النزول۔ وفي الجلالين اوضح من هذا حيث قال ليس الامر منوطا ۱۲۔

البلاغۃ: في الروح قوله وهو مؤمن فيه دفع توهم ان العمل الصالح ينفع الكافر حيث قرن بذكر العمل السوء المفر للمؤمن والكافر۔ قوله لا يظلمون فيه ويعلم من نفى تنقيص ثواب المطيع نفى زيادة عقاب العاصى من باب الاولى لان الاذى في زيادة العقاب اشد منه في تنقيص الثواب فاذا لم يرض بالاول وهو ارحم الرحمين فيكف يرضى بالثانى ۱۲۔

وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ۝۱۲۷ وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝۱۲۸

اور لوگ آپ سے عورتوں کے بارے میں حکم دریافت کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں حکم دیتے ہیں اور وہ آیات بھی جو کہ قرآن کے اندر تم کو پڑھ کر سنائی جایا کرتی ہیں جو کہ ان یتیم عورتوں کے باب میں ہیں جن کو جو ان کا حق مقرر ہے نہیں دیتے ہو اور ان کے ساتھ نکاح کرنے سے نفرت کرتے ہو اور کمزور بچوں کے بارے میں اور اس باب میں کہ یتیموں کی کارگزاری انصاف کے ساتھ کرو اور جو نیک کام کرو گے سو بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کو خوب جانتے ہیں اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے غالب احتمال بد دماغی یا بے پروائی کا ڈر ہو سو دونوں کو اس امر میں کوئی گناہ نہیں کہ دونوں باہم ایک خاص طور پر صلح کر لیں اور یہ صلح بہتر ہے اور نفوس کو حرص کے ساتھ اقتران

ہوتا ہے اور اگر تم اچھا برتاؤ رکھو اور احتیاط رکھو تو بلاشبہ حق تعالیٰ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں۔

تفسیر ربط: شروع سورت میں احکام یتامیٰ ونساء میں ان کے ادائے حقوق کا وجوب مذکور تھا کیونکہ جاہلیت میں بعضے ان کو میراث ہی نہ دیتے تھے بعضے جو مال میراث میں یا اور کسی طور سے ان کو ملتا اس کو کھا جاتے بعضے ان سے نکاح کر کے مہر پورا نہ دیتے اوپر ان سب کی ممانعت کی گئی تھی اس پر مختلف واقعات پیش آئے۔ بعض کو تو یہ خیال ہوا کہ عورتیں اور بچے فی نفسہ قابل میراث کے نہیں کسی مصلحت سے یہ حکم برائے چندے ہو گیا ہے امید ہے کہ منسوخ ہو جاوے گا چندے اس کے منتظر رہے جب نسخ نہ ہوا تو یہ مشورہ ٹھہرا کہ خود پوچھنا چاہئے اور حاضر ہو کر پوچھا ابن جریر اور ابن المنذر نے ابن جبیر سے آیت آئندہ کا سبب نزول اسی سوال کو نقل کیا ہے اور بعض کو یہ اتفاق ہوا کہ ان کی پرورش میں بدصورت یتیم دختر تھی بدصورتی کی وجہ سے تو خود نکاح نہیں کیا اور دوسرے سے اس لئے نکاح کو ٹالا کہ مال بھی اس کے ساتھ جاوے گا اور اس باب میں حضور ﷺ سے سوال کیا كذا في اللباب برواية ابن ابي حاتم عن السدى فى قصة جابر۔ غالباً غرض سوال کی یہ ہوگی کہ کوئی حکم آسان آ جاوے مثلاً یہی کہ حق پرورش میں اتنا حصہ مال کا سائل کو مل سکتا ہے اور بعض نے جب یہ حکم سنا کہ یتامیٰ سے نکاح کرنے میں مہر کم کرنا درست نہیں تو پھر حضور ﷺ سے پوچھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس سے مقصود یہ ہے کہ جیسے ان کی بدصورتی میں اپنی غرض فاسد کے لئے ان سے نکاح نہیں کرتے ان کے مرغوب وزیبا ہونے کی صورت میں بھی نکاح کیوں کرتے ہو ہاں مہر پورا دو مضائقہ نہیں۔ رواہ البخاری عن عائشہ۔ غالباً مقصود اس سوال سے یہ ہوگا کہ شاید اکمال مہر اس صورت میں معاف ہو جاوے جب کہ وہ عورت خود کمی پر رضامند ہو جاوے لیکن چونکہ اپنے ہاتھ تلے دبے ہوئے شخص کی ایسی زبانی رضامندی معتبر نہیں اس لئے حکم نہیں بدلا پس اس آیت کا ربط شروع سورت کی آیتوں کے ساتھ ہوا اور درمیان میں اور مضامین مختلفہ مختلطہ آتے گئے۔ کبیر میں ہے کہ یہ طرز کہ ایک حکم ذکر کر دیا پھر وعدہ وعید آ گیا پھر عظمتِ الٰہیہ کا بیان ہونے لگا نہایت وقعت اور تاثیر قلوب میں رکھتا ہے کہ حکم کے ساتھ ساتھ ترغیب وترہیب بھی ہوتی رہے۔ حاکم حقیقی کا مراقبہ بھی ہوتا رہے۔ قرآن مجید کا یہی طرز ہے۔ واللہ اعلم۔

عود بسوئے بعضے احکام نساء و یتامیٰ: وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَآءِ (الی قوله تعالى) فَإِنَّ اللهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا اور لوگ آپ سے عورتوں (کی میراث اور مہر) کے باب میں حکم دریافت کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان عورتوں کے بارہ میں تم کو (وہی سابق) حکم دیتے ہیں اور وہ آیات بھی (تم کو حکم دیتی ہیں) جو کہ (اس سے قبل نازل ہو چکی ہیں اور) قرآن کے اندر تم کو پڑھ کر سنائی جایا کرتی ہیں (کیونکہ قرآن کی تلاوت میں ان کی تلاوت بھی ظاہر ہے کہ ہوا ہی کرتی تھی) جو کہ ان یتیم عورتوں کے باب میں (نازل ہو چکی) ہیں جن (کے ساتھ تمہارا یہ معاملہ ہے کہ اگر وہ صاحب مال وصاحب جمال ہوئیں تو ان سے نکاح کرتے ہو مگر ان) کو جو (شرع سے) ان کا حق (میراث ومہر کا) مقرر ہے نہیں دیتے ہو اور (اگر صاحب جمال نہ ہوئیں صرف صاحب مال ہوئیں تو) ان کے ساتھ (بوجہ خوش جمال نہ ہونے کے) نکاح کرنے سے نفرت کرتے ہو (لیکن بوجہ صاحب مال ہونے کے اس خوف سے کہ یہ مال کہیں اور نہ چلا جاوے اور کسی سے بھی نکاح نہیں کرنے دیتے) اور (جو آیات کہ) کمزور بچوں کے باب میں (ہیں) اور (جو آیات کہ) اس باب میں (ہیں) کہ یتیموں کی (تمام) کارگزاری (عام اس سے کہ مہر و میراث کے متعلق ہو یا اور کچھ ہو) انصاف کے ساتھ کرو (یہ مضمون ہے ان آیاتِ سابقہ کا پس وہ آیتیں اپنا مضمون اب بھی تمہارے ذمہ واجب کر رہی ہیں اور ان کا حکم بعینہٖ باقی ہے تم ان ہی کے موافق عمل رکھو) اور جو نیک کام کرو گے (نساء و یتامیٰ کے بارہ میں یا اور امور میں بھی) سو بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کو خوب جانتے ہیں (تم کو اس کی جزائے خیر دیں گے) اور جانتے تو ہیں غیر خیر کو بھی لیکن یہاں ترغیب خیر کی مقصود ہے اس لئے تخصیص کی گئی)۔ ف: خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ جو آیتیں اس بارہ میں پہلے آ چکی ہیں جن کو تم وقتاً فوقتاً سنتے رہتے ہو وہ ان احکام کے باب میں اب بھی واجب العمل ہیں کوئی حکم جدید نہیں دیا جاتا۔ چنانچہ یتامیٰ نساء کے باب میں یہ آیت ہے وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى الآية جس کی وجہ نزول یہی بے انصافی مہر کی تھی جس کو لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ فرمایا اور اسی کے مقابلہ سے غیر مرغوبہ کے ساتھ نکاح نہ کرنا بھی مفہوم ہو سکتا ہے جس کو یہاں تَرْغَبُوْنَ میں فرمایا پس دونوں کا حوالہ اس آیت پر صحیح ہوا اور مستضعفین کے باب میں وہ آیت ہے وَاٰتُوا الْيَتٰمٰى اَمْوَالَهُمْ الخ اور قیام بالقسط اس سے بھی مفہوم ہوا اور آگے اور بھی تصریح ہے وَلَا تَاْكُلُوْهَا اِسْرَافًا الخ اور ان سب کی میراث مجملاً لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ الخ میں اور مفصلاً اس کے بعد يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ میں مذکور ہے اور اس کے بعد نکاح سے روکنے کے لئے آیت وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ میں مصرح ہے جس کے عموم میں صورت مسئول عنہا بھی آ گئی اور اسبابِ نزول کے سب سوالات کا جواب اس تقریر سے مفہوم ہو گیا۔

ربط: اوپر کی آیت میں عود تھا سابق کی طرف جس میں احکام نساء بھی تھے آگے بھی بعض احکام متعلق خاص نساء یعنی ازواج کی طرف عود ہے جس کا بیان حکم پانزدہم میں بعنوان اصلاح ہو چکا ہے پس گویا یہ اس کا تتمہ اور اصلاح کے بعض طرق کی تعیین ہے اور بینہما میں اشارہ ہے کہ حکمین کا ہونا شرائط میں سے نہیں۔

جواز صلح بین الزوجین: وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا (الی قوله تعالى) فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا اور اگر کسی عورت کو (قرائن سے)

اپنے شوہر سے غالب احتمال بد دماغی (اور کج ادائی) یا بے پروائی (اور بے رخی) کا ہو سو (ایسی حالت میں) دونوں کو اس امر میں کوئی گناہ نہیں کہ دونوں باہم ایک خاص طور پر صلح کرلیں (یعنی عورت اگر ایسے شوہر کے پاس رہنا چاہے جو اس کے پورے حقوق ادا کرنا نہیں چاہتا اور اس لئے اس کو چھوڑنا چاہتا ہے تو عورت کو جائز ہے کہ اپنے حقوق چھوڑ دے مثلاً نان ونفقہ معاف کردے یا مقدار کم کردے اور اپنی باری معاف کردے تاکہ وہ چھوڑے نہیں اور شوہر کو جائز ہے کہ اس معافی کو قبول کرلے) اور (نزاع یا فراق سے تو) یہ صلح (ہی) بہتر ہے اور (ایسی صلح ہو جانا کچھ بعید نہیں کیونکہ) نفوس کو (طبعاً) حرص کے ساتھ اقتران (واتصال) ہوتا ہے (جب اس کی حرص پوری ہو جاتی ہے راضی ہو جاتا ہے پس شوہر جب دیکھے گا کہ میری مالی اور جانی آزادی میں جس کی کہ طبعی حرص ہے کچھ خلل نہیں آتا اور مفت میں عورت ملتی ہے تو وہ غالباً نکاح میں رکھنے پر راضی ہو جاوے گا۔ اور عورت کی حرص نکاح میں رہنے پر خواہ کسی وجہ سے ہو ظاہر ہے کہ سبب اصلی ہے صلح کا پس جانبین کی خاص خاص حرص نے اس صلح کی تکمیل کردی) اور (اے مردو) اگر تم (خود عورتوں کے ساتھ) اچھا برتاؤ رکھو (اور ان سے حقوق معاف کرانے کے خواہاں نہ ہو) اور ان کے ساتھ (کج ادائی اور بے رخی کرنے سے) احتیاط رکھو تو (تم کو بڑا ثواب ملے کیونکہ) بلاشبہ حق تعالیٰ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں (اور اعمال نیک پر ثواب دیا کرتے ہیں) **ف**: اور وَأُحْضِرَتِ الْأَنْفُسُ کی تقریر اس طرح بھی ہو سکتی ہے کہ اور (گو یہ صلح تو ہوگئی لیکن اکثر ایسی صلح کا بقاء کم ہوتا ہے کیونکہ) نفوس کو حرص کے ساتھ اقتران ہے (اس لئے بعد چندے پھر عجب نہیں کہ عورت کو اپنے حقوق کی حرص کا جوش اٹھے اور ادھر مرد کو اپنی آزادی کی حرص ہی ہے اس لئے عورت پھر اپنے حقوق کا مطالبہ کرے جیسا کہ اس کو شرعاً اجازت بھی ہے اور مرد ادا کرنا نہ چاہے اور نزاع پیدا ہو جس کا انجام وہی مفارقت) اور یہ فرمانا کہ گناہ نہیں اس لئے ہے کہ ظاہر نظر میں اس صلح میں شبہ ہوتا تھا کہ مشابہ رشوت کے ہے جس میں دونوں شخص گنہگار ہوتے ہیں اس لئے دونوں سے نفی گناہ کی کردی۔

مسئلہ: اگر صلح میں کوئی ایسا امر شرط ٹھہرایا جو شرعاً ناجائز ہے تو صلح بھی ناجائز ہوگی مثلاً عورت سے کہا کہ اس شرط پر تجھ کو نکاح میں رکھتا ہوں کہ تیری بہن بھی میرے نکاح میں رہے گی یہ حرام اور باطل ہے اس لئے احقر نے صلح کے ترجمہ میں خاص طور کی قید لگادی ہے۔

مسئلہ: نان ونفقہ اور باری کے قبیل سے جو حقوق عورت نے معاف کئے ہیں عورت کو ہر وقت اختیار ہے کہ آئندہ کے لئے ان حقوق کا پھر مطالبہ کرنے لگے اگر شوہر نکاح میں رکھنا چاہے گا تو ان حقوق کا ادا کرنا واجب ہوگا۔ حق ماضی کے سقوط سے مستقبل میں سقوط لازم نہیں۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَأُحْضِرَتِ الْأَنْفُسُ الشُّحَّ انفس کے عموم سے آیت اس پر دال ہے کہ امور طبعیہ کاملین سے بھی زائل نہیں ہوتے سو اگر کسی کامل میں ان کے کچھ آثار عود کر آویں تو یہ منافی کمال نہیں جب کہ اس پر اصرار نہ ہو۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله** في ما يتلي وہ آيات وما ورد من تخصيص آية وان خفتم عن عائشةؓ فلا ينفي غيرها لانه لامنافاة بين تعدد اسباب النزول ۱۲۔ ۲ **قوله** في نشوزاً او اعراضًا اور کج ادائی اور بے رخی عطف تفسيری وبهذه الترجمة ظهر ان الاعراض اخف من النشوز ۱۲۔ ۳ **قوله** في صلحا خاص طور اشار الى ان صلحا مفعول مطلق من غير باب الفعل والتنوين فيه للتنويع وتفسيره الصلح المشروع ۱۲۔ ۴ **قوله** قبل احضرت بعيد نہيں ففي هذه الجملة تقرير عادی للصلح كما ان في السابقة تقريرا شرعيا له ۱۲۔ ۵ **قوله** في احضرت طبعًا ولا ينافي كونه مغلوباً بامر غالب عليه كما في المرتاضين ۱۲۔ ۶ **قوله** في تحسنوا اے مردو فليس فيه تغليب خصهم بالخطاب لان المذكور فيما قبل نشوزهم واعراضهم ۱۲۔ ۷ **قوله** قبل ان الله ثواب اشار الى حذف الجزاء واقامة سببه مقامه ۱۲۔

الروايات: ذكرت في المتن ۱۲۔ في اللباب روى ابو داؤد والحاكم عن عائشةؓ والترمذی مثله عن ابن عباسؓ قال فرقت سودة ان يفارقها رسول الله صلى الله عليه وسلم حين اسنت فقالت يومی لعائشة فانزل الله تعالىٰ وان امرأة خافت واخرج سعيد بن منصور عن سعيد بن المسيب ان ابنته محمد بن مسلمة كانت عند رافع بن خديج فكره منها امرا اما كبرا او غيره فاراد طلاقها فقالت لا تطلقني واقسم لي ما بدالك فانزل الله تعالىٰ وان امرأة۔ واخرج الحاكم عن عائشة قالت نزلت هذه الآية والصلح خير في رجل كانت تحته امرأة قد ولدت منه اولادا فاراد ان يستبدل لها فراضته على ان تقر عنده ولا يقسم لها۔ واخرج ابن جرير عن سعيد بن جبير قال جائت امرأة حين نزلت هذه الآية وان امرأة خافت قالت انی اريد ان تقسم لي من نفقتك وقد كانت رضيت ان يدعها فلا يطلقها ولا يأتيها فانزل الله واحضرت الانفس الشح قلت وعلى الرواية الاخيرة فالظاهر ان يحمل قوله تعالىٰ واحضرت على تمهيد العذر في المماكسة والمشاقة كما فسر به بعضهم لكن يجوز ان يحمل على التنبيه للمرأة وتذكيرها ان الانفس قد حضرها الشح فلا جله كان بعلك قد رضى فلو عدت لعاد فبقى حمله على تقرير الصلح على حاله ولو حمل الآية على المماكسة دون التقرير لا يحتاج الى هذا التوجيه الذی ارتكب تطبيقا للآية على

الرواية بل يترك على هذا الظاهر ولم توجب حمل الآية على التقرير رواية۔

اللغات: في الروح يفتيكم اى يبين لكم حكمه والافتاء اظهار المشكل على السائل۔

النحو: وما يتلى عليكم معطوف على الله ولا يرد الجمع بين الحقيقة والمجاز في معنى الافتاء لجوازه في المجاز العقلى كذا في الروح في يتمى النساء متعلق بقوله يتلى۔ قوله ان تنكحوهن عن ان كذا عن عائشةؓ قوله والمستضعفين عطف على يتمٰى وكذا ان تقوموا فالمعنى ويتلى في المستضعفين ويتلى في قيامكم لليتامٰى فافهم۔ قوله احضرت في الروح متعد لاثنين الاول هو الانفس القائم مقام الفاعل والثانى الشح والمعنى احضر الله تعالىٰ الانفس الشح اه قلت وعليه ترجمت وفيه يحتمل العكس۔

البلاغة: قوله في النساء ولعل تخصيص النساء مع ان السوال كما ورد في سبب النزول وقع عن الولدان ايضا لان السوال عن النساء كان اهم لجمعهن امرين مقصودين المال والجمال۔ قوله يفتيكم لم يذكر معموله لاغناء ما نزل من الأيات السابقة عنه۔

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۲۹﴾ وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴿۱۳۰﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ﴿۱۳۱﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا ﴿۱۳۳﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿۱۳۴﴾ ع

۱۹ ع ۸ ۱۶

اورتم سے یہ تو کبھی نہ ہو سکے گا کہ سب بیبیوں میں برابری رکھو تو تمہارا کتنا ہی جی چاہے تو تم بالکل تو ایک ہی طرف نہ ڈھل جاؤ جس سے اس کو ایسا کر دو جیسے کوئی ادھر میں لٹکی ہو اور اگر اصلاح کرلو اور احتیاط رکھو تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں اور اگر دونوں میاں بی بی جدا ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اپنی وسعت سے ہر ایک کو بے احتیاج کر دے گا اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے اور بڑی حکمت والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ملک ہیں جو چیزیں کہ آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں اور واقعی ہم نے ان لوگوں کو بھی حکم دیا تھا جن کو تم سے پہلے کتاب دی تھی اور تم کو بھی کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اگر تم ناسپاسی کرو گے تو اللہ تعالیٰ کو ملک ہیں جو چیزیں کہ آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں کہ زمین میں ہیں اور اللہ تعالیٰ کسی کے حاجتمند نہیں خود اپنی ذات میں محمود ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں جو چیزیں کہ آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں کہ زمین میں ہیں اور اللہ تعالیٰ کافی کارساز ہیں اگر ان کو منظور ہو تو اے لوگو تم سب کو فنا کر دیں اور دوسروں کو موجود کر دیں اور اللہ تعالیٰ اس پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔ جو شخص دنیا کا معاوضہ چاہتا ہو تو اللہ تعالیٰ کے پاس تو دنیا اور آخرت دونوں کا معاوضہ ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا سننے والا اور بڑا دیکھنے والا ہے۞

تفسیر ربط: اوپر نشوز و اعراض زوج کے متعلق مضمون مذکور تھا اور اس کے بعد چند صورتیں محتمل ہیں۔ ایک یہ کہ تصالح ہو جاوے جو آیت بالا کا اصل مقصود تھا دوسرے یہ کہ مرد اپنے نشوز و اعراض سے باز آجاوے جس کی ترغیب وَاِنْ تُحْسِنُوْا میں تھی۔ تیسرے یہ کہ نہ تصالح ہو اور نہ مرد باز آوے بلکہ تفریق ہو جاوے پس آگے ان بقیہ اخیر کے دونوں احتمالوں کے متعلق مضمون ہے۔ احتمال ثانی کے متعلق تو آیہ: وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا الخ میں کہ اگر رغبت قلبی پر اختیار نہیں تو حقوق اختیاریہ تو ادا کرنا ضرور ہے اور چونکہ اکثر بے رغبتی کا سبب دوسری بی بی کا غلبہ محبت ہوتا ہے۔ اس لئے آیت میں اس کا ذکر ہوا ہے ورنہ حکم مذکور عام ہے۔ اور احتمال ثالث کے متعلق آیہ: وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا الخ میں۔

ایجاب حقوق شرعیہ زوجہ: وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ (الی قولہ تعالیٰ) فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا اور (عادۃً) تم سے یہ تو کبھی نہ ہو سکے گا کہ سب بیبیوں میں (ہر طرح سے) برابری رکھو (حتیٰ کہ رغبت قلب میں بھی) گو (اس برابری کو) تمہارا کتنا ہی جی چاہے (اور تم کتنی ہی اس میں کوشش کرو لیکن چونکہ قلب کا میلان غیر اختیاری ہے اس لئے اس پر قدرت نہیں گو اتفاقاً بلا اختیار کہیں برابری ہو ہی جاوے تو اس کی نفی آیت میں مقصود نہیں۔ غرض جب یہ اختیار میں نہیں تو تم اس کے مکلف نہیں لیکن اس کے غیر اختیاری ہونے سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ ظاہری حقوق بھی اختیاری نہ رہیں بلکہ وہ تو

اختیاری ہیں جب وہ اختیاری ہیں) تو (تم پر واجب ہے کہ) تم بالکل تو ایک ہی طرف نہ ڈھل جاؤ (بالکل کا مطلب یہ کہ باطن سے بھی جس میں معذور تھے اور ظاہر سے بھی جس میں مختار ہو یعنی حقوق شرعیہ میں اس سے نشوز واعراض نہ کرو) جس سے اس (مظلومہ) کو ایسا کر دو جیسے کوئی ادھر (یعنی بیچ) میں لٹکی ہو (یعنی نہ تو اس کے حقوق ادا کئے جاویں کہ خاوند والی سمجھی جاوے اور نہ اس کو طلاق دی جاوے کہ بے خاوند والی کہی جاوے بلکہ رکھو تو اچھی طرح رکھو) اور (رکھنے کی صورت میں جو زمانہ ماضی میں کچھ ناگوار معاملات ان سے کئے گئے) اگر (ان معاملات کی فی الحال) اصلاح کرلو اور (آئندہ زمانہ میں ایسے معاملات سے) احتیاط رکھو تو (وہ امور گزشتہ معاف کر دیئے جاویں گے کیونکہ) بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت والے بڑے رحمت والے ہیں (چونکہ اصلاح ذنوب متعلقہ حقوق العباد کی ان عباد کے معاف کرنے سے ہوتی ہے۔ پس اصلاح میں یہ معافی بھی آ گئی۔ اس کے وقوع کے بعد تو یہ شرعاً صحیح ہوگی اس لئے مقبول ہوگئی) **ف**: اس آیت کے متعلق سورۂ نساء کے شروع میں زیر آیت فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا الخ کچھ بحث گزر چکی ہے اس کو ملاحظہ فرما لیا جاوے۔

ربط: آیت بالا کی تمہید میں مذکور ہو چکا ہے۔

انجام تفریق: وَإِنْ يَتَفَرَّقَا يُغْنِ اللَّهُ كُلًّا مِّن سَعَتِهِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ وَاسِعًا حَكِيمًا اور اگر دونوں میاں بی بی (میں کسی طرح بھی موافقت نہ ہوئی اور دونوں) جدا ہو جاویں (یعنی خلع یا طلاق ہو جاوے) تو (کوئی ان میں سے خواہ مرد اگر اس کی زیادتی ہے یا عورت اگر اس کی کوتاہی ہے یوں نہ سمجھے کہ بدون میرے اس دوسرے کا کام ہی نہ چلے گا کیونکہ) اللہ تعالیٰ اپنی وسعت (قدرت) سے (دونوں میں سے) ہر ایک کو (دوسرے سے) بے احتیاج کر دے گا (یعنی ہر ایک کا مقدر کام بے دوسرے کے چل جاوے گا) اور اللہ تعالیٰ بڑے وسعت والے اور بڑے حکمت والے ہیں (ہر ایک کے لئے مناسب سبیل نکال دیتے ہیں)

ربط: یہاں تک احکام مختلفہ کا بیان فرما کر آگے ان احکام کی بجا آوری کی تاکید خاص اہتمام سے فرماتے ہیں کہ اول موافقت کا حکم فرمایا اتَّقُوا اللَّهَ میں اور اس کی تسہیل کے لئے مِن قَبْلِكُمْ کو یاد دلایا پھر مخالفت سے روکا اِنْ تَكْفُرُوْا بحذف جزاء میں۔ پھر غیر اللہ کا اندیشہ کہ بعض اوقات احکام میں کوتاہی کا وہ بھی سبب ہوتا ہے دل سے دور کیا۔ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا میں اور تینوں مضمونوں پر استدلال فرمایا اپنے مالک سماوات والارض ہونے سے کیونکہ ایسا مالک واجب الموافقت بھی ہوگا محرم المخالفت بھی ہوگا اور واجب التوکل بھی ہوگا۔ اور ان تکفروا کے مضمون جزاء محذوف پر غنیا حمیدا سے دلالت فرمائی گئی۔ پھر دین کی خدمت کو غنیمت سمجھنا بصورت امتنان ارشاد فرمایا۔ اِنْ يَّشَاْ الخ میں تاکہ اس خوف سے کہ کہیں دوسرے سے یہ کام نہ لے لیا جاوے دوڑیں گے۔ پھر دین کا اصلی ثمرہ آخرت میں ملنا ارشاد فرمایا مَنْ كَانَ يُرِيْدُ میں کیونکہ بعض اوقات دنیا میں ثمرہ نہ ملنے سے بھی احکام میں سستی ہو جاتی ہے پس یہ کل پانچ مضمون ختم رکوع تک ہوئے جن سے نہایت اہتمام کے ساتھ بجا آوری احکام کی تاکید ہوگئی۔

اہتمام بلیغ وتاکید امتثال احکام: وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (الی قولہ تعالیٰ) وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا اور اللہ تعالیٰ کی ملک ہیں جو چیزیں کہ آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں کہ زمین میں ہیں) (تو ایسے مالک کے احکام کا ماننا بہت ہی ضروری ہے) اور (بجا آوری احکام کا خطاب خاص تم ہی کو نہیں ہوا بلکہ) واقعی ہم نے ان لوگوں کو بھی حکم دیا تھا جن کو تم سے پہلے کتاب (آسمانی یعنی توراۃ وانجیل) ملی تھی اور تم کو بھی (حکم دیا ہے) کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو (جس کو تقویٰ کہتے ہیں جس میں تمام احکام کی موافقت داخل ہے اسی لئے اس سورت کو تقویٰ سے شروع کر کے اس کی تفصیل میں مختلف احکام لائے ہیں) اور (یہ بھی ان کو اور تم کو سنایا گیا کہ) اگر تم ناسپاسی کرو گے (یعنی مخالفت احکام کی کرو گے) تو (خدا تعالیٰ کا کوئی ضرر نہیں ہاں تمہارا ہی ضرر ہے کیونکہ) اللہ تعالیٰ کی (تو) ملک ہیں جو چیزیں کہ آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں کہ زمین میں ہیں (ایسے بڑے سلطان کا کیا ضرر ہوگا البتہ ایسے بڑے سلطان کی مخالفت بلاشک مضر ہے) اور اللہ تعالیٰ کسی (کی اطاعت) کے حاجتمند نہیں (اور) خود اپنی ذات میں محمود (وکامل الصفات) ہیں (پس کسی کی مخالفت سے ان کی صفات میں کوئی نقص لازم نہیں آتا) اور اللہ ہی کی ملک ہیں جو چیزیں کہ آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں کہ زمین میں ہیں اور (جب وہ ایسے قادر مختار ہیں تو اپنے اطاعت گزار بندوں کے لئے وہ) اللہ تعالیٰ کافی کارساز ہیں (پس ان کی کارسازی کے ہوتے ہوئے ان کے مطیعوں کو کون ضرر پہنچا سکتا ہے پس کسی سے ڈرنا نہ چاہئے اور اللہ تعالیٰ جو تم کو دین کے کام بتلا رہے ہیں تو تمہاری ہی سعادت کے لئے ورنہ وہ دوسروں سے بھی کام لے سکتے ہیں کیونکہ ان کی ایسی قدرت ہے کہ) اگر ان کو منظور ہو تو اے لوگو تم سب کو فنا کر دیں اور دوسروں کو موجود کر دیں (اور ان سے کام لے لیں جیسا دوسری آیت میں ہے اِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ الخ) اور اللہ تعالیٰ اس پر پوری قدرت رکھتے ہیں (پھر ایسا جو نہیں کیا تو ان کی عنایت ہے امتثال امر کو غنیمت سمجھ کر سعادت حاصل کرو اور دیکھو دین کے کام کا اصلی ثمرہ آخرت میں ہے دنیا میں نہ ملنے سے بددل نہ ہونا بلکہ) جو شخص (دین کے کام میں) دنیا کا معاوضہ چاہتا ہو تو (وہ بڑی غلطی میں ہے کیونکہ) اللہ تعالیٰ کے پاس (یعنی ان کی قدرت میں) تو دنیا اور آخرت دونوں کا معاوضہ (موجود) ہے (جب ادنیٰ اعلیٰ دونوں پر ان کی قدرت ہے تو اعلیٰ ہی چیز کیوں نہ مانگی جاوے) اور اللہ تعالیٰ

بڑے سننے والے بڑے دیکھنے والے ہیں (سب کے اقوال اور درخواستوں کو دنیا کی ہوں یا دین کی سنتے ہیں اور سب کی نیتوں کو دیکھتے ہیں۔ پس طالبانِ آخرت کو ثواب دیں گے اور طالبانِ دنیا کو آخرت میں محروم رکھیں گے پس آخرت ہی کی نیت اور درخواست کرنا چاہئے البتہ دنیا کی حاجت مستقل طور پر مانگنا مضائقہ نہیں لیکن عبادت میں یہ قصد نہ کرے)

تَرجمہ مَسَائِلُ السُّلوک: قولہ تعالیٰ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاۗءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ الخ آیت سے معلوم ہوا کہ اگر عمل کے اعلیٰ درجہ پر قدرت نہ ہو اس کے ادنیٰ ہی درجہ پر عمل کر لے اعلیٰ پر قادر ہونے کے انتظار میں نہ رہے۔ بعض لوگوں کی عمر اسی انتظار میں فنا ہو جاتی ہے اور ادنیٰ سے بھی محروم رہتے ہیں۔ (قولہ تعالیٰ) مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ دنیا اپنے عموم ومفہوم سے ہر عاجلہ غیر ماموره بالحصول کو شامل ہے اور اس عموم میں ثمرات باطنیہ عاجلہ بھی داخل ہو گئے تو آیت ان ثمرات کے مقصود ومراد بالعمل ہونے پر انکار کرتی ہے۔

مُلحقاتُ التَّرجمَۃ: ۱؎ **قوله** في العنوان ايجاب لم يعنون بعدالحكم لذكره في فان خفتم ان لا تعدلوا وكذا ما بعده لانه ليس بانشاء بل اخبار من الاغناء ۱۲۔ ۲؎ **قوله** في حرصتم مقصود نہیں فلا يرد المساواة في المحبة لو وجد ۱۲۔ ۳؎ **قوله** في الميل ایک طرف اى الى المرغوبة اخذته من الخازن وقيد عن المرغوب عنها ويمكن اعتباره في ترجمتي لان احد الميلين يستلزم الآخر ۱۲۔ ۴؎ **قوله** في فتذروها جس سے هو مدلول الفاء ۱۲۔ ۵؎ **قوله** هناك مظلوم اشارة الى ان العائد هي الممال عنها ۱۲۔ ۶؎ **قوله** في يتفرقا خلع یا طلاق والاول فعل المرأة والثاني فعل الرجل ومن ثم استحسن الاسناد اليهما ۱۲۔ ۷؎ **قوله** بعده یوں نہ سمجھے حملته على الزجر عن المفارقة وحمل بعضهم على التسلية فيكون تقرير الترجمة هكذا یوں نہ سمجھے کہ بدون اس کے میرا کام نہ چلے گا والاول كما ترىٰ اولىٰ بالمقام ۱۲۔ ۸؎ **قوله** في سعته قدرت كذا في الروح ۱۲۔ ۹؎ **قوله** في يغن الله ہر ایک کا الخ ويتايد بروح المعاني۔ ومن فسر الغني بالزوجة له والزوج لها قيد بالمشية ۱۲۔ ۱۰؎ **قوله** في ان تكفروا اور یہ بھی ان کو اور تم کو الخ اشارة الى انه معطوف على وصينا بتقدير قلنا اى وصينا وقلنا لكم ولهم كذا في الروح ۱۲۔ ۱۱؎ **قوله** هناك ناسپاسی لمجيئه في مقابلة التقوى الذى يعم الاصول والفروع فكذا مقابله ۱۲۔ ۱۲؎ **قوله** في فعند الله بڑی غلطی میں ہے اشارة الى حذف جزاء من كان اى من كان يريد ففي رأيه فساد والمذكور دليل عليه اى لان عندالله كلا الطلبتين فما له يؤثر الادنى على الذى هو خير ۱۲۔

البَلاغۃ: قوله لله ما في السمٰوات فيه تكرار لفظا لا معنًى لان له في كل محل فائدة اخرىٰ بينتها باحسن تفصيل ۱۲۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاۗءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓي اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۣ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۳۶﴾

اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم رہنے والے اللہ کے لئے گواہی دینے والے رہو اگرچہ اپنی ہی ذات کے لئے ہو یا والدین یا دوسرے رشتہ داروں کے مقابلہ میں ہو۔ وہ شخص اگر امیر ہے تو اور غریب ہے تو دونوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو زیادہ تعلق ہے سو تم خواہش نفس کا اتباع مت کرنا کہ کبھی تم حق سے ہٹ جاؤ دونوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو زیادہ تعلق ہے سو تم خواہش نفس کا اتباع مت کرنا اور اگر تم کج بیانی کرو گے یا پہلو تہی کرو گے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کی پوری طرح خبر رکھتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم اعتقاد رکھو اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ اور اس کتاب کے ساتھ جو اس نے اپنے رسول پر نازل فرمائی اور ان کتابوں کے ساتھ جو کہ پہلے نازل ہو چکی ہیں اور جو شخص اللہ کا انکار کرے اور اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا اور اس کے رسولوں اور روز قیامت کا تو وہ شخص گمراہی میں بڑی دور جا پڑا ﴿۱۳۶﴾

تفسیر ربط: اوپر احکام مختلفہ کا بیان ہوا ہے جن میں بعض معاملات بھی تھے جس میں صاحبِ معاملہ کو بھی اور اگر کبھی اختلاف پڑے تو فیصل کنندہ کو بھی عدل کی رعایت کی اور دوسرے جو اس کی حقیقت پر مطلع ہیں ان کو شہادت میں اظہارِ حق کے لحاظ کی ضرورت ہے۔ اس لئے آگے قیام بالعدل اور شہادت بالحق کو واجب فرماتے ہیں پس گویا یہ مضمون تمام احکام سابقہ کا مؤکد اور مکمل ہے ونیز یتامیٰ کے باب میں قسط اور حکم بین الناس کے وقت عدم اور یتامیٰ کے اموال سپرد کرنے کے وقت اشہاد اور قصہ بنی ابیرق میں بعض لوگوں کی ناحق طرفداری کے مضامین مذکور ہو چکے ہیں ان مضامین کے ساتھ آیت کو خاص مناسبت ہے۔

ایجاب عدل و اظہارِ حق: يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ (الی قولہ تعالی) فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا اے ایمان والو (تمام معاملات میں ادا کے وقت بھی اور فیصلہ[1] کے وقت بھی) انصاف پر خوب قائم رہنے والے (اور اقرار یا شہادت کی نوبت آوے تو) اللہ (کی خوشنودی) کے لئے (سچی[2]) گواہی (اور اظہار[3]) دینے والے رہو اگرچہ (وہ گواہی اور اظہار) اپنی ہی ذات پر ہو (جس کو اقرار کہتے ہیں) یا کہ والدین اور دوسرے رشتہ داروں کے مقابلہ میں ہو (اور گواہی کے وقت یہ خیال نہ کرو کہ جس کے مقابلہ میں ہم گواہی دے رہے ہیں یہ امیر ہے اس کو نفع[5] پہنچانا چاہئے تاکہ اس سے بے مروتی نہ ہو یا یہ کہ یہ غریب ہے اس کا کیسے نقصان کردیں تم کسی کی امیری غریبی کو نہ دیکھو کیونکہ) وہ شخص (جس کے خلاف[4] گواہی دینی پڑے گی) اگر امیر ہے تو اور غریب ہے تو دونوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو زیادہ تعلق ہے (اتنا تعلق تم کو نہیں کیونکہ تمہارا تعلق جس قدر ہے وہ بھی ان ہی کا دیا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کا جو تعلق ہے وہ تمہارا دیا ہوا نہیں پھر جب باوجود تعلق قوی کے اللہ تعالیٰ نے ان کی مصلحت اسی میں رکھی کہ اظہارِ حق کیا جاوے تو تم تعلق ضعیف پر ان کی ایک عارضی مصلحت کا کیوں خیال کرتے ہو) سو تم (اس شہادت میں) خواہش نفس کا اتباع مت کرنا کبھی تم حق سے ہٹ جاؤ اور اگر تم کج بیانی کرو گے (یعنی غلط اظہار کرو گے) یا پہلو تہی کرو گے (یعنی شہادت کو ٹالو گے) تو (یاد رکھنا کہ[6]) بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں۔

ربط: اوپر زیادہ حصہ احکام فرعیہ کا مذکور ہوا ہے اور ایمان و کفر کے مباحث کہیں کہیں معاملات مع المخالفین کے ضمن میں آ گئے ہیں آگے یہ مباحث قدرے تفصیل سے مذکور ہوتے ہیں اور ختم سورت کے بالکل قریب تک چلے گئے ہیں۔ ترتیب بیان میں اول ایمان معتبر عندالشرع کا بیان ہے پھر کفار کے مختلف فرقوں کی مذمت عقائد میں بھی اور بعض اعمال میں بھی جو کہ فساد عقائد پر دال ہیں۔

ایمان معتبر عندالشرع: يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (الی قولہ تعالی) فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا اے ایمان والو (یعنی جو مجملاً ایمان لا کر اس زمرۂ مؤمنین میں داخل ہو چکے ہیں) تم (عقائد ضروریہ کی تفصیل سن لو کہ) اعتقاد رکھو اللہ کی (ذات وصفات کے) ساتھ اور اس کے رسول (محمد ﷺ کی رسالت) کے ساتھ اور اس کتاب (کے حق ہونے) کے ساتھ جو اس نے (یعنی اللہ تعالیٰ نے) اپنے رسول (یعنی محمد ﷺ) پر نازل فرمائی اور ان کتابوں (کے حق ہونے) کے ساتھ (بھی) جو کہ (رسول اللہ ﷺ سے) پہلے (اور نبیوں پر) نازل ہو چکی ہیں (اور رسول اللہ ﷺ اور کتب سابقہ پر ایمان لانے میں ملائکہ اور باقی انبیاء علیہم السلام اور یوم قیامت پر ایمان رکھنا بھی داخل ہو گیا) اور جو شخص اللہ تعالیٰ (کی ذات یا صفات) کا انکار کرے اور اسی طرح جو) اس کے فرشتوں کا (انکار کرے) اور (اسی طرح جو) اس کی کتابوں کا (جس میں قرآن بھی آ گیا انکار کرے) اور (اسی طرح جو) اس کے رسولوں کا (جن میں رسول ﷺ بھی داخل ہیں انکار کرے) اور (اسی طرح جو) روزِ قیامت کا (انکار کرے) تو وہ شخص گمراہی میں (حق یعنی علم واقعی سے اور مقصد یعنی نجات سے بھی) بڑی دور جا پڑا۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ آیت اپنے اطلاق سے اس پر دال ہے کہ قبول حق سے اور اپنی غلطی کا اعتراف کرنے سے استنکاف نہ کرے اگرچہ اپنے سے کم رتبہ شخص کے متنبہ کرنے سے ہو علماء قشر و مشائخ رسم کی طرح تمویہ و تاویل نہ کرے کہ منشا اس کا کبر ہے۔ قولہ تعالیٰ: اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا یہ آیت اس شخص کے طریق پر بھی رد کرتی ہے جو مطلقاً فقیر کو غنی پر ترجیح دینے پر فخر کرتے ہیں حالانکہ بہت سے غنی متواضع اور تابع حق ہوتے ہیں اور بہت سے فقیر ظالم متکبر ہوتے ہیں سو حق تعالیٰ دونوں کے بارہ میں عدل ہی کو پسند کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے: فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا قولہ تعالیٰ: يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا الاٰیۃ آیت دال ہے اس پر کہ یقین کے مراتب غیر متناہی بمعنی لاتقف عند حد ہیں ہر مرتبہ والا آئندہ مرتبہ کے تحصیل کا مامور ہے۔ اسی سے کہا گیا ہے ؎

اے برادر بے نہایت در گہیست ☆ ہر چہ بروئے میرسی بروئے مایست

الحواشی: (۱) قوله في الكتب الذى انزل من قبل ان اشارة الى كون اللام للجنس ١٢۔

ملحقات الترجمۃ: ١ـ قوله في قوامين اور فیصلہ لانه عام لصاحب المعاملة والحكام كما اشير اليه في التمهيد ١٢۔ ٢ـ قوله في شهداء اور اشارة الى كونه خبر ابعد خبر ١٢۔ ٣ـ قوله في شهداء سچی يدل عليه لله ١٢۔ ٤ـ قوله هناك اظہار زاده توضيحا وموافقة لمحاورة الزمان ١٢۔ ٥ـ قوله قبل ان يكن اس کو نفع پہنچانا چاہئے الخ فان اثر هذه الشهادة هو ايصال النفع الى الغنى بالذات واما الانتفاع برضاه فهو اثر بالعرض وان كان الامر باعتبار القصد بعكسه فان الاثر بالعرض وهوا لمقصود بالذات وبالعكس وانما احتيج الى هذا التقرير لئلا يشكل توجيه ظاهر قوله تعالى فالله اولى بهما فانه يفهم منه ان الشاهد راعى نفع الغنى فيما اذا كان المشهود عليه غنيا والحال انه راعى نفسه في رضاه وبتقريرى هذا لم يبق اشكال فافهم وبقولى في هذا التمهيد یہ خیال نہ کرو الخ اشارة الى حذف الجزاء اى فلا تراعوا نفعهما فان

الله اولٰی بهما۱۲۔ ۶؎ قوله فی ان یکن جس کے خلاف الخ اشار الی ان المرجع هو المشهود علیه۱۲۔ ۷؎ قوله فی تعدلوا کجی الخ اشارة الی انه من العدول وهو علة للنهی ای لئلا تعدلوا فان مؤدی کلمة کجی فی لساننا هو هذا۱۲۔ ۸؎ قوله فی فان الله یادرکھنا اشارة الی حذف الجزاء۔ ۹؎ قوله فی اٰمنوا اٰمنوا مجملاً وتفصیلاً فلا یلزم تحصیل الحاصل۱۲۔ ۱۰؎ قوله بعد من قبل اوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ... ہو گیا فلا یفوت المقابلة بین اجزاء المؤمن به والمکفور به ولا ظهار المقابلة قال فی کتبه جس میں قرآن وفی رسله جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ اما نکتة اختلاف العنوان فی الموضعین فالاوجه ان یقال انه من باب التفنن فی الاسالیب والزیادة لمجرد المبالغة۱۲۔ ۱۱؎ قوله فی ملئکته وما بعده اوراسی طرح الخ اشارة الی ان المعنی ومن یکفر بشئی من ذلك لان الکفر لا یتوقف علی انکار کل واحد۱۲۔

الروایات: فی الروح اخرج ابن جریر عن السدی نزلت (ای آیة یٰایها الذین آمنوا کونوا قوامین الخ) فی النبی صلی الله علیه وسلم اختصم الیه رجلان غنی وفقیر فکان خلقه مع الفقیریری ان الفقر لا یظلم الغنی فابی الله تعالٰی الا ان یقول بالقسط۔ قلت اما النزول فی الواقعة فلیس بمنکر واما حکایة الرؤیة فلعله ظن من غیر مستندو ان سلم فلا یلزم انه لو لم تنزل الآیة لم یقسط وحاشاه عن ذلك واما فائدة النزول فلا ینحصر فی التنبیه علی ما لم یتنبه له بل یمکن ان یکون لتاکید التنبه فافهم۱۲۔

البلاغة: اتی بکلمة اوفی او الوالدین وبکلمة الواوفی والاقربین للمقابلة فی الاول وعدمها فی الثانی۱۲۔

إِنَّ الَّذِينَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ﴿١٣٧﴾ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿١٣٨﴾ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ﴿١٣٩﴾ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ڮ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ﴿١٤٠﴾ الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ڮ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ﴿١٤١﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَاۗءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿١٤٢﴾ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ڰ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَاۗءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَاۗءِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿١٤٣﴾

ع ۲۰ ۷ ۱۷

بلاشبہ جولوگ مسلمان ہوئے پھر کافر ہو گئے پھر مسلمان ہوئے پھر کافر ہو گئے پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے اللہ تعالیٰ ایسوں کو ہرگز نہ بخشیں گے اور نہ ان کو راستہ دکھائیں گے۔ منافقین کو خوشخبری سنا دیجئے اس امر کی کہ ان کے واسطے بڑی دردناک سزا ہے جس کی حالت یہ ہے کہ کافروں کو دوست بناتے ہیں مسلمانوں کو چھوڑ کر۔ کیا ان کے پاس معزز رہنا چاہتے ہیں سو اعزاز تو سارا اللہ کے قبضہ میں ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس یہ فرمان بھیج چکا ہے کہ جب احکام الٰہیہ کے ساتھ کفر اور استہزاء ہوتا ہوا سنو تو ان لوگوں کے پاس مت بیٹھو جب تک کہ وہ کوئی اور بات شروع نہ کردیں کہ اس حالت میں تم بھی ان ہی جیسے ہو جاؤ گے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ منافقوں کو اور کافروں کو سب کو دوزخ میں جمع کر دیں گے۔ وہ ایسے ہیں کہ تم پر افتاد پڑنے کے منتظر رہتے ہیں۔ پھر اگر تمہاری فتح منجانب اللہ ہو گئی تو باتیں بناتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے اور اگر کافروں کو کچھ حصہ مل گیا تو باتیں بناتے ہیں کہ ہم تم پر غالب نہ آنے لگے تھے اور کیا ہم نے تم کو مسلمانوں سے بچا نہیں لیا۔ سو اللہ تعالیٰ تمہارا اور ان کا قیامت میں فیصلہ فرما دیں گے اور ہرگز اللہ تعالیٰ کافروں کو مسلمانوں کے مقابلہ میں غالب نہ فرمائیں گے۔ بلاشبہ منافق لوگ چالبازی کرتے ہیں اللہ سے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس چال کی سزا ان کو دینے والے ہیں اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بہت ہی کاہلی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں صرف آدمیوں کو دکھلاتے ہیں اور اللہ کا ذکر بھی نہیں کرتے مگر بہت ہی مختصر۔ معلق ہو رہے ہیں دونوں کے درمیان نہ ادھر نہ اُدھر اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہی میں ڈال دیں ایسے شخص کے لئے کوئی سبیل نہ پاؤ گے۔

تفسیر ربط : اوپر اہل کفر کی مذمت اجمالاً مذکور ہوئی ہے آگے تفصیل ہے سو ان میں ایک فرقہ مرتدین کا ہے جس کا اول بیان ہوتا ہے۔

ذم مرتدین : اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا (الی قولہ تعالی) وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا بلاشبہ جو لوگ (پہلے تو) مسلمان ہوئے پھر کافر ہو گئے پھر مسلمان ہوئے (اور اس بار بھی اسلام پر قائم نہ رہے ورنہ پہلا ارتداد معاف ہو جاتا بلکہ) پھر کافر ہو گئے پھر (مسلمان ہی نہ ہوئے ورنہ پھر بھی ایمان مقبول ہو جاتا بلکہ) کفر میں بڑھتے چلے گئے (یعنی کفر پر دم مرگ تک ثابت اور دائم رہے) اللہ تعالیٰ ایسوں کو ہرگز نہ بخشیں گے اور نہ ان کو (منزل مقصود یعنی بہشت کا) رستہ دکھائیں گے (کیونکہ مغفرت اور جنت کے لئے موت علی الایمان شرط ہے)

ف : جو ایک بار مرتد ہوا اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اس پر قائم رہنے سے مغفرت و جنت سے محروم ہے یہاں ارتداد ثانی کا ذکر بطور قید کے نہیں بلکہ بعض لوگوں نے نزول آیت کے زمانہ میں ایسا کیا تھا اس لئے اس عنوان سے ذکر کیا گیا۔

ربط : اوپر مرتدین کا ذکر تھا ایک فرقہ اہل کفر میں منافقین کا تھا آگے ان کا ذکر ہے۔

ذم منافقین : بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (الی قولہ تعالی) فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا منافقین کو خوشخبری سنا دیجئے اس امر کی کہ ان کے واسطے (آخرت میں) بڑی دردناک سزا (تجویز کی گئی) ہے جن کی یہ حالت ہے کہ (عقائد تو اہل ایمان کے نہ رکھتے تھے مگر وضع بھی اہل ایمان کی نہ رکھ سکے چنانچہ) کافروں کو دوست بناتے ہیں مسلمانوں کو چھوڑ کر کیا ان کے پاس (جا کر) معزز رہنا چاہتے ہیں سو (خوب سمجھ لو کہ) اعزاز تو سارا خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہے (وہ جس کو چاہیں دیں پس اگر خدا تعالیٰ ان کو یا جن سے جا جا کر دوستی کرتے ہیں ان کو اعزاز نہ دیں تو کہاں سے معزز بن جاویں گے) ف : چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جلدی ہی مسلمانوں کے ہاتھوں سب کو ذلیل و خوار فرما دیا منافقین کا ملنا کفار سے اس غرض سے تھا کہ مسلمانوں کے اس طرح غالب آنے کی ان کو توقع نہ تھی۔ یہ سوچتے تھے کہ ہمیشہ تو رہنا ہو گا ان یہود یا مشرکین کے ساتھ ان سے کیوں بگاڑ کیا۔

ربط : اوپر کی آیت میں منافقین کا کفار سے دوستی کرنا مذکور تھا آگے مسلمانوں کو کفار کے ساتھ دوستی رکھنے سے علی الاطلاق آیت : لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ میں اور ان کے کفریات کے مشغلہ کے وقت ظاہری مجالست سے بھی جو کہ زیادہ موجب معصیت ہے آیت : فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ میں ممانعت فرماتے ہیں اور مجاہرین کے ساتھ منافقین کو بھی فحوائی آیت : اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ سے شامل فرماتے ہیں اور ساتھ ساتھ منافقین کے قبائح کا اظہار بھی فرماتے جاتے ہیں جس سے مقصود مقام اور مؤکد ہو جاوے۔

نہی از مجالست کفار ہنگام تذکرۂ کفریات : وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ (الی قولہ تعالی) وَ نَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا اور (اے مسلمانو دیکھو تم منافقین کی طرح کفار کے ساتھ خصوصیت مت رکھنا خاص کر جس وقت وہ کفریات کا تذکرہ کرتے ہوں چنانچہ اس سورت مدنیہ کے قبل بھی) اللہ تمہارے پاس یہ فرمان (سورۃ انعام میں جو مکیہ ہے) بھیج چکا ہے (جس کا حاصل یہ ہے) کہ جب (کسی مجمع میں) احکام الٰہیہ کے ساتھ استہزاء اور کفر ہوتا ہوا سنو تو ان لوگوں کے پاس مت بیٹھو جب تک کہ وہ کوئی اور بات شروع نہ کریں (اور مضمون اس آیت کا حاصل ہے : وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ الخ سو یہ استہزاء کرنے والے مکہ میں مشرکین تھے اور مدینہ میں یہود تو علانیہ اور منافقین صرف غرباء و ضعفاء مسلمین کے روبرو پس جس طرح وہاں مشرکین کی مجالست ایسے وقت میں ممنوع تھی۔ یہاں یہود اور منافقین کی مجالست سے نہی ہے اور یہ ممانعت ہم اس لئے کرتے ہیں کہ) اس حالت میں تم بھی (گناہ میں) ان ہی جیسے ہو جاؤ گے (گو دونوں کی خصوصیت میں فرق ہو کہ ایک گناہ کفر کا ہے دوسرا فسق کا اور اس ممانعت مجالست میں مجاہر کفار اور منافقین سب برابر ہیں کیونکہ علت اس کی خوض فی الکفر ہے اور اس خوض کا منشاء کفر ہے اور اس میں دونوں برابر ہیں چنانچہ سزائے کفر یعنی کندہ دوزخ ہونے میں بھی دونوں برابر ہوں گے کیونکہ) یقیناً اللہ تعالیٰ منافقوں کو اور کافروں کو سب کو دوزخ میں جمع کر دیں گے (اور) وہ (منافقین) ایسے ہیں کہ تم پر افتاد پڑنے کے منتظر (اور آرزومند) رہتے ہیں پھر (ان کے اس انتظار کے بعد) اگر تمہاری فتح من جانب اللہ ہو گئی تو (تم سے آ کر) باتیں بناتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھ (جہاد میں شریک) نہ تھے (کیونکہ نام چارہ کو تو مسلمانوں میں گھسے ہی رہتے تھے مطلب یہ کہ ہم کو بھی غنیمت کا حصہ دو) اور اگر کافروں کو (غلبہ کا) کچھ حصہ مل گیا (یعنی وہ اتفاق سے غالب آئے) تو (ان سے جا کر) باتیں بناتے ہیں کہ کیا ہم تم پر غالب نہ آنے لگے تھے (مگر ہم نے قصداً تمہارے غالب کرنے کے لئے مسلمانوں کی مدد نہ کی اور ایسی تدبیر کی کہ لڑائی بگڑ گئی) اور کیا ہم نے (جب تم مغلوب ہونے لگے تھے تو) تم کو مسلمانوں سے بچا نہیں لیا (اس طرح کہ ان کی مدد نہ کی اور تدبیر سے لڑائی بگاڑ دی۔ مطلب یہ کہ ہمارا احسان مانو اور جو کچھ تمہارے ہاتھ آیا ہے ہم کو بھی کچھ دلواؤ غرض دونوں طرف سے ہاتھ مارتے ہیں) سو (دنیا میں گو اظہار اسلام کی برکت سے مسلمانوں کی طرح زندگی بسر کر رہے ہیں لیکن) اللہ تعالیٰ تمہارا اور ان کا قیامت میں (عملی) فیصلہ فرماویں گے اور (اس فیصلہ میں) ہرگز اللہ تعالیٰ کافروں کو مسلمانوں کے مقابلہ میں غالب نہ فرماویں گے (بلکہ کفار مجرم قرار پا کر دوزخ

میں جاویں گے اور مسلمان اہل حق ثابت ہو کر جنت میں جاویں گے اور فیصلہ عملی یہی ہے)

ف: اس کو فیصلہ فرمایا حالانکہ فیصلہ اختلاف کی صورت میں ہوتا ہے سو وہ اختلاف گو بوجہ نفاق کے گفتگو میں کم آتا تھا لیکن عقائد و مسلک تو مختلف تھے ہی اور وہ اس مسلک پر اس لئے نازاں تھے کہ دنیا میں بھی امن اور آخرت میں بھی نجات اس کا عملی فیصلہ وہاں ہو جاوے گا اور عملی کی قید اس لئے ہے کہ دلائل حق و باطل کے تو یہاں بھی واضح ہیں اور لَنْ یَّجْعَلَ اللّٰہُ میں یہ قید ظاہر کر دی کہ اس فیصلہ میں اس سے یہ شبہ دفع ہو گیا کہ دنیا میں تو کفار گاہے مسلمانوں پر غالب ہو جاتے ہیں۔ ف: مسئلہ اہل باطل کے ساتھ مجالست کی چند صورتیں ہیں۔ اول ان کے کفریات پر رضا کے ساتھ یہ کفر ہے۔ دوم اظہارِ کفریات کے وقت کراہت کے ساتھ مگر بلا عذر یہ فسق ہے۔ سوم کسی ضرورتِ دنیوی کے واسطے یہ مباح ہے۔ چہارم تبلیغ احکام کے لئے یہ عبادت ہے۔ پنجم اضطرار و بے اختیاری کے ساتھ اس میں معذور ہے۔

ربط: آگے بھی تمہ ہے قبائح منافقین کا۔

تمہ قبائح منافقین: اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ وَھُوَ خَادِعُھُمْ (الی قولہ تعالٰی) وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَلَنْ تَجِدَ لَہٗ سَبِیْلًا بلاشبہ منافق لوگ (اظہار ایمان میں) چالبازی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی اور (گو ان کا یہ اعتقاد نہ ہو مگر ان کی یہ کارروائی مشابہ اسی کے ہے کہ جیسا یہی اعتقاد ہو) حالانکہ اللہ تعالیٰ اس چال کی سزا ان کو دینے والے ہیں اور (چونکہ دل میں ایمان تو ہے نہیں اور اس لئے نماز کو نہ فرض سمجھیں نہ اس میں ثواب کا اعتقاد رکھیں اس لئے) جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بہت ہی کاہلی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں (کیونکہ نشاط اعتقاد اور امید سے پیدا ہوتا ہے) صرف آدمیوں کو (اپنا نمازی ہونا) دکھلاتے ہیں (تاکہ مسلمان سمجھیں) اور (چونکہ محض نماز کی نام ہی کرنا ہے اس لئے اس نماز میں) اللہ تعالیٰ کا ذکر (زبانی) بھی نہیں کرتے مگر بہت ہی مختصر (یعنی محض تصورت نماز کی بنا لیتے ہیں جس میں نماز کا نام ہو جاوے اور عجب نہیں کہ صرف اُٹھنا بیٹھنا ہی ہوتا ہو کیونکہ جہر کی ضرورت تو بعض نمازوں میں امام کو ہوتی ہے امامت تو ان کو کہاں نصیب ہوتی مقتدی ہونے کی حالت میں اگر کوئی بالکل نہ پڑھے فقط لب ہلاتا رہے تو کسی کو کیا خبر ہو تو ایسے بداعتقادوں سے کیا بعید ہے کہ زبان بھی نہ ہلتی ہو) معلق ہو رہے ہیں دونوں کے (یعنی کفار و مؤمنین کے) درمیان میں نہ (پورے) اِدھر نہ (پورے) اُدھر (کیونکہ ظاہر میں مومن تو کفار سے الگ اور باطن میں کافر تو مومنین سے الگ) اور جس کو خدا تعالیٰ گمراہی میں ڈال دیں (جیسا ان کی عادت ہے کہ عزم فعل کے وقت اس فعل کو پیدا کر دیتے ہیں) ایسے شخص کے (مومن ہونے کے) لئے کوئی سبیل (یعنی راہ) نہ پاؤ گے (مطلب یہ کہ ان منافقین کے راہ پر آنے کی امید مت رکھو اس میں منافقین کی تشنیع ہے اور مومنین کی تسلی کہ ان کی شرارتوں سے رنج نہ کریں)

ف: جس کسل کی یہاں مذمت ہے وہ اعتقادی کسل ہے اور جو باوجود اعتقاد صحیح کے کسل ہو وہ اس سے خارج ہے پھر اگر کسی عذر سے ہو جیسا مرض و تعب و غلبۂ نوم تب تو قابل ملامت بھی نہیں اور اگر بلا عذر ہو تو قابل ملامت ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا لَّمْ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغْفِرَ لَھُمْ وَلَا لِیَھْدِیَھُمْ سَبِیْلًا روح المعانی میں ہے کہ یہ مقصود نہیں کہ اگر اخلاص کے ساتھ ایمان لاویں تب بھی مقبول نہیں۔ بلکہ مقصود اس نفی سے اس کے وقوع کا استبعاد ہے کہ بار بار ارتداد کرنے سے اور اس پر اصرار کرنے سے عادۃً قلب مسخ ہو جاتا ہے جس کے بعد اکثر ایمان کی توفیق نہیں ہوتی تاکہ اس پر مغفرت اور ہدایت طریق جنت کی مرتب ہو آہ اور اس پر قیاس کیا جاتا ہے کہ جو شخص طریق قوم کو اختیار کر کے اس سے اعراض کرے اور اس طرح بار بار اختیار اور اعراض کیا کرے اور اس کو ایک ملعبہ بنا لے تو مشاہدہ میں آیا ہے کہ اکثر ایسے شخص کو خذلان ہوتا ہے اور خیر و صلاح کی توفیق نہیں ہوتی۔ نعوذ باللہ من الحور بعد الکور (قولہ تعالیٰ) اَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَھُمُ الْعِزَّۃَ فَاِنَّ الْعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا۔ اس میں طلب وجاہ کے مذموم ہونے پر صریح دلالت ہے۔

قولہ تعالیٰ: فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَھُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہٖ اس پر دال ہے کہ مخالف طریق کے ساتھ مجالست کرنا قبیح ہے خصوص جس وقت میں وہ خلاف کا اظہار بھی کرے۔ قولہ تعالیٰ: اِذَا قَامُوْا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوْا کُسَالٰی یُرَآءُوْنَ النَّاسَ۔ کسل کا ریا کے ساتھ مقید کرنا اس پر دال ہے کہ کسی سے مراد کسل اعتقادی ہے نہ کہ کسل طبعی سو طبعی پر ملامت نہیں اور جس کو اس کی تحقیق نہیں وہ تشویش کو بڑھا لیتا ہے جس سے اس کے باطن کو مضرت پہنچتی ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قولہ فی آمنوا الثانی اور اس بار الخ اشار بہ الی فائدۃ التکرار حاصلہ الایمان سبب للمغفرۃ ولو وجد بعد الارتداد لا ان لارتداد مرۃ یکون مانعًا للایمان عن تاثیرہ ۱۲۔ ۲ قولہ فی کفروا لثانی پھر مسلمان نہ ہوئے اشارۃ ایضا الی فائدۃ التکرار حاصلہ ان المانع فی الاصل ہو عدم العود الی الایمان لا الارتداد مرۃ اخرٰی فان من ارتد الف مرۃ ثم آمن یکون مغفورًا ۱۲۔ ۳ قولہ فی لم یکن ہرگز افادہ التاکید باللام ۱۲۔ ۴ قولہ فی الذین یتخذون جن کی یہ حالت الخ فاندفع بہ ما یوہم ظاہرہ ان ہذا العذاب الالیم

باتخاذهم فانكشف القناع بهذا التقرير عن وجه فائدة هذا الوصف فافهم ۱۲۔ ۵؎ قوله تبضہ میں فاللام للملك فعندى ان هذه العزة غيرها فى قوله تعالىٰ ولله العزة ولرسوله الخ لانه اثبت كون جميعها لله تعالىٰ المستلزم نفى كونها لغيره والتفرد انما هو للعزة التى لا يصح اتصاف غيره بها وليس هو الا هذا المعنى لا العزة التى يصح اتصاف غيره بها ۱۲۔ ۶؎ قوله فى التمهيد جوکہ زیادہ موجب معصیت اشارة الى ان النهى عن القعود معهم ليس مخصوصًا بوقت الخوض هل هو مستكره مطلقًا لا بضرورة وللدلالة على هذا زاد قبل ترجمة نزول خاص کر ۱۲۔ ۷؎ قوله فى نزول عليكما ے مسلمانو اشارة الى ان الخطاب للمؤمنين ويتايد بقرائن قوية الاول قوله تعالىٰ نزل لان هذا النهى انما نزل على المؤمنين لا المنافقين لعدمهم فى مكة۔ الثانى قوله تعالىٰ كما فى الخازن انكم اذا مثلهم مرتبا للمماثلة على القعود وظاهر ان مماثلة المنافقين لا يتوقف على القعود بل هم مثلهم سواء قعدوا او لم يقعدوا الثالث التحرز عن الانتشار فى الضمائر لان ضمير الخطاب فى يتربصون بكم لا شك فى كونه للمؤمنين ۱۲۔ ۸؎ قوله فى ان اذا سمعتم جس کا حاصل یہ ہے لان هذه الالفاظ بعينها لم تنزل قبل بل هو رواية بالمعنى والخطاب فى الانعام وان كان للنبى صلى الله عليه وسلم لكن القصد الى العموم ۱۲۔ ۹؎ قوله هناك منافقين صرف غربا فلا يرد ان النفاق كيف يجتمع مع الاستهزاء الكاشف لنفاقهم ونظيره قوله تعالىٰ انؤمن كما آمن السفهاء ۱۲۔ ۱۰؎ قوله فى مثلهم یہ ممانعت اس لئے الخ اشارة الى انه تعليل للنهى عنه لان هذا لم ينزل فى الآية المكية ۱۲۔ ۱۱؎ قوله هناك گناہ میں الى قوله خصوصیت میں لان القعود مع الكفار ليس بكفر ۱۲۔ ۱۲؎ قوله فى الذين يتربصون فى الموصول اور اشارة الى كون الموصول خبر المبتدأ مقدر وهو اسهل ۱۲۔ ۱۳؎ قوله فى يتربصون تم پر افتاد اشارة الى ان تقدير الكلام هكذا يتربصون نزول الحادثة بكم ۱۲۔ ۱۴؎ قوله فى يحكم تمہارا اوران کا ففى بينكم تغليب او يقدر بينهم ۱۲۔ ۱۵؎ قوله فى هو خادعهم سزا اشارة الى تسمية جزاء الخدع خدعا مشاكلة كما فى قوله تعالىٰ وجزاء سيئة سيئة ۱۲۔ ۱۶؎ قوله فى قليلًا یعنی محض صورت الخ وهذا التفسير من اسهل التفاسير وبديعها ولم اره منقولًا ۱۲۔

۱۷؎ قوله فى بين ذلك یعنی کفار ومؤمنین والقرينة عليه هؤلاء وهؤلاء الذان اشير بهما الى المؤمنين والكافرين المذكورين فى ما قبل ۱۲۔

اللغات: نستحوذ هو الاستيلاء وهو فصيح من غير تعليل ۱۲۔ قوله مذبذبين فى القاموس رجل مذبذب ويفتح متردد بين امرين ۱۲۔

النحو: قوله لا الى هؤلاء العامل فيه صائرون او مثله۔ بين ذلك لما اشير به الى متعدد كان فى حكم المتعدد الذى يقتضيه اضافة بين ۱۲۔

البلاغة: يكفر و يستهزء لعل ايرادهما مبنيين للمفعول لعموم الفاعل من المنافقين والمجاهرين وفى اختلاف كلمتى الفتح والنصيب تعظيم لشان المؤمنين وتحقير للكافرين وان ظفر المؤمنين حرى بان يسمى فتحا بخلاف ما للكافرين فانه يزول عن قريب ۱۲۔ قوله واذا قاموا ذكر امر الصلوة بعد ذكر نفاقهم الذى كان كافيا فى تشنيعهم تفريعًا وترتيبًا للآثار على المؤثر ۱۲۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ أَتُرِيدُونَ أَنْ تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُبِينًا ﴿١٤٤﴾ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا ﴿١٤٥﴾ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا بِاللَّهِ وَأَخْلَصُوا دِينَهُمْ لِلَّهِ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١٤٦﴾ مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا ﴿١٤٧﴾

اے ایمان والو! تم مؤمنین کو چھوڑ کر کافروں کو دوست مت بناؤ کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی حجت صریح قائم کرلو۔ بلاشبہ منافقین دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقے میں جاویں گے اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پاوے گا۔ لیکن جو لوگ توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں اور اللہ تعالیٰ پر وثوق رکھیں اور اپنے دین کو خالص اللہ کے لئے کیا کریں تو یہ لوگ مؤمنین کے ساتھ ہوں گے اور مؤمنین کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ تم کو سزا دے کر کیا کریں گے اگر تم سپاس گزاری کرو اور ایمان لے آؤ اللہ تعالیٰ بڑی قدر کرنے والے خوب جاننے والے ہیں۔ ۞

تفسیر ربط: آگے تتمہ ہے مضمون ممانعت خصوصیت وتعلق رکھنے کا کفار سے جو کہ آیت قَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ کا مدلول تھا۔

حکم بست وششم نہی از موالات کفار: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ أَتُرِيدُونَ أَنْ تَجْعَلُوا

لِلّٰهِ عَلَیۡکُمۡ سُلۡطٰنًا مُّبِیۡنًا اے ایمان والو! تم مومنین کو چھوڑ کر کافروں کو (خواہ منافق ہوں خواہ مجاہر ہوں) دوست مت بناؤ (جیسا منافقین کا شیوہ ہے کیونکہ تم کو ان کی حالت کفر و عداوت کی معلوم ہو چکی) کیا تم (ان سے دوستی کر کے) یوں چاہتے ہو کہ اپنے اوپر (یعنی اپنے مجرم و مستحق عذاب ہونے پر) اللہ تعالیٰ کی حجت صریح قائم کرلو (حجت صریحہ یہی ہے کہ ہم نے جب منع کر دیا تھا پھر کیوں کیا۔ **ف**: تحقیق احکام موالات و مدارات کی آل عمران کے رکوع سوم کے آخر میں گزر چکی ہے۔

ربط: ویر منافقین کے قبائح و شنائع کا بیان مقصود تھا گو ایک مضمون کے ضمن میں ان کی سزائے جہنمیت کا بھی مذکور آ گیا تھا آگے ان کی سزا کا بیان مقصود ہے اور چونکہ بیان سزا کا اثر فی نفسہ یہ ہے کہ سلیم المزاج آدمی کو خوف پیدا ہو جاتا ہے جو سبب ہو جاتا ہے توبہ کا اس لئے سزا سے تائبین کا استثناء اور ان کی جزائے نیک کا بیان بھی فرمایا۔

سزائے منافقین و جزائے تائبین: اِنَّ الۡمُنٰفِقِیۡنَ فِی الدَّرۡكِ الۡاَسۡفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ (الی قولہ تعالی) وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيۡمًا ۞ بلاشبہ منافقین دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقہ میں جاویں گے اور (اے مخاطب) تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پاوے گا (جو ان کو اس سزا سے بچا سکے) لیکن (ان میں سے) جو لوگ (نفاق سے) توبہ کرلیں اور (مسلمانوں کے ساتھ جو ان کے ایذا رساں معاملات تھے ان کی) اصلاح کرلیں (یعنی پھر ایسی باتیں نہ کریں) اور (کفار سے جو بغرض ان کی پناہ میں رہنے کے دوستی کرتے ہیں اس کو چھوڑ کر) اللہ تعالیٰ پر وثوق اور توکل رکھیں) اور (یا چھوڑ کر) اپنے دین (کے اعمال) کو خالص اللہ ہی (کی رضا) کے لئے کیا کریں (غرض اپنے عقائد کی معاملات کی اخلاق باطنی کی اعمال کی سب کی درستی کرلیں) تو یہ (تائب) لوگ (ان) مومنین کے ساتھ (درجات جنت میں) ہوں گے (جو کہ پہلے سے کامل ایمان رکھتے ہیں) اور (ان) مومنین کو اللہ تعالیٰ (آخرت میں) اجر عظیم عطا فرماویں گے (پس جب یہ مومنین کے ساتھ ہوں گے تو ان کو بھی اجر عظیم ملے گا اور اے منافقو) اللہ تعالیٰ تم کو سزا دے کر کیا کریں گے اگر تم (ان نعمتوں کی جو تم پر ہیں) سپاس گزاری کرو اور (اس سپاس گزاری کا طریقہ ہمارا پسندیدہ یہ ہے کہ تم) ایمان لے آؤ (یعنی خدا تعالیٰ کا کوئی کام انکا نہیں پڑا جو تم کو سزا دینے سے چل جاوے صرف تمہارا کفر جو اشد درجہ کا کفران نعمت ہے سبب ہے تمہارے عقوبت کا اگر اس کو چھوڑ دو تو پھر رحمت ہی رحمت ہے) اور اللہ تعالیٰ (تو خدمت کی) بڑی قدر کرنے والے (اور خدمت گزار کے خلوص وغیرہ کو) خوب جاننے والے ہیں۔ (پس جو شخص اطاعت و اخلاص سے رہے اس کو بہت کچھ دیتے ہیں)

ف: توبہ کے ساتھ جو اصلاح و اعتصام و اخلاص کو اضافہ فرمایا جو تفسیر احقر نے اختیار کی ہے اس کے اعتبار سے یہ قیدیں معیت تامہ مومنین کے لئے ہیں کیونکہ ان کا اخلال گناہ ہے جس میں معیت ناقص ہو جاتی ہے اور اگر ایسی تفسیر کی جاوے کہ ان سب کا حاصل مفہوم ایمان ہی ہو تو یہ قیدیں نفس معیت یعنی نجات کی قید موقوف علیہ ہوگی فقط۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله في** يٰاَيها الذين امنوا اے ایمان والو فالكلام على الحقيقة وضعف ما فسر به بعضهم من كون الخطاب بالمنافقين ۱۲۔ ۲؎ **قوله في** لا تتخذوا جیسا منافقین کا اشارة الى نكتة خطاب المؤمنين اثر ذكر المنافقين من نهيهم عن التشبه بالمنافقين ۱۲۔ ۳؎ **قوله في** التمهيد ضمن میں في قوله تعالى جامع المنافقين والكافرين المقصود به اثبات المماثلة بينهم ۱۲۔ ۴؎ **قوله في** بعذابكم اے منافقو بقرينة آمنتم ۱۲۔ ۵؎ **قوله في** آمنتم سپاس گزاری کا طریقہ اشار الى كون العطف تفسيريا ۱۲۔

اللغات: الدرك كالدرج لكن الاول هبوطا والثاني صعودا وظاهر الآية حملها على الحقيقة ولا استبعاد في كونها ذات طبقات ۱۲۔

النحو: الا الذين تابوا استثناء من منصوب ان قوله يؤت مرفوع لكنه لم تكتب الياء لسقوطها بالتقاء الساكنين فكان رسل الخط تابعا للتلفظ۔ قوله بعذابكم الباء سببية اى ماذا يفعل الله من التشفي لغيظه واستجلاب نفع او استدفاع ضر بسبب عذابكم حاشا عن ذلك ۱۲۔

البلاغة: قوله تعالى الا الذين تابوا الخ فيه صنعة المقابلة فالتوبة مقابل للايمان والاصلاح مقابل لمعاملتهم مع المسلمين والاعتصام بمعنى الوثوق كما في الروح مقابل لاتخاذهم الكفار اولياء والاخلاص مقابل لريائهم المذكور في يراء ون وكونهم مع المؤمنين في الجنة مقابل لكونهم في الدرك الاسفل۔ قوله شكرتم وامنتم زاد الشكر مع كون الايمان كافيا لان كون الشكر حسنا عقليا اظهر ففيه تقريب الايمان الى ذهنهم ۱۲۔

فائدتان: الاولى حكم بكون المنافقين في الدرك الاسفل بعد كون الجميع مجتمعين في النار والوجه ان النار اسم للمجموع فصح الحكمان الثانية ما معنى كون التائبين مع المؤمنين مع كونهم مؤمنين ۔ والجواب ان المعية في الدرجات لا في نفس الايمان ويفهم هذا من ترجمتي ۱۲۔

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ۝ اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ ع ۲۱ يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۝

اللہ تعالیٰ بری بات زبان پر لانے کو پسند نہیں کرتے بجز مظلوم کے۔ اللہ تعالیٰ سنتے ہیں خوب جانتے ہیں۔ اگر نیک کام علانیہ کردیا اس کو خفیہ کرو یا کسی برائی کو معاف کردو تو اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے ہیں پوری قدرت والے ہیں۔ جو لوگ کفر کرتے ہیں اللہ کے ساتھ اور اس کے رسولوں کے ساتھ اور یوں چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق رکھیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعضوں پر تو ایمان لاتے ہیں اور بعضوں کے منکر ہیں اور یوں چاہتے ہیں کہ بین بین ایک راہ تجویز کریں۔ ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں اور کافروں کے لئے ہم نے اہانت آمیز سزا تیار کررکھی ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے سب رسولوں پر بھی اور ان میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ ضرور ان کو ثواب دیں گے اور اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت والے ہیں بڑے رحمت والے ہیں۔ آپ سے اہل کتاب یہ درخواست کرتے ہیں کہ آپ ان کے پاس ایک خاص نوشتہ آسمانی منگوادیں سو انہوں نے موسیٰ سے اس سے بھی بڑی بات کی درخواست کی تھی اور یوں کہا تھا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کو کھلم کھلا دکھلا دو جس پر ان کی اس گستاخی کے سبب ان پر کڑک بجلی آپڑی پھر انہوں نے گوسالہ کو تجویز کیا تھا۔ بعد اس کے کہ بہت سے دلائل ان کو پہنچ چکے تھے۔ پھر ہم نے اس سے درگزر کردیا تھا اور موسیٰ کو ہم نے بڑا رعب دیا تھا۞

تفسیر ربط: اوپر منافقین و کفار کے احوال میں ان کا مسلمانوں کے ساتھ عداوت کرنا مذکور تھا چونکہ عداوت میں اکثر ایذا رسانی کی نوبت بھی آتی رہتی ہے اور جس کو ایذا پہنچتی ہے اکثر اس کی زبان سے شکایت حکایت بھی نکل جاتی ہے اس مناسبت سے آگے اس کے جواز و ناجواز کی تحقیق مع فضیلت عفو کے فرماتے ہیں۔

حکم بست و ہفتم تحقیق جواز و ناجواز شکایت و فضل عفو: لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ (الی قولہ تعالیٰ) فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا اللہ تعالیٰ بری بات زبان پر لانے کو (کسی کے لئے) پسند نہیں کرتے بجز مظلوم کے (کہ اپنے ظالم کی نسبت کچھ حکایت شکایت کرنے لگا تو وہ گناہ نہیں) اور اللہ تعالیٰ (مظلوم کی) بات خوب سنتے ہیں (اور ظالم کے ظلم کی حالت) خوب جانتے ہیں (اس میں اشارہ ہے کہ مظلوم کو خلاف واقع کہنے کی اجازت نہیں اور ہر چند کہ ایسی شکایت جائز تو ہے لیکن) اگر نیک کام علانیہ کردیا اس کو خفیہ کرو (جس میں معاف کرنا بھی آ گیا) یا (بالخصوص) کسی (کی) برائی کو معاف کردو تو (زیادہ) افضل ہے کیونکہ) اللہ تعالیٰ (بھی) بڑے معاف کرنے والے ہیں۔ (باوجودیکہ پوری قدرت والے ہیں (کہ اپنے مجرموں سے ہر طرح انتقام لے سکتے ہیں مگر پھر بھی اکثر معاف ہی کردیتے ہیں پس اگر تم ایسا کرو تو اول تو تخلق باخلاق الٰہیہ ہے پھر تمہارے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرنے کی امید ہوگی) ف: نفی و استثناء سے جو حصر ہوا ہے یہ حصر اضافی ہے اس شخص کے اعتبار سے جو بلا کسی مصلحت معتبرہ شرعیہ کے دوسرے کی شکایت کرے حصر حقیقی نہیں کیونکہ سوا ظالم کے اور بھی بعض کی برائی کا اظہار جائز ہے مثلاً وہ شخص جس سے کوئی دینی یا دنیوی مضرت پہنچنے کا اندیشہ ہو اس کے حال سے لوگوں کو مطلع کردینا درست بلکہ واجب ہے۔ خلاصہ مسئلہ کا یہ ہے کہ بلا مصلحت و ضرورت کے کسی کی عیب گوئی جائز نہیں۔

ربط: یہاں تک منافقین کا بیان ہوچکا کفار میں ایک فرقہ یہود کا ہے آگے ان کا بیان ہوتا ہے۔ اس تقسیم کا بیان آیت بشر المنفقین اور اس سے پہلے دو آیتوں کی تمہید میں دیکھ لیا جاوے۔ سو یہود کے چند قبائح کا اس جگہ ذکر ہوتا ہے۔

ذم اول یہود: اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ (الی قولہ تعالیٰ) وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا جو لوگ کفر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ (جیسا ان کے عقیدہ و قول آئندہ سے صاف لازم آتا ہے) اور (کفر کرتے ہیں) اس کے رسولوں کے ساتھ (یعنی بعض کے ساتھ تو صراحۃً کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام و حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی نبوت کے منکر تھے اور کل کے ساتھ لزوماً جیسا آگے آتا ہے) اور یوں چاہتے ہیں کہ اللہ کے اور اس کے رسولوں کے درمیان میں (باعتبار ایمان لانے کے) فرق رکھیں اور (اپنے اس عقیدہ کو زبان سے بھی) کہتے ہیں کہ ہم (پیغمبروں میں سے) (بعضوں پر تو ایمان لاتے ہیں اور بعضوں کے منکر ہیں (اس قول اور اس عقیدہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی کفر لازم آگیا اور سب رسولوں کے ساتھ بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اور ہر رسول نے سب رسولوں کو رسول کہا ہے جب بعض کا انکار ہوا تو اللہ تعالیٰ کے اور بقیہ رسولوں کی تکذیب ہوگئی جو کہ ضد ہے تصدیق اور ایمان کی) اور یوں چاہتے ہیں کہ بین بین ایک راہ تجویز کریں (کہ نہ سب پر ایمان ہے جیسے مسلمان سب پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ سب کا انکار ہے جیسا مشرکین کرتے تھے سو) ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں (کیونکہ کفر بالبعض بھی کفر ہے اور ایمان اور کفر کے درمیان کوئی واسطہ نہیں جب ایمان بالجمیع نہ ہوا تو کفر ہی ہوا) اور کافروں کے لئے ہم نے اہانت آمیز سزا تیار کر رکھی ہے (وہی ان کے لئے بھی ہوگی) اور جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے سب رسولوں پر بھی اور ان میں سے کسی میں (ایمان لانے کے اعتبار سے) فرق نہیں کرتے ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ ضرور ان کے ثواب دیں گے اور (چونکہ) اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت والے ہیں (اس لئے ایمان لانے سے پہلے جتنے گناہ ہو چکے ہیں سب بخش دیں گے اور چونکہ وہ) بڑے رحمت والے ہیں (اس لئے ایمان کی برکت سے ان کے حسنات کو مضاعف کر کے خوب ثواب دیں گے) **ف**: بعض مفسرین نے اس آیت کو یہود و نصاریٰ دونوں کی شان میں کہا ہے کیونکہ نصاریٰ رسول اللہ ﷺ کو نہیں مانتے اخرجہ عبد بن حمید و ابن جریر عن قتادۃ لیکن سیاق و سباق میں یہود کا ذکر مقتضی اس کو ہے کہ آیت کا شان یہود میں ہونا زیادہ مہتم بالشان ہو گو تبعاً نصاریٰ بھی عموم لفظ میں داخل ہو جاویں۔

ربط: اوپر یہود کی مذمت تھی آگے اور مذمت ہے۔

ذم دیگر یہود: يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ (الی قولہ تعالی) وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا (اے محمد ﷺ) آپ سے اہل کتاب (یہود) یہ درخواست کرتے ہیں کہ آپ ان کے پاس ایک خاص نوشتہ آسمان سے منگوا دیں سو (آپ ان لوگوں سے) اس کو عجیب نہ سمجھئے کیونکہ یہ فرقہ ایسا معاند ہے کہ) انہوں نے (یعنی اس فرقہ میں جو اس وقت تھے) موسیٰ علیہ السلام سے اس سے بھی بڑی بات کی درخواست کی تھی اور یوں کہا تھا کہ ہم کو اللہ تعالیٰ کو کھلم کھلا (بلا حجاب) دکھلا دو جس پر ان کی گستاخی کے سبب ان پر کڑک بجلی آ پڑی پھر (اس سے بڑھ کر ان کی یہ حرکت ہو چکی ہے کہ) انہوں نے گوسالہ کو (پرستش کیلئے) تجویز کیا تھا بعد اس کے کہ بہت سے دلائل (تعیین حق و باطل کے) ان کو پہنچ چکے تھے۔ (مراد ان دلائل سے معجزات ہیں موسیٰ علیہ السلام کے جن میں سے غرق فرعون تک بہتوں کا مشاہدہ ہو چکا تھا) پھر ہم نے اس سے درگزر کر دیا تھا اور موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے بڑا رعب دیا تھا۔ (اس رعب پر اور ہمارے درگزر اور عنایت پر ان لوگوں کی یہ کیفیت تھی کہ نہ عنایت سے متاثر ہوتے تھے اور نہ رعب سے) **ف**: روح المعانی میں ہے ابن جریر نے ابن جریج سے روایت کی ہے کہ یہود نے حضور ﷺ سے (براہ عناد) یہ درخواست کی کہ ہم آپ سے جب بیعت کریں کہ ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نوشتہ اس مضمون کا آوے کہ از جانب خدا تعالیٰ بنام فلاں یہودی آنکہ محمد ﷺ رسول ہیں اسی طرح ہر ہر یہودی کے نام یہ خطوط ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی تسلی فرمائی ہے کہ یہ لوگ ہمیشہ سے ایسی جہالتیں کرتے آئے ہیں آپ دل شکستہ نہ ہوں۔ اور رویت الٰہیہ کی درخواست اس سے بڑھ کر اس لئے ہے کہ کتب الٰہیہ تو دنیا میں نازل ہوتی آئی ہیں گو غیر انبیاء علیہم السلام کے پاس نہیں آئیں جیسا وہ چاہتے تھے مگر رویت الٰہیہ تو دنیا میں کبھی واقع ہی نہیں ہوئی اور عبادت عجل اس سے بڑھ کر اس لئے ہے کہ رویت الٰہیہ گو دنیا میں نہیں ہوئی مگر آخرت میں تو بعض کو ہوگی لیکن غیر اللہ کا معبود ہونے کے قابل ہونا محالات عقلیہ سے ہے کہ کسی مکان و زمان میں وقوع ہی نہیں ہو سکتا اور یہ قصہ عبادت عجل کا مشہور روایات میں اس سوال رویت سے پہلے ہو چکا تھا لیکن یہاں لفظ پھر کا جو کہ ترجمہ ثم کا ہے تاخر زمانی کے لئے نہیں بلکہ استبعاد کے لئے ہے جیسا لفظ بڑھ کر سے ظاہر ہے اور ان قصوں کی تفصیل یعنی سوال رویت اور اخذ صاعقہ اور اتخاذ عجل اور عفو کی اور اسی طرح بعض قصص مذکور فیما بعد کی جیسے رفع طور اور دخول باب اور اعتداء فی السبت اور قتل انبیاء علیہم السلام اور ان کے میثاق اور ان کے مقولہ قلوبنا غلف کی تفصیل و تفسیر پارہ الم کے ربع ثانی و ثالث میں مذکور ہو چکی ہے اس لئے یہاں اعادہ نہیں کیا گیا اور بعض اقوال متعلقہ عیسیٰ علیہ السلام اور مریم علیہا السلام کا ذکر مجملاً سورۂ آل عمران پارہ تلک الرسل کے ربع رابع پر آ چکا ہے اور کچھ تفصیل آگے آ جاوے گی۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ (مع قولہ تعالی) اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا۔ پہلی آیت جواز انتقام پر دال ہے کہ شکایت بھی اس کی ایک فرد ہے اور دوسری آیت صبر اور عفو کے محبوب ہونے پر دال ہے اور اول ضعفاء کی شان ہے اور اس میں یہ مصلحت ہے کہ قلب کینہ سے صاف ہو جاتا ہے اور دوسری شان ہے اہل ہمت اور اس میں مصلحت عروج الی القرب ہے۔ قولہ تعالیٰ: يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ اس میں قیاساً اس شخص کی ذم پر دلالت ہے جو افاضہ برکات سماویہ کو شیخ کے اختیار میں سمجھ کر اس سے درخواست کرے۔ قولہ تعالیٰ: فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً اس میں اس شخص پر انکار ہے جو نشاۃ دنیویہ میں وقوع رویت کا اعتقاد رکھے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قوله فی الجهر زبان پر لانے اشار الی ان المراد ههنا الاظهار وان لم یکن برفع صوت کذا فی الروح۱۲۔ ۲؎ قوله فی الا من ظلم حکایت شکایت اشار الیٰ حذف المضاف ای جهر من ظلم بالسوء۱۲۔ ۳؎ قوله هناك گناہ نہیں اشارة الی ان عدم الحب کنایة عن البغض۱۲۔ ۴؎ قوله فی سمیعا مظلوم کی بات اشارة الیٰ نکتة التخصیص لان القول نسب الی المظلوم وفعل الظلم الی الظالم۱۲۔ ۵؎ قوله فی تبدوا معاف کرنا بھی اشارة الیٰ ان المقصود هو العفو المذکور فیما بعد وانما ذکر الابداء والاخفاء توطیته کما ینبئ عنه قوله تعالیٰ عفوا قدیرا فان ایراد العفو فی معرض جواب الشرط یدل علی ان العمدة العفو مع القدرة ولو کان الابداء والاخفاء ایضا مقصودا بالشرط لم یحسن الاقتصار فی الجزاء علی کونه تعالیٰ عفوا قدیرا کذا فی الروح۱۲۔ ۶؎ قوله فی توضیح عفوا اکثر لانه قد یوقع الانتقام ایضا۱۲۔ ۷؎ قوله فی یکفرون جیسا ان کے عقیده الخ افاد به امور الاول ان المقصود فی الکلام هو ما صرحوا به من قولهم نؤمن الخ وذکر الکفر بالله والرسول لکونه لازمًا من قولهم وذکر الارادة الاولیٰ لکونه منشأً لهذا القرآن فان العقد اصل والقول فرع والارادة الثانیة تفریع علی القول وهذا هو وجه الارتباط بین هذه الاجزاء والثانی ما افاده بلفظ لازم انهم لم تیفوهوا بالکفر بالله۔ والثالث ما افاده بلفظ صاف ان هذا للازم بین کالملتزم فلا یرد ان اللازم غیر الملتزم کما اذا قلت زید قائم ویقول مخاطبك انه لیس بقائم ویصر علی ذلك لا شك ان هذا کقوله لك انك کاذب لا یرتاب فیه احد۱۲۔ ۸؎ قوله فی بین ذلك بیچ بیچ حذف المضاف الیه اتباعًا للمحاورة ودلالة للقرینة والمشار الیه بذلك هو الکفر والایمان بتاویل ما ذکر۱۲۔ ۹؎ قوله فی اولئك هم سو اشارة الیٰ کونه خبرا لان۱۲۔ ۱۰؎ قوله فی سوف ضرور کما فی الروح ان الاتیان بسوف لتاکید الموعود والدلالة علی انه کائن لا محالة وان تاخر لا الاخبار بانه متاخر الی حین وایده بکلام الزمخشری۱۲۔ ۱۱؎ قوله فی کتاباً خاص فالتنوین للتنویع۱۲۔ ۱۲؎ قوله فی تنزل منگوادیں اشارة الی ان الاسناد الی السبب ۱۲۔ ۱۳؎ قوله فی فقد عجیب نہ سمجھے۔ اشارة الی وجه تقدیر الکلام هکذا فلا تستکبره عنهم لانهم من عنادهم علی درجة قصوی حیث سألوا الخ فالفاء سببیة للنهی عن الاستکبار ولعنادهم۱۲۔ ۱۴؎ قوله فی اکبر بڑی بات اشارة الیٰ تقدیر موصوف ای شیئاً او سوالاً۱۲۔ ۱۵؎ قوله فی ثم اس سے بڑھ کر فالتراخی للاستبعاد لان المشهور والظاهر تقدم الاتخاذ علی سوال الرؤیة والله اعلم۱۲۔ ۱۶؎ قوله فی سلطانا رعب کما فی قوله نجعل لکما سلطانا فلا یصلون الیکما۱۲۔

الروایات: فی الروح اخرج ابن جریر عن مجاهد ان رجلا ضاف قومًا فلم یطعموه فاشتکاهم فعوتب علیه (ای من الناس) فنزلت اه ولعل هذه الضیافة کانت واجبة لمقتضٍ وانت تعلم ان العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب ای فالآیة عام فی کلٍ من ظلم وفی الخازن عن مقاتل نزلت فی ابی بکر الصدیقؓ نال رجل منه والنبی صلی الله علیه وسلم حاضر فسکت عنه ابو بکر مراراً ثم رد علیه فقام النبی صلی الله علیه وسلم فقال ابوبکر یارسول الله ﷺ شتمنی فلم تقل له شیئا حتی اذا رددت علیه قمت قال ان ملکا کان یجیب عنك فلما رددت علیه ذهب الملك وجاء الشیطان فقمت ونزلت هذه الآیة آه قلت اما القصة فمذکور فی الصحاح واما کونها سببا للنزول فلم اظفر بسنده ولو ثبت لکان الصق بقوله تعالیٰ ان تبدوا خیرًا الخ فیکون المقصود بالنزول تقریر ما قاله صلی الله علیه وسلم من ایثار العفو والله اعلم۱۲۔

النحو: جهرة صفة لمصدر محذوف هو الرؤیة لا الا رائة فیقال ارنا الله حتی نراه رؤیة جهرة۱۲۔

البلاغۃ: یؤتیهم فیه التفات عن التکلم فی اعتدنا۱۲۔

ف: ذم الیهود علی ما صدر عن اسلافهم لان المقصود ذم هذا انواع للاتحادهم فی الوتیرة والسیرة وقد سبق هذا منا مرارا فی المتن۱۲۔

وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّورَ بِمِيثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوا فِي السَّبْتِ وَ

أَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيثَاقًا غَلِيظًا ۝ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِآيَاتِ اللَّهِ وَقَتْلِهِمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ

قُلُوبُنَا غُلْفٌ ۚ بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلَىٰ مَرْيَمَ بُهْتَانًا

عَظِيمًا ۝ وَّقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَإِنَّ

الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۝

اور ہم نے ان لوگوں سے قول وقرار لینے کے واسطے کوہ طور کو اٹھا کر ان کے اوپر معلق کر دیا تھا اور ہم نے ان کو یہ حکم دیا تھا کہ دروازہ میں عاجزی سے داخل ہونا اور ہم نے ان کو یہ حکم دیا تھا کہ یوم ہفتہ کے بارے میں تجاوز مت کرنا اور ہم نے ان سے قول وقرار نہایت شدید لئے۔ سو ہم نے سزا میں مبتلا کیا ان کی عہد شکنی کی وجہ سے اور ان کے کفر کی وجہ سے احکام الٰہیہ کے ساتھ اور ان کے قتل کرنے کی وجہ سے انبیاء کو ناحق اور ان کے اس مقولہ کی وجہ سے کہ ہمارے قلوب محفوظ ہیں بلکہ ان کے کفر کے سبب ان قلوب پر اللہ تعالیٰ نے بند لگا دیا ہے۔ سو ان میں ایمان نہیں مگر قدرے قلیل اور ان کے کفر کی وجہ سے اور حضرت مریم پر ان کے بڑا بھاری بہتان دھرنے کی وجہ سے اور ان کے اس کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم کو جو کہ رسول ہیں اللہ تعالیٰ کے قتل کر دیا حالانکہ انہوں نے نہ ان کو قتل کیا اور نہ ان کو سولی پر چڑھایا لیکن ان کو اشتباہ ہو گیا اور جو لوگ ان کے بارہ میں اختلاف کرتے ہیں وہ غلط خیال میں ہیں ان کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں تخمینی باتوں پر عمل کرنے اور انہوں نے ان کو یقینی بات ہے کہ قتل نہیں کیا۔ بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ تعالیٰ بڑے زبردست حکمت والے ہیں اور کوئی شخص اہل کتاب سے نہیں رہتا مگر وہ عیسیٰ کی اپنے مرنے سے پہلے ضرور تصدیق کر لیتا ہے اور قیامت کے روز وہ ان پر گواہی دیں گے ۝

تفسیر ربط: اوپر یہود کے بعض جہالات وعناد کا بیان تھا آگے بعض اور جہالات کا بیان ہے جس سے ان کی تشنیع بھی مقصود ہے اور رسول اللہ ﷺ کی اور زیادہ تسلی بھی منظور ہے اور اس مزید فائدہ سے ان قصص میں تکرار نہ رہا۔

بعض احوال واقوال جہالت یہود: وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ (الی قولہ تعالی) فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ اور ہم نے ان لوگوں سے (توراۃ پر عمل کرنے کے) قول وقرار لینے کے واسطے کوہ طور کو اٹھا کر ان کے اوپر (محاذات میں) معلق کر دیا تھا اور ہم نے ان کو یہ حکم دیا تھا کہ دروازہ میں عاجزی سے داخل ہونا اور ہم نے ان کو یہ حکم دیا تھا کہ یوم ہفتہ کے بارہ میں (جو حکم تم کو ملا ہے کہ اس میں شکار نہ کریں اس میں حد شرع سے) تجاوز مت کرنا اور (اس کے علاوہ اور بھی) ہم نے ان سے قول وقرار نہایت شدید لئے (جس کا بیان وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ میں مذکور ہے لیکن ان لوگوں نے باوجود اس قدر اہتمام کے پھر اپنے عہدوں کو توڑ ڈالا) سو ہم نے (ان کی ان حرکتوں کی وجہ سے) سزائے (لعنت وغضب وذلت ومسخ وغیرہ) میں مبتلا کیا (یعنی) ان کی عہد شکنی کی وجہ سے اور ان کے کفر (وانکار) کی وجہ سے احکامِ الٰہیہ کے ساتھ اور ان کے قتل کرنے کی وجہ سے انبیاء (علیہم السلام) کو (جو کہ ان کے نزدیک بھی) ناحق (تھا) اور ان کے اس مقولہ کی وجہ سے کہ ہمارے قلوب (ایسے) محفوظ[1] ہیں (کہ ان میں مخالف مذہب کا کہ اسلام ہے اثر نہیں ہوتا تو مذہب پر ہم خوب پختہ ہیں۔ حق تعالیٰ اس پر ردفرماتے ہیں کہ یہ مضبوطی اور پختگی نہیں ہے) بلکہ ان کے کفر کے سبب ان کے قلوب پر اللہ تعالیٰ نے بند لگا دیا ہے (کہ حق بات کی ان میں تاثیر نہیں ہوتی) سو ان میں ایمان نہیں مگر قدرے قلیل (اور قدرِ قلیل ایمان مقبول نہیں پس کافر ہی ٹھہرے) **ف**: نقض میثاق میں سب مابعد کا مضمون داخل ہے لیکن زیادہ تشنیع کے لئے سب معاملات کو الگ الگ بھی بیان فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کا یہ معاملہ ہے کہ ان کے احکام کے منکر ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ یہ برتاؤ ہے کہ ان کی تکذیب سے گزر کر قتل کرتے تھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ یہ معاملہ ہے کہ آپ کے سامنے اپنے حق پر ہونے کے مدعی ہیں۔ اور یہ سب اقسام کفر کے ہیں۔

ربط: اوپر یہود کے لعن وغیرہ کے کچھ وجوہ بیان فرمائے ہیں بعض وجوہ آگے مذکور ہیں۔

تتمہ سابق: وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا (الی قولہ تعالی) وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا۔ اور[1] (ہم نے ان کو سزائے لعنت وغیرہ میں ان وجوہ سے بھی مبتلا کیا یعنی) ان کے (ایک خاص[2]) کفر کی وجہ سے اور (تفصیل[3] اس کی یہ ہے کہ) حضرت مریم علیہا السلام پر ان کے بڑا بھاری بہتان دھرنے کی وجہ سے (جس سے) تکذیب عیسیٰ علیہ السلام کی بھی لازم آتی ہے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام اپنے معجزہ سے ان کی برأت ظاہر فرما چکے ہیں) اور[4] (نیز بطور تفاخر کے) ان کے اس کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم کو کہ رسول ہیں اللہ تعالیٰ کے قتل کر دیا (یہ کہنا دلیل ہے عداوت کی اور عداوت انبیاء کے ساتھ کفر ہے نیز اس میں دعویٰ ہے قتل کا اور قتل نبی کفر ہے اور دعویٰ کفر کا بھی کفر ہے) حالانکہ (علاوہ کفر ہونے کے خود دعویٰ بھی غلط ہے کیونکہ) انہوں نے (یعنی یہود نے) نہ ان کو (عیسیٰ علیہ السلام کو) قتل کیا اور نہ اُن کو سولی چڑھایا لیکن ان کو (یعنی یہود کو) اشتباہ[5] ہو گیا اور جو لوگ (اہل کتاب میں سے) ان کے (یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے) بارہ[6] میں اختلاف کرتے ہیں وہ غلط[7] خیال میں (مبتلا) ہیں ان کے پاس اس پر کوئی (صحیح) دلیل (موجود) نہیں[8] بجز تخمینی باتوں پر عمل کرنے کے اور انہوں نے (یعنی یہود نے) ان کو (یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو) یقینی[9] بات ہے کہ قتل نہیں کیا (جس کا وہ دعویٰ کیا کرتے ہیں) بلکہ ان کو خدا تعالیٰ نے اپنی طرف (یعنی آسمان[10] پر) اُٹھا لیا (اور ایک اور شخص کو ان کا ہم شکل بنا دیا اور وہ مصلوب ومقتول ہوا اور یہی سبب ہوا یہود کے اشتباہ کا اور اس اشتباہ[11] سے اہل کتاب میں اختلاف پیدا ہو

گیا) اور اللہ تعالیٰ بڑے زبردست (یعنی قدرت والے) حکمت والے ہیں (کہ اپنی قدرت وحکمت سے عیسیٰ علیہ السلام کو بچالیا اور اٹھالیا اور یہود کو بوجہ تشبیہ کے پتہ بھی نہ لگا) اور (یہود کو اپنا کذب و بطلان انکار نبوتِ عیسویہ میں بہت جلد دنیا ہی میں ظاہر ہو جاتا ہے کیونکہ وقت نزول آیت سے لے کر کسی زمانہ میں) کوئی شخص اہل کتاب (یعنی یہودؔ میں) سے (باقی) نہ رہے گا مگر وہ عیسیٰ علیہ السلام (کی نبوت) کی اپنے مرنے سے (ذرا) پہلے (جبکہ عالم برزخ نظر آنے لگتا ہے) ضرور تصدیق کرلے گا (گو اس وقت کی تصدیق نافع نہیں مگر ظہور بطلان کے لئے تو کافی ہے تو اس سے اگر اب ہی ایمان لے آویں تو نافع ہو جاوے) اور (جب دُنیا اور برزخ دونوں ختم ہوچکیں گی یعنی) قیامت کے روز وہ (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) ان (منکرین کے انکار پر) گواہی دیں گے۔

ف: عیسیٰ علیہ السلام کے رفع کے متعلق بحث اور اہل کتاب کے اقوال مختلفہ کا بیان پارہ **تِلْكَ الرُّسُلُ** کے تین پاؤ پر اور انبیاء کا گواہی دینا پارہ **وَالْمُحْصَنٰتُ** کے اول سے ذرا آگے آیت **فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا** میں اور قربِ موت میں ایمان نافع نہ ہونا پارہ لن تنالوا کے اخیر کے قریب مذکور ہو چکا ہے ضرور ملاحظہ کرلیا جاوے۔ اور حیات وموت عیسویہ کی بحث میں کتاب سیف چشتیائی قابل مطالعہ ہے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کے نام کے ساتھ جو رسول اللہ آیا ہے یہ یہود کا قول نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے بڑھادیا ہے کہ دیکھو ایسے کی نسبت ایسا کہتے ہیں **فهو من الحكاية لا المحكي عنه**۔ **ف**: **ليؤمنن** میں جو حکم مستقبل لیا گیا ہے وہ وقوع کے وقت حال ہو جاتا ہے پس یہ دونوں تو مدلول آیت کے ہو گئے اور ماضی اس میں مسکوت عنہ ہے مگر بوجہ عدم فارق اس میں بھی یہی حکم ایمان بعیسیٰ کا ثابت ہوگا۔

الحواشی: (۱) **انظر ما مر في الحاشية على نظيره في سورة البقرة**؎۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله في بميثاقهم** لینے کے واسطے **فالباء افادت معنى اللام كما في الكبير لاجل ان يعطوا الميثاق**؎۔ ۲ **قوله في ميثاقها غليظا** اس کے علاوہ اور بھی **افاد به التغاير بين الميثاقين بالخصوص والعموم**؎۔ ۳ **قوله في فبما نقضهم** سو ہم نے سزا میں الخ **اشارة الى حذف العامل المذكور في آية اخرى فبما نقضهم ميثاقهم لعناهم الخ وكل من اللعنة والغضب والذلة والمسكنة والمسخ اى جعلهم القردة والخنازير مذكور في آيات من القرآن او للعن يشمل الجميع فلا يرد ان العامل لعناهم وانت ذكرت معه غيره**؎۔ ۴ **قوله في لا يؤمنون** مقبول نہیں **لانه ايمان لغوى لا شرعى**؎۔ ۵ **قوله قوله في وبكفرهم** اور ہم نے الخ **اشارة الى عطفه على فبما نقضهم**؎۔ ۶ **قوله هناك** خاص کفر **ليحصل التغاير بينه وبين السابق كالخاص مع العام**؎۔ ۷ **قوله هناك** تفصیل **اشار الى كون العطف تفسيريا**؎۔ ۸ **قوله في قولهم انا** اور نیز **اشارة الى عطفه على قولهم لا على كفرهم لانه ايضا تفسير للكفر كقولهم الاول**؎۔ ۹ **قوله في صلبوه** چڑھایا **لم يقل** سولی دیا **لان الاول لدلالة على الصورة فيه مبالغة اقتضاها المقام والا لكفى نفى القتل الذى البتوه**؎۔ ۱۰ **قوله في شبه** اشتباہ **فالمسند اليه هو الحدث اى وقع التشبيه لهم كذا في الكشاف**؎۔ ۱۱ **قوله في فيه** بارہ میں **اشارة الى حذف المضاف اى شانه وهو المرجع للمجرور في به**؎۔ ۱۲ **قوله في شك** غلط خیال **كما فسره البيضاوى بالجهل اشارة الى عدم ارادة المعنى الاصطلاحى فانه كالظن مستعمل في هذا المعنى اى قول بلا دليل كقوله تعالىٰ ان نظن الاظنا وظاهر انهم لم يكونوا ظانين اصطلاحاً فعلى هذا لا يرده انه كيف يصح الحكم بالظن بعد الحكم بالشك وروعى هذا في ترجمة الظن ايضا**؎۔ ۱۳ **قوله في الا اتباع** بجز تخمینی **الاستثناء منقطع لان الظن غير العلم**؎۔ ۱۴ **قوله في يقيناً** یقینی بات ہے **فالمنصوب تاكيد لقوله كما لو قيل ما قتلوه حقا كذا في الكشاف**؎۔ ۱۵ **قوله في اليه** آسمان **اشارة الى حذف المضاف اى الى سمائه**؎۔ ۱۶ **قوله** اس اشتباہ سے اختلاف **لان احد اجزائه قول اليهود وهو الذى نشأ من الاشتباه فصح جعل الاشتباه سببا للاختلاف لان قول النصارىٰ ليس فيه دخل لهذا التشبيه وانما هو دعوى مستقلة غير صحيحة**؎۔ ۱۷ **قوله في ان من اهل الكتاب** یہود **اخرجه ابن جرير عن ابن عباس كذا في الروح**؎۔ ۱۸ **قوله في موته** اپنے **فالمرجع احد المقدر في قوله وان من اهل الكتاب اى وان احد من اهل الكتاب اخرجه ابن المنذر عن ابن عباس كذا في الروح**؎۔ ۱۹ **قوله في قبل موته** نافع ہو جاوے **فالمقصود بهذا الاخبار وعيدهم وتحريض على الايمان وتسجيل على بطلانهم**؎۔ ۲۰ **قوله في يوم القيمة** جب دنیا الخ **فالعوالم الثلثة اشير اليها في الآية فتامل في التفسير**؎۔

النحو: **بهتانا مفعول به للقول وما قتلوه حال**؎۔

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴿۱۶۰﴾ وَّ اَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶۱﴾ لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي

الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۶۲﴾

ع ۲۲ ۲

سو یہود کے ان ہی بڑے بڑے جرائم کے سبب ہم نے بہت سی پاکیزہ چیزیں جو ان کے لئے حلال تھیں ان پر حرام کر دیں اور بسبب اس کے کہ وہ بہت آدمیوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے مانع بن جاتے تھے اور بسبب اس کے کہ وہ سود لیا کرتے تھے۔ حالانکہ ان کو اس سے ممانعت کی گئی تھی اور بسبب اس کے کہ وہ لوگوں کے مال ناحق طریقہ سے کھا جاتے تھے اور ہم نے ان لوگوں کے لئے جو ان میں کافر ہیں دردناک سزا کا سامان کر رکھا ہے۔ لیکن ان یہود میں جو لوگ علم (دین) میں پختہ ہیں اور جو ان میں ایمان لے آنے والے ہیں کہ اس (کتاب) پر بھی ایمان لاتے ہیں جو آپ کے پاس بھیجی گئی اور اس پر بھی (ایمان رکھتے ہیں) جو آپ سے پہلے بھیجی گئی اور جو (ان میں) نماز کی پابندی کرنے والے ہیں اور جو (ان میں) زکوٰۃ دینے والے ہیں اور جو (ان میں) اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر اعتقاد رکھنے والے ہیں سو ایسے لوگوں کو ہم ضرور (آخرت میں) ثواب عظیم عطا فرمائیں گے ﴿۱۶۲﴾

تفسیر ربط: اوپر یہود کی بعض شرارتیں اور کچھ سزائیں وغیرہ جو کہ از قسم امور تکوینیہ اور واقع فی الدنیا میں بیان فرمائی ہیں آگے بھی ان کی بعض شرارتوں کا مع ذکر بعض عقوبات واقعہ فی الدنیا از قبیل امور تشریعیہ کہ تحریم طیبات ہے اور مع ذکر عقوبت اخرویہ کہ عذاب الیم ہے بیان ہے اور چونکہ اصل سزا یہی ہے اس لئے ذکر یہود کے شروع پر بھی عذاب مہین کے عنوان سے اس کو فرمایا تھا پس طرفین میں ہونے سے زیادہ تاکید ہوگئی۔

ایضاً تتمہ سابق: فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ (الی قولہ تعالی) وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا سو یہود کے ان ہی بڑے بڑے جرائم کے سبب (جن میں سے بہت سے امور سورۂ بقرہ میں مذکور ہیں) ہم نے بہت سی پاکیزہ (یعنی حلال و نافع و لذیذ) چیزیں جو (پہلے سے) ان کے لئے (بھی) حلال تھیں (جیسا آیہ: كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ میں ہے) ان پر (شریعت موسویہ میں) حرام کر دیں (جن کا بیان سورۂ انعام کی آیت: وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ الخ میں ہے اور تحریم کا مسبب بالمعصیت ہونا وہاں بھی مذکور ہے ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ الخ) اور (انبیاء شریعت موسویہ میں بھی وہ سب حرام ہی رہیں کوئی حلال نہ ہوئی) بسبب اس کے کہ (وہ آئندہ بھی ایسی حرکتوں سے باز نہ آئے مثلاً یہی کہ) وہ (احکام میں تحریف و کتمان کر کے) بہت آدمیوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ (یعنی دین حق کے قبول کرنے) سے مانع بن جاتے تھے (کیونکہ ان کی اس کارروائی سے عوام کو خواہ مخواہ التباس ہو جاتا تھا گو طالب صادق سے وہ التباس رہ نہ سکتا) اور بسبب اس کے کہ وہ سود لیا کرتے تھے حالانکہ ان کو (توریت میں) اس سے ممانعت کی گئی تھی اور بسبب اس کے کہ وہ لوگوں کے مال ناحق طریقہ (یعنی غیر مشروع ذریعہ) سے کھا جاتے تھے (پس اس مانعیت اور اخذ اور اکل کی وجہ سے اس شریعت کے بقا تک تخفیف نہ ہوئی البتہ شریعت جدیدہ عیسویہ میں کچھ احکام بدلے تھے جیسا: وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ سے معلوم ہوتا ہے اور شریعت محمدیہ میں بہت تخفیف ہوگئی جیسا يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ الخ سے ثابت ہے یہ تو دنیوی سزا تھی) اور (آخرت میں) ہم نے ان لوگوں کے لئے جو ان میں سے کافر ہیں دردناک سزا کا سامان کر رکھا ہے (البتہ جو موافق قاعدہ شرعیہ کے ایمان لے آوے اس کی پچھلی جنایتیں سب معاف ہو جاویں گی)

ف: جرائم سے جو تحریم ہوئی وہ تحریم عام تھی گو جرائم سے بعضے صلحاء محفوظ بھی تھے کیونکہ بہت سے حکمتوں کے اقتضا سے عادۃ اللہ یوں ہی جاری ہے جیسا قرآن میں اس کی طرف اشارہ بھی ہے: وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً اور حدیث میں بھی ہے کہ بڑا مجرم وہ ہے جس کے بے ضرورت سوال کرنے سے کوئی شئے سب کے لئے حرام ہو جاوے یعنی زمانۂ وحی میں رواہ فی المشکوٰۃ عن الشیخین۔ ف: اور شریعت محمدیہ علیہا الصلوٰۃ والتسلیم میں جو چیزیں حرام ہیں وہ کسی مضرت جسمانی یا روحانی کی وجہ سے حرام ہیں کہ اس حیثیت سے غیر طیب ہیں پس تحریم طیبات نافعہ عقوبت و سیاست ہے اور تحریم غیر طیبات ضارۃ رحمت و حفاظت ہے۔

ربط: اوپر کفار یہود کا ذکر تھا آگے ان میں سے جو ایمان لے آئے تھے ان کا بیان ہے اور گو یسئلک سے پہلے بھی اس کا ذکر آ چکا ہے لیکن یہاں دوسرے عنوان سے اور کسی قدر مفصل ہے۔

مدح و جزاء مؤمنین: لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ (الی قولہ تعالی) اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا لیکن ان (یہود) میں جو لوگ علم (دین) میں پختہ (یعنی اس کے موافق عمل کرنے پر مضبوط) ہیں (اور اسی آمادگی نے ان پر حق کو واضح اور قبول حق کو سہل کر دیا جو آگے اصلاً و فرعاً مذکور ہے) اور جو (ان میں) ایمان لے آنے والے ہیں کہ اس کتاب پر بھی ایمان لاتے ہیں جو آپ کے پاس بھیجی گئی اور اس کتاب پر بھی (ایمان رکھتے ہیں) جو آپ سے پہلے (نبیوں کے پاس) بھیجی گئی (جیسے توریت و انجیل) اور جو (ان میں) نماز کی پابندی کرنے والے ہیں اور جو (ان میں) زکوٰۃ دینے والے ہیں اور جو (ان میں) اللہ تعالیٰ پر اور

قیامت کے دن پر اعتقاد رکھنے والے ہیں (سو) ایسے لوگوں کو ہم ضرور (آخرت میں) ثواب عظیم عطا فرماویں گے **ف**: مراد ان سے یہ حضرات اور ان کے امثال ہیں عبداللہ بن سلامؓ و اسیدؓ و ثعلبہؓ اور آیت کا یہی شان نزول ہے (اخرجه البيهقي في الدلائل عن ابن عباس كذا في الروح) اور آیت میں اجر کامل کی تعلیق ان امور مذکورہ پر مقصود ہے اور نفس اجر و مطلق نجات صرف عقائد ضروریہ کی تصحیح سے وابستہ ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ اس کے مشابہ ہے معاصی کے سبب سالک سے واردات کا قبض۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله في فبظلم** ان ہی افاد الحصر تقديم الجار والمجرور وفائدة الحصر مذكور في المتن ف۲۔ ۲ **قوله** هناك بڑے افاده التنوين التفخيمي ۱۲۔ ۳ **قوله هناك** جرائم لان الظلم يراد به الجنس ۱۲۔ ۴ **قوله قبل بعدهم** حرام ہی رہیں المقصود به دفع ايراد تقريره ان التحريم في التوراة كيف يصح كونه مسببا عما تأخر منه من التحريف والاخذ والاكل وجه الدفع ان التحريم عام للحدوث والاستمرار بطريق عموم المجاز فالحدوث مسبب عن بعض ماهم عليه والاستمرار عن بعضه ۱۲۔ ۵ **قوله في كثيرا** آدمیوں اشارة الى كون كثيرا صفة لمقدر اى ناسًا وقيل صدا كثيرًا ۱۲۔ ۶ **قوله هناك** گوطلب صادق فلا يلزم كون هؤلاء الناس معذورين ۱۲۔ ۷ **قوله في والمؤمنون هكذا ما بعده** اور جوان میں سے اشارة الى ان كلا منها معطوف على الراسخون عطف صفة على صفة والموصوف واحدهم مؤمنو اهل الكتاب فيقدر في كل موضع منهم والكل مبتدأ خبره جملة اولئك الخ ۱۲۔

النحو: قوله والمقيمين في الكشاف نصب على المدح لبيان فضل الصلوة وهو باب واسع قد كسره سيبويه على امثلة وشواهد يؤمنون حال من المؤمنون مبينة لكيفية ايمانهم ۱۲۔

البلاغۃ: في الروح اعيدت الباء في الصد ولم تعد في الاخذ لانه فصل بين المعطوف والمعطوف عليه بما ليس معمولا للمعطوف عليه وحيث فصل بمعموله لم تعد ۱۲۔ قوله الراسخون في العلم الخ في الآية صنعة التقابل مع ما قبلها الرسوخ في العلم مع اتباع الظن۔ والايمان مع الكفر۔ والخشوع المدلول عليه بالصلوة مع الاستكبار المدلول عليه بسوالهم كتابا۔ ايتاء الزكوة مع اخذهم واكلهم والاجر العظيم مع العذاب الاليم ۱۲۔

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۱۶۳﴾ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۭ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ﴿۱۶۴﴾ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۶۵﴾ لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ يَشْهَدُوْنَ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۱۶۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۶۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ﴿۱۶۸﴾ اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۶۹﴾

ہم نے آپ کے پاس وحی بھیجی ہے جیسے نوح کے پاس بھیجی تھی اور ان کے بعد اور پیغمبروں کے پاس اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اولاد یعقوب اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کے پاس وحی بھیجی تھی اور ہم نے داؤد کو زبور دی تھی اور ایسے پیغمبروں کو صاحب وحی بنایا جن کا حال اس کے قبل ہم آپ کو بیان کر چکے ہیں اور پیغمبروں کو جن کا حال ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا اور موسیٰ سے اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر کلام فرمایا ان سب کو خوشخبری دینے والے اور خوف سنانے والے پیغمبر بنا کر اسلئے بھیجا تا کہ لوگوں کے پاس اللہ تعالیٰ کے سامنے ان پیغمبروں کے بعد کوئی عذر باقی نہ رہے اور اللہ تعالیٰ پورے زور والے ہیں بڑی حکمت والے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ بذریعہ اس کتاب کے جس کو آپ کے پاس بھیجا ہے اور بھیجا بھی اپنے علمی کمال کے ساتھ شہادت دے رہے ہیں اور فرشتے تصدیق کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کی شہادت کافی ہے جو لوگ منکر ہیں اور خدائی دین سے مانع ہوتے ہیں بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑے ہیں بلاشبہ جو لوگ منکر ہیں اور دوسروں کا بھی نقصان کر رہے ہیں۔ اللہ

تعالیٰ انکو کبھی نہیں بخشیں گے اور نہ انکو سوا جہنم کی راہ کے کوئی راہ دکھلائیں گے اس طرح پر کہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہا کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ سزا معمولی بات ہے ۞

تفسیر ربط : اوپر یہود کے اس سوال کا جو کہ یَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ میں منقول ہے منشاء کہ جہل وعناد ہے مذکور تھا اور اسی کے اثبات کے لئے بعد کے مضامین تھے آگے اس سوال کا جواب ارشاد ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اثبات نبوت کے لئے یہ درخواست محض لغو ہے ان نبی سے پہلے اور بھی اہل وحی یعنی انبیاء علیہم السلام گزرے ہیں جن کی نبوت تمہارے نزدیک بھی مسلم ہے اگر اثبات نبوت اسی پر موقوف ہے تو سب انبیاء میں اس کا اثبات لازم آوے گا اور لازم منتفی ہے پس توقف بھی باطل ہے سو جیسے دلیل سے اوروں کی نبوت ثابت ہے ویسی ہی دلیل یہاں بھی موجود ہے یعنی معجزات پھر ایسی فرمائش اگر عناد نہیں تو اور کیا ہے۔ اس جواب کے لئے بہت سے انبیاء علیہم السلام کی نبوت کی خبر دیتے ہیں اور اس ضمن میں حکمت بعثت رسل کی لِئَلَّا يَكُوْنَ میں اور ختم پر تصریح مقصود یعنی نبوت محمدیہ کی جو کہ نتیجہ مقام ہے لٰكِنِ اللّٰهُ میں اور اس کے بعد باوجود قیام دلائل ووضوح حق کے بھی انکار کرنے والوں کی بدحالی اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الی یَسِیْرًا۔ میں مذکور ہے۔

اخبار از نبوت کثیر از انبیاء ﷺ واثبات نبوت محمدیہ ووعید منکر : اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ (الی قولہ تعالیٰ) ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ہم نے (کچھ آپ کو انوکھا رسول نہیں بنایا جو ایسی واہی تباہی فرمائشیں کرتے ہیں بلکہ) آپ کے پاس (بھی ایسی ہی) وحی بھیجی ہے جیسی (حضرت) نوح (علیہ السلام) کے پاس بھیجی تھی اور ان کے بعد اور پیغمبروں کے پاس بھیجی تھی اور (ان میں سے بعضوں[1] کے نام بھی بتلائے دیتے ہیں کہ) ہم نے (حضرت) ابراہیم واسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اولادِ یعقوب (میں جو نبی گزرے ہیں) اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کے پاس وحی بھیجی تھی اور (اسی طرح) ہم نے داؤد (علیہ السلام کے پاس بھی وحی بھیجی تھی چنانچہ ان) کو (کتاب) زبور دی تھی اور (ان کے علاوہ) اور (بعضے) ایسے پیغمبروں کو (بھی) صاحب وحی بنایا جن کا حال اس کے قبل (سورۂ انعام وغیرہ مکی سورتوں میں) ہم آپ سے بیان کر چکے ہیں اور (بعضے) ایسے پیغمبروں کو (صاحبِ وحی بنایا) جن کا حال (ابھی تک) ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا اور (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام کو بھی صاحب وحی بنایا چنانچہ ان) سے اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر کلام[1] فرمایا (اور) ان سب کو (ایمان پر) خوشخبری (نجات کی) دینے والے اور (کفر پر عذاب کا) خوف سنانے والے پیغمبر بنا کر اس لئے بھیجا تا کہ لوگوں کے پاس اللہ تعالیٰ کے سامنے ان پیغمبروں کے (آنے کے) بعد کوئی عذر (ظاہراً بھی) باقی نہ رہے (ورنہ قیامت میں یوں کہتے کہ بہت سے اشیاء کا حسن وقبح عقل سے معلوم نہ ہوسکتا تھا پھر ہماری کیا خطا) اور (یوں) اللہ تعالیٰ پورے زور (اور اختیار) والے ہیں (کہ بلا ارسال رسل بھی سزا دیتے تو بوجہ اس کے کہ مالک حقیقی ہونے میں متفرد ہیں ظلم نہ ہوتا اور حقیقت عذر کا حق کسی کو نہ تھا لیکن چونکہ) بڑے حکمت والے (بھی) ہیں (اس لئے حکمت ہی ارسال کو مقتضی ہوئی تا کہ ظاہری عذر بھی نہ رہے۔ یہ بیان حکمت درمیان میں تبعاً آ گیا تھا آگے اثبات نبوت محمدیہ کر کے جواب کی تکمیل فرماتے ہیں کہ گو وہ اپنے اس شبہ کے رفع ہونے پر بھی نبوت کو تسلیم نہ کریں) لیکن (واقع میں تو ثابت ہے اور اس کے ثبوت پر دلیل صحیح قائم ہے چنانچہ) اللہ تعالیٰ بذریعہ اس کتاب کے جس کو آپ کے پاس بھیجا ہے اور بھیجا بھی (کس طرح) اپنے علمی[2] کمال کے ساتھ (جس سے وہ کتاب معجزۂ عظیمہ ہوگئی جو کہ نبوت کی دلیل قاطع ہے ایسی کتاب معجز کے ذریعہ سے آپ کی نبوت کی) شہادت دے رہے ہیں (یعنی دلیل قائم کر رہے ہیں جیسا کہ ابھی معلوم ہوا کہ کتاب معجز نازل فرمائی اور اعجاز دلیل نبوت ہے پس دلیل سے تو واقع میں نبوت ثابت ہے رہا کسی کا ماننا نہ ماننا تو اول تو اس[3] کا خیال ہی کیا) اور (اگر طبعاً اس کو جی ہی چاہتا ہو تو ان سے افضل مخلوق یعنی) فرشتے (آپ کی نبوت کی) تصدیق کر رہے ہیں (اور مومنین کی تصدیق مشاہد ہی تھی پس اگر چند احمقوں نے نہ مانا نہ سہی) اور (اصل بات وہی ہے کہ) اللہ تعالیٰ ہی کی شہادت (یعنی اقامتِ دلیل فی الواقع) کافی ہے (کسی کی تصدیق وتسلیم کی آپ کو حاجت ہی نہیں) جو لوگ (ان حجج قاطعہ کے بعد بھی) منکر ہیں اور (طرہ یہ کہ اوروں کو بھی) خدائی دین سے مانع ہوتے ہیں (حق سے) بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑے ہیں (یہ تو دنیا میں ان کے مذہب کا حاصل ہے اور اس کا ثمرہ آخرت میں آگے سنو کہ) بلاشبہ جو لوگ (حق کے) منکر ہیں اور (حق سے مانع بن کر) دوسروں کا بھی نقصان کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو کبھی نہ بخشیں گے اور نہ ان کو سوا جہنم کی راہ کے اور کوئی راہ (یعنی جنت کی راہ) دکھلاویں گے اس طرح پر کہ اس (جہنم) میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہا کریں گے اور اللہ کے نزدیک یہ سزا معمولی بات ہے۔ (کچھ سامان نہیں کرنا پڑتا)

الحواشی : (۱) خاص اس لئے کہا کہ مطلق کلام تو سب انبیاء علیہم السلام سے ہوا ہے پھر تخصیص کیوں کی گئی اور مراد اس خاص سے کلام کی وہ قسم ہے جس کو سورۂ شوریٰ کے اخیر میں منجملہ اقسام کلام کے من وراء حجاب فرمایا ہے مفصل بحث اس کے متعلق وہاں آوے گی۔

ملحقات الترجمۃ : ۱؎ قولہ فی ابراھیم الخ بعضوں کے نام اشارۃ الی ان ھذا التعداد تخصیص بعد تعمیم للتوضیح کما ان تخصیص نوح قبل النبیین لکونہ ابا لھم فکانہ آدم الثانی ۱۲۔ ۲؎ قولہ فی اٰتینا و کلم اللہ و رسلا الاول وحی بھیجی وصاحب وحی بنایا اشارۃ الی ان المقصود

بالجميع واحد هو الايحاء ليبقى التناسب وتجاذب الاطراف وعليه فيقدر قبل رسلا ارسلنا الذى يدل على الايحاء۱۲۔ ۳ قوله فى تكليما خاص طور پر اشارة الى ان المصدر وتنوينه للتنويع لانه نوع عجيب لا يدرك كنهه۱۲۔ ۴ قوله فى رسلا الثانى ان سب کوالخ اشارة الى نفى كونه بدلا من رسلاً الاول لان التبشير والانذار لا يختصان بالبعض المدلول عليه برسلا الاول بل هو حال عندى من الموحٰى اليهم فانه وان كان مجرورا لكنه فى حكم المنصوب لان حاصله انا جعلنا هم اى كل من ذكر رسلا كما سيأتى فى اول المائدة من كون غير حالا من الضمير فى لكم واما ترجمتى فاخذ بالحاصل ويقارب منه ما قدر غيرى ارسلنا اى ارسلنا رسلا من جميع من ذكروا۱۲۔ ۵ قوله فى بما انزل بذریعہ ماخذ هذا المعنى ما فى الروح من قوله اى يشهد بنبوتك بسبب ما انزل اليك الخ۱۲۔ ۶ قوله فى انزله الثانى بھیجا بھی کس طرح اشارة الى كون الثانية تفسير الاولى كما فى البيضاوى۱۲۔ ۷ قوله فى بعلمه علمی کمال اشارة الى ما فى الروح ان يكون المعنى انزله بعلمه الخاص به الذى لا يعلمه غيره سبحانه وهو تاليفه على نظم واسلوب يعجز عنه كل بليغ وصاحب بيان واختاره جماعة من المفسرين وفيه بعد اسطر وجعل عليه العلم معناه المصدرى والباء للآية كما يقال فعله بعلمه اذا كان منقاد على ما ينبغى فيكون وصفا للقرآن بكمال الحسن والبلاغة۱۲۔ ۸ قوله يشهدون اس کا خیال ہی کیا......اگر چند حمقا الخ كل هذا مبنى على حملى للحملة على التسلية۱۲۔ ۹ قوله فى ظلموا نقصان ترجمة به ليكون كا عادة صدد اليتعد الفعلان كلاهما فى الموضعين بيان مشربهم وبيان عقوبتهم۱۲۔

الروایات: فى الروح اخرج ابن اسحق وغيره عن ابن عباس رضى الله تعالٰى عنهما قال قال سكين وعدى بن زيد يا محمد ما نعلم الله تعالٰى انزل على بشر من شىء بعد موسٰى عليه السلام فانزل الله تعالٰى هذه الآية اه قلت لما كان اصل مقصوده انكار نبوة نبينا صلى الله عليه وسلم استحسن قصده تعالٰى باثباتها بقوله انا اوحينا اليك۔ وفى الروح اخرج البيهقى فى الدلائل وغيره عن ابن عباس رضى الله تعالٰى عنهما قال دخل جماعة من اليهود على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال عليه الصلوٰة والسلام والله اعلم انكم تعلمون انى رسول الله تعالٰى فقالوا ما نعلم ذلك فنزلت لكن الله يشهد وفى رواية ابن جرير عنه انه لما نزل انا اوحينا اليك قالوا ما نشهد لك فنزل لكن الله يشهد۱۲۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ
مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِىْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا
عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ز
فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ
وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝ لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ (ع ۲۳ ۹ ۲ — وقف لازم)
عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ۝
فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا
وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝ يٰۤاَيُّهَا
النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ۝ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ
اعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِىْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝

اے تمام لوگو تمہارے پاس یہ رسول سچی بات لے کر تمہارے پروردگار کی طرف سے تشریف لائے ہیں۔ سو تم یقین رکھو یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا اور اگر تم منکر رہے تو اللہ تعالیٰ کی ملک ہے یہ سب جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ پوری اطلاع رکھتے ہیں۔ کامل حکمت والے ہیں۔ اے اہل کتاب تم اپنے دین میں حد سے مت نکلو اور اللہ تعالیٰ کی شان میں غلط بات مت کہو۔ مسیح عیسیٰ ابن مریم تو اور کچھ بھی نہیں البتہ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ایک کلمہ ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے مریم تک پہنچا دیا اور اللہ کی طرف سے ایک جان ہیں۔ سو اللہ پر اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لاؤ اور یوں مت کہو کہ تین ہیں۔ باز آ جاؤ تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ معبود حقیقی تو ایک ہی معبود ہے۔ وہ صاحب اولاد ہونے سے منزہ ہے جو کچھ آسمانوں میں زمین میں موجودات ہیں۔ سب اسی کی ملک ہیں اور اللہ تعالیٰ کارساز ہونے میں کافی ہے۔ مسیح ہرگز خدا کے بندے بننے سے عار نہیں کریں گے اور مقرب فرشتے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی بندگی سے عار کرے گا اور تکبر کرے گا تو اللہ تعالیٰ ضرور سب لوگوں کو اپنے پاس جمع کریں گے پھر جو لوگ ایمان لائے ہوں گے اور انہوں نے اچھے کام کئے ہوں گے تو ان کو تو ان کا پورا ثواب دیں گے اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ دیں گے اور جن لوگوں نے عار کیا ہوگا اور تکبر کیا ہوگا تو ان کو سخت دردناک عذاب دیں گے اور وہ لوگ کسی غیر اللہ کو اپنا یار اور مددگار نہ پاویں گے۔ اے لوگو! یقیناً تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک دلیل آ چکی ہے اور ہم نے تمہارے پاس ایک صاف نور بھیجا ہے سو جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے اللہ کو مضبوط پکڑا۔ سو ایسوں کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں داخل کریں گے اور اپنے فضل میں اور اپنے تک ان کو سیدھا راستہ بتلا دیں گے ۞

تفسیر ربط: اوپر یہود کے شبہ کا جو کہ نبوت محمدیہ کے متعلق تھا جواب اور نبوت کا اثبات مع وعید منکرین نہایت بلاغت اور وضوح سے مذکور ہو چکا آگے عام خطاب سے تصدیق نبوت کا وجوب فرماتے ہیں۔

خطاب عام بوجوب تصدیق رسالت محمدیہ ﷺ: یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ (الی قوله تعالی) وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا۔ اے تمام (جہان کے) لوگو تمہارے پاس یہ رسول (ﷺ) سچی بات (یعنی سچا دعویٰ سچی دلیل) لے کر تمہارے پروردگار (جل شانہ) کی طرف سے تشریف لائے ہیں سو (مقتضاء اثبات دعویٰ بالدلیل الصحیح کا یہ ہے کہ) تم (ان پر اور جو جو یہ فرماویں سب پر) یقین رکھو (جو پہلے سے یقین لائے ہوئے ہیں وہ اس پر قائم رہیں اور جو نہیں لائے اب اختیار کرلیں) یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا (کیونکہ نجات ہوگی) اور اگر تم منکر رہے تو (تمہارا ہی نقصان ہے خدا تعالیٰ کا کوئی نقصان نہیں کیونکہ) خدا تعالیٰ کی (تو) ملک ہے یہ سب جو کچھ (بھی) آسمانوں میں اور زمین میں (موجود) ہے (تو ایسے بڑے عظیم الشان مالک قادر کو کیا نقصان پہنچا سکتے ہو مگر اپنی خیر منالو) اور اللہ تعالیٰ (سب کے ایمان و کفر کی) پوری اطلاع رکھتے ہیں (اور دنیا میں جو پوری سزا نہیں دیتے تو اس لئے کہ) کامل حکمت والے (بھی) ہیں (وہ حکمت اسی کو مقتضی ہے)۔

ربط: اوپر یہود کو خطاب تھا آگے نصاریٰ کو ہے۔

خطاب بنصاریٰ: یٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ (الی قوله تعالی) وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا اے اہل کتاب (یعنی انجیل والو) تم اپنے دین (کے بارہ) میں (عقیدۂ حقہ کی) حد سے مت نکلو اور خدا تعالیٰ کی شان میں غلط بات مت کہو (کہ نعوذ باللہ وہ صاحب اولاد ہے جیسا بعض کہتے تھے اَلْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِ یا وہ مجموعہ آلہہ کا ایک جزو ہے جیسے بعض کہتے تھے اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ اور بقیہ دو جزو ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کہتے تھے اور ایک حضرت جبرئیل علیہ السلام کو جیسا آیت آئندہ میں وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ کے بڑھانے سے معلوم ہوتا ہے۔ اور بعضے حضرت مریم کو جیسا اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ سے معلوم ہوتا ہے۔ یا وہ عین مسیح ہے جیسا بعض کہتے تھے اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ۔ (غرض یہ سب عقیدے باطل ہیں) مسیح عیسیٰ بن مریم تو اور کچھ بھی نہیں البتہ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ایک کلمہ (کی پیدائش) ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے (حضرت) مریم تک (حضرت جبرئیل علیہ السلام کے واسطہ سے) پہنچایا تھا اور اللہ کی طرف سے ایک جان (دار چیز) ہیں (کہ اس جان کو حضرت مریم کے جسم میں بواسطہ نفخ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے پہنچا دیا تھا باقی نہ وہ ابن اللہ ہیں نہ اللہ ہیں نہ تین میں کے ایک ہیں جیسا عقائد مذکور میں لازم آتا ہے) سو (جب یہ سب باتیں غلط ہیں تو سب سے توبہ کرو اور) اللہ پر اور اس کے سب رسولوں پر (حسب ان کی تعلیم کے) ایمان لاؤ (اور وہ موقوف ہے توحید پر پس توحید کا عقیدہ رکھو) اور یوں مت کہو کہ (خدا) تین ہیں (مقصود منع کرنا ہے شرک سے اور وہ سب اقوال مذکورہ میں مشترک ہے اس شرک سے) باز آ جاؤ تمہارے لئے بہتر ہوگا (اور توحید کے قائل ہو جاؤ کیونکہ) معبود حقیقی تو ایک ہی معبود ہے (اور) وہ صاحب اولاد ہونے سے منزہ ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں موجودات ہیں سب اس کی ملک ہیں (اور ان کا منزہ اور مالک علی الاطلاق ہونا دلیل ہے توحید کی جس کی تقریر سورۂ بقرہ کے معاملہ سی و نہم میں گذر چکی) اور (ایک دلیل یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ کارساز ہونے میں کافی ہیں (اور ان کے سوا سب کارسازی میں ناکافی محتاج الی الغیر اور ایک حد پر جا کر عاجز ہیں اور یہ کفایت صفات کمال سے ہے اور صفات کا کمال لوازم الوہیت سے ہے جب وہ غیر اللہ میں منتفی ہے پس الوہیت بھی منفی ہے پس توحید ثابت ہے) **ف**: روح المعانی میں نصاریٰ کے اقوال مع رد خوب بسط سے لکھے ہیں اور اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ ان اقوال میں سے بعض کا اس وقت نصاریٰ کو انکار ہے سو یا تو وہ قائلین اس

وقت ہوں گے آگے سلسلہ منقطع ہوگیا۔اور یا ان کے اقوال سے یہ عقائد لازم آتے ہیں اور لازم بین مثل ملتزم کے ہوتا ہے۔

ربط :اوپر حق تعالیٰ کی تنزیہ کا اثبات اور الوہیت عیسیٰ علیہ السلام کا ابطال کیا ہے۔آگے اسی مضمون کی تقریر و تاکید کے لئے عیسیٰ علیہ السلام و ملائکہ کا خود عبدیت کا اقرار کرنا مع وعید منکرین و وعدہ مقرین بیان فرماتے ہیں کہ جن کو شریک الوہیت کہا جاتا ہے وہ خود عبدیت کے مقر ہیں۔

اقرار عیسیٰ و ملائکہ بعبدیت و جزاء اقرار و انکار: لَنْ یَّسْتَنْكِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ (الی قولہ تعالی) فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَ یَزِیْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَ اسْتَكْبَرُوْا فَیُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۙ وَّ لَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّ لَا نَصِیْرًا (نصاریٰ خواہ مخواہ حضرت مسیح علیہ السلام کو الٰہ یا جزو الٰہ بنا رہے ہیں خود حضرت) مسیح (کی یہ کیفیت ہے کہ سکونت ارض کی حالت میں تو ان کا اقرار عبدیت جو کہ مبطل الوہیت ہے مشہور اور سب کو معلوم ہی ہے لیکن اب بھی سکونت سماء کی حالت میں کہ سکونت ارض سے ارفع اور مظنہ تعلّی کا ہے یا قیامت تک وہ جس حالت میں ہوں ان سے کوئی پوچھ دیکھے اس حالت میں بھی) ہرگز خدا کے بندے بننے سے عار (اور انکار) نہیں کریں گے اور نہ مقرب فرشتے (کبھی عار کریں گے جن میں حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی ہیں جن کو الٰہ کا ایک جزو مانتے ہیں خود ان سے کوئی پوچھ دیکھے) اور (وہ عار کریں کیسے اس عار کرنے کا تو ایسا برا انجام ہے کہ) جو شخص خدا تعالیٰ کی بندگی سے عار کرے گا اور تکبر کرے گا تو (اس کا انجام سن لو) خدا تعالیٰ ضرور سب لوگوں کو اپنے پاس (یعنی حساب کے موقع پر) جمع کریں گے پھر جو لوگ (دنیا میں) ایمان لائے ہوں گے اور انہوں نے اچھے کام کئے ہوں گے (یعنی عبد بنے رہے ہوں گے کیونکہ حاصل عبدیت کا یہی ایمان اور اعمال ہیں) تو ان کو تو ان کا پورا ثواب (بھی) دیں گے (جو کہ ایمان اور اعمال پر منصوص ہے) اور (اُس کے علاوہ) اُن کو اپنے فضل سے اور زیادہ (بھی) دیں گے (جس کی تفصیل منصوص نہیں) اور جن لوگوں نے (عبد بننے سے) عار کیا ہوگا اور تکبر کیا ہوگا تو ان کو سخت دردناک سزا دیں گے اور وہ لوگ کسی غیر اللہ کو اپنا یار اور مددگار نہ پاویں گے۔ ف: ظاہراً ایک شبہ ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو خدا تعالیٰ کی عبادت سے نہ عار تھا نہ استکبار بلکہ خود اس مضمون مذکور کے جزو عبادت اور من اللہ ہونے میں کلام تھا جواب یہ ہے کہ ان کے مجموعۂ احوال سے یہ امر ثابت ہے کہ ان پر حق واضح ہوگیا تھا: یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ مگر رسول اللہ ﷺ کا اتباع ناگوار تھا اور آپ کا اتباع مامور بہ ہے اور ہر مامور بہ عبادت ہے پس آپ کے اتباع سے عار ہونا یقیناً عبادتِ الٰہیہ سے عار ہے۔ ف: لَنْ یَّسْتَنْكِفَ کا ترجمہ جو استقبال سے کیا گیا ہے یہ باعتبار معنی حقیقی کے ہے اگر یہ کہا جاوے کہ مقصود ماضی ہے جس کو مجازاً استقبال سے تعبیر کردیا گیا تو بھی گنجائش ہے اور نکتہ اس میں مبالغہ ہوگا یعنی ان کو اس استنکاف سے اس قدر بعد ہے کہ جس زمانہ میں عدم وقوع محقق ہو چکا ہے یعنی ماضی اس میں تو وقوع کا کیا احتمال ہوتا جس میں عدم وقوع کا بھی تحقق نہیں ہوا اس میں بھی احتمال نہیں ہے۔ فافہم۔

ربط :اوپر عقائد نصاریٰ کا بطلان مع جزاو سزا مقرین و منکرین مذکور ہو چکا آگے خطاب عام سے ان مضامین کا اور ان مضامین کے تعلیم فرمانے والے رسول اور یہ قرآن کا صدق اور مصدقین کی فضیلت بیان فرماتے ہیں جس طرح محاجہ یہود کے ختم پر اسی طور پر خطاب عام فرمایا تھا : یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ الخ ۔

خطاب عام بتصدیق رسول و قرآن: یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ (الی قولہ تعالی) وَ یَهْدِیْهِمْ اِلَیْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا اے (تمام) لوگو یقیناً تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک (کافی) دلیل آچکی ہے (وہ ذات مبارک ہے رسول اللہ ﷺ کی) اور ہم نے تمہارے پاس ایک صاف نور بھیجا ہے (وہ قرآن مجید ہے پس رسول اللہ ﷺ اور قرآن کے ذریعہ سے جو کچھ تم کو بتلایا جاوے وہ سب حق ہے جن میں مضامین مذکورہ بھی داخل ہیں) سو جو لوگ اللہ پر ایمان لائے (جس کے لئے توحید و تنزیہ کا اعتقاد لازم ہے) اور انہوں نے اللہ (کے دین) کو (یعنی اسلام کو) مضبوط پکڑا (جس کے لئے رسول اور قرآن کی تصدیق لازم ہے) سو ایسوں کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں (یعنی جنت میں) داخل کریں گے اور اپنے فضل میں (لے لیں گے یعنی دخولِ جنت کے علاوہ اور بھی نعمائے عظمیٰ دیں گے جن میں دیدار الٰہی بھی داخل ہے) اور اپنے تک (پہنچنے کا) اُن کو سیدھا راستہ بتلادیں گے (یعنی دنیا میں ان کو طریق رضا پر قائم و ثابت رکھیں گے اور اسی سے تارکین ایمان و اعمال صالحہ کی حالت معلوم ہوگئی کہ ان کو یہ ثمرات نہ ملیں گے) ف: اگر کسی کو شبہ ہو کہ وہ طریق رضا یعنی ایمان و اعمال ہیں پھر اسی کو ثمرہ کہنا تحصیل حاصل ہے۔ جواب یہ ہے کہ ایمان و عمل ماضی سبب ہے اور ایمان و عمل مستقبل مسبب ہے پس تحصیل حاصل لازم نہ آیا حاصل یہ ہے کہ اطاعت کی برکت سے ثبات علی الاطاعت کی توفیق عطا ہوتی ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ :وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ حلول و اتحاد کے بطلان پر صریح دال ہے جیسا بعض جہلاء و صوفیہ معتقد ہیں۔ قولہ تعالیٰ :لَنْ یَّسْتَنْكِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ جیسا سورۂ مریم میں مباہاۃ عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہے :اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عبدیت مراتب شرف میں اعلیٰ مرتبہ ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله في الرسول یہ رسول فاللام للعهد ۱۲۔ ۲ قوله في بالحق لے کر فالباء للتلبيس اى متلبسا على انه حال ۱۲۔ ۳ قوله في امنوا تقتضا فالفاء لسببية ما قبلها لما بعدها ۱۲۔ ۴ قوله هناك رکھو هو شامل في لساننا للحدوث والاستمرار ۱۲۔ ۵ قوله في خيرًا ہوگا في الروح عن الكسائي وابي عبيد ان كان مقدر وما ردوه به اجاب عنه في الروح ۱۲۔ ۶ قوله في ان تكفروا تقصان نہیں اشارة الى حذف الجزاء اى ان تكفروا فلا يتضرر الله تعالى به۔ ۷ قوله اے انجیل والو نقله في الروح عن كثير من المفسرين ۱۲۔ ۸ قوله في كلمة وروح منه کلمہ کی پیدائش و جاندار كما في روح المعاني معنى كونه كلمةً انه حصل بكلمة كن من غير مادة معتادة والى ذلك ذهب الحسن وقتادة ونقل عن الغزالي ان الكلمة سبب بعيد ولما كان القريب يعني النطفة منتضيا اضافه الى البعيد وفيه ذوروح على حذف المضاف او استعمال الروح في معنى ذى الروح والاضافة الى الله تعالى للتشريف ۱۲۔ ۹ قوله في لن يستنكف عار نہیں کریں گے حملته على المعنى الحقيقي وشرحته بما لا يحتاج الى ازيد منه واقراره بالعبودية مذكور ايضا في القرآن قال اني عبدالله ولما كان عليه السلام حيا في هذا الحين في السماء وينزل حيا في وقته الى الارض لم يبقى موصونا بالحيٰوة البرزخية بعد وفاته صح كونه عليه السلام اهلا للسوال في كل حالة وهذا من المواهب الالٰهية ۱۲۔ ۱۰ قوله في الملئكة جن میں حضرت جبرئیل علیہ السلام الخ اشار الى وجه زيادة المعطوف من انهم يجعلون بروح القدس احدا الاقانيم فنفاه بهذا الزيادة فعلى هذا لا دلالة له على تفضيل الملائكة على الانبياء عليهم السلام ولا حاجة الى الجواب عنه فهو كقولنا ما جاء في زيد ولا عمر ولا كقولنا لا يعرض عنى وزير ولا سلطان فافهم ۱۲۔ ۱۱ قوله في يحشرهم انجام سن لو اشارة الى ان الحشر ليس مقصودا بالجزاء فانه وان كان متاخرا لكنه ليس بمرتب على الشرط ۱۲۔ ۱۲ قوله في هناك سب لوگوں کو فالمرجع الناس وان لم يصرح بذكره لكن قرينة الحشر المتعلق لجميع الناس كاف فسقط سوال ان المفصل فيه شئى واحد والتفصيل فيه شيئان فلم يتطابقا ۱۲۔ ۱۳ قوله في برهان كافى افاده التنوين ۱۲۔ ۱۴ قوله في آخر الترجمة اور اسی سے تارکین فلا يرد ان التفصيل فيه شيء واحد والمفصل كان عامًا مشتملًا على شيئين لعموم الناس المصدقين والمكذبين على عكس ما مر في يحشرهم ۱۲۔

اللغات: في الروح عن الاساس استنكف ونكف امتنع وانقبض انفا وحمية ونقل عن الزجاج كونه فوق الاستكبار ۱۲۔

البلاغۃ: زيادة الاستكبار الذى هو دون الاستكاف لعله للمبالغة فالواو مفيدة لمعنى او ولعل عدم زيادة مع لن يستنكف لان الذى وقع من النصارىٰ لعيسىٰ عليه السلام هو الاستنكاف لعلو شانه بخلاف غيره من الامم فانه يتحقق فيه الاستنكاف تارةً والاستكبار تارةً والله اعلم ۱۲۔ في الروح وتقديم ذكر الوعد بالجنة على الوعد بالهداية (التي في الدنيا) المسارعة الى التبشير بما هو المقصد الاصلى ۱۲۔

يَسْتَفْتُوْنَكَ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۭ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ۭ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ۭ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَاۗءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

ع ۲۴ / ۵

لوگ آپ سے حکم دریافت کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو کلالہ کے باب میں حکم دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص مر جائے جس کے اولاد نہ ہو (اور نہ ماں باپ) اور اس کی ایک (عینی یا علاتی) بہن ہو تو اس کو اس کے تمام ترکہ کا نصف ملے گا اور وہ شخص اس اپنی بہن کا وارث ہوگا۔ (وہ بہن مر جائے اور) اس کے اولاد نہ ہو اور والدین بھی نہ ہوں اگر ایسی چند بہنیں دو ہوں (یا زیادہ) تو ان کو اس کے کل ترکہ میں سے دو تہائی ملیں گے اور اگر وارث بھائی بہن ہوں مرد اور عورت تو ایک مرد کو دو عورتوں کے حصہ کے برابر ملے گا اللہ تعالیٰ تم سے (دین کی باتیں) اس لئے بیان کرتے ہیں کہ تم گمراہی میں نہ پڑو اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں۝

تفسیر ربط: شروع سورت کے ذرا بعد میراث کے احکام مذکور تھے پھر وہاں سے تقریباً ایک پارہ کے بعد دوسرے احکام کے ساتھ حکم میراث کی طرف پھر عود ہوا تھا اب ختم سورت پر پھر عود ہے اس کی طرف شاید تین جگہ اس کے متفرق کر دینے میں یہ حکمت ہو کہ اسلام سے پہلے میراث کے باب میں بہت جور ہوتا تھا۔ پس سورت کے اول میں وسط میں آخر میں اس کے ذکر فرمانے سے مخاطبین کو اہتمام بلیغ واعتناء مزید اس باب میں مفہوم ہوگا جس سے وہ بھی اس کا زیادہ اہتمام کریں۔ واللہ اعلم اور سبب اس کے نزول کا استفتاء حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا ہے کہ اس وقت صرف ان کی بہنیں وارث تھیں رواہ النسائی اور لباب میں ابن مردویہ سے حضرت عمرؓ کا سوال کرنا بھی سبب نزول میں نقل کیا ہے۔

عود بسوئے میراث: يَسْتَفْتُوْنَكَ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۭ (الی قولہ تعالی) مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ لوگ آپ سے (میراث کلالہ کے باب میں یعنی جس کے نہ اولاد ہو نہ ماں باپ ہوں) حکم دریافت کرتے ہیں آپ (جواب میں) فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو کلالہ کے باب میں حکم دیتا ہے (وہ یہ ہے کہ) اگر کوئی شخص مر جاوے جس کے اولاد نہ ہو (یعنی نہ مذکر نہ مؤنث اور نہ ماں باپ ہوں) اور اس کے ایک (عینی یا علاتی) بہن ہو تو اس (بہن) کو اس کے تمام ترکہ کا نصف ملے گا (یعنی بعد حقوق متقدمہ اور بقیہ نصف اگر کوئی عصبہ ہوا اس کو دیا جاوے گا ورنہ پھر اسی پر رد ہو جاوے گا) اور وہ شخص اس (اپنی بہن) کا وارث (کل ترکہ کا) ہوگا اگر (وہ بہن مر جاوے اور) اس کے اولاد نہ ہو (اور والدین بھی نہ ہوں) اور اگر (ایسی) بہنیں دو (یا زیادہ) ہوں تو ان کو اس کے کل ترکہ میں سے دو تہائی ملیں گے (اور ایک تہائی عصبہ کو ورنہ بطور رد کے ان ہی کو مل جاوے گا) اور اگر (ایسی میت کے جس کے نہ اولاد ہے نہ والدین خواہ وہ میت مذکر ہو یا مؤنث) وارث چند (یعنی ایک سے زیادہ ایسے ہی) بھائی بہن ہوں مرد اور عورت تو (ترکہ اس طرح تقسیم ہوگا کہ) ایک مرد کو دو عورتوں کے حصہ کے برابر (یعنی بھائی کو دوہرا بہن کو اکہرا لیکن عینی بھائی سے علاتی بھائی بہن سب ساقط ہو جاتے ہیں اور عینی بہن سے کبھی وہ ساقط ہو جاتے ہیں کبھی حصہ گھٹ جاتا ہے جس کی تفصیل کتب فرائض میں ہے)۔

ربط: چونکہ سورت ہذا میں یہاں تک اصول و فروع کثیرہ کی تفصیل ہے اس لئے آخر میں ایک مجمل عنوان سے تمام تر تفصیل کو مکرر یاد دلا کر اپنی منت اور احسان کو بیان شرائع میں اور رعایت حکمت ان شرائع میں ذکر فرما کر سورت کو ختم فرماتے ہیں۔

اظہار منت و حکمت در شرائع: يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ اللہ تعالیٰ تم سے (دین کی باتیں) اس لئے بیان کرتے ہیں کہ تم (ناواقفی سے) گمراہی میں نہ پڑو (یہ تو تذکیر و احسان ہے) اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں (پس احکام کی مصلحتوں سے بھی مطلع ہیں اور احکام میں ان کی رعایت کی جاتی ہے یہ حکمت کا بیان ہے) الحمد للہ والمنۃ وہو العلیم ذو الحکمۃ کہ تفسیر سورۂ نساء کی پندرھویں ذی الحجۃ الحرام روز شنبہ وقت چاشت مقام تھانہ بھون میں اتمام و اختتام کو پہنچی۔ آگے ان شاء اللہ سورۂ مائدہ کی تفسیر آتی ہے۔ **اللهم فكما اتممت تفسير هذه الاجزاء من قرانك. على يد هذا العبد الفقير الى رضوانك. كذلك اتمم تفسير كله على يده بفضلك واحسانك. وافض عليه من شآء بيب فيضانك. اللهم امين ببركة سيدنا محمد صلى الله عليه وسلم وعلى اله واصحابه اجمعين ابد الآبدين ودهر الداهرين فقط.**

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله في يستفتونك** کلالہ کے باب میں **استغنى عن ذكره لو ردوه فيما بعد ۱۲۔** ۲ **قوله في ليس له ولد** نہ ماں باپ **اورده في الكمالين براوية ابن ابي شيبة عن ابي بكر الصديق وحكاه عن جمهور الصحابة والتابعين ولم يذكر في القرآن ثقه بظهور الامر ۱۲۔** ۳ **قوله في اخت** عینی یا علاتی **لان اولاد الام قد مر حكمهم في اول السورة وعليه وقع الاجماع ۱۲۔** ۴ **قوله في ان تضلوا** اس لئے کہ تم ...... نہ پڑو **اشارة الى وجه التقدير هكذا لئلا تضلوا كما نقله في الروح عن الكسائي والفراء وقال البصريون كراهة ان تضلوا وبه صرح المبرد ۱۲۵۔**

الروایات: **في الاتقان قال الواحدي انزل الله تعالى في الكلالة آيتين احدهما في الشتاء وهي التي في اول النساء والاخرى في الصيف وهي التي في آخرها ۱۲۵۔**

وجوہ المثانی متعلقہ جلد اول بیان القرآن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمد لله الذى كرمنا بالقرآن العظيم○ ومنّ علينا بتيسير تلاوته وحفظه بفضله العميم○ والصلوٰة والسلام على رسوله سيدنا محمد الواسطة في هذه البركات○ وعلى عترته ورفقته وائمة امته الذين بذلوا جهدهم في هذه الخدمات○ اما بعد فلطالما كان يختلج في قلبي ان اجمع رسالة وجيزة تكفل القراءة السبعة المتواترة مع توجيه معانيها واعاريبها لكون الكتب الدرسية في الهند خالية عن مثل هذا الكتاب○ ولكون الكتب الكافلة لهذا الخطب اما متفرقة او مطنبة غاية الاطناب○ وعلى الله اتوكل وبه اعتصم○ في هذا المهم وفي كل مهم مقدمة مشتملة على امور الاول لا اجتنب فيه عن التكرر○ لما فيه من التيسر○ الا ما كثر دوره كالمد والقصر○ الثاني اقدم الكلمة القرآنية ثم اذكر الوجوه فيها مع ذكر اسم كل شيخ اوراو ثم اذكر توجيه ما يحتاج الى توجيهه صرفا ونحوًا او تفسيرًا الثالث اسماء القراء السبعة ورواتهم هذه...... فاولهم نافع المدني وراوياه قالون وورش والثاني ابن كثير المكي وراوياه عن اصحابه البزى وقنبل الثالث ابو عمرو البصري وراوياه الدوري والسوسي عن اليزيدي عنه الرابع ابن عامر الشامي وراوياه عن اصحابه هما هشام وابن ذكوان الخامس عاصم الكوفي وراوياه شعبة وحفص المشهور روايته بالهند

السادس حمزة الكوفي وراوياه خلف وخلاد عن سليم عنه السابع الكسائي الكوفي وراوياه ابو الحارث والدوری الراوی عن ابن عمر ايضه الرابع ماخذ هذه الرسالة الكتاب المكور في القراء ات وتفسير روح المعاني في التوجيهات في الاكثر وغيرهما في الاقل الاندر الخامس لما فرعت عن الاختلاف في الفرش الحقت باخره قدراً ضرورياً من الاصول عن الكافي في كثير وعن غيره في اليسير ○ ومن اراد الزيادة فعليه بكتب الفن وسميته بوجوه المثاني مع توجيه الكلمات والمعاني ○ الفرش ○ سورة الفاتحة قوله تعالیٰ مٰلك يوم الدين۔ فيه قراء تان الاولى مالك بالف بعد الميم لعاصم والكسائي والثانية ملك بغير الف للباقين وتوجيه الكل ظاهر۔ قوله تعالیٰ الصراط۔ فيہ قراء ات الاولى بالاشمام وهو ان ينطق القارئ بحرف متولد بين الصادو الزاى لخلف والثانية بالسين لقنبل والثالثة بالصاد الخالصة للباقين واصل اللغة بالسين من السرط وهو اللقم والصاد لغة قريش والزاى الخالصة لغة لعذرة وكعب وبهذا اتضح توجيه القراء ات قوله تعالیٰ عليهم۔ فيه قراء ات الاولى بضم الهاء وسكون الميم وقفا وو صلا لحمزة والثانية بوا وبعد الميم وصلا وسقوط الواو وقفا لابن كثير والثالثة التخيير بين الواو وسقوطها لقالون والرابعة بالسكون للباقين۔

سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ

قوله تعالیٰ فيه هدى۔ فيہ قراء تان الاولى وصل الهاء بالياء في الوصل لابن كثير والثانية عدم الصلة للباقين قوله تعالیٰ : يؤمنون بالغيب۔ فيه قراء تان الاولى بابدال الهمزة الساكنة واوًا لورش والسوسي و كذ الحمزة في الوقف الثانية ابقائها للباقين قوله تعالیٰ : يقيمون الصلوٰة فيه قراء تان الاولى تغليظ اللام لورش وترقيقها للباقين قوله تعالیٰ بالأُخرة۔ فيه قراء ات الاولىٰ نقل حركة الهمزة الى الساكن قبلها لورش وكذا الحمزة في الوقف بخلاف عنه الثانية عدمه للباقين۔ قوله تعالیٰ ء أنذرتهم۔ فيه قراء ات الاولىٰ تسهيل الثانية بين الهمزة والالف وادخال الف بينهم القالون وابى عمرو وهو وجه لهشام الثانية تسهيل الثانية وعدم ادخال الف بينهما لورش وابن كثير والثالثة تبديل الثانية حرف مد وهو وجه لورش الرابعة تحقيق الهمزة الثانية وادخال الف بينهما لهشام في وجه الخامسة التحقيق والقصر للباقين واما الهمزة الاولىٰ فالكل متفقون علىٰ تحقيقها قوله تعالیٰ علىٰ ابصارهم۔ فيه قراء ات الاولى امالة الالف قبل الراء المكسورة المتطرفة امالة محضة لابى عمرو والدورى عن الكسائى الثانية الامالة بين الامالة المحضة والفتح وتكون الى الفتح اقرب لورش الثالثة الفتح للباقين قوله تعالیٰ غشاوة۔ وقفا۔ فيه قراء تان الاولى الا مالة للكسائى والثانية عدمها للباقين۔ قوله تعالیٰ من يقول۔ فيه قراء تان الاولى ادغام النون في الياء بغير غنة لخلف والثانية بغنة للباقين قوله تعالیٰ وَمَا يَخْدَعُوْنَ۔ فيه قراء تان الاولى بضم الياء وفتح الخاء والف بعدها وكسر الدال لنافع وابن كثير وابى عمرو والثانية بفتح الياء وسكون الخاء ولا الف بعدها وفتح الدال للباقين وهو على الاول من المخادعة وعلى الثانية من الخدع قوله تعالیٰ بما كانوا يكذبون۔ فيه قراء تان الاولى بضم الياء وفتح الكاف وتشديد الذال لنافع وابن كثير وابى عمرو وابن عامر والثانية بفتح الياء وسكون الكاف وتخفيف الذال للباقين وكلاهما ظاهر توجيهه قوله تعالیٰ واذا قيل لهم۔ فيه قراء تان الاولى باشمام القاف قبل الياء لهشام والكسائى والثانية بلا اشمام للباقين والاشمام ههنا ان تضم القاف قبل الياء قوله تعالیٰ خلقكم۔ فيه قراء تان الاولى بادغام القاف في الكاف لابى عمرو بخلاف عنه والثانية بلا ادغام للباقين قوله تعالیٰ وهو۔ فيه قراء تان الاولى بسكون الهاء لقالون وابى عمرو والكسائى والثانية بضمها للباقين قوله تعالیٰ انى اعلم في الموضعين۔ فيه قراء تان الاولى بفتح الياء لنافع وابن كثير وابى عمرو والثانية بسكونها للباقين قوله تعالیٰ فازلهما۔ فيه قراء تان الاولى بالف بعد الزاى وتخفيف اللام لحمزة والثانية بغير الف بعد الزاى وتشديد اللام للباقين والاول من الازالة والثانى من الازلال قوله تعالیٰ ادم من ربه كلمات۔ فيه قراء تان الاولىٰ بنصب الميم من ادم ورفع التاء من كلمت لابن كثير والثانية برفع الميم وكسر التاء للباقين وتوجيه الاول فاعلية كلمات ومفعولية ادم والثانى على العكس وكلاهما ظاهر المعنى لان التلقى يكون من الجانبين قوله تعالیٰ ولا تقبل منها شفاعة فيه قراء تان۔

الحواشی: وقد صدر منى الغلط في تنشيط الطبع حيث جعلته اثنين ۱۲ منه۔

الاولى بالتاء على التانيث لابن كثير وابى عمرو والثانية بالياء على التذكير للباقين قوله تعالیٰ واعدنا۔ فيه قراء تان الاولى بغير الف بين الواو والعين لابى عمرو والثانية بالف بينهما للباقين والاول من الوعد والثانى من المواعدة قوله تعالیٰ نغفرلكم خطاياكم۔ فيه قراء ات الاولى بياء

مضمومة على التذكير مع فتح الفاء لنافع والثانية بتاء مضمومة على التانيث مع فتح الفاء ايضا لابن عامر والثالثة بنون مفتوحة مع كسر الفاء للباقين وتوجيه الاولين كون الخطايا مفعول ما لم يسم فاعله والثالث كونه مفعولا به قوله تعالٰى بغافل عما تعملون۔ فيه قرء ات الاولى بالياء على الغيبة لابن كثير والثانية بالتاء على الخطاب للباقين قوله تعالٰى احاطت به خطيئته۔ فيه قراء تان الاولى بالجمع لنافع والثانية بالتوحيد للباقين قوله تعالٰى لا يعبدون فيه قراء تان الاولى بالياء على الغيبة لابن كثير وحمزة والكسائي والثانية بالتاء على الخطاب للباقين قوله تعالٰى للناس حسنا۔ فيه قراء تان الاولى بفتح الحاء والسين لحمزة والكسائي والثانية بضم الحاء وسكون السين للباقين والاول صفة والثاني مصدر بمعنى الصفة بالمبالغة قوله تعالٰى تظاهرون۔ فيه قرأتان الاولى بتخفيف الظاء لعاصم وحمزة والثانية بتشديدها للباقين والاول بحذف احدى التائين والثاني بابدالها ظاء وادغامها في الظاء قوله تعالٰى اسرٰى۔فيه قراء تان الاولى بفتح الهمزة وسكون السين ولا الف بعد السين لحمزة والثانية بضم الهمزة وفتح السين والف بعدها للباقين۔ قوله تعالٰى تفدوهم۔ فيه قراء تان الاولى بضم التاء وفتح الفاء بعدها الف لنافع وعاصم والكسائي والثانية بفتح التاء وسكون الفاء ولا الف بعدها للباقين قوله تعالٰى عما يعملون۔ فيه قراء تان الاولى بالياء على الغيبة لنافع وابن كثير وشعبة والثانية بالتاء على الخطاب للباقين قوله تعالٰى بروح القدس فيه قراء تان الاولى بسكون الدال حيث جاء لابن كثير والثانية بضمها للباقين قوله تعالٰى ان ينزل۔ فيه قراء تان الاولى بسكون النون وتخفيف الزاى لابن كثير وابن عمر والثانية بفتح النون وتشديد الزاى للباقين قوله تعالٰى واذا قيل لهم۔ فيه قراء ات ثلث الاولى بالاشمام لهشام والكسائي والثانية بالادغام لابى عمرو والثالثة بلا اشمام والا ادغام للباقين قوله تعالٰى ثم اتخذتم۔ فيه قراء تان الاولى باظهار الذال عند التاء لابن كثير وحفص والثانية بادغامها للباقين قوله تعالٰى لجبريل۔ فيه قراء ات اربعة الاولى بفتح الجيم والراء وهمزة بعد الراء مكسورة ممدودة اى بعدها ياء خفية لحمزة والكسائي والثانية كذلك لكن بحذف الياء بعد الهمزة لشعبة والثالثة بفتح الجيم وكسر الراء من غير همزة لابن كثير والرابعة بكسر الجيم والراء من غير همزة بعد الراء للباقين قوله تعالٰى وميكال۔ فيه قراء ات ثلث الاولى بغير همزة ولا ياء بين الالف واللام لابى عمرو وحفص والثانية بهمزة بعد الالف ولا ياء بعد الهمزة لنافع والثالثة بهمزة بعد الالف وياء للباقين قوله تعالٰى ولكن الشياطين۔ فيه قراء تان الاولى بكسر النون من لكن مخففة ورفع نون الشياطين لابن عامر وحمزة والكسائي والثانية بفتح النون من لكن مشددة ونصب نون الشياطين للباقين قوله تعالٰى ان ينزل فيه كما في ينزل المذكور بعد روح القدس قوله تعالٰى ما ننسخ۔ فيه قراء تان الاولى بضم النون الاولى وكسر السين لابن عامر والثانية بفتح النون والسين للباقين قوله تعالٰى ننسها۔ فيه قراء تان الاولى بفتح النون الاولى وبفتح السين وهمزة ساكنة بعد السين لابن كثير وابى عمرو والثانية بضم النون وكسر السين ولا همزة بعد السين للباقين والاول من نسأ بمعنى اخرٰى نوخرا نزالها فلا ننزلها او نؤخرها ونبعدها عن الذهن بحيث لا يتذكر لفظها ولا معناها والثاني افعال من النسيان قوله تعالٰى واسع عليم وقالوا فيه قراء تان الاولى بغير واو قبل القاف لابن عامر والثانية بواو للباقين۔ قوله تعالٰى كن فيكون۔ فيه قراء تان الاولى بنصب النون من فيكون لابن عامر على جواب الامر صورة وبرفعها للباقين على الاستيناف قوله تعالٰى ولا تسئل۔ فيه قراء تان الاولى بفتح التاء وسكون اللام على النهى لنافع والثانية بضم التاء واللام على النفى للباقين قوله تعالٰى ابراهيم۔ فيه قراء تان ابراهام لابن عامر و ابراهيم للباقين قوله تعالٰى عهدى۔ فيه قراء تان الاولى بسكون الياء لحفص وحمزة والثانية بفتحها للباقين ومن اسكن الياء اسقطها في الوصل قوله تعالٰى واتخذوا۔ فيه قراء تان الاولى بفتح الخاء لنافع وابن عامر على المضى والثانية بكسرها للباقين على الامر قوله تعالٰى بيتى۔ فيه قراء تان الاولى بفتح الياء لنافع وهشام وحفص والثانية بسكونها للباقين قوله تعالٰى فامتعه۔ فيه قراء تان الاولى بسكون الميم وتخفيف التاء لابن عامر والثانية بفتح الميم وتشديد التاء واما الهمزة بعد التاء فالجميع اتفقوا على ضمها والاول من الافعال والثاني من التفعيل قوله تعالٰى ارنا۔ فيه ثلث قراء ت الاولى بسكون الراء لابن كثير والسوسى والثانية باختلاس حركة الراء للدورى عن ابى عمرو والثالثة بالحركة الكاملة للباقين وتوجيه الاول انه شبه فيه المنفصل بالمتصل فعومل معاملة فخذ في اسكانه للتخفيف۔

قوله تعالٰى ووصى۔ فيه قراء تان الاولى اوصى من الايصاء لنافع وابن عامر والثانية وصى من التوصية للباقين قوله تعالٰى ام تقولون۔ فيه قراء تان الاولى بالتاء على الخطاب لابن عامر وحفص وحمزة والكسائي والثانية بالياء على الغيبة للباقين قوله تعالٰى عن قبلتهم التى۔ فيه ثلث قراء ت الاولى بكسر الهاء والميم لابى عمرو والثانية بضمها لحمزة والكسائي والثالثة بكسر الهاء وضم الميم للباقين هذا كله في حال الوصل واما في

الوقف فالجمیع علی کسر الھاء وسکون المیم قولہ تعالٰی الی صراط مستقیم۔ ذکر الاشمام لخلف والسین لقنبل قولہ تعالٰی لرؤف۔ فی قراء تان الاولٰی بقصر الحمزۃ لابی عمرو وشعبۃ وحمزۃ والکسائی والثانیۃ بمدھا للباقین قولہ تعالٰی عما یعملون ولئن۔ فیہ قراء تان الاولٰی بالتاء علی الخطاب لابن عامر وحمزۃ والکسائی والثانیۃ بالیاء علی الغیبۃ للباقین۔ قولہ تعالٰی ھو مولیھا فیہ قراء تان الاولٰی بفتح اللام والف بعدھا لابن عامر والثانیۃ بکسر اللام ویاء بعدھا للباقین۔ قولہ تعالٰی عما تعملون ومن حیث خرجت۔ فیہ قراء تان بالیاء علی الغیبۃ لابی عمرو والثانیۃ بالتاء علی الخطاب للباقین قولہ تعالٰی ومن تطوع۔ فیہ قراء تان الاولٰی بالیاء علی الغیبۃ وتشدید الطاء والواو وجزم العین لحمزۃ والکسائی والثانیۃ بالتاء علی الحضور وتخفیف الطاء وفتح العین للباقین قولہ تعالٰی وتصریف الریح۔ فیہ قراء تان الاولی بالتوحید لحمزۃ والکسائی والثانیۃ بالجمع للباقین قولہ تعالٰی ولو یری الذین ظلموا۔ فیہ قراء تان الاولی بالتاء علی الخطاب لنافع وابن عامر والثانیۃ بالیاء علی الغیبۃ والموصول علی الاول مفعول والجواب لرأیت امرا فظیعا وعلی الثانی فاعل والجواب لوقعوا فی حسرۃ عظیمۃ قولہ تعالٰی اذ یرون۔ فیہ قراء تان الاولٰی بضم الیاء لابن عامر والثانیۃ بفتحھا للباقین قولہ تعالٰی خطوات۔ فیہ قراء تان الاولٰی بضم الطاء لابن عامر قنبل وحفص والکسائی والثانیۃ بسکونھا للباقین وھما لغتان فی جمع خطوۃ قولہ تعالٰی فمن اضطر۔ فیہ قراء تان الاولی فی الوصل الاولی بکسر النون لابی عمرو وعاصم وحمزۃ والثانیۃ بضمھا للباقین اتباعًا للطاء قولہ تعالٰی ولکن البر فیہ قراء تان الاولی بنصب الراء لحفص و حمزۃ والثانیۃ برفعھا للباقین وھو علی الاول خبر للیس و علی الثانی اسم لھا قولہ تعالٰی ولکن البر من امن۔ فیہ قراء تان الاولی بکسر النون مخففۃ ورفع الراء لنافع وابن عامر والثانیۃ بنصب النون مشددۃ ونصب الراء للباقین قولہ تعالٰی من موص۔ فیہ قراء تان الولی بفتح الواو من موص وتشدید الصاد لشعبۃ وحمزۃ والکسائی والثانیۃ بسکون الواو وتخفیف الصاد للباقین والاول من التفعیل والثانی من الافعال قولہ تعالٰی فدیۃ طعام۔ فیہ قراء تان الاولٰی بغیر تنوین فی فدیۃ وخفض المیم من طعام لنافع وابن ذکوان والثانیۃ بتنوین فدیۃ ورفع المیم من طعام وتوجیہ الاول اضافۃ فدیۃ الی طعام والثانی بدلیۃ طعام من فدیۃ قولہ تعالٰی طعام مسکین۔ فیہ قراء تان الاولٰی مساکین بفتح المیم والسین والف بعد السین وفتح النون علی الجمعیۃ لنافع وابن عامر والثانیۃ بکسر المیم وسکون السین ولا الف بعدھا وخفض النون منونۃ علی الافراد للباقین قولہ تعالٰی فمن تطوع۔ فیہ عین ما ذکر قریبا فی قولہ تعالٰی ومن تطوع خیرًا فان اللہ شاکر علیم قولہ تعالٰی ولتکملوا العدۃ۔ فیہ قراء تان الاولٰی بفتح الکاف وتشدید المیم لشعبۃ والثانیۃ بسکون الکاف وتخفیف المیم للباقین والاول من التفصیل والثانی من الافعال قولہ تعالٰی البیوت۔ فیہ قرأتان الاولی بضم الباء حیث جاء لورش وابی عمرو وحفص والثانیۃ بکسرھا للباقین قولہ تعالٰی ولکن البر من تقی۔ فیہ ما مر قریبًا فی قولہ تعالٰی ولکن البر من امن قولہ تعالٰی ولا تقتلوھم عند المسجد الحرام حتی یقتلوکم فان قتلوکم فیہ قراء تان الاولی بکون الصیغ الثلث من نصر ینصر لحمزۃ والکسائی والثانی بکونھا من المفاعلۃ للباقین قولہ تعالٰی فلا رفث ولا فسوق۔ فیہ قراء تان الاولی برفع الفاء والقاف والتنوین لابن کثیر وابی عمرو والثانیۃ بفتحھما للباقین ولا خلاف فی کون لا جدال بالفتح قولہ تعالٰی مناسککم۔ فیہ قراء تان الاولٰی بالادغام لابی عمرو بخلاف عنہ ولم یدغم مثلین من کلمۃ فی القرآن الا ھنا وفی سورۃ المدثر وھو قولہ تعالٰی ما سلککم فی سقر والثانیۃ بلا ادغام للباقین قولہ تعالٰی فی السلم۔ فیہ قراء تان الاولی بفتح السین لنافع وابن کثیر والکسائی والثانیۃ بکسرھا للباقین وھما لغتان مشھورتان فیہ قولہ تعالٰی والی اللہ ترجع۔ فیہ قراء تان الاولی بفتح التاء وکسر الجیم لابن عامر وحمزۃ والکسائی والثانیۃ بضم التاء وفتح الجیم للباقین قولہ تعالٰی حتی یقول الرسول۔ فیہ قراء تان الاولٰی برفع اللام لنافع والثانیۃ بنصبھا للباقین وتوجیہ الاول انہ حکایۃ حال ماضیۃ والثانی بتقدیران قولہ تعالٰی اثم کبیر۔ فیہ قراء تان الاولٰی بالثاء المثلثۃ لحمزۃ والکسائی والثانیۃ بالباء الموحدۃ للباقین۔

قولہ تعالٰی قل العفو۔ فیہ قراء تان الاولٰی برفع الواولابی عمرو والثانیۃ بالنصب للباقین وتوجیہ الاول تقدیراً لمبتدأ علی ان ما ذا ینفقون مبتدأ وخبر و توجیہ الثانی تقدیر الفعل وما ذا مفعول ینفقون لیطابق الجواب السوال قولہ تعالٰی حتی یطھرن۔ فیہ قراء تان الاولی بتشدید الطاء والھاء لشعبۃ وحمزۃ والکسائی والثانیۃ بسکون الطاء وضم الھاء مخففۃ للباقین قولہ تعالٰی الا ان یخافا۔ فیہ قرائتان الاولی بضم الیاء لحمزۃ مبنیا للمفعول والخائف علی ھذا ھو المخاطب فی خفتم والثانیۃ بفتحھا للباقین مبنیا للفاعل قولہ تعالٰی لا تضار والدۃ فیہ قراء تان الاولی بضم الراء لابن کثیر وابی عمر والثانیۃ بالفتح للباقین والاول نفی والثانی نھی قولہ تعالٰی تمسوھن۔ فیہ قراء تان الاولی بضم التاء والف بعد المیم فی الموضعین لحمزۃ

والكسائى من المماسلة والثانية بفتح التاء ولا الف بعد الميم فيهما للباقين من المس قوله تعالى قدره۔ فيه قراء تان الاولى بفتح الدال لابن ذكوان وحفص وحمزة والكسائى والثانية بسكونها للباقين وهما لغتان فيه قوله تعالى وصية لازواجهم۔ فيه قرائتان الاولى برفع التاء لنافع وابن كثير والثانية بالنصب للباقين وتوجيه الاول حكم الذين يتوجون وصية او نحوه وتوجيه الثانى ليوصوا او يوصون او نحوه قوله تعالى فيضعفه۔ فيه اربع قراء ت الاولى بنصب الفاء من التضعيف لابن عامر والثانية برفع الفاء من التضعيف لابن كثير والثالثة بنصب الفاء من المضاعفة لعاصم والرابعة برفع الفاء من المضاعفة لنافع وابى عمرو وحمزة والكسائى وتوجيه النصب بكونه جواب الاستفهام وتوجيه الرفع بتقدير هو قوله تعالى يبسط۔ فيه قراء تان الاولى بالسين لقنبل وابى عمرو وابن عامر وحفص وحمزة بخلاف عن ابن ذكوان وخلاد والثانية بالصاد للباقين والرسم بالصاد قوله تعالى هل عسيتم۔ فيه قراء تان الاولى بكسر السين لنافع والثانية بالنصب للباقين قوله تعالى غرفة۔ فيه قراء تان الاولى بفتح الغين لنافع وابن كثير وابى عمرو والثانية لبضمها للباقين وهو بالضم ما يغرف وبالفتح مصدر وقيل هما مصدر ان والضم والفتح لغتان قوله تعالى دفع الله۔ فيه قراء تان الاولى بكسر الدال وفتح الفاء والف بعدها كقتال لنافع والثانية بفتح الدال وسكون الفاء ولا الف بعدها للباقين قوله تعالى بروح القدس۔ فيه ما قد ذكرو من قبل قوله تعالى لا بيع فيه ولا خلة ولا شفاعة۔ فيه قراء تان الاولى بالفتح فى بيع وخلة وشفاعة ولا تنوين لابن كثير وابى عمرو والثانية بالرفع والتنوين للباقين قوله تعالى كيف ننشزها۔ فيه قراء تان الاولى بالراء لنافع وابن كثير وابى عمرو والثانية بالزاى للباقين ومعناه بالراء الاحياء وبالذى الرفع اى نرفعها من الارض فنردها الى اما كنها من الجسد۔ قوله تعالى قال اعلم۔ فيه قراء تان الاولى بوصل الهمزة قبل العين وسكون الميم على الامر لحمزة والكسائى والثانية بقطع الهمزة ورفع الميم على التكلم وفاعل قال على الاول هو الله تعالى وعلى الثانى هو المار على القرية قوله تعالى فصرهن۔ فيه قراء تان الاولى بكسر الصاد لحمزة والثانية بضمها للباقين من صاره يصوره و يصيره لغتان بمعنى قطعة او اماله و قيل الكسر بمعنے القطع والضم بمعنے الامالة قوله تعالى جزء فيه قراء تان الاولى بضم الزاى لشعبة والثانى بسكونها للباقين لغتان قوله تعالى والله يضعف۔ قراء تان الاولى بتشديد العين ولا الف قبلها لابن كثير وابن عامر والثانية بتخفيفها والف قبهلا للباقين من التضعيف والمضاعفة قوله تعالى بربوة۔فيه قراء تان الاولى بفتح الراء لابن عامر وعاصم والثانية بضمها للباقين لغتان قوله تعالى فاتت اكلها۔ فيه قرائتان الاولى بسكون الكاف لنافع وابن كثير والثانية بضمها للباقين واصل اللغة هو الثانى والاول تخفيف قوله تعالى فنعما هى۔ فيه قراء تان الاولى بفتح النون لابن عامر وحمزة والكسائى والثانية بكسرها للباقين والاول على الاصل كعلم والثانى على الاتباع قوله تعالى ونكفر عنكم۔ فيه ثلث قراء ات الاولى بالياء ورفع الراء لابن عامر وحفص والثانية بالنون ورفع الراء لابن كثير وابى عمرو وشعبة والثالثة بالنون وجزم الراء لنافع وحمزة والكسائى والرفع على كون الجملة مبتدأة والجزم على العطف جواب الشرط قوله تعالى يحسبهم۔ فيه قراء تان الاولى بفتح السين لابن عامر وعاصم وحمزة والثانية بكسرها للباقين قوله تعالى فاذنوا۔ فيه قراء تان الاولى بفتح الهمزة ومدها وكسر الذال الشعبة وحمزة من الايذان والثانية بسكون الهمزة وفتح الذال للباقين من الاذن قوله تعالى الى ميسرة۔ فيه قراء تان الاولى بضم السين لنافع والثانية بفتحها للباقين لغتان قوله تعالى وان تصدقوا۔ فيه قراء تان الاولى بتخفيف الصاد لعاصم والثانية بالتشديد للباقين والاصل تتصدقوا فحذفت احدى التائين على الاول وادغمت فى الصاد على الثانى قوله تعالى يوما ترجعون۔ فيه قراء تان الاولى بفتح التاء وكسر الجيم لحمزة والثانية بضم التاء وفتح الجيم للباقين قوله تعالى ان تضل۔فيه قراء تان الاولى بكسر الهمزة لحمزة فان شرطية والثانية بفتحها للباقين فان مصدرية قوله تعالى فتذكر۔ فيه ثلث قراء ات الاولى بسكون الذال وتخفيف الكاف مع نصب الراء لابن كثير و ابى عمرو والثانية بفتح الدال و تشديد الكاف مع نصب الراء لنافع وابن عامر وعاصم والكسائى والثالثة بالفتح والتشديد مع رفع الراء لحمزة والنصب على العطف والرفع على الجواب من الشرط وهو على التخفيف من لذكر وعلى التشديد من التذكير قوله تعالى تجارة حاضرة۔ فيه قراء تان الاولى بنصب التاء فيهما العاصم والثانية بالرفع فيهما للباقين فكان على الاول ناقصة وعلى الثانى تامة قوله تعالى فرهن۔ فيه قراء تان الاولى بضم الراء والهاء والا الف بعدها لابن كثير وابى عمرو والثانية بكسر الراء وفتح الهاء والف بعدها وكلاهما جمع رهن قوله تعالى فيغفر ويعذب فيه قراء تان الاولى برفع الراء والباء لابن عامر وعاصم والثانية بالجزم للباقين والجزم للعطف على جواب الشرط قوله تعالى وكتبه۔ فيه قرائتان الاولى بكسر الكاف وفتح التاء والف بعدها على التوحيد لحمزة والكسائى والثانية بضم الكاف والتاء على الجمع للباقين وقد تمت بحمد لله سورة البقرة

للحادی والعشرین من المحرم ۱۳۲۶ھ

سورة ال عمران

قوله تعالٰی ستغلبون و تحشرون۔ فيه قراء تان الاولی بالياء فيهما علی الغيبة لحمزة والكسائی والثانية بالتاء علی الخطاب للباقين والفرق بين القراء تين بان المعنی علی تقدير تاء الخطاب امر النبی صلی الله عليه وسلم ان يخبرهم من عند نفسه بمضمون الكلام حتی لو كذبوا كان التكذيب راجعا اليه وعلی تقدير ياء الغيبة امره بان يؤدی ما اخبر الله تعالٰی به من الحكم بانهم سيغلبون بحيث لو كذبوا كان التكذيب راجعا الی الله تعالٰی قوله تعالٰی يرونهم مثليهم۔ فيه قراء تان الاولی بالتاء علی الخطاب لنافع والثانية بالياء علی الغيبة للباقين وتوجيه الاول ترون ايها الكفار المومنين مثلی المومنين خرقا للعادة وتوجيه الثانی يری الفئة الكافرة الفئة المؤمنة مثلی عدد الرائين او المرئيين او بالعكس ويصح مجيع ذلك باختلاف الاحوال والاوقات كما يعلم بالمراجعة الی التفاسير قوله تعالٰی رضوان۔ فيه قراء تان الاولی بضم الياء لشعبة والثانية بكسرها للباقين وهما لغتان قوله تعالٰی يقتلون الذين۔ فيه قراء تان الاولی بضم الياء المثناة تحت وفتح القاف والف بعدها وكسر التاء المثناة فوق لحمزة من القتال والثانية بفتح الياء و سكون القاف ولا الف بعدها وضم التاء للباقين من القتل قوله تعالٰی من الميت ويخرج الميت۔ فيه قراء تان الاولی بسكون الياء لابن كثير وابی عمرو وابن عامر وشعبة والثانية بكسر الياء مشددة للباقين والاول تخفيف للثانی قوله تعالٰی بما وضعت۔ فيه قراء تان الاولی بسكون العين وضم التاء لابن عامر وشعبة والثانية بفتح العين وسكون التاء وهو علی الاول من مقول امرأة عمران وعلی الثانی من مقول الله تعالٰی قوله تعالٰی كفلها۔ فيه قراء تان الاولی بتشديد الفاء لعاصم وحمزة والكسائی والثانية بتخفيفها للباقين وزكريا علی الاول مفعول به لكفلها والفاعل هو الله تعالٰی وعلی الثانی فاعل له۔ قوله تعالٰی فی المحراب ان الله۔ فيه قراء تان بكسر الهمزة من ان لابن عامر وحمزة والثانية بفتحها للباقين وتوجيه الاول اضمار القول او اجراء النداء مجری القول وتوجيه الثانی ظاهر۔ قوله تعالٰی يبشرك فی الموضعين بشارة زكريا وبشارة مريم۔ فيه قراء تان الاولی بفتح الياء وسكون الباء الموحدة وضم الشين مخففة لحمزة والكسائی والثانية بضم الياء وفتح الباء الموحدة وكسر الشين مشددة والاول من الثلاثی المجرد والثانی من التفعيل قوله تعالٰی كن فيكون فيه ما مر فی سورة البقرة اية بديع السمٰوٰت قوله تعالٰی ويعلمه۔ فيه قراء تان الاولی بالياء لنافع وعاصم والثانية بالنون للباقين قوله تعالٰی فيكون طيرا۔ فيه قراء تان الاولی بالف بعد الطاء بعدها همزة مكسورة والثانية بياء ساكنة بعد الطاء من غير الف قوله تعالٰی فی بيوتكم فيه ما تقدم فی البقرة اية يسئلونك عن الاهلة قوله تعالٰی فيوفيهم۔ فيه قراء تان الاولی بالياء لحفص والثانية بالنون للباقين قوله تعالٰی لتحسبوه۔ فيه قراء تان الاولی بفتح السين لابن عامر وعاصم وحمزة والثانية بكسرها للباقين قوله تعالٰی تعلمون الكتٰب۔ فيه قراء تان الاولی بفتح التاء وسكون العين ووفتح اللام مخففة لنافع وابن كثير وابی عمرو والثانية بضم التاء وفتح العين وكسر اللام مشددة للباقين والاول من الثلاثی المجرد والثانی من التفعيل قوله تعالٰی لما۔ فيه قراء تان الاولی بكسر اللام لحمزة والثانية بالفتح للباقين واللام علی الاول جارة وعلی الثانی موطئة للقسم قوله تعالٰی اتيتكم۔ فيه قراء تان الاولی بنون مفتوحة بعد الياء بعدها الف لنافع علی الجمعية والثانية بتاء مضمومة للباقين علی الافراد قوله تعالٰی يبغون۔ فيه قراء تان الاولی بالياء علی الغيبة لابی عمرو وحفص و بالتاء علی الخطاب للباقين قوله تعالٰی اليه يرجعون۔ فيه قراء تان بالياء علی الغيبة لحفص وبالتاء علی الخطاب للباقين قوله تعالٰی من قبل ان تنزل۔ فيه قراء تان الاولی بسكون النون وتخفيف الزای من الانزال والثانية بفتح النون وتشديد الزای من التنزيل قوله تعالٰی حج البيت۔ فيه قراء تان الاولی بكسر الحاء لحفص وحمزة والكسائی والثانية بالفتح للباقين والكسر لغة نجد قوله تعالٰی ترجع الامور۔ فيه قراء تان الاولی بفتح التاء وكسر الجيم لابن عامر و حمزة والكسائی والثانية بضم التاء وفتح الجيم للباقين قوله تعالٰی وما يفعلوا من خير فلن يكفروه۔ فيه قراء تان الاولی بالتاء فيهما علی الغيبة لحفص و حمزة والكسائی والثانية بالتاء علی الخطاب للباقين قوله تعالٰی لا يضركم كيدهم۔ فيه قراء تان الاولی بكسر الضاد و جزم الراء لنافع وابن كثير وابی عمرو والثانية بضم الضاد ورفع الراء مشددة للباقين والاول من ضاره يضيره والجزم علی انه جواب الشرط والثانی من ضره يضره والضم لاتباع ضمة الضاد كما فی الامر المضاعف المضموم العين كمد والجزم مقدر وجوز وافی مثله الفتح والكسر قوله تعالٰی منزلين۔ فيه قراء تان الاولی بفتح النون وتشديد الزای من التنزيل لابن عامر والثانية بسكون النون وتخفيف الزای من الانزال للباقين قوله تعالٰی مسومين۔ فيه قراء تان الاولی بكسر الواو لابن كثير وابی عمرو وعاصم والثانية بفتحها للباقين ومعنی الاول معلمين انفسهم ومعنی الثانی معلمين من جهة الله تعالٰی قوله تعالٰی مضعفة۔ فيه

قراء تان الاولی بتشدید العین ولا الف قبلها من التضعیف لابن کثیر وابن عامر والثانیة بتخفیف العین والف قبلها من المضاعفة للباقین قوله تعالیٰ وسارعوا۔ فیه قراء تان الاولی بغیر واو قبل السین لنافع وابن عامر والثانیة بالواو قبل السین للباقین قوله تعالیٰ قرح فی الموضعین۔ فیه قراء تان الاولی بضم القاف لابی بکر شعبة وحمزة والکسائی والثانیة بفتحها للباقین وهما لغتان قوله تعالیٰ قتل معه۔ فیه قراء تان الاولی بضم القاف وکسر التاء ولا الف بین القاف والتاء لنافع وابن کثیر وابی عمرو والثانیة بفتح القاف والتاء والف بین القاف والتاء والاول مبنی للمفعول من القتل والثانی مبنی للفاعل من القتال قوله تعالیٰ الرعب۔ فیه قراء تان الاولی بضم العین لابن عامر والکسائی والثانیة بالسکون للباقین وهما لغتان قوله تعالیٰ یغشی۔ فیه قراء تان الاولی بالتاء علی التانیث لحمزة والکسائی والثانیة بالیاء علی التذکیر للباقین قوله تعالیٰ کله لله۔ فیه قراء تان الاولی برفع اللام بعد الکاف لابی عمرو والثانیة بالنصب للباقین وهو علی الاول مبتدا ولله خبره والجملة خبر لان وعلی الثانی تاکید لاسم ان ولله خبرها قوله تعالیٰ فی بیوتکم فیه ما تقدم قوله تعالیٰ بما تعملون بصیر۔ فیه قراء تان الاولی بالیاء علی الغیبة لابن کثیر وحمزة والکسائی والثانیة بالتاء علی الخطاب للباقین قوله تعالیٰ متم۔ فیه قراء تان الاولی بکسر المیم لنافع وحمزة والکسائی والثانیة بالضم للباقین وهو علی الاول من مات یمات مثل خفتم من خاف یخاف وعلی الثانی من مات یموت مثل کنتم من کان یکون قوله تعالیٰ یجمعون۔ فیه قراء تان الاولی بیاء الغیبة لحفص والثانیة بتاء الخطاب للباقین قوله تعالیٰ ان یغل۔ فیه قراء تان الاولی بفتح الیاء وضم الغین مبنیا للفاعل لابن کثیر وابی عمرو وعاصم والثانیة بضم الیاء وفتح الغین مبنیا للمفعول ای ما صح لنبی ان ینسبه احد الی الغلول او یوجد غالا قوله تعالیٰ رضوان فیه ما مر فی اول السورة قوله تعالیٰ ماقتلوا۔ فیه قراء تان الاولی مشددة لهشام والثانیة مخففة للباقین قوله تعالیٰ الذین قتلوا۔ فیه قراء تان الاولی مشددة لابن عامر والثانیة مخففة لباقین قوله تعالیٰ و ان الله لا یضیع۔ فیه قراء تان الاولی بکسر الهمزة للکسائی علی انه تذییل لما قبله والثانیة بفتحها للباقین عطفا علی فضل او نعمة قوله تعالیٰ الفرح قد مر قوله تعالیٰ خافون۔ فیه قراء تان الاولی باثبات الیاء وصلا وحذفها وقفا لابی عمرو والثانیة بالحذف وقفا ووصله للباقین قوله تعالیٰ لا یحزنك۔ فیه قراء تان الاولی بضم الیاء وکسر الزای من الافعال لنافع والثانیة بفتح الیاء وضم الزای للباقین قوله تعالیٰ حتی یمیز۔ فیه قراء تان الاولی بضم الیاء وفتح المیم وتشدید الیاء بعد المیم مع کسرها من التفعیل لحمزة والکسائی والثانیة بفتح الیاء وکسر المیم وسکون الیاء بعد المیم من ماز للباقین قوله تعالیٰ بما تعملون خبیر۔ فیه قراء تان الاولی بالیاء علی الغیبة لابن کثیروابی عمرو والثانیة بالتاء علی الخطاب للباقین قوله تعالیٰ سنکتب ما قالوا(الی) نقول۔ فیه قراء تان الاولی سیکتب بیاء مضمومة وفتح التاء وقتلهم برفع اللام یقول بالیاء لحمزة والثانیة سنکتب بنون مفتوحة وضم التاء وقتلهم بنصب اللام ونقول بالنون قوله تعالیٰ والزبر۔ فیه قراء تان الاولی وبالزبر لابن عامر والبزی والثانیة والزبر للباقین قوله تعالیٰ والکتٰب المنیر۔ فیه قراء تان الاولی وبالکتٰب لهشام والثانیة والکتاب للباقین قوله تعالیٰ لتبیننه للناس ولا تکتمونه۔ فیه قراء تان بیاء الغیبة فیهما لابن کثیر وابی عمرو وشعبة والثانیة بتاء الخطاب للباقین قوله تعالیٰ لا تحسبن الذین۔ فیه قراء تان الاولی بتاء الخطاب لعاصم وحمزة والکسائی والثانیة بیاء الغیبة للباقین والفاعل علی الثانی هو الموصول والمفعول مقدر ای انفسهم قوله تعالیٰ فلا تحسبنهم۔ فیه قراء تان الاولی بالیاء علی الغیبة وضم الباء الموحدة لابن کثیر وابی عمرو والثانیة بالتاء علی الخطاب وفتح الباء الموحدة للباقین قوله تعالیٰ وقٰتلوا وقُتلوا۔ فیه قراء تان الاولی بتقدیم فعل المفعول علی فعل الفاعل لحمزة والکسائی والثانیة ضد ذلك للباقین وفی فعل المفعول قراء تان الاولی بالتشدید لابن کثیر وابن عامر والثانیة بالتخفیف للباقین۔

تمت سورة آل عمران غرة صفر ۱۳۲۶ھ

سورة النساء

قوله تعالیٰ تساء لون به۔ فیه قراء تان الاولی بتخفیف السین لعاصم وحمزة والکسائی والثانیة بتشدیدها للباقین وتوجیه الاولیٰ حذف التائین والثانیة ادغامها فی السین قوله تعالیٰ والارحام۔ فیه قراء تان الاولی بخفض المیم لحمزة والثانیة بنصبها للباقین وهو علی الاول معطوف علی الجلالة والثانی علی الضمیر المجرور علی رأی الکوفیین او هو مجرور بتقدیر الباء علی رأی البصریین علی نحو والله لافعلن قوله تعالیٰ سیصلون۔ فیه قراء تان الاولیٰ بضم الیاء علی البناء للمفعول لابن عامر و شعبة والثانیة بالفتح علی البناء للفاعل للباقین قوله تعالیٰ وان کانت واحدة۔ فیه قراء تان الاولی برفع واحدة لنافع والثانیة بالنصب للباقین وکانت علی الاولیٰ تامة وعلی الثانیة ناقصة قوله تعالیٰ فلامه الثلث قوله تعالیٰ فلامه السدس۔ فیه قراء تان الاولی بکسرة الهمزة لحمزة والکسائی والثانیة بضمها للباقین والکسر اتباع لکسرة اللام وقیل اتباع لکسرة المیم وضعف بان فیه

اتباع حركة اصلية لحركة عارضة وهي الاعرابية وقيل انها لغة في الام قوله تعالٰى يوصي بها في الموضعين في المجموع ثلث قراء ا ت الاولٰى بفتح الصاد والف بعدها فيهما لابن كثير وابن عامر وشعبة والثانية بالفتح والالف في الاول وبكسر الصاد وياء ساكنة بعدها في الثاني لحفص والثالثة بالكسر والياء فيهما للباقين قوله تعالٰى يدخله جنات قوله تعالٰى يدخله نارا۔ فيه قراء تان الاولٰى بالنون لنافع وابن عامر والثانية بالياء للباقين قوله تعالٰى واللذان۔ فيه قراأتان الاولٰى بتشديد النون لابن كثير والثانية بالتخفيف للباقين وتشديد النون لغة وهو عوض عن ياء الذى المحذوف اذ قياسه اللذيان قوله تعالٰى كرها۔ فيه قراء تان الاولى ضم الكاف لحمزة والكسائي والثانية بالفتح للباقين وهما لغتان قوله تعالٰى مبينة۔ فيه قراء تان الاولى بفتح الياء المثناة تحت لابن كثير وشعبة والثانية بالكسر للباقين على صيغة الفاعل من بين اللازم بمعنى تبين او المتعدى والمفعول محذوف اى مبينة حال صاحبها قوله تعالٰى والمحصنٰت قرأ الكسائي جميع ما في القرآن من لفظ المحصنات ومحصنات بكسر الصاد الا هذا الحرف فانه فتح الصاد موافقا للجميع قوله تعالٰى واحل لكم۔ فيه قراء تان الاولى بضم الهمزة وكسر الحاء لحفص وحمزة والكسائي على البناء للمفعول والثانية بفتحهما للباقين على البناء للفاعل قوله تعالٰى فاذا احصن۔ فيه قراء تان الاولى بفتح الهمزة والصاد لشعبة و حمزة والكسائي على البناء للفاعل والثانية بضم الهمزة وكسر الصاد على البناء للمفعول قوله تعالٰى تجارة۔ فيه قراء تان الاولى بالنصب لعاصم وحمزة والكسائي والثانية بالرفع للباقين والوجه ظاهر قوله تعالٰى مدخلا۔ فيه قراء تان الاولى بفتح الميم لنافع والثانية بالضم للباقين ويحتملان المصدر والظرف قوله تعالٰى عقدت۔ فيه قراء تان الاولى بغير الف بين العين والقاف لعاصم وحمزة والكسائي والثانية بالالف للباقين۔ قوله تعالٰى بالبخل۔ فيه قراء تان الاولى بفتح الباء والخاء لحمزة والكسائي والثانية بضم الباء وسكون الخاء للباقين هما لغتان قوله تعالٰى ان تك حسنة۔ فيه قراء تان الاولى برفع التاء لنافع وابن كثير والثانية بالنصب للباقين والكون على الاولى تامة وعلى الثانية ناقصة قوله تعالٰى يضاعفها۔ فيه قراء تان الاولى بتشديد العين ولا الف قبلها من التضعيف لابن كثير وابن عامر والثانية بتخفيف العين والف قبلها من المضاعفة للباقين قوله تعالٰى لو تسوى۔ فيه ثلث قراء ات الاولى بضم المثناة فوق من التفعيل لابن كثير وابى عمرو و عاصم والثانية بفتح المثناة و تشديد السين من التفعل وادغام المثناة في السين لنافع وابن عامر والثالثة بالفتح بلا ادغام على حذف احدى التائين لحمزة والكسائي قوله تعالٰى او لٰمستم۔ فيه قراء تان الاولى بغير الف بين اللام والميم من اللمس لحمزة والكسائي والثانية بالف من الملامسة للباقين قوله تعالٰى نعما يعظكم به۔ فيه ما ذكر في قوله تعالٰى فنعما هي في سورة البقرة جزء تلك الرسل قوله تعالٰى الا قليل منهم۔ فيه قراء تان الاولى قليلًا بالنصب لابن عامر والثانية بالرفع للباقين والنصب على الاستثناء والرفع على البدلية من الضمير المرفوع في فعلوه قوله تعالٰى كان لم تكن۔ فيه قراء تان الاولى بالتاء في تكن على التانيث لابن كثير وحفص والثانية بالياء على التذكير للباقين قوله تعالٰى ولا تظلمون فتيلًا۔ فيه قراء تان الاولى بالغيبة لابن كثير وحمزة والكسائي والثانية بالخطاب للباقين قوله تعالٰى فتبينوا في الموضعين فيهما قراء تان الاولٰى بالثاء المثلثة والباء الموحدة والتاء المثناة من فوق لحمزة والكسائي من التثبت والثانية بالباء الموحدة والياء المثناة من تحت والنون من البيان للباقين قوله تعالٰى القى اليكم السلم۔ فيه قراء تان الاولى بغير الف بعد اللام من السلم بمعنى الانقياد لنافع وابن عامر وحمزة والثانية بالالف للباقين قوله تعالٰى غير اولى الضرر۔ فيه قراء تان الاولى بنصب الراء من غير لنافع وابن عامر والكسائي على الحالية او الاستثناء والثانية بالرفع للباقين على انه صفة للقاعدون قوله تعالٰى فسوف نؤتيه۔ فيه قراء تان الاولى بالياء لابى عمرو والثانية بالنون للباقين قوله تعالٰى يدخلون الجنة۔ فيه قراء تان الاولى بضم الياء وفتح الخاء لابن كثير وابى عمرو وشعبة على البناء للمفعول والثانية بفتح الياء و ضم الخاء للباقين على البناء للفاعل قوله تعالٰى ان يصلحا۔ فيه قراء تان الاولى بضم الياء وسكون الصاد ولا الف بعدها و كسر اللام من الاصلاح لعاصم وحمزة والكسائي والثانية بفتح الياء وفتح الصاد مع التشديد والف بعدها وفتح اللام من الاصلاح الذى اصله تصالح قوله تعالٰى والكتٰب الذى نزل على رسوله والكتاب الذى انزل من قبل۔ فيه قراء تان بضم النون من نزل والهمزة من انزل وكسر الزاى فيهما لابن كثير وابى عمرو وابن عامر والثانية بفتح النون والهمزة وفتح الزاى فيهما للباقين قوله تعالٰى وقد نزل۔ فيه قراء تان الاولى بفتح النون والزاى لعاصم والثانية بضم النون وكسر الزاى للباقين قوله تعالٰى في الدرك۔ فيه قراء تان الاولى بسكون الراء لعاصم وحمزة والكسائي والثانية بفتحها للباقين وهما لغتان قوله تعالٰى اولٰئك سوف يؤتيهم۔ فيه قراء تان الاولى بالياء لحفص والثانية بالنون للباقين۔قوله تعالٰى ان تنزل۔ فيه قراء تان الاولى من الانزال لابن كثير وابى عمرو والثانية من التنزيل للباقين قوله تعالٰى زبورا۔ فيه قراء تان الاولى بضم الزاى لحمزة والثانية بالفتح للباقين والمفتوح فعول بمعنى مفعول كالحلوب والركوب والمضموم جمع كفلس وفلوس او مصدر كالقعود والجلوس تمت سورة النساء للثامن والعشرين من جمادى الاولٰى ۱۳۲۶ھ

سورۂ مائدہ مدینہ میں نازل ہوئی شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے اور اس میں ایک سو بیس آیتیں اور سولہ رکوع ہیں

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ؕ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ۝ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ اٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ؕ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۪ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۲

اے ایمان والو عہد کو پورا کرو تمہارے لئے تمام چوپائے جو مشابہ انعام (یعنی اونٹ بکری گائے) کے ہوں حلال کئے گئے ہیں۔ مگر جن کا ذکر آگے آتا ہے لیکن شکار کو حلال مت کرنا جس حالت میں کہ تم احرام میں ہو بے شک اللہ جو چاہیں حکم کریں۔ اے ایمان والو بے حرمتی نہ کرو خدا تعالیٰ کی نشانیوں کی اور نہ حرمت والے مہینے کی اور نہ حرم میں قربان ہونے والے جانور کی اور نہ ان جانوروں کی جن کے گلے میں پٹے پڑے ہوں اور نہ اُن کی جو بیت الحرام میں قصد سے جارہے ہوں۔ اپنے رب کے فضل اور رضامندی کے طالب ہو اور جس وقت تم احرام سے باہر آجاؤ تو شکار کیا کرو اور ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم سے جو اسی سبب سے افضل ہے کہ انہوں نے مسجد حرام سے روک دیا تھا وہ تمہارے لئے اس کا باعث ہو جائے کہ تم حد سے نکل جاؤ اور نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی اعانت کرتے رہو اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں۔

تفسیر: سورة المائدة مدنية وهي مائة وعشرون آية۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اوپر کی سورت کے ختم پر فرمایا تھا کہ شرائع کو تم سے بیان کرتے ہیں اس سورت کے شروع پر اس کا امر ہے کہ تم ہمارے ان بیان کئے ہوئے شرائع کی پوری پوری بجا آوری کرو یہ مناسبت تو دونوں سورتوں کے انجام اور آغاز میں ہے باقی پوری پوری سورتوں میں بھی دونوں کے اشتمال علی الشرائع سے ربط ظاہر ہے اور خود اس سورت کی اجزاء میں ایک ارتباط بدیع ہے کہ اس کے اول کی آیت بمنزلہ متن کے ہے اور تمام سورت بمنزلہ اس کی شرح کے کیونکہ لفظ عقود بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما جو کہ روح میں منقول اور قاموس کے قول العقد العہد سے مؤید ہے تمام شرائع کو عام اور شامل ہے اور سورت میں ان ہی شرائع کی تفصیل ہے پس اولاً اجمالی اور کلی عنوان سے امتثال شرائع کا حکم فرماتے ہیں۔

ایجاب امتثال شرائع: يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ؕ اے ایمان والو تمہارے ایمان کا مقتضاء یہ ہے کہ اپنے عہدوں کو (جو کہ ایمان کے ضمن میں تم نے خدا تعالیٰ سے کئے ہیں) پورا کرو (یعنی احکام شرعیہ کو بجالاؤ کیونکہ ایمان لانے سے سب کا التزام ہو گیا اور التزام کا مقتضاء ایفاء ہے)

ربط: اوپر اجمالی اور کلی عنوان سے امتثال شرائع کا امر تھا آگے مامور بہ کی جزئیات کی تفصیل ہے جس میں بعض احکام فرعیہ ہیں۔ اور بعض مضامین مشتمل احوال مخالفین ہیں اور بعض ان کے مقدمات و متممات ہیں۔

حکم اول تحلیل وتحریم بہائم: اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ (الی قولہ تعالی) اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ تمہارے لئے تمام چوپائے جو مشابہ (ان) انعام (یعنی اونٹ بکری گائے) کے ہوں (جن کی حلت اس کے قبل سورۂ انعام میں جو کہ مکیہ ہے معلوم ہو چکی ہے پس ان کے مشابہ جتنے چوپائے ہیں سب) حلال کئے گئے ہیں (جیسے ہرن نیل گائے وغیرہ کہ اونٹ بکری گائے کے مشابہ ہیں اس بات میں کہ درندے اور شکاری نہیں بجز ان بہائم کے جو کہ دوسرے دلائل شرعیہ حدیث وغیرہ سے مخصوص ومستثنیٰ ہو چکے ہیں جیسا گدھا خچر وغیرہ ان مستثنیات کے سوا اور سب بہائم اہلی و وحشی حلال ہیں) مگر جن کا ذکر آگے (آیت حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ میں) آتا ہے (کہ وہ باوجود بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ میں داخل ہونے اور مخصوص بالحدیث وغیرہ سے خارج ہونے کے بھی حرام ہیں اور باقی تم کو حلال ہیں) لیکن (ان میں جو) شکار (ہیں ان) کو حلال مت سمجھنا جس حالت میں کہ تم احرام (یا حرم) میں ہو (مثلاً حج وعمرہ کا احرام باندھے ہو گو حرم سے خارج ہو یا یہ کہ حرم کے اندر ہو کہ غالباً شکار بھی حرم کے اندر ہوگا کیونکہ اصل مدار حکم کا شکار کا حرم کے اندر ہونا ہے گو احرام نہ باندھے ہو دونوں حالتوں میں شکار یعنی بری وحشی کا حرام ہے) بیشک اللہ تعالیٰ جو چاہیں حکم کریں (یعنی وہی مصلحت ہوتا ہے پس جس جانور کو چاہا ہمیشہ کے لئے فی نفسہٖ غیر اوقات اضطرار میں حرام کر دیا جس کو چاہا ہمیشہ کے لئے حلال کر دیا جس کو چاہا کسی حالت میں حلال کر دیا کسی حالت میں حرام کر دیا تم کو ہر حالت میں امتثال واجب ہے) **ف**: اور حلال طیور کا یہاں ذکر نہیں ان کی حلت دوسری دلیل شرعی سے مثل انعام کے ثابت ہے پس خلاصہ آیت اور اس کی تفسیر کا یہ مسائل ہیں۔

مسئلہ ①: اونٹ گائے بھینس بکری بھیڑ فی نفسہٖ حلال ہیں البتہ موت طبعی وانخناق وغیرہ کی حالت میں حرام ہیں جیسا آگے آوے گا۔

مسئلہ ②: خنزیر حرام ہے جیسا آگے آوے گا۔

مسئلہ ③: گدھا خچر وغیرہ حرام ہے حدیث میں آیا ہے۔

مسئلہ ④: ہرن نیل گائے گھوڑا وغیرہ جو انعام کے مشابہ ہیں حلال ہیں۔

مسئلہ ⑤: لیکن ہرن وغیرہ جو وحشی جانور ہیں حرم اور احرام میں ان کا شکار کرنا اسی طرح ان کا ذبح کرنا حرام ہے یعنی جب کہ وہ جانور حرم کے اندر ہو اگرچہ شکاری خارج ہو یہی حکم ہے طیور وحشیہ کا۔

مسئلہ ⑥: دریائی شکاری یعنی مچھلی حرم واحرام میں بھی حلال ہے۔

مسئلہ ⑦: درندہ حرام ہے۔

ربط: اوپر غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ کی قید میں ایک امر کو جو کہ محل تعظیم احرام وحرم ہے حرام فرمایا ہے آگے اور چند امور کی جو کہ محل تعظیم شعائر یعنی اشیائے معظمہ فی الدین ہیں تحریم فرماتے ہیں۔

حکم دوم تحریم ترک تعظیم شعائر: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (الی قولہ تعالی) اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ اے ایمان والو بے حرمتی نہ کرو خدا تعالیٰ (کے دین) کی نشانیوں کی یعنی جن چیزوں کے ادب کی حفاظت کے واسطے خدا تعالیٰ نے کچھ احکام مقرر کئے ہیں ان احکام کے خلاف کر کے ان کی بے ادبی نہ کرو مثلاً حرم اور احرام کا یہ ادب مقرر کیا ہے کہ اس میں شکار نہ کرو تو شکار کرنا بے ادبی اور حرام ہوگا) اور نہ حرمت والے مہینے کی (بے ادبی کرو کہ اس میں کافروں سے لڑنے لگو) اور نہ حرم میں قربانی ہونے والے جانور کی (بے ادبی کرو کہ اس سے تعرض کرنے لگو) اور نہ ان جانوروں کی (بے ادبی کرو) جن کے گلے میں (اس نشانی کے لئے) پٹے پڑے ہوں (کہ یہ اللہ کی نیاز ہیں حرم میں ذبح ہوں گے) اور نہ ان لوگوں کی (بے حرمتی کرو) جو کہ بیت الحرام (یعنی بیت اللہ) کے قصد سے جا رہے ہوں (اور) اپنے رب کے فضل اور رضامندی کے طالب ہوں (یعنی ان چیزوں کے ادب سے کافروں کے ساتھ بھی تعرض مت کرو) اور (اوپر کی آیت میں جو احرام کے ادب سے شکار کو حرام فرمایا گیا ہے وہ احرام ہی تک ہے ورنہ) جس وقت تم احرام سے باہر آ جاؤ تو (اجازت ہے کہ) شکار کیا کرو (بشرطیکہ وہ شکار حرم میں نہ ہو) اور (اوپر جن چیزوں کے تعرض سے منع کیا گیا ہے اس میں) ایسا نہ ہو کہ تم کو کسی قوم سے جو اس سبب سے بغض ہے کہ انہوں نے (تم کو سال حدیبیہ میں) مسجد حرام میں (جانے سے) روک دیا تھا (مراد کفار قریش ہیں) وہ (بغض) تمہارے لئے اس کا باعث ہو جاوے کہ تم (شرع کی) حد سے نکل جاؤ (یعنی احکام مذکورہ کے خلاف کر بیٹھو ایسا نہ کرنا) اور نیکی اور تقویٰ (کی باتوں میں) ایک دوسرے کی اعانت کرتے رہو (مثلاً یہ احکام ہیں ان میں دوسروں کو بھی عمل کرنے کی ترغیب دو) اور گناہ اور زیادتی (کی باتوں) میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو (مثلاً یہی احکام ہیں اگر کوئی ان کے خلاف کرنے لگے تم اس کی اعانت مت کرو) اور اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو (کہ اس سے سب احکام کی پابندی سہل ہو جاتی ہے) بلاشبہ اللہ تعالیٰ (احکام کی مخالفت کرنے والے) کو سخت سزا دینے والے ہیں۔ **ف**: حدیبیہ کا قصہ اور اشہر حرم کا منسوخ ہونا سورۂ بقرہ کے حکم نہم کے مسائل میں گزر چکا ہے اور حکم یازدہم هَدْيَ کے معنی گزر چکے اور قَلَآئِدَ کے معنی یہاں ترجمہ سے واضح ہو گئے اور وَلَا الْهَدْيَ سے آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ تک یہ احکام اس وقت تھے جب کفار حج وعمرہ کے لئے جانے پاتے تھے اب

خود ان کا حج وعمرہ کے لئے جانے دینا منسوخ ہے نقله البیضاوی عن ابی حنیفة تحت قوله تعالیٰ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا اور شعائر اللہ گو عام ہے مگر اس کے بعض خاص افراد کا ذکر اہتمام کے لئے ہے جیسا کہ هدی کے بعد قَلَآئِدَ کا ذکر بھی اسی غرض سے ہے کیونکہ هَدْیٌ کبھی ذی قلادہ ہوتی ہے کبھی نہیں اور آٰمِّیْنَ کا عطف تغایر کے لئے ہے کیونکہ بعض قاصدین حرم ہدی نہیں لے جاتے اور کفار کو جو طالب فضل و رضوان فرمایا یہ بنا بران کے زعم کے کنایہ ہے حج وعمرہ سے جو سبب ہے فضل و رضوان کا اور شروع آیت لَا تُحِلُّوْا حطم بن ہند البکری کے باب میں نازل ہوا کہ اسلام کے بعد مرتد ہو گیا اور ذیقعدہ میں مکہ کو اس کا جانا سن کر مسلمانوں نے ارادہ اس سے تعرض کا کیا اور آخر آیت کا وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ بعض مشرکین کے باب میں نازل ہوا کہ بعد واقعہ حدیبیہ کے ان کا مکہ کو بقصد عمرہ جانا مسلمانوں کو معلوم ہوا اور ان کو روکنا چاہا اخرج الاول ابن جریر عن عکرمة والثانی ابن ابی حاتم عن زید بن سلم کذا فی اللباب۔

مَسْئَلَہ: اور جس طرح احرام سے خارج ہو کر شکار کرنا درست ہے جس کا بیان وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا میں گزر چکا ہے اسی طرح حرم سے باہر کا شکار غیر محرم کو حلال ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ الخ اس میں اسرار احکام کی تفتیش کی ممانعت کی طرف اشارہ ہے۔ قولہ تعالیٰ: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا الخ اس سے تبرکات کی تعظیم بوجہ تعلق ذات واجب التعظیم کے مفہوم ہوتی ہے۔ قولہ تعالیٰ وَلَآ آٰمِّيْنَ الخ حسن نے فرمایا کہ مراد اس سے خاص مشرکین ہیں اور فضل سے مراد تجارت کا نفع اور رضوان سے مراد ان کے زعم کے موافق رضوان تھا پس اس سے معلوم ہوا کہ طالب رضائے حق قابل رعایت ہے اگرچہ اس کے طریق میں اس نے خطا ہی کی ہو اور مِنْ رَّبِّهِمْ میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے نہ صرف رب المسلمین ہے پس اس میں وسعت رحمت اللہ کا بیان ہے قولہ تعالیٰ وَاِذَا حَلَلْتُمْ الخ باوجود اصطیاد کے مباح ہونے کے اس میں صیغہ امر کا وارد ہونا دال ہے اس پر کہ جس مباح کے ترک سے اس کے ممنوع ہونے کا شبہ ہونے لگے اس مباح کا کرنا مطلوب ہے اس سے سمجھ لیا جاوے کہ بعض متشددین جو بعض مباحات کے ترک میں مثل حرام کے مبالغہ وتشدد کرتے ہیں اس میں کیا طرز عمل ہونا چاہئے۔ قولہ تعالیٰ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ الخ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی سے بغض فی اللہ بھی ہو تا ہم اس کے معاملات میں حدود شرعیہ سے تجاوز جائز نہیں۔ قولہ تعالیٰ وَتَعَاوَنُوْا الخ اس میں دلالت ہے اس پر کہ مقدمات کو حسن و قبح میں مقاصد کا حکم دیا جاتا ہے اور اس قاعدہ کو مشائخ اہل تربیت بہت زیادہ استعمال کرتے ہیں اور امر کو نہی پر مقدم کرنے میں تحلیہ کی تقدیم ہے تخلیہ پر ۱۲۔

الحواشی: (۱) مفسرین نے اس اضافت کو اضافۃ العام الی الخاص مانا ہے لیکن مصنف دام بالفضل والفیض نے اضافۃ المشبہ بالمشبہ بہ کو اس وجہ سے ترجیح دی کہ اگر اضافۃ العام الی الخاص لی جاتی تو تقیید غیر محلی الصید بیکار ہوتی ہے وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں صرف ازواج ثمانیہ ہی آیت میں داخل ہوں گے کہ انہیں پر انعام کا اطلاق عرف میں ہوتا ہے اور صید داخل ہی نہ ہوں گے پس ان کے اخراج کی بھی ضرورت نہیں اور اگر اضافۃ تشبیہی لی جاوے تو چونکہ وجہ شبہ مذکور فی التفسیر کے سبب صیود بھی داخل ما احلت ہوں گے اس لئے ان کے اخراج کی ضرورت ہوگی ۱۲ ابیان۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قوله فی الذین آمنوا۔ مقتضا یہ ہے کما نبینه عنقریب وفیه الاشارة الی وجه الخطاب بهذا العنوان ۱۲۔ ۲؎ قوله فی بهیمة الانعام تمام چوپائے الخ اشار الی فوائد الاول معنی البهیمة کل ذات اربع کما فی القاموس الثانی الانعام کما فی البیضاوی سورة النحل الابل والبقر والغنم وفی المائدة منه ثمانية ازواج قلت لکن اصل معناه الابل او هور الشاء کما فی القاموس وتعورف فی الازواج الثمانية وهی المراد فی الآية للعرف الثالث الاضافة فی بهیمة الانعام للمشبه الی المشبه به رواه فی الروح عن الکلبی والفراء الرابع فائدة الاضافة الاشعار بعلة الحکم المشترکة بین المتضایفین کانه قیل احلت لکم البهیمة المشبهة بالانعام التی بین احلالها فیما سبق کذا فی الروح الخامس ان الآیة مخصوصة بما عدا البهائم التی تشابه الانعام لکنها محرمة کالحمار والبغل نبّه علیه بقوله بجز ان بہائم کے الخ السادس ان الاستثناء بالا متصل نبه علیه بقوله باوجود بہیمۃ الانعام میں داخل ہونے الخ السابع غیر حال من الضمیر فی لکم عبر عنه بقوله لکن اتباعًا للمحاورة واخذا بحاصل الحال من تقیید الحکم بها ونقض اطلاقه وتفید لکن هذا المعنی فی لساننا۔ الثامن فائدة التقیید بالحال ان بهیمة الانعام شامل للصیود فخرجت بالتقیید نبه علیه بقوله ان میں جو شکار ہیں فلا یرد ان بهیمة الانعام حلال وان اصل الصیود محرم فما معنی هذا التقیید حاصلها معنی قوله انها حلال لان جمیعها لیس بحلال لخروج الصیود عنه التاسع وانتم حرم حال مما استکن فی محلی اشار الیه بقوله جس حالت العاشر قوله انتم حرم عام للاحرام والکون فی الحرم صرح به فی حاشية البیضاوی عن التیسیر فی سورة الانعام وانما ترجمت باحدهما لانه کالمشترک ولا تجوز فیه العموم ولان قوله حللتم فیما

بعد لم يثبت لي عمومه بل انه مخصوص بمقابل الاحرام فترجح ما ترجمت به بهذا الوجه نعم حرمة الحرم ثابت بالاحاديث الصحيحة فائدة في القاموس القول الثاني في البهيمة كل حي لا يميز فلو فسر عليه لما احتيج الى ما قال في ف حلال طیور کا یہاں ذکر نہیں فانها تدخل في البهيمة لكن يخص منه بقية المحرمات الحيوانية بدليل آخر نعم لو فسر المشابهة بمفهوم خاص يخرج به سائر المحرمات لم يحتج الى التخصيص ۱۲۔ والله اعلم وعلمه اتم واحكم۔ ۳؎ قوله في لا تحلوا ان احکام کے خلاف کر کے اشارة الى المراد بالادب لا ما يتبادر الى الذهن من تعظيم المتعارف فانه يحتاج الى اثباته الى دليل مستقل ۱۲۔ ۴؎ قوله في توضيح رضوانا۔ کافروں کے ساتھ بھی دل على نزولها في المشركين روايات اسباب النزولها وقوله فيما بعد شنان قوم الخ۔ ۵؎ قوله في حللتم احرام سے في القاموس حل من احرار واماحكم غير الحرم لغير المحرم فقد ذكره في آخر ف بعنوان المسئلة تتميماً لمقابلة وجهي قوله انتم حرم۔ ۶؎ قوله في اصطادوا اجازت اشارة الى كون الامر للاباحة ۱۲۔ ۷؎ قوله تعاونوا مثلاً الخ بقولہ یہ احکام الى وجه ايراد هذا الامر ههنا واشار بقوله مثلاً الى كون المراد عاما ۱۲۔

اللغات: قوله لا يجرمنكم لا يحملنكم او لا يكسبنكم و اكثر ما يستعمل في كسب الشر كذا في الروح ۱۲۔ الشنان مصدر معناه البغض ۱۲۔

النحو: الشنان مضاف الى المفعول كذا في الروح اه وبه ترجمت ۱۲۔

(۲) وهو قوله ما بين القوسين في توضيح ترجمة اوفوا کیونکہ ایمان لانے سے الخ ۱۲ تبیان (۳) اى لو فسر البهيمة على طبق هذا القول بكل حي لا يميز فيدخل فيه الطيور لكن يخص منه بقية المحرمات الحيوانية بدليل آخر الحديث وغيره كما خصصت في التفسير الاول المختار في المتن ايضًا بذلك الدليل ۱۲ تبیان۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ الْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۞ يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللَّهُ فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۞

تم پر حرام کئے گئے مردار اور خنزیر کا گوشت اور جو جانور کہ غیر اللہ کے لئے نامزد کر دیا گیا ہو اور گلا گھٹنے سے مر گیا ہو اور جو کسی ضرب سے مر جائے اور جو اونچے سے گر کر مر جائے اور جو کسی کی ٹکر سے مر جائے اور جس کو کوئی درندہ کھانے لگے لیکن جس کو ذبح کر ڈالو اور جو جانور پرستش گاہوں پر ذبح کیا جائے اور یہ کہ تقسیم کرو بذریعہ قرعہ کے تیروں کے یہ سب گناہ ہیں۔ آج کے دن نا اُمید ہو گئے کافر لوگ تمہارے دین سے سو ان سے مت ڈرنا اور مجھ سے ڈرتے رہنا۔ آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تمام کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے پسند کر لیا پس جو شخص شدت کی بھوک میں بے تاب ہو جائے بشرطیکہ کسی گناہ کی طرف اس کا میلان نہ ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے ہیں رحمت والے ہیں لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا کیا جانور اُن کے لئے حلال کئے گئے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ تمہارے لئے کل حلال جانور حلال رکھے گئے ہیں اور جن شکاری جانوروں کو تم تعلیم دو اور تم ان کو چھوڑو بھی اور ان کو اس طریقہ سے تعلیم دو جو تم کو اللہ تعالیٰ نے تعلیم دیا ہے تو ایسے شکاری جانور جس شکار کو تمہارے لئے پکڑیں اسکو کھاؤ اور اس پر اللہ کا نام بھی لیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو بے شک اللہ تعالیٰ جلدی حساب لینے والے ہیں ۞

تفسیر ربط: اوپر تحلیل بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ میں اجمالاً بعض کا استثناء فرمایا آگے ان بعض کی تفصیل ہے۔

حکم سوم اسباب تحریم حیوانات: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ (الى قوله تعالى) ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ تم پر (یہ جانور وغیرہ) حرام کئے گئے ہیں مردار جانور (جو کہ باوجود واجب الذبح ہونے کے بلا ذبح شرعی مر جاوے) اور خون (جو بہتا ہو) اور خنزیر کا گوشت (اسی طرح اس کے سب اجزاء) اور جو جانور کہ (بقصد قربت)

غیر اللہ کے نامزد کردیا گیا ہو اور جو گلا گھٹنے سے مرجاوے اور جو کسی ضرب سے مرجاوے اور جو اونچے سے گر کر مرجاوے (مثلاً پہاڑ سے یا کنوئیں میں) اور جو کسی کی ٹکر سے مرجاوے اور جس کو کوئی درندہ (پکڑ کر) کھانے لگے (اور اس کے صدمہ سے مرجاوے) لیکن (منخنقة سے ما اکل السبع تک جن کا ذکر ہے ان میں سے) جس کو (دم نکلنے سے پہلے قاعدۂ شرعیہ کے مطابق) ذبح کر ڈالو (وہ اس حرمت سے مستثنیٰ ہے) اور (نیز) جو جانور (غیر اللہ کی) پرستش گاہوں پر ذبح کیا جاوے (حرام ہے گو زبان سے غیر اللہ کے نامزد نہ کرے کیونکہ مدار حرمت کا نیت خبیثہ پر ہے اس کا ظہور کبھی قول سے ہوتا ہے کہ نامزد کردے کبھی فعل سے ہوتا ہے کہ ایسے مقامات پر ذبح کرے) اور یہ (بھی حرام ہے) کہ (گوشت وغیرہ) تقسیم کرو بذریعہ قرعہ کے تیروں کے یہ سب گناہ (اور حرام) ہیں۔ **ف**: میتہ اور دم اور لحم خنزیر اور مَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ کے متعلق مسائل پارۂ سیقول کے ربع کے قریب مذکور ہو چکے ہیں ملاحظہ فرمالیا جاوے اور زمانہ جاہلیت میں ان چیزوں کی اور منخنقه وغیرہ کی بھی کھانے کی عادت تھی اس لئے ان کی تصریح فرمائی اور زیادہ تفصیل بھی اسی لئے فرمائی ورنہ بہت سی چیزیں خود میتہ کے عموم میں داخل ہیں۔ اور شرعی قاعدے کے موافق ذبح کرنے کی تفصیل کتب فقہ میں ہے اور بعد ان صدمات کے دم نکلنے سے پہلے ذبح کرنے کے اس وقت حلت ہوتی ہے جب علامات سے اس کی حیات معلوم ہو جاوے تفصیل ان علامات کی کتب فقہ میں ہے اور احکام متردیہ کی تفصیل بھی کتب فقہ میں ہے اور یہ بھی اس وقت ایک رسم تھی کہ شرکت میں مثلاً ایک اونٹ خرید کر ذبح کیا لیکن اس کے گوشت کو جو کہ داموں کی نسبت سے شرکاء کا مملوک ہوتا تھا اس نسبت سے تقسیم نہ کرتے تھے بلکہ دس عدد تیر اسی غرض سے مقرر تھے کہ ان میں سات پر کچھ لکیریں بنی تھیں بعضے سادہ تھے اور اس کے متعلق کچھ اصطلاح ٹھہرا رکھی تھی پھر مثلاً ایک کے نام پر اول ایک تیر تھیلی میں سے نکالا اور اس اصطلاح کے موافق اس کا جس قدر حصہ ہوا اتنا گوشت اس کو دے دیا اور اگر اس اصطلاح کے موافق کچھ حصہ نہ ہو محروم کردیا اسی طرح سب شرکاء کے واسطے یہی عمل کرتے تھے پس یہ ایک صورت قمار کی تھی جس کی حرمت حکم پانزدہم سورۂ بقرہ میں گزر چکی ہے جیسے آج کل چٹھی ڈالنے کی رسم ہے اور قرعہ جو شریعت میں ثابت ہے وہ اس صورت میں ہے کہ جہاں بلا قرعہ بھی اس پر باہم اتفاق جائز ہو جیسے مکان کی تقسیم کر کے یہ جائز ہے کہ دونوں اپنی رضامندی سے ایک شریک ایک طرف کا لے لے دوسرا دوسری طرف کا لے لے تو اس میں قرعہ بھی جائز اور کئی شخص گوشت کے خرید کرنے کو برابر روپیہ دیں پھر اتفاق کرلیں کہ ایک کو ایک ثلث گوشت دیا جاوے دوسرے کو دو ثلث یہ حرام ہے اور ربوا ہے پس یہ عمل اس صورت میں قرعہ سے بھی حرام ہے خوب سمجھ لو۔

تنبیہ: ہرچند کہ اوپر ذکر بہائم کا ہے لیکن یہ استثناء باعتبار خصوصیت بہیمیت کے نہیں بلکہ بعلت موت وانخناق وغیرہ کے ہے جو کہ بہائم وغیر بہائم سب کو شامل ہے اور استثناء کی صحت کے لئے یہ عموم مضر نہیں کیونکہ استثناء بعنوان عام بھی جائز ہے جیسا جاء ني القوم الا العميان۔ اگرچہ عمیان قوم کے عمیان سے عام ہے پس طیور مختنقہ بھی حرام قطعی ہیں۔ لا كما زعم بعض المحرفين۔

ربط: جن چیزوں کو اوپر حرام فرمایا ہے حالت اضطرار میں ان کا حلال ہونا آگے فمن اضطر میں مذکور ہوگا درمیان میں بطور جملہ معترضہ کے اکمال دین کی بشارت دینے میں اہتمام ہے امتثال جمیع اوامر ونواہی کا جن میں یہ محرمات ومحللات بھی داخل ہیں۔

بشارتِ اکمال دین: اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ (الی قولہ تعالٰی) وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا

تمہ حکم سوم: فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

آج کے دن (یعنی اب) ناامید ہوگئے کافر لوگ تمہارے دین (کے مغلوب وگم ہوجانے) سے (کیونکہ ماشاء اللہ اسلام کا خوب شیوع ہوگیا) سو ان (کفار) سے مت ڈرنا (کہ تمہارے دین کو گم کرسکیں) اور مجھ سے ڈرتے رہنا (یعنی میرے احکام کی مخالفت مت کرنا) آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے (ہر طرح) کامل کردیا (قوت میں بھی جس سے کفار کو مایوسی ہوئی اور احکام وقواعد میں بھی) اور (اس اکمال سے) میں نے تم پر اپنا انعام تام کردیا (دینی انعام بھی کہ احکام کی تکمیل ہوئی اور دنیوی انعام بھی کہ قوت حاصل ہوئی اور اکمال دین میں دونوں آگئے) اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے (ہمیشہ کو) پسند کرلیا (یعنی قیامت تک تمہارا یہی دین رہے گا اس کو منسوخ کر کے دوسرا دین تجویز نہ کیا جاوے گا پس تم کو چاہئے کہ میری نعمت کا شکر کر کے اس دین پر پورے پورے قائم رہو) پھر (اشیائے مذکورہ بالا کی حرمت دریافت کرلینے کے بعد یہ بھی معلوم کرلو کہ) جو شخص شدت کی بھوک میں بیتاب ہوجاوے (اور اس وجہ سے اشیائے بالا کو کھالے) بشرطیکہ کسی گناہ کی طرف اس کا میلان نہ ہو (یعنی نہ قدر ضرورت سے زیادہ کھاوے اور نہ لذت مقصود ہو جس کو سورۂ بقرہ میں غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ سے تعبیر فرمایا ہے) تو یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے ہیں (اگر قدر ضرورت کا پورا اندازہ نہ ہوا اور ایک آدھ لقمہ زیادہ بھی کھا گیا اور) رحمت والے ہیں (کہ ایسی حالت میں اجازت دے دی) **ف**: یہ آیت جیسا کہ شیخین نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا عصر کے وقت جمعہ کے روز ذی الحجہ کی نویں تاریخ حجۃ الوداع میں جو کہ ۱۰ھ ہجری میں تھا نازل ہوئی ہے اور اس کے نزول کے بعد قریب تین ماہ کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ رہے اور آج کے دن سے مراد خاص

وہی دن نہیں بلکہ وہ زمانہ متصل ماقبل و مابعد کے مراد ہے پس اگر اس کے بعد بھی کسی حکم کا نازل ہونا ثابت ہو تو اکمال بمعنی تکمیل احکام پر اعتراض لازم نہیں آتا اور وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ کی تفسیر میں جو نسخ نہ ہونا کہا گیا ہے یہ عام ہے حضور ﷺ کی حیات میں بھی اس طرح کہ کوئی دین جو اس کا ناسخ ہو وحی نہ کریں گے اور بعد وفات اس طرح کہ کوئی نبی من حیث النبوۃ نہ آوے گا کوئی شبہ نہ کرے کہ بہت سے احکام دوسرے دلائل سے بھی ثابت ہیں تو اکمال کہاں رہا۔ جواب یہ ہے کہ حدیث تو مابہ الاکمال میں داخل ہی ہے اور احکام قیاسیہ اجماعیہ یا غیر اجماعیہ ان کے ماخذ استنباط یہی قرآن و حدیث ہیں پس اکمال کے معارض نہ ہوا اسی لئے احقر نے ترجمہ میں احکام کے ساتھ لفظ قواعد بھی توضیحاً کہہ دیا اور حکم اضطرار کا سورۂ بقرہ کے ربع کے قریب بھی مفصل گزر چکا ہے دیکھ لیا جاوے۔

ربط: اوپر بعض محرمات فی غیر الاضطرار کا ذکر تھا آگے بعض محللات کا ذکر ہے جو من وجہ تحلیل مذکور فی الحکم الاول کی تفصیل ہے اور سبب نزول اس کا یہ ہے کہ بعض صحابہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے حکم شکاری کتے اور باز کے شکار کا دریافت کیا تھا اس کا جواب اس آیت میں مذکور ہے۔

حکم چہارم اسباب حلت بعضے حیوانات: يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ (الی قولہ تعالیٰ) إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ (کتے اور باز کے شکار کئے ہوئے جانوروں میں سے) کیا کیا جانور ان کے لئے (یعنی ہمارے لئے) حلال کئے گئے ہیں (یعنی جتنے حلال شکار ذبح سے حلال ہو جاتے ہیں کیا کتے اور باز کے ذریعہ سے شکار کرنے سے بھی سب حلال رہتے ہیں یا ان میں کچھ مخصوص جانور حلال ہوتے ہیں یا مطلقاً حلال نہیں ہوتے اور جو حلال ہوتے ہیں ان کی کچھ شرط بھی ہے) آپ (جواب میں) فرما دیجئے کہ تمہارے لئے کل حلال جانور (جو از قسم شکار پہلے سے حلال ہیں وہ سب کتے اور باز کے ذریعہ سے شکار کرنے سے بھی) حلال رکھے گئے ہیں۔ (یہ تو جواب ہو گیا غرض سوال کے ایک جزو کا آگے دوسرے جزو کا جواب ہے وہ یہ کہ شرط حلت کی یہ ہے کہ) جن شکاری جانوروں کو (جس میں کتا اور باز وغیرہ بھی آ گئے) تم (خاص طور پر جس کا بیان آگے آتا ہے) تعلیم دو (یہ ایک شرط ہے) اور تم ان کو (شکار پر) چھوڑو بھی (یہ دوسری شرط ہے) اور ان کو (جو تعلیم دو جس کا اوپر ذکر آیا ہے تو) اس طریقہ سے تعلیم دو جو تم کو اللہ تعالیٰ نے (شریعت میں) تعلیم دیا ہے (وہ طریقہ یہ ہے کہ کتے کو تو یہ تعلیم دی جاوے کہ شکار کو پکڑ کر کھائے نہیں اور باز کو یہ تعلیم دی جاوے کہ جب اس کو بلاؤ گو شکار کے پیچھے جا رہا ہو فوراً چلا آوے یہ شرط اول کا بیان ہے) تو ایسے شکاری جانور جس شکار کو تمہارے لئے پکڑیں اس کو کھاؤ (یہ تیسری شرط ہے جس کی علامت طریقہ تعلیم میں بیان ہو چکی۔ سو اگر کتا اس شکار کو کھانے لگے یا باز بلانے سے نہ آوے تو سمجھا جاوے گا کہ جب اس کے کہنے میں نہیں تو اس نے شکار بھی اس کے لئے نہیں پکڑا بلکہ اپنے لئے پکڑا ہے) اور (جب شکار پر جانور چھوڑنے لگو تو) اس (جانور) پر (یعنی اس کے چھوڑنے کے وقت) اللہ کا نام بھی لیا کرو (یعنی بسم اللہ کہہ کر چھوڑو یہ چوتھی شرط ہے) اور (تمام امور میں) اللہ سے ڈرتے رہا کرو (مثلاً شکار میں ایسے منہمک نہ ہو کہ نماز وغیرہ سے غافل ہو جاؤ یا اتنی حرص مت کرو کہ شرائط حلت کی نہ پائے جاویں جب بھی شکار کو کھا جاؤ) بیشک اللہ تعالیٰ جلدی حساب لینے والے ہیں (جس کے بعد سب کو جزا و سزا مل جاوے گی اس لئے ڈرنا چاہئے)

ف: مسئلہ: ایک پانچویں شرط امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ بھی ہے کہ وہ جانور اس شکار کو زخمی بھی کر دے جوارح کا مادہ جرح اس کا مشعر ہے۔

مسئلہ: ایک طریق شکار کا تیر یا بھالہ وغیرہ بھی ہے یہ بھی بشرائط حلال ہے۔

مسئلہ: جو حلال جانور وحشی نہیں ہیں وہ بدون ذبح حلال نہیں ہوتے یہاں صرف وحشی جانور کا ذکر ہے اسی طرح اگر شکاری جانور کے پکڑنے کے بعد مہلت ذبح کی ملی وہ بھی بدون ذبح کے حلال نہ ہوگا باقی تفصیل شکار کے احکام و مسائل کی کتب فقہ میں ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ الخ اس میں دلالت ہے اس پر کہ فقہاء ظاہر و باطن نے نصوص سے جو مستنبط کیا ہے سب دین ہے ورنہ بعد اکمال دین کے اس کی اجازت نہ ہوتی کہ اس سے غیر دین کی اجازت دینا یا دین کا غیر مکمل ہونا لازم آتا ہے پس آیت دال ہوئی مجتہدین و مشائخ کے اتباع کے وجوب پر۔ قولہ تعالیٰ: فَمَنِ اضْطُرَّ الخ اس کی تفسیر دوسری آیتوں میں آئی ہے۔ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ اور غیر باغی کی تفسیر حسن سے آئی غیر متناول للذۃ اھ اس سے معلوم ہوا کہ جس چیز کی بضرورت اجازت دی جاوے اس سے حظ نفس کا قصد جائز نہیں جیسے طبیب یا گواہ عورت کو یا اس کے بدن کو بضرورت دیکھے تو بقصد شہوت حرام ہے اور اس سے قلب کی حفاظت کا خاص اہتمام مفہوم ہوتا ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ١ قوله في حرمت جانور وغيره للذكر الدم والاستسقام فيما بعد وان كانا من متعلقات الحيوانات ومن ثم ذكرهما معها ١٢۔ ٢ قوله في الا ما ذكيتم ان ميں سے اشارة الى ان الاستثناء راجع الى الكل لا الى خصوص ما اكل السبع نقله في الروح عن علي وابن عباسؓ ١٢۔ ٣ قوله في النصب نا مزد نہ کرے فلا تكرار فيه مع ما اهل الخ ١٢۔ ٤ قوله في ذلكم یہ سب كذا في الروح عن ابن عباسؓ۔ ٥ قوله في اخر ف سب کو شامل ہے ولو فسر البهائم كما نقل في الفائدة من الحاشية المتعلقة بآية احلت لكم (بقوله لغم لو فسر المشابهة الخ) كان شاملا للطيور لفظا فلم يكن مساغ لقول بعض المحرفين اصلا ١٢۔ ٦ قوله في لا تخشوهم کم کر سکیں فهو بشارة

لکل مسلم الی قرب یوم القیٰمۃ لان الاسلام لا یستاصل ابدا وان صار اھلہ مغلوبین احیانا۱۲۔ ے قولہ فی ترجمت رضیت تمہارا دین بننے کے لئے فیہ اشارۃ الی توجیہ ترکیبہ بان الجار صفۃ لدین قدم علیہ فانتصب والاسلام ودینا مفعولا رضیت ان ضمن معنی صیرا ودینا منصوب علی الحالیۃ من الاسلام کذا فی الروح۱۲۔ ۸ قولہ فی تفسیر رضیت یعنی قیامت تک وبہ ظھر وجہ صحۃ التقیید بقولہ الیوم فان کون التقیید مشکلا لان الاسلام کان مرضیا قبل الیوم ایضا تقریر الصحۃ ان الرضا بمعنی عدم النسخ لم یخبر عنہ قبل ذلک فھذا ھو وجہ التقیید واجاب بعضھم انہ مستانف لیس معطوفا علی ما قبلہ لیلزم التقیید۔ ۹ قولہ ھناک تم کو چاہئے ھذا ھو الفائدۃ فی ھذہ الجملۃ المعترضۃ بین الاحکام والیہ اشیر فی تقریر التمھید بقولہ اہتمام ہے امتثال الخ۱۲۔ ۱۰ قولہ فی فمن اضطر دریافت کرلینے کے بعد فالفاء للتعقیب الذکری۱۲۔ ۱۱ قولہ فی لھم یعنی ہمارے کما اقسم زید لیضربن۱۲۔ ۱۲ قولہ فی احل لھم یعنی جتنے حلال شکار وبھذا التقریر ظھر فائدۃ قولہ احل لکم الطیبٰت فافھم فانہ من المواھب الخاصۃ۱۲۔ ۱۳ قولہ فی احل لکم از قسم شکار قرینۃ التخصیص سوالھم۱۲۔ ۱۴ قولہ ھناک حلال رکھے گئے فسر بہ لئلا یلزم تحصیل الحاصل۱۲۔ ۱۵ قولہ فی مکلبین اورتم یصرح بالعطف فی لساننا اذا کانت الحال متعددۃ کما فی الآیۃ فالاول من الجوارح من ضمیر المفعول المقدر فی علمتم والثانی مکلبین من فاعل علمتم والثالث تعلمونھن۱۲۔ ۱۶ قولہ فی علمکم اللہ شریعت میں دلیلہ ما رواہ محمد فی کتاب الآثار عن ابن عباس بھذا التفصیل کذا فی حاشیۃ الھدایۃ وروی مرفوعاً فی الکلب عن عدی بن حاتم فی السنن۱۲۔ ۱۷ قولہ فی امسکن علیکم تمہارے لئے فعلی بمعنی اللام۱۲۔ ۱۸ قولہ فی اذکروا اسم اللہ علیہ اس جانور پر المرجع مدلول بما علمتم وارجاع ضمیر امسکن الیہ رعایۃ للمعنی۱۲۔ ۱۹ قولہ فی آخر ف حلال نہ ہوگا لانہ مما اکل السبع الذی من شرط حلہ ما فی قولہ تعالٰی الا ما ذکیتم۱۲۔

الروایات: فی اللباب فی روایات عدیدۃ اخرج ابن ابی حاتم ان سعید بن جبیر ان عدی بن حاتم وزید ابن المھلھل الطائیین سألا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالا ان قوم نصید بالکلاب والبزاۃ وان کلاب اٰل ذریح تصید البقر والحمیر والظباء وقد حرم اللہ المیتۃ فماذا یحل لنا فنزلت یسئلونک ماذا احل الآیۃ قلت وفی ھذہ الروایۃ تائید صریح لما قررت فی تفسیر جملۃ احل لکم الطیبٰت الذی حاصلہ السوال عن الامرین ما ھو الحلال وما بہ الحل فافھم۔

اللغات: وقد ضرب قولہ النصب جمع نصاب بمعنی منصوب کحمار وحمر وقد کانت الاصنام والاحجار تنصب فتعبد ویدخل فیہ الاشجار بالھند وما ترجمت بہ فھو اخذ بالحاصل وعلی اما بعمناہ او بمعنی اللام۱۲۔ الاستقسام طلب معرفۃ ما قسم لھم دون ما لم یقسم وھو عام لما فسر بہ ولغیرہ من التفاول بالقداح فالقسمۃ فی الاول حسی عینی وفی الثانی خفی غیبی وانما آثرت الاول لکونہ انسب للمقام والحرمۃ شامل لکلیھما وھذا التفاول غیر لتفاول الثابت بالسنۃ فان ھذا انما ھو رجاء من اللہ تعالٰی لا اعتقاد حکم او خبر بخلاف ذلک فانہ کان فیہ ذلک۱۲۔ قولہ الازلام جمع زلم کجمل القداح۱۲۔ الاضطرار الوقوع فی الضرورۃ من تناول ھذہ المحرمات۱۲ قولہ مخمصۃ مجاعۃ تخمص لھا البطون ای تضمر یخاف معھا الموت او مبادیۃ۱۲ التکلیب تعلیم الکلاب فی الاصل ثم تناول الکل کما فی الھدایۃ لکن لما کان التادیب غالباً فی الکلاب اشتق منہ کذا فی حاشیتھا ومن اجل عدم کون التکلیب خاصا بالکلاب فسر فی الجلالین ما لا سلیال الذی ھو عام للکلب وغیرہ علیہ ترجمت والقرینۃ علی السوال عن الامرین الجوارح الکواسب من سباع البھائم والطیور۱۲۔

فائدۃ: فی الروح سریع الحساب ای سریع اتیان حسابہ او سریع اتمامہ اذا شرع فیہ وفیہ ما علمتم مبتدأ وقولہ فکلوا الخ خبر وفیہ مما علمکم اللہ من اجلیۃ ای للتعلیل وفیہ ما معناہ ان قولہ یسئلونک فی معنی یقولون لک فصح وقوع الجملۃ بعدہ وعدم تعدیتہ بعن۱۲۔

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۪ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۫ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْۤ اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۫ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۠ ع

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ

وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖۤ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

آج تمہارے لئے حلال چیزیں حلال رکھی گئیں اور جولوگ کتاب دیئے گئے ہیں ان کا ذبیحہ تم کو حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ ان کو حلال ہے اور پارساعورتیں بھی جو مسلمان ہوں اور پارساعورتیں ان لوگوں میں سے بھی جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے ہیں جب کہ تم ان کو ان کا معاوضہ دے دو اس طرح سے کہ تم بیوی بناؤ نہ تو علانیہ بدکاری کرو اور نہ خفیہ آشنائی کرو اور جو شخص ایمان کے ساتھ کفر کرے گا تو اس شخص کا عمل غارت ہو جائیگا اور وہ شخص آخرت میں بالکل غارت ہو جائے گا اے ایمان والو! جب تم نماز کو اٹھنے لگو تو اپنے چہروں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت اور اپنے سروں پر ہاتھ پھیرلو اور اپنے پیروں کو ٹخنوں سمیت دھوؤ اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو سارا بدن پاک کرو اور اگر تم بیمار ہو یا حالت سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص استنجے سے آیا ہو یا تم نے بیبیوں سے قربت کی ہو پھر تم کو پانی نہ ملے تو تم پاک زمین سے تیمم کرلیا کرو۔ یعنی اپنے چہروں اور ہاتھوں پر ہاتھ پھرلیا کرو۔ اس زمین پر سے اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں کہ تم پر کوئی تنگی ڈالیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ تم کو پاک صاف رکھے اور یہ کہ تم پر انعام تمام فرمادے تاکہ تم شکر کرو اور تم لوگ اللہ تعالیٰ کے انعام کو جو تم پر ہوا ہے یاد کرو اور اس کے عہد کو بھی جس کا تم سے معاہدہ کیا ہے جب کہ تم نے کہا تھا کہ ہم نے سنا اور مان لیا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ دلوں تک کی باتوں کی پوری خبر رکھتے ہیں۝

تفسیر ربط : اوپر شکاری جانوروں کے شکار کا حلال ہونا مذکور تھا آگے ذبائح اہل کتاب کے حلال ہونے کا بیان ہے اور ساتھ میں ایک اور حکم بھی اہل کتاب کے متعلق یعنی کتابیات سے نکاح کرنے کا جواز ارشاد ہے کہ اہل کتاب سے منتفع ہونا ہر دو حکم میں مشترک فیہ ہے گویا ایک متعلق بنفس ہے ایک متعلق بمال۔

حکم پنجم تحلیل ذبائح کتابی وحکم ششم حلت نکاح کتابیہ: اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ (الی قولہ تعالی) وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ آج (تم پر ہر دینی ابدی انعام ہوا کہ اکمال دین سے مشرف کیے گئے اسی طرح ایک معتد بہ دنیوی ابدی انعام بھی ہوا بلکہ) تمہارے لئے حلال چیزیں (کہ اس سے پہلے حلال کردی گئی ہیں ہمیشہ کے لئے) حلال رکھی گئیں (کہ کبھی منسوخ نہ ہوں گی) اور جولوگ (تم سے پہلے آسمانی) کتاب دیئے گئے ہیں (یعنی یہود ونصاریٰ) ان کا ذبیحہ بھی تم کو حلال ہے اور اس کا حلال ہونا ایسا ہی یقینی ہے جیسا تمہارا ذبیحہ ان کو حلال ہے اور پارساعورتیں بھی جو مسلمان ہوں (تم کو حلال ہیں) اور (جیسا مسلمان عورتوں کا حلال ہونا یقینی ہے اسی طرح) پارساعورتیں ان لوگوں میں سے بھی جو تم سے پہلے کتاب (آسمانی) دیئے گئے ہیں (تم کو حلال ہیں) جب کہ تم ان کو ان کا معاوضہ دے دو (یعنی مہر دینا گو شرط نہیں مگر واجب ہے اور یہ عورتیں مذکورہ جو حلال کی گئی ہیں تو) اس طرح سے کہ تم (ان کو) بیوی بناؤ (یعنی نکاح میں لاؤ جس کی شرطیں شرع میں معلوم ہیں) نہ تو علانیہ بدکاری کرو اور نہ خفیہ آشنائی کرو (یہ سب احکام شرعیہ ہیں جن پر ایمان لانا فرض ہے) اور جو شخص ایمان (لانے کی چیزوں) کے ساتھ کفر کرے گا (مثلاً حلال قطعی کی حلت کا یا حرام قطعی کی حرمت کا انکار کرے گا) تو اس شخص کا (ہر نیک) عمل غارت (اور اکارت) جاویگا اور وہ شخص آخرت میں بالکل زیاں کار ہوگا (بس حلال کو حلال سمجھو اور حرام کو حرام سمجھو) **ف**: **حبط عملہ** کی تحقیق سورۂ بقرہ حکم پانزدہم کے قبل گزر چکی ہے اور احقر کے نزدیک وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ کا اس مقام پر ایک اور فائدہ بھی ہوسکتا ہے وہ یہ کہ اوپر مرد یا عورت کتابی کے ذبائح اور عورت کتابیہ کے نکاح کا حلال ہونا مذکور ہے چونکہ بعضے مسلمان نصرانی یا یہودی ہو جاتے ہیں تو شبہ ہوسکتا تھا کہ ان کا حکم بھی اہل کتاب کا سا ہوگا اس لئے اس جملہ میں اس شبہ کے رفع کی طرف اشارہ کردیا جو شخص اپنے ایمان سابق کی حقیقت کا انکار کرے یعنی اسلام حق نہ سمجھ کر مرتد ہو جاوے اس کا عمل مثلاً نکاح یا ذبح بے اثر ہو جاوے گا یعنی اس پر حلت مرتب نہ ہوگی اور آخرت کا خسارہ تو ظاہر ہی ہے اور بعض نے یہ فائدہ فرمایا ہے کہ اتنی سی بات عزت کی اہل کتاب کو دنیا میں دے دی ہے آخرت میں کفر سے خراب ہوں گے۔

مسئلہ: کتابی کا ذبیحہ حلال ہے دو شرط سے ایک یہ کہ اصلی کتابی ہو یعنی مرتد نہ ہو اور اگر کوئی غیر مسلم نصرانی ہو جاوے تو اس کا حکم نصرانی کا سا ہوگا اور دوسری شرط یہ کہ ذبح کے وقت اللہ کے سوا اور کا نام نہ لے ورنہ حرام ہوگا درمختار۔ اور یاد رکھنا چاہئے کہ ہمارے زمانہ میں اکثر نصاریٰ برائے نام ہیں ایسوں کا حکم نصاریٰ

کا سانہیں ہے اور یہی سب تقریر نکاح میں بھی سمجھو۔

مسئلہ: کتابیہ مسلمہ اگر پارسا نہ ہو جب بھی نکاح حلال ہے لیکن مناسب نہیں پس آیت میں جو پارسا کی تخصیص ہے بیان اولویت کے لئے ہے اور سورۂ بقرہ حکم ہشدہم میں گزر چکا کہ مسلمان عورت کا نکاح کتابی مرد سے اسی طرح غیر کتابی سے بھی درست نہیں۔

مسئلہ: نکاح میں مہر اگر مذکور نہ ہو یا ادا نہ ہو نکاح ہو جاوے گا آیت میں وجوب کا بیان فرمانا مقصود ہے اشتراط مقصود نہیں۔

تنبیہ: بعضے لوگ شبہ کرتے ہیں کہ جب اہل کتاب کا ذبیحہ تک درست ہے اور دوسرا طعام مطلق کفار کا بھی درست ہے تو کفار کے ساتھ مواکلت سے کیوں منع کیا جاتا ہے جواب یہ ہے کہ مواکلت فی نفسہٖ کو ممنوع نہیں کہا جاتا بلکہ بوجہ دوسرے مفاسد کے مثلاً مخالطت بلاضرورت وموالات یا شبہ تو ی خلط نجاسات ومحرمات کے ممنوع کیا جاتا ہے اور کیا ضرورت ہے اگر منع کی ایک دلیل مرتفع ہو جاوے تو دوسری ادلہ بھی مرتفع ہو جاویں خوب سمجھ لو۔

ربط: اوپر بعض شرائع متعلقہ بالدنیا کا ذکر تھا آگے بعض شرائع متعلقہ بالدین کا ذکر ہے۔

حکم ہفتم فرضیت وضو: يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا (الی قولہ تعالی) وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ اے ایمان والو جب تم نماز کو اٹھنے لگو[1] (یعنی نماز پڑھنے کا ارادہ کرو اور تم کو اس وقت وضو نہ ہو تو (وضو کر لو یعنی) اپنے چہروں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو بھی کہنیوں سمیت[2] (دھوؤ) اور اپنے سروں پر (بھیگا) ہاتھ پھیرو اور اپنے پیروں کو بھی ٹخنوں سمیت (دھوؤ) **ف**: یہ چار چیزیں فرض ہیں وضو میں باقی امور مسنون ومستحب ہیں جن کی تفصیل کتب فقہ میں ہے اور ایک قراءت میں اَرْجُلِكُمْ مجرور ہے جس سے بعضوں کو شبہ ہو گیا ہے کہ پاؤں کا بھی مثل سر کے مسح ہے لیکن چونکہ دو قراءتوں کا مثل دو آیتوں کے متوافق ہونا بلکہ اس سے بھی زیادہ متحد المعنی ضرور ہے اور ان میں تعارض محال ہے اس لئے لامحالہ غسل ارجل اور مسح ارجل سے ایک ہی معنی مراد ہوں گے اور ابو زیدؒ انصاری وغیرہ اہل لغت نے تصریح کی ہے کہ مسح بمعنی غسل آتا ہے چنانچہ متوضی کو متمسح کہتے ہیں اور مسح الارض المطر بولتے ہیں کہ جب کہ بارش سے زمین دھل جاوے پھر احادیث صحیحہ غسل ارجل پر متفق ہیں اور حدیث شیخین میں ایڑیاں خشک رہ جانے پر ویل للا عقاب سے نار کی وعید فرمانا مصرح ہے جس سے عدم جواز مسح کالشمس فی النہار واضح ہے پھر اہل حق کا اس پر اجماع بھی ہے اس لئے مسح ارجل کو غسل پر محمول کیا جاوے گا اور ایک امسحوا مقدر کر لیا جاوے گا تاکہ امسحوا الملفوظ میں جمع بین الحقیقت والمجاز لازم نہ آوے اور اس صورت میں نکتہ لفظ مسح لانے میں یہ اشارہ ہوگا کہ پاؤں دھونے میں جیسا عادت ہے اسراف پانی کا نہ کریں یا جر جوار کہا جاوے اور یہ کہنا کہ عطف میں جر[2] جوار نہیں ہوتا غیر مسلم ہے چنانچہ نابغہ کے شعر میں موثق اسیر پر معطوف ہے اور پھر بھی مجرور ہے۔

لم یبق الا اسیر غیر منفلت ☆ وموثق فی حبال القد مجنوب

خوب سمجھ لو۔ اور پوری بحث اس کی روح المعانی میں ہے لیکن منصف کو اس قدر بھی بس ہے۔

ربط: اوپر فرضیت وضو کا بیان تھا آگے فرضیت غسل کا بیان ہے۔

حکم ہشتم فرضیت غسل: وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو (نماز سے پہلے[3]) سارا بدن پاک کرو۔ **ف**: اس کے مسائل بھی کتب فقہ میں ہیں۔

ربط: اوپر وضو و غسل کا ذکر ہو چکا ہے آگے تیمم کا بیان ہے۔

حکم نہم مشروعیت تیمم: وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى (الی قولہ تعالی) فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ اور اگر تم بیمار ہو (اور پانی کا[4] استعمال مضر ہو) یا حالت سفر میں ہو (اور پانی نہیں ملتا جیسا آگے آتا ہے یہ تو عذر کی حالت ہوئی) یا (اگر مرض وسفر کا عذر بھی نہ ہو بلکہ ویسے ہی وضو یا غسل ٹوٹ جاوے اس طرح سے کہ مثلاً) تم میں سے کوئی شخص (پیشاب یا پاخانہ کے) استنجے سے (فارغ ہو کر) آیا ہو (جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے) یا تم نے بیبیوں سے قربت کی ہو (جس سے غسل ٹوٹ گیا ہو اور) پھر (ان ساری صورتوں میں) تم کو پانی (کے استعمال کا[5] موقع) نہ ملے (خواہ بوجہ ضرر کے یا پانی نہ ملنے کے) تو ان سب حالتوں میں) تم پاک زمین سے تیمم کر لیا کرو یعنی اپنے چہروں اور ہاتھوں پر ہاتھ پھیر لیا کرو اس زمین (کی جنس) پر سے (ہاتھ مار کر) **ف**: اس کی تفسیر اور مسائل سورۂ نساء کے حکم ہفدہم[6] میں گزر چکے ہیں یہاں مکرر شاید اس لئے آیا ہو کہ سب انواع طہارت کے یعنی وضو غسل وتیمم سب ایک جگہ جمع ہو جاویں تاکہ آئندہ جو منت کا مضمون ہے وہ واقع فی النفس ہو کہ منت بعد بقدر نعمت ہے۔

ربط: اوپر احکام طہارت کے مذکور ہیں جن میں رعایت سہولت ومصلحت عباد کی ملحوظ ہے آگے اس طہارت اور رعایت پر منت ظاہر فرماتے ہیں اور تحریک شکر کی دیتے ہیں:

منت بر تشریع حکم سابق: مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ (الی قولہ تعالی) لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اللہ تعالیٰ کو (ان احکام کے مقرر فرمانے

ہے) یہ منظور نہیں کہ تم پر کوئی تنگی ڈالیں (یعنی یہ منظور ہے کہ تم پر کوئی تنگی نہ رہے چنانچہ احکام مذکورہ میں خصوصاً اور جمیع احکام شرعیہ میں عموماً رعایت سہولت و مصلحت کی ظاہر ہے) لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ تم کو پاک صاف رکھے ۔ (اس لئے طہارت کے قواعد اور طرق مشروع کئے اور کسی ایک طریق پر بس نہیں کیا کہ اگر وہ نہ ہو تو طہارت ممکن ہی نہ ہو مثلاً صرف پانی کو مطہر رکھا جاتا تو پانی نہ ہونے کے وقت طہارت حاصل نہ ہو سکتی یہ طہارت ابدان تو خاص احکام طہارت ہی میں ہے اور طہارت قلوب تمام طاعات میں عام ہے پس تطہیر دونوں کو شامل ہے اور اگر یہ احکام نہ ہوتے تو کوئی طہارت حاصل نہ ہوتی) اور یہ (منظور ہے کہ) تم پر اپنا انعام تام فرمادے (اس لئے احکام کی تکمیل فرمائی تا کہ ہر حال میں طہارت[۷] بدنی و قلبی کو جس کا ثمرہ رضا و قرب ہے جو اعظم نعم ہے حاصل کر سکو) تا کہ تم (اس عنایت کا) شکر ادا کرو (شکر میں[۸] امتثال بھی داخل ہے)

ربط : اوپر احکام متعددہ کا مشروع ہونا اور ان کا نعمت ہونا بیان فرمایا ہے آگے ان کے امتثال کی تاکید چند طرق سے ہے ۔ تذکیر نعمت مخاطبین کا عہد و التزام یاد دلانا مخالفت سے ڈرانا ۔

تاکید امتثال احکام شرعیہ : وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ (الی قولہ تعالی) اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ اور تم لوگ اللہ تعالیٰ کے انعام کو جو تم پر ہوا ہے یاد کرو (جس میں بڑا انعام یہ ہے کہ تمہاری فلاح کے طریقے تمہارے لئے مشروع کر دیئے) اور اس کے اس عہد کو بھی (یاد کرو) جس کا تم سے معاہدہ کیا ہے جب کہ تم نے (اس کا التزام[۹] بھی کر لیا تھا کہ عہد لینے کے وقت تم نے) کہا تھا ۔ کہ ہم نے (ان احکام کو) سنا اور مان لیا (کیونکہ اسلام[۱۰] لانے کے وقت ہر شخص اسی مضمون کا عہد کرتا ہے) اور اللہ تعالیٰ (کی مخالفت[۱۱]) سے ڈرو بلا شبہ اللہ تعالیٰ دلوں تک کی باتوں کی پوری خبر رکھتے ہیں (اس[☆] لئے جو کام کرو اس میں اخلاص و اعتقاد بھی ہونا چاہئے صرف منافقانہ امتثال کافی نہیں مطلب یہ کہ ان احکام میں اول تو تمہارا ہی نفع پھر تم نے اپنے سر بھی رکھ لیا ہے پھر مخالفت میں ضرر ان وجوہ سے امتثال ہی ضروری ہوا اور وہ بھی دل سے ہونا چاہئے ورنہ مثل عدم امتثال ہی کے ہے)

ترجمہ مسائل السلوک : قولہ تعالیٰ : مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ الخ اس سے معلوم ہوا کہ رخص شرعیہ میں نقص کے شبہ سے تنگدل ہونا جیسا کہ عمل میں غلو کرنے والے سمجھتے ہیں حق کی مزاحمت ہے ۱۲ ۔

الحواشی : (۱) مفسرین نے آیت میں قیام سے قیام فی الصلوٰۃ مراد لیا ہے اور جب اس پر شبہ ہوا کہ وضو اس قیام سے مؤخر نہیں تو اردتم القیام کے ساتھ تاویل کی مولانا نے اُٹھنے لگو کے لفظ سے یہ بتلا دیا کہ یہاں قیام صلوٰۃ مراد ہی نہیں بلکہ وہ قیام مراد ہے جو تہیۂ صلوٰۃ کے لئے ہوتا ہے پس اب قیام اپنے معنی پر ہے اور اس میں تاویل کی ضرورت نہیں رہی نیز آیت میں لفظ الی اس کا قرینہ ہے کہ قیام سے تہیۂ صلوٰۃ ہی کا قیام مراد ہے ورنہ قیام فی الصلوٰۃ اونحوہ فرمایا جاتا ۱۲ تبیان ۔ (۲) اور جر جوار کے لئے یہ شرط ہے کہ وہاں التباس سے امن ہو وہ یہاں متحقق ہے کیونکہ ارجلکم کے بعد الی الکعبین فرمانا اس کا قرینہ ہے اس لئے کہ تحدید غسل ہی میں ضروری ہے اور شریعت میں دوسری جگہ اس کا وقوع بھی ہوا ہے چنانچہ ایدیکم الی المرافق اس پر شاہد ہے اور مسح میں قائلین بالمسح کے نزدیک اس کی ضرورت نہیں ۔ دوسرے مسح بالاجماع ظہر رجل پر ہوتا ہے تو اس کی تحدید میں الی الساق ہو سکتا تھا نہ کہ الی الکعبین اور ممکن ہے کہ یوں کہا جائے کہ ارجلکم لفظ رءوسکم پر معطوف ہے مگر اس کا حکم غسل ہے کیونکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک لفظ کو دوسرے پر عطف کر دیا جاتا ہے اور حکم ہر دو کا مختلف ہوتا ہے جیسے عربی کا یہ شعر ؎

یا لیت بعلک قد غدا ☆ متقلدا سیفا ورمحا

☆ لفظ رمحا سیفا پر معطوف ہے حالانکہ حکم متقلد اس پر صحیح نہیں بلکہ حاملا رمحا بولا جاتا ہے ۱۲ تبیان ۔ (۳) یہ لفظ بڑھا کر اس بات کو بتلانا مقصود ہے کہ یہ آیت بھی آیت سابقہ اذا قمتم الی الصلوٰۃ کے ساتھ مرتبط ہے کہ اس میں نماز کے لئے وضو کا حکم تھا اور یہاں نماز کے لئے غسل کا حکم ہے اور دونوں نماز سے قبل ہیں ۱۲ تبیان ۔ (۴) یہ عبارت اس لئے بڑھا دی کہ مطلق مرض سے اجازت تیمم نہیں ہوتی بلکہ اس کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ استعمال پانی سے ضرر کا اندیشہ ہو ۱۲ تبیان ۔ (۵) لم تجدوا ماء کی یہ تفسیر اس لئے کی گئی تا کہ حالت مرض کا عذر بھی اس میں شامل ہو جاوے کیونکہ ظاہر ا لم تجدوا تمام متعاطفات کی قید ہے اس صورت میں اگر لم تجدوا کا ترجمہ پانی نہ پاؤ کیا جاتا تو حالت مرض میں جواز تیمم مفہوم نہ ہوتا کیونکہ مرض میں پانی تو ہوتا ہے البتہ استعمال نہیں ہو سکتا ۱۲ تبیان ۔ (٦) اس آیت میں غسل اور تیمم دونوں کا ذکر تھا وضو کا ذکر نہ تھا یہاں سب کو جمع کر دیا گیا یہ فرق ہے دونوں مقام میں پس تکرار محض نہ ہوا ۱۲ تبیان ۔ (۱☆) ہذا متعلق بقولہ موضوعا وقولہ کما نقلہ فی الانتصاف عن الزجاج اعتراض فتنبہ لہ ۱۲ ۔ (۲☆) غالباً یہ توجیہ جامع کی بڑھائی ہوئی ہے ۱۲ منہ ۔ (۷) مطلب یہ کہ آیت میں لیطھرکم سے بطور عموم مجاز کے طہارت بدنی و قلبی دونوں مراد ہیں کیونکہ اتمام نعمت کو تطہیر پر مرتب فرمایا ہے اور یہ اتمام نعمت اس وقت ہے کہ ظاہری بدن کے ساتھ قلب بھی پاک ہو ورنہ نعمت تام نہ ہوگی کیونکہ تلوث قلبی کے ساتھ رضا کا حصول ممکن نہیں اور بڑی نعمت یہ ہے اور جب یہ نہیں تو نعمت تام کہاں ۱۲ تبیان ۔ (۸) مطلب یہ کہ لعلکم تشکرون سے یہی مراد نہیں کہ زبان سے الحمد للہ الشکر للہ کہا کرو بلکہ احکام پر عمل کرنا بھی شکر میں ضروری ہے ۱۲ تبیان ۔ (۹) مطلب یہ کہ قلتم سمعنا اسی التزام

عہد ہی کا بیان ہے اس میں اسکا جواب دینا منظور ہے کہ یثاق تو بدون التزام کے متحقق نہیں ہوتا اور اسکی کوئی دلیل نہیں ۱۲ تبیان۔ (۱۰) مطلب یہ کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ لفظ سمعنا ہی کہا ہو بلکہ اسلام لانا یہ خود سمعنا کہنا ہے اور مولانا مدظلہ کی اس تقریر کے بعد ابھی کوئی ضرورت نہیں رہی کہ اس سمعنا سے یوم یثاق کا سمعنا مراد لیا جاوے جیسا کہ بعض مفسرین نے کہا ہے تاکہ بعد نزول کتاب کے سمعنا کہنے پر دلیل قائم کرنا ضروری نہ ہو ۱۲ تبیان۔ (۱۱) اس لفظ کو بڑھانے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اتقوا اللہ کو ماقبل سے کیا ربط ہے کہ پہلے امتثال کا امر تھا یہاں خلاف سے نہی ہے۔ ۱۲ تبیان (۳ ☆) اس عبارت سے ان اللہ علیم الخ کے ربط کو ظاہر فرمایا ہے ماقبل سے ۱۲ تبیان۔

ملحقات الترجمۃ: ا **قوله في يكفر** حلال قطعی اى دلالة و ثبوتا فلا يدخل فيه ما اختلفوا فيه بالادلة الشرعية فهذا الاختلاف رحمة ۱۲۔ ۲ **قوله في قمتم** اور تم کو اس وقت وضو نہ ہو وقع الاجماع عليه وقرينة اشتراط الحدث في البدل اى التيمم ۱۲۔ ۳ **قوله في الى** سميت للاجماع عليه ۱۲۔ ۴ **قوله في ف** ابوزيد نقله في الروح ۱۲۔ ۵ **قوله** سارا بدن دليله ما في روح المعاني انه اضاف التطهير الى مسمى الواو وهو جملة بدن كل مكلف فيدخل كل ما يمكن الايصال الا ما فيه حرج الخ قلت وقد وقع الاشارة الى استثناء بقوله فيما بعد ما يريد الله يجعل عليكم من حرج فافهم فانه عزيز ۱۲۔ ۶ **قوله في ما يريد الله** یعنی یہ منظور ہے الخ اشارة الى ان المقصود ارادة عدم الحرج الذى يستلزمه عدم ارادة الحرج لانه لا يكفي لعدم وقوع شيء عدم ارادة بل لا بد من تعلق ارادته بعدمه كما هو ظاهر عند التامل ۱۲۔ ۷ **قوله في توضيح ليطهركم** دونوں کو شامل ہے بطريق عموم المجاز۔ ۸ **قوله هناك** اور اگر یہ احکام نہ ہوتے اشارة الى توجيه الاستدراك بلكن تقريره انه لما قال ما يريد الله الخ نشاء عنه توهم ان الاحكام لو لم تشرع اصلا لكان فيه انتفاء الحرج باتم وجه فدفعه بما حاصله ان السهولة مقصوده لكن الطهارة مقصودة ايضا فاقتضى هذا المجموع شرع الاحكام مع السهولة ولو لم يوجه به لكان الظاهر بل ۱۲۔ ۹ **قوله في توضيح سمعنا** اسی مضمون کا اشارة الى انه لا يلزم ان يكون هذا اللفظ بعينه منقولا بل هو اخذ بالحاصل ۱۲۔

الروایات: في البخارى عن ابن عباس رضى الله عنهما في قوله طعام الذين ان المراد به الذبائح اه لان غيرها لم يختلف في حله وعليه اكثر المفسرين كذا في الروح ۱۲۔

اختلاف القراءۃ: ارجلكم بالجر قرأ به ابن كثير وحمزة وغيرهما ۱۲۔

النحو: قوله والمحصنت عطف على الطيبت كذا في الروح قلت فهو ايضا مقيد باليوم ومن ثم ذكرت النكاح مع الطيبت في السوال الرابع من الفوائد الآتية قوله اذا أتيتموهن ظرف لاحل۔ قوله ليجعل الخ اللام زائدة لتاكيد المفعول وان مقدرة قال في الروح هو الاسهل ۱۲۔ قوله اذا قلتم ظرف لو اثقكم به كذا في الروح ۱۲۔ تنبيهان متعلقات بالروايات عن اللباب الاول روى البخارى في قصة سقوط القلادة عن عائشة فنزلت يايها الذين آمنوا اذا قمتم آه وهو الصواب لا ما قيل انها آية النساء الثاني ان الوضوء كان واجباً عليهم قبل نزول الآية لانها مدنية والصلوة فرضت بمكة ولم يصل رسول الله صلى الله عليه وسلم الا بوضوء والحكمة في نزول الوضوء ليكون فرضه متلوا بالتنزيل ولذا استعظموا (اى استثقلوا) نزولهم على غير ماءٍ كما في اللباب ۱۲۔

البلاغۃ: في قوله اذا آتيتموهن اهتمام بابطال ما كان عليه اهل الجاهلية من اضاعة حقوق النسوة ولو اعيد ضمير اجورهن الى الكتابيات خاصة كان فيه تنبيه على انها وان كانت كافرة لكن لا يسقط به حقها من المهر ۱۲۔

فوائد شتى: شتى ههنا سوالات الاول ما معنى قوله اليوم مع ان التحليل قد وقع قبل ذلك والجواب ان المراد والاخبار عن ابقاء الحل وعدم نسخه وهذا لم يقع قبل ذلك الثاني ما فائدة تكرار الاخبار عن الحل والجواب ان الذى قبله لم يكن اخبارا عن عدم النسخ وهذا اخبار عنه كما مر فلا تكرار۔ الثالث ما المناسبة بين الاخبار عن الاكمال وعن الاحلال والجواب ان كليهما اتمام للنعمة احدهما للدنيا والآخر للدين الرابع ما وجه تخصيص احلال الطيبات لو النكاح بالذكر دون سائر النعم والجواب ان التخصيص لكونه معتدا به من حيث ان اكل الطيبات قوام للبدن والنكاح سبب لبقاء النوع ولهما دخل اى دخل في القيام باقامة الدين وهذا هو النكتة في تقديم هذه الاحكام على احكام الطهارة الخامس ما فائدة قوله طعامكم حل لهم لانه لم يكن فيه شبهة والجواب ان الفائدة التنبيه على كون حل دبائح الكتابى يقينيا بايراده مقترنا بما هو معلوم من قبل و هذا هو الفائدة في قوله والمحصنت من المؤمنات ويدل ما قررت من الترجمة على كل من هذه الفوائد ۱۲۔

فائدۃ: قوله وان كنتم مرضى فمر سبق ما يتعلق به في سورة النساء نعم بقي امر وهو انه قد استدل بقوله منه الراجع الى الصعيد

اشتراط الغبار حملا لمن علی التبعیض والجواب بحمل من علی الابتدائیة وبکون الصعید موسوعًا کما نقله فی الانتصاف عن الزجاج لوجه'' الارض ترابا کان او هجرا او بکون الضمیر راجعًا الی الحدث المدلول علیه بذکر اسبابه فیما سبق یقال تیمم من الجنابة فافهم۴۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى
اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑧ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ⑨ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ
اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ⑩ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ
اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑪ وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ ع
مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ ۭ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ
الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا
لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ
ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاۗءَ السَّبِيْلِ ⑫

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے لئے پوری پابندی کرنے والے انصاف کے ساتھ شہادت ادا کرنے والے رہو اور کسی خاص گروہ کی عداوت تم کو اس پر باعث نہ ہو جائے کہ تم عدل نہ کرو۔ عدل کیا کرو کہ وہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری اطلاع ہے اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں سے جو ایمان لے آئے اور انہوں نے اچھے کام کئے وعدہ کیا ہے کہ ان کے لئے مغفرت اور ثواب عظیم ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہمارے احکام کو جھوٹا بتلا دیا ایسے لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے انعام کو یاد کرو جو تم پر ہوا ہے جب کہ ایک قوم اس فکر میں تھی کہ تم پر دست درازی کریں سو اللہ تعالیٰ نے ان کا قابو تم پر نہ چلنے دیا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اہل ایمان کو حق تعالیٰ پر اعتماد رکھنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا اور ہم نے ان میں بارہ سردار مقرر کئے اور اللہ تعالیٰ نے یوں فرمادیا کہ میں تمہارے پاس ہوں اگر تم نماز کی پابندی رکھو گے اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو گے اور میرے سب رسولوں پر ایمان لاتے رہو گے اور ان کی مدد کرتے رہو گے اور اللہ تعالیٰ کو اچھے طور قرض دیتے رہو گے تو میں ضرور تمہارے گناہ تم سے دور کر دوں گا اور ضرور تم کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے کو نہریں جاری ہوں گی اور جو شخص بعد اس کے بھی کفر کرے تو وہ بے شک راہ راست سے دور جا پڑا ⑫

تفسیر ربط : یہاں تک وہ احکام مذکور ہوئے ہیں جو مکلّف کی ذات خاص کے متعلق ہیں آگے ایسا حکم مذکور ہوتا ہے جس میں غیر سے بھی تعلق ہے کیونکہ شہادت اور عدل کا تعلق غیر سے ظاہر ہے پس عبادات و معاملات دونوں جمع کر دیئے گئے۔

حکم دہم ایجاب عدل و اظہار حق : يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (الی قولہ تعالی) اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ اے ایمان والو اللہ تعالیٰ (کی خوشنودی[1]) کے لئے (احکام کی) پوری پابندی کرنے والے (اور شہادت[2]) کی نوبت آوے تو انصاف کی شہادت ادا کرنے والے رہو اور کسی خاص گروہ کی عداوت تم کو اس پر باعث نہ ہو جاوے کہ تم (ان[3] کے معاملات میں) عدل نہ کرو (ضرور[4] ہر معاملہ میں) عدل کیا کرو کہ وہ (یعنی عدل کرنا) تقویٰ سے زیادہ قریب ہے (یعنی اس سے تقویٰ کے ساتھ موصوف کہلاتا ہے) اور (تقویٰ[5] اختیار کرنا تم پر فرض ہے چنانچہ حکم ہوا ہے کہ) اللہ تعالیٰ (کی مخالفت) سے ڈرو (یہی حقیقت ہے تقویٰ کی پس عدل جو کہ اس فرض تقویٰ کا موصوف علیہ ہے نیز فرض ہوگا) بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری اطلاع ہے (پس مخالفین احکام کو سزا ہو جاوے تو بعید نہیں)

ف : ایسی آیت ختم پارۂ والمحصنٰت کے قریب بھی آچکی ہے اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ بے انصافی کی وجہ دو چیزیں ہوتی ہیں یا تو ایک فریق کی رعایت یا کسی فریق کی عداوت وہاں اول سبب مذکور ہے یہاں دوسرا سبب چنانچہ وہاں یہ الفاظ : وَلَوْ عَلٰٓي اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا اور یہاں لفظ شنآن اس کی صاف دلیل ہے پس اس فرق کے بعد تکرار نہ رہا۔

ربط: اوپر احکام مذکور تھے آگے امتثال کرنے والوں کو وعدہ اور خلاف کرنے والوں کو وعید سناتے ہیں۔

وعدہ و وعید براطاعت ومخالفت: وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (الی قولہ تعالیٰ) اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں سے جو ایمان لے آئے اور (انہوں نے) اچھے کام کئے وعدہ کیا ہے کہ ان کیلئے مغفرت اور ثواب عظیم ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہمارے احکام کو جھوٹا بتلایا ایسے لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں۔

ف: اس آیت میں تو پوری مخالفت کرنے والوں کا حال ہے اور جو تھوڑا خلاف کرنے والے ہیں یعنی اٰمَنُوْا کے تو مصداق ہیں مگر عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کے مصداق نہیں ان کا حال دوسری نصوص میں ہے۔

ربط: تین چار آیتیں اوپر احکام شرعیہ کا نعمت ہونا بیان کر کے تاکید امتثال کے لئے اس نعمت کی یاد دہانی فرمائی تھی جو کہ نعمت دینیہ تھی اب آگے ایک نعمت دنیویہ کی یاد دہانی فرماتے ہیں اور مقصود اس سے بھی وہی تاکید امتثال ہے کیونکہ نعمت کا خیال کرنا منعم کی اطاعت کا محرک ہوتا ہے۔

تذکیر بعض نعم: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا (الی قولہ تعالیٰ) وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کے انعام کو یاد کرو جو تم پر ہوا ہے جب کہ ایک قوم (یعنی کفار قریش ابتدائے اسلام میں جب کہ مسلمان ضعیف تھے) اس فکر میں تھے کہ تم پر (اس طرح) دست درازی کریں (کہ تمہارا خاتمہ ہی کر دیں) سو اللہ تعالیٰ نے ان کا قابو تم پر (اس قدر) نہ چلنے دیا (اور آخر میں تم کو غالب[1] کر دیا پس اس نعمت کو یاد کرو) اور (احکام کے امتثال میں) اللہ تعالیٰ سے ڈرو (کہ اس نعمت کا یہ شکریہ ہے) اور (آئندہ بھی) اہل ایمان کو حق تعالیٰ ہی پر اعتماد رکھنا چاہئے (جس نے پہلے بھی تمہارے سب کام بنائے ہیں آئندہ بھی آخرت تک امید رکھو اِتَّقُوا اللّٰهَ میں خوف دلایا اور امر بالتوکل میں امید اور یہ ہی دو عمل معین امتثال ہیں) ف: اور قابو میں جو اس قدر کی قید لگائی وجہ یہ کہ کچھ کچھ مضرتیں تو کفار سے پہنچ ہی جاتی تھیں۔ ف: شروع سورت سے یہاں تک اکثر آیتوں میں حق تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم فرمایا ہے ایک جگہ لفظ خشیت سے باقی جگہ لفظ تقویٰ سے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو امتثال میں بہت دخل ہے چنانچہ ظاہر بھی ہے۔

ربط: اوپر آیت: وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ میں تصریحاً اور مابعد کی آیتوں میں دلالۃً احکام شرعیہ کے جو کہ معاہدۂ الٰہیہ ہے امتثال وایفاء کا امر فرمایا ہے آگے زیادہ اہتمام کے لئے بنی اسرائیل سے معاہدہ لینے کی اور ان کے نقض عہد سے جو ان کو وبال اور ضرر پہنچا اس کی حکایت فرماتے ہیں تاکہ اطاعت کی ترغیب اور معصیت سے ترہیب زیادہ ہو۔

حکایت اخذ میثاق از بنی اسرائیل: وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (الی قولہ تعالیٰ) فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ اور اللہ تعالیٰ نے (حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واسطے سے) بنی اسرائیل سے (بھی) عہد لیا تھا (جس کا بیان عنقریب آتا ہے) اور (ان عہود[2] کی تاکید کے لئے) ہم نے ان میں سے (موافق عدد ان کے قبائل کے) بارہ سردار مقرر کئے (کہ ہر ہر قبیلہ پر ایک ایک سردار رہے جو اپنے ماتحتوں پر ہمیشہ ایفائے عہود کی تاکید رکھے) اور (مزید تاکید عہد کے لئے ان سے) اللہ تعالیٰ نے یوں (بھی) فرمادیا کہ میں تمہارے پاس ہوں (تمہارے سب بھلے برے کی مجھ کو خبر رہے گی مطلب یہ کہ عہد لیا پھر اس کی تاکید در تاکید فرمائی اور اس عہد کا خلاصہ مضمون یہ تھا کہ) اگر تم نماز کی پابندی رکھو گے اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو گے اور میرے سب رسولوں پر (جو آئندہ بھی نئے نئے آتے رہیں گے) ایمان لاتے رہو گے اور (دشمنوں کے مقابلہ میں) ان کی مدد کرتے رہو گے اور (علاوہ زکوٰۃ کے اور مصارف خیر میں بھی صرف کر کے) اللہ تعالیٰ کو اچھے طور پر (یعنی اخلاص کے ساتھ) قرض دیتے رہو گے تو میں ضرور تمہارے گناہ تم سے دُور کر دوں گا اور ضرور تم کو (بہشت کے) ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے (محلات کے) نیچے کو نہریں جاری ہوں گی اور جو شخص اس (عہد و پیمان لینے) کے بعد بھی کفر کرے گا تو وہ بیشک راہ راست سے دور جا پڑا ف: خیر میں صرف کرنے کو مجازاً اس لئے قرض فرمادیا کہ جس طرح قرض لازم الاداء ہوتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ ضرور دیں گے اور یہاں اس شخص کا حال بیان نہیں فرمایا جو کفر تو نہ کرے لیکن اعمال کی پوری پابندی بھی نہ کرے اور اکثر جگہ قرآن مجید میں یہی عادت ہے کہ اطاعت میں جو کامل ہو اور مخالفت میں جو کامل ہو زیادہ ذکر ان ہی کا ہوتا ہے وجہ یہ کہ طرفین کے حال سے بین بین کا حال عقلاء کو خود مقائسہ سے معلوم ہو جاتا ہے کہ نہ ان کی ایسی جزا ہوگی نہ ایسی سزا ہوگی پھر حدیثوں میں پوری تفصیل معلوم ہوگئی اور چونکہ بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بہت انبیاء ہونے والے تھے اس لئے وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ خصوصیت کے ساتھ عہد میں ذکر کیا گیا۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ الخ اس میں معاملات میں طبعیات پر عمل کرنے کی ممانعت ہے اور یہ منجملہ مجاہدات ہے۔ قولہ تعالیٰ: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا الخ اس میں اس شخص پر رد ہے جو خدا تعالیٰ کی دنیوی نعمتوں کو حقیر سمجھتا ہے جیسا اکثر جاہل افراد کرتے ہیں قولہ تعالیٰ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ الخ اس میں اصل ہے مشائخ اہل تربیت کی اس عادت کی کہ مریدین پر اپنے نائبوں کو اس غرض سے مسلط کر دیتے ہیں کہ وہ ان کی اصلاح وتعلیم کی نگرانی کریں اور ان کو ایسوں کے سپرد کرتے ہیں جن میں باہم مناسبت ہو ۱۲۔

الحواشی: (۱) اس لفظ کے بڑھانے سے یہ بتلانا ہے کہ مصنف سلمہٗ کے نزدیک للہ قوامین کے متعلق ہے ۱۲ تبیان۔ (۲) یہ عبارت بڑھا کر بتلادیا کہ لفظ

شہداء خبر بعد خبر ہے حال وغیرہ نہیں نیز یہ بھی بتلا دیا کہ قرآن کا مطلب یہ نہیں کہ خواہ مخواہ شہادت دیتے پھرا کرو بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر تم کو ایسا موقع پیش آ جاوے تو اس میں عدل سے کام لو ۱۲ بیان۔ (۳) کیونکہ کسی قوم سے عداوت کا اثر عدل پر اگر پڑے گا تو انہیں کے معاملات میں پڑے گا نہ کہ مطلق عدل پر اگرچہ دوسروں کے معاملہ میں ہو ۱۲ بیان۔ (۴) اس عبارت سے ایک تو اعدلوا کا ارتباط ظاہر کرنا ہے دوسرے یہ بتلانا ہے کہ یہ حکم عام ہے خواہ دشمن کا معاملہ ہو جس کا اوپر ذکر تھا یا دوست کا ۱۲ بیان۔ (۵) اس عبارت کو بڑھا کر یہ بتلا دیا کہ اتقوا اللہ کو ماقبل سے کیا ربط ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اِعْدِلُوْا ۖ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی ۡ سے یہ شبہ ہوتا تھا کہ عدل کا شرط ہونا اس کے وجوب اور ضروری العمل ہونے کو کیسے مستلزم ہوا جو کہ مقتضی تعلیل کا ہے کہ اِعْدِلُوْا ۖ هُوَ اَقْرَبُ سے مفہوم ہوتی ہے واتقوا اللّٰہ میں اس کا جواب ہے مگر چونکہ تم پر تقویٰ واجب ہے اور وہ موقوف ہے عدل پر اس لئے وہ بھی واجب ہوگا ۱۲ بیان (۶) یعنی یہ بھی منجملہ نعم مقصودہ ہے بلکہ مذکور فی المقام سے اکمل ہے مگر اس کو بوجہ ظہور ذکر نہیں فرمایا ۱۲ بیان۔ (۷) اس سے اتقوا اللّٰہ کا ارتباط ظاہر ہو گیا ماقبل سے ۱۲ بیان۔ (۸) یہ عبارت اس لئے بڑھائی ہے کہ وبعثنا کا ربط اخذ اللّٰہ سے ظاہر ہو جائے۔ ۱۲ بیان۔

ملحقات الترجمۃ: قوله فی توضیح اقرب کہلاتا ہے یعنی ان العدل سبب للحکم بالتقوٰی علی العادل لان العدل من جملة التقوٰی فمن عدل اتقی والسبب حقیقی قریب من المسبب و مراتب القرب متفاوتة لکن الجزء الاخیر من العلة اقرب والعدل و کذا کل ما هو فرد للتقوٰی کذلك فصح الحکم بکونه اقرب للتقوٰی ولذا عدی باللام کما فی قوله هو قریب لزید والا فالظاهر تعدیة بالی او من فالحاصل ان العدل مفض الی التقوٰی کافضاء السبب الی السبب التقطته من الروح ۱۲۔ ۲ قوله فی توضیح خبیر۔ بعید نہیں اشارة الی جوز العفو کما یقوله اهل السنة اما بنفسه واما بعد ارضاء صاحب الحق فی حقوق العباد ۱۲۔ ۳ قوله فی توضیح قوم قریش ابتدائے اسلام الخ هو الوجه من الوجهین المذکورین فی الکبیر اخترته لکونه اوفق بحال الفریقین و بعضهم اختار ولا لوجه الثانی من الحوادث الخاصة التی لعفها فی بنی النضیر و بعضها فی بنی ثعلبة و بنی محارب او رجل منهم یقاله له غورث ارادوا الفتك بالنبیؐ اوردها فی اللباب لکن قوله الکیم یرجع ما اخترته فان فی هذه الحوادث اراد من اراد بسط الید الی النبی ﷺ وما اختار بعضهم من نزولها فی الغزوات التی فیها صلٰوة الخوف فلیس علی کونها سبب النزول دلیل مصرح بالسببیة فلذا رأیت ما اخترته اولٰی ولا یعارض الروایات لانانؤو لها بان معنی قولهم نزلت فی کذا ای نزلت فی مثل کذا ۱۲ ۴ قوله فی یبسطوا او کف خاتمہ واس قدر انه اندفع ما یتوهم من تمکن الکفار من المسلمین غیر مرة فما معنی الهم وما بمعنی الکف ۱۲۔ ۵ قوله فی میثاق خلاصہ لان هذا المیثاق ذکر فی البقرة بعنوان آخر فلا یتوهم التخالف ۱۲۔ ۶ قوله فی رسلی آئندہ وهو النکتة فی تاخیر الایمان عن الصلٰوة لان الصلٰوة یجب اقامتها فی الحال والایمان بهؤلاء الرسل یکون واجبا فی المال ۱۲۔ ۷ قوله فی غررتموهم دشمنوں کے الخ وهو من الواجبات ان لا یسلم النبی فی ایدی العدد ۱۲۔ ۸ قوله فی لا کفرن دور کردوں گا۔ لان الحسنات یذهبن السیئات ولو عممم التکفیر للتطهیر ای العقاب الذی یکون للتطهیر کان شاملا للجمیع ای لجمیع الذنوب کبیرة کانت او صغیرة بخلاف المعنی الاول للتکفیر فانه مخصوص بالسیئات ای الصغائر لانها لاتکفر الکبائر الا بالفضل او التوبة او العقاب فافهم۔ ۹ قوله فی فمن اوراشارة الی ارادة معنی العطف مطلقا الترتیب انما هو فی البیان کذا یفهم من الروح ۱۲۔ ۱۰ قوله فی بعد ذلك عہد الخ کذا فی الخازن ۱۲

الروایات: فی الروح اخرج ابن حمید و ابن جریر عن ابی العالیة انه قال فی الآیة اخذ اللہ تعالٰی میثاق بنی اسرائیل ان یخلصوا له وما یعبدوا غیره و بعث منهم اثنی عشر کفیلا کفلوا علیهم بالوفاء اللہ تعالٰی بما واتقوه علیه من العهود فیما امرهم او انها هم عنه قلت و علیه فسرت الآیة لم ارتض ما فسرت بامرهم بالقتال مع الجبارین فان السیاق یاباه کل الاباء لان مضمون المیثاق المذکور نصًّا۔ ۱۲

اللغات: فی الروح العزر کالازر التقویة والمنع حقیقة والنصرة مجاز النقیب فی الروح من النقب بمعنی التفتیش سمی بذلك لتفتیشه عن احوال القوم واسرارهم۔ ۱۲

النحو: قوله علیکم متعلق بنعمة و کذا الطرف ۱۲ من الروح۔

البلاغة: فی الروح ولم یؤت بالجملة فی سیاق الوعید کما اتی بالجملة قبلها فی سیاق الوعد (حیث قال وعد ولم یقل فیما (بعد) قطعا لرجائهم ۱۲) قوله یسطوا فی الروح هو کنایة یقال بسط الیه یده اذا بطش به ولسانه اذا شتمه ۱۲۔ قوله فکف ای من المد لابعد ان مدوا من الروح ۱۲۔ قوله فمن کفر فی الروح لیس المراد بالکفر احداثه بعد الایمان بل ما یعم الاستمرار علیه ایضا کانه قبل فمن اتصف بالکفر بعد ذلك الا انه قصد بایراد ما یدل علی الحدوث بیان ترقیهم فی مراتب الکفر فان الاتصاف بشئی بعد ورود ما یوجب الا فلاح عنه وان کان استمرارًا علیه لنك بحسب العنوان فعل جدید وصنع حادث اه۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۠ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۴﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ؕ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۶﴾

تو صرف ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا اور ہم نے ان کے قلوب کو سخت کر دیا وہ لوگ کلام کو اسکے مواقع سے بدلتے ہیں اور وہ لوگ جو کچھ ان کو نصیحت کی گئی تھی۔ اس میں سے اپنا ایک بڑا حصہ فوت کر بیٹھے اور آپ کو آئے دن کسی نہ کسی خیانت کی اطلاع ہوتی رہتی ہے جو ان سے صادر ہوتی ہے۔ الجز ان میں سے معدودے چند شخصوں کے سو آپ ان کو معاف کیجئے اور ان سے درگزر کیجئے بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوش معاملہ لوگوں سے محبت کرتا ہے اور جو لوگ کہتے ہیں ہم انصاری ہیں ہم نے ان سے بھی ان کا عہد کیا تھا سو وہ بھی جو کچھ ان کو نصیحت کی گئی تھی اس میں اپنا ایک بڑا حصہ فوت کر بیٹھے۔ تو ہم نے ان میں باہم قیامت تک کے لئے بغض وعداوت کو ڈال دیا اور ان کو اللہ تعالیٰ ان کا کیا ہوا جتلا دیں گے۔ اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارے یہ رسول آئے ہیں۔ کتاب میں سے جن اُمور کا تم اخفا کرتے ہو ان میں سے بہت سی باتوں کو تمہارے سامنے صاف صاف کھول دیتے ہیں اور بہت سے امور کو واگزاشت کرتے ہیں۔ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک روشن چیز آئی ہے اور ایک کتاب واضح کہ اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ ایسے شخصوں کو جو رضائے حق کے طالب ہوں سلامتی کی راہیں بتلاتے ہیں اور ان کو اپنی توفیق سے تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے آتے ہیں اور ان کو راہ راست پر قائم رکھتے ہیں ۞

تفسیر ربط: اوپر میثاق بنی اسرائیل کا بیان تھا آگے ان کے نقض میثاق کا اور اس کے وبال کا بیان ہے۔

حکایت وبال نقض بنی اسرائیل میثاق را: فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ (الی قولہ تعالی) اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (لیکن[۱] بنی اسرائیل نے عہد مذکور کو توڑ ڈالا اور توڑنے کے بعد طرح طرح کے عقوبات میں جیسے مسخ اور ذلت وغیرہ گرفتار ہوئے پس یہ جو ان کو عنایت والطاف الہیہ سے بعد ہوا) تو صرف[۲] ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان کو اپنی رحمت (یعنی اس کے آثار) سے دور کر دیا اور (یہی حقیقت لعنت کی) اور (اسی[۳] لعنت کے آثار سے یہ ہے کہ) ہم نے ان کے قلوب کو سخت کر دیا (کہ حق بات کا ان پر اثر ہی نہیں ہوتا اور اسی سخت دلی کے آثار سے یہ ہے کہ) وہ لوگ (یعنی ان میں کے علماء) کلام (الٰہی یعنی توریت) کو اس کے (الفاظ یا مطالب کے) مواقع سے بدلتے ہیں (یعنی تحریف لفظی یا تحریف معنوی کرتے ہیں) اور (اس تحریف کا اثر یہ ہوا کہ) وہ لوگ جو کچھ ان کو (توریت میں) نصیحت کی گئی تھی اس میں سے اپنا ایک بڑا حصہ (نفع کا جو کہ ان کو عمل کرنے سے نصیب ہوتا) فوت[۴] کر بیٹھے (کیونکہ زیادہ مشق ان کی اس تحریف کے مضامین متعلقہ بتصدیق رسالت محمدیہ میں ہوئی تھی اور ظاہر ہے کہ ایمان سے زیادہ بڑا حصہ کیا ہوگا غرض نقض میثاق پر لعنت مرتب ہوئی اور لعنت پر قساوت وغیرہ اور قساوت پر تحریف اور تحریف پر فوت حظ عظیم اور وجہ ترتیب ظاہر ہے) اور (پھر یہ بھی تو نہیں کہ جتنا کر چکے اسی پر بس کریں بلکہ حالت یہ ہے کہ) آپ کو آئے دن (یعنی ہمیشہ دین کے باب میں) کسی نہ کسی (نئی) خیانت کی اطلاع ہوتی رہتی ہے جو ان سے صادر[۵] ہوتی رہتی ہے بجز ان کے معدودے چند شخصوں کے (جو کہ مسلمان ہو گئے تھے) سو آپ ان کو معاف کیجئے اور ان سے درگزر کیجئے (یعنی جب[۶] تک شرعی ضرورت نہ ہو ان کی خیانتوں کا اظہار اور ان کو فضیحت نہ کیجئے) بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوش معاملہ لوگوں سے محبت کرتا ہے (اور بلا ضرورت فضیحت نہ کرنا خوش معاملگی ہے)۔ ف: نئی خیانت یہ کہ ایک بار مسئلہ رجم کے حکم کو چھپا لیا ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت فرمانے پر توراۃ کا ایک مضمون غلط بیان کر دیا جس پر آیت: لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ [آل عمران: ۱۸۸] نازل ہوئی تھی اور جیسے تحریم طیبات کے قدیم ہونے کا ایک بار غلط دعویٰ کیا تھا جس پر شروع لن تنالوا میں قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ نازل ہوئی اور تمام تر وہ غلط بیانیاں جس کی

حکایت مع ان کے ابطال کے قرآن مجید میں جا بجا مذکور ہے اس میں داخل ہیں جیسے لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اور لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی اور نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ و امثال ذلک۔ ربط: اوپر یہود کا حال تھا آگے کچھ نصاریٰ کا بیان فرماتے ہیں۔

ذکر بعض ذمائم نصاریٰ: وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى (الی قولہ تعالیٰ) وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ اور جو لوگ (نصرت[۱] دین کے دعوے سے) کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں ہم نے ان سے بھی ان کا عہد (مثل عہد یہود کے) لیا تھا سو وہ بھی جو کچھ ان کو (انجیل[۸] وغیرہ میں) نصیحت کی گئی تھی اس میں سے اپنا ایک بڑا حصہ (نفع کا جو کہ ان کو عمل کرنے سے نصیب ہوتا) فوت کر بیٹھے (کیونکہ وہ امر جس کو فوت کر بیٹھے توحید ہے اور ایمان ہے جناب رسول اللہ ﷺ پر جس کا حکم ان کو بھی ہوا تھا اور اس کا حظ عظیم ہونا ظاہر ہے جب توحید کو چھوڑ بیٹھے) تو ہم نے اُن میں باہم قیامت تک کے لئے بغض و عداوت ڈال دیا (یہ تو دنیوی عقوبت ہوئی) اور عنقریب (آخرت میں) کہ وہ بھی قریب ہی ہے ان کو اللہ تعالیٰ ان کا کیا ہوا جتلا دیں گے (پھر سزا دیں گے) ف: حاشیہ بیضاوی میں تیسیر سے نقل کیا ہے کہ نصاریٰ میں اصل[۹] تین فرقے تھے ایک نسطوریہ جو عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہتے تھے دوسرا یعقوبیہ جو عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ متحد مانتے تھے تیسرا ملکائیہ جو عیسیٰ علیہ السلام کو تین الٰہ میں کا ایک جزو مانتے تھے اھ اور یہ افتراق ترکِ توحید سے ہوا تھا اور ظاہر ہے کہ اتنے بڑے اختلاف عقائد کے ساتھ باہم عداوت ضروری ہے البتہ جو شخص ان میں ان عقائد ہی کا پابند نہ ہو وہ مبحث ہی سے خارج ہے پس اگر ان میں اتفاق ہو جائے تو محل اعتراض نہیں پس آج کل کے عیسائیوں کے جو واقع میں عیسائی ہی نہیں اتفاق پر شبہ نہیں ہو سکتا البتہ مذہبی لوگوں میں مذہبی عداوت اب بھی ہے اور ہمیشہ رہے گی اور دنیوی سلطنتوں میں بھی اکثر تو اختلاف و نزاع ہی سنا جاتا ہے لیکن قرآن میں اس کا ذکر ہی نہیں نہ اثباتاً نہ نفیاً۔ ربط: اوپر یہود و نصاریٰ کا الگ الگ ذکر تھا آگے دونوں کو جمع کر کے نصیحت کا خطاب فرماتے ہیں۔

خطاب بجمیع اہل کتاب بترغیب تصدیق رسالت محمدیہ ﷺ: يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ⑮ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ اے اہل کتاب (یعنی یہود[۱۰] و نصاریٰ) تمہارے پاس ہمارے یہ[۱۱] رسول (محمد ﷺ) آئے ہیں (جن کے علم کی تو یہ شان ہے کہ) کتاب (کے مضامین) میں سے جن امور (علمیہ) کا تم اخفاء کرتے ہو ان میں سے بہت سی باتوں کو (جن کے اظہار میں کوئی مصلحت[۱۲] شرعی بھی ہوتی ہے باوجود[۱۳] ظاہراً (تحصیل علوم نہ فرمانے کی محض وحی سے مطلع ہو کر) تمہارے سامنے صاف صاف کھول دیتے ہیں اور (خوش اخلاقی کی جو کہ شعبہ ہے لطافت قوت عملیہ کا یہ حالت ہے کہ جن امور کا تم اخفا کرتے ہو ان میں سے) بہت سے امور کو (باوجود اطلاع کے اظہار سے) واگزاشت کر دیتے ہیں (جن کے اظہار میں بجز تمہاری تفضیح کے کوئی شرعی ضرورت نہیں ہوتی اور ایسا[۱۴] علم دلیل نبوت ہے اور ایسا عمل مؤکد اس دلیل کا ہے غرض تمہاری دینی خیانت ہی کے متعلق جو آپ کا برتاؤ ہے وہی دلالت علی النبوۃ کے لئے بس ہے پھر ضرور تصدیق کرنا چاہیے اور ان رسول کے ذریعہ سے) تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک روشن چیز آئی ہے اور (وہ[۱۵]) ایک کتاب واضح (ہے یعنی قرآن مجید جو کہ علاوہ دلیل نبوت ہونے کے خود ان اوصاف ذاتی سے موصوف ہے) کہ اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ایسے شخصوں کو جو کہ رضائے حق کے طالب[۱۶] ہوں سلامتی کی راہیں بتلاتے ہیں (یعنی جنت[۱۷] میں جانے کے طریقے کہ عقائد و اعمال خاصہ ہیں تعلیم فرماتے ہیں کیونکہ پوری سلامتی بدنی و روحانی جنت ہی میں نصیب ہوگی) اور ان کو اپنی توفیق[۱۸] (اور فضل) سے (کفر و معصیت کی) تاریکیوں سے نکال کر (ایمان و طاعت کے) نور کی طرف لے آتے ہیں اور ان کو (ہمیشہ) راہِ راست پر قائم[۱۹] رکھتے ہیں۔ ف: سلامتی کی راہیں بتلانا قرآن کے ذریعہ سے عام ہے لیکن یہاں تخصیص طالبان رضائے حق کی اس وجہ سے کی گئی کہ اس سے منتفع وہی لوگ ہوتے ہیں۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: فَبِمَا الخ چونکہ بعض اقسام قبض سے یہ قساوت بھی ہے آیت سے معلوم ہوا کہ معاصی سے بھی قبض ہوتا ہے اور يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ سے (جو کہ جرأت علی التحریف پر دال ہے) اور نَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ سے (جس کی تفسیر بعض نے یہ کی ہے اس معصیت کی نحوست سے بہت سے مضامین توریت کے ان کے حافظہ سے ساقط ہو گئے تھے) یہ معلوم ہوا کہ ایسے قبض سے معاصی بھی ہوتے ہیں پس قبض معاصی کا منشا بھی ہے اور معاصی اس سے ناشی بھی ہیں ۱۲ قولہ تعالیٰ فَنَسُوْا الخ دال ہے اس پر کہ معاصی جیسا عقاب آخرت کا سبب ہیں اسی [illegible] عتاب دنیا کا بھی کیونکہ خانہ جنگی یقیناً دنیا میں عقاب ہے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ وَيَعْفُوْا الخ روح میں اس کی تفسیر یہ ہے کہ تمہارے بہت سے مخفی کئے ہوئے مضامین کو ظاہر نہیں فرماتے جبکہ اس کا کوئی دینی قوی داعی نہ ہوتا کہ تمہاری فضیحت نہ ہو اھ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل اللہ عداوت میں بھی محض شفاء غیظ نفسانی کا قصد نہیں کرتے یعنی جب اس میں مصلحت دینی نہ ہو تو غیظ پر عمل نہیں کرتے۔ قولہ تعالیٰ يَهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ الخ اس پر دال ہے کہ اصل مقصود طلب رضا ہے اور دخول جنت اس کے تابع ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ا قولہ فی الترجمۃ لیکن الی قولہ ہوئی لم یذکر فی القرآن اشارۃ الی انہ جلی غنی عن البیان وانما المحتاج الیہ ما

بينهما من السببية والمسببية ١٢۔ ٢ قوله فى فبما نقضهم صرف افاده تقديم الجار واكده ما فصار المعنى ان المؤثر فى اللعن ليس غير النقض لا استقلالا ولا انضماما ١٢ ۔ ٣ قوله قبل جعلنا قلوبهم ای لعنت کے آثار سے دفع بهذا العنوان ما يتوهم من ان المفهوم مما قبل الترجمة ان اثر اللعن هو المسخ و نحوه والمفهوم منه خلافه وجه الدفع ظاهر فانه لا تنافى بين الآثار ولذا زاد قوله وغيره فى تقرير الترتيب فيما بينهما الذى سيأتى فى توضيح الترجمة ١٢ ۔ ٤ قوله فى نسوا فوت اشارة الى ان النسيان بمعنى الترك والتفخيم مستفاد من التنوين و فسر بعضهم بالمعنى اللغوى و قالوا انه مشعر بان المعصية ينسى العلوم حقيقة روى ذلك عن ابن مسعود ۔ ٥ قوله فى خائنة منهم صادر اشارة الى تقدير الكلام هكذا اى خائنة صادرة منهم ١٢۔ ٦ قوله فى فاعف یعنی جب تک الی قوله فضیحت نہ کیجئے والقرينة على هذا التفسير ما سيأتى من قوله يعفوا مقابلا لقوله يبين و بقوله جب تک اشار الى ان النبيين حيث بين ما كان للمصلحة الدينية لا قصدا الى تفضيحهم كآية الرجم و نحوها فانها كانت من الاحكام الشرعية اما ما كان من خياناتهم و جناياتهم بحيث لم يتعلق به حكم شرعى فلم يظهر فافهم ١٢۔ ٧ قوله فى قالوا نصرت دین الخ وهو النكتة كما قال المفسرون فى هذا العنوان اشارة الى ان فعلهم دون قولهم وهو النكتة فى تخصيص هذا الموضع به لان المقام ذكر للميثاق ولم يفوا بما وا ثقوا عليه من دعوى النصرة ١٢۔ ٨ قوله فى ذكروا انجیل وغیرہ لانهم ما كانوا ينكرون التوراة ايضا۔ ٩ قوله فى ف اصل تین الخ فلا يرد انه ورد فى الحديث ان فرقهم ثنتان و سبعون ١٢۔ ١٠ قوله فى اهل الكتاب یعنی یہود و نصاریٰ فالكتاب للجنس ١٢۔ ١١ قوله فى رسولنا ناشارة الى كون الاضافة للعهد ١٢۔ ١٢ قوله شرعی بھی زاد بھی لان حكمة الدلالة على النبوة حاصل مع قطع النظر عن مصلحة اخرى فى التبيين ١٢ ۔ ١٣ قوله فى يبين باوجود الخ اشار بهذا الى فائدة الجملة من قصد الدلالة على النبوة التى يكون انكارهم بعدها اشنع ١٢۔ ١٤ قوله بعد يعفوا فى العلم انه دليل و فى العمل انه مؤكد لان الدليل الصريح انما هو المعجزة و حسن الخلق بهذه المثابة ليس بمعجز صريح فهو مؤكد ١٢ ۔ ١٥ قوله فى كتب اوروہ اشارة الى كون عطف الكتاب للتفسير فهما متغائر ان بالصفة متحدان بالذات ولذا حسن افراد الضمير فى به و بهذا التفسير حسن اسناد الهداية ههنا الى الله تعالى و جعل الكتب والنور سببا واسناد التبيين فيما قبل الى رسول الله ﷺ واما اذا فسر النور بالرسول لا يحصل هذا الحسن و مويدى تفسيرى هذا قوله تعالى انزلنا اليكم نورا مبينا واريد به الكتب قطعا ١٢ ۔ ١٦ قوله فى اتبع طالب فتقدير الكلام من اراد ان يتبع رضوانه كما فى الروح او يراد بالاتباع الارادة مجاز او اوردت فى ترجمة من لفظة الجمع لعمومه وجمع الضمير فيما بعد من قوله يخرجهم ١٢۔ ١٧ قوله فى السلام یعنی جنت فى الخازن بحذف المضاف اى دار الاسلام ١٢ ۔ ١٨ قوله فى باذنه توفیق كذا فى الروح ١٢ ۔ ١٩ قوله فى ايديهم قائم فالهداية مجاز فى التثبيت عليها كما قيل فى اهدنا الصراط المستقيم وبه غوير المتعاطفات ١٢۔

الروایات: فى اللباب اخرج ابن جرير عن عكرمة قال ان نبى الله ﷺ اتاه اليهود و يسئلونه عن الرجم فقال ايكم اعلم فاشاروا الى ابن صور يافنا شده بالذى انزل التوراة على موسٰى والذى رفع الطور والمواثيق التى اخذت عليهم حتى اخذه الكل (اى ارتعد) فقال انه لما كثر غينا جلدنا مائة و حلقنا الرؤس فحكم عليهم بالرجم فانزل الله يا اهل الكتاب الى قوله صراط مستقيم ١٢۔

اختلاف القراءة: قراحمزة والكسائى قسية على وزن فعلية مبالغة فى قابسة ١٢۔

اللغات: الخائنة مصدر على وزن الفاعلة ٢١ فى القاموس غرى لزق اغرى بينهم العداوة القاها كانه الزقها بهم ١٢۔

النحو: قوله الا قليلا استثناء من المجرور فى خائنة منهم ١٢ ۔ من متعلق باخذنا ١٢ قوله يبين حال يهدى صفة لكتاب۔

البلاغة: قوله فاغرينا الفاء للترتيب على نسيانهم خطا كما قررته فى الترجمة و صرحت به فى ف بعد تقرير التيسير فافهم۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۞ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ

اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ یُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا ۫ وَاِلَیْهِ الْمَصِیْرُ ﴿۱۸﴾ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَكُمْ عَلٰی فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِیْرٍ وَّلَا نَذِیْرٍ ۫ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِیْرٌ وَّنَذِیْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۹﴾

بلاشبہ وہ لوگ کافر ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عین مسیح ابن مریم ہے۔ آپ یوں پوچھئے اگر ایسا ہے تو یہ بتلاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم اور ان کی والدہ کو اور جتنے زمین میں ہیں ان سب کو ہلاک کرنا چاہے تو کون ایسا شخص ہے جو خدا تعالیٰ سے ان کو ذرا بھی بچا سکے اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے حکومت آسمانوں پر اور زمین پر اور جتنی چیزیں ان دونوں کے درمیان ہیں اور وہ جس چیز کو چاہیں پیدا کر دیں اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے اور یہود اور نصاریٰ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔ آپ یہ پوچھئے کہ اچھا تو پھر تم کو تمہارے گناہوں کے عوض عذاب کیوں دیں گے۔ بلکہ تم بھی منجملہ اور مخلوقات کے ایک معمولی آدمی ہو۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں گے بخشیں گے اور جس کو چاہیں گے سزا دیں گے اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے سب حکومت آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور اللہ ہی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارے یہ رسول آ پہنچے ہیں جو کہ تم کو صاف صاف بتلاتے ہیں ایسے وقت میں کہ رسولوں کا سلسلہ موقوف تھا تاکہ تم یوں کہنے لگو کہ ہمارے پاس کوئی بشیر اور نذیر نہیں آیا سو تمہارے پاس بشیر اور نذیر آ چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں۞

تفسیر ربط: اوپر آیت وَمِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّا نَصٰرٰۤی میں نصاریٰ کے نقض میثاق کا اجمالاً بیان تھا آگے ان کے بعض عقائد کی تعیین ہے کہ وہ اخلال بالتوحید ہے۔

ابطال عقیدۂ الوہیت مسیح علیہ السلام: لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ (الی قولہ تعالی) وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ بلاشبہ وہ لوگ کافر ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عین مسیح ابن مریم ہے (یعنی دونوں میں اتحاد کے قائل ہیں وجہ کفر ظاہر ہے کہ توحید کا انکار ہے) آپ (اس قول کے ابطال کے لئے ان سے) یوں پوچھئے کہ اگر ایسا ہے تو یہ بتلاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ حضرت مسیح ابن مریم (جن کو تم اللہ تعالیٰ کا عین کہتے ہو) اور ان کی والدہ (حضرت مریم) کو اور (بلکہ) جتنے زمین میں (آباد) ہیں ان سب کو (موت سے) ہلاک کرنا چاہیں تو (کیا) کوئی شخص ایسا ہے جو خدا تعالیٰ سے ان کو ذرا بھی بچا سکے (یعنی آپس میں تم بھی مانتے ہو کہ ایسا کوئی نہیں اور یہ ظاہر ہے کہ خدائی کے لوازم سے ہے کہ اس کے ساتھ دوسرے کی قدرت کا تعلق پھر وہ بھی افناء واہلاک کے ساتھ محال ہو اور یہ لازم یہاں مفقود ہے پس الوہیت مسیح کی بھی باطل ہے یہ شان تو حضرت مسیح کی ہوئی) اور اللہ تعالیٰ (کی یہ شان ہے کہ ان) ہی کیلئے خاص ہے حکومت آسمانوں پر اور زمین پر اور جتنی چیزیں ان دونوں کے درمیان (موجود) ہیں ان پر اور وہ جس چیز کو (جس طرح) چاہیں پیدا کر دیں اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے (اور) یہ صفات کمال خواص الوہیت سے ہیں (پس حق تعالیٰ کی الوہیت ثابت ہے اور مسیح کی الوہیت منفی ہو چکی تھی اس مجموعہ سے توحید ثابت ہوگئی) ف: یہاں گو ظاہر انصاریٰ کے ایک ہی قول کا ابطال ہے لیکن جو دلیل قائم کی گئی ہے وہ ہر منکر توحید کے مقابلہ میں چل سکتی ہے اس لئے معنی تمام منکرین توحید کا جواب اور ان کے مسلک کا ابطال ہے اور حضرت مریم کے ذکر کے متعلق دو امر قابل تحقیق ہیں ایک یہ کہ ان کا ذکر کیوں کیا گیا اس کی وجہ دو ہو سکتی ہیں یا تو تاکید ہے عجز مسیح علیہ السلام کی کہ وہ نہ اپنے کو بچا سکتے ہیں اور نہ اپنی ماں کو جن کی ہر طرح خدمت اور حفاظت کرتے تھے اور ماں کی حمایت طبعی امر بھی ہے دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ بعضے ان کو بھی الوہیت کے اجزائے ثلاثہ کا ایک جزو جانتے تھے اس کے بڑھانے سے ان کے قول کی بھی نفی ہوگئی۔ دوسرا امر یہ کہ حضرت مریم کی موت تو متحقق ہو چکی پھر اس کے فرض کرنے کے کیا معنی اس کی وجہ دو ہو سکتی ہیں یا تو مبنی تغلیب پر ہے یا مضمون کا اس طرح مؤکد کرنا ہے کہ دیکھو اس مضمون کا ایک نمونہ ہم تم کو دکھلاتے ہیں کہ حضرت مریم پر موت کو ہم مسلط کر چکے ہیں اسی طرح بقایا پر مسلط کر سکتے ہیں اور مَنْ فِی الْاَرْضِ کا جو ذکر آیا ہے اس کی دو وجہ ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ تمام آلہہ باطلہ کی الوہیت کا ابطال تصریحاً ہو جائے۔ دوسری وجہ یہ کہ حضرت مسیح کے عجز کی اور تاکید ہو جائے کہ وہ اور تمام اہل عالم صفت عجز میں برابر ہیں کچھ تفاوت نہیں اور یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ میں ایک فائدہ تو وہی ہے جو اثنائے ترجمہ میں بیان کیا گیا کہ مقصود استدلال ہے توحید پر۔ دوسرا فائدہ جیسا روح المعانی میں ہے ایک یہ بھی ہے کہ اس میں اشارہ ہے ان عقیدہ والوں کی منشاء اشتباہ کے رفع کی طرف جیسا آیہ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ میں مصرح تھا یعنی اگر کسی کو ان کے بے باپ پیدا ہونے سے یا ان کے احیائے موتی ونفخ فی الطیر سے شبہ ہو تو یہ سمجھ لو کہ یہ سب صورتیں اللہ تعالیٰ ہی کے پیدا کرنے کی ہیں کہ وہ جس طرح چاہیں پیدا کر سکتے ہیں۔ مثلاً کبھی وہ بلا مادہ پیدا کرتے ہیں جیسے زمین و آسمان بنائے اور کبھی مادۂ غیر جنس سے جیسے آدم علیہ السلام مٹی سے

بنے یا اکثر مرکبات جمادیہ ونباتیہ بسائط غیر مجانس سے بنتے ہیں اور کبھی مادہ ہم جنس سے پھر اس میں کبھی صرف مذکر سے جیسے آدم علیہ السلام سے حوا پیدا ہوئیں کبھی صرف مؤنث سے جیسے حضرت مریم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے کبھی دونوں سے جیسے اکثر حیوانات پھر کبھی بلا توسط کسی مخلوق کے تصرف کے جیسے اکثر مخلوقات اور کبھی بتوسط کسی مخلوق کے تصرف کے جیسے احیائے موتی ونفخ فی الطیر کہ عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ہوتا تھا غرض ان صورتوں میں کوئی صورت منشاء اشتباہ کسی غیر کی الوہیت کا نہ ہونا چاہیے۔ ربط :اوپر یہود ونصاریٰ کے بعض بعض قبائح مذکور تھے ان میں سے ایک امر مشترک کا مع اس کے ابطال کے آگے بیان ہے یعنی دونوں فریق باوجود کفر ومعصیت کے اپنے مقرب اور مقبول عند اللہ ہونے کے مدعی تھے۔

ابطال دعویٰ اہل کتاب مرقرب خوردا: وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّاۗؤُهٗ (الی قولہ تعالی) وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ۔ یہود اور نصاریٰ (دونوں فریق) دعویٰ [ا] کرتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں (یعنی مثل اولاد اور معشوقوں کے مقبول ہیں مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم کو بوجہ اس کے کہ انبیاء کی اولاد [ب] واشیاع ہیں بہ نسبت دوسرے لوگوں کے گو کہ وہ ہمارے ہی مذہب کے کیوں نہ ہوں اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ زیادہ خصوصیت ہے کہ ہم سے باوجود عصیان کے بھی اوروں کے برابر ناخوش نہیں ہوتے جیسے باپ کے ساتھ اولاد کو خصوصیت ہوتی ہے کہ اگر وہ نافرمانی بھی کرے تب بھی اس کے قلب پر وہ اثر نہیں ہوتا جیسا کوئی غیر آدمی اسی باپ کی نافرمانی کرے اور اس کا اثر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا رد فرماتے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ (ان سے) یہ پوچھئے کہ اچھا تو پھر تم کو تمہارے گناہوں کے عوض (آخرت میں) عذاب کیوں دیں گے (جس کے تم بھی قائل ہو جیسا یہود کا قول تھا: لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً اور حضرت مسیح کا ارشاد اس آیت میں منقول ہے: اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ط جو بوجہ التزام کے مثل اقرار نصاریٰ کے ہے غرض یہ کہ پھر تم دونوں فرقوں کو تعذیب کیوں ہوگی کیونکہ باپ بیٹے کو اور محب اپنے محبوب کو تعذیب نہیں کرتا گو تادیب کرتا ہے لیکن آخرت میں تادیب کا احتمال ہی نہیں کیونکہ تادیب میں یہ فائدہ ہوتا ہے کہ پھر نہ کرے آخرت میں جب پھر کرنے کا احتمال ہی نہیں پھر تادیب کی کیا گنجائش ہے۔ پس وہاں جو سزا [ج] ہوگی لامحالہ تعذیب ہی ہے جس سے جرم پر تکلیف پہنچانا ہی مقصود ہوتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ تمہارا یہ دعویٰ محض بیہودہ ہے کہ تم کو دوسرے لوگوں کی نسبت کوئی امتیاز اور خصوصیت [د] نہیں) بلکہ تم بھی منجملہ اور مخلوقات کے ایک معمولی [ف] آدمی ہو (جیسے اور ہیں اور بلا امتیاز تم سب اس ایک قاعدہ میں داخل ہو کہ) اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں گے بخشیں گے جس کو چاہیں گے سزا دیں گے (اور کتب الٰہیہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ مغفرت کی شرط ایمان ہے اور کافر کو ابدی عذاب ہے اور تم تکذیب نبوت محمدیہ کی کرکے کافر بن چکے تو ہمیشہ معذب رہو گے اور جب مطلق تعذیب تمہارے دعوے کی مبطل ہے پس تعذیب ابدی تو بدرجۂ اولیٰ مبطل ہے پس خصوصیت تو گئی گزری معمولی مؤمنین کے برابر بھی نہ رہے) اور اللہ ہی کی ہے سب حکومت آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے ان میں بھی (تو ان کو تعذیب سے کون روک سکتا ہے جس کے لئے سزا تجویز کرلی ہے ضرور سزا دیں گے پھر ایسی حالت میں ایسے بیہودہ دعوے عبث ہیں) اور اللہ ہی کی طرف کو لوٹ کر جانا ہے (کسی سفارشی وغیرہ کی کوئی پناہ بھی نہیں جو بچ سکیں)۔ **ف** : یہ دعویٰ مذکورہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا ہمارے زمانہ کے جاہل پیرزادوں کا انتساب تولد یا اتصال سلسلہ کی بناء پر گھمنڈ ہے کہ ہمارے ساتھ حق تعالیٰ کو ایک گونہ ذاتی خصوصیت اور نسبت ہے جو معاصی وغیرہ سے قطع نہیں ہوتی اور ہم کیسے ہی ہوں مگر اس انتساب یا اتصال کے زور سے کھڑے جنت میں جائیں گے۔ ربط :اوپر یہود ونصاریٰ کے طریقہ کا اصلاً وفرعاً بطلان کردیا آگے اتمام حجت وقطع عذر کے لئے دونوں فرقوں کو مخاطب بنا کر رسالت محمدیہ کا اظہار فرماتے ہیں جیسا اس سے پہلے دو آیت اوپر بھی ایسا ہی خطاب عام تھا اس دوسرے خطاب میں علاوہ تاکید کے جو تکریر سے مستفاد ہے عنوان قطع عذر کا زیادہ ہے۔

خطاب عام با اہل کتاب با اتمام حجت درباب رسالت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام: يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَاۗءَكُمْ رَسُوْلُنَا (الی قولہ تعالی) وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اے اہل کتاب تمہارے پاس یہ ہمارے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپہنچے جو کہ تم کو (شریعت کی باتیں) صاف صاف بتلاتے ہیں ایسے [ا] وقت میں کہ رسولوں (کے آنے) کا سلسلہ (مدت سے) موقوف تھا (اور بوجہ حوادث [1] کے شرائع سابقہ مفقود ہوگئی تھیں اور فترتِ رسل سے ان کے علم کا کوئی ذریعہ نہ تھا اور اس لئے کسی رسول کے آنے کی بہت ضرورت تھی تو ایسے وقت آپ کی تشریف آوری کو نعمت عظمیٰ وغنیمت کبریٰ سمجھنا چاہیے) تاکہ تم (قیامت میں) یوں نہ کہنے لگو کہ (ہم دین [2] کے باب میں کوتاہی کرنے میں اس لئے معذور ہیں کہ) ہمارے پاس کوئی (رسول جو کہ) بشیر اور نذیر (ہو جس سے ہم کو دین کے باب میں صحیح علم مع تنبہ کے ہوتا) نہیں آیا (اور پہلی شرائع [3] ضائع ہو چکی تھیں اس لئے ہم سے کوتاہیاں ہوگئیں) سو (سمجھ رکھو کہ اب عذر [ب] کی گنجائش نہیں رہی کیونکہ) تمہارے پاس بشیر اور نذیر (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آچکے ہیں (اب ماننا نہ ماننا اس کو تم دیکھ لو) اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں (پس مدت [4] تک رسولوں کا سلسلہ موقوف رہا اس پر بھی قادر تھے اور اب نیا رسول بھیج دیا اس پر بھی قادر ہیں کسی کا یہ شبہ کہ جب سلسلہ موقوف ہوگیا اب کیا پیغمبر آتے اور اس بناء پر آپ کی رسالت کا انکار جہل محض ہے اس لئے کہ انبیاء ماضیین میں سے کسی پر نبوت کا ختم ہونا تو ثابت نہیں ہوا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت پیشینگوئیاں فرماتے رہے پھر آپ

کی رسالت میں کون چیز مانع ہے)**ف**: عیسیٰ علیہ السلام کے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان میں جو زمانہ ہے وہ زمانہ فترت کا کہلاتا ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہ زمانہ چھ سو سال کا ہے اور اس درمیان میں کوئی نبی مبعوث نہیں ہوئے جیسا حدیث مشکوۃ میں ہے: انا اولی الناس بعیسی الی قولہ و لیس بیننا نبی متفق علیہ اور سورۂ یٰسین میں جن رسولوں کا ذکر ہے وہ عیسیٰ علیہ السلام کے فرستادہ [۱۳] تھے جن کو آپ نے اس قریہ میں بھیجا تھا اور حضرت خالد بن سنان عربی کو جو بعض نے اس زمانہ میں کہا ہے تو روح میں شہاب کی تصحیح نقل کی ہے کہ وہ نبی تھے مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قبل تھے اور بعض تواریخ میں جو مذکور ہے کہ ان کی صاحبزادی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تھیں مراد اس سے بنت صلبی نہیں بلکہ بنت بواسطہ اور اس زمانہ مذکور کے قبل بھی اتنا بڑا زمانہ انبیاء سے خالی نہیں ہوا۔ کذا نقلوا و اللہ اعلم فقط اور یہاں ایک سوال ہے وہ یہ کہ اہل کتاب کے پاس تو اس زمانہ فترت میں بھی توریت و انجیل موجود تھی اور وہی ان کی شریعت تھی پھر اہل کتاب کے اس قول کی نوبت آنے کا کیونکر احتمال ہے مَا جَآءَنَا مِنۡۢ بَشِیۡرٍ وَّلَا نَذِیۡرٍ۔ جواب یہ ہے کہ حسب تحریر اظہار الحق مولانا رحمۃ اللہ صاحب و مقدمہ صاحب تفسیر حقانی علماء محققین کی نقل سے یہ بات ثابت ہے کہ اصلی توریت و انجیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے قبل گم ہو چکی تھیں اور اس وقت جس کا نام توریت و انجیل تھا وہ مجموعہ تھا روایات صحیحہ اور کاذبہ کا اور ظاہر ہے کہ غیر شریعت پر عمل کرنے سے شریعت کے اصلی احکام ادا نہیں ہوتے اور خواہ علماء اہل کتاب اس امر کو مانتے ہوں یا نہ مانتے ہوں لیکن آخرت میں تو بلا شبہ عام طور پر ظاہر ہو جاتا کہ ہم اصلی شریعت کے عامل نہ تھے اس وقت اپنی اس غلط کاری اور اس ترک عمل کا ثمرہ کہ مراتب کمال سے حرمان ہے معائنہ کر کے عذر میں یہ قول پیش کر سکتے تھے گو قواعد شرعیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے امور میں دارو گیر نہ ہوتی کہ جس کے علم پر انسان قادر نہ ہو اور اسی لئے امید ہے کہ قبل بعثت محمدیہ جو اہل کتاب اپنی شریعت موجودہ پر بہ گمان صحت عامل تھے ان کو نجات ہو جائے اور مضامین شرکیہ و کفریہ اس سے اس لئے خارج ہیں کہ ان پر گمان صحت کی گنجائش نہیں مگر جب آپ مبعوث ہو چکے اور احکام دوسری شریعت کے واجب ہو گئے اب ترک کرنا شریعت کا باوجود قدرت کے ہوا اس لئے عذر کی گنجائش نہ رہی اور اس شریعت کی حفاظت کا وعدہ خود قرآن و حدیث میں منصوص ہے حوادث سے کبھی اس میں اختلال نہ آئے گا اس لئے اب جدید نبی کی ضرورت نہیں اگر شبہ ہو کہ جو لوگ زمانہ فترت میں مر گئے گو ان کو نجات ہو مگر وہ یہ قول کہہ سکتے ہیں۔ **جواب** یہ ہے کہ اصل میں اس مضمون سے مقصود امتنان ہے جیسا کہ احقر کے اس جملہ میں اس کو ظاہر کر دیا گیا ہے کہ آپ کی تشریف آوری کو الخ اور اللہ تعالیٰ و اختیار ہے کہ نعمت عظمیٰ جس کو چاہیں دیں البتہ عذاب بدوں ارسال رسل نہیں ہوتا۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: لَقَدۡ کَفَرَ الَّذِیۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰہَ الخ ان لوگوں پر صریح رد ہے جو حق اور خلق کے اتحاد کے قائل ہیں۔ قولہ تعالیٰ: وَقَالَتِ الۡیَہُوۡدُ الخ اس میں اس شخص پر رد ہے جو خدا تعالیٰ کے ساتھ ایسے قرب کا دعویٰ کرتا ہو کہ اس میں معصیت پر بھی مواخذہ نہ ہو گا اور ان کی یہی مراد تھی قُلۡ فَلِمَ یُعَذِّبُکُمۡ بِذُنُوۡبِکُمۡ سے رد کرنا اس پر دلالت کر رہا ہے ۱۲۔

الحواشی: (۱) یہ عبارت اس لئے بڑھائی کہ مقصود آیت سے امتنان ہے کہ رسول کا آنا تمہارے لئے نعمت ہے اور یہ ارسال نعمت اس وقت ہو سکتا ہے کہ جب ان کو ضرورت ہو نبی کی جس کو علی فترۃ میں ظاہر کیا گیا ہے اور صرف فترت سے یہ ضرورت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ احتمال یہ رہے گا کہ گو انقطاع سلسلہ کا ہو جائے لیکن ممکن ہے کہ شرائع ان کے باقی رہیں پھر کیا ضرورت ہو گی تو اس عبارت سے علی فترۃ کا مقصود ظاہر ہو گیا ۱۲ تبیان۔ (۲) اس کو بڑھا کر یہ جتلا دیا کہ ......الخ خود مقصود نہیں بلکہ عذر مقصود کی دلیل ہے ۱۲ تبیان۔ (۳) مطلب یہ ہے کہ صرف مَا جَآءَنَا مِنۡۢ بَشِیۡرٍ وَّلَا نَذِیۡرٍ کہنا عذر کے لئے کافی نہیں کیونکہ اگر شرائع باقی ہوں تو عدم مجیئ کیا مضر ہے بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ پہلی شرائع محفوظ نہ رہی ہوں ۱۲ تبیان۔ (۴) اس عبارت کے بڑھانے سے اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ کا رابط اور مقصود ظاہر ہو گیا کہ قدرت علی ارسال الرسل والانقطاع بعد الارسال والارسال بعد الانقطاع یہ سب مقدور ہیں یہ تو ربط تھا والمقصود وہو ما صرح بہ المصنف بقولہ تو کسی کا یہ شبہ ۱۲ تبیان۔

ملحقات الترجمۃ: [۱] قولہ فی قل پوچھئے کہ اگر ایسا ہے ترجمۃ بھذہ المادۃ بقرینۃ الاستفہام فیما بعد و قدرت الشرط المتعلق بہ الفاء اخذا من الروح ۱۲۔ [۲] قولہ فی یھلک موت سے اشارۃ الی ان ھذا الاھلاک من اماتۃ عن سخط و غضب۔ [۳] قولہ فی توضیح الجواب اس کو الخ ھذہ مقدمۃ و قولہ ظاہر ہے مقدمۃ اخریٰ ۱۲۔ [۴] قولہ فی قالت دعویٰ ترجمۃ بالحاصل و عسی ان یکون فی ذلک الوقت من یقول کذا کما ورد فی بعض الروایات و یمکن ان یکون ھذا من اللوازم البینۃ لبعض اقوالھم کقولھم لن یدخل الجنۃ الخ۔ [۵] قولہ فی توضیح ابناء اللہ انبیاء کی اولاد و اشیاع ہیں اشار الی ما فسر بہ بعضھم ابناء اللہ من اشیاع انبیائہ۔ [۶] قولہ فی فلم اچھا اشارۃ باعتبار محاورتنا الی محذوف ای ان کان الامر کذا فلم ۱۲۔ [۷] قولہ فی آخر توضیح فلم یعذبکم وہاں جو سزا ہو گی و لو کان المعاقب مؤمنا لان التعذیب الی مدۃ محدودۃ لا یمتنع فی المؤمن و کون غایۃ الثانیۃ ہو التطہیر لا ینافی کون غایۃ الاولی ہو التعذیب

فافهم بخلاف ما يكون غاية الاولى هو التاديب فانه يختص بالدنيا لا يكون في الآخرة ۱۲ ۔ [۸] قوله قبل بل خصوصیت نہیں اشارة الى مقدر مفهوم من السابق اى لستم ابناؤه و ليس الامر كذلك الخ ۔ [۹] قوله في بشر ایک معمولی اشارة الى محط الفائدة هو القيد فى ممن خلق لابشر ۔ [۱۰] قوله فى قد جآء كم آپہنچے اشار به الى معنى التوقع فى قد ۱۲ ۔ [۱۱] قوله في على فترة ایسے وقت میں اشار الى تقدير الكلام هكذا على حين فترة كقوله على ملك سليمان ۱۲ ۔ [۱۲] قوله في ما جاء نا علم مع متنبہ فالعلم مرتب على مجيئى الرسول والتنبه على صفة كونه بشيرًا و نذيرًا ۱۲ ۔ [۱۳] قوله في فقد جاء كم عذر کی الخ اشارة الى مقدر اى فالآن لم يبق لكم عذر ۱۲ ۔ [۱۴] قوله فى ف فرستادہ فالاسناد فى ارسلنا مجازى ۱۲ ۔

الروايات : فى اللباب روى ابن اسحق عن ابن عباس قال اتى رسول الله ﷺ نعمانؓ بن آصي و بحر بن عمرو و شاش بن عدى فكلموه و كلمهم و دعاهم الى الله و حذرهم نقمته فقالوا ما تخوفنا يا محمد نحن والله ابناء الله واحباؤه كقول النصارٰى فانزل الله فيهم و قالت اليهود والنصارٰى الخ واوردها فى الروح عن ابن جرير و دلائل البيهقى عن ابن عباس نهوه وفيها و قالت النصرٰى ذلك قبلهم آه ۱۲ ۔ فى هذه الاسماء اختلاف ۱۲ مصحح غفرله ۔ فى اللباب و روى (اى ابن اسحق) عنه (اى عن ابن عباس) قال دعا رسول الله ﷺ اليهود الى الاسلام و رغبهم فيه فابوا عليه فقال لهم معاذ بن جبل و سعد بن عبادة يا معشر اليهود اتقوا الله انكم لتعلمون انه رسول الله لقد كنتم تذكرونه لنا قبل مبعثه و تصفونه لنا بصفته فقال رافع بن حرملة ووهب ابن يهوذا ما قلنا لكم هذا وما انزل الله من كتاب بعد موسٰى ولا ارسل بشير او لا نذيرا بعده فانزل الله يا اهل الكتاب قد جاء كم رسولنا يبين لكم الآية ۱۲ ۔

اللغات : الملك الضبط والحفظ والمراد ههنا الحفظ بمعنى المنع ۱۲ ۔

النحو : قوله من الله متعلق بيملك ۱۲ ۔ قوله شيئا مفعول مطلق ۱۲ ۔ قوله على فترةٍ متعلق بجاء و كذا و قوله ان تقولوا قوله من الرسل صفة اى كائنة من الرسل ۱۲ ۔

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يَٰقَوْمِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنْبِيَاءَ وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا وَآتَاكُمْ مَا لَمْ يُؤْتِ أَحَدًا مِنَ الْعَٰلَمِينَ ﴿٢٠﴾ يَٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا خَٰسِرِينَ ﴿٢١﴾ قَالُوا يَٰمُوسَىٰ إِنَّ فِيهَا قَوْمًا جَبَّارِينَ وَإِنَّا لَنْ نَدْخُلَهَا حَتَّىٰ يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِنَّا دَٰخِلُونَ ﴿٢٢﴾ قَالَ رَجُلَانِ مِنَ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوا عَلَيْهِمُ الْبَابَ فَإِذَا دَخَلْتُمُوهُ فَإِنَّكُمْ غَٰلِبُونَ ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿٢٣﴾ قَالُوا يَٰمُوسَىٰ إِنَّا لَنْ نَدْخُلَهَا أَبَدًا مَا دَامُوا فِيهَا فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَٰتِلَا إِنَّا هَٰهُنَا قَٰعِدُونَ ﴿٢٤﴾ قَالَ رَبِّ إِنِّي لَا أَمْلِكُ إِلَّا نَفْسِي وَأَخِي فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفَٰسِقِينَ ﴿٢٥﴾ قَالَ فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً ۛ يَتِيهُونَ فِي الْأَرْضِ ۚ فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفَٰسِقِينَ ﴿٢٦﴾ ع ۴ / ۸

اور وہ وقت بھی ذکر کے قابل ہے جب موسٰیؑ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کے انعام کو جو کہ تم پر ہوا ہے یاد کرو جب کہ اللہ تعالیٰ نے تم میں بہت سے پیغمبر بنائے اور تم کو صاحب ملک بنایا اور تم کو وہ چیزیں دیں جو دنیا جہان والوں میں سے کسی کو نہیں دیں۔ اے میری قوم اس متبرک ملک میں داخل ہو کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے حصے میں لکھ دیا ہے اور پیچھے واپس مت چلو کہ پھر بالکل خسارے میں پڑ جاؤ گے۔ کہنے لگے: اے موسٰیؑ! وہاں تو بڑے بڑے زبردست آدمی ہیں اور ہم تو وہاں ہرگز قدم نہ رکھیں گے جب تک کہ وہ وہاں سے نہ نکل جائیں۔ ہاں اگر وہ وہاں سے کہیں اور جگہ چلے جائیں تو ہم بیشک جانے کو تیار ہیں۔ ان دو شخصوں نے جو کہ ڈرنے والوں میں سے تھے جن پر اللہ نے فضل کیا تھا کہ کہ تم ان پر دروازے تک تو چلو۔ سو جس وقت تم دروازہ میں قدم رکھو گے اسی وقت غالب آ جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ پر نظر رکھو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ کہنے لگے: اے موسٰیؑ! ہم تو ہرگز کبھی بھی وہاں قدم نہ رکھیں گے۔ جب تک وہ لوگ وہاں موجود ہیں تو آپ اور آپ کے اللہ میاں چلے جایئے اور دونوں ...

بھڑ لیجئے ہم تو یہاں سے سرکتے نہیں۔ موسیٰ دعا کرنے لگے: اے میرے پروردگار! اپنی جان اور اپنے بھائی پر البتہ اختیار رکھتا ہوں سو آپ ہم دونوں کے اور اس بے حکم قوم کے درمیان فیصلہ فرما دیجئے۔ ارشاد ہوا تو یہ ملک انکے ہاتھ چالیس برس تک نہ لگے گا۔ یوں ہی زمین میں سر مارتے پھرتے رہیں گے۔ سو آپ اس بے حکم قوم پر غم نہ کیجئے۔

تفسیر: ربط: اوپر یہود و نصاریٰ کی عہد شکنی کا بیان تھا آگے خاص یہود کی ایک عہد شکنی کا قصہ مذکور ہے کہ انہوں نے جہاد سے کہ فرض تھا انکار کیا اور فرض کے ترک یا انکار میں ظاہر ہے کہ عہد ملتزم کا نقض ہے اور یہ قصہ اس طرح ہوا کہ جب فرعون کے غرق ہونے کے بعد بنی اسرائیل اس کی سلطنت اور املاک پر بفراغِ خاطر قابض ہو گئے تو اب اللہ کو منظور ہوا کہ ان کا آبائی وطن ملک شام جہاں ابراہیم علیہ السلام اوّل ہجرت فرما کر آرہے تھے ان کو دیں اور وہاں قوم عمالقہ کی حکومت تھی اس لئے ان سے جہاد کرنے کا ان کو حکم ہوا اور یہ سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ باارادۂ جہاد شام کی طرف چلے جب قریب پہنچے ان ہی بارہ سرداروں کو جن کا ذکر اوپر کے رکوع کے شروع میں آیا ہے تحقیق حال کے لئے جاسوسی کے طور پر وہاں بھیجا عمالقہ نہایت تنومند اور زور آور دکھائی دیئے سب نے باہم عہد کیا کہ اس کا اظہار لشکر میں چل کر نہ کرنا چاہیے مگر بجز دو شخصوں کے جن میں ایک کا نام یوشع بن نون اور دوسرے کا کالب بن یوقنا تھا کہ وہ تو اس عہد پر ثابت رہے باقی سب نے یہاں واپس آ کر ان کو ڈرا دیا ان کی ہمتیں ہار گئیں اور مصر کو واپس جانے کا ارادہ کیا۔ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا اور جو کچھ انہوں نے جواب دیا اور جو نتیجہ ہوا اس کا تذکرہ ان آیات میں ہے۔

قصۂ مکالمت موسیٰ علیہ السلام و بنی اسرائیل در باب جہاد با عمالقہ: وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ (الٰی قولہٖ تعالیٰ) فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ اور وہ وقت بھی ذکر کے قابل ہے جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم (یعنی بنی اسرائیل) سے (اوّل ترغیب[۲] جہاد کی تمہید میں یہ) فرمایا کہ اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کے انعام کو جو کہ تم پر ہوا ہے یاد کرو جبکہ اللہ تعالیٰ نے تم میں بہت سے پیغمبر بنائے (جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام اور خود حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام وغیرہم اور کسی قوم میں پیغمبروں کا ہونا ان کی دنیوی اور دینی شرف ہے یہ تو نعمت معنوی دی) اور (حسی نعمت یہ دی کہ) تم کو صاحب ملک بنایا (چنانچہ فرعون کے ملک پر ابھی قابض ہو چکے ہو) اور تم کو (بعض بعض[۳]) وہ چیزیں دیں جو دنیا جہان والوں میں سے کسی کو نہیں دیں (جیسا دریا میں راستہ دینا دشمن کو عجیب طور پر غرق کرنا جس کے بعد دفعۃً غایت ذلت و زحمت سے نہایت رفعت و راحت پر پہنچ گئے یعنی اس میں تم کو خاص امتیاز دیا پھر اس تمہید کے بعد اصلی مقصود کے ساتھ خطاب فرمایا کہ) اے میری قوم (ان نعمتوں اور احسانوں کا مقتضا یہ ہے کہ تم کو جو اس جہاد کے متعلق حکم خداوندی ہوا ہے اس پر آمادہ رہو اور) اس متبرک ملک (یعنی شام کے دار الحکومت) میں (جہاں یہ عمالقہ حکمران ہیں جہاد[۴] کے ارادہ سے) داخل ہو کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے حصہ میں لکھ دیا ہے (اس لئے قصد کرتے ہی فتح ہو گی) اور پیچھے (وطن کی طرف) واپس مت چلو کہ پھر بالکل خسارے میں پڑ جاؤ گے (دنیا میں بھی کہ توسیع ملک سے محروم رہو گے اور آخرت میں کہ ترک فریضۂ جہاد سے گنہگار ہو گے) کہنے لگے اے موسیٰ وہاں تو بڑے بڑے زبردست آدمی (رہتے) ہیں اور ہم تو وہاں ہرگز قدم نہ رکھیں گے جب تک کہ وہ (کسی طرح) وہاں سے نہ نکل جائیں ہاں اگر وہ وہاں سے کہیں اور چلے جائیں تو ہم بے شک جانے کو تیار ہیں (موسیٰ علیہ السلام کی تائید قول کے لئے) ان دو شخصوں نے (بھی) جو کہ (اللہ سے) ڈرنے والوں (یعنی متقیوں) میں سے تھے (اور) جن پر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا تھا (کہ اپنے عہد پر ثابت رہے تھے ان کم ہمتوں کو سمجھانے کے طور پر) کہا کہ تم ان پر (چڑھائی کر کے اس شہر کے) دروازہ تک تو چلو سو جس وقت تم دروازہ میں قدم رکھو گے اسی وقت غالب آ جاؤ گے (مطلب یہ کہ جلدی فتح ہو جائے گا خواہ تو رعب سے بھاگ جائیں یا تھوڑا ہی مقابلہ کرنا پڑے) اور اللہ پر نظر رکھو اگر تم ایمان رکھتے ہو (یعنی ان کی تنومندی پر نظر مت کرو مگر ان لوگوں پر فہمائش کا اصلاً اثر نہ ہوا بلکہ ان دو بزرگوں کو تو انہوں نے قابل خطاب بھی نہ سمجھا بلکہ موسیٰ علیہ السلام سے نہایت لا اُبالی پن اور گستاخی کے ساتھ) کہنے لگے کہ اے موسیٰ ہم تو (ایک بات کہہ چکے کہ ہم) ہرگز کبھی بھی وہاں قدم نہ رکھیں گے جب تک وہ لوگ وہاں موجود ہیں (اگر ایسا ہی لڑنا ضرور ہے) تو آپ اور آپ کے اللہ میاں چلے جایئے اور دونوں (جا کر) لڑ بھڑ لیجئے ہم تو یہاں سے سرکتے نہیں' موسیٰ (علیہ السلام نہایت زچ اور پریشان ہوئے اور تنگ آ کر) دعا کرنے لگے کہ اے میرے پروردگار (میں کیا کروں ان پر کچھ بس نہیں چلتا ہاں) اپنی جان پر اور اپنے بھائی پر البتہ (پورا) اختیار رکھتا ہوں سو آپ ہم دونوں (بھائیوں) کے اور اس بے حکم قوم کے درمیان (مناسب) فیصلہ فرما دیجئے (یعنی جس کی حالت کا جو مقتضا ہو ہر ایک کے لئے تجویز فرما دیجئے) ارشاد ہوا (بہتر) تو (ہم فیصلہ یہ کرتے ہیں کہ) یہ ملک ان کے ہاتھ چالیس برس تک نہ لگے گا (اور گھر جانا بھی نصیب نہ ہو گا راستہ ہی نہ ملے گا) یوں ہی (چالیس برس تک) زمین میں سر مارتے پھرتے رہیں گے (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو یہ فیصلہ سنا جس کا گمان نہ تھا خیال یہ تھا کہ کوئی معمولی تنبیہ ہو جائیگی تو طبعاً مغموم ہونے لگے ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ! جب ان سرکشوں کے لئے ہم نے یہ تجویز کیا تو یہی مناسب ہے) سو آپ اس بے حکم قوم (کی اس حالت زار) پر (ذرا) غم نہ کیجئے۔ ف: چنانچہ چالیس برس تک ایک محدود حصہ زمین میں حیران پریشان پھرا کئے حتیٰ کہ سب وہاں ہی ختم ہو چکے اس مدت میں جوان کے اولاد پیدا ہوئی ان کو رہائی حاصل ہوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان سے ذرا مدت پہلے حضرت ہارون علیہ السلام بھی اسی وادی میں جسے وادیٔ تیہ کہتے ہیں انتقال فرما گئے اور

حضرت یوشع علیہ السلام جن کا ذکر اوپر آ چکا پیغمبر ہوئے اور پھر ان کی معرفت اس نئی نسل بنی اسرائیل کو اس ملک کے فتح کا حکم ہوا چنانچہ سب نے ان کے ہمراہ ہو کر جہاد کیا اور فتح ہوئی۔ اب یہاں چند سوال ہیں: اوّل: جب اس وادیٔ تیہ میں رہنا سزا تھا تو موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام اس میں کیوں رکھے گئے خصوصاً دعائے فَافْرُقْ کے بعد **جواب** یہ ہے کہ اصل عقوبت قلب کی تنگی اور پریشانی تھی اور یہ خاص بنی اسرائیل کے ساتھ تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام اس سے محفوظ تھے ان حضرات کا وہاں تشریف رکھنا قوم کی اصلاح و ہدایت کیلئے تھا جو کہ ان کا منصبی کام اور عین سرمایۂ راحت تھا جیسا دوزخ کے اندر دوزخیوں کا ہونا اور طور پر ہے اور ملائکہ عذاب کا ہونا اور طور پر دوسرا **سوال** یہ بات قیاس سے بعید ہے کہ دن میں سورج اور رات کو ستارے یہ علامات تو علوی ہیں اور خود زمین پر درخت اور پہاڑ وغیرہ علاماتِ سفلی یہ علامات موجود ہوں اور پھر بنی اسرائیل ان نشانیوں سے نکلنے کی راہ نہ پا سکیں اگر کسی ستارہ ہی کی سیدھ باندھ کر چلتے کبھی نہ کبھی نکل ہی جاتے **جواب** یہ ہے کہ کسی علامت کا علامت ہونا یہ موقوف ہے قویٰ مدرکہ کے سلامت اور صحت پر جس میں امراض سے گاہ گاہ فتور آ جانا مشاہد ہے سو اگر قہر خداوندی سے یہ قوائے مدرکہ ماؤف ہو جائیں تو محل تعجب کیا ہے۔ تیسرا **سوال** حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا میں اپنے اور اپنے بھائی کو مستثنیٰ فرمایا حالانکہ ان دونوں بزرگوں پر بھی بوجہ ان کے مطیع ہونے کے آپ کو اختیار حاصل تھا **جواب** یہ ہے کہ یہ کلام آپ نے تنگدلی میں فرمایا اور تنگدلی کے وقت کلام بھی لفظاً تنگ اور مختصر ہوتا ہے گو دلالت اس میں عموم اور توسیع ہو پس چونکہ وہ دونوں بزرگ بھی تابع تھے اس لئے معنیً استثناء میں ان کو تبعاً داخل سمجھ لینا کافی ہے یا یوں کہا جائے کہ چونکہ ان بارہ میں سے دس کی حالت خلاف توقع نامحمود پائی غایت رنج میں یہ احتمال ہوا گو بعید ہی سہی کہ گو یہ اس وقت تو تابع ہی مگر آئندہ عین وقت پر کیا بھروسہ اور یہ احتمال ہارون علیہ السلام میں اس لئے نہیں ہو سکتا کہ نبی کے لئے عصمت لازم ہے چوتھا **سوال** كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ کے جو لوگ مخاطب تھے ان کو تو وہ ملک نہیں ملا جو کہ تخلف وعد کو موہم ہے **جواب** یہ ہے کہ اگر لَكُمْ میں مخاطب خاص اشخاص کو کہا جائے تو كَتَبَ اللّٰهُ مشروط تھا جہاد کے ساتھ **فاذا فات الشرط فات المشروط** اور اگر قوم کو مخاطب کہا جائے تو ان کی اولاد بھی قوم میں داخل ہے اور ان کو وہ ملک عنایت ہو گیا۔ پس تخلف وعدہ کسی صورت میں لازم نہیں آیا۔ پانچواں **سوال** کہ وہ اشکال نہیں بلکہ تحقیق ہے یعنی بنی اسرائیل کا یہ قول فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ الخ کفر ہے یا نہیں؟ **جواب** یہ ہے کہ اگر تاویل نہ کی جائے تو کفر ہے اور اگر اس تاویل سے کہا ہو کہ آپ لڑیئے اور اللہ تعالیٰ مدد کریں اور مجازاً اس کو بھی ذہاب کہہ دیا تو کفر نہیں البتہ معصیت مخالفت امر کی ظاہر ہے اور ہر حال میں غالباً ان سے توبہ بھی کرائی ہوگی گو مذکور نہیں باقی اس شریعت کے قواعد و فروع جزئیہ کا پورا احاطہ نہیں کہ اس کے کیا حکم موافق ہوگا۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا الخ اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ کسی شخص کا اہل اللہ کے خاندان سے ہونا بھی ایک نعمت ہے جس پر شکر واجب ہے کیونکہ اس تعلق سے اس پر دین سہل ہو جاتا ہے البتہ اس پر تفاخر و عجب جائز نہیں قولہ تعالیٰ وَلَا تَرْتَدُّوْا الخ اس سے معلوم ہوا کہ معصیت سے کبھی دنیوی مضرتیں بھی پیدا ہو جاتی ہیں قولہ تعالیٰ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ الخ اخی کے بڑھانے سے معلوم ہوا کہ شیخ اپنے مخلص تابع میں وہی حاکمانی تصرف کر سکتا ہے جو اپنے نفس میں کر سکتا ہے اور اہل طریق کی یہ عادت شائع ہے۔

الحواشی: (۱) یعنی لفظ اذ اذکروا مقدر کے متعلق ہے ۱۲۔ (۲) یہ ایک شبہ کا جواب ہے شبہ یہ ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو جہاد کے لئے لے چلے تھے چاہیے تھا کہ اوّل اس کا حکم فرماتے مگر اس کو چھوڑ کر دوسری باتیں فرمانے لگے مصنف سلمہ کی اس تقریر سے یہ شبہ زائل ہو گیا کیونکہ یہ باتیں بھی جہاد کے متعلقات سے ہیں ۱۲۔ (۳) حضرت مولانا نے مالم یؤت میں ما کو عام مخصوص البعض لیا ہے اور عالمین کو عام لیا ہے سارے جہان کو اور اس تقریر سے فضیلت کلی یا فضیلت دین کا شبہ جاتا رہا ۱۲ تبیان۔ (۴) یہ عبارت بڑھا کر بتلا دیا کہ دخول سے مراد مطلق دخول نہیں ہے بلکہ جہاد کرنے کی غرض سے داخل ہونا مراد ہے ۱۲ تبیان۔ (۵) کیونکہ جب تکوینی طور پر وہ تمہارے ہی لئے ہے تو صرف تمہارے ہاتھ پاؤں ہلانے کی دیر ہے نیز یہ بھی بتلا دیا کہ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ فرمانے سے بنی اسرائیل کی ہمت بڑھانا ہے کہ دشمن سے ہارو نہیں وہ مقام تم کو ضرور ملے گا اور تم بہت جلد غالب آؤ گے ۱۲ تبیان۔ (۶) اس سے قَالَ رَجُلٰنِ کا ربط ماقبل سے ظاہر ہو گیا ۱۲ تبیان (۷) انعام و فضل کا بیان کر دیا کہ وہ انعام یہ تھا ۱۲ تبیان۔ (۸) اس عبارت سے ایک شبہ جاتا رہا شبہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تو بنی اسرائیل کو شہر میں داخل ہونے کا حکم کیا تھا اور ان دونوں حضرات نے دروازہ تک جانے کا حکم کیا تو اس سے حضرت موسیٰ کی تائید کہاں ہوئی مولانا کی اس تقریر سے اس شبہ کا ازالہ ہو گیا یعنی مقصود ان حضرات کا وہی تھا جو موسیٰ علیہ السلام کا تھا مگر اُدْخُلُوا الْبَابَ اس لئے فرمایا کہ یہ لوگ کچھ تو ہمت کریں ۱۲ تبیان۔ (۹) یہ عبارت اس لئے بڑھائی گئی ہے کہ اس موقع پر خطاب تو ان دو شخصوں نے کیا تھا اور بنی اسرائیل ان کو چھوڑ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خطاب کرنے لگے اس کی کیا وجہ پس وجہ بتلا دی کہ ان کو قابل خطاب نہ سمجھ کر ادھر متوجہ ہوئے ۱۲۔ (۱۰) یہ عبارت اس لئے بڑھائی کہ بنی اسرائیل کو اذہب کہنے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ذہاب کی فرمائش کرنا مستقلاً مقصود نہ تھا بلکہ اذھب ایک شرط کے ساتھ معلق ہے اگر آپ کے قول کے موافق لڑنا ضروری ہی ہے تو اس کی یہ صورت ہے ۱۲ تبیان۔ (۱۱) اس ترجمہ سے یہ شبہ زائل ہو گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تو فافرق یعنی جدائی کی دعا کی تھی اور خدا تعالیٰ نے اجابت میں فرمایا اِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اور اس کا اجابت

ہونا فَاِنَّهَا کی فا سے ظاہر ہے وجہ زوال شبہ کی ظاہر ہے کہ افرق کے معنی احکم بیننا کے ہیں نہ کہ جدائی کے جس کی تصریح مولانا سلمہٗ نے اس عبارت میں فرما دی کہ جس کی حالت کا جو مقتضا ہو الخ اب احکم پر اِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ کا چسپاں ہونا ظاہر ہے ۱۲ (ما) یہ عبارت اس لئے بڑھائی گئی کہ ظاہر اِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ پر یتیھون کا ترتب نہیں ہوتا کیونکہ مُحَرَّمَةٌ کا تحقق اس طرح بھی ممکن تھا کہ وہ لوگ اپنے گھروں کو واپس چلے جاتے اگرچہ ملک نصیب نہ ہوتا سو اس مقدر کے ملانے سے اب یہ شبہ جاتا رہا ۱۲ اتبیان۔ (۱۲) اور اگر کسی روایت سے حضرت یوشع اور کالب کا رہنا بھی ثابت ہو تو اس کی بابت یہ کہا جائے گا کہ ان حضرات کا رہنا بھی بطور معین اصلاح و ہدایت موسیٰ کے تھا نہ کہ ان پر عذاب کرنے کے لئے ۱۲ اتبیان وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا قولہ صاحب ملک۔ یہ ترجمہ اس قول پر ہے کہ مصر پر فتح شام سے پہلے قابض ہو گئے تھے اور دوسرے قول پر جو اس کا نافی ہے اس ترجمہ میں لفظ صاحب ملک سے پہلے یا پیچھے جس طرح فصیح ہو لفظ جیسے جو تشبیہ کے لئے ہے بڑھا دیا جائے اور اس کے بعد تفسیر میں بین القوسین یہ عبارت لکھ دی جائے (یعنی کسی کی رعیت ہونے سے آزاد) ۱۲ منہ۔

مُلْحَقَاتُ التَّرْجَمَۃ: لے قوله في ملوکا صاحب ملک لان اهل لاعرف ینسبون الملك الی القوم جمیعًا بخلاف النبوة فانهم یکون واحد من القوم لا یعدون القوم انبیاء فلذا غایر بین العنوانین حیث قال فی الانبیاء فیکم وفی الملوك جعلکم هذا من الافادات استاذی مولانا محمد یعقوب النانوتوی رحمه الله تعالٰی ۱۲ ۔ ٢ قوله في توضیح اتکم خاص امتیاز فلا یلزم الفضل الکلی ولا الفضل الدینی ۱۲ ۔ ٣ قوله في المقدسة متبرك وجود اکثر الانبیاء فیها ولذا سمیت مقدسة و علم به ان کون ارض مسکنا للعصاة لا یزیل تقدسها السابق ۱۲ ۔ ٤ قوله في کتب حصہ فالکتب تکوینی ۱۲ ۔ ٥ قوله في فتنقلبوا وطن کی طرف ھوا سھل التفاسیر واقرب من حالهم ۱۲ ۔ ٦ قوله في انا داخلون تیار اشار الی ان المعنی فانا نرید بعد ذلك الدخول لان الدخول لابد ان یکون مسبوقا بالارادة ۱۲ ۔ ٧ قوله في انکم غلبون مطلب الخ ففیه مجاز و مبالغة قالوه نظرا الی قوله کتب الله لکم وقوله فتنقلبوا خاسرین المرتب علی الارتداد المستلزم لنفی الخسران لو جاهدوا والقتل الفاشی فی قوم نوع من خسرانهم فاذا انتفی ثبت وعد النصر بدون القتل الفاشی سواء لم یقع القتل ووقع لکن قلیلاً فافهم ۱۲ ۔ ٨ قوله في قاعدون سرکتے نہیں اشار الی ان هذا القعود عن الجهاد لا القعود اللغوی ۱۲ ۔ ٩ قوله في محرمة نہ لگے گا فالتحریم تکوینی ۱۲ ۔ ١٠ قوله قبل لاتأس مغموم ہونے لگے دلیله ما فی الروح اخرج ابن جریر عن المنذری قال ان موسٰی علیه السلام غضب حین قال له القوم ما قالوا فدعا و کان ذلك عجلة منه علیه السلام عجلها فلما ضرب علیهم التیه ندم فاوحی الله تعالٰی علیه فلا تأس علی القوم الفٰسقین۔ ۱۲

اللُّغَاتُ: قوله جبارین في الکبیر فعال من جبره علی الامر بمعنی اجبره علیه وهو العاتی الذی یجبر الناس علی ما یرید و هذا اختیار الفراء والزجاج ۱۲۔

النَّحْوُ: قوله ابدا تفسیره ما داموا فیها ۱۲۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ۭ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ۭ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ لَىِٕنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اِنِّىْٓ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْۗاَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ۭ قَالَ يٰوَيْلَتٰٓى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ۝

اور آپ ان اہل کتاب کو آدم کے دو بیٹوں کا قصہ صحیح طور پر پڑھ کر سنایئے۔ جب کہ دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی اور ان میں سے ایک کی تو قبول ہو گئی اور دوسرے کی مقبول نہ ہوئی۔ وہ دوسرا کہنے لگا میں تجھ کو ضرور قتل کردوں گا۔ اس ایک نے جواب دیا کہ خدا تعالیٰ متقیوں کا عمل قبول کرتے ہیں۔ اگر تو مجھ پر میرے قتل کرنے کیلئے دست درازی کرے گا تب بھی میں تجھ پر تیرے قتل کرنے کیلئے ہرگز دست درازی نہ کروں گا۔ میں تو خدائے پروردگار عالم سے ڈرتا ہوں۔ میں یوں چاہتا ہوں کہ تو میرے گناہ اور

اپنے گناہ سب اپنے سر پر رکھ لے پھر تو دوزخیوں میں شامل ہو جائے اور یہی سزا ہوتی ہے ظلم کرنے والوں کی۔ سو اسکے جی نے اس کو اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کر دیا۔ پھر اسکو قتل ہی کر ڈالا۔ جس سے بڑے نقصان اُٹھانے والوں میں شامل ہو گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک کوا بھیجا کہ وہ زمین کرید رہا تھا۔ تا کہ وہ اسکو تعلیم کر دے کہ اپنے بھائی کی لاش کو کس طریقہ سے چھپادے۔ کہنے لگا افسوس میری حالت پر کیا میں اس سے بھی گیا گزرا ہوں کہ اس کوے کے ہی برابر ہوتا اور اپنے بھائی کی لاش کو چھپا دیتا' سو بڑا شرمندہ ہوا۔

تفسیر ربط : اوپر منجملہ شنائع اہل کتاب کے ان کا یہ قول نقل فرمایا تھا نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ جس کا منشاء انبیاء ﷺ کی اولاد میں ہونے پر فخر تھا حق تعالیٰ اس گھمنڈ کو توڑنے کے لئے آگے ہابیل وقابیل کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کے صلبی بیٹے ہونے میں ان مدعیوں سے بڑھ کر تھے اور باہم دونوں برابر تھے مگر ان میں بھی مقبول وہی ہوا جو مطیع حکم رہا یعنی ہابیل اور دوسرے نے عدول حکمی کی مردود ہو گیا اور آدم علیہ السلام کا بیٹا ہونا کچھ کام نہ آیا خلاصہ قصہ کا یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے جولڑکا پیدا ہوتا اس کے ساتھ ایک لڑکی بھی پیدا ہوتی اسی طرح دوسرے بطن میں بھی ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہوتی اور ایک بطن کا لڑکا دوسرے پہلے بطن کی لڑکی سے اور دوسرے بطن کا لڑکا پہلے بطن کی لڑکی سے بیاہ دیا جاتا (آدم علیہ السلام کی شریعت میں حسب ضرورت وقت یہ افتراق [1] بطون بمنزلہ افتراق نسب کے قرار دیا گیا تھا) اسی سلسلہ میں دولڑکے پیدا ہوئے ایک کا نام ہابیل رکھا دوسرے کا نام قابیل اور دونوں کے ساتھ ایک ایک لڑکی پیدا ہوئی اور حسب معمول ہابیل کا نکاح قابیل کی بہن سے قابیل کا نکاح ہابیل کی بہن سے تجویز ہوا۔ قابیل کی بہن زیادہ حسین تھی قابیل اس کا خواستگار ہوا حضرت آدم علیہ السلام نے سمجھایا مگر اس نے نہ مانا آخر آدم علیہ السلام نے قطع حجت کے لئے یہ فیصلہ فرمادیا کہ دونوں اللہ کے نام کی کچھ نیاز کرو جس کی قبول ہو جائے وہ عورت اس کی رہی (حضرت آدم علیہ السلام کو وحی سے کامل یقین تھا کہ ہابیل حق پر ہے اس کی نیاز قبول ہوگی اس لئے یہ فیصلہ فرمایا تا کہ قابیل کو پھر بحث وتکرار کی گنجائش نہ رہے اور یہ مطلب نہ تھا کہ قابیل کے لئے اس عورت کے حلال ہونے کا احتمال تھا) غرض دونوں نے اپنی اپنی نیاز حاضر کی۔ ہابیل تو ایک عمدہ دُنبہ لایا اور قابیل چند خوشے کسی غلہ کے لایا اور لا کر کہیں رکھ دیا آسمان سے ایک آگ آئی اور ہابیل کی نیاز کو کھا گئی اس وقت یہی علامت قبولیت کی تھی جب قابیل اس فیصلہ میں بھی ہارا تو بقول ۔ چو حجت نماند جفا جوئے را بپر خاش درہم کشد روئے را۔ بیچارے ہابیل کی جان کا لاگو ہوا یہاں تک کہ اس کو قتل کر ڈالا لیکن یہ نہ سمجھ میں آیا کہ اس کی لاش کو کیونکر چھپاؤں کہ آدم علیہ السلام کو اطلاع نہ ہو یہاں تک کہ کوے کے ذریعہ سے اس کو دفن کا طریقہ بتلایا گیا اور اس وقت ہابیل کی عمر بیس سال تھی **اخرجه ابن جرير عن ابن مسعود و ناس من الصحابة رضی الله تعالٰى عنهم اجمعين كذا فی روح المعانی** اگلی آیتوں میں اس کا ذکر ہے۔

قصہ ہابیل وقابیل: وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ (الی قولہ تعالی) فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ اور (اے محمد ﷺ) آپ ان اہل کتاب [1] کو (حضرت آدم (علیہ السلام) کے دو بیٹوں کا (یعنی ہابیل وقابیل کا) قصہ صحیح طور پر پڑھ کر سنائیے (تا کہ ان کو انتساب [2] بالصالحین کا گھمنڈ جاتا رہے جس کا نحن ابنوا اللّٰہ میں اظہار ہو رہا ہے اور وہ قصہ اس وقت کا ہوا تھا) جب کہ دونوں نے (اللہ تعالیٰ کے نام کی) ایک [3] ایک نیاز پیش کی اور ان میں سے ایک کی (یعنی ہابیل کی) تو مقبول ہو گئی اور دوسرے کی (یعنی قابیل کی) مقبول نہ ہوئی (کیونکہ جس معاملہ کے فیصلہ کے لئے یہ نیاز چڑھائی گئی تھی اس میں ہابیل [4] حق پر تھا اس لئے اس کی نیاز قبول ہو گئی اور قابیل حق پر نہ تھا اس کی قبول نہ ہوئی ورنہ پھر فیصلہ نہ ہوتا بلکہ اور خلط واشتباہ ہو جاتا جب) وہ دوسرا (یعنی قابیل [5] اس میں بھی ہارا تو جھلا کر) کہنے لگا کہ میں تجھ کو ضرور قتل کروں گا اس ایک نے (یعنی ہابیل نے) جواب دیا (کہ تیرا [6] ہارنا تو تیری ہی ناحق پرستی کی وجہ سے ہے میری کیا خطا کیونکہ) خدا تعالیٰ متقیوں ہی کا عمل قبول کرتے ہیں (میں نے تو تقویٰ اختیار کیا اور خدا کے حکم پر رہا خدا تعالیٰ نے میری نیاز قبول کی تو نے تقویٰ کو چھوڑ دیا اور خدا کے حکم سے منہ موڑا تیری نیاز قبول نہیں کی سو اس میں تیری خطا ہے یا میری انصاف تو کر لیکن [7] اگر پھر بھی تیرا یہی ارادہ ہے تو تو جان میں نے تو پختہ قصد کر لیا ہے کہ) اگر تو مجھ پر میرے قتل کرنے کے لئے دست درازی کرے گا تب بھی میں تجھ پر تیرے قتل کرنے کے لئے ہرگز دست درازی کرنے والا نہیں (کیونکہ) میں تو خدائے پروردگار عالم سے ڈرتا ہوں (کہ باوجود یکہ تیرے جواز قتل کا ظاہرا ایک سبب موجود ہے یعنی یہ کہ تو مجھ کو قتل کرنا چاہتا ہے مگر اس وجہ سے کہ یہ جواز اب تک کسی نص جزئی سے مجھ کو محقق نہیں ہوا اس لئے اس کے ارتکاب کو احتیاط کے خلاف سمجھتا ہوں اور اس شبہ کی وجہ سے خدا سے ڈرتا ہوں اور یہ ہمت تجھی کو ہے کہ باوجود یکہ میرے جواز قتل کا کوئی امر مقتضی نہیں بلکہ مانع موجود ہے لیکن پھر بھی خدا سے نہیں ڈرتا) میں یوں چاہتا ہوں کہ (مجھ سے کوئی گناہ کا کام نہ ہو گو تو مجھ پر کتنا ہی ظلم کیوں نہ کرے جس سے کہ) تو میرے گناہ اور اپنے گناہ سب اپنے سر رکھ لے پھر تو دوزخیوں میں شامل ہو جائے اور یہی سزا ہوتی ہے ظلم کرنے والوں کی سو (یوں ہی تو پہلے ہی [8] سے قتل کا ارادہ کر چکا تھا یہ جو سنا کہ یہ مدافعت بھی نہ کرے گا چاہیے تو تھا کہ گداختہ ہو جاتا مگر بے فکر ہو کر اور بھی) اس کے جی نے اس کو اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کر دیا (پھر) آخر اس کو قتل ہی کر ڈالا جس سے (کمبخت) بڑے نقصان اٹھانے والوں میں شامل ہو گیا (دنیا میں تو یہ نقصان کہ اپنا قوت بازو وراحت روح گم کر بیٹھا اور آخرت میں یہ نقصان کہ سخت عذاب میں مبتلا ہو گا اب جب قتل سے فارغ ہوا تو اب حیران ہے کہ لاش کو کیا کروں جس سے یہ راز پوشیدہ رہے جب کچھ سمجھ میں نہ آیا تو) پھر (آخر) اللہ تعالیٰ نے ایک کوا (وہاں) بھیجا کہ وہ (چونچ اور پنجوں سے) زمین کو کھودتا تھا (اور کھود کر ایک دوسرے

کوئے کو کہ وہ مرا ہوا تھا اس گڑھے میں دھکیل کر اس میں مٹی ڈالتا تھا) تا کہ وہ (کوا) اس (قابیل) کو تعلیم دے کر کہ اپنے بھائی (ہابیل) کی لاش کو کس طریقہ سے چھپاوے (قابیل یہ واقعہ دیکھ کر اپنے جی میں⁹ بڑا ذلیل ہوا کہ مجھ کو کوّے کے برابر بھی فہم نہیں اور غایت سے حسرت سے) کہنے لگا کہ افسوس میری حالت پر کیا میں اس سے بھی گیا گزرا ہوں کہ اس کوّے ہی کے برابر ہوتا اور اپنے بھائی کی لاش کو چھپا دیتا (سو اس بدحالی پر) بڑا شرمندہ ہوا۔ **ف**: شروع قصہ کی سند تو تمہید میں مذکور ہے اور کوّے کے کھودنے کی حکایت بطریق مذکور عبد بن حمید اور ابن جریر نے عطیہ سے نقل کی ہے ہکذا فی الروح اور تتمہ قصہ کا نعیم بن حماد نے عبدالرحمن بن فضالہ سے نقل کیا ہے کہ اس کے بعد قابیل کی عقل مسخ ہوگئی اور دِل اس کا قابو میں نہ رہا مخبوط الحواس ہوگیا اسی بدحواسی اور پریشانی میں مرگیا ہکذا فی الروح یہ حالت بھی خسرانِ دُنیا میں داخل ہوسکتی ہے اور خسرانِ آخرت کا ذکر حدیث صحیحین میں ابن مسعودؓ سے اس طرح آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت تک جتنے خون ناحق ہوتے ہیں قاتل کے برابر اس کا گناہ اس (قابیل) کے نامۂ اعمال میں بھی بوجہ اس کے بانیٔ قتل ہونے کے لکھا جاتا ہے آھ۔ پس یہ آخرت کا خسران بھی مضاعف ہوا اور اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ میں جس مسئلہ کی تقریر کی گئی اس کے متعلق اس شریعت میں حکم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس کو قتل کرنا چاہے اور یہ شخص قرائن قویہ سے سمجھے کہ میں بدوں اس کے کہ اس کو قتل کردوں بچ نہیں سکتا تو اس کو قتل کردینا جائز ہے اور اگر اس حیص بیص میں یہ مارا گیا تو شہید ہوگا اور اگر یہ مدافعت نہ کرے اور بے ہاتھ پاؤں ہلائے مارا جائے تب بھی جائز ہے بلکہ بعض احادیث سے کہ ابوداؤد ترمذی میں مروی ہیں اس کا افضل ہونا ثابت ہوتا ہے یہ سب مضامین احادیث میں ہیں البتہ جہاں انتقام و مدافعت میں اسلامی مصلحت و ضرورت ہو وہاں مدافعت و انتقام واجب ہے جیسے کافروں اور باغیوں سے قتال کرنا حدود و قصاص جاری کرنا اور اس تقریر سے تمام نصوص و دلائل جمع ہوجاتے ہیں اور ہابیل نے جو اپنے کو متقیوں میں داخل کہا تفاخراً نہیں بلکہ بطور تحدیث بالنعمۃ کے بضرورت سبب قبول بتلانے کے اور یہ جو کہا کہ میرا گناہ بھی تیرے ہی اوپر رہے سو وجہ اس کی وہ ہے کہ جو حدیثوں میں آیا ہے کہ قیامت کے روز مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈالے جاویں گے کہ اس کا عذاب شدید اور مظلوم ہلکا ہوجاوے اور کسی روایت میں قابیل کے کفر و ایمان کے متعلق مصرحاً نظر سے نہیں گزرا لیکن روح المعانی تفسیر سورۂ حٰم السجدہ تحت آیت: ربنا ارنا الذین اضلّنا الخ کے لکھا ہے کہ قابیل مؤمن عاصی ہے واللہ اعلم اور آخر آیت میں جو اس کی ندامت مذکور ہے یہ ندامت بقول مفسرین قتل پر نہیں تا کہ توبہ کا شبہ ہو بلکہ قتل پر جو مضرتیں مرتب نظر آئیں جیسے نعش کے دفن میں حیران رہنا اور کوّے کی تعلیم کا محتاج ہونا اور بدحواس ہوجانا یا بعض مفسرین نے لکھا ہے بدن سیاہ ہوجانا اور آدم علیہ السلام کا ناراض ہوجانا اس پر نادم ہوا۔ احقر کہتا ہے کہ اگر قتل ہی پر ندامت ہو تب بھی شبہ توبہ کا نہیں ہوسکتا کیونکہ ہر ندامت توبہ نہیں بلکہ جس ندامت کے بعد معذرت و انکسار و فکر تدارک بھی ہو اور یہ ندامت طبعی تھی جو محض عقل کے اقتضاء سے پیدا ہوجاتی ہے اس میں شرع اور تقویٰ کا کچھ دخل نہیں۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ الخ اس میں دلالت ہے کہ اپنا کمال دینی ظاہر کرنا شکراً جائز ہے نہ کہ فخراً ۱۲ قولہ تعالیٰ لَئِنْۢ بَسَطْتَّ الخ چونکہ اس وقت تک کوئی ایسی نص نہ تھی جس سے قتل مدافعت کی اجازت ہو اس لئے ہابیل نے اس کے ارتکاب سے احتیاط کی پس اس سے شبہات سے بچنے کا مطلوب ہونا ثابت ہوا ۱۲ قولہ تعالیٰ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِیْنَ حدیث سے ہر خون ناحق کا قابیل پر بھی لکھا جانا معلوم ہوتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ یہ ندامت نافع نہیں ہوئی تو اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ہر ندامت توبہ نہیں بلکہ وہی ندامت توبہ ہے جس کے بعد عذر و انکسار اور تدارک کا اہتمام ہو ۱۲۔

الحواشی: (۱) اس تقریر کے بعد علی الاطلاق اس کا قائل ہونا بلا دلیل ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں بہن سے نکاح جائز تھا بلکہ بہن سے نکاح میں یہ بھی قید تھی کہ دوسرے بطن سے ہو پس یہ افتراق ایسا تھا جیسا آج کل خالہ کی لڑکی سے نکاح جائز ہے حالانکہ ماں کی لڑکی اور خالہ کی لڑکی میں چنداں فرق نہیں کیونکہ نانی میں یہ دونوں ایک ہی ہوجاتی ہیں کہ دونوں کی ماں اس ایک ہی سے پیدا ہوئی ہیں ۱۲ تبیان (۲) اس سے آیت کا ربط نحن ابناء اللہ سے ظاہر کرنا مقصود ہے کما صرح المصنف ۱۲ تبیان۔ (۳) لفظ ایک کو مکرر اس لئے کیا کہ یہ معلوم ہوجاوے کہ قُرْبَانًا میں تنکیر افراد کی کل واحد کے اعتبار سے ہے یہ کہ نہیں کہ دونوں کی نیاز صرف ایک ہی چیز تھی ۱۲ تبیان۔ (۴) اس لفظ کو بڑھا کر اس شبہ کا جواب دیا ہے کہ جب خدا ہی نے نیاز قبول نہ کرکے قابیل کو ہرادیا تو قابیل کا نذر قبول نہ ہونے میں کیا قصور وجہ رفع ظاہر ہے کہ یہ عدم قبول بوجہ ناحق پر ہونے کے ہوا پس اب وہ معذور نہیں سمجھا جاسکتا ۱۲۔ (۵) قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ کا ترتب ماقبل پر ظاہر فرمایا ہے ۱۲ تبیان۔ (۶) مقصود یہ ہے کہ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ کا علت جواب ہے اصل جواب یہ ہے کہ تیرا مارنا الخ اور مقصود اس سے اپنا بے خطا ہونا ظاہر کرنا ہے جس کی علت یہ بیان کی کہ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ الخ ۱۲ تبیان۔ (۷) بہ ظہور ارتباط لَئِنْۢ بَسَطْتَّ بما قبلہٗ ۱۲ تبیان۔ (۸) یہاں شبہ ہوتا ہے کہ تطویع نفس تو قابیل میں پہلے سے تھی پھر ہابیل کے اس جواب پر طوعت کو بذریعہ فا کیسے مرتب فرمایا حاصل جواب ظاہر ہے کہ اس جواب سے بالکل بے دھڑک ہوگیا لہٰذا تفریع بہت صحیح ہے ۱۲۔ (۹) یہ اس لئے بڑھایا کہ اظہار ندامت جو مدلول ہے: قال یا ویلتیٰ کا موقوف ہے اوّل دِل میں ندامت پیدا ہونے پر اس لئے اس کو کالمقدر مانا جاوے گا ۱۲ تبیان۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قوله في اتل عليهم اہل کتاب هكذا في المدارك ۱۲۔ ۲؎ قوله في بالحق صحیح طور پر فتقديره متلبسا بالحق ۱۲ ۔ ۳؎ قوله في إذ اس وقت اشارة الى كون اذ معمولا لنبا لكونه مصدرا في الاصل ۱۲ ۔ ۴؎ قوله في انى اخاف کیونکہ اشارة الى كون الجملة تعليلا لما قبله و هذا التقرير احسن من كل ما يوجد في التفاسير ولا فخر و نقل الفخر عن مجاهد ان المدافعة لم تكن جائزة في تلك الشريعة والله اعلم ۱۲۔ ۵؎ قوله هناك نہیں ڈرتا اشار الى ان في الجملة تعريضا باخيه انه لا يخاف ۱۲ ۔ ۶؎ قوله في انى اريد مجھ سے گناہ کا کام نہ ہو اشارة الى ان متعلق الارادة بالذات انما هو عدم مفارقته اخيه الذنب فلا يشكل ان ارادة كفر غيره او معصيته كيف جاز و قريب منه ما في الخازن عن الزمخشرى انه ليس ذلك بحقيقة الارادة لكنه لما اعلم انه يقتله لا محالة ووطن نفسه على الاستسلام للقتل طلبا للثواب فكانه صار مريدا مجازا وان لم يكن مريدا حقيقة ۱۲ ۔ ۷؎ قوله في تبوء سر رکھ لے فيه مراعاة للبلغة فان معناه تلزم و ترجع وفي المدارك تحتمل ۱۲ ۔ ۸؎ قوله في فطوعت مگر بے فکر ہو کر و بهذا المعنى صح ترتب التطوع على مقالة هابيل والافارادته محقق من قبل ۱۲ ۔ ۹؎ قوله في ف لتقرير اثمى قیامت کے روز هذا احسن التفاسير وابعدها من التكلف وما رأيته منقولاً ۱۲.

اللغات: فطوعت في الروح سهلة له ذو وسعة من طاع له المرتع اذا تسع ۱۲ . قوله سوءة جسد الميت ۱۲۔

النحو: قوله سوءة اخيه الضمير راجع الى القاتل لا الى الباحث كذا في الروح و صرحت به في الترجمة ۱۲۔

البلاغۃ: قوله قربانا وحده مع تعدده لما انه في الاصل مصدر قوله فطوعت له اللام للتاكيد والتبيين كما في الم نشرح لك قوله من الخسرين لم يقل خاسرا للمبالغة قوله يٰويلتى و يلة كالويل الهلكة كان المتحسر ينادى هلاكه و يطلب حضوره والالف بدل من ياء المتكلم كذا في الروح وفي الترجمة اشرت الى هذا الابدال بقولي میری ۱۲۔

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَمَنْ اَحْیَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَیِّنٰتِ ثُمَّ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِی الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ﴿۳۲﴾ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْۤا اَوْ یُصَلَّبُوْۤا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۳۳﴾ ۙ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۴﴾ ؑ

اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جو شخص کسی شخص کو بلا معاوضہ دوسرے شخص کے یا بدوں کسی فساد کے جو زمین میں اس سے پھیلا ہو قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو قتل کر ڈالا اور جو شخص کسی شخص کو بچا لے تو اس نے تمام آدمیوں کو بچا لیا اور بنی اسرائیل کے پاس ہمارے بہت سے پیغمبر بھی دلائل واضح لے کر آئے پھر اس کے بعد بھی بہتیرے ان میں سے دنیا میں زیادتی کرنے والے ہی رہے اور جو لوگ اللہ سے اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں ان کی یہی سزا ہے کہ قتل کیے جائیں یا سولی دیئے جائیں یا انکے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیئے جائیں یا زمین پر سے نکال دیئے جائیں۔ یہ ان کیلئے دنیا میں سخت رسوائی ہے اور ان کو آخرت میں عذاب عظیم ہوگا ہاں مگر جو لوگ قبل اس کے کہ تم ان کو گرفتار کرو توبہ کر لیں تو جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ بخش دے گے مہربانی فرمائیں گے ۞

تفسیر ربط: قصہ مذکور کا ایک جزو تو وہ تھا جس کے اعتبار سے وہ ماقبل کی دلیل ہے جس کی تقریر تمہید قصہ میں مذکور ہو چکی ہے کہ انتساب پر قناعت کر لینا بیہودہ بات ہے قابیل کو اس کا انتساب کچھ کام نہ آیا اور ایک جزو اس کا یہ بھی ہے کہ بے خطا قتل کرنا نہایت امر شنیع ہے جس سے قابیل کیسے خسران در خسران میں پڑ گیا اس جزو کے اعتبار سے اس پر مابعد کے ایک مضمون کو متفرع فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ ناحق قتل کرنا نہایت مضر چیز ہے اسلئے ہم نے اس کی ممانعت شرائع میں جس میں بنی اسرائیل کی شریعت بھی داخل ہے جن کا اوپر سے ذکر چلا آ رہا ہے اور آگے بھی عنقریب وہ عود کرے گا بہت اہتمام سے فرمائی۔

اخبار از تشدید قتل حرام: مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ (الی قولہ تعالی) ثُمَّ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِی الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ اسی (واقعہ کی) وجہ سے (جس سے قتل ناحق کے مفاسد ثابت ہوتے ہیں) ہم نے (تمام مکلفین پر عموماً اور) بنی اسرائیل پر (خصوصاً) یہ (حکم) لکھ دیا (یعنی مقرر کر دیا) کہ (قتل ناحق اتنا بڑا

گناہ ہے کہ) جو شخص کسی شخص کو بلا معاوضہ دوسرے شخص کے (جو ناحق مقتول ہوا ہو) یا بدوں کسی (شرو) فساد کے جو زمین میں اس سے پھیلا ہو (خواہ مخواہ) قتل کر ڈالے تو (اس کو بعض اعتبار سے ایسا گناہ ہوگا کہ) گویا اس نے تمام آدمیوں کو قتل کر ڈالا (وہ بعض اعتبار یہ ہے کہ اس نے گناہ پر جرأت کی خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی خدائے تعالیٰ اس سے ناراض ہوئے دنیا میں مستحق قصاص ہوا آخرت میں مستحق دوزخ ہوا یہ امور ایک کے اور ہزار کے قتل کرنے میں مشترک ہیں گو شدت واشدیت کا تفاوت ہو اور یہ دو قیدیں اس لئے لگائیں کہ قصاص میں قتل کرنا جائز ہے اسی طرح دوسرے اسباب جواز قتل سے بھی جس میں قطع طریق جو آگے مذکور ہے اور کفر حربی جس کا ذکر احکام جہاد میں آ چکا ہے سب داخل ہے قتل کرنا جائز بلکہ بعض صورتوں میں واجب ہے) اور (یہ بھی لکھ[1] دیا تھا کہ جیسا ناحق قتل کرنا گناہ عظیم ہے کہ) جو شخص کسی شخص کو بچالے تو (اس کو ایسا ثواب ملے گا کہ) گویا اس نے تمام آدمیوں کو بچالیا (غیر واجب کی قید اس لئے لگائی کہ جس شخص کا قتل شرعاً واجب ہو اس کی امداد یا سفارش حرام ہے اور اس مضمون احیاء کے لکھنے سے بھی تشدید قتل کی ظاہر ہوگئی کہ جب احیاء ایسا محمود ہے تو ضرور قتل مذموم ہوگا اس لئے اس کا ترتب وتسبب بھی بواسطہ عطف کے مِنۡ اَجۡلِ ذٰلِكَ پر صحیح ہوگیا) اور بنی اسرائیل کے پاس (اس مضمون[2] کے لکھ دینے کے بعد) ہمارے بہت سے پیغمبر بھی دلائل واضحہ (نبوت کے) لے کر آئے (اور وقتاً فوقتاً اس مضمون کی تاکید کرتے رہے) مگر پھر اس (تاکید واہتمام) کے بعد بھی بہتیرے ان میں سے دنیا میں زیادتی کرنے والے ہی رہے (اور ان پر کچھ اثر نہ ہوا حتیٰ کہ بعض نے خود ان انبیاء ہی کو قتل کر دیا) ف: اور بہتیرے اس لئے فرمایا کہ بعضے مطیع و فرمانبردار بھی تھے اور احیاء میں تشبیہ کو بعض وجوہ کے ساتھ مقید نہیں کیا گیا کیونکہ تضاعف حسنہ سے کوئی دلیل مانع نہیں اور تضاعف سیئہ کا شرعاً منفی ہے اور اگر یہ شبہ ہو کہ پھر ایک کا بچانے والا اور ہزار کا بچانے والا چاہئے برابر رہیں جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ دوسرے شخص کو جمیع ناس کے مضاعف عدد کا ثواب مل جائے یا عمل حقیقی وعمل حکمی میں باوجود مساوات فی الکم کے کیفاً تفاوت ہو اول شخص کا عمل حقیقی ایک ہے دوسرے کے عمل حقیقی دو ہیں بہرحال برابری لازم نہیں آئی خوب سمجھ لو۔ ربط: اوپر قتل ناحق کی جو بلا معاوضہ کسی شخص کے قتل یا فساد فی الارض کے ہو شناعت وقباحت بیان فرمائی تھی آگے قتل اور[3] اس کے توابع مثل قطع اطراف اور تعزیر کا جو کہ بالحق ہو یعنی بسبب فساد فی الارض وجنایت کے ہو مشروع اور مطلوب فی الشرع ہونا بیان فرماتے ہیں اس لئے اول قطاع الطریق کا حکم پھر سارق کا حکم مذکور ہوتا ہے اور اس کے درمیان اور مضمون بوجہ خاص مناسبت کے جس کی تقریر اس کی تمہید میں ہوگی لایا گیا ہے۔

حکم یازدہم حد قطع طریق: اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیۡنَ یُحَارِبُوۡنَ اللّٰهَ (الی قوله تعالی) فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول (ﷺ) سے لڑتے ہیں اور (اس لڑنے کا مطلب یہ ہے کہ) ملک میں فساد (یعنی بدامنی) پھیلاتے پھرتے ہیں (مراد اس سے رہزنی یعنی ڈکیتی ہے ایسے شخص پر جس کو اللہ نے قانون شرعی سے جس کا اظہار رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ سے ہوا ہے امن دیا ہو یعنی مسلمان پر اور ذمی پر اور اسی لئے اس کو اللہ اور رسول سے لڑنا کہا گیا ہے کہ اس نے اللہ کے دیئے ہوئے امن کو توڑا اور چونکہ رسول کے ذریعہ سے اس کا ظہور ہوا اس لئے رسول کا تعلق بھی بڑھا دیا غرض جو لوگ ایسی حرکت کرتے ہیں) ان کی یہی سزا ہے کہ (ایک حالت میں تو) قتل کئے جاویں (وہ حالت یہ ہے کہ ان رہزنوں نے کسی کو صرف قتل کیا ہو اور مال لینے کی نوبت نہ آئی ہو) یا (اگر دوسری حالت ہوئی ہو تو) سولی دیئے جاویں (یہ وہ حالت ہے کہ انہوں نے مال بھی لیا ہو اور قتل بھی کیا ہو) یا (اگر تیسری حالت ہوئی ہو تو ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے (یعنی داہنا ہاتھ بایاں پاؤں) کاٹ دیئے جائیں (یہ وہ حالت ہے کہ صرف مال لیا قتل نہ کیا ہو) یا (اگر چوتھی حالت ہوئی ہو تو) زمین پر (آزادانہ آباد رہنے) سے نکال (کر جیل خانہ میں بھیج) دیئے جائیں (یہ وہ حالت ہے کہ نہ مال لیا ہو نہ قتل کیا ہو قصد کرنے کے بعد ہی گرفتار ہو گئے ہوں) یہ (سزائے مذکورتو) ان کے لئے دنیا میں سخت رسوائی (اور ذلت) ہے اور ان کو آخرت میں (جو) عذاب عظیم ہوگا (سو الگ) ہاں مگر جو لوگ قبل اس کے کہ تم ان کو گرفتار کرو توبہ کرلیں تو (اس حالت میں) جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ (اپنے حقوق) بخش دیں گے (اور توبہ قبول کرنے میں) مہربانی فرماویں گے (مطلب یہ ہے کہ اوپر جو سزا مذکور ہوئی ہے وہ حد اور حق اللہ کے طور پر ہے جو کہ بندہ کے معاف کرنے سے معاف نہیں ہوتی قصاص وحق العبد کے طور پر نہیں جو کہ بندہ کے معاف کرنے سے معاف ہو جاتا ہے۔ پس جب قبل گرفتاری کے ان لوگوں کا تائب ہونا ثابت ہو جاوے تو حد ساقط ہو جاوے گی جو کہ حق اللہ تھا البتہ حق العبد باقی رہے گا پس اگر مال لیا ہوگا اس کا ضمان دینا پڑے گا اور اگر قتل کیا ہوگا تو اس کا قصاص لیا جاوے گا لیکن اس[5] ضمان وقصاص کے معاف کرنے کا حق صاحب مال اور ولی مقتول کو حاصل ہوگا) ف: اس آیت میں سزایابی کی جو چار حالتیں بیان کی گئی ہیں مقسم ان کا اخذ مال اور قتل نفس کا وجود یا عدم مع عدم توبہ ہے سو اس مقسم کا انحصار ان اقسام میں عقلی ہے کیونکہ عقلاً یہ چار احتمال ہیں کہ یا دونوں موجود یا دونوں معدوم یا قتل موجود اور اخذ مال معدوم یا اس کا عکس اور حد اسی مقسم کے ساتھ خاص ہے اور استثناء کی حالت اس مقسم کا مقابل ہے اب چند مسائل متعلقہ مقام لکھے جاتے ہیں۔ مسئلہ: پہلی حالت میں اور اسی طرح دوسری میں بھی جنایت قتل سے مراد عام ہے خواہ آلہ جارحہ سے یا غیر جارحہ سے۔ مسئلہ: دوسری حالت میں حاکم اسلام کو چار اختیار ہیں۔ ایک صرف سولی دینا دوسرے صرف قتل کرنا تیسرے ہاتھ پاؤں کاٹ کر سولی دینا چوتھے ہاتھ پاؤں کو کاٹ کر قتل کرنا پہلا ایک تو قرآن مجید میں منصوص ہے اور پچھلے تین اور دلائل

سے ثابت ہے۔ مَسْئَلَۃ: اس حالت میں اگر سولی دی جاوے تو اس کا طریق یہ ہے کہ زندہ دار پر کھینچا جاوے پھر برچھی سے اس کا پیٹ چاک کر دیا جاوے یہاں تک کہ مر جاوے۔ مَسْئَلَۃ: تیسری حالت میں ہاتھ گٹے پر سے اور پاؤں ٹخنے سے کاٹا جاوے پھر اس کو داغ دیا جاوے تاکہ سارا خون بدن کا نہ نکل جاوے۔ مَسْئَلَۃ: چوتھی حالت میں جس سے پہلے تعزیر بھی ہے اور حد حبس کی وہ توبہ ہے جس کا صادق ہونا قرائن سے معلوم ہو۔ مَسْئَلَۃ: چاروں حالتوں میں وہ مال یا وہ جان جس پر جنایت واقع ہوئی ہے محترم و مامون عند الشرع ہو یعنی مسلم و ذمی کا مال و جان ہو اور یُحَارِبُوْنَ کی تفسیر میں اس طرف اشارہ بھی کر دیا گیا ہے۔ مَسْئَلَۃ: ان چاروں حالتوں کی سزائیں حق اللہ اور حدود ہیں اگر مالک مال یا ولی مقتول معاف کرے معاف نہیں ہو سکتا اور اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا میں اس طرف اشارہ بھی کر دیا گیا ہے۔ مَسْئَلَۃ: یہ سزا جو رہزنوں پر جاری ہوگی اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان میں سے ہر ہر شخص کی تعیین جرم کا جدا جدا ثبوت لیا جائے بلکہ اگر ان چاروں حالتوں کی جنایت کا ان میں ایک بھی مرتکب ہوا تو سب کی وہی سزا ہوگی غرض[۶] اس گروہ میں اس جنایت کا پایا جانا کافی ہے کیونکہ ایک شخص نے بھی جو کچھ کیا ہے سب کی قوت پر کیا ہے۔ مَسْئَلَۃ: اگر اخذ مال یا قتل نہیں پایا گیا لیکن زخمی کر دیا تو حد کی چاروں حالتوں سے خارج ہونے کی وجہ سے اس کا حکم مثل عام زخموں کے ہے جس میں قصاص یا ارش یعنی ضمان لازم ہوگا اور حق العبد ہونے کی وجہ سے عفو کا بھی اختیار ہوگا۔ مَسْئَلَۃ: اگر حق اللہ اور حق العبد دونوں جمع ہو جاویں مثلاً اخذ مال بھی ہوا جو کہ موجب حد ہے اور جرح بھی ہوا جو کہ موجب قصاص ہے تو صرف موجب حد پر حکم جاری کیا جاوے گا۔ مَسْئَلَۃ: ڈکیتی شہر یا قرب شہر میں معتبر نہیں اس میں صرف تعزیر اور قصاص ہوگا حد نہ ہوگی اور بعض مسائل ضمن ترجمہ میں آ گئے جیسے کاٹنے میں داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں یہ سب مسائل ہدایہ میں ہیں۔ صرف ایک مسئلہ کہ ایک کا فعل سب کا فعل سمجھا جاوے گا درمختار سے لکھا ہے۔ مَسْئَلَۃ: اس حد کے سوا اور باقی حدود جیسے حد شراب، حد قذف، حد زنا، حد سرقہ توبہ سے ساقط نہیں ہوتے کذا فی البنایہ۔

تَرْجَمَۃُ مَسَائِلِ السُّلُوْکِ: قولہ تعالیٰ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ الخ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اور مسلمین کے ساتھ محاربہ کرنے کو محاربہ مع اللہ تعالیٰ فرمانے سے اس پر دلالت ہوئی کہ اہل اللہ کے ساتھ ایسا معاملہ کرنا گویا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کرنا ہے ۱۲۔

اَلْحَوَاشِیْ: (۱) اس سے مَنْ اَحْیَاھَا کا عطف مَنْ قَتَلَ پر ظاہر کر کے یہ بتلا دیا کہ یہ بھی کَتَبْنَا کا معمول اور مِنْ اَجْلِ ذٰلِکَ کی علت سے معلل ہے اور چونکہ مِنْ اَجْلِ ذٰلِکَ کو ظاہراً مَنْ قَتَلَ نَفْسًا میں تو دخل ہے لیکن مَنْ اَحْیَاھَا میں نہیں اس لئے تقریر تعلیل کو اس عبارت سے ظاہر کیا اور اس مضمون احیاء کے لکھنے سے بھی ۱۲ تبیان۔ (۲) اس عبارت سے لَقَدْ جَآءَتْھُمْ کا ربط ماقبل سے ظاہر ہو گیا کما صرح بہ فی قولہ اور وقتاً فوقتاً اس کی تاکید الخ ۱۲ تبیان۔ (۳) مفسرین نے اس موقع پر دو ربط لکھے ہیں ایک تو یہ کہ اوپر قتل ناحق کو بیان کیا تھا اس کی مناسبت سے یہاں بھی ایک قتل ناحق کو بیان کرتے ہیں جو قطاع الطریق سے سرزد ہوا اور دوسرا وہ ربط ہے جو مولانا نے بیان کیا ہے: وهو احسن كما يدل عليه بدء الآية بلفظ الجزاء ۱۲ تبیان۔ (۴) یہی حدیث شریف میں مصرح ہے اور اس کے خلاف جائز نہیں کہ بایاں ہاتھ اور داہنا پاؤں کاٹ دیا جائے پس من خلاف کا اجمال مفسر ہے حدیث سے ۱۲ تبیان۔ (۵) یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ جب حق العبدان سے ساقط نہ ہوا کہ قتل فی القصاص اور ضمان ہے تو قبل القدرۃ توبہ کرنے سے مطلق معافی نہ ہوئی جو مقتضا تھا استثناء کا پس اس سے ان کو کیا نفع ہوا اس کا جواب دیا ہے کہ نفع یہ ہوا کہ اگر صاحب حق معاف کر دے تو معاف ہو جاوے گا برخلاف توبہ قبل القدرۃ نہ کرنے کی صورت کے کہ معاف کرنے سے معاف نہ ہوگا نیز یہ بھی نفع ہوا کہ مثلاً دوسری صورت میں جبکہ صرف مال ہوا گر قبل القدرت توبہ نہ کرتے تو قطع ایدی وارجل ہوتا اور اس توبہ کے بعد صرف ضمان لیا جاوے گا پس استثناء مطلق عقوبت کے اعتبار سے نہیں بلکہ صرف عقوبت حق اللہ کے اعتبار سے ہے ۱۲ تبیان۔ (۶) اسی طرح اگر جنایتیں مختلف صادر ہوئی ہوں مثلاً بعض شدید بعض خفیف تو سارے گروہ کو مرتکب جنایت شدیدہ سمجھا جاوے گا اور اس کے موافق سزا ہوگی۔

مُلْحَقَاتُ التَّرْجَمَۃِ: ۱ قوله في اجل اسی وجہ سے فجعله متعلقا بكتبنا و بعضهم جعله معمولا لما قبله و يكون كتبنا استينافا لكن التعليل يكون مقصودًا معنے ۱۲۔ ۲ قوله في بنى اسرائيل خصوصاً اشار الى ان تخصيصهم باعتبار ذكرهم في المقام و كونهم اكثر جرء ة على القتل حتى قتلوا الانبياء ۱۲۔ ۳ قوله في نفسہ شخص اشار الى ان المراد هو النفس الانسانية لاغيرها ۱۲۔ ۴ قوله في بغير بلا معاوضہ اشار الى ان الباء للمقابلة ۱۲۔ ۵ قوله في احياها بچالیا اشار الى ان الاسناد مجازى والاحياء يراد به ابقاء الحيوة ۱۲۔ ۶ قوله في يسعون مطلب یہ ہے اشارة الى ان العطف تفسيرى فائدته التعليل يعنى ان الله و رسوله لا يتضرر ان بهذا الفعل وانما حكم بهذا الجزاء لكونه ضرار اباهل الارض ۱۲۔ ۷ قوله في توضيح يسعون مراد رہزنی اشارة الى سقوط قول من قال ان الآية في المرتدين لاغير بناءً على ان محاربة الله و رسوله انما تستعمل في الكفار ولما اخرج الشيخان في قصة نفر من عكل عوقبوا بالقتل والسمل حتى ماتوا و فيه فانزل الله تعالى انما جزاؤا الذين الخ وجه السقوط كونه مخالفا لاجماع من يعتد به من السلف والخلف ودعوى

ان المحاربة الخ يردها اطلاقها على المعاصى فى الحديث و سبب النزول لا يصلح مخصصا خصوصًا و يدل على ان المراد قطاع الطريق قوله تعالٰى الا الذين تابوا الخ و معلوم ان المرتدين لا يختلف حكمهم فى زوال العقوبة عنهم بالتوبة بعد القدرة او قبل القدرة و قد فرق الله تعالٰى بينهما و ايضا ان الاسلام لا يسقط الحد عمن وجب عليه وايضا ليست عقوبة المرتدين كذلك وايضا يحتمل ان يكون نزول هذه الآية فى المرتدين للنهى فيما يستقبل عن عقوبتهم بمثل هذا ببيان انحصار هذا الجزاء فى القطاع فافهم كذا فى الروح الا بعضا فانه مما سمح به الخاطر بفضل الله القادر ۱۲۔ ۸ قوله فى او يصلبوا یا اگر دوسری الخ اشارة الى ان اَوْ للتقسيم لا للتخيير دليله ما سيأتى من مسند الشافعیؒ۔ ۹ قوله فى ينفوا جیل خانہ لانه نفى من عمارة الارض تشيطا واشرت اليه فى تقرير الترجمة وهذا التوجيه من بدائع الموهوبات ۱۲۔

الروایات : نقل الشيخ عبدالحى رحمه الله فى حاشية الهداية هكذا اخرج الشافعى فى مسنده والامام و محمد وغيرهما عن ابن عباسؓ ان النبى ﷺ وادع ابا بردة لا يعينه ولا يعين عليه فجاء اناس يريدون الاسلام فقطع عليهم اصحاب ابى بردة ونقضوا الوعد فنزل جبرئيل بالحد فيهم ان من قتل فاخذ المال صلب ومن قتل ولم يأخذ المال قتل ومن اخذ المال ولم يقتل قطعت يده و رجله ومن اخاف الطريق ولم يأخذ ولم يقتل نفى اه قال فى نور الانوار لكن ابا حنيفةؒ حمل قوله من قتل واخذ صلب على اختصاص الصلب بهذه الحالة لا على اختصاص هذه الحالة بالصلب بل اثبت الامام الخيار فى الاربعة لان الجناية يحتمل الاتحاد ولتعدد فيراعى كلتا الجهتين فيه آه ۱۲۔

الفقه : دلت الآية على ان الحدود ليست بكفارات واليه ذهب ابو حنيفةؒ واما حديث فعوقب به كان كفارته فالوجه عندى والله اعلم ان يقال ان الجناية تسقط بالعقوبة والحد لكن الجسارة لا يسقط بالحد كما نرى اهل السياسيات فى الدنيا اذا غرر واجابنا و يقوم هو كما هوَ يزيدون فى التعزير قائلين انك لجرى لا تتاثر ولا تنفعل بهذه العقوبة والسياسة فعلى هذا ينطبق الآية والحديث ولو حملنا قول ابى حنيفةؒ عليه كان اولى والله اعلم ۱۲۔

اللغات : فى الروح الاجل فى الاصل الجناية يقال اجل عليهم شرا اذا جنى عليهم ثم استعمل فى تعليل الجنايات ثم اتسع فيه فاستعمل لكل سبب اه۔

النحو : قوله الا الذين تابوا۔ استثناء راجع الى الخزى الدال على الحد المذكور والى العذاب الاخروى فبالتوبة يسقط الحدود والعذاب جميعًا فلا يرد ان ارجاعه الى انما جزاء الذين ارجاع الى البعيد لانا لا نرجعه الى البعيد ولا يتوقف عليه الحكم بسقوط الحد عن التائب فان سقوط الخزى يستلزم سقوط الحد لاتحاد هما ۱۲۔

البلاغة : قوله وقلد جاء تهم الخ فى الروح ولم يقل ارسلنا اليهم للتصريح بوصول الرسالة اليهم فانه ادل على تناهيهم فى العتو ثم للتراخى فى الرتبة والاستبعاد ولما كان اسرافهم فى امر القتل مستلزما لتفريطهم فى شان الاحياء وجودًا وعدما وكان هو اقبح الامرين واقطعهما اكتفى بذكرهٖ فى مقام التشنيع المسوق له الآتى و ذكر الارض مع ان الاسراف لا يكون الا فيها للايذان بان اسرافهم ليس امرا مخصوصا بهم بل انتشر شره فى الارض و سرى الى غيرهم ۱۲ ـ فى الروح يقتّلوا الاتيان بصيغة التفعيل لما فيه من الزيادة على القصاص من انه لكونه حق الشرع لا يسقط بعفو الولى و كذا التصليب اه قلت و كذا التقطيع و فيه قوله ذلك لهم خزى اقتصر فى الدنيا على الخزى مع ان لهم فيها عذابا ايضا وفى الآخرة على العذاب مع ان لهم فيها خزيا ايضا لان الخزى فى الدنيا اعظم من عذابها والعذاب فى الآخرة اشد من خزيها اه۔ فائدة بديعة :ولو حمل اللام فى الناس على العهد و يراد به الناس الذين صار قتل هذه النفس المقتولة او المبقاة سببًا لقتلهم وابقاء هم خاصة كان توجيه الكلام اظهر لان من سنّ سنة حسنة فله اجره واجر من عمل بها و كذلك من سن سنة سيئة فله وزره وزر من عمل بها كما فى الحديث ۱۲۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ أَنَّ لَهُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لِيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابِ

وْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۳۶﴾ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۳۷﴾ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۳۸﴾ فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۹﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۰﴾

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اللہ تعالیٰ کا قرب ڈھونڈو اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو۔ امید ہے کہ تم کامیاب ہو جاؤ گے یقیناً جو لوگ کافر ہیں اگر ان کے پاس تمام دُنیا بھر کی چیزیں ہوں اور ان چیزوں کے ساتھ اتنی چیزیں اور بھی ہوں تا کہ وہ اس کو دے کر روز قیامت کے عذاب سے چھوٹ جاویں جب بھی وہ چیزیں ان سے ہرگز قبول نہ کی جاویں گی اور ان کو دردناک عذاب ہوگا اس بات کی خواہش کریں گے کہ دوزخ سے نکل آویں اور وہ اس سے کبھی نہ نکلیں گے اور ان کو عذاب دائمی ہوگا اور جو مرد چوری کرے اور جو عورت چوری کرے سو ان دونوں کے (داہنے) ہاتھ (گٹے پر سے) کاٹ ڈالو ان کے کردار کے عوض بطور سزا کے اللہ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ بڑے قوت والے (جو سزا چاہیں مقرر فرمائیں) بڑے حکمت والے ہیں (کہ مناسب ہی سزا مقرر فرماتے ہیں) پھر جو شخص توبہ کرے اپنی اس زیادتی کرنے کے بعد اور اعمال کی درستی رکھے تو بے شک اللہ تعالیٰ اس پر توجہ فرمائیں گے بے شک خدا تعالیٰ بڑے مغفرت والے ہیں (کہ اس کا گناہ معاف کر دیا) بڑے رحمت والے ہیں کہ (آئندہ بھی مزید عنایت کی) کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہی کے لئے ثابت ہے حکومت آسمانوں کی اور زمین کی وہ جس کو چاہیں سزا دیں اور جس کو چاہیں معاف کر دیں اور اللہ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے ۞

تفسیر: ربط: اوپر اس مقام میں بعض معاصی سے نہی کی گئی تھی جیسے قتل اور فساد فی الارض اور اس پر جو عقوبت مرتب ہوتی ہے اس کے بیان سے نہی اور مؤکد ہوگئی اور بعض طاعات کا امر تھا جیسے احیائے نفس مَنْ اَحْيَاهَا میں اور دفع فساد اِنَّمَا جَزٰٓؤُا میں اور توبہ استغفار اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا میں آگے عام عنوان سے جملہ اِتَّقُوا اللّٰهَ میں تمام معاصی سے اجتناب اور وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ میں تمام ضروری طاعات کے ارتکاب کا حکم فرماتے ہیں اور طاعات میں جہاد کی تصریح فرماتے ہیں تا کہ کوئی شخص جہاد کو فساد میں داخل گمان نہ کرے۔

امر بطاعات و نہی از معاصی عموماً: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا (الی قولہ تعالی) تُفْلِحُوْنَ۔ اے ایمان والو اللہ تعالیٰ (کے احکام کی مخالفت) سے ڈرو (یعنی معاصی چھوڑ دو) اور (طاعات[۲] کے ذریعہ سے) خدا تعالیٰ کا قرب ڈھونڈو (یعنی طاعاتِ ضروریہ کے پابند رہو) اور (طاعات میں[۳] سے بالخصوص) اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا کرو اُمید ہے کہ (اس طریق سے) تم (پورے) کامیاب ہو جاؤ گے (اور کامیابی اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا حاصل ہونا اور دوزخ سے نجات ہے)۔ ربط: اوپر طاعات کا امر اور معاصی سے نہی ہے طاعات میں سب سے بڑا عمل ایمان اور معاصی میں سب سے بدتر عمل کفر ہے سو گویا اوپر عام عنوان میں ان کا امر و نہی بھی آ گیا لیکن اہتمام شان کے لئے آگے بالتخصیص کفر کا ضرر بتلاتے ہیں جس سے ایمان کا نفع بھی خود معلوم ہو جاوے گا اور اہتمام شان کی وجہ ظاہر ہے کہ سب سے اعظم ہے اور تبلیغ انبیاء میں سب سے مقدم و نیز مجموعہ آیتین سے یہ ثابت کرنا ہے کہ اصل وسیلہ طاعات ہیں بلا طاعات تمام دنیا بھر کے خزائن بھی وسیلہ نہیں بن سکتے۔

ضررِ کفر: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (الی قولہ تعالی) وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ یقیناً جو لوگ کافر ہیں اگر (بالفرض[۱]) ان (میں سے ہر ایک[۲]) کے پاس دنیا بھر کی تمام چیزیں ہوں (جس میں تمام دفائن[۳] و خزائن بھی آ گئے) اور (ان ہی چیزوں پر کیا منحصر ہے بلکہ) ان چیزوں کے ساتھ اتنی چیزیں اور بھی ہوں تا کہ وہ اس کو دے کر روزِ قیامت کے عذاب سے چھوٹ جائیں تب بھی وہ چیزیں ہرگز ان سے قبول نہ کی جائیں گی (اور[۴] عذاب سے نہ بچیں گے بلکہ) ان کو دردناک عذاب ہوگا (پھر بعد عذاب میں داخل ہو جانے کے) اس بات کی خواہش (وتمنا) کریں گے کہ دوزخ سے (کسی طرح) نکل آویں اور (یہ خواہش کبھی پوری نہ ہوگی اور) وہ اس سے کبھی نہ نکلیں گے اور ان کو عذابِ دائمی ہوگا (یعنی کسی تدبیر سے نہ سزا ٹلے گی نہ دوام سزا ٹلے گا)۔ ربط: دو آیت اوپر قطع طریق کا بیان تھا جو کہ سرقۂ کبریٰ کہلاتا ہے آگے سرقۂ صغریٰ یعنی چھپ کر چوری کرنے کا اور اس کی سزا کا بیان ہے۔

حکم دوازدہم حد سرقہ: وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ (الی قولہ تعالی) وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ اور جو مرد چوری کرے اور (اسی طرح) جو عورت چوری کرے سو (ان کا

حکم یہ ہے کہ اے حکامؒ) ان دونوں کے داہنے ہاتھ (گٹے پر سے) کاٹ ڈالو ان کے (اس) کردار کے عوض میں (اور یہ عوض) بطور سزا کے (ہے) اللہ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ بڑی قوت والے ہیں (جو سزا چاہیں مقرر فرمائیں اور) بڑی حکمت والے ہیں (کہ مناسب ہی سزا مقرر فرماتے ہیں) **ف**: اب چند مسائل لکھے جاتے ہیں: **مَسْئَلَۃٌ**: اقل مقدار مال کی جس میں ہاتھ کاٹا جاتا ہے دس درہم ہیں: **اخرجه عبد الرزاق فی مصنفه عن ابن مسعود مرفوعا لا تقطع الید الا فی دینار او عشرة دراهم و مثله روی الطبرانی و احمد فی مسنده و اسحٰق بن راهویه و ابن ابی شیبة کذا فی حاشیة الهدایة**۔ **مَسْئَلَۃٌ**: چور کا داہنا ہاتھ (**کذا اخرجه ابو نعیم فی معرفة الصحابة عن الحرث بن ابی عبد بن ابی ربیعة من فعله علیه السلام کما فی الروح**) گٹے پر سے (**کذا نقل العینی عن کامل ابن عدی**) کاٹا جاتا ہے پھر اس کو داغ دیتے ہیں تاکہ سارے بدن کا خون نہ نکل جاوے (**کذا نقله العینی عن مستدرك الحاکم**) **مَسْئَلَۃٌ**: یہ سزا حد ہے اس میں معافی نہیں ہو سکتی اور مِّنَ اللّٰهِ میں بھی اس طرف اشارہ ہے۔ **مَسْئَلَۃٌ**: اگر دوبارہ چوری کرے بایاں پاؤں ٹخنے پر سے قطع کیا جاوے گا حدیث دار قطنی و طبرانی میں آیا ہے کذا فی تخریج الزیلعی۔ **مَسْئَلَۃٌ**: اگر پھر چوری کرے اب بقیہ ہاتھ پاؤں قطع نہ کریں گے **رواه محمد بن الحسن فی کتاب الاٰثار و ابن ابی شیبة عن علیؓ** بلکہ جب تک توبہ نہ کرے جس کا صادق ہونا قرائن سے معلوم ہو جاوے قید خانہ میں رکھیں گے یہ سب مسائل ہدایہ میں ہیں باقی اور مسائل اس باب کے متعلق کتب فقہ میں ملیں گے۔ **ربط**: اوپر چوری کی سزا کا دنیا میں بیان تھا آگے توبہ سے سزائے آخرت سے بچ جانے کا ذکر فرماتے ہیں جیسے قطع طریق میں بھی بعد بیان سزا کے توبہ کا ذکر آیا تھا۔

حکم توبہ سارق: فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ (الی قوله تعالیٰ) اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ پھر جو شخص (موافق قاعدہ[۱] شریعت کے) توبہ کر لے اپنی اس زیادتی (یعنی چوری) کرنے کے بعد اور (آئندہ کے لئے) اعمال کی درستی رکھے (یعنی چوری وغیرہ نہ کرے اپنی توبہ پر قائم رہے) تو بے شک اللہ تعالیٰ اس (کے حال) پر (رحمت کے ساتھ) توجہ فرماویں گے (کہ توبہ سے پچھلا گناہ معاف فرماویں گے اور استقامت علی التوبہ سے مزید عنایت فرماوینگے) بے شک خدا تعالیٰ بڑی مغفرت والے ہیں (کہ اس کا گناہ معاف کر دیا) بڑی رحمت والے ہیں (کہ آئندہ بھی مزید عنایت کی) **ف**: توبہ میں جو قید لگائی گئی کہ موافق قاعدہ شریعت کے اس میں یہ امر بھی آ گیا کہ جو چیز چرائی ہے یا مالک کو واپس کرے اور اگر تلف ہو گئی ہو ضمان دے اگر ضمان نہ دے سکے معاف کرائے کہ یہ شرائط تکمیل توبہ سے ہے۔ **ربط**: اوپر حکم یازدہم و دوازدہم میں چونکہ سزا میں قتل و قطع اطراف انسانی تجویز فرمایا ہے جو کہ قبل اس کی حکمت میں نظر کرنے کے نوع انسانی کی شرافت سے گو نہ مستبعد معلوم ہو سکتا تھا اس لئے آگے حق تعالیٰ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ میں اپنا مالک حقیقی اور قدیر میں اپنا قادر تحقیقی ہونا بیان فرماتے ہیں اور درمیان میں يُعَذِّبُ کے ساتھ يَغْفِرُ کو اور دونوں کے ساتھ ان کے معمول اور مفعول کو جن کا ذکر اوپر ضمن عقوبت و توبہ میں آ چکا ہے ذکر فرما کر مالک اور قادر ہونے کے ساتھ اپنے حکیم ہونے کی طرف اشارہ بھی فرماتے ہیں کہ ہم صرف تعذیب ہی نہیں کرتے بلکہ معافی بھی کرتے ہیں مگر جو جس کے لائق ہو جس کی لیاقت کا حال اوپر ان لوگوں کی حالت میں غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔

اثبات ملک و مشیت و قدرت برائے حق تعالیٰ: اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ (الی قوله تعالیٰ) وَعَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اے مخاطب) کیا تم نہیں جانتے (یعنی سب جانتے ہیں) کہ اللہ ہی کے لئے ثابت ہے حکومت سب آسمانوں کی اور زمین کی وہ جس کو چاہیں سزا دیں اور جس کو چاہیں معاف کر دیں اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے۔ **ف**: چنانچہ سرقۂ کبریٰ اور صغریٰ کی سزا دنیا میں بھی دی اور اگر اس پر اصرار رہا تو آخرت میں بھی ہوگی جیسا کہ کبریٰ میں لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ کی تصریح ہے اور صغریٰ میں فَمَنْ تَابَ پر مغفرت کو مرتب کرنے میں اس طرف اشارہ قریب بصراحت ہے اور توبہ کرنے سے آخرت میں دونوں جگہ معافی ہوئی اور کبریٰ میں توبہ قبل القید سے دنیا میں بھی معافی ہو گئی۔ **ربط**: سورت کے تیسرے رکوع سے اہل کتاب کا ذکر چلا آ رہا تھا درمیان میں قدر قلیل اور بعض مضامین خاص خاص مناسبات سے آ گئے تھے اب آگے پھر اسی ذکر اہل کتاب کی طرف عود ہوتا ہے جن میں یہود اور ان یہود میں جو منافق تھے اور نصاریٰ سب داخل ہیں اہل کتاب کے ان ہی تینوں فرقوں کا ذکر مختلط طور پر یہاں سے دور تک یعنی ختم پارہ تک چلا گیا ہے پھر ختم سورت کے قریب خاص نصاریٰ کے متعلق کچھ بیان آوے گا آیات آئندہ کے سبب نزول کا ملخص یہ ہے کہ یہود مدینہ کی ایک جماعت والے کے ہاتھ سے دوسری جماعت کا ایک آدمی قتل ہو گیا انہوں نے حسب معاہدۂ زمانہ قدیم خون بہا کم دینا چاہا دوسری جماعت نے اس معاہدہ کے مبنی پر مجبوری ہونے سے اور اب بوجہ سلطنت اسلام کے اس مجبوری کے رفع ہو جانے سے پورا خون بہا لینا چاہا۔ آخر مقتول کے فریق نے جناب رسول اللہ ﷺ سے فیصلہ کرانے کی درخواست کی چونکہ قاتل کا فریق جانتا تھا کہ آپ ﷺ حق کریںگے اس لئے اس درخواست کو منظور کرنے سے پہلے چند آدمیوں کو جو کہ منافق تھے حضور ﷺ کی خدمت میں اس امر کے تجسس کے لئے بھیجا کہ کسی طور پر تذکرہ کر کے آپ ﷺ کی رائے اور مسلک کی تحقیق کرنا چاہئے اگر شاید ہمارے موافق ہوا تو آپ (ﷺ) سے فیصلہ کرانے کی درخواست منظور کر لیں گے ورنہ منظور نہ کریں گے غرض وہ منافقین اس غرض سے یہاں حاضر ہوئے تھے اور دوسرا واقعہ یہ ہوا کہ یہود فدک میں ایک مرد و عورت نے زنا کی

شریعت موسویہ میں اگر دونوں کنوارے نہ ہوں تو رجم کا حکم تھا مگر یہود نے اس حد کو چھوڑ کر اس کی جگہ اور خفیف تعزیر مقرر کر لی تھی ان لوگوں نے یہودِ مدینہ کے پاس لکھ بھیجا اور بعض الفاظِ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مجرم کو بھی ساتھ بھیجا کہ اس باب میں رسول اللہ ﷺ سے استفتاء کرو اگر رجم کا حکم دیں تو عمل نہ کرنا اور اگر ہماری رسم کے موافق کچھ تعزیر بتلا دیں تو عمل کر لینا غرض وہ یہود اس غرض سے یہاں حاضر ہوئے تھے ان واقعات کی اطلاع کے واسطے یہ اگلی آیتیں نازل ہوئیں جن میں منافقین اور حاضرین وغیرہ حاضر یہود کی مذمت ہے۔ **اخرج الاول کما فی الروح احمد و ابوداؤد و ابن جریر عن ابن عباس و اورده فی اللباب باخصر مما في الروح واخرج الثاني كما في الروح الحميدي في مسنده و ابوداؤد و ابن ماجة عن جابر بن عبدالله** اور چونکہ یہ حرکتیں موجب رنج تھیں اس لئے وحی کے شروع میں تسلی بھی فرما دی اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود نے ایک زانی پر وہی تعزیر جاری کی تھی اور آپ کو اطلاع ہوئی تو بعد مناظرہ و اثبات رجم کے آپ نے رجم کا حکم دیا **اخرجه مسلم** اگر یہ وہی زانی تھا تو ممکن ہے کہ یہود نے اول خود ہی قصہ ختم کر دینا چاہا ہو پھر اطلاع ہو جانے پر سوال و جواب ہوا ہو اور بعض روایات میں ہے کہ آپ نے ان کو بلایا اور بعض میں ہے کہ آپ ان کے مدرسہ میں تشریف لے گئے لیکن ہو سکتا ہے کہ اول ان کو بلایا ہو چونکہ یہاں بعض بعض آئے تھے اس لئے پھر آپ مدرسہ میں تشریف لے گئے ہوں تا کہ خوب محقق ہو جاوے کہ سارا مجمع بھی عہدہ برا نہ ہو سکا اور اس سے حق خوب واضح ہو جاوے اور باقی یہ کہ وہ یہود آپ کی خدمت میں کیوں آئے تھے وجہ یہ ہوئی کہ انہوں نے شریعت محمدیہ کے اکثر احکام کو دیکھا کہ بہت آسان ہیں ان کو توقع ہوئی کہ شاید اس میں بھی کوئی خفیف حکم ہو تو کام بن جاوے رجم سے بھی بچ جاویں اور ایک آڑ بھی مل جاوے قائلین نبوت کے سامنے تو یہ کہ یہ بھی ایک نبی کا فتویٰ ہے اور منکرین کے سامنے یہ کہ سلطان کا حکم ہے کیونکہ آپ صاحب سلطنت بھی تھے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ وَابْتَغُوْٓا الخ وسل بمعنی تقرب ہے جس کا ذریعہ طاعات کا کرنا اور معاصی کا چھوڑنا ہے اور توسل بالصالحین کے مسئلہ کو اس آیت سے کوئی مس نہیں (من روح المعانی) ۱۲ قولہ تعالیٰ: فَمَنْ تَابَ الخ اس سے معلوم ہوا کہ توبہ کا معتبر ہونا اصلاح پر موقوف ہے مثلاً بشرط امکان سرقہ وغیرہ کا مال واپس کر دینا ورنہ مالک سے معاف کرانا یا مالک معلوم نہ ہو تو ایسے موقع پر فی سبیل اللہ تصدق کرنا ۱۲۔

الحواشی: (۱) مطلب یہ کہ نرا خوف مقصود نہیں بلکہ اس کا اثر (کہ ترکِ معاصی ہے) مقصود ہے (۲) ابتغائے وسیلہ کی صورت بیان فرمائی ۱۲ تبیان۔ (۳) مطلب یہ ہے کہ جاھدوا تخصیص بعد تعمیم ہے ۱۲ (۴) یہ عبارت اس لئے بڑھائی کہ فدیہ دینے کا مقصود یہی ہوگا کہ عذاب سے نجات پاویں پس مقصود نفی تقبل سے نفی نجات ہے ۱۲۔ (۵) یہ عبارت بڑھا کر عزیز حکیم کی مناسبت اس موقع کے ساتھ ظاہر کر دی نیز عزیز سے اس طرف اشارہ کرنا ہے کہ ہماری تجویز پر کسی کو مجالِ اعتراض نہیں اور حکیم فرما کر یہ بتلا دیا کہ وہ فی نفسہٖ قابل اعتراض نہیں ۱۲ تبیان۔ (۶) آیت سے شبہ ہوتا ہے کہ جب توبہ کرنے سے گناہ معاف ہو جاوے گا تو اس کو تلف کردہ مال کے ضمان دینے کی بھی ضرورت شاید نہ ہو حالانکہ وہ حق العبد ہے تقریر ازالہ یہ ہے کہ توبہ سے بے شک گناہ معاف ہو جاویگا اور اس پر پھر کوئی مطالبہ نہ رہے گا لیکن یہ اس وقت ہوگا جبکہ توبہ بقاعدۂ شریعت ہو اور توبہ بقاعدۂ شریعت میں ضمان دینا بھی داخل ہے کما صرح بہٖ فی ف ۱۲ تبیان۔

حکایة لطیفة: فی الروح و اعترض الملحد المعری علی وجوب قطع الید بسرقة القلیل فقال ۔ ید بخمس مئین عسجد و دیت ○ ما بالها قطعت فی ربع دینار ○ تحکم مالنا الا السکوت له ○ وان نعوذ بمولانا من النار ○ فاجابه و لله دره علم الدین السخاوی بقوله ۔ عز الامانة اغلاها وارخصها ○ ذل الخیانة فافهم حکمة الباری۔ قلت عدم سقوط النون فی مئین واشباعها لضرورة الشعر۔ ۱۲

ملحقات الترجمة: ۱ **قوله فی لو بالفرض لانه ح لا یکون لهم ما فی الواقع ۱۲۔** ۲ **قوله فی لهم** ہرایک **کذا فی الروح ۱۲۔** ۳ **قوله فی ما** دفائن **لکون المقصود هذه ۱۲۔** ۴ **قوله فی یریدون و** تمنا **اشارة الی تفسیر الارادة بالتمنی کذا فی الروح ۱۲۔** ۵ **قوله فی فاقطعوا** حکم یہ ہے **اشار الی تقدیر الکلام هکذا السارق والسارقة حکمهما فیما سیتلی علیکم وهو مشهور ۱۲۔** ۶ **قوله هنالك ای** حکام **اشارة الی ان الخطاب لولاة امر فان امر الحدود والقصاص الیهم ۱۲۔** ۷ **قوله فی ظلمه** اس زیادتی **اشارة الی کون الاضافة للعهد ۱۲۔** ۸ **قوله فی یتوب علیه** توبہ سے الی مزید عنایت **لم افسره بقبول التوبة بل باعم منه لان قبول التوبة لا یتوقف علی الاصلاح بالمعنی الذی فسر به من الاستقامة فانه لو عاد الی الذنب اخری لم ینهدم به التوبة الاولی کما هو متقرر ۱۲۔** ۹ **قوله فی التمهید** حکیم ہونے کی طرف بھی **اشارة ویمکن ان یکون النکتة فی اثبات الملك والقدرة صراحة واثبات الحکمة اشارة ان الحکمة قد سبق اثباتها صریحا فی ذکر العقوبات یدل علیها عنوانات احوال المعاقبین وانما القاطع لعرق الاستبعاد الذی قصد ههنا قطعه هو اثبات الملك والقدرة فناسب ان یؤتی بهما صریحًا والله اعلم ۱۲** ۱۰ **قوله فی الم تعلم** اے مخاطب **اشارة الی عدم خصوصیة المخاطب فلا یرد خطاب**

المعصوم اشكالا ۱۲۔ ۱۲ قوله في ف اصرار راعى في هذا اللفظ مذهب من يقول بكون الحدود كفارات فالاصرار عندنا هو عدم التوبة و عنده هو العود مرة اخرىٰ ۱۲۔

الرِّوَايَاتُ : في اللباب اخرج احمد وغيره عن عبدالله بن عمرو ان امرأة سرقت على عهد رسول الله ﷺ فقطعت يدها اليمنىٰ فقالت هل لي من توبة يا رسول الله فانزل الله تعالىٰ في سورة المائدة فمن تاب من بعد ظلمه واصلح الآية۔

الفقه : الآية كالصريح فيما ذهب اليه اما منا ابوحنيفة من ان الحدود ليست بكفارات والله اعلم ۱۲۔

اللُّغَاتُ : في تفسير البيضاوى وسل الى كذا اذا تقرب اليه من فعل الطاعات و ترك المعاصي ۱۲۔

النَّحْوُ : قوله لو ان لهم ما الخ الموصول اسم ان والظرف خبرها بعد تعلقه باستقر وجميعًا حال من الوصول و مثله معطوف على الموصل و ليفتدوا متعلق باستقر المذكور ۱۲ ۔ قوله جزاء مفعول له او مطلق من معنى فاقطعوا او فعل مقدر من لفظه و نكالا مفعول له على انه بدل من جزاء فالعلتان لامر واحد او يكون الجزاء علة للقطع والنكال علة للجزاء فيكون مفعولا متداخلاً كالحال المتداخلة ۱۲۔

البَلَاغَةُ : قوله معه في الروح فائدة التصريح بفرض كينونتهما لهم بطريق المعية لا بطريق التعاقب تحقيقًا لكمال فظاعة الامر وفيه في قوله تعالىٰ ما تقبل و ترتيبه على كون ذلك لهم لاجل افتدائهم به من غير ذكر الافتداء بان يقال وافتدوا به مع ان الرد والقبول انما يترتب عليه لا على مباديه للايذان بانه امر محقق الوقوع غني عن الذكر وانما المحتاج الى الفرض قدرتهم على ما ذكر او للمبالغة في تحقيق الرد و تخييل انه وقع قبل الافتداء ۱۲۔ في الروح لم تدرج السارقة في السارق تغليبا كما هو المعروف في امثاله لمزيد الاعتناء بالبيان والمبالغة في الزجر قال مولائي واستاذى الشيخ يعقوب النانوتوى رحمة الله عليه ان النكتة في تقديم السارق ههنا و تقديم الزانية في النور ان السرقة من الرجل اقبح لانه ينافي علو الهمة الذى لابدان يتصف بالرجال وان الزنا من المرأة اشنع لكونه منافيا للحياء الذى يجب ان تتحلى به النساء والمقام مقام التشنيع فافهم فانه عزيز لا يرجى ان يسمع بمثله ۱۲۔ قوله من بعد ظلمه في الروح والتصريح بذلك اى ظلمه لبيان عظم نعمته تعالىٰ بتذكير عظم جناية ۱۲ ۔ في الروح و كان الظاهر لحديث سبقت رحمتي على غضبي تقديم المغفرة على التعذيب وانما عكس ههنا لان التعذيب للمصر عن السرقة والمغفرة للتائب منها وقد قدمت السرقة في الآية اولا ثم ذكرت التوبة بعدها فجاء هذا اللاحق على ترتيب السابق اولان المراد بالتعذيب القطع و بالمغفرة التجاوز عن حق الله تعالىٰ والاول في الدنيا والثاني في الآخرة فجنيى به على ترتيب الوجود او لان المقام مقام الوعيد او لان المقصود وصفه تعالىٰ بالقدرة والقدرة في تعذيب من يشاء اظهر من القدرة في مغفرته لانه لا اباء في المغفرة من المغفور وفي التعذيب اباء بين اه قلت و هذه الوجوه كلها حلوة بعضها احلى من بعض فلله دره و عليه اجره وبره و ذكر البيضاوى وجها آخر حسنا ان استحقاق التعذيب مقدم على المغفرة آه ۱۲۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوبُهُمْ ۛ وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا ۛ سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ سَمَّاعُونَ لِقَوْمٍ آخَرِينَ لَمْ يَأْتُوكَ ۖ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ ۖ يَقُولُونَ إِنْ أُوتِيتُمْ هَٰذَا فَخُذُوهُ وَإِنْ لَمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوا ۚ وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ ۚ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۖ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٤١﴾ سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ أَكَّالُونَ لِلسُّحْتِ ۚ فَإِنْ جَاءُوكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ ۖ وَإِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَضُرُّوكَ شَيْئًا ۖ وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ

الوقف على الاول الجزء ۱۲ منه

بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝۴۲

اے رسول! جولوگ کفر میں دوڑ دوڑ کر گرتے ہیں آپ کو مغموم نہ کریں خواہ وہ ان لوگوں میں سے ہوں جو اپنے منہ سے تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور ان کے دل یقین لائے نہیں اور خواہ وہ ان لوگوں میں سے ہوں جو یہودی ہیں۔ یہ لوگ یوں غلط باتوں کے سننے کے عادی ہیں آپ کی باتیں دوسری قوم کی خاطر سے کان دھر دھر سنتے ہیں۔ جس قوم کے یہ حالات ہوں کہ وہ آپ کے پاس نہیں آئے کلام کو بعد اس کے کہ وہ اپنے موقع پر ہوتا ہے بدلتے رہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اگر تم کو یہ حکم ملے تب تو اس کو قبول کر لیں اور اگر تم کو یہ حکم نہ ملے تو احتیاط رکھنا اور جس کا خراب ہونا خدا ہی کو منظور ہو تو اس کے لئے اللہ سے تیرا کچھ زور نہیں چل سکتا۔ یہ لوگ ایسے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو ان کے دلوں کا پاک کرنا منظور نہیں ہوا ان لوگوں کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے سزائے عظیم ہے یہ لوگ غلط باتوں کے سننے کے عادی ہیں بڑے حرام کھانے والے ہیں تو اگر یہ لوگ آپ کے پاس آئیں تو خواہ آپ ان میں فیصلہ کر دیجئے یا ان کو ٹال دیں اور اگر آپ ان کو ٹال ہی دیں تو ان کی مجال نہیں کہ آپ کو ذرا بھی ضرر پہنچا سکیں اور اگر آپ فیصلہ کریں تو ان میں عدل کے موافق فیصلہ کریں۔ بے شک اللہ تعالیٰ عدل کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں ۝

تفسیر: تسلیہ نبی ﷺ در معاملاتِ یہود و منافقین و ذم شان: يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ (الی قولہ تعالی) عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ اے رسول (ﷺ) جولوگ کفر (کی باتوں) میں دوڑ دوڑ کر گرتے ہیں (یعنی بے تکلف رغبت سے ان باتوں کو کرتے ہیں) آپ کو وہ مغموم نہ کریں (یعنی آپ ان کے کفریات سے مغموم و متاسف نہ ہوں) خواہ وہ ان لوگوں میں سے ہو جو اپنے مُنہ سے تو (جھوٹ موٹ) کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور ان کے دِل یقین (یعنی ایمان) لائے نہیں (مراد منافقین ہیں جو کہ ایک واقعہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے) یہ (دونوں قسم کے) لوگ (پہلے سے دین کے باب میں اپنے علمائے محرفین سے) غلط باتوں کے سننے کے عادی ہیں (اور اُن ہی غلط باتوں کی تائید کی جستجو میں یہاں آ کر) آپ کی باتیں دوسری قوم کی خاطر سے کان دھر دھر سنتے ہیں جس قوم کے یہ حالات ہیں کہ (ایک تو) وہ آپ کے پاس (فرطِ تکبر و عداوت سے خود) نہیں آئے (بلکہ دوسروں کو بھیجا دوسرے بھیجا بھی تو طلب حق کے لئے نہیں بلکہ شاید اپنے احکام محرفہ کے موافق کوئی بات مل جاوے کیونکہ پہلے سے) کلام (الٰہی) کو بعد اس کے کہ وہ (کلام) اپنے (صحیح) موقع پر (قائم) ہوتا ہے (لفظاً یا معنیً یا دونوں طرح) بدلتے رہتے ہیں (چنانچہ اسی عادت کے موافق خون بہا اور رجم کے حکم کو بھی اپنے رسم مخترع سے بدل دیا پھر اس احتمال سے کہ شاید شریعت محمدیہ سے کچھ اس رسم کو سہارا لگ جاوے یہاں اپنے جاسوسوں کو بھیجا تیسرے صرف یہی نہیں کہ اپنی رسم محرف کے موافق بات کی تلاش ہی تک رہتے بلکہ مزید یہ ہے کہ جانے والوں سے) کہتے ہیں کہ اگر تم کو (وہاں جا کر) یہ حکم (محرف) ملے تب تو اس کو قبول کر لینا (یعنی اس کے موافق عملدرآمد کرنے کا اقرار کر لینا) اور اگر تم کو یہ حکم (محرف) نہ ملے تو (اس کے قبول کرنے سے) احتیاط رکھنا (پس اس بھیجنے والی قوم میں جن کی جاسوسی کرنے یہ لوگ آئے ہیں چند خرابیاں ہوئیں اوّل تکبر و عداوت جو سبب ہے خود حاضر نہ ہونے کا۔ دوسرے طلب حق نہ ہونا بلکہ حق کو محرف کر کے اس کی تائید کی فکر ہونا تیسرے اوروں کو بھی قبولِ حق سے روکنا یہاں تک کہ آنے والوں کی اور بھیجنے والوں کی الگ الگ مذمت تھی آگے ان سب کی مذمت ہے) اور (اصل یہ ہے کہ) جس کا خراب (اور گمراہ) ہونا خدا ہی کو منظور ہو (گو یہ تخلیقی منظوری اس گمراہ کی عزم گمراہی کے بعد ہوتی ہے) تو اس کے لئے اللہ سے (اے عام مخاطب) تیرا کچھ زور نہیں چل سکتا (کہ اس گمراہی کو نہ پیدا ہونے دے یہ تو ایک عام قاعدہ ہوا اب یہ سمجھو کہ) یہ لوگ ایسے (ہی) ہیں کہ یہ خدا تعالیٰ کو ان کے دِلوں کا (کفریات) سے پاک کرنا منظور نہیں ہوا (کیونکہ یہ عزم ہی نہیں کرتے اس لئے اللہ تعالیٰ تطہیر تخلیقی نہیں فرماتے بلکہ ان کے عزم گمراہی کی وجہ سے تخلیقاً ان کا خراب ہی ہونا منظور ہے پس قاعدۂ مذکور کے موافق کوئی شخص ان کو ہدایت نہیں کر سکتا مطلب یہ کہ جب یہ خود خراب رہنے کا عزم رکھتے ہیں اور عزم کے بعد اس فعل کی تخلیق عادتِ الٰہیہ ہے اور تخلیق الٰہی کو کوئی روک نہیں سکتا پھر ان کے راہ پر آنے کی توقع کیا کی جاوے اس سے رسول اللہ ﷺ کو زیادہ تسلی ہو سکتی ہے جس سے کلام شروع بھی ہوا تھا پس آغاز و انجام کلام کا مضمون تسلی سے ہوا آگے ان اعمال کا ثمرہ فرماتے ہیں کہ) ان (سب) لوگوں کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان (سب) کے لئے سزائے عظیم ہے (یعنی دوزخ چنانچہ منافقین کی یہ رسوائی ہوئی کہ مسلمانوں کو ان کا نفاق معلوم ہو گیا اور سب نظر ذلت سے دیکھتے تھے اور یہود کے قتل و قید و جلاوطنی کا ذکر روایات میں مشہور ہے اور عذابِ آخرت ظاہر ہی ہے) **ف**: تمہید میں مذکور ہوا ہے کہ آپ نے اس دوسرے واقعہ میں رجم کا حکم دیا چنانچہ اس حکم کے بعد رجم کیا گیا اس میں حنفیہ یوں کہتے ہیں کہ یہ حکم یعنی کفار کو زنا سے رجم کرنا منسوخ ہے کیونکہ رجم کے لئے احصان اجماعاً شرط ہے اور حدیث میں ہے: **من اشرك بالله فليس بمحصن رواه اسحق بن راهويه عن ابن عمرؓ كذا قال العيني** اور یہود کے افعالِ شرکیہ قرآن میں منقول ہیں پس وہ بھی **من اشرك** میں داخل ہیں اور اگر مشرک متعارف کے ساتھ **من اشرك** کو خاص کیا جاوے تب بھی رجم میں مشرک و غیر مشرک سب کفار کا ایک حکم ہونا خواہ رجم یا عدم رجم اجماع مرکب سے ثابت ہے پس بناءً علیہ احصان کے لئے اسلام کا شرط ہونا ثابت ہو گیا اور یہ رجم مذکور اس بناء پر ہوا تھا کہ ان کا فیصلہ ان ہی کی مسلمہ شریعت کے موافق کیا گیا یا تو اس وقت آپ اسی طرح فیصلہ کرنے کے مامور ہوں یا اس واقعہ کی خصوصیت ہو کیونکہ بہت سے واقعات اور

ان کے احکام میں خصوصیت منقول ہے۔ **ربط**: اوپر مجموعہ قوم کے اوصاف ذمیمہ کا حاصل دو وصف تھے ایک آنے والوں کا سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ جو کہ عوام پر غالب تھا یعنی غلط مسئلے خوشی سے سن لینا اور ایک نہ آنے والوں کا یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ جو ان کے علماء میں پایا جاتا تھا یعنی غلط مسئلے بتلا دینا اور باقی اوصاف ان ہی دو صفوں کے تابع تھے اور ان دو صفوں میں اوّل وصف تو عوام سے کچھ مستبعد نہیں اس کی علت کی جستجو سامع کو نہیں ہوتی دوسرا وصف البتہ علماء سے ظاہراً مستبعد ہے طبیعت اس کی علت کی جویاں ہوتی ہے اس لئے آگے وصف اوّل کا تو بعینہٖ تاکید کے لئے اعادہ اور تکرار اور وصف ثانی کی علت کی تحقیق فرماتے ہیں جس کا حاصل کمائی کی حرص ہے گو حرام ہو چونکہ اس تحریف سے ان کو دنیاداروں سے کچھ وصول ہوتا تھا اس لئے یہ عادت پڑ گئی اور اس اعادہ اور تعلیل پر ایک مضمون کو متفرع فرماتے ہیں۔

تاکید و تعلیل ذم سابق مع تفریع: سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ (الی قولہ تعالی) اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ۔ یہ لوگ (دین کے باب میں) غلط باتوں کے سننے کے عادی ہیں (جیسا[۱] پہلے آ چکا) بڑے حرام (مال) کے کھانے والے ہیں (اسی حرص نے ان کو احکام میں غلط بیانی کا جس کے عوض کچھ نذرانہ وغیرہ ملتا ہے خوگر کر دیا جب[۲] ان لوگوں کی یہ حالت ہے) تو اگر یہ لوگ[۳] (اپنا کوئی مقدمہ لے کر) آپ کے پاس (فیصلہ کرانے) آویں تو (آپ مختار ہیں) خواہ آپ ان (کے معاملہ) میں فیصلہ کر دیجئے یا ان کو ٹال دیجئے اور اگر آپ (کی یہی رائے قرار پاوے کہ آپ) ان کو ٹال ہی دیں تو (یہ اندیشہ[۴] نہ کیجئے کہ شاید ناخوش ہو کر عداوت نکالیں کیونکہ) ان کی[۵] مجال نہیں کہ آپ کو ذرا بھی ضرر پہنچا سکیں (کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کے نگہبان ہیں) اور اگر (فیصلہ کرنے پر رائے قرار پاوے اور) آپ فیصلہ کریں تو ان میں عدل (یعنی قانونِ اسلام[۶]) کے موافق فیصلہ کیجئے بے شک حق تعالیٰ عدل کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں (اور وہ عدل اب منحصر ہو گیا ہے قانونِ اسلام میں پس وہی لوگ محبوب ہوں گے جو اس قانون کے موافق فیصلہ کریں) **ف**: ابن حزم کی کتاب ناسخ و منسوخ میں ہے کہ یہ تخییر یعنی فیصلہ کرنے نہ کرنے کا اختیار ہونا منسوخ ہے ناسخ اس کا رکوع آئندہ میں آتا ہے۔ اُحْكُمْ بَيْنَهُمْ الخ علامہ بیضاوی نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہی مذہب نقل کیا کہ اگر دو حربی بھی شریعت کے فیصلہ پر رضامند ہوں تو حاکم اسلام کو اس مقدمہ کی سماعت اور فیصلہ واجب ہے اور اگر ایک یا دونوں فریق ذمی یا مسلمان ہوں تب تو وجوبِ فیصلہ پر اجماع ہے اور اگر وہ یہودی اس وقت قاعدۂ شرعی سے ذمی ہو چکے تھے تو پھر سب علماء اس تخییر کو منسوخ کہیں گے اور تخییر کو بدلالت حرف فاء جو اس پر مرتب فرمایا کہ جب ان لوگوں کی یہ حالت ہے الخ جس سے مراد سماع کذب و اکل سحت مع توابع ان کے کہ تحریف و عدم قصد حق وغیرہ اوصاف مذکورۂ آیت سابقہ ہیں سو وجہ اس مرتب فرمانے کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان اوصاف و احوال سے یہ معلوم ہوا کہ ان کو واقع میں فیصلہ کرانا مقصود نہ ہوگا بلکہ محض امتحان رائے اور آپ کا عندیہ لینا ایسی حالت میں اہل معاملہ غالباً فیصلہ پر عمل نہ کریں گے اور اس سے فیصل کنندہ کو بہت کوفت ہوتی ہے پس حاصل یہ ہوا کہ آپ کیوں کوفت اٹھاویں پھر منسوخ ہونے کے وقت غالب ہے کہ اسلام کا تسلط زیادہ ہو گیا ہو کہ فیصلہ کے امضاء پر جبر ہو سکتا تھا اس لئے علت تخییر کی مرتفع ہو گئی اور تخییر منسوخ ہو گئی واللہ اعلم۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ الخ اس میں اہل طریق کی اس عادت کی اصل ہے کہ اہل اعراض کی بدحالی کا زیادہ اہتمام نہیں کرتے۔ قولہ تعالیٰ يُحَرِّفُوْنَ الخ روح میں ہے یعنی قوانین شریعت کو تمویہات طبیعت سے متغیر کرتے ہیں جیسے کوئی قرآن و حدیث کو اپنی ہوائے نفسانی کے موافق ماوّل کرے اور صوفیۂ محققین کی تاویل اس قبیل سے نہیں کیونکہ وہ ظاہر معنی کے مراد ہونے سے انکار نہیں کرتے کہ وہ کفر صریح ہے بلکہ ظاہر کے مراد ہوتے ہوئے اس میں اور اشارات بھی مانتے ہیں اھ ملخصاً۔ قولہ تعالیٰ يَقُوْلُوْنَ الخ اس میں اس شخص کی مذمت ہے جو علماء کی طرف عمل کرنے کے لئے رجوع نہ کرے بلکہ اس امید سے رجوع کرے کہ شاید اس کی غرض کے موافق کوئی بات نکل آوے تو ان کے قول کو بدنامی کی سپر بنا لے قولہ تعالیٰ وَمَنْ يُّرِدِ الخ اس میں دلالت ہے کہ شیخ کی شفقت اور توجہ بدوں فضل و توفیق الٰہی کے کچھ نفع نہیں دیتی ۱۲ قولہ تعالیٰ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ الخ اس میں خدا تعالیٰ کی بڑی رحمت پر دلیل ہے کہ مذمت کو اکثار و اصرار پر مرتب فرمایا سرسری خطا پر مذمت نہیں فرمائی جس سے عادۃً کوئی خالی نہیں ہوتا اور یہی شان ہوتی ہے مشائخ اہل تربیت کی کہ خفیف امور سے تسامح کرتے ہیں جب تک کہ جرأت اور استخفاف نہ ہو ۱۲۔

الحواشی: (۱) اس عبارت کو بڑھا کر یہ بتلا دیا کہ سمّٰعون لقوم اٰخرین کو سمّٰعون للکذب سے کیا تعلق ہے کہ اس کے بعد متصل ذکر کیا گیا یعنی دونوں وصف جدا جدا نہیں ہیں بلکہ باہم متلازم ہیں ۱۲ بتیان۔

ملحقات الترجمۃ: [۱] قوله في الكفر کفر کی باتوں الخ فاندفع به ما يتوهم انهم كانوا كافرين من قبل فما معنى مسارعتهم في الكفر وجه الدفع ظاهر بعد ارادة اعمال الكفر بالكفر ۱۲۔ [۲] قوله في يسارعون بے تکلف رغبت سے هكذا في الروح ۱۲۔ [۳] قوله في لا يحزنك مغموم نہ ہوں اشار الى ان المقصود لا تحزن ۱۲۔ [۴] قوله في من الذين خواه الخ اشار الى امرين احدهما كون من للبيان والثاني الى كون قوله ومن الذين هادوا معطوفه على من الذين قالوا ۱۲۔ ۱۲۔ [۵] قوله في بافواههم منہ سے کہتے ہیں اشار الى كون الظرف متعلقا

لقالوا الا بآمنا لفساد المعنى ۱۲۔ ۶؎ قوله قبل سمّٰعون للكذب دونوں قسم اشار الى امرين احدهما تقدير المبتدأ هم والثانى كون مرجعه كلا المتعاطفين ۱۲۔ ۷؎ قوله فى سمّٰعون لقوم۔ آ کی ماخذه قول البيضاوى سماعون منك لكن هذا السماع كسماع الجواسيس كذا فى حاشية البيضاوى واشرت اليه بقولى هنا جستجو ۱۲۔ ۸؎ قوله قبل لم يأتوك جس قوم کے الخ اشار الى ان قوله لم يأتوك و قوله يحرفون و قوله يقولون كلها صفات لقوم آخرين واوضحه بقوله فيما بعد ایک دوسرے تیسرے ۱۲ ۔ ۹؎ قوله فى لم يأتوك تکبر كذا فى حاشية البيضاوى ۱۲۔ ۱۰؎ قوله بعد يحرفون خون بہا الى قوله رسم مخترع اندفع به ما اورده فى روح المعانى اشكالا على كون القصة الاولى سببا لنزول الآية بقوله و على هذا يكون امر التحريف غير ظاهر الدخول فى القصة اه وجه الاندفاع ظاهر فان ترك حكم من الشرع واخذ رسم مخترع مكانه مستحسنا لذلك لا شك فى كونه نوعا من التحريف والتغيير فى الشرع ۱۲ ۔۱۱؎ قوله فى فخذوه اقرار کر لینا لم افسر بالعمل خاصة كما صنعه غيرى لان هؤلاء كما يتضح من اسباب المنزول انما جاء واليسمعوا ما يحكم به رسول الله ﷺ و قصارى امر من حاله كذلك القبول اللسانى وما كانوا موكلين بانفاذ الامر واتمامه فلذا فسرت بما ليس هو مقتضيا للعمل ولا منافيا له۔ ۱۲؎ قوله قبل ومن يرد مذمت اشار الى ان الجمل هذه مسوقة لذمهم و قال بعضهم للتعليل بقوله لا يحزنك ۱۲۔ ۱۳؎ قوله فى من يرد اصل اشار الى ان هذه كلية لا تختص بمن جرى ذكرهم ثم درج فيها حالهم اجزئى فتغائر المقصود من الجملتين ۱۲۔ ۱۴؎ قوله فى فتنة گمراہ كذا فى القاموس الفتنه الضلال ۱۲۔ ۱۵؎ قوله هناك كو یہ تحقیق الخ اشار فيه وفى ما بعده الى تحقق مسئلة الكسب والخلق والى رفع ما يترأ اى انه اذا اراد الله تعالىٰ شيئا فما ذا عليهم من التبعة بل هم معذورون البتة ۱۲۔۱۶؎ قوله فى لن تملك عام مخاطب فثبت العموم فى انتفاء الملك ۱۲۔ ۱۷؎ قوله هناك نہ پیدا ہونے دے اشارة الى ان تقدير الكلام لن تملك له من الله شيئا فى دفعها كذا قال البيضاوى ۱۲۔ ۱۸؎ قوله فى لم يرد بلکہ ان کے عزم گمراہی الخ اشار الى ان فى الكلام كناية اريد بعدم ارادة التطهير ارادة عدم التطهير دل عليه قوله ومن يرد الله فتنته ۱۲۔ ۱۹؎ قوله فى لهم فى الدنيا سب اشار الى ان المرجع جميع من ذكر من الآيتين اليهود والمنافقين ومن غير الاتين ۱۲۔ ۲۰؎ قوله فى التمهيد تاکید و تعلیل وبه علم فائدة الجملتين ۱۲۔ ۲۱؎ قوله فى سمّٰعون جیسا پہلے اشار الى كونه تاكيدا لانه يكون فيه اعادة ما سبق ۱۲۔ ۲۲؎ قوله قبل فان جاؤك جب ان لوگوں الخ فى الروح وفى الفاء فصيحة انى اذا كان حالهم كما شرح فان جاؤك الخ ۱۲۔ ۲۳؎ قوله فى جاؤك اپنا مقام ولانه اذا تحاكم الينا مع غير الحربى يجب الحكم كما فى ف ۱۲۔ ۲۴؎ قوله فى فلن يضروك یہ اندیشہ ماخذه الروح ۱۲۔ ۲۵؎ قوله هناك مجال نہیں افادة تاكيد الفعل بمن اتباعًا للمحاورة ۱۲۔ ۲۶؎ قوله فى القسط قانون اسلام اندفع به ما عسى ان يتوهم انه ﷺ لا يحتمل ان يحكم بغير القسط وجه الاندفاع ظاهر فانه احترز به عن الحكم بالشرائع السابقة زعما ان المتحاكمين من اهل تلك الشرائع ۱۲۔

الرِّوَايَاتُ :اخرج ابن جرير بسنده و فيه فلما كان النبى ﷺ قالوا سلوه لعلكم تجدون عنده رخصة الحديث ۱۲ منه۔

اللُّغَاتُ : السحت من سحته اذا استاصله لان الحرام يعقب عذاب الاستيصال او لكونه لا بركة فيه يهلك هلاك الاستيصال او لان فى طريق كسبه عارا فهو يسحت مروة الانسان كذا فى الروح ۱۲۔

الْبَلَاغَةُ : قوله مِنۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ فيه مبالغة فوق مافى قوله عن مواضعه فانه يدل صريحا على ان الكلم قد وضع قبل تحريفهم فى مواضعه بخلاف قوله عن مواضعه فانه ليس بصريح فى ذلك لانه يصدق وان لم يكن مرادا على ما اذا قارب وضعه فى مواضعه وان لم يوضع فيه بعد و هذا التقرير من متفرد اتى وقد قرر غيرى بتقريرات اخر وللناس فيما يعشقون مذاهب۔ قوله سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اللام للتقوية والتاكيد كما فى قوله فعال لما يريد و فى قوله سماعون لقوم اجلية اى لاجل الا نهاء اليهم. فى الروح تقديم حال الاعراض للمسارعة الى بيان انه لا ضرر فيه حيث كان مظنة لترتب العداوة المقتضية للتصدى للضرر ۱۲۔ فائدہ :فيما ذكر فى التمهيد من المناظرة فى الرجم اورد فى الروح عن ابن اسحٰق و ابن جرير و ابن المنذر والبيهقى فى سننه عن ابى هريرة فى قصة اتيانه ﷺ فى بيت المدارس وجمعه علماء هم مانصه قالوا لعبد الله بن صوريا هذا اعلم من بقى بالتوراة فخلابه رسول الله ﷺ الى انه قال اللّٰهم نعم اما والله يا ابا القاسم انهم ليعرفون انك نبى مرسل ولكنهم يحسدونك اه قلت و يدل على ان المناظرة قد يكون فى الخلوة انجع وانفع فكن على ذكر منه کے تلخط الى ما هو الانفع والاصلح ۱۲۔

وَكَيْفَ يُحَكِّمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ وَمَآ أُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ﴿۴۳﴾ إِنَّآ أَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيهَا هُدًى وَّنُورٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبّٰنِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوا بِاٰيٰتِي ثَمَنًا قَلِيلًا ۚ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُونَ ﴿۴۴﴾ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ ۚ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُونَ ﴿۴۵﴾

اور وہ آپ سے فیصلہ کیسے کراتے ہیں۔ حالانکہ ان کے پاس توراۃ ہے جس میں اللہ کا حکم ہے۔ پھر اس کے بعد ہٹ جاتے ہیں اور یہ لوگ ہرگز اعتقاد والے نہیں ہم نے تورات نازل فرمائی تھی جس میں ہدایت تھی اور وضوح تھا۔ انبیاء جو کہ اللہ تعالیٰ کے مطیع تھے اس کے موافق یہودیوں کو حکم دیا کرتے تھے اور اہل اللہ اور علماء بھی بوجہ اس کے کہ ان کو اس کتاب اللہ کی نگہداشت کا حکم دیا گیا تھا اور وہ اس کے اقراری ہو گئے تھے۔ سو تم بھی لوگوں سے اندیشہ مت کرو اور مجھ سے ڈرو اور میرے احکام کے بدلہ میں متاع قلیل مت لو اور جو شخص خدا کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے سو ایسے لوگ بالکل کافر ہیں اور ہم نے ان پر اس میں یہ بات فرض کی تھی کہ جان بدلے جان کے اور آنکھ بدلے آنکھ کی اور ناک بدلے ناک کے اور کان بدلے کان کے اور دانت بدلے دانت کے اور خاص زخموں کا بھی بدلہ ہے۔ پھر جو شخص اس کو معاف کر دے تو وہ اس کے لئے کفارہ ہو جائے گا اور جو شخص خدا کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے سو ایسے لوگ بالکل ستم ڈھار ہے ہیں ۞

تفسیر: ربط: اوپر مذکور ہوا کہ آپ کے پاس ان کا کوئی مسئلہ یا فیصلہ لے کر آنا معرفت حق کی غرض سے نہیں بلکہ کوئی آسان بات اپنے مطلب کے موافق تلاش کرنا مقصود ہے آگے اس پر استدلال ہے صیغۂ تعجب سے کہ ظاہر ہے کہ کسی شخص کا اپنی ایسی کتاب کو جس پر وہ ایمان رکھنے کا اقرار رکھتا ہو چھوڑ کر ایسے شخص کے پاس جس پر ایمان لانے سے اس کو انکار ہو کوئی مسئلہ و فیصلہ لانا نہایت عجیب اور بعید ہے کوئی شخص بے مطلب سچے دل سے ایسا نہیں کر سکتا اس سے وہی بات ثابت ہوگئی کہ تحقیق حق کے لئے نہیں آتے بلکہ اپنا مطلب نکالنے کو پھرتے ہیں جس کا کھلا قرینہ مطلب نہ نکلنے کی صورت میں اس شخص کے فتوے پر عمل نہ کرنا ہے۔

تقریر و تاکید مضمون سابق: وَكَيْفَ يُحَكِّمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ (الی قولہ تعالی) وَمَآ أُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ اور (تعجب کی بات ہے کہ) وہ (دین کے معاملہ میں) آپ سے کیسے فیصلہ کراتے ہیں حالانکہ ان کے پاس تورات (موجود) ہے جس میں اللہ کا حکم (لکھا) ہے (جس کے ماننے کا ان کو دعویٰ ہے اول تو یہی بات بعید ہے) پھر (یہ تعجب اس سے اور پختہ ہو گیا کہ) اس (فیصلہ لانے) کے بعد (جب آپ کا فیصلہ سنتے ہیں تو اس فیصلہ سے بھی) ہٹ جاتے ہیں (یعنی اوّل تو اس حالت میں فیصلہ لانے ہی سے تعجب ہوتا تھا لیکن اس احتمال سے رفع ہو سکتا تھا کہ شاید آپ کا حق پر ہونا ان پر واضح ہو گیا ہو اس لئے آ گئے ہوں لیکن جب اس فیصلہ کو نہ مانا تو وہ تعجب پھر تازہ ہو گیا کہ اب تو وہ احتمال بھی نہ رہا پھر کیا بات ہوگی جس کے واسطے یہ فیصلہ لائے ہیں) اور (اسی سے ہر عاقل کو اندازہ ہو گیا) کہ یہ لوگ ہرگز اعتقاد والے نہیں (یہاں اعتقاد سے نہیں آئے اپنے مطلب کے واسطے آئے تھے اور جب نہ ماننا عدم اعتقاد کی دلیل ہے تو اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جیسے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کو اعتقاد نہیں اسی طرح اپنی کتاب کے ساتھ بھی پورا اعتقاد نہیں ورنہ اس کو چھوڑ کر کیوں آتے غرض دونوں طرف سے گئے کہ جس سے انکار ہے اس سے بھی اعتقاد نہیں اور جس سے دعویٰ اعتقاد ہے اس سے بھی نہیں) ف: حُكْمُ اللّٰهِ کی توضیح میں جو یہ کہا گیا کہ جس کے ماننے کا ان کو دعویٰ ہے اس سے یہ شبہ جاتا رہا کہ تورات محرف نہ ہوئی تھی کیونکہ بنا بر ان کے زعم کے یہ گفتگو ہے یا یہ کہ ان واقعاتِ خاصہ مذکورہ کے احکام توراۃ میں محفوظ ہوں۔ ربط اوپر بہت سی آیتوں میں یہود کی نسبت اور بعض آیتوں میں نصاریٰ کی نسبت ان کا احکام و مواثیق الٰہیہ کو چھوڑ دینا اور توڑ دینا اور اس کی مذمت مذکور ہے آگے پورے رکوع میں ان احکام الٰہیہ کا ہر زمانہ میں واجب العمل رہنا اور اس کے ترک کا حرام اور موردِ وعید ہونا جن کا ظہور کبھی توراۃ کے واسطے سے ہوا اور کبھی انجیل کے واسطے سے اور اب قرآنِ مجید کے واسطہ سے ہے بیان فرماتے ہیں جس سے ان ناقضین کی مذمت زیادہ ظاہر ہو و نیز

عمل بالتوراۃ والانجیل سبب ہو جاوے تصدیق رسالت محمدیہ کا جو کہ دونوں کتابوں میں مبشر بہ ہے۔ چنانچہ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ میں اس کی تصریح بھی ہے اور بعض قراءت وتفاسیر پر وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ میں بھی یہ مضمون ہے ونیز ذکر انجیل میں یہود پر تعریض ہے کہ وہ اس کی تکذیب کرتے تھے اور ذکر قرآن میں یہود و نصاریٰ دونوں پر تعریض ہے کہ دونوں اس کی تکذیب کرتے تھے اور ذکر توراۃ کے ضمن میں بعض احکام قصاص کے شاید اس لئے فرمادیئے ہوں کہ آیت سابقہ: يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ کا ایک سبب نزول واقعۂ قصاص بھی تھا جس کو یہود نے ایک رسم مخترع سے بدل لیا تھا اور گو رجم کو بھی بدلا تھا لیکن شاید اس کی تخصیص ذکر میں اس لئے ہو کہ اس کے اخلال میں عباد پر ظلم ہوتا تھا اور یہ اخلال فی الرجم سے جو کہ حق اللہ ہے اشد تھا واللہ اعلم۔

ذکر وجوب عمل بتوراۃ در زمانِ او: اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ (الی قولہ تعالٰی) فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ہم نے (موسیٰ علیہ السلام پر) توریت نازل فرمائی تھی جس میں (عقائد صحیحہ کی بھی) ہدایت تھی اور (احکام عملیہ کا بھی) وضوح تھا انبیاء (بنی اسرائیل) جو کہ (باوجود لاکھوں آدمیوں کے مقتدا و مطاع ہونے کے) اللہ تعالیٰ کے مطیع تھے اس (توراۃ) کے موافق یہود کو حکم دیا کرتے تھے اور (اسی طرح ان میں کے) اہل اللہ اور علماء بھی (اسی کے موافق کہ وہی اس وقت کی شریعت تھی حکم دیتے تھے) بوجہ اس کے ان (اہل اللہ وعلماء) کو اس کتاب اللہ (پر عمل کرنے اور کرانے) کی نگہداشت کا حکم (حضرات انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ سے) دیا گیا تھا اور وہ اس کے (یعنی اس پر عمل کرنے کرانے کے) اقراری ہو گئے تھے (یعنی چونکہ ان کو اس کا حکم ہوا تھا اور انہوں نے اس حکم کو قبول کر لیا تھا اس لئے ہمیشہ اس کے پابند رہے) سو (اے اس زمانہ کے رؤسا وعلمائے یہود جب ہمیشہ سے تمہارے سب مقتداء توراۃ کو مانتے آئے ہیں تو) تم بھی (تصدیق رسالت محمدیہ کے باب میں جس کا حکم توریت میں ہے) لوگوں سے (یہ) اندیشہ مت کرو (کہ ہم تصدیق کر لیں گے تو عام لوگوں کی نظر میں ہماری جاہ میں فرق آوے گا) اور (صرف) مجھ سے ڈرو (کہ تصدیق نہ کرنے پر سزا دونگا) اور میرے احکام کے بدلہ میں (دنیا کی) متاع قلیل (جو کہ تم کو اپنے عوام سے وصول ہوتی ہے) مت لو (کہ یہی حب جاہ ومال تم کو باعث ہوتی ہیں تصدیق نہ کرنے پر) اور (یاد رکھو کہ) جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے (بلکہ غیر حکم شرعی کو قصداً حکم شرعی بتلا کر اس کے موافق حکم کر لے) سو ایسے لوگ بالکل کافر ہیں (جیسا اے یہود تم کر رہے ہو کہ عقائد میں بھی مثل عقیدۂ رسالت محمدیہ اور اعمال میں بھی جیسے حکم رجم وغیرہ اپنے مخترعات کو حکم الٰہی بتلا کر ضلال و اضلال میں مبتلا ہو رہے ہو) ف: كَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ کی تفسیر مذکور باعتبار اس کے اسْتُحْفِظُوْا پر معطوف ہونے کے ہے اور اگر يَحْكُمُ پر عطف کیا جاوے تو كَانُوْا کی ضمیر کا مرجع سب مذکورین ہوں اور تفسیر بہت سہل ہو جاوے حاصل معنی یہ ہوں کہ اس توراۃ کے موافق انبیاء واحبار وربانیین بوجہ استحفاظ کے حکم کرتے تھے اور یہ سب حضرات اس حکم یا اس توراۃ ماول بعنوان الکتاب المذکور فی الآیۃ پر یا اس کتاب مذکور متحد مع التوراۃ پر اس کے حق اور صدق ہونے کے گواہ اور مصدق تھے یا كَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ کو حال اور اسْتُحْفِظُوْا کو عامل کہا جاوے تو كَانُوْا کا دخل سبب میں ہونا ضرور نہ ہوگا۔ ربط: آیت اولیٰ کی تمہید میں مذکور ہو چکا اور چونکہ اصول فقہ میں متقرر ہو چکا ہے کہ شرائع سابقہ جب قرآن و حدیث میں بلانکیر مذکور ہوں تو وہ ہمارے لئے بھی حجت ہوتا ہے اس لئے یہ مضمون آئندہ ہماری شریعت کا بھی حکم ہے۔

حکایت مسئلۂ قصاص از توراۃ کہ حکم سیز دہم باشد از سورت: وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ (الی قولہ تعالٰی) فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ اور ہم نے ان (یہود) پر اس (توراۃ) میں یہ بات فرض کی تھی کہ (اگر کوئی کسی کو ناحق عمداً قتل یا زخمی کرے اور صاحب حق دعویٰ کرے تو) جان بدلے جان کے اور آنکھ بدلے آنکھ کے اور ناک بدلے ناک کے اور کان بدلے کان کے اور دانت بدلے دانت کے اور (اسی طرح دوسرے) خاص زخموں کا بھی بدلہ ہے پھر جو شخص (اس قصاص یعنی بدلہ لینے کا مستحق ہو کر بھی) اس (قصاص) کو معاف کر دے تو وہ (معاف کرنا) اس (معاف کرنے والے) کیلئے (اس کے گناہوں کا) کفارہ (یعنی گناہوں کے دُور ہونے کا سبب) ہو جاوے گا (یعنی معاف کرنا موجب ثواب ہے) اور (چونکہ یہود نے ان احکام کو چھوڑ رکھا تھا اس لئے مکرر وعید سناتے ہیں کہ) جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے (جس کے معنی اوپر گزرے) سو ایسے لوگ بالکل ستم ڈھا رہے ہیں (یعنی بہت برا کام کر رہے ہیں)

ف: چند مسائل ضروری: مسئلہ: قصاص اس قتل یا جرم میں ہے جب ناحق ہو ورنہ بحق قتل کرنا درست ہے اور عمداً ہو کیونکہ خطا میں دیت ہے جس کے مسائل سورۂ نساء کے رکوع وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ میں گزر چکے۔ مسئلہ: اَلنَّفْسَ بِالنَّفْسِ میں آزاد اور غلام اور مسلمان اور کافر اور ذمی اور مرد اور عورت اور کبیر اور صغیر اور شریف اور رذیل اور بادشاہ اور رعیت سب داخل ہیں البتہ خود اپنے مملوک غلام اور اپنی اولاد کے قصاص میں نہ مارا جانا اجماع وحدیث سے ثابت ہے۔ مسئلہ: قطع اعضاء وجراحات میں باہم مرد وعورت میں اسی طرح باہم آزاد اور غلام میں قصاص نہیں البتہ مسلمان اور ذمی کافر میں ان صورتوں میں بھی ہے لیکن درِمختار میں آزاد وغلام اور مرد وعورت کے مسئلہ میں ہے کہ ناقص سے کامل کا قصاص لیا جاوے گا۔ مسئلہ: خاص زخموں سے مراد وہ ہے جن میں مساوات کے ساتھ بدلہ لینا ممکن ہو ورنہ حکومت عدل ہے جس کی تفصیل کتب فقہ میں ہے اسی طرح قطع اعضاء میں بھی جیسے آدھا کان کاٹ لیا مثلاً۔ مسئلہ: قتل میں ولی مقتول اور باقی صورتوں میں خود مقطوع ومجروح کو معاف کرنے کا حق حاصل ہے۔ مسئلہ: اگر ولی مقتول کئی شخص ہوں اور ایک معاف کر دے

تو قصاص ساقط ہوکر بقیہ اولیاء اگر چاہیں دیت لے سکتے ہیں یہ سب مسائل ہدایہ میں ہیں۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ فَمَنْ تَصَدَّقَ الخ حدیث مرفوع میں یہ تفسیر ہے کہ کسی کا دانت توڑ دیا جاوے یا بدن میں زخم کر دیا جاوے اور وہ معاف کر دے تو بقدر اس کے عفو کے اس کی خطائیں عفو کر دی جاتی ہیں سو اس میں ترغیب ہے عفو کی کذا فی الروح اور اس قسم کا عفو اہل اللہ کے اخلاق میں سے ہے ۱۲۔

الحواشی: (۱) و کیف یحکمونك پر بظاہر یہ شبہ ہوتا تھا کہ دین اسلام تو ناسخ ادیان ہے اس کے آنے کے بعد توریت وانجیل وغیرہ سب منسوخ ہو چکی ہیں پس اس بناء پر ان لوگوں نے یہ تحکیم کی یہ تو ان پر لازم ہی نہ تھی یعنی یہ کہ وہ آپ سے فیصلہ کراتے پھر اس پر تعجب کیوں فرمایا گیا لیکن تقریر ربط اور تفسیر سے یہ شبہ بالکل زائل ہو گیا فافهم و اشکر المفسر ۱۲ تبیان۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قوله في اخرف مرتفع ہو گئی فلا یرد ان التخيير مرتب على ما شرح من حالهم و حالهم باقية كذلك فمع بقاء العلة كيف ارتفع التخيير ويمكن ان يقال ان العلة كان سببا محضا لاعلة حقيقة ولا تلازم بينهما وجودًا و عدمًا ۱۲ ـ ۲؎ قوله في آخر التمهيد عمل نہ کرنا ہے دل عليه ثم يتولون ۱۲ ـ ۳؎ قوله في كيف تعجب کی بات اشارة الى ان الكلام ليس للتعجب المستحيل على الله تعالىٰ بل لاظهار كون هذا الامر عجيبًا وهو الذى يعبر عنه بالتعجب۔ ۴؎ قوله في يحكمون دین کے معاملہ فالتحكيم على هذا التفسير يعم الاستفتاء ـ ۴؎ قوله في ثم اس سے اور پختہ اشارة الى ان ثم للتراخي في الرتبة و تاكيد الاستبعاد ۱۲ـ ۵؎ قوله قبيل ف پورا اعتقاد اشارة الى النفى في التذئيل يعم الايمان بالكتاب و بالرسول و اشار ايضا الى ان نفى الايمان بالكتاب باعتبار نفى العمل الذى هو ثمرة اصلية للعلم ۱۲ ـ ۶؎ قوله في فيها هدى جس میں الخ اشارة الى كون الجملة حالا من التوراة ۱۲ـ ۷؎ قوله في هدى و نور عقائد واحکام القرينة عليه كون الاصل في العطف هو التغاير و كون العقائد اهم مستحقا للتقديم فافهم ۱۲ ـ ۸؎ قوله في النبيون بنی اسرائیل اشار الى ان اللام للعهد والقرينة اللفظية على التخصيص قوله للذين هادوا والقرينة الشرعية مشهورة و عدم الاتيان بالرابط في ترجمة يحكم بها اشارة الى كون الجملة استينافًا ۱۲ ـ ۹؎ قوله في اسلموا باوجود اشار الى دفع سوال وهو ان الاسلام لو كان من الامور العظام لكنه مشترك بين احاد المسلمين فما فائدة هذا الوصف في مدح النبيين فاشار الى الفائدة التى تقريرها ظاهر و كان فيه تعريضًا باليهود المتكبرين الجاحدين و قال بعضهم كما انه قد يقصد بالمدح مدح الموصوف كذلك قد يقصد مدح الوصف فيقال ههنا المقصود تنويه الاسلام بانه شئى يتصف به هؤلاء الاكابر كما وصف الملائكة بالايمان في آية ـ ۱۰؎ قوله في بما استحفظوا بوجہ اس کے اشار الى كون الباء سببية و كون ما مصدرية و كون من زائدة ۱۲ ـ ۱۱؎ قوله هناك انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ اشار الى ان الضمير في استحفظوا عائد الى الاقرب من الربانيين والاحبار ۱۲ـ ۱۲؎ قوله في شهداء اقراری حمله على ما حمله بعض المفسرين كما في البيضاوى وغيره في قوله تعالى في البقرة ثم اقررتم وانتم تشهدون من انه لتاكيد للاقرار فانه يدل على ان الشهادة قد تكون بمعنى الاقرار وهما كما يستعملان للاخبار عن الماضى كذلك تستعملان الالتزام في المستقبل و على هذا صار تقرير سببية الاستحفاظ والشهادة اسهل فكان حاصل معناه العهد والالتزام قلت و تعدية بعلى لتضمنه معنى الحفظ والمراقبة ۱۲ـ ۱۳؎ قوله في فلا تخشوا جب ہمیشہ سے اشار الى كون الفاء فصيحة ولو عطف على يحكم كما ذكرته في ف كان الشهادة على معناها المتبادر من الاخبار عن اعتقاده اى التصديق كما في قوله تعالىٰ الست بربكم قالوا بلى شهدنا فافهم۔ ۱۴؎ قوله في واخشون صرف دل عليه لاتخشوا الناس ۱۲ـ ۱۵؎ قوله في كتبنا فرض كذا في الروح۔ ۱۶؎ قوله بعده اگر کوئی الخ هذه الشرائط كلها معلومة بدلائل اخر ۱۲ـ ۱۷؎ قوله في النفس بالنفس بدلے اشارة الى تعلق الجار بمقتصته و يجوز تعلقه بكائنة ۱۲ـ ۱۸؎ قوله في الجروح خاص فاللام للعهد ۱۲ـ ۱۹؎ قوله في من لم يحكم مکرر اشارة الى انه تاكيد الاولى فعلى هذا لا يكون المقصود كون الجملة في التوراة ۱۲ـ

الروایات: في الروح عن الضحاك لم يجعل في التوراة دية في نفس ولاجرح وانما كان العفو والقصاص وهو الذى يقتضيه ظاهر الآية آه قلت ولما قام الدليل عليها في شرعنا خص هذا القدر من الحجية في الروح اخرج الديلمى عن ابن عمر رضى الله عنهما ان الرسول وقرأ الآية فقال هو الرجل يكسر سنّه او يجرح من جسده فيعفو فيحطّ عنه من خطاياه بقدر ما عفا عنه من جسده ان كان نصف الدية فنصف خطاياه الى قوله وان كان الدية كلها فخطاياه كلها ا ه قلت هو نص في ما اخترته من التفسير و قال في الروح اخرج ابن ابى شيبة عن الشعبى و عليه اكثر المفسرين اه قلت و لعل مبنى كونه كفارة قوله تعالىٰ ان الحسنات

يذهبن السيئات فقط۔

العربية :في الروح انثت التوراة معاملة معها بعد التعريب معاملة الاسماء العربية الموازنة لها كمومات و دودات ۱۲۔

الفقه : اشكل على بعضهم الآية الدالة على كون من لم يحكم الخ كافر او الحال انه معصية دون الكفر على اصول اهل السنة لكن الذى فسرت به عدم الحكم اتضح وجه الآية واندفع الاشكال فان انكار كون الشرع شرعًا ولو باللسان كفر قوله والمرء يكفر بقول الكفر البتة وافاد بقوله قصدا الى وضع الخطأ والجهل فى غير ضروريات الدين والقرينة على هذا التفسير كون علماء اليهود كذلك واما الامر فى قوله الظالمون والفاسقون فسهل لانهما ليس نصًّا فى الكفر ولو حملتهما على الكفر فقد علمت توجيهه ۱۲۔

اللغات : قوله لِلَّذِيْنَ هَادُوْا اللام بمعنى لاجل فلا يردان الحكم كما كان لهم كذلك كان عليهم الربانى منسوب الى الرب والالف والنون المبالغة ولذا ترجمته باهل الله الذين يقال لهم فى عرفنا مشائخ ودرویش لانهم يعلمون ايضا الاحكام الشرعية فان اصلاح الباطن و طرقها جزء من الشريعة و فيه دلالة على ان الذى لا يحفظ الشرع لا يكون ربانيا و شيخا ۱۲۔

النحو : قوله قصاص خبر بتقدير ذات ۱۲۔

البلاغة : فى الروح قوله والربانيون الخ توسيط المحكوم لهم اى للذين هادوا بين المتعاطفين اى النبيون والربانيون للايذان بان الاصل فى الحكم بها وحمل الناس على مافيها هم النبيون وانما الربانيون والاحبار خلفاء و نواب لهم فى ذلك كما ينبئى عنه قوله بما استحفظوا اى من جهة النبيين اھ۔ قوله فمن تصدق فى التعبير بالتصدق ترغيب فى العفو۔

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۠ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاۗءَهُمْ عَمَّا جَاۗءَكَ مِنَ الْحَقِّ ۭ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۭ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَ اَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاۗءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ۭ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع ۷ / ۱۱

اور ہم نے ان کے پیچھے عیسیٰ بن مریم کو اس حالت میں بھیجا کہ وہ اپنے سے قبل کی کتاب یعنی تورات کی تصدیق فرماتے تھے اور ہم نے انجیل دی جس میں ہدایت تھی اور نور تھا اور اپنے سے قبل کی کتاب یعنی تورات کی تصدیق کرتی تھی اور وہ سراسر ہدایت اور نصیحت تھی خدا سے ڈرنے والوں کے لئے اور انجیل والوں کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اس میں نازل فرمایا ہے اس کے موافق حکم کیا کریں اور جو شخص خدا کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے تو ایسے لوگ بالکل بے حکمی کرنے والے ہیں اور ہم نے یہ کتاب آپ کے پاس بھیجی ہے جو خود بھی صدق کے ساتھ موصوف ہے اور اس سے پہلے جو کتابیں ہیں ان کی بھی تصدیق کرتی ہے اور ان کتابوں کی محافظ ہے تو ان کے باہمی معاملات میں اسی بھیجی ہوئی کتاب کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے اور یہ جو سچی کتاب آپ کو ملی ہے اس سے دور ہو کر ان کی خواہشوں پر عملدرآمد نہ کیجئے۔ تم میں سے ہر ایک کے لئے خاص شریعت اور خاص طریقت تجویز کی تھی اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو تم سب کو ایک ہی امت میں کر دیتے۔ لیکن ایسا نہیں کیا تا کہ جو دین تم کو دیا ہے اس

میں تم سب کا امتحان فرمادیں۔ تو مفید باتوں کی طرف دوڑو تم سب کو خدا ہی کی طرف جانا ہے پھر وہ تم سب کو جتلادے گا جس میں تم اختلاف کیا کرتے تھے اور ہم (مکرر) حکم دیتے ہیں کہ آپ ان کے باہمی معاملات میں اس بھیجی ہوئی کتاب کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے اور ان کی خواہشوں پر عملدرآمد نہ کیجئے اور ان سے یعنی ان کی بات سے احتیاط رکھئے کہ وہ آپ کو خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کسی حکم سے بھی بچلادیں۔ پھر اگر یہ لوگ اعراض کریں تو یہ یقین کر لیجئے کہ بس خدا ہی کو منظور ہے کہ ان کے بعضے جرموں پر ان کو سزا دیں اور اکثر آدمی تو بے حکم ہی ہوتے ہیں۔ یہ لوگ پھر کیا زمانہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں اور فیصلہ کرنے میں اللہ سے کون اچھا ہوگا یقین رکھنے والوں کے نزدیک ۞

تفسیر ربط: اوپر توراۃ کا اپنے زمانہ میں حجت ہونا مذکور تھا آگے انجیل کی یہی صفت مذکور ہے جیسا تمہیداً آیت اِنَّآ اَنۡزَلۡنَا التَّوۡرٰىةَ میں مفصل تقریر اس کی گزر چکی ہے۔

ذکر وجوب عمل بانجیل در زمانِ او: وَقَفَّيۡنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمۡ بِعِيۡسَى ابۡنِ مَرۡيَمَ (الی قولہ تعالی) فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ اور ہم نے ان (نبیوں) کے پیچھے (جن کا ذکر یَحۡكُمُ بِهَا النَّبِيُّوۡنَ میں آیا ہے) عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) کو اس حالت میں (پیغمبر بنا کر) بھیجا کہ وہ اپنے سے قبل کی کتاب یعنی توریت کی تصدیق فرماتے تھے (جو کہ لوازم رسالت سے ہے کہ تمام کتب الٰہیہ کی تصدیق کرے) اور ہم نے ان کو انجیل دی جس میں (توریت ہی کی طرح عقائد صحیحہ کی بھی) ہدایت تھی اور (احکام عملیہ کا بھی) وضوح تھا اور وہ (انجیل) اپنے سے قبل کی کتاب یعنی توریت کی تصدیق (بھی) کرتی تھی (کہ یہ لوازم کتاب الٰہی سے ہے) اور وہ سراسر ہدایت اور نصیحت تھی خدا سے ڈرنے والوں کے لئے اور (ہم نے انجیل دے کر حکم کیا تھا کہ) انجیل والوں کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اس میں نازل فرمایا ہے اس کے موافق حکم کیا کریں اور (اے اس زمانہ کے نصاریٰ سن رکھو کہ) جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے (اور اس کے معنی اوپر گزر چکے ہیں) تو ایسے لوگ بالکل بے حکمی کرنے والے ہیں (اور انجیل رسالت محمدیہ کی خبر دے رہی ہے تم اس کے خلاف کیوں چل رہے ہو)

ربط: اوپر توریت وانجیل کا اپنے اپنے دورہ میں واجب العمل ہونا بیان فرمایا تھا آگے قرآن مجید کا اپنے دورہ میں جو کہ زمانِ نزول سے قیام قیامت تک ہے واجب العمل ہونا بیان فرماتے ہیں اور ان آیات کے ضمن میں اشارۃً ایک قصہ سے بھی تعرض ہے جس کو ابن اسحٰق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ چند علماء ورؤسائے یہود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر ملتمس ہوئے کہ ہماری قوم سے ہمارا کچھ مقدمہ ہے اگر آپ ہمارے موافق فیصلہ فرمادیں تو ہم آپ کا اتباع اختیار کرلیں جس سے بقیہ یہود بھی متبع ہو جاویں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف انکار کردیا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویب کے لئے وَاَنِ احۡكُمۡ الخ نازل ہوا **كذا في اللباب واخرج نحوه كما في الروح ابن ابي حاتم والبيهقي في الدلائل۔**

ذکر وجوب عمل بالقرآن علی التابید: وَاَنۡزَلۡنَآ اِلَيۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ (الی قولہ تعالی) وَمَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكۡمًا لِّقَوۡمٍ يُّوۡقِنُوۡنَ اور (توراۃ وانجیل کے بعد) ہم نے یہ کتاب (مسمیٰ بقرآن) آپ کے پاس بھیجی ہے جو خود بھی صدق (وراستی) کے ساتھ موصوف ہے اور اس سے پہلے جو (آسمانی) کتابیں (آچکی) ہیں (جیسے توراۃ وانجیل وزبور) ان کی بھی تصدیق کرتی ہے (کہ وہ نازل من اللہ ہیں) اور (چونکہ وہ کتاب مسمیٰ بقرآن قیامت تک محفوظ ومعمول بہ ہے اور اس میں ان کتب سماویہ کی تصدیق موجود ہے اس لئے وہ کتاب) ان کتابوں) کے صادق ہونے کے مضمون) کی (ہمیشہ کے لئے) محافظ ہے (کیونکہ قرآن میں ہمیشہ یہ محفوظ رہے گا کہ وہ کتب نازل من اللہ ہیں جب قرآن ایسی کتاب ہے) تو ان (اہل کتاب) کے باہمی معاملات میں (جب کہ آپ کے اجلاس میں پیش ہوں) اسی بھیجی ہوئی کتاب کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے اور یہ جو سچی کتاب آپ کو ملی ہے اس سے دور ہو کر ان کی (خلاف شرع) خواہشوں (اور فرمائشوں) پر آئندہ بھی عملدرآمد نہ کیجئے (جیسا کہ اب تک باوجود ان کی درخواست والتماس کے آپ نے صاف انکار فرمادیا یعنی یہ آپ کی رائے نہایت ہی درست ہے اسی پر ہمیشہ قائم رہئے اور اے اہل کتاب تم کو اس قرآن کے حق جاننے سے اور اس کے فیصلہ ماننے سے کیوں انکار ہے کیا دین جدید کا آنا کچھ تعجب کی بات ہے آخر) تم میں سے ہر ایک (امت) کیلئے (اس کے قبل) ہم نے خاص شریعت اور خاص طریقت تجویز کی تھی (مثلاً یہود کی شریعت وطریقت توراۃ تھی اور نصاریٰ کی شریعت وطریقت انجیل تھی پھر اگر امت محمدیہ کے لئے شریعت وطریقت قرآن مقرر کیا گیا جس کا حق ہونا بھی دلائل سے ثابت ہے تو وجہ انکار کیا) اور اگر اللہ تعالیٰ کو (سب کا ایک ہی طریقہ رکھنا) منظور ہوتا (تو وہ اس پر بھی قدرت رکھتے تھے) کہ تم سب (یہود ونصاریٰ واہل اسلام) کو (ایک ہی شریعت دے کر) ایک ہی امت میں کر دیتے (اور شرع جدید نہ آتی جس سے تم کو توحش ہوتا ہے) لیکن (اپنی حکمت سے) ایسا نہیں کیا (بلکہ ہر امت کو جدا جدا طریقہ دیا) تاکہ جو جو دین تم کو (ہر زمانہ میں نیا نیا) دیا ہے اس میں تم سب کا (تمہارے اظہار اطاعت کے لئے) امتحان فرمادیں (کیونکہ اکثر طبعی امر ہے کہ نئے طریقہ سے وحشت اور مخالفت کی طرف حرکت ہوتی ہے لیکن جو شخص عقل صحیح وانصاف سے کام لیتا ہے تو اس کی ظہورِ حقیقت کے بعد اپنی طبیعت کو موافقت پر مجبور کر دیتا ہے اور یہ ایک امتحانِ عظیم ہے پس اگر سب کی ایک ہی شریعت ہوتی تو اس شریعت کے ابتداء کے وقت جو لوگ ہوتے ان کا امتحان تو ہو جاتا لیکن دوسرے جو ان کے مقلد اور اس طریق سے مالوف ہوتے ان کا امتحان نہ ہوتا اور اب ہر امت کا امتحان ہو گیا اور امتحان کی ایک یہ صورت ہوتی ہے کہ انسان کو جس چیز سے روکا

جاوے خواہ معمول ہو یا متروک اس پر حرص ہوتی اور یہ امتحان شرائع کے تعدد میں اقویٰ ہے کہ منسوخ سے روکا جاتا ہے اور شریعت کے اتحاد میں گو معاصی سے روکتے لیکن ان میں حقیت کا تو شبہ نہیں ہوتا اس لئے امتحان اس درجہ کا نہیں ان دونوں امتحانوں کا مجموعہ ہر امت کے سلف اور خلف سب کو عام ہو گیا جیسا کہ صورتِ اولیٰ کو صرف سلف سے خصوصیت ہے پس[۲۵] جب شرع جدید میں یہ حکمت ہے) تو (تعصب کو چھوڑ کر) مفید[۲۶] باتوں کی طرف (یعنی ان عقائد و اعمال و احکام کی طرف جن پر قرآن مشتمل ہے) دوڑو (یعنی قرآن پر ایمان لا کر اس پر چلو ایک روز) تم سب کو خدا ہی کے پاس جانا ہے پھر وہ تم سب کو جتلا دے گا جس میں تم (باوجود وضوح حق کے دنیا میں خواہ مخواہ) اختلاف کیا کرتے تھے (اس لئے اس اختلاف بے جا کو چھوڑ کر حق کو جو کہ اب منحصر ہے قرآن میں قبول کر لو) اور (چونکہ[۲۷] ان اہل کتاب نے ایسی بلند پردازی کی کہ آپ سے درخواست اپنے موافق مقدمہ طے کر دینے کی کرتے ہیں جہاں کہ اس کا احتمال ہی نہیں اس لئے ان کے حوصلے پست کرنے کو اور اس کو سنا کر ہمیشہ ہمیشہ ان کے ناامید کر دینے کو) ہم (مکرر) حکم دیتے ہیں کہ آپ ان (اہل کتاب) کے باہمی معاملات میں (جبکہ آپ کے اجلاس میں پیش ہوں) اس بھیجی ہوئی کتاب کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے اور ان کی (خلافِ شرع) خواہشوں (اور فرمائشوں) پر (آئندہ بھی) عملدرآمد نہ کیجئے (جیسا اب تک بھی نہیں کیا) اور ان سے یعنی[۲۸] ان کی اس بات سے (آئندہ بھی مثل سابق) احتیاط رکھئے کہ وہ آپ کو خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کسی حکم[۲۹] سے بھی بچلا دیں (یعنی گو اس کا احتمال نہیں لیکن اس کا قصد بھی رہے تو موجب[۳۰] ثواب بھی ہے) پھر (باوجود وضوحِ قرآن اور اس کے فیصلہ کے حق ہونے کے بھی) اگر یہ لوگ (قرآن سے اور آپ کے فیصلہ سے جو موافق قرآن کے ہوگا) اعراض کریں تو یہ یقین کر لیجئے کہ بس[۳۱] خدا ہی کو منظور ہے کہ ان کے بعضے جرموں پر (دنیا ہی میں) ان کو سزا دیدیں (اور وہ بعض جرم فیصلہ کو نہ ماننا ہے اور حقانیت قرآن کے نہ ماننے کی سزا پوری آخرت میں ملے گی کیونکہ پہلا جرم ذمی ہونے کے خلاف ہے اور دوسرا جرم ایمان کے خلاف ہے حربیت کی سزا دنیا ہی میں ہوتی ہے اور کفر کی سزا آخرت میں چنانچہ یہود کی سرکشی اور عہد شکنی جب حد تسامح سے متجاوز ہوئی تو ان کو سزائے قتل اور قید اور اخراجِ وطن کی دی گئی) اور (اے محمد ﷺ ان کے یہ حالات سن کر آپ ﷺ کو رنج ضرور ہوگا لیکن آپ ﷺ زیادہ[۳۲] غم نہ کیجئے کیونکہ) زیادہ آدمی تو (دنیا میں ہمیشہ سے) بے حکم ہی ہوتے (آئے) ہیں یہ لوگ فیصلہ قرآنی سے جو کہ عین عدل ہے اعراض کر کے) پھر کیا زمانۂ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں (جس کو انہوں نے برخلاف شرائع سماویہ کے خود مخترع کر لیا تھا جس کا ذکر دو واقعوں کے ضمن میں اس رکوع سے پہلے رکوع آیت: یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ کی تمہید میں گزر چکا ہے حالانکہ وہ سراسر عدل اور دلیل کے خلاف ہے یعنی اہل علم[۳۳] ہو کر علم سے اعراض کرنا اور جہل کا طالب ہونا عجب[۳۴] در عجب ہے) اور فیصلہ کرنے میں اللہ سے کون اچھا (فیصلہ کرنے والا) ہوگا (بلکہ کوئی مساوی[۳۵] بھی نہیں پس خدائی فیصلہ کو چھوڑ کر دوسرے کے فیصلہ کا طالب ہونا عین جہل نہیں تو کیا ہے لیکن یہ بات بھی یقین (وایمان) رکھنے والوں (ہی) کے نزدیک[۳۶] (ہے کیونکہ اس کا سمجھنا موقوف ہے قوتِ عقلیہ کی صحت پر اور وہ کفار اس سے بے نصیب ہیں) **ف**: اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ یہاں سے مفہوم ہوتا ہے کہ ہر امت کا طریقۂ دین جدا ہے اور دوسری آیت سے واحد ہونا معلوم ہوتا ہے جیسے سورۂ شوریٰ میں ہے شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ الخ (شوریٰ: ۱۳) جواب یہ ہے کہ جدا ہونا باعتبار فروع و اعمال کے ہے اور واحد ہونا باعتبار اصول و عقائد کے۔

مُلحقاتُ التَّرجمة: ۱ قوله في مصدقا في الموضعين لوازم الخ اشارة الى كون الحال مؤكدة اما فائدتها ههنا فالذى عندى ان اليهود كانوا يكذبون الانجيل و صاحبه عليه السلام فنوه بهذا التاكيد شانهما و عرض باليهود انكم تكذبون ما يصدق كتابكم واما النصارىٰ فانهم لا يكذبون التوراة فلم يوت ثمه بما اتى به ههنا و هذا هو الفائدة عندى فى تكرير هدى و زيادة موعظة والله اعلم ۱۲۔ ۲ قوله في فيه هدى توریت کی طرح اشارة الى ان المراد التماثل بين الكتابين ۱۲۔ ۳ قوله في نوراً احکام عملیہ بناءً على كون الانجيل شرعًا مستقلا كما يدل عليه قوله تعالىٰ و ليحكم كما استدل به المفسرون۔ ۴ قوله فيه وليحكم دیگر حکم کیا فيه رعاية لمن قدر قلنا التى شاع تقديرها عند القرينة كما فى قوله والملائكة يدخلون عليهم من كل باب سلام عليكم ولمن قرأ بلام کے وقدر آتينا ۱۲۔ ۵ قوله في ومن لم يحكم اس زمانہ قرينة تذئيل نظيره لقوله فلا تخشوا الناس الذى خوطب به اليهود المعاصرون واستحسان التناسب في النظائر وانما خوطب النصارى مرة واليهود مرتين كما قدرت قبل من كون الثانية تاكيد اللاولى لما ان اليهود كانوا اظلم واطغى فعلى هذا لا يكون الحكم بكونه جزء من الانجيل مقصودا ۱۲۔ ۶ قوله بالکل افاده ضمير الفصل و تعريف المسند ۱۲ ۷ قوله في بالحق موصوف اشار الى كونه حالا من الكتاب اى متلبسا بالحق ۱۲۔ ۸ قوله في مصدقًا اور اوضح بحرف العطف كونه حالاً ثانية ۱۲ ۔ ۹ قوله في من الكتب کتابیں فاللام للجنس ۱۲۔ ۱۰ قوله في هناك نازل فلا يلزم نفى التحريف عنه ولا يلزم جوب العمل به ۱۲۔ ۱۱ قوله في مهيمناً چونکہ الخ كذا فى الخازن والكبير و قوله ہمیشہ ماخوذ من عدم اعتبار زمان خاص فى الصفة

هنا نعم الازمنة مكها ۱۲۔ ۱۲ قوله قبل فاحكم جب اشارة الى كون الفاء فصيحة ۱۲۔ ۱۳ قوله فى بينهم اہل کتاب لكون الكلام السابق فيهم ۱۲۔ ۱۴ قوله فى هناك پیش ہوں باختيارهم ان كانوا غير ذميين و بلا اختيارهم فى بعض الامور لو كانوا ذميين ۱۲۔ ۱۵ قوله فى لا تتبع آئندہ الخ فالمقصود تصويب رايه ﷺ فلا اشكال ۱۲۔ ۱۶ قوله فى ما انزل الله اى اشارة الى ان فيه وضع المظهر موضع المضمر ۱۲۔ ۱۷ قوله فى لكل امت لان عدم كون شرع جديد لكل فرد مشاهد ۱۲۔ ۱۸ قوله فى شرعة ومنهاجا شریعت طریقت نقله فى الكبير عن المبرد وايضا يساعده اللغة ولما كان اصل الطريقة تدبير رسوخ الملكات التى تصدر منها الاعمال فلا جرم تختلف التدبير باختلاف الاعمال فلا يرو ان الاعمال يجرى فيها النسخ الا لاخلاق التى هى الطريقة ثم ان الشريعة والطريقة متحد ان ذاتا مختلفان اعتبار فعلى هذا يكونان متلازمين نسخا و بقاء ۱۲۔ ۱۹ قوله فى جعلنا تجویز کی تھی اشارة الى كون جعل اخبار بالا انشائيا۔ ۲۰ قوله فى لوشاء سب کا الخ اشار الى حذف مفعول شاء وهو الاكثر الشائع فيه ۱۲۔ ۲۱ قوله فى جعلكم واہل اسلام ادخلوا فى الخطاب مع اهل الكتاب تغليبا ۱۲۔ ۲۲ قوله فى لكن ايسا نہیں کیا جعله جزء للترجمة لان المقدر كالملفوظ ۱۲۔ ۲۳ قوله فى ليبلوكم اظہار اشارة الى التجوز فى معنى الابتداء ۱۲۔ ۲۴ قوله هناك کیونکہ هذا من المواهب المختصة ولله الحمد ۱۲۔ ۲۵ قوله فى فاستبقوا پس جب اشار الى كون الفاء فصيحة ۱۲۔ ۲۶ قوله فى خيرات مفيد كما فى قوله تعالىٰ ذلكم خير لكم عند بارئكم ۱۲۔ ۲۷ قوله فى وان احكم چونکہ الى قوله مكرر حكم افاد فيه امورًا احدها انه معطوف على انزلنا بتقدير امرناك ثانيها انه تاكيد ثالثها بيان فائدة التكرير والتاكيد وهى مفهومة من المدارك واعلم انه لما كان معنى الفتنة والعدول المعتبر فى عما جاءك واحد اتمائل الموضعان مفهوما بلا زيادة ولا نقصان ۱۲۔ ۲۸ قوله فى ان يفتنوك یعنی اشارة الى كونه بدلا ۱۲۔ ۲۹ قوله فى عن بعض کسی حکم سے بھی اشار بكلمة بھی الى فائدة كلمة بعض وهى المبالغة ۱۲۔ ۳۰ قوله بعد يفتنوك موجب ثواب بھی ہے اشار الى فائدة الامر بالحذر لمن لا يحتمل عنه ضده تقريرها ان الثواب لا يكون بمحض الحذر بل يتوقف على قصدة فلذا امر صلى الله عليه وسلم به واشار بكلمة بھی الى عدم الحصضر فى الفائدة المذكورة بل فيه قطع لا طماعهم كما ذكر و فيه تنبيه للولاة والعلماء من الامة على وجوب هذا الحذر و فيه نعى على الكفار بانهم فاتنون ۱۲۔ ۳۱ قوله فى انما يريد بس داد بس لافادة ما افاده انما ۱۲۔ ۳۲ قوله قبل ان كثيرا غم نہ کیجئے صرح بكونه تسلية فى الروح ۱۲۔ ۳۳ قوله فى الجاهلية اہل علم ہو کر كذا فى الكبير ۱۲۔ ۳۴ قوله بعد يبغون عجب در عجب الاول التولى والثانى البغى وافاد التعجب مع التوبيخ كلمة الاستفهام التى قدر بعدها التولى و ذكر صريحا البغى ۱۲۔ ۳۵ قوله فى من احسن مساوی افاد الاستعمال والمحاورة ۱۲۔ ۳۶ قوله فى لقوم نزدیک فاللام بمعنے عند كذا فى الروح و حقيقة ان اللام للبيان كما فى هيت لك اى تبين مضمون هذا الاستفهام الانكارى تقوم كذا فى الروح و هذا الاستفهام لقوم يوقنون كذا فى الكبير ۱۲۔

اللغات : فى الكبير الشريعة المشرعة التى يشرعها الناس فيشربون منها والمنهاج فهو الطريق الواضح و فيه قال الخليل و ابو عبيدة يقال قد يمن الرجل بهيمن اذا كان رقيبا على الشئى و شاهدا عليه حافظًا۔

النحو : مصدقا الاول من عيسٰى او جملة فيه هدى و نور حال من الانجيل و كذا مصدقا الثانى حال منه و صرح فى الروح بجواز عطف الحال المفرد على الحال الجملة و كذا هدى و موعظة ۱۲۔

البلاغة : تخصيص المتقين مع عموم كون الكتاب الآلهى موعظة باعتبار الانتفاع ۱۲۔ قوله عما جاءك عدى الاتباع بعن لتضمنه معنے العدول ۱۲۔ قوله الكتٰب اى القرآن لم يسم به كالتوراة والانجيل اشارة الى فخامة شانه بانه حقيق بانه يفهم من لفظ الكتب لا غيره۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ؔ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ﴿۵۲﴾

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا أَهٰؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ ۙ إِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ۚ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَأَصْبَحُوا خَاسِرِينَ ﴿۵۳﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ۚ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿۵۴﴾ إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ﴿۵۵﴾

اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو دوست مت بنانا وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو شخص تم میں سے ان کے ساتھ دوستی کرے گا وہ ان ہی میں سے ہوگا یقیناً اللہ تعالیٰ سمجھ نہیں دیتے ان لوگوں وک جو اپنا نقصان کر رہے ہیں اسی لئے تم ایسے لوگوں کو کہ جن کے دل میں مرض ہے دیکھتے ہو کہ دوڑ دوڑ کر ان میں گھستے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم کو خدشہ ہے کہ ہم پر کوئی حادثہ پڑ جائے۔ سو عنقریب اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ کامل فتح ظہور فرما دے یا کسی اور بات کا خاص اپنی طرف سے پھر اپنے پوشیدہ دلی خیالات پر نادم ہوں گے اور مسلمان لوگ کہیں گے ارے کیا یہ وہی لوگ ہیں کہ بڑے بڑے مبالغہ سے قسمیں کھایا کرتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں ان لوگوں کی ساری کاروائیاں غارت ہوگئیں جس سے ناکام رہے۔ اے ایمان والو جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم پیدا کر دے گا جن سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی اور ان کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی۔ مہربان ہوگے وہ مسلمانوں پر تیز ہوں گے کافروں پر جہاد کرتے ہوں گے اللہ کی راہ میں اور وہ لوگ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے اندیشہ کریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہیں عطا کریں اور اللہ تعالیٰ بڑے وسعت والے ہیں بڑے علم والے ہیں۔ تمہارے دوست تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور ایماندار لوگ ہیں جو کہ اس حالت نماز کی پابندی کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں کہ ان میں خشوع ہوتا ہے ۞

تفسیر: ربط: اوپر یہود و نصاریٰ کے قبائح مذکور ہوئے ہیں اور بعض منافقین جو کہ ظاہراً اسلام کے مدعی تھے ان سے بعض وہمی مصلحتوں کی بنا پر دوستی رکھتے تھے اس لئے آگے اہل ایمان کو ان کے ساتھ دوستی کرنے سے بطور تفریع مضمون مذکور کے منع فرماتے ہیں کہ جب ان لوگوں کے یہ حالات ہیں تو ان کا مقتضا تو یہی ہے کہ ان سے منافقوں کی طرح ہرگز دوستی مت کرو پھر اہل ایمان کے منع کرنے کے بعد ان منافقین کی مذمت اور ان مصلحتوں کا ابطال اور انجام کار ان کا ندامت اٹھانا بطور پیشینگوئی کے مذکور ہے اور قصہ اس دوستی کا یہ ہوا تھا کہ جب غزوۂ احد میں اہل اسلام کو ظاہراً شکست ہوئی تو منافقین سخت اندیشہ میں پڑے اور باہم مشورہ کرنے لگے کہ مسلمانوں کے غالب آنے کی تو کچھ امید نہیں رہی اپنی کہیں پناہ لگائے رکھنا چاہیے کہ وقت پر کام دے کسی نے کہا کہ میں فلانے یہودی سے امان لے لیتا ہوں اور ایسے وقت پر یہودی بن جاؤں گا کسی نے کہا کہ میں فلانے نصرانی سے پناہ لئے لیتا ہوں اور ایسے وقت پر نصرانی بن جاؤں گا۔ اخرجہ کما فی الروح ابن جریر وابن ابی حاتم عن السدی اور نیز جب یہود بنی قینقاع مسلمانوں سے محاربہ پر آمادہ ہوئے تو عبداللہ بن ابی منافق نے ان سے ساز کر لیا اور ان کی حمایت میں کھڑا ہوا اور حضرت عبادہ بن صامت ؓ بھی مثل عبداللہ کے اس قوم کے حلیف لیکن انہوں نے صاف طور پر ان سے علاقہ منقطع کر دیا۔ اخرجہ کما فی اللباب ابن اسحٰق وابن جریر وابن ابی حاتم والبیہقی عن عبادۃ اور عبداللہ بن ابی نے یہ بھی کہا کہ انی رجل اخاف الدوائر یعنی مجھ کو تو حوادثِ دہر کا اندیشہ ہے میں ان سے علاقہ قطع نہیں کرتا۔ **اخرجه کما فی الروح ابن ابی شیبة عن عطیة** ان واقعات میں یہ آیت آئندہ نازل ہوئی۔

حکم چہارم و ہم منع مؤمنین از موالاۃِ کفار و ذم منافقین بدیں موالاۃ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا (الی قوله تعالٰی) فَأَصْبَحُوا خَاسِرِينَ اے ایمان والو! تم (منافقوں کی طرح) یہود و نصاریٰ کو (اپنا) دوست مت بنانا وہ (خود ہی) ایک دوسرے کے دوست ہیں (یعنی یہودی یہودی باہم اور نصرانی نصرانی باہم مطلب یہ کہ دوستی ہوتی ہے مناسبت سے سو ان میں باہم تو تناسب ہے مگر تم میں اور ان میں کیا مناسبت) اور (جب جملہ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ دوستی ہوتی ہے تناسب سے تو) جو شخص تم میں سے ان کے ساتھ دوستی کرے گا بے شک وہ (کسی خاص مناسبت کے اعتبار سے) ان ہی میں سے ہوگا (اور گو یہ امر بہت ہی ظاہر ہے لیکن یقیناً اللہ تعالیٰ (اس امر کی) سمجھ ہی نہیں دیتے ان لوگوں کو جو (کفار سے دوستی کر کے) اپنا نقصان کر رہے ہیں (یعنی دوستی میں منہمک ہونے کی وجہ سے یہ بات ان کی سمجھ ہی میں نہیں آتی اور چونکہ ایسے لوگ اس اَمر کو نہیں سمجھتے) اسی لئے (اے دیکھنے والے) تم ایسے لوگوں کو کہ جن کے دِل میں (نفاق کا) مرض ہے دیکھتے ہو کہ دوڑ دوڑ کر ان (کفار) میں گھستے ہیں (اور اگر کوئی ملامت کرے تو حیلہ بازی اور سخن سازی کیلئے یوں) کہتے ہیں کہ (ہمارا ملنا ان کے ساتھ دِل سے نہیں بلکہ دِل سے تو تمہارے ساتھ ہیں صرف ایک مصلحت سے ان کے ساتھ ملتے ہیں وہ یہ کہ) ہم کو اندیشہ ہے کہ (شاید انقلاب زمانہ سے)

ہم پر کوئی حادثہ پڑ جاوے (جیسے قحط ہے تنگی ہے) اور یہ یہودی ہمارے ساہوکار ہیں ان سے قرض ادھار مل جاتا ہے اگر ظاہری میل جول قطع کر دیں گے تو وقت پر ہم کو تکلیف ہوگی۔ ظاہراً نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ کا یہ مطلب لیتے تھے لیکن دِل میں اور مطلب لیتے کہ شاید آخر میں مسلمانوں پر کفار کے غالب آ جانے سے پھر ہم کو ان کی احتیاج پڑے (اس لئے ان سے دوستی رکھنا چاہیے) سو قریب امید (یعنی وعدہ) ہے کہ اللہ تعالیٰ (مسلمانوں کی) کامل فتح (کا دن ان کفار کے مقابلہ میں جن سے یہ دوستی کر رہے ہیں) ظہور فرماوے (جس میں مسلمانوں کی کوشش کا بھی دخل ہوگا) یا کسی اور بات کا خاص اپنی طرف سے (ظہور فرماوے یعنی ان کے نفاق کا علی التعیین بذریعہ وحی کے عام اظہار فرماویں جس میں مسلمانوں کی تدبیر کا اصلاً دخل نہیں مطلب یہ کہ مسلمانوں کی فتح اور ان کی پردہ دری دونوں امر قریب ہونے والے ہیں) پھر (اس وقت) اپنے (سابق) پوشیدہ دِلی خیالات پر نادم ہوں گے (کہ ہم کیا سمجھتے تھے کہ کفار غالب آ دیں گے اور یہ کیا برعکس ہوگیا ایک ندامت تو اپنے خیال کی غلطی پر کہ امر طبعی ہے دوسری ندامت اپنے نفاق پر جس کی بدولت آج رسوا ہوئے مَآ اَسَرُّوْا میں یہ دونوں داخل ہیں اور یہ تیسری ندامت کفار کے ساتھ دوستی کرنے پر کہ رائیگاں ہی گئی اور مسلمانوں سے بھی برے بنے چونکہ یہ دوستی مَآ اَسَرُّوْا پر مبنی تھی لہٰذا ان دو ندامتوں کے ذکر سے یہ تیسری بلا ذکر صریح خود مفہوم ہوگئی) اور (جب اس زمانہ فتح میں ان لوگوں کا نفاق بھی کھل جاویگا تو آپس میں) مسلمان لوگ (تعجب سے) کہیں گے ارے کیا یہ وہی لوگ ہیں کہ بڑے مبالغہ سے (ہمارے سامنے) قسمیں کھایا کرتے تھے کہ ہم (دِل سے) تمہارے ساتھ ہیں (یہ تو کچھ اور ہی ثابت ہوا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) ان لوگوں کی ساری کارروائیاں (کہ دونوں فریق سے بھلا رہنا چاہتے تھے سب) غارت گئیں جس سے (دونوں طرف سے) ناکام رہے (کیونکہ کفار تو خود مغلوب ہوگئے ان کا ساتھ دینا محض بیکار ہے اور مسلمانوں کے سامنے قلعی کھل گئی ان سے اب بھلا بننا دشوار وہی مثل ہوگئی از یں سو راندہ و از اں سو ماندہ)۔ **ف**: چنانچہ یہ پیشینگوئی صادق ہوئی ان منافقوں کی زیادہ دوستی مدینہ کے یہود اور مکہ کے مشرکین سے تھی کہ مکہ فتح ہوگیا اور یہود خستہ وخراب ہوئے جس کا ذکر کئی بار آ چکا ہے اور قرائن اور واقعات سے تو اکثر اوقات منافقین کا نفاق کھلتا رہتا تھا مگر عموم فتوحات کے بعد تصریحاً تعیناً معلوم کرا دیا گیا اور یہ جو فرمایا کہ یہ نادم ہونگے اگر کسی کو شبہ ہو کہ ندامت تو توبہ ہے تو اس سے تو ان کا تائب ہونا لازم آتا ہے اور اس کے بعد متصل ہی ان کے حبط اعمال اور خسران کے ذکر سے ان پر ملامت مفہوم ہوتی ہے اور تائب پر ملامت نہیں ہوتی اس سے لازم آتا ہے کہ وہ تائب نہیں قرار دیئے گئے۔ جواب یہ ہے کہ ہر ندامت توبہ نہیں بلکہ وہ ندامت جس کے ساتھ معذرت اور اعتراف اپنی خطا کا اور کوشش تلافی وتدارک کی بھی ہو ان لوگوں نے ایسا نہیں کیا ورنہ دِل سے مسلمان ہو جاتے اس لئے شرعاً تائب نہیں ہوئے۔ **ربط**: اوپر کفار کے ساتھ دوستی کرنے سے خود دوستی کرنے والوں کے ضرر کا بیان تھا آگے مرتدین کے ذکر سے اس دوستی مذکور کا اسلام کو ضرر نہ پہنچنا مبالغہ کے ساتھ مذکور ہے کہ جب ارتداد سے جو کہ بالکل کافر ہی بن جانا ہے اسلام کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا تو کفار کے ساتھ کسی کے دوستی کرنے سے تو اسلام کا کیا ضرر ہوگا خود دوستی کرنے والے ہی کا ضرر ہے)۔

عدم تضررِ اسلام از مرتدین: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ (الی قولہ تعالی) وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ اے ایمان والو! (یعنی جو لوگ وقت نزول اس آیت کے ایمان والے ہیں) جو شخص تم میں سے اپنے (اس) دین سے پھر جاوے تو (اسلام کا کوئی نقصان نہیں کیونکہ اسلامی خدمات انجام دینے کے لئے) اللہ تعالیٰ بہت جلد (ان کی جگہ) ایسی قوم کو پیدا کر دے گا جن سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی اور ان کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی مہربان ہونگے وہ مسلمانوں پر تیز ہونگے کافروں پر (کہ ان سے) جہاد کرتے ہونگے اللہ کی راہ میں اور (دین اور جہاد کے مقدمہ میں) وہ لوگ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کرینگے (جیسا منافقین کا حال ہے کہ دبے دبائے جہاد میں جاتے تھے مگر اندیشہ لگا رہتا تھا کہ کفار جن سے دِل میں دوستی ہے ملامت کرینگے یا اتفاق سے جن کے مقابلہ میں جہاد ہے وہی اپنے دوست یا عزیز ہوں تو سب دیکھتے سنتے طعن کریں گے کہ ایسوں کو مارنے گئے تھے) یہ (صفاتِ مذکورہ) اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہیں عطا فرماویں اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے ہیں (کہ اگر چاہیں سب کو یہ صفات دے سکتے ہیں لیکن) بڑے علم والے (بھی) ہیں (ان کے علم میں جس کو دینا مصلحت ہوتا ہے اس کو دیتے ہیں)۔ **ف**: چنانچہ بعضے لوگ مرتد ہوگئے تھے لیکن خدا تعالیٰ نے اپنی پیشینگوئی کے موافق مؤمنین مخلصین کے ہاتھوں عہد صدیقی میں ان کا استیصال فرما دیا بعض نے توبہ کر لی تھی بہرحال اسلام کو کوئی ضعف یا ضرر نہیں پہنچا اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ ارتداد سے اسلام کو ضرر نہ پہنچنے کی جو علت بیان کی گئی ہے وہ اس صورت میں جاری نہیں ہوتی جب خدانخواستہ سب مرتد ہو جاویں تو یہ حکم عام نہ رہا۔ جواب یہ ہے کہ اوّل تو دوسرے نصوص سے معلوم ہوا کہ یہ تقدیر ممتنع ہے دوسرے اگر اس سے قطع نظر کی جاوے تو مقصود اصلی اسلام کو حقیقی ضرر نہ پہنچنا ہے اور جو علت مذکور ہے وہ محض اس کا ایک طریق ہے اور حقیقی ضرر نہ پہنچنا دونوں صورتوں میں امر مشترک ہے کیونکہ اسلام کی مثال فن طب کی سی ہے اگر تمام مریض متفق ہو کر دوا چھوڑ دیں تو دوا کا یا فن طب کا کیا ضرر ہے دوا اور طلب کا جو کمال ہے کہ جو شخص اس کو استعمال کرے اس کو شفا اور نفع ہو یہ کمال اس کا اب بھی باقی ہے اسی طرح اسلام کا کمال فی نفسہ یہ ہے کہ جو اس پر عمل کرے اس کو نجات ہو پس بعض کے یا کل کے چھوڑ دینے سے خود اسی تارک کی نجات میں خلل پڑے گا اسلام کا کیا بگڑا۔ **ربط**: اوپر کفار سے دوستی کرنے کی ممانعت

پھر ذکر مرتدین سے اس کی تاکید ارشاد فرمائی تھی آگے اللہ و رسول و مؤمنین سے دوستی کا علاقہ رکھنے کا حکم اور اس کی فضیلت و برکت فرماتے ہیں۔

اَمر بولایت اللہ و رسول و مؤمنین: اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ (الی قولہ تعالی) وَهُمْ رٰكِعُوْنَ تمہارے دوست تو (جن[1] سے تم کو دوستی رکھنا چاہیے) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) اور ایماندار لوگ ہیں جو کہ اس[2] حالت سے نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں کہ ان (کے دلوں) میں خشوع ہوتا ہے (یعنی عقائد اخلاق و اعمالِ بدنی و مالی سب کے جامع ہیں) وَمَنْ يَّتَوَلَّ (الی قولہ) هُمُ الْغٰلِبُوْنَ اور جو شخص (موافق مضمون مذکور) اللہ سے دوستی رکھے گا اور اس کے رسول سے اور ایماندار لوگوں سے سو (وہ اللہ کے گروہ میں داخل ہو گیا اور) اللہ کا گروہ بے شک غالب ہے (اور کفار مغلوب ہیں اور غالب کو مغلوب سے سازگاری اور دوستی کی فکر کرنا محض نازیبا ہے)۔ **ف**: اگر کسی کو شبہ ہو کہ ہم تو بعض اوقات مسلمانوں کو جو کہ حزب اللہ ہیں کفار سے مغلوب پاتے ہیں جواب یہ ہے کہ مدار اس حکم کا اللہ اور رسول اور مؤمنین کاملین کے ساتھ تعلق ولایت کا ہے سو اگر کہیں اسی میں کمی ہو مثلاً اللہ و رسول کی کوئی معصیت سرزد ہوئی یا امام کی مخالفت کی ہو اور اکثر یہی ہوتا ہے وہ صورت تو مقصود بالحکم ہی نہیں اس لئے اس میں تو شبہ ہی کی گنجائش نہیں اور جہاں یہ بات نہ ہو اس کا جواب احقر کی تقریر ترجمہ سے ظاہر ہے یعنی بعنوان دیگر یہ لوگ واقع میں ارفع اور کفار واقع میں ادون ہیں گو کسی وقت مثلاً دُنیا میں وہ بھی کسی خاص وقت تک ارفعیت کے آثار کسی خاص وجہ سے مثل حکمت ابتلاء وغیرہ کے ظاہر نہ ہوں لیکن ارفعیت باقی ہے اور اس کے آثار دوسرے وقت پر جو کہ ان کے ظہور کا اصلی و مقدر وقت ہے یعنی آخرت میں اور بعد چندے دنیا میں بھی ظاہر ہوں گے جیسے کوئی ذلیل رہزن کسی بڑے حاکم افسر کو کہیں سفر کی حالت میں لوٹ مار کرنے لگے مگر وہ اپنی خداداد عالی دماغی کی وجہ سے ہرگز اس ذلیل رہزن کی خوشامد نہ کرے گا حتیٰ کہ جب وہ افسر اپنے خاص دارالحکومت میں پہنچے گا اس رہزن کو گرفتار کر کے سزا دے گا پس اس عارضی غلبہ سے نہ اُس رہزن کو حاکم کہہ سکتے ہیں اور نہ اُس افسر کو محکوم بلکہ اصلی حالت کے اعتبار سے وہ رہزن اس غلبہ میں بھی محکوم ہے اور افسر اس مغلوبیت میں بھی حاکم ہے اسی معنی کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک مختصر اور سلیس عنوان سے تعبیر فرمایا ہے: **ان لم ينصروا في الدنيا ينصروا في الأخرة كما في حاشية البيضاوي عن جامع البيان في سورة الصٰفٰت قوله تعالىٰ انهم لهم المنصورون** اور تقریر پر ان آیات میں بھی شبہ نہیں رہا جن میں تصریح ہے غلبہ فی الدنیا کی جیسے اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ [المؤمن: ۵۱] کیونکہ بالمعنی المذکور دنیا میں ہمیشہ غلبہ حاصل ہے گو اس کا خاص وقت تک ظہور نہ ہو پھر باعتبار مجموع قوم کے تو دنیا میں بھی انجام کار ظہور ہوتا ہے اور ہر فرد کے اعتبار سے آخرت میں ہو گا جیسے کوئی یوں کہے کہ تحصیلدار سفر میں بھی تحصیلدار ہے معزول نہیں گو بعضے آثار خاص یعنی غلبہ بالا بدان نمایاں نہ ہوں اسی کو دوسرے عنوان سے علماء نے تعبیر کیا ہے **بالحجة و العواقب** جیسا تحصیلدار قانونی حجت سے حاکم ہی ہے اور عارضی حالتوں کے بعد وہ آثار اخیر میں ظاہر ہوتے ہیں اور دوسری قومیں چونکہ دلیل سے باطل پر ہیں وہ اس تقریر سے متنفع نہیں ہو سکتے یا یوں کہا جاوے کہ مقصود اس عادت کا بیان کرنا ہے اور عادت میں اکثریت کافی ہے اور اس کا انکار نہیں ہو سکتا۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: فَسَوْفَ ...... اس میں اہل اللہ کے طریق کی تصریح ہے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ وَيُؤْتُوْنَ الخ اس سے یہ امر بھی ماخوذ ہو سکتا ہے کہ اگر عین ذکر میں کسی ایسے شغل کا ہجوم و تقاضا ہو کہ اگر اس سے فارغ نہ ہو تو اس کا قلب مشغول رہے تو اسے جلدی فارغ ہو جانا مستحسن ہے اور اہل طریق کے نزدیک یہ معروف ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: [1] **قوله في بعضهم** یعنی یہودی یہودی الخ **فلا ينافي الآيات التي يفهم منها التعادي بين الفريقين ولما اريد بالموالاة التناسب لاينافي الآيات الدالة على تعادي اليهود فيما بينهم و كذا النصارىٰ فيهما بينهم و بهذه الارادة اتضح معنى فانه منهم ولا يلزم كفر المسلم و هذا التفسير من المواهب الخاصة وله الحمد ولا فخر ۱۲۔** [2] **قوله في لا يهدي** سمجھ **فالهداية بمعنى الايصال الى المطلوب و بقوله فيما بعد** سمجھ میں نہیں آتی **اشار الى ان محط الفائدة نفي هدايتهم لا اسناد هذا النفي الى الله تعالىٰ فلا مس ههنا المسئلة القدر ۱۲۔** [3] **قوله في فترى** اسی لئے **فالفاء للترتيب على عدم الهداية ۱۲۔** [4] **قوله هناك۔** اے دیکھنے والے **اشار به الى كون الخطاب لغير معين ۱۲۔** [5] **قوله في يسارعون** گھستے **اشارة الى تضمين معنى يسارعون الدخول كذا في الروح ۱۲۔** [6] **قوله في يقولون۔** دِل سے تمہارے ساتھ **دل عليه قوله فيما سيأتي انهم لمعكم وهو مذكور ايضا في الآيات الاخر كقوله تعالىٰ في النساء الم تكن معكم و قوله تعالىٰ في العنكبوت انا كنا معكم ۱۲۔** [7] **قوله في توضيح نخشىٰ** ظاہراً **الى قوله** لیکن دل میں **دل عليه مجموع نفاقهم واسرارهم المدلول بقوله على ما اسروا لانهم لو لم يظهروا ذلك لظهر نفاقهم ولو لم يبطنوا هذا لما ندموا ولما وقع عليهم كثير ملامة و هذا جمع كما ذهب اليه صاحب الروح بين تفسير مجاهد و قتادة والسدي بغلبة الكفار و تفسير الكلبي بالجدب ۱۲۔**
[8] **قوله في عسىٰ** اُمید یعنی وعدہ **ماخذه الروح حيث قال فان عسى منه عزوجل وعد محتوم لان الكريم اذا اطمع اطعم فما ظنك باكرم**

الاکرمین ۱۲۔ ۹؎ قوله في الفتح كامل ليدخل فيه جميع الاقوال في الفتح و تخصيصي باليهود والمشركين لما ان موالاتهم اكثر ما كانت مع هؤلاء ۱۲۔ ۱۰؎ قوله هناك کوشش دل عليه مقابلة قوله اوامر من عنده ۱۲۔ ۱۱؎ قوله في امر من عنده۔ عام اظہار اورده في الروح عن الحسن والزجاج و في الكبير و يدل على هذا الظهور تعيينا قوله تعالٰى في سورة محمد ولو نشاء لاريناكهم فلعرفتهم بسيماهم ولتعرفنهم في لحن القول فانها مدنية على الراجح كما في الاتقان و نقل في الكمالين عن انس قال ما خفي على رسول الله ﷺ بعد نزول الآية شئی من المنافقين كان يعرفهم بسيماهم ۱۲۔ ۱۲؎ قوله هناك دونوں امر قریب او لمانعة الخلو يدل عليه وقوع كلا الامرين وروايانا لفتح شهيرة واورده في الحقاني لوم المسلمين للمنافقين بعد غزوة الاحزاب والله اعلم ماذا سنده ولكن قوله تعالٰى ام حسب الذين في قلوبهم مرض ان لن يخرج الله اضغانهم كالصريح في وقوع ابراز نفاقهم بعد نزوله ولعل التعبير باد مراعاة لعسى فان كليهما فيه ابهام والنكتة في الابهام ان احتمال الفتح او امر من الله كان للامتناع عن افعالهم الشنيعة۔ ۱۳؎ قوله في توضيح نٰدمين چونکہ یہ دوستی الخ اشارة الى نكتة تخصيص الندامة على ما اسروا والمقام مقتض ايضا لذكر الندامة على ما اظهروا من الموالاة ۱۲۔ ۱۴؎ قوله في جهد مبالغہ لان الجهد هو المبالغة ۱۲۔ ۱۵؎ قوله قبل حبطت اللہ تعالٰی فرماتے ہیں هو احد القولين المفسرين والآخر انه تتمة لقول المؤمنين لكن ما اخترته هو اظهر ۱۲۔ ۱۶؎ قوله في فاصبحوا جس سے اشارة الى كون الفاء للترتيب ۱۲۔ ۱۷؎ قوله في آمنوا وقت نزول فلا يتوهم التنافي بين الايمان والارتداد ۱۲۔ ۱۸؎ قوله في يأتي ان کی جگہ اشارة الى العائد في الخبر الى المبتدأ ۱۲۔ ۱۹؎ قوله في اذلة مہربان اشارة الى ان تعدية اذلة بعلى لتضمنه معنى العطف والحنو ۱۲۔ ۲۰؎ قوله في لا يخافون جیسا منافقین اشارة الى ان في الكلام تعريضًا بالمنافقين المذكورين سابقًا ۱۲۔ ۲۱؎ قوله في ف دوسرے نصوص كقوله تعالٰى ليظهره على الدين كله و قوله عليه السلام لا يزال طائفة من امتي الحديث ۱۲۔ ۲۲؎ قوله في وليكم جن سے تم کو دوستی اشارة ان الولي معناه من يجب لوليه واللفظ اخبار و معناه انشاء قرينة من يتول الله ۱۲۔ ۲۳؎ قوله في وهم راكعون اس حالت سے الى خشوع اشارة الى امرين احدهما كونه حالا من الجملتين والثاني كون الركوع بمعنى الخشوع كما في قول الشاعر لاتهين الفقير علك ان تركع يوما الدهر قد رفعه و يدخل فيه الركوع الشرعي دخولا اوليا فلا تنافي بين التفسير و بعض اسباب النزول ۱۲۔

الروایات : في الروح اخرج الحاكم و ابن مردويه و غيرهما عن ابن عباس قال اقبل ابن سلام و نفر من قومه آمنوا بالنبي ﷺ فقالوا يا رسول الله ﷺ ان قومنا لما رأونا آمنا فضونا و آلوا ان لا يجالسونا الى قوله النبي ﷺ انما وليكم الله وقد سبق عن اللباب في تمهيد قوله تعالٰى اول الركوع يا ايها الذين آمنوا لا تتخذوا الخ قصة عبادة بن الصامت و براء ته من موالاة حلفائه الى الله و رسوله و يفهم منها ان هذا مدح له ولا مثاله فافهم ولا يعارض كونها في عليٌّ كما في اللباب فان اولها في عبادة وامثاله وآخرها في عليٌّ۔

الکلام : استدل الشيعة بالآية باعتبار بعض اسباب النزول على الولاية العامة متصلا برسول الله صلى الله عليه وسلم والجواب ظاهر فان الولاية ههنا المحبة بقرينة السياق والسباق لا الولاية بالتصرف ولو سلم فلا دليل على العموم ولو سلم فلا دليل على الاتصال و بسط القول فيه في الروح ۱۲۔

اختلاف القراءۃ : في البيضاوي و يقول الذين بالرفع قراء ة عاصم و حمزة والكسائي على انه كلام مبتدأ و يؤيده قراءةً ابن كثير ونافع بن عامر مرفوعه بغير واو على انه جواب قائل يقول فما ذا يقول المؤمنون و بالنصب قراءةً ابي عمرو و يعقوب عطفا على ان يأتي باعتبار المعنى وكانه قال عسى ان يأتي الله بالفتح و يقول الذين آمنوا اه في الحاشية لاباعتبار اللفظ لانه لا ضمير في قوله و يقول الى الله تعالٰى ۱۲۔

اللغات : الدائرة في الروح عن القاموس نوائب الزمان بملاحظة احاطتها وهي من الصفات الغالبة التي لا يذكر موصوفها كان في الاصل داورة ۱۲۔

النحو : جهد ايمانهم في البيضاوي اغلظها وهو في الاصل مصدر و نصبه على الحال على تقدير واقسموا بالله يجتهدون جهد ايمانهم فخذف الفعل واقيم المصدر مقامه و لذلك ساغ كونها معرفة او على المصدر لانه بمعنى اقسموا ۱۲۔

البلاغۃ : ترك العطف بين اذلة واعزة للايذان يكون كل من الوصفين مستقلا بالتمدح به ۱۲۔ قوله لومة لائم التاء للوحدة في

الاصل لکنها لیست بمرادة والالفات البلاغة لانه یوهم انهم لا یخافون لومة واحدة والحال ان القصد انتفاء خوفهم من مطلق اللوم فعلم ان المراد هو الجنس لکن الاتیان بالتاء للاشارة الی ان جنس اللوم عندهم بمنزلة لومة واحدة والقرینة علی هذا التجوز کون المقام للمدح ۱۴۔ قوله انما ولیکم الخ فی الروح کانه قیل لا تتخذوا اولئك اولیاء لان بعضهم اولیاء بعض ولیسو باولیاء کم انما ولیکم الله الخ وافرد الولی مع تعدده لیفیدان الولایة لله تعالی بالاصالة ولمن بعده بالتبع۔

وَمَنْ يَتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۵۶﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۵۹﴾ قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿۶۰﴾

ع ۸/۱۲

اور جو شخص اللہ سے دوستی رکھے گا اور اس کے رسول سے اور ایماندار لوگوں سے سو اللہ کا گروہ بلا شک غالب ہے۔ اے ایمان والو جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب مل چکی ہے جو ایسے ہیں کہ انہوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے ان کو اور دوسرے کفار کو دوست مت بناؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اگر تم ایماندار ہو اور جب تم نماز کے لئے اعلان کرتے ہو تو وہ لوگ اسکے ساتھ ہنسی اور کھیل کرتے ہیں یہ اس سبب سے ہے کہ وہ لوگ ایسے ہیں کہ بالکل عقل نہیں رکھتے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب تم ہم میں کونسی بات معیوب پاتے ہو بجز اسکے کہ ہم ایمان لائے ہیں اللہ پر اور اس کتاب پر جو ہمارے پاس بھیجی گئی ہے باوجود اس کے کہ تم میں اکثر لوگ ایمان سے خارج ہیں۔ آپ کہئے کہ کیا میں تم کو ایسا طریقہ بتلاؤں جو اس سے بھی خدا کے یہاں پاداش ملنے میں زیادہ برا ہو۔ وہ ان اشخاص کا طریقہ ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے دور کر دیا ہو اور ان پر غضب فرمایا ہو اور ان کو بندر اور سؤر بنا دیا ہو اور انہوں نے شیطان کی پرستش کی ہو ایسے اشخاص مکان کے اعتبار سے بھی بہت برے ہیں اور راہ راست سے بھی بہت دور ہیں۔

تفسیر ربط: اوپر یہود و نصاریٰ سے دوستی کی ممانعت اس علت سے تھی کہ تم میں اور ان میں مناسبت نہیں اور اس کے ضمن میں منافقین اور مرتدین کا ذکر آ گیا تھا آگے مضمون مذکور کی ایک خاص علت یعنی استہزاء بالدین جو کہ اس عدم مناسبت کے آثار میں سے ہے اور یہود و نصاریٰ کے مثل دوسرے کفار جیسے مشرکین کے ساتھ دوستی کرنے کی ممانعت بھی بیان فرماتے ہیں پس گویا یہ تتمہ ہے ماقبل کا۔

تتمہ حکم چہاردہم: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ (الی قوله تعالی) ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ۔ اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب (آسمانی یعنی توریت و انجیل) مل چکی ہے (مراد یہود و نصاریٰ) جو ایسے ہیں کہ انہوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے (جو علامت ہے تکذیب کی) ان کو اور (اسی طرح) دوسرے کفار کو (بھی جیسے مشرکین وغیرہ) دوست مت بناؤ (کیونکہ اصل علت کفر و تکذیب تو مشترک ہے) اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اگر تم ایماندار ہو (یعنی ایماندار تو ہو ہی پس جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے اس کو مت کرو) اور (جیسے اصول دین کے ساتھ استہزاء کرتے ہیں اسی طرح فروع کے ساتھ بھی چنانچہ) جب تم نماز کے لئے (اذان کے ذریعہ سے) اعلام کرتے ہو تو وہ لوگ (تمہاری) اس عبادت کے ساتھ (جس میں اذان اور نماز دونوں آ گئیں) ہنسی اور کھیل کرتے ہیں (اور) یہ (حرکت) اس سبب سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ بالکل عقل نہیں رکھتے (ورنہ امر حق کو سمجھتے اور اس کے ساتھ ہنسی نہ کرتے)۔

ف: یہ اشارہ ہے دو قصوں کی طرف ایک یہ کہ جب اذان ہوتی اور مسلمان نماز شروع کرتے تو یہود کہتے یہ کھڑے ہوئے ہیں خدا کرے کبھی کھڑا ہونا نصیب نہ ہو اور جب ان کو رکوع و سجدہ کرتے دیکھتے تو ہنستے اور تمسخر کرتے اخرجه البیهقی فی الدلائل من طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباسؓ۔ دوسرا قصہ یہ کہ مدینہ میں ایک نصرانی تھا جب اذان میں سنتا اشهد ان محمدا رسول الله تو کہتا قد حرق الکاذب یعنی جھوٹا جل جاوے ایک شب ایسا اتفاق ہوا کہ وہ اور اس کے اہل و عیال سب سو رہے تھے کہ کوئی خادم گھر میں آگ لے کر گیا ایک چنگاری گر پڑی وہ اور اس کا گھر اور گھر والے سب جل گئے۔ اخرجه ابن جریر وغیرہ

عن السدی یہ تو الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ کے مصداق تھے اور اَلْكُفَّارَ کے مصداق ایک قصہ ہوا تھا کہ رفاعہ بن زید بن تابوب اور سوید بن الحارث نے منافقانہ اظہارِ اسلام کیا تھا بعضے مسلمان ان سے اختلاط رکھتے تھے اخرجہ ابن اسحٰق و جماعۃ عن ابن عباسؓ ان سب واقعات پر یہ آیتیں نازل ہوئیں والروایات کلھا فی الروح۔ ربط :اوپر کفار اہل کتاب کا اسلامی طریقہ کے ساتھ خاص طور پر استہزاء وتکذیب کرنا مذکور تھا آگے اسلامی طریقہ میں جس پر مؤمنین قائم تھے اوران کے مخترع طریقہ میں موازنہ کرکے تنبیہ فرمانا مقصود ہے کہ استہزاء وتکذیب کے لائق کونسا طریقہ ہے۔

جواب :استہزاء مذکور بہ بیان موازنہ بین الطریقین :قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ (الٰی قولہ تعالٰی) وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ۔ آپ (ان سے) کہیے کہ اے اہل کتاب تم (دین کے باب میں) ہم میں کونسی بات معیوب پاتے ہو (جس پر ہنسی کرتے ہو) بجز اس کہ ہم ایمان لائے ہیں اور اللہ پر اور اس کتاب پر جو ہمارے پاس بھیجی گئی ہے (یعنی قرآن) اور اس کتاب پر (بھی) جو (ہم سے) پہلے بھیجی جا چکی ہے (یعنی تمہاری کتاب توریت وانجیل) باوجود اس کے کہ تم میں اکثر لوگ (ان کتب مذکورہ پر دائرہ) ایمان سے خارج ہیں (نہ قرآن پر تمہارا ایمان ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور نہ توریت وانجیل پر کیونکہ ان میں خود تصدیق ہے قرآن کی پس قرآن کی تکذیب ان کے اس جزو کی تکذیب ہے اور جزو کی اور کُل کی تکذیب برابر ہے مطلب یہ کہ باوجود تمہارے کسی کتاب پر ایمان نہ رکھنے کے ہم جو سب کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں جو کہ واقع میں ہماری خوبی اور تمہارا عیب ہے کیا اپنے عیب کو خوبی اور ہماری خوبی کو عیب سمجھتے ہو اور اے محمد ﷺ) آپ (ان سے) کہیے کہ (اگر اس پر بھی ہمارے طریقہ کو برا سمجھتے ہو تو آؤ) کیا میں (موازنہ کے لئے) تم کو ایسا طریقہ بتلاؤں جو (ہمارے) اس (طریقہ) سے بھی (جس کو تم برا سمجھ رہے ہو) خدا کے یہاں پاداش ملنے میں زیادہ برا ہو وہ ان اشخاص کا طریقہ ہے جن کو (اس طریقہ کی بدولت) اللہ تعالٰی نے (اپنی رحمت سے) دُور کر دیا ہو اور ان پر غضب فرمایا ہو ان کو بندر اور سور بنا دیا ہو اور انہوں نے شیطان کی پرستش کی ہو (اب دیکھ لو کہ کون سا طریقہ برا ہے آیا وہ طریقہ جس میں غیر اللہ کی عبادت ہو اور اُس پر یہ وبال نازل ہوں یا وہ طریقہ جو سر تا سر توحید اور نبوۃ انبیاء ﷺ کی تصدیق ہو یقیناً موازنہ کا نتیجہ یہی ہے کہ) ایسے اشخاص (جن کا طریقہ ابھی مذکور ہوا آخرت میں) مکان کے اعتبار سے بھی (جو ان کو پاداش میں ملے گا) بہت برے ہیں (کیونکہ یہ مکان دوزخ ہے) اور (دنیا میں) راہِ راست (توحید وتصدیق رسالت) سے بہت دور ہیں (پس ایسے اشخاص کا طریقہ جو کہ سبب ہے جہنم میں جانے اور دوری از حق کا لامحالہ بہت برا ہوا اور تم بھی اسی طریقہ پر ہو پھر کیا منہ لے کر ہنستے ہو)۔ف :یہ حالتیں یہود ونصاریٰ میں پائی جاتی تھیں چنانچہ گوسالہ پرستی کا وقوع یہود میں اور اتخاذِ احبار ورہبان ومسیح کا وقوع جو کہ شرک بامر شیطانی ہے نصاریٰ میں اور امت موسویہ میں اصحابِ سبت کا بندر ہو جانا اور امت عیسویہ میں اہل[2] مائدہ کا کفرانِ مائدہ سے بندر اور خنزیر ہو جانا اور نقض میثاق وتکذیب نبوات سے ملعون ومغضوب ہونا مشہور آیات واحادیث میں جا بجا مذکور ہے اور یہ جو فرمایا کہ تم میں اکثر لوگ ایمان سے خارج ہیں اکثر اس لئے فرمایا کہ بعض بعض ہر زمانہ میں ایمان کے ساتھ متصف رہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالٰی :فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ۔ اگر اس غلبہ کی تفسیر قوت قلب سے کی جاوے تو فہم میں اسہل ہو جاوے اور اہل اللہ پر خواہ اسباب مغلوبیت کا ظاہراً کتنا ہی ہجوم ہو مگر بوجہ توکل اور تعلق مع اللہ کے ان کو ضعف واستکانت نہیں ہوتا قولہ تعالٰی :لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ الخ اس میں ایسے شخص سے علیحدگی رکھنے پر دلالت ہے جو اہل اللہ کے اور ان کے طریق کے ساتھ تمسخر کرے ۱۲۔قولہ تعالٰی مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ الخ اس میں دلالت ہے کہ جب مصلحت دینیہ ہو تو مخالف کی ذم کو خوب ظاہر کر دے اور یہ صبر وحلم کے منافی نہیں ۱۲۔

الحواشی : (۱)قولہ اظہر خبر لقولہ استہزائھم ۱۲۔(۲)فی اہل مائدہ کا کما رواہ الترمذی ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ : ۱ قولہ فی من الذین اوتوا جوایسے ہیں لم یزد قبلہ ان میں سے اشارۃ الی ان من للتبیین لا للتبعیض لانھم کلھم کانوا کذلک کما اشار الیہ بقولہ جو علامت ہے تکذیب کی و قولہ کیونکہ اصل علت الخ فافھم فلا ساغ لمن یقول ان حرمۃ التولی مخصوصۃ بالمستھزئین ویجوز مع غیرھم فافھم ۱۲۔ ۲ قولہ فی الکفار مشرکین وغیرہ دخل فی الغیر المنافقون المذکورون فی الروایۃ الثالثۃ فی المتن واستھزائھم صریحًا ومنہ اظھار الاسلام وابطان الکفر کما نقل عنھم قالوا انا معکم انما نحن مستھزؤن و بمعنی الکتذیب ظھر[1] من ان یخفی ۱۲۔ ۳ قولہ فی اتخذوھا عبادت اشارۃ الی ان المرجع المناداۃ والصلوٰۃ کلاھما کما یشھد بہ الروایات المذکورۃ فی المتن ووعدۃ الضمیر بتاویل العبادت ۱۲۔ ۴ قولہ فی التمھید خاص طور پر لان مطلق الاستھزاء والتکذیب کان عاما لجمیع الکفار ۱۲۔ ۵ قولہ فی تنقمون دین کے باب میں لان الکلام فیہ ولم یقصد الی تزکیۃ انفسھم مطلقًا ۱۲۔ ۶ قولہ فی وان اکثرکم باوجود اس کے اختار من وجوہ الترکیب فیہ ما فی الروح قیل ھو مبتدأ خبر محذوف والجملۃ حالیۃ اخترتہ لسھولۃ المعنی علیہ ولتائیدہ بقراءۃ نعیم بن میسرۃ وان اکثرکم بکسر الھمزۃ ۱۲۔ ۷ قولہ فی شر من ذٰلک جس کو تم برا سمجھ رہے ہو اخذتہ مما فی الروح والاشارۃ الی الذین

المنقوم لهم واعتبرت الشرية بالنسبة اليه مع انه خير محض منزه عن شائبة الشرية بالكلية مجاراة معهم على زعمهم الباطل ۱۲۔ ۸ قوله فى من لعنه ان اشخاص کا طریقہ لما فى الروح اى دين من لعنه ۱۲۔ ۹ قوله فى شرمكانا بہت برے ہیں بہت دور ہیں اشارة الى توجيه آخر فى شر هو ان المقصود من صيغتى التفضيل الزيادة مطلقا من غير نظر الى مشاركة غير فى ذلك و تفسير المكان بجهنم من الروح ۱۲۔ ۱۰ قوله فى توضيح اولئك ایسے اشخاص کا طریقہ الخ زادوه لان المقام لبيان شرية الطريق لا اهل الطريق لكنه اتى بطريق البرهان والاستدلال من الملزوم على اللازم ماخذه الروح حيث قال فاذا كانوا اضل كان دينهم ضلالا مبنيا لاغاية ورائه ۱۲۔ ۱۱ قوله فى ف بامر شیطانی فالعبادة كما فى الروح مجاز عن الاطاعة ۱۲۔

الرِّوَايَات: فى اللباب روى ابو الشيخ و ابن حبان عن ابن عباس قال كان رفاعة بن زيد بن التابوت و سويد بن الحرث قد اظهرا الاسلام و نافقا و كان رجل من المسلمين يوادهما فانزل الله يايها الذين آمنوا لا تتخذوا الذين اتخذوا دينكم الى قوله بما كانوا يكتمون و به قال اتى النبى ﷺ نفر من يهود فيهم ابو ياسر بن اخطب و نافع بن ابى نافع و غازى بن عمرو فسالوه عمن يؤمن به من الرسل قال او من بالله وما انزل الى ابراهيم و اسمٰعيل واسحٰق و يعقوب والاسباط وما اوتى موسٰى و عيسٰى وما اوتى النبيون من ربهم لا نفرق بين احد منهم و نحن له مسلمون فلما ذكر عيسى اجحدوا نبوته و قالوا لا نؤمن بعيسى ولا بمن آمن به فانزل الله فيهم قل يا اهل الكتٰب هل تنقمون من الآية وفى الروح عن الطبرانى قالوا لا نعلم ديناشرا من دينكم فانزل الله تعالٰى الآية اه قلت وما ذكرت من تقرير الربط مبنى على الرواية الاولى الدالة على كون هذه الآيات مع السابقة عليها منزلة فى وقت واحد ويمكن ان تكون القصة الثانية قد وقعت ايضا ثم نزلت الآيات بعد الاسباب جميعا فافهم وبالرواية الثانية اتضح استحسان لفظا الشرفى فى قوله انبئكم بشر من ذلك ۱۲۔

اِخْتِلَافُ الْقِرَاءَة: قرأ الكسائى والكفار بالجر عطفا على الموصول الاخير فهم ايضا من جملة المستهزئين واما على قراءة النصب فلم يصرح بكونهم مستهزئين ههنا كما صرح به فى قوله تعالٰى كفيناك المستهزئين وغيره لنكتة وهى ان غير اهل الكتاب لا يستبعد منهم الاستهزاء لكن عجيب كل العجب من اهل العلم ۱۲۔ قرأ حمزة عبد بفتح العين وضم الباء و فتح الدال و خفض الطاغوت على ان عبد واحد مراد به الجنس والنصب بالعطف على القردة والخنازير ۱۲۔

اللُّغَات: قوله هل تنقمون هل تنكرون و تعيبون منا وهو من نقم منه كذا اذا نكره و كرهه من حد ضرب كذا فى الروح ۱۲۔

النَّحْو: قوله عبد الطاغوت معطوف على لعنه اے ومن عبد الخ ۱۲۔ قوله الا ان والمستثنٰى منه محذوف اى شيئا كما فى الروح ۱۲۔

البَلَاغَة: قوله الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا فى الروح رتب سبحانه النهى على وصف يعمهما وغيرهما تعميما للحكم و تنبيها على العلة وايذانا بان من هذا شانه جدير بالمعادات فكيف بالموالاة ۱۲۔ قوله وَالْكُفَّارَ اريد به ههنا غير اهل الكتب واخصوا به مع عموم الوصف لاهل الكتب ايضا لتضاعف كفرهم ۱۲۔ قوله اتَّخَذُوْا بين استهزائهم بحكم خاص من الدين بعد استهزائهم بالدين على الاطلاق اظهار الكمال شقاوتهم من الروح ۱۲۔ قوله هزوا ولعبا يفهم من الكبير ان الاستهزاء باعتبار فعلهم الظاهرى واللعب باعتبار اعتقادهم الباطنى حيث يعتقدونه خاليا عن الفائدة ۱۲۔ لعل الترتيب فى اوصافهم من اللعن والغضب وما بعدهما من باب الترقى والتدرج لان الغضب اشد من اللعن والمسخ ابلغ فيه و مؤكد له و عبادة الطاغوت التى هى شرك اشد مما قبله الذى يصح ترتبه احيانا على مطلق المعصية ولا ترتب فى كون الاتخاذ شركا فصح كون الفريقين عابدين للطاغوت فى اشراكهم ۱۲۔

وَإِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ﴿۶۱﴾

وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۲﴾

لَوْلَا يَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا

يَصْنَعُوْنَ ﴿٦٣﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ۭ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاۗءُ ۭ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۭ وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاۗءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٦٤﴾

وقف لازم

اور جب یہ لوگ تم لوگوں کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے حالانکہ وہ کفر ہی کو لے کر آئے تھے اور کفر ہی کو لے کر چلے گئے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں جس کو یہ پوشیدہ رکھتے ہیں اور آپ ان میں بہت آدمی ایسے دیکھتے ہیں کہ دوڑ دوڑ کر گناہ اور ظلم اور حرام مال کھانے پر گر گئے ہیں واقعی یہ اُن کے برے کام ہیں۔ ان کو مشائخ اور علما گناہ کی بات کہنے سے اور حرام مال کھانے سے کیوں منع نہیں کرتے۔ واقعی یہ ان کی عادت بری ہے اور یہود نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بند ہو گیا ہے ان ہی کے ہاتھ بند ہیں اور اپنے کہنے سے یہ رحمت سے دور کر دیئے گئے بلکہ ان کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں جس طرح چاہتے ہیں خرچ کرتے ہیں اور جو مضمون آپ کے پاس آپ کے پروردگار کی طرف سے بھیجا جاتا ہے وہ ان میں سے بہتوں کا سرکشی کے اور کفر کی ترقی کا سبب ہو جاتا ہے اور ہم نے ان میں باہم قیامت تک عداوت اور بغض ڈال دیا ہے۔ جب کبھی لڑائی کی آگ بھڑکانا چاہتے ہیں حق تعالیٰ اس کو فرو کر دیتے ہیں اور ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو محبوب نہیں رکھتے۔

تفسیر ربط: جن سے دوستی کرنے کی اوپر ممانعت فرمائی ان میں بعضے منافق تھے جو اوپر بھی لفظ الکفار میں یا عموم لفظ یہود میں داخل ہو کر مذکور ہیں آگے ان کی ایک خاص حالت بیان فرماتے ہیں۔

بعض حال منافقین: وَاِذَا جَاۗءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا (الی قولہ تعالی) بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ اور جب یہ (منافق) لوگ تم لوگوں کے پاس (یعنی رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں جہاں مسلمانوں کا مجمع ہوتا ہے) آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے حالانکہ وہ (بالکل جھوٹے ہیں کیونکہ وہ) کفر ہی کو لے کر (مجلس میں) آئے تھے اور (اسی طرح) کفر ہی کو لے کر (باہر) چلے اور اللہ تعالیٰ (ان مکاروں کے کذب اور نفاق پر خوب سزا دیں گے کیونکہ وہ) تو خوب جانتے ہیں جس (عقیدہ) کو یہ (اپنے دل میں) پوشیدہ رکھتے ہیں (کہ وہ عقیدہ کفر ہے)۔

ربط: یہود کے کچھ حالات اوپر دوسرے فرق کفار کے ساتھ مذکور ہوئے ہیں کچھ حالت آگے بیان فرماتے ہیں۔

بعضے حالات یہود: وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِي الْاِثْمِ (الی قولہ تعالی) لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٣﴾ اور آپ ان (یہودیوں) میں بہت آدمی ایسے دیکھتے ہیں جو دوڑ دوڑ کر گناہ (یعنی جھوٹ) اور ظلم اور حرام (مال) کھانے پر گرتے ہیں واقعی ان کے یہ کام برے ہیں (یہ تو عوام کا حال تھا آگے خواص کا حال ہے کہ) ان کو مشائخ اور علماء گناہ کی بات کہنے سے (یعنی جھوٹ بولنے سے) اور حرام مال کھانے سے (باوجود علم مسئلہ و اطلاع واقعہ کے) کیوں نہیں منع کرتے واقعی ان کی یہ عادت بری ہے۔

ربط: آگے بھی مثل سابق کے یہود کے بعض حالات خاص مذکور ہیں جس کا قصہ یہ ہوا تھا کہ بعض یہود نے یعنی نباش بن قیس اور فنحاص رئیس یہود قینقاع نے حق تعالیٰ کی جناب میں گستاخانہ الفاظ بخل وغیرہ کے کہے اس پر اگلی آیت نازل ہوئی کذا فی اللباب بروایۃ الطبرانی عن ابن عباسؓ وبروایۃ ابی الشیخ عنہ اور وجہ اس گستاخی کی یہ ہوئی تھی کہ پہلے یہود پر رزق کی فراغت تھی جب حضور ﷺ تشریف لائے اور وہ آپ کے ساتھ عداوت و مخالفت سے پیش آئے تو رزق کی تنگی ہو گئی اس پر بیہودہ باتیں کہنے لگے اوردہ فی المعالم عن ابن عباسؓ وعکرمۃ والضحاک وقتادۃ اور معالم میں وہ قول ان ہی الفاظ سے نقل کیا ہے يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ۭ اور ہر چند کہ کہنے والے دو ہی شخص تھے لیکن چونکہ اور یہود بھی اس سے مانع نہیں ہوئے بلکہ راضی رہے اس لئے اوروں کو بھی اس نسبت میں شریک فرمایا گیا۔

نقل قول یہود و تقبیح شان: وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ۭ (الی قولہ تعالی) وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ اور یہود نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بند ہو گیا ہے (یعنی نعوذ باللہ بخل کرنے لگا ہے درحقیقت) ان ہی کے ہاتھ بند ہیں (یعنی واقع میں خود عیب بخل میں مبتلا ہیں اور خدا پر عیب دھرتے ہیں) اور اپنے اس کہنے سے یہ رحمت (الٰہی) سے دور کر دیئے گئے (جس کا اثر دنیا میں ذلت اور قید اور قتل وغیرہ ہے اور آخرت میں عذاب جہنم اور حاشاؤ کلا کہ خدا تعالیٰ میں اس کا احتمال بھی ہو) بلکہ ان کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں (یعنی بڑے جواد و کریم ہیں لیکن چونکہ حکیم بھی ہیں اس لئے) جس طرح چاہتے ہیں خرچ کرتے ہیں (پس یہود پر جو تنگی ہوئی اس کی علت حکمت ہے کہ ان کے کفر کا وبال ان کو چکھانا اور دکھانا ہے نہ یہ کہ بخل اس کی علت ہو) اور (یہود کے کفر اور سرکشی کی یہ حالت ہے کہ ان کو یہ توفیق نہ ہوگی کہ مثلاً اپنے قول کا بطلان بدلیل سن لیا تو اس سے توبہ کر لیں نہیں بلکہ) جو مضمون آپ کے پاس آپ کے پروردگار کی طرف سے بھیجا جاتا ہے وہ ان میں سے بہتوں کی سرکشی اور کفر کی ترقی کا سبب ہو جاتا ہے (اس طرح سے کہ وہ اس کا بھی انکار کرتے ہیں تو کچھ تو پہلا طغیان اور کفر تھا پھر اور بڑھ

گیا) اور (ان کے کفر سے جوان پر لعنت یعنی رحمت سے دوری واقع کی گئی ہے اس کے آثار دنیویہ میں سے ایک یہ ہے کہ) ہم نے ان میں باہم (دین کے باب میں) قیامت تک عداوت اور بغض ڈال دیا چنانچہ ان میں مختلف فرقے ہیں اور ہر فرقہ دوسرے کا دشمن چنانچہ باہم عداوت وبغض کی وجہ سے جب کبھی (مسلمانوں کے ساتھ) لڑائی کی آگ بھڑکانا چاہتے ہیں (یعنی لڑنے کا ارادہ کرتے ہیں) حق تعالیٰ اس کو فرو کر دیتے ہیں (اور بجھا دیتے ہیں یعنی مرعوب ہو جاتے ہیں یا لڑ کر مغلوب ہو جاتے ہیں یا آپس میں اختلافات کی وجہ سے اتفاق کی نوبت نہیں آتی) اور (جب لڑائی سے رہ جاتے ہیں تو اپنی عداوت دوسری طرح نکالتے ہیں کہ) ملک میں (خفیہ) فساد کرتے پھرتے ہیں (جیسے نومسلموں کو بہکانا لگائی بجھائی کرنا عوام کو توریت کے محرف مضامین سنا کر اسلام سے روکنا) اور اللہ تعالیٰ (چونکہ) فساد کرنے والوں کو محبوب نہیں رکھتے (یعنی مبغوض رکھتے ہیں اس لئے اس فساد کی ان کو خوب سزا ہوگی خواہ دنیا میں بھی ورنہ آخرت میں تو ضرور) **ف**: کفر وطغیان کے جو آثار دنیویہ اس مقام پر بطور واقعات کے مذکور ہیں کہ دنیا میں ذلیل اور خوار اور قتل وقید ہوئے اور ان میں مختلف فرقے ہو گئے اور لڑائی میں ناکام رہے آیت میں نہ ان کے لزوم کا دعویٰ ہے نہ ان کے خصوص کا پس یہ اعراضِ عامہ مفارقہ ہیں پس اگر یہ آثار کبھی مرتب نہ ہوں یا غیر کفار میں بھی پائے جاویں تو کوئی اشکال لازم نہیں آتا۔ غرض ان اعمال اور آثار میں سبب مسبب کا علاقہ ہے علت ومعلول کا نہیں اور یہود کا یہ قول گو اعتقاد سے نہ ہو جیسا ان کا اہل علم ہونا بظاہر اسی کو مقتضی ہے لیکن کلمۂ کفر پھر بھی کفر ہے اسی لئے لُعِنُوْا کی علت بِمَا قَالُوْا فرمائی گئی بما اعتقدوا نہیں فرمایا اور یہود کا بخل جو اس جگہ مذکور ہے سو یہ بخل تمام عالم میں مشہور ہے اور کثیر اس لئے فرمایا کہ بعضے ان مضامین کو سن کر ڈر جاتے اور ایمان لے آتے تھے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَتَرٰى كَثِيْرًا الخ اثم ایک رذیلہ ہے جو قوتِ نطقیہ سے پیدا ہوتا ہے اور عدوان ایک رذیلہ ہے جو قوتِ غضبیہ سے ناشی ہے اور اکل سحت ایک رذیلہ ہے جو قوت شہویہ پر مرتب ہوتا ہے (تو اس میں دلالت ہے کہ افعال کے مصادر ملکات ہیں) قولہ تعالیٰ: لَوْ لَا يَنْهٰهُمُ الخ روح میں ہے کہ جو فعل محض قصد سے صادر ہو وہ عمل ہے اور جو مزاولت واعتیاد سے صادر ہو وہ صنع ہے تو صنع میں زیادتی ہے عمل سے بس اس میں تنبیہ ہے کہ جو شیخ اور مقتدا باوجود امید اثر کے منع نہ کرے وہ زیادہ بدحال ہے اصل مرتکب سے کیونکہ مرتکب کے لئے داعی شہوت عارضی ہے اور اس شیخ کے لئے حب دنیا ہے جو ملکہ ہو گئی ہے اور حب دنیا شہوت سے اقبح ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قوله في الكفر لے کر اشارة الى ان الباء للملابسة كما في الروح ۱۲۔ ۲؎ قوله في دخلوا مجلس لما في الروح نزلت كما قال السدى وقتادة في ناس من اليهود كانوا يدخلون على رسول الله صلى الله عليه وسلم فيظهرون له الرضا والايمان بما جاء نفاقا فالخطاب له عليه الصلوٰة والسلام مع من عنده من اصحابه رضى الله تعالىٰ عنهم ۱۲۔ ۳؎ قوله في خرجوا اسی طرح قلت وهو محط الفائدة اى لم ينتفعوا بحضورهم ولم يوثر فيهم ما سمعوا منك ۱۲۔ ۴؎ قوله في يسارعون ایسے اشارة الى كونه صفة لكثير او ترى بصرية ۱۲۔ ۵؎ قوله في الاثم یعنی جھوٹ القرينة عليه ما سياتى من قولهم الاثم كذا في الجلالين والكمالين ۱۲۔ ۶؎ قوله في يعملون کام وفي يصنعون عادت ماخذه ما في الروح من ان الصنع بلغ من العمل لانه رسوخ فيه فلذا ترجمت الصنع بالعادة التى هي موضوعة لتكرار المستلزم الرسوخ غالبًا وانما كان عدم النهي اشد من العمل لا باعتبار ذاته بل لان المعصية من الخواص ابعد واعجب خافهم فانه من المواهب ۱۲۔ ۷؎ قوله في ينهاهم باوجود الخ فان الذم يتوقف على هذين ۱۲۔ ۸؎ قوله في التمهيد معالم میں وظاهر القرآن يؤيده وما ذكر في اللباب من قول النباش ان ربك بخيل لعله رواية بالمعنى ويمكن ان يكون الآية رواية بالمعنى والامر فيه هين ۱۲۔ ۹؎ قوله في مغلولة یعنی بخل وقوله في مبسوطتان یعنی جواد اشارة الى ان غل اليد وبسطها كناية عن البخل والجود وقوله بڑے اشارة الى النكتة في التثنية فان اقصى ما تنتهي اليه همم الاسخياء لان يعطوا بكلتا يديهم هذا كله من الروح ۱۲۔ ۱۰؎ قوله في غلت ايديهم بخل میں مبتلا ہیں نقله في الخازن عن الزجاج فهي ح جملة اخبارية ويلزمه كون ما بعده كذلك ۱۲۔ ۱۱؎ قوله قبل بل حاشا وکلا اشارة الى انه عطف على مقدر يقتضيه المقام اى كلا ليس الشان كما زعموا بل الخ ۱۲۔ ۱۲؎ قوله قبل ينفق حکیم هذا القى في روعى اولا ثم رأيته في الروح ولله الحمد۔ ۱۳؎ قوله في يزيدن سبب اشارة الى ان الاسناد الى السبب ۱۲۔ ۱۴؎ قوله في اوقدوا یعنی ارادہ اشارة الى كونه كناية في الروح وقد كانت العرب اذا تواعدت للقتال جعلوا علامتهم ايقاد نار على جبل او ربوة ويسمونها نار الحرب وهي احدى ونير ان مشهورة عندهم ۱۲۔

اللغات: في الروح عن البحر ان هذا التخصيص المدلول بلولا يتضمن التوبيخ ۱۲۔

النحو: في الروح فسادًا اما مفعول له او في موضع المصدر او حال من ضمير يسعون اى يسعون للفساد او سعى فساد او مفسدين ۱۲۔

البلاغۃ : تخصيص هذه الاعمال بالذكر لكون الكذب معصية لسانية والظلم جارحية والاكل مالية فشمل الاقسام كلها ثم عدم ذكر الظلم فى الآية الثانية لعل النكتة فيه ان الظلم لتوقفه على اسباب كثيرة اقل ما يقع بخلاف اخويه فلما لم ينهوا عما يكثر وقوعه فما الذى يقل وقوعه كيف يتوقع منهم ان ينهوا عنه وهذا ايضا من المواهب[۲]۔فى الروح قوله ينفق كيف يشاء ترك سبحانه ذكر ما ينفقه لقصد التعميم[۳]۔

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۶۵﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۶﴾ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۷﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَىْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾

ع ۹ / ۱۳

اور اگر یہ اہل کتاب ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ضرور ان کی تمام برائیاں معاف کر دیتے اور ضرور ان کو چین کے باغوں میں داخل کرتے اور اگر یہ لوگ توراۃ کی اور انجیل کی اور جو کتاب ان کے پروردگار کی طرف سے ان کے پاس بھیجی گئی ہے۔ اس کی پوری پابندی کرتے تو یہ لوگ اوپر سے اور نیچے سے خوب فراغت سے کھاتے۔ ان میں ایک جماعت راہ راست پر چلنے والی ہے اور زیادہ ان میں ایسے ہی ہیں کہ ان کے کردار بہت برے ہیں۔ اے رسول ﷺ جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے آپ سب پہنچا دیجئے اور اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا ایک پیغام بھی نہیں پہنچایا اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا یقیناً اللہ تعالیٰ ان کافر لوگوں کو راہ نہ دیں گے۔ آپ کہئے کہ اے اہل کتاب تم کسی راہ پر نہیں ہو جب تک کہ توراۃ کی اور انجیل کی اور جو کتاب تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے بھیجی گئی ہے اس کی پوری پابندی نہ کرو گے اور ضرور جو مضمون آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے بھیجا جاتا ہے۔ وہ ان میں سے بہتوں کی سرکشی اور کفر کی ترقی کا سبب ہو جاتا ہے تو آپ ان کافر لوگوں پر غم نہ کیا کیجئے ۝

تفسیر ربط : اوپر بعض آیات میں یہود کی اور بعض میں نصاریٰ کی اور بعض میں دونوں کی تقبیح اور ان کے احوال و اقوال کفریہ مذکور ہیں آگے فریقین کو ایمان کے برکاتِ اخرویہ و دنیویہ سنا کر ایمان کی ترغیب دیتے ہیں اور برکاتِ اخرویہ کے ضمن میں ایمان لانے پر ان سب جنایات و کفریات کے عفو کا باجود ان کی غایت قباحت و شناعت کے وعدہ اور برکاتِ دنیویہ کے ضمن میں ان پر تنگی رزق کے جس سے يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ کہنے کی نوبت آئی سبب پر تنبیہ کہ وہ ترک احکامِ الٰہی ہے نیز ارشاد ہے۔

ترغیبِ ایمان اہل کتاب را بہ ذکر برکات اوورداریں: وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا (الى قوله تعالى) وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ اور اگر یہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ جن امور حقہ کے منکر ہیں جیسے رسالتِ محمدیہ و حقیقتِ قرآن ان سب پر) ایمان لے آتے اور (رسول اللہ ﷺ کے واسطہ سے جن امور کا کفر و معصیت ہونا بتلایا گیا ہے ان سب سے) تقویٰ (یعنی پرہیز) اختیار کرتے تو ہم ضرور ان کی تمام (گذشتہ) برائیاں (کفر اور شرک اور معاصی جن میں سب اقوال و احوال آ گئے) معاف کر دیتے اور (معاف کر کے) ضرور ان کو چین (اور آرام) کے باغوں میں (یعنی بہشت میں) داخل کرتے (یہ تو برکات اخرویہ ہوئیں) اور اگر یہ لوگ (ایمان اور تقویٰ مذکور اختیار کرتے جس کو بعنوانِ دیگر یوں کہا جاتا ہے کہ) توریت کی اور انجیل کی اور جو کتاب ان کے پروردگار کی طرف سے (اب) ان کے پاس (بواسطہ رسول اللہ ﷺ کے) بھیجی گئی (یعنی قرآن) اس کی پوری پابندی کرتے (یعنی ان میں جس جس بات پر عمل کرنے کو لکھا ہے سب پر پورا عمل کرتے اس میں تصدیق رسالت بھی آ گئی اور اس سے احکام محرفہ و منسوخہ نکل گئے کیونکہ ان کتب کا مجموعہ ان پر عمل کرنے کو نہیں بتلاتا بلکہ منع کرتا ہے) تو یہ لوگ (بوجہ اس کے کہ) اوپر سے (یعنی آسمان سے پانی برستا) اور نیچے سے (یعنی زمین سے پیداوار ہوتی) خوب فراغت سے کھاتے (برکتتے یہ ایمان کی برکاتِ دنیویہ کا ذکر ہوا لیکن یہ کفر پر مصر رہے اس لئے تنگی میں پکڑے گئے جس پر بعض نے حق تعالیٰ کی شان میں بخل کی نسبت کر کے گستاخی کی مگر پھر بھی سب یہود و نصاریٰ برابر نہیں چنانچہ) ان (ہی) میں ایک جماعت راہ راست پر چلنے والی (بھی) ہے (جیسے یہود میں حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے

ہمراہی اور نصاریٰ میں حضرت نجاشی اور ان کے ہمراہی لیکن ایسے قلیل ہی ہیں) اور (باقی) زیادہ ان میں ایسے ہی ہیں کہ ان کے کردار بہت برے ہیں (کیونکہ کفر و عناد سے بدتر کیا کردار ہوگا)

32
32

ف: یہاں بھی مثل آیت سابقہ کے دنیوی برکات بصورتِ واقعہ بیان کئے گئے ہیں جس کے عموم اشخاص و احوال پر اسی طرح اختصاص بایمان و اعمال پر کوئی دلیل نہیں پس اگر کوئی مسلم تنگی میں ہو یا کوئی کافر وسعت میں ہو کوئی اشکال لازم نہیں جیسا پہلی آیت کے فائدہ کے تحت میں بھی اس کی تقریر آ چکی ہے اور احقر نے اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ الخ کی جو تقریر کی ہے اس سے یہ شبہ کہ اب بھی پوری توریت و انجیل پر عمل کرنا چاہئے دفع ہو گیا اور ان کے بڑھانے کی وجہ باوجود کفایت ذکر قرآن کے یہ ہے کہ اہل کتاب کو یہ بتلانا ہے کہ تکذیب محمدی سے توریت و انجیل پر بھی عمل فوت ہوتا ہے اور تصدیق محمدی عمل بتوریت و انجیل کے خلاف نہیں۔

ربط: اوپر کفار کی مذمت دور سے چلی آ رہی ہے چونکہ کفار کی کثرت تھی جو کہ مشاہدہ ہونے کے علاوہ بعض جگہ قرآن میں بھی منصوص ہے جیسے اَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ۔ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ۔ الخ اور مخالفین کی کثرت میں ان کی مذمت علی الاعلان کرنا اور بالخصوص ان سے مشافہت کرنا جیسا بعض آیات میں لفظ قل کا مدلول ہے بعض اوقات موجب خطر و محتمل ضرر ہو سکتا ہے اس لئے آگے جناب رسول اللہ ﷺ کو امر بالتبلیغ کے ساتھ اس ضرر سے بے خطر کرتے ہیں۔

ازالۂ خوف در تبلیغ: يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ (الی قولہ تعالیٰ) اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ اے رسول (ﷺ) جو جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے آپ (لوگوں کو) سب پہنچا دیجئے اور اگر (بفرض محال) آپ ایسا نہ کریں گے تو (ایسا سمجھا جاوے گا جیسے) آپ نے اللہ تعالیٰ کا ایک پیغام بھی نہیں پہنچایا (کیونکہ یہ مجموعہ فرض ہے تو جیسا کل کے اخفاء سے یہ فرض فوت ہوتا ہے اسی طرح بعض کے اخفاء سے بھی وہ فرض فوت ہوتا ہے) اور (تبلیغ کے باب میں کفار کا کچھ خوف نہ کیجئے کیونکہ) اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے (یعنی اس سے کہ آپ کو مقابل ہو کر قتل و ہلاک کر ڈالیں) محفوظ رکھے گا (اور) یقیناً اللہ تعالیٰ ان کافر لوگوں کو (اس طرح قتل و ہلاک کر ڈالنے کے واسطے آپ تک) راہ نہ دیں گے۔

ف: چنانچہ یہ وعدہ اسی طرح صادق ہوا گو بعض غزوات میں آپ زخمی ہوئے اور یہود نے نامردوں کی طرح آپ کو زہر دیا مگر مجتمع و مقابل ہو کر کوئی قتل و ہلاک نہ کر سکا اور اس پیشینگوئی کا واقع ہونا آپ کا معجزہ دلیل نبوت ہے اور ترمذی میں ہے کہ پہلے حضور ﷺ کا پہرہ دیا جاتا تھا جب یہ آیت نازل ہوئی آپ نے فرمایا سب چلے جاؤ اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت کر لی یہ بھی دلیل نبوت ہے کیونکہ ایسا اعتماد بدون وحی کے نہیں ہو سکتا۔

ربط: آیت مذکورہ سے اوپر اہل کتاب کو اسلام کی ترغیب تھی آگے ان کے طریقہ موجودہ کا جس کے حق ہونے کے وہ مدعی تھے عند اللہ ناکارہ اور نجات میں ناکافی ہونا اور نجات کا اسلام پر موقوف ہونا اور اس کے بعد بھی ان کے اصرار علی الکفر پر رسول اللہ ﷺ کے لئے تسلی کا مضمون ارشاد فرماتے ہیں اور درمیان میں ایک خاص مناسبت و ضرورت سے تبلیغ کا مضمون آ گیا تھا۔

نامقبول بودن طریقۂ موجودہ اہل کتاب و تسلیہ رسول اللہ ﷺ: قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ (الی قولہ تعالیٰ) فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ آپ (ان یہود و نصاریٰ سے) کہئے کہ اے اہل کتاب تم کسی راہ پر بھی نہیں (کیونکہ غیر مقبول راہ پر ہونا مثل بے راہی کے ہے) جب تک کہ توریت کی اور انجیل کی اور جو کتاب (اب) تمہارے پاس (بواسطۂ رسول ﷺ کے) تمہارے رب کی طرف سے بھیجی گئی ہے (یعنی قرآن) اس کی بھی پوری پابندی نہ کرو گے (جس کے معنی اور ترغیب اور برکات اوپر مذکور ہوئے ہیں) اور (اے محمد ﷺ چونکہ ان میں اکثر لوگ تعصب نامحمود میں مبتلا ہیں اس لئے یہ) ضرور (ہے کہ) جو مضمون آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے بھیجا جاتا ہے وہ ان میں سے بہتوں کی سرکشی اور کفر کی ترقی کا سبب ہو جاتا ہے (اور اس سے ممکن ہے کہ آپ کو رنج و غم ہو لیکن جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہ لوگ متعصب ہیں) تو آپ ان کافر لوگوں (کی اس حالت) پر غم نہ کیا کیجئے۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ الخ اس سے معلوم ہوا کہ بدون اتباع شریعت کے کوئی کمال معتبر نہیں ۱۲ قولہ تعالیٰ: فَلَا تَاْسَ الخ اس میں دلالت ہے کہ اعراض کرنے والے پر زیادہ قلق نہ کرے جیسا بعض مبالغین فی الشفقۃ کرتے ہیں۔ ۱۲۔ قولہ تعالیٰ كُلَّمَا جَآءَهُمْ الخ اس پر دال ہے کہ تمام کبائر کی اصل اتباع ہویٰ ہے اس لئے صوفیہ اس کے استیصال میں سخت کوشش کرتے ہیں ۱۲۔ قولہ تعالیٰ وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ الخ اس میں دلالت ہے کہ اصرار علی المعاصی سے استعداد بالکل مضمحل ہو جاتی ہے اس لئے بطلان استعداد کہہ دیتے ہیں ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱۔ **قوله في امنوا جن امور حقه هي التي ذكرت قبل في قوله آمنا بالله وما انزل الينا وما انزل من قبل الخ ۱۲ ۲۔ قوله قبل اقاموا تقوىٰ مذكور الى ديگر اشارة الى اتحاد المعبر عنهما وانما خولف كما في الروح بين العبارتين فقيل اولا آمنوا واتقوا وثانيا اقاموا اذا وذا سلوكا بطريق البلاغة اه قلت يعني انه افاد ان ما امر به هو جامع لو صف كونه ايمانا وتقوىٰ و كونه اقامة لجميع**

الکتب الالٰھیة فافھم ۱۲۔ ۳؎ قوله في اکلوا یعنی آسمان الی قوله فراغت ارادة للمعنی الحقیقی ورعایة للمعنی المجازی فانه نقل کما فی الروح عن ابن عباس وقتادة و مجاهد لاعطتهم السماء مطرها وبرکتها والارض نباتها وخیرها وقیل المراد المبالغة فی شرح السعة والخصب لاتعیین الجهتین کانه قیل لاکلوا من کل جهة وهو نظیر قولك فلان فی الخیر من قرنه الی مقدمه ای یأتیه الخیر من کل جهة یلتمسه منها اه ۱۲۔ ۴؎ قوله فی اکلوا برتتے ماخذه ما فی الروح والمراد بالاکل الانتفاع مطلقاً وعبر عن ذلك به لکونه اعظم الانتفاعات ویستتبع سائرها ۱۲۔ ۵؎ قوله فی ما انزل جو جو کچھ الی قوله سب وقوله فی رسٰلته ایک پیغام الخ وبه حصل التغائر بین الشرط والجزاء فلا اشکال فیه ۱۲۔ ۶؎ قوله فی ان لم تفعل بفرض محال فلا یلزم وقوع المقدم لاستحالته شرعًا ۱۲۔ ۷؎ قوله فی توضیح ما ذکر مجموعہ فرض کاجزاء الصلٰوة ولا یقدح فی فرض هذا المجموع کون بعض الاحکام فرضا وبعضه مستحبا لان التبلیغ غیر المبلغ مبنیا للمفعول فلا یستلزم استحباب المبلغ استحباب التبلیغ من الرسول۔ ۸؎ قوله فی لا یهدی آپ تک هکذا فی البیضاوی ۱۲۔ ۹؎ قوله فی التمهید مدعی کما سیظهر من روایة ابن جریر الآتیة عنقریب ۱۲۔ ۱۰؎ قوله ایضا قوله تسلی فیه اشارة الٰی فائدة تکرار ذکر طغیانهم من ان السابق کان المقصود به بیان الاصرار وهذا اللاحق قصد به التسلیة فلا تکرار حقیقة واما اعادة اقامة التوراة والانجیل فهو عین المقصود لکون اللاحق تذکیر اللسابق ۱۲۔ ۱۱؎ قوله فی قل یہود و نصاریٰ وهو الظاهر من هذا اللفظ العام العاد من ذکر التوراة والانجیل ومن ذکر الذین هادوا والنصارٰی فیما بعد ولا یضر تخصیص شان النزول المدلول علیه بالروایة الآتیة لان العبرة لعموم اللفظ فای جرح لو نزلت فی قوم وضم معهم فی الخطاب قوم آخرون مثلهم ۱۲۔

الروایات: فی اللباب اخرج ابو الشیخ عن الحسن ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ان الله بعثنی برسالة فضقت بها درعا وحرفت ان الناس مکذبی فوعدنی لابلغن او لیعزبنی فانزلت یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك واخرج ابن ابی حاتم عن مجاهد قال لما نزلت یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك قال یا رب کیف اصنع وانا وحدی یجتمعون علی نزلت وان لم تفعل فما بلغت رسالته آه قلت وکان هذا الضیق والتردد طبعیا فلا ینافی شان النبوة وما ورد فی بعض الضعاف نزولها فی علیؓ فان صح فلا یلزم منه الافضلیةؓ لا خلافته بلا فصل وبسط القول فی هذا الباب صاحب الروح المعانی فان اشتقت فانظر فیه فی اللباب روی ابن جریر وابن ابی حاتم عن ابن عباس قال جاء رافع وسلام بن مشکم ومالك بن الصیف فقالوا یا محمد الست تزعم انك علی ملة ابراهیم ودینه وتؤمن بما عندنا قال بلی ولکنکم احدثتم وجحدتم بما فیها وکتمتم ما امرتم ان تبینوه للناس قالوا فانا نافذ بما فی ایدینا فانا علی الهدی والحق وفانزل الله تعالٰی قل یا اهل الکتاب لستم علی شئی الآیة ۱۲۔

اختلاف القراءة: قرأ نافع وابن عامر رسالاته بالجمع لکن المراد به الجنس لیتوافق القراء تان ولا یلزم الاشکال ۱۲۔

البلاغة: قوله لکفرنا ولا دخلنا تکریر اللام لتاکید الوعد وفیه تنبیه علی کمال عظم ذنوبهم وکثرة معاصیهم وان الاسلام یجب ما قبله وان جل وجاوز الحد ۱۲۔ قوله جنّٰت النعیم فی الاضافة تنبیه علی ما یستحقونه من العذاب لو لم یؤمنوا و یتقوا ۱۲۔ قوله انزل الیهم والتعبیر بذلك العنوان وتقدیم الیهم علی من ربهم للایذان بوجوب اقامة علیهم لنزوله الیهم وللتصریح ببطلان ما کانوا یدعونه من عدم نزوله الیٰ بنی اسرائیل و معنی انزال الکتاب الی احد خبر ووصوله الیه ایجاب العمل به وان لم یکن الوحی نازلا علیه ۱۲۔ قوله لاکلوا تقدیم الترغیب بالامر الاخروی لانه اهم اذبه النجاة السرمدیة والنعیم المقیم ۱۲۔ قوله وان لم تفعل اختلاف العنوان بین الشرط والجزاء لیتغائرا لفظًا کما تغائرا معنی بخلاف ما لو قیل وان لم تبلغ حیث کان فیه تغائر معنوی فقط ۱۲۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـُٔوْنَ وَالنَّصٰرٰی مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۶۹﴾ لَقَدْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَیْهِمْ رُسُلًا ؕ کُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓی اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِیْقًا کَذَّبُوْا وَفَرِیْقًا یَّقْتُلُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَکُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا کَثِیْرٌ مِّنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِمَا یَعْمَلُوْنَ ﴿۷۱﴾

یہ تحقیقی بات ہے کہ مسلمان اور یہودی اور فرقہ صابئین اور نصاریٰ جو شخص یقین رکھتا ہو اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر اور کارگزاری اچھی کرے ایسوں پر نہ کسی طرح کا اندیشہ ہے اور نہ مغموم ہوں گے۔ ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے ان کے پاس بہت سے پیغمبر بھیجے۔ جب کبھی ان کے پاس کوئی پیغمبر ایسا حکم لایا جس کو ان کا جی نہ چاہتا تھا سو بعضوں کو جھوٹا بتلایا اور بعضوں کو قتل ہی کر ڈالتے تھے اور یہی گمان کیا کہ کچھ سزا نہ ہوگی۔ اس سے اور بھی بہرے اور اندھے بن گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر توجہ فرمائی۔ پھر بھی اندھے اور بہرے بنے رہے یعنی ان میں کے بہتیرے اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو خوب دیکھنے والے ہیں ۞

تفسیر ربط: اوپر اہل کتاب کو اسلام کی ترغیب تھی آگے بھی ایک قانونِ عام سے جو کہ اہل کتاب وغیر اہل کتاب سب کو شامل ہے اسی کی ترغیب ہے۔

قانونِ نجات: اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا (الی قولہ تعالی) فَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ یہ تحقیقی بات ہے کہ مسلمان اور یہود اور فرقہ صابئین اور نصاریٰ (ان سب میں) جو شخص یقین رکھتا ہو اللہ تعالیٰ (کی ذات وصفات) پر اور روزِ قیامت پر اور کارگزاری اچھی کرے (یعنی موافق قانون شریعت کے) ایسوں پر (آخرت میں) نہ کسی طرح کا اندیشہ ہے اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔

ف: ایک ایسی ہی آیت سورۂ بقرہ کے معاملہ ہیز دہم کے بعد مع اس کے ضروری مضامین متعلقہ کے گزر چکی ہے وہاں دیکھ لی جاوے۔

ربط: اوپر سے قبائح اہل کتاب کا ذکر چلا آ رہا تھا آگے پھر اس کی طرف عود ہے اول یہود کا ذکر ہے جس میں مضمون تسلیۂ رسول اللہ ﷺ کی جو کہ لیزیدن الخ میں مذکور تھا تاکید ہے کہ اس قوم کی تو ہمیشہ سے ایسی ہی عادت چلی آتی ہے پھر نصاریٰ کا ذکر ہے۔

عود بسوئے ذکر یہود: لَقَدۡ اَخَذۡنَا مِیۡثَاقَ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ (الی قولہ تعالی) وَاللّٰہُ بَصِیۡرٌۢ بِمَا یَعۡمَلُوۡنَ ہم نے بنی اسرائیل سے (اول توریت میں تمام پیغمبروں کی تصدیق واطاعت کا) عہد لیا اور (اس عہد کے یاد دلانے کو) ہم نے ان کے پاس بہت پیغمبر بھیجے (لیکن ان کی یہ حالت تھی کہ) جب کبھی ان کے پاس کوئی پیغمبر ایسا حکم لایا جس کو ان کا جی نہ چاہتا تھا (تب ہی ان کے ساتھ مخالفت سے پیش آئے) سو بعضوں کو (تو) جھوٹا بتلایا اور بعضوں کو (بے دھڑک) قتل ہی کر ڈالتے تھے اور (ہمیشہ ہر شرارت پر جب چندے سزا سے مہلت دی گئی) یہی گمان کیا کہ کچھ سزا نہ ہوگی اس (گمان) سے اور بھی اندھے اور بہرے (کی طرح) بن گئے (کہ نہ دلائل صدق انبیاء کو دیکھا، نہ ان کے کلام کو سنا) پھر (ایک مدت کے بعد) اللہ تعالیٰ نے ان پر (رحمت کے ساتھ) توجہ فرمائی (کہ اور کسی پیغمبر کو بھیجا کہ اب بھی راہ پر آویں مگر) پھر بھی (اسی طرح) اندھے اور بہرے بنے رہے یعنی سب تو نہیں مگر ان میں کے بہتیرے اور اللہ تعالیٰ ان کے (ان) اعمال کو خوب دیکھنے والے ہیں (یعنی ان کا گمان غلط تھا چنانچہ ان کو وقتاً فوقتاً سزا بھی ہوتی رہی مگر ان کا یہی شیوہ رہا حتیٰ کہ اب آپ کے ساتھ اسی طرح تکذیب و خلاف کا برتاؤ کیا)

ف: ان رسل میں جن کی شریعت یا بعض احکام جدید تھے ان کا خلاف ہونا تو اعتقاد کے اعتبار سے بھی ممکن ہے اور جو رسل صرف احکام توریت کی بعینہٖ تعلیم کرتے تھے ان کا خلاف ہونا باعتبار ناگواری عمل کے تھا جیسا اب نکاح بیوہ کا حال ہے اور یہ سزائیں ہر زمانہ میں جدا جدا ہوتی رہیں کبھی طاعون کبھی قتل کبھی ذلت وقید کبھی مسخ وغیرہ جیسا آیت وروایات میں مذکور ہے اور مشہور ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قولہ فی التمھید اس کی ترغیب لان اقامۃ التوراۃ والانجیل والقرآن دخل فیہ الایمان والعمل الصالح المذکور ان ھھنا ۱۲۔ ۲ قولہ فی التمھید تاکید والاشکال فی کون المذکورین قبل کلا الفریقین وکون المذکور ھھنا یھود لان کثیرا من الیھود فرد من کثیر من المجموع ۱۲۔ ۳ قولہ فی میثاق تمام پیغمبروں الخ کما ھو مذکور صریحا فی قولہ آمنتم برسلی وعزرتموھم ۱۲۔ ۴ قولہ فی فریقا کذبوا مخالفت اشارۃ الی حذف الجواب ای ناصبوہ اواستکبروا الذی ھو مذکور صریحًا فی نظیرھا لان المذکور لا یصلح ان یکون جوابا لان الرسول الواحد لا یکون فریقین اہ من الکبیر وفیہ او یقال ان الرسول الواحد وان لم یکن فریقین لکن قولہ کلما یدل علی کثیرۃ الرسل ولصبح کونھم فریقین ۱۲۔ ۵ قولہ فی حسبوا ہمیشہ یدل علیہ القرینۃ المقامیۃ الدالۃ علی ذکر ازمنۃ مختلفۃ متعددۃ ھکذا یفھم من المدارک والوجہ الرابع من الکبیر ۱۲۔ ۶ قولہ فی فتنۃ سزا کما فی القاموس الفتنۃ العذاب ۱۲۔ ۷ قولہ فی آخر الترجمۃ یہی شیوہ اشارۃ الی ان ذکر المرتین لیس للتشبیہ بل للتعدد ۱۲۔

اختلاف القراءۃ: قرا ابو عمرو وحمزۃ والکسائی لا تکون بالرفع علی ان ان ھی المخففۃ من المثقلۃ واصلہ انہ لا تکون ۱۲۔

النحو: فی الکشاف الصابئون رفع علی الابتداء وخبرہ والنیۃ بہ التاخیر عما فی حیزان من اسمھا وخبرھا کانہ قیل ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصاریٰ حکمھم کذا والصائبون کذلک وانشد سیبویہ شاھدا لہ ۱۲۔ والا فاعلموا انا وانتم۔ بغاۃ ما بقینا فی شقاق۔ ای فاعلموا انا بغاۃ وانتم کذلک فان قلت ما التقدیم والتاخیر الا لفائدۃ فما فائدۃ ھذا التقدیم والتاخیر قلت فائدۃ التنبیہ علی ان الصابئین

يتاب عليهم ان صح منهم الايمان والعمل الصالح فما الظن بغيرهم وذلك انهم ابين هولاء وضلالا واشدهم عتيا قوله كثير بدل من ضمير الفاعل لا فاعل ۱۲۔

البلاغۃ: تقديم فريقا للاهتمام لا للحصر وتقديم العمى لان المرء متى كان بصيرا يدرك المبصرات بالبصر ولما ذهب بصره يدركها بالسمع فالبصر مقدم على السمع فيكون اضدادهما ايضا كذلك فمفاد الآية انه كان حقهم ان يبصروا الدلائل ولكن لم يبصروها وعموا وكان حقهم ان يسمعوا الدلائل ولكن لم يسمعوها ايضا وصموا۱۲ منه ولا يخفى ما فى بصير من اللطف بعد ذكر العمى ۱۲۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۷۲﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷۴﴾

بے شک وہ لوگ کافر ہو چکے جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ عین مسیح ابن مریم ہے حالانکہ مسیح نے خود فرمایا تھا کہ اے بنی اسرائیل تم اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے بے شک جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک قرار دے گا۔ سو اس پر اللہ تعالیٰ جنت کو حرام کر دے گا۔ اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ بلاشبہ وہ لوگ بھی کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ تین میں کا ایک ہے حالانکہ بجز ایک معبود کے اور کوئی معبود نہیں اور اگر یہ لوگ اپنے ان اقوال سے باز نہ آئے تو جو لوگ ان میں کافر رہیں گے ان پر دردناک عذاب واقع ہوگا۔ کیا پھر بھی خدا تعالیٰ کے سامنے توبہ نہیں کرتے اور اس سے معافی نہیں چاہتے حالانکہ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنے والے اور بڑی رحمت فرمانے والے ہیں ۞

تفسیر ربط: آیت بالا کی تمہید میں مذکور ہو چکا۔

عود بذکر نصاریٰ وابطال عقیدۂ شان: لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ (الی قولہ تعالی) وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بیشک وہ لوگ کافر ہو چکے جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ عین مسیح ابن مریم ہے (یعنی دونوں میں اتحاد ہے) حالانکہ (حضرت) مسیح نے خود فرمایا تھا کہ اے بنی اسرائیل تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے (اور اس قول میں اپنے مربوب اور بندہ ہونے کی تصریح ہے پھر ان کو الٰہ کہنا وہی بات ہے مدعی سست اور گواہ چست) بیشک جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ (کسی اُلوہیت وخواص الوہیت میں) شریک قرار دے گا سو اس پر اللہ تعالیٰ جنت کو حرام کر دے گا۔ اور اس کا ٹھکانہ (ہمیشہ کے لئے) دوزخ ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا (کہ دوزخ سے بچا کر جنت میں پہنچا سکے اور جیسے عقیدۂ اتحاد کفر ہے اسی طرح عقیدۂ تثلیث بھی کفر ہے پس) بلاشبہ وہ لوگ بھی کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تین (معبودوں) میں کا ایک ہے حالانکہ بجز ایک معبود (حق) کے اور کوئی معبود (حق) نہیں (نہ دو اور نہ تین جب یہ عقیدہ بھی کفر وشرک ہے تو اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ الخ میں جو سزا مذکور ہے وہ اس پر بھی مرتب ہوگی) اور اگر یہ (دونوں عقیدہ کے) لوگ اپنے اقوال (کفریہ) سے باز نہ آئے تو (سمجھ رکھیں کہ) جو لوگ ان میں کافر رہیں گے ان پر (آخرت میں) دردناک عذاب واقع ہوگا کیا (ان مضامین توحید ووعید کو سن کر) پھر بھی (اپنے ان عقائد واقوال سے) خدا تعالیٰ کے سامنے توبہ نہیں کرتے اور اس سے معافی نہیں چاہتے حالانکہ اللہ تعالیٰ (جب کوئی توبہ کرتا ہے) بڑی مغفرت کرنے والے (اور) بڑی رحمت فرمانے والے ہیں۔

ف: اوپر اس سورت کے تیسرے رکوع آیت: وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى کی تفسیر میں ان عقیدہ والے فرقوں کی تعیین گزر چکی ہے۔ اور جملہ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ اور مَا لِلظّٰلِمِيْنَ میں دو احتمال ہیں یا تو کلام عیسوی کا تتمہ ہو، اور اناجیل موجودہ میں منقول نہ ہو یا بقول حقانی محفوظ نہ رہا ہو یا اللہ تعالیٰ کا کلام ہو جو بقول حقانی انجیل کے بھی دوسرے مواضع سے ثابت ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اس میں بطلان حلول واتحاد پر جس کے قائل جاہل صوفی ہیں دلالت ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قوله فى قال المسيح وما من الله والله غفور رحيم حالانكه صرح بكون هذه الجمل حالية فى الروح ۱۲ ۲؎ قوله فى

ثالث ایک کما فی روح المعانی ومعنی ذلك احد تلك الاعداد لا الثالث والرابع خاصة ۱۲۔ ۳؎ قوله بعد الله واحد جب یہ عقیدہ...... دونوں عقیدے کے لوگ اشارة الی ان قوله وان لم ينتهوا الخ راجع الی الفريقين لكونه افيد والی انه علی هذا التقديريكون الوعيد السابق مغنيا عن ذكر مثله مع القول الآخر لاشتراك العلة ۱۲۔ ۴؎ قوله فی كفروا كافر رہیں گے نقله فی الكبير عن الزجاج فمن تبعيضية لاخراج من تاب وآمن منهم ۱۲۔ ۵؎ قوله فی افلا يتوبون کیا سن کر اشارة الی كون الفاء لتعطف علی مقدر يقتضيه المقام ای يسمعون هذه الشهادات المكررة والتشديدات المقررة فلا يتوبون عقيب ذلك كذا فی الروح ۱۲۔

اللُّغَات: التوبة من افعال القلب فی الاصل والاستغفار من افعال اللسان وبهذا ظهر وجه الجمع بينهما فنسبة الاستغفار الی التوبة نسبة الاقرار الی التصديق فكلاهما واجب ۱۲۔

البَلَاغَة: قوله حرم الله عليه الجنة التحريم مجاز عن المنع فهو تحريم تكوينی لا تشريعی ۱۲۔

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۗ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ۗ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ۗ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ۗ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ۝ ع ۱۱ / ۱۴

مسیح ابن مریم کچھ بھی نہیں صرف ایک رسول ہیں جن سے پہلے اور بھی پیغمبر گزر چکے ہیں اور ان کی والدہ ایک ولی بی بی ہیں۔ دونوں کھانا کھایا کرتی تھے۔ دیکھئے تو ہم کیونکر دلائل ان سے بیان کر رہے ہیں۔ پھر دیکھئے وہ الٹے کدھر جا رہے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کیا خدا کے سوا ایسے کی عبادت کرتے ہو کہ تم کو نہ ضرر پہنچانے کا اختیار رکھتا ہو اور نہ نفع پہنچانے کا حالانکہ اللہ تعالیٰ سب سنتے ہیں سب جانتے ہیں۔ آپ فرمائیے کہ اے اہل کتاب تم اپنے دین میں ناحق کا غلو مت کرو اور ان لوگوں کے خیالات پر مت چلو جو پہلے خود بھی غلطی میں پڑ چکے ہیں اور بہتوں کو غلطی میں ڈال چکے ہیں اور وہ لوگ راہ راست سے دور ہو گئے تھے ۝

تفسیر: ربط: اوپر الوہیۃ مسیحیہ کا ابطال مضمون عام سے بیان فرمایا تھا آگے ایک خاص دلیل سے فرماتے ہیں۔

دلیل ابطال الوہیت مسیح: مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ (الی قوله تعالی) ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ (حضرت) مسیح ابن مریم (عین خدا یا جزو خدا) کچھ بھی نہیں صرف ایک پیغمبر ہیں جن سے پہلے اور بھی پیغمبر (اہل معجزات) گزر چکے ہیں (جن کو عیسائی الٰہ نہیں مانتے پس اگر پیغمبری یا خرق عادت دلیل الوہیت ہے تو سب کو الٰہ ماننا چاہئے اور اگر دلیل الوہیت نہیں تو حضرت مسیح کو کیوں الٰہ کہا جاوے۔ غرض جب اوروں کو الٰہ نہیں کہتے تو عیسیٰ علیہ السلام کو بھی مت کہو۔ اور (اسی طرح) ان کی والدہ (بھی الٰہ یا جزو الٰہ نہیں بلکہ وہ) ایک ولی بی بی ہیں (جیسی اور بیبیاں بھی ولی ہو چکی ہیں اور دونوں حضرات کے الٰہ نہ ہونے کے دلائل میں سے ایک سہل دلیل یہ ہے کہ) دونوں (حضرات) کھانا کھایا کرتے تھے (اور جو شخص کھانا کھاتا ہے وہ اس کا محتاج ہوتا ہے خواہ تغذی میں یا تلذذ میں نیز کھانا کھانا خواص مادیات سے ہے اور احتیاج اور مادیت خواص امکان سے ہے۔ اور امکان منافی وجوب ہے اور وجوب لوازم الوہیت سے ہے جب وجوب منتفی ہوگا الوہیت باطل ہو جاوے گی) دیکھئے تو (سہی) ہم کیونکہ (صاف صاف) دلائل ان سے بیان کر رہے ہیں۔ پھر دیکھئے وہ الٹے کدھر جا رہے ہیں۔

ف: یہ دلیل بہ اعتبار استدلال بالمادیات کے روح القدس کے ابطال الوہیت کے لئے بھی کافی ہے کیونکہ ان کا آنا جانا چلنا پھرنا یہ سب امور کہ خواص مادہ سے ہیں مسلم ہیں اور مادیت سے امکان اور اس سے بطلانِ الوہیت ظاہر ہے اس لئے بالاستقلال اس کا ذکر ضروری نہ ہوا اور چونکہ ان لوگوں سے ان ہی میں کلام تھا اس لئے غیر مادیات کے متعلق استدلال کا ذکر بھی یہاں ضروری نہ تھا۔

ربط: اوپر الوہیت مسیح کا ابطال فرمایا تھا آگے قائلین الوہیت کو توبیخ فرماتے ہیں۔

توبیخ قائلین الوہیت مسیح: قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (الی قوله تعالی) وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ آپ (ان سے) فرمائیے کیا خدا کے سوا ایسی (مخلوق) کی عبادت کرتے ہو جو نہ تم کو کوئی ضرر پہنچانے کا اختیار رکھتا ہو اور نہ نفع پہنچانے کا اختیار رکھتا ہو اور عجز خود منافی الوہیت ہے) حالانکہ اللہ تعالیٰ سب سنتے ہیں سب جانتے ہیں (پھر بھی خدا سے نہیں ڈرتے اور اپنے کفر و شرک سے باز نہیں آتے)

ف: یا تو یہ نصاریٰ مذکورین عیسیٰ علیہ السلام کی پرستش بھی کرتے ہوں یا یہ کہ عبادت میں سب سے بڑا درجہ اعتقادِ الوہیت کا ہے جب وہ معتقدِ الوہیت عیسویہ ہوئے تو یقیناً ان کی عبادت کی۔

ربط: اوپر نصاریٰ کے عقائد باطلہ کا ابطال تھا چونکہ ایسے عقائد میں اکثر لوگوں کی عادت ہے کہ اپنے اسلاف کے طریقہ سے تمسک کیا کرتے ہیں۔ اس لئے آگے ان لوگوں کو اس سے منع فرماتے ہیں۔

نہی نصاریٰ از اتباع اسلاف در خلافِ حق: قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا (الی قولہ تعالیٰ) وَضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ آپ (ان نصاریٰ سے) فرمایئے کہ اے اہل کتاب تم اپنے دین (کے مقدمہ) میں ناحق کا غلو (اور افراط مت کرو اور اس افراط کے باب) میں ان لوگوں کے خیالات (یعنی بے سند باتوں) پر مت چلو جو (اس وقت سے) پہلے خود بھی غلطی میں پڑ چکے ہیں اور (اپنے ساتھ) اور بھی بہتوں کو (لے کر ڈوبے ہیں اور) غلطی میں ڈال چکے ہیں اور (وہ ان کی غلطی اس وجہ سے نہیں ہوئی کہ حق مفقود ہو گیا ہو اس کا پتہ نہ لگتا ہو بلکہ) وہ لوگ راہِ راست (کے ہوتے ہوئے قصداً اس) سے دور (اور علیحدہ) ہو گئے تھے (یعنی جب ان کی غلطی دلائل سے ثابت ہو گئی پھر ان کا اتباع کیوں نہیں چھوڑتے)۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ الخ اس میں ابطال ہے مشائخ کو متصرف مستقل سمجھنے کا جیسا جاہلوں کا زعم ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ الخ اس میں ان رسوم کا ابطال ہے جو شریعت کے خلاف ہیں گو مشائخ کی طرف منسوب ہوں اور اگر وہ مشائخ محققین ہیں تو ان کی طرف منسوب کرنے کی تکذیب کریں گے یا کسی عذر صحیح پر محمول کریں گے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قولہ** ما المسیح ابن الخ اشارۃ الی کون القصر اضافیا ۱۲۔ ۲ **قولہ فی** قد خلت جن سے اشارۃ الی کون الجملۃ صفۃ لرسول ۱۲۔ ۳ **قولہ فی** الرسل اور بھی اشارۃ الی کون اللام للجنس وکذا فی قولہ تعالیٰ وما محمد الا رسول الخ لکونہ کافیا فی المقصود ای بطلان الوھیۃ فلا یستدل بہ علی موت عیسٰی علیہ السلام وان سلمنا کون الخلو مفید الموت واما ختم النبوۃ فثابت بدلیل آخر فلا یرد انہ اذا کان اللام فی الرسل من قولہ تعالیٰ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل للجنس لا للاستغراق لم یدل علی ختم لاالنبوۃ ۱۲۔ ۴ **قولہ** قبل نظروا دلائل میں سے یعنی ان الدلیل لا منحصر فیہ فلا یضر عدم تمشیۃ فی المجردات وکذا لا یضر عدم تمشیۃ فی بعض الاحوال کما اغتر بہ مدعی موت عیسی فی زماننا من انہ لو کان حیا وما اکل الطعام بطل الاستدلال علی ابطال الوھیۃ اہ فان عدم دلیل لا یستلزم عدم المدلول ۱۲۔ ۵ **قولہ فی** یاکلان تلذذ لیعم الدلیل اھل الجنۃ ولو لم یعم لم یضر ایضا ۱۲۔ ۶ **قولہ فی** الآیات دلائل اللام للجنس فلا یضر کون الدلیل المذکور واحدا لو استدل فی الکبیر بکونہ صاحب الام ایضا وفی الروح بقولہ قد خلت من قبلہ الرسل فیکون الدلائل المذکورۃ ھھنا ثلثۃ ۱۲۔ ۷ **قولہ فی** یوفکون جارہے ہیں ترجم بالحاصل والا فالصیغۃ مبنیۃ للمفعول ولعل النکتۃ فی ھذہ الصیغۃ المبالغۃ لان الذی مدفعہ آخر اندفاعہ اشد یکون وھذا الآخر ھو الشیطان باعتبار کسب الاضلال ۱۲۔ ۸ **قولہ فی** ف ضروری نہ ہوا لعل الترک باعتبار ان منشأ اشتباھھم کانت ھی الخوارق ووجودھا فیھما وھما بشر ان اعجب من وجودھا فی روح القدس ھو ملک فلما بطل الوھیۃ ما فیہ المنشأ اقوی بطل ما لاولی فی غیرہ ۱۲۔ ۹ **قولہ** یہاں ضروری نہ تھا قید بھذا المقام حیث قال یہاں لان الدلائل العامۃ مذکورۃ فی آیات اُخر کآیۃ خلق السمٰوات والارض الی قولہ الآیات وکآیۃ التمانع وغیرھما ۱۲۔ ۱۰ **قولہ فی** دون اللہ خدا کے سوا ھذا عام لعبادۃ لغیر انفرادًا او اشتراکًا ۱۲۔ ۱۱ **قولہ فی** السمع نہیں ڈرتے کذا قال بعضھم وقیل معناہ انکم تعبدون العاجز ولا تعبدون الکامل فی الصفات ۱۲۔ ۱۲ **قولہ فی** قل ان نصاریٰ لان الکلام معھم ونقلہ فی الروح عن الطبری قلت والتعبیر بھذا العنوان ایذان بکمال شناعتھم حیث قلدوا فی الباطل مع کونھم اھل العلم بالکتاب ۱۲۔ ۱۳ **قولہ فی** غیر الحق ناحق کا غلو اشارۃ الی انہ صفۃ مصدر محذوف ای غلو غیر الحق ای باطلا وتوصیفہ بہ للتوکید فان الغلو لا یکون الا غیر الحق کذا فی الروح قلت ولفظ کافی الترجمۃ اتباع للمحاورۃ کما یقال ناحق کا ظلم ای ظلما غیر حق ۱۲۔ ۱۴ **قولہ** لا تغلوا افراط الغلو اکثر ما یستعمل فی الافراط وھو ایضا قرینۃ علی کون الخطاب للنصاریٰ لان الیھود کان منھم تفریط فی شان عیسٰی علیہ السلام ۱۲۔ ۱۵ **قولہ فی** اھواء خیالات ھکذا ترجم الشاہ عبدالقادر والمراد بہ البدعات التی لم یدع الیھا سوی الشھوۃ ولم تقم علیھا حجۃ ۱۲۔ ۱۶ **قولہ فی** ضلوا عن سواء مفقود ہو گیا وبھذا ظھر وجہ الفائدۃ فی اعادۃ ضلوا وھو من المواھب واعلم ان التقیید لکمال شناعتھم لا للاحتراز فان اتباع الضال لا یجوز بحال سواء ضل عن جھل او عن علم ۱۲۔ ۱۷ **قولہ فی** آخر الترجمۃ جب ان کی غلطی اشار بہ الی وجہ

الجواب لمن يتمسك بالآية في ابطال التقليد الشائع بين اهل الحق حاصله الفرق بين التقليدين فانهم يقلدون بعد ثبوت بطلان ما هم عليه وانا لا نقلد كذلك فافهم ۱۲۔

البلاغة : قوله ما المسيح ابن مريم الخ في الروح قيل وتقديم ما لهما من صفات الكمال وتاخير الافراد جنسهما من نقائص البشرية لئلا توحش لمفاجاة بذلك ففي ذلك استنزل لهم بطريق التدريج عن رتبة الاصرار الى التوبة والاستغفار وثم لاظهار ما بين العجبين من التفاوت اى ان بياننا للآيات امر بديع بالغ واعراضهم عنها مع انتفاء ما يصححه اعجب وابدع ويجوز ان يكون على حقيقتها والمراد منها بيان استمرار زمان بيان الآيات وامتداده اى انهم مع طول زمان ذلك لا يتاثرون ويؤفكون ۱۲۔

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۷۸﴾ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۹﴾ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَاۗءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۱﴾ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۸۲﴾

بنی اسرائیل میں جو لوگ کافر ہوئے ان پر لعنت کی گئی تھی داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے۔ یہ لعنت اس سبب سے ہوئی کہ انہوں نے حکم کی مخالفت کی اور حد سے نکل گئے۔ جو برا کام انہوں نے کر رکھا تھا۔ اس سے باز نہ آتے تھے۔ واقعی ان کا فعل بے شک برا تھا۔ آپ ان میں بہت آدمی دیکھیں گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں جو کام انہوں نے آگے کے لئے کیا ہے وہ بے شک برا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر ناخوش ہوا اور یہ لوگ عذاب میں دائم رہیں گے اور اگر یہ لوگ اللہ پر ایمان رکھتے اور پیغمبر پر اور اس کتاب پر جو ان کے پاس بھیجی گئی تھی تو ان کو کبھی دوست نہ بناتے لیکن ان میں زیادہ لوگ ایمان سے خارج ہی ہیں۔ تمام آدمیوں سے زیادہ مسلمانوں سے عداوت رکھنے والے آپ ان یہود اور مشرکین کو پائیں گے اور ان میں مسلمانوں کے ساتھ دوستی رکھنے کے قریب تر ان لوگوں کو پائیے گا جو اپنے کو نصاریٰ کہتے ہیں یہ اس سبب سے ہے کہ ان میں بہت سے علم دوست عالم ہیں اور بہت سے تارک دنیا درویش ہیں اور اس سبب سے ہے کہ یہ لوگ متکبر نہیں ہیں ۞

تفسیر ربط : اوپر ذکر نصاریٰ سے پہلے جیسے یہود کا ذکر تھا آگے پھر یہود ہی کا ذکر ہے اور اس ذکر کے ختم پر یہود کی شدتِ تعصب کے مقابلہ میں نصاریٰ کا عموماً قلیل التعصب ہونا اور ان میں سے ایک خاص نومسلموں کی جماعت کا خصوصاً منقاد للحق ہونا بیان فرما کر اس بحث کو اس مقام پر ختم کر کے دوسرے احکام مختلفہ ارشاد فرماتے ہیں۔ پھر کچھ بقیہ کلام مع النصاریٰ کا آخر سورت میں لاویں گے۔

ذکر یہود ماضیین : لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ (الی قولہ تعالی) لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۹﴾ بنی اسرائیل میں جو لوگ کافر تھے ان پر (اللہ تعالیٰ کی طرف سے سخت) لعنت کی گئی تھی (زبور اور انجیل میں جس کا ظہور حضرت) داؤد (علیہ السلام) اور (حضرت) عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کی زبان سے (ہوا یعنی زبور اور انجیل میں کافروں پر لعنت لکھی تھی جیسے قرآن مجید میں بھی ہے : فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ چونکہ یہ کتابیں حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئیں اس لئے یہ مضمون ان کی زبان سے ظاہر ہوا اور) یہ لعنت اس سبب سے ہوئی کہ انہوں نے حکم کی (اعتقادی) مخالفت کی (جو کفر ہے) اور (اس مخالفت میں) حد سے (بہت دور) نکل گئے (یعنی کفر بھی شدید تھا پھر شدید کے ساتھ مدید بھی تھا یعنی اس پر استمرار رکھا چنانچہ) جو برا کام (یعنی کفر) انہوں نے (اختیار) کر رکھا تھا اس سے (آئندہ کو) باز نہ آتے تھے (بلکہ اس پر مصر تھے پس ان کے کفر شدید اور مدید کے سبب ان پر شدید لعنت ہوئی) واقعی ان کا (یہ) فعل (مذکور یعنی کفر پھر وہ بھی شدید اور مدید) بیشک برا تھا (کہ اس پر یہ سزا مرتب ہوئی)

ربط : اوپر اسلافِ یہود کا ذکر تھا آگے ان کے اخلاف موجودین کا ذکر ہے اور اس کی تقدیم میں علاوہ ترتیب وجودی کے یہ بھی فائدہ ہے کہ اس میں تسلی دینا ہے رسول اللہ ﷺ کو کہ آپ ان لوگوں کی مخالفت کا غم نہ کیجئے۔ اس قوم کا شیوہ مدت سے ایسا ہی چلا آتا ہے۔

ذکر یہود حاضرین : تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ (الی قولہ تعالی) وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ آپ ان (یہود) میں بہت

سے آدمی دیکھیں گے کہ (مشرک[۹]) کافروں سے دوستی کرتے ہیں (چنانچہ یہود مدینہ اور مشرکین مکہ میں مسلمانوں[۹] کی عداوت کے علاقہ سے جس کا منشاء تناسب[۱۰] فی الکفر تھا باہم خوب سازگاری تھی) جو کام انہوں نے آگے (بھگتنے[۱۱]) کے لئے کیا ہے (یعنی کفر جو سبب تھا دوستی کفار اور عداوتِ مومنین کا) وہ بیشک برا ہے کہ (اس کے سبب[۱۲]) اللہ تعالیٰ ان پر (دوام کے لئے) ناخوش ہوا اور (اس ناخوشی دائمی کا ثمرہ[۱۳] یہ ہوگا کہ) یہ لوگ عذاب میں دائم رہیں گے اور اگر یہ (یہودی) لوگ اللہ پر ایمان رکھتے اور پیغمبر (یعنی موسیٰ علیہ[۱۴] السلام) پر (ایمان رکھتے جس کا ان کو دعویٰ ہے) اور اس کتاب پر (ایمان رکھتے) جو ان (پیغمبر) کے پاس بھیجی گئی تھی (یعنی توریت) تو ان (مشرکین) کو (اس طرح) کبھی دوست نہ بناتے (کہ ایک نبی ثابت النبوۃ یعنی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کفر کر کے اس کفر اور اس کے آثار یعنی عداوتِ اہل اسلام کی مناسبت سے مشرکین سے تعلق رکھیں کیونکہ ظاہر ہے کہ جب ایک نبی کا بھی انکار کیا تو اللہ تعالیٰ اور سب انبیاء اور کتب الٰہیہ کے ساتھ کفر ہوگیا) لیکن ان میں زیادہ لوگ (دائرہ) ایمان سے خارج ہی ہیں (اس لئے اتخاذ ولایت کفار بالمعنی المذکور ان سے سرزد ہو رہا ہے)

ف: کثیر کا دونوں جگہ مصداق ایک ہی ہے یعنی غیر مومن اور یہ قید[۱۵] اخراج مومنین کے لئے ہے جیسا کئی بار گزر چکا۔

ربط: اوپر یہود کا مشرکین سے دوستی رکھنا مذکور تھا آگے ان کا مع مشرکین کے مسلمانوں سے عداوت رکھنا کہ وہی اصل میں سبب ہے اس دوستی کا اور مسبب ہے کفر کا مذکور ہے اور جیسا ہر مضمون میں انصاف وعدل رکھنا قرآن مجید کے لوازم ذات سے ہے اسی بناء پر ایک خاص جماعت نصاریٰ میں بہ نسبت ان یہود کے تعصب کا کم ہونا اور ان نصاریٰ میں جنہوں نے حق قبول کر لیا تھا ان کا مستحق حسن ثناء وحسن جزاء ہونا مذکور ہے اور یہ خاص جماعت حبشہ کے نصاریٰ ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو جب کہ ہجرت مدینہ کے قبل وہ اپنا وطن مکہ چھوڑ کر حبشہ چلے گئے تھے کچھ تکلیف نہیں دی اور جو اور نصرانی ایسا ہی ہو وہ بھی حکماً ان ہی میں داخل ہے اور ان میں سے جنہوں نے حق قبول کر لیا تھا وہ نجاشی بادشاہ اور ان کے مصاحب ہیں کہ حبشہ میں بھی قران سن کر روئے اور مسلمان ہوگئے پھر تیس آدمی حضور ﷺ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے اور قرآن سن کر روئے اور اسلام قبول کیا اس موقع پر اس آیت کا نزول ہوا تھا۔

ذکر شدت تعصب در یہود ومشرکین وقلت او در بعض نصاریٰ: لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ (الی قولہ تعالی) وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ﴿۸۲﴾

(غیر مومنین میں) تمام آدمیوں سے زیادہ مسلمانوں سے عداوت رکھنے والے آپ ان یہود اور ان مشرکین کو پاویں گے اور ان (غیر مومنین آدمیوں) میں مسلمانوں کے ساتھ دوستی رکھنے کے قریب تر (بہ نسبت اوروں کے) ان لوگوں کو پائے گا جو اپنے کو نصاریٰ کہتے ہیں (قریب تر کا یہ مطلب کہ دوست وہ بھی نہیں مگر دوسرے مذکورین سے غنیمت ہیں) یہ (دوستی) سے قریب تر ہونا اور عداوت میں کم ہونا اس سبب سے ہے کہ ان (نصاریٰ) میں بہت سے علم دوست[۱۶] عالم ہیں اور بہت[۱۷] سے تارکِ دنیا درویش ہیں (اور جب کسی قوم میں ایسے لوگ بکثرت ہوتے ہیں تو عوام میں بھی حق کے ساتھ زیادہ عناد نہیں رہتا اگرچہ خواص وعوام حق کو قبول نہ بھی کریں) اور اس سبب سے ہے کہ یہ (نصاریٰ) لوگ متکبر نہیں ہیں (قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا سے جلدی متاثر ہو جاتے ہیں اور نیز تواضع کا خاصہ ہے امر حق کے سامنے نرم ہو جانا اس لئے ان کو عداوت زیادہ نہیں پس وجود قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا اشارہ ہے علت فاعلہ کی طرف اور عدم استکبار قابلیت کی طرف بخلاف یہود ومشرکین کے کہ محبّ[۱۸] دنیا اور متکبر ہیں اور گو یہود میں بھی بعض علمائے حقانی تھے جو مسلمان ہوگئے تھے لیکن بوجہ ان کی قلت کے عوام میں اثر نہیں پہنچا اس لئے ان میں عناد ہے جو سبب ہو جاتا ہے شدتِ عداوت کا اسی لئے یہود تو مومن ہی کم ہوئے اور مشرکین میں سے جب عناد نکل گیا تب مومن ہونا شروع ہوئے)۔

ف: آیت کی تقریر تفسیر سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ یہ تمام ازمنہ وامکنہ کے نصاریٰ کے باب میں نہیں ہے اور اس پر بعض دلائل اور بعض قرائن ہیں۔ دلیل اول: اس قرب مودت کا سبب ایک یہ فرمایا کہ ان میں ایسے ایسے اوصاف کے عالم اور درویش ہیں اور ہم اس سبب کو عام نہیں پاتے۔ دلیل دوم: اس کا دوسرا سبب یہ فرمایا کہ ان میں تکبر نہیں ہم اس کو بھی عام نہیں پاتے۔ دلیل سوم: یہاں قرب مودّت لِلْمُؤْمِنِيْنَ کی خبر دی ہے خود اس کا وقوع بھی عام نہیں پایا جاتا اور صدق لوازم کلام الٰہی سے ہے معلوم ہوا کہ جو نصاریٰ ان اوصاف سے جو کہ سبب اور مسبب میں مذکور ہیں موصوف ہوں وہی مراد ہیں پس بعض اہل تملق کا دنیوی غرض سے اس میں عموم مطلق کا دعویٰ کرنا محض ہوا پرستی ہے۔ قرینہ اول: سبب نزول خاص ہے جیسا تمہید میں مذکور ہوا۔ قرینہ ثانی: قالوا ماضی کا صیغہ ہے پس جو لوگ اِنَّا نَصٰرٰى کہنے والے پائے جاویں، وہ آیت میں مذکور وداخل نہیں بلکہ وہ مسکوت عنہ ہیں دوسرے دلائل سے ان کا حکم ڈھونڈا جاوے گا ان خیرًا فخیر وان شرًا فشر۔ قرینہ ثالث: لَتَجِدَنَّ میں اصل یہی ہے کہ خطاب رسول اللہ ﷺ کو ہو پس دوسرے اعصار کو شامل نہیں اب ہم کو جواب میں اس قائل ہونے کی ضرورت نہیں رہی کہ آیت کو خاص نومسلم نصاریٰ کے ساتھ مخصوص کہا جاوے گو بہت مفسرین اس کے قائل ہیں اور دو شاہد اس کی تائید بھی کرتے ہیں۔ شاہد اول: سبب نزول۔ شاہد دوم: وَاِذَا سَمِعُوْا کا یقیناً خاص اسلام لانے والوں کی شان میں ہونا اور اس میں ضمیر کا ماقبل کی طرف راجع ہونا اور راجع اور مرجع متحد ہونا لیکن ظاہراً قرائن سے اتنا خصوص بھی معلوم نہیں ہوتا اور صاحب روح المعانی نے بھی خصوص نہیں لیا۔ قرینہ اول: ان کو مودّت میں اقرب فرمایا

ہے اور جو مسلمان ہو گئے تھے وہ تو قربِ مودت سے متجاوز ہو کر خود مودت بلکہ شدتِ مودت کے ساتھ موصوف ہو گئے تھے۔ قرینۂ دوم: ان نو مسلموں کی دوستی کی اصل علت ایمان ہے نہ کہ اخلاق ترکِ دنیا وحبِ علم وتواضع پھر ترکِ دنیا کو عنوان رہبانیت سے تعبیر فرمایا جو کہ شریعت محمدیہ میں غیر محمود ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم بقائے نصرانیت ہی کی حالت میں فرمایا گیا ہے پس آیت میں نہ مطلقاً عموم ہے اور نہ مطلقاً خصوص اور شان نزول عموم من وجہ کو مضر نہیں کیونکہ ایک جزو اس کا یعنی ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنۡهُمۡ الخ باعتبار حالت نصرانیت کے ہو سکتا ہے اور دوسرا جزو یعنی وَاِذَا سَمِعُوۡا الخ باعتبار حالتِ اسلام کے اور وَاِذَا سَمِعُوۡا کی ضمیر ماقبل کی طرف باعتبار بعض کے راجع ہو سکتی ہے جیسا کہ کبیر میں ہے پس اس سے شاہدین مذکورین کا جواب ہو گیا اور یہاں مفسرین نے دو فائدے لکھے ہیں۔ فائدۂ اول: اخلاقِ حمیدہ کسی قوم میں ہوں حمیدہ ہیں۔ فائدۂ دوم: نصاریٰ کا کفر ذات وصفات میں ہے کہ تثلیث کے قائل ہیں اور اکثر یہود کا نبوت کے ساتھ صرف بعض نے البتہ عزیر علیہ السلام کو بھی ابن اللہ کہا تھا اور پہلا کفر اشد ہے دوسرے کفر سے لیکن اخلاق کے تفاوت سے ثانی پر زیادہ ملامت کی گئی یہاں سے فرق مبتدعہ اہل اسلام میں اس تفاوت کا حال سمجھنا چاہئے اور یہاں دو تنبیہ ہیں۔ تنبیہ اول: یہاں کفار نصاریٰ کی مدح نہیں بلکہ انصاف ہے اور اخلاق کی فی نفسہا مدح۔ تنبیہ دوم: اخلاق میں رہبانیت کی مدح باعتبار اس کی جمیع خصوصیات کے نہیں بلکہ صرف اس کے ایک جزو یعنی ترکِ حبِ دنیا کے اعتبار سے ہے اور احقر نے جو آیت کی تقریر ربط میں لفظ عدل وانصاف اور اقرب کے ترجمہ میں لفظ نسبت ظاہر کر دیا ہے اس سے دو امر رافع اشکال حاصل ہو گئے۔ امر اول: مقصود آیت میں مدح نصاریٰ کی نہیں بلکہ تقریر میں انصاف ہے جیسا ابھی تنبیہ اول میں ذکر کیا گیا۔ امر دوم: مقصود آیت میں موٗدت کا قرب کامل نہیں بلکہ قرب اضافی ہے اور یہاں دو نکتے دو تحقیقوں کو مفید ہیں۔ نکتہ اول: اَلَّذِيۡنَ اَشۡرَكُوۡا کو ماضی لائے اس سے یہ فائدہ ہے کہ تمام ازمنہ وامکنہ کے مشرکین پر یہ حکم جاری ہونا ضرور نہیں۔ نکتہ دوم: اَلَّذِيۡنَ قَالُوۡۤا کو ماضی لائے قرینہ ثانیہ میں اس کا بھی یہی فائدہ گزر چکا پس اگر کسی جگہ پرانے طرز کے ہندو بہ نسبت متعصب عیسائیوں کے مسلمانوں سے زیادہ الفت رکھنے والے پائے جاویں تو قرآن اس کی نفی نہیں کرتا اور یہود اول تو اب تک الفت کرنے والے سنے نہیں گئے لیکن اگر کہیں پائے جاویں تو الیہود میں الف لام عہد کا ہو سکتا ہے چنانچہ ترجمہ میں لفظ ان اس طرف مشیر ہے اور یا یوں کہا جا سکتا ہے کسی قوم پر کوئی حکم باعتبار اکثر کے ہوتا ہے معدودے چند کا اس حکم سے خارج ہونا موجب تخلف حکم نہیں اور دو تحقیق قرب مودت کے متعلق اور ہیں۔ تحقیق اول: یہ حکم مذکور قرب موٗدت کا نصاریٰ کے حق میں ہے اور جو قوم واقع میں نصاریٰ نہ ہو گو عام لوگ بعض اوضاع ومشابہات کی وجہ سے ان کو نصاریٰ کہتے ہیں آیت میں ان کے لئے یہ حکم مذکور نہیں۔ تحقیق دوم: یہاں نصاریٰ کے لئے مسلمانوں سے قرب مودت کی خبر دی ہے یہ نہیں کہ مسلمانوں کے لئے نصاریٰ سے موٗدت کی اجازت دی ہو وقد **تم ههنا بحمد الله تعالٰى تفسير هذا الآية مع فوائد تتعلق بها تبلغ عشرين ما جمع تقرير وامنعه احسن بيان واتقن تبيين وسميته لخير الودة في تفسير آية المودة۔**

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنۡهُمۡ الخ اس باء سببیت سے معلوم ہوا کہ علوم واخلاق کو عمل میں دخل عظیم ہے اس لئے مشائخ کو اخلاق وعلوم کا اہتمام اعمال سے زیادہ ہوتا ہے ۱۲۔

الحواشی: (۱) **اے لما كان اليهود وايضا كفارا فما معنى لو مهم على توليهم الذين كفروا فعلم منه المراد بالذين كفروا المشركون الذين شان كفرهم غير شان كفرهم ۱۲ منه۔** (۲) لفظ علم دوست اس لئے بڑھایا کہ یہ شبہ جاتا رہے کہ یہود میں بھی بہت سے عالم تھے پھر نصاریٰ کی کیا تخصیص وجہ اندفاع یہ ہے کہ اگرچہ یہود میں عالم تھے لیکن وہ لوگ علم دوست نہ تھے اس لئے ان کو مسلمانوں سے بغض ہوا اور نصاریٰ کو نہ ہوا کہ وہ علم دوست تھے اور مسلمان ذی علم ہیں اس لئے وہ ان سے موٗدت رکھتے تھے ۱۲ تبیان۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله في لعن** سخت **لان المطلق يراد به الكامل عند القران والقرينة ههنا بيان شناعتهم ويتايد بما في الروح وبناء الفعل ما لم يسم فاعله للجرى على سنن الكبرياء ۱۲۔** ۲؎ **قوله في لسان** یعنی زبور **هكذا في روح المعاني ويتايد ايضًا بما يليه فانه يدل على ان سبب اللعن كفرهم المستمر لا كفرهم الخاص الذى صار سببا للمسخ الذى فسر به آخرون وقلت سواء كان بعين هذا اللفظ او بما يفيد معناه لان الكتب الالٰهية لا يخلوا شيء منها عن ذم الكفار عمومًا وخصوصًا ولو كان المذكور عاما فتخصيص بني اسرائيل بالذكر في القرآن لكون الكلام فيهم باعتبار كونهم فردا من العام لا لنفي ما عداهم ۱۲۔** ۳؎ **قوله في عصوا** اعتقادی **وهو الكفر فلا يرد ان قوله الذين كفروا مشعر بسببية الكفر وهذا بسببية العصيان وقرينه ولعل الفائدة في اختلاف العنوان الكشف عن قبح كفرهم المذكور في الذين كفروا ليتضح وجه ترتب هذا الامر الفظيع عليه ۱۲۔** ۴؎ **قوله في يعتدون** بہت دور **يدل عليه المقام ليفيد الزيادة والافكل كفر يكون اعتداء لا محالة فافاد بهذا التفسير كون كفرهم شديدا لان الكفر بعضه دون بعض ۱۲۔** ۵؎ **قوله قبل كانوا**

استمرارا فافاد جملة لا يتناهون الامتداد كما افاد السابقة الاشتداد فكان اشارة الى ان هذا اللعن الفظيع لا يكون بمطلق الكفر بل اذا اشتدوا وامتدوا وانما ترك العطف لكونها كالتفسير للسابق لان الاشتداد اكثر ما يكون مفضيا الى الامتداد ١٢۔ ٦ قوله في فعلوه اختيار الى آئندہ اشار به الى دفع اشكال مشهور ههنا وهو ان التناهي يستحيل تعلقه بما قد وقع لانه اعدام في الماضي وهو غير مقدور تقرير الجواب انه لما كان الماضي والمستقبل متماثلين صح هذا الاطلاق كما في قوله تعالى وان لم ينتهوا عما يقولون فافهم فانه من المواهب ولا يحتاج فيه اليك تقدير مثل او معاودة وان كان حاصل الجميع واحداً ١٢۔ ٧ قوله في لا يتناهون بازنہ آتے كما في الروح قيل التناهي بمعنى الانتهاء من قولهم متناهي عن الامر وانتهى عنه اذا امتنع ١٢۔ ٨ قوله في كفروا مشرک لان نفس[1] الكفر مشترك بينهم جميعاً ١٢۔ ٩ قوله بعد يتولون مسلمانوں کی عداوت كما سياتي من قوله لتجدن وبهذا حصل التجاذب بين اطراف الكلام ١٢۔ ١٠ قوله هناك تناسب فی الکفر فلا يرادان التولي غايته او حرام فكيف يترتب عليه ما يترتب على الكفر وللاشارة اليه زدت في ترجمة ما اتخذوهم اس طرح واوضحته ايضا ثمه ١٢۔ ١١ قوله في قدمت بھگتنے اوضح به مفهوم التقديم كما في الروح فعلوه في الدنيا ليردوا على جزائه في العقبى ١٢۔ ١٢ قوله في ان سخط اس کے سبب اراد به دفع اشكال وهو ان المخصوص بالذم هو ان سخط وظاهر ان سخط الله ليس مذموما ثم هو ليس من اعمالهم حاصل الدفع ان المضاف محذوف اى موجب سخط الله دل عليه لفظ سبب واقيم المضاف اليه مقامه تنبيهًا على كمال التعلق والارتباط بينهما كانهما شيء واحد ١٢۔ ١٣ قوله قبل في العذاب ثمرہ اشارة الى انه ليس معطوفا لعدم صحة دخوله في حيز الحرف المصدرى بل في موضع الحال المسببة عما قبلها ١٢۔ ١٤ قوله في النبي موسىٰ علیہ السلام كذا في الروح وهو كما ترى الطف وادق ١٢۔ ١٥ قوله في ف بے قیداخ ولا يشكل عليك ان التولي كما هو مشاهد لا يكون الا من البعض فان الرضاء بمنزلة الفعل وكان كلهم راضيا بالكفر ١٢۔ ١٦ قوله في قسيسين علم دوست وفي رهبانا تارک دنیا ماخذه ما في الروح ما نصه وفي مجمع البيان نقلا عن بعضهم ان النصارى ضيعت الانجيل واد خلوا فيه ما ليس منه وما بقى من علمائهم واحد على الحق والاستقامة يقال له قسيس فمن كان على هديه ودينه فهو قسيس وهو لغة رومية وقد تكلمت به العرب واجروهٗ مجرى سائر كلماتهم والرهبان اصله من الرهبة الخوف كانوا يرهبون بالتخلي من اشغال الدنيا وترك ملاذها والزهد فيها والعزلة عن اهلها اه قلت واخذت في معنى القسيس بالحاصل لان من كان كذا فهو لا بدان يحب العلم ولو لم يكن على الحق كما كان اكثرهم كذلك فاتسع في اطلاق القسيس ١٢۔ ١٧ قوله هناك بہت سے في الروح والتنكير في رهبانا لا فادة الكثرة ولا بد من اعتبارها في القسيسين اذ هي التي تدل على مؤدة جنس النصارى للمؤمنين فان اتصاف افراد كثيرة لجنس بخصلة مظنة لا تصاف الجنس بها والا فمن اليهود ايضا قوم مهتدون لكنهم لما لم يكونوا في الكثرة كالذين من النصارى لم يتعد حكمهم الى جنس اليهود آه وفي حديث لو آمن بى عشرة من اليهود اشارة اليه ١٢۔ ١٨ قوله في آخر الترجمة محبِّ دنیا دل عليه قوله تعالى ولتجدنهم احرص الناس على حيٰوة وتكبرهم مشهور ١٢۔ ١٩ قوله في ف فائدة اول اخلاق حمیدہ الخ وهذا القول ايضا قرينة لارادة العموم من وجه في الآية وعدم ارادة خصوص المسلمين منهم ١٢۔

الرِّوَايَاتُ: في اللباب اخرج ابن ابى حاتم عن سعيد بن المسيب وابى بكر بن عبدالرحمن وعروة بن الزبير قالوا بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم عمرو بن امية الضمرى وكتب معه كتابا الى النجاشي فقدم على النجاشي فقرأ كتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم دعا جعفر بن ابى طالب والمهاجرين معه وارسل الى الرهبان والقسيسين ثم امر جعفر بن ابى طالب فقرأ عليه سورة مريم فآمنوا بالقرآن فاضت اعينهم من الدمع فهم الذين انزل الله فيهم ولتجدن اقربهم مودة الى قوله فاكتبنا مع الشٰهدين وروى ابن ابى حاتم عن سعيد بن جبير قال بعث النجاشي ثلاثين رجلا من خيارا صحابه الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقرأ عليهم سورة يٰسٓ فبكوا فنزلت فيهم الآية واخرج النسائي عن عبدالله ابن الزبير قال انزلت هذه الآية لفي النجاشي واصحابه واذا سمعوا ما انزل الخ وروى الطبراني عن ابن عباس نحوه البسط منه ١٢۔

البَلَاغَةُ: في الروح والعدول عن جعل ما فيه التفاوت بين الفريقين شيئا واحدا قد تفاوتا فيه بالشدة والضعف او بالقرب والبعد بان يقال آخر او لتجدن اضعفهم عداوة او بان يقال او لا لتجدن ابعد الناس مودة للايذان بكمال تباين ما بين الفريقين من التفاوت ببيان ان احدهما في اقصى مراتب احد النقيضين والآخر في اقرب مراتب النقيض الآخر ١٢۔

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ ۖ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ﴿٨٣﴾ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ أَن يُدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ ﴿٨٤﴾ فَأَثَابَهُمُ اللَّهُ بِمَا قَالُوا جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ﴿٨٥﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿٨٦﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿٨٧﴾ وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنتُم بِهِ مُؤْمِنُونَ ﴿٨٨﴾

اور جب وہ اس کو سنتے ہیں جو کہ رسول کی طرف بھیجا گیا ہے تو آپ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہتی ہوئی دیکھتے ہیں اس سبب سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا۔ یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم مسلمان ہو گئے تو ہم کو بھی ان لوگوں کے ساتھ لکھ دے۔ جو تصدیق کرتے ہیں اور ہمارے پاس کونسا عذر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور جو حق ہم کو پہنچا ہے اس پر ایمان نہ لائیں اور اس بات کی امید رکھیں کہ ہمارا رب ہم کو نیک لوگوں کی معیت میں داخل کر دے گا۔ سو ان کو اللہ تعالیٰ ان کے قول کی پاداش میں ایسے باغ دیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی یہ ان میں ہمیشہ کو رہیں اور نیکو کاروں کی یہی پاداش ہے اور جو لوگ کافر رہے اور ہماری آیات کو جھوٹا کہتے رہے وہ لوگ دوزخ والے ہیں۔ اے ایمان والو اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تمہارے واسطے حلال کی ہیں ان میں لذیذ چیزوں کو حرام مت کرو اور حدود سے آگے مت نکلو بے شک خدا تعالیٰ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتے اور خدا تعالیٰ نے جو چیزیں تم کو دی ہیں ان میں سے حلال مرغوب چیزیں کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔ ۞

تفسیر ربط: اوپر نصاریٰ کے ایک خاص صفات کی جماعت کا ذکر تھا آگے ان کا ذکر ہے جو ان میں مسلمان ہو گئے تھے۔

مدح نو مسلمان نصاریٰ: وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ (الی قولہ تعالی) أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ اور (بعضے ان میں جو کہ آخر میں مسلمان ہو گئے تھے ایسے ہیں کہ) جب وہ اس (کلام) کو سنتے ہیں جو کہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف بھیجا گیا ہے (یعنی قرآن) تو آپ ان کی آنکھیں آنسو سے بہتی ہوئی دیکھتے ہیں اس سبب سے کہ انہوں نے (دین) حق (یعنی اسلام) کو پہچان لیا (مطلب یہ کہ حق کو سن کر متاثر ہوتے ہیں اور) یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم مسلمان ہو گئے تو ہم کو بھی ان لوگوں کے ساتھ لکھ لیجئے (یعنی ان میں شمار کر لیجئے) جو (محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کے حق ہونے کی) تصدیق کرتے ہیں اور ہمارے پاس کون سا عذر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر (حسب تعلیم شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اور جو (دین) حق ہم کو (اب) پہنچا ہے اس پر ایمان نہ لاویں اور (پھر) اس بات کی امید (بھی) رکھیں کہ ہمارا رب ہم کو نیک (مقبول) لوگوں کی معیت میں داخل کر دے گا (بلکہ یہ امید موقوف اسلام پر ہے اس لئے مسلمان ہونا ضرور ہے) سو ان (لوگوں) کو اللہ تعالیٰ ان کے (اس) قول (مع الاعتقاد) کی پاداش میں ایسے باغ (بہشت کے) دیں گے جن کے (محلات کے) نیچے نہریں جاری ہوں گی (اور) یہ ان میں ہمیشہ کو رہیں گے اور نیکو کاروں کی یہی پاداش ہے اور (برخلاف ان کے) جو لوگ کافر رہے اور ہماری آیات (واحکام) کو جھوٹا کہتے رہے وہ لوگ دوزخ (میں رہنے والے) ہیں۔

ربط: یہاں تک اہل کتاب کے متعلق گفتگو تھی آگے پھر عود ہے احکام فرعیہ کی طرف جن کا کچھ شروع سورت میں اور کچھ درمیان میں بھی بیان ہوا ہے اور باعتبار خصوصیت مقام کے ایک ربط خاص بھی منقول ہے وہ یہ کہ اوپر مقام مدح میں رہبانیت کا ذکر آیا ہے گو وہ باعتبار اس کے ایک جزو خاص یعنی ترک حب دنیا کے ہے لیکن مظنہ تھا اس کی خصوصیات کے قابل مدح سمجھ جانے کا اس لئے اس مقام پر اس تحریم حلال کی ممانعت زیادہ مناسب ہوئی اسی طرح حکم شانزدہم کو سورت کی اول آیت: أَوْفُوا بِالْعُقُودِ سے خاص مناسبت ہے کہ ان عقود سے مراد عقود مطلوبہ ہیں اور جو عقد شرعاً مطلوب نہ ہو مثلاً وہ یمین جس کا توڑنا مناسب ہو اس کا ظاہری ایفاء نہ چاہئے بلکہ اس کا حقیقی ایفاء یہی ہے کہ عدم ایفاء کر کے کفارہ دے اور حکم ہفدہم کو سورت کے حکم سوم سے خاص تعلق ہے کہ دونوں میں کچھ ماکولات و مشروبات اور قمار اور انصاب کا ذکر ہے اور حکم ہشدہم کو حکم اول و دوم سے خاص ارتباط ہے کہ تینوں میں حرم کا احترام مضمون مشترک ہے اور احکام میں بھی تامل سے خاص تناسب معلوم و مفہوم ہو سکتا ہے واللہ اعلم۔

حکم پانزدہم نہی از تحریم حلال: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ (الی قولہ تعالی) وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنتُم بِهِ مُؤْمِنُونَ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تمہارے واسطے حلال کی ہیں (خواہ از قسم مطعومات ہوں یا ملبوسات یا منکوحات کی قسم سے ہوں) ان میں لذیذ (اور

مرغوب[۱۴]) چیزوں کو (قسم وعہد کر کے اپنے نفس پر) حرام مت کرو اور حدود شرعیہ) سے (جو کہ تحلیل وتحریم کے باب میں مقرر ہیں) آگے مت نکلو۔ بیشک اللہ تعالیٰ حد (شرعی) سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتے اور خدا تعالیٰ نے جو چیزیں تم کو دی ہیں ان میں حلال مرغوب چیزیں کھاؤ (برتو) اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو (یعنی تحریم حلال خلاف رضائے حق ہے۔ ڈرو اور اس کا ارتکاب مت کرو)۔

ف: تحریم حلال تین قسم[۱۵] ہے ایک اعتقاداً، دوسرا قولاً، تیسرا فعلاً یعنی دوام علی الترک باعتقاد قربت قسم اول کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ حلال قطعی ہے تو اس تحریم سے کافر ہوجاوے گا۔ قسم دوم کا حکم یہ ہے کہ اگر الفاظ یمین سے ہے تو قسم ہوجاوے گی جس کا حکم یہ ہے کہ بلا حاجت[۱۶] یہ معصیت ہے اس کو توڑ کر کفارہ دے اور اگر الفاظ یمین سے نہیں تو لغو ہے اس کا کچھ اثر نہیں اور الفاظ یمین کے کتب فقہ میں مفصلاً مذکور ہیں جن میں دو صیغے جن کا حکم مشہور کم ہے اور الفاظ آیت سے ان کو زیادہ مناسبت ہے اس جگہ لکھتا ہوں ایک یہ کہ فلاں چیز مجھ پر حرام ہے یا میں اس کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں اس کا حکم یہ ہے کہ یہ قسم ہوجاوے گی۔ دوسرا یہ کہ اگر فلاں چیز کھاؤں یا فلاں کام کروں تو سور کھاؤں حرام کھاؤں اس کا حکم یہ ہے کہ جہاں اس طرح قسم کھانے کا رواج نہ ہو وہاں تو قسم نہ ہوگی اور جہاں رواج ہو وہاں فقہاء کا اختلاف ہے ہٰکذا فی الدر المختار اور قسم سوم کا حکم یہ ہے کہ یہ بدعت اور رہبانیت ہے خلاف کرنا واجب ہے اور اس سے کفارہ نہیں آتا اور باعتقاد قربت کی قید اس لئے لگائی کہ اگر کسی مصلحت جسمی یا نفسی سے بطور علاج اس عارض کے بقاء تک ترک کردیا ہے تو وہ تحریم نہیں ہے اور جائز ہے اور بزرگوں سے جو مجاہدات منقول ہیں وہ اسی قبیل سے ہیں اس لئے ان پر اعتراض ناجائز ہے اور ایک تقریر وَاتَّقُوا اللّٰهَ الخ کی یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ضروری امر یہ ہے کہ حرام اور معصیت سے بچو کہ تقویٰ یہ ہے اور حلال اشیاء سے بچنے پر تقویٰ موقوف نہیں اس کی ضرورت نہیں۔ دونوں تقریروں میں فرق یہ ہے کہ پہلی تقریر کا حاصل توقف التقویٰ علی عدم التحریم ہے اور دوسری تقریر کا حاصل عدم توقف التقویٰ علی التحریم ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ تَرٰۤى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ الخ اس میں وجد کا اثبات ہے کیونکہ وجد کی حقیقت یہ ہے حالۃ محمودۃ غریبۃ غیر اختیاریۃ قولہ تعالیٰ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ الخ اس میں دلالت ہے کہ محض طمع بدوں عمل کے معتد بہ نہیں ۱۲ قولہ: تعالیٰ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ اس میں رسم ترک حیوانات کا ابطال ہے جو بعض مدعیان طریقت کا طریق ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قولہ فی سمعوا بعضے كذا فی الكبير ۱۲۔ ۲ قولہ فی مما سبب اشارة الى كون من تعليلة وما يجوز ان تكون يصدرته ومن الحق تبعيض او زائدة وان تكون موصولة ومن الحق بيان ۱۲۔ ۳ قولہ فی توضيح تفيض متاثر وهو المقصود سواء كان بفيض الدمع او بدونه بان يؤمنوا اولا يبكوا۔ ۴ قولہ فی يقولون اور اشارة الى كونه استينافاً ويجوز ان يكون حالا من ضمير عرفوا ۱۲۔ ۵ قولہ فی اكتبنا شمار الخ اشارة الى انه بمعنى اجعلنا كما فی الروح ۱۲۔ ۶ قولہ فی ما لنا عذر ہے تفصيله ان لا نؤمن حال من الضمير فی لنا والعامل ما فيه من معنى الاستقرار الى اى شئى حصل لنا غير مؤمنين كذا فی الروح وانا عينت ذلك الشئى وهو العذر الذى يكون سببا لعدم الايمان ۱۲۔ ۷ قولہ فی لا نؤمن حسب تعلیم لان القوم كانوا مصدقين بالله من قبل لكن لا موافقا لشرعنا ۱۲۔ ۸ قولہ ونطمع اور پھر اشارة الى ما فی الكشاف ويجوز ان يكون ونطمع حالا من لا نؤمن على انهم انكروا على نفوسهم انهم لا يؤمنون ويطمعون مع ذلك ان يصحبوا الصّٰلحين اه قلت وفی هذه العبارة بقوله يصحبوا تفسير ايضا لقوله تعالىٰ مع حيث لم يقل من الصّٰلحين واشرت اليه بقولی معیت وهذه المعية فی الدنيا وفی الآخرة نعيما ۱۲۔ ۹ قولہ فی قالوا مع الاعتقاد لان القول المحض لا يجدى نفعاً ۱۲۔ ۱۰ قولہ فی اثاب دیں گے اشارة الى ان الماضى بمعنى المستقبل ۱۲۔ ۱۱ قولہ فی كفروا رہے يعنى الى الموت ۱۲۔ ۱۲ قولہ فی التمهيد خود فی هذا النهج اشارة الى لطفية الى ان الطالب للحق لا ينبغى له الاشكال بمحاجة المخالف بحيث يذهل عن الاحكام المتعلقة بنفسه ۱۲۔ ۱۳ قولہ فی ما احل خواہ از قسم الخ لان سبب النزول كان فيه تحريم الاقسام المختلفة واما قوله كلوا فليس للتخصيص بل لكونه اعظم المنافع واشرت الى عدم التخصيص بقولی فی ترجمه (برتو) ۱۲۔ ۱۴ قولہ فی طيبات اور مرغوب عطف تفسيرى وهذا التخصيص لكون التحريم فی سبب النزول متعلقا به لا لان غير الطيبات يجوز تحريمه ۱۲۔ ۱۵ قولہ فی اول ف تین قسم والآية عامة للجميع ۱۲۔ ۱۶ قولہ فی قسم دوم من ف بلا حاجت زيد ليخرج تحريمه صلى الله عليه وسلم العسل او مارية لحاجة ابتغاء مرضات ازواجه الذى كان جائزا له فی اجتهاده صلى الله عليه وسلم ۱۲۔

الروایات: اورد فی اللباب بتخريج الترمذى وابن جرير وابن عساكر وابن ابى حاتم عن ابن عباس ومرسل عكرمة وابى قلابة ومجاهد وابى مالك والنخعى والسدى وعن زيد بن اسلم تحريم اللحم والدسم والنساء ولبس غير المسوح عن رجل ورجال من

الصحابة منهم عثمان بن مظعون وعلي ابن مسعود والمقداد بن الاسود وسالم مولٰى ابى حذيفة وعبدالله بن عمر وابو بكر وعمر عن عبدالله بن رواحة واضيافه فى قصة الضيافة بالفاظ مختلفة قلت ولا تزاحم فى الاسباب ۱۲۔

البلاغۃ: قوله تفيض فى الروح عن الانتصاف ان هذه العبارة ابلغ العبارات وهى ثلث مراتب فالاولى فاض ومع عينه وهذا هو الاصل والثانية محولة من هذه وهى فاضت عينه دمعا فانه قد حول فيها الفعل الى العين مجازا و مبالغة ثم نبه على الاصل والحقيقة بنصب ما كان فاعلا على التمييز والثالثة ما فى النظم الكريم وفيها التحويل المذكور الا انها ابلغ من الثانية باطراح التنبيه على الاصل وعدم نصب التمييز وابرازه فى سورة التعليل ۱۲ قوله ما لنا لا نؤمن فى الروح بعد ما نقلته عنه من تركيبه هكذاوالانكار متوجه الى السبب والمسبب جميعًا كما فى قوله تعالٰى وما لى لا اعبد الذى فطرنى ونظائره لا الى السبب فقط مع تحقق المسبب كما فى قوله تعالٰى فما لهم لا يؤمنون وامثاله۱۲ قوله قالوا فى الروح ان القول اذا لم يقيد بالخلو عن الاعتقاد يكون المراد به المقارن له كما اذا قيل هذا قول فلان لان القول انما يصدر عن صاحبه لافادة الاعتقاد وقيل ان القول ههنا مجاز عن الراى والاعتقاد كما يقال هذا قول الامام الاعظم اى هذا مذهبه واعتقاده۱۲ قوله كذبوا فى الروح عطف التكذيب على الكفر مع انه منه لما ان القصد الى بيان حال المكذبين وذكرهم بمقابلة المصدقين ۱۲۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاۗءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾

اللہ تعالیٰ تم سے مواخذہ نہیں فرماتے تمہاری قسموں میں لغو قسم پر لیکن مواخذہ اس پر فرماتے ہیں کہ تم قسموں کو مستحکم کرو۔ سو اس کا کفارہ دس محتاجوں کو کھانا دینا اوسط درجہ کا جو اپنے گھر والوں کو کھانے کو دیا کرتے ہو یا ان کو کپڑا دینا یا ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا اور جس کو مقدور نہ ہو تو تین دن کے روزے ہیں۔ یہ کفارہ ہے تمہاری قسموں کا جب کہ تم قسم کھالو اور اپنی قسموں کا خیال رکھا کرو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنے احکام بیان فرماتے ہیں تا کہ تم شکر کرو۔ اے ایمان والو بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں ہیں۔ شیطانی کام ہیں۔ سو ان سے بالکل الگ رہو تا کہ تم کو فلاح ہو۔ شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کردے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے۔ سو اب بھی باز آؤ گے ○

تفسیر: ربط: اوپر تحریم طیبات کا ذکر تھا چونکہ وہ بعض اوقات بذریعہ یمین یعنی قسم کے ہوتی ہے اس لئے آگے یمین کا حکم مذکور ہے۔

حکم شانز دہم متعلق سوگند: لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ (الی قولہ تعالی) لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اللہ تعالیٰ تم سے (دنیوی) مواخذہ نہیں فرماتے (یعنی کفارہ واجب نہیں کرتے) تمہاری قسموں میں لغو قسم (توڑنے) پر لیکن (ایسا) مواخذہ اس پر فرماتے ہیں کہ تم قسموں کو (آئندہ کی بات پر) مستحکم کردو (اور پھر اس کو توڑ دو) سو اس (قسم کے توڑنے) کا کفارہ (یہ ہے کہ) دس محتاجوں کو کھانا دینا اوسط درجہ کا جو اپنے گھر والوں کو (معمولی طور پر) کھانے کو دیا کرتے ہو یا ان (دس محتاجوں) کو کپڑا دینا (اوسط درجہ کا) یا ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا (یعنی تینوں میں جس کو چاہے اختیار کرلے) اور جس کو (ان تینوں میں سے ایک کا بھی) مقدور نہ ہو تو (اس کا کفارہ) تین دن کے (متواتر) روزے ہیں یہ (جو مذکور ہوا) کفارہ ہے تمہاری (ایسی) قسموں کا جب کہ تم قسم کھالو (اور پھر اس کو توڑ دو) اور (چونکہ یہ کفارہ واجب ہے اس لئے) اپنی قسموں کا خیال رکھا کرو (کبھی ایسا نہ ہو کہ قسم کو توڑ دو اور کفارہ نہ دو اور اللہ تعالیٰ نے جس طرح یہ حکم برعایت تمہارے دنیوی و دینی مصالح کے بیان فرمایا ہے) اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے واسطے اپنے (دوسرے) احکام (بھی) بیان فرماتے ہیں تا کہ تم (اس نعمت رعایت مصالح کا) شکر کرو۔

ف: لغو کہتے ہیں بے اثر کو اس کے دو معنی ہیں ایک وہ جس پر گناہ کا اثر مرتب نہ ہو اس کا حکم اور تفسیر اور اقسام سورۂ بقرہ کے حکم بست و کیم میں بیان ہو چکا ہے۔ دوسرے وہ جس پر اثر کفارہ کا مرتب نہ ہو۔ اس آیت میں بقرینۂ مقابلہ یمین موجب کفارہ کے اسی کا ذکر ہے اور اس کا مقابل جس میں کفارہ واجب ہو منعقدہ کہلاتی ہے حقیقت اس کی یہ ہے کہ آئندہ کسی امر کے وقوع یا عدم وقوع پر قسم کھائی اور اسی سے لغو کی حقیقت بھی معلوم ہوگئی جو ایسی نہ ہو۔ زیادہ تفصیل اس کی سورۂ بقرہ کے موقع مذکور پر گزر چکی ہے جو ملاحظہ کے قابل ہے اب چند مسائل یمین منعقدہ کے متعلق لکھے جاتے ہیں۔

مسئلہ: قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا نہیں ہو سکتا۔

مسئلہ: کھانا دینے میں اختیار ہے خواہ دس آدمیوں کو دونوں وقت گھر بٹھا کر کھلا دے لیکن ان سب میں ایسا شخص نہ ہو جو قریب بلوغ بھی نہ ہو یا شکم سیر ہو یا صدقۂ فطر کے برابر ہر مسکین کو غلہ یا اس کی قیمت دے دے کذا فی ردالمختار عن البدائع اور یہ مساکین ایسے ہوں جن کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔

مسئلہ: اگر کپڑا دے تو اس قدر ہو جس سے بدن کا اکثر حصہ ڈھک جاوے مثلاً ایک کرتہ، ایک پاجامہ یا ایک لنگی اور چادر۔

مسئلہ: غلام لونڈی کے مسائل پارہ والمحصنٰت کے نصف کے بعد رکوع وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ میں گزر چکے ہیں۔ مگر یہاں اس کا مومن ہونا شرط نہیں۔

مسئلہ: اگر روزہ رکھے تو متواتر رکھنے چاہئیں۔

مسئلہ: قسم خواہ جان کر توڑے یا بھول کر ٹوٹ جاوے دونوں میں کفارہ واجب ہے۔

مسئلہ: اگر دو روزے رکھے تھے پھر اطعام یا کسوہ کا مقدور ہو گیا تو روزے سے کفارہ نہیں ہوا۔

مسئلہ: مقدور سے مراد صاحب نصاب ہونا نہیں بلکہ جس سے کفارہ ادا کر سکے المسائل کلہا من الدر المختار والہدایہ والبحر۔

ربط: اوپر حلال چیزوں کے ترک خاص کی ممانعت تھی آگے بعض حرام چیزوں کے استعمال کی ممانعت ہے۔

حکم ہفدہم تحریم خمر و قمار وغیرہما: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ...... فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ۔ اے ایمان والو بات یہی[۱] ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ[۲] اور قرعہ کے تیر یہ سب[۳] گندی باتیں شیطانی کام ہیں سو ان سے بالکل الگ رہو تا کہ تم کو (بوجہ) ان کی مضرتوں سے بچنے کے جو آگے مذکور ہیں) فلاح ہو (اور وہ مضرتیں دنیوی بھی ہیں اور دینی بھی جن کا بیان یہ ہے کہ) شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ[۴] سے تمہارے آپس میں (برتاؤ میں) عداوت اور (دلوں میں) بغض واقع کر دے (چنانچہ ظاہر ہے کہ شراب میں تو عقل نہیں رہتی گالی گلوچ دنگہ فساد ہو جاتا ہے جس سے بعد میں بھی طبعاً کدورت باقی رہتی ہے۔ اور جوئے میں جو شخص مغلوب ہوتا ہے اس کو غالب پر غیظ ہوتا ہے اور جب اس کو رنج ہوگا دوسرے پر بھی اس کا اثر پہنچے گا یہ تو دنیوی مضرت ہوئی) اور (شیطان) یوں چاہتا ہے کہ اسی شراب اور جوئے کے ذریعہ سے) اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے (جو کہ اللہ کی یاد کا سب سے افضل طریقہ[۵] ہے) تم کو باز رکھے (چنانچہ یہ بھی ظاہر ہے کیونکہ شراب میں تو اس کے ہوش ہی بجا نہیں ہوتے اور قمار میں غالب کو تو سرور و نشاط اس درجہ ہوتا ہے کہ وہ اس میں غرق ہوتا ہے اور مغلوب کو مغلوب ہونے کا رنج و اضمحلال اور پھر غالب آنے کی کوشش اس درجہ ہوتی ہے کہ اس سے فراغ نہیں ہوتا یہ دینی مضرت ہوئی جب ایسی بری چیزیں ہیں) سو (بتلاؤ[۶]) اب بھی باز آؤ گے۔

ف: خمر و میسر کے متعلق سورۂ بقرہ کے حکم پانزدہم میں اور ازلام کے متعلق اسی سورۂ مائدہ کے حکم سوم میں ضروری بیان گزر چکا ہے وہاں دیکھ لیا جاوے اور اس مقام پر شان نزول سے جس کو لباب میں مسند احمد سے نقل کیا ہے کہ لوگ خمر و میسر کے عادی تھے الخ اور نیز حکمت تحریم کے بیان میں خمر و میسر کے بیان پر اکتفا کرنے سے اصل مقصود ان ہی کا ذکر کرنا ہے اور ازلام بھی میسر میں داخل ہے اور انصاب کا جو ساتھ میں ذکر کیا گیا اس سے مقصود خمر و میسر کی مذمت کی تاکید ہے کہ یہ اس قابل ہیں کہ بت پرستی کے ساتھ ان کا ذکر کیا جاوے اور اسی اشارہ کی توضیح کے لئے آگے بیان حکمت میں صلوٰۃ کے باوجود اس کے ذکر اللہ میں داخل ہونے کی تصریح فرمائی گویا حاصل یہ ہوا کہ یہ خمر و میسر بت پرستی اور کفر کے قریب قریب اس لئے ہیں کہ نماز سے جو کہ ایمان کے اعظم شعائر اور علامات ایمان سے ہے مانع ہیں جب اس طور پر ایمان سے بعد ہوا تو کفر سے قرب ہوا۔

فائدہ: خمر و میسر کی حرمت کی جو حکمت بیان فرمائی گئی ہے وہ شطرنج وغیرہ میں بھی مشاہد ہے اس سے سمجھ لینا چاہئے کہ جائز کس طرح ہو سکتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ اس آیت کو سن کر صحابہؓ نے کہا انتهينا یعنی ہم باز آئے رواہ الترمذی۔ اور یہ بھی آیا ہے کہ جو شرابیں اس وقت موجود تھیں سب پھینک دیں۔ رواہ البخاری۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ الخ اس میں دلالت ہے کہ معاصی میں جیسے اخروی مضرتیں ہیں اسی طرح دنیوی مضرتیں بھی ہیں۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فی التمهید اس لئے آگے وایضا لسوال بعض الحالفین المذکورین آنفًا کما سیأتی فی الروایات ۱۲۔ ۲ قوله فی لا یؤاخذ دنیوی قرینة ذکر الکفارة فیما یلیه ۱۲۔ ۳ قوله فی اللغو توڑنے پر لانه لا کفارة قبل الحنث وجوبا اجماعًا والوجوب هو

المراد بالمواخذة۱۲۔ ۴؎ قوله فی کفارته اس قسم ای المنعقدة لا مطلق الیمین فالمرجع هو الحلف المدلول علیه بقوله عقدتم الایمان ای بشرط الحنث۱۲۔ ۵؎ قوله فی اطعام دینا ہو عام فی لساننا للاباحة والتملیك کالاطعام فی لسان العرب کما فسره فی الروح بالتمکین من الطعام اه وعموم التمکین ظاهر۱۲۔ ۶؎ قوله فی کسوة کپڑا دینا فالجزء الاول ترجمة الکسوة لانه هو المثوب والجزء الثانی ترجمة للقدر .... ای الا لباس بقرینة العطف علی المصدر۱۲۔ ۷؎ قوله هناك اوسط قرینة تقیید قرینه بهذا القید فلم یصرح اعتمادا علی الظهور۱۲۔ ۸؎ قوله فی فصیام اس کا کفارہ اشارة الی تقدیر المبتدأ۱۲۔ ۹؎ قوله فی کذلك جس طرح اشار الی المشبه به۱۲۔ ۱۰؎ قوله فی ف حقیقة المنعقدة قسم کھائی اشارة الی القصد کما فی فتح القدیر بحث ووجه الاشارة التعبیر بقوله قسم کھائی الذی هو فعل اختیاری لان الذی لا یکون بالاختیار یقال له قسم نکل گئی فافهم۱۲۔ ۱۱؎ قوله فی انما یہی ہے لوضعها للحصر۱۲۔ ۱۲؎ قوله فی الانصاب وغیرہ اشارة الی ان الانصاب لا یختص بالاصنام بل هو کل ما یعبد من دون الله ولو غیر مصور۱۲۔ ۱۳؎ قوله رجس یہ سب یعنی حکم علی المذکور باعتبار کل واحد ومن ثم صح توحید الضمیر فی اجتنبوه۱۲۔ ۱۴؎ قوله هناك باتیں اشارة الی تقدیر المضاف فی طرف المبتدأ من التعاطی لیصح کونه من عمل الشیطان وعلیه فیجوز ارجاع الضمیر فی اجتنبوه الی التعاطی۱۲۔ ۱۵؎ قوله فی عمل شیطانی النسبة للسببیة المدلولة بمن۱۲۔ ۱۶؎ قوله فی فی الخمر ذریعہ فکلمة فی للسببیة کما فی قوله علیه السلام فی هرة۱۲۔ ۱۷؎ قوله فی عن الصلوٰة افضل اشارة الی نکتة التخصیص بعد التعمیم۱۲۔ ۱۸؎ قوله فی فهل بتلاؤ دل علی معنی الاستفهام۱۲۔

الروایات: فی الروح اخرج ابن جریر عن ابن عباسؓ نزلت حین نهی القوم عما صنعوا فقالوا یا رسول الله کیف نصنع بایماننا التی حلفنا علیها فی الروح ایضا عن ابن مردویه عن ابن عباسؓ مرفوعًا ثلثة ایام متتابعات فی سوال حذیفة وعن ابن ابی شیبة وابن حمید وابن جریر وابن ابی داوٗد فی المصاحف وابن المنذر والحاکم وصححه والبیهقی عن ابی بن کعب انه کان یقرأ فصیام ثلثة ایام متتابعات واخرج غالب هؤلاء عن ابن مسعودؓ انه کان یقرأ کذلك۱۲۔ مرت فی البقرة وبقی منها شئی یتعلق بهذا المقام خاصةً وهو ما فی اللباب بروایة النسائی والبیهقی عن ابن عباسؓ قال انما نزل تحریم الخمر فی قبیلتین من قبائل الانصار شربوا فلما ان ثمل القوم عبث بعضهم فلما صحوا جعل الرجل یری الاثر فی وجهه وراسه ولحیته فیقول صنع بی هذا اخی فلان وکانوا اخوة لیس فی قلوبهم ضغائن فیقول والله لو کان بی رؤفًا رحیمًا ما صنع بی هذا حتی وقعت الضغائن فی قلوبهم فانزل الله تعالٰی هذه الآیة انما الخمر والمیسر اه قلت ولا دلیل فیه علی تخصیص العداوة بالخمر ولو سلم فلا بأس بان نقول ان ما فی قوله تعالٰی انما یرید الشیطان یکون مجموعه سببا لتحریم المجموع من الخمر والمیسر فافهم۔

اختلاف القراءة :فی قراء ة عقدتم بالتخفیف وفی قراء ة عاقدتم والمفاعلة فیها لاصل الفعل وکذا قراء ة التشدید وقیل ان ذلك للمبالغة باعتبار ان العقد باللسان والقلب کذا فی الروح قلت وانظر ما سیأتی فی الحاشیة المتعلقة بحقیقة المنعقدة تجد ما نقلت عن الروح آنفا مؤید الذلك ووجه التائید کون اشتراط المقصد مصرحا به فی الفتح وهو فعل القلب الذی سماه فی الروح العقد بالقلب فافهم۔

الفقه : استدل الشافعیة بقوله اذا حلفتم ان الکفارة یجوز ادائها بعد الحلف قبل الحنث والجواب ان هذه الکفارة هی المذکورة فی ما قبل بعنوان المؤاخذة المرادفة للوجوب ولا وجوب اجماعًا بدون الحنث فثبت انه لا بد من التقیید بالحنث کما اشرت الیه فی الترجمة۱۲۔

اللغات: قوله التعقید التوثیق والاهلون جمع اهل علی خلاف القیاس والکفارة بالمعنی المصدری وهی الفعلة التی من شانها ان تکفر الخطیئة وتسترها والمراد بالستر المحولان المحو لا یری کالمستور والتاء للنقل او للمبالغة کل هذا فی الروح۱۲۔ الخمر فی القاموس ما اسکر من عصیر العنب او عام اه قلت والاول قول ابی حنیفةؒ والثانی قول غیره۱۲۔ الرجس فی القاموس القذر والمأثم فی الروح هو مصدر فی الاصل اه فلهذا صح توحیده فی خبر المتعدد علی قول واما علی قول تقدیر المضاف فلا حاجة الیه العداوة فی القاموس ضد الصداقة والبغضاء ضد الحب اه قلت وبه علم الفرق بینهما فان الاول فی الظاهر والثانی فی الباطن وقد اشرت الی هذا الفرق فی اثناء الترجمة والله اعلم۱۲۔

النحو : قوله في ايمانكم اما متعلق باللغو يقال لغا في يمينه او بمقدر اى كائنا في ايمانكم كذا في الروح۱۲۔ قوله بما عقدتم ما مصدرية اى بتعقيدكم الايمان وتوثيقكم كذا في الروح۔

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۹۲﴾ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۴﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ۭ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ۭ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾

اور تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہو اور رسول کی اطاعت کرتے رہو اور احتیاط رکھو اور اگر اعراض کرو گے تو یہ جان رکھو کہ ہمارے رسول کے ذمہ صرف صاف صاف پہنچا دینا تھا۔ ایسے لوگوں پر جو کہ ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جس چیز کو وہ کھاتے پیتے ہوں جبکہ وہ لوگ پرہیز رکھتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں پھر پرہیز کرنے لگتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں پھر پرہیز کرنے لگتے ہوں اور خوب نیک عمل کرتے ہوں اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں سے محبت رکھتے ہیں۔ اے ایمان والو اللہ تعالیٰ قدرے شکار سے تمہارا امتحان کرے گا جن تک تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے پہنچ سکیں گے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ معلوم کرلے کہ کون شخص اس سے بن دیکھے ڈرتا ہے۔ سو جو شخص اس کے بعد حد سے نکلے گا اس کے واسطے دردناک سزا ہے۔ اے ایمان والو وحشی شکار کو قتل مت کرو جب کہ تم حالت احرام میں ہو اور جو شخص تم میں اس کو جان بوجھ کر قتل کرے گا تو اس پر پاداش واجب ہوگی جو کہ مساوی ہوگی اس جانور کے جس کو اس نے قتل کیا ہے جس کا فیصلہ تم میں سے دو معتبر شخص کردیں گے۔ خواہ وہ پاداش خاص چوپایوں میں سے ہو بشرطیکہ نیاز کے طور پر کعبہ تک پہنچائی جائے اور خواہ کفارہ مساکین کو دے دیا جائے اور خواہ اس کے برابر روزے رکھ لئے جائیں تاکہ اپنے کئے کی شامت کا مزہ چکھو۔ اللہ نے گزشتہ کو معاف کردیا اور جو شخص پھر ایسی حرکت کرے گا تو اللہ تعالیٰ انتقام لیں گے اور اللہ تعالیٰ زبردست ہیں انتقام لے سکتے ہیں۔

تفسیر ربط : اوپر ایک حکم خاص کے امتثال کا امر فرمایا ہے آگے مطلقاً تمام احکام میں اطاعت کرنے کا امر ہے۔

امر با متثال جمیع احکام : وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (الی قولہ تعالیٰ) الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ اور تم (جمیع احکام میں) اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہو اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرتے رہو اور (مخالفت حکم سے) احتیاط رکھو اور اگر (اطاعت سے) اعراض کرو گے تو یہ جان رکھو کہ ہمارے رسول کے ذمہ صرف صاف صاف (حکم کا) پہنچا دینا تھا (اور وہ اس کو بخوبی انجام دے چکے اور تم کو احکام پہنچا چکے اب تمہارے پاس کسی عذر کی گنجائش نہیں رہی)

ربط : لباب میں مسند احمد سے بروایت ابی ہریرۃؓ منقول ہے کہ جب اوپر کی آیت میں تحریم خمر و میسر نازل ہوچکی تو بعض لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ بہت سے آدمی جو کہ شراب پیتے تھے اور قمار کا مال کھاتے تھے تحریم سے پہلے مرگئے اور اب معلوم ہوا کہ وہ حرام ہے ان کا کیا حال ہوگا، اور لباب میں بروایت نسائی سوال کے قصہ میں یہ لفظ ہے فقال ناس من المتكلفين هي رجس وهي في بطن فلان وقد قتل يوم احد اس پر آیت آئندہ نازل ہوئی جس میں ان پر گناہ نہ ہونا مذکور ہے۔

عدم تاثیم خمر و میسر قبل تحریم : لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (الی قولہ تعالیٰ) وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ایسے لوگوں پر جو کہ ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جس کو وہ کھاتے پیتے ہوں (اور اس وقت وہ حلال ہو، گو بعد میں حرام ہوجاوے اور ان کو گناہ کیسے ہوتا) جب کہ (گناہ کا کوئی امر مقتضی نہ ہو بلکہ ایک امر مانع موجود ہو وہ یہ کہ) وہ لوگ (خدا کے خوف سے اس وقت کی ناجائز چیزوں سے) پرہیز رکھتے ہوں اور (دلیل اس خوف کی یہ ہو کہ وہ لوگ) ایمان رکھتے ہوں (جو کہ خدا سے ڈرنے کا سبب ہے) اور نیک کام کرتے ہوں (جو کہ خوفِ خدا کی علامت ہے اور اسی حالت پر وہ عمر بھر رہیں، چنانچہ اگر وہ حلال چیز جس کو پہلے کھاتے پیتے تھے آگے ہی چل کر حرام ہوجاوے تو پھر اس سے بھی اسی خوفِ خدا کے سبب) پرہیز کرنے لگتے ہوں اور

اس (خوف کی بھی دلیل مثل سابق یہی ہو کہ وہ لوگ) ایمان رکھتے ہوں (جو کہ فی نفسہٖ مقتضی اعمال صالحہ کو ہوتا ہے۔ پس یہاں بھی سبب اور علامت خوفِ خدا کے مجتمع ہیں اور اگر پھر کوئی اور حلال چیز حرام ہو جاوے تو) پھر (اس سے بھی اسی خوفِ خدا کے سبب) پرہیز کرنے لگتے ہوں اور (اس خوف کی دلیل بھی وہی مثل سابق ہو کہ وہ لوگ) خوب نیک عمل کرتے ہوں (جو کہ موقوف ہیں ایمان پر پس یہاں بھی سبب اور علامت خوفِ خدا کے مجتمع ہیں مطلب یہ کہ ہر بار کی مکرر سہ کرر تحریم میں ان کا یہ عملدرآمد ہو کچھ دو تین بار کی خصوصیت نہیں، پس باوجود مانع اور استمرار مانع کے ہمارے فضل سے بعید ہے کہ وہ گناہگار ہوں) اور (ان کی یہ خاص طریقۂ مذکورہ کی نکوکاری صرف لزومِ گناہ سے مانع ہی نہیں بلکہ وجودِ ثواب و محبوبیت کو مقتضی بھی ہے کیونکہ) اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں سے محبت رکھتے ہیں (پس ان میں مبغوض ہونے کا احتمال تو کب ہوسکتا ہے یہ تو غیر مبغوض ہونے سے گزر کر محبوب ہونے کا درجہ رکھتے ہیں)

ربط: شروع سورت حکم اول میں احرام کی حالت میں شکار کی ممانعت اجمالاً فرمائی تھی۔ اب آگے اس کی قدرے تفصیل ہے اور اس کے علاوہ ایک خاص ربط بھی ہے کہ اوپر تحریم طیبات کا ذکر تھا یہاں فرماتے ہیں کہ ہم اس کے مختار ہیں کہ بعض احوال میں ان کی تحریم کر دیں۔

حکم ہشد ہم متعلق بصید در احرام: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللَّهُ بِشَيْءٍ (الی قولہ تعالی) وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝ اے ایمان والو اللہ تعالیٰ قدرے شکار سے تمہارا امتحان کرے گا جن تک (بوجہ تم سے دور دور نہ بھاگنے کے) تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے پہنچ سکیں گے (مطلب امتحان کا یہ کہ حالت احرام میں وحوش کے شکار کرنے کو تم پر حرام کر کے جیسا آگے تصریحاً آتا ہے ان وحوش کو تمہارے آس پاس پھراتے رہیں گے) تاکہ اللہ تعالیٰ (ظاہر طور پر بھی) معلوم کر لے کہ کون شخص اس سے (یعنی اس کے عذاب سے) بن دیکھے ڈرتا ہے (اور ارتکاب محرم سے جو کہ موجب عذاب ہے بچتا ہے اور دلالتِ التزامی سے اس خبر ابتلاء ہی سے حرمت مفہوم ہوگئی) سو جو شخص اس (حرمت) کے بعد (جس پر ابتلاء بھی دلالت کر رہا ہے) حد (شرعی) سے نکلے گا (یعنی شکار ممنوع کا مرتکب ہوگا) اس کے واسطے (باقتضائے اس فعل کے آخرت میں) دردناک سزا (مقرر) ہے (چنانچہ وحوش اسی طرح آس پاس لگے پھرتے تھے چونکہ صحابہؓ میں بہت سے شکار کے عادی تھے اس میں ان کی اطاعت کا امتحان ہو رہا تھا جس میں وہ پورے اترے، آگے ممانعت کی زیادہ تصریح ہے کہ) اے ایمان والو وحشی شکار کو (باستثناء ان کے کہ جن کو شرع نے مستثنیٰ کر دیا) قتل مت کرو جب کہ تم حالتِ احرام میں ہو (اسی طرح جب کہ وہ شکار حرم میں ہو گو شکاری احرام میں نہ ہو اس کا بھی یہی حکم ہے) اور جو شخص تم میں اس کو جان بوجھ کر قتل کرے گا تو اس پر (اس کے فعل کی) پاداش واجب ہوگی جو کہ (باعتبار قیمت کے) مساوی ہوگی اس جانور کے جس کو اس نے قتل کیا جس (کے تخمینہ) کا فیصلہ تم میں سے دو معتبر شخص کر دیں (کہ دینداری میں بھی قابل اعتبار ہوں اور تجربہ و بصیرت میں بھی قابل اعتبار ہوں پھر اس قاتل کو تخمینۂ قیمت کے بعد اختیار ہے) خواہ (اس قیمت کا کوئی ایسا جانور خرید لے کہ) وہ پاداش (کا جانور) خاص چوپایوں میں سے ہو (یعنی اونٹ گائے بھینس بھیڑ بکری نر ہو یا مادہ) بشرطیکہ نیاز کے طور پر کعبہ (کے پاس) تک (یعنی حرم کے اندر) پہنچائی جاوے اور خواہ (اس قیمت کے برابر غلہ بطور) کفارہ (کے) مساکین کو دے دیا جاوے (اقل درجہ فی مسکین جس قدر کہ صدقہ فطر دیا جاتا ہے) اور خواہ اس (غلہ) کے برابر روزے رکھ لئے جاویں (برابری کی صورت یہ ہے کہ فی حصہ مسکین ایک روزہ اور یہ پاداش اس لئے مقرر کی ہے) تاکہ اپنے کئے کی شامت کا مزہ چکھے (بخلاف غیر متعمد کے کہ گو اس پر بھی یہی جزا واجب ہے مگر وہ فعل کی پاداش نہیں بلکہ محل محترم یعنی صید کی جو کہ حرم کی وجہ سے محترم یا احرام کی وجہ سے کالمحترم ہوگیا ہے اس کا ضمان اور جزا ہے اور اس جزا کے ادا کر دینے سے) اللہ تعالیٰ نے گذشتہ کو معاف فرما دیا اور جو شخص پھر ایسی ہی حرکت کرے گا (چونکہ اکثر عود میں ایک گونہ پہلی بار سے زیادہ جرأت ہوتی ہے) تو (اس وجہ سے علاوہ جزائے مذکور کے جو کہ اصل فعل یا محل کا عوض ہے آخرت میں) اللہ تعالیٰ اس سے اس (جرأت کا) انتقام لیں گے (البتہ اگر توبہ کر لے تو علت انتقام کی منتفی ہو جاوے گی) اور اللہ تعالیٰ زبردست ہیں انتقام لے سکتے ہیں۔

ف: اور عَفَا اللّٰهُ الخ کی ایک تفسیر قریب یہ بھی ہوسکتی ہے کہ جو کچھ قبل اسلام یا قبل نزولِ آیت ہوگیا گو بوجہ اس کے کہ حرم کی اور احرام کی حرمت پہلے سے معلوم اور ملتزم تھی موجب گناہ تھا لیکن بوجہ عدم التزام اسلامی کے یا بوجہ عدم نص اسلامی کے عفو فرما دیا لیکن جو بعد اعلام و نص نہی کے عود یعنی ارتکاب کرے گا جو کہ فعل گزشتہ کے اعتبار سے عود ہے تو اب مستحق انتقام ہوگا۔ ف: چند مسائل لکھے جاتے ہیں۔

مسئلہ: حرم کے جانور کے بھی یہی احکام ہیں للاحادیث۔ البتہ اگر یہ قاتل محرم نہ ہو تو آگے جو روزے کا حکم آتا ہے وہ اس کے لئے کافی نہیں۔

مسئلہ: صید جو کہ حرم اور احرام میں حرام ہے عام ہے خواہ ماکول ہو یا غیر ماکول لاطلاق الآیۃ۔

مسئلہ: صید وحوش ہی کو کہتے ہیں پس جو خلقۃً اہلی ہوں جیسے بھیڑ بکری گائے اونٹ ان کا ذبح کرنا اور کھانا درست ہے۔

مسئلہ: البتہ جو دلیل سے مستثنیٰ ہوگئے ہیں ان کو پکڑنا، قتل کرنا حلال ہے جیسے دریائی جانور کا شکار لقولہ تعالیٰ أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ اور بعضے خشکی کے خاص خاص جانور جیسے کوا اور چیل اور بھیڑیا اور سانپ اور بچھو اور کاٹنے والا کتا للاحادیث اُسی طرح جو درندہ خود حملہ کرے اس کا قتل بھی جائز ہے پس الصید میں الف

لام عہد کا ہوگا۔

مسئلہ: جو حلال شکار غیر احرام اور غیر حرم میں کیا جاوے اس کا کھانا محرم کو جائز ہے جب کہ یہ اس کے قتل وغیرہ میں معین یا مشیر یا بتلانے والا نہ ہو للحدیث ویشیر الیه قولہ تعالیٰ :لا تقتلوا حیث لم یقل لا تأکلوا۔

مسئلہ: جیسے تعمد میں جزا واجب ہے اسی طرح خطا ونسیان میں بھی اخرجه فی الروح بروایة ابن جریر عن الزهری وبروایة الشافعی وابن المنذر عن عمرو بن دینار ما یشعر الاجماع علیه اتنا فرق ہے کہ تعمد میں جزائے فعل ہے اور غیر تعمد میں جزائے محل متعمداً کی قید کا یہ فائدہ ہے جیسا اثنائے ترجمہ میں اشارہ بھی کر دیا گیا ہے۔

مسئلہ: جیسا پہلی بار میں جزا واجب ہے اسی طرح دوسری تیسری بار میں بھی اور عود میں ذکر انتقام کا فائدہ ضمن ترجمہ میں ظاہر کر دیا ہے۔

مسئلہ: حاصل جزاء کا یہ ہے کہ جس زمان اور جس مکان میں یہ جانور قتل ہوا ہے بہتر تو یہ ہے کہ دو عادل شخص سے اور جائز یہ بھی ہے کہ ایک ہی عادل سے اس جانور کی قیمت کا تخمینہ کرائے پھر اس میں یہ تفصیل ہے کہ وہ مقتول جانور اگر غیر ماکول ہے تب تو یہ قیمت ایک بکری کی قیمت سے زیادہ واجب نہ ہوگی اور اگر وہ جانور ماکول تھا تو جس قدر تخمینہ ہوگا وہ سب واجب ہوگا اور دونوں حال میں آگے اس کو تین صورتوں میں اختیار ہے خواہ تو اس قیمت کا کوئی جانور حسب شرائط قربانی کے خرید لے اور حدود حرم کے اندر ذبح کر کے فقراء کو بانٹ دے اور یا اس قیمت کے برابر غلہ حسب شرائط صدقۂ فطر کے فی مسکین نصف صاع فقراء کو دے دے اور یا بحساب فی مسکین نصف صاع جتنے مساکین کو وہ غلہ پہنچ سکتا ہے اتنے شمار سے روزے رکھ لے اور تقسیم غلہ اور روزوں میں حرم کی قید نہیں اور اگر قیمت نصف صاع سے بھی کم واجب ہوئی ہے تو اختیار ہے خواہ ایک مسکین کو دے دے یا ایک روزہ رکھ لے اسی طرح اگر فی مسکین نصف صاع دے کر نصف صاع سے کم بچ گیا تو بھی یہی اختیار ہے کہ خواہ وہ بقیہ ایک مسکین کو دے دے یا ایک روزہ رکھ لے۔

مسئلہ: تخمینہ مذکورہ میں جتنے مساکین کا حصہ قرار پاوے اگر ان کو دو وقت کھانا شکم سیر کھلا دے تب بھی جائز ہے۔

مسئلہ: اگر اس قیمت کے برابر ذبح کے لئے جانور تجویز کیا مگر کچھ قیمت بچ گئی تو اس بقیہ میں اختیار ہے خواہ دوسرا جانور خرید لے یا اس کا غلہ دے دے یا غلہ کے حساب سے روزے رکھ لے۔

جس طرح قتل میں جزا واجب ہے اسی طرح ایسے جانور کو زخمی کرنے سے بھی تخمینہ کرایا جاوے گا کہ اس سے اس جانور کی کس قدر قیمت کم ہوگئی اس مقدار قیمت میں پھر وہی تین مذکورہ صورتیں جائز ہوں گی۔

مسئلہ: محرم کو جس جانور کا شکار کرنا حرام ہے اس کا ذبح کرنا بھی حرام ہے اگر وہ اس کو ذبح کرے گا تو اس کا حکم مردار کا سا ہوگا وفی لا تقتلوا اشارة الی ان ذبحه کالقتل۔

مسئلہ: اگر جانور کے قتل ہونے کی جگہ جنگل ہے تو جو آبادی اس سے قریب ہو وہاں کے اعتبار سے تخمینہ کیا جاوے گا۔

مسئلہ: اشارہ ودلالت واعانت شکار میں مثل شکار کے حرام ہے پس لا تقتلوا بطور عموم مجاز کے قتل حقیقی اور تسبب قتل دونوں کو شامل ہے یہ سب مسائل ہدایہ اور ردالمختار سے منقول ہیں۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ الخ تقویٰ اور ایمان کو مکرر لانے میں اشارہ اس طرف ہے کہ ان دونوں میں بہت سے درجات ہیں کہ ایک دوسرے سے فوق ہیں جن میں سالک ترقی کرتا ہے۱۲۔ قولہ تعالیٰ: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ الخ اس میں اصل ہے بعض مشائخ کی اس عادت کی کہ مرید کے صدق کا امتحان کرتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ: وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا الخ اس میں اصل ہے اہل ریاضت کے اس طریق کی کہ اول خطا پر اپنے نفس کو ایسی سزا دیتے ہیں جس کا تحمل اس کو آسان ہوتا ہے اور اگر وہ پھر عود کرے تو ایسی سزا دیتے ہیں جو اس پر قدرے دشوار ہو۱۲۔

الحواشی: (۱) قولہ بالفعل متعلق بیخافه لا یعلمه۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قوله فی اطیعوا اجمع الخ دل علیه عدم التقیید فی الکلام۔ ۲؎ قوله بعد الجین وہ اس کو الخ هکذا قرره فی الروح۱۲۔ ۳؎ قوله فی لیعلم ظاہر مر مرا راو حاصله لیتعلق علمه سبحانه بمن یخافه بالفعل[1] انه یخافه بالفعل فان علمه تعالیٰ بانه یخافه وان کان متعلقا به لکن تعلقه بانه خائف بالفعل انما یکون عند تحقق الخوف بالفعل۱۲۔ ۴؎ قوله فی من یخافه کون لیس المقصود کون من استفهامیة ولکن لاتباع المحاورة عبرت به عن الموصولة۱۲۔ ۵؎ قوله فی بالغیب عذاب سے حاصله ان المضاف الی الضمیر مقدور وبالغیب حال عنه۱۲من البیضاوی۔ ۶؎ قوله فی عذاب باقتضاء فلا یرد العفو اشکالا۱۲۔ ۷؎ قوله بعده پھرتے تھے کما مر فی الروایات۱۲۔

۸؎ **قوله** في فجزاء اس پر الى قوله في صياما رکھنے چاہیں اشارة في مجموع هذا الى امور يدلك اليها تعبيري عن تركيب الآية وهو هذا فالواجب عليه جزاء مثل ما قتل وهو صفة اولى للجزاء لازمه صادقة على الاحوال الثلث الآتيه فصح كون المثل قيمة فانها هي المماثلة للمتلف في كل حال وهو من النعم اى من النعم خبر لمبتدأ مقدر والجملة صفة ثانية له مفارقة لاختصاصها ببعض الاحوال اى اذا اختار المنعم يحكم به ذوا عدل منكم صفة ثالثة له لازمة فان الطعام والصيام كلاهما يحتاجان الى هذا الحكم حال كون ذلك النعم هديا فهو حال من النعم فكان حق قوله من النعم ظاهراً هو التاخر عن كلا الصفتين اللازمتين للجزاء المشترك بين الجميع ولعل النكتة في توسيط مع دلالة على صفة مفارقة بين اللازمتين تعجيل ذكره ليدل على كون النعم افضل اما لكونه خاصا بالحرم نافعا لفقراء الحرم بخلاف الطعام فانه لا يختص بالحرم وبخلاف فالصيام فانه ليس فيه نفع للفقراء اصلا واما لكونه قربة من وجهين اراقة الدم والتصدق بالغ الكعبة صفة لهدى وهو ظاهر او هو كفارة فهي مرفوعة على انها خبر لمبتدأ والجملة معطوفة على هو من النعم طعام مسكين يدل او هو عدل ذلك اى الطعام صياما تميز عن عدل والمميز مع التميز خبر لمقدر والجملة معطوف على ما عطف عليه او كفارة وعلى هذا التركيب انحل كثير من الاشكالات اللفظية والمعنوية المذهبية الحنفية فافهم واشكر ولله الحمد والى هذا كله اشرت في اثناء الترجمة وقال صاحب الهداية فجزاء مثل ما قتل اى قيمة ما قتل من النعم الوحش واسم النعم يطلق على الوحشي والاهلي كذا قاله ابو عبيد اه قلت فيكون مثل ايضا صفة لازمة للجزاء وكذا يحكم صفة لازمة له وهديا حال من جزاء لان النكرة اذا خصّت يصح كونها ذا حال ومقدما وقال الكفارة عطفت على الجزاء وكذا قوله او عدل ذلك اه قلت لكن هذا العطف يكون على جزاء فقط لا عليه مع صفته فيكون الصفة معتبرة ماخوذة في جميع المتعاطفات ويكون التقدير هكذا فجزاء هو مثل ما قتل من النعم يحكم به ذوا عدل منكم هديا بالغ الكعبة او كفارة هو مثل ما قتل من النعم يحكم به ذوا عدل منكماو عدل ذلك صياما هو مثل ما قتل الخ فالمراد بالجزاء يكون الهدى خاصة كما فسر بوقوعه حالا مختصة به لم يعتبر في المتعاطفين المتاخرين كما ان هذين المتاخرين اعتبر فيهما مكان ذلك الحال التقييد بقوله طعام مساكين وبقوله صياماً فقوله مثل ما قتل من النعم يحكم به ذوا عدل منكم صفة مشتركة في الظنة وقوله هديا وقوله طعام مساكين وقوله صياما قيود لو احد واحد منها فافهم۱۲۔ ۹؎ **قوله** في امره کے كما في الروح تقل فعله۔ ۱۰؎ **قوله** بعد هذا فعل کی پاداش كما يدل عليه قوله وبال امره اى فعله وبهذا اتضح فائدة قوله تعالٰی متعمداً۱۲۔ ۱۱؎ **قوله** في عفا جزا کے ادا کرنے سے نقله قولا في الكبير۱۲۔

الرِّوَايَات: في الروح اخرج ابن ابي حاتم عن مقاتل نزلت في عمرة الحديبية حيث ابتلاهم الله تعالٰی بالصيد وهم محرمون فكانت الوحوش تغشاهم في رحالهم وكانوا متمكنين من صيدها اخذ بايديهم وطعنا برماحهم فهموا باخذها فنزلت۱۲۔

اِخْتِلَافُ الْقِرَاءَة: في قراءة فجزاء مثل باضافة الجزاء الى مثل والاضافة بيانية كذا في الروح فمحصل القراءتين واحد۔

الفقه : وبما قررنا من التفسير لم يبق اشكال على ما قالت الحنفية من تفسير المثل بالقيمة واما ايجاب الصحابة المثل الصورى فيمكن الجواب عنه كما في الهداية ان المراد بما روى التقدير به دون ايجاب المعين۱۲۔

اللُّغَات: الانتقام شدة العقوبة۱۲۔ خازن۔

فَائِدَة: موهوبة من الله تعالٰی ههنا امور الاول ان المقصود ههنا نفي الجناح بطريق الاستدلال عليه بوجود المانع عن الجناح لا بعدم المقتضي للجناح فقط فظهر به وجه تعليق نفي الجناح بالتقوٰی والايمان والعمل الصالح وسقط ما يتوهم من ان نفي الجناح غير مشروط بالتقوٰی والايمان لان الكافر لايكون عليه جناح في تناول الحلال وجه السقوط ظاهر فان انتفاء الجناح في الكافر لعدم المقتضي فقط لا للمانع بخلاف المؤمن فان فيه مانعا وهو المحبوبية الحاصلة بالتقوٰی الذى اعتبر في مفهومه الخوف من الله تعالٰی فان ترك الحرام ولو لم يثب عليه مطلقا لكم اذا كان عن خوف فهو موجب للثواب والمحبوبية وبالايمان وبالعمل الصالح الموجبين لهما ايضا كما يشعر به قوله تعالٰی والله يحب المحسنين فالكافر لا يعذب في تناول الحلال لانه لم يرتكب اثما مقتضيا للتعذيب والمؤمن لا يعذب لا لذلك فقط بل لكونه محبوباً والحبيب لا يعذب الحبيب من حيث كونه حبيباً وبقيد الحيثية خرج الجواب عن تعذيب المؤمن بالمعصية فافهم الثاني ههنا بناء الحكم على التقوٰی فقط واما ذكر الايمان فلكونه دليلًا لميًّا للتقوٰی ذكر العمل لكونه

دليلا انيا للتقوى الثالث ان المقصود ذكر الثلاثة جميعًا في المواضع الثلاثة لكن اكتفى في الثاني بذكر الايمان صريحا ودل على العمل باقتضائه له واكتفى في الثالث بذكر الاحسان اى العمل ودل على الايمان لتوقفه عليه فكان في الاكتفاء اشارة الى كونهما كالمتلازمين يغنى كل منهما عن ذكر الآخر الرابع ان النكتة في تغير عنوان العمل بالاحسان ان الذى يقدر الانسان على ان يترقى فيه هو العمل فعبر للايذان بهذا عن الابتداء بالعمل وعن الكمال بالاحسان المفسر في الحديث بان تعبد الله الخ واما الايمان فكماله موهوب محض من الله تعالٰى فهو باعتبار الاسناد الى العبد مساد ابتداء وانتهاء فعبر عنه للايذان بهذا بلفظ واحد وغير العنوان في العمل في الموضعين الخامس وهو ماخوذ من الروح انه ليس المقصود تخصيص المرأت بالثالثة في التقوى بل المقصود الاستمرار والدوام على ذلك التقوىٰ ولو وقع مثل ذلك النسخ مائة مرات اه قلت واذا كان التكرير مرتين يفيد في اكثر الاستعمالات هذا المعنى فالتكرير ثلاث مرات لا بد ان يكون ابلغ فيه السادس لم يذكر التقوىٰ في عنوان الموضوع لانه يناسب ان يعبر عن الموضوع بما كان معلوما عند السامع وهذا المعنى لم يكن في ذهن السائل فانه لو كان لكان فيه الجواب بعدم المقتضى ولم يحتج الى السوال فانه لما فرض ان فلانا اتقى الحرام فكيف يكون مساغ لاحتمال الجناح عليه فلذا لم يورد ثمه ثم نبه عليه بالتصريح به وقت ايقاع الحكم عليه بخلاف الايمان والعمل فانهما كانا في ذهنه ولم يكونا في ذاتهما منافيين الجناح فافهم السابع ان المقصود باذا ما نفس التعليق من غير نظر الى زمان الاستقبال ليصح جوابا عمن سئل عنهم ممن مات ويشمل غيرهم ايضا كما يدل عليه قوله عليه السلام لابن مسعود لما نزلت انت منهم رواه مسلم والترمذى والنسائى وغيرهم الثامن ان هذا الاقتضاء والمانعية ليس بالتاثير بالذات بل بفضل الله تعالٰى وجعله التاسع ان مثل هذا السوال غير ظاهر في الظاهر لكن تكلف السائل او شدة خشية وشفقة على من سأل عنهم حملته عليه العاشر ان الطعام كما في الروح يعم الاكل والشرب فقط وبعونه تعالٰى اشير الى جميع هذه الفوائد في اثناء الترجمة تامل تعقل انشاء الله تعالٰى والله تعالٰى اعلم وعلمه اتم واحكم ١٢۔

البلاغة: في الروح عن ابن عطية ان الظاهر انه سبحانه خص الايدى بالذكر لانها اعظم تصرفا في الاصطياد وفيها يدخل الجوارح والحبالات وهو العمل بالايدى من فخاخ واشباك وخص الرماح بالذكر لانها اعظم ما يجرح به الصيد ويدخل فيها السهم ونحوه فيه تنوين شئى للتحقير ليكون باعثالهم على الصبر وحالا على الاحتمال والذى يرشد الى هذا سبق الاخبار بذلك لتوطن الانفس اه۔

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۖ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٩٦﴾ جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَائِدَ ۚ ذَٰلِكَ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٩٧﴾ اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ وَأَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٩٨﴾ مَّا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ﴿٩٩﴾ قُل لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ ۚ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿١٠٠﴾ ع ١٣ ٧ ٢

تمہارے لئے دریا کا شکار پکڑنا اور اس کا کھانا حلال کیا گیا ہے تمہارے انتفاع کے واسطے اور مسافروں کے واسطے اور خشکی کا شکار پکڑنا تمہارے لئے حرام کیا گیا جب تک تم حالت احرام میں ہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کے پاس جمع کئے جاؤ گے اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو جو کہ ادب کا مکان ہے لوگوں کے لئے قائم رہنے کا سبب قرار دے دیا اور عزت والے مہینہ کو اور حرم میں قربانی ہونے والے جانور کو بھی اور ان جانوروں کو بھی جن کے گلے میں پٹے ہوں۔ یہ اس لئے تاکہ تم اس بات کا یقین کر لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں اور زمین کے اندر کی چیزوں کا علم رکھتے ہیں اور بیشک سب چیزوں کو خوب جانتے ہیں۔ تم یقین جان لو کہ اللہ تعالیٰ سزا بھی سخت دینے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت اور رحمت والے بھی ہیں۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے تو صرف پہنچانا ہے اور اللہ تعالیٰ سب جانتے ہیں جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم پوشیدہ رکھتے ہو۔ آپ فرما دیجئے کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں گو تجھ کو ناپاک کی کثرت تعجب میں ڈالتی ہو تو خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو اے عقلمندو تاکہ تم کامیاب ہو۞

تفسیر ربط: اوپر حالتِ احرام میں صید کی حرمت مذکور تھی آگے اس کی تعیین اور تخصیص فرماتے ہیں۔

تتمہ حکم ہشدہم: أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ (الى قوله تعالى) وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ تمہارے لئے (حالتِ احرام

میں) دریا (یعنی پانی) کا شکار پکڑنا اور اس کا کھانا (سب) حلال کیا گیا ہے تمہارے انتفاع کے واسطے (اور تمہارے) مسافروں کے (انتفاع کے) واسطے (کہ سفر میں اسی کو توشہ بنا دیں) اور خشکی کا شکار (گو بعض صورتوں میں کھانا حلال ہو مگر) پکڑنا (یا اس میں معین ہونا) تمہارے لئے حرام کیا گیا ہے جب تک تم حالتِ احرام میں رہو اور اللہ تعالیٰ (کی مخالفت) سے ڈرو جس کے پاس جمع (کر کے حاضر) کئے جاؤ گے۔ **ف**: تفسیر مذکور پر آیت میں بقرینہ ضمیر طعامہ کی صید کی طرف راجع ہونے کے صرف صید مطعوم یعنی ماہی مذکور ہے اور اکثر فقہاء کے قول میں غیر مطعوم بھی اسی حکم میں ہے کہ اس کو پکڑنا اور قتل کرنا درست ہے گو کھانا درست نہ ہو، نیز قیاس علیٰ صید البر بھی اس کو مقتضی ہے کہ وہاں ماکول وغیر ماکول حرمت اصطیاد میں برابر ہیں یہاں دونوں حلت اصطیاد میں مساوی ہوں گے اور دریائی جانور وہ ہے کہ جس طرح پانی اس کا مسکن ہے اسی طرح پانی ہی مولد ہو پس بطخ و مرغابی وغیرہ اس سے خارج اور صید بر میں داخل ہے۔

ربط: اوپر حالتِ احرام میں خشکی کے شکار کو حرام فرمایا ہے چونکہ تحریم اکثر نفس پر گراں ہوتی ہے اس لئے چند محرم چیزوں کے منافع و مصالح جو مشاہدہ میں آ رہے ہیں بیان فرماتے ہیں تا کہ اس کو اور اسی قیاس پر دوسری اشیاء کی تحریم کو بھی جن میں سے بعض اس حکم اصطیاد کے قبل مذکور بھی ہوئے ہیں مشتمل حکمت پر سمجھ کر (گو اس حکمت کی تعیین نہ کر سکیں) گراں نہ سمجھیں اور جن محرمات کے منافع و مصالح یہاں مذکور ہوں گے ان میں ایک زمان ہے یعنی شہر حرام اور مکان ہے یعنی خانہ کعبہ اور دو چیزیں متعلق اس مکان کے ہیں یعنی ہدی اور قلائد کہ ان کو مکانِ حرم سے جو کہ متعلق کعبہ کے ہے تعلق ہے اور ان تینوں کی تحریم کو تحریم اصطیاد فی الاحرام سے علاوہ مطلق اشتراک فی التحریم کے جس میں سب اشیائے محرمہ مساوی ہیں اور اس مساوات کی وجہ سے بعض کی حکمت معلوم ہونا دوسرے ہر بعض کے قرینِ حکمت ہونے کے لئے کافی ہے ایک خاص تحریم میں بھی اشتراک ہے وہ یہ کہ ان تینوں میں بلا واسطہ یا بواسطہ تعظیم کعبہ معتبر ہے اور یہی مبنی ہے اس حرمت اصطیاد فی الاحرام کا بھی کیونکہ احرام کا تعلق حج وعمرہ سے ہے اور ان دونوں کا تعلق خانہ کعبہ سے ظاہر ہے پس ان چاروں میں یہ ایک خاص مناسبت ہوئی اور شہر حرام کی تفسیر اگر ذی الحجہ سے کی جاوے جیسا بیضاوی نے اس کو ترجیح دی ہے تو پھر ان پانچوں میں جن میں ایک اصطیاد ہے اور چار اس آیت آئندہ میں مذکور ہیں وہی مناسبت خاصہ حاصل ہے واللہ اعلم۔

بیان مصالح تحریم بعض اشیائے معظمہ: جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ (الی قولہ تعالی) وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ خدا تعالیٰ نے کعبہ کو جو کہ ادب کا مکان ہے لوگوں (کی مصلحتوں) کے قائم رہنے کا سبب قرار دے دیا اور (اسی طرح) عزت والے مہینہ کو بھی اور (اسی طرح) حرم میں قربانی ہونے والے جانور کو بھی اور (اسی طرح) ان جانوروں کو بھی جن کے گلے میں (اس نشانی کے لئے) پٹے ہوں (کہ یہ اللہ کی نیاز ہیں حرم میں ذبح ہوں گے) یہ (قرار داد علاوہ اور دنیوی مصلحتوں کے) اس (دینی مصلحت کے) لئے (بھی) ہے تا کہ (تمہارا) اعتقاد درست اور پختہ ہو اس طرح سے کہ) تم (ان مصالح سے استدلال کر کے) اس بات کا یقین (ابتدائً یا کمالاً) کر لو کہ بیشک اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں اور زمین کے اندر کی چیزوں کا علم (کامل) رکھتے ہیں (کیونکہ ایسا حکم مقرر کرنا جس میں آئندہ کے ایسے مصالح مرعی ہوں کہ عقول بشریہ ان کو نہ سوچ سکیں دلیل ہے کمال صفت علمیہ کی) اور (ان معلومات مذکورہ کے ساتھ تعلق علم کامل سے استدلال کر کے یقین کر لو کہ) بیشک اللہ تعالیٰ سب چیزوں کو خوب جانتے ہیں (کیونکہ ان معلومات کے علم پر کسی چیز نے مطلع نہیں کیا معلوم ہوا کہ علم ذاتی کی نسبت جمیع معلومات کے ساتھ یکساں ہوتی ہے) **ف**: کعبہ کے مصالح و برکات دنیویہ میں بعض یہ ہیں اس کا جائے امن ہونا جس کا ذکر پارہ الم کے آخر میں اور پارہ لن تنالوا کے شروع میں آ چکا ہے اور وہاں ہر سال میں مجمع ہونا جس میں مالی ترقی اور قومی اتحاد بہت سہولت سے میسر ہو سکتی ہے یہ تو مشاہدہ میں آ چکا ہے اور اس کے بقاء تک عالم کا باقی رہنا حتیٰ کہ جب کفار اس کو منہدم کر دیں گے قریب ہی قیامت آ جاوے گی جیسا احادیث سے معلوم ہوتا ہے اس کا مشاہدہ اس وقت ہوگا اور شہر حرام کی منفعت امن عام ہے اور ہدی و قلائد کی منفعت ان کے لانے والے سے تعرض نہ کرنا اور کعبہ اور ہدی و قلائد کے احکام متعلقہ کی منفعت مشترکہ یہ کہ ان احکام سے خانہ کعبہ کی تعظیم کا اعتقاد ہونا اور اس تعظیم کے سبب وہاں کے رہنے والوں یا جانے والوں یا ہو آنے والوں یا ارادہ رکھنے والوں پر ہر قسم کی تعدی و ظلم سے باز رہنا کہ یہ امور عادۃً بھی واقع ہیں اور شرعاً بھی مطلوب ہیں اور دینی برکات میں بعض تو اس آیت میں مذکور ہیں یعنی درستی اعتقاد خاص اور بعض اور بھی ہیں مثلاً کعبہ کا حج و عمرہ موجب ثواب ہونا اسی طرح ہدی و قلائد کی قربانی کا ثواب ہونا ذٰلِكَ کو قِيٰمًا لِّلنَّاسِ سے علیحدہ کر کے دینی نفع کی طرف اشارہ کرنا شاید اس لئے ہو کہ یہ مقام منافع مشاہدہ کے بیان کا ہے اور اعتقاد کا نافع ہونا اسی طرح حج و عمرہ کا نافع و موجب ثواب ہونا امر غیبی ہے مگر تتمیماً دوسرے عنوان سے بیان کر دیا اور اگر مخبر صادق کی خبر کو مثل مشاہدہ کے کہا جاوے تو دونوں قسم کے منافع مشاہد ہو جاویں گے اور ہدی و قلائد اور شہر حرام کے متعلق سورۂ مائدہ کے شروع میں بھی کچھ بیان ہوا ہے ملاحظہ کر لیا جاوے۔

ربط: اوپر احکام مختلفہ ارشاد ہوئے ہیں آگے ترغیب و ترہیب سے ان کے امتثال کی تاکید فرماتے ہیں۔

تاکید امتثالِ احکام: اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (الی قولہ تعالی) فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تم یقین جان لو کہ اللہ تعالیٰ سزا بھی

سخت دینے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت اور رحمت والے بھی ہیں تو ان کے احکام کے خلاف مت کیا کرو اور جو احیاناً ہو گیا ہو موافق قواعد شرعیہ کے توبہ کر لو) رسول (ﷺ) کے ذمہ تو صرف پہنچانا ہے (سو وہ خوب پہنچا چکے اب تمہارے پاس کوئی عذر و حیلہ باقی نہیں رہا) اور اللہ تعالیٰ سب جانتے ہیں جو کچھ تم (زبان یا جوارح سے) ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ (دل میں) پوشیدہ رکھتے ہو (سو تم کو چاہئے کہ اطاعت ظاہر اور باطن دونوں سے کرو) آپ (اے محمد ﷺ ان سے یہ بھی) فرما دیجئے کہ ناپاک اور پاک (یعنی گناہ اور طاعت یا گناہ کرنے والا اور طاعت کرنے والا) برابر نہیں (بلکہ خبیث مبغوض ہے اور طیب مقبول ہے۔ پس اطاعت کر کے مقبول بننا چاہئے معصیت سے مبغوض نہ ہونا چاہئے) گو (اے دیکھنے والے) تجھ کو ناپاک کی کثرت (جیسا اکثر دنیا میں یہی واقع ہوتا ہے) تعجب میں ڈالتی ہو (کہ باوجود ناپسندیدہ ہونے کے یہ کثیر کیوں ہے مگر یہ سمجھ لو کہ کثرت جو کسی حکمت سے ہے دلیل محمود ہونے کی نہیں جب کثرت پر مدار نہیں یا یہ کہ جب اللہ تعالیٰ کے علم وعقاب پر بھی مطلع ہو گئے) تو (اس کو مت دیکھو بلکہ) خدا تعالیٰ (کے خلاف حکم کرنے) سے ڈرتے رہو تا کہ تم (پورے طور سے) کامیاب ہو (کہ وہ جنت اور رضائے حق ہے)۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ الخ اس میں زہد کی تعدیل اور اس میں غلو کرنے سے نہی ہے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ : قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ الخ اس میں دلالت ہے اس پر کہ اہل حقائق کے مقابلہ میں اہل رسوم کی کثرت پر دھوکہ نہ کھانا چاہئے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله** في البحر یعنی پانی لوقوع الاجماع على كون الغدير ونحوه في حكم البحر وبقرينة مقابلة للبر ۱۲۔ ۲؎ **قوله** في صيد شکار پکڑنا اشارة الى ان الصيد في القرآن بمعنى المصيد والمضاف محذوف اى الاصطياد وانما حمل على المصيد لا المصدر لوقوعه في هذا المعنى فيما قيل من قوله تعالىٰ لا تقتلوا الصيد ۱۲۔ ۳؎ **قوله** في طعامه اشارة الى اخذه مصدرا لانه يستعمل فيه كما يستعمل في المطعوم ۱۲۔ ۴؎ **قوله** في السيارة تمہارے اى السيارة منكم هكذا فسروا ۱۲۔ ۵؎ **قوله** في صيد البر گو بعض الخ عبر بهذا العنوان الغير الاجادم لاختلاف الفقهاء والمجتهدين فيه وفي تفاصيله ويمكن ترجيح حل اكل بقرينة الاكتفاء على ذكر الصيد في تحريمه حيث لم يقل حرم عليكم صيد البر وطعامه كما في قرينة وفيه اشارة الى فائدة زيادة قوله طعامه فيما قبل تقريرها ان المقصود من الزيادة المبالغة في بيان حكم صيد البحر وامتيازه عن صيد البر في حكمه بان صيد البحر بحل اصطياده واكله لا كصيد البر حيث لا يحل اصطياده حقيقةً ولا تسببا وان حل اكله في بعض الاحوال ولاجل هذه الفائدة زيد قوله وللسيارة يعني انه حلال من كل وجه اخذاً واكلاً وحالاً ومالاً فحصل بهذا كله المبالغة في حكم صيد البحر ۱۲۔ ۶؎ **قوله** في البيت جو کہ اشارة الى كونه عطف بيان للمدح او بدلا عن الكعبة وهو مع ما عطف عليه مفعول اول لجعل والثاني قياماً بمعنى ما يقوم به امرهم كذا في الجلالين كالامام بمعنى من يوتم به كذا في الكمالين ۱۲۔ ۷؎ **قوله** في لتعلموا ابتداءً یا کمالاً الاول لمن آمن حالاً والثاني لمن كان مؤمنا من قبل ۱۲۔ ۸؎ **قوله** بعد يعلم نہ سوچ سکیں كما يشاهده من يتامل بالنظر الصحيح في تفصيل المصالح الواقعة كل يوم في امتثال الاوامر والمضار الواقعة في مخالفتها مما لا يخطر قبل على قلب بشر ولو كان عاقلًا اى عاقل والاستدلال به على علمه تعالىٰ بما في الارض ظاهرا ما على علمه بما في السمٰوٰت فبان اكثر الحوادث ينزل من السماء ويشاهد تاثير الاطاعة في اسباب اندفاعها وايضا تهون وتخفف على المطيع لا شك في ذلك ۱۲۔ ۹؎ **قوله** في ف اس کا مشاہدہ ہوگا فمجموع المشاهدتين لمجموع المكلفين ۱۲۔ ۱۰؎ **قوله** بعيده امن عام اما للاحرام ان فسر بذى الحجة واما لحرمته ان فسر بالاشهر الاربعة ولكن قبل وقوع النسخ ۱۲۔ ۱۱؎ **قوله** في اعجبك اے دیکھنے والے لانه مقولة قل فيكون خطا بالمخاطب فاعل قل لا خطا بالفاعل قل فانه يحتاج الى التكلف ۱۲۔ ۱۲؎ **قوله** قبل فاتقوا یا یہ کہ جب فالفاء للترتيب على جميع ما قبلها ان لم يكن الآية منفصلة عما قبلها في النزول ۱۲۔

الروایات: في اللباب اخرج الواحدى والاصبهانى في الترغيب عن جابر ان النبى صلى الله عليه وسلم ذكر تحريم الخمر فقام اعرابى انى كنت رجلا كانت هذه تجارتى فاعتقبت منها ما لا فهل ينفع ذلك المال ان عملت بطاعة الله تعالىٰ فقال النبى صلى الله عليه وسلم ان الله لا يقبل الا الطيب فانزل الله تعالىٰ تصديقًا لرسوله صلى الله عليه وسلم قل لا يستوى الخبيث والطيب الآية اه قلت لعل الرواية بعد صحتها محمولة على تجارة بعد التحريم وتساهله فيه بعد العلم به لكن الذى اختاره جمهور المفسرين اولى ولو ثبت الرواية فلعله صلى الله عليه وسلم قرأها استشهادا فظن نزولها حينئذٍ والله اعلم ۱۲۔

اللغات: قوله اعجبك في القاموس اعجبه حمله على العجب منه واعجب به عجب وسر كا عجبه اه فالاعجاب له معنيان الحمل

علی العجب والسرور وترجمت بالاول لان السرور بالخبیث غیر ظاھر من العاقل واما وقوعه فی العجب فلا خفاء الحکمة لا للشبهة فی کونه حقا او باطلا۱۲۔

النحو : قوله ولو اعجبک فی الروح الواو لعطف الشرطیة علی مثلها وقیل للحال ای لو لم یعجبک ولو اعجبک وقد حذفت الاولی لدلالة الثانیة علیها فان الشئی اذا تحقق مع المعارض فلان یتحقق بدونه اولی وجواب لو محذوف لدلالة ما قبلها علیه۱۲۔

البلاغة : تقدیم الخبیث للایذان بان عدم الاستواء منشاءہ النقصان فی الخبیث لا الطیب۱۲۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَ اِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ﴿۱۰۱﴾ قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِیْنَ ﴿۱۰۲﴾ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِیْرَةٍ وَّ لَا سَآئِبَةٍ وَّ لَا وَصِیْلَةٍ وَّ لَا حَامٍ ۙ وَّ لٰكِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَی الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ شَیْـًٔا وَّ لَا یَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ ؕ اِلَی اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

اے ایمان والو ایسی باتیں مت پوچھو کہ اگر تم سے ظاہر کر دی جائیں تو تمہاری ناگواری کا سبب ہو اور اگر تم زمانہ نزول قرآن میں ان باتوں کو پوچھو تو تم سے ظاہر کر دی جائیں۔ سوالات گزشتہ اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑے حلم والے ہیں۔ ایسی باتیں تم سے پہلے اور لوگوں نے بھی پوچھی تھیں پھر ان باتوں کا حق نہ بجالایا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے بحیرہ کو مشروع کیا ہے اور نہ سائبہ کو اور نہ وصیلہ کو اور نہ حامی کو لیکن جو لوگ کافر ہیں وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ لگاتے ہیں اور اکثر کافر عقل نہیں رکھتے اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں ان کی طرف اور رسول کی طرف رجوع کرو تو کہتے ہیں کہ ہم کو وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو دیکھا ہے۔ کیا اگرچہ ان کے بڑے نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں اور نہ ہدایت رکھتے ہوں۔ اے ایمان والو! اپنی فکر کرو جب تم راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ رہے تو اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں اللہ ہی کے پاس تم سب کو جانا ہے وہ تم سب کو جتلا دیں گے جو جو کچھ تم سب کیا کرتے تھے۔ ۞

تفسیر ربط : اوپر احکام نازلہ میں مخالفت اور تساہل کی ممانعت تھی۔ آگے غیر ضروری امور کی جن میں احکام غیر نازلہ بھی داخل ہیں بلاضرورت تفتیش اور کھود کرید کرنے سے ممانعت ہے۔ پس مجموعہ سے اطاعت کی تعدیل کا حکم نکل آیا کہ نہ اس قدر تفریط کرو کہ جن امور کا حکم ہوا ہے اس سے بے پروائی کرنے لگو۔ اور نہ اس قدر افراط کرو کہ جن امور کا حکم نہیں ہوا اور کوئی معتد بہ وجہ شبہ کی بھی نہ ہو اس کے پیچھے پڑو جیسے بعض کی اب بھی عادت ہوتی ہے کہ سوالات دور از کار تراش کر کر اور تلاش کر کر اور فرض کر کر علماء سے پوچھا کرتے ہیں عدم ضرورت کے اشتراک سے اس کا مذموم ہونا بھی معلوم ہو گیا، اور سبب نزول اس کا صحیحین میں یہ واقعات ہیں کہ بعضے آپ سے پوچھتے ہیں کہ میرا باپ کون ہے چنانچہ ایک شخص کے نسب میں لوگوں کو شبہ تھا انہوں نے بھی یہ سوال کیا تھا، کوئی پوچھتا میری ناقہ گم ہو گئی کہاں ہے، اور جب حج کی فرضیت آپ نے بیان فرمائی تو ایک شخص نے پوچھا کیا ہر سال حج کرنا فرض ہے؟ آپ نے تین بار تک سکوت فرمایا پھر ارشاد کیا کہ میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال فرض ہو جاتا اور پھر ہو نہ سکتا پہلے لوگ بھی یوں ہی ہلاک ہوئے کہ اپنے پیغمبروں سے پوچھ پاچھ زیادہ کی پھر ان کے خلاف کیا، میں جو بتلا دوں عمل کر لیا کرو اور جس چیز سے منع کر دیا کروں باز رہا کرو۔ یعنی جس امر میں کوئی وجہ شبہ کی نہ ہو اس کو مت پوچھا کرو کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ بڑا مجرم وہ شخص ہے کہ ایسی چیز کے متعلق سوال کیا جو حرام نہ تھی پھر اس کے پوچھنے سے حرام ہو گئی رواہ البخاری۔ ان میں جو امور متعلق حلال و حرام کے ہیں ان میں تو مطابق اس حدیث کے ان کے جواب میں تحریم کا احتمال ہے اور جو امور از قبیل واقعات ہیں ان میں سے بعض میں احتمال خلاف مرضی جواب آنے کا ہے جیسا سوال نسب میں اور بعض میں احتمال ناگوار زجر و توبیخ کا ہے جیسے سوال ناقہ میں اور تَسُؤْكُمْ جو آگے آتا ہے ان سب کو شامل ہے اور یہ شبہ نہ ہو کہ زجر و توبیخ کی صورت میں اِنْ تُبْدَ لَكُمْ صادق آوے گا کیونکہ اس صورت میں تو ان اشیاء کا اظہار ہی نہیں ہوا کیونکہ اظہار سے متبادر جواب ہے اصل یہ ہے کہ اظہار سے مراد جواب ہونا غیر مسلم ہے بلکہ ان اشیاء کے متعلق کسی امر کا اظہار ہوا اظہار اس کو بھی عام ہے گو زجر ہی کیوں نہ ہو اور احکام میں جیسا یہ سوال بوجہ افراط کے ممنوع ہے واقعات میں یہ سوال موجب تفریط فی الاطاعت والادب بھی ہے چنانچہ بخاری میں یہ بھی ہے کہ استہزاءً پوچھتے تھے پس آیت سب اقسام سوال کو اور سب اقسام

جواب کو شامل ہے گو علت نہیں کی کہیں افراط ہوگی کہیں تفریط ہوگی اور نا گواری جواب کا احتمال کہیں تحریم سے ہوگا کہیں رسوائی سے، کہیں زجر سے اور بعد زمانہ نزول وحی کے ایسے سوالات سے نہی کی علت اضاعت وقت اور مجیب کو ضیق میں ڈالنا ہے۔

نہی از سوال امور واحکام غیر ضرور یہ (۱) حالاً وماٰلاً: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ (الی قولہ تعالٰی) قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِیْنَ ۞ اے ایمان والو ایسی (فضول) باتیں مت پوچھو (جن میں یہ احتمال ہو) کہ اگر تم سے ظاہر کر دی جاویں تو تمہاری ناگواری کا سبب ہو (یعنی ان کے جواب میں ناگوار گزرنے کا احتمال ہو) اور (جن میں یہ احتمال ہو کہ) اگر تم زمانہ نزول قرآن (اور وحی) میں ان باتوں کو پوچھو تو تم سے ظاہر کر دی جاویں (یعنی سوال کرنے میں تو یہ دوسرا احتمال ہو کہ جواب مل جاوے اور جواب ملنے میں وہ پہلا احتمال ہو کہ ناگوار گزرے اور یہ دونوں احتمال جو کہ مجموعی طور پر علت نہی سوال کی ہیں واقعی ہیں پس ایسا سوال ممنوع ہے خیر) سوالات گزشتہ (جو اس وقت تک کر چکے ہو وہ تو) اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیئے (مگر آئندہ مت کرنا) اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے ہیں (اس لئے گزشتہ سوالات معاف کر دیئے اور) بڑے حلم والے ہیں (اس لئے اگر آئندہ کے خلاف ورزی پر دنیا میں سزا نہ دیں تو دھوکہ میں مت پڑ جانا اس کی علت حلم ہوگی) ایسی باتیں تم سے پہلے (زمانہ میں) اور (امتوں کے) لوگوں نے بھی (اپنے پیغمبروں سے) پوچھی تھیں پھر (ان کو جواب ملا تو) ان باتوں کا حق نہ بجالائے (یعنی ان جوابوں میں جو متعلق احکام تھے ان کے موافق عمل نہ کیا اور جو متعلق واقعات کے تھے ان سے متاثر نہ ہوئے۔ پس کہیں تم کو بھی ایسی ہی نوبت نہ پیش آوے۔ اس لئے بہتری اسی میں ہے کہ ایسے سوالات چھوڑ دو)۔

ف: جیسا مقاتل سے روح میں نقل کیا ہے کہ بنی اسرائیل انبیاء علیہم السلام سے بہت باتیں پوچھتے اور جب وہ بتلاتے تو ان کی تکذیب کرتے۔ اور جیسا تمہید آیت میں حدیث کا مضمون آیا ہے انبیاء علیہم السلام سے بکثرت پوچھتے پھر جواب ملنے پر خلاف کرتے اور جیسا بنی اسرائیل میں ایک شخص مقتول ہو گیا تھا اور انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے قاتل کی تعیین پوچھی اور خدا تعالیٰ نے اس کو زندہ کر کے اس کا پتہ بتلا دیا پھر اس سے متاثر نہ ہوئے، جیسا سورۂ بقرہ میں جہاں یہ قصہ آیا ہے وہاں ارشاد ہے: ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ یہ قصہ قتیل متعلق واقعات کے ہے اور حدیث کا مضمون متعلق احکام کے ہے۔ اور مقاتل کا قول دونوں کو محتمل ہے اور اکثر اجزاء آیت کی تفسیر تقریر تمہید سے واضح ہو گئی ہے اور یہ جو فرمایا گزشتہ معاف کیا اور اس پر اگر شبہ ہو کہ جب ایسے سوالات کی ممانعت کی یہ آیت نازل نہ ہوئی تھی تو ممنوع کیوں تھا۔ جواب یہ ہے کہ دوسرے قواعد کلیہ شرعیہ سے یہ ممانعت ثابت تھی۔ مثلاً وجوب ادب رسول اللہ ﷺ جیسا سورۂ حجرات میں ہے اور خود وجوب عقلی بھی ہے اور ان سوالات ممنوعہ میں قید فضول کی اس لئے لگائی کہ ضرورت کی بات پوچھنے کا مضائقہ نہیں مثلاً جب بعض عورتوں کی عدت کا حکم نازل ہوا اور بعض کا نہیں ہوا اور ضرورت سب کی پڑتی ہے اس کو صحابہؓ نے پوچھا تو بلا عتاب اس آیت میں جواب نازل ہوا: وَالّٰٓـِٔیْ یَىِٕسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ الآیۃ۔

ربط: اوپر حکم ہفدہم و ہشدہم میں بعض اعمال کا معصیت ہونا مذکور تھا آگے بعض اعمال کا کفر اور شرک ہونا مذکور ہے۔

حکم نوزدہم ابطال بعض رسوم کفر: مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِیْرَةٍ وَّلَا سَآىِٕبَةٍ (الی قولہ تعالٰی) اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ شَیْـًٔا وَّلَا یَهْتَدُوْنَ ۞ اللہ تعالیٰ نے نہ بحیرہ کو مشروع کیا ہے اور نہ سائبہ کو اور نہ وصیلہ کو اور نہ حام کو لیکن جو لوگ کافر ہیں وہ (ان رسوم کے باب میں) اللہ تعالیٰ پر جھوٹ لگاتے ہیں (کہ خدا تعالیٰ ان اعمال سے خوش ہیں) اور اکثر کافر (دین کی) عقل نہیں رکھتے اور (اس سے کام نہیں لیتے بلکہ محض اپنے بڑوں کی دیکھا دیکھی ایسی جہالتیں کرتے ہیں چنانچہ) جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں ان کی طرف اور رسول (ﷺ) کی طرف (جن پر وہ احکام نازل ہوئے ہیں) رجوع کرو (جو امر اس سے حق ثابت ہو حق سمجھو اور جو باطل ثابت ہو باطل سمجھو) تو کہتے ہیں کہ ہم کو (ان احکام اور رسول کی ضرورت نہیں ہم کو) وہی (طریقہ) کافی ہے جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو دیکھا ہے (حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) کیا (وہ طریقہ ان کے لئے ہر حال میں کافی ہے) اگر چہ ان کے بڑے (دین کی) نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں اور نہ (کسی آسمانی کتاب کی) ہدایت رکھتے ہوں۔ ف: دوسری آیت وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ کے مثل ایک آیت ربع سیقول کے قریب آ چکی ہے وہاں اس کے متعلق کچھ توضیح اور کچھ تحقیق جس میں مسئلہ تقلید مجتہدین سے بھی تعرض ہے گزر چکی ہے ملاحظہ کر لیا جاوے اور پہلی آیت کے لغات کی تفسیر بخاری میں سعید بن المسیب سے اس طرح آئی ہے کہ بحیرہ وہ جانور جس کا دودھ بتوں کے نام کر دیتے تھے کوئی اپنے کام میں نہ لاتا، اور سائبہ وہ جانور جس کو بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے اس سے کوئی کام نہ لیتے، جیسے اس ملک میں بعضے لوگ سانڈ چھوڑتے ہیں، اور وصیلہ وہ ناقہ جو پہلی بار مادہ بچہ جنے، پھر دوسری بار بھی مادہ بچہ دے درمیان میں نر بچہ نہ پیدا ہو اس کو بھی بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے، اور حام نر اونٹ جو ایک خاص شمار سے جفتی کر چکا ہو اس کو بھی بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے اھ یہ سب باطل اور کفر اور شرک ہیں۔ یہ تو حکم ہے خود اس فعل کا باقی ان جانوروں کا حلال یا حرام ہونا، اس کی تحقیق مع رفع شبہات ربع سیقول کے قریب آیت: یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ كُلُوْا اور آیت: اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةَ کے ذیل میں گزر چکی ہے ملاحظہ کر لیا جاوے اور اکثر اس لئے فرمایا کہ بعضے مشرک مسلمان بھی ہو

جاتے تھے۔

ربط: اوپر رسم پرست کفار کی ایک جہالت کا ذکر تھا اور ایسی ایسی جہالتیں ان کی بہ کثرت تھیں جن کو سن کر مومنین کو رنج اور افسوس ہوسکتا ہے۔ اس لئے آگے مؤمنین کو اس کے متعلق ارشاد ہے کہ تم کیوں اس غم میں پڑے تم کو اپنی اصلاح کا اور دوسرے کی اصلاح میں بقدر وسع کوشش کرنے کا حکم ہے باقی کوشش پر ثمرہ مرتب ہونا اختیار سے خارج ہے اس لئے کار خود کن کار بیگانہ مکن۔

تعدیل دراصلاح غیر: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ (الی قولہ تعالی) فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ اے ایمان والو اپنی (اصلاح کی) فکر کرو (اصل کام تمہارے ذمہ یہ ہے باقی دوسروں کی اصلاح کے متعلق یہ ہے کہ جب تم اپنی طرف سے بتوقع نفع بقدر وسع سعی کر رہے ہو مگر دوسرے پر اثر نہیں ہوتا تو تم اثر مرتب نہ ہونے کی فکر میں نہ پڑو کیونکہ جب تم (دین کی) راہ پر چل رہے ہو (اور واجبات دین کو ادا کر رہے ہو اس طرح کہ اپنی بھی اصلاح کر رہے ہو اور دوسروں کی اصلاح میں بھی کوشش کر رہے ہو) تو جو شخص (باوجود تمہاری سعی اصلاح کے بھی) گمراہ رہے تو اس (کے گمراہ رہنے) سے تمہارا کوئی نقصان نہیں (اور جیسا اصلاح غیر میں حد سے زیادہ فکر و غم سے منع کیا جاتا ہے ایسا ہی ناامیدی ہدایت کے وقت غصہ میں آ کر دنیا ہی میں ان پر سزا نازل ہونے سے حق و باطل کا اخیر فیصلہ ہو جانے کی بھی تمنا مت کرنا کیونکہ یہ آخرت میں ہوگا چنانچہ) اللہ ہی کے پاس تم سب کو جانا ہے پھر وہ تم سب کو جتلا دیں گے جو جو کچھ تم سب کیا کرتے تھے (اور جتلا کر حق پر ثواب اور باطل پر عذاب کا حکم نافذ فرماویں گے)

ف: اس آیت کا صرف ترجمہ دیکھنے سے وسوسہ ہوتا تھا کہ جو شخص خود دین پر عامل رہے اس کے ذمہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب نہیں ہے لیکن تفسیر کی جو تقریر کی گئی ہے اس سے آیت کا مطلب واضح ہوگیا جس کا حاصل یہ ہے کہ عدم ضرر مشروط باہتداء ہے اور اہتداء میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر داخل ہے۔ چنانچہ ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے اور بنقل روح المعانی کے ابن جریر اور ابن مردویہ نے اور بنقل فتح کے دارقطنی نے حضرت صدیقؓ کا خطبہ بایں مضمون نقل کیا ہے کہ تم لوگ اس آیت کے معنی کچھ اور سمجھتے ہو حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تاکید اور اس کے ترک پر وعید سنی ہے اور جلالین میں جو حاکم کی روایت سے حدیث ہے کہ تم امر و نہی کرتے رہو حتی کہ جب حرص و خود رائی وغیرہ کو غلبہ ہو جاوے تو عوام کو چھوڑ کر اپنے شغل اصلاح میں لگ جاؤ، یا بنقل روح عبدالرزاق و ابوالشیخ و طبرانی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا، یا ابن جریر نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ارشاد نقل کیا ہے کہ یہ آیت اس زمانہ کے لئے نہیں بلکہ زمانہ آئندہ کے لئے ہے جب کہ امر و نہی نافع نہ ہوگا تو ان روایات کا ظاہری مطلب مراد نہیں کیونکہ یقیناً آیت کے خطاب میں صحابہؓ بھی داخل ہیں بلکہ یہ ہے کہ اس آیت کے مضمون مجموعی کا ایک خاص جزو کہ جب امر و نہی سے نفع نہ ہو تو اس کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے گو یہ بھی ہر زمانہ کے لئے عام ہے مگر خیر القرون میں چونکہ عدم نفع مغلوب تھا اس لئے سقوط وجوب کا تحقق بھی قلیل مثل معدوم کے ہے اور قرون شر میں چونکہ عدم نفع غالب ہوگا اس لئے اس سقوط کا تحقق بھی کثیر مثل امور مختصہ اس زمانہ کے ہوگا خوب سمجھ لو۔ اور یہ جو فرمایا: لَا يَضُرُّكُم اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو احتمال اس ضرر کا تھا کیونکہ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ کا مضمون صاف اور عقلی بھی ہے بلکہ ان کے تخفیف غم کے لئے اس مضمون میں تامل اور اس سے استدلال کرنے کا حکم فرمانا مقصود ہے کہ جب یہ امر متیقن ہے تو تم کو چاہئے اس پر نظر کر کے بے غم رہو واللہ اعلم اور گو ایسی حالت میں کسی کے غم میں پڑنا غیر نافع ہے لیکن ممانعت کیوں فرمائی، جیسا ظاہراً سیاق آیت سے معلوم ہوتا ہے سو اس کی وجہ واللہ اعلم اول تو یہی کافی ہے کہ جب غیر نافع ہے تو لایعنی ہوا اور لایعنی کا ترک مطلوب ہے دوسرے تجربہ سے معلوم ہوا کہ ایسی فکروں میں پڑنے سے بعض اوقات اپنے ضروری و مطلوب عندالشرع مقاصد میں خلل آ جاتا ہے واللہ اعلم۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: مَا جَعَلَ اللَّهُ مِن بَحِيرَةٍ الخ یعنی ان چیزوں کو مشروع نہیں فرمایا اس میں ابطال ہے اہل جاہلیت کی اس بدعت کا کہ بعض چیزوں کو غیر اللہ کے نام زد کر دیتے ہیں جیسا اب بھی بعض جہلاء ارواح طیبہ کے ساتھ تقرب حاصل کرنے کی نیت سے ایسا کرتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ: وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا الخ اس میں جاہل صوفیہ کے اس طریق کا ابطال ہے کہ جب ان کے سامنے شریعت پیش کی جاتی ہے تو وہ اپنے مشائخ کے طریق سے تمسک کرتے ہیں ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا الخ بعض تفاسیر پر جیسا روح میں ہے اس میں کفار و فساق کی حالت پر زیادہ افسوس اور حسرت کرنے سے مومنین کو منع کیا گیا ہے اور یہی طریق ہے عارفین کا کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کر چکنے کے بعد کسی کے زیادہ درپے نہیں ہوتے ۱۲۔

الحواشی: (۱) متعلق ست بہ غیر ضروریہ ای آنچہ نہ حالاً ضروری باشد آنچہ مآلاً ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله في اشياء نضول دليله كون الكلام فيه ۱۲ ۲ قوله في ان تبدو ان تسئلوا جن میں احتمال الخ اشارة الى امرين الاول كون الشرطيتين المتعاطفتين صفة لاشياء والثاني القصد الى دفع اشكال هو ان الشرطيتين تدلان على ترتب التاليين على المقدمين وقد تخلفا لان السوال عن الحج تخلف عنه الابداء والسوال عن النسب تخلف عنه المساءة تقرير الجواب من والتالي هو

المساء ة والا بداء الموجب المساءة بمعنى احتمال المساء ة والابداء مجازا بعلاقة القوة والفعل فالمعنى ان تبدلكم تحتمل المساء ة وان تسئلوا تحتمل الابداء ولا شك فى ترتب هذا التالى على المقدم وكفى به زاجرا وهذا من المواهب والله اعلم ويتايد بما فى الخازن فان من سأل عن الحج لم يامن ان يومر به فلا يقدر عليه فيسوء ه ذلك ومن سأل عن نسبه لم يامن ان يلحقه النبى صلى الله عليه وسلم بغير ابيه فيفتضح ويسوء ه ذلك اه۱۲۔ ۳ قوله فى القرآن اوروحی اشارة الى انه لا يلزم ان ينزل جوابه فى القرآن لان نزول القرآن قيد لوقت السوال لا للابداء فافهم۱۲۔ ۴ قوله فى تبدوا مجموعی اشارة الى ان النتيجة يتوقف على مجموع المقدمتين هكذا ان تسئلوا تبدلكم وان تبدلكم تسوء كم فينتج ان تسألوا تسوء كم فالمسأء ة هى العلة للنهى بواسطة الابداء الذى هو الحد الاوسط انما قدم الاخرى واخر الاولى حتى صارا على صورة الشكل الرابع وكان الظاهر هو الشكل الاول لان اصل العلة المساء ة عجل بالحكم بوقوعه من اول الامر والله اعلم۱۲۔ ۵ قوله فى عفا سوالات گزشتہ اشار الى ان الضمير الى المسئلة عن الاشياء المدلول عليها بقوله لا تسئلوا عن اشياء۱۲۔ ۶ قوله فى كفرين حق نہ بجالائے من الكفران انعام للمعصية والكفر۱۲۔ ۷ قوله فى ف اورمقاتل کاقول محمل ولا ارى ان يفسر بكفران اهل المائدة لانها لم تكن مسئولا عنها والكلام فى السوال عن الشئى بل كانت مسئولة۔ ۸ قوله فى جعل مشروع كما فى الروح معنى ما جعل ما شرع ولذلك عدى الى مفعول واحد ومن لتاكيد النفى وانكر بعضهم مجيى هذا المعنى من اهل اللغة وجعلها للتصيير والمفعول الثانى محذوف اى ما جعل البحيرة ولا ولا (اى ولا السائبة ولا الوصيلة ولا الحام) مشروعة وليس كما قال فان الراغب نقل ذلك عن اهل اللغة وهو ثقة لا يفترى عليهم اه وكذا فسر فى الجلالين والبيضاوى ولو ثبت عن احد الثقات تفسيره بما حرم فغايته نفى التحريم ولا يضر من يحرمها لان التحريم تحريمان للكراهة وهو منفى وللنجاسته والخبث وهو المثبت كما مر تحقيقه فى سورة البقرة فى قوله تعالىٰ يا ايها الناس كلوا مما فى الارض ولبعض الاماثل الماضين والموجودين فى الباب تحقيق آخر وهو ان الحرمة مختصة بالحيوان الذى قصد ذبحه للتقرب الى غير الله فغير الحيوان وكذا الحيوان الذى لم يقصد ذبحه وان سيب لغير الله لا يحرم فعلى هذا لا يحرم السوائب والبحائر وغيرهما وفسر قوله تعالىٰ ما اهل لغير الله بما اهل بقصد ذبحه وقوله تعالىٰ ما جعل الله من بحيرة الخ بما حرم الله وقوله وكلوا مما فى الارض حلالا طيبا بالاذن فى اكل السوائب اذا لم يوجد مانع آخر اه واعلم ان هذا القول غير الذى اشتهر من بعض اهل التفريط ان الحرمة تختص بما ذكر اسم الله عليه فى عين وقت الذبح فكانت فى مسئلة الحرمة ثلثة اقوال۔ الاول اشتراط ذكر اسم غير الله فى عين وقت الذبح الثانى اشتراط نية الذبح على اسم غير الله مع عدم اشتراط ذكر اسم غير الله وقت الذبح الثالث عدم اشتراط الامرين والاقتصار على النية الفاسدة فى اى محل كان حيوان او غير حيوان مقصود اذبحه او غير مقصود فافهم والمقام صار محتاجًا الى المراجعة فراجع والراجح عندى هو القول الثانى والدليل على عدم اشتراط اسم غير الله فى عين وقت الذبح قوله تعالىٰ وما ذبح على النصب هو مدلول النص لكن يقاس عليه كل ما يتقرب به الى غير الله كالمهدى الى المقابر والمشاهد والضرائح وامثالها۱۲۔ ۹ قوله فى يفترون خوش ہیں كما فى الاعراف عنهم والله امرنا بها۱۲۔ ۱۰ قوله فى لا يعقلون اس سے کام اشارة الى ان المراد نفى استعمالهم العقل ليكون ذما لا نفى عقلهم ليكون عذرا۱۲۔ ۱۱ قوله قبل واذا قيل چنانچہ اشارة الى كونه كالاليل على عدم عقلهم فان اتباع الضلال بعد وضوح الحق دليل ظاهر على عدم العقل بالمعنى المذكور آنفًا۱۲۔ ۱۲ قوله فى اولو كانٔ اشارة الى تقدير المعطوف عليه اى يكفيهم هذا ولو كان اباؤهم۱۲۔ ۱۳ قوله فى لا يعلمون سمجھ اشارة الى ان المراد بالعلم هو مبداه۔ ۱۴ قوله فى ف اکثر اس لئے الخ وهذا من المواهب۱۲۔

النَّحْوُ: فى الروح عليكم الزموا انفسكم اسم فعل امر وهو متعد الى المفعول به بعده وقد يكون لازما والمراد به الامر بالتمسك كما فى عليك بذات الدين وهو خاص فيما اذا كان الضمير للخطاب فلو قلت عليه زيد الم يجز وفيه خلاف۱۲۔

العربية: قوله اشياء فى المدارك قال الخليل وسيبويه وجمهور البصريين اصله شيئا بهمزتين بنيهما الف وهى فعلاء من لفظ شئى وهمزتها الثانية للتانيث ولذا لم تنصرف كحمراء وهى مفردة لفظًا جمع معنى ولما استثقلت المهزتان المجتمعتان قدمت الاولى التى هى لام الكلمة فجعلت قبل الشين فصار وزنها لفعاء قوله قد سألها فى البيضاوى او الضمير لا شياء بحذف الجار اه وعليه فسرت وقال بعضهم الضمير للمسئلة فى موضع المصدر اى سئل مسئلة والحاصل واحد والله اعلم واعلم ان المراد من سألها سأل مثلها لان السؤالين لم يكونا واحدا لكن لم يصرح به للمبالغة فى التحذير۱۲۔

فائدہ: عن الروح واستدل بالآية على ان الاقتداء انما يصح بمن علم انه عالم مهتد وذلك لا يعرف الا بالحجة فلا يكفي التقليد من غير ان يعلم ان لمن قلده حجة صحيحة على ما قلده فيه حتى قالوا ان للمقلد دليلا اجماليا وهو دليل من قاره فتدبر ۱۲۔

فائدۃ اخریٰ: عنه جعل بعض العلماء من صور السائبة ارسال الطير ونحوه وصرح بعض علمائنا بانه لا ثواب في ذلك ولعل من ادخله في التسبيب لا يكتفي بهذا القدر بل يدعي فيه الاثم ايضًا والناس عن ذلك غافلون ۱۲۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ ؕ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ ۙ اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰۤى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَاۤ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَاۤ ۖ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَاۤ اَوْ يَخَافُوْۤا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ ع ۱۴ / ۸

اے ایمان والو تمہارے آپس میں دو شخصوں کا وصی ہونا مناسب ہے جب کہ تم میں سے کسی کو موت آنے لگے جب وصیت کرنے کا وقت ہو۔ وہ دو شخص ایسے ہوں کہ دیندار ہوں اور تم میں سے ہوں یا غیر قوم کے دو شخص ہوں اگر تم کہیں سفر میں گئے ہو پھر تم پر واقعہ موت کا پڑ جائے اگر تم کو شبہ ہو تو ان دونوں کو بعد نماز روک لو پھر دونوں خدا کی قسم کھاویں کہ ہم اس قسم کے عوض کوئی نفع نہیں لینا چاہتے۔ اگر چہ کوئی قرابتدار بھی ہوتا اور اللہ کی بات کو ہم پوشیدہ نہ کریں گے۔ ہم اس حالت میں سخت گنہگار ہوں گے۔ پھر اگر اس کی اطلاع ہو کہ وہ دونوں وصی کسی گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں تو ان دونوں میں سے جن کے مقابلہ میں گناہ کا ارتکاب ہوا تھا اور دو شخص جو سب میں قریب تر ہیں جہاں وہ دونوں کھڑے ہوئے تھے یہ دونوں کھڑے ہوں پھر دونوں خدا کی قسم کھاویں کہ بالیقین ہماری یہ قسم ان دونوں کی اس قسم سے زیادہ راست ہے اور ہم نے ذرا تجاوز نہیں کیا۔ ہم اس حالت میں سخت ظالم ہوں گے۔ یہ بہت قریب ذریعہ ہے اس امر کا کہ وہ لوگ واقعہ کو ٹھیک طور پر ظاہر کریں یا اس بات سے ڈر جائیں کہ ان سے قسمیں لینے کے بعد قسمیں متوجہ کی جائیں گی اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سنو اور اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہ کریں گے ۞

تفسیر ربط: اوپر مصالح دینیہ کے متعلق احکام تھے آگے مصالح دنیویہ کے متعلق بعض احکام ہیں اور اس کو ان کے ساتھ لانے میں دو امر کی طرف اشارہ ہو گیا ایک یہ کہ یہ حکم اور احکام متعلقہ بالدین وجوب عمل میں برابر ہیں، دوسرے یہ کہ حق تعالیٰ اپنی رحمت سے مثل اصلاح معاد کے اپنے بندوں کی معاش کی اصلاح بھی فرماتے ہیں۔ چونکہ تفسیر آیت آئندہ کی دو امر پر موقوف ہے ایک قصہ جو کہ سبب نزول ہے دوسرے بعض مسائل جو اس آیت کے مدلول پر مبنی ہیں اس لئے ان کو اولاً لکھا جاتا ہے۔

قصہ شان نزول: ایک شخص سہمی یعنی قبیلہ بنی سہم کا تمیم داری اور عدی بن بداء کے ساتھ کہ اس وقت یہ دونوں نصرانی تھے مال تجارت لے کر چلا اور وہ سہمی بیمار ہو کر ایسی جگہ جہاں کوئی مسلمان نہ تھا مر گیا اور مرنے کے وقت ان دونوں شخصوں کو یعنی تمیم اور عدی کو وصیت کی کہ میرا ترکہ میرے ورثاء کو پہنچا دینا جب یہ دونوں وہ ترکہ لائے تو اس میں ایک جام چاندی کا جس پر نقش و نگار سونے کا بنا تھا اور بڑا مال وہی تھا اور اسباب میں اس کے ہونے کا ورثاء کو علم نہ تھا نہ نکلا اور ذریعۂ علم مدارک میں یہ ذکر کیا ہے کہ میت نے اپنے اسباب کی فہرست بھی اسباب میں بلا اطلاع ان دونوں کے رکھ دی تھی میلان کے وقت اسباب پورا نہ ہوا مدارک کا مضمون ختم ہوا ورثاء کو ان دونوں پر شبہ ہوا اور ان سے پوچھا انہوں نے کہا کہ بس اس نے ہم کو یہی اسباب سپرد کیا تھا۔ آخر مقدمہ سرکار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش ہوا اور پہلی آیت یعنی : يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ (الی قولہ تعالی) اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ نازل ہوئی۔ آپ نے ورثاء سے ان کے اس دعوے پر کہ ان دونوں نے خیانت کی ہوگی گواہ طلب کئے، گواہ کوئی تھا نہیں آخر آپ نے ان دونوں سے عدم خیانت وعدم کتمان پر قسم لی اور دعویٰ خارج ہوا پھر ان ورثاء نے وہ جام مکہ میں کسی کے پاس دیکھا پوچھا تمہارے پاس کہاں سے آیا اس شخص نے کہا میں نے تمیم اور عدی سے خریدا ہے معالم میں اتنا اور ہے کہ پھر بنی سہم نے تمیم اور عدی سے اس کے متعلق گفتگو کی دونوں نے جواب دیا کہ ہم نے میت سے خرید لیا تھا انہوں نے کہا کہ اس وقت تو تم کہتے تھے کہ ہم کو جام کی خبر ہی نہیں کہنے لگے کہ چونکہ ہماری خرید پر کوئی گواہ نہ تھا اس لئے ہم نے یہ قصہ چھپا لیا تھا آخر یہ مقدمہ دوبارہ پھر سرکار نبوی میں پیش ہوا اور بعد والی آیت فَاِنْ

عُثِرَ الخ نازل ہوئی۔ مضمون معالم کا تمام ہوا چونکہ تمیم وعدی کے پاس کوئی گواہ نہ تھا اس لئے آپ نے بنی سہم کے دو شخصوں سے کہ وہ وارث ہونے میں سب سے زیادہ نزدیک کے رشتہ دار تھے قسم لی اور قسم کے موافق مقدمہ ختم ہوگیا رواہ البخاری والترمذی ودخل حدیث احدہما فی الآخر۔

مسائل: مسئلہ اول: میت جس شخص کو مال سپرد کرکے اسکے متعلق کسی کے دینے دلانے کو کہہ جاوے وہ وصی ہے اور وصی ایک شخص بھی ہوسکتا ہے اور زیادہ بھی۔

مسئلہ دوم: اور اس کا مسلمان اور عادل ہونا خواہ حالت سفر ہو یا حضر افضل ہے لازم نہیں۔

مسئلہ سوم: نزاع میں جو امر زائد کا مثبت ہو وہ مدعی اور دوسرا مدعیٰ علیہ کہلاتا ہے۔

مسئلہ چہارم: اول مدعی سے گواہ لئے جاتے ہیں اگر موافق ضابطہ شرعی کے پیش کردے مقدمہ وہ پاتا ہے اور اگر پیش نہ کرسکے تو مدعیٰ علیہ سے قسم لی جاتی ہے اور مقدمہ وہ پاتا ہے البتہ اگر قسم سے انکار کر جاوے تو پھر مدعی مقدمہ پالیتا ہے۔

مسئلہ پنجم: اور قسم کی تغلیظ زمان یا مکان کے ساتھ حاکم کی رائے پر ہے لازم نہیں۔

مسئلہ ششم: اگر مدعیٰ علیہ کسی اپنے فعل کے متعلق قسم کھاوے تو صیغہ قسم کا یہ ہے کہ میں نے یہ فعل نہیں کیا اور جو دوسرے کے فعل کے متعلق قسم کھاوے تو صیغہ یہ ہوتا ہے کہ مجھ کو اس فعل کی اطلاع نہیں۔

مسئلہ ہفتم: اگر کسی میراث کے مقدمہ میں وارث مدعیٰ علیہ ہوں تو جن کو شرعاً میراث پہنچتی ہے ان پر قسم آوے گی خواہ وہ واحد ہو یا متعدد اور جو وارث نہیں ان پر قسم نہ ہوگی کذا فی الہدایۃ وغیرہا اب بعونہ تفسیر لکھی جاتی ہے۔

حکم بستم سوگند بر مدعیٰ علیہ وصی باشد یا وارث: يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ شَهَٰدَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ ٱلْمَوْتُ (الی قولہ تعالیٰ) وَٱللَّهُ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلْفَٰسِقِينَ اے ایمان والو تمہارے آپس (کے معاملات میں (مثلاً ورثا کو مال سپرد کرنے کے لئے) دو شخص وصی ہونا مناسب ہے (گو بالکل وصی نہ بنانا بھی جائز ہے) جب کہ تم میں سے کسی کو موت آنے لگے (یعنی[1]) جب وصیت کرنے کا وقت ہو (اور) وہ دو شخص ایسے ہوں کہ دیندار ہوں اور تم میں سے (یعنی مسلمانوں میں سے) ہوں یا غیر قوم کے دو شخص ہوں اگر (مسلمان نہ ملیں مثلاً) تم کہیں سفر میں گئے ہو پھر تم پر واقعہ موت کا پڑ جاوے (اور یہ سب[2] امور مناسب ہیں ورنہ جس طرح بالکل نہ وصی بنانا جائز ہے اسی طرح اگر ایک وصی ہو یا عادل نہ ہو یا حضر میں غیر مسلم کو بنادے سب جائز ہے پھر ان اوصیاء کا یہ حکم ہے کہ) اگر (کسی وجہ سے ان پر) تم کو (اے ورثا) شبہ ہو (جیسا قصہ مذکورہ میں ہوا کہ میت کے ترکہ میں جام نہیں ملا) تو (اے حکام[3] مقدمہ اس طرح فیصل کرو کہ اول ورثا سے چونکہ وہ مدعی ہیں اس امر پر گواہ طلب کرلو کہ انہوں نے فلاں چیز مثلاً جام لے لیا ہے اور اگر وہ گواہ نہ لاسکیں تو ان اوصیاء سے چونکہ وہ مدعا علیہ ہیں اس طرح قسم لو کہ) ان دونوں (وصیوں) کو بعد نماز (عصر مثلاً) روک لو (کیونکہ اکثر اس وقت مجمع زیادہ ہوتا ہے تو جھوٹی قسم کھانے والا ایک گونہ شرماتا ہے نیز وقت بھی معظم ہے کچھ اس کا بھی خیال ہوتا ہے اور مقصود اس سے تغلیظ یمین کی ہے زمان متبرک ومکان اجتماع خلق کے ساتھ) پھر دونوں (اس طرح) خدا کی قسم کھاویں کہ (صیغہ حلف[4] کے ساتھ یہ کہیں کہ) ہم اس قسم کے عوض کوئی (دنیا کا) نفع نہیں لینا چاہتے (کہ نفع دنیا کا لے لیں اور راستی سوگند کو چھوڑ دیں) اگر چہ (اس واقعہ میں ہمارا) کوئی قرابتدار بھی (کیوں نہ) ہوتا (جس کی مصلحت اپنی مصلحت[5] کے ساتھ مجتمع خیال کرکے ہم جھوٹی قسم کھاتے اور اب تو کوئی ایسا بھی نہیں جب دو مصلحتوں کی وجہ سے بھی ہم جھوٹ نہ بولتے تو ایک مصلحت کے لئے تم ہم کیوں ہی جھوٹ بولیں گے) اور اللہ کی (طرف سے جس) بات (کے کہنے کا حکم ہے اس) کو ہم پوشیدہ نہ کریں گے (ورنہ) ہم (اگر ایسا کریں تو) اس حالت میں سخت گناہ گار ہوں گے (یہ تغلیظ قولی ہے جس سے مقصود استحضار ہے وجوب صدق وحرمت کذب وعظمتِ الٰہیہ کا جو مانع ہو دروغ حلفی سے اب ان دونوں تغلیظ کے بعد اور اگر حکم کی رائے ہو بلا تغلیظ اصل مضمون کی قسم کھاویں۔ مثلاً ہم کو میت نے جام نہیں دیا اور اس پر مقدمہ فیصل کردینا چاہئے چنانچہ قصہ مذکور میں ایسا ہی ہوا) پھر (اس کے بعد) اگر (کسی[6] طریق سے ظاہراً) اس کی اطلاع ہو کہ وہ دونوں وصی کسی گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں (مثلاً واقعہ مذکورہ میں جب جام مکہ میں ملا اور دونوں وصیوں نے دریافت کرنے پر دعویٰ اشتراء من المیت کا کیا جس سے اخذ من المیت کا اقرار لازم آتا ہے اور وہ معارض ہے اخذ کے انکار سابق کا چونکہ اقرار بالمضر حجت ہے اس لئے ظاہراً ان کا خائن اور کاذب ہونا معلوم ہوا) تو (ایسی صورت میں مقدمہ کا رخ بدل جاوے گا۔ وصی جو کہ پہلے مدعا علیہ تھے اب مدعی اشتراء کے ہوگئے اور ورثاء جو کہ پہلے مدعی خیانت کے تھے مدعا علیہ ہوگئے۔ اس لئے اب فیصلہ کی یہ صورت ہوگی کہ اول وصیوں سے گواہ اشتراء کے طلب کئے جاویں اور جب وہ گواہ پیش نہ کرسکیں تو) ان (وارث) لوگوں میں سے جن کے مقابلہ میں (ان اوصیاء کی جانب سے) گناہ (مذکور) کا ارتکاب ہوا تھا اور (جو کہ شرعاً مستحق میراث ہوں مثلاً صورت[7] مذکور میں) دو شخص (تھے) جو سب (ورثہ) میں باعتبار استحقاق میراث) قریب تر ہیں جہاں (حلف کے لئے) وہ دونوں (وصی) کھڑے ہوئے تھے (اب) یہ دونوں (حلف کے لئے) کھڑے ہوں پھر دونوں (اس طرح) خدا کی قسم کھاویں کہ (صیغہ حلف کے ساتھ کہیں کہ) بالیقین ہماری یہ قسم (بوجہ[8] اس کے کہ بالکل اشتباہ سے خاہراً وحقیقۃ

منزہ ہے ان دونوں (اوصیاء) کی اس قسم سے زیادہ راست ہے (کیونکہ اس کی حقیقت کا گو ہم کو علم نہیں لیکن ظاہراً تو وہ مشتبہ ہو گئی) اور ہم نے (حق سے) ذرا تجاوز نہیں کیا (ورنہ) ہم (اگر ایسا کریں تو) اس حالت میں سخت ظالم ہوں گے (کیونکہ پرایا مال جان بوجھ کر بلا اجازت لے لینا ظلم ہے یہ بھی تغلیظ ہے جو حاکم کی رائے پر ہے۔ پھر اصل مضمون پر قسم لی جاوے۔ جس کا صیغہ بوجہ اس کے کہ فعل غیر پر ہے یہ ہوگا کہ خدا کی قسم ہمارے علم میں میت نے ان مدعیوں کے ہاتھ جام فروخت نہیں کیا اور چونکہ علم کی واقعیت و عدم واقعیت کی اطلاع کی کوئی ظاہری سبیل نہیں ہو سکتی اس لئے اس کی واقعیت پر زیادہ مؤکد قسم لی گئی جیسا لفظ احق دال ہے جس کا حاصل یہ ہوا کہ اس کا مدار چونکہ میرے ہی اوپر ہے اس لئے قسم کھاتا ہوں کہ جیسا اس میں کذب ظاہری کا ثبوت نہیں ہو سکتا اسی طرح حقیقت میں بھی کذب منتفی ہے اور یہ قرینہ مفید ہے کہ بیان حلف علی العلم ہے اور چونکہ اس کا کذب بلا اقرار کبھی ثابت نہیں ہو سکتا اس لئے اس میں جو حق تلفی ہوگی وہ اشد درجہ کا ظلم ہوگا عجب نہیں کہ یہاں خالمین اس لئے کہا گیا ہو) یہ (قانون جو مجموعہ آیتین میں مذکور ہوا) بہت قریب ذریعہ ہے اس امر کا کہ وہ (اوصیاء) لوگ واقعہ کو ٹھیک طور پر ظاہر کریں (اگر سپردگی مال زائد کی نہیں ہوئی قسم کھالیں اور اگر ہوئی ہے تو گناہ سے ڈر کر انکار کر دیں یہ حکمت تو تحلیف اوصیاء میں ہے) یا اس بات سے ڈر (کر قسم کھانے سے رک) جائیں کہ ان سے قسمیں لینے کے بعد (ورثاء پر) قسمیں متوجہ کی جائیں گی (پھر ہم کو خفیف ہونا پڑے گا یہ حکمت[۹] تحلیف ورثاء میں ہے اور ان[۱۰] سب شقوق میں ایصال حق الیٰ اہل حق ہے جو کہ مشروع و مطلوب ہے کیونکہ اگر تحلیف اوصیاء مشروع نہ ہوتا اور اوصیاء عدم سپردگی مال زائد میں سچے ہوتے تو ان کی رفع تہمت کا کوئی طریقہ نہ ہوتا اور اگر وہ جھوٹے ہوتے تو ورثہ کے اثبات حق کا کوئی طریقہ نہ ہوتا اور اب سچے ہونے کے وقت براءت ہو جاتی اور جھوٹے ہونے کے وقت شاید جھوٹی قسم سے ڈر کر نکول و انکار کر جاویں تو ورثہ کا حق ثابت ہو جاتا ہے اور اگر تحلیف ورثہ مشروع نہ ہوتا اور شرعاً انکار حق ہوتا تو اثبات حق کی کوئی صورت نہ تھی اور اگر شرعاً انکار حق نہ ہوتا تو اوصیاء کے اثبات حق کا کوئی طریقہ نہ تھا اور اب ورثاء کا حق ہونے کے وقت ان کا اثبات حق ہو سکتا ہے اور حق نہ ہونے کے وقت نکول عن الیمین سے اوصیاء کا حق ثابت ہو جاتا ہے پس دو شقیں تحلیف اوصیاء کی حکمت میں ہیں اور اَنْ یَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ دونوں کو شامل ہے اور دو شقیں تحلیف ورثاء کی حکمت میں ہیں جن میں کی دوسری شق تو تحلیف اوصیاء کی پہلی شق میں متداخل ہے اور پہلی شق اَوْ يَخَافُوْٓا کی مدلول ہے پس مجموعہ ہر دو تحلیف میں سب شقوق کی رعایت ہو گئی) اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو (اور معاملات و حقوق میں جھوٹ مت بولو) اور (ان کے احکام کو) سنو (یعنی مانو) اور (اگر خلاف کرو گے تو فاسق ہو جاؤ گے اور) اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں کو (قیامت کے روز درجات مطیعین کی طرف) رہنمائی نہ کریں گے (بلکہ نجات پانے کے وقت بھی ان سے کم رہیں گے تو ایسا خسارہ کیوں گوارہ کرتے ہو)۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انتظام کی رعایت ہر امر میں ضروری ہے گو وہ امر دنیوی ہی کیوں نہ ہو کیونکہ بد انتظامی سے اہل حقوق کے مصالح میں خلل پڑ جاتا ہے (جو کہ معصیت ہے) ۱۲۔

الحواشی: (۱) ترجمہ میں لفظ یعنی بڑھانے سے اس طرف اشارہ ہے کہ قرآن میں حضور موت کی تفسیر حین الوصیۃ سے اس لئے کی گئی کہ اکثر وصیت عادۃً اسی وقت کرتے ہیں پس یہ مقصود نہیں کہ موت سے پہلے وصیت نہ کرے اور خاص موت ہی کے قریب واجب ہو ۱۲ تبیان۔ (۲) مطلب یہ ہے کہ آیت کا امر ارشاد ہے امر وجوب نہیں ۱۲ تبیان۔ (۳) ارتبتم کی ضمیر ورثا کی طرف اور تحبسونهما کی ضمیر حکام کی طرف ہے اور انتشار ضمائر نہیں کہلائے گا کیونکہ مخاطب مجموعہ مسلمان ہیں ان میں جس کے لئے جو وصف ثابت ہو۔ وہ اس کا مخاطب ہو جاوے گا اور اس آیت کے لفظ ارتبتم سے ثابت ہوتا ہے کہ حبس فی الریب حکام کو جائز ہے مگر تحقیق میں دیر نہ کریں جیسا کہ بعض متاخرین فقہاء نے ارشاد فرمایا ہے نیز تحبسونهما سے امام ابوحنیفہؒ کے اس قول کی تائید بالقیاس علی الحبس ہوتی ہے کہ اگر غیر حکام کسی کا طنبورہ وغیرہ توڑ ڈالیں گے تو ضمان لازم آوے گا کیونکہ اوروں کو یہ حقوق حاصل نہیں ۱۲ تبیان۔ (۴) یہ بتلانا مقصود ہے کہ آیت میں صیغہ حلف کو ذکر کیا کیونکہ وہ یقسمان سے معلوم ہے بلکہ اس حلف کے ساتھ اس عبارت کے بھی انضمام کا ارشاد ہے لا نشتری الخ ۱۲ تبیان۔ (۵) یہاں شبہ ہوتا ہے کہ کسی کے ذی قرابت ہونے کو قسم کے کاذب نہ ہونے میں کیا دخل ہے جیسا کہ ولو کان ذا قربیٰ سے مفہوم ہوتا ہے کیونکہ اپنی مصلحت تو اب بھی موجود ہے جو قسم کے کاذب ہونے کے احتمال میں کافی ہے لیکن تقریر تفسیر سے یہ شبہ جاتا رہا کیونکہ اگر کوئی ذی قرابت موجود ہوتا تو مصلحت دوہری ہو جاتی تو جب دو مصلحتوں کے ہوتے ہوئے بھی ہم جھوٹی قسم نہ کھاتے تو اب جب کہ صرف ایک مصلحت اپنی ہی ہے ہم کس طرح قسم کھا سکتے ہیں ۱۲ تبیان۔ (۶) لفظ ظاہراً بڑھا کر مولانا نے یہ بتلا دیا کہ اٰخرٰن یقومٰن الخ کا حکم اس وقت ہے جب کہ ان ہر دو وصی کے ارتکاب جرم کا پورا یقین نہ ہوا ہو بلکہ کچھ شبہ ان پر کسی وجہ سے ہو گیا ہو تو مقدمہ اسی صورت سے چلے گا اور اگر پورا یقین ہو گیا کسی ذریعہ سے تو پھر ورثاء کو حلف دینے کی ضرورت نہیں ہے اور مقدمہ اس صورت سے نہ ہوگا کہ مدعی سے بینہ اور مدعا علیہ سے حلف لیا جاوے ۱۲ تبیان۔ (۷) لفظ مثلاً بڑھا کر یہ بتلا دیا کہ دو کا عدد مقصود بالذات نہیں مگر چونکہ اس وقت اس واقعہ میں دو ہی شخص ایسے تھے اس لئے تثنیہ کا ذکر فرمایا گیا ۱۲ تبیان۔ (۸) اسی موقع پر آیت میں شبہ ہوتا ہے کہ حلف کے ساتھ لشهادتنا احق من شهادتهما کہنے کا حکم دیا گیا حالانکہ کسی کو کیا خبر ہے کہ دوسرے کے حلف سے میرا حلف

افضل اور احق ہے لیکن تقریر مذکور سے یہ شبہ جاتا رہا خلاصہ اس کا یہ ہے کہ وصی کا حلف بوجہ اس کے کہ ایک معارض اس کا پایا جا چکا ہے معرض اشتباہ میں آ گیا ہے اور ہمارا حلف جیسے حقیقۃً منزہ ہے اسی طرح ظاہراً بھی اشتباہ سے منزہ ہے لہٰذا وصی کے حلف سے احق ہوا ۱۲ تبیان۔ (۹) مطلب یہ کہ ورثاء کی قسم کا جو قانون مقرر فرمایا گیا اس قانون میں یہ حکمت ہے ۱۲ تبیان۔ (۱۰) قرآن کی آیت ذالك ادنى الخ میں حکمت مشروعیت قوانین مذکورہ میں صرف فریقین کے حلف کے صحیح وصادق ہونے کا ذکر ہے وبس اور ظاہر ہے کہ محض حلف کا صادق وصحیح ہونا نہ فی نفسہٖ مقصود ہے نہ مفید اس لئے یہ عبارت بڑھا کر بتلا دیا کہ مقصود اصلی تو یہ ہے یعنی ایصال حق الی اہل حق اور اس کے طریق حلف کے یہ طرق خاصہ ہیں اس لئے ان طرق کا ذکر اس مقصود کے ذکر سے مغنی ہو گیا۔ لہٰذا قرآن میں بیان حکمت میں اس پر اکتفاء کیا گیا ۱۲ تبیان۔ اس کے بعد تبیان کا سلسلہ جلد ہفتم میں آوے گا ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله في ترجمة عليهم مقابلہ میں فعلی للمقابلة ۱۲۔

اعلم: ان في الآيات تنبيهات وفوائد من النحاة شتى **الاول** ان الشهادة في شهادة بينكم يعنى الايصاء كما فى الروح فانه مشترك لمعان عديدة **والثاني** ان ذو مقدر قبل الشهادة کی يصح حمل الاثنان عليه **الثالث** ان قوله شهادة بتقدير ذو مبتدأ واثنان خبره **الرابع** اضافة شهادة الى بين للاتساع **الخامس** ان الجملة خبر صورة انشاء معنى اى ليكن ذو الايصاء اى الوصي اثنين **السادس** هو العدد وكذا باقى قيوده بل الامن بنفس الوصاية للاستحباب **السابع** ان حين بدل من اذا **الثامن** ان قوله ان انتم ضربتم قيد لكون الوصى من غيركم جريا على الواقع ح واتباعًا الاولى **التاسع** ان قوله تحبسون للاستيناف **العاشر** ان الخطاب فيه للحكام **الحادى عشر** ان الصلوٰة هى العصر عند الاكثر بدلالة الواقعة **الثاني عشر** ان قوله لا نشترى مفعول ليقولان المقدر المدلول عليه قوله فيقسمان **الثالث عشر** انه يقدر المضاف فى به اى بصحته **الرابع عشر** ان زيادة قوله ولو كان ذا قربى للمبالغة فى التبرى عن الكذب كانهما قالا لاناخذ لانفسنا بدلا من ذلك ولو انضم اليه رعاية جانب الاقرباء فكيف اذا لم يكن كذلك ولو قيل ان صيانة انفسهما تكون اهم من رعاية جانب الاقرباء قلت ممنوع بل الحال مختلفة كما يشاهد اى ولو كان المشهود له مع انفسنا ذا قربى ايضا **الخامس عشر** ان الضمير فى كان للمقسم له المدلول عليه لفحوى الكلام **السادس عشر** ان ارتبتم جواب محذوف اى حلفوهما دل عليه ما قبله **السابع عشر** ان الشهادة فى شهادة الله معناه الخبر القاطع كما فى القاموس بمعنى المخبر عنه اى الواقعة واضافتها الى الله بمعنى كون اظهارها ماموراً بها من الله **الثامن عشر** فى القاموس العثورالاطلاع كالعثر **التاسع عشر** ان هذا الاطلاع باعتبار الظاهر لانه يمكن فى مثل هذه الواقعة حلف الوصيين على التورية لئلا يظلمها احدا بان اشترياه حقيقة ولم يكن لهما بينةٌ ان لم يقع هذا فى عين هذه الواقعة كما روى الترمذى اقر تميم باخذ الجام خيانة ثم تاب لما اسلم الى الله تعالٰى **العشرون** ان فآخران مبتدأ ويقومٰن خبره فالفاء جزائيه وهى احدى مسوغات الابتداء بالنكرة **الحادى والعشرون** المراد بالقيام قيامهما فى مقامهما فى مقام الحبس والتحليف لا القيام فى توجيهه اليمين الثاني والعشرون المراد بالذين استحق عليهم الورثة **الثالث والعشرون** ان الضمير فى استحق مبنيا للفاعل الى الاثم واسناد الاستحقاق اليه مع كونه مفعولا موقعا عليه الفعل مجازى للمبالغة اى انهما استحقا اثما بحيث كانه استحق الاثم نفسه كما فى عيشة راضية ويقال فى توجيهه انه مسند الى الحدث اى وقع الاستحقاق المذكور عليهم كما نقل فى الكمالين فى قوله لقد تقطع بينكم اى وقع التقطع وكما فى الروح وقد قدراو فى قوله تعالٰى ثم بدالهم من بعد ما رأوا الايات بدا البداء ۱۲۔ **الرابع والعشرون** استحقاق الاثم عليهم كناية عن الجناية عليهم ذلك ان معنى استحق لاق به ان ينسب اليه والجانى للاثم المرتكب له يليق ان ينسب اليه الاثم ۱۲۔ **الخامس والعشرون** ان الاوليٰن بدل من اخران لان الاوليٰن لما كان غير معين لكون اللام للجنس كان فى حكم النكرة فى قوله ع ولقد امر على اللئيم ليسبنى **والسادس والعشرون** الشهادة فى قوله لشهادتنا بمعنى الحلف كما فى القاموس **والسابع والعشرون** قوله احق يشير الى ان اليمين الاولى التى كانت من الوصيين تحتمل كونها فقالوا ردوا حق بصيغة التفضيل كما قررته فى التاسع عشر من قوله لا يمكن الخ فيكون يمين الوصيين حقا فافهم وهذا تعليم لكمال التورع ولتحفظ لدقائق الكلام۔ **الثامن والعشرون** من النكتة فى ايراد الاثمين فى موضع والظّٰلمين فى آخر وكذا **التاسع والعشرون** من كون الاشارة فى قوله ذلك الى مجموع التحليفين وكذا **الثلٰثون** من تقرير كون التحليفين سببا للاتيان بالشهادة على وجهها والخوف وكذا اتيت بهذه الثلثة فى المتن باوضح الوجوه واكفاها واشرت الى ما قبلها فى اثناء الترجمة فانظر واشكر **الحادى والثلٰثون** فى

قراء ة الاولین جمع اول بدل من الذین والاولیة باعتبار الذکر لان الورثة ذکروا فی قوله یا ایها الذین آمنوا شهادة بیکم الثانی والثلثون فی قرأة استحق علیهم مبنیا للمفعول والضم للاثم والمعنی ظاهر الثالث والثلثون ان کون الوصی اثنین وکذا الورثة لخصوص الواقعة لا لخصوص الحکم الرابع والثلثون ان الآیة علی ما فسرت غیر منسوخة الخامس والثلثون ان التغلیظ فی الایمان غیر واجب السادس والثلثون ان الشهادة فی قوله یأتوا بالشهادة معناها ما مر فی السابع عشر واللّٰه اعلم اخذت هذه الفوائد من الجلالین والکمالین والبیضاوی والروح والمدارک وغیرها وبعضها افیض علی من الجواد الوهاب واللّٰه اعلم بالصواب۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۭ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰي وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۣ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۰﴾ وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

جس روز اللہ تعالیٰ تمام پیغمبروں کو (مع ان کی امتوں کے) جمع کریں گے۔ پھر ارشاد فرمائیں گے کہ تم کو (ان امتوں کی طرف سے) کیا جواب ملا تھا وہ عرض کریں گے کہ (ظاہری جواب تو ہم کو معلوم ہے لیکن ان کے دل کی) ہم کو کچھ خبر نہیں۔ (اس کو آپ ہی جانتے ہیں کیونکہ) آپ بے شک پوشیدہ باتوں کو پورے جاننے والے ہیں۔ جب کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ اے عیسیٰ ابن مریم میرا انعام یاد کرو جو تم پر اور تمہاری والدہ پر ہوا ہے جب کہ میں نے تم کو روح القدس سے تائید دی۔ تم آدمیوں سے کلام کرتے تھے گود میں بھی اور بڑی عمر میں بھی اور جب کہ میں نے تم کو کتابیں اور سمجھ کی باتیں اور توریت اور انجیل تعلیم کیں اور جب کہ تم گارے سے ایک شکل بناتے تھے جیسے پرندہ کی شکل ہوتی ہے میرے حکم سے پھر تم اس کے اندر پھونک مار دیتے تھے جس سے وہ پرندہ بن جاتا تھا میرے حکم سے اور تم اچھا کر دیتے تھے مادرزاد اندھے کو اور برص کے بیمار کو میرے حکم سے اور جب کہ تم مردوں کو نکال کر کھڑا کر لیتے تھے میرے حکم سے اور جب کہ میں نے بنی اسرائیل کو تم سے (یعنی تمہارے قتل و ایذاء سے) باز رکھا جب تم ان کے پاس دلیلیں لے کر آئے تھے۔ پھر ان میں جو کافر تھے انہوں نے کہا تھا کہ یہ بجز کھلے جادو کے اور کچھ بھی نہیں اور جب کہ میں نے حواریین کو حکم دیا کہ تم مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ انہوں نے کہا ہم ایمان لائے اور آپ شاہد رہئے کہ ہم پورے فرمانبردار ہیں۔

تفسیر ربط: اوپر احکام مختلفہ کا ذکر ہوا ہے اور درمیان درمیان میں ترغیب ان کے امتثال کی اور ترہیب ان کی مخالفت پر فرمائی گئی ہے اسی کی تاکید کے لئے آیت آئندہ میں قیامت کے ہول و ہیبت یاد دلاتے ہیں تاکہ اطاعت کا زیادہ باعث اور مخالفت سے زیادہ مانع ہو اور اکثر طرز قرآن مجید کا یہی ہے۔

تذکیر ہول قیامت: يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ (الی قوله تعالی) اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾ (وہ دن بھی کیسا ہولناک ہوگا) جس روز اللہ تعالیٰ تمام پیغمبروں کو (مع ان کی امتوں کے) جمع کریں گے پھر (ان امتوں میں جو عاصی ہوں گے بغرض توبیخ ان کے سنانے کو ان پیغمبروں سے) ارشاد فرماویں گے کہ تم کو (ان امتوں کی طرف) سے کیا جواب ملا تھا وہ عرض کریں گے کہ (ظاہری جواب تو ہم کو معلوم ہے اور اس کو بیان بھی کر دیں گے لیکن ان کے دل میں جو کچھ ہو اس کی) ہم کو کچھ خبر نہیں (اس کو آپ ہی جانتے ہیں کیونکہ) آپ بیشک پوشیدہ باتوں کے پورے جاننے والے ہیں (مطلب یہ کہ ایک ایسا دن ہوگا اور اعمال و احوال کی تفتیش ہوگی اس لئے تم کو مخالفت و معصیت سے ڈرتے رہنا چاہئے۔ **ف**: جن آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام احوال امم پر شہادت دیں گے تفسیر مذکور کی بنا پر دونوں مضمونوں میں کوئی تعارض نہیں ہے اور جو امم بعد زمانہ انبیاء علیہم السلام کے ہوئے ہیں گو وہ انبیاء ان کی شہادت نہ دیں لیکن اور شہادتیں دوسرے نصوص سے ثابت ہیں ملائکہ کی اور نامۂ اعمال کی اور کفار کے ہاتھ پاؤں کی بھی۔

ربط: اوپر متعدد آیات میں اہل کتاب سے مکالمہ ہوا ہے اب ختم سورت پر اسی مضمون کی طرف عود کر کے خالص نصاریٰ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بعض مضامین گو ان کی مخاطبت قیامت میں ہوگی سناتے ہیں جن سے ان کی عبدیت کا اثبات اور الوہیت کی نفی ہوتی ہے اور مخاطبت یوم قیامت سے بھی یہی مقصود ہوگا تاکہ اہل کتاب کی غلطی افراط و تفریط میں ثابت ہو جاوے کیونکہ حق تعالیٰ کی طرف سے انعامات مختلفہ کا ہونا جن کا اُذْكُرْ نِعْمَتِيْ الخ میں ذکر ہے اور

تصرفات میں تصرف حق کا محتاج جن کا اِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ الخ میں بیان ہے اور حفاظت میں حق تعالیٰ کا محتاج ہونا جس کا وَاِذْ كَفَفْتُ الخ میں ذکر ہے اور توحید کی طرف دعوت کرنا اور رسول ہونا جس کا وَاِذْ اَوْحَيْتُ الخ میں ذکر ہے اور اسی طرح معجزۂ مائدہ جس میں اثبات اعجاز کے ساتھ جو کہ یہود پر حجت ہے اور اس اعتبار سے یہ محاجہ یہود کے ساتھ بھی ہو گیا ان کا التجا اور سوال کرنا بھی آیت: قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ میں مثل معجزات احیاء وابراء وغیرہ مذکور ہے اور خود اپنی الوہیت سے تبری کرنا جس کا وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ الخ میں ذکر ہے یہ سب دلائل قاطعہ ہیں اثبات عبدیت ونفی الوہیت پر۔

عود بمحاجۂ نصاریٰ بذکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ومخاطبت قیامت: اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ (الی قولہ تعالیٰ) قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ۝ (اور اسی روز عیسیٰ علیہ السلام سے ایک خاص گفتگو ہوگی) جب کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ اے عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم علیہا السلام میرا انعام یاد کرو (تا کہ لذت تازہ ہو) جو تم پر اور تمہاری والدہ پر (بانواع واوقات متعددہ ہوا ہے مثلاً) جب کہ میں نے تم کو روح القدس (یعنی جبرئیل علیہ السلام) سے تائید دی (اور) تم آدمیوں سے (دونوں حالت میں یکساں) کلام کرتے تھے (ماں کی) گود میں بھی اور بڑی عمر میں بھی (دونوں کلاموں میں کچھ تفاوت نہ تھا) اور جب کہ میں نے تم کو (آسمانی) کتابیں اور سمجھ کی باتیں اور (بالخصوص) توریت وانجیل تعلیم کیں اور جب کہ تم گارے سے ایک شکل بناتے تھے جیسے پرندہ کی شکل ہوتی ہے میرے حکم سے پھر تم اس (مصنوعی ہیئت) کے اندر پھونک مار دیتے تھے جس سے وہ (سچ مچ کا جاندار) پرندہ بن جاتا تھا میرے حکم سے اور تم اچھا کر دیتے تھے مادرزاد اندھے کو اور برص (جذام) کے بیمار کو میرے حکم سے اور جب کہ تم مُردوں کو (قبروں سے) نکال (اور جلا کر) کھڑا کر لیتے تھے میرے حکم سے، اور جب کہ میں نے بنی اسرائیل (میں سے جو آپ کے مخالف تھے ان) کو تم سے (یعنی تمہارے قتل واہلاک سے) باز رکھا جب (انہوں نے تم کو ضرر پہنچانا چاہا جب کہ) تم ان کے پاس (اپنی نبوت کی) دلیلیں (معجزات) لے کر آئے تھے پھر ان میں جو کافر تھے انہوں نے کہا تھا کہ یہ (معجزات) بجز کھلے جادو کے اور کچھ بھی نہیں اور جب کہ میں نے حواریین کو (انجیل میں تمہاری زبانی) حکم دیا کہ تم مجھ پر اور میرے رسول (عیسیٰ علیہ السلام) پر ایمان لاؤ انہوں نے (جواب میں تم سے) کہا کہ ہم (خدا اور رسول یعنی آپ پر) ایمان لائے اور آپ شاہد رہئے کہ ہم (خدا کے اور آپ کے) پورے فرمانبردار ہیں۔

ف: ان سب امور کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے انعام ہونا تو ظاہر ہے لیکن حضرت مریم علیہا السلام کے حق میں انعام ہونا اس طور پر ہے کہ ان سب امور سے آپ کا نبی ہونا ثابت ہے اور آپ نے ان کی نزاہت کی خبر دی اور نبی کے اخبار سب صادق ہوتے ہیں پس ان کی نزاہت ثابت ہو گئی اور یہ بڑا انعام ہے اور والدہ پر جو انعام ہوا وہ عیسیٰ علیہ السلام کو اس لئے یاد دلایا گیا کہ اصول پر انعام ہونا من وجہ فروع پر بھی ہے کہ ایسے اصول کے فروع ہیں اور تائید بروح القدس کی تفسیر سورۂ بقرہ کی معاملہ حو بست وسوم میں اور کف بنی اسرائیل کی تفسیر آخر سورۂ نساء آیت: وَمَا قَتَلُوْهُ الخ میں اور باقی اجزاء کی تحقیق مع ایک بحث متعلق حواریین کے سورۂ آل عمران آیت: وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وآیت: فَلَمَّآ اَحَسَّ الخ کے ذیل میں گزر چکی ہے ملاحظہ کر لیا جاوے۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا الخ روح میں ہے کہ بعض نے اس ذہول کی وجہ تجلی جلال کے آثار کا ظہور بتلائی ہے تو اس میں ایسی حالتوں کا اثبات ہے استغراق وسکر وفناء ومحو وغیبت۔ قولہ تعالیٰ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الخ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی کا اہل اللہ کی اولاد میں ہونا بھی ایک نعمت اور شرف ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قوله في يوم وہ دن الخ اشارة الى عامل يوم من نحو ما ذا يقع يوم الخ ۱۲۔ ۲؎ قوله في يجمع مع ان کی امتوں دل عليه الآيات الاخر ودل عليه ايضا مقصود السوال من التوبيخ لهم فانه لا يكون بدون الاسماع والاحضار ۱۲۔ ۳؎ قوله قبل يقول جو عاصی وبه يحصل مقصود الآية من التحذير على المعصية ۱۲۔ ۴؎ قوله في اذا اور اسی روز اشار الى كونه بدلا من يوم ۱۲۔ ۵؎ قوله في اذكر لذت كذا في الروح۔ ۶؎ قوله في تكلم اور اشار الى كونه استيفافاً ۱۲۔ ۷؎ قوله في المهد ماں کی گود نقله في الروح عن الحسن ودل على كون الخطاب يوم القيامة قوله ايدتك وكففت وتكلم مع اعتبار قوله كهلاً ۱۲۔ ۸؎ قوله في جئتهم وفي فقالوا آئے تھے اور کہا تھا اشار الى ان المجنى ظرف لكففت لا وحده بل مع اعتبار قوله فقال لان المجموع يدل على قصدهم الاغتيال المحوج الى الكف ۱۲۔ ۹؎ قوله في اوحيت تمہاری زبانی اشارة الى كونه تتمة من مخاطبة يوم القيامة صرح به في الروح وفي الكبير ولذلك اعيد العاطف في اذ بخلاف ما بعده من قوله اذا قال الحواريون حيث ترك العاطف لكونه منقطعا عما قبله كما قاله ابو السعود ويشير اليه ايضا كما في الروح الاظهار مقام الاضمار حيث لم يقل واذا قالوا الخ ۱۲ منه۔

اللغات: الوحى الامر قاله الزجاج وانشد كما في الروح الحمد لله الذى استقلت باذنه السماء واطمانت واوحى لها القرار فاستقرت۔

النحو: قوله منهم من بيانية وفيه وضع المظهر موضع المضمر كذا في الروح قلت ولا بعد ان تكون تبعيضية كما اريد ببنى اسرائيل الكافرون منهم لقوله تعالى فأمنت طائفة من بنى اسرائيل نعم يكون في ضمير جنتهم استخدام لان المجنى الى الكل ويمكن ان يعاد الى البعض خاصة لكون الكلام فيهم لا لكون المجنى اليهم خاصة ۱۲۔

البلاغة: في الروح واذ تخرج عطف على اذ تخلق اعيدت فيه اذ كما قيل لكون اخراج الموتى من قبورهم لا سيما بعد ما صار رميما معجزة باهرة حرية بتذكير وقتها صريحا وما في النظم الكريم ابلغ من تحيى الموتى فلذا عدل عنه اليه ذكر باذنى ههنا اربع مرات وثمه مرتين قالوا لانه ههنا الامتنان وهناك للاخبار فناسب هذا التكرار هنا اه قلت ولعل الاذن في تصويرى الطير اذن كلي تشريعي اى اذا اردت اظهار هذه المعجزة فصور الطير وفي غيره اذن تكويني فافهم ۱۲۔

إِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنَزِّلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ ۖ قَالَ اتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوا نُرِيدُ أَنْ نَأْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوبُنَا وَنَعْلَمَ أَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُونَ عَلَيْهَا مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِنْكَ ۖ وَارْزُقْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴿۱۱۴﴾ قَالَ اللَّهُ إِنِّي مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۖ فَمَنْ يَكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَإِنِّي أُعَذِّبُهُ عَذَابًا لَا أُعَذِّبُهُ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ ﴿۱۱۵﴾

ع ۱۵ / ۷ / ۵

وہ وقت قابل یاد ہے جب کہ حواریین نے عرض کیا کہ اے عیسیٰ بن مریم کیا آپ کے رب ایسا کر سکتے ہیں کہ ہم پر آسمان سے کچھ کھانا نازل فرمادیں؟ آپ نے فرمایا کہ خدا سے ڈرو اگر تم ایمان دار ہو۔ وہ بولے کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھائیں اور ہمارے دلوں کو پورا اطمینان ہو جائے اور ہمارا یہ یقین اور بڑھ جائے کہ آپ نے ہم سے سچ بولا ہے اور ہم گواہی دینے والوں میں سے ہو جاویں۔ عیسیٰ ابن مریم نے دعا کی اے اللہ اے ہمارے پروردگار ہم پر آسمان سے کھانا نازل فرمائیے کہ وہ ہمارے لئے یعنی ہم میں جو اول ہیں اور جو بعد ہیں سب کے لئے ایک خوشی کی بات ہو جائے اور آپ کی طرف سے ایک نشان ہو جائے اور آپ ہم کو عطا فرمائیے اور آپ سب عطا کرنے والوں سے اچھے ہیں۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں وہ کھانا تم لوگوں پر نازل کرنے والا ہوں۔ پھر جو شخص تم میں سے اس کے بعد ناحق شناسی کرے گا تو میں اس کو ایسی سزا دوں گا کہ وہ سزا دنیا جہان والوں میں سے کسی کو نہ دوں گا۔ ○

تفسیر ربط: آیت بالا کی تمہید میں قصہ مائدہ کا جو کہ آگے آتا ہے ارتباط مذکور ہو چکا ہے۔

قصہ نزول مائدہ: إِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنَزِّلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ (الی قولہ تعالیٰ) فَإِنِّي أُعَذِّبُهُ عَذَابًا لَا أُعَذِّبُهُ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ وہ وقت قابل یاد ہے جب کہ حواریین نے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے) عرض کیا کہ اے عیسیٰ ابن مریم (علیک السلام) کیا آپ کے رب ایسا کر سکتے ہیں (یعنی کوئی امر مثل خلافِ حکمت ہونے وغیرہ کے اس سے مانع تو نہیں) کہ ہم پر آسمان سے کچھ کھانا (پکا پکایا) نازل فرمادیں آپ نے فرمایا کہ خدا سے ڈرو اگر تم ایماندار ہو (مطلب یہ کہ تم تو ایماندار ہو اس لئے خدا سے ڈرو اور معجزات کی فرمائش سے کہ بے ضرورت ہونے کی وجہ سے خلافِ ادب ہے بچو) وہ بولے کہ (ہمارا مقصود بے ضرورت فرمائش کرنا نہیں ہے جو کہ خلاف ادب ہے بلکہ ایک مصلحت سے اس کی درخواست کرتے ہیں وہ یہ کہ) ہم (ایک تو) یہ چاہتے ہیں کہ (برکت حاصل کرنے کو) اُس میں سے کھائیں اور (دوسرے یہ چاہتے ہیں کہ) ہمارے دلوں کو (ایمان پر) پورا اطمینان ہو جاوے اور (مطلب اطمینان کا یہ ہے کہ) ہمارا یقین اور بڑھ جاوے کہ آپ نے (دعویٰ رسالت میں) ہم سے سچ بولا ہے (کیونکہ جس قدر دلائل بڑھتے جاتے ہیں دعویٰ کا یقین بڑھتا جاتا ہے اور (تیسرے یہ چاہتے ہیں کہ) ہم (اور لوگوں کے سامنے جنہوں نے یہ معجزہ نہیں دیکھا) گواہی دینے والوں میں سے ہو جاویں (کہ ہم نے ایسا معجزہ دیکھا ہے تاکہ ان کے سامنے اثباتِ رسالت کر سکیں اور ان کی ہدایت کا یہ ذریعہ بن جاوے) عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) نے (جب دیکھا کہ اس درخواست میں ان کی غرض صحیح ہے تو حق تعالیٰ سے) دعا کی کہ اے اللہ اے ہمارے پروردگار ہم پر آسمان سے کھانا نازل فرمائیے کہ وہ (مائدہ) ہمارے لئے یعنی ہم میں جو اول (یعنی موجودہ زمانہ میں) ہیں اور جو بعد (کے زمانہ میں آنے والے) ہیں سب کے لئے ایک خوشی کی بات ہو جاوے (حاضرین کی خوشی تو کھانے سے اور معروضہ قبول ہونے سے اور بعد والوں کی خوشی اپنے سلف پر انعام ہونے سے اور یہ غایت تو خاص ہے مومنین کے ساتھ) اور (میری پیغمبری پر) آپ کی طرف سے ایک نشان ہو جاوے (کہ مومنین کا یقین بڑھ جاوے اور منکرین حاضرین یا غائبین پر حجت ہو جاوے اور یہ غایت

مومنین وغیر مومنین سب کے لئے عام ہے) اور آپ ہم کو (وہ مائدہ) عطا فرمایئے اور آپ سب عطا کرنے والوں سے اچھے ہیں (کیونکہ سب کا دینا اپنے نفع کے لئے اور آپ کا دینا مرزوق کے نفع کے لئے ہے اس لئے ہم اپنے منافع کو پیش کر کے آپ سے مائدہ کی درخواست کرتے ہیں) حق تعالیٰ نے (جواب میں) ارشاد فرمایا کہ (آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ) میں وہ کھانا (آسمان سے) تم لوگوں پر نازل کرنے والا ہوں۔ پھر جو شخص تم میں سے اس کے بعد (اس کی) ناحق شناسی کرے گا (یعنی اس کے حقوق واجبہ عقلاً ونقلاً ادا نہ کرے گا تو میں اس کو ایسی سزا دوں گا کہ وہ سزا (اس وقت کے) دنیا جہان والوں میں سے کسی کو نہ دوں گا۔ **ف**: مجموعہ ان حقوق کا یہ تھا کہ اس پر شکر کیا جاوے کہ عقلاً بھی واجب ہے اور اس میں خیانت نہ کریں اور اگلے دن کے لئے اٹھا کر نہ رکھیں چنانچہ اس کا حکم ہونا ترمذی کی حدیث میں عمار بن یاسرؓ سے منقول ہے اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ مائدہ آسمان سے نازل ہوا اس میں روٹی اور گوشت تھا اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ ان لوگوں نے (یعنی بعض نے) خیانت کی اور اگلے دن کے لئے اُٹھا کر رکھا پس بندر اور خنزیر کی صورت میں مسخ ہوئے نعوذ باللہ من غضب اللہ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس میں سے کھاتے بھی تھے جیسا ناکل میں ان کی یہ غرض بھی مذکور ہے البتہ رکھ کر کھانا ممنوع تھا اور باوجود معجزات نفخ وابراء واحیاء کے اس کا طلب کرنا شاید زیادہ برکت وقوت ایمان کے وتکثیر معجزات کے لئے ہو۔ جیسا نَّاْکُلَ، وَنَعْلَمَ کے ترجمہ میں اشارہ بھی ہوگیا ہے اور حواریین کے متعلق ایک ضروری بحث سورۂ آل عمران کی آیت قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ کے ذیل میں گزر چکی ہے ملاحظہ کرلیا جاوے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ الخ یعنی ایسے معجزات کی درخواستوں سے بچو اس میں اس سے بھی زجر ہے کہ اہل اللہ میں خوارق کو تلاش کیا جاوے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله في يستطيع کر سکتے ہیں یعنی کوئی الخ اشارة الى ان المراد هل يفعل كما في الروح تعبيراً عن المسبب بالسبب كعكسه في اذا قمتم بمعنى اردتم فان الاستطاعة والارادة سببان والفعل والقيام مسببان وانما عبر به اشارة الى السوال عن رفع المانع ككون النزول مخالفا للحكمة مثلا۱۲۔ ۲ قوله في مائدة کھانا كما في الروح وتطلق المائدة على نفس الطعام ايضا۱۲۔ ۳ قوله في ان كنتم مؤمنين مطلب الخ اشارة الى انهم كانوا مؤمنين ويتايد بقوله فمن يكفر بعد وبورود الكتاب والسنة بمدح الحواريين وما توهم كفرهم بقوله تعلم فجوابه يعلم من تفسيره۱۲۔ ۴ قوله هناك بے ضرورت بخلاف من يريد الايمان فان له ضرورة الى المعجزات ليؤمن۱۲۔ ۵ قوله في نعلم اور مطلب الخ اشارة الى كون العطف تفسيريا بتفسير العلم حصل الجواب عما يتوهم من انهم كيف لم يكتفوا في العلم وكونهم شاهدين على المعجزات السابقة كالنفخ والابراء والاحياء حاصل الجواب ان المقصود الزيادة كما اوضحته بقولي جس قدر دلائل الخ۱۲۔ ۶ قوله في عيدا خوشی كما في الروح ويطلق على نفس السرور العائد وحينئذ لا تحتاج الى التقدير هكذا يكون لنا يوم نزولها عيدا الخ ولذا لم اتكلم في مسئلة اتخاذ يوم عيدا لان الآية على هذا التفسير لم يذكر فيه كون يوم من الايام عيد او لو قدر فالتحقيق في المسئلة ان هذا الاتخاذ لم يشرع لنا كما يدل عليه قول عمرؓ في جواب اليهودي في نزول الآية اكملت لكم دينكم الخ۱۲۔ ۷ قوله في تقرير تكون لنا کھانے سے ناظر الى قوله نأكل وفي تقرير آية منك یقین اور حجت ناظر الى قوله تطمئن بمعنى نعلم الى قوله وتكون الخ۱۲۔ ۸ قوله في خير الرازقين اس لئے اشار الى وجه زيادة وارزقنا من التعليل لما سأله من قبل واشار ايضا الى كون مفعول ارزقنا هو المائدة۱۲۔ ۹ قوله في قال الله ان لوگوں سے کہہ دیجئے اشار الى ان الخطاب في عليكم الى السائلين لا الى السائل فلا اشكال في قوله يكفر واعذب۱۲۔ ۱۰ قوله في العلمين اس وقت فان هذه المسخ في ذاك الوقت كان مختصابهم۱۲۔ ۱۱ قوله في ف یعنی بعض لان الحواريين مدحوا في الكتاب والسنة فلا يحتمل كون كلهم كافرين خائنين۱۲۔

اختلاف القراءۃ: في قراءة هل تستطيع بالخطاب ربك بالنصب ومعناه هل تستطيع ان تسأل ربك۱۲۔

اللغات: قوله اللهم كان اصله يا الله حذف حرف النداء وعوض عنه الميم۱۲۔

البلاغۃ: في الروح في اللهم ربنا ناداه سبحانه مرتين اظهاراً لغاية التضرع ومبالغة في الاستدعاء۱۲ قوله يعيسى ابن مريم لعل نداء هم باسمه عليه السلام لكمال التعيين ان كان كلهم سائلين اولقلة الادب ان كانوا بعضهم۱۲۔

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ

عَلَّامُ الْغُيُوبِ ﴿۱۱۶﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ ۖ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنْتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿۱۱۷﴾ إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۖ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۱۱۸﴾ قَالَ اللَّهُ هَٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ ۚ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿۱۱۹﴾ لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا فِيهِنَّ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۲۰﴾

ع ۱۶ ۵

اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب کہ اللہ تعالیٰ فرماویں گے کہ اے عیسیٰ ابن مریم کیا تم نے ان لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو بھی علاوہ خدا کے معبود قرار دے لو۔ (تو عیسیٰ) عرض کریں گے کہ (توبہ توبہ) میں تو آپ کو (شریک سے) منزہ سمجھتا ہوں۔ مجھ کو کسی طرح زیبا نہ تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کے کہنے کا مجھ کو کوئی حق نہ تھا۔ اگر میں نے کہا ہوگا تو آپ کو اس کا علم ہوگا۔ آپ تو میرے دل کے اندر کی بات بھی جانتے ہیں اور میں آپ کے علم میں جو کچھ ہے اس کو نہیں جانتا۔ تمام غیبوں کے جاننے والے آپ ہیں۔ میں نے تو ان سے اور کچھ نہیں کہا مگر صرف وہی جو آپ نے مجھ سے کہنے کو فرمایا تھا کہ تم اللہ کی بندگی اختیار کرو جو میرا بھی رب ہے تمہارا بھی رب ہے۔ میں ان پر مطلع رہا جب تک ان میں رہا پھر جب آپ نے مجھ کو اُٹھا لیا تو آپ ان پر مطلع رہے اور آپ ہر چیز کی پوری خبر رکھتے ہیں۔ اگر آپ ان کو سزا دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کو معاف فرما دیں تو آپ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ یہ وہ دن ہے کہ جو لوگ سچے تھے ان کا سچا ہونا ان کے کام آئے گا۔ ان کو باغ ملیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ اللہ سے راضی اور خوش ہیں۔ یہ بڑی بھاری کامیابی ہے۔ اللہ ہی کی ہے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی اور ان چیزوں کی جو ان میں موجود ہیں اور وہ ہر شے پر پوری قدرت رکھتا ہے ۞

تفسیر ربط: ابھی آیت: إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِي کی تمہید میں آیت آئندہ کا ارتباط بھی مفصل بیان ہو چکا ہے اور جیسے آیت مذکورہ بالا میں مخاطبت قیامت کا ذکر ہے ایسے ہی آیت آئندہ میں بھی اور درمیان میں قصہ نزولِ مائدہ کا جو کہ دنیا میں واقع ہوا ہے آ گیا تھا اور اسکا درمیان میں لانا شاید اسلئے ہو کہ ان مخاطبات یوم قیامت سے جیسا کہ آیت بالا کی تمہید میں احقر نے لکھا ہے مقصود یہ ہوگا کہ اہل کتاب کی غلطی افراط وتفریط میں ثابت ہو جاوے اور قصہ نزول مائدہ سے اس مقصود کے مقاصد میں سے جو یہ امر ہے کہ انکو افراط وتفریط پر تعذیب کی اطلاع دیں اسکی تاکید اس طرح ہوتی ہے کہ دیکھو جس طرح اصحابِ مائدہ کو کفر بآیات الٰہیہ سے دنیا میں سزا دی گئی اسی طرح ان افراط وتفریط کرنے والوں کو کفر بالآیات الالٰہیہ سے عقبیٰ میں سزا دی جاوے گی واللہ اعلم۔

تتمہ مخاطبت یوم قیامت بعیسیٰ علیہ السلام: وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ (الی قولہ تعالی) وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب کہ اللہ تعالیٰ (قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کفار نصاریٰ کے سنانے کے لئے) فرماویں گے کہ اے عیسیٰ ابن مریم (ان لوگوں میں جو عقیدہ تثلیث کا تھا مثلاً بعضے اللہ تعالیٰ کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کو شریک الوہیت مانتے تھے تو) کیا تم نے ان لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھ کو (یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو) اور میری ماں (حضرت مریم) کو بھی علاوہ خدا کے معبود قرار دے لو عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے کہ (توبہ توبہ) میں تو (خود اپنے عقیدہ میں) آپ کو (شریک سے) منزہ سمجھتا ہوں (جیسا کہ آپ واقع میں بھی منزہ ہیں تو ایسی حالت میں) مجھ کو کسی طرح زیبا نہ تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کے کہنے کا مجھ کو کوئی حق نہیں (نہ باعتبار اپنے عقیدے کے کہ میں موحد ہوں اور نہ باعتبار واقع کے کہ آپ واحد ہیں اور دلیل میری اس نہ کہنے کی یہ ہے کہ) اگر میں نے (واقع میں) کہا ہوگا تو آپ کو اس کا (یقیناً) علم ہوگا (مگر جب آپ کے علم میں بھی میں نے نہیں کہا تو واقع میں بھی نہیں کہا اور کہنے کی صورت میں آپ کو اس کا علم ہونا اس لئے ضروری ہے کہ) آپ تو میرے دل کے اندر کی بات بھی جانتے ہیں (تو جو زبان سے کہتا اس کا علم تو کیوں نہ ہوتا) اور میں (تو مثل دیگر مخلوقات کے اتنا عاجز ہوں کہ) آپ کے علم میں جو کچھ ہے اس کو (بدوں آپ کے بتلائے ہوئے) نہیں جانتا (جیسے دیگر مخلوقات کا بھی یہی حال ہے پس) تمام غیبوں کے جاننے والے آپ ہی ہیں (سو جب اپنا اس قدر عجز اور آپ کا کمال مجھ کو معلوم ہے تو شرکت فی الالوہیت کا دعویٰ کیسے کرتا۔ یہاں تک تو اس بات کے کہنے کی نفی ہوئی آگے اس کی نقیض کے کہنے کا اثبات ہے کہ) میں نے تو ان سے اور کچھ نہیں کہا صرف وہی (بات) جو آپ نے مجھ سے کہنے کو فرمایا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اور (یہاں تک تو عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی حالت کے متعلق عرض کیا آگے ان لوگوں کی حالت کے متعلق عرض کرتے ہیں کیونکہ ءَ أَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي میں گو تصریحاً تو سوال صدورِ قول سے ہے لیکن اشارۃً اس تثلیث کے سبب صدور کا سوال بھی مترشح ہو سکتا ہے پس اس باب میں یوں عرض کریں گے کہ) میں ان (کی حالت) پر مطلع رہا جب تک ان میں (موجود) رہا (سو اس وقت تک کا حال

تو میں نے مشاہدہ کیا ہے اس کے متعلق بیان کرسکتا ہوں) پھر جب آپ نے مجھ کو اٹھالیا (یعنی اول بار میں تو زندہ آسمان کی طرف اور دوسری بار میں وفات کے طور پر) تو (اس وقت صرف) آپ ان (کے احوال) پر مطلع رہے (اس وقت کی مجھ کو کچھ خبر نہیں کہ ان کی گمراہی کا سبب کیا ہوا اور کیوں کر ہوا) اور آپ ہر چیز کی پوری خبر رکھتے ہیں) یہاں تک تو اپنا اور ان کا معاملہ عرض کیا آگے ان کے اور حق تعالیٰ کے معاملات کے متعلق عرض کرتے ہیں کیونکہ ء انت قلت للناس اتخذونی میں گو وضعاً تو سوال صدور قول سے ہے مگر طبعاً باعتبار انتقال ذہن سامعین کے احیاناً ایسا استفہام اس امر کو متضمن معلوم ہونے لگتا ہے کہ چونکہ نبی سے ایسے قول کا صدور براءۃ امت کا سبب ہوسکتا تھا پس سوال عن الصدور اشارۃ براءت کا سوال مترشح ہوسکتا ہے کہ کیا آپ کے نزدیک یہ لوگ رہائی کے قابل ہیں پس اس باب میں یوں عرض کریں گے) کہ اگر آپ ان کو (اس عقیدہ پر) سزا دیں تو (جب بھی آپ مختار ہیں کیونکہ) یہ آپ کے بندے ہیں (اور آپ ان کے مالک اور مالک کو حق ہے کہ بندوں کو ان کے جرائم پر سزا دے) اور اگر آپ ان کو معاف فرمادیں تو (جب بھی آپ مختار ہیں کیونکہ آپ زبردست قدرت والے ہیں تو معافی پر بھی قادر ہیں اور) حکمت والے (بھی) ہیں (تو آپ کی معافی بھی حکمت کے موافق ہوگی اس لئے اس میں کوئی قبح نہیں ہوسکتا۔ مطلب یہ دونوں حال میں آپ مختار ہیں میں کچھ دخل نہیں دیتا۔ غرض عیسیٰ علیہ السلام نے معروض اول سُبْحٰنَكَ الخ میں اپنی تبری ان اہل تثلیث کے عقیدہ سے اور اس کی تعلیم سے معروض دوم وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ الخ میں اپنی تبری ان کے اس عقیدہ کے مفصل سبب جاننے تک سے اور معروض سوم اِنْ تُعَذِّبْهُمْ الخ میں اپنی تبری ان کے باب میں کوئی تحریک کرنے تک سے ظاہر کردی اور یہی مقصود تھا حق تعالیٰ کا عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان مخاطبات سے پس ان میں ان کفار کو پوری توبیخ اپنی نادانی پر اور حسرت اپنی ناکامی پر ہوگی)۔ **ف**: صاحب فتح نے اپنی منہیات میں سیل کے مقدمہ ترجمہ قرآن سے ایک فرقہ نصاریٰ عرب کا تثلیث میں بجائے روح القدس کے حضرت مریم علیہا السلام کو داخل کرنا نقل کیا ہے اور مقصود اس آیت میں نفس تثلیث بلکہ مطلق شرک فی الالوہیت کو باطل کرنا ہے جیسا کہ لفظ مثلاً ترجمہ میں لانے سے اس طرف اشارہ کردیا گیا اور یہ تخصیص یا تو باعتبار اس فرقہ کے اس وقت کثیر ہونے کے ہے یا اس اعتبار سے کہ اس سے اس کا ابطال بدرجۂ اولیٰ ہوگیا کیونکہ منشاء اس عقیدہ فاسدہ کا خوارق ہیں اور خوارق میں ان کا حال روح القدس سے زیادہ عجیب ہے کیونکہ بشر سے ایسے عجائب کا ظہور مثل تولد و تولید بلا توسط مرد کے اور دوسرے معجزات و کرامات کے جس قدر عجیب و بعید ہے ملائکہ سے عجائب کا صدور اتنا عجیب و بعید نہیں کیونکہ خود نوع ملائکہ عادۃً بہ نسبت نوع بشر کے زیادہ محل صدور عجائب ہے جیسا کہ ظاہر ہے جب زیادہ عجیب خوارق میں احتمال الوہیت باطل ہے تو کم عجیب میں بدرجہ اولیٰ۔ **ف**: بعض لوگوں کو بعض اوقات میں حماقت سوجھی تھی کہ کہتے تھے کہ یہاں عزیز حکیم کی جگہ غفور رحیم مناسب تھا لیکن احقر نے ترجمہ کی جو تقریر کی ہے اس سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ مقصود سفارش اور تقریب مغفرت نہیں، کیونکہ قیامت میں کفار و مشرکین کی سفارش نہ ہوگی کیونکہ اس کے مبنیٰ اذن ہے جس کا عدم یقینی ہے بلکہ مقصود تبری و تفویض ہے اور کفر اس سے مانع نہیں کیونکہ اس کا مبنیٰ قدرت ہے جس کا وجود یقینی ہے اور غفور رحیم میں یہ بات حاصل نہ ہوتی بلکہ مقصود کے خلاف لازم آتا پس اصل جواب اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ کا مثل اِنْ تُعَذِّبْهُمْ کے فانت تملك ذلك من غير قبح ہے اور اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ اس کی دلیل ہے اور اس دلیل کی ضرورت یہ ہے کہ مخلوق سے جو عفو صادر ہوتا ہے گا ہے بوجہ عدم قدرت کے ہوتا ہے اور گا ہے کسی مضرت کو متضمن ہونے سے خلاف حکمت ہوتا ہے پس ایک جگہ تو اختیار ہی نہیں ہوا اور دوسری جگہ اختیار قبیح ہوا پس مغفرت الٰہیہ میں اس دلیل کے لانے سے شبہ عدم قدرت اور عدم حکمت کا جاتا رہا اور مدلول مقدر کی تعیین ہوگئی یعنی تملك ذلك من غير قبح اس کو فن بلاغت میں احتراس کہتے ہیں بلکہ اگر آیت مؤمنین کی شان میں بھی ہوتی تب بھی گو غفور رحیم بھی صحیح ہوتا لیکن عزیز حکیم پھر بھی غیر صحیح نہ ہوتا کیونکہ تقدیر مذکور گو شفاعت میں نص نہیں لیکن شفاعت کے منافی بھی نہیں اور اگر اس سے دلالت علی الشفاعت مقصود ہوتی مقدر معنوی بدل دیا جاتا اس طرح ان تغفر لهم فلا تضرك المغفرة بان تنسب الى العجز او السفه سبحنك فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ ربط: اوپر ان دونوں رکوع میں قیامت کے دن اعمال و احوال کا تفتیش کیا جانا مذکور و مقصود ہے اور نزول مائدہ کا قصہ بھی اسی مقصود کی تاکید کے لئے تھے جیسا اوپر آیت يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ اور آیت وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ کی تمہیدات میں مفصل اس کی تقریر گزر چکی اب آگے اس تفتیش و محاسبہ کا نتیجہ مذکور ہوتا ہے۔

نتیجہ مخاطبات و محاسبات مذکورہ: قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ (الی قولہ تعالی) ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (ان تمام مکالمات مذکورہ کے بعد) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماویں گے کہ یہ (قیامت کا دن) وہ دن ہے کہ جو لوگ (دنیا میں باعتبار عقائد اور اعمال اور اقوال کے) سچے تھے (کہ وہ سچا ہونا اب ظاہر ہورہا ہے جن میں انبیاء جن سے خطاب ہورہا ہے اور مؤمنین جن کے ایمان کی انبیاء و ملائکہ سب شہادت دیں گے سب داخل ہیں اور اس میں اشارہ تصدیق رسل و تصدیق عیسیٰ علیہ السلام کی طرف بھی ان مخاطبات میں ہوگیا غرض یہ سب حضرات جو دنیا میں سچے تھے) ان کا سچا ہونا (آج) ان کے کام آوے گا (اور وہ کام آنا یہ ہے کہ) ان کو (جنت کے) باغ (رہنے کو) ملیں گے جن کے (محلات کے) نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے (اور یہ نعمتیں ان

کو کیوں نہ ملیں کیونکہ) اللہ تعالیٰ اُن سے راضی اور خوش اور یہ اللہ تعالیٰ سے راضی اور خوش ہیں (اور جو شخص راضی و مرضی ہو اس کو ایسی ہی نعمتیں ملتی ہیں) یہ (جو کچھ مذکور ہوا) بڑی بھاری کامیابی ہے (کہ دنیا کی کوئی کامیابی اس کے برابر نہیں ہو سکتی) **ف** : اور اسی سے حال اہل صدق کے اضداد کا یعنی کفار وغیرہ کا معلوم ہو گیا کہ مستحق سزا ہوں گے چونکہ آگے عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ کے عموم میں یہ سزا بھی داخل ہے شاید یہاں اس لئے تصریحاً و تخصیصاً اس کا بیان نہ فرمایا ہو واللہ اعلم۔ **ربط** : اب سورت ختم ہونے کو ہے تمام سورت میں کچھ اصول کچھ فروع مذکور فرمائے گئے ہیں آگے خاتمہ میں لِلّٰہِ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ الخ میں ان احکام کے مشروع فرمانے کا اللہ تعالیٰ کو حق ہونا اور اسی میں ان احکام کی مخالفت کا بندوں کے لئے قبیح ہونا کہ وہ مخالفت ایسے مالک اور ملک عظیم کی ہے اور وَہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ میں اطاعت پر جزا اور مخالفت پر سزا کا صحیح الوقوع ہونا اشارۃً مذکور ہے۔

اثباتِ ملک و قدرتِ حق تعالیٰ : لِلّٰہِ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا فِیۡہِنَّ ؕ وَہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۱۲۰﴾ اللہ ہی کی ہے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی اور ان چیزوں کی جو ان (آسمانوں اور زمین) میں موجود ہیں اور وہ ہر شئے پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔ **ف** : پس باعتبار تقریر و تمہید کے خاتمہ کو پوری سورت سے تلاحق ہے جیسا کہ فاتحہ یعنی شروع کی آیت کو بھی اسی طرح پوری سورت سے تعلق تھا جیسا اس جگہ مذکور ہوا ہے کہ اوفوا بالعقود بوجہ عموم معنی کے بمنزلہ متن کے ہے اور پوری سورت اسکی شرح پس سورت امر بایفائے عہود سے شروع ہوئی اور ایفاء اور اسکے ضد کے حسن و قبح و ثمرہ کے بیان پر ختم ہوئی اور درمیان میں محل ایفاء کی تفصیل ہوگئی۔

فسبحان اللہ ما الطف کلامہ و ادق مرامہ و احسن بدء ہ و ختامہ و قد تم تفسیر سورۃ المائدۃ بحمد اللہ تعالیٰ و عونہ و توفیقہ و فضلہ علی ید ھذا الفقیر الحقیر۔ الذلیل الکسیر الغرق فی بحار السیئات الحریق بنار الخطیئات۔ نجاہ اللہ من الظلمات و انقذہ من الموبقات و وفقہ لختم تفسیر کلامہ المجید فانہ فعال لما یرید ھذا و کان الیوم یوم الاحد الثانی و العشرین من شھر اللہ المحرم سنۃ الف و ثلث مائۃ و اربعا و عشرین من ھجرۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم و علی الہ و اصحابہ و ازواجہ و ذریاتہ و عترتہ الطیبین الطاھرین ابدا الابدین و دھر الداھرین آمین یا رب العلمین۔

ملحقات الترجمۃ : ۱ **قولہ فی دون اللہ** بھی علاوہ قد ان حاصل معناہ مع ای من دون اللہ منفرداً ویتاید بما فی روح المعانی وحینئذ یکون من دون اللہ مجازا عن مع اللہ ۱۲۔ ۲ **قولہ فی ما یکون** زیبا فمعناہ لا یلیق ۱۲۔ ۳ **قولہ فی ان کنت** دلیل حاصلہ الاستدلال بنفی اللازم علی نفی الملزوم ۱۲۔ ۴ **قولہ فی تعلم** اس لئے ضروری فھو تعلیل لقولہ علمتہ ۱۲۔ ۵ **قولہ فی نفسی و نفسک** دل و علم اشارۃ کما فی الروح الی کون النفس الاول بمعنی القلب و الثانی بمعنی الذات لکن مع اعتبار المشاکلۃ فان النفس بمعنی الذات و ان صح اطلاقہ علی اللہ تعالیٰ لکن لا اعلم ما فی ذاتک لیس بکلام مرضی فیحتاج الی ان یکون المراد لا اعلم معلوما تک فعبر عنہ بلا اعلم ما فی نفسک لوقوع التعبیر عن تعلم معلومی بتعلم ما فی نفسی ۱۲۔ ۶ **قولہ فی توضیح تعلم** جو زبان سے اشارۃ الی وجہ تخصیص ما فی النفس ۱۲۔ ۷ **قولہ فی لا اعلم** فھو دلیل مجزہ المعلوم لنفسہ الدال علی نفی القول بلا واسطۃ کما ان تعلم دال علیہ ایضا بواسطۃ دلیل آخر لان الدلیل القریب علیہ ان کنت قلتہ فقد علمتہ وھذا دلیل علی قولہ فقد عملتہ فالجملتان تعلم و لا اعلم کلاھما دلیل ۱۲۔ ۸ **قولہ قبل ما قلت** نقیض فھو استدلال ثالث لان احد النقیضین ینفی نقیض الآخر ۱۲۔ ۹ **قولہ فی امرتنی بہ** مجھ سے کہنے کو اشارۃ الی التقدیر ھکذا امرتنی بقولہ لھم ۱۲۔ ۱۰ **قولہ فی توفیتنی** یعنی اوّل بار...... دوسری بار ومن ھھنا لم یقل رفعتنی و لا امتنی و التوفی عام لھما کما فی قولہ اللّٰہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فافھم ۱۲۔ ۱۱ **قولہ فی شہید رقیب** مطلع اشارۃ الی التفنن فی العبارۃ کما فی الروح لیمیز بین الشھیدین و الرقیبین لان کونہ علیہ السلام رقیباً لیس کالرقیب الذی یمنع ویلزم بل کالشاھد علی المشھود علیہ و منعہ لمجرد القول و انہ تعالیٰ شانہ ھو الذی یمنع ان اشار ۱۲۔ ۱۲ **قولہ قبل ان تعذبھم** رہائی کے الخ المراد مطلق النجاۃ من غیر خصوصیۃ تربتھا علی صدور ھذا القول منہ علیہ السلام ۱۲۔ ۱۳ **قولہ فی ف ۲** مقدر منوی بدل دیا جاتا وعلیہ یحمل ما فی الاحادیث من ارادتہ ﷺ ھذہ الآیۃ الشفاعۃ لامتہ فافھم فانہ من المواھب ۱۲۔ ۱۴ **قولہ فی صدقھم** ان کا سچا ہونا الخ فالمراد بھذا الصدق صدقھم فی الدنیا المرتب علیہ صدقھم فی الآخرۃ اذا سئلوا فلا یلزم ان لو ارید الصدق فی الدنیا لم یکن فیہ تصدیق عیسیٰ علیہ السلام و لو ارید فی العقبی لزم کون دار الجزاء دار العمل فافھم ۱۲۔

اختلاف القراءۃ : فی قراءۃ یوم بالرفع خبر لھذا و فی قراءۃ یوم بالنصب ظرف لقال و خبر ھذا محذوف ای حق او ظرف مستقر وقع خبرا لھذا ای قال اللہ تعالیٰ ھذا القول واقع فی یوم ینفع ۱۲۔

سورۃ الانعام ٦ مکیۃ ٥٥ | بسم اللہ الرحمن الرحیم | آیاتہا ١٦٥ رکوعاتہا ٢٠

سورۂ انعام مکہ میں نازل ہوئی — شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے — اور اس میں ایک سو پینسٹھ آیتیں اور بیس رکوع ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوْرَ ؕ۬ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ① هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰۤی اَجَلًا ؕ وَ اَجَلٌ مُّسَمًّی عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ② وَ هُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ فِی الْاَرْضِ ؕ یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَ جَهْرَكُمْ وَ یَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ③ وَ مَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ ④ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ؕ فَسَوْفَ یَاْتِیْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ⑤ اَلَمْ یَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَ اَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَیْهِمْ مِّدْرَارًا ۪ وَّ جَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ ⑥

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے لائق ہیں جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور تاریکیوں اور نور کو بنایا پھر بھی کافر لوگ اپنے رب کی برابر قرار دیتے ہیں۔ وہ ایسا ہے جس نے تم کو مٹی سے بنایا پھر ایک وقت معین کیا اور دوسرا وقت معین خاص اللہ ہی کے نزدیک ہے پھر بھی تم شک رکھتے ہو اور وہی ہے معبود برحق آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی۔ وہ تمہارے پوشیدہ احوال کو بھی اور تمہارے ظاہر احوال کو بھی جانتے ہیں اور تم جو کچھ عمل کرتے ہو جانتے ہیں اور ان کے پاس کوئی نشانی بھی ان کے رب کی نشانیوں میں سے نہیں آتی مگر وہ اس سے اعراض ہی کیا کرتے ہیں۔ سو انہوں نے اس سچی کتاب کو بھی جھوٹا بتلایا جب کہ وہ ان کے پاس پہنچی۔ سو جلدی ہی ان کو خبر مل جائے گی اس چیز کی جس کے ساتھ یہ لوگ استہزا کیا کرتے تھے۔ کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ ہم ان سے پہلے کتنی جماعتوں کو ہلاک کر چکے ہیں۔ جن کو ہم نے دنیا میں ایسی قوت دی تھی کہ تم کو وہ قوت نہیں دی اور ہم نے ان پر خوب بارشیں برسائیں اور ہم نے ان کے نیچے سے نہریں جاری کیں۔ پھر ہم نے ان کو ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کر ڈالا اور ان کے بعد دوسرے جماعتوں کو پیدا کر دیا۞

تفسیر: سورة الانعام مكية الا ست ايت او ثلث من قوله تعالٰى قل تعالوا وهي مائة وخمس و ستون اية كذا في البيضاوی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم سورت سابقہ کے انجام اور اس کے آغاز میں تو مناسبت یہ ہے کہ دونوں مشتمل ہیں ابطال شرک اور اثبات توحید اور اس کے دلائل پر اور دونوں سورتوں کے مجموعہ میں یہ مناسبت ہے کہ دونوں مشتمل ہیں شرائع پر گو سورت سابقہ میں شرائع میں سے فروع بھی مثل اصول کے کثیر ہیں چنانچہ بیس تک ان کا شمار پہنچا ہے اور اس میں تقریباً تمام سورت میں اصول ہی زیادہ ہیں اور فروع بہت کم ہیں کہ عدد مذکور کے ثلث یا ربع سے متجاوز نہیں اور خود اس سورت کے باہم اجزاء میں مناسبت وارتباط یہ ہے کہ حاصل سورت کا چند امور ہیں۔ اثباتِ توحید، اثبات رسالت، توحید و رسالت کی تائید کے لئے بعض قصص انبیاء علیہم السلام کے۔ اثباتِ قرآن، اثبات بعثت ان کے منکرین کا عناد قولی و فعلی، ان منکرین پر وعیدیں، ان وعیدوں کی تائید کے لئے بعض امم مکذبین کا حال ہلاکت، ان منکرین

سے مکالمت ومحاجہ، خودان کے رسوم وعادات کی تقبیح، ان کے ساتھ معاملہ رکھنے میں اعتدال کی تعلیم کہ تبلیغ میں کمی نہ ہو تشدد میں حد شرعی سے زیادتی نہ ہو، مخالطت میں مداہنت نہ ہو، دل جوئی یا فکر ہدایت میں مبالغہ نہ ہو، ان کے رسوم جہالت کے مقابلہ میں بعض مکارم اخلاق اسلامیہ کا بیان اور یہ تمام تر گفتگو مشرکین سے ہے صرف دو تین جگہ مسئلۂ نبوت وقرآن یا حلت وحرمت اشیاء کی بحث کی مناسبت سے ضمناً اہل کتاب خصوص یہود کی تقبیح آ گئی ہے۔ یہ حاصل ہے سورت کا اور ان سب مضامین میں وجہ تعلق وربط مخفی نہیں پس سب سے اول توحید کی آیتیں ہیں۔

احقاقِ توحید وابطال اشراک مع اشارہ بجزاء آں: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ (الی قولہ تعالیٰ) وَ یَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے لائق ہیں جس نے آسمانوں کواور زمین کو پیدا کیا (جو کہ جواہر میں سے ہے) اور تاریکیوں کواور نور کو بنایا (جو کہ اعراض میں سے ہے) پھر بھی کافر لوگ (عبادت میں دوسروں کو) اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں وہ (اللہ) ایسا ہے جس نے تم (سب[۱]) کو (بواسطۂ آدم علیہ السلام کے) مٹی سے بنایا پھر (تمہارے مرنے کا) ایک وقت معین کیا اور دوسرے معین وقت (دوبارہ زندہ ہوکر اُٹھنے کا) خاص اللہ ہی کے نزدیک (معلوم) ہے پھر بھی تم (میں سے بعض) شک رکھتے ہو (کہ بعث کو ممتنع سمجھتے ہو حالانکہ جس نے حیات اول دی دوبارہ دینا کیا مشکل ہے) اور وہی ہے معبود برحق آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی (یعنی اور سب معبود باطل ہیں) وہ تمہارے پوشیدہ احوال کو بھی اور تمہارے ظاہر احوال کو بھی جانتے ہیں اور (بالخصوص) تم جو کچھ (ظاہراً یا باطناً) عمل کرتے ہو (جس[۲] پر مدار جزاء ہے) اس کو جانتے ہیں۔ **ف**: توحید تینوں آیتوں کا مقصود مشترک ہے یعنی عبادت کے لائق وہ ہے جس میں یہ صفات ہوں کہ وہ خالق انفس وآفاق کا ہو۔ اور عالم غیب وشہادت کا ہو اور آخر کی دو آیتوں میں بعث کی خبر اور اس کے امتناع کا دفع اور محاسبہ علی الکسب پر تنبیہ بھی ہے جس سے شرک پر وعید ثابت ہوگئی۔ اور دوسرے اجل کے علم کو اپنے ساتھ مخصوص فرمایا کیونکہ پہلے اجل کا گو قطعی علم نہ سہی مگر ظنی طور پر علامات سے معلوم ہو جاتا ہے۔

ربط: اوپر آیات ودلائل توحید کا بیان تھا۔ آگے کفار کا مطلقاً آیاتِ الٰہیہ سے اعراض کرنا مع وعید مذکور ہے۔

بیان اعراض وتکذیب کفار ووعید برآں: وَمَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ (الی قولہ تعالیٰ) وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ اور ان (کفار) کے پاس کوئی نشانی بھی ان کے رب کی نشانیوں میں سے نہیں آئی مگر وہ اس سے اعراض ہی کیا کرتے ہیں سو (چونکہ یہ ان کا شیوہ ہوگیا ہے) انہوں نے اس سچی کتاب (یعنی قرآن) کو بھی جھوٹا بتلایا جب کہ وہ ان کے پاس پہنچی سو (ان کی یہ تکذیب خالی نہ جائے گی بلکہ) جلد ہی ان کو خبر مل جاوے گی اس چیز کی جس کے ساتھ یہ لوگ استہزاء کیا کرتے تھے۔ (مراد اس سے عذاب ہے جس کی خبر قرآن میں سن کر ہنستے تھے۔ جس سے قرآن کی تکذیب[۳] لازم آتی تھی اس کی خبر ملنے کا مطلب[۴] یہ ہے کہ جب عذاب نازل ہوگا اس کی خبر آنکھوں سے دیکھ لیں گے اور اگر عذاب کو بعید سمجھتے ہیں تو ان کی غلطی ہے) کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ ہم ان سے پہلے کتنی[۵] جماعتوں کو (عذاب سے) ہلاک کر چکے ہیں جن کو ہم نے دنیا میں ایسی قوت (جسمانی اور مالی دی تھی کہ تم کو وہ قوت نہیں دی اور ہم نے ان پر خوب[۶] بارشیں برسائیں اور ہم نے ان کے (کھیت اور باغوں کے) نیچے سے نہریں جاری کیں (جس سے زراعت اور پھل کی خوب ترقی ہوئی اور ثروت سے گزر کرتے تھے) پھر (باوجود اس قدر قوت وسامان کے) ہم نے ان کو ان کے گناہوں کے (یعنی کفر واعراض کے) سبب (انواع عذاب سے) ہلاک کر ڈالا اور ان کے بعد دوسری جماعتوں کو پیدا کر دیا (اسی طرح اگر تم پر عذاب نازل کر دیں تو تعجب کیا ہے۔ **ف**: مراد ان ہلاک شدہ جماعتوں سے عاد وثمود وغیرہ ہیں کہ انواع عذاب سے ہلاک کئے گئے ان کے آثار نمایاں تھے ان کے دیکھنے کو ہلاکت کا دیکھنا فرما دیا اور جس عذاب سے کفارِ موجودین کو ڈرایا مراد اس سے یا تو دنیوی عذاب ہو، چنانچہ قتل اور قید کئے گئے اور یا عذابِ آخرت ہو کہ وہ بھی قریب ہے کیونکہ موت کے ساتھ ہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور اَنْشَاْنَا الخ اس لئے فرمایا کہ ان کے ہلاک کرنے سے حقیقت میں تو ہمارا کیا ضرر ہوتا ظاہراً بھی تو ہمارے ملک میں کوئی کمی نہیں آئی کہ دنیا ویسی ہی بسی رہی ورنہ اگر دوسرے کے نقصان پہنچانے سے اپنا بھی کچھ نقصان محتمل ہوتا ہے تو بعض اوقات یہ مانع ہو جاتا ہے رہا فنائے قیامت تو وہ خود آبادی دنیا کی میعاد ہی ہے میعاد پر ختم ہو جانا ضرر صوری بھی نہیں کہا جا سکتا اور وہ بھی ارادہ سے اور ضرر حقیقی جو اصل مقصود بالنفی ہے وہ تو ہر حال میں منتفی ہے۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ الخ حمد کو اولاً اسم ذات کے متعلق کرنا پھر اس کو صفات خاصہ کے ساتھ موصوف کرنا اشارہ اس طرف ہے کہ حق تعالیٰ کو حمد کا استحقاق دو وجہ سے ہے من حیث الذات بھی اور من حیث الصفات بھی اور من حیث الذات کے معنی نفی صفات کے نہیں بلکہ معنی یہ ہیں کہ اس وقت صفات کی طرف نظر نہیں ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: [۱] **قولہ فی خلقکم سب کو وفی تمترون بعض لان الخلق عام والامتراء غیر عام وقولہ فی خلقکم بواسطۃ لان ذریتہ خلقت من نطفۃ فالمذکور ھھنا مادتھم الاولیۃ ۱۲۔** [۲] **قولہ فی یعلم ما تکسبون جس پر مدار اشارۃ الی التخصیص بعد التعمیم ۱۲۔** [۳]

قوله فی يستهزء ون تکذیب لازم الخ ليصح ترتب الاتيان على التكذيب للقرآن ۱۲۔ ۴ قوله فی انبؤ اما كانوا مطلب الخ فما كانوا هو العذاب واتيان انبائه حضور مصداق انبائه والمصداق للخبر هو المخبر عنه ای العذاب فحضوره حضور العذاب فاتيان الانباء حضور العذاب ۱۲۔ ۵ قوله فی قرن جماعتوں بحذف المضاف اے اهل قرن ۱۲۔ ۶ قوله فی ارسلنا خوب بارشیں فالسماء معناه بارشیں ومدارا را معناه خوب وارسلنا معناه برسائیں لان مدرارا مفعال من الدور ای كثير الدور ۱۲۔

اللُّغَات: يعدلون من العدل بمعنى التسوية ۱۲۔

النَّحْو: ثم الاولى للاستبعاد وكذا الثالث واما الثانية فللترتيب الذكرى والله فی هو الله معناه المعبود ای بحق ليصح تعلق الظرف به واجل مسمى مبتدأ صح كونه مبتدأ لتخصيصه بالصفة ۱۲۔

فَائِدَة: من الروح الاخبار بنزول هذه السورة جملة ضعيفة ای الروايات التی وردت فی ان هذه السورة نزلت جملة واحدة ای مجتمعة كلها ضعيفة ويؤيده ما قاله ابن الصلاح فی فتاواہ الحديث الوارد فی انها نزلت جملة رويناه من طريق ابی بن كعب ولم نرله سندا صحيحا وقد روی ما يخالفها ومن هذا يعلم ما فی دعوی الامام اتفاق الناس على القول بنزولها جملة فتدبر آه ۱۲۔

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِیْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ⑦ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۭ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ⑧ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ⑨ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑩ قُلْ سِيْرُوْا فِی الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ⑪ ع ۷

اور اگر ہم کاغذ پر لکھا ہوا کوئی نوشتہ آپ پر نازل فرماتے پھر اس کو یہ لوگ اپنے ہاتھوں سے چھو بھی لیتے تب بھی یہ کافر لوگ یہی کہتے کہ یہ کچھ بھی نہیں مگر صریح جادو ہے اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ان کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا اور اگر ہم کوئی فرشتہ بھیج دیتے تو سارا قصہ ہی ختم ہو جاتا پھر ان کو ذرا مہلت نہ دی جاتی اور اگر ہم اس کو فرشتہ تجویز کرتے تو ہم اسے آدمی بناتے اور ہمارے اس فعل سے پھر ان پر وہی اشکال ہوتا جواب اشکال کر رہے ہیں اور واقعی آپ سے پہلے جو پیغمبر ہوئے ہیں ان کے ساتھ بھی استہزا کیا گیا ہے۔ پھر جن لوگوں نے ان سے تمسخر کیا تھا۔ ان کو اس عذاب نے آ گھیرا جس کا تمسخر اڑاتے تھے۔ آپ فرما دیجئے کہ ذرا زمین میں چلو پھر و پھر دیکھ لو کہ تکذیب کرنے والوں کا کیا انجام ہوا ہے۔ ۞

تفسیر ربط: اوپر کفار کی تکذیب اور اعراض کا بیان تھا جو کہ توحید و آیات کے بارہ میں تھا آگے ان کے اصرار علی التکذیب وعناد کا بیان ہے جو توحید و آیات کے ساتھ رسالت کے باب میں بھی تھا اور یہ تینوں مفہوم جو مرتب طور پر مذکور ہیں واقع میں بھی باہم مندرج ہیں کیونکہ تکذیب تو اعراض سے اشد ہے اور عناد تکذیب سے اشد ہے۔

بیان عنادِ کفار عموماً و در رسالت خصوصاً: وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِیْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ (الی قولہ تعالی) وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ اور (ان لوگوں کے عناد کی یہ حالت ہے کہ) اگر ہم کاغذ پر لکھا ہوا کوئی نوشتہ آپ پر نازل فرماتے (جیسا یہ لوگ کہا کرتے ہیں تنزل علينا كتبا نقرؤه) پھر اس کو یہ لوگ اپنے ہاتھوں سے چھو بھی لیتے (جس میں احتمال نظر بندی کا بھی نہیں ہو سکتا) تب بھی یہ کافر لوگ یہی کہتے کہ یہ کچھ بھی نہیں مگر صریح جادو ہے (کیونکہ جب دل میں ارادہ ماننے کا نہیں ہوتا تو ہر دلیل میں کوئی نہ کوئی بات نکال لیتا ہے) اور یہ لوگ یوں (بھی) کہتے ہیں کہ ان (پیغمبر) کے پاس کوئی فرشتہ (جس کو ہم دیکھیں اور اس کی باتیں سنیں کیوں نہیں بھیجا گیا (جیسا ان آیتوں میں منقول ہے: او تاتی بالله والملئكة قبيلا اور لو لا انزل اليه ملك فيكون معه نذيرا۔ اور لو لا انزل علينا الملئكة حق تعالیٰ فرماتے ہیں) اور اگر ہم کوئی فرشتہ (اس طرح) بھیج دیتے تو سارا قصہ ہی ختم ہو جاتا پھر (نزول فرشتہ کے بعد) ان کو ذرا مہلت نہ دی جاتی (بلکہ جب اس کو نہ مانتے جس کا وقوع ان سے یقینی ہے جیسا آگے آتا ہے تو فوراً عذاب نازل ہو جاتا کیونکہ آیت قاہرہ اور پھر وہ بھی فرمائشی نازل ہونے کے وقت نہ ماننا حسب عادت الٰہیہ موجب اہلاک فوری ہے اور اب گو عذاب ہوگا مگر چندے مہلت تو ہے جس میں اگر توبہ کرنا چاہیں ممکن ہے) اور اگر (کسی کو یہ احتمال ہو کہ شاید نزول فرشتہ کے وقت یہ مان ہی لیتے تو یہ احتمال محض غیر واقعی ہے کیونکہ) اگر ہم اس (بھیجے ہوئے) کو فرشتہ تجویز

کرتے تو (چونکہ فرشتہ کی شکل میں بھیجنا اس لئے نہ ہوتا کہ آدمی ان حواس متعارفہ میں فرشتہ کو اس کی اصلی صورت میں دیکھنے پر قادر نہیں اس لئے) ہم اس (فرشتہ) کو (باعتبار شکل کے) آدمی ہی بناتے اور (جب آدمی کی شکل پر وہ ہوتا تو) ہمارے اس فعل سے (اس وقت) پھر ان پر وہی اشکال (واشتباہ) ہوتا جو اب اشکال (واشتباہ) کر رہے ہیں (یعنی اس فرشتہ کو بشر سمجھ کر پھر یہی اعتراض کرتے غرض نزول ملک سے ان کا نفع تو کچھ نہ ہوتا کیونکہ ان کا اشتباہ بحالہ باقی رہتا اور ان کو ضرر یہ ہوتا کہ ہلاک کر دیئے جاتے اس لئے ہم نے اس طرح نازل نہیں کیا خلاصہ یہ کہ غایت عناد سے ایسی باتیں نکالتے ہیں جو ہدایت و وضوح حق کا طریق نہیں اور جو اس کا طریق ہے کہ آیات و معجزات موجودہ میں غور کرنا اس سے کام نہیں لیتے)

ربط: اوپر کفار کے اعراض و تکذیب مع الاستہزاء و عناد کا ذکر تھا چونکہ ان واقعات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صدمہ پہنچتا تھا اس لئے آگے تسلی کا مضمون فرماتے ہیں۔

تسلیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ (الی قولہ تعالیٰ) ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ اور (آپ ان کی بیہودگیوں سے صدمہ زدہ نہ ہو جایئے کیونکہ) واقعی آپ سے پہلے جو پیغمبر ہوئے ہیں ان کے ساتھ بھی (ان کے مخالفین کی طرف سے) استہزاء کیا گیا ہے (جو مستلزم ہے تکذیب کو پس یہ کوئی نئی بات نہیں) پھر (آخر استہزاء سے پیغمبروں کا کوئی نقصان نہ ہوا بلکہ ان کفار ہی کو اس کا انجام بھگتنا پڑا چنانچہ) جن لوگوں نے ان (پیغمبروں) سے (سزائے تکذیب کی وعید سنانے پر) تمسخر کیا تھا ان کو اس عذاب نے آ گھیرا جس کا تمسخر اڑاتے تھے (اسی طرح آپ کی جو یہ تکذیب کرتے ہیں آپ کا کیا ضرر ہے آپ کیوں مغموم ہوتے ہیں یہ خود ہی مستحق عذاب دنیوی یا اخروی ہو رہے ہیں اور اگر یہ عذاب امم سابقہ کا انکار کرنے لگیں تو) آپ (ان سے) فرما دیجئے کہ ذرا زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھ لو کہ تکذیب کرنے والوں کا کیا انجام ہوا (آثار کے ہوتے ہوئے کسی شئے کا انکار مشکل ہے)۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الخ اس میں معاند کے حال کا بیان ہے کہ وہ کسی طریق سے منتفع نہیں ہوتا اسی واسطے اہل طریق اس کے درپے نہیں ہوتے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا الخ اس صورت میں ان کے ہلاک ہونے کی وجہ یہ ہوتی کہ ایسے خوارق کے ظہور سے ان پر حجت الٰہیہ تمام ہو جاتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ طریق اسلم خوارق کا ظاہر نہ ہونا ہی ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله فی قضی الامر** آیت قاہرہ ... حسب عادت الٰہیہ **اعم من الکلی او الاکثری واعتبار کون هذه الآية قاهرة مذكورة فی الكبير وكونها مقترحة فی سائر التفاسير ۱۲۔ ۲؎ قوله قبل للبسنا** جب آدمی **قال البيضاوی جواب محذوف ای ولو جعلنا رجلا للبسنا وفی الروح يجوز ان يكون عطفا على جواب لو المذكور لاضير فی عطف لازم الجواب عليه اه قلت لان لازم اللازم لازم ۱۲۔ ۳؎ قوله فی للبسنا** ہمارے اس فعل سے **اشارة الى ان مصب الفائدة ای لحطها ليس هو الاسناد بل المسند وانما اسند الى الله تعالى كما فی الروح لانه بخلقه تعالى او لملزومة لجعله رجلا ۱۲۔ ۴؎ قوله هناك** اس وقت **وفی يلبسون اب كما فی الروح للبسنا عليهم حينئذ ما يلبسون على انفسهم الساعة اه ۱۲۔ ۵؎ قوله فی استهزئ** کوئی نئی بات **اشارة به الى ان التسلية قد تم به كما فی الروح قلت فلا يلزم ان يكون للاخبار عن العذاب دخل فی التسلية لان المعلوم من حاله صلى الله عليه وسلم انه لا يريد العذاب وانما اخبر عن العذاب عليهم بل من حيث نفی الضرر عن الرسل كما اشير اليه فی الترجمة لا من حيث اثبات الضرر ۱۲۔ ۶؎ قوله فی منهم** پیغمبروں سے **فالضمير راجع الى الرسل ومنهم متعلق بسخر وايقال سخر منه وبه ۱۲۔ ۷؎ قوله فی ما كانوا** اس عذاب نے الخ **فی الروح قيل ان المراد من الذی كانوا يستهزء ون به هو العذاب ونحوه والاعتراض بان السباق دليل على ان المستهزاء بهم الرسل عليهم السلام يدفعه ان الاستهزاء بالرسل مستلزم لاستهزائهم بما جاء وا به وتواعدوا قومهم بنزوله وان مثله بظهوره لا يحتاج الى قرينة ۱۲۔**

اللغات: **فی القاموس حاق به احاطه به ۱۲۔**

النحو: **ما يلبسون ما مصدرية وهو الاظهر لاستمرار حذف المثل فی نحو ضربت ضرب الامير ومتعلق يلبسون على انفسهم كذا فی الروح ۱۲۔**

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِی الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳﴾

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ۗ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ۭ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ۝ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۭ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝

آپ کہئے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں موجود ہے یہ سب کس کی ملک ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ سب اللہ ہی کی ملک ہے اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمانا اپنے اوپر لازم فرمالیا ہے تم کو خدا تعالیٰ قیامت کے دن جمع کریں گے۔ اس میں کوئی شک نہیں جن لوگوں نے اپنے کو ضائع کرلیا ہے سو وہ ایمان نہ لائیں گے اور اللہ ہی کی ملک ہے سب جو کچھ رات میں اور دن میں رہتے ہیں اور وہی ہے بڑا سننے والا بڑا جاننے والا آپ کہئے کہ کیا اللہ کے سوا جو کہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے ہیں اور جو کہ کھانے کو دیتے ہیں اور ان کو کوئی کھانے کو نہیں دیتا۔ کس کو معبود قرار دوں۔ آپ فرما دیجئے کہ مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے میں اسلام قبول کروں اور تم مشرکین میں سے ہرگز نہ ہونا۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں اگر اپنے رب کا کہنا نہ مانوں تو میں ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ جس شخص سے اس روز وہ عذاب ہٹا دیا جائے گا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے بڑا رحم کیا اور یہ صریح کامیابی ہے اور اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچائیں تو اس کا دور کرنے والا سوا اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں اور اگر تجھ کو کوئی نفع پہنچائیں تو وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں اور وہی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اوپر غالب ہیں برتر ہیں اور وہی بڑی حکمت والے اور پوری خبر رکھنے والے ہیں ۝

تفسیر ربط: اوپر جو توحید کا مضمون تھا آگے پھر عود ہے اسی کی طرف اور اس کے ضمن میں معاد کا مضمون ہے تاکہ اعتقادِ توحید کی رغبت اور اشراک سے رہبت ہو۔

توحید و معاد: قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ (الی قولہ تعالی) وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝ آپ (ان منکرین سے بطور الزام حجت کے) کہئے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں موجود ہے یہ سب کس کی ملک ہے اول تو وہ یہی جواب دیں گے جس سے توحید ثابت ہوگی جیسا دوسری آیت میں ہے قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ۔ لیکن اگر کسی وجہ سے مثل خوف مغلوبیت کے جواب نہ دیں) تو آپ کہہ دیجئے کہ سب اللہ ہی کی ملک ہے (اور ان سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ) اللہ تعالیٰ نے (اپنے فضل و وعدہ سے تائبین عن الشرک کے ساتھ) مہربانی فرمانا اپنے اوپر لازم فرمالیا ہے (پس جب توحید واقع میں بھی حق ہے اور موجب رحمت بھی ہے تو اس کو اختیار کرلو۔ اور یہ بھی کہ دیجئے کہ اگر تم نے توحید کو قبول نہ کیا تو پھر سزا بھی بھگتنا ہوگی کیونکہ) تم کو خدا تعالیٰ قیامت کے روز (قبروں سے زندہ کر کے میدانِ حشر میں) جمع کریں گے (اور سب کا حساب لیں گے پھر جیسا جیسا عمل ہوگا ویسا برتاؤ فرماویں گے اور روز قیامت کی حالت یہ ہے کہ) اس (کے آنے) میں کوئی (شک و شبہ) نہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ گو آپ توحید کا اثبات اور رحمت و عذاب کا وعدہ و وعید کتنا ہی فرماویں مگر) جن لوگوں نے اپنے کو (یعنی اپنی عقل و نظر صحیح کو) ضائع (یعنی معطل) کرلیا ہے سو وہ ایمان نہ لاویں گے (کیونکہ کسی مطلوب کے حاصل کرنے کے لئے استعمال قوت فکریہ کا ضروری ہے اور یہ اس سے کام نہیں لینا چاہتے پھر ایمان کیونکر لاویں گے) اور (ان سے اثباتِ توحید کے لئے مکرر تاکہ شاید ہدایت ہو جاوے ورنہ حجت اچھی طرح قائم ہو جاوے یوں بھی کہئے کہ) اللہ ہی کی ملک ہے سب جو کچھ رات میں اور دن میں رہتے ہیں (اس کے اور قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے مجموعہ کا حاصل یہ نکلا کہ جتنی چیزیں کسی مکان میں ہیں یا کسی زمان میں ہیں سب اللہ کی مملوک ہیں) اور وہی ہے بڑا سننے والا بڑا جاننے والے (پھر اثبات توحید کے بعد ان سے) آپ کہئے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا جو کہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے ہیں (جیسا اوپر مذکور ہوا) اور جو کہ (اوروں کو) کھانے کو دیتے ہیں اور ان کو کوئی (بوجہ عدم احتیاج کے) کھانے کو نہیں دیتا (جیسا کہ اوپر ان کے مالک الکل ہونے سے ثابت ہوا کیونکہ اس کل میں طاعم اور مطعوم سب داخل ہیں اس سے معلوم ہوا کہ وہی رزاق ہیں اور اثبات صفات کمال سے نفی نقص کی بھی ہوئی اور مطعومیت و احتیاج نقص ہے پس صفات مذکورہ سے اس کی بھی نفی ہوگئی تو کیا ایسے اللہ کے سوا) کسی کو (اپنا) معبود قرار دوں آپ (اس استفہام انکاری قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ کی شرح میں ان سے) فرما دیجئے کہ (میں غیر اللہ کو معبود کیسے قرار دیتا کہ اول تو مقتضائے ادلہ عقلیہ مذکورہ کے خلاف دوسرے دلیل نقلی کے خلاف چنانچہ) مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ (جتنے لوگوں کو قرآن کے ذریعہ سے توحید پہنچے گی ان میں) سب سے پہلے میں اسلام (باصولہ و فروعہ کہ ان میں توحید بھی آگئی) قبول کروں اور (مجھ کو یہ کہا گیا ہے) تم مشرکین میں سے ہرگز نہ ہونا (جیسا کہ وقوعاً و احتمالاً ہمیشہ اشراک منفی رہا مگر اوروں کے سنانے کو یہ کہا گیا تاکہ تنبیہ ہو کہ جب معصوم کو یہ حکم ہے تو غیر معصومین کو تو

کیوں نہ ہوگا جہاں کہ وقوع واحتمال سب موجود ہے) آپ (اپنے اوپر رکھ کران کوشرک کا عذاب بھی جس کا اشارہ لَيَجْمَعَنَّكُمْ میں تھا سنانے کے لئے) کہہ دیجئے کہ میں اگر اپنے رب کا کہنا (امر بالاسلام اور نہی عن الاشراک میں جو اوپر مذکور ہوئے ہیں) نہ مانوں تو میں ایک بڑے دن (یعنی قیامت) کے عذاب سے (جو کہ کہنا نہ ماننے والوں کو ہوگا) ڈرتا ہوں (اور اس عذاب کی یہ کیفیت[11] ہے کہ) جس شخص[12] سے اس روز وہ عذاب ہٹا دیا جاوے گا (اور وہ وہ شخص ہوگا جو امر بالاسلام ونہی عن الاشراک میں کہنا مانے) تو اس پر اللہ تعالیٰ نے بڑا رحم کیا اور یہ (عذاب کا ہٹ جانا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا متوجہ ہو جانا) صریح کامیابی ہے (عذاب کی اس کیفیت سے اس رحمت کی تفصیل ہوگئی جو كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ میں مطیعین کے لئے اجمالاً موعود[13] تھا) اور (آپ اوپر کے عذاب ورحمت کے اختصاص قدرت کے لئے تاکہ وعدۂ رحمت میں یا وعید عذاب میں احتمال کسی مزاحم ومانع کا نہ رہے یہ بھی سنا دیجئے کہ) اگر (اے انسان[13]) تجھ کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف (دنیا یا آخرت میں) پہنچا دیں تو اس کا دور کرنے والا سوا اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں (وہ چاہیں[15] دور کریں یا نہ کریں خواہ دیر میں کریں یا جلدی کریں اور (اگر تجھ کو اسی طرح) کوئی نفع پہنچا دیں تو (اس کا بھی کوئی ہٹانے[16] والا نہیں جیسا دوسری جگہ ہے لَارَآدَّ لِفَضْلِهٖ کیونکہ) وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں (ان کے مقابلہ میں کسی کو قدرت نہیں اس لئے ان کے چاہے ہوئے کو کوئی نہیں ہٹا سکتا) اور (مضمونِ مذکور کی تاکید کے لئے یہ بھی فرما دیجئے کہ) وہی اللہ تعالیٰ (قدرت سے) اپنے بندوں کے اوپر غالب[17] ہیں برتر ہیں اور (علم کے اعتبار سے) وہی بڑی حکمت والے اور پوری خبر رکھنے والے ہیں (پس علم سے سب کا حال جانتے ہیں اور قدرت سے سب کو جمع کر لیں گے اور حکمت سے مناسب جزا وسزا دیں گے اس لئے اسلام قبول کر لینا ضروری ہے)۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ الخ اپنے اطلاق سے اس پر دال ہے کہ حق تعالیٰ کی رحمت سب کو عام اور شامل ہے چنانچہ ادنیٰ تامل سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کوئی غضب ایسا نہیں جس میں کچھ رحمت نہ ملی ہو اور رحمت بہت سی ایسی ہیں جن میں ذرا غضب نہیں اور مؤمنین معذبین پر رحمت ہونا تو ظاہر ہے عین تعذیب میں بھی کہ وہ تہذیب ہے اور بعد تہذیب بھی کہ مغفرت ہو جاوے گی اور کفار معذبین پر اس طرح کہ حق تعالیٰ نے اس عذاب سے اشد جو عذاب تھا اس سے محفوظ رکھا ۱۲۔ قولہ تعالیٰ قل انی امرت ان اکون الخ اس میں دلالت ہے کہ تکالیف شرعیہ کسی سے حتیٰ کہ انبیاء سے بھی ساقط نہیں ہوتیں ۱۲۔ قولہ تعالیٰ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ الخ اس میں غیر اللہ سے تصرف مستقل کی نفی ہے حتیٰ کہ مقبولین سے بھی اور نیز اس میں رد ہے اس پر جو غیر اللہ سے ازالہ ضرر کی توقع رکھے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله في** کتب یہ بھی کہہ دیجئے **فهو داخل تحت الامر قل وكذا اكثر ما بعده كما في الروح ۱۲۔ ۲ قوله** هناك تائیں **كذا في الروح ۱۲۔ ۳ قوله في لا ريب** حالت یہ ہے **اشارة الى كون الجملة حالاً من يوم ۱۲۔ ۴ قوله في الذين** جن لوگوں **اشارة الى ان الموصول مبتدأ خبره فهم لا يؤمنون ۱۲۔ ۵ قوله في خسروا** ضائع **تفسير بالحاصل لان الخسران لازم وانفسهم محل للخسران وحاصل الخسار في انفسهم ان في عقولهم تضييعها وعلى هذا التفسير فلا اشكال عليه بان الخسار هو عين عدم الايمان لان التغاير قد حصل بينهما فاحدهما سبب والأخر مسبب من خير اتحاد وقوله معطل اشار به الى انه ليس بمفقود ليلزم تكليف ما لا يطاق ۱۲۔ ۶ قوله في وله** تاکہ **اشارة الى نكتة التكرير للدليل ۱۲۔ ۷ قوله في ما سكن** رہتے ہیں **اشارة الى كونه من السكن لا من السكون ليعم الساكن والمتحرك ۱۲۔ قوله في وليا** معبود **كذا في البيضاوى لان الكلام فيه قلت وفيه نسبته الى نفسه تلطيف في الدعوة حيث لم يخاطبهم بانكار الاتخاذ ۱۲۔ ۸ قوله في اكون** اول پہنچے گی **فالاول على معناه الحقيقي ۱۲۔ ۹ قوله في لا تكونن** مجھ کو یہ کہا گیا **اشارة الى العطف بعد تعلقه بالمقدر اى وقيل في لا تكونن فالحاصل انى امرت بالاسلام ونهيت عن الاشراك ۱۲۔ ۱۰ قوله في من يصرف** کیفیت **اشارة الى ان جملة من يصرف صفة لعذاب ۱۲۔ ۱۱ قوله هناك** جس شخص سے **فالضمير في يصرف الى العذاب وفي عنه الى من ويحتمل العكس ۱۲۔ ۱۲ قوله بعد الفوز المبين** اجمالاً **فالثواب والعذاب ذكر مرتين اجمالا في كتب وليجمعنكم وتفصيلاً في عذاب يوم ومن يصرف عنه ۱۲۔ ۱۳ قوله في ان يمسسك** اے انسان **لانه داخل في حيز قل فالمخاطب غيره صلى الله عليه وسلم ۱۲۔ ۱۴ قوله في لا كاشف** چاہیں الخ **قصد به التعميم قوله** دور کریں **باعتبار المؤمنين والكافرين في الدنيا وكذا قوله** دیر یا جلدی **وما في الأخرة فالزوال سريعا او بطيئا باعتبار العصاة من المؤمنين وعدم الزوال باعتبار الكافرين ۱۲۔ ۱۵ قوله في يمسسك** بخیر ہٹانے والا **اشارة الى مقدر اظهر في آية اخرىٰ فلا راد لفضله ۱۲۔ ۱۶ قوله في القاهر فوق** غالب ہیں **راجع الى القاهر** برتر **راجع الى فوق وفيه اشارة الى ان فوق خبر بعد خبر اى قاهر حال عليهم بالقدرة وقيل ذكر فوق تاكيد لغلبته كذا في حواشي البيضاوى ۱۲۔**

اختلاف القراءۃ: فی قراءۃ یصرف مبنیا للفاعل فالضمیر فی یصرف للہ تعالٰی والمفعول محذوف ای من یصرفہ اللہ عنہ ۱۲۔

قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً ۖ قُلِ اللّٰهُ ۖ شَهِیْدٌۢ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ ۚ وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰی ؕ قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَیَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ اَشْرَكُوْۤا اَیْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِیْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِیْنَ ﴿۲۳﴾ اُنْظُرْ كَیْفَ كَذَبُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾

آپ کہئے کہ سب سے بڑھ کر چیز گواہی دینے کیلئے کون ہے۔ آپ کہئے کہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ اللہ تعالٰی ہے اور میرے پاس یہ قرآن بطور وحی کے بھیجا گیا ہے۔ تا کہ میں اس قرآن کے ذریعہ سے تم کو اور جس جس کو یہ قرآن پہنچے ان سب کو ڈراؤں کیا تم سچ مچ یہی گواہی دو گے کہ اللہ تعالٰی کے ساتھ کچھ اور معبود بھی ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں تو گواہی نہیں دیتا۔ آپ فرما دیجئے کہ بس تو وہ ایک ہی معبود ہے اور بے شک میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں۔ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ رسول کو ایسا پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ جن لوگوں نے اپنے کو ضائع کر لیا سو وہ ایمان نہ لائیں گے اور اس سے زیادہ اور کون بے انصاف ہوگا جو اللہ تعالٰی پر جھوٹ بہتان باندھے یا اللہ تعالٰی کی آیات کو جھوٹا بتلائے ایسے بے انصافوں کو رستگاری نہ ہوگی۔ وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جس دن ہم تمام خلائق کو جمع کریں گے۔ پھر ہم ان مشرکین سے کہیں گے کہ تمہارے وہ شرکاء جن کے معبود ہونے کا تم دعوٰی کرتے تھے وہ کہاں گئے۔ پھر انکے شرک کا انجام اسکے سوا کچھ بھی ہوگا وہ یوں کہیں گے کہ قسم اللہ کی اپنے پروردگار کی ہم مشرک نہ تھے۔ ذرا دیکھو تو کس طرح جھوٹ بولا اپنی جانوں پر اور جن چیزوں کو وہ جھوٹ موٹ تراشا کرتے تھے وہ سب غائب ہو گئے ۞

تفسیر ربط: اوپر توحید و رسالت کے باب میں جدا جدا کلام ہوا ہے آگے دونوں میں مجتمعا کلام ہے چنانچہ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ الخ میں توحید کی بحث ہے اور قُلِ اللّٰهُ شَهِیْدٌۢ بَیْنِیْ الخ میں رسالت کی بحث ہے اور شان نزول بھی اس کا دو واقعہ دونوں مسئلوں کے متعلق ہیں چنانچہ کلبی نے روایت کیا ہے کہ کفار مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر کہا کہ کیا خدا تعالٰی کو آپ کے سوا کوئی رسول نہیں ملا ہم تو نہیں سمجھتے کہ آپ کے دعوٰی کی کوئی تصدیق کر سکتا ہے اور ہم نے تو یہود و نصارٰی سے پوچھ کر دیکھا لیا وہ تو یوں کہتے ہیں کہ ان کی کتابوں میں آپ کا ذکر ہی نہیں سو ہم کو کوئی بتلائے کہ جو اس بات کی گواہی دے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ابن جریر وغیرہ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ نحام بن زید اور قروم بن کعب اور بحری بن عمرو آپ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ کیا آپ کے علم میں سوا اللہ تعالٰی کے اور کوئی معبود نہیں آپ نے فرمایا کہ واقع میں بھی سوا اللہ تعالٰی کے کوئی معبود نہیں میں تو یہ دے کر بھیجا گیا ہوں اور اسی کی دعوت کرتا ہوں اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی کذا فی روح المعانی۔

عود بمسئلہ توحید و رسالت: قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً (الی قولہ تعالی) اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ آپ (ان منکرین توحید و رسالت سے) کہئے کہ (اچھا یہ بتلاؤ کہ) سب سے بڑھ کر چیز گواہی دینے کے لئے کون ہے) جس کی گواہی پر کسی مختلف فیہ مسئلہ کا فیصلہ ہو جاوے اس کا جواب ظاہر ہے کہ یہی ہوگا کہ اللہ سب سے بڑھ کر ہے پھر) آپ کہئے کہ (بس) میرے اور تمہارے درمیان (جو مسئلہ مختلف فیہ ہو رہا ہے اس میں وہی) اللہ تعالٰی گواہ ہے (جس کی گواہی سب سے بڑھ کر ہے) اور (ان کی گواہی یہ ہے کہ) میرے پاس یہ قرآن بطور وحی کے (منجانب اللہ) بھیجا گیا ہے (جس کی صفت اعجاز جو دلیل ہے مبعوث و مصدق من اللہ ہونے کی ظاہر ہے) تا کہ میں اس قرآن کے ذریعہ سے تم کو اور جس جس کو یہ قرآن پہنچے ان سب کو (ان وعیدوں سے) ڈراؤں (جو توحید و رسالت کے انکار پر اس میں مذکور ہیں پس اس کے اعجاز سے اللہ کی گواہی تکوینی اور اس کے مضمون سے اللہ کی گواہی تشریعی ثابت ہو گئی) کیا تم (اس شہادت کبرٰی کے بعد بھی جو کہ توحید کو شامل ہے توحید کے باب میں) سچ مچ یہی گواہی دو گے کہ اللہ تعالٰی کے ساتھ (استحقاق عبادت میں) کچھ اور معبود بھی (شریک) ہیں (اور اگر وہ ہٹ دھرمی سے اس پر بھی کہہ دیں کہ ہاں ہم تو یہی گواہی دیں گے تو اس وقت ان سے بحث کرنا لاحاصل ہے بلکہ صرف) آپ (اپنے عقیدہ کو ظاہر کر دیجئے اور)

کہہ دیجئے کہ میں تو (اس کی) گواہی نہیں دیتا (کیونکہ یہ امر باطل ہے اور) آپ (باطل کی نفی کر کے حق کے اثبات کے لئے) کہہ دیجئے کہ بس وہ تو ایک ہی معبود ہے اور بیشک میں تمہارے شرک سے بیزار (اور نفور) ہوں (اور رسالت کے باب میں جو کہا جاتا ہے کہ ہم نے یہود و نصاریٰ سے پوچھ کر دیکھ لیا الخ تو اس باب میں تحقیق یہ ہے کہ) جن لوگوں کو ہم نے کتاب (توراۃ و انجیل) دی ہے وہ لوگ رسول (ﷺ) کو (اول سے بلا شک وشبہ ایسا) پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو (ان کی صورت سے) پہچانتے ہیں (کہ بیٹے کی صورت دیکھ کر عادۃً کبھی شبہ نہیں ہوتا کہ یہ کون شخص ہے گو زبان سے انکار اور اخفاء کریں لیکن جب شہادتِ کبریٰ کے ہوتے ہوئے اہل کتاب کی شہادت پر مدار ہی نہیں پھر اس کے عدم سے کیوں تمسک کیا جاوے اور ایسی شہادت کبریٰ کے ہوتے ہوئے بھی) جن لوگوں نے اپنے کو ضائع کر لیا ہے (یعنی اپنی عقل کو وجوہ دلالت شہادت مذکورہ میں نظر صحیح کرنے سے معطل کر لیا ہے خواہ وہ اہل کتاب ہوں یا غیر اہل کتاب ہوں) سو وہ ایمان نہ لاویں گے (اور رسالت کو نہ مانیں گے) اور (یہ منکرین توحید و رسالت کے مسئلہ میں عقلاً بھی نہایت بے انصافی سے کام لے رہے ہیں کیونکہ) اس سے زیادہ اور کون بے انصاف ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بہتان باندھے (جس کا حاصل نفی کے قابل چیزوں کا اثبات ہے مثلاً اس کے ساتھ شریک قرار دے جیسا مشرکین کرتے تھے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کو دوسرے اوصاف غیر واقعہ سے بدل ڈالے جیسا اہل کتاب کرتے تھے) یا اللہ تعالیٰ کی آیات (و دلائل) کو جھوٹا بتلاوے (جس کا حاصل اثبات کے قابل چیزوں کی نفی ہے اور ظاہر ہے کہ منفی کا اثبات اور مثبت کی نفی خود عقلاً بھی صریح ظلم اور بے انصافی ہے اور) ایسے بے انصافوں کا (حال یہ ہوگا کہ ان) کو (قیامت کے روز) رستگاری نہ ہوگی (بلکہ عذاب مخلد میں مبتلا رہیں گے)

ف: مَنْۢ بَلَغَ میں عموم بعثتِ نبوی مذکور ہے۔ چنانچہ ترجمہ سے اس کی تقریر ظاہر ہے اور آیت اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ الخ کے متعلق بعض ضروری تحقیقات شروع پارہ سیقول میں جہاں ایسی ہی آیت ہے گزر چکی ہے ملاحظہ کر لیا جاوے اور اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا الخ اوپر بھی قریب آیا ہے مگر وہاں توحید کے باب میں تھا اور یہاں رسالت کے باب میں پس تکرار لازم نہیں آیا گو تاکید کے لئے تکرار بھی مستحسن ہوتا ہے۔

ربط: اوپر کفار کا فلاح نہ پانا مذکور ہوا ہے آگے اس فلاح نہ پانے کی کچھ کیفیت مذکور ہے مشرکین کی تو تصریحاً کہ مکہ میں جو محل نزول سورت ہے مشرکین زیادہ تھے اور دوسرے کفار کی مقایسۃً کیونکہ اصل علت عدم فلاح کی یعنی کفر سب میں مشترک ہے۔

کیفیت عدم فلاحِ مشرکین: وَیَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا (الی قولہ تعالی) وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جس روز ہم ان تمام خلائق کو (میدانِ حشر میں) جمع کریں گے پھر ہم مشرکین سے (بواسطہ یا بلا واسطہ) (توبیخ کے طور پر) کہیں گے کہ (بتلاؤ) تمہارے وہ (قرار دیئے ہوئے) شرکاء جن کے معبود ہونے کا تم دعویٰ کرتے تھے کہاں (غائب ہو) گئے (کہ تمہاری سفارش نہیں کرتے جس پر تم کو بھروسہ تھا) پھر (اس سوال کے بعد) ان کے شرک کا انجام اس کے سوا اور کچھ بھی (ثابت) نہ ہوگا کہ وہ (اس شرک سے خود بیزاری اور نفرت ظاہر کرنے لگیں گے اور غایت بدحواسی سے) یوں کہیں گے کہ قسم اللہ کی اپنے پروردگار کی ہم مشرک نہ تھے (یعنی جس کے حق ہونے کا آج دعویٰ ہے اس کا انجام یہ ہوگا کہ خود ہی اس کو باطل سمجھنے لگیں گے بقول مشہور با آں شوراشوری یا بایں بے نمکی حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تعجب کی نظر سے) ذرا دیکھو تو کس طرح (صریح) جھوٹ بولا اپنی جانوں پر (کہ جو شرک ان سے صادر ہوا تھا اس کی صاف نفی کر دی) اور جن چیزوں (کے معبود ہونے کے دعویٰ) کو جھوٹ موٹ تراشا کرتے تھے (یعنی ان کے بت یا اور شرکاء) وہ سب غائب ہو گئے (یعنی ان کے کوئی کام نہ آوے گا)۔ **ف**: یہاں چند سوال و جواب ہیں۔ **سوال اول**: یہاں معلوم ہوتا ہے کہ وہ شرکاء وہاں نہ ہوں گے اور دوسری آیات سے جیسا اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ [الصافات: ۲۲] سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی موجود ہوں گے۔ **جواب**: یہاں مقصود ان کا بحیثیت شریک و شفیع ہونے کے غائب ہونا ہے یعنی اس وصف کا انتفاء ظاہر ہو جاوے گا اور دوسری آیات میں مقصود ان کی ذات کا حاضر ہونا ہے پس کچھ تعارض نہیں اور بعض نے جواب دیا ہے کہ حاضر ہو جانے کے بعد باہم تفریق مکانی کر دیئے جانے کے بعد یہ گفتگو ہوگی اور فَزَیَّلْنَا بَیْنَهُمْ کے بھی یہی معنی کہے ہیں۔ **سوال دوم**: یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کفار سے بولیں گے اور دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ بولیں گے لَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ۔ **جواب**: جو کلام بطور تشریف و اکرام کے ہو اس کی نفی کی گئی ہے اور یہاں اثبات ہے کلام توبیخی کا پس کوئی تعارض نہیں یا نفی بلا واسطہ کی ہے اور اثبات بواسطہ کا۔ **سوال سوم**: قیامت میں حقائق منکشف ہو جائیں گے وہاں جھوٹ کیسے بولیں گے۔ **جواب**: غایت حیرت و دہشت سے اور کچھ بن نہ پڑے گا اور احقر نے تقریر ترجمہ میں ان سب جوابات کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ **سوال چہارم**: مشرکین تو معاد ہی کے قائل نہ تھے پھر وہ اصنام کو شفیع یوم قیامت کیسے سمجھتے تھے۔ **جواب**: مطلق شفاعت عند الشدۃ کے تو قائل تھے اور اس شدت سے زیادہ کون شدت ہوگی۔ یا یوں کہا جاوے کہ وہ بطور فرض کے یہ بھی کہتے تھے کہ اگر قیامت ہوئی تو ایسا ہوگا: وَلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰی رَبِّیْٓ اِنَّ لِیْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰی۔ **سوال پنجم**: یہاں انجام شرک کا یہ قول بطور حصر کے فرمایا حالانکہ انجام میں دوزخ بھی داخل ہے۔ **جواب**:

حصر اضافی ہے جس سے بقاء علی الاعتقاد کی نفی مقصود ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله قبل قل الله سب سے بڑھ کر اشار به الى صحة اطلاق الشئى على الله لان معناه الموجود كما عليه الجمهور ۱۲۔ ۲ قوله فى الله شهيد گواہ ہے اشارة الى تركيبه بان الله مبتدأ وشهيد خبره ويلزم منه ان اكبر شئ شهادة شهيد له ۱۲۔ ۳ قوله قبل لا اشهد اس وقت بحث کرنا قيد به لان البحث عسى ان ينفع فى وقت آخر ۱۲۔ ۴ قوله فى الظلمون ایسے فاللام للعهد فاختصت الآية بالكفار فلا دليل فيه للمبتدعة فى خلود عصاة المؤمنين ۱۲۔ ۵ قوله فى نحشرهم تمام خلائق كذا فى الروح ۱۲۔ ۶ قوله فى شركاؤكم قرار دیئے ہوئے اشارة الى ان الاضافة لاوفى لا بسته ۱۲۔ ۷ قوله فى تزعمون جن کے معبود اشارة الى حذف مفعوليه ۱۲۔ ۸ قوله فى اين سفارش بدليل قوله تعالىٰ وما نرى معكم شفعاء كم۔ ۹ قوله فى فتنتهم انجام حمل الفتنة على الشرك وقدر قبله المضاف او لا يقدر المضاف ويدعى اتحادهما مبالغة كما نقل فى الروح عن الزجاج ان مثل ما فى الآية ان ترى انسانا يحب غاديا فاذا وقع فى مهلكة تبرأ منه فيقال له اكان محبتك لفلان الا ان تبرات منه ۱۲۔ ۱۰ قوله فى ما كانوا يفترون معبود ہونے کے دعوے الخ اشارة الى ان المضاف محذوف اى ما كانوا يفترون كونها آلهة او شفعاء ويمكن ان يكون ايقاع الافتراء عليها مع انه واقع فى الحقيقة على احوالها للمبالغة فى امرها كانها نفس المفترى اى زالت فلم تغن عنهم كما فى الروح ۱۲۔

اختلاف القراءة: فى البيضاوى قرأ ابن كثير وابن عامر وحفص لم تكن بالتاء ورفع فتنتهم على انها الاسم ونافع وابوبكر بالتاء والنصب على ان الاسم ان قالوا والتانيث للخبر والباقون بالياء والنصب وفى تفسير ابن جرير خفض ربنا قراءة عامة قراء المدينة وبعض الكوفيين والبصريين وقرأ جماعة من التابعين بنصب ربنا وهى قراءة عامة اهل الكوفة ۱۲۔

اللغات: الزعم يستعمل فى الحق كما فى حديث ضمام بن ثعلبةؓ زعم رسولك وفى الباطل كما فى هذه الآية والفتنة اصلها من الفتن وهو ادخال الذهب النار لتعلم جودته من روائته ثم استعمل فى معان كالعذاب والاختيار والبلية والمصيبة والضلال والمعذرة كذا فى الروح ۱۲۔

البلاغۃ: او كذب۔ اورد او للتغاير بين المتعاطفين مفهوما بكون احدهما اثباتا للنفى والآخر نفيا للمثبت كما قرر فى اثناء الترجمة ۱۲۔ قوله ثم لم يكن اما للتراخى فى الرتبة لان جوابهم هذا اعظم من التوبيخ واما على ظاهرها وهو الظاهر بناء على ان الموقف عظيم فيمكن انهم حاروا ودهشوا فلم يستطيعوا الجواب الا بعد زمان ومما ينبئ عن حيرتهم انهم كذبوا وحلفوا والا لما قالوا الذى قالوا لان الحقائق تنكشف يوم القيامة وكان التعبير عن الشركية بالفتنة لانها ما تفتتن به وتعجبك وهم كانوا معجبين بكفرهم مفتخرين به كذا فى روح المعانى ۱۲۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْــٴَـوْنَ عَنْهُ ۚ وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷﴾ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَقَالُوْٓا اِنْ هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ؕ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع ۹

اور ان میں بعض ایسے ہیں کہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پر حجاب ڈال رکھے ہیں اس سے کہ وہ اس کو سمجھیں اور ان کے کانوں میں ڈاٹ دے رکھی ہے اور اگر وہ تمام دلائل کو دیکھ لیں ان پر بھی ایمان نہ لائیں۔ یہاں تک کہ جب یہ لوگ آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ سے خواہ مخواہ جھگڑتے ہیں۔ یہ لوگ جو کافر ہیں

یوں کہتے ہیں کہ یہ تو کچھ بھی نہیں صرف بے سند باتیں ہیں جو پہلوں سے چلی آ رہی ہیں اور یہ لوگ اس سے اوروں کو بھی روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور دور رہتے ہیں اور یہ لوگ اپنے ہی کو تباہ کر رہے ہیں اور کچھ خبر نہیں رکھتے اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب کہ یہ دوزخ کے پاس کھڑے کئے جائیں گے تو کہیں گے ہائے کیا اچھی بات ہو کہ ہم پھر واپس بھیج دیئے جائیں اور اگر ایسا ہو جائے تو ہم اپنے رب کی آیات کو جھوٹا نہ بتائیں اور ہم ایمان والوں میں سے ہو جائیں۔ بلکہ جس چیز کو اس کے قبل دبایا کرتے تھے۔ وہ ان کے سامنے آ گئی اگر اور یہ لوگ پھر واپس بھی بھیج دیئے جائیں تب بھی یہ وہی کام کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور یقیناً یہ بالکل جھوٹے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ جینا اور کہیں نہیں صرف یہی فی الحال کا جینا ہے اور ہم پھر زندہ نہ کئے جائیں گے اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب کہ یہ اپنے رب کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا یہ امر واقعی نہیں ہے۔ وہ کہیں گے بیشک قسم اپنے رب کی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو اب اپنے کفر کے عوض عذاب چکھو ۞

تفسیر ربط: اوپر توحید و رسالت کے انکار کی مذمت اور جزا کا بیان تھا آگے انکار قرآن کی شناعت مذکور ہے۔

تشنیع بر انکار قرآن: وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ (الی قولہ تعالی) وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اور ان (مشرکین[1]) میں بعضے ایسے ہیں کہ (آپ کے قرآن پڑھنے کے وقت اس کے سننے کو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں اور (چونکہ وہ سننا طلب[2] حق کے لئے نہیں ہوتا اس لئے منتفع نہیں ہوتے چنانچہ) ہم نے ان کے دلوں پر حجاب ڈال[3] رکھے ہیں اس سے کہ وہ اس (قرآن[4] کے مقصود) کو سمجھیں اور ان کے کانوں میں (اس کے بغرض ہدایت سننے سے) ڈاٹ دے رکھی ہے (یہ تو حالت ان کے قلوب اور اسماع کی ہے) اور (ابصار کی یہ حالت ہے کہ) اگر وہ لوگ (آپ کے صدق نبوت کے) تمام دلائل کو[5] (بھی) دیکھ لیں ان (تمام دلائل) پر بھی ایمان نہ لاویں (یعنی غایت درجہ کے معاند ہیں اور اس عناد کی نوبت) یہاں تک[6] (پہنچی ہے) کہ جب یہ لوگ آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ[7] سے خواہ مخواہ جھگڑتے ہیں (اس طور[8] پر کہ یہ لوگ جو کافر ہیں یوں کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) تو کچھ بھی نہیں صرف بے سند باتیں ہیں جو پہلوں[9] سے (منقول) چلی آ رہی ہیں (یعنی اہل ملل پہلے سے ایسی باتیں کرتے چلے آئے ہیں کہ معبود ایک ہے بشر نبی بھی ہو سکتا ہے قیامت میں پھر زندہ ہونا ہے مطلب یہ کہ عناد کی وجہ سے تکذیب سے گزر کر جدال تک ترقی ہوئی ہے) اور (پھر جدال سے گزر کر دوسروں کو گمراہ کرنے کی فکر میں لگے ہیں چنانچہ) یہ لوگ اس (قرآن[10]) سے اوروں کو بھی روکتے ہیں اور (اس روکنے کی تکمیل[11] کے واسطے) خود بھی اس سے (نفرت) ظاہر کرنے کو ظاہر میں بھی) دور دور رہتے ہیں (تاکہ دوسروں پر زیادہ اثر ہو) اور (ان حرکتوں سے) یہ لوگ اپنے ہی کو تباہ (و برباد) کر رہے ہیں (نہ رسول[12] کا کوئی نقصان ہے نہ قرآن کا رسول کو رسالت کا ثواب ہر حال میں ملے گا قرآن کا نور ہدایت کامل ہو کر رہے گا لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ) اور (غایت حماقت سے) کچھ خبر نہیں رکھتے (کہ ہم کس کا نقصان کر رہے ہیں) **ف**: یہ جو فرمایا کہ ہم نے حجاب ڈال رکھے الخ یہ تمثیل ہے گو متعارف حجاب وغیرہ نہ ہوں اور خدا تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت ہونے سے نہ یہ معذور ہو سکتے ہیں نہ اللہ تعالیٰ پر کوئی الزام آ سکتا ہے کیونکہ اس حجاب وغیرہ کا سبب ان کا اعراض اختیاری ہے اور نسبت باعتبار تخلیق کے ہے جو مبنی ہے حکمت پر جو دافع قبح ہے البتہ کسب اقبح بوجہ خلو عن الحکمۃ کے قبیح ہوتا ہے اس کی تحقیق شروع سورۂ بقرہ آیت: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا و خَتَمَ اللّٰهُ میں گزر چکی ہے اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ: وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی دلیل پر ایمان نہ لاویں اور سورۂ شعراء کی آیت: اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض آیات پر ضرور ایمان لانا پڑے جواب یہ ہے کہ منفی ایمان اختیاری ہے جو کہ شرع میں مطلوب ہے اور مثبت ایمان اضطراری ہے جو شرع میں مقبول نہیں اور عدم ایمان کی خبر اس آیت میں ان ہی کے حق میں ہے جن کا خاتمہ علم الٰہی میں کفر پر ہونے والا تھا۔

ربط: جیسا اوپر توحید و رسالت کے انکار کا ذکر کر کے: يَوْمَ نَحْشُرُهُمْ میں اس کی جزا کا بیان فرمایا تھا اسی طرح انکار قرآن کا آیت وَمِنْهُمْ الخ میں ذکر کر کے آگے اس کی جزا کا بیان فرماتے ہیں۔

جزائے انکار قرآن: وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ (الی قولہ تعالی) وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ اور اگر آپ (ان کو) اس وقت دیکھیں (تو بڑا ہولناک[13] واقعہ نظر آوے) جب کہ یہ (منکرین) دوزخ کے پاس کھڑے کئے جاویں گے (تاکہ ان سے کچھ پوچھ پاچھ کر کے ان کو دوزخ میں داخل کر دیا جاوے) تو (اس کی ہول و ہیبت کو دیکھ کر اور یہ معلوم کر کے کہ یہ کفر و انکار حق کی سزا ہے ہزاروں تمناؤں کے ساتھ) کہیں گے ہائے کیا اچھی بات ہو کہ ہم (دنیا میں) پھر واپس بھیج دیئے جاویں[14] اور اگر ایسا ہو جاوے تو ہم (پھر) اپنے رب کی آیات (مثل قران وغیرہ) کو (کبھی جھوٹا نہ بتاویں) اور ہم (ضرور) ایمان والوں سے ہو جاویں (حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کی یہ تمنا اور وعدہ صدق رغبت اور قصد اطاعت سے نہیں) بلکہ (اس وقت ایک مصیبت میں پھنس رہے ہیں کہ) جس چیز کو اس کے قبل (یعنی دنیا میں) دبایا (اور مٹایا) کرتے تھے (اور اس کا اقرار نہ کرتے تھے) وہ (آج اس وقت) ان کے سامنے آ گئی ہے (مراد[15] اس چیز سے عذاب ہے جس کی وعید کفر و تکذیب پر ان کو کی جاتی تھی اور دبانے سے مراد انکار ہے۔ مطلب یہ کہ اس وقت جان کو بن رہی ہے اس لئے جان بچانے کو یہ سارے وعدے

ہو رہے ہیں) اور (دل) سے ہرگز ارادہ ایفاء وعدہ کا نہیں ہے حتیٰ کہ) اگر (بالفرض) یہ لوگ (حسب ان کی تمنا کے دنیا میں) پھر واپس بھی بھیج دیئے جاویں تب بھی یہ وہی کام کریں جس سے ان کو منع کیا گیا تھا (یعنی کفر اور تکذیب) اور یقیناً یہ (ان وعدوں میں) بالکل جھوٹے ہیں (یعنی نہ اس وقت ایفاء کا قصد ہے اور نہ دنیا میں جا کر ایفاء کرتے یہ ایسے سرکش اور معاند ہیں اس کے بعد دوزخ میں بھیج دیئے جاویں گے) **ف**: تقریر ترجمہ کے اعتبار سے آیت کے دو مقصود ہوئے اول ان کی سزا کا بیان دوسرے ان کے عناد کا بیان اور اس مقام پر ایک سوال ہے وہ یہ کہ جب قیامت میں اپنی آنکھوں سے امور واقعیہ کا معائنہ کر لیا پھر دنیا میں آنے کے بعد کفر اور تکذیب کا احتمال کیونکر ہو سکتا ہے جواب یہ ہے کہ تکذیب تو فعل لسان کا ہے یقین قلب کے ساتھ تکذیب لسانی کا مجتمع ہونا ممکن ہے اور تکذیب لسانی بھی کفر ہے رہا دل سے یقین ہونا وہ بوجہ معائنہ کے اضطراراً ہوگا جو شرع میں معتبر نہیں اور جو شرعاً مطلوب ہے اس کا حاصل تسلیم و انقیاد اختیاری ہے۔ پس تصدیق اضطراری کے ساتھ عدم تصدیق اختیاری کا جمع ہونا بھی ممکن ہے جیسے بعض ضدی لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ دل میں جانتے ہیں مگر مانتے نہیں پس بحمد اللہ تعالیٰ اشکال بالکل رفع ہو گیا وھذا من المواھب الالٰہیۃ دوسرا سوال یہ ہے کہ تمنا ہوتی ہے غیر حاصل کی اور ایمان اور عدم تکذیب تمنا کے وقت ان کو حاصل ہے پھر تمنا کے کیا معنی جواب یہ ہے کہ تمنا ہے ایمان و عدم تکذیب فی الدنیا کی کیونکہ نافع نجات میں یہی ہے اور یہ بالفعل حاصل نہ ہوگی اور جو حاصل ہے وہ بوجہ غیر مفید ہونے کے محل تمنا نہیں۔

ربط: اوپر توحید و رسالت و قرآن کے انکار پر سزاؤں کا بیان تھا آگے انکار بعث اور اس کی سزا کا بیان ہے۔

نقل انکار بعث و وعید بر آں: وَقَالُوْٓا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا (الی قولہ تعالی) قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ اور یہ (منکرین) کہتے ہیں[۱۸] کہ جینا اور کہیں نہیں صرف یہی فی الحال کا جینا ہے اور ہم (اس زندگی کے ختم ہونے کے بعد پھر) زندہ نہ کئے جاویں گے (جیسا انبیاء علیہم السلام خبر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں) اور اگر آپ (ان کو) اس وقت دیکھیں (تو بڑا عجیب واقعہ نظر آوے) جب کہ یہ اپنے رب کے سامنے (حساب کے لئے) کھڑے کئے جاویں گے (اور) اللہ تعالیٰ (ان سے توبیخاً) فرماوے گا کہ (کہو) کیا یہ (قیامت کے دن زندہ ہونا) امر واقعی نہیں ہے (جیسے دنیا میں ہمیشہ اس کو غیر واقعی کہتے رہے) وہ کہیں گے بیشک (واقعی ہے) قسم اپنے رب کی اللہ تعالیٰ فرماوے گا تو اب اپنے کفر (و انکار) کے عوض عذاب (کا مزہ) چکھو (اس کے بعد دوزخ میں بھیج دیئے جاویں گے) **ف**: پہلی آیت میں جو وقت مذکور ہوا ہے اور جو اس میں مذکور ہے دونوں متغائر نہیں یہ حساب کے لئے کھڑا کیا جانا دوزخ ہی کے قریب ہوگا اور نہ دونوں واقعوں میں تعارض ہے اس موقع پر دونوں قصے ہوں بلکہ اور بھی جتنے احوال ثابت ہیں سب کا وقوع ہوگا۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ بعض مفسرین کے نزدیک مراد ان لوگوں سے ابو طالب اور ان کے اتباع ہیں کہ اوروں کے ضرر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روکتے تھے مگر خود آپ پر ایمان لانے سے دور رہتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ اہل اللہ کے ساتھ حب طبعی و نصرۃ قومیہ بدوں حب عقلی کے نافع نہیں ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله فی** منهم مشركين كذا فی الروح ۱۲۔ ۲ **قوله فی** يستمعون آپ کے قرآن لدلالة المقام وتائيد الرواية الاتية ۱۲۔ ۳ **قوله** بعد يستمعون طلب حق کے لئے نہیں بل لاجل الاعتراض وهو الغرض لهم ۱۲۔ ۴ **قوله فی** جعلنا ڈال كذا فی الروح قلت فالجعل يعم الالقاء والتصيير على طريق عموم المجاز فصح تعلقه بالاكنه والوقر ۱۲۔ ۵ **قوله فی** يفقهوه قرآن دل عليه يستمعون والمراد بالمقصود الهداية فلا يرد فقه اللغات ۱۲۔ ۶ **قوله فی** لا يؤمنوا بها تمام دلائل فی الروح المراد عموم النفی قلت ويصح نفی العموم بجعل الباء سببية لا صلة ويكون المؤمن به هو الرسالة ۱۲۔ ۷ **قوله فی** حتى یہاں تک فحتى ابتدائية للترقی فان المجادلة اعظم من مطلق التكذيب ۱۲۔ ۸ **قوله فی** يجادلونك تو آپ سے اشارة الى انه جواب لا ذا كذا فی حاشية البيضاوی ۱۲۔ ۹ **قوله فی** يقول اس طور اشارة الى ان يقول بيان وتفسير للجدال ۱۲۔ ۱۰ **قوله فی** اساطير پہلوں سے يعنی ان الاضافة الى الاولين باعتبار كونه قالهم لا كونه حالهم فافهم دل عليه آية سورة المؤمنون لقد وعدنا نحن واباء نا هذا من قبل ان هذا الا اساطير الاولين ونقل فی حاشية البيضاوی عن الجمع ما سطره الاولون من الاكاذيب ۱۲۔ ۱۱ **قوله فی** ينهون عنه قرآن عزا هذا التفسير فی الروح الى مجاهد برواية ابن ابی شيبة وابن حميد وان جرير وابن المنذر وغيرهم وما رواه الحاكم وصححه هو والذهبی عن ابن عباسؓ ان الآية نزلت فی ابی طالب كان ينهى المشركين ان يؤذوا رسول الله صلى الله عليه وسلم ويتباعد عما جاء به فهو رای عن ابن عباس لكن الا لصق ما اخترته واختاره الامام ايضا ۱۲۔ ۱۲ **قوله فی** ينئون تکمیل كذا فی الروح وقوله ظاہر میں بھی فكان مفيدا للفائدة الجديدة لان بعدهم بقلوبهم معلوم من

قبل۱۲۔ ۱۳؎ **قوله** فی الا انفسهم نہ رسول کا فالحصر بهذا الاعتبار من ینهونهم فان اکثرهم کانوا یطیعونهم ولو قیل انه مبنی علی تنزیل عذاب الضلال عند عذاب الاضلال منزلة العدم صح الحصر باعتبارهم ایضا۱۲۔ ۱۴؎ **قوله** بعد لو تری بڑا ہولناک الخ اشارة الی حذف الجواب ای لرأیت امرا عظیما۱۲۔ ۱۵؎ **قوله** فی ولا نکذب اور اگر اشارة الی ان الواو بمنزلة الفاء والجملة کالجواب للتمنی کما فصلته فی النحو المتعلق بالآیة فلذا اظهرت ترجمة الشرط لان المقدر کالملفوظ۱۲۔ ۱۶؎ **قوله** فی یخفون مراد چیز سے عذاب لدلالة قوله تعالیٰ وبدالهم من الله ما لهم یکونوا یحتسبون وبدالهم سیئات ما کسبوا لان المراد بالسیئات بالاجماع عذابها وقوله هناك دبانے سے مراد انکار وهو یطلق علیه فی محاورتنا وماخذ ذلك الروح فانه قال المراد من الموصول النار علی ما یقتضیه السوق ومن اخفائها ستر امرها وذلك بانکار تحققها وعدم الایمان بثبوتها اصلا فکانه قیل بدالهم ما کانوا یکذبون به فی الدنیا وینکرون تحققه اه قلت وانما عبر بالاخفاء واشارة الی ان قلوبهم کانت تصدق الحق اضطرارا لکنهم کانوا یخفون هذا التصدیق بتکذیبهم الاختیاری کما هو الحال فی کثیر من الکفار الذین جهدوا بها واستیقنتها انفسهم ظلما وعلوا فافهم فانه من المواهب۱۲۔ ۱۷؎ **قوله** فی کاذبون ایفاء اشارة الی ان المراد بالکذب المتوجه ای الوعد عدم الوفاء به لا عدم مطابقته للواقع کذا فی الروح فاندفع به ما یتوهم ان المتمنی انشاء فکذا الواعد الناشی منه والکذب یختص بالخبر وجه الاندفاع ظاهر بمنع اختصاصه بالخبر فی المحاورات نعم هو فی العلوم الصناعیة مسلم ولا یقتضی الاصطلاح علی اللغة فافهم۱۲۔ ۱۸؎ **قوله** فی قالوا کہتے ہیں اشارة الی کونه استینافا لاعطفا۱۲۔ ۱۹؎ **قوله** فی ان هی حیٰتنا اعاد الضمیر الی الحیٰوة وقد نصوا کما فی الروح علی صحة عود الضمیر علی متاخر لفظا ورتبة فی مواضع منها ما اذا کان خبر الضمیر مفسرا له کما ههنا۱۲۔ ۲۰؎ **قوله** فی الدنیا فی الحال کا اشارة الی ان المراد بالدنیا التی نحن فیها لا المقابل للآخرة لانهم لا یعترفون بالآخرة کذا فی الروح قلت ویمکن ان یراد الاخیر بناء علی زعم المدعی وکلمة کا التی من علامات الاضافة اتباع للمحاورة فانها قد تجئی بین الصفة والموصوف۱۲۔ ۲۱؎ **قوله** فی علی سامنے فهی بمعنی عند۱۲۔

الروایات: فی روح المعانی عن ابن عباس فی روایة ابی صالح ان ابا سفیان بن حرب والولید بن المغیرة والنضر بن الحرث وعتبة و شیبة ابنی ربیعة وامیة وابی بن خلف استمعوا الی رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو یقرأ القرآن فقالوا للنضر یابا قتیلة ما یقول محمد فقال والذی جعلها بیته ما ادری ما یقول الا انی اری تحرك شفتیة یتکلم بشئی فما یقول الا اساطیر الاولین مثل ما کنت احدثکم عن القرون الماضیة وکان النضر کثیر الحدیث عن القرون الاولیٰ وکان یحدث قریشًا فیستمعون حدیثه فانزل الله تعالیٰ هذه الآیة قلت فحکم عدم الایمان فی الآیة فی حق النضر الذی قال هذا اوفی کل من لم یؤمن من المذکورین وخص منهم المؤمنون من بعد کابی سفیانؓ فافهم۔

اختلاف القرائۃ: قرأ نافع وابن کثیر والکسائی برفع الفعلین بان یکون داخلا فی حکم التمنی علی انه عطف علی نرد وقرأ ابن عامر برفع الاول علی العطف ونصب الثانی علی کونه جوابا من الروح۱۲۔

اللغات: فی القاموس الوقر الثقل۔ الاساطیر فی الروح عن القاموس انه جمع اسطار واسطیر بکسر هما واسطور وبالهاء فی الکل واصل السطر بمعنی الخط اه قلت وهو مستعمل فی مطلق المنقول وان لم یکن مکتوبا النائی البعد لازم کذا فی الروح۔ وقفوا من الوقوف المعروف او من الوقوف بمعنی المعرفة۱۲۔

النحو: قوله یلیتنا المنادی محذوف کیا قوم مثلاً۱۲ قوله ولا نکذب ونکون فی الروح نصب الفعلین باضمار ان علی جواب التمنی والمعنیٰ ان رد ونانعلم نکذب ونکن واعترض بوجهین الاول ان الواو لاتقع فی جواب الشرط۔ واجیب بان الواو اجریت ههنا مجری الفاء ویؤید ذلك قراء ة ابن مسعود وابن اسحاق فلا نکذب۔ والثانی ان ردهم لا یکون سببا لعدم تکذیبهم کما دل علیه قوله تعالیٰ ولو رد والعادوا واجیب ان السببیة یکفی فیها کونها فی زعمهم من الروح۱۲۔

البلاغۃ: فی قول یقول الذین کفروا وضع المظهر موضع المضمر۱۲۔ قوله وربنا فی الروح اکدوا اعترافهم بالیمین اظهار الکمال تیقنهم بحقیقة وایذانا بصدور ذلك عنهم برغبة ونشاط طمعا بان ینفعهم وهیهات۱۲۔

قَدۡ خَسِرَ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِلِقَآءِ اللّٰہِ ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَتۡہُمُ السَّاعَۃُ بَغۡتَۃً قَالُوۡا یٰحَسۡرَتَنَا عَلٰی مَا فَرَّطۡنَا فِیۡہَا ۙ وَ ہُمۡ یَحۡمِلُوۡنَ اَوۡزَارَہُمۡ عَلٰی ظُہُوۡرِہِمۡ ؕ اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوۡنَ ﴿۳۱﴾ وَ مَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَاۤ اِلَّا لَعِبٌ وَّ لَہۡوٌ ؕ وَ لَلدَّارُ الۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ لِّلَّذِیۡنَ یَتَّقُوۡنَ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۳۲﴾ قَدۡ نَعۡلَمُ اِنَّہٗ لَیَحۡزُنُکَ الَّذِیۡ یَقُوۡلُوۡنَ فَاِنَّہُمۡ لَا یُکَذِّبُوۡنَکَ وَ لٰکِنَّ الظّٰلِمِیۡنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ یَجۡحَدُوۡنَ ﴿۳۳﴾ وَ لَقَدۡ کُذِّبَتۡ رُسُلٌ مِّنۡ قَبۡلِکَ فَصَبَرُوۡا عَلٰی مَا کُذِّبُوۡا وَ اُوۡذُوۡا حَتّٰۤی اَتٰہُمۡ نَصۡرُنَا ۚ وَ لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ ۚ وَ لَقَدۡ جَآءَکَ مِنۡ نَّبَاِی الۡمُرۡسَلِیۡنَ ﴿۳۴﴾

بے شک خسارہ میں پڑے وہ لوگ جنہوں نے اللہ سے ملنے کی تکذیب کی۔ یہاں تک کہ جب وہ معین وقت ان پر دفعۃً آ پہنچے گا کہنے لگیں گے کہ ہائے افسوس ہماری کوتاہی پر جو اسکے بارے میں ہوئی اور حالت انکی یہ ہوگی کہ وہ اپنے بار اپنی کمر پر لادے ہوں گے۔ خوب سن لو کہ بری ہوگی وہ چیز جس کو لادیں گے اور دنیوی زندگی تو کچھ بھی نہیں بجز لہو ولعب کے اور پچھلا گھر متقیوں کیلئے بہتر ہوگا کیا تم سوچتے سمجھتے نہیں ہو۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کو ان کے اقوال مغموم کرتے ہیں۔ سو یہ لوگ آپ کو جھوٹا نہیں کہتے لیکن یہ ظالم تو اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں اور بہت سے پیغمبر جو آپ سے پہلے ہوئے ہیں انکی بھی تکذیب کی جا چکی ہے سو انہوں نے اس پر صبر ہی کیا کہ انکی تکذیب کی گئی اور انکو ایذائیں پہنچائی گئیں۔ یہاں تک کہ ہماری امداد ان کو پہنچی اور اللہ کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور آپ کے پاس بعض پیغمبروں کے بعض قصص پہنچ چکے ہیں ۞

تفسیر: ربط: اوپر منکرین بعث کی وعید مذکور ہے آگے بھی سب کا تتمہ ہے۔

تتمہ سابق: قَدۡ خَسِرَ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِلِقَآءِ اللّٰہِ ؕ (الی قولہ تعالی) اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوۡنَ بیشک (سخت) خسارہ میں پڑے وہ لوگ جنہوں نے اللہ سے ملنے کی (یعنی قیامت میں زندہ ہو کر خدا کے روبرو پیش ہونے کی) تکذیب کی (خسارہ کا بیان اوپر بھی آ چکا ہے اور آگے بھی آتا ہے اور یہ تکذیب تھوڑے ہی دنوں رہے گی) یہاں تک کہ جب وہ معین وقت (یعنی قیامت کا دن مع مقدمات) ان پر دفعۃً (بلا اطلاع) آ پہنچے گا (اس وقت سارے دعوے تکذیب کے ختم ہو جائیں گے اور الٹے) کہنے لگیں گے کہ ہائے افسوس ہماری کوتاہی (اور فروگذاشت) پر جو اس (قیامت) کے بارہ میں (ہم سے) ہوئی (وہ فروگذاشت یہ ہے کہ قیامت کی تکذیب کی جو کہ اس کے حق کا ضائع کرنا ہے) اور حالت اُن کی یہ ہوگی کہ وہ اپنے (گناہ وکفر کا) بار اپنی کمر پر لادے ہوں گے (یعنی اُن کے وبال وعذاب میں زیر بار ہوں گے) خوب سن لو کہ بری ہوگی وہ چیز جس کو (اپنے اوپر) لادیں گے (کیونکہ اس کا انجام برا ہوگا کہ عذاب ہے) **ف**: اگرچہ تکذیب ان کے مرنے ہی کے وقت ختم ہو جاوے گی لیکن قیامت کو اسی لئے غایت قرار دیا کہ اس روز پورا انکشاف ہو جاوے گا اور صاحب کشاف نے کہا ہے کہ وقت موت کا بھی مقدماتِ قیامت میں سے ہے اس لئے وہ بھی حکماً داخل ساعت ہے۔ احقر نے اثنائے ترجمہ میں اس طرف بھی اشارہ کر دیا ہے۔

ربط: اوپر کفار کا جو قول تھا اِنۡ ہِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنۡیَا اس کا جواب اس طرح دیا تھا کہ بعث یعنی حیات اخروی ثابت ہے آگے اس سے ترقی فرماتے ہیں کہ ثابت بھی ایسی ہے کہ اس کے سامنے حیاتِ دنیوی مثل غیر ثابت کے ہے۔

عدم اعتداد حیاتِ دنیویہ بمقابلہ حیاتِ اُخرویہ: وَ مَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَاۤ اِلَّا لَعِبٌ وَّ لَہۡوٌ ؕ (الی قولہ تعالی) اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ اور دنیوی زندگانی (جس میں کفار نے حیات کو منحصر سمجھ رکھا ہے اس کے اشغال) تو کچھ بھی نہیں بجز لعب اور لہو کے (بوجہ غیر نافع وغیر باقی ہونے کے) اور پھر پچھلا گھر (یعنی آخرت جس کا کفار انکار کر رہے ہیں اور باقی اور) متقیوں کے لئے بہتر (یعنی نافع تو وہی) ہے کیا (اے منکرین باوجود قیام دلائل کے) تم سوچتے سمجھتے نہیں ہو (کہ اس کو مان کر اس کے لئے سامان کرو کہ وہ ایمان اور اعمال ہیں) **ف**: خود حیاتِ دنیویہ کو لہو ولعب فرمانا مقصود نہیں بلکہ اس کے ان اشغال واعمال کو کہ آخرت کے لئے نہ موضوع ہیں نہ معین ہیں تو اس قید سے طاعات اور مباحات معین طاعات سب نکل گئے اور مباحات لایعنی اور معاصی سب داخل رہ گئے گو ایسے مباحات میں گناہ نہ ہو لیکن بے سود اور فانی الاثر تو ہیں اور لہو ولعب کے معنی اہل لغت نے متقارب جیسا کہ تقریر ترجمہ میں اس طرف اشارہ بھی کر دیا ہے بلکہ متحد ہی لکھے ہیں صرف فرق اعتباری ہو سکتا ہے وہ یہ کہ غیر نافع امر میں مشغول ہونے کے دو اثر ہیں ایک خود اس کی طرف متوجہ ہونا دوسرے اس توجہ کی وجہ سے نافع امور سے بے توجہی ہو جانا وہ امر اول اعتبار سے لعب کہلاتا ہے اور دوسرے اعتبار سے لہو کذا فی الروح۔

ربط: اوپر کی آیات میں کفار کے بعض اقوال کفریہ مذکور ہیں جیسے: اِنۡ ہٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیۡرُ الۡاَوَّلِیۡنَ اور اِنۡ ہِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنۡیَا اور جیسے ابوجہل کا یہ کہنا جو کہ

سبب نزول آیت کا ہے کہ ہم آپ کو جھوٹا نہیں سمجھے لیکن آپ جو دین اور کتاب لائے ہیں اس کو جھوٹا سمجھتے ہیں رواہ الترمذی پس ان اقوال سے آپ کو صدمہ اور رنج پہنچاتا تھا۔اللہ تعالیٰ آگے آپ کی تسلی فرماتے ہیں۔

تسلیہ رسول اللہ ﷺ: قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِیْ يَقُوْلُوْنَ (الی قولہ تعالی) وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِیْ الْمُرْسَلِیْنَ ہم خوب[۱] جانتے ہیں کہ آپ کو ان (کفار) کے اقوال مغموم کرتے ہیں سو (آپ غم میں نہ پڑیئے بلکہ ان کا معاملہ اللہ کے سپرد[۷] کیجئے کیونکہ) یہ لوگ (براہ راست[۸]) آپ کو جھوٹا نہیں کہتے لیکن یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا (عمداً[۹]) انکار کرتے ہیں (گو اس سے آپ کی تکذیب بھی لازم آتی ہے لیکن ان کا اصل مقصود آیات اللہ کی تکذیب ہے جیسا ان میں بعضے اس کے اقراری بھی ہیں پس جب اصل تکذیب ان کی آیات اللہ سے متعلق ہے تو انکا یہ معاملہ خدا کے ساتھ ہوا سو ہم خود ہی ان کو سمجھ لیں گے آپ اس غم میں کیوں پڑے) اور (وہ جو آپ کی تکذیب بواسطہ تکذیب آیات اللہ کے لازم آ گئی سو یہ کوئی نئی بات آپ کے ساتھ نہیں ہوئی بلکہ) بہت سے پیغمبر جو آپ سے پہلے ہوئے ہیں ان کی بھی تکذیب کی جا چکی ہے سو انہوں نے (بھی) اس پر صبر ہی کیا کہ ان کی تکذیب کی گئی اور (علاوہ تکذیب کے اور انواع انواع طریق سے) ان کو ایذائیں پہنچائی گئیں یہاں تک کہ ہماری امداد ان کو پہنچی (جس سے وہ غالب اور ان کے مخالفین مغلوب یا ہلاک ہو گئے اس[۱۰] وقت تک صبر ہی کرتے رہے اسی طرح آپ بھی صبر کیجئے) اور (اسی طرح صبر کرنے کے بعد آپ کو امدادِ الٰہی پہنچے گی کیونکہ) اللہ تعالیٰ کی باتوں (یعنی وعدوں) کا کوئی بدلنے والا نہیں (اور امداد کا وعدہ ہو چکا ہے جیسا فرمایا ہے: كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ اور آپ کے پاس پیغمبروں کے بعض قصص (قرآن میں) پہنچ چکے ہیں (جن سے اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا کی تصدیق و تحقیق ہو چکی ہے پس اخباراً بھی وقوعاً بھی ہر طرح یہ مضمون محقق ہے)

ف: حاصل مضمون تسلی دہی کا یہ ہوا کہ یہ جو آپ کی تکذیب کر رہے ہیں یہ واقع بوجہ اس کے کہ آپ مبلغ عن اللہ ہیں اللہ تعالیٰ کی اور اس کی آیات کی تکذیب کر رہے ہیں پس ظاہراً تو آپ کی تکذیب ہے اور حقیقۃً وقصداً اللہ تعالیٰ کی تکذیب ثانی کے اعتبار سے ہے کہ اپنے معاملہ میں خدا تعالیٰ خود ہی سمجھ لے گا اور آیت ثانیہ کا مضمون تکذیب اوّل کے اعتبار سے ہے کہ رسل کے معاملہ میں ہماری یہ عادت چلی آئی ہے اور اب بھی اس کا وعدہ ہے اور دونوں تسلیوں میں مضمون مشترک حق کا غلبہ اور باطل کا مغلوب ہونا ہے دنیا میں بھی آخرت میں بھی اور چونکہ یہی اصل مقصود تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس لئے اصل مایہ تسلی یہی مضمون مشترک ہے پس اس سے یہ لازم نہیں آیا کہ خبر اہلاک سے تسلی دینا مشعر اس امر کا ہے کہ آپ ان کا اہلاک چاہتے ہوں گے اور گو اس کا بھی مضائقہ نہیں مگر پھر بھی آپ کی شفقت ہی غالب تھی۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ الخ حقیقی معنی اس کے یہی ہیں کہ خود اعمال کو اپنی کمر پر لادیں گے اور یہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ اعمال بشکل اجسام متمثل ہو جاویں پس جب حمل علی الحقیقۃ ممکن ہے تو اس کو ترک نہ کریں گے اور بہت اہل سنت تجسم اعمال کے قائل ہیں پس اس تقریر پر آیت مسئلہ تمثل پر دال ہو گی ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: [۱] **قوله فی حتی** ختم ہو جاویں گے اشارة الى كون حتى للغاية للتكذيب لا للخسران ۱۲۔[۲] **قوله فی يحملون** حالت اشارة الى كون الجملة حالا عامله قالوا ۱۲۔[۳] **قوله فی على ظهورهم** یعنی ان کے اشارة كما فی الروح الى كونها استعارة تمثيلية والمراد بيان سوء حالهم وشدة ما يجدونه من المشقة والآلام والعقوبات العظيمة وذكر الظهور لان المعتاد الا غلب الحمل عليها كما فی كسبت ايديكم وفی ذلك ايضا اشارة الى مزيد ثقل المحمول وليس المقصود نفی الحقيقة كما يظهر من بعض الروايات فانه لا تعارض فی اثبات المجاز بالقران والحقيقة بالرواية ۱۲۔[۴] **قوله فی الحيوة** اشغال اشارة الى تقدير المضاف ای اعمال الحيوة الدنيا المخصوصة بها وذكر وجهه فی ف ۱۲۔[۵] **قوله فی افلا تعقلون** سوچتے سمجھتے اشارة الى تقدير المعطوف عليه ای الا تتفكرون فلا تعقلون ۱۲۔[۶] **قوله فی قد** خوب اشارة الى ما فی الكشاف انه بمعنى ربما للتكثير وفی الانتصاف كما فی قوله تعالٰى قد تعلمون اه قلت ويراد بالتكثير الكمال لاستحالة القلة والكثرة فی علمه تعالٰى ۱۲۔[۷] **قوله فی فانهم** سپرد کیجئے کیونکہ اشارة الى ان التعليل بقوله فانهم ليس لنعلم ولا ليحزنك لاستحالة الاول واستبعاد الثانی عن السياق بل لما يشعر به الكلام السابق ای فكل امرهم الى الله لانهم الخ من الروح ۱۲۔[۸] **قوله فی لا يكذبونك** براہ راست ای قصدا منهم فاندفع به ما اورد من انه كيف يصح وقوع احد التكذيبين وعدم الآخر مع التلازم بينهما وجودًا وعدمًا ۱۲۔[۹] **قوله فی يجحدون** عمداً فی الروح الجحود كالجحد نفی ما فی القلب ثباته او اثبات ما فی القلب نفيه وايراده للايذن بان الآيات من الوضوح بحيث يشاهد صدقها كل احد وان من ينكرها فانما ينكرها بطريق الجحود ۱۲۔[۱۰] **قوله**

فی توضیحاتہم اس وقت اشار الی ان حتی غایة لصبروا ۱۲۔

اختلاف القراءة: فی قراء ة لدار الآخرة بالاضافة من اضافة الموصوف الی الصفة عند من جوزها او بتقدیر الموصوف ای ولدار النشأة الآخرة عند من لم یجوزها ۱۲۔

فائدة عجیبة من الروح: قوله ولا مبدل وظاهر الآیة ان احدا غیره تعالٰی لا یستطیع ان یبدل کلمات الله عز وجل بمعنی ان یفعل خلاف ما دلت علیه ویحول بین الله عز اسمه وبین تحقیق ذلك واما انه تعالٰی لا یبدل فلا تدل علیه الآیة اه قلت وقد فرعت لما ظفرت به فانی قد کنت من قبل افسر به قوله تعالٰی ولن تجد لسنة الله تبدیلا فی جواب النیاجرة واعلم ان قول الروح فی هذه الآیة انه تعالٰی لا یبدل فلا تدل علیه الآیة لا یستلزم القول بالخلف الکلام بل المراد ان الآیة ساکتة عن ذلك وانما یفصح عن ذلك الآیات الاخرٰی ۱۲۔

النحو: بغتة مفعول مطلق ۱۲۔

البلاغة: قوله یٰحسرتنا نداء و مجازی و معناه تنبیه انفسهم لتذکیر اسباب الحسرة الساعة اللام للعهد سمیت بالساعة اما لقلته بالنسبة لما بعده من الخلود واما لسرعة الحساب فیه لقاء الله کنایة عن البعث ۱۲ فی الروح الا لعب ولهو والکلام من التشبیه البلیغ ای کاللعب اه قلت واذا قدر المضاف فلا حاجة الی القول بالتشبیه لان هذه الاعمال لاشك فی صدق اللهو واللعب علیها قوله للدار الأخرة خیر فی الروح وکان الظاهر وما الدار الآخرة الا جد وحق الا انه حق الا انه اقیم المسبب مقام السبب اه قلت ولما کان للعب واللهو یلزمه امر ان عدم الثبات وعدم النفع وکان الثبات والنفع فی الآخرة مخصوصا بالمتقین والثبات عاما للجمیع اشرت الی هذا المعنی بقوله باقی قبل ترجمة خیر ۱۲ قوله ولکن الظلمین فیه وضع المظهر موضع المضمر ۱۲۔ العربیة جحد یتعدی بنفسه وبالباء ۱۲۔

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؕ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰۤى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ ؕ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ؕ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۹﴾ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۰﴾ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ﴿۴۱﴾

اور اگر آپ کو ان کا اعراض گراں گزرتا ہے تو اگر آپ کو یہ قدرت ہے کہ زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں کوئی سیڑھی ڈھونڈ لو پھر کوئی معجزہ لے آؤ تو کر و اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو ان سب کو راہ پر جمع کر دیتا۔ سو آپ نادانوں میں سے نہ ہو جاؤ۔ وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو سنتے ہیں اور مردوں کو اللہ تعالیٰ زندہ کر کے اٹھائیں گے پھر سب اللہ ہی کی طرف لائے جائیں گے اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ان پر کوئی معجزہ کیوں نازل نہیں فرمایا گیا ان کے ربّ کی طرف سے آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کو بے شک پوری قدرت ہے اس پر کہ وہ معجزہ نازل فرمائیں لیکن ان میں اکثر بے خبر ہیں اور جتنے قسم کے جاندار زمین پر چلنے والے ہیں اور جتنی قسم کے پرند جانور ہیں کہ اپنے دونوں بازوؤں سے اڑتے ہیں ان میں کوئی قسم ایسی نہیں جو کہ تمہاری طرح کے گروہ نہ ہوں۔ ہم نے دفتر میں کوئی چیز نہیں چھوڑی پھر سب اپنے پروردگار کے پاس جمع کیے جائیں گے اور جو لوگ ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں۔ وہ تو بہرے گونگے ہو رہے ہیں۔ طرح طرح کی ظلمتوں میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں بے راہ کر دیں اور وہ جس کو چاہیں سیدھی راہ پر لگا دیں۔ آپ کہیے کہ اپنا حال تو بتلاؤ کہ اگر تم پر خدا کا کوئی عذاب آ پڑے یا تم پر قیامت ہی آ پہنچے تو کیا خدا کے سوا کسی اور کو پکارو گے۔ اگر تم سچے ہو بلکہ خاص

اسی کو پکارو۔ پھر جس کے لئے تم پکارو اگر وہ چاہے تو اس کو ہٹا بھی دے اور جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو ان سب کو بھول بھال جاؤ ۞

تفسیر: ربط: اوپر جناب رسول ﷺ کو کفار کے معاملات پر صبر کا امر فرمایا ہے چونکہ آپ کو کمال شفقت سے ان لوگوں کے ایمان لانے کی غایت درجہ کی حرص تھی اس لئے آپ چاہتے تھے کہ اگر معجزات واقعہ پر باوجود ان کے کافی ہونے کے یہ لوگ ایمان نہیں لاتے تو ان کے فرمائشی معجزات ہی واقع ہو جاویں شاید ایمان لے آویں اور اس اعتبار سے ان کا کفر دیکھ دیکھ کر صبر نہ آتا تھا اس لئے حق تعالیٰ آگے ان فرمائشوں کا عدم وقوع سنا کر صبر مذکور کی تاکید فرماتے ہیں اور رسالت کا ان فرمائشوں کے وقوع پر موقوف نہ ہونا جیسا کہ قادحین نبوت کا مقصود تھا مضمون صبر کے ذیل میں وَقَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ الخ سے ظاہر فرماتے ہیں پس اس میں تحقیق مسئلہ رسالت بھی ہے۔

تاکید صبر مامور بضمن تسلیۂ سابق: وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ (الی قولہ تعالی) وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ اور اگر آپ کو ان (منکرین) کا اعراض (اور انکار جو اوپر بھی مذکور ہوا ہے اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الخ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ الخ) گراں گذرتا ہے (اور اس لئے جی چاہتا ہے کہ ان کے فرمائشی معجزات ہی واقع ہو جاویں) تو اگر آپ کو یہ قدرت ہے کہ زمین میں (جانے کو) کوئی سرنگ یا آسمان میں (جانے کو) کوئی سیڑھی ڈھونڈ لو پھر (ان کے ذریعہ سے زمین یا آسمان میں جا کر وہاں سے) کوئی معجزہ (فرمائشی معجزوں میں سے) لے آؤ تو (بہتر ہے) کرو (یعنی ہم تو ان کی یہ فرمائشیں بوجہ عدم ضروریات اور بوجہ لزوم ضرر کے جو ابھی مذکور ہو چکا پوری نہیں کرتے اگر آپ یہی چاہتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح سے یہ مسلمان ہی ہو جاویں تو آپ اس کا انتظام کیجئے) اور اگر اللہ تعالیٰ کو (تکوینا) منظور ہوتا تو ان سب کو راہ (راست) پر جمع کر دیتا (اور لگا دیتا لیکن چونکہ یہ خود ہی اپنا بھلا نہیں چاہتے اللہ تعالیٰ کو تکوینا یہ منظور نہیں ہوا۔ پھر آپ کے چاہنے سے کیا ہوتا ہے) سو آپ (اس فکر کو چھوڑیئے اور) نادانوں میں سے نہ ہو جایئے (امر حق وہدایت کو تو) وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو (حق بات کو بقصد طلب حق) سنتے ہیں (سو ان کو حق تعالیٰ بھی ہدایت کی توفیق دے دیتے ہیں اور انہوں نے ایسا کیا نہیں پھر ہدایت کہاں ہو) اور (اگر اس اعراض وانکار کی پوری سزا ان کو دنیا میں نہ ملی تو کیا ہوا آخر ایک دن) مردوں کو اللہ تعالیٰ (قبروں سے) زندہ کر کے اٹھاویں گے پھر وہ سب اللہ ہی کی طرف (حساب کے لئے) لائے جاویں گے (اس وقت سب حقیقت کھل جاوے گی اور پوری سزا تجویز ہو جاوے گی) اور یہ (منکر) لوگ (براہ عناد) کہتے ہیں کہ (اگر یہ نبی ہیں تو) ان پر (ہمارے فرمائشی معجزات سے) کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل کیا گیا آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کو بے شک پوری قدرت ہے اس پر کہ وہ (ایسا) ہی معجزہ نازل فرما دیں لیکن ان میں اکثر (اس کے انجام سے) بے خبر ہیں (اس لئے درخواست کر رہے ہیں وہ انجام یہ ہے کہ اگر پھر بھی ایمان نہ لاویں گے تو سب ہلاک کر دیئے جاویں گے لقولہ تعالیٰ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ حاصل یہ ہے کہ ضرورت تو اس لئے نہیں کہ پہلے معجزات کافی ہیں لقولہ تعالیٰ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ الخ اور ہم جانتے ہیں کہ جیسے ان پر ایمان نہیں لائے ان پر بھی نہ لاویں گے لقولہ تعالیٰ وَمَا يُشْعِرُكُمْ الخ اور مزید برآں یہ ضرر ہے جو کہ مذکور ہوا اس لئے حکمت عدم نزول ان فرمائشی آیات کا ہے) ف: فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ فرمانا وعظ ومحبت کے طور پر ہے چنانچہ ترجمہ سے ظاہر ہے اور لفظ جہل یا جہالت سے ترجمہ کرنا بوجہ اس کے کہ ہمارے محاورہ میں یہ الفاظ تحقیر وتحمیق وتوبیخ کے لئے مستعمل ہیں موہم بے ادبی ہے اور اخیر آیت میں چونکہ دفع اعتراض ہے اس لئے اس کو بھی تسلیہ معترض علیہ میں دخل ہے ونیز اس میں تحقیق مسئلہ رسالت بھی ہے جیسا تمہید میں مذکور ہوا اور اکثر کا لفظ اسلئے کہا کہ بعضے مسلمان ہونے والے تھے۔

ربط: اوپر تاکید صبر وتسلیہ کے ضمن میں اشارہ سزائے کفر کے لئے اموات کا قیامت میں مبعوث ہونا جملہ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ میں ذکر فرمایا تھا آگے اسی بعث کی تاکید وتقریر کے لئے دواب وطیور کا محشور ہونا بیان فرماتے ہیں اور افادہ تاکید ظاہر ہے کہ تم تو مکلف اور مورد جزا وسزا ہو کیوں نہ محشور ہوتے امر حشر تو ایسا عام ہے کہ غیر مکلف بھی بمقتضا بعض حکمتوں کے اس سے مستثنیٰ نہ رہیں گے۔

تعمیم حشر کل خلائق: وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ (الی قولہ تعالی) ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ اور جتنے قسم کے جاندار زمین پر (خواہ خشک یا تر پر) چلنے والے ہیں اور جتنے قسم کے جانور ہیں کہ اپنے دونوں بازوؤں سے اڑتے ہیں ان میں کوئی قسم ایسی نہیں جو کہ (قیامت کے دن محشور ہونے کی صفت میں) تمہاری طرح کے گروہ نہ ہوں (اور گو یہ سب اپنی کثرت کی وجہ سے عرفاً بے انتہا ہوں لیکن ہمارے حساب میں سب منضبط ہیں کیونکہ) ہم نے (اپنے) دفتر (یعنی لوح محفوظ) میں کوئی چیز (کہ قیامت تک ہونے والی ہے بے لکھے) نہیں چھوڑی (سب کو لکھ لیا ہے گو اس کی بھی حاجت نہ تھی علم قدیم ہی کافی ہے لیکن لکھنے سے سب اشیاء کا منضبط ہو جانا عام افہام کے زیادہ قریب ہے جب سب منضبط ہیں پھر سب کو قیامت میں جمع کر لینا کیا مستبعد ہے۔ غرض اول سب کو حساب میں منضبط کر لیا گیا ہے) پھر (اس کے بعد اپنے وقت معین پر) سب (مذکورین انسان ودواب وطیور) اپنے پروردگار کے پاس جمع کئے جاویں گے۔ ف: اور حدیث شیخین میں ہے کہ اگر دنیا میں شاخدار بکری نے بے شاخ والی کو مارا ہوگا تو قیامت میں اس سے بدلہ لیا جاوے گا اور کمالین میں بروایت

ابن جریر وابن المنذر حضرت ابو ہریرہؓ سے مذکور ہے کہ اس کے بعد ان جانوروں کو حکم ہوگا کہ خاک ہو جاؤ اس وقت کافر تمنا کرے گا یٰلَیْتَنِیْ كُنْتُ تُرٰبًا۔ آہ آیت چونکہ اجمالاً یُحْشَرُوْنَ سے اس حدیث کے مضمون کی طرف مشیر ہے اس اشارہ کے اعتبار سے افادۂ تاکید مذکور فی التمہید میں اور قوت ہوگئی کہ جب غیر مکلفین بھی ایک گونہ جزا سے مستثنیٰ نہیں تو تم مکلفین کو تو کون چھوڑ دے گا پس منکرین بعث پر پورا احتجاج ہوگیا اور جاننا چاہئے کہ اس حدیث کے مضمون سے دواب وطیور کا مکلف ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ یہ بدلہ بوجہ ناراضی اللہ تعالیٰ کے نہ ہوگا بلکہ عدل خداوندی کے لئے ان کے اعمال میں تساوی وتماثل کا محفوظ رہنا دکھلا دیا جاوے گا اور تمہید میں جو بعض حکمتوں کا لفظ مبہم ہے اس کی تفسیر اس اظہار تماثل سے کرنا ممکن ہے۔

ربط: اوپر وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ اور اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ میں صبر وتسلیہ فرمایا گیا ہے آگے بھی اسی کی تاکید اسی غرض سے ہے چنانچہ جملہ اولیٰ وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا میں اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ کی اور جملہ ثانیہ وثالثہ مَنْ یَّشَاِ اللّٰهُ یُضْلِلْهُ وَمَنْ یَّشَاْ میں لَوْ شَآءَ کی تاکید ہے۔

تاکید مضمون صبر وتسلیہ سابق: وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا صُمٌّ (الی قولہ تعالی) عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اور جو لوگ ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں وہ تو (حق سننے سے) بہرے (جیسے) اور (حق کہنے سے) گونگے (جیسے) ہو رہے ہیں (اور اس بہرے گونگے ہونے سے) طرح طرح کی ظلمتوں میں (گرفتار) ہیں (کیونکہ ہر کفر ایک ظلمت ہے ان کا اعراض جو کہ صمم وعدم استماع کا حاصل ہے ایک کفر ہے ان کفریات کا بکنا جو کہ بکم سے مقصود ہے ایک کفر ہے اور یہ خود متعدد مرتبے ہوتا ہے اس لئے بہت سی ظلمتیں ہوگئیں مطلب یہ کہ استجابت کے لئے تو استماع کی حاجت ہے جیسا اوپر کہا گیا اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ الخ اور ان کا یہ حال ہے پھر ان سے استجابت کی کب توقع ہے بلکہ لامحالہ ظلمات ہی میں مبتلا ہوں گے پھر یہ کہ) اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں (بوجہ اعراض عن الحق کے) بے راہ کر دیں اور وہ جس کو چاہیں (اپنے فضل سے) سیدھی راہ (دین حق) پر لگا دیں (جیسا اوپر بھی کہا گیا ہے وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ پس ایسی حالت میں ان کی فکر میں پڑنا بے سود ہے سپرد بخدا کرنا چاہئے)

ربط: اوپر شروع سورت میں توحید کا اثبات اور شرک کا ابطال تھا آگے پھر اسی طرف ایک خاص طور پر عود ہے کہ خود مشرکین سے بعض سوالات کئے جاتے ہیں جن کے جواب میں شرک کا ابطال ہو جاوے گا جس میں اول سوال یہی اگلی آیت ہے اور دوسرا قُلْ اَرَءَیْتُمْ الخ آگے آتا ہے اور درمیان میں مقصود سوال اول کی تاکید وتقریب کا مضمون ہے جیسا ربط آئندہ میں اس کی تقریر آوے گی۔

عود بتوحید وابطال شرک بعنوان سوال: قُلْ اَرَءَیْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ (الی قولہ تعالی) وَ تَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ آپ (ان مشرکین سے) کہئے کہ (اچھا) اپنا (یہ) حال تو بتلاؤ کہ اگر تم پر خدا کا کوئی (ایسا) عذاب آپڑے (جیسا پہلی امتوں پر آب یا باد یا آتش یا خسف خاک وغیرہ سے آیا تھا) یا تم پر قیامت ہی آپہنچے (جس میں انواع انواع ہولیں ہوں گی) تو کیا (اس عذاب وہول کے ہٹانے کے واسطے) خدا کے سوا اور کو (اس وقت) پکارو گے اگر تم (دعوی اشراک میں) سچے ہو (تو چاہئے تو اس وقت بھی غیر اللہ ہی کو پکارنا لیکن ایسا ہرگز نہ ہو) بلکہ (اس وقت) تو خاص اسی کو پکارنے لگو (جیسا کہ اس سے کم مصیبت میں روزانہ ہوتا ہے) پھر جس (آفت) کے (ہٹانے کے) لئے تم (اس کو) پکارو اگر وہ چاہے تو اس کو ہٹا بھی دے (اور نہ چاہے تو نہ بھی ہٹاوے) اور جن جن کو تم (اب) شریک (الوہیت) ٹھہراتے ہو (اس وقت) ان سب کو بھول بھال جاؤ (پس اسی سے سمجھ لو کہ خدا کے سوا جب کوئی قادر مختار نہیں تو مستحق عبادت بھی اس کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا) **ف**: یہ جو فرمایا کہ اگر چاہے ہٹا دے تو دوسرے دلائل سے معلوم ہوگیا کہ عذاب دنیوی میں تو دونوں احتمال ہیں اور احوال قیامت میں سے طول موقف شفاعت کبریٰ سے موقوف ہو جاوے گا اور یہ شفاعت کبریٰ اہل موقف کی درخواست پر ہوگی اور کسی سے یہ کہنا کہ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو یہ بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کا ایک طریق ہے پس اس طول کا موقوف ہونا اس طرح سے دعاء الناس کا اثر ہوا اب یہ شبہ نہ رہا کہ کشف قرب قیامت میں ان لوگوں کی دعا کا کیا دخل ہوا اور دوسرے عذاب آخرت کے کفار سے نہ ٹلیں گے اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ احتجاج میں مقدمات کا مسلمہ ہونا چاہئے یہ مشرکین قیامت کے کب قائل تھے جواب یہ ہے کہ احتجاج وقوع قیامت سے نہیں کیا گیا بلکہ اس کے فرض وقوع سے کیا گیا اور فرض ہر ممکن کا ممکن ہے اور ان کے ابطال دعویٰ کے لئے یہ فرض بھی کافی ہے کیونکہ خفیف آفات میں ان کا مخلص ہو جانا ان کو اس جواب کی گنجائش نہیں دیتا کہ ہاں ہم اس وقت اپنے الٰہی کو پکاریں جیسا کہ ظاہر ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَیْكَ الخ اس میں نص ہے کہ ارادۂ عبد سے مراد کا تخلف ہو سکتا ہے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ سے بھی پھر کسی شخص کے متعلق یہ عقیدہ اہل غلو کا کیسا صحیح ہو سکتا ہے کہ اس کی دعاء کا قبول ہونا لازم ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله قبل فتاتيهم** وہاں سے **اشار به الى ان تقدير الكلام هكذا فتاتيهم منهما كذا فى الروح ۱۲۔ ۲؎ قوله فى باية**

بہتر ہے کرو اشارة الی حذف الجواب ای فافعل ۱۲۔ ۳؎ قوله فی لو شاء تکوینا لان الارادة التشریعیة التی من لوازمها المشروعیة لا الحصول الحسی قد وقعت ۱۲۔ ۴؎ قوله فی الارض خشک یا تر فشمل الحیتان وامثالها ۱۲۔ ۵؎ قوله فی دابة وطائر قسم اشارة الی ان النکرة العامة لیس عمومها فردیا بل جنسیا او نوعیا لیصح حمل الامم علیها ۱۲۔ ۶؎ قوله فی امثالکم محشور ہونے میں اورده فی الکبیر قولا خامسا وهو الراجح عندی بقرینة المقام وبتائید الحدیث ۱۲۔ ۷؎ قوله قوله فی الکتب اپنے دفتر میں فاللام للعهد ۱۲۔ ۸؎ قوله هناك قیامت تک کما ورد فی الدر المنثور عن ابی هریرة قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ان اول شئی خلق الله القلم ثم النون وهی الدواة ثم قال له اکتب قال ما اکتب قال ما کان وما هو کائن الی یوم القیامة کذا فی المرقاة فما ورد الی الابد المراد به الی یوم القیامة فلا یرد ان الخلود ابدی فکیف یحصر الکتاب المتناهی الاشیاء الغیر المتناهیة ولا یلزم من عدم اشتمال اللوح واقعات الآخرة عدم کونها مضبوط بطریق آخر ۱۲۔ ۹؎ قوله فی ثم اس کے بعد فثم علی معناها الظاهری لان الحشر لا محالة متاخر عن الاحصاء الکتابی ۱۲۔ ۱۰؎ قوله فی صم جیسے اشارة الی التشبیه البلیغ فی الکلام ۱۲۔ ۱۱؎ قوله فی الظلمٰت اس بہرے گونگے ہونے سے اشارة به الی وجه ترك العاطف فی قوله فی الظلمٰت حاصله ان کونهم فی الظلمٰت مسبب عن الصم والبکم ولا یذکر العاطف بین السبب والمسبب ۱۲۔ ۱۲؎ قوله فی صدیقین تو چاہئے الخ اشارة الی کون الجواب محذوفا ان کنتم صادقین فی دعوٰکم فمقتضاه ان تدعوهم ح لکنکم لا تدعونهم قط بل ایاه الخ ۱۲۔

اللغات: النفق هو السرب له مخلص الی مکان السلم مرقاة اخذا من السلامة لانه الذی یسلمك الی المصعد الاستجابة بمعنی الاجابة کذا فی الروح ۱۲۔

النحو: قوله ارء یتکم فی حاشیة البیضاوی للعصام عن التفتاز انی انما وضع الاستفهام عن العلم موضع الاستخبار لانه لا یخبر عن الشیء الا العالم به فوضع السبب موضع المسبب واستعملوا ارایت فی معنی اخبر ووجه کون ارایت بمعنی اخبرونی مع افراد الفاعل ان الخطاب عام یشمل المخاطب والمتعددة قال البیضاوی الکاف حرف خطاب اکد به الضمیر لا محل له من الاعراب والفعل معلق وفیه قرأ نافع بتسهیل الهمزة الثانیة والکسائی بحذفها ۱۲۔

البلاغة: فی الروح قوله اعراضهم لعل التعبیر بالاعراض دون التکذیب مع قوله تعالٰی ولقد کذبت لتهویل امر التکذیب قوله تبتغی فی الروح ایثار الابتغاء علی الاتخاذ ونحوه للایذان بان ما ذکر من النفق والسلم مما لا یستطیع ابتغائه فکیف باتخاذه قوله یرجعون فی ایراده مبنیا للمفعول اشعار بانهم یحضرون قترا وان لم یشاء وا ۱۲۔ قوله الی ربهم فی الروح الضمیر للامم وصیغة جمع العقلاء لاجرائها مجراهم والتعبیر عنها بالامم قوله فی الارض ویطیر هذان الوصفان لزیادة التعمیم ای لا یعتبر خصوصیة ما فیهما انما یعتبر کونهما دابة وطائرا ولم یقل فی طائر یطیر فی السماء کما هو مقتضی المقابلة لانه لا یفید العموم فان بعض الطیور لا یطیر فی السماء لخصمة من الروح ۱۲۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۵﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۷﴾

اور ہم نے اور امتوں کی طرف بھی جو کہ آپ سے پہلے ہو چکی ہیں پیغمبر بھیجے تھے۔ سو ہم نے ان کو تنگدستی اور بیماری سے پکڑا تا کہ وہ ڈھیلے پڑ جائیں۔ سو جب ان کو ہماری سزا

پہنچی تھی۔ وہ ڈھیلے کیوں نہ پڑے لیکن ان کے قلوب تو سخت رہے اور شیطان ان کے اعمال کو ان کے خیال میں آراستہ کر کے دکھلاتا رہا۔ پھر جب وہ لوگ ان چیزوں کو بھولے رہے جن کی ان کو نصیحت کی جاتی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کشادہ کر دیئے حتیٰ کہ جب ان چیزوں پر جو کہ ان کو ملی تھیں وہ خوب اترا گئے ہم ان کو دفعۃً پکڑ لیا۔ پھر تو وہ بالکل حیرت زدہ رہ گئے۔ پھر ظالم لوگوں کی جڑ کٹ گئی اور اللہ کا شکر ہے جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔ آپ کہئے کہ یہ بتلاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری شنوائی اور بینائی بالکل لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر کر دے تو اللہ کے سوا کوئی معبود ہے۔ کہ یہ تم کو پھر دے دے۔ آپ دیکھئے تو ہم کس طرح دلائل کو مختلف پہلوؤں سے پیش کر رہے ہیں پھر یہ اعراض کرتے ہیں۔ آپ کہئے کہ یہ بتلاؤ کہ اگر تم پر اللہ کا عذاب آ پڑے خواہ بے خبری میں یا خبرداری میں تو کیا بجز ظالم بندوں کے اور بھی کوئی ہلاک ہوگا ۞

تفسیر ربط: اوپر مشرکین پر وقوع عذاب فرض کر کے اس بناء پر ان کے دعویٰ شرک کو باطل کیا گیا تھا آگے اس فرض کا غیر مستبعد ہونا ثابت کرنے کے لئے بعض امم سابقہ کا معذب وہالک ہونا بیان فرماتے ہیں تاکہ مخاطبین کو اس فرض کے غلط کہنے کی گنجائش نہ ہو اور اس ہلاکت کا ذکر بھی ایک خاص طور سے فرمایا ہے جس سے کفار موجودین کے منشاء انکار کا جواب بھی ساتھ ساتھ ہو جاوے کیونکہ بڑا منشاء انکار کا یہ ہوتا ہے کہ بعض مصائب آ آ کر ٹل جاتے ہیں تو نادان کو دھوکا ہوتا ہے کہ یہ سزائے اعمال نہ تھی ورنہ ٹلتی نہیں اسلئے سنا دیا کہ ان ہالکین کی دار و گیر کی ترتیب بھی یہی ہوئی تھی کہ اول نزول بلیات ہوا کہ تضرع کریں پھر استدراجاً نزول نعم فرمایا گیا جب خوب کفر بڑھ گیا پھر ہلاک کر دیئے گئے تو تم بعض بلیات کے ٹلنے سے دھوکا مت کھانا۔

ذکر ہلاکت بعض کفار سابقین بترتیب عجیب: وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ (الی قولہ تعالی) وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ اور ہم نے اور امتوں کی طرف بھی جو کہ آپ سے پہلے (زمانہ میں) ہو چکی ہیں پیغمبر بھیجے تھے (مگر انہوں نے ان پیغمبروں کو نہ مانا) سو ہم نے ان کو (اس تکذیب پر) تنگدستی اور بیماری سے پکڑا تا کہ وہ ڈھیلے پڑ جاویں (اور اپنے کفر و تکذیب سے توبہ کر لیں) سو جب ان کو ہماری (طرف سے) سزا پہنچی تھی وہ ڈھیلے کیوں نہ پڑے (کہ ان کو جرم معاف ہو جاتا) لیکن ان کے قلوب تو (ویسے ہی) سخت (کے سخت ہی) رہے اور شیطان ان کے اعمال (کفریہ سابقہ) کو ان کے خیال میں (بدستور) آراستہ (و مستحسن) کر کے دکھلاتا رہا پھر جب وہ لوگ (بدستور) ان چیزوں کو بھولے (اور چھوڑے) رہے جن کی ان کو (پیغمبروں کی جانب سے) نصیحت کی جاتی تھی (یعنی ایمان و اطاعت) تو ہم نے ان پر (از قسم اسباب عیش و عشرت) ہر چیز کے دروازے کشادہ کر دیئے (یعنی خوب نعمت و ثروت دی) یہاں تک کہ جب ان چیزوں پر جو کہ ان کو (اسباب نعمت میں سے) ملی تھیں وہ خوب اترا گئے (اور غفلت اور مستی میں ان کا کفر خوب بڑھ گیا اس وقت) ہم نے ان کو دفعۃً (کہ ان کو گمان بھی نہ تھا) پکڑ لیا (اور عذاب شدید نازل کیا جیسا کہ قرآن کے اور مواقع میں ان قصوں کی تفصیل ہے) پھر تو وہ بالکل حیرت زدہ رہ گئے (کہ کیا ہوگا) پھر (اس عذاب سے) ظالم (کافر) لوگوں کی جڑ (تک) کٹ گئی (یعنی بالکل ہلاک ہو گئے) اور اللہ کا شکر ہے جو تمام عالم کا پروردگار ہے (کہ ایسے ظالموں کا پاپ کٹا جن کے ہونے سے نحوست ہی پھیلتی)

ف: مطلب یہ کہ اسی طرح یہ مشرکین اپنی حالت پر مغرور ہو کر بے فکر نہ رہیں۔

ربط: اوپر جو آیت: قُلْ أَرَأَيْتَكُمْ الخ آئی ہے جو ارتباط اس کا ہے وہی آیت آئندہ قُلْ أَرَأَيْتُمْ الخ کا ہے جس کی تقریر آیت موصوفہ کی تمہید میں گزر چکی۔

ابطال شرک بعنوان سوال دیگر: قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَخَذَ اللَّهُ سَمْعَكُمْ (الی قولہ تعالی) انظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُونَ آپ (ان سے یہ بھی) کہئے کہ یہ بتلاؤ اگر اللہ تعالیٰ (عذاب نہ نازل فرماوے نہ سہی لیکن) تمہاری شنوائی اور بینائی بالکل لے لے (کہ نہ تم کو سنائی دے اور نہ دکھائی دے) اور تمہارے دلوں پر مہر کر دے (کہ تم دل سے کسی چیز کو نہ سمجھ سکو) تو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود ہے کہ یہ (چیزیں) تم کو پھر دے دے (جب تمہارے اقرار سے بھی کوئی ایسا نہیں پھر کیسے کسی کو مستحق عبادت سمجھتے ہو) آپ دیکھئے تو ہم کس (کس) طرح دلائل (توحید) کو مختلف پہلوؤں سے پیش کر رہے ہیں پھر (بھی ان کا یہ حال ہے کہ) یہ (ان دلائل میں فکر کرنے اور ان کے نتیجہ کے تسلیم کرنے سے) اعراض (اور بے رخی) کرتے ہیں۔

ربط: اوپر آیات: وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا الخ میں جو کہ آیت سابقہ أَرَأَيْتَكُمْ اور آیت لاحقہ أَرَأَيْتُمْ کی تاکید و تقریب کے لئے ہیں امم سابقہ کا ہلاک ہونا بقصد ان کی تنبیہ کے بیان فرمایا آگے علت ہلاک یعنی ظلم کے اشتراک سے بعنوان سوال اس تنبیہ کی مع تنبیہ اختصاص اس عذاب کے ان کے ساتھ تصریح ہے۔

تنبیہ مشرکین بر عذاب و اختصاص آں: قُلْ أَرَأَيْتَكُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ بَغْتَةً أَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الظَّالِمُونَ آپ (ان سے) کہئے کہ یہ بتلاؤ اگر تم پر اللہ کا عذاب آ پڑے خواہ بے خبری میں یا خبرداری میں تو کیا بجز ظالم (اور کافر) لوگوں کے (اس عذاب و غضب سے) اور کوئی بھی ہلاک کیا جاوے گا (یعنی وہ عذاب ہوگا بوجہ ظلم کے جیسا امم سابقہ پر بھی اسی وجہ سے ہوا ہے لقولہ تعالیٰ: فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا سو لامحالہ ظالموں ہی کے ساتھ خاص

ہوگا اور ظالم تم ہو پس خاص تم پر ہی پڑے گا اور مؤمنین بچے رہیں گے۔لقولہ تعالیٰ :حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ سوتم کو متنبہ ہونا چاہئے اور مرگ انبوہ جشنے دارد کا سہارا بھی چھوڑ دینا چاہئے۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ :فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ الخ الخ یعنی ان کو استدراجاً نعمتیں عطا فرمائیں اور اسی کی نظیر اس شخص کا حال ہے جس کا باوجود معصیت کے حال اور ذوق باقی رہے یہ اس کے لئے استدراج ہوتا ہے (جس پر بعض جہال فخر کرتے ہیں کہ ہماری نسبت کیسی قوی ہے)۔

ملحقات الترجمۃ: ١ قوله قبل فاخذناهم نہ مانا اشارة الى تقدير فكذبوا ففى الكلام ايجاز ۱۲۔٢ قوله فى فاخذناهم اس تکذیب فهى العلة و التضرع هى الحكمة فلامنافاة ۱۲۔٣ قوله فى نسوا چھوڑے اشارة الى التفسير ۱۲۔٤ قوله فى ختم کسی چیز کو اشار الى ان هذا الختم ليس بالختم المخبر عن اثباته فى الآية الاخرىٰ فان ذلك عن الايمان وذاك عن مطلق التعقل ۱۲۔٥ قوله فى به یہ چیزیں فالضمير بتاويل الماخوذ المختوم او المذكور ۱۲۔٦ قوله فى بغتة بے خبری اخترت هذين العنوانين ليظهر المقابلة بينهما لفظًا وانما لم يقل فى النظم الكريم خفية لان الاخفاء لا يناسب شانه تعالىٰ والمقابلة بين الشيء والقريب من مقابله كثيرة فى الفصيح ومنه قوله صلى الله عليه وسلم بشرا ولا تنفرا ۱۲۔٧ قوله فى يهلك اس عذاب وغضب اشار به الى ان مطلق الاهلاك لا ينافى الايمان بل ينافيه الاهلاك بذلك العذاب الغضبى المختص بالكفار ويعلم كون العذاب كذلك بالقرائن القولية العقلية والسمعية ۱۲۔

اللغات: فى القاموس ابلس تحير ويئس والدابر آخر كل شئى والاصل۔ صدف اعرض كذا فى القاموس ۱۲۔

البلاغۃ: قوله لو لا فى الروح الجمهور حملوه على التوبيخ والتنديم وهو يفيد الترك وعدم الوقوع ولذا ظهر الاستدراك والعطف فى قوله تعالىٰ ولكن قست ولما كان التضرع ناشيا من لين القلب كان نفيه فيه فكانه قيل فما لانت ولكن قست ۱۲۔ قوله فلما نسوا الخ فى الروح استشكل ذلك بانه لا يظهر وجه سببية النسيان لفتح ابواب الخير واجيب بان النسيان للاستدارج المتوقف على فتح ابواب الخير وسببية شيء لآخر تستلزم سببية لما يتوقف عليه وقيل انه مسبب عنه باعتبار غايته وهو اخذهم بغتة ۱۲۔ هل يهلك قال البيضاوى اى ما يهلك ولدلك صح الاستثناء۔

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۴۹﴾ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۵۵﴾ ع

اور ہم پیغمبروں کو صرف اس واسطے بھیجا کرتے ہیں کہ وہ بشارت دیں اور ڈرائیں پھر جو شخص ایمان لے آئے اور درستی کرلے سو ان لوگوں پر کوئی اندیشہ نہیں اور نہ وہ مغموم

ہونگے اور جولوگ ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلا دیں ان کو عذاب لگتا ہے بوجہ اسکے کہ وہ دائرہ (ایمان سے) نکلتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں اور نہ میں تمام غیبوں کو جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف جو کچھ میرے پاس وحی آتی ہے اس کا اتباع کر لیتا ہوں۔ آپ کہئے کہ اندھا اور بینا کیا برابر ہوسکتا ہے۔ سو کیا تم غور نہیں کرتے اور ایسے لوگوں سے ڈرایئے جو اس بات سے اندیشہ رکھتے ہیں کہ اپنے رب کے پاس ایسی حالت میں جمع کئے جائیں گے کہ جتنے غیر اللہ ہیں نہ کوئی ان کا مددگار ہوگا اور نہ کوئی شفیع ہوگا۔ اس اُمید پر کہ وہ ڈر جائیں اور ان کو نہ نکالئے جو صبح و شام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں جس سے خاص اسکی رضا ہی کا قصد رکھتے ہیں۔ انکا حساب ذرا بھی آپ کے متعلق نہیں اور آپ کا حساب ذرا بھی ان کے متعلق نہیں کہ آپ انکو نکال دیں ورنہ آپ نامناسب کام کرنے والوں میں ہو جائیں گے اور اسی طور پر ہم نے ایک کو دوسروں کے ذریعہ سے آزمائش میں ڈال رکھا ہے تاکہ یہ لوگ کہا کریں کیا یہ لوگ ہیں کہ ہم سب میں سے ان پر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا ہے۔ کیا یہ بات نہیں کہ اللہ حق شناسوں کو خوب جانتا ہے اور یہ لوگ جب آپ کے پاس آئیں جو کہ ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو یوں کہہ دیجئے کہ تم پر سلامتی ہے تمہارے رب نے مہربانی فرمانا اپنے ذمے مقرر کر لیا ہے کہ جو شخص تم میں سے کوئی برا کام کر بیٹھے جہالت سے پھر وہ اس کے بعد توبہ کرے اور اصلاح رکھے تو اللہ کی یہ شان ہے کہ وہ بڑے مغفرت کرنے والے ہیں بڑی رحمت والے ہیں اور اسی طرح ہم آیات کی تفصیل کرتے رہتے ہیں اور تاکہ مجرمین کا طریقہ ظاہر ہو جائے ۞

تفسیر: ربط: اوپر آیت: وَقَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الخ میں کفار کے فرمائشی معجزات کی عدم ضرورت وقوع کے ضمن میں تحقیق مسئلہ رسالت کی تھی جیسا وہاں مذکور ہوا آگے منصب رسالت کے لوازم کے بعد مطلق ثبوت کی تبلیغ ہے اور غیر لوازم کہ تمام فرمائشوں کا پورا کرنا ہے بیان کرنے سے اسی مجموعی مضمون کی قدرے تفصیل مقصود ہے۔

لوازم و غیر لوازم رسالت: وَ مَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ (الی قولہ تعالی) لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اور ہم پیغمبروں کو (جن کی پیغمبری دلائل قاطعہ سے ثابت کر چکے ہیں) صرف اس واسطے (امم کی طرف) بھیجا کرتے ہیں کہ وہ (ایمان اور اطاعت کرنے والوں کو رضائے الٰہی کی) بشارت دیں اور (کفر و معصیت کرنے والوں کو ناخوشی خداوندی سے جس پر کبھی دنیا میں بھی اور آخرت میں ہمیشہ عذاب کا استحقاق مرتب ہوتا ہے) ڈرائیں (اور اس لئے نہیں بھیجتے ہیں کہ جو کچھ بھی ان سے واہی تباہی فرمائشیں کی جاویں وہ سب کو پورا کریں جیسا یہ منکرین محض براہ عناد درخواست کرتے ہیں) پھر (ان پیغمبروں کی تبشیر و انذار کے بعد) جو شخص ایمان لے آوے اور (اپنی حالت کی اعتقاداً و عملاً درستی کرے سو ان لوگوں پر (آخرت میں) کوئی اندیشہ (کی بات واقع ہونے والی) نہیں (گو یہ لوگ باقتضائے ایمان خدا تعالیٰ سے خوف کیا کرتے ہیں) اور نہ وہ (وہاں) مغموم ہوں گے اور جو لوگ (اس تبشیر و انذار کے بعد بھی) ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلا دیں ان کو (دنیا میں بھی کبھی اور آخرت میں تو ضرور ہی) عذاب لگتا ہے بوجہ اس کے کہ وہ دائرہ (ایمان) سے نکلتے ہیں (یعنی اصل کام پیغمبروں کا اور اس کام کا نتیجہ یہ ہے نہ کہ تمام فرمائشوں کا پورا کرنا پس اسی قاعدہ کے موافق یہ رسول بھی ہیں) آپ (ان لوگوں سے یہ قاعدہ سنانے کے بعد) کہہ دیجئے کہ (میں جو دعویٰ رسالت کا کرتا ہوں تو اس کے ساتھ) نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس (یعنی میری قدرت میں) خدا تعالیٰ کے (تمام مقدورات کے) خزانے ہیں (کہ جب مجھ سے کسی امر کی فرمائش کی جاوے اس کو اپنی قدرت سے ظاہر کر دوں) اور نہ میں (یہ کہتا ہوں کہ میں) تمام غیبوں کو (جو کہ معلوماتِ الٰہیہ ہیں) جانتا ہوں (جیسا کبھی کبھی براہ عناد اس قسم کی باتیں پوچھتے ہو کہ قیامت کب آوے گی مثلاً) اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں (جیسا کبھی براہ عناد یہ کہتے ہیں اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا یعنی کیا خدا تعالیٰ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے رسول فرشتہ ہونا چاہئے سو میں تو رسالت کے ساتھ ملکیت کا مدعی نہیں ہوں) میں تو صرف (رسول ثابت الرسالت بالدلیل ہوں میرا کام تو اتنا ہے کہ) جو کچھ میرے پاس وحی آتی ہے (جس میں خود عمل کرنا بھی آ گیا اور دوسروں کو تبلیغ کرنا بھی) اس کا اتباع کر لیتا ہوں (جیسا اور پیغمبروں کا بھی یہی قاعدہ تھا پھر ثبوت رسالت کے بعد یہ مہملات میرے سامنے کیوں پیش کئے جاتے ہیں) آپ (یہ تقریر دلپذیر سنا کر ان سے) کہئے کہ (یہ تو ظاہر ہے کہ) اندھا اور بینا کہیں برابر ہوسکتا ہے (جب یہ بات ٹھہری ہوئی ہے) سو کیا تم (آنکھوں والا بننا نہیں چاہتے اور اس تقریر مذکور میں) غور (کامل بقصد طلب حق) نہیں کرتے (کہ حق واضح ہو جاوے اور آنکھوں والوں میں داخل ہو جاؤ ورنہ یاد رکھو کہ اندھے ہی بنے رہوگے) اور (اگر اس پر بھی عناد سے باز نہ آویں تو ان سے مباحثہ موقوف کیجئے اور جو اصلی کام ہے رسالت کا یعنی تبلیغ اس میں مشغول ہو جایئے اور) ایسے لوگوں کو (کفر و معصیت پر عذاب الٰہی سے خاص طور پر) ڈرایئے جو (اعتقاداً یا احتمالاً) اس بات سے اندیشہ رکھتے ہیں کہ (قیامت میں) اپنے رب کے پاس (قبروں سے زندہ کرنے کے بعد) ایسی حالت سے جمع کئے جاویں گے کہ جتنے غیر اللہ (کفار کے زعم میں مددگار اور مستقل شفیع سمجھے جاتے) ہیں (اس وقت) نہ کوئی ان کا مددگار ہوگا اور نہ کوئی (مستقل) شفیع ہوگا (اور ایسے لوگوں کو) اس امید پر (ڈرایئے) کہ وہ (عذاب سے) ڈر جاویں (اور کفر و معصیت سے

بازآجاویں کیونکہ نہ ڈرنا کسی ولی وشفیع کے بھروسہ پر ہوتا ہے اور وہ معدوم ہے)

ف: حشر کے متعلق کل تین طرح کے آدمی ہیں ایک وہ جو جزماً اس کے ثبوت کے معتقد ہیں دوسرے وہ جو متردد ہیں آیت میں ان ہی دونوں جماعتوں کا ذکر ہے جن کی طرف احقر نے تقریر ترجمہ میں اس عبارت سے اشارہ کیا ہے اعتقاداً یا احتمالاً الخ تیسرے وہ جو جزماً اس کے منکر ہیں اور انذار گو ان کو بھی عام ہے جیسا اور آیات میں مصرح ہے لیکن یہاں مطلق انذار مراد نہیں بلکہ وہ انذار جس میں خاص اہتمام ہو سو یہ وہاں ہی ہوگا جہاں نفع متیقن یا متوقع ہو جیسا قسم اول وقسم دوم کا حال ہے بخلاف اس قسم سوم کے کہ بوجہ عدم توقع نفع ان کو انذار محض اتمام حجت کے لئے ہوگا توجہ کی ان میں بوجہ عناد کے قابلیت ہی نہیں اس لئے یہاں قسمین اولین کی تخصیص کی گئی جیسا بعض آیات میں بنابر تیقن نفع کے صرف قسم اول ہی کی تخصیص بھی ہے کقولہ تعالیٰ: اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ الخ اور احقر نے اثنائے ترجمہ میں جو لفظ خاص طور پر کہا ہے وہ اشارہ اسی تقریر کی طرف ہے اور غیر اللہ کی ولایت وشفاعت کی نفی کا تحقق دو طور پر ہوسکتا ہے ایک یہ کہ ان کا کوئی ولی اور شفیع نہ ہو یہ تو کفار کے لئے ہوگا دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کا ولی اور رسول اور دیگر مقبولین ان کے شفیع ہوں مگر غیر اللہ نہ ہو یہ مسلمانوں کے لئے ہوگا اور ولی میں تو غیر اللہ نہ ہونا ظاہر ہے اور شفیع میں مراد یہ ہے کہ من غیر اذن اللہ نہ ہو چنانچہ شفاعت مومنین کے لئے بالاذن ہوگی پس من دونہ دونوں کو شامل ہے من دون ذاته کو بھی اور من دون اذنہ کو بھی غرض غیر اللہ کی ولایت اور غیر مومنین کیلئے شفاعت مطلقاً منفی ہے اور اللہ کی ولایت اور مقبولین کی شفاعت مومنین کے لئے ثابت ہے اور آیت میں تین امر کی نفی کی گئی قدرۃ علی الخزائن علم غیب ملکیت اس کی ایک توجیہ کہ آیات مقترحہ کا جواب ہے تقریر ترجمہ میں مذکور ہے اور ایک سہل توجیہ یہ خیال میں آتی ہے کہ مقصود اس سے دفع استبعاد کفار کا ہو یعنی تم جو اقتراح آیات سے میری رسالت کی تکذیب کرتے ہو محض بے معنی ہے رسالت جس کا میں مع دلیل مدعی ہوں کوئی مستبعد امر نہیں ہے کسی امر عجیب وغریب مثل قدرۃ وعلم وملکیت مذکورہ کا تو میں مدعی نہیں جو اس کو مستبعد سمجھ کر انکار کرتے ہو جیسا سورۂ ہود میں نوح علیہ السلام کا قول ہے وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ۔

ربط: اوپر کی آیات میں لوازم منصب رسالت کے ساتھ کہ تبلیغ ہے مجملہ تین قسم کے آدمیوں کے جو اوپر **ف**: کے تحت میں مذکور ہیں معاندین کے لئے زیادہ فکر میں نہ پڑنا بلکہ انذار عام پر اکتفا کرنا اور مترددین اور طالبین کے لئے خاص توجہ فرمانا مذکور تھا آگے صرف طالبین کے حال پر اس توجہ مذکور مشترک سے بھی زیادہ خاص توجہ فرمانے کا ارشاد ہوتا ہے پس معاندین کے لئے تو تبلیغ عام ہوئی اور مترددین کے لئے خاص اور طالبین کے لئے اخص۔ سبحان اللہ کیا حکیمانہ عدل ہے اور سبب نزول ان آیات آئندہ کا یہ ہوا تھا کہ بعض روسائے کفار قریش نے بعض غرباء صحابہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہوا دیکھ کر تحقیراً کہا: اَهٰۤؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنْۢ بَیْنِنَا جس کا ترجمہ آگے آوے گا اور آپ سے عرض کیا کہ ہم ان لوگوں کے ساتھ ایک مجلس میں بیٹھنا گوارا نہیں کرتے اگر آپ ان کو ہٹادیں تو ہم آپ کے پاس آیا کریں اور بعض روایات میں ہے کہ ان سب نے یہ درخواست بواسطہ آپ کے چچا ابو طالب کے بھی پیش کی حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ایسا بھی کر دکھلایئے دیکھیں ان کا کیا مقصود ہے یعنی یہ راہ پر آتے ہیں یا نہیں اور بعض روایات میں آیا ہے کہ انہوں نے یہ درخواست کی تھی کہ جس وقت ہم آیا کریں اس وقت یہ لوگ اُٹھ جایا کریں جب ہم چلے جاویں اس وقت یہ آجایا کریں اور ایک روایت میں یہ ہے کہ انہوں نے کہا کہ اگر آپ ان کو ہٹادیں تو عجب نہیں ہم آپ کا اتباع کرلیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے اس درخواست کو منظور فرمالیا گو عمل نہیں ہونے پایا اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں جن کی ابتداء وانتہا ایک روایت میں وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ سے بِالشّٰكِرِیْنَ تک ہے اور ایک روایت میں اَنْذِرْ سے مجرمین تک ہے اور ایک روایت میں انذر سے شاکرین تک ہے اور ایک روایت میں اَنْذِرْ سے بِالظّٰلِمِیْنَ تک ہے اور ان میں کچھ تعارض نہیں اجتہاد رواۃ کے اختلف سے ایسا اختلاف سہل ہے اور مضر مقصود نہیں نیز ممکن ہے کہ بتدریج سب کا نزول ہوا ہو کسی نے بعض اجزاء کو بیان کردیا کسی نے مجموعہ کو غرض جب آیتیں نازل ہوئیں تو حضرت عمرؓ نے حاضر ہو کر اپنی رائے سے معذرت کی اس پر وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِیْنَ الخ کا نزول ہوا جس میں بشارت ہے قبول توبہ کی لقولہ تعالیٰ: مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ (الی قولہ تعالی) تَابَ الخ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان غرباء کو بلایا جب حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ یہ روایات لباب اور روح المعانی میں ابن حبان اور حاکم اور احمد اور طبرانی اور ابن ابی حاتم اور ابن جریر اور ابوالشیخ اور بیہقی اور ابن المنذر سے بروایت رواۃ مختلفہ منقول ہیں اور لَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ سے آخر تک کی مناسبت تو شانِ نزول سے ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے ہٹانے کی نہیں اور ان کے ساتھ ملاطفت کا امر اور ان درخواست کرنے والوں کی مذمت ان آیات کے مضامین ہیں لیکن اگر آیت وَاَنْذِرْ بِهٖ کا بھی اسی قصہ میں نزول ہو تو اس کی مناسبت قصہ سے اس طور پر ہے کہ آپ کو یہ بات بتلانا ہے کہ آپ کو جو اس درخواست کی منظور کا خیال ہوا تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان کو خاص اہتمام سے تبلیغ ہو جاوے گی سو ایسی خاص تبلیغ معاندین کے لئے بوجہ مفید نہ ہونے کے ضرور نہیں صرف تبلیغ عام کہ اتمام حجت کے لئے لازمہ نبوت ہے کافی ہے سو وہ بدوں مجلس

خاص کے بھی حاصل ہے اور تبلیغ خاص کا محل صرف خائفین ہیں خواہ اعتقاداً یا تردداً اس لئے آپ اس درخواست کی طرف کچھ التفات نہ کیجئے اس تقریر سے وجہ مناسبت خوب ظاہر ہوگئی اسی طرح آیات :قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ الخ کی مناسبت بایں معنی ہوگی کہ جب اَنْذِرْ بِهِ الَّذِیْنَ اور لَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ سے معلوم ہوگیا کہ تبلیغ خاص اوراخص کے محل خائفین اور مومنین ہیں نہ کہ معاندین تو بس ان معاندین کی اتنی مراعات ضروری نہیں بلکہ ان کے لئے تبلیغ عام کافی ہے جو کہ مدلول ہے قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ الخ کی یعنی ان سے صرف ایسے مضامین توحید ورسالت کے متعلق جو اِنِّیْ نُهِیْتُ اور اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ الخ کے مدلول میں زبانی کہہ دینا کہ مطلق مصداق قولی مصدر قل کا ہے کافی ہے اس تقریر پر اَنْذِرْ بِهِ سے بِالظّٰلِمِیْنَ تک ایک ہی مضمون متلاصق الاجزاء ہوگیا والحمد لله علی ما علم ؤ افهم اور جاننا چاہئے کہ اس منظوری سے آپ کی شان عصمت پر کوئی حرف نہیں آتا کیونکہ آپ کی منظوری کی بناء ان غرباء کی تحقیر نہ تھی بلکہ صرف ان روساء کی تالیف قلب بامید ہدایت تھی اور خود صحابہؓ کو بھی یہ بات معلوم تھی اس لئے ان کی دل شکنی بھی نہیں ہوئی تھی۔غرض یہ آپ کا اجتہاد تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اس اجتہاد پر عمل کرنے کی اجازت نہیں دی کیونکہ حق تعالیٰ کو علم غیب ہے کہ یہ تدبیر نافع نہ ہوگی اور لاتطرد سے شبہ وقوع طرد یا ارادۂ طرد کا نہ کرنا چاہئے کیونکہ نہی قبل وقوع بھی ہوتی ہے رہا احتمال[1] ارادہ کا تو تخصیص مجلس روساء کو مجازاً طرد سے تعبیر فرمایا ہے۔

تخصیص طالبین حق بمزید الطاف : وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ (الی قولہ تعالی) وَ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ وَلِتَسْتَبِیْنَ سَبِیْلُ الْمُجْرِمِیْنَ اور ان لوگوں کو (اپنی مجلس سے) نہ نکالئے (یعنی گو آپ کی نیت نکالنے کی نہ ہو مگر ان روسا کی درخواست پر کسی خاص وقت پر ان کی علیحدگی تجویز فرمانا ایسا ہی ناپسند ہے جیسے نکال دینا پس ان لوگوں کو علیحدہ نہ کیجئے) جو صبح وشام (یعنی علی الدوام بدوامٍ مناسب) اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں جس سے خاص اس کی رضا ہی کا قصد رکھتے ہیں (اور کوئی غرض مال یا جاہ کی نہیں یعنی ان میں عبادت کے ساتھ اخلاص کی صفت بھی ہے اور یہ مجموعہ مقتضی مزید الطاف کو ہے اور گو آپؐ کو ہر عبادت میں ان کے اخلاص باطنی کا جو کہ مقتضی اکرام کا جزو ہے علم ہر وقت نہ ہو مگر ان کا عبادت گزار ہونا تو امر ظاہر اور معلوم ہے اور اصل عبادت میں اخلاص ہے پس جب تک عدم اخلاص کی کوئی دلیل قائم نہ ہو اخلاص ہی کا گمان رکھنا چاہئے اور) ان (کے باطن) کا حساب (اور تفتیش) ذرا بھی آپ کے متعلق نہیں اور (یہ ان کی باطن کی تفتیش کا آپ سے متعلق نہ ہونا ایسا یقینی ہے جیسا کہ) آپ (کے باطن) کا حساب (اور تفتیش) ذرا بھی ان کے متعلق نہیں (غرضؐ ان کے باطن کی تفتیش قطعاً آپ کے متعلق نہیں) کہ آپؐ ان کو نکال دیں (یعنی اگر ان کے باطن کی تفتیش آپ کے متعلق ہوتی تو تحقق اخلاص کے قبل یا تحقق عدم اخلاص کے بعد طرد کی گنجائش تھی یعنی مقتضی طرد صرف ایک یہ امر ہو سکتا تھا جو یقیناً منفی ہے اور فقر جو کہ درخواست کنندوں کے نزدیک موجب طرد ہے وہ واقع میں موجب ہی نہیں پھر طرد میں جواز کا احتمال ہی نہیں چونکہ آپ مربی ہیں اس لئے مربی کو اپنے ماتحتوں کی تفتیش کرنا فی نفسہ محتمل تھا اور اس کا عکس یقیناً منفی ہے اس لئے محتمل کو متیقن کے ساتھ مساوی قرار دے کر اس کی نفی کی گئی کہ وہ بھی یقیناً منفی ہو جاوے) ورنہ (ایسی حالت میں ان کو علیحدہ کرنے سے) آپ نامناسب کام کرنے والوں میں ہو جاویں گے اور (ہم نے جو ان مومنین کو غریب اور ان کافروں کو رئیس بنا دیا ہے جو کہ ظاہر مقتضائے قیاس سے بعید ہے تو) اسی (عجیب) طور پر ہم نے (ان میں سے) ایک کو (یعنی کفار کو) دوسروں کے (یعنی مومنین کے) ذریعہ سے آزمائش میں ڈال رکھا ہے (یعنی حکمت اس میں امتحان ہے کفار کا) تاکہ یہ (کفار) لوگ (ان مؤمنین کی نسبت) کہا کریں (چہ خوش) کیا یہ لوگ ہیں کہ ہم سب میں سے (ان کو منتخب کر کے) ان پر اللہ تعالیٰ نے (اپنا) فضل کیا ہے (جیسا یہ کہتے ہیں مَنَّ اللّٰهُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ یعنی یہ جو اسلام کو فضل الٰہی سمجھ کر اپنے کو اس کا مورد قرار دیتے ہیں فضل الٰہی بھی ایسے بے سروسامانوں پر کہ بے سروسامانی ظاہراً علامت غیر مقبول ہونے کی ہے ہوا کرتا ہوگا یعنی نہ اللہ نے ان پر فضل کیا اور نہ اسلام کوئی فضل ہے ورنہ ان پر کیوںؑ ہوتا اس کے مستحق ہم تھے کہ ہماری خوشحالی علامت ہے محبوب عنداللہ ہونے کی اور کفار کا یہ غلط خیال مؤمنین کے فقر وفاقہ اور اپنی ثروت وجاہ سے پیدا ہوا پس دونوں حالتوں کا کفار کے لئے موجب امتحان ہونا ظاہر ہوگیا اور چونکہ اللہ تعالیٰ کو تو علم ہے ہی اس کو امتحان دوسروں کے اعتبار سے کہہ دیا گیا آگے ان کے اس طعن کا جواب ہے کہ) کیا یہ بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ حق شناسوں کو خوب جانتا ہے (ان غرباء نے منعم حقیقی کا حق پہچانا طلب حق میں لگ گئے دین حق وقبول عنداللہ سے مشرف کئے گئے اور ان روساء نے کفران کیا اس نعمت سے محروم رہے مدار کار اس پر ہے اس میں مسکنت وریاست کو کیا دخل) اور (اے محمد ﷺ جب یہ غرباء ایسے ہیں کہ عابد بھی ہیں اور مخلص بھی ہیں تو) یہ لوگ جب آپ کے پاس آویں جو کہ (صفات مذکورہ بالا کے ساتھ یہ صفت بھی رکھتے ہیں کہ) ہماری آیتوں پر (پورا) ایمان (بھی رکھتے ہیں تو ان سے بشارت سنانے کے لئے) یوں کہہ دیجئے کہ (ایک تو) تم پر (اللہ کی طرف سے ہر طرح کی آفات سے جو کفار پر آخرت میں پڑیں گی) سلامتی (اور امن) ہے (اور دوسرے تمہارے رب نے اپنے فضل ووعدے سے تمہارے حال پر) مہربانی فرمانا (اور تم کو نعمتیں دینا) اپنے ذمہ مقرر کر لیا ہے (اور وہ مہربانیؑ یہ ہے کہ جو شخص پہلے سے فرمانبردار ہے وہ تو مصرح ہی ہے اللہ تعالیٰ کا یہاں تک فضل ہے) کہ جو شخص تم میں سے کوئی

برا کام کر بیٹھے (جو کہ) جہالت سے (ہو جاتا ہے کیونکہ خلاف حکم امر کرنا عملی جہالت ہے مگر) پھر وہ اس کے بعد توبہ کر لے اور (آئندہ کو اپنے اعمال کی) اصلاح رکھے (اس[۵] میں یہ بھی آ گیا کہ اگر وہ توبہ ٹوٹ جاوے پھر توبہ کر لے) تو اللہ تعالیٰ کی یہ شان[۱۱] ہے کہ وہ (اس کے لئے بھی) بڑے مغفرت کرنے والے ہیں (کہ آفات وعقوبات معصیت سے بھی محفوظ رکھیں گے اور) بڑی رحمت والے ہیں (کہ نعمتیں طرح طرح کی دیں گے) اور (جس طرح ہم نے اس مقام پر مؤمنین اور کفار کے حال اور مآل کی تفصیل کر دی) اسی طرح ہم آیات کی (جو کہ دونوں طریق کے حال ومآل پر مشتمل ہوں) تفصیل کرتے رہتے ہیں (تا کہ مؤمنین کا طریقہ بھی ظاہر ہو جاوے) اور تا کہ مجرمین (یعنی کفار) کا طریقہ (بھی) ظاہر ہو جاوے (اور حق وباطل کے واضح ہونے سے طالب حق کو معرفت سہل ہو جاوے) **ف**: آیت میں چند سوال ہیں۔ایک سوال: یہ کہ جب آپ نے مؤمنین کا طرد نہیں فرمایا اور نہ ارادہ فرمایا جیسا تمہید میں مذکور ہوا تو آیت میں نہی کیوں فرمائی۔جواب: علیحدگی بمصلحت کو مجازاً طرد فرمایا جیسا اثنائے ترجمہ میں اس مجاز کی تقریر بھی کر دی بقولہ ایسا ہی ناپسند ہے الخ دوسرا سوال: جب طرد سے یہ مراد ہے تو یہ تو ظلم نہ تھا پھر فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ کیوں فرمایا۔ جواب: ظلم کے معنی لغوی یہ ہیں وضع الشئی فی غیر محلہ پس یہ خلاف اولیٰ کو بھی شامل ہے اثنائے ترجمہ میں اس طرف بھی اشارہ ہے بقولہ نامناسب کام۔تیسرا سوال: فَتَنَّا کی علت لِيَقُوْلُوْا فرمائی تو کیا کفار کا ایسا کلمہ کہنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقصود ہے۔ جواب: ہاں مقصود تکوینی ہے کیونکہ خلق قبائح میں بے شمار حکمتیں ہیں چنانچہ اس مقام پر امتحان ہی ایک حکمت ہے چوتھا سوال: آپ کو حکم ہوا ہے کہ جب اہل ایمان آویں تو یوں کہئے السلام علیکم الخ تو کیا آپ ہر حاضری پر ایسا فرماتے تھے۔ جواب: اذا عموم کے لئے نہیں اس لئے ہر بار فرمانا ضروری نہیں اور جب حاضری کے وقت آیت سنائی اس حکم کا امتثال ہو گیا اور آیت کا سنانا یقینی ہے۔ پانچواں سوال: کیا جو گناہ جہالت سے نہ ہو اس سے توبہ اور اس کی مغفرت نہیں ہوتی۔ جواب: یہ جہالت علمی نہیں عملی ہے جو ہر گناہ کے لئے لازم ہے جیسا روح میں حسن سے نقل کیا ہے کل من عمل معصیۃ فھو جاھل پس یہ قید واقعی ہے احترازی نہیں چھٹا سوال: ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ مغفرت کے لئے توبہ شرط ہے حالانکہ اہل حق کے نزدیک محض فضل سے بھی مغفرت محتمل ہے جواب: اس کا مدلول تائب کی مغفرت ہے نہ کہ غیر تائب کی عدم مغفرت اور بلاتوبہ مغفرت دوسرے نصوص مطلقہ سے ثابت ہے خوب سمجھ لو۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ الخ اس میں دو چیزوں کی نفی ہے ایک تو عبد سے خواص الوہیت قدرتِ کاملہ وعلم محیط کی نفی اور دوسرے بشر سے تنزہ عن البشریۃ کی نفی اور دو چیزوں کا اثبات ہے ایک عبدیت کا جس کے لوازم میں سے امتثال امر اور اتباع وحی ہے اور دوسری بشریت کا جس کے لوازم میں سے اکل وشرب وغضب ورضا ہے ۱۲۔قولہ تعالیٰ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ الخ اس میں مریدین کے بعض حقوق کا بیان ہے کہ ان کو بلا مصلحت دینیہ اپنے سے مطرود نہ کرے اور ان کے پاس مقید ہو کر بیٹھے اور ان کو سلامت ورحمت وقبول توبہ کی بشارت دے ۱۲۔

الحواشی: (۱) یعنی نہی ہوتی ہے محتمل الوقوع سے پس اس سے اقل درجہ احتمال تو ثابت ہوا جواب یہ دیا کہ یہ حقیقی معنی پر محمول نہیں کہ اس کا احتمال ہو بلکہ لا تطرد مجاز ہے تخصیص مجلس رؤساء سے فافہم ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قولہ فی المرسلین** جن کی پیغمبری دل علیہ عنوان الرسالۃ لانہا یتوقف علی الدلیل واثبات الشئی اثبات ما یتوقف علیہ فلیس المقصود بالآیۃنفی لزوم الآیات علی الرسالۃ مطلقاً بل نفی لزوم الآیات المقترحۃ وھو مدار الحصر فافہم کما اشرت الیہ بقولی فیما بعد اس لئے نہیں بھیجا کرتے ۱۲۔ ۲؎ **قولہ فی خزائن** مقدورات اشارۃ الی حذف المضاف کما فی الروح ۱۲۔ ۳؎ **قولہ فی لا اعلم** کہتا ہوں اشارۃ الی انہ عطف علی محل عندی باضمار القول بین لا واعلم لا بین الواو ولا لیکون المعنی واقول لا اعلم مع انہ غیر مقصود ۱۲۔ ۴؎ **قولہ فی انی ملک** کہتے ہو اشارۃ الی ان ھذہ الجملۃ ایضا جواب من بعض اقتراحاتہم فلا مس بالمقام بمبحث الترقی او التدلی فی الکلام من الالوھیۃ الی الملکیۃ وانما اعید القول فی الجملۃ الثالثۃ لانہا نوع آخر لعدم اختصاصہا باللہ تعالیٰ بخلاف الاولین من القدرۃ الکاملۃ والعلم المحیط فانہا مختصان باللہ تعالیٰ ۱۲۔ ۵؎ **قولہ فی افلا** جب یہ بات الخ اشارۃ الی ان الفاء لترتب وجوب الفکر علی کون البصیر اکمل فالفاء مقدم فی المرام ومؤخر فی الکلام عن الھمزۃ کما فی قولہ افکلما جاء کم رسول بما لا تھوی الخ تقدیرہ فکلما جاء کم استکبرتم کما صرحوا بہ ۱۲۔ ۶؎ **قولہ فی لیس** ایسی حالت اشارۃ الی ان قولہ لیس لھم فی حیز النصب علی الحالیۃ من یحشروا والعامل فیہ فعلہ ومن دونہ متعلق بمحذوف وقع حالا من اسم لیس لانہ فی الاصل صفۃ لہ فلما قدم علیہ انتصب علی الحالیۃ والمخوف منہ ھو الحال الاولی لان مطلق الحشر لا یخاف منہ انما المخوف منہ ھو فقدان الولی والشفیع بدون اذن اللہ واشرت الیہ بقولی فی آخر الترجمۃ کیونکہ نہ ڈرنا الخ والحال الثانیۃ قید واقعی کما یظہر من ترجمتی فالمقصود نفی ولا

يتهم وشفاعتهم لاختصاص الولاية والشفاعة بالله تعالىٰ بمعنى انه لا يكون لهم ولى الا الله الخ فان الانذار به غير مقصود كما هو ظاهر انما المقصود الانذار لفقدان الولى والشفيع المستعمل مطلقا فافهم وفهمته من الروح ۱۲۔ ۷ قوله فى الغداوة والعشى بدوام مناسب لان الدوام الحقيقى لا يمكن ۱۲۔ ۸ قوله قبل ما عليك گو آپ کو الخ اشارة الى فائدة جملة ما عليك الخ من الجواب عما عسى ان يتخيل ان مقتضى الاكرام هو المجموع ولا يحكم به ما دام الاخلاص مشكوكا فيه وكونه مشكوكا غير مشكوك فيه الا نادرا فى بعض الاوقات بالوحى او القرينة واشار اليه بقوله ہر وقت ولا يرد انه تعالىٰ لما اخبر عن اخلاصهم فلا معنى لكون الاخلاص غير مقطوع به ليحتاج الى نفى الحساب وجه عدم الورود ظاهر فان قوله يريدون لا يعم كل الاوقات وكل الاحوال وهو ظاهر ۱۲۔ ۹ قوله فى الحساب تفتیش هذا كما فى قوله عليه السلام وحسابهم على الله وقوله تعالىٰ ان حسابهم الا على ربى ۱۲۔ ۱۰ قوله غرض ان کے باطن الخ افاد باعادته ان جملة فتطرد مرتب على جملة ما عليك الخ وان الجملة الثانية لتقرير الاولى كما قرر فى الترجمة واما كونها منصوبة فى جواب مجموع النفى فلا يضر لان المقصود من هذا المجموع هو الجملة الاولىٰ فافهم ۱۲۔ ۱۱ قوله فى فتطرد کہ آپ ان کو لم يترجم بتقدير الشرط كما هو الشائع فى جوب النفى لانه خلاف المقصود بل المراد انتفاء لطرد لانتفاء حسابهم ضرورة انتفاء المسبب لانتفاء السبب كانه قيل ما يكون ذلك منك فيكف يقع منك طرد وهو احد معنيين فى مثل هذا التركيب اخذته من الروح ۱۲۔ ۱۲ قوله فى فتكون ورنہ ایسی حالت الخ اشار به الى كونه جوابا للنهى اى ان تطرد فتكون الخ وكلمة ورنہ لرعاية المحاورة الهنديه فى جواب النهى ۱۲۔ ۱۳ قوله فى توضيح اهؤلاء من الله کیوں ہوتا اشار بذالك الى ما فى الروح ان غرضهم انكارا لمن راسا على حد قولهم لو كان خيرا ما سبقونا اليه لا تحقير المنون عليهم مع الاعتراف بوقوعه بطريق الاعتراض على سبحانه وتعالىٰ ۱۲۔ ۱۴ قوله قبل انه من عمل وہ مہربانی اشارة الى البدل وقوله هناك فرمانبردار اشارة الى كونه مدلولا بالاونى ۱۲۔ ۱۵ قوله فى اصلح اس میں یہ بھی فلا يرد ان من تاب ثم عاد فينبغى ان لا يغفر له ۱۲۔ ۱۶ قوله فى فانه یہ شان اشارة الى انه منصوب على كونه خبر المبتدأ اى فشانه تعالىٰ انه الخ ۱۲۔ ۱۷ قوله فى ولتستبين تا کہ مومنین اشار الى الجملة المقدرة المعطوف عليها ۱۲۔

الروایات: فى الروح عن عبيد بن حميد ومسدود ابن جرير عن ماهان قال اتى قوم النبى صلى الله عليه وسلم فقالوا اصبنا ذنوبا عظاما فما رد عليه الصلوٰة والسلام عليهم شيئا فانصرفوا فانزل الله تعالىٰ الآية فدعاهم صلى الله عليه وسلم فقرأها عليهم اه قلت ويمكن ان تكون القصص كلها قد وقعت والله اعلم ۱۲۔

اختلاف القراءة: قوله انه من عمل فى قراء ة انه بالكسر استيناف قوله فانه فى قراء ة بالكسر ووجهه ظاهر قوله لتستبين فى قراء ة بالتاء ونصب السبيل على معنى ولتستوضح يا محمد سبيلهم وفى قراء ة بالياء والرفع على تذكير السبيل ۱۲۔ قرأ الكسائى وغيره يقض الحق بالضاد للعجمة من القضاء ولم يثبت الياء فى الخط اتباعاً للفظ ۱۲۔

الفقه: استدل بعضهم بقوله ان اتبع على انه صلى الله عليه وسلم لم يكن يجتهد والجواب ان الاجتهاد لما كان ما ذونا فيه بالوحى فاتباعه اتباع للوحى فافهم ۱۲۔

اللغات: الوجه اريد به الذات ومعنى ارادة الذات الاخلاص لها لاستحالة ظاهر معنى ارادة الذات فانها لا تتعلق الا بالممكنات

النحو: كذلك فتنا اى مثل ذلك الفتن البديع فتنا ۱۲۔ كذبتم به راجع الى البينة بتاويل الدليل والقرآن۔

البلاغة: قوله ان اتبع قال عصام لم يقل انى رسول تحاشيا عن دعوى الفضيلة صريحة كما هو داب المتواضعين المتحاشين عن التكبر اه قلت بخلاف الاخبار عن الاتباع فان الاتباع هو العبدية ۱۲۔ قوله يريدون فائدة الجملة التاكيد علة النهى ۱۲۔ قوله باعلم بالشكرين عدى بالباء لتضمين معنى الاحاطة ۱۲۔ قوله اذا جاء ك الذين يؤمنون فيه وضع المظهر موضع المضمر للدلالة على كونهم جامعين للدعاء والا رادة والايمان وانما اخر الايمان لما ان مدار الوعد لرحمة هو الايمان مطلقا وان قصر فيما سبق وتقديم خطابه صلى الله عليه وسلم فى الموضعين للتشريف وتخصيص استبانته سبيل المجرمين بالذكر لكون دفع المضرة اهم ۱۲۔

قُلْ اِنِّىْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا

وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾ قُلْ اِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ
الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ
بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۸﴾ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا
تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۹﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ
بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ
تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ ع ۷ / ۱۴
لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴿۶۱﴾ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ؕ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۫ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴿۶۲﴾

آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو اس سے ممانعت کی گئی ہے کہ ان کی عبادت کروں جن کی تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہارے خیالات اتباع نہ کروں گا کیونکہ اس حالت میں تو میں بے راہ ہو جاؤں گا اور راہ پر چلنے والوں میں نہ ہوں گا۔ آپ کہہ دیجئے کہ میرے پاس تو ایک دلیل ہے میرے رب کی طرف سے اور تم اس کی تکذیب کرتے ہو۔ جس کا تم تقاضا کر رہے ہو وہ میرے پاس نہیں حکم کسی کا نہیں بجز اللہ تعالیٰ کا اللہ تعالیٰ واقعی بات کو بتلا دیتا ہے اور سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا وہی ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر میرے پاس وہ چیز ہوتی جس کا تم تقاضا کر رہے ہو تو میرا اور تمہارا باہمی قصہ فیصل ہو چکا ہوتا اور ظالموں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور اللہ ہی کے پاس ہیں خزانے تمام مخفی اشیاء کے ان کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہیں اور جو کچھ دریاؤں میں ہیں اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اس کو بھی جانتا ہے اور کوئی دانہ زمین کے تاریک حصوں میں نہیں پڑتا اور نہ کوئی تر اور نہ خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہے اور وہ ایسا ہے کہ رات میں تمہاری روح کو ایک گونہ قبض کر دیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس کو جانتا ہے پھر تم کو دن میں جگا اٹھاتا ہے تاکہ میعاد معین تمام کر دی جائے۔ پھر اسی کی طرف تم کو جانا ہے۔ پھر تم کو بتلا دے گا جو کچھ کیا کرتے تھے اور وہی اپنے بندوں کے اوپر غالب ہیں برتر ہیں اور تم پر نگہداشت رکھنے والے بھیجتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کو موت آ پہنچتی ہے اس کی روح ہمارے بھیجے ہوئے قبض کر لیتے ہیں اور وہ ذرا کوتاہی نہیں کرتے۔ پھر سب اپنے مالک حقیقی کے پاس لائے جائیں گے خوب سن لو کہ فیصلہ اللہ ہی کا ہوگا اور وہ بہت جلد حساب لے لے گا۞

تفسیر ربط: اوپر وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ میں حضور ﷺ کو خائفین کے لئے تبلیغ خاص اور لَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ میں مومنین کے لئے تبلیغ اخص کا حکم فرمایا ہے آگے معاندین کے لئے تبلیغ عام کا توحید و رسالت کے متعلق حکم ہوتا ہے جیسا وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ کی تمہید میں بھی اس کی تقریر گذر چکی ہے۔

تبلیغ عام معاندین را متعلق توحید و رسالت: قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (الی قولہ تعالی) وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ
آپ (ان معاندین سے) کہہ دیجئے کہ مجھ کو (حق تعالیٰ کی طرف سے) اس سے ممانعت کی گئی ہے کہ ان (معبودوں) کی عبادت کروں جن کی تم لوگ اللہ (کی توحید) کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو (اور ان کے طریق شرک کے ضلال و اتباع ہوئی ہونے کے ظاہر کرنے کو) آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ میں تمہارے (باطل) خیالات کا (جو در باب عقائد ہیں) اتباع نہ کروں گا کیونکہ (اگر نعوذ باللہ ایسا کروں تو) اس حالت میں تو میں بے راہ ہو جاؤں گا اور راہِ (راست) پر چلنے والوں میں (داخل) نہ رہوں گا (اس مضمون کا تو زیادہ تعلق توحید سے تھا آگے کا مضمون زیادہ متعلق رسالت سے ہے یعنی) آپ (ان سے یہ بھی) کہہ دیجئے کہ میرے پاس تو (اس دین اسلام کے حق ہونے پر) ایک دلیل (کافی موجود) ہے (جو) میرے رب کی طرف سے (مجھ کو ملی ہے یعنی قرآن مجید جو کہ میرا معجزہ ہے جس سے میری تصدیق ہوتی ہے) اور تم (بلاوجہ) اس کی تکذیب کرتے ہو (اور تم جو اس دلیل صحیح اور معجزہ پر اکتفاء نہ کر کے اس کے حق ہونے پر دلالت کرنے کے لئے نزول عذاب فوری کی درخواست کرتے ہو جیسا دوسری جگہ مذکور ہے اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ) جس چیز کا تم تقاضا کر رہے ہو (یعنی عذاب) وہ میرے پاس (یعنی میری قدرت میں) نہیں حکم کسی کا نہیں (چلتا) بجز اللہ تعالیٰ کے (اور ان کا حکم نزول عذاب کا ہوا نہیں پھر میں کس طرح عذاب دکھلا دوں بخلاف اس دلیل قرآنی کے کہ اس کے نزول کا حکم من جانب اللہ ہو گیا میں

اس کو دکھلا سکتا ہوں) اللہ تعالیٰ واقعی بات کو (بدلیل) بتلا دیتا ہے (پس اتنا تو ضرور ہے چنانچہ دلیل قرآنی سے میری رسالت اور دیگر امور حقہ کو ثابت کر دیا) اور سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا وہی ہے (کہ حکمت کے موافق فیصلہ کرتا ہے چونکہ ابھی نزولِ عذاب میں حکمت نہیں دیکھی اور چونکہ دلیل صحیح ایک بھی کافی ہوتی ہے اس لئے بحیثیت دلالت اس کی حاجت نہ تھی ورنہ کبھی دلائل کا خاتمہ ہی نہ ہو اس لئے نزولِ عذاب سے ابھی فیصلہ نہیں فرمایا) آپ (اس مضمون کی زیادہ تفصیل وتوضیح کے لئے) یہ کہہ دیجئے کہ اگر میرے پاس (یعنی میری قدرت میں) وہ چیز ہوتی (یعنی عذاب) جس کا تم تقاضا کر رہے ہو تو (اب تک) میرا اور تمہارا باہمی قصہ (کبھی) کا فیصل ہو چکا ہوتا (نہ اس لئے کہ ان کا ہلاک ہونا رسول اللہ ﷺ کو مقصود بالذات تھا بلکہ اس لئے کہ اثباتِ رسالت و دین حق مقصود بالذات تھا اور یہ اس کا طریق بزعم معاندین متعین ہو چکا تھا اس لئے نزولِ عذاب کر دیا جاتا) اور (تم) ظالموں کو (کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ قرین حکمت ہے) اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے (ان کے علم میں جب مناسب ہوگا نزولِ عذاب ہو جاوے گا خواہ دنیا میں بھی جیسے بدر وغیرہ میں ہلاک کئے گئے اور خواہ آخرت میں کہ دوزخ میں جاویں گے غرض نہ مجھ کو اس کی قدرت ہے نہ اس کے مناسب ہونے کا وقت مجھ کو معلوم ہے اور نہ اس کی حاجت ہے)

ربط: اوپر استعجال عذاب کے جواب میں وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ میں قدرت تامہ کا اور اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ میں علم تام کا اختصاص باری تعالیٰ کے ساتھ احوال مخاطبین کے اعتبار سے مذکور تھا آگے اس اختصاص کا تعلق تمام مقدورات ومعلومات کے ساتھ مذکور ہے جس میں تاکید مضمون سابق کے ساتھ اثبات توحید بھی ہے جو کہ مقاصد سورت سے ہے۔

اختصاص قدرت وعلم تام وعام بہ باری تعالیٰ: وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ (الی قولہ تعالی) اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ اور اللہ کے پاس (یعنی اسی کی قدرت میں) ہیں خزانے تمام مخفی اشیاء (ممکنہ) کے (ان میں سے جس چیز کو جس قدر چاہیں ظہور میں لے آتے ہیں وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ان اشیاء میں عذاب بھی آ گیا مطلب یہ کہ اور کسی کو ان پر قدرت نہیں اور جس طرح قدرت تامہ ان کے ساتھ خاص ہے اسی طرح علم تام بھی چنانچہ) ان (خزائن مخفیہ ومقدورات) کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے اور (اللہ تعالیٰ کا علم ایسا عام ہے کہ) وہ (ان) تمام چیزوں کو (بھی) جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہیں اور جو کچھ دریا میں ہیں اور کوئی پتہ (تک درخت سے) نہیں گرتا مگر وہ اس کو بھی جانتا ہے اور کوئی دانہ (تک) زمین کے (اندرونی) تاریک حصوں میں نہیں پڑتا اور نہ کوئی تر اور خشک چیز (مثل پھل وغیرہ کے) گرتی ہے مگر یہ سب (بوجہ احاطۂ علم الٰہی کے) کتاب مبین (یعنی لوح محفوظ) میں (مرقوم) ہیں۔

ف: یعنی اس میں ہر چیز جو قیامت تک ہونے والی ہے لکھی ہے اور ظاہر ہے کہ بدوں علم کے لکھنا ممکن نہیں پس حاصل یہ ہوا کہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کے احاطۂ علمی میں ہیں اور یہ نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کی تمام معلومات لوح محفوظ ہی میں منحصر ہیں بلکہ اس کی تو کہیں انتہی ہی نہیں اور مفاتح کا جو ترجمہ خزائن سے کیا گیا اس کا مفرد مفتح بفتح میم ہے اور اس کو مفتح بکسر میم بمعنی مفتاح کے جمع کہا جاوے تو اس کا ترجمہ ہوگا کنجیاں اور حاصل یہ ہوگا کہ غیب کی کنجیاں یعنی وہ اسباب جن سے ان اشیائے مخفیہ کو جو مثل مقفل چیزوں کے ہیں کھولتے اور ظاہر کرتے ہیں وہ سب خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں جب اور جس طرح چاہیں ان اسباب میں تصرف فرماویں اور دونوں تفسیروں پر اس میں اختصاص قدرت مقصود ہوگا اور مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تمام عالم شہادت کو شامل ہے پس پہلا اور دوسرا جملہ مل کر عالم غیب و شہادت دونوں کے لئے یہ حکم عام ہو گیا اور عالم شہادت میں برگ ودانہ ورطب ویابس سب آ گیا تھا مگر برگ ودانہ اشیائے صغیرہ حقیرہ میں سے ہیں ان کے لانے سے مبالغہ ہو گیا کہ ایسی حقیر وصغیر چیزیں تک علم الٰہی سے غائب نہیں پھر دیگر اشیائے حقیرہ وعظیمہ سب کے مکرر تعمیم کے لئے رطب ویابس کو بڑھا دیا اور اسی طرح ان اشیاء کے احوال میں سے صرف گرنے کی حالت کو ذکر کے ساتھ خاص کیا اس میں یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ گرنے کی حالت اس شئے کی انتہائی حالت ہے مطلب یہ ہوا کہ اخیر تک کا حال جانتے ہیں۔ اور اگر کوئی شبہ کرے کہ علم کا اشتمال غیب اور شہادت کو تو مذکور ہوا لیکن قدرت کے ساتھ صرف غیب مذکور ہے۔ جواب یہ ہے کہ مفاتح کی دلالت ظہور پر تقریر ترجمہ سے ظاہر ہے پس یہ بھی دونوں کو شامل ہو گیا۔

ربط: اوپر خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ اور اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ میں اجمالاً کفار کو عذاب آخرت کی وعید ہے آگے آخرت اور بعثت کا اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ میں اثبات ہے اور اس کے قبل نظیر بعث کے وقوع سے اثبات قدرت اور اعمال کے علم کا اثبات کہ بعث وجزاء آخرت کو دونوں امر سے تعلق ہے مذکور ہے و نیز اوپر مسئلہ توحید و رسالت کا ذکر تھا بعث کا مسئلہ اکثر قرآن میں اور خصوصاً اس سورت میں دونوں مسئلوں کے ساتھ مختلط طور پر بیان کیا گیا ہے۔

امکان ووقوع بعث: وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ (الی قولہ تعالی) ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اور وہ (اللہ تعالیٰ) ایسا ہے کہ (اکثر) رات میں (سونے کے وقت) تمہاری روح (نفسانی) کو (جس سے احساس وادراک متعلق ہے) ایک گونہ قبض (یعنی معطل) کر دیتا ہے اور (اکثر) جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس کو (دواماً) جانتا ہے پھر (اس سونے کے بعد) تم کو دن میں جگا اٹھاتا ہے (جس سے بعث آخرت کا استبعاد بھی دفع ہو سکتا ہے) تا کہ (اسی سونے اور جاگنے کے

دوروں سے) معیاد معین (زندگی دنیا کی) تمام کردی جاوے پھر (اس میعاد کے ختم ہونے پر) اسی (اللہ) کی طرف (مرکر) تم کو جانا ہے پھر (کچھ برزخ میں اور پورا پورا قیامت میں) تم کو بتلاوے گا جو کچھ تم (دنیا میں) کیا کرتے تھے (اور اس کے مناسب سزا و جزا جاری کرے گا) **ف**: روح نفسانی منجملہ تین ارواح طیبہ کے ہے ابن عباسؓ نے اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ کی تفسیر میں اس کو نفسِ تمیز فرمایا ہے اور روح حیوانی کو جس کے نکلنے سے موت آ جاتی ہے نفس حیات فرمایا ہے قرآن میں لفظ دونوں کو شامل ہے مناسب ہر مقام کے تفسیر کی جاوے گی۔

ربط: اوپر امکان و وقوع بعث مذکور تھا آگے بھی اسی کی تفصیل کے لئے اول قدرت کا پھر موت کا پھر بعث کا پھر حساب کا ذکر فرماتے ہیں۔

تفصیل امکان و وقوع بعث: وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ (الی قولہ تعالی) اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ اور وہی (اللہ تعالیٰ قدرت سے) اپنے بندوں کے اوپر غالب ہیں برتر ہیں اور (اے بندو) تم پر (تمہارے اعمال اور جان کے) نگہداشت رکھنے والے (فرشتے) بھیجتے ہیں (کہ زندگی بھر تمہارے اعمال کو لکھتے رہیں اور تمہاری جان کی نگہبانی کریں) یہاں تک کہ جب تم میں کسی کو موت آ پہنچتی ہے (تو اس وقت) اس کی روح ہمارے (دوسرے) بھیجے ہوئے (فرشتے جو اس کام کے لئے مقرر ہیں) قبض کر لیتے ہیں اور وہ (ہمارے احکام کی بجا آوری میں) ذرا کوتاہی نہیں کرتے (بلکہ جس وقت اور جس طرح قبض روح کا حکم ہوتا ہے اسی طرح بجالاتے ہیں غرض موت نہیں ٹلتی) پھر (مرنے کے بعد آخرت میں) سب (بندے) اپنے مالک حقیقی کے پاس لائے جاویں گے خوب سن لو (اس وقت) فیصلہ اللہ ہی کا (فیصلہ) ہوگا (اور کوئی دخل نہ دے سکے گا) اور وہ بہت جلد حساب لے لے گا (اور حساب لے کر جزا و سزا واقع کر دے گا) **ف**: ظاہر آیت سے اس مقام پر تین قسم کے فرشتوں کا ذکر ہے۔ ایک اعمال لکھنے والے جن کا ذکر اس آیت میں ہے: وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۔ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ۔ دوسرے جان کے حفاظت کرنے والے جن مضرتوں سے حفاظت کرنے کا حکم ہو اور جب تک حکم ہو جن کا ذکر اس آیت میں ہے: لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ الخ تیسرے جان نکالنے والے اور ظاہراً دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام ملک الموت کا ہے اس لئے علماء نے بنا بر بعض روایات مذکورہ روح المعانی کے کہا ہے کہ یہ اعوان ملک الموت کے ہیں ملابست کی وجہ سے ان کی طرف اسناد کر دی گئی واللہ اعلم۔ اور دوسری آیت میں جو کفار کے لئے فرمایا: لَا مَوْلٰى لَهُمْ وہاں ناصر مراد ہے اور یہاں مالک پس کوئی اشکال نہیں۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ الخ روح میں ہے کہ بعض صوفیہ قائل ہوئے ہیں کہ قبض ارواح کبھی حق تعالیٰ خود فرماتے ہیں اور کبھی ملک الموت اور کبھی دوسرے فرشتے جن کو رسل کہا گیا اور یہ متوفی کے احوال کے تفاوت پر ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله فی قل لا اتبع** ضلال ظاہر کرنے کو **اشارة الی فائدة هذه الجملة**۱۲۔ ۲ **قوله فی علی بینة** میرے پاس الخ **ترجمه بالحاصل کما ترجم هذه الشاه عبدالقادر بالحاصل ایضا**۱۲۔ ۳ **قوله فی بالظلمين** تم **اشارة الی دخوله فی حيز قل فيكون وضع المظهر موضع المضمر**۱۲۔ ۴ **قوله فی الغيب** ممکنہ **لان القدرة لا تتعلق الا بالممكن بخلاف العلم**۱۲۔ ۵ **قوله فی حبة** پڑتا **لعطفها علی ورقة موصوفة بالسقوط صرح به المفسرون**۱۲۔ ۶ **قوله فی ف ترجمة** خزائن سے کیا گیا **انما اثرته لما فی الحديث مفاتح الغيب خمس وتلا ان الله الخ اورده فی الروح عن ابن جرير وابن المنذر وظاهر ان هذه الاشياء مفتوحات لا فاتحات وقد فسر بالوجهين قوله تعالٰی مفاتحه لتنوء**۱۲۔ ۷ **قوله فی باليل** اکثر **اشارة الی ان التقييد بالليل والنهار فی موضعين جری علی السنن الغالب والا فقد بعكس**۱۲۔ ۸ **قوله فی ثم يبعثكم** اس سونے کے بعد **اشارة الی كونها معطوفة علی يتوفاكم وتوسيط العلم بينهما بتقديمه علی البعث مع ان ظاهر حقه التاخير عن هذا البعث لان الجرح والعمل يكون بعد البعث لعله للتعجيل فی ذكر المقصود لان الكلام مسوق للبيان الجزاء والعلم هو قطب رحاوه كما يدل عليه التصريح بقوله ينبئكم فيما بعد والله اعلم**۱۲۔ ۹ **قوله فی لا يفرطون** نہیں ٹلتی **اشارة الی فائدة هذه الجملة**۱۲۔ ۱۰ **قوله فی الحق** حقیقی **ماخذه ما فی الروح الحق ضد الباطل هو الثابت الباقی الموجود الحقيقی وفيه تعريض ببطلان آلهتهم**۱۲۔

النحو: **قوله لا يعلمها فی الروح والجملة بعد الا فی موضع الحال من الفاعل ای ورقة بزيادة من وجا ت الحال من النكرة لاعتمادها علی النفی والتفريع فی الحال شائع سائغ**۱۲۔ **عليكم اما متعلق بيرسل بتضمين معنی يسلط او بحفظة**۱۲۔

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ

الشّٰكِرِيْنَ ﴿٦٣﴾ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿٦٤﴾ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا
مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ
يَفْقَهُوْنَ ﴿٦٥﴾ وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿٦٦﴾ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ز وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٧﴾
وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ؕ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ
فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٦٨﴾ وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى
لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿٦٩﴾ وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ
نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿٧٠﴾ ع

٨ ع ١٤

آپ کہئے کہ وہ کون ہے جو تم کو خشکی اور دریا کی ظلمات سے اس حالت میں نجات دیتا ہے کہ تم اس کو پکارتے ہو تذلل ظاہر کے ساتھ چپکے چپکے کہ اگر آپ ہم کو ان سے نجات دے دیں تو ہم ضرور حق شناسی والوں سے ہو جائیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی تم کو ان سے نجات دیتا ہے اور ہر غم سے تم پھر بھی شرک کرنے لگتے ہو آپ کہئے کہ اس پر بھی وہی قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر بھیج دے یا تمہارے پاؤں تلے سے یا یہ کہ تم کو گروہ گروہ کر کے سب کو بھڑا دے اور تمہارے ایک کو دوسرے سے لڑائی چکھا دے۔ آپ دیکھئے تو سہی ہم کس طرح دلائل مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں۔ شاید وہ سمجھ جائیں اور آپ کی قوم ان کی تکذیب کرتی ہے حالانکہ وہ یقینی ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں تم پر تعینات نہیں کیا گیا ہوں ہر خبر کے وقوع کا ایک وقت ہے اور جلد ہی تم کو معلوم ہو جائے گا اور جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیات میں عیب جوئی کر رہے ہیں۔ تو ان لوگوں سے کنارہ کش ہو جا یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں اور اگر تجھ کو شیطان بھلا دے۔ تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھ اور جو لوگ احتیاط رکھتے ہیں ان پر ان کی باز پرس کا کوئی اثر نہ پہنچے گا لیکن ان کے ذمہ نصیحت کر دینا ہے شاید وہ بھی احتیاط کرنے لگیں اور ایسے لوگوں سے بالکل کنارہ کش رہ' جنہوں نے اپنے دین کو لہو ولعب بنا رکھا ہے اور دنیوی زندگی نے ان کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے اور اس قرآن کے ذریعے سے نصیحت بھی کرتا رہ تاکہ کوئی شخص اپنے کردار کے سبب اس طرح نہ پھنس جائے کہ کوئی غیر اللہ اس کا نہ مددگار ہو اور نہ سفارشی ہو اور یہ کیفیت ہو کہ اگر دنیا بھر کا معاوضہ بھی دے ڈالے تب بھی اس سے نہ لیا جائے۔ یہ ایسے ہی ہیں کہ اپنے کردار کے سبب پھنس گئے۔ ان کے لئے نہایت تیز پانی پینے کے لئے ہوگا اور دردناک سزا ہوگی اپنے کفر کے سبب۔

تفسیر ربط: اوپر بعث کی بحث تھی آگے موافق طرز قرآن اور خصوص اس سورت کے پھر عود ہے توحید کی طرف۔

استدلال بر توحید: قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (الی قولہ تعالی) وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ آپ (ان لوگوں سے) کہئے کہ وہ کون ہے جو تم کو خشکی اور دریا کی ظلمات (یعنی شدائد[ل]) سے اس حالت[ع] میں نجات دے دیتا ہے کہ تم اس کو (نجات دینے کے لئے) پکارتے ہو (کبھی) تذلل[ع] ظاہر کر کے اور (کبھی) چپکے چپکے (اور یوں کہتے ہو[ع]) کہ (اے اللہ) اگر آپ ہم کو ان (ظلمات) سے (اب کے) نجات دے دیں تو (پھر) ہم ضرور حق شناسی پر (قائم رہنے) والوں سے ہو جاویں (یعنی آپ کی توحید کے کہ بڑی حق شناسی ہے قائل رہیں اور اس سوال کا جواب چونکہ متعین[ف] ہے اور وہ لوگ بھی کوئی دوسرا جواب نہ دیں گے اس لئے) آپ (ہی) کہہ دیجئے کہ اللہ ہی تم کو ان سے نجات دیتا ہے (جب کبھی نجات ملتی[ع] ہے) اور (ان ظلماتِ مذکورہ کی کیا تخصیص ہے بلکہ) ہر غم سے (وہی نجات[ع] دیتا ہے مگر) تم (ایسے ہو کہ) پھر بھی (بعد نجات پانے کے بدستور) شرک کرنے لگتے ہو (جو کہ اعلیٰ درجہ کی ناحق شناسی ہے اور وعدہ کیا تھا حق شناسی کا غرض یہ کہ شدائد میں تمہارے اقرار سے توحید کا حق ہونا ثابت ہو جاتا ہے پھر انکار کب قابل التفات ہے) آپ (یہ بھی) کہئے کہ (جس طرح وہ نجات دینے پر قادر ہے اسی طرح) اس پر بھی وہی قادر ہے کہ تم پر (باقتضاء تمہارے کفر و شرک کے) کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیج دے (جیسے پتھر یا ہوا یا بارش طوفانی) یا تمہارے پاؤں تلے (جو زمین ہے اس) سے (ظاہر کر دے جیسے زلزلہ یا غرق ہو جانا اور ان عذابوں کے اسباب قریبہ تو غیر اختیاری ہیں اور کبھی نہ کبھی ایسا[ف] ہوگا

خواہ دنیا میں یا آخرت میں) یا کہ تم کو (اغراض کے اختلاف سے مختلف) گروہ گروہ کر کے سب کو (آپس میں) بھڑا دے (یعنی لڑوا دے) اور تمہارے ایک کو دوسرے کی لڑائی (کا مزہ) چکھا دے (اور اس کا سبب قریب فعل اختیاری ہے اور یا سب آفتیں جمع کر دے غرض انجاء اور ابلاء دونوں اسی کی قدرت میں ہیں اے محمد ﷺ) آپ دیکھئے تو سہی ہم کس (کس) طرح دلائل (توحید) کو مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں شاید وہ (لوگ) سمجھ جاویں اور (باوجود اثبات قدرت علی العذاب اور اقتضائے کفر للعذاب) آپ کی قوم کے لوگ (قریش یا اور عرب بھی) اس (عذاب) کی تکذیب کرتے ہیں (اور اس کے واقع نہ ہونے کے معتقد ہیں) حالانکہ وہ یقینی (واقع) ہونے والا ہے (اور اس کو سن کر وہ یوں کہہ سکتے ہیں کہ کب ہوگا تو) آپ (یوں) کہہ دیجئے کہ میں تم پر (عذاب واقع کرنے کے لئے) تعینات نہیں کیا گیا ہوں (کہ مجھ کو مفصل اطلاع ہو یا میرے اختیار میں ہو البتہ) ہر خبر کے (مدلول کے) وقوع کا ایک وقت (اللہ کے علم میں معین) ہے اور جلدی ہی تم کو معلوم ہو جاوے گا (کہ یہ عذاب آیا) ف: عذاب شامل ہے اخروی اور دنیوی کو جس میں جہاد بھی داخل ہے چنانچہ دوسری آیت میں فرمایا ہے: قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ مگر اس سے قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ کا نسخ آیت قتال سے لازم نہیں آتا کیونکہ گو جہاد کفار کے حق میں تعذیب من اللہ ہو لیکن مومنین کو تو حیثیت تعذیب سے اس کا امر نہیں کیا گیا یہی وجہ ہے کہ جزیہ پر اس کا انتہا ہو جاتا ہے باوجودیکہ مقتضی تعذیب باقی ہے اور اسی لئے آیت قَاتِلُوهُمْ میں تعذیب کی اسناد اللہ کی طرف سے کی گئی ہے پس جہاد میں توکیل وتسلیط مامور بالجہاد کی بحالہ منفی ہے اور امر بالجہاد کے بعد بھی انتفاء علم واختیار کی بایں معنی صادق ہے کہ اولاً اس کی غایت کہ جزیہ ہے علم واختیار سے خارج ہے ثانیاً عذاب چونکہ مطلق ہے دوسرے طرق کو بھی محتمل ہے جو معلوم و مقدور نہیں پس اس مجموعہ کو علم واختیار سے خارج کہنا صحیح ہے خوب سمجھ لو۔ اور اسباب عذاب میں قریب کی قید اس لئے لگائی کہ سبب اول دونوں جگہ ذنوب اختیاریہ ہیں۔

ربط: اوپر کفار کی تکذیب کا ذکر اور انکو آیات کی تبلیغ کا امر تھا آگے بطور تفریع کے انکی مجالس تکذیب میں بدون ضرورت تبلیغ کے جانے اور بیٹھنے سے نہی ہے۔

نہی از مجالست طاعنین فی الدین بجز ضرورت تبلیغ: وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا (الی قولہ تعالٰی) لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّ عَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ اور (اے مخاطب) جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیات (اور احکام) میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان لوگوں (کے پاس بیٹھنے) سے کنارہ کش ہو جا یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جاویں اور اگر تجھ کو شیطان بھلا دے (یعنی ایسی مجلس میں بیٹھنے کی ممانعت یاد نہ رہے) تو (جب یاد آجاوے) یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھ (بلکہ فوراً اُٹھ کھڑا ہو) اور (اگر کوئی واقعی دنیوی یا دینی ضرورت ایسی مجلس میں جانے کی ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ) جو لوگ (منہیات شرعیہ سے جن میں بلا ضرورت ایسی مجالس میں جانا بھی ہے) احتیاط رکھتے ہیں ان پر ان (طاعنین ومکذبین) کی باز پرس (اور گناہ طعن) کا کوئی اثر نہ پہنچے گا (یعنی بضرورت وہاں جانے والے گناہ گار نہ ہوں گے) ولیکن ان کے ذمہ (بشرط قدرت) نصیحت کر دینا ہے شاید وہ (طاعنین) بھی (ان خرافات سے) احتیاط کرنے لگیں (خواہ قبول اسلام سے خواہ ان کے لحاظ سے) اور (کچھ مجلس تکذیب کی تخصیص نہیں بلکہ) ایسے لوگوں سے بالکل کنارہ کش رہ جنہوں نے اپنے (اس) دین کو (جس کا ماننا ان کے ذمہ فرض تھا یعنی اسلام کو) لہو ولعب بنا رکھا ہے (کہ اس کے ساتھ تمسخر کرتے ہیں) اور دنیوی زندگی نے ان کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے (کہ اس کی لذات میں مشغول ہیں اور آخرت کے منکر ہیں اس لئے اس تمسخر کا انجام نظر نہیں آتا) اور (کنارہ کشی وترک تعلقات کے ساتھ ایسے لوگوں کو) اس قرآن کے ذریعہ سے (جس سے یہ تمسخر کر رہے ہیں) نصیحت بھی کرتا رہ تا کہ کوئی شخص اپنے کردار (بد) کے سبب (عذاب میں) اس طرح نہ پھنس جاوے کہ کوئی غیر اللہ اس کا نہ مددگار ہو اور نہ سفارشی ہو اور یہ کیفیت ہو کہ اگر (بالفرض) دنیا بھر کا معاوضہ بھی دے ڈالے (کہ اس کو خرچ کر کے بچ جاوے) تب بھی اس سے نہ لیا جاوے (تو نصیحت سے یہ فائدہ ہے کہ اعمال بد کے انجام پر متنبہ ہو جاتا ہے آگے ماننا نہ ماننا دوسرا جانے چنانچہ) یہ (تمسخر کرنے والے) ایسے ہی ہیں کہ (نصحت نہ مانی اور) اپنے کردار (بد) کے سبب (عذاب میں) پھنس گئے (جس کا آخرت میں اس طرح ظہور ہوگا کہ) ان کے لئے نہایت تیز (کھولتا ہوا) پانی پینے کے لئے ہوگا اور (اس کے علاوہ اور طرح بھی) دردناک سزا ہوگی اپنے کفر کے سبب (کہ کردار بد یہی ہے جس کا ایک شعبہ تمسخر تھا) ف: یہ ضرورتیں ان مجالس میں جانے کی اس قسم کی ہیں مثلاً مسجد حرام میں نماز وطواف کے لئے گئے اور وہ کفار وہاں بھی یہی شغل کر رہے ہیں یا ان کو وعظ سنانے گئے اور وہ اس میں مشغول ہیں۔ چنانچہ معالم میں دونوں مضمون کی روایتیں بھی ہیں۔

ربط: اوپر مخلوط طور پر توحید کا حق ہونا شرک کا باطل ہونا قیامت کا قائم ہونا مذکور ہوا ہے آگے پھر یہی مضمون ابطال شرک اور اثبات توحید کا استقلالاً اور بعث کا استطراداً بضمن وعید شرک کے مذکور ہے اور بعض روایات میں ہے کہ مشرکین نے مسلمانوں سے ترک اسلام کی درخواست بھی کی تھی آیت میں اس کا جواب بھی ہے اور اس روایت پر آیت کی مناسبت ماقبل سے اور قوی ہوگئی کہ اوپر ذکری اور ذکر میں حکم تھا کہ مشرکین کو اسلام کی طرف بلاویں یہاں ان کے ترک اسلام کی

طرف بلانے کا جواب ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً الخ یعنی اعلاناً واسراراً اور اعلان واسرار یا باللسان ہے یا ایک باللسان دوسرا بالقلب کذا فی الروح پس آیت اپنے عموم سے تمام اقسام ذکر کی مشروعیت پر دال ہوئی جلی وخفی پھر خفی باللسان یا بالقلب ۱۲۔ قولہ تعالیٰ :وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا الخ بعض نے کہا ہے کہ دین کے معنی عادۃ ہیں اور عادۃ سے مراد عید معتاد اور روح میں اس قول کو ابن عباسؓ کی طرف منسوب کیا ہے پس اس میں کفار کی اعیاد پر جن میں لہو ولعب ہوتا تھا انکار ہے میں کہتا ہوں کہ اس میں اس زمانہ کے اکثر اعراس بوجہ اشتمال علی المنکرات والبدعات کے داخل ہیں قولہ تعالیٰ :وَنُرَدُّ عَلٰۤى اَعْقَابِنَا اسی طرح کی حیرت میں وہ مبتلا ہو جاتا ہے جو طریق قوم میں داخل ہو کر پھر اس سے خارج ہو جاوے چنانچہ اس کا مشاہدہ کیا جاتا ہے اور یہ حیرت مذمومہ ہے اور اس اشتمال کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ آگے جو الہدیٰ واقع ہوا ہے اس سے مراد عام ہے جیسا کہ روح میں ہے کہ توحید واسلام یا دوسرے اسباب فوز آخرت ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قوله فی ظلمت شدائد كذا فی الروح لانها تظلم العقول ۱۲۔ ۲؎ قوله فی تدعونه اس حالت الخ اشارة الی كون تدعون حالا من كم ۱۲۔ ۳؎ قوله فی تضرعا تذلل ظاہر اشارة الی ان التضرع هو التذلل ولما كان مقابلا لخفية اعتبر فيه معنی الظهور كما فی المدارك معلنين الضراعة ۱۲۔ ۴؎ قوله فی لئن انجنا کہتے ہو اشارة الی تقدير قائلين حالا من فاعل تدعون ۱۲۔ ۵؎ قوله فی قل الله متعین اشار الی وجه امره صلی الله عليه وسلم بالجواب مع كونه من وظائفهم ۱۲۔ ۶؎ قوله فی ينجيكم ملتی ہے لان النجاة غير دائمة ولا ضرورية ۱۲۔ ۷؎ قوله فی ثم انتم مگر اشار به الی كون ثم للاستبعاد ۱۲۔ ۸؎ قوله فی توضيح عذاباً ایسا ہوگا اشار به الی كون التوبيخ مقصودا مع التوحيد ۱۲۔ ۹؎ قوله بعد يذيق بعضكم جمع کردے اشارة الی ان او مانعةٌ للخلو لا للجمع ۱۲۔ ۱۰؎ قوله فی كذب معتقد ہیں اشارة الی دفع ايراد هو ان الآية دالة علی احتمال العذاب لا علی وقوعه فما معنی التكذيب تقرير الدفع ان التكذيب هو باعتبار قطعهم بطنان هذا الاحتمال فافهم ۱۲۔ ۱۱؎ قوله فی وكيل تعینات کیا گیا اللفظ الاول اتباع للمحاورة والثانی للغة فان الوكيل بمعنی الموكل ۱۲۔ ۱۲؎ قوله فی لكل نبأ ہر خبر اشار الی ان النبأ هو الخبر والمستقر ظرف زمان واثبات زمان الاستقرار والوقوع للنبأ باعتبار مدلوله والا فالخبر قد وقع فی الحال ۱۲۔ ۱۳؎ قوله فی رائيت مخاطب عممه لقوله تعالیٰ اذا سمعتم بالجمع ۱۲۔ ۱۴؎ قوله فی يخوضوا لگ جاویں بدل الترجمة للاشارة الی المشاكلة لان هذا الحبض بالباطل ۱۲۔ ۱۵؎ قوله فی حساب باز پرس فسره بگناہ طعن اشارة الی ان المراد بالحساب ما يحاسب التخالفون عليه من جرائرهم ۱۲۔ ۱۶؎ قوله فی شیء اثر تعيين للمبهم ۱۲۔ ۱۷؎ قوله فی ذكری ان کے ذمہ اشارة الی تقدير عليهم والتقييد بالقدرة معروف شرعاً ۱۲۔ ۱۸؎ قوله فی لعلهم يتقون لحاظ كذا فی الروح وغيره ۱۲۔ ۱۹؎ قوله فی ذر کنارہ وبه ترجم اعرض اخذا من تفسير البيضاوی بالاعراض كما فی قوله تعالیٰ ويذرون ورائهم يوماً ثقيلا وحملی قوله تعالیٰ وذر الذين علی المستهزئين ماخوذ من المعالم ۱۲۔ ۲۰؎ قوله فی غرت لذات ومنکر اشارة الی ان الغرور بوجهين النفسانی والاعتقادی ۱۲۔ ۲۱؎ قوله فی به جس سے تمسخر اشار به الی كون المرجع مدلولا بذكر الآيات ۱۲۔ ۲۲؎ قوله فی ما كسبت کردار يطلق فی محاورتنا علی الشئی ومن ثم اظهر ۱۲۔ ۲۳؎ قوله قبل تبسل اس طرح اشار الی ان جملة ليس لها حال وبقوله فيما بعد کیفیت اشارة الی كون وان تعدل حالا ايضا بالعطف ۱۲۔ ۲۴؎ قوله فی من دون الله غیر اللہ انظر ما سبق فی وانذر به الذين ۱۲۔ ۲۵؎ قوله بعد يؤخذ فائدہ اشارة الی ان معنی الغاية كون الشئی موضوعًا للشئی لا ترتبه عليه فافهم ۱۲۔ ۲۶؎ قوله فی التمهيد مسلمانوں سے كما تدل عليه الروايات ۱۲۔

الروایات: روی البخاری عن جابر ما نزلت قل هو القادر علی ان يبعث عليكم عذاباً من فوقكم قال رسول الله صلی الله عليه وسلم اعوذ بوجهك اومن تحت ارجلكم قال اعوذ بوجهك او يلبسكم شيعا ويذيق قال هذا اهون وروی مسلم عن ابی وقاص قال رسول الله صلی الله عليه وسلم سألت ربی ثلاثا فاعطانی اثنتين ومنعنی واحدة سألت ربی ان لا يهلك امتی بالسنة فاعطانيها وسألت ربی ان لا يهلك امتی بالغرق فاعطانيها وسألت ربی ان لا يجعل باسهم بينهم فمنعنيها قلت وبالله التوفيق ان قصدی من ذكر الروايات امر ان الاول التنبيه علی ان الأية لم تنزل فی المسلمين كما يشهد بذلك السياق والثانی التوجيه للرواية بان الآية لما نزلت استحضر رسول الله صلی الله عليه وسلم قدرته تعالیٰ علی نزول العذاب علی غير من اريد بالآية ايضا وحمله شفقته علی ان يدعو لهم فاعطی اثنتين ومنع واحدة هی مثل مدلول الآية لاعينها فافهم ۱۲۔ فی الروح اخرج ابن جرير وابن ابی حاتم وابو الشيخ عن السدی ان المشركين

قالوا للمؤمنين اتبعوا سبيلنا واتركوا دين محمد صلى الله عليه وسلم فقال الله تعالى قل اندعوا من دون الله الخ۔

اللغات: اللبس الخلط لكن لا خلط الاتفاق بل خلط الافتراق بالالتحام والقتال والاشتباك فلا حاجة الى تقدير المضاف الامر الشيع جمع الشيعة واصله من الشيع وهو التبع ومعناه الذين يتبع بعضهم بعضا اى كل فرقة منهم مشائعة لامام كذا في مجموع الروح والكبير والخازن والمدارك۱۲۔ الخوض في الروح اصله عبور الماء استعير للتفاوض في الامور واكثر ما ورد في القرآن للذم ومن ثم ترجمة بحيب جوئی۱۲۔ والبسل الحبس وابسله رهنه كذا في القاموس وزكوى التذكر والتذكير وكما في الموضعين۱۲۔

النحو: قوله كالذى مفعول مطلق اى ردا كرد الذى۱۲۔

البلاغة: يذيق عطف تفسير ليلبس۱۲۔

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ ۖ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ؕ وَهُوَ الَّذِىْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ؕ قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ ؕ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۷۳﴾

آپ کہہ دیجئے کہ کیا ہم اللہ کے سوا ایسی چیز کی عبادت کریں کہ نہ وہ ہم کو نفع پہنچائے اور نہ وہ ہم کو نقصان پہنچائے اور کیا ہم اُلٹے پاؤں پھر جائیں بعد اس کے کہ ہم کو خدا تعالیٰ نے ہدایت کردی جیسے کوئی شخص ہو کہ اس کو شیطانوں نے کہیں جنگل میں بے راہ کر دیا ہو اور وہ بھٹکتا پھرتا ہو۔ اس کے کچھ ساتھی بھی تھے کہ وہ اس کو ٹھیک رستہ کی طرف بلا رہے ہیں کہ ہمارے پاس آ۔ آپ کہہ دیجئے کہ یقینی بات ہے کہ راہ راست وہ خاص اللہ ہی کی راہ ہے اور ہم کو یہ حکم ہوا ہے کہ ہم پورے مطیع ہو جائیں پروردگار عالم کے لئے اور یہ کہ نماز کی پابندی کرو اور اس سے ڈرو اور وہی ہے جس کے پاس تم سب جمع کئے جاؤ گے اور وہی ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو باقاعدہ پیدا کیا اور جس وقت اللہ تعالیٰ اتنا کہہ دے گا کہ (حشر) تو ہو جا بس وہ ہو پڑے گا۔ اس کا کہنا با اثر ہے اور جبکہ صور میں پھونک ماری جائے گی ساری حکومت خاص اسی کی ہوگی وہ جاننے والا ہے پوشیدہ رازوں کا اور ظاہر چیزوں کا اور وہی ہے بڑی حکمت والا پوری خبر رکھنے والا ﴿۷۳﴾

تفسیر: ابطالِ شرک واثباتِ توحید وبعث: قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا (الی قولہ تعالیٰ) وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ﴿۷۳﴾ آپ (سب مسلمانوں کی طرف سے ان مشرکوں سے) کہہ دیجئے کہ کیا ہم اللہ کے سوا (تمہاری مرضی کے موافق) ایسی چیز کی عبادت کریں کہ نہ وہ (اس کی عبادت کرنے کی صورت میں) ہم کو نفع پہنچانے پر قادر ہووے اور نہ وہ اس کی عبادت نہ کرنے کی صورت میں ہم کو نقصان پہنچانے پر قادر ہو (مراد اس سے آلہہ باطلہ ہیں کہ بعض کو تو اصلاً قدرت نہیں اور جن کو کچھ ہے بالذات نہیں اور معبود میں کم از کم اپنے موافق اور مخالف کو نفع وضرر پہنچانے کی تو قدرت ہونا چاہئے تو کیا ہم ایسوں کی عبادت کریں) اور کیا (معاذ اللہ) ہم (اسلام سے) اُلٹے پھر جاویں بعد اس کے کہ ہم کو خدا تعالیٰ نے (طریق حق کی) ہدایت کردی ہے (یعنی اول تو شرک خود ہی قبیح ہے پھر خصوصاً بعد اختیار اسلام کے تو اور زیادہ شنیع ہے ورنہ ہماری تو وہ مثال ہو جاوے) جیسے کوئی شخص ہو کہ اس کو شیطانوں نے کہیں جنگل میں (بہکا کر راہ سے) بے راہ کر دیا ہو اور وہ بھٹکتا پھرتا ہو (اور) اس کے کچھ ساتھی بھی تھے کہ وہ اس کو ٹھیک راستہ کی طرف (پکار پکار کر) بلا رہے ہیں کہ (ادھر) ہمارے پاس آ (مگر وہ غایت حیرت سے نہ سمجھتا ہے نہ آتا ہے حاصل یہ کہ جیسا یہ شخص راہ پر تھا لیکن اپنے راہ دان رفقاء سے جدا ہو کر غولان بیابانی کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر بے راہ ہو گیا اور وہ رفقاء اب بھی اس کو راہ پر لاتے ہیں مگر وہ نہیں آتا ایسی ہی ہماری حالت ہو جاوے کہ راہِ اسلام پر ہو کر اپنے ہادی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہوں اور مضلین کے پنجہ میں گرفتار ہو کر گمراہ ہو جاویں اور وہ ہادی پھر بھی خیر خواہی سے دعوتِ اسلام کرتے رہیں اور ہم گمراہی کو نہ چھوڑیں یعنی کیا تمہاری مرضی پر عمل کر کے اپنی ایسی مثال بنالیں) آپ (ان سے) کہہ دیجئے کہ (جب اس مثال سے معلوم ہوا کہ راہ سے بے راہ ہونا برا ہے اور یہ) یقینی بات ہے کہ راہ راست وہ خاص اللہ ہی کا (بتلایا ہوا) راہ ہے (اور وہ اسلام ہے پس یقیناً اس کا ترک کرنا بے راہ ہونا ہے پھر ہم کب چھوڑ سکتے ہیں) اور

(آپ کہہ دیجئے کہ ہم شرک کیسے کر سکتے ہیں) ہم کو (تو) یہ حکم ہوا ہے کہ ہم پورے مطیع ہو جاویں پروردگار عالم کے (جو منحصر ہے اسلام میں) اور یہ (حکم ہوا ہے) کہ نماز کی پابندی کرو (جو کہ فعلاً دلالت علی التوحید میں ظاہر تر ہے) اور (یہ حکم ہوا ہے کہ) اس سے (یعنی اللہ سے) ڈرو (یعنی مخالفت نہ کرو جس میں سب سے بڑھ کر شرک ہے) اور وہی (اللہ) ہے جس کے پاس تم سب (قیامت کے روز قبروں سے نکل کر حساب کے لئے) جمع کئے جاؤ گے (وہاں مشرکین کو اپنے شرک کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا) اور وہی (اللہ) ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو با فائدہ پیدا کیا (جس میں بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس سے خالق کے وجود اور توحید پر استدلال کیا جاوے پس یہ بھی توحید کی ایک دلیل ہے) اور (اوپر جو تُحْشَرُوْنَ میں حشر کی خبر دی ہے اس کو بھی کچھ مستبعد مت سمجھو کیونکہ وہ قدرت الٰہیہ کے سامنے اس قدر آسان ہے کہ) جس وقت اللہ تعالیٰ اتنا کہہ دے گا کہ (حشر) تو ہو جا بس وہ (حشر فوراً) ہو پڑے گا اس کا (یہ) کہنا با اثر ہے (خالی نہیں جاتا) اور (حشر کے روز) جب کہ صور میں (بحکم الٰہی دوسری بار فرشتہ کی) پھونک ماری جاوے گی ساری حکومت حقیقۃً بھی ظاہراً بھی) خاص اسی (اللہ) کی ہوگی (اور وہ اپنی حکومت سے موحدین و مشرکین کا فیصلہ کرے گا) وہ (اللہ) جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور ظاہر چیزوں کا (پس مشرکین کے اعمال و احوال کا بھی اس کو علم ہے) اور وہی ہے بڑی حکمت والا (اسی لئے مناسب مناسب جزا ہر ایک کو دے گا اور وہی ہے) پوری خبر رکھنے والا (اس لئے کسی امر کا اخفاء اس سے ممکن نہیں) **ف**: تمثیل میں جو شیطانوں کا راہ بھلا دینا مذکور ہے اس سے معلوم ہوا کہ شیاطین اور خبیث جن سے بعض اوقات اس قسم کے تصرفات و افعال سرزد ہو سکتے ہیں تحقیق اس کی سورۂ بقرہ کے اخیر حکم سی و ششم کے ذیل میں گزر چکی ہے ملاحظہ کر لیا جاوے پس آیت میں تاویلات کی کوئی ضرورت نہیں۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله في ندعوا** سب مسلمانوں **اشار الى ان في الآية تغليباً اذ لا يتصور الرد على العقب المراد به الرجوع الى الشرك منه صلى الله عليه وسلم**۱۲۔ ۲؎ **قوله في ينفعنا** قادر **لان النفع والضرر بالفعل ليس من لوازم الا له الحق**۱۲۔ ۳؎ **قوله في ونرد** کیا **اشارة الى كونه معطوفا على ندعوا**۱۲۔ ۴؎ **قوله بعد اذ هدانا** زیادہ شنیع **اشارة الى وجه زيادة قوله بعد اذ هدانا**۱۲۔ ۵؎ **قوله في الارض** کہیں جنگل **اشارة به الى مصداق الارض والى ارادة الجنس**۱۲۔ ۶؎ **قوله في حيران** اورھذہ کو **او الحال في العزلى**۱۲۔ ۷؎ **قوله في يدعونه** پکار پکار **في هذا العنوان المفهوم منه بعد المدعو اشارة الى ان هذا ليس ممن يعرف الطريق انما يدرك سمت الداعي ومورد النعيق ولهذا لم يقل ائت الطريق**۱۲۔ ۸؎ **قوله في امرنا** ہم کو یہ حکم **اشارة الى كونه داخلا في حيز قل**۱۲۔ ۹؎ **قوله في اقيموا** فعلاً **اشارة الى وجه تخصيص الصلوٰة بالذكر**۱۲۔ ۱۰؎ **قوله في يوم يقول** جس وقت **اشارة الى استعماله المجازى الشامل للحقيقى**۱۲۔ ۱۱؎ **قوله في ينفخ** دوسری **لان الحشر بعد الثانية**۱۲۔ ۱۲؎ **قوله في الملك** ظاہر **اشارة الى وجه التخصيص بذاك اليوم وله الملك كل حين**۱۲۔

اللغات: **استهوته في الروح استفعال من هوى في الارض يهوى اذا ذهب كما هو المعروف في اللغة كانها طلبت هويه وحرصت عليه اه**۔

النحو: **قوله امرنا لنسلم في الروح ذهب الكسائي والفراء الى ان اللام حرف مصدرى بمعنى ان بعد اردت امرت خاصة قوله وان اقيموا في الروح عطف على الجار والمجرور السابق وقد صرح سيبويه بدخول ان المصدرية على الامر ويجوز ان يعطف ان اقيموا على موضع لنسلم كانه قيل امرنا ان نسلم وان اقيموا قوله يوم يقول يوم ظرف لمضمون الجملة المدلول عليه بقوله تحشرون اى يقع الحشر يوم يقول للحشر كن فيكون دال عليه وقيل غير هذا وهذا اسهل قوله الحق الخ مبتدأ و خبر**۱۲۔

البلاغۃ: **في الروح عن الامام في قوله امرنا واقيموا انه كان الظاهر ان يقال امرنا لنسلم ولان نقيم الا انه عدل الى ما ذكر للايذان بان الكافر ما دام كافرا كان كالغائب الا جنبي فخوطب بما خوطب به الغيب واذا اسلم ودخل في زمرة المؤمنين صار كالقريب الحاضر فخوطب بما يخاطب به الحاضرون اھ**۱۲۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّىْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٧٤﴾ وَكَذٰلِكَ نُرِىْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿٧٥﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّىْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿٧٦﴾ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّىْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِىْ رَبِّىْ

لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ﴿۷۷﴾ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۸﴾ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۷۹﴾

اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آذر سے فرمایا کیا تو بتوں کو معبود قرار دیتا ہے۔ بیشک میں تجھ کو اور تیری ساری قوم کو صریح غلطی میں دیکھتا ہوں اور ہم نے ایسے ہی طور پر ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی مخلوقات دکھائیں تاکہ وہ عارف ہو جائیں اور تاکہ کامل یقین کرنے والوں سے ہو جائیں۔ پھر جب رات کی تاریکی ان پر چھا گئی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا۔ آپ نے فرمایا یہ میرا ربّ ہے۔ سو جب غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا میں غروب ہو جانے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔ پھر جب چاند کو دیکھا چمکتا ہوا تو فرمایا کہ یہ میرا ربّ ہے سو جب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر مجھ کو میرا ربّ ہدایت نہ کرتا رہے تو میں گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں۔ پھر جب آفتاب کو دیکھا چمکتا ہو تو فرمایا (تمہارے زعم کے مطابق) یہ میرا ربّ ہے یہ سب میں بڑا ہے۔ سو جب وہ غروب ہو گیا آپ نے فرمایا اے قوم بے شک میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں۔ میں یکسو ہو کر اپنا رخ اس کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور میں شرک کرنے والوں سے نہیں ہوں ۞

تفسیر: ربط: اوپر شرک کا ابطال اور توحید کا اثبات مذکور تھا آگے اسی مضمون کی تائید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ دعوت الی التوحید کا بیان فرماتے ہیں اور بوجہ اس کے کہ اہل عرب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مانتے تھے مضمونِ مذکور کی تائید میں زیادہ قوت ہو گئی نیز اس قصہ میں مسئلہ رسالت کی بھی تائید ہے کہ نبوت کوئی امر مستغرب نہیں ہے پہلے سے بھی انبیاء ہوتے آئے ہیں۔

قصہ احتجاج ابراہیم علیہ السلام بر توحید: وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ (الی قولہ تعالیٰ) وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۔

ف: ان آیات کی تفسیر سے پہلے چند امور ضرور یہ لکھتا ہوں جن کا لحاظ رکھنا تفسیر میں معین فہم ہوگا۔ امرِ اول: ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے احوال مذکورہ فی القرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بت پرستی بھی کرتے تھے اور ستاروں کو بھی عالم میں متصرف جانتے تھے پس وہ دو طور پر مشرک تھے اعتقاد الوہیت اصنام و ربوبیۃ کوکب اس واسطے ابراہیم علیہ السلام کے مناظرات میں دونوں پر کلام ہے۔ امر دوم: ابراہیم علیہ السلام ہوش سنبھالنے ہی کے وقت سے توحید کے عارف و محقق تھے ہاں ایک عرصہ تک مناظرہ کا اتفاق نہیں ہوا پھر یا خود قبل نبوت یا بوحی بعد نبوت قوم سے مناظرہ فرمایا اور اس سے یہ بھی مفہوم ہوا کہ جس رات کی آمد کا فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ۔ میں ذکر ہے اس کی کوئی دلیل نہیں کہ اس کے قبل انہوں نے بوجہ غار میں پرورش پانے کے کوئی رات نہ دیکھی ہو بلکہ یہ قصہ مشہورہ غار کا خود ثابت نہیں۔ امرِ سوم: آپ کی قوم خدا کی بھی قائل تھی یا نہیں دونوں احتمال ہیں احتمال اول پر کہ آگے لَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖ سے ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے تفسیر آیات مناظرات کی زیادہ سہل ہے کیونکہ ان میں مضمون وجود الحق کا ظاہراً بطور مقدمہ دلیل کے ہے چنانچہ شاہ عبدالقادر بھی فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ سے اسی کے قائل ہوئے ہیں اور احتمال ثانی پر اس مضمون مذکور وجودِ الحق کو جزو دعویٰ کہہ دیا جاوے گا اور مقدمات دلیل کے صرف آثار و افعال مشاہدہ کو کہا جاوے گا البتہ نمرود کی طرزِ گفتگو سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود خالق ہی کا منکر تھا لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نے تمرداً وعناداً ایسی گفتگو کی ہو اور واقع میں خالق کا قائل ہو چنانچہ جملہ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِيْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ کو اس کی طرف ایک گونہ مشیر بھی کہہ سکتے ہیں اب تفسیر لکھتا ہوں۔

تفسیر آیاتِ بالا: اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جب ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے باپ آزر (نام) سے فرمایا کہ کیا تو بتوں کو معبود قرار دیتا ہے بیشک میں تجھ کو اور تیری ساری قوم کو (جو اس اعتقاد میں تیرے شریک ہیں) صریح غلطی میں دیکھ رہا ہوں (اور ستاروں کے متعلق آگے گفتگو آوے گی درمیان میں ابراہیم علیہ السلام کا صحت نظر کے ساتھ موصوف ہونا کہ ماقبل اور مابعد دونوں سے اس کا تعلق ہے فرماتے ہیں) اور ہم نے ایسی ہی (کامل) طور پر ابراہیم (علیہ السلام) کو آسمانوں اور زمین کی مخلوقات (بچشم معرفت) دکھلائیں تاکہ وہ (خالق کی ذات و صفات کے) عارف ہو جاویں اور تاکہ (از دیاد معرفت سے) کامل یقین کرنے والوں سے ہو جاویں (آگے ستاروں کے متعلق گفتگو کہ تتمہ مناظرہ کا ہے مذکور ہے کہ اوپر کی گفتگو تو بتوں کے متعلق ہو چکی) پھر (خواہ اسی دن یا کسی اور دن) جب رات کی تاریکی ان پر (اسی طرح اور سب پر) چھا گئی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا (کہ چمک رہا ہے) آپ نے (اپنی قوم سے مخاطب ہو کر) فرمایا کہ (تمہارے زعم کے موافق) یہ میرا (اور تمہارا) رب (اور میرے احوال میں متصرف) ہے (بہت اچھا اب تھوڑی دیر میں حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے چنانچہ تھوڑے عرصہ کے بعد وہ افق میں جا چھپا) سو جب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں غروب ہو جانے والوں سے (جو کہ ایسی حالت کے ساتھ موصوف ہوں کہ وہ حالت بوجہ حدوث کے خود دلالت کر رہی ہے کہ یہ خود (بوجہ محل حوادث ہونے کے محدث کا محتاج ہے) محبت نہیں رکھتا (اور محبت لوازم اعتقاد ربوبیت سے ہے پس حاصل یہ ہوا کہ میں رب نہیں سمجھتا) پھر (اسی شب میں یا کسی دوسری شب میں) جب چاند کو دیکھا (کہ) چمکتا ہوا (نکلا ہے) تو (پہلے ہی

کی طرح) فرمایا کہ (تمہارے زعم کے موافق) یہ میرا (اور تمہارا) رب (اور متصرف فی الاحوال) ہے (بہتر اب تھوڑی دیر میں اسکی کیفیت بھی دیکھنا چنانچہ وہ بھی غروب ہوگیا) سو جب وہ غروب ہوگیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر مجھ کو میرا رب (حقیقی) ہدایت نہ کرتا رہے (جیسا اب تک ہدایت کرتا رہا ہے) تو میں بھی (تمہاری طرح) گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں پھر (یعنی اگر چاند کا قصہ اسی قصۂ کوکب کی شب کا تھا تب تو کسی اور شب کی صبح کو اور اگر چاند کا قصہ اسی قصۂ کوکب کی شب کا نہ تھا تو قصۂ قمر کی شب کی صبح کو یا اس کے علاوہ کسی اور شب کی صبح کو) جب آفتاب کو دیکھا (کہ بڑی آب وتاب سے) چمکتا ہوا (نکلا ہے) تو (پہلی دوبار کی طرح پھر) فرمایا کہ (تمہارے زعم کے موافق) یہ میرا (اور تمہارا) رب (اور متصرف فی الاحوال) ہے (اور) یہ تو سب (مذکورۂ ستاروں) میں بڑا ہے (اس پر خاتمہ کلام کا ہو جاوے گا اگر اس کی ربوبیت باطل ہوگئی تو چھوٹوں کی بدرجہ اولیٰ باطل ہو جاوے گی غرض شام ہوئی تو وہ بھی غروب ہوگیا) سو جب وہ غروب ہوگیا تو آپ نے فرمایا کہ بیشک میں تمہارے شرک سے بیزار (اور نفور ہوں) (یعنی براءت ظاہر کرتا ہوں اعتقاداً تو ہمیشہ سے بیزار ہی تھے) میں (سب طریقوں سے) یکسو ہو کر اپنا رخ (ظاہر کا اور دل کا) اس (ذات) کی طرف (کرنا تم سے ظاہر[۱]) کرتا ہوں جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور میں (تمہاری طرح) شرک کرنے والوں سے نہیں ہوں (نہ اعتقاداً نہ قولاً نہ عملاً) **ف**: چونکہ معظم معمورہ میں جس میں بابل وحلب بھی داخل ہے جو کہ بقول مؤرخین موقع تھا اس گفتگو کا ایک شب میں بروئے رفتار معتاد کواکب کے ایسا نہیں ہوسکتا کہ ماہتاب کا طلوع اپنے افق سے کسی سیارہ کے غروب کے بعد ہو اور پھر طلوع شمس سے پہلے غروب ہو جاوے اس لئے یہ تینوں واقعہ ایک شب کے نہیں ہوسکتے یا تو دو شب کے ہیں یا تین شب کے جیسا ترجمہ میں اشارہ بھی کر دیا پس دونوں جگہ فَلَمَّا رَاٰ میں جو فاء ہے وہ تعقیب واقتران عرفی کے لئے ہے نہ کہ حقیقی کے لئے کذا فی روح المعانی اور ہر چند کہ ان کواکب مذکورہ کی جسمیت وتحیز اور خود طلوع سے بھی کہ حالت حادثہ ہے ان کے ابطال ربوبیت پر استدلال ہوسکتا تھا لیکن مخاطبین چونکہ عوام زیادہ تھے اس لئے دلیل اوضح سے استدلال فرمایا کہ غروب کا موجب نقص ہونا اظہر ہے اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ احتجاب سے ابطال ربوبیت پر اگر استدلال صحیح ہے تو احتجاب بعد تجلی کے باری تعالیٰ کے لئے بھی ثابت ہے جواب یہ ہے کہ یہاں احتجاب تغیر فی الکواکب کی وجہ سے ہے اور وہاں تغیر فی الباری سے نہیں اور اصل دلیل تغیر ہے فقط۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ الخ اس میں دلالت ہے کہ مشغولی مع الحق ومناظرہ مع اہل باطل میں تنافی نہیں جب تک کہ حدود سے تجاوز نہ ہو اور اسی سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بعض مقامات پر نرمی پر خشونت کو ترجیح ہوتی ہے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الخ روح میں ہے کہ ابطال ربوبیت کواکب میں نرم عنوان (مجاراۃ) اختیار فرمایا اور ابطال ربوبیت اصنام میں سخت عنوان اختیار فرمایا وجہ یہ کہ ربوبیت کواکب کا بطلان بہ نسبت بطلان ربوبیت اصنام خفی تھا اس میں اگر اول سے ہی خشونت اختیار کی جاتی تو ان کا مکابرہ اور عناد بڑھ جاتا آہ تو اس سے معلوم ہوا کہ نصح وارشاد کے باب میں مخاطب کے حال کی رعایت اور اس کی مصلحت کا لحاظ مناسب ہے اور شیوخ حکماء ومصلحین کی یہی شان ہے۔

الحواشی: (۱) توضیح اس کی یہ ہے کہ افول کوکب کی حقیقت یہ ہے کہ وہ بالائے افق سے زیر افق چلا جاوے اور ایک وقت میں بالائے افق ہونا اور دوسرے وقت تحت افق چلا جانا یہ ایک تغیر ہے اس لئے یہ تغیر خود کوکب میں ہے برخلاف احتجاب باری تعالیٰ کے کہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ ذات باری تعالیٰ الآن کما کان رہتی ہے اور ناظرین کی قوتِ بینائی یا اس کے شرائط میں خلل ہوتا ہے اس لئے وہ ان کو مرئی نہیں ہوتی لیکن جب موانع مرتفع ہو جاتے ہیں تو مرئی ہو جاتی ہے پس یہ تغیر خود ناظرین کے اندر ہے نہ کہ ذات باری تعالیٰ کے اندر کہ وہ الآن کما کان ہے اس تغیر ناظر کی مثال ایسی سمجھو جیسے آنکھ بند کرے تو مبصرات اس کی نظر سے محجوب ہو جاویں اور آنکھ کھول دے تو دکھلائی دینے لگیں یا آنکھ میں پانی آجانے کے سبب مبصرات اسے دکھائی نہ دیں اور آنکھ بنوانے کے بعد وہ ان کو دیکھنے لگے یا ضعف بصر کے سبب وہ حروف کو نہ دیکھ سکے اور سرمہ مجلی بصر استعمال کرنے کے بعد ان کو دیکھ لے پس یہ تغیرات خود رائی کی جانب ہیں نہ کہ مرئی کی جانب ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فی ملکوت مخلوقات کما فی القاموس المملکة اه وهو فی الاصل مصدر استعمل فی المفعول ای الآیات کما عن مجاهد ۱۲۔ ۲ قوله فی نری بچشم معرفت اشارة الی ان الرؤیة قلبیة وان وقع الابصار بالابصار لکن بحیثیة الدلالة علی الصانع وهذه الحیثیة غیر مدرکة بالابصار ۱۲۔ ۳ قوله قبل ولیکون عارف ہو جاویں لم یقدر للعطف لیستدل لان علوم الانبیاء فی الاصول الضروریة وانما الکلام فی الاستدلال علی الفروع والامام الرازی وان ذهب الی ان معارف الانبیاء استدلالیة لا ضروریة لکن لم یرتض به صاحب الروح کما نقصه فی هذا المقام ۱۲۔ ۴ قوله قبل فلما جن ہو چکی اشارة الی کون الفاء المعطف علی الواقعة السابقة وبالمجموع تم المحاجة ۱۲۔ ۵ قوله فی علیه اسی طرح سب پر یعنی ان الظرف لیس للتخصیص بل لبیان الواقع ۱۲۔ ۶ قوله فی ربی زعم اشارة الی ان هذا منه علیه السلام علی سبیل الفرض وارخاء العنان مجاراة مع ابی وقومه الذین کانوا یعبدون الاصنام والکواکب فان

المستدل علی فساد قول یحکیه ثم یکر علیه بالابطال وهذا هو الحق الحقیق بالقبول کذا فی روح المعانی وهو احسن ما قیل فیه والله تعالیٰ اعلم وفی المعالم کما قال ذق انك انت العزیز الکریم وقال وانظر الی الٰهك الذی ظلت علیه عاکفا۱۲۔ ۷ قوله هنالك اور تمہارا فالتخصیص ایجاز لظهور المراد۱۲۔ ۸ قوله فی هذا اکبر مذکورہ ستاروں اما حقیقة واما فی الرؤیة ولما اشترك علة الحدوث فی الجمیع مما ذکر ومما لم یذکر لا یتوقف علی کون الشمس اکبر۱۲۔ ۹ قوله فی وجهت ظاہر لان التوحید حاصل من قبل۱۲۔ ۱۰ قوله فی المشرکین اعتقاداً کما هو المظنون من القوم فی الکواکب حیث یعتقدون فیها التصرف المستقل لا عملاً من العبادة واما فی الاصنام فکانوا یشرکون عملاً۱۲۔

اللغات: البزوغ الطلوع من البزغ وهو الشق کانه بنوره یشق الظلمة۔ قوله وجهت وجهی للذی فی الروح عن الصحاح وجهت وجهی لله وتوجهت نحوك والیك والظاهر ان اللام صلة۱۲۔

البلاغة: قوله فی اصناما اٰلهة وفی الکواکب ربی لعله بعبادتهم الاصنام واعتقادهم التصرف المستقل فی الکواکب والاول اعتقاد الالوهیة والثانی اعتقاد الربوبیة۱۲۔ قوله فی الشمس هذا فی الروح اشارة الی الجرم المشاهدین حیث هو لامن حیث هو مسمی باسم من الاسامی فضلاً عن حیثیة تسمیته بالشمس ولذا ذکر اسم الاشارة ای اورد مذکرا قوله یهدنی ربی قلت ما احسن موقعه بعد قوله فی الکواکب هذا ربی قوله لاکونن من القوم الضالین فی الروح والتعریض بضلالهم هنا کما قال ابن المنیر اصرح واقوی من قوله اولا لا احب الآفلین وانما ترقی علیه السلام الی ذلك لان الخصوم قد قامت علیهم بالاستدلال الاول حجة فالسنوا بالقدح فی معتقدهم ولو قیل هذا فی الاول فلعلهم کانوا ینفرون ولا یصغون الی الاستدلال فما عرض لهم علیه السلام بانهم علی ضلالة الا بعد ان وثق باصغائهم الی تمام المقصود واستماعهم له الی آخره والدلیل علی ذلك انه صلی الله علیه وسلم ترقی فی النوبة الثالثة الی التصریح بالبرائة منهم والتصریح بانهم علی شرك حین تم قیام الحجة علیهم تبلج الحق وبلغ من الظهور غایة۔ قوله انی وجهت الخ وانما جزم علیه السلام بالتوحید بعد نفی ربوبیته عما ذکر مع عدم انحصار الارباب الباطلة فیها لان القوم کانوا مساعدین علی نفی الربوبیة من غیر ما ذکر وانما کانوا ینازعون فیها فکفی ابطال ربوبیتها فی اثبات التوحید۔ من الروح۱۲۔

وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ؕ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْئًا ؕ وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَكَیْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۸۲﴾

اوران سے ان کی قوم نے حجت کرنا شروع کی۔ آپ نے فرمایا کیا تم اللہ کے معاملہ میں مجھ سے حجت کرتے ہو۔ حالانکہ اس نے مجھ کو طریقہ بتلا دیا ہے اور ان چیزوں سے جن کو تم اللہ کے ساتھ شریک بناتے ہو نہیں ڈرتا۔ ہاں لیکن اگر میرا پروردگار ہی کوئی امر چاہے۔ میرا پروردگار ہر چیز کو اپنے علم میں گھیرے ہوئے ہے۔ کیا تم پھر خیال نہیں کرتے اور میں ان چیزوں سے کیسے ڈروں جن کو تم نے شریک بنایا ہے حالانکہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک ٹھہرایا ہے جن کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی سو ان دو جماعتوں میں سے امن کا زیادہ مستحق کون ہے۔ اگر تم خبر رکھتے ہو۔ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے۔ ایسوں ہی کے لئے امن ہے اور وہی راہ پر چل رہے ہیں ﴿۸۲﴾

تفسیر ربط: اوپر کے قصہ کا آگے تتمہ ہے۔

تتمہ قصہ مذکورہ: وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ (الی قوله تعالیٰ) اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ اور ان سے ان کی قوم نے (بے ہودہ) حجت کرنا شروع کی (وہ یہ کہ یہ رسم قدیم ہے وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِیْنَ اور معبودانِ باطلہ کے انکار پر ڈرایا بھی کہ کبھی تم کو یہ کسی آفت میں نہ پھنسا دیں کما یدل علیه الجواب بقوله ولا اخاف الخ) آپ نے (پہلی بات کے جواب میں تو یہ) فرمایا کیا تم اللہ (کی توحید) کے معاملہ میں مجھ سے (باطل) حجت کرتے ہو حالانکہ اس نے

مجھ کو (استدلال صحیح کا) طریقہ بتلا دیا ہے (جس کو میں تمہارے روبرو پیش کر چکا ہوں اور محض رسم قدیم ہونا اس استدلال کا جواب نہیں ہوسکتا پھر اس سے احتجاج تمہارے لئے بیکار اور میرے نزدیک غیر قابل التفات) اور (دوسری بات کے جواب میں یہ فرمایا کہ) میں ان چیزوں سے جن کو تم اللہ کے ساتھ (استحقاقِ عبادت میں) شریک بناتے ہو نہیں ڈرتا (کہ وہ مجھ کو کوئی صدمہ پہنچا سکتے ہیں کیونکہ ان میں خود صفتِ قدرت ہی مفقود ہے اور اگر کسی چیز میں ہو بھی تو استقلالِ قدرت مفقود ہے) ہاں لیکن اگر میرا پروردگار ہی کوئی امر چاہے تو (وہ دوسری بات ہے وہ ہو جاوے گی لیکن اس سے الٰہہ وارباب باطلہ کی قدرت کا ثبوت یا ان سے خوف کی ضرورت کب لازم آئی اور) میرا پروردگار (جس طرح قادرِ مطلق ہے جیسا ان اشیاء سے معلوم ہوا اسی طرح وہ) ہر چیز کو اپنے (احاطۂ) علم میں (بھی) گھیرے ہوئے ہے (غرض قدرت وعلم دونوں اسی کے ساتھ مختص ہیں اور تمہارے الٰہہ کو نہ قدرت ہے نہ علم ہے) کیا تم (سنتے ہو اور) پھر (بھی) خیال نہیں کرتے اور) جس طرح میرے نہ ڈرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ تمہارے معبود علم قدرت سے محض معرا ہیں اسی طرح یہ بات بھی تو ہے کہ میں نے کوئی کام ڈر کا کیا بھی نہیں تو پھر) میں ان چیزوں سے کیسے ڈروں جن کو تم نے (اللہ تعالیٰ کے ساتھ استحقاقِ عبادت واعتقادِ ربوبیت میں) شریک بنایا ہے حالانکہ (تم کو ڈرنا چاہئے دو وجہ سے اول تم نے ڈر کا کام یعنی شرک کیا ہے جس پر عذاب مرتب ہوتا ہے دوسرے خدا کا عالم اور قادر ہونا معلوم ہو چکا ہے مگر) تم اس بات کے وبال سے نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک ٹھہرایا ہے جن (کے معبود ہونے پر) اللہ تعالیٰ نے تم پر کوئی دلیل (لفظاً یا معناً) نازل نہیں فرمائی (مطلب یہ کہ ڈرنا چاہئے تم کو پھر مجھ کو الٹا ڈراتے ہو) سو (بعد اس تقریر کے انصاف سے سوچ کر بتلاؤ کہ) ان دو (مذکورہ) جماعتوں میں سے (یعنی مشرکین و موحدین میں سے) امن کا (یعنی اس کا کہ اس پر خوف واقع نہ ہو) زیادہ مستحق کون ہے (اور خوف بھی وہ جو واقع میں قابل اعتبار ہے یعنی آخرت کا) اگر تم (کچھ) خبر رکھتے ہو (تو بتلاؤ اور خیر تم کیا بتلاؤ گے میں ہی بتلاتا ہوں کہ) جو لوگ (اللہ پر) ایمان رکھتے ہیں اور اپنے (اس) ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے ایسوں ہی کے لئے (قیامت میں) امن ہے اور وہی (دنیا میں) راہِ راست پر چل رہے ہیں (اور وہ صرف موحدین ہیں بخلاف مشرکین کے کہ گو بالمعنی اللغوی خدا پر ایمان رکھتے ہیں کیونکہ خدا کے قائل ہیں لیکن شرک بھی کرتے ہیں جس سے ایمان شرعی منفی ہو جاتا ہے جب موحدین قابلِ امن ہیں سو اس صورت میں خود تم ڈرو نہ کہ مجھ کو ڈراتے ہو حالانکہ نہ تمہارے الٰہ ڈرنے کے قابل نہ میں نے کوئی کام ڈر کا کیا اور نہ دنیا کا خوف قابل اعتبار اور تمہاری حالت تینوں اعتبار سے محل خوف ہے)۔ **ف**: اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اس لئے فرمادیا کہ آدمی ہے حوادث بھی آتے رہتے ہیں اس سے شاید وہ جہال اپنی تخویف پر استدلال کرتے اس لئے پیش بندی فرمادی کہ اس سے استدلال اس لئے فاسد ہے کہ وہ خدا کی طرف سے واقع ہوگا پس یہ استثناء منقطع ہے یعنی لکن اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْـًٔا کان **كذا في الخازن حاصل هذا التوجيه ولكن اخاف ان يشاء ربي شيئا من اصابة المكروه بي وذكر شيئا للتصريح بالتعميم** لفظاً ومعناً کی تعمیم کا فائدہ نصف پارہ لن تنالوا کے قریب آیۂ سنلقي الخ کے ذیل میں ملاحظہ کیجئے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ الخ اس میں صورت دعویٰ سے احتیاط ہے جو صرف لَآ اَخَافُ پر اکتفاء کرنے میں متوہم تھا اس لئے اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ بھی بڑھا دیا ۱۲۔ قولہ تعالیٰ فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ الخ باوجودیکہ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ متعین ہے مگر یوں نہیں فرمایا فَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ کیونکہ اس اخبار میں مخاطبت سے اعتساف کرنا اور استفہام میں انصاف کی طرف اس کو مائل کرنا ہے اور اہل شفقت کا مخالفین کے ارشاد میں یہی مسلک ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: **۱ قوله في حاجه** بے ہودہ **فسمي حجته مجازا وتفسير الحجة بما فسرت به ذكر جزء منه في الآية المنقولة في المقام وجزء منه مدلول عليه بقوله ولآ اخاف الخ۔ ۲ قوله في يتذكرون** خیال **دل بهذه الترجمة على ما في ايراد التذكر دون التفكر ونحوه من الاشارة الىٰ ان امر آلهتهم من البطلان مركوز في العقول لا يتوقف الا على التذكر واستعمال العقل لا على دليل زائد عليه ۱۲۔ ۳ قوله في تعلمون** بتلاؤ **اشارة الى تقدير الجزاء فاخبروني ۱۲۔**

الکلام: **ادعى المعتزلة باللبس على تفسير الظلم بالمعصية لان الشرك لا يجامع الايمان ثم استدلوا به على عدم النجاة للعصاة والجواب ان الايمان اللغوي يجامع الشرك كما في قوله تعالىٰ وما يؤمن اكثرهم بالله الا وهم مشركون فانهدم بناء الاستدلال وقد ورد هذا التفسير مرفوعًا في الصحيحين وجامع الترمذي او يراد باللبس تغطية الايمان بالكفر وجعله مغلوبًا مضمحلا لا الجمع بينهما بحيث يصدق عليه انه مؤمن و مشرك كذا في الروح ۱۲۔**

اختلاف القراءۃ: **اتحاجون في قراءة نافع وابن عامر بتخفيف النون ففيه حذف احدى النونين ۱۲۔**

النحو: **ما لم ينزل به الى باشراكه في العبادة ۱۲۔**

البلاغۃ: **قوله فاى الفريقين احق بالامن لم يقل اينا اشارة الى ان احقية الا من لا يخصه عليه السلام بل تشتمل كل موحد ترغيبا لهم فى التوحيد وانما جنى بصيغة التفضيل المشعرة باستحقاقهم له وفى الجملة لا ستنزالهم عن رتبته المكابرة والاعتساف بسوق الكلام على سنن الانصاف كذا فى الروح ۱۲۔**

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۸۳﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۸۷﴾ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِىْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۰﴾

١٠ ع ٨ ١٦

اور یہ ہماری حجت تھی وہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو ان کی قوم کے مقابلے میں دی تھی۔ ہم جس کو چاہتے ہیں مرتبوں میں بڑھا دیتے ہیں بیشک آپ کا رب بڑا علم والا بڑا حکمت والا ہے اور ہم نے ان کو (ایک بیٹا) اسحٰق دیا اور (ایک پوتا) یعقوب (دیا) ہر ایک کو (طریق حق کی) ہم نے ہدایت کی اور (ابراہیم سے) پہلے زمانہ میں ہم نے نوح علیہ السلام کو ہدایت کی اور ان (ابراہیم علیہ السلام) کی اولاد میں سے داؤد کو اور سلیمان اور ایوب کو اور یوسف کو اور موسیٰ کو اور ہارون (علیہم السلام) کو (طریق حق کی ہدایت کی) اور اسی طرح ہم نیک کام کرنے والوں کو جزا دیا کرتے ہیں اور نیز زکریا کو اور یحییٰ کو اور عیسیٰ اور الیاس (علیہم السلام) کو (اور یہ) سب (حضرات) پورے شائستہ لوگوں میں سے تھے اور نیز (ہم نے طریق حق کی ہدایت کی) اسمٰعیل کو اور یسع کو اور یونس کو اور لوط (علیہم السلام) کو اور (ان میں سے) ہر ایک کو (ان زمانوں کے) تمام جہان والوں پر (نبوت سے) ہم نے فضیلت دی اور نیز ان کے کچھ باپ داداؤں اور کچھ اولاد کو اور کچھ بھائیوں کو (طریق حق کی ہم نے ہدایت کی) اور ان (سب) کو مقبول بنایا اور ہم نے ان کو راہ راست کی ہدایت کی اللہ کی ہدایت وہ یہی (دین) ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اسکی ہدایت کرتا ہے اور اگر فرضاً یہ حضرات بھی شرک کرتے تو جو کچھ یہ اعمال کیا کرتے تھے۔ ان کے سب اکارت ہو جاتے۔ یہ ایسے تھے کہ ہم نے ان (کے مجموعہ) کو کتاب (آسمانی) اور حکمت (کے علوم) اور نبوت عطا کی تھی۔ سو اگر یہ لوگ نبوت کا انکار کریں تو ہم نے اس کے لئے ایسے بہت لوگ مقرر کر دیئے ہیں جو اس کے منکر نہیں ہیں۔ یہ حضرات ایسے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے (صبر کی) ہدایت کی تھی۔ سو آپ بھی ان ہی کے طریق پر چلئے۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس (تبلیغ قرآن) پر کچھ معاوضہ نہیں چاہتا۔ یہ (قرآن) تو صرف تمام جہان والوں کے واسطے ایک نصیحت ہے ۞

تفسیر: ربط: اوپر قصہ ابراہیم علیہ السلام سے توحید کا اثبات اور رسالت کی تائید تھی جیسا تمہید آیت : وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ میں اس کی تقریر مذکور ہو چکی ہے آگے تصویب احتجاج ابراہیمی کی تقویت مسئلہ توحید کے لئے اور ایک مختصر تذکرہ انبیاء علیہم السلام کا جن کو ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ خاص خاص تعلقات بھی ہیں کسی کو ابوۃ کا کسی کو نبوت کسی کو صرف تبعیت کا ہر دو مسئلہ رسالت کی تائید کے لئے ذکر فرماتے ہیں اول مسئلہ کی تائید تو اس طرح کہ یہ سب حضرات موحد تھے اور دوسرے مسئلہ کی تائید اس طرح کہ نبوت پہلے سے چلی آ رہی ہے پھر اب کیوں اس کو مستبعد سمجھا جاتا ہے اور اہل عرب کے لئے یہ تذکرہ زیادہ اس لئے مناسب ہے کہ وہ لوگ اپنے کو ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے تھے پس اس تذکرہ میں ان کو تنبیہ ہے کہ ان کے منتسبین تو موحد تھے اور شرک کو برا سمجھتے تھے پھر تم کیسے منتسب ہو کہ ان کے طریقہ کے خلاف طریقہ اختیار کرتے ہو۔

تقویت حجۃ ابراہیمیہ وتذکرہ انبیاء علیہم السلام: وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ...... اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ اور

یہ (حجت جو ابراہیم علیہ السلام نے توحید پر قائم کی تھی) ہماری (دی ہوئی) حجت تھی وہ ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو ان کی قوم کے مقابلہ میں دی تھی (جب ہماری دی ہوئی تھی تو یقیناً اعلیٰ درجہ کی تھی اور ابراہیم علیہ السلام کی کیا تخصیص ہے) ہم (تو) جس کو چاہتے ہیں (علمی وعملی) مرتبوں میں بڑھا دیتے ہیں (چنانچہ سب انبیاء کو یہ رفعت درجات عطا فرمائی) بیشک آپ کا رب بڑا علم والا بڑا حکمت والا ہے (کہ ہر ایک کا حال اور استعداد جانتا ہے اور ہر ایک کے مناسب اس کو کمال عطا فرماتا ہے) اور ہم نے جیسا ابراہیم علیہ السلام کو فضل ذاتی علم وعمل دیا۔ اسی طرح فضل اضافی بھی دیا کہ ان کے اصول اور فروع میں سے بہتوں کو کمال دیا چنانچہ) ہم نے ان کو (ایک بیٹا) اسحٰق علیہ السلام دیا اور (ایک پوتا) یعقوب علیہ السلام (دیا اور اس سے دوسری اولاد کی نفی نہیں ہوتی اور دونوں صاحبوں میں سے) ہر ایک کو (طریق حق کی) ہم نے ہدایت کی اور (ابراہیم علیہ السلام سے) پہلے زمانہ میں ہم نے نوح کو (جن کا ابراہیمؑ کے اجداد میں ہونا مشہور ہے اور اصل کی فضیلت فرع میں بھی مؤثر ہوتی ہے طریق حق کی) ہدایت کی اور ان (ابراہیم علیہ السلام) کی اولاد (لغوی یا عرفی یا شرعی) میں سے (آخیر تک جتنے مذکور ہیں سب کو طریق حق کی ہدایت کی یعنی) داؤد (علیہ السلام) کو اور (ان کے صاحبزادہ) سلیمان (علیہ السلام) کو اور ایوب (علیہ السلام) کو اور یوسف (علیہ السلام) کو اور موسیٰ (علیہ السلام) کو اور ہارون (علیہ السلام) کو طریق حق کی ہدایت کی) اور (جب یہ ہدایت پر چلے تو ہم نے ان کو جزائے خیر بھی دی مثل ثواب وزیادہ قرب کے اور جس طرح نیک کاموں پر ان کی جزا دی) اسی طرح (ہماری عادت ہے) کہ ہم نیک کام کرنے والوں کو (مناسب) جزا دیا کرتے ہیں اور نیز (ہم نے طریق حق کی ہدایت کی) زکریا (علیہ السلام) کو اور (ان کے صاحبزادہ) یحییٰ (علیہ السلام) کو اور عیسیٰ علیہ السلام کو اور الیاس (علیہ السلام) کو (اور یہ) سب حضرات) پورے شائستہ لوگوں میں تھے اور نیز (ہم نے طریق حق کی ہدایت کی) اسمٰعیل (علیہ السلام) کو اور یسع (علیہ السلام) کو اور یونس (علیہ السلام) کو اور لوط (علیہ السلام) کو اور (ان میں سے) ہر ایک کو (ان زمانوں کے) تمام جہان والوں پر (نبوت سے) ہم نے فضیلت دی اور نیز ان (حضرات مذکورین) کے کچھ باپ دادوں کو اور کچھ اولاد کو اور کچھ بھائیوں کو (طریق حق کی ہم نے ہدایت کی) اور ہم نے ان (سب) کو مقبول بنایا اور (جس ہدایت کا اوپر ذکر قرآن میں مجمل آیا ہے هدينا اس کو سنو کہ وہ دایت کس چیز کی تھی وہ یہ کہ) ہم نے ان (سب) کو راہ راست (یعنی دین حق) کی ہدایت کی (اور وہ دین جس کی ان سب کو ہدایت ہوئی تھی) اللہ کی (جانب سے جو) ہدایت (ہوتی ہے) وہ یہی (دین) ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس کو ہدایت (بمعنی اراءۃ ہوئی ہے مگر ان میں سے بعض نے اس کو چھوڑ کر شرک اختیار کر لیا) اور (شرک اس قدر ناپسند چیز ہے کہ غیر انبیاء تو کس شمار میں ہیں) اگر فرضاً (للمحال) یہ حضرات (انبیائے مذکورین) بھی (نعوذ باللہ) شرک کرتے تو جو کچھ یہ (نیک) اعمال کیا کرتے تھے ان سے سب اکارت ہو جاتے (آگے مسئلہ نبوت کی طرف اشارہ ہے کہ) یہ (جتنے مذکور ہوئے) ایسے تھے کہ ہم نے ان (کے مجموعہ) کو کتاب (آسمانی) اور حکمت (کے علوم) اور نبوت عطا کی تھی (تو نبوت امر عجیب نہیں جو یہ کافر لوگ آپ کے منکر ہو رہے ہیں کیونکہ نظائر موجود ہیں) سو اگر (نظیر موجود ہونے پر بھی) یہ لوگ (آپ کی) نبوت کا انکار کریں تو (آپ غم نہ کیجئے کیونکہ) ہم نے اس کے (ماننے کے لئے) ایسے بہت لوگ مقرر کر دیئے ہیں (یعنی مہاجرین وانصار) جو اس کے منکر نہیں ہیں (اور ہم جو غم نہ کرنے کو اور صبر کرنے کو کہتے ہیں تو وجہ یہ ہے کہ سب انبیاء نے ایسا ہی کیا ہے چنانچہ) یہ حضرات (مذکورین) ایسے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے (اس صبر کی) ہدایت کی تھی سو (اس باب میں) آپ بھی ان ہی کے طریق (صبر) پر چلئے (چونکہ آپ کو بھی اس کی ہدایت کی گئی ہے کیونکہ ان سے نہ آپ کو نفع نہ کوئی ضرر جس کی وجہ سے غم اور بے صبری ہو اور اس مضمون کے اظہار کے واسطے ان سے تبلیغ کے وقت) آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس (تبلیغ قرآن) پر کچھ معاوضہ نہیں چاہتا (جس کے ملنے سے نفع اور نہ ملنے سے ضرر ہو بے غرض نصیحت کرتا ہوں) یہ (قرآن) تو صرف تمام جہان والوں کے واسطے ایک نصیحت ہے (جس کو ماننے سے تمہارا ہی نفع اور نہ ماننے سے تمہارا ہی نقصان ہے)۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ الخ روح میں بعض مفسرین کا قول ہے کہ ہم محسنین کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں جیسی ابراہیم علیہ السلام کو جزا دی کہ ان کے درجات بلند کئے ان کی اولاد میں ترقی دی اولاد میں نبوت عطا فرمائی آہ اس میں دلالت ہے کہ آباء کی صلاح واحسان کو بھی صلاح ابناء میں دخل ہے کہ ان کے محسن ہونے کا یہ صلہ ملتا ہے کہ ان کی اولاد میں بھی صلاحیت پیدا کی جاتی ہے چنانچہ مشائخ کی اولاد میں مشاہدہ ہے کہ ان میں رشد کی ایک خاص شان ایسی ہوتی ہے جو دوسروں میں نہیں ہوتی بشرطیکہ کوئی معارض پیش نہ آوے۔ قولہ تعالیٰ: وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ الخ اول کا حاصل جذب ہے کیوں کہ جبیٰ کے معنی لغت میں جلب ہیں اور ثانی کا حاصل سلوک ہے کیونکہ ہدایت کے معنی اراءۃ طریق ہیں خواہ مع الوصول یا بدون الوصول۔ قولہ تعالیٰ وَلَوْ اَشْرَكُوْا الخ اس سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کا کوئی ایسا محبوب بالذات نہیں کہ اس پر کسی حال میں مواخذہ نہ ہو جیسا جہلاء کا حضور ﷺ یا بعض اولیائے امت کے حق میں (مثل حضرت غوث اعظمؒ) خیال ہے کہ معشوق عرفی سمجھتے ہیں ۱۲۔

فوائد شتی: الاول ان آتینا ها حال۔ الثانی علی قومه متعلق بآتینا لتضمنه معنی الغلبة۔ الثالث درجت تمییز۔ الرابع کلًا هدینا المراد به اسحٰق ویعقوب لان کون ابراهیم علی هدی قد ذکر من قبل الخامس قوله من قبل وان لم یدل بلفظه علی کون نوح علیه السلام من اجداده لکنه کفی شهرته السادس کون من ذکر من بعد نوح من ذریة ابراهیم علیه السلام کما هو الراجح فی عود الضمیر الیه بالمعنی الاعم لان لوط علیه السلام لیس من ذریته بل کان ابن اخیه وکذلك یونس علیه السلام لم یکن للك من ذریته فی ما ذکر محی السنة ومنهم من ادعی کونه من ذریته فیبقی لوطا خارجًا لکنه لما کان ابن اخیه آمن به وهاجر معه صح کونه من ذریته علی سبیل التغلیب والعرب تجعل العم ابا هکذا رواه فی الروح عن ابن عباس۔ السابع فی ذکر عیسٰی علیه السلام دلیل علی ان الذریة یتناول اولاد البنات۔ الثامن الیاس منهم من قال انه من اولاد هارون علیه السلام ومنهم من قال انه ادریس فیکون البیان مختصا بمن فی الآیة الاولی ویکون زکریا وما بعده ح معطوفا علی مجموع الکلام السابق لا علی داؤد کذا فی الروح۔ التاسع اعلام فی الیسع زائدة۔ العاشر من فی آبائهم ومن بعدهم للتبعیض والضمیر الی المجموع ولا یقتضی ان یکون لکل منهم اب او ابن و اخ او کذلك القول فی آتیناهم الکتب فان المحکوم علیه هو المجموع فلا یلزم ان یکون لکل کتاب نعم الحکم والنبوة مشترکان بین الجمیع۔ الحادی عشر ان الهدایة فی نوحا هدینا مجمل وفی هدینا هم تفصیل له وفی هدی الله باعتباره مکارم الاخلاق من الصبر وغیره۔ الثانی عشر ان الضمیر فی بها الی النبوة بطریق الاستخدام لان الکلام مع هؤلاء انما هو فی نبوة محمد صلی الله علیه وسلم۔ الثالث عشر امره صلی الله علیه وسلم بالاقتداء بهداهم لا من حیث نسبتها الیهم بل الی الله تعالٰی والاضافة للموافقة۔ الرابع عشر النسبیة فی کذلك نجزی انما هو باعتبار مطلق الجزاء فلا یرد ان کل محسن لا یعطی ما اعطی النبیون ۱۲۔ الخامس عشر الضمیر فی علیه وهو للقرآن والتبلیغ لدلالة الکلام علیه وان لم یذکر مصرحا۔ السادس عشر فی الروح لم یظهر لی السر فی هؤلاء الانبیاء العظام علیهم الصلٰوة والسلام علی هذا الاسلوب المشتمل علی تقویم فاضل علی افضل ومتاخر بالزمان علی متقدم وکذا السر فی التقریر اولا بقوله وکذلك نجزی الخ و ثانیا لقوله کل من الصالحین اه قلت وقد اشیر الی اکثر هذه الفوائد فی اثناء الترجمة فافهم ۱۲۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ ؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِیْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ﴿۹۲﴾

اور ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی جیسی قدر پہچاننا واجب تھی ویسی قدر نہ پہچانی۔ جب کہ یوں کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی چیز بھی نازل نہیں کی۔ آپ یہ کہئے کہ وہ کتاب کس نے نازل کی ہے جس کو موسیٰ علیہ السلام لائے تھے۔ جس کی یہ کیفیت ہے کہ وہ نور ہے اور لوگوں کے لئے وہ ہدایت ہے۔ جس کو تم نے متفرق اوراق میں رکھ چھوڑا ہے جن کو ظاہر کر دیتے ہو اور بہت سی باتوں کو چھپاتے ہو اور تم کو بہت سی ایسی باتیں تعلیم کی گئیں جن کو نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے بڑے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے پھر ان کو ان کے مشغلہ میں بیہودگی کے ساتھ لگا رہنے دیجئے اور یہ بھی ایسی ہی کتاب ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے اور جو بڑی برکت والی ہے اور اپنے سے پہلے کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور تا کہ آپ مکہ والوں کو اور آس پاس والوں کو ڈرائیں اور جو لوگ آخرت کا یقین رکھتے ہیں ایسے لوگ اس پر ایمان لے آتے ہیں اور وہ اپنی نماز پر مداومت رکھتے ہیں۔

تفسیر ربط: اوپر توحید کا مضمون مقصود اً مذکور تھا گو ضمناً مسئلہ رسالت کی بھی تائید تھی آگے مسئلہ رسالت کا مقصوداً ذکر ہے اور سبب اس کے نزول کا یہ ہوا تھا کہ ایک یہودی جس کا نام مالک بن الصیف تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ مذہبی گفتگو ہونے لگی تو جوش میں آ کر اس قدر مبالغہ کیا کہ کہنے لگا کہ کسی بشر پر اللہ تعالیٰ نے کوئی کتاب نازل نہیں کی اور ایک روایت میں ہے کہ یہود نے کہا کہ واللہ آسمان سے کوئی کتاب اللہ تعالیٰ نے نازل نہیں کی اور اس پر

یہ آیت نازل ہوئی اوردہ فی اللباب عن ابی حاتم وابن جریر عن سعید بن جبیر وابن عباسؓ۔

بحث متعلق نبوت: وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ (الی قولہ تعالی) وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ اور ان (منکر) لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی جیسی قدر پہچاننا واجب تھی ویسی قدر نہ پہچانی جب کہ (منہ بھر کر) یوں کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی چیز (یعنی کوئی کتاب) بھی نازل نہیں کی (یہ کہنا ناقدر شناسی اس لئے ہے کہ اس سے مسئلہ نبوت کا انکار لازم آتا ہے اور نبوت کا منکر اللہ تعالیٰ کی تکذیب کرتا ہے اور تصدیق حق واجب ہے پس اس میں قدر شناسی واجب میں اخلال ہوا یہ تو تحقیقی جواب تھا اور الزامی مسکت جواب دینے کے لئے) آپ (ان سے) یہ کہئے کہ یہ تو (بتلاؤ کہ) وہ کتاب کس نے نازل کی ہے جس کو موسیٰ (علیہ السلام) لائے تھے (یعنی توریت جس کو تم بھی مانتے ہو) جس کی یہ کیفیت ہے کہ وہ (خود مثل[۲] نور (کے واضح) ہے اور[۳] (جن کی ہدایت کے لئے وہ آئی تھی) ان لوگوں کے لئے وہ (بوجہ بیان شرائع کے ذریعہ) ہدایت ہے جس کو تم نے (اپنی اغراضِ نفسانیہ کے لئے) متفرق اوراق میں رکھ چھوڑا ہے جن (میں جتنے اوراق کو چاہا ان) کو ظاہر کر دیتے ہو (جس میں تمہارے مطلب کے خلاف کوئی بات نہ ہوئی) اور بہت سی باتوں کو (جو اپنے مطلب کے خلاف ہیں یعنی جن اوراق میں وہ لکھی ہوئی ہیں ان کو) چھپاتے ہو اور (اس کتاب کی بدولت[۴]) تم کو بہت سی ایسی باتیں تعلیم کی گئیں جن کو (قبل کتاب ملنے کے) نہ تم (یعنی قوم بنی اسرائیل جو کہ وقت نزول آیت موجود تھی) جانتے تھے اور نہ تمہارے (قریب[۵] سلسلہ کے) بڑے (جانتے تھے مطلب[۶] یہ کہ جس توریت کی یہ حالت ہے کہ اس کو اولاً تو تم مانتے ہو دوسرے بوجہ نور ہدیٰ ہونے کے ماننے کے قابل بھی ہے تیسرے ہر وقت تمہارے استعمال میں ہے گو وہ استعمال شرمناک ہے لیکن اس کی وجہ سے گنجائش انکار تو نہیں رہی چوتھے تمہارے حق میں وہ بڑی نعمت اور منت کی چیز ہے اسی کی بدولت عالم بنے بیٹھے ہو اس حیثیت سے بھی اس میں گنجائش انکار نہیں یہ بتلاؤ کہ اس کو کس نے نازل کیا ہے اور چونکہ اس سوال کا جواب ایسا متعین[۷] ہے کہ وہ لوگ بھی اس کے سوا کوئی جواب نہ دیتے اس لئے خود ہی جواب دینے کے لئے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حکم ہے کہ) آپ (ہی) کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے (کتاب مذکور کو) نازل[۸] فرمایا ہے (اور اس سے ان کا دعویٰ عام باطل ہو گیا) پھر (یہ جواب سنا کر) ان کو ان کے مشغلہ میں بیہودگی کے ساتھ لگا رہنے دیجئے (یعنی آپ کا منصبی کام ختم ہو گیا نہ مانیں تو آپ فکر میں نہ پڑیں ہم[۹] آپ ہی سمجھ لیں گے) اور (جس طرح توریت ہماری نازل کی ہوئی کتاب تھی اسی طرح) یہ (قرآن) بھی (جن کی تکذیب یہود کے قول مذکور سے اصل مقصود ہے) ایسی ہی کتاب ہے جس کو ہم نے (آپ پر) نازل کیا ہے جو بڑی (خیرو) برکت والی ہے (چنانچہ اس پر ایمان لانا اور عمل کرنا موجب فلاح ونفع دارین ہے اور) اپنے سے پہلے (نازل شدہ) کتابوں (کے منزل من اللہ ہونے) کی تصدیق کرنے والی ہے (سو[۱۰] ہم نے اس قرآن کو نفعِ خلائق اور تصدیق کتب الٰہیہ کے لئے نازل فرمایا) اور اس لئے نازل فرمایا کہ) تاکہ آپ (اس کے ذریعہ سے) مکہ والوں کو اور آس پاس والوں کو (خصو[۱۱]صیت کے ساتھ عذاب الٰہی سے جو کہ مخالفت پر ہوگا) ڈراویں (اور یوں انذارِ عام بھی کریں لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا۔) اور (آپ کے انذار کے بعد گو سب ایمان نہ لاویں لیکن) جو لوگ آخرت کا (پورا[۱۲]) یقین رکھتے ہیں (جس سے عذاب کا اندیشہ ہو جائے اور اس سے بچنے کی فکر میں پڑ جائے اور ہمیشہ طلب طریق نجات اور تعیینِ حق کی دھن لگ جائے خواہ کسی دلیل نقلی سے یا تجویز عقلی سے) ایسے لوگ (تو) اس (قرآن) پر ایمان لے (ہی) آتے ہیں اور (ایمان واعتقاد کے ساتھ اس کے اعمال کے بھی پابند ہوتے ہیں کیونکہ عذاب سے نجات کامل مجموعہ پر موعود ہے چنانچہ) وہ اپنی نماز پر مداومت رکھتے ہیں (اور جب اس عبادت پر جو کہ ہر روز پانچ بار مکرر اور شاق ہے مداومت کرتے ہیں تو دوسری عبادات کے جو کہ گاہ گاہ اور سہل ہیں بدرجۂ اولیٰ پابند ہوں گے حاصل یہ کہ کسی کے ماننے نہ ماننے کی فکر نہ کیجئے جو اپنا بھلا چاہیں گے مان لیں گے جو نہ چاہیں گے نہ مانیں گے آپ اپنا کام کیجئے) **ف**: تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ سے ظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہر مضمون کے اوراق جدا کر رکھے تھے اور بعض کا ایسا کر لینا تعجب نہیں اور اگر قراطیس سے مراد ما فی القراطیس مجازاً لیا جاوے تو معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ اپنے ذہن میں مضامین تورات کے مختلف حصے تجویز کر رکھے تھے جن میں بعض مضامین کو مثل نعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح چھپاتے تھے کہ اس کی اور اور تاویلیں کر دیتے تھے چنانچہ دارمی میں حدیث عمرؓ کے یہ لفظ بنسخة التوراة ای بشی نسخ ونقل توجیہ اول میں اور درمنثور میں بروایت ابن المنذر کے ابن جریج کے یہ لفظ فی یہود فیما اظهروا من التوراة واخفوا من محمد صلی الله علیه وسلم توجیہ ثانی میں اظہر ہے واللہ اعلم۔

ملحقات الترجمۃ: [۱] قوله فی التمهید جوش......الی مبالغہ فاندفع ما اورد من ان اليهود كيف انكروا التوراة لان كثير اما يقع مثله فی الناس وقت الاختصام لا يقال فكيف رد عليهم مع عدم قصدهم ذلك قلنا لانهم تكلموا بكلمة الكفر ولان الخصم يؤاخذ بمثله ١٢۔ [۲] قوله فی النور خود اشار الى الفرق بينهما ١٢۔ [۳] قوله فی الناس جن کی ہدایت فاللام للعهد ١٢۔ [۴] قوله فی علمتم بدولت كذا فی الروح ١٢۔ [۵] قوله فی آباء قریب سلسلہ لان آبائهم البعيدة انبياء ١٢۔ [۶] قوله بعد اباء مطلب الخ المقصود بيان فوائد هذه الجمل ووجه دخلها فی

الالتزام واشار بقوله شرمناک الى ما في الكشاف ان ادراج الابداء والاخفاء يفيد ما يفهم التوبيخ والغي عليهم سوء جهلهم لكتابهم وتحريفهم واثنى عليه صاحب الانتصاف على هذا۔ ۷ قوله قبل قل متعین كذا في الروح مع ما فيه ان فيه ايذانا بانهم افهموا ولم يقدروا على التكلم اصلا۳۔ ۸ قوله في قل الله نازل اشارة الى تقدير الفعل۳۔ ۹ قوله هناك دعویٰ عام اشارة الى ان قولهم حالية كلية وجوابه نقيضها اى الموجبة الجزئية۳۔ ۱۰ قوله في ذرهم ہم آپ اشارة الى ان المقصود التهديد فلا نسخ۳۔ ۱۱ قوله قبل لتنذر سو ہم نے الخ اشارة الى ما في الكشاف معطوف على ما دل عليه صفة الكتاب كانه قيل انزلناه للبركات والتصديق والانذار۳۔ ۱۲ قوله هناك خصوصیت فلا يتوهم منه التخصيص وهو كقوله وانذر عشيرتك۳۔ ۱۳ قوله في يؤمنون الاول پورا الى قوله تجویز عقلی قصد به المنع والجمع لاهل الكتاب وغيرهم تقريره ان بعض الكتاب مع ايمانهم بالآخرة لم يؤمنوا بالقران وغيرهم مع عدم ايمانهم بالآخرة آمنوا بالقرآن فكيف هو وحاصل الجواب ان ايمانهم كلا ايمان لعدم ترتب الرهبة عليه واشار اليه بكلمة پورا وعدم ايمانهم ايمان لترتب الرهبة عليه واشاره اليه بقوله تجویز عقلی فان لفعل لا يكفي للحكم بوقوعها۳۔

الرِّوَايَاتُ: ذكرت في المتن واستشكل بكون السورة مكية والمناظرة مع اليهود مدنية واجيب باستثناء هذه الآيات من المكية كما اخرجه ابو الشيخ عن سفيان والكلبي هكذا في الروح واعلم انه ورد في بعض الروايات ان ذلك اليهودى كذبه صلى الله عليه وسلم في قوله صلى الله عليه وسلم اما تعلم ان الله انزل في التوراة انه يبغض الجر السمين فقال ما انزل الله على بشر من شئى ردًا لقوله صلى الله عليه وسلم ويرد عليه انه ما معنى تحقيق كون القرآن منزلا لرد تكذيبه قوله عليه السلام المذكور والجواب ان كون الرجل نبيا يستلزم صدقه في كل ما يقول وانتفاء اللازم يستلزم انتفاء الملزوم فمقصوده الاصلى كان هو ذاك الانتفاء الاخير فاجيب عنه بتحقيق هذا النزول فافهم واشرت اليه في ترجمة هذا كتاب بقولي اصل مقصود۳۔

اللُّغَاتُ: قوله ام القرىٰ۔ مكة سميت بها لكونها قبلة اهل القرىٰ وحجهم وهم يجتمعون عندها كالاولاد عند الام قوله بين يديه معناه المتقدم فان كل ما كان بين اليدين كذلك كذا في الروح قوله قد روا في الروح اصله معرفة المقدار بالسبر ثم استعمل في معرفة الشئى باتم الوجوه حتى صار حقيقة فيه۔

النَّحْوُ: نورا وهدى وتجعلونه كلها حال وتبدونها صفة لقراطيس وهي مدار الذم لا الجعل المحض المشترك بين الكتب كلها قوله مصدق الذى لما كانت الاضافة لفظية صح وصف النكرة به۳۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَنْ قَالَ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ ۗ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ ۖ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ ﴿٩٣﴾ وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرَكْتُمْ مَا خَوَّلْنَاكُمْ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ ۖ وَمَا نَرَىٰ مَعَكُمْ شُفَعَاءَكُمُ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءُ ۚ لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَا كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٩٤﴾ ع ۱۱ ۱۷

اور اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ تہمت لگاوے یا یوں کہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے حالانکہ اس کے پاس کسی بات کی بھی وحی نہیں آئی اور جو شخص کہ یوں کہے کہ جیسا کہ کلام اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اسی طرح کا میں بھی لاتا ہوں اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جبکہ یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہونگے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے۔ ہاں اپنی جانیں نکالو۔ آج تم کو ذلت کی سزا دی جائے گی اس سبب سے کہ تم اللہ کے ذمہ جھوٹی باتیں بکتے تھے اور تم اللہ تعالیٰ کی آیات سے تکبر کرتے تھے اور تم ہمارے پاس تنہا تنہا آ گئے جس طرح ہم نے اول بار تم کو پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے تم کو دیا تھا اس کو اپنے پیچھے ہی چھوڑ آئے اور ہم تو تمہارے ہمراہ تمہارے ان شفاعت کرنے والوں کو نہیں دیکھتے جن کی نسبت تم دعویٰ رکھتے تھے کہ وہ تمہارے معاملہ میں شریک ہیں۔ واقعی تمہارے آپس میں تو قطع تعلق ہو گیا اور تمہارا دعویٰ سب تم سے گیا گزرا ہوا۔

تفسیر لطط: اوپر منکرین نبوت کی اقسام میں سے بعض پر رد تھا آگے اور اقسام کی بھی مذمت ہے جن میں ایک وہ تھے کہ صرف آپ کی نبوت کے منکر تھے مگر اپنے لئے بھی کوئی دعویٰ نہ کرتے تھے جن میں سے بعض کا قول اوپر بھی آیا ہے :اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰي بَشَرٍ۔ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا میں تو ان کا ذکر ہے اور دوسرے وہ تھے جو خود اپنے لئے نبوت کے مدعی تھے جیسے مسیلمہ کذاب وغیرہ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ سے یہ مراد ہے جیسا کہ روح میں ابن جریج سے بروایت عبد بن حمید اور ابن المنذر سے منقول ہے اور تیسرے وہ تھے جو قرآن کے مثل تصنیف کر سکنے یا کرنے کے مدعی تھے جیسا نضر بن حارث جس کا یہ قول تھا : لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ **اوردہ فی اللباب** اور جیسا عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کہ اول مسلمان ہوا ایک بار اس سے کوئی آیت لکھوائی گئی اتفاقاً اس کے منہ سے بعض کلمات موافق وحی کے نکل گئے۔ حضور ﷺ نے وہی لکھوایا اس پر یہ گمراہ ہو گیا کہنے لگا **ان کان محمد یوحی الیہ وقد اوحی الی وان کان اللہ ینزل فقد انزلت مثل ما انزل اللہ۔ اوردہ فی اللباب عن ابن جریر عن السدی۔**

وَمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ میں یہ مراد ہیں اور گو نضر نے یہ لفظ انزال نہ کہا تھا لیکن اللہ تعالیٰ جو کہ منزل ہے اس کے فعل مختص تکلم بالقرآن کا دعویٰ کرنا اس کو معناً مستلزم ہے اور عبداللہ ایک قول کی رو سے اوحی الی کا مصداق بھی ہو سکتا ہے اور چونکہ ان میں بعض نے جیسا نضر بن الحارث یہ بھی کہا تھا کہ اگر مجھ کو عذاب ہونے لگا تو لات وعزیٰ شفاعت کر دیں گے اس لئے وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا میں اس کا جواب بھی ارشاد فرمایا **اوردہ فی اللباب عن ابن جریر عن عکرمۃ۔**

ذم منکرین نبوت: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا (الی قولہ تعالی) وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ اور اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ تہمت لگائے (اور مطلق نبوت یا خاص نبوت کا منکر ہو جیسا اوپر بعض کا قول آیا ہے مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰي بَشَرٍ اور بعض کا قول تھا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا۔) یا یوں کہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے حالانکہ اس کے پاس کسی بات کی بھی وحی نہیں آئی (جیسے مسیلمہ وغیرہ) اور (اسی طرح اس سے بھی زیادہ ظالم کون ہو گا) جو شخص کہ یوں کہے کہ جیسا کلام اللہ تعالیٰ نے (حسب دعویٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نازل کیا ہے اسی طرح کا میں بھی لا (کر دکھا تا) ہوں (جیسا نضر یا عبداللہ مذکور کہتا تھا غرض یہ سب لوگ بڑے ظالم ہیں) اور (ظالموں کا حال یہ ہے کہ) اگر آپ (ان کو) اس وقت دیکھیں (تو بڑا ہولناک منظر دکھلائی دے) جب کہ یہ ظالم لوگ (جن کا ذکر ہوا) موت کی (روحانی) سختیوں میں (گرفتار) ہوں گے اور (موت کے) فرشتے (جو ملک الموت کے اعوان ہیں ان کی روح نکالنے کے واسطے ان کی طرف) اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے (اور شدت کے ظاہر کرنے کو یوں کہتے جاتے ہوں گے کہ) ہاں (جلدی) اپنی جانیں نکالو (کہاں بچائے پھرتے تھے دیکھو) آج (مرنے کے ساتھ ہی) تم کو ذلت کی سزا دی جاوے گی (یعنی جس میں تکلیف جسمانی بھی ہو اور ذلت روحانی بھی ہو) اس سبب سے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ذمہ جھوٹی (جھوٹی) باتیں بکتے تھے (جیسے مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اور اُوْحِيَ اِلَيَّ اور سَاُنْزِلُ وغیرھا) اور تم اللہ تعالیٰ کی آیات (کے قبول کرنے) سے جو کہ ذریعۂ ہدایت تھی) تکبر کرتے تھے (یہ کیفیت تو موت کے وقت ہوگی) اور (جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرماویں گے کہ) تم ہمارے پاس (یار و مددگار سے) تنہا تنہا (ہو کر) آ گئے (اور اس حالت سے آئے) جس طرح ہم نے اول بار (دنیا میں) تم کو پیدا کیا تھا (کہ نہ بدن پر کپڑا نہ پاؤں میں جوتا) اور جو کچھ ہم نے تم کو (دنیا میں ساز و سامان) دیا تھا (جس پر تم بھولے بیٹھے تھے) اس کو اپنے پیچھے ہی چھوڑ آئے (ساتھ کچھ نہ لا سکے مطلب یہ کہ مال و دولت کے بھروسہ نہ رہنا۔ یہ سب یہاں ہی رہ جاوے گا) اور (تم میں جو بعض کو اپنے باطل معبودوں کی شفاعت کا بھروسہ تھا سو) ہم تو تمہارے ہمراہ (اس وقت) تمہارے ان شفاعت کرنے والوں کو نہیں دیکھتے (جس سے ثابت ہوا کہ واقع میں بھی تمہارے ساتھ نہیں ہیں) جن کی نسبت تم دعویٰ رکھتے تھے کہ وہ تمہارے معاملہ میں (ہمارے) شریک ہیں (کہ تمہارا جو معاملہ عبادت ہمارے ساتھ ہوتا تھا وہی ان کے ساتھ ہوتا تھا) واقعی تمہارے (اور ان کے) آپس میں تو قطع تعلق ہو گیا (کہ آج تم ان سے بیزار اور وہ تم سے بیزار شفاعت کیا کریں گے) اور وہ تمہارا دعویٰ (جو مذکور ہوا) سب تم سے گیا گزرا ہوا (کچھ کام کا نہ نکلا تو اب پوری پوری مصیبت پڑے گی)

ف: غمرات میں روحانی کی قید اس لئے لگائی کہ نزع کی شدت جسمانی کفار کے نہ لوازم سے ہے نہ خواص میں سے ہے اور ملائکہ کا اخرجوا کہنا حقیقت طلب کے لئے نہیں بلکہ ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص کسی کی چیز لے کر بھاگ جائے اور اس کو چھپائے پھرتا ہے اور مالک یا اس کا کوئی آدمی اس کو پکڑ کر جبراً اس کی بغل اور جیب اور ہاتھ میں سے خود نکالتا جاتا ہے اور کہتا جاتا ہے کہ ہاں یہاں سے نکال وہاں سے نکال مقصود صرف اظہار شدت ہوتا ہے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ پھر عبداللہ نے نادم ہو کر اسلام کی تجدید کر لی اس صورت میں وعید سے استثناء ہو جاوے گا کیونکہ جو علت وعید کی تھی جب وہ مرتفع ہو گئی وعید بھی مرتفع ہو گئی اور اہل محشر کا برہنہ پا برہنہ بدن ہونا صحاح میں آیا ہے اور روح میں بروایت ابن ابی حاتم وحاکم حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً اسی تفسیر کی تقریر منقول ہے اور بعض

روایات میں جو مؤمنین کا کپڑا پہننا وارد ہے وہ اس کے معارض نہیں برہنگی حالت اصلی ہو اور لباس اس کے بعد ہو خواہ خروج عن القبر کے قبل یا اس کے بعد واللہ اعلم۔ اور قطع تعلق یا تو ظاہراً بھی ہو گیا ہوگا جیسا فزیلنا سے معلوم ہوتا ہے یا من حیث الشفاعت قطع کیا جاوے گو حساً یک جائی رہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا الخ اور اسی کے حکم میں ہے جو شخص کوئی خراب تراشے یا کسی وارد یا الہام کاذب یا کسی کمال یا توحید حقیقی وفنا یا مشیخت کا دعویٰ کرے یا اپنے اوہام وخیالات کو فیض غیبی کہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله باسطوا روح نکالنے كذا في البيضاوي ويصح ان يراد البسط بالعذاب ۱۲۔ ۲ قوله في اخرجوا کہتے فهو حال بتقدير قائلين ۱۲۔ ۳ قوله في كما خلقنكم اوراس حالت اشارة الى كونها حالاً ثانية كما صححه في الروح ۱۲۔ ۴ قوله في وراء ساتھ كذا في البيضاوي ۱۲۔ ۵ قوله في تقطع ہوگیا الخ اشارة الى تقدير هكذا لقد وقع التقطيع بينكم ۱۲۔

اختلاف القراءۃ: وفي قراءة بينكم بالرفع اما فاعل لكون البين بمعنى الوصل واسند اليه الفعل على الاتساع ۱۲۔

النحو: ترى مفعوله محذوف اى الظالمين ۱۲۔

البلاغۃ: قوله ومن قال الخ في الاتيان بالواو دون او ايذان بكونه اشنع حيث غير الاسلوب لكونه موهما لمساواة الله تعالى بخلاف ما قبله ۱۲۔

إِنَّ اللَّهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوَىٰ ۖ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ ۖ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ ﴿٩٥﴾ فَالِقُ الْإِصْبَاحِ وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۚ ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴿٩٦﴾ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۗ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿٩٧﴾ وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ ۗ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَفْقَهُونَ ﴿٩٨﴾ وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُتَرَاكِبًا وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَجَنَّاتٍ مِنْ أَعْنَابٍ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۗ انْظُرُوا إِلَىٰ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَيَنْعِهِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكُمْ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٩٩﴾

بے شک اللہ تعالیٰ پھاڑنے والا دانہ کو اور گٹھلیوں کو وہ جاندار (چیز) کو بے جان (چیز) سے نکال لاتا ہے (جیسے نطفہ سے آدمی پیدا ہوتا ہے) اور بے جان (چیز) جاندار (چیز) سے نکالنے والا ہے (جیسے آدمی کے بدن سے نطفہ ظاہر ہوتا ہے) اللہ یہ ہے (جس کی ایسی قدرت ہے) سو تم کہاں الٹے چلے جا رہے ہو۔ وہ (اللہ تعالیٰ) صبح کا نکالنے والا ہے اور اس نے رات کو (راحت کی چیز بنائی ہے) اور سورج اور چاند (کی رفتار) کو حساب سے رکھا ہے۔ یہ ٹھہرائی ہوئی بات ہے ایسی ذات کی جو قادر ہے بڑے علم والا ہے اور وہ (اللہ) ایسا ہے جس نے تمہارے (فائدہ کے) لئے ستاروں کو پیدا کیا ہے تاکہ تم ان کے ذریعہ سے اندھیروں میں خشکی میں بھی اور دریا میں بھی رستہ معلوم کر سکو بے شک ہم نے (یہ) دلائل خوب کھول کھول کر بیان کر دیئے ہیں ان لوگوں کے لئے جو خبر رکھتے ہیں اور وہ (اللہ) ایسا ہے جس نے تم (سب) کو (اصل میں) ایک شخص سے پیدا کیا پھر ایک جگہ زیادہ رہنے کی ہے اور ایک جگہ چندے رہنے کی ہے۔ بیشک ہم نے یہ دلائل (بھی توحید وانعام کے) خوب کھول کھول کر بیان کر دیئے ان لوگوں کے لئے جو سمجھ بوجھ رکھتے ہیں اور وہ (اللہ) ایسا ہے جس نے آسمان (کی طرف سے) پانی برسایا۔ پھر ہم نے اس کے ذریعے سے ہر قسم کی نباتات کو نکالا۔ پھر ہم نے اس سے سبز شاخ نکالی کہ ہم اوپر تلے چڑھے ہوئے دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے درختوں سے یعنی ان کے گچھے میں سے خوشے ہیں جو (مارے بوجھ کے) نیچے کو لٹکے جاتے ہیں اور (اسی پانی سے ہم نے) انگوروں کے باغ اور زیتون اور انار (کے درخت پیدا کئے) جو کہ ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور ایک دوسرے سے ملتے جلتے نہیں ہوتے (ذرا) ایک دوسرے کے پھل کو دیکھو جب وہ پکتا ہے اور (پھر) اس کے پکنے کو دیکھو ان میں بھی دلائل (توحید کے موجود) ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان (لانے کی فکر) رکھتے ہیں۔

تفسیر ربط: اوپر مسئلہ رسالت کی تحقیق مع اس کے متعلقات کے تھی اور اس سے اوپر مسئلہ توحید مذکور تھا آگے پھر توحید کی طرف عود ہے اور اس کے ساتھ چونکہ استدلال میں اپنی نعمتوں کا ذکر ہے اپنے منعم ہونے کا بھی بیان ہے تاکہ شرک کا قبح طبعی بھی ظاہر ہو جاوے۔

عود بسوئے اثباتِ توحید: اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَ النَّوٰى (الی قولہ تعالٰی) اِنَّ فِیْ ذٰلِكُمْ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ بیشک اللہ تعالٰی پھاڑنے والا ہے دانہ کو اور گٹھلیوں کو (یعنی زمین میں دبانے کے بعد جو دانہ یا گٹھلی پھوٹتی ہے یہ اللہ ہی کا کام ہے) وہ جاندار (چیز) کو بے جان (چیز) سے نکال لاتا ہے (جیسے نطفہ سے آدمی پیدا ہوتا ہے) اور وہ بے جان (چیز) کو جاندار (چیز) سے نکالنے والا ہے (جیسے آدمی کے بدن سے نطفہ ظاہر ہوتا ہے) اللہ یہ ہے (جس کی ایسی قدرت ہے) سو تم (اس کی عبادت چھوڑ کر) کہاں (غیر اللہ کی عبادت کی طرف) الٹے چلے جا رہے ہو وہ (اللہ تعالٰی) صبح (صادق) کا (رات میں سے) نکالنے والا ہے (یعنی رات ختم ہو جاتی ہے اور صبح صادق ظاہر ہوتی ہے) اور اس نے رات کو راحت کی چیز بنائی ہے (کہ سب تھکے تھکائے سو کر آرام پاتے ہیں) اور سورج اور چاند (کی رفتار) کو حساب سے رکھا ہے (یعنی ان کی رفتار منضبط ہے جس سے اوقات کے انضباط میں سہولت ہو) یہ (حساب سے ان کی رفتار ہو) ٹھہرائی ہوئی بات ہے ایسی ذات کی جو کہ قادر (مطلق) ہے (کہ اس طرح حرکت پیدا کرنے پر اس کو قدرت ہے اور) بڑے علم والا ہے (کہ اس رفتار کی مصلحتیں اور حکمتیں جانتا تھا اس لئے اس خاص طرح پر ٹھہرا دیا) اور وہ (اللہ) ایسا ہے جس نے تمہارے (فائدہ) کے لئے ستاروں کو پیدا کیا (اور وہ فائدہ یہ ہے) تاکہ تم ان کے ذریعہ سے (رات کے) اندھیروں میں خشکی میں بھی اور دریا میں بھی راستہ معلوم کر سکو بے شک ہم نے (یہ) دلائل (توحید و انعام کے) خوب کھول کھول کر بیان کر دیئے ہیں (اور گو پہنچیں گے سب کو مگر نافع ان (ہی) لوگوں کے لئے ہوں گے جو (بھلے برے کی کچھ) خبر رکھتے ہیں (کیونکہ غور ایسے ہی لوگ کیا کرتے ہیں) اور وہ (اللہ) ایسا ہے جس نے تم (سب) کو (اصل میں) ایک شخص سے (کہ آدم علیہ السلام ہیں) پیدا کیا پھر (آگے توالد و تناسل کا اس طرح سلسلہ جاری چلا آ رہا ہے کہ تم میں سے ہر شخص کے لئے مرتبہ مادہ میں) ایک جگہ زیادہ رہنے کی ہے (یعنی ماں کا رحم) ایک جگہ چندے رہنے کی (یعنی باپ کی پشت لقولہ تعالٰی مِنْ بَیْنِ الصُّلْبِ) بیشک ہم نے (یہ) دلائل (بھی توحید و انعام کے) خوب کھول کھول کر بیان کر دیئے ہیں (عام طور پر مگر ان کا نفع بھی مثل سابق) ان (ہی) لوگوں کے لئے (ہوگا) جو سمجھ بوجھ رکھتے ہیں (یہ تفصیل ہوگئی یُخْرِجُ الْحَیَّ الخ کی) اور وہ (اللہ) ایسا ہے جس نے آسمان (کی طرف) سے پانی (بارش کا) برسایا پھر ہم نے اس (پانی) کے ذریعہ سے (باوجود) اس کے واحد ہونے کے ہر (مختلف) قسم کے نباتات کو (زمین سے) نکالا (اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ سبب واحد کے مسبب مختلف) پھر ہم نے اس (نبات کے اول نمودار ہونے والی چیز) سے (جو اول زمین سے نکلتی ہے جس کو بعض غلات میں سوئی یا کھونٹی کہتے ہیں اور رنگ میں زرد ہوتی ہے) سبز شاخ نکالی کہ اس (شاخ) سے ہم اوپر تلے دانے چڑھے ہوئے نکالتے ہیں (یہ تو غلوں کی کیفیت ہے جس کا ذکر اجمالاً فَالِقُ الْحَبِّ میں آ چکا ہے) اور کھجور کے درختوں سے یعنی ان کے گچھے میں خوشے (نکلتے) ہیں جو مارے بوجھ کے) نیچے کو لٹکے جاتے ہیں اور (اسی پانی سے ہم نے انگوروں کے باغ پیدا کئے) اور زیتون و انار (کے درخت پیدا کئے) جو کہ (بعضے انار اور بعضے زیتون پھل کی صورت شکل و مقدار و رنگ و مزہ کے اعتبار سے) ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوتے ہیں اور (بعضے) ایک دوسرے سے ملتے جلتے نہیں ہوتے (ذرا) ہر ایک کے پھل کو تو دیکھو جب وہ پھلتا ہے (کہ اس وقت بالکل کچا بدمزہ ناقابل انتفاع ہوتا ہے) اور (پھر) اس کے پکنے کو دیکھو (کہ اس وقت سب اوصاف میں کیسا کامل ہو گیا یہ بھی خدا کی قدرت کا ظہور ہے) ان (امور) میں (بھی) دلائل (توحید کے موجود ہیں اور گویا باعتبار تبلیغ کے سب کے لئے ہیں مگر انتفاع کے اعتبار سے) ان (ہی) لوگوں کے لئے (ہیں) جو ایمان لانے کی فکر رکھتے ہیں (یہ میووں اور پھلوں کا بیان ہوا جن کا ذکر اجمالاً والنوٰی میں آ چکا ہے)

ف: ان مضامین میں ایک عجیب ترتیب مرعی ہے وہ یہ کہ یہاں تین قسم کی کائنات مذکور ہیں۔ سفلیات، علویات، کائنات جو اور شروع کیا سفلیات سے کہ وہ ہم سے اقرب ہیں اور پھر اس کے دو حصے کئے ایک بیان نباتات، دوم بیان انفس۔ اول کو مقدم کیا کہ بہ نسبت دوم کے اظہر ہے اور دوم ادق ہے چنانچہ نقلیات نطفہ کا ادراک اطباء کے ساتھ مخصوص ہے بخلاف نقلیات نباتیہ کہ عام طور سے مشاہد ہے۔ پھر کائنات جو کو ذکر کیا صبح و لیل پھر علویات کو ذکر کیا شمس و قمر و نجوم۔ پھر چونکہ سفلیات کا زیادہ مشاہدہ ہوتا ہے اس کو مکرر لا کر اس پر ختم فرمایا مگر پہلے وہ اجمالاً مذکور تھے اب تفصیل سے مذکور کئے گئے لیکن تفصیل کی ترتیب میں اجمال کی ترتیب کا عکس کر دیا گیا کہ بیان انفس کو مقدم کیا اور بیان نباتات کو مؤخر۔ ممکن ہے کہ اس کا مبنیٰ یہ ہو کہ اس مفصل بیان میں اظہارِ نعمت کا عنوان اختیار کیا گیا ہے تو اس حیثیت سے منعم علیہ بوجہ مقصود متبوع ہونے کے قابل تقدیم کے ہوا اور بیان نباتات میں ترتیب سابق باقی ہے کہ حبوب کی کیفیت نوی پر مقدم رہی۔ اور بارش کا درمیان میں ذکر آنا ہر چند کہ تبعاً للنبات ہے لیکن اس میں ایک اور لطیفہ بھی ہو سکتا ہے وہ یہ کہ بارش ذو جہات ہے مبدأ کے اعتبار سے تو علوی اور منتہیٰ کے اعتبار سے سفلی اور مسافت کے اعتبار سے کائن فی الجو۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ لِتَهْتَدُوْا بِهَا الخ اس میں اسباب کا اثبات اور ان سے منتفع ہونے کی مشروعیت پر دلالت ہے اور یہ علی الاطلاق منافی توکل نہیں ۱۲۔ قولہ تعالیٰ اُنْظُرُوْا اِلٰى ثَمَرِهٖ اس میں دلالت ہے کہ خلق کی طرف نظر کرنا جب کہ للحق ہو مذموم نہیں بلکہ اگر مقصود میں اس کی طرف احتیاج ہو تو مطلوب ہے پس خلق اس وقت حق تعالیٰ کی مرأۃ ہو جاتی ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله قوله فی فالق نکالنے والا اشارة الى ان المنفلق فى الاصل الظلمة الخارج منها نوراً يصبح لكن للمجاورة بينهما اعتبر الانفلاق فى الصبح مبالغة كان الفجر كان مطويا فى الليل كالثوب المطوى فى الصندوق فتح الصندوق او لا ثم نشر الثوب ثانيا فكانما انشق الليل اولا فخرج منه الفجر كالشئى المشتمل المنغمر ثم انشق هذا الفجر فخرج من داخله النور المنتشر وهذا التقرير من المواهب ۱۲۔ ۲ قوله فى لتهتدوا فائدہ اشارة الى انه بدل من لكم ۱۲۔ ۳ قوله فى ظلمات رات اشارة الى ان اضافة الظلمات الى البر والبحر للملابسة لان الظلمات فى الاصل الليل ۱۲۔ ۴ قوله فى مستقر رحم لقوله تعالىٰ ونقر فى الارحام ما نشاء وفسر المستودع بقرينة المقابلة ۱۲۔ ۵ قوله فى مستودع پشت معنى الاستيداع فى الصلب ذكره البيضاوى فى الطارق وتوضيح المقام ان اصل الولد هو المنى وقال البقراط ومتابعوه ان اصل مادته ينزل من الدماغ الى النخاع من طريق العرقين الواصلين اليه من خلف الاذنين وينضم اليها هناك مادة اخرىٰ متولدة فى جميع الاعضاء الرئيسة وغيرها من طريق العروق الواصلة من تلك الاعضاء وبين النخاع وتنزل تلك المادة المجتمعة من النخاع الى الكليتين وتجرى منهما الى العرق الواصل بينهما وبين الانثيين وتنضج هناك الى ان تضرب الى البياض ثم منه الى الانثيين وتنضج هناك نضجاتا ما تصير منيا بالفعل وقال اخرون مادة المنى تخرج من جميع البدن من غير ان يكون لها اصل فى عضو بعينه تنجذب منه او لا الى الكبد ثم تخرج منها الى الكليتين من طريق شعب الاجوف فينفصل هناك عنها مائيتها ويبقى غليظها ثم منها الى الانثيين فتنضج هناك نضجاتا ما وتصير منيا بالفعل فعلى ما قال البقراط مكث المنى فى الصلب ليس الا زمان بقائه فى النخاع والكليتين وهو اقل قليل بالنسبة الى المكث فى الرحم واما على ما قال آخرون فالمكث فيه ليس الا زمان بقائه فى الكليتين فقط لان الكليتين واقعتان فى اسفل الصلب هو اقل من الزمان الاول ايضا هذا اذا كان المراد بالصلب الظهر مجازا والا فالصلب ليس محلا للمنى على هذا القول وعلى القول الاول مكثه فيه ليس الا زمان بقائه فى النخاع فقط والاقرب الى الصواب هو ما قال البقراط لان العرقين المائين من خلف الاذنين اذا قطعا انقطع التناسل والله اعلم ۱۲۔ ۶ قوله فى الآيت لقوم يفقهون بھی اشار الى ان المشار اليه بذلك هى الدلائل المذكورة قريباً لا جميع ما ذكره ۱۲۔ ۷ قوله فى من السماء طرف سے كما فى البيضاوى ۱۲۔ ۸ قوله فى اخرجنا به واحد اشارة الى قوله تعالىٰ يسقى بماء واحد ۱۲۔ ۹ قوله فى نخرج کہ اس سے اشارة الى كون نخرج صفة ۱۲۔ ۱۰ قوله فى دانية مارے بوجھ کے كما فى الروح ۱۲۔ ۱۱ قوله فى جنات اسی پانی سے اشارة الى كونه معطوفا على نبات وهو الراجح على عطفه على خضرا او حبا لانهما يستلزمان دخوله فى النبات وهو مختص فى العرف بما لا ساق له كذا فى الروح كالخضر فانه يختص بما لا ساق له صرح به فى الخازن ۱۲۔ ۱۲ قوله فى الزيتون والرمان درخت اشارة الى ان المراد بالزيتون والرمان شجرتهما ليسهل الرجاع الضمير فى ثمره ۱۲۔ ۱۳ قوله فى مشتبهاً بعضے انار الخ لم يعمم للنخل والزرع لقوله تعالىٰ فى الآية الاخرىٰ وهو الذى انشا جنات معروشات وغير معروشات والنخل والزرع مختلفا اكله والزيتون والرمان متشابها وغير متشابه ۱۲۔ ۱۴ قوله فى يؤمنون فكر كذا فى الروح۔

اختلاف القراءۃ: فى قراءة جنات بالرفع على الابتداء اى ولكم جنات ۱۲۔

اللغات: الاصباح مصدر اصبح اذا دخل فى الصبح سمى الصبح السكن كل ما يسكن اليه الرجل ويطمئن من زوج او حبيب يقال له سكن الحسبان المصدر منصوب اما بنزع الخافض او بكونه مفعولا لجعل بتقدير ذوا ويجعل بمعنى المحسوب النبات كالنبت ما يخرج من الارض من الناميات على ما قاله الراغب فهو بمعنى المنبوت وخص فى العرف بما لا ساق له فالاضافة للصفة الى الموصوف الطلع فى القاموس الطلع من النخل شئى يخرج كانه فعلان مطبقان والحمل بينهما منضود والطرف محددا وما يبدو من ثمره فى اول ظهورها وقشرها يسمى الكفرى وما فى داخله الا غريض لبياضه القنوان جمع قنو بمعنى العذق وهو للتمر بمنزلة

العنقور للغيب ۳۔

النَّحْوُ: قوله فمستقر خبره مقدر اى فلكم مستقر قوله ومن النخل يد كى منه من طلعها وهو خبر مقدم والمبتدأ قنوان دانية ولم اطلع على السر فى تغيير عنوانه حيث لم يقل قنوانا درية ۳۔

البَلَاغَةُ: قوله يخرج الخ فى الروح اختار ابن المنير كون مخرج معطوفا على يخرج قال وقد وردا جميعاً بصيغة المضارع كثيرا لا انه عدل عن ذلك استحضارا له فى ذهن السامع لان العناية فيه اقوى لكون اخراج الحى من الميت اظهر فى القدرة من عكسه وهو ايضا اول الحالين والنظر اول ما يبدأ فيه وسهل عطف الاسم على الفعل لكون الاسم فى معنى الفعل اه الاقرب فى اختلاف الفواصل بقوله يعلمون ويفقهون ويؤمنون ان يقال هى بمعنى واحد الا انه لما اريد فصل كل آية بفاصلة تنبيهًا على استقلال كل منها بالمقصود من الحجة وكره الفصل بفواصل متساوية لفظاً للتكرار عدل الى فاصلة مخالفة تحسيناً للنظم وافتنانا فى البلاغة كذا فى الروح ۳۔ قوله جنات فى الروح لعل زيادة الجنات ههنا كما قيل من غير اكتفاء بذكر اسم الجنس كما فيما تقدم وما تاخر لما ان الانتفاع بهذا الجنس لا يتاتى غالباً الا عند اجتماع طائفة من افراده اه۔

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۭ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۰۲﴾ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۰۳﴾ قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِیَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَاۤ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۱۰۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِتَّبِعْ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشْرَكُوْا ؕ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۷﴾ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۪ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾

ع ۱۲ / ۱۸

اور لوگوں نے شیاطین کو اللہ کا شریک قرار دے رکھا ہے حالانکہ ان لوگوں کو خدا نے پیدا کیا ہے اور ان لوگوں نے اللہ کے حق میں بیٹے اور بیٹیاں محض بلا سند تراش رکھی ہیں وہ پاک اور برتر ہے ان باتوں سے جن کو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔ وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے اللہ کے اولاد کہاں ہو سکتی ہے حالانکہ اس کی کوئی بی بی تو ہے نہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا اور وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔ یہ ہے اللہ تمہارا رب اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ ہر چیز کا پیدا کرنے والا تو تم لوگ اس کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے اس کو تو کسی کی نگاہ محیط نہیں ہو سکتی اور وہ سب نگاہوں کو محیط ہو جاتا ہے اور وہ ہی بڑا باریک بین باخبر ہے۔ اب بلاشبہ تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے حق بینی کے ذرائع پہنچ چکے ہیں سو جو شخص دیکھ لے گا وہ اپنا فائدہ کرے گا اور جو شخص اندھا رہے گا وہ اپنا نقصان کرے گا اور میں تمہارا نگران نہیں ہوں اور ہم اس طور سے دلائل کو مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں تاکہ سب کو پہنچا دیں اور تاکہ یہ یوں کہیں کہ آپ نے کسی سے پڑھ لیا ہے اور تاکہ ہم اس کو دانشمندوں کیلئے خوب ظاہر کر دیں۔ آپ خود اس طریقے پر چلتے رہئے جس کی وحی آپ کے رب کی طرف سے آپ کے پاس آئی ہے اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور مشرکین کی طرف خیال نہ کیجئے اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو یہ شرک نہ کرتے اور ہم نے آپ کو ان کا نگران نہیں بنایا اور نہ آپ ان پر مختار ہیں اور دشنام مت دو ان کو جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں۔ پھر وہ براہ جہل حد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے ہم نے اسی طرح ہر طبقہ والوں کو ان کا عمل مرغوب بنا رکھا ہے پھر اپنے رب ہی کے پاس ان کو جانا ہے سو وہ ان کو جتلا دے گا جو کچھ بھی وہ کیا کرتے تھے ۞

تفسیر ربط: اوپر دلائل توحید کا ذکر تھا آگے تصریحاً توحید کا اثبات اور شرک کا ابطال ہے۔

ابطالِ شرک و اثباتِ توحید: وَجَعَلُوْا (الی قولہ تعالیٰ) وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ اور (مشرک) لوگوں نے (اپنے اعتقاد میں) شیاطین کو (ایسے) اللہ کا (جس کے صفات و افعال اوپر مذکور ہوئے) شریک قرار دے رکھا ہے (کہ ان کے اغوا سے شرک کرتے ہیں اور خدا کے مقابلہ میں ان کے کہنے پر چلتے ہیں) حالانکہ ان لوگوں کو (خود ان کے اقرار کے موافق بھی) خدا (ہی) نے پیدا کیا ہے (جب خالق کوئی اور نہیں تو معبود بھی کوئی اور نہ ہونا چاہئے) اور ان (مشرکین میں سے بعض) لوگوں نے اللہ کے حق میں بیٹے اور بیٹیاں (اپنے اعتقاد میں) محض بلا سند تراش رکھی ہیں (جیسے نصاریٰ حضرت مسیح اور بعض یہود حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا اور مشرکینِ عرب فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے) وہ پاک اور برتر ہے ان باتوں سے جن کو یہ لوگ (خدا تعالیٰ کی جناب میں) بیان کرتے ہیں (یعنی یہ کہ اس کا کوئی شریک ہو یا اس کے کوئی اولاد ہو) وہ آسمانوں اور زمین کا موجد (یعنی نیست سے ہست کرنے والا) ہے (اور دوسرا کوئی موجد نہیں پس معبود بھی اور کوئی نہ ہوگا اس سے تو شریک کی نفی ہوئی اور اولاد کی نفی کی دلیل یہ ہے کہ غیر مؤنث کی اولاد کی حقیقت یہ ہے کہ اس کے بی بی ہو اور ان دونوں کی مقارنت سے تیسری جاندار چیز پیدا ہو تو) اللہ کے اولاد کہاں ہو سکتی ہے حالانکہ اس کے کوئی بی بی تو ہے نہیں (جو موقوف علیہ ہے اولاد کی اور جب موقوف علیہ منفی ہے تو موقوف بدرجۂ اولیٰ منفی ہے) اور اللہ تعالیٰ نے جیسا ان لوگوں کو پیدا کیا و خلقهم اور زمین و آسمان کو پیدا کیا بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ الخ اسی طرح اسی نے) ہر چیز کو پیدا کیا (پس معبود وہی ہو سکتا ہے) اور (جس طرح وہ خالقیت میں یکتا ہے اسی طرح اس صفت میں بھی یکتا ہے کہ) وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے (ازلاً بھی ابداً بھی اور اس وصف میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں اور خلق بدون علم کے ہو نہیں سکتا اس سے بھی ثابت ہوا کہ اور کوئی خالق نہیں) یہ (ذات جس کے صفات کمال بیان کئے گئے یہ) ہے اللہ تمہارا رب اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہر چیز کا پیدا کرنے والا (جیسا اوپر بیان ہوا جب یہ صفات اللہ ہی میں ہیں) تو تم لوگ اس (ہی) کی عبادت کرو اور (پھر یہ کہ) وہ (ہی) ہر چیز کا کارساز (حقیقی) ہے (دوسرا کوئی کارساز بھی نہیں پس اس کی عبادت کرو گے تو وہ تم کو نفع حقیقی پہنچاوے گا اور دوسرا کیا دے دے گا غرض خالق بھی وہی علیم بھی وہی وکیل بھی وہی اور یہ سب امور مقتضی ہیں کہ معبود بھی وہی ہو اور اس کے علیم ہونے کی اور اس میں متفرد ہونے کی یہ کیفیت ہے کہ) اس کو تو کسی کی نگاہ محیط نہیں ہو سکتی (دنیا میں تو اس طرح کہ کوئی دیکھ ہی نہیں سکتا جیسا دلائل شرعیہ سے ثابت ہے اور آخرت میں اس طرح کہ اہل جنت دیکھیں گے جیسا کہ نیز دلائل شرعیہ سے ثابت ہے لیکن احاطہ محال رہے گا اور جس محسوس بالبصر کے ظاہر کا احاطہ احساسِ بصری سے محال ہو تو اس کی حقیقتِ باطنی کا کہ ظاہر کے مقابلہ میں بدرجہا خفی تر ہے احاطہ کرنا عقل سے جو کہ احساس سے بدرجہا زیادہ محتمل غلط ہے بدرجۂ اولیٰ محال ہوگا) اور وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) سب نگاہوں کو (جو کہ اسکے احاطہ سے عاجز تھیں وجوباً) محیط ہو جاتا ہے (اسی طرح اور چیزوں کو بھی علماً محیط ہے وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ اور (اس امر سے کہ وہ سب کو محیط ہے اور اسکو کوئی محیط نہیں لازم آ گیا کہ) وہی بڑا باریک بیں[1] باخبر ہے (اور کوئی دوسرا نہیں اور یہی تھا تفرد فی کمال العلم جو ثابت ہو گیا)۔

ف: حاصل مقام کا یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے سوا کوئی مبصر و مرئی خواہ کیسا ہی اکبر و اعظم ہو ایسا نہیں کہ اس کا احاطہ کسی رائی کی بصر سے خواہ وہ کیسا ہی اصغر و احقر ہو محال ہو چنانچہ اس کا امکان باقتضائے عقل ظاہر ہے بخلاف حق تعالیٰ کے باوجودیکہ دنیا میں عقلاً مبصر ہونا فی حد ذاتہ ممکن ہے جیسا کہ رب ارنی کی درخواست سے ظاہر ہے گو شرعاً ممتنع ہے جیسا لَنْ تَرٰنِیْ سے یقینی ہے نیز احادیث میں علی الاطلاق اس کی تصریح ہے اور آخرت میں مبصر ہونا واقع ہے لیکن احاطہ ہر حالت میں محال ہے اور یہ امر خواص باری تعالیٰ سے ہے پس یہ شبہ دفع ہو گیا کہ بعض اجسام عظیمہ پر بھی یہ امر صادق آتا ہے کہ لَا یُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ وجہ دفع ظاہر ہے کہ وہاں ادراک بمعنی الاحاطہ محال تو نہیں پس نفی ادراک مذکور فی الآیۃ مرتبہ استحالہ میں خواص واجب سے ہوا اور احاطہ عقلیہ کا محال ہونا مستقلاً بھی کتب کلامیہ میں مذکور ہے اور لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ بھی بالاولیٰ اس پر دال ہے جس کی تقریر اثنائے ترجمہ میں کر دی گئی اور یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ میں تخصیص ابصار کی باقتضائے خصوصیت مقام ہے کہ مقام بیان ابصار کے ہے خصوصیت حکم کی مقصود نہیں کیونکہ عموم دوسرے دلائل سے ثابت ہے اور اس کا مضمون خواص واجب سے اس طور پر ہے کہ ممکنات میں کوئی چیز ایسی نہیں کہ دوسری چیز کا اس کو محیط ہونا محال ہو اور اس کا احاطہ اس دوسری چیز کو واجب ہو پس لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ میں نفی مرتبہ استحالہ میں معتبر ہوگا اب دونوں حکموں کا خواص میں سے ہونا ظاہر و متیقن ہو گیا۔ اور ادراک کا جو ترجمہ کیا گیا اس سے معتزلہ کا استدلال در باب انکار رویت الہیہ کے اہل جنت کے واسطے ساقط ہو گیا اور ادراک کے یہ معنی ابن عباسؓ سے منقول ہیں چنانچہ درمنثور میں ہے **اخرج ابن جرير عن ابن عباس لا تدركه الابصار لا يحيط بصرا حد بالله تعالىٰ** اھ۔ اور روح میں ہے **واليه ذهب الكثير من ائمة اللغة وغيرهم** پس مطلق رویت ثابت اور احاطہ منفی۔ اور حدیثوں میں جو حضور ﷺ سے اس سوال کے جواب میں **هل رائيت ربك** دو جواب آئے ہیں ایک تو **رانی اراه**: دوسرا **رأيت نورا** پہلے جواب میں احاطہ مراد ہے اور دوسرے میں مطلق رویت۔ اور جاننا چاہئے کہ لیلۃ المعراج میں آپ کا اللہ تعالیٰ کو دیکھنا جیسا کہ جلالین میں بتخریج مستدرک حاکم بروایۃ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا ارشاد منقول ہے : رایت ربی عزوجل الحدیث وہ اس حکم امتناعی شرعی فی الدنیا سے مخصوص ہے اور شیخ اکبر رحمہ اللہ سماوات وما فوقہا کو دنیا سے خارج فرماتے ہیں۔اور آخرت میں داخل کرتے ہیں اور اس بناء پر کہ آخرت کا ایک زمانہ ہے جو قیامت میں آوے گا اور ایک مکان ہے جو اوپر مذکور ہوا پس یہ رؤیت آخرت میں ہوئی تھی فلا حاجۃ الی القول بالتخصیص۔

ربط : اوپر دلائل اثبات توحید وابطال شرک کے مذکور ہوئے ہیں آگے مسئلہ رسالت کے متعلق اس کا بیان ہے کہ آپ کے ذمہ رسالت کی حیثیت سے صرف ان مضامین کی تبلیغ اور عبدیت کے اعتبار سے خود عمل پر استقامت ہے نہ کہ ان کے فکر وغم میں پڑ جانا۔

بیان وظیفہ رسالت وعبدیت : قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ (الی قولہ تعالی) وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ (آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ) اب بلاشبہ تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے حق بینی کے ذرائع (کہ وہ توحید ورسالت کے حق ہونے کے دلائل عقلیہ ونقلیہ ہیں) پہنچ چکے ہیں سو جو شخص انکے ذریعے سے حق کو دیکھ لے گا وہ اپنا فائدہ کریگا اور جو شخص اندھا رہے گا وہ اپنا نقصان کریگا اور میں تمہارا (یعنی تمہارے اعمال کا) نگران نہیں ہوں (یعنی جیسا نگرانی کرنے والے کے ذمہ ہوتا ہے کہ ناشائستہ حرکت نہ کرنے دے یہ میرے ذمہ نہیں میرا کام صرف تبلیغ ہے) اور (دیکھئے) ہم اس (عمدہ) طور پر دلائل کو مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں تا کہ آپ سب انکو پہنچا دیں اور تا کہ یہ (منکرین تعصب سے) یوں کہیں کہ آپ نے کسی سے (ان مضامین کو) پڑھ لیا ہے (مطلب یہ کہ تا کہ ان پر اور زیادہ الزام ہو کہ ہم تو اس طرح حق کو ثابت کرتے تھے اور تم پھر ایسا کہتے تھے اور یہ کہنا محض براہِ عناد تھا ورنہ بطلان اس کا ظاہر ہے) اور تا کہ ہم اس (قرآن کے مضامین) کو دانشمندوں کیلئے خوب ظاہر کر دیں (یعنی قرآن کے نازل کرنے کے تین فائدے ہیں ایک یہ کہ آپ کو اجر تبلیغ ملے۔ دوسرے یہ کہ منکرین پر زیادہ جرم قائم ہو تیسرے یہ کہ دانشمند وطالبان حق کو حق ظاہر ہو جاوے پس) آپ (یہ نہ دیکھئے کہ کون مانتا ہے کون نہیں مانتا) خود اس طریق پر چلتے رہیے جس (پر چلنے) کی وحی آپ کے رب کی طرف سے آپ کے پاس آئی ہے (اور اس طریق میں بڑی چیز یہ اعتقاد ہے کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور اس طریق میں تبلیغ کا حکم بھی داخل ہے) اور (اس پر قائم رہ کر) مشرکین کی طرف سے خیال نہ کیجئے (کہ افسوس انہوں نے قبول کیوں نہ کیا) اور (وجہ خیال نہ کرنے کی یہ ہے کہ) اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو یہ شرک نہ کرتے (لیکن ان لوگوں کی بدعنوانیوں سے اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ ان کو سزا دیں اسلئے ویسا ہی سامان جمع کر دیا پھر ان کو آپ کب مسلمان بنا سکتے ہیں) اور (آپ اس فکر میں پڑیں ہی کیوں) ہم نے آپ کو ان (کے اعمال) کا نگران نہیں بنایا اور نہ آپ (ان اعمال پر عذاب دینے کے ہماری طرف سے) مختار ہیں (پس جب آپ کے متعلق نہ ان کے جرائم کی تفتیش ہے اور نہ انکی سزا کا حکم شد ہے پھر آپ کو کیوں تشویش ہے)۔ ربط : اوپر کے مضامین میں طریق مشرکین کا ابطال اور نیز مضامین مذکورہ کے ساتھ اسکی تبلیغ کا امر بھی کیا گیا ہے آگے مشرکین کے معبوداتِ باطلہ کو سب وشتم کرنے سے مسلمانوں کو ممانعت فرما کر تبلیغ دین کے حدود قائم کرتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ غیر قوم سے مناظرہ کرنا تو جزوِ تبلیغ ہے لیکن دشنامی اور دلخراش الفاظ انکے معظمین کے حق میں کہنا ممنوع لغیرہ ہے کہ وہ ہمارے معبود یا رسل ومعظمین کی شان میں گستاخی کریں گے تو گویا اسکے باعث ہم ہوئے۔

نہی از مشاتمت با کفار : وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (الی قولہ تعالی) فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اور دشنام مت دو ان (معبودانِ باطلہ کو) جن کی یہ (مشرک) لوگ خدا (کی توحید) کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں کیونکہ (تمہارے ایسے کرنے سے) پھر وہ براہِ جہل حد سے گزر کر (غصہ میں آ کر) اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے (اور اس کا تعجب نہ کیا جاوے کہ ایسی گستاخی کرنے والوں کو ساتھ کے ساتھ سزا کیوں نہیں مل جاتی کیونکہ) ہم نے (دنیا میں تو) اسی طرح (جیسا ہو رہا ہے) ہر طریقہ والوں کو ان کا عمل (بھلا ہو یا برا ہو) مرغوب بنا رکھا ہے (یعنی ایسے اسباب جمع ہو جاتے ہیں کہ ہر ایک کو اپنا طریقہ پسند ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ عالم اصل میں ابتلاء کا ہے پس اس میں سزا ضرور نہیں) پھر (البتہ اپنے وقت پر) اپنے رب ہی کے پاس ان (سب) کو جانا ہے سو (اس وقت) وہ ان کو جتلا دے گا جو کچھ بھی وہ (دنیا میں) کیا کرتے تھے (اور مجرمین کو سزا دے دے گا) ف : بتوں کو برا کہنا فی نفسہٖ امر مباح ہے مگر جب وہ ذریعہ بن جاوے ایک امرِ حرام یعنی گستاخی بجناب باری تعالیٰ کا وہ بھی منہی عنہ اور قبیح ہو جاوے گا۔اس سے ایک قاعدہ شرعیہ ثابت ہوا کہ مباح جب حرام کا سبب بن جاوے وہ حرام ہو جاتا ہے اور ہر چند کہ اوپر یا دوسری آیات میں جو مضامین اثباتِ توحید ورسالت وابطال شرک وکفر کے مذکور ہیں بعض اوقات ان پر بھی کفار گستاخی بجناب باری جل شانہ وتکذیب حضور پرنور ﷺ کے کلمات کہا کرتے تھے چنانچہ مقاماتِ متعددہ میں وہ منقول ہیں لیکن ان مضامین کا بیان کرنا ممنوع نہیں ہوا وجہ فرق یہ کہ ان مضامین کا ظاہر کرنا واجب اور مطلوب عند الشرع تھا ایسے امر پر اگر کچھ مفاسد مرتب ہو جاویں تو اس امر کو ترک نہ کیا جاوے گا۔ یہ دوسرا قاعدہ ثابت ہوا اور دشنام بت امر مباح تھا واجب مطلوب عند الشرع نہ تھا ایسے امر پر جب مفاسد مرتب ہوں گے اس کو ترک کرنا واجب ہوگا یہی فرق ہے دونوں امر میں۔ یہ دونوں فقہی قاعدے علم عظیم ہے بیشمار فروع کا حکم اور فیصلہ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ روح المعانی میں ابو المنصور سے یہی فرق ایک سوال کے

جواب میں جوان سے پوچھا گیا تھا نقل کیا ہے اور ابن سیرین سے بھی اس کی تائید نقل کی ہے اور قرآن مجید کی بعض آیات میں جو معبودانِ باطلہ کی تحقیر مذکور ہے وہ بقصد سب وشتم نہیں بلکہ مناظرہ میں بطور تحقیق مطلوب واستدلال والزام خصم کے ہے جو مناظرات میں مستعمل ہے اور قرائن سے مخاطب کو فرق معلوم ہو جاتا ہے کہ تحقیق مقصود ہے یا تحقیر اول جائز دوسرا ناجائز فقط۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ :لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ الخ اگر بصر کو عام کہا جاوے بصر حسی اور بصیرۃ کو جیسا راغب نے کہا ہے تو ادراک کی تفسیر علم بکنہہ کے ساتھ ہوگی اور حکم عام ہوگا دنیا اور آخرت کو۔ اور اگر بصر کو جارحہ کے ساتھ خاص کہا جاوے تو مراد نفی رؤیت کی ہوگی دنیا میں چنانچہ روح میں حسن سے یہی قید دنیا کی منقول ہے۔ قولہ تعالیٰ :وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ اور اس کے بعد یہ قول:وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ اس میں اہل طریق کے اس معمول پر دلالت ہے کہ حق ارشاد ادا کر کے پھر کسی کے درپے نہیں ہوتے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ :وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ الخ اس میں دلالت ہے کہ اگر کوئی طاعت کسی معصیت کا سبب بن جائے اور وہ طاعت واجب نہ ہو تو اس طاعت کو ترک کر دیا جائے اور اسی جگہ سے اہل ارشاد کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ بہت سے ایسے امور سے منع کر دیتے ہیں جو ظاہراً طاعت سے معلوم ہوتے ہیں مگر ان کی نظر میں وہ مفضی الی المفاسد ہوتے ہیں اور دوسرے نہیں سمجھتے۔

الحواشی: (۱) فسر الزمخشری وغيرا للطيف بالذی يلطف عن ان تدركه الابصار لكن الصحيح ما ترجمت به لان الاولى تفسير القرآن بالقرآن وقال عز و جل فی موضع آخر الا يعلم من خلق وهو اللطيف الخبير ولا يخفى على من له ذوق صحيح ان معناه هناك هو ما ترجمته به فی هذا المقام واظهر منه ما قال جل مجده فی سورة لقمان اعنى قوله يا بنی انها ان تك مثقال حبة من خردل فتكن فی صخرة او فی السمٰوات او فی الارض يأت بها الله ان الله لطيف خبير لان هذا المقام مقام احاطة علمه بادق شئ واخفاه ولا مناسبة لكونه غير مبصر بالمقام وهو اظهر من ان يخفى وايضا لو كان بمعنى الذی لا يدرك بالحاسة او الذی يلطف عن ان يدركه الابصار للزم ان لا يرى فی الآخرة ايضا لانه تعالىٰ لطيف ازلا وابدا ولا يبعد ان يكون الباعث للزمخشری على تفسيره بالذی يلطف عن ان تدركه الابصار تائيده لاعتزاله بنفی رؤية بالطف اشارة كما هو عادته علا ان المقصود من قوله تعالىٰ لا تدركه الابصار كما يظهر بالتامل فی المقام واوضحته باتم بيان فی التفسير مر ان احدهما نفی امكان احاطة البصر اياه وثانيهما اختصاص هذا الوصف به واللطيف اذا اريد به معنى غير المحسوس بحاسته البصر لا يستلزم شيئا منهما اما عدم استلزامه للاول فلان غير المبصر اعم مما لا يمكن احاطته بالبصر لصدق الاول بدون الثانی على الجواهر اللطيفة كالروح وغيره والاعم لا يستلزم الاخص واما عدم استلزامه للثانی فظاهر لعدم العلاقة وايضا كونه مستحيل الاحاطة بالابصار واختصاصه به المقصود بقوله لا تدركه الابصار لا تحتاج الى دليل لانه ليس مقصودا بالذكر بالذات وبالاصالة بل هو مذكور لرد استبعادنا الناشی من قوله تعالىٰ هو يدرك الابصار من انه كيف يدرك الابصار من لا يدرك بها هو نفسه وانما المحتاج اليه هو قوله جل مجده هو يدرك الابصار لكونه مقصودا اصليا لبيان كمال عنه كما لا يخفى على من له ذوق سليم فتفسير اللطيف بلطيف الادراك للمدركات هو الاولى ليكون ابلغ واكد فی اثبات ما هو المقصود ولا يكون اشتغالاً باثبات ما ليس بمقصود بشیء لا يشتبه اصلا كما بسطناك بالبسط وجه والله اعلم ۱۲ منه۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فی شركاء الجن شیاطین کو شریک اشارة الى كونهما مفعولين لجعلوا وفائدة التقديم كما فی الكشاف استعظام ان يتخذ الله شريك من كان ملكا او جنيا او انسيا او غير ذلك ولذلك قدم اسم الله على الشركاء آه ۱۲۔ ۲ قوله بعد يصفون اس سے تو شریک اشارة الى ان الدلائل بعضها راجعة الى نفی الشريك وبعضها الى نفی الولد ويمكن الاستدلال باحدى الآيتين فی محل الاخرىٰ كما يسهل طريقه بملاحظة ما قررت فی تفسير آية وقالوا اتخذ الله فی آخر جزء آكم وفی تفسير آية ان فی خلق السمٰوات والارض فی اول جزء سيقول ۱۲۔ ۳ قوله قبل انى يكون غیر مؤنث قصد به اخراج مريم عليها السلام ۱۲۔ ۴ قوله فی خالق جیسا اوپر اشارة الى ان ذكره اعادة ولعل النكتة فيها ان الاستدلال بالخلق فی هذا المطلب هو اصرح الطرق واوضحها۔ ۵ قوله فی قد جاء كم کہہ دیجئے اشارة الى تقدير قل بقرينة ما ذا عليكم وصرح به فی الروح ۱۲۔ ۶ قوله قبل وليقولوا سب کو الخ اشارة الى تقدير المعطوف عليه ای لتبلغ الى الجميع المنقسمين الى القسمين القائلين درست وقدم يعلمون ولما كان فی كون هذا القول تعليلا خفاء بينه باوضح بيان بقوله مطلب الخ ۱۲۔ ۷ قوله فی اعرض خيال فاعراض ههنا عدم الالتفات لا الكف الفلا ننسخ ۱۲۔ ۸ قوله بعد عدوا غصہ فلا يرد ان

القوم کانوا معترفین باللہ فکیف یمکن ھذا ۱۲۔ ۹ قولہ فی زینا اصل الی ضرر واشار بہ الی دفع ما یرد من انہ کیف نزل العذاب باقوام سابقۃ علینا وجہ الدفع ظاھر ان عدم الضرورۃ لا یستلزم ضرورۃ العدم وکم من عارض یقع خلاف الاصل السبب ما ۱۲۔

الروایات: فی اللباب قال عبدالرزاق انبأنا معمر عن قتادۃ قال کان المسلمون یسبون اصنام الکفار فیسب الکفار اللہ فانزل ولا تسبوا اھ ۱۲۔

اختلاف القراءۃ: فی قراءۃ دارست علی وزن فاعلت ای درست اہل الکتاب وفی قراءۃ درست بتانیث الغائب ای قدمت ھذہ الآیات وعفت کقولھم اساطیر الاولین ۱۲۔

اللغات: فی الروح عن الراغب اصل الخرق قطع الشئ علی سبیل الفساد من غیر تفکر ولا تدبر وھو ضد الخلق فانہ فعل الشئ بتقدیر ورفق والخرق بغیر تقدیر آہ۔

النحو: عود ضمیر نبینہ الی بصائر بتاویل القرآن ۱۲۔ فی الروح یسبوا منصوب علی جواب النہی وقیل مجزوم علی العطف کقولھم لا تمددھا فتشققھا ۱۲۔

البلاغۃ: الاکتفاء فی الآیۃ علی نفی الحفیظ لاستلزامہ نفی الوکیل فان الوکالۃ بالمعنی الذی ذکر مرتب علی الحفیظ کما ھو ظاھر ۱۲۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ وَنُقَلِّبُ اَفْـــِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰۗىِٕكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

اور ان (منکر) لوگوں نے قسموں میں بڑا زور لگا کر اللہ کی قسم کھائی کہ اگر ان کے (یعنی ہمارے) پاس کوئی نشانی آ جائے تو وہ (یعنی ہم) ضرور ہی اس پر ایمان لے آئیں گے آپ (جواب میں) کہہ دیجئے کہ نشانیاں سب خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں اور تم کو اس کی کیا خبر (بلکہ ہم کو خبر ہے) کہ وہ نشانیاں جس وقت آ جائیں گی۔ یہ لوگ جب بھی ایمان نہ لائیں گے اور ہم بھی ان کے دلوں اور ان کی نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسا کہ یہ لوگ اس پر پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے اور ہم ان کو ان کی سرکشی میں حیران رہنے دیں گے اور ہم ان کے پاس فرشتوں کو بھیج دیتے اور ان سے مردے باتیں کرنے لگتے اور ہم تمام موجودات (غیبیہ) کو ان کے پاس ان کی آنکھوں کے روبرو لا کر جمع کر دیتے تب بھی یہ لوگ ہرگز ایمان نہ لاتے ہاں اگر خدا ہی چاہے تو اور بات ہے۔ لیکن ان میں زیادہ لوگ جہالت کی باتیں کرتے ہیں۔

تفسیر ربط: اوپر آیات منزلہ سے مشرکین کا منتفع نہ ہونا مذکور تھا چنانچہ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ میں ان آیات کا اور اس کے بعد ان کا اپنے شرک پر قائم رہنے کا بیان ہے آگے مشرکین کا براہِ عناد فرمائشی آیات کی درخواست کرنے کا مع جواب ذکر ہے جس کا قصہ ابن جریر نے محمد قرظی سے اس طرح نقل کیا ہے کہ قریش سے آپ نے دعوتِ اسلام کے متعلق گفتگو کی وہ بولے آپ انبیائے سابقین کے ایسے ایسے معجزات کا بیان کرتے ہیں ایسا ہی کوئی معجزہ آپ بھی ظاہر کیجئے آپ نے تعیین معجزہ کی پوچھی انہوں نے کہا کہ کوہِ صفا کو سونا کر دیجئے آپ نے پوچھا تم میرا اتباع کرو گے وہ قسمیں کھانے لگے کہ ہاں کریں گے آپ دعا کرنے کے واسطے کھڑے ہو گئے حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر آئے کہ آپ چاہیں تو پہاڑ سونا ہو جاوے لیکن اگر یہ ایمان نہ لائے تو میں ان پر عذاب نازل کروں گا اب چاہے اس کو اختیار کیجئے اور چاہے یوں ہی رہنے دیجئے جس کی قسمت میں ایمان ہے وہ (بقیہ معجزات کو کافی سمجھ کر) ایمان لے آوے گا آپ نے فرمایا تو پھر یوں ہی رہنے دیا جاوے اس پر یہ آیت یجھلون تک نازل ہوئی کذا فی الروح۔

جواب اقتراح آیات: وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ (الی قولہ تعالی) وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ اور ان (منکر) لوگوں نے قسموں میں بڑا زور لگا کر اللہ کی قسم کھائی کہ اگر ان کے (یعنی ہمارے) پاس (ان کی یعنی فرمائشی نشانوں میں سے) کوئی نشان (ظہور میں آ جاوے تو وہ (یعنی ہم) ضرور ہی اس (نشان) پر ایمان لے آویں گے (یعنی نشان ظاہر کرنے والے کی نبوت کو مان لیں گے) آپ (جواب میں) کہہ دیجئے کہ نشان سب خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں (وہ ان میں جس طرح چاہے تصرف فرماوے دوسرے کو دخل دینا اور فرمائش کرنا بے جا ہے کیونکہ اللہ کے سوا معلوم نہیں کہ کس کا ظاہر ہونا حکمت ہے اور کس کا ظاہر نہ ہونا حکمت ہے البتہ بعثت رسل کے وقت مطلقاً کسی نشان کو ظاہر کر دینا اس میں حکمت یقینی ہے سو اللہ تعالیٰ بہت سے نشان صدق دعویٰ رسالت محمدیہ پر ظاہر فرما چکے ہیں جو کہ دلالت کے لئے کافی ہیں بس یہ ان کی فرمائش کا جواب ہو گیا) اور (چونکہ مسلمانوں کے دل میں خیال تھا کہ خوب ہو اگر یہ نشان ظاہر ہو جاویں شاید

ایمان لے آویں ان کو خطاب فرماتے ہیں کہ) تم کو اس کی کیا خبر (بلکہ ہم کو خبر ہے) کہ وہ (فرمائشی) نشان جس وقت (ظہور میں) آ جاویں گے یہ لوگ (غایت عناد سے) جب بھی ایمان نہ لاویں گے اور ؑ (ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے) ہم بھی ان کے دلوں کو (حق طلبی کے قصد سے) اور ان کی نگاہوں کو (حق بینی کی نظر سے) پھیر دیں گے (اور ان کا یہ ایمان نہ لانا ایسا ہے) جیسا یہ لوگ اس (قرآن) پر (کہ معجزہ عظیمہ ہے) پہلی دفعہ (جب کہ وہ آیا) ایمان نہیں لائے (تو اب ایمان نہ لانے کو بعید مت سمجھو) اور (تقلیب ابصار کا مطلب ظاہری تقلیب نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ) ہم ان کو ان کی سرکشی (و کفر) میں حیران (سرگرداں) رہنے دیں گے (ایمان کی توفیق نہ ہوگی کہ یہ معنوی تقلیب ہے) اور (ان کے عناد کی تو یہ کیفیت ہے کہ) اگر ہم (ایک فرمائشی نشان کیا کئی کئی اور بڑے بڑے فرمائشی نشان بھی ظاہر کر دیتے مثلاً یہ کہ) ان کے پاس فرشتوں کو بھیج دیتے (جیسا وہ کہتے ہیں لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰۤىِٕكَةُ) اور ان سے مردے (زندہ ہو کر) باتیں کرنے لگتے (جیسا وہ کہتے ہیں فَاْتُوْا بِاٰبَاۤىِٕنَا) اور (یہ تو صرف اتنا ہی کہتے ہیں تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰۤىِٕكَةِ قَبِيْلًا) ہم (اسی پر اکتفا نہ کرتے بلکہ تمام موجودات (غیبیہ) کو (جس میں جنت دوزخ سب ہی کچھ) آ گیا ان کے پاس ان کی آنکھوں کے روبرو لا کر جمع کر دیتے (کہ سب کو کھلم کھلا دیکھ لیتے) تب بھی یہ لوگ ہرگز ایمان نہ لاتے ہاں مگر خدا ہی چاہے (اور ان کی تقدیر بدل دے) تو اور بات ہے (پس جب ان کے عناد و شرارت کی یہ کیفیت ہے اور خود بھی وہ اس کو جانتے ہیں کہ ہماری نیت اس وقت بھی ایمان لانے کی نہیں تو اس کا مقتضا یہ تھا کہ نشانوں کی فرمائش نہ کرتے کہ محض بیکار ہے) لیکن ان میں زیادہ لوگ جہالت کی باتیں کرتے ہیں (کہ ایمان ؑ لانے کا تو قصد نہیں پھر خواہ مخواہ کی فرمائشیں کہ جہالت ہونا اس کا ظاہر ہے) **ف** : لَيُؤْمِنُنَّ بِهَا میں کفار کے قول کی نقل ہے اور اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ میں ان کا جواب ہے اور وَمَا يُشْعِرُكُمْ سے آخر تک مسلمانوں کو فہمائش اور خطاب ہے جواب کا حاصل تقریر ترجمہ سے ظاہر ہے توضیح اس کی یہ ہے کہ رسول مدعی نبوت ہے اور آیاتِ خارقہ اس دعویٰ کی دلیل ہے اور مدعی کے ذمہ حسب قضیہ عقلیہ مطلق دلیل کا قائم کرنا ضروری ہے تعیین کسی خاص دلیل کی ضروری نہیں اسلئے ان منکرین کو آیاتِ جدیدہ کے طلب کا کوئی حق حاصل نہ تھا ہاں دلائل قائم کردہ پر جرح وقدح کریں تو اس کو جواب اصالۃً یا نیابۃً مدعی کے ذمہ ہے جس کے لئے ہر مدعی حقانیت اسلام اب بھی آمادہ ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ عدالت میں کسی نے ہزار روپیہ کا دعویٰ کسی شخص پر کیا اور معتبر گواہ دو یا چار پیش کئے مدعا علیہ کو یہ تو اجازت ہوگی کہ ان گواہوں کا مجروح ہونا ثابت کرے اور مدعی سے اس کا جواب طلب کیا جاوے گا لیکن یہ اختیار نہیں دیا جائے گا کہ باوجود ان گواہوں میں کسی خرابی کے ثابت نہ کر سکنے کے یوں کہے کہ میں تو فلاں فلاں اشخاص کی گواہی کو حجت سمجھوں گا ان موجودہ گواہوں کو میں نہیں مانتا حاکم عدالت ہرگز اس بیہودہ عذر کو سماعت نہ کرے گا اور مدعی کو ڈگری دے دے گا اور مدعا علیہ بک بک لگایا کرے اس کا گھر بار سب قرضہ میں نیلام کر لیا جاوے گا اس تقریر سے اتنا تو ثابت ہو گیا کہ معجزات جدیدہ کی ضرورت نہ تھی اب یہ کہ اگر ہو جاتا تو کیا ضرر تھا سو اس ضرر کا بیان دوسری آیات میں ہے چنانچہ اسی سورت کے شروع میں آیت : وَقَالُوْا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ کی تفسیر میں گزر چکا ہے اور اسی ضرر کی وجہ سے حضور ﷺ نے بھی حق تعالیٰ کے پوچھنے پر اسی عدم نزول آیت مقترحہ کی شق کو اختیار فرمایا جیسا کہ تمہید میں مذکور ہوا اور نقلب الخ سے یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے ان کو خراب کر دیا پھر مؤاخذہ و الزام کیا۔ اس کا جواب چند موقع پر گزر چکا چنانچہ اجمالاً یہاں بھی قبل ترجمہ ونقلب کے اشارہ کر دیا گیا ہے اس عبارت سے ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے پس اس تقلیب کا سبب ان کا اعراض ہے یہ نہیں کہ ان کے قلوب وافئدہ حق کی طرف پہلے سے متوجہ ہوں اور پھر تقلیب واقع ہو حاشا وکلا بلکہ توجہ کے ساتھ تو یہ وعدہ ہے : وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا الآیۃ خوب سمجھ لو وللہ الحمد اور لفظ اکثر اس لئے بڑھایا کہ علم الٰہی میں بعضے لوگ ایمان لانے والے تھے۔

ترجمہ مسائل السلوک : قولہ تعالیٰ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ ...... وَلَوْ اَنَّنَا ...... مَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا مجموعہ میں دلالت ہے کہ خوارق کے معائنہ سے نفع لازم نہیں پس ان کا طلب کرنا ہدایت کا طریق نہیں بلکہ اس کا طریق بینات کا اتباع ہے (پس شیخ میں بھی کرامات کا تتبع نہ کرے اس کے کمال علم و عمل کی تحقیق کے بعد اس کا اتباع کرے۔

ملحقات الترجمۃ : ۱ـ **قولہ فی ما یشعرکم** مسلمانوں کے دل میں **کما فی الدر المنثور اخرج ابو الشیخ عن ابن عباس ما یشعرکم یا معشر المسلمین** ۱۲ـ ۲ـ **قولہ فی نقلب** اور ان کے **اشارۃ الی کون نقلب معطوفا علی لا یومنون و مسببا عنہ** ۱۲ـ ۳ـ **قولہ فی کما لم یؤمنوا** اور ان کا الخ **اشارۃ الی ان الکاف فی موضع النعت مصدر منصوب بلا یومنون ای لا یومنون بل یکفرون کفرا کائنا ککفرھم وتوسیط التقلیب لانہ من متممات عدم ایمانھم** ۱۲ـ ۴ـ **قولہ فی نذرھم مراد فھو مبین لنقلب ومعطوف علی ما عطف تقلب علیہ** ۱۲ـ ۵ـ **قولہ فی الایان** مگر **اشارۃ الی ان الاستثناء منقطع ای لکن ان شاء اللہ آمنوا ویجوز ان یکون متصلا** ۱۲ـ ٦ـ **قولہ فی یجھلون** کہ ایمان لانے کا الخ **لم ارھذا التفسیر غیری وفائدۃ الاکثر مرت اکثر من مرۃ من سبق العلم الازلی باستثناء البعض** ۱۲ـ

اختلاف القراءۃ : **فی قراءۃ انھا بالکسر کانہ قال وما یشعرکم ما یکون منھم ثم اخبر بما علم منھم۔ وفی قراءۃ لا تومنون بالتاء**

وفتح الهمزة خطاب للمشركين على طريقة الالتفات والمعنى ان عدم ايمانكم يقيني لعنادكم ولا يراد به نفي علمهم لانهم كانوا علمين لعنادهم بل يراد به على سبيل الكناية كون عدم ايمانهم يقينيا بان يكون عدم اشعارهم كناية عن علم الله تعالى ويكون الشئ معلوماً لله تعالى كناية عن كونه يقينيا فجعل المعنى ان عدم ايمانكم يقيني فافهم ويمكن ان يكون الخطاب على هذه القراء ة في يشعركم للمؤمنين وفي لا تؤمنون للمشركين كما في قوله تعالى ولو اراكهم كثيرا لفشلتم من تلوين الخطاب من مخاطب الى آخر ۱۲۔

اللغات: قبلا مصدر مقابلة ومعاينة الجهد بالفتح والضم المشقة والطاقة في موضع الحال اى جاهدين في ايمانهم بان اتوا بالحلف على ابلغ ما في وسعهم ۱۲۔

النحو: ما يشعركم قال البيضاوى ما يشعركم وما يدريكم استفهام انكار الى قوله اى لا تدرون انهم لا يؤمنون قال العصام خطاب المؤمنين يمنعهم عن تمنى مجئ الآية المقترحة طمعا في ايمانهم يقتضي بظاهره ان يقال لهم وما يدريكم انها اذا جاء ت يؤمنون فذكر له توجيهين۔ احدهما ان الاستفهام للانكار اى لا يشعركم شئ بانها اذا جاء ت لا يؤمنون فلذالك تتمنون ونحن نعلم ذلك فلا نجئ بها و الثاني ان مفعول الاشعار محذوف اى ما يشعركم ما يكون منهم وان من بغات لعل اى لعلهم اذا جاء تهم لا يومنون وح لعل للاشفاق يعني ينبغي ان تجوز واعدم ايمانهم بل يكون الغالب عندكم ذلك فلا تتمنوا آه في الروح والحاصل ان الاستفهام للانكار وله معنيان لم ولا وهذا الثاني هو المراد لا الاول والافكان الظاهر يومنون اى لم تظنون انهم اذا جاء ت يومنون وفيه اقامة العذر للمؤمنين في رغبتهم في ذلك اه بتغيير قوله اذا جاء ت راجع الى الآيات او الآية ولكل وجهة ۱۲۔

البلاغة: قوله اذا جاء ت استعمال اذا دون ان مع المستقبل لزيادة[۱] التشنيع عليهم كما في الروح ۱۲۔

الحواشي: (۱) لان كلمة اذا يدل على القطع والتحقيق فالمعنى انهم لا يؤمنون ولو كان مجئ الآيات مقطوعًا به ۱۲۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۭ وَلَوْ شَاۗءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ۝ وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ۝ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ۭ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۭ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۝ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝

اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بہت سے شیطان پیدا کئے کچھ آدمی اور کچھ جن۔ جن میں سے بعضے دوسرے بعضوں کو چکنی چپڑی باتوں کا وسوسہ ڈالتے رہتے تھے تاکہ ان کو دھوکہ میں ڈال دیں اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ ایسے کام نہ کر سکتے سو ان لوگوں کو اور جو کچھ یہ اختراع پردازی کر رہے ہیں۔ اس کو آپ رہنے دیجئے اور تاکہ اس کی طرف ان لوگوں کے قلوب مائل ہو جائیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور تاکہ اس کو پسند کر لیں اور تاکہ مرتکب ہو جائیں ان امور کے جن کے وہ مرتکب ہوتے تھے۔ تو کیا اللہ کے سوا کسی اور فیصلہ کرنے والے کو تلاش کروں۔ حالانکہ وہ ایسا ہے کہ اس نے ایک کتاب کامل تمہارے پاس بھیج دی ہے۔ اسکی حالت یہ ہے کہ اسکے مضامین خوب صاف صاف بیان کئے گئے ہیں اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس بات کو یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ یہ کتاب (قرآن) آپ کے ربّ کی طرف سے واقعیت کے ساتھ بھیجا گیا ہے سو آپ شبہ کرنے والوں میں نہ ہوں اور آپ کے ربّ کا کلام واقعیت اور اعتدال کے اعتبار سے کامل ہے۔ اس کے کلام کا کوئی بدلنے والا نہیں اور وہ خوب سن رہے ہیں خوب جان رہے ہیں اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کر دیں۔ وہ محض بے اصل خیالات پر چلتے ہیں اور بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں بالیقین آپ کا ربّ ان کو خوب جانتا ہے جو اسکی راہ سے بے راہ ہو جاتا ہے اور وہ ان کو بھی خوب جانتا ہے جو اسکی راہ پر چلتے ہیں ۝

تفسیر: ربط: اوپر کی آیات میں کفار کے عناد وعداوت کا ذکر تھا جو کہ مبنی ہے اقوال وافعال مذکورہ کا آگے رسول اللہ ﷺ کی تسلی کی جاتی ہے کہ ایسی عداوت اور انبیاء سے بھی ہوتی رہی ہے اور اس پر ایسے ہی آثار مرتب ہوا کئے ہیں۔

تسلیہ نبی ﷺ در باب عداوتِ کفار وآثار او: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا (الی قولہ تعالی) مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ اور (یہ لوگ جو آپ سے عداوت کرتے ہیں یہ کوئی نئی بات آپ ہی کے لئے نہیں ہوئی بلکہ جس طرح یہ آپ سے عداوت رکھتے ہیں) اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بہت سے شیطان پیدا کئے تھے کچھ آدمی (جن سے اصل معاملہ تھا) اور کچھ جن (ابلیس اور اس کی اولاد) جن میں سے بعضے (یعنی ابلیس اور اس کا لشکر) دوسرے بعضوں کو (یعنی کافر آدمیوں کو) چکنی چپڑی باتوں کا وسوسہ ڈالتے رہتے تھے تاکہ ان کو دھوکہ میں ڈال دیں (مراد ان سے کفر ومخالفت کی باتیں ہیں کہ ظاہر میں نفس کو بھلی معلوم ہوتی تھیں اور باطن میں مہلک تھیں اور یہی دھوکہ ہے جب یہ کوئی نئی بات نہیں تو اس کا غم نہ کیجئے کہ آپ کے ساتھ یہ لوگ ایسے معاملات کیوں کرتے ہیں اصل یہ ہے کہ اس میں بعض حکمتیں ہیں اس وجہ سے ان کو ایسے امور پر قدرت بھی ہوگئی ہے) اور اگر اللہ تعالیٰ (یہ) چاہتا (کہ یہ لوگ ایسے امور پر قادر نہ رہیں) تو (پھر) یہ ایسے کام نہ کرسکتے (مگر بعض حکمتوں سے ان کو قدرت دے دی) سو (جب اس میں حکمتیں ہیں تو) ان لوگوں کو اور جو کچھ (یہ دین کے بارہ میں) افتراء پردازی کر رہے ہیں (جن سے انکار نبوت جس پر عداوت مرتب ہے) اس کو آپ رہنے دیجئے (اس کی فکر وغم میں نہ پڑیئے ہم خود متعین وقت پر مناسب سزا دیں گے کہ ان حکمتوں میں سے ایک یہ بھی ہے) اور (وہ شیاطین ان کافر آدمیوں کو اس لئے وسوسہ میں ڈالتے تھے) تاکہ اس (فریب آمیز بات) کی طرف ان لوگوں کے قلوب مائل ہوجاویں جو آخرت پر (جیسا چاہئے) یقین نہیں رکھتے (مراد کافر لوگ ہیں اگرچہ اہل کتاب ہوں کیونکہ جیسا چاہئے ان کو بھی یقین نہیں ورنہ انکار نبوت پر جس پر قیامت میں سزا ہوگی کبھی جرأت نہ کرتے) اور تاکہ (میلانِ نفسانی کے بعد) اس کو (اعتقادِ قلبی سے بھی پسند کرلیں اور تاکہ (اعتقاد کے بعد) مرتکب (بھی) ہوجاویں ان امور کے جن کے وہ مرتکب ہوتے تھے۔ **ف**: یہاں شیطان سے مجازاً عام مراد لیا گیا بقرینہ تقسیم کے اور اس سے یہ لازم نہیں کہ ہر جگہ حقیقی معنی چھوڑ دیئے جاویں بلکہ اس معنی مجازی کی تقسیم میں خود حقیقت کا اثبات ہے کہ ایک قسم شیطان کی جن کو بتلایا ہے پس اس مجاز سے انکار وجود جن کی گنجائش حاصل نہ ہوئی اور یہاں وسوسہ پر چونکہ موسوس الیہ میں میلان اور پھر عزم پھر فعل مرتب ہوا ہے اس لئے اس انفعال بالوسوسہ پر مذمت کی گئی بلکہ صرف مرتبہ عزم بھی ذم کے لئے کافی ہے ورنہ نرا وسوسہ مضر نہیں گو موسوس کے حق میں بوجہ عزم غرور واضلال وہ بھی گناہ ہے اور چونکہ منہیات سے بچنے میں خوف عذابِ آخرت کو زیادہ دخل ہے اس لئے اس کی تخصیص کی گئی کیونکہ اگر کوئی خدا کا قائل ہو مگر آخرت کا منکر ہو تو گناہ سے بچنا مستبعد ہے۔

ربط: اوپر ثابت کیا گیا ہے کہ نبوت پر جدید دلائل قائم کرنے کی ضرورت نہیں آگے اس دلیل کو بتلاتے ہیں جو کہ اس بارہ میں کافی وافی ہے یعنی قرآن معجز اور اس کے ماننے اور نہ ماننے والوں کی حالت کا بیان فرماتے ہیں۔

دلالتِ قرآن بر نبوت و بیان حال مصدقین ومکذبین: اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا (الی قولہ تعالی) وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ (آپ کہہ دیجئے کہ میرے تمہارے درمیان میں جو مقدمۂ رسالت میں اختلاف ہے کہ میں بحکم سرکاری اس کا مدعی ہوں اور تم منکر اور یہ مقدمہ اجلاس احکم الحاکمین سے میرے حق میں اس طرح طے اور فیصل ہوچکا ہے کہ میرے اس دعویٰ پر کافی ثبوت اور دلیل یعنی قرآن معجز خود قائم فرمادیا ہے اور تم پھر بھی نہیں مانتے) تو کیا (تم یہ چاہتے ہو کہ اس خدائی فیصلہ کو کافی نہ قرار دوں اور) اللہ کے سوا کسی اور فیصلہ کرنے والے کو تلاش کروں حالانکہ وہ ایسا (کامل فیصلہ کرچکا ہے کہ اس نے ایک کتاب (جو اپنے اعجاز میں) کامل (ہے) تمہارے پاس بھیج دی ہے (جو اپنے اعجاز کی وجہ سے دلالۃ علی النبوۃ میں کافی ہے پس اس کے دو کمال تو یہ ہیں اعجاز وتنزیل من اللہ اور اس کے علاوہ اور وجوہ سے بھی کامل اور اس سے جو اور مقاصد ہدایت وتعلیم کے متعلق ہیں ان کے لئے کافی ہے چنانچہ) اُس کی (ایک یعنی تیسری) حالت (کمال کی) یہ ہے کہ اُس کے مضامین (جو دین کے باب میں اہم ہیں) خوب صاف صاف بیان کئے گئے ہیں اور (چوتھا وصف کمال اُس کا یہ ہے کہ کتب سابقہ میں اس کی خبر دی گئی تھی جو علامت ہے اُس کے مہتم بالشان ہونے کی چنانچہ) جن لوگوں کو ہم نے کتاب (یعنی توراۃ وانجیل) دی ہے وہ اس بات کو یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ یہ (قرآن) آپ کے رب کی طرف سے واقعیت کے ساتھ بھیجا گیا ہے (اُس کو جانتے تو سب ہیں پھر جن میں حق گوئی کی صفت تھی انہوں نے ظاہر بھی کردیا اور جو معاند تھے وہ ظاہر نہ کرتے تھے) سو آپ شبہ کرنے والوں میں نہ ہوں اور (پانچواں وصف کمال اُس کا یہ ہے کہ) آپ کے رب کا (یہ) کلام واقعیت اور اعتدال کے اعتبار سے (بھی) کامل ہے (یعنی علوم وعقائد میں واقعیت اور اعمال ظاہری اور باطنی میں اعتدال لئے ہوئے ہے اور چھٹا وصف کمال اُس کا یہ ہے کہ) اُس کے (اس) کلام کا کوئی بدلنے والا نہیں (یعنی کسی کی تحریف وتغییر سے اس کا اللہ حافظ ہے وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ) اور (ایسی کامل دلیل پر بھی جو لوگ تکذیب قلبی وزبانی سے پیش آویں) وہ (یعنی اللہ تعالیٰ اُن کے اقوال کو) خوب سن رہے ہیں (اور ان کے عقائد کو) خوب جان رہے ہیں (اپنے وقت پر اُن کو کافی سزا دیں گے) اور باوجود وضوح دلائل کے) دنیا میں زیادہ لوگ ایسے (منکر اور گمراہ ہی) ہیں کہ اگر (بالفرض) آپ ان کا کہنا ماننے لگیں تو وہ

آپ کو اللہ کے راہ (راست) سے بے راہ کردیں (کیونکہ وہ خود گمراہ ہیں چنانچہ عقائد میں) وہ محض بے اصل خیالات پر چلتے ہیں اور (اقوال میں) بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں (اور ان کے مقابلہ میں بعضے بندگانِ خدا راہ پر بھی ہیں اور) بالیقین آپ کا رب ان کو (بھی) خوب جانتا ہے جو اس کی (بتلائی ہوئی) راہ (راست) سے بے راہ ہو جاتا ہے اور وہ (ہی) ان کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کی (بتلائی ہوئی) راہ پر چلتے ہیں (پس جیسی گمراہوں کو سزا ملے گی راہ والوں کو انعام واکرام ہوگا) **ف**: لَا تَكُونَنَّ اور اِنْ تُطِعْ میں جو اسناد فعل کی جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف کی گئی ہے اس سے سنانا اوروں کو منظور ہے آپ کی طرف اسناد کرنے سے مبالغہ ہوگیا کہ جب آپ کو باوجود عدم احتمال امتراء واطاعت ایسا کہا گیا تو دوسروں کی کیا ہستی ہے جیسا کہ اَبْتَغِیْ میں بھی ظاہراً اسناد آپ کی طرف ہے اور مقصود تبتغون ہے جس کا مبنیٰ مناظرہ میں ملاطفت ہے جو کہ انفع فی الدعوت ہوتا ہے اور قرآن مجید کے یہاں چھ کمال کا بیان ہے وجہ ضبط یہ ہے کہ کمال کی دو قسمیں ہیں ذاتی واضافی پھر ذاتی باعتبار کمال بلاغت کے ہے جس کی طرف الکتاب میں اشارہ ہے یا باعتبار احکام ومضامین کے ہے پھر اس میں دو درجے ہیں ذات وکمیت احکام کی جس پر مفصلاً دال ہے اور کیفیت وصفت احکام کی جو کہ صدقاً وعدلاً کا مدلول ہے۔ اور اضافی یا باعتبار منزل بصیغہ اسم فاعل کے ہے جس کا هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ میں ذکر ہے اور یا باعتبار منزل بصیغہ اسم مفعول کے ہے پھر اس میں دو اعتبار ہیں ایک تائید کا کہ دوسری کتب منزلہ اس کی مؤید ہوں جو کہ یَعْلَمُوْنَ سے مفہوم ہے دوسرا تفصیل کا کہ اس کو دوسری کتب منزلہ پر فضیلت ہو جو کہ لا مبدل میں مذکور ہے واللہ اعلم۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ الخ مراد اس ظن سے وہ ظن ہے جو کسی دلیل شرعی کی طرف مستند نہ ہو اس سے معلوم ہوا کہ باب احکام میں کشف والہام حجت نہیں خاص کر ان کا جزم کرنا تو بالکل ہی باطل ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فى جعلنا پیدا فالجعل تكوينى فالمجعول مراد لا مرضى ۱۲۔ ۲ قوله فى الانس کچھ آدمی اشارة الى ان الاضافة بمعنى من البيانية ۱۲۔ ۳ قوله فى ما فعلوه یہ لوگ اشارة الى ان الضمير للمعاصرين باعتبار انفهام ذلك مما تقدم ۱۲۔ ۴ قوله فى اول ف مجاز اى باعتبار الاصطلاح الشرعى اما باعتبار اللغة فحقيقة ۱۲۔ ۵ قوله قبل الترجمة کہہ دیجئے كذا فى الروح ۱۲۔ ۶ قوله قبل الغير کافی نہ قرار اشارة الى تقدير المعطوف عليه اى الا اكتفى بكون الله حكما فابتغى غيره ويجوز ان يقال ان الهمزة داخلة فى المعنى على ابتغى والفاء للترتيب على ما سبق من الاقتراح اى تقترحون فغير الله تبتغون على ان الكلام من قيل وما لى لا اعبد على ما بين فى ف ۱۲۔ ۷ قوله فى الكتب کامل كما قالوا فى مفتتح البقرة ذلك الكتاب۔ ۸ قوله فى كلمة كلام حملا على الجنس بقرينة كلماته بعده كما يقال كما فى الخازن قال الشاعر فى كلمة اى قصيدته ۱۲۔ ۹ قوله فى الظن بے اصل فالظن ههنا يقابل مطلق العلم اى الجهل كذا فى الروح ۱۲۔ ۱۰ قوله فى يخرصون بالکل اى ما يكون قياسيا محضا وخرج ما يكون قياسيا مستندا الى دليل شرعى فى ما يفيد الظن ۱۲۔

اللغات: الوحى اصله الاشارة السريعة وذلك يكون بالكلام على سبيل الرمز وقد يكون بصوت مجرد عن التركيب وباشارة بعض الجوارح وبالكتابة وبالالقاء والوسوسة ايضا الزخرف اصله الزينة المزدقة وقد يخص بالباطل الصغو والصغى واو يا ويائى الميلان ۱۲۔

النحو: شيطين بدل من عدوا يوحى صفة لعدو وصح رجوع ضمير الجمع نظرا الى الجنس غرورا مفعول له وكذا لتصغى وما بعده وجملة لو شاء معترضة ولم ينصب لتصغى كغرور الفقد شرط النصب اذا لغرور فعل الموحى فان المعنى ليغروهم وانصغو فعل الموحى اليه ۱۲۔

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

ع ۱۴ / ۱۱

سو جس جانور پر اللہ کا نام لیا جائے اس میں سے کھاؤ اگر تم اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہو اور تم کو کونسا اَمر اس کا باعث ہوسکتا ہے کہ تم ایسے جانور میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان سب جانوروں کی تفصیل بتلا دی ہے جن کو تم پر حرام کیا ہے مگر وہ بھی جب تم کو سخت ضرورت پڑ جائے تو حلال ہے اور یہ یقینی بات ہے کہ بہت سے آدمی اپنے غلط خیالات پر بلا کسی سند کے گمراہ کرتے ہیں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ حد سے نکل جانے والوں کو خوب جانتا ہے اور تم ظاہری گناہ کو بھی چھوڑ دو اور باطنی کو بھی بلاشبہ جو لوگ گناہ کر رہے ہیں ان کو ان کے کئے کی عنقریب سزا ملے گی اور ایسے جانوروں میں سے مت کھاؤ جن پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور یہ امر بے حکمی ہے اور یقیناً شیاطین اپنے دوستوں کو تعلیم کر رہے ہیں تاکہ یہ تم سے (بے کار) جدال کریں اور اگر (خدانخواستہ) تم ان لوگوں کی اطاعت (عقائد و افعال میں) کرنے لگو تو یقیناً تم مشرک ہو جاؤ۔ ۞

تفسیر ربط: اوپر وان تطع الخ میں اہل ضلال کے اتباع سے مطلقاً منع فرمایا تھا آگے باقتضائے ایک واقعہ کے ایک خاص امر میں اتباع کرنے سے منع فرماتے ہیں وہ خاص مذبوح و غیر مذبوح کی حلت و حرمت ہے اور وہ واقعہ یہ ہے کہ کفار نے مسلمانوں کو شبہ ڈالنا چاہا کہ اللہ کے مارے ہوئے جانور کو تو کھاتے نہیں ہو اور اپنے مارے ہوئے یعنی ذبیحہ کو کھاتے ہو اخرجہ ابو داؤد والحاکم عن ابن عباسؓ بعض مسلمانوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں یہ شبہ نقل کیا اس پر یہ آیتیں لَمُشْرِكُوْنَ تک نازل ہوئیں رواہ ابو داؤد والترمذی عن ابن عباس کذا فی اللباب حاصل جواب یہ ہے کہ تم مسلمان ہو اللہ کے احکام کا التزام کئے ہوئے ہو اور اللہ تعالیٰ نے حلال و حرام کی تفصیل بتلا دی ہے پس اس پر چلتے رہو حلال پر حرام ہونے کا اور حرام پر حلال ہونے کا شبہ مت کرو اور مشرکین کے وساوس کی طرف التفات نہ کرو ان کو محض مجادلہ کرنا مقصود ہے فقط۔ اور تحقیق اس جواب کی یہ ہے کہ اصول کے اثبات کے لئے تو دلائل عقلیہ درکار ہیں اور بعد ثابت ہو جانے اصول کے اعمال اور فروع میں صرف دلائل نقلیہ کافی ہیں عقلیات کی ضرورت نہیں بلکہ بعض اوقات مضر ہے کہ ابواب شبہات مفتوح ہوتے ہیں کیونکہ فروع میں دلیل قطعی کی کوئی سبیل نہیں البتہ اگر کوئی طالب حق و جویائے شفائے قلب ہو اس کے روبرو اقناعیات و خطابیات کا تبرعاً پیش کر دینا مضائقہ نہیں لیکن جب یہ بھی نہ ہو بلکہ مجادلہ ہی ہو تو اپنے کام میں لگنا چاہئے اور معترض کی طرف التفات نہ کرنا چاہئے ہاں اگر معترض کسی فرع کا عقلی قطعی دلیل کے مخالف ہونا ثابت کرنا چاہے تو اس کا جواب بذمہ مدعی حق ہوگا مگر مشرکین کے شبہ میں اس کا احتمال ہی نہیں اس لئے اس جواب میں صرف مسلمانوں کو بقاعدۂ مذکورہ بالا خطاب ہے کہ ایسے خرافات پر نظر مت کرو حق کے معتقد اور عامل رہو اس بناء پر اس مقام میں مشرکین کے شبہ کا جواب صراحۃً مذکور نہ ہونا محل شبہ نہیں ہوسکتا مگر اس پر بھی اس کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے جہاں کلوا میں ذکر اسم اللہ اور لا تاکلوا میں لم یذکر اسم اللہ مذکور ہے اور یہ عادت سے اور دوسرے دلائل سے معلوم ہے کہ ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ ذبح کے وقت ہوگا اور لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ کے تحقق کی دو صورتیں ہوں گی عدم ذبح اور عدم ذکر عند الذبح پس حاصل جواب شبہ کا یہ ہوا کہ حلت کا مدار مجموعہ دو امر کا ہے ایک ذبح کے بوجہ اخراج دم نجس کہ مزیل نجاست ہے جو کہ مانع حلت تھی۔ دوسرے اللہ کا نام لینا کہ مفید برکت ہے جو کہ حیوانات دمویہ میں شرط حلت ہے اور علت کے اتمام کے لئے مانع کا عدم اور شرط کا وجود دونوں امر ضروری ہیں پس مجموعہ سے حلت ہوگی اور ایک جزو کے ارتفاع سے علت تامہ مرتفع ہوگی اس لئے مفید معلول کو نہ ہوگی آگے یہ فرع فقہی ہے کہ ذکر اسم اللہ اگر حکماً نہ ہو تو بھی بمنزلہ حقیقت کے قرار دیا گیا جیسا کہ ائمہ میں متروک التسمیہ میں کلام ہے اور جو حیوانات ماکولہ دموی نہیں ہیں یا جو اشیاء ماکولہ حیوان نہیں ہیں چونکہ وہ دم نجس سے خالی ہیں لہٰذا ممکن ہے کہ اس میں اس تطہیر کے لئے اس ادخال برکت کی ضرورت نہ ہو اور بدوں اس شرط کے وہ حلال قرار دیئے گئے اس میں کوئی محذور نہیں لازم آتا خوب سمجھ لو۔

نہی مومنین از التفات بشبہاتِ مشرکین در احکام حلال و حرام: فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ (الی قولہ تعالی) وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ۝

(اور جب اوپر کفار کے اتباع کا مذموم ہونا معلوم ہو گیا) سو جس (حلال) جانور پر (ذبح کے وقت) اللہ کا نام (بلاشرکت) لیا جاوے اس میں سے (بے تکلف) کھاؤ (اور اس کو مباح و حلال سمجھو) اگر تم اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہو (کیونکہ حلال کو حرام جاننا خلاف ایمان ہے) اور تم کو کون امر (از قبیل عقیدہ) اس کا باعث ہوسکتا ہے کہ تم ایسے جانور میں سے نہ کھاؤ جس پر (ذبح کے وقت) اللہ کا نام (بلاشرکت) لیا گیا ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے (دوسری آیت میں) ان سب جانوروں کی تفصیل بتلا دی ہے جن کو تم پر حرام کیا ہے مگر وہ بھی جب تم کو سخت ضرورت پڑ جاوے تو حلال ہیں (اور اس تفصیل میں یہ مذبوح علی اسم اللہ داخل نہیں۔ پھر اس کے کھانے میں اعتقاداً کیوں انقباض ہو) اور (ان لوگوں کے شبہات کی طرف اصلاً التفات نہ کرو کیونکہ) یہ یقینی بات ہے کہ بہت سے آدمی (کہ انہی میں سے یہ بھی ہیں اپنے ساتھ دوسروں کو بھی) اپنے غلط خیالات (کی بناء) پر بلا کسی سند کے گمراہ کرتے (پھرتے) ہیں (لیکن آخر کہاں تک خیر مناویں گے) اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ حد (ایمان) سے نکل جانے والوں کو (جن میں یہ بھی ہیں) خوب جانتا ہے (پس یکبارگی سزا دے دے گا) اور تم ظاہری گناہ کو بھی چھوڑ دو اور باطنی گناہ کو بھی چھوڑ دو (مثلاً حلال کو حرام اعتقاد کرنا باطنی گناہ ہے جیسا کہ اس کا عکس بھی) بلاشبہ جو لوگ گناہ کر رہے ہیں ان کو اس کے کئے کی عنقریب (قیامت میں) سزا ملے گی اور ایسے جانوروں میں سے مت کھاؤ جن پر (بطریق مذکور) اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو (جیسا کہ مشرکین ایسے

جانوروں کو کھاتے ہیں) بلاشبہ یہ (یعنی مَا لَمْ یُذْکَرِ اسْمُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کا کھانا) گناہ کی بات ہے (غرض نہ ترک میں ان کا اتباع کرو اور نہ فعل میں) اور (ان لوگوں کے شبہات اس لئے قابل التفات نہیں کہ) یقیناً شیاطین (جن) اپنے (ان) دوستوں (اور پیروؤں) کو (یہ شبہات) تعلیم کر رہے ہیں تا کہ یہ تم سے (بیکار) جدال کریں (یعنی اول تو یہ شبہات نص کے خلاف دوسرے غرض محض جدال اس لئے قابل التفات نہیں) اور اگر تم (خدانخواستہ) ان لوگوں کی اطاعت (عقائد یا افعال میں) کرنے لگو تو یقیناً تم مشرک ہو جاؤ (کہ خدا کی تعلیم پر دوسرے کی تعلیم کو ترجیح دو جہاں برابر سمجھنا بھی شرک ہے یعنی ان کی اطاعت ایسی بری چیز ہے اس لئے اس کے مقدمات یعنی التفات سے بھی بچنا چاہئے)۔ **ف**: مَا ذُکِرَ اسْمُ اللّٰہِ عَلَیْہِ میں ذبح اختیاری اور ذبح اضطراری یعنی تیر و باز اور کتے کا شکار جب کہ اس کو چھوڑنے کے وقت بسم اللہ پڑھی جاوے اور ذکر حقیقی و ذکر حکمی سب داخل ہے پس امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جس پر بسم اللہ سہواً ترک کر دی جاوے وہ حکماً ماذکر اسم اللہ علیہ میں داخل ہے البتہ عمداً ترک کرنے سے امام صاحب کے نزدیک حرام ہوتا ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ :- وَمَا لَکُمْ اَلَّا تَاْکُلُوْا الخ روح میں امام ابوالمنصور سے منقول ہے کہ بعضے مسلمان تقشف و زہد کے سبب بعض طیبات کو نہ کھاتے تھے اس پر آیت نازل ہوئی اھ اس میں ممانعت ہے غلو فی الزہد سے جیسا بعضے جاہل صوفی کرتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ: وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَ بَاطِنَهٗ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ جس طرح جوارح سے ہوتے ہیں اسی طرح بعضے گناہ قلب سے بھی ہوتے ہیں۔

ملحقات الترجمۃ: ١ قوله في ابتداء الترجمة اور جب اشار به الى معنى الفاء۱۲۔ ٢ قوله في فكلوا بے تکلف الى قوله حلال اشار به الى ان المقصود في الآية ليس ايجاب الاكل بل ايجاب اعتقاد المباح مباحاً۱۲۔ ٣ قوله في وما لكم از قبيل عقيده اشار به الى ما اشار اليه في القول السابق فان الترك لعارض مباح۱۲۔ ٤ قوله في فصل دوسری آیت المراد بها عندي ما في النحل فانها مكية نزلت قبل سورة الانعام كما في الاتقان نعم يشكل عليه قوله تعالىٰ في النحل و على الذين هادوا حرمنا ما قصصنا عليك من قبل المفسر بما في الانعام وعلى الذين هادوا حرمنا كل ذى ظفر الخ فانه يقتضي تقدم الانعام على النحل في النزول فكيف يجوز هذا اللادر والجواب عنه انه يمكن ان يكون تقدم النحل على الانعام باعتبار اكثر الاجزاء لا كلها ويكون قوله تعالىٰ وعلى الذين هادوا حرمنا ما قصصنا الخ متاخرا عن سورة الانعام لا سيما عن قوله تعالىٰ وعلى الذين هادوا حرمنا كل ذى ظفر فافهم ويبعد ما قال الامام ان الحوالة في التفصيل على قوله تعالىٰ قل لا اجد في ما اوحي ويستحيل ما قال غيره من الحوالة على آية المائدة فان المائدة مدنية كما هو المشهور۱۲۔ ٥ قوله في باطنه مثلاً وهذا من المواهب۱۲۔

الفقه: قال بعضهم ان الشافعي في حكمه بجواز متروك التسمية عامدا مخالف للنص القطعي اه وحاشاه عن ذلك هل هو متبع لهذا النص فانه يفسر ما لم يذكر اسم الله عليه بما ذكر اسم غير الله عليه بدليل قوله وانه لفسق و تفسير فسق بما ذكر كما قال تعالىٰ او فسقا اهل لغير الله به فافهم ولا تجترئ۱۲۔

النحو: وَمَا لَكُمْ اَنْ لَّا تَاْكُلُوْا ما استفهامية مبتدأ ولكم خبره وان لا تاكلوا نزع منه الخافض الى اى داع لكم في ان لا تاكلوا قوله ما اضطررتم ما موصولة فلا يستقيم غير جعل الاستثناء منقطعاً اى لكن الذى اضطررتم الى اكله مما هو حرام عليكم حلال لكم حال الضرورة كذا في الروح لان جعل الاستثناء متصلا يقتضي انه لم يفصل حكم ما اضطررتم اليه وهو فاسد۱۲۔

البلاغة: نقل في الروح عن البعض وفائدة الا ما اضطررتم وقد اغنى عنه قوله سبحانه وقد فصل لكم لان تفصيل ما حرم يتضمن قوله تعالىٰ الا ما اضطررتم اليه وكان الفائدة فيه والله تعالىٰ اعلم المبالغة في النهي عن الامتناع عن الاكل بان ما حرم يصير مما يوكل بخلاف ما حل فانه لا يصير مما لا يوكل فكيف يجتنب عما يوكل فتامل۱۲۔

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ؕ وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ

شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ۝ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ
يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى
الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ۝ لَهُمْ
دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

ایسا شخص جو کہ پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ بنا دیا اور ہم نے اس کو ایک ایسا نور دے دیا کہ وہ اس کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے۔ کیا ایسا اس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جس کی حالت یہ ہو کہ وہ تاریکیوں میں ہے ان سے نکلنے ہی نہیں پاتا۔ اسی طرح کافروں کو ان کے اعمال مستحسن معلوم ہوا کرتے ہیں اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں وہاں کے رئیسوں ہی کو جرائم کا مرتکب بنایا تاکہ وہ لوگ وہاں شرارتیں کیا کریں اور وہ لوگ اپنے ہی ساتھ شرارت کر رہے ہیں اور ان کو ذرا خبر نہیں اور جب ان کو کوئی آیت پہنچتی ہے تو یوں کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ ہم کو بھی ایسی ہی چیز نہ دی جائے جو اللہ کے رسولوں کو دی جاتی ہے۔ اس موقع کو تو خدا ہی خوب جانتا ہے جہاں جہاں اپنا پیغام بھیجتا ہے۔ عنقریب ان لوگوں کو جنہوں نے یہ جرم کیا ہے خدا کے پاس پہنچ کر ذلت پہنچے گی اور سزائے سخت ان کی شرارتوں کے مقابلہ میں۔ سو جس شخص کو اللہ تعالیٰ راستہ پر ڈالنا چاہتے ہیں اس کے سینہ کو اسلام کے لئے کشادہ کر دیتے ہیں اور جس کو بے راہ رکھنا چاہتے ہیں اُسکے سینہ کو تنگ بہت تنگ کر دیتے ہیں۔ جیسے کوئی آسمان میں چڑھتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں پر پھٹکار ڈالتا ہے اور یہی تیرے رب کا سیدھا رستہ ہے ہم نے نصیحت حاصل کرنے والوں کے واسطے ان آیتوں کو صاف بیان کر دیا۔ ان لوگوں کے واسطے ان کے رب کے پاس سلامتی کا گھر ہے اور اللہ تعالیٰ ان سے محبت رکھتا ہے ان کے اعمال کی وجہ سے ۝

تفسیر ربط: سرخی بالا کے اوپر آیاتِ مقترحہ کا غیر ضروری ہونا ثابت کر کے آیات قرآنیہ کا اثبات حق پر دلالت کرنے میں کافی ہونا اور اس کے ساتھ حق کی تصدیق اور تکذیب کرنے والوں کا حال مذکور ہوا تھا آگے اسی کی مزید توضیح ہے۔

بیانِ حال اہلِ حق واہلِ باطل وکفایت قرآن در تعیین حق: اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ (الی قولہ تعالیٰ) وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ایسا شخص جو کہ پہلے مردہ (یعنی گمراہ) تھا پھر ہم نے اس کو زندہ (یعنی مسلمان) بنا دیا اور ہم نے اس کو ایک ایسا نور (یعنی ایمان) دے دیا کہ وہ اس کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے (یعنی ہر وقت وہ اس کے ساتھ رہتا ہے جس سے وہ سب مضرتوں سے مثل گمراہی وغیرہ محفوظ و مامون و بے فکر پھرتا ہے تو) کیا ایسا شخص (بدحالی میں) اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کی حالت یہ ہو کہ وہ (گمراہی کی) تاریکیوں میں (گمراہوا) ہے (اور) ان سے نکلنے ہی نہیں پاتا (مراد وہ کہ مسلمان نہیں ہوا اور اس کا تعجب نہ کیا جاوے کہ کفر پر باوجود اس کے ظلمت ہونے کے وہ کیوں قائم رہا وجہ یہ کہ جس طرح مومنین کو ان کا ایمان اچھا معلوم ہوتا ہے) اسی طرح کافروں کو ان کے اعمال (کفر وغیرہ) مستحسن معلوم ہوا کرتے ہیں (چنانچہ اسی وجہ سے یہ رؤسائے مکہ جو آپ سے مہمل فرمائشیں اور شبہات ومجادلات پیش کرتے رہتے ہیں اپنے کفر کو مستحسن ہی سمجھ کر اس پر مصر ہیں) اور (یہ کوئی نئی بات نہیں جس طرح مکہ کے رؤساء ان جرائم کے مرتکب ہو رہے ہیں اور ان کے اثر سے دوسرے لوگ شامل ہو جاتے ہیں) اسی طرح ہم نے (پہلی امتوں میں بھی) ہر بستی میں وہاں کے رئیسوں ہی کو (اول) جرائم کا مرتکب بنایا (پھر ان کے اثر سے اور عوام بھی ان میں مل گئے) تاکہ وہ لوگ وہاں (انبیاء کو ضرر پہنچانے کے لئے) شرارتیں کیا کریں (جن سے ان کا مستحق سزا ہونا خوب ثابت ہو جاوے) اور وہ لوگ (گو اپنے زعم میں دوسروں کو ضرر پہنچاتے ہیں لیکن واقع میں) اپنے ہی ساتھ شرارت کر رہے ہیں (کیونکہ اس کا وبال تو ان ہی کو بھگتنا پڑے گا) اور (غایت جہل سے) ان کو (اس کی) ذرا خبر نہیں اور (ان کفار مکہ کا جرم یہاں تک بڑھ گیا ہے کہ) جب ان کو کوئی آیت پہنچتی ہے تو (باوجود اس کے کہ وہ اپنے اعجاز کی وجہ سے دلالت علی النبوۃ میں کافی ہوتی ہے مگر یہ لوگ پھر بھی) یوں کہتے ہیں کہ ہم (ان نبی پر) ہرگز ایمان نہ لاویں گے جب تک کہ ہم کو بھی ایسی ہی چیز نہ دی جاوے جو اللہ کے رسولوں کو دی جاتی ہے (یعنی وحی وخطاب) یا صحیفہ وکتاب جس میں ہم کو آپ پر ایمان لانے کا حکم ہو اور اس قول کا جرم عظیم ہونا ظاہر ہے کہ تکذیب اور عناد اور استکبار اور گستاخی سب کا جامع ہے آگے اللہ تعالیٰ اس قول کو رد فرماتے ہیں کہ) اس موقع کو تو خدا ہی خوب جانتا ہے جہاں اپنا پیغام (وحی کے ذریعہ سے) بھیجتا ہے (کیا ہر کس و ناکس اس شرف کے قابل ہو گیا۔ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ آگے اس جرم کی سزا کا بیان ہے کہ) عنقریب ان لوگوں کو جنہوں نے یہ جرم کیا ہے خدا کے پاس پہنچ کر (یعنی آخرت میں) ذلت پہنچے گی (جیسا انہوں نے اپنے کو نبی کے مقابلہ میں عزت نبوت کا مستحق سمجھا تھا) اور سزائے سخت (ملے گی) ان کی شرارتوں کے مقابلہ میں سو (اوپر جو مومن وکافر کا حال مذکور ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ) جس شخص کو اللہ تعالیٰ (نجات کے) راستہ پر ڈالنا چاہتے ہیں اس کے سینہ (یعنی قلب) کو (اسلام کو قبول کرنے) کے لئے کشادہ کر دیتے ہیں (کہ اس کے قبول کرنے میں پس وپیش نہیں کرتا اور وہ نور مذکور یہی

ہے اور جس کو تکوینا و تقدیراً بے راہ رکھنا چاہتے ہیں اس کے سینہ (یعنی قلب) کو اسلام (کے قبول کرنے سے) تنگ (اور) بہت تنگ کر دیتے ہیں (اور اس کو اسلام لانا ایسا مصیبت نظر آتا ہے) جیسے کوئی (فرض کرو) آسمان میں چڑھنا چاہتا ہو (اور چڑھا نہیں جاتا اور جی تنگ ہوتا ہے اور مصیبت کا سامنا ہوتا ہے پس جیسا اس شخص سے چڑھا نہیں جاتا) اسی طرح اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں پر (چونکہ ان کے کفر اور شرارت کے سبب) پھٹکار ڈالتا ہے (اس لئے ان سے ایمان نہیں لایا جاتا) اور (اوپر جو اسلام کا ذکر ہے تو) یہی (اسلام) تیرے رب کا (بتلایا ہوا) ہے سیدھا راستہ ہے (جس پر چلنے سے نجات ہوتی ہے جس کا ذکر يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ میں ہے اور اسی صراط مستقیم کی توضیح کے لئے) ہم نے نصیحت حاصل کرنے والوں کے واسطے ان آیتوں کو صاف صاف بیان کر دیا ہے (جس سے وہ اس کے اعجاز سے اس کی تصدیق کریں اور پھر اس کے مضامین پر عمل کر کے نجات حاصل کریں یہی تصدیق و عمل صراط مستقیم کامل ہے بخلاف ان کے جن کو نصیحت حاصل کرنے کی فکر ہی نہیں ان کے واسطے نہ یہ کافی نہ دوسرے دلائل کافی آگے ان ماننے والوں کی جزا کا ذکر ہے جیسا نہ ماننے والوں کی سزا اوپر کئی جملوں میں مذکور ہے پس ارشاد ہے کہ) ان لوگوں کے واسطے ان کے رب کے پاس (پہنچ کر) سلامتی (یعنی امن و بقاء) کا گھر (یعنی جنت) ہے اور اللہ ان سے محبت رکھتا ہے ان کے اعمال (حسنہ) کی وجہ سے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا الخ اس میں طریق حق کی معرفت کو نور فرمایا ہے اور یہ اطلاق قوم کی زبان پر دائر سائر ہے ۱۲ قولہ تعالیٰ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ الخ یعنی منصب رسالت کا مدار کثرت مال و اولاد اور سامان دنیوی نہیں ہے بلکہ کمال استعداد ہے جس سے نفس قدسیہ پر رسالت کا فیضان ہو جاتا ہے) کذا فی الروح ملخصاً (پس اس میں دلالت ہوئی کہ استعداد فیضان کی شرط عادی ہے) قولہ تعالیٰ: فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ الخ اس میں اثبات ہے بسط وقبض کے بعض اقسام کا اور وہ قبض و بسط عقلی ہیں اور یہی دونوں باب سلوک میں اصل ہیں (اور بسط وقبض طبعی غیر معتد بہ ہیں) ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله في يمشي معززوں سے كذلك في الروح ۱۲۔ ۲ قوله في كذلك زين جس طرح مؤمنين الخ كذا في البيضاوى ۱۲۔ ۳ قوله في اكبر ان كے اثر سے اشار الى وجه تخصيص الاكابر بالذكر مع عموم الحكم ۱۲۔ ۴ قوله في ليمكروا فيها وہاں اخذ بحاصل ترجمة فيها ۱۲۔ ۵ قوله في حتى نؤتى ہم كو آپ پر اشارة الى دفع ايراد وهو انهم لما تمنوا النبوة فكيف علقوا ايمانهم به بمعنى اتباعهم له صلى الله عليه وسلم بها فان النبى من حيث النبوة لا يلزم ان يكون تابعا لا خروجه الدفع انهم لم يقصدوا النبوة استقلالا بل قصدوا كونهم مامورين باتباعه بواسطة الملك سواء سمى نبوة اولا هو المعنى فى قوله رسالته لا الرسالة الاصطلاحية المستقلة فافهم ۱۲۔ ۶ قوله في فمن يرد اور جو مؤمن اشارة الى وجه الترتيب بالفاء ۱۲۔ ۷ قوله في يشرح نور مذکور الذى ذكر في قوله نورا يمشي وفسر الشراح بالنور فى الحديث ۱۲۔ ۸ قوله في حرجا بہت تنگ لان الحرج شدة الضيق كما في الروح والحرج بفتحتين المصدر وصف به المبالغة ۱۲۔ ۹ قوله هناك مصيبت نظر الخ اشار الى وجه التشبيه من الامتناع كمزادلة ما لا يقدر عليه فلا يلزم ان يكون هذا الضال قد اراد الاسلام ثم لم يقدر ۱۲۔ ۱۰ قوله في كذلك يجعل چڑھا نہیں جاتا اشار الى وجه الشبه هو عدم الصدور وان كان السبب له هو الرجس في غير المؤمن وليس وجه الشبه هو يجعل الرجس لكونه غير لازم في من يصعد ۱۲۔ ۱۱ قوله في الرجس پھٹکار كما في الروح عن الزجاج ۱۲۔

النحو: او من كان عندى ان الواو للاستيناف فلا يقتضى تقدير المعطوف عليه قدم عليهما همزة الاستفهام للتعجيل الى انكار المماثلة كما قالوا فى قوله تعالىٰ افكلما جائكم رسول بما لا تهوىٰ انفسكم استكبرتم الآية۔ قوله مثله فى الظلمٰت الجار والمجرور خبر لمبتدأ مقدر هو والجملة خبر لمثله المبتدأ كما فى الكشاف كمن صفة هذه وهى قوله فى الظلمات بمعنى هو فى الظلمات آه۔ قوله اكبر مجرميها عندى ان اكابر مفعول اول ومجرميها مفعول ثان والمراد اكابرها مجرميها بقرينة المقام حذف المضاف اليه ايجازا ۱۲۔

البلاغة: قوله او من كان ميتاً الخ ههنا سوالان الاول جعل المؤمن مشبها والكافر مشبها به ولم يعكس مع كونه اظهر فى المقصود اى عدم كون الكافر مشار كافي فضل المؤمن الثانى ان الظاهر فى الطرف الأخر ان يقال كمن كان ميتا فلم نحيه وهو فى الظلمات الخ والجواب عن الاول ان المقصود عدم كون المؤمن مشار كافي وبال الكافر الذى سبق الكلام السابق لاجله وليس المقصود ما ذكره السائل والجواب عن الثانى ان الاحياء والجعل لما كانا كانهما شئى واحد يفسر احدهما الأخر كان ذكر الظلمٰت فى الطرف الأخر كانه ذكر لعدم الاحياء ايضا والايجاز من فنون البلاغة هذا ما عندى ولعل عند غيرى احسن منه ۱۲۔ قوله شديد بما كانوا

یمکرون فی الروح و حیث کان ھذا من اعظم مواد اجرامھم صرح بسببہ ۱۲۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ۚ يَٰمَعْشَرَ ٱلْجِنِّ قَدِ ٱسْتَكْثَرْتُم مِّنَ ٱلْإِنسِ ۖ وَقَالَ أَوْلِيَآؤُهُم مِّنَ ٱلْإِنسِ رَبَّنَا ٱسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلَغْنَآ أَجَلَنَا ٱلَّذِىٓ أَجَّلْتَ لَنَا ۚ قَالَ ٱلنَّارُ مَثْوَىٰكُمْ خَٰلِدِينَ فِيهَآ إِلَّا مَا شَآءَ ٱللَّهُ ۗ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿۱۲۸﴾ وَكَذَٰلِكَ نُوَلِّى بَعْضَ ٱلظَّٰلِمِينَ بَعْضًۢا بِمَا كَانُوا۟ يَكْسِبُونَ ﴿۱۲۹﴾ يَٰمَعْشَرَ ٱلْجِنِّ وَٱلْإِنسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ ءَايَٰتِى وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا ۚ قَالُوا۟ شَهِدْنَا عَلَىٰٓ أَنفُسِنَا ۖ وَغَرَّتْهُمُ ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَا وَشَهِدُوا۟ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا۟ كَٰفِرِينَ ﴿۱۳۰﴾ ذَٰلِكَ أَن لَّمْ يَكُن رَّبُّكَ مُهْلِكَ ٱلْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا غَٰفِلُونَ ﴿۱۳۱﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجَٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوا۟ ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَٰفِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ ﴿۱۳۲﴾ وَرَبُّكَ ٱلْغَنِىُّ ذُو ٱلرَّحْمَةِ ۚ إِن يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنۢ بَعْدِكُم مَّا يَشَآءُ كَمَآ أَنشَأَكُم مِّن ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ ءَاخَرِينَ ﴿۱۳۳﴾ إِنَّ مَا تُوعَدُونَ لَءَاتٍ ۖ وَمَآ أَنتُم بِمُعْجِزِينَ ﴿۱۳۴﴾ قُلْ يَٰقَوْمِ ٱعْمَلُوا۟ عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنِّى عَامِلٌ ۖ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مَن تَكُونُ لَهُۥ عَٰقِبَةُ ٱلدَّارِ ۗ إِنَّهُۥ لَا يُفْلِحُ ٱلظَّٰلِمُونَ ﴿۱۳۵﴾

اور جس روز اللہ تعالیٰ تمام خلائق کو جمع کریں گے اے جماعت جنات کی تم نے انسانوں (کے گمراہ کرنے) میں بڑا حصہ لیا ہے اور جو انسان ان کے ساتھ تعلق رکھنے والے تھے وہ (اقرارا) کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم میں ایک نے دوسرے سے فائدہ حاصل کیا تھا اور ہم اپنی اس معین میعاد تک آپہنچے جو آپ نے ہمارے لئے معین فرمائی (یعنی قیامت) اللہ تعالیٰ (سب کفار جن وانس سے) فرمائیں گے تم سب کا ٹھکانا دوزخ ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہو گے۔ ہاں اگر خدا ہی کو منظور ہو تو دوسری بات ہے۔ بے شک آپ کا رب بڑی حکمت والا اور بڑا علم والا ہے اور اسی طرح بعض کفار کو بعض قریب رکھیں گے ان کے اعمال کے سبب۔ اے جماعت جنات اور انسان کی کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے پیغمبر نہیں آئے تھے۔ جو تم سے میرے احکام بیان کیا کرتے تھے اور تم کو اس آج کے دن کی خبر دیا کرتے تھے۔ وہ سب عرض کریں گے کہ ہم اپنے اوپر (جرم کا) اقرار کرتے ہیں اور ان کو دنیوی زندگانی نے بھول میں ڈال رکھا ہے اور یہ لوگ مقر ہوں گے کہ وہ کافر تھے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ آپ کا رب کسی بستی والوں کو کفر کے سبب ایسی حالت میں ہلاک نہیں کرتا کہ اس بستی کے رہنے والے بے خبر ہوں اور ہر ایک کے لئے درجے ملیں گے ان کے اعمال کے سبب اور آپ کا رب ان کے اعمال سے بے خبر نہیں ہے اور آپ کا رب بالکل غنی ہے۔ رحمت والا ہے اگر وہ چاہے تو تم سب کو اٹھالے اور تمہارے بعد جس کو چاہے تمہاری جگہ آباد کرے۔ جیسا کہ تم کو ایک دوسری قوم کی نسل سے پیدا کیا اور جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ بے شک آنے والی چیز ہے اور تم عاجز نہیں کر سکتے۔ آپ یہ فرما دیجئے کہ اے میری قوم تم اپنی حالت پر عمل کرتے رہو میں بھی عمل کر رہا ہوں۔ سو اب جلدی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے کہ اس عالم کا انجام کار کس کے لئے نافع ہوگا۔ یہ یقینی بات ہے کہ حق تلفی کرنے والوں کو کبھی فلاح نہ ہوگی۔

تفسیر ربط: اوپر کی آیات میں محققین و مبطلین کے احوال میں ہر ایک کی جزا و سزا کا بیان کیا گیا ہے آگے اس کے وقوع کا وقت اور اس کی بعض کیفیات اور اس کے بعض متعلقات اور باختلاف عنوان اس کی تکرار اور تقریر مذکور ہے اور دونوں جگہ یعنی اوپر اور آگے سزائے مبطلین کا زیادہ اور جزائے محققین کا مختصر تذکرہ ہے۔

بیان بعض معاملات الہیہ با محققین و مبطلین در قیامت و در دنیا: وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ۚ (الی قولہ تعالی) إِنَّهُۥ لَا يُفْلِحُ ٱلظَّٰلِمُونَ اور (وہ دن یاد کرنے کے قابل ہے) جس روز اللہ تعالیٰ تمام خلائق کو جمع کریں گے (اور ان میں سے بالخصوص کفار کو حاضر کر کے ان میں جو شیاطین الجن ہیں ان سے توبیخاً کہا جاوے گا کہ) اے جماعت جنات کی تم نے انسانوں (کے گمراہ کرنے میں) بڑا حصہ لیا (اور ان کو خوب بہکایا اسی طرح انسانوں سے پوچھا جاویگا: أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَٰبَنِىٓ ءَادَمَ أَن لَّا تَعْبُدُوا۟ ٱلشَّيْطَٰنَ غرض شیاطین الجن بھی اقرار کریں گے) اور جو انسان (ان شیاطین جن) کے ساتھ تعلق رکھنے والے تھے وہ

(بھی اقرار) کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار (آپ صحیح فرماتے ہیں واقعی) ہم میں ایک نے دوسرے سے (اس ضلال واضلال کے باب میں نفسانی) فائدہ حاصل کیا تھا (چنانچہ گمراہ انسانوں کو اپنے عقائد کفریہ وشرکیہ میں لذت آتی ہے اور گمراہ کنندہ شیاطن کو اس سے حظ ہوتا ہے کہ ہمارا کہنا چل گیا) اور (فی الحقیقت ہم ان کے بہکانے سے قیامت کے منکر تھے لیکن وہ انکار غلط ثابت ہوا چنانچہ) ہم اپنی اس معین میعاد تک آ پہنچے جو آپ نے ہمارے لئے معین فرمائی (یعنی قیامت آ گئی) اور اللہ تعالیٰ (سب کفار جن وانس سے) فرماویں گے کہ تم سب کا ٹھکانا دوزخ ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہو گے (کوئی نکلنے کی سبیل وتدبیر نہیں) ہاں اگر خدا ہی کو (نکالنا) منظور ہو تو دوسری بات ہے (لیکن یہ یقینی بات ہے کہ خدا بھی نہیں چاہے گا اس لئے ہمیشہ رہا کرو) بیشک آپ کا رب بڑی حکمت والا اور بڑا علم والا ہے (علم سے سب کے جرائم معلوم کرتا ہے اور حکمت سے مناسب سزا دیتا ہے) اور (جس طرح دنیا میں گمراہی میں سب میں تعلق وقرب تھا) اسی طرح (دوزخ میں) بعض کفار کو بعض کے قریب[1] (اور مجتمع) رکھیں گے ان کے اعمال (کفریہ) کے سبب (یہ خطاب مذکور تو جن وانس کو باعتبار ان کے احوال متعلقہ باہمدگر کے تھا آگے ہر ایک کو باعتبار احوال متعلقہ بذات خاص کے خطاب ہے کہ) اے جماعت جنات اور انسانوں کی (ہاں یہ تو بتلاؤ تم جو کفر وانکار کرتے رہے تو) کیا تمہارے پاس تم ہی میں کے پیغمبر نہیں آئے تھے جو تم سے میرے احکام (متعلق عقائد واعمال کے) بیان کیا کرتے تھے اور تم کو اس آج کے دن (کے وقوع) کی خبر دیا کرتے تھے (پھر کیا وجہ کہ تم کفر وانکار سے باز نہ آئے) وہ سب عرض کریں گے کہ ہم اپنے اوپر (جرم کا) اقرار کرتے ہیں (ہمارے پاس کوئی وجہ عذر اور براءت کی نہیں آگے[2] اللہ تعالیٰ ان کو اس مصیبت کے پیش آنے کا سبب بتلاتے ہیں) اور ان کو (یہاں) دنیوی زندگانی نے بھول میں ڈال رکھا ہے (کہ دنیوی لذات کو مقصود اعظم سمجھ رکھا ہے آخرت کی فکر ہی نہیں) اور (اس کا ثمرہ یہ ہوا کہ وہاں) یہ لوگ مقر ہوں گے کہ وہ (یعنی ہم) کافر تھے (اور غلطی میں تھے مگر وہاں کے اقرار سے کیا ہوتا ہے اگر دنیا میں ذرا غفلت دور کر دیں تو اس روز بد کا کیوں سامنا ہو آگے رسولوں کے بھیجنے میں جس کا اوپر ذکر تھا اپنی رحمت کا اظہار فرماتے ہیں کہ) یہ (رسولوں کا بھیجنا) اس وجہ سے ہے کہ آپ کا رب کسی بستی والوں کو (ان کے) کفر کے سبب (دنیا میں بھی) ایسی حالت میں ہلاک نہیں کرتا کہ اس بستی کے رہنے والے (احکام الٰہیہ سے بوجہ رسولوں کے نہ آنے کے) بے خبر ہوں (پس عذاب آخرت کہ اشد ہے بدرجۂ اولیٰ نہ ہوتا اس لئے رسولوں کو بھیجتے ہیں تاکہ ان کو جرائم کی اطلاع ہو جاوے پھر جس کو عذاب ہو استحقاق کی وجہ سے ہو چنانچہ آگے فرماتے ہیں) اور (جب رسول آ گئے اور اطلاع ہو گئی پھر جیسا جیسا کوئی کرے گا) ہر ایک کے لئے (جن وانس وصالح وطالح میں سے جزا وسزا کے ویسے ہی) درجے ملیں گے ان کے اعمال کے سبب اور آپ کا رب ان کے اعمال سے بے خبر نہیں ہے اور آپ کا رب (رسولوں کو کچھ اس لئے نہیں بھیجتا ہے کہ نعوذ باللہ وہ محتاج عبادت ہے وہ تو بالکل غنی ہے بلکہ اس لئے بھیجتا ہے کہ وہ) رحمت والا (بھی) ہے (اپنی رحمت سے رسولوں کو بھیجا تاکہ ان کے ذریعہ سے لوگوں کو منافع ومضار معلوم ہو جاویں پھر منافع سے منتفع اور مضار سے محفوظ رہیں سو اس میں بندوں ہی کا فائدہ ہے اور باقی ان کا غنا تو ایسا ہے کہ) اگر وہ چاہے تو تم سب کو (دنیا سے دفعۃً) اٹھا لیوے اور تمہارے بعد جس (مخلوق) کو چاہے تمہاری جگہ (دنیا میں) آباد کر دے جیسا (اس کی نظیر موجود ہے کہ) تم کو جو کہ اب موجود ہو) ایک دوسرے قوم کی نسل[3] سے پیدا کیا ہے (کہ ان کا کہیں پتہ نہیں اور تم ان کی جگہ موجود ہو اور اسی طرح سلسلہ چلا آ رہا ہے لیکن یہ سلسلہ تدریجاً قائم ہے اگر ہم چاہیں دفعۃً ایسا کر دیں کیونکہ کسی کے ہونے نہ ہونے سے ہمارا کوئی کام اٹکا نہیں پڑا پس ارسال رسل ہمارے احتیاج کی وجہ سے نہیں تمہارے احتیاج کی وجہ سے ہے تم کو چاہئے کہ ان کی تصدیق اور ان کا اتباع کر کے سعادت حاصل کرو اور کفر وانکار کے ضرر سے بچو کیونکہ) جس چیز کا (رسولوں کی معرفت) تم سے وعدہ کیا جاتا ہے (یعنی قیامت وعذاب) وہ بیشک آنے والی چیز ہے اور (اگر احتمال ہو کہ گو قیامت آوے مگر ہم کہیں بھاگ جاویں گے ہاتھ نہ آویں گے جیسا دنیا میں حکام کو مجرم کبھی ایسا کر سکتا ہے تو خوب سمجھ لو کہ) تم (خدا تعالیٰ کو) عاجز نہیں کر سکتے (کہ اس کے ہاتھ نہ آؤ اور اگر باوجود اقامت دلائل تعیین حق کے کسی کو اس میں کلام ہو کہ کفر ہی کا طریقہ اچھا ہے اسلام کا برا ہے پھر قیامت سے کیا اندیشہ تو ایسے لوگوں کے جواب میں) آپ (اخیر بات) یہ فرما دیجئے کہ اے میری قوم (تم جانو بہتر ہے) تم اپنی حالت پر عمل کرتے رہو میں بھی (اپنے طور پر) عمل کر رہا ہوں سو اب جلدی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے کہ اس عالم (کے اعمال[4]) کا انجام کارکس[5] کے لئے نافع ہوگا (ہمارے لئے یا تمہارے لئے اور) یہ یقینی بات ہے کہ حق تلفی کرنے والوں کو کبھی (انجام میں) فلاح نہ ہوگی (اور سب سے بڑھ کر اللہ کی حق تلفی ہے اور یہ امر دلائل صحیحہ میں تھوڑا غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ طریقۂ اسلام حق تلفی ہے یا طریقۂ کفر اور جو دلائل میں بھی غور نہ کرے اس سے اتنا کہہ دینا بس ہے فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ الخ)

ف: مِنۡكُمۡ کی قید رسولوں کے ذکر میں فرمائی گئی اس کا فائدہ اخذ فیض کی سہولت کو بیان کرنا ہے پھر اگر جنات میں بھی رسول انہیں کی جنس سے ہوئے ہوں تب تو سہولت بوجہ مجانست کے ظاہر ہے اور اگر انسانوں ہی کے رسول کا اتباع ان پر بھی واجب ہو تو اس پر تین سوال ہوں گے ایک تو یہ کہ پھر جنات کے اعتبار سے مِنۡكُمۡ کے کیا معنی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مِنۡكُمۡ سے مراد من مجموعکم جس کا صدق صرف انسانوں کے رسول ہونے سے بھی ہو جاوے گا دوسرا سوال یہ کہ پھر جنات کو رسل وانس کے ساتھ مجانست کہاں رہے گی۔ اس کا جواب سورۂ آل عمران آیت لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ کی تفسیر میں مذکور ہو چکا ہے

تیسرا سوال پھر اور رسولوں کی بعثت بھی عام ہوگی۔ اس کا جواب سورۂ آل عمران آیت :فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ الخ کی تفسیر میں گزر چکا ہے ملاحظہ کر لیا جاوے اور یہاں تو توحید کا بیان ہے جو کہ اصولِ دین سے ہے ایسے اصول میں ہر رسول کا اتباع تمام مکلفین پر فرض ہے اور بعثت کے عموم و خصوص کا تفاوت غیر اصول میں ہے اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ اس سے بڑھ کر رحمت یہ تھی کہ احکام کا مکلف ہی نہ کرتے۔ جواب یہ ہے کہ پھر باہم جس قدر فساد ہوتا اس کے انسداد کی کوئی صورت نہ تھی چنانچہ ملوک دنیا بھی قانون سے انتظام کرتے ہیں۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ :وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ الخ ذوالرحمۃ کا بڑھا دینا ابطال ہے اس زعم کا کہ بعضے غناء کے معنی یہ سمجھتے ہیں کہ بندوں کی مصلحت کی پرواہ نہیں فرماتے اور اس میں بہت سے خواص بھی مبتلا ہیں۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله في يحشرهم** تمام اشار الى ان المرجع ليس الكفار خاصة ۱۲۔ ۲؎ **قوله في يامعشر** تو بخاً کہا جاوے گا اشار الى امرين الاول تقدير القول والثاني فائدة القول ۱۲۔ ۳؎ **قوله في ماشاء** ہاں اگر (الی قولہ) نہیں چاہے گا اشار الى توجيه الاستثناء تقريره على ما في الروح ان هذا الاستثناء محدوق لمشية الله تعالىٰ رفع العذاب اى يخلدون الى ان يشاء الله تعالىٰ لو شاء وفائدة اظهار القدرة والاذعان بان خلودهم انما كان لان الله تعالىٰ شانه قد شاء ه وكان من الجائز العقلي في مشيته ان لا يعذبهم ولو عذبهم لا يخلدهم وان ذلك ليس بامر واجب عليه وانما هو مقتضى مشيته وارادته عز و جل ففي الآية على هذا دفع في صدور المعتزلة اه ولم اختر كون ما بمعنى من لان الآية في الكفار لا في ما يعم العصاة ليصح استثناء العصاة ۱۲۔ ۴؎ **قوله في نولي** قريب من الولي بمعنى القرب ۱۲۔ ۵؎ **قوله في وغرتهم** آگے اللہ تعالیٰ اشارة الى انه ليس معطوفا على شهدنا فانه يستلزم كونه مقولا لهم بل اعتراض كما في الروح ۱۲۔ ۶؎ **قوله في يذهبكم** دفعۃً قيد به لان مطلق الاذهاب واقع ومستمر البتة ۱۲۔ ۷؎ **قوله في من ذرية** نسل سے اشارة الى ان من بيانية اى انشاكم حال كونكم ذرية ۱۲۔ ۸؎ **قوله في عاقبة الدار** اس عالم اشارة الى ان المراد بالدار الدنيا لا دار السلام وبالعاقبة العاقبة الحسنىٰ ۱۲۔ ۹؎ **قوله في من تكون** کس کے لئے اشارة الى كون من استفهامية معلقة لفعل العلم محلها الرفع على الابتداء والجملة بعدها خبرها و مجموعهما سادمسد مفعولي العلم ۱۲۔

اللغات: المكانة المقامة والحالة ويقدر على مكانتي في اني عامل ۱۲۔

النحو: من الانس من اغواء الانس ۱۲۔

البلاغۃ: لم يذكر ما يقال للانس مع الجن ولم يذكر ما تقول الجن كالانس ايجازا لان الجميع كانوا مجتمعين على الضلال فاغنى سوال احدهما وكذا جواب احدهما عن الآخر لا سيما وقد ذكره في السوال احد الطرفين وفي الجواب الطرف الآخر فكان كليهما قد ذكر في كلا الموضعين واما التخصيص فلان الفعل كان اظهر في الجن والانفعال اظهر في الانس فافهم ۱۲۔ قوله يستخلف ما يشاء في الروح ايثار ما على من لا ظهار كمال الكبرياء واسقاطهم عن رتبة العقلاء قوله شهدوا على انفسهم الشهادة الاولىٰ اعتراف منهم والثانية ذم لهم وتسفيه لرائهم فلا تكرار ۱۲۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ۗ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا

وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۳۹﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ۭ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۴۰﴾

ع ۱۱ / ۱۹ / ۳

اوراللہ تعالیٰ نے جو کھیتی اور مویشی پیدا کیے ہیں ان لوگوں نے ان میں سے کچھ حصہ اللہ کا مقرر کیا اور (بزعم خود) کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ کا ہے اور یہ ہمارے معبودوں کا ہے۔ پھر جو چیز ان کے معبودوں کی ہوتی ہے وہ تو اللہ کی طرف نہیں پہنچتی اور جو چیز اللہ کی ہوتی ہے وہ ان کے معبودوں کی طرف پہنچ جاتی ہے۔ انہوں نے کیا بری تجویز نکال رکھی ہے اور اسی طرح بہت سے مشرکین کے خیال میں ان کے معبودوں نے اپنی اولاد کے قتل کرنے کو مستحسن بنا رکھا ہے تاکہ وہ ان کو برباد کریں اور تاکہ ان کے طریقہ کو مخبوط کردیں اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو یہ ایسا کام نہ کرتے تو آپ ان کو اور جو کچھ یہ غلط باتیں بنا رہے ہیں یوں ہی رہنے دیجئے اور وہ اپنے خیال پر یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ مویشی ہیں اور کھیت ہیں' جن کا استعمال ہر شخص کو جائز نہیں ان کو کوئی نہیں کھا سکتا' سوا ان کے جن کو ہم چاہیں اور مویشی ہیں جن پر سواری یا بار برداری حرام کردی گئی ہے اور مواشی ہیں جن پر یہ لوگ اللہ کا نام نہیں لیتے محض اللہ پر افترا باندھنے کے طور پر ابھی اللہ تعالیٰ ان کو ان کے افترا کی سزا دیئے دیتا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ جو چیز ان مواشی کے پیٹ میں ہے وہ خالص ہمارے مردوں کے لئے ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے اور اگر وہ مردہ ہے تو اس میں سب برابر ہیں ابھی اللہ تعالیٰ ان کو ان کی غلط بیانی کی سزا دیئے دیتا ہے بلاشبہ وہ حکمت والا بڑا علم والا ہے۔ واقعی خرابی میں وہ لوگ جنہوں نے اپنی اولاد کو محض براہ حماقت بلا کسی سند کے قتل کر ڈالا اور جو چیزیں اللہ نے ان کو کھانے پینے کو دی تھیں ان کو حرام کر لیا محض اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھنے کے طور پر۔ بیشک یہ لوگ گمراہی میں پڑ گئے اور کبھی راہ پر چلنے والے نہیں ہوئے۔ ۞

تفسیر: ربط: اوپر مشرکین کی جہالت اعتقادیہ شرکیہ وکفریہ کا بیان تھا آگے ان کے بعض جہالات عملیہ کا جس کا منشا نیز شرک وکفر تھا بیان ہے جن امور کا یہاں بیان ہے وہ چند رسمیں ہیں **اول:** غلّہ اور پھل میں سے کچھ حصہ اللہ کے نام کا نکالتے اور کچھ بتوں اور جنات کے نام کا پھر اگر اتفاق سے اللہ کے حصہ میں سے کچھ بتوں کے حصے میں مل جاتا تو اس کو ملا رہنے دیتے اور عکس میں اس کو نکال کر پھر بتوں کے حصہ میں ملا دیتے اور بہانہ یہ کرتے کہ اللہ تعالیٰ تو غنی ہے اس کا حصہ کم ہو جانے سے اس کا کوئی ضرر نہیں اور شرکا محتاج ہیں ان کا حصہ نہ گھٹنا چاہئے **رسمِ دوم:** بحیرہ سائبہ کو بتوں کے نام پر چھوڑتے اور کہتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ہے اس میں بھی بتوں کا حصہ یہ ہوا کہ عبادت ان کی تھی اور اللہ کا حصہ یہ ہوا کہ خوشنودی اللہ کی سمجھتے تھے۔ **رسمِ سوم:** اپنی اولاد دختری کو قتل کر ڈالتے تھے۔ **رسمِ چہارم:** کچھ کھیت بتوں کے نام وقف کر دیتے اور کہتے کہ اس کا اصل مصرف مرد ہیں اور عورتوں کو اس میں سے کچھ دینا ہماری رائے پر ہے اگر ہماری مرضی ہو کچھ حصہ ان کو دے سکتے ہیں ورنہ وہ اس کا مصرف نہیں۔ **رسمِ پنجم:** اسی طرح مواشی کے باب میں بھی ان کا عمل تھا **رسمِ ششم:** جن انعام کو بتوں کے نام مخصوص کر کے چھوڑ دیتے تھے ان پر سواری اور بار برداری کو جائز نہ سمجھتے تھے **رسمِ ہفتم:** بعض انعام مخصوص تھے جن پر کسی موقع میں اللہ کا نام نہ لیتے تھے نہ دودھ نکالتے وقت نہ سوار ہوتے وقت نہ ذبح کے وقت **رسمِ ہشتم:** بحیرہ اور سائبہ کے ذبح کے وقت جو بچہ پیٹ میں نکلتا اگر وہ زندہ ہوتا تو اس کو ذبح کر لیتے اور مردوں کے لئے حلال اور عورتوں کے لئے حرام سمجھتے اور اگر وہ مردہ ہوتا تو سب کے لئے حلال سمجھتے۔ **رسمِ نہم:** بعض انعام کے دودھ کو بھی مردوں کے لئے حلال اور عورتوں کے لئے حرام سمجھتے۔ **رسمِ دہم:** بحیرہ سائبہ ووصیلہ وحامی کی تحریم کے تعبد اور تابید کے قائل تھے یہ سب روایات درمنثور اور روح میں ابن عباس رضی اللہ عنہما ومجاہد وابن زید اور سدی سے بتخریج ابن المنذر وابن ابی حاتم وابن ابی شیبۃ وابن حمید وابو الشیخ وفریابی کے منقول ہیں اور سوائب وبحائر وغیرہ کی تحقیق معانی واحکام کی چند جا گزر چکی ہے پس آیت آئندہ میں ان رسوم پر رد ہے۔

رد بعض رسوم جاہلیت: وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ (الی قولہ تعالی) قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ اور اللہ تعالیٰ نے جو کھیتی (وغیرہ) اور مواشی پیدا کیے ہیں ان (مشرک) لوگوں نے ان میں سے کچھ حصہ اللہ (کے نام) کا مقرر کیا (اور کچھ حصہ بتوں کے نام کا مقرر کیا حالانکہ پیدا کرنے میں کوئی شریک نہیں) اور بزعم خود کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ کا ہے جو کہ مہمانوں اور مساکین اور مسافر وغیرہ عام مصارف میں صرف ہوتا ہے) اور یہ ہمارے معبودوں کا ہے (جس کے مصارف خاص ہیں) پھر جو چیز ان کے معبودوں (کے نام) کی ہوتی ہے وہ تو اللہ (نام کے حصہ) کی طرف نہیں پہنچتی (بلکہ اتفاقاً مل جانے سے نکال لی جاتی ہے) اور جو چیز اللہ (کے نام) کی ہوتی ہے وہ ان کے معبودوں (کے نام کے حصہ) کی طرف پہنچ جاتی ہے (جیسا رسمِ اول ودوم میں مذکور ہوا) انہوں نے کیا بری تجویز نکال رکھی ہے (کیونکہ اول تو اللہ کا پیدا کیا ہوا دوسرے کے نام کیوں جائے دوسرے پھر جتنا اللہ کا حصہ نکالا ہے اس میں سے گھٹ جاوے اور اگر غنا واحتیاج اس کا مبنی ہے تو محتاج مان کر معبود سمجھنا اور زیادہ حماقت ہے) اور (جس طرح یہ رسم قبیح مذکور ان کو مستحسن معلوم ہوتی ہے) اسی طرح بہت سے مشرکین کے خیال میں ان کے معبودوں (شیاطین) نے اپنی اولاد کے قتل کرنے کو مستحسن بنا رکھا ہے

(جیسا رسم سوم میں مذکور ہوا) تا کہ (اس فعل قبیح کے ارتکاب سے) وہ (شیاطین) ان (مشرکین) کو (بوجہ) استحقاقِ عذاب کے) برباد کریں اور تا کہ ان کے طریقہ کو مخبوط کر دیں (کہ ہمیشہ غلطی میں پھنسے رہیں)اور (آپ ان کی ان حرکات شنیعہ سے مغموم نہ ہو جایئے کیونکہ)اگر اللہ تعالیٰ کو (ان کا بھلا) منظور ہوتا تو یہ ایسا کام نہ کرتے (مگر ان کی قسمت ہی پھوٹی ہوئی ہے) تو آپ ان کو اور جو کچھ یہ غلط باتیں بنا رہے ہیں (کہ ہمارا یہ فعل بہت اچھا ہے)یوں ہی رہنے دیجئے (کچھ فکر نہ کیجئے ہم آپ سمجھ لیں گے)اور وہ اپنے خیال (باطل) پر یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ (مخصوص) مواشی ہیں اور (مخصوص) کھیت ہیں جن کا استعمال ہر شخص کو جائز نہیں ان کو کوئی نہیں کھا سکتا سوا ان کے جن کو ہم چاہیں (جیسا رسم چہارم و پنجم میں مذکور ہوا)اور (یوں بھی کہتے ہیں کہ یہ مخصوص) مواشی ہیں جن پر سواری یا بار برداری حرام کر دی گئی ہے (جیسا رسم ششم میں مذکور ہوا)اور (یوں بھی کہتے ہیں کہ یہ مخصوص) مواشی ہیں جن پر (اللہ کا نام نہیں لینا چاہئے چنانچہ اسی اعتقاد کی وجہ سے ان پر) یہ لوگ اللہ کا نام نہیں لیتے (جیسا رسم ہفتم میں مذکور ہوا اور یہ سب باتیں) محض اللہ پر افتراء باندھنے کے طور پر کہتے ہیں (افتراء اس لئے کہ وہ ان امور کو موجب خوشنودی حق تعالیٰ سمجھتے تھے) ابھی اللہ تعالیٰ ان کو ان کے افتراء کی سزا دیئے دیتا ہے (ابھی اس لئے کہا کہ قیامت جو آنے والی ہے دور نہیں اور کچھ کچھ سزا تو مرتے ہی شروع ہو جاوے گی)اور وہ (یوں بھی) کہتے ہیں کہ جو چیز ان مواشی کے پیٹ میں (سے نکلتی) ہے (مثلاً دودھ یا بچہ) وہ خالص ہمارے مردوں کے لئے (حلال) ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے اور اگر وہ (پیٹ کا نکلا ہوا بچہ) مردہ ہو تو اس (سے منتفع ہونے کے جواز) میں (مرد و عورت) سب برابر ہیں (جیسا کہ رسم ہشتم و نہم میں مذکور ہوا) ابھی اللہ تعالیٰ ان کو ان کی (اس) غلط بیانی کی سزا دیئے دیتا ہے (غلط بیانی کی وہی تقریر ہے جو افتراء کی گزری اور اب تک جو سزا نہیں دی تو وجہ یہ ہے کہ) بلاشبہ وہ حکمت والا ہے (بعض حکمتوں سے مہلت دے رکھی ہے اور ابھی سزا نہ دینے سے کوئی یوں نہ سمجھے کہ ان کو خبر نہیں کیونکہ) وہ بڑا علم والا ہے (اس کو سب خبر ہے آگے بطور خلاصہ اور انجام کے فرماتے ہیں کہ) واقعی خرابی میں پڑ گئے وہ لوگ جنہوں نے (ان افعالِ مذکورہ کو طریقہ بنا لیا کہ) اپنی اولاد کو محض براہ حماقت بلا کسی (معقول و مقبول) سند کے قتل کر ڈالا اور جو (حلال) چیزیں ان کو اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے کو دی تھیں ان کو اعتقاداً یا عملاً) حرام کر لیا (جیسا اوپر کے رسوم اور رسمِ دہم میں کہ منشاء سب کا متحد ہے مذکور ہوا اور یہ مجموعہ) محض اللہ پر افتراء باندھنے کے طور پر (ہوا جیسا کہ اوپر قتل اولاد میں یَفْتَرُوْنَ اور تحریم انعام میں افتراء جدا جدا بھی آ چکا ہے) بیشک یہ لوگ گمراہی میں پڑ گئے اور (یہ گمراہی جدید نہیں بلکہ قدیم ہے کیونکہ پہلے بھی) کبھی راہ پر چلنے والے نہیں ہوئے (پس ضَلُّوْا میں خلاصہ طریق کا اور مَا كَانُوْا میں اس کی تاکید اور خَسِرُوْا میں خلاصہ انجامِ بد کا کہ عقوبت ہے مذکور ہے)۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ (الی اخر الرکوع) ...... قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ۔ ان آیتوں میں ہمارے زمانہ کے بہت سی بدعات کا رد ہے جو بدعات مذکورہ فی الآیات کے مشابہ ہیں اگر تم غور کرو تو دونوں کو مطابق دیکھو اور یہ رسوم مدعیان مشیخت تک میں شائع ہو رہی ہیں ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فی الحرث وغیرہ لیشتمل الثمار ۱۲۔ ۲ قوله فی لیردوهم استحقاق ولا یشكل علیك عدم كون الكافر مكلفا بالفرع لانه من حیث الافتراء كفر ۱۲۔ ۳ قوله قبل لو شاء مغموم نہ ہوجیئے اشارة الی كون الكلام للتسلية ۱۲۔ ۴ قوله فی شاء ان کا بھلا خبر المفعول بالحاصل لان المفعول ان لا یفعلوه ۱۲۔ ۵ قوله فی بزعمهم اپنے خیال باطل پر اشارة الی ان الظرف متعلق لقالوا ۱۲۔ ۶ قوله فی انعام حرمت وما عطف عنیه یوں ہی اشارة الی كونه معطوفًا علی انعام وحرث ومقول القول ۱۲۔ ۷ قوله فی لا یذكرون نہیں لینا چاہئے قدرہ اشارة الی ان المذكور صفة مسوقة من قبله تعالیٰ لا انه وقع فی كلامهم المحكی كنظائره ۱۲۔ ۸ قوله فی افتراء طور پر اشارة الی كونه مفعولا مطلقا لقالوا ۱۲۔ ۹ قوله فی وصفهم غلط بیانی هو عندی اطلاق المطلق علی المقید ۱۲۔

اختلاف القراءة: فی قراءة زین مجهولا قتل مرفوعا اولادهم منصوبا شركائهم مجرورًا باضافة القتل الی شركائهم مفصولا بینهما بمفعوله وقد بسط وجه صحته فی الروح ۱۲

البلاغۃ: قوله نصیبا واصل النظم ولشركائهم نصیبا فطوی ذكر الشركاء لانه امر محقق عندهم واشیر الی تقدیره بالتصریح به فی قوله هذا لله وهذا لشركائنا كذا فی الروح۔ قلت وعندی ان مدار التشنیع هو عدم جعل كل الصدقة لله تعالیٰ وكفی فی هذا قوله لله نصیباً قوله هذا لله بزعمهم فیه تنبیه علی انه لیس لله ویجوز ان یكون تمهید المابعده علی ان معنی قولهم هذا لله مجرد زعم منهم لا یعلمون بمقتضاه الذی هو اختصاصه به تعالیٰ ۱۲۔ قوله ما یفترون هو فی قتل الاولاد وما بعده من افتراء علیه فی تحریم الانعام وما بعده من افتراء علی الله فی المجموع فلا تكرار۔ قوله ما فی بطون حذف قید الحیٰوة بقرینة ما بعده۔ خالصة و محرم راعی فی الاول معنی ما وفی الثانی لفظه قوله ازواجنا ای جنس ازواجنا لان الاناث كلهن لسن بازواج لهم۔ قوله فیه شركاء ای ما فی بطون وقیل المیتة لكون المراد بها ما یعم الذكر والانثیٰ۔ قوله سفها بغیر علم الاول اشارة الی فقدان الدلیل العقلی والثانی الی النقلی ۱۲۔

وَهُوَ الَّذِیٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّیْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَیْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ﴿۱۴۱﴾ وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ؕ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۴۲﴾ ثَمٰنِیَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَیْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَیْنِ ؕ قُلْ آٰلذَّكَرَیْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَیَیْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَیْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَیَیْنِ ؕ نَبِّئُوْنِیْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۴۳﴾ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَیْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَیْنِ ؕ قُلْ آٰلذَّكَرَیْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَیَیْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَیْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَیَیْنِ ؕ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّیُضِلَّ النَّاسَ بِغَیْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۴۴﴾

ع ۱۷ ۴

اور وہی ہے جس نے باغات پیدا کئے ہیں۔ وہ بھی جوٹٹیوں پر چڑھائے جاتے ہیں اور وہ بھی جوٹٹیوں پر نہیں چڑھائے جاتے اور کھجور کے درخت اور کھیتی اور جن میں کھانے کی چیزیں مختلف طور کی ہوتی ہیں اور زیتون اور انار جو باہم ایک دوسرے کے مشابہ بھی ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے مشابہ نہیں بھی ہوتے ہیں۔ ان سب کی پیداوار کھاؤ جب وہ نکل آئے اور اس میں جو حق واجب ہے وہ اس کے کاٹنے کے دن دیا کرو اور حد سے مت گزرو۔ یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو ناپسند کرتے ہیں اور مواشی میں اونچے قد کے اور چھوٹے قد کے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تم کو دیا ہے کھاؤ اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ آٹھ نر و مادہ یعنی بھیڑ میں دو قسم اور بکری میں دو قسم آپ کہئے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں نروں کو حرام کہا ہے یا دونوں مادوں کو یا اس کو جس کو دونوں مادہ پیٹ میں لئے ہوئے ہوں تم مجھ کو کسی دلیل سے تو بتلاؤ اگر تم سچے ہو اور اونٹ میں دو قسم اور گائے میں دو قسم آپ کہئے کیا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں نروں کو حرام کہا یا دونوں مادہ کو یا اس کو جس کو دونوں مادہ پیٹ میں لئے ہوئے ہوں۔ کیا تم حاضر تھے جس وقت اللہ تعالیٰ نے تم کو حکم دیا تو اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر بلا دلیل جھوٹ تہمت لگائے تاکہ لوگوں کو گمراہ کرے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو راستہ نہ دکھلائیں گے ۞

تفسیر ربط: اوپر مشرکین کا حرث اور انعام میں تحلیل و تحریم کے ساتھ تصرف کرنے کا اختراع کرنا مع رد کے مذکور تھا آگے بھی اسی رد کی قدرے تفصیل سے تقریر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ اشیاء اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہیں پس جس طرح اللہ کے سوا کسی کیلئے یہ حق نہیں کہ ان اشیاء کو تعبداً اسکے نامزد کیا جاوے جیسا کہ مشرکین کرتے تھے اسی طرح تحلیل و تحریم کا اختیار بھی اللہ کے سوا دوسروں کو حاصل نہ ہوگا اور اللہ نے ان اشیاء سے اکلا ورکوباً منتفع ہونے کو حلال فرمایا ہے پس حرمت بدون تحریم ممکن نہیں اور تمہاری جانب سے تحریم شرعاً غیر ممکن ہے اور اللہ کی طرف سے غیر واقع ہے ورنہ دلیل لاؤ پس حرمت منتفی ہے۔

استدلال بر بطلان تحلیل و تحریم مخترع مذکور: وَهُوَ الَّذِیٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ (الی قولہ تعالیٰ) اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۴۴﴾ اور وہی (اللہ پاک) ہے جس نے باغات پیدا کئے وہ بھی جوٹٹیوں پر چڑھائے جاتے ہیں (جیسے انگور) اور وہ بھی جوٹٹیوں پر نہیں چڑھائے جاتے (یا تو اس لئے کہ بیلدار نہیں جیسے تنادار درخت یا باوجود بیلدار ہونے کے عادت نہیں جیسے خربوزہ تربوز وغیرہ) اور کھجور کے درخت اور کھیتی (بھی اسی نے پیدا کئے) جن میں کھانے کی چیزیں مختلف طور کی (حاصل) ہوتی ہیں اور زیتون اور انار (بھی اسی نے پیدا کئے) جو (انار انار) باہم (اور زیتون زیتون باہم رنگ و مزہ و شکل و مقدار وغیرہ میں سے بعضی صفات میں کبھی) ایک دوسرے کے مشابہ ہی ہوتے ہیں) اور (کبھی) ایک دوسرے کے مشابہ نہیں بھی ہوتے (اور اللہ نے ان چیزوں کو پیدا کر کے اجازت دی ہے کہ) ان سب کا پیداوار کھاؤ (خواہ اسی وقت سے سہی) جب وہ نکل آوے (اور پکنے بھی نہ پاوے) اور (البتہ اس کے ساتھ اتنا ضرور ہے کہ) اس میں جو حق (شرع سے) واجب ہے (یعنی خیر خیرات) وہ اس کے کاٹنے (توڑنے) کے دن (مسکینوں کو) دیا کرو اور (اس دینے میں بھی) حد (اذن شرعی) سے مت گزرو یقیناً وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) حد (اذن شرعی) سے گزرنے والوں کو ناپسند کرتے ہیں اور (جس طرح باغ اور کھیت اللہ نے پیدا کئے ہیں اسی طرح حیوانات بھی چنانچہ) مواشی میں اونچے قد کے (بھی) اور چھوٹے قد کے (بھی اسی نے پیدا کئے اور ان کے بارہ میں بھی مثل باغ اور کھیت کے اجازت دی کہ) جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تم کو دیا ہے (اور شرع سے حلال کیا ہے اس کو) کھاؤ اور (اپنی طرف سے تحریم کے احکام تراش کر) شیطان کے قدم بقدم مت چلو بلا

شک وہ تمہارا صریح دشمن ہے (کہ تم کو باوجود وضوح دلائل حق کے گمراہ کررہا ہے اور یہ مواشی جن میں تحلیل وتحریم کررہے ہو) آٹھ نر و مادہ (پیدا کئے) یعنی بھیڑ (اور دنبہ) میں دو قسم (ایک نر اور ایک مادہ) اور بکری میں دو قسم (ایک نر اور ایک مادہ) آپ (ان سے) کہئے کہ (یہ تو بتلاؤ کہ) کیا اللہ تعالیٰ نے ان (دونوں جانوروں کے) دونوں نروں کو حرام کہا ہے یا دونوں مادہ کو (حرام کہا ہے) یا اس (بچہ) کو جس کو دونوں مادہ (اپنے) پیٹ میں لئے ہوئے ہوں (وہ بچہ نر ہو یا مادہ یعنی تم جو مختلف صورتوں سے تحریم کے مدعی ہو تو کیا یہ تحریم اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے) تم مجھ کو کسی دلیل سے تو بتلاؤ اگر (اپنے دعویٰ میں) سچے ہو (یہ تو چھوٹے قد والے کے متعلق بیان ہوا آگے بڑے قد والوں کا بیان ہے کہ بھیڑ بکری میں بھی نر و مادہ پیدا کیا جیسا بیان ہوا) اور (اسی طرح) اونٹ میں دو قسم (ایک نر اور ایک مادہ) اور گائے (اور بھینس) میں دو قسم (ایک نر اور ایک مادہ پیدا کئے) آپ (ان سے اس باب میں بھی) کہئے کہ (یہ تو بتلاؤ کہ) کیا اللہ تعالیٰ نے ان (دونوں جانوروں کے) دونوں نروں کو حرام کہا ہے یا دونوں مادہ کو (حرام کہا ہے) یا اس (بچہ) کو جس کو دونوں مادہ (اپنے پیٹ میں لئے ہوئے ہوں (وہ بچہ نر ہو یا مادہ اس کا بھی وہی مطلب ہے کہ تم جو مختلف صورتوں سے تحریم کے مدعی ہو تو کیا یہ تحریم اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے اس پر کوئی دلیل قائم کرنا چاہئے جس کے دو طریقے ہیں ایک تو یہ کہ کسی رسول وفرشتہ کے واسطے سے ہو سو مسئلہ نبوت ووحی سے تو تم کو انکار ہی ہے اس شق کو تو اختیار کر نہیں سکتے پس دوسرا طریق دعوی کرنے کے لئے متعین ہوگیا کہ خود خدا تعالیٰ نے بلا واسطہ تم کو یہ حکم دیئے ہوں تو) کیا تم (اس وقت) حاضر تھے جس وقت اللہ تعالیٰ نے تم کو اس (تحریم وتحلیل) کا حکم دیا (اور ظاہر ہے کہ اس کا دعویٰ بھی نہیں ہوسکتا پس ثابت ہوگیا کہ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں) تو (بعد ثبوت اس امر کے کہ اس دعویٰ پر کوئی دلیل نہیں یقینی بات ہے کہ) اس سے زیادہ کون ظالم (اور کاذب) ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر بلا دلیل (تحلیل وتحریم کے باب میں) جھوٹ تہمت لگائے تاکہ لوگوں کو گمراہ کرے (یعنی یہ شخص بڑا ظالم ہوگا اور) یقیناً اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو (جنت کا) راستہ (آخرت میں) نہ دکھلاویں گے (بلکہ دوزخ میں بھیجیں گے پس یہ لوگ بھی اس جرم کی سزا میں دوزخ میں جاویں گے) **ف**: اس آیت میں جو حق شرعی خیر خیرات کا ذکر ہے اس سے عشر مراد نہیں جو کہ زمین کی زکوٰۃ ہے جیسا درمنثور میں سنن بیہقی سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول منقول ہے کہ اس کو یعنی اس کے وجوب کو عشر ونصف عشر نے منسوخ کردیا اور اسی میں ابوداؤد کے ناسخ ومنسوخ سے سفیان کا سوال اور سدی کا جواب منقول ہے کہ یہ آیت مکیہ ہے عشر ونصف عشر سے اس کا وجوب منسوخ ہے اور سدی نے اسی قول کو علماء کی طرف منسوب کیا ہے آہ اور زکوٰۃ مدینہ میں فرض ہوئی تھی کذا فی الدر المختار۔ اور اسراف میں اذن شرعی کی قید اس لئے لگائی کہ وجوب شرعی سے تجاوز کرنا اسراف نہیں ہے اور حصاد کی قید اس اعتبار سے ہے کہ اس وقت دیا جاتا ہے ورنہ وجوب اس کے قبل ہوجاتا ہے یعنی جب آفات سے امن ہوجاوے پس اس کے بعد جو خود خرچ کرے گا وہ یاد رکھے کذا فی الدر المختار پس اس جزو کے اعتبار سے یہ منسوخ نہیں۔

فوائد شتی: الاولیٰ قال فی النخل والزرع مختلفا اکله برجوع الضمیر الی الجمیع لعموم معنی الاکل وفی الزیتون والرمان متشابها وغیر متشابه مع ان هذا المعنی مشترك بین الکل ولعل النکتة فیه ان الزرع یشمل الاجناس المختلفة الانواع ولا یخفی الاختلاف الفاحش لنوع مع نوع آخر واما النخل فلما کان اصنافه اکثر من باقی غیره اشار بالحکم بالاختلاف بینهما الی کثرة هذه الاصناف واما الزیتون والرمان فلا یوجد هذا المعنی فیهما **الثانیة** الامر فی کلوا للاباحة والفائدة المبالغة فی اظهار التحلیل لان الاکل بعد الینع معتاد واما قبله فغیر معتاد فلا ابیح غیر المعتاد فالمعتاد اولی بالاباحة **الثالث** ما اخترته فی معنی الاسراف متاید بما فی الروح اخرج ابن جریر وابن ابی حاتم عن ابن جریر قال نزلت فی ثابت بن قیس بن شماس جد نخلا فقال لا یاتین الیوم احد الا اطعمته فاطعم حتی امسی ولیست له ثمرة فانزل الله تعالیٰ ذلك اه **الرابعة** حمولة وفرشا معطوف علی جنات والجهة الجامعة اباحة الانتفاع بهما **الخامسة** فی الروح الحمولة الکبار الصالحة للحمل والفرش الصغار الدنیة من الارض مثل الفرش المفروش علیها **السادسة** کرر کلوا تاکید اللاباحة وذکرا لها مستقلا فی الشئین الحرث والانعام **السابعة** ثمانیة بدل من حمولة وفرشا **الثامنة** الزوج کما یطلق علی المجموع یطلق علی کل واحد منهما **التاسعة** الضان والمعز تفصیل للفرش کما نقله فی الروح عن شیخ الاسلام قال ولعل تقدیمها فی التفصیل مع تاخر اصلها فی الاجمال لکون هذین النوعین عرضته للاکل الذی هو معظم ما یتعلق به الحل والحرمة وهو السر فی الاقتصار علی الامر به فی قوله تعالیٰ کلوا من غیر تعرض الانتفاع بالحمل والرکوب وغیر ذلك مما حرموه فی السائبة واخواتها **العاشرة** لعل تخصیص الازواج الثمانیة بالذکر مع کون الحل غیر مختص بها لان تصرفات المشرکین بالتحلیل والتحریم انما کان فی هذه **الحادیة عشر** الابل جمع لا واحد له **الثانیة عشر** فی الروح وانما لم یورد سبحانه الامر عقیب تفصیل الانواع الاربعة بان یقال قل آالذکور حرم ام الاناث اما اشتملت علیه ارحام الاناث لما فی التکریر من المبالغة ایضا فی

الالزام والتبكيت الثالثة عشر فی الروح وانما لم يل المنكر وهو التحريم الهمزة والجاری فی الاستعمال ان ما انكر وليها لان ما فی النظم الكريم ابلغ وبيانه علی ما قال السكاكی ان اثبات التحريم يستلزم اثبات محله لا محالة فاذا انتفی محله وهو الموارد الثلاثة لزم انتفاء التحريم علی وجه برهانی اه قلت وعلم به ان محط الفائدة هو التحريم من الله فحاصل الآية مطالبتهم بما يثبت به ان الله حرم كالمانع وليس المقصود بقوله الذكرين الاستدلال علی نفی التحريم كالمدعی كما قرره فی الجلالين لانه كما فی الروح بعيد لان القائل ان يقول ان العلة ليست بمحصورة بل يمكن كونها بحيرة او سائبة او غير ذلك علة اه الرابعة عشر ذكر النخل بعد جنات تخصيص بعد تعميم لكون النخل اكثر رغبة لهم الخامسة عشر الثمر عام للزرع والاشجار حقيقة او مجازا ومعنی معروشات ما يحمل علی العريش وهو عيد ان تصنع كهيئة السقف ويوضع الكرم عليها ۱۲۔

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا
اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ
رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا
عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۭ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۡ
وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۴۷﴾

آپ کہہ دیجئے کہ جو احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے ہیں ان میں تو میں کوئی حرام غذا پاتا نہیں کسی کھانے والے کے لئے جو اس کو کھائے مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا یہ کہ وہ بہتا ہوا خون ہو یا خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ وہ بالکل ناپاک ہے یا جو شرک کا ذریعہ ہو کہ غیر اللہ کے لئے نامزد کیا گیا ہو۔ پھر جو شخص بے تاب ہو جائے بشرطیکہ نہ تو طالب لذت ہو اور نہ تجاوز کرنے والا ہو تو واقعی آپ کا رب غفور رحیم ہے اور یہود پر ہم نے تمام ناخن والے جانور حرام کر دیئے تھے اور گائے بکری میں سے ان دونوں کی چربیاں ان پر ہم نے حرام کر دی تھیں مگر وہ جو ان کی پشت پر یا انتڑیوں میں لگی ہو یا جو ہڈی سے ملی ہو ان کی شرارت کے سبب ہم نے ان کو یہ سزا دی تھی اور ہم یقیناً سچے ہیں۔ پھر اگر یہ آپ کو کاذب کہیں تو آپ فرما دیجئے کہ تمہارا رب بڑی وسیع رحمت والا ہے اور اس کا عذاب مجرم لوگوں سے نہ ٹلے گا۞

تفسیر: ربط: اوپر مشرکین کی تحلیل و تحریم مخترع کا ابطال فرمایا ہے آگے بھی اسی مضمون کی تائید ہے کہ جن حیوانات میں کلام ہو رہا ہے ان میں حرام تو فلاں فلاں چیزیں ہیں تم اپنی طرف سے اختراع کیوں کرتے ہو نیز اس میں ان کی ایک دوسری گمراہی کی طرف بھی اشارہ ہے کیونکہ دم مسفوح و مذبوح علی اسم غیر اللہ کا کھانا ان میں معتاد تھا پس اوپر تحریم حلال کا ذکر تھا اور یہ تحلیل حرام کا ذکر ہے۔

مطعومات محرمہ: قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً (الی قولہ تعالیٰ) فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ آپ کہہ دیجئے کہ (جن حیوانات میں کلام ہو رہا ہے ان کے متعلق) جو کچھ احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے ہیں ان میں تو کوئی حرام غذا پاتا نہیں کسی کھانے والے کے لئے جو اس کو کھاوے (خواہ وہ مرد ہو یا عورت) مگر (ان چیزوں کو البتہ حرام پاتا ہوں وہ) یہ کہ وہ مردار (جانور) ہو (یعنی جو باوجود واجب الذبح ہونے کے بلا ذبح شرعی مر جاوے) یا یہ کہ بہتا ہوا خون ہو یا خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ وہ (خنزیر) بالکل ناپاک ہے (اسی لئے اس کے سب اجزاء نجس اور حرام ہیں ایسا نجس نجس العین کہلاتا ہے) یا جو جانور (وغیرہ) شرک کا ذریعہ ہو (اس طرح) کہ بقصد تقرب) غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو (سو یہ سب حرام ہیں) پھر (بھی اس میں اتنی آسانی رکھی ہے کہ) جو شخص (بھوک سے بہت ہی) بے تاب ہو جاوے بشرطیکہ نہ تو (کھانے میں) طالب لذت ہو اور نہ (قدر ضرورت و حاجت سے) تجاوز کرنے والا ہو تو (اس حالت میں ان حرام چیزوں کے کھانے میں بھی اس شخص کو کچھ گناہ نہیں ہوتا) واقعی آپ کا رب (اس شخص کے لئے) غفور رحیم ہے (کہ ایسے وقت میں رحمت فرمائی کہ گناہ کی چیز میں سے گناہ اٹھا دیا) ف: ایسے ہی الفاظ کے قریب قریب ایک آیت ربع پارہ سیقول کے قریب گزر چکی ہے وہاں اس کی تفسیر ملاحظہ فرمائی جاوے اور یہ جو قید لگائی گئی کہ جن حیوانات میں کلام ہو رہا ہے اس سے یہ شبہ جاتا رہا ہے کہ کیا بجز ان چار چیزوں کے اور کوئی چیز حرام نہیں حالانکہ احادیث میں اور حیوانات کی حرمت بھی آئی ہے۔

ربط: اوپر جو مضمون مذکور تھا آگے اس کے متعلق ایک شبہ کا جواب ہے شبہ یہ ہے کہ مطعومات زیر بحث میں بجز مستثنیات مذکورہ کے سب کو حلال کہا گیا ہے حالانکہ بعض اہل کتاب سے معلوم ہوا ہے کہ بعضے اور حیوانات بھی حرام ہیں۔ جواب یہ ہے کہ یہ تحریم صرف یہود کے لئے ایک عارض کی وجہ سے ہوئی تھی جواب

منسوخ ہوگئی۔ پس دعویٰ مذکورہ بحالہا صحیح اور اس کی نقیض بحالہ غلط ہے۔

دفع دخل مقدر بر مضمون سابق بتحقیق تحریم بعضے اشیاء بر یہود: وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ (الی قولہ تعالیٰ) وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ اور یہود پر ہم نے تمام ناخن والے جانور حرام کر دیئے تھے اور گائے اور بکری (کے اجزاء) میں سے ان دونوں کی چربیاں ان (یہود) پر ہم نے حرام کر دی تھیں مگر وہ (چربی مستثنیٰ تھی) جو ان (دونوں) کی پشت پر یا انتڑیوں میں لگی ہو یا جو (چربی) ہڈی سے ملی ہو (باقی سب چربی حرام تھی سو ان چیزوں کی تحریم فی نفسہ مقصود نہ تھی بلکہ) ان کی شرارت کے سبب ہم نے ان کو یہ سزا دی تھی اور ہم یقیناً سچے ہیں۔ **ف**: شروع پارہ لَنْ تَنَالُوْا آیت كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا الخ اور شروع پارہ لَا يُحِبُّ اللّٰهُ آیت: فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ الخ میں قدرے اس تحریم اور علت تحریم کا بیان گزر چکا دیکھ لیا جاوے اور یہود کا اس تحریم کو قدیم کہنا بھی آیت اولیٰ کی تمہید میں مذکور ہوا ہے یہاں اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ۔ سے ان کے اس قول کی تکذیب بھی ہوگئی اور ناخن والے سے ہر وہ جانور مراد ہے جس کا پنجہ یا کھر پھٹا ہوا نہ ہو جیسے گھوڑا اور اونٹ اور شتر مرغ اور مرغابی اور بط وغیرہ وکذا فی الجمل عن ابن عباسؓ اور جو چربی ان مذکورہ کے سوا ہوں وہ حرام تھیں مثلاً گردہ کی چربی۔ درمنثور میں اس باب میں آثار مذکور ہیں اور اونٹ بنی اسرائیل پر قبل تورات کے حرام تھا۔

ربط: اوپر مضمون تحلیل وتحریم کے متعلق ایک شبہ کا جواب مذکور ہو چکا ہے آگے اس کے متعلق ایک دوسرے شبہ کا جواب ہے وہ شبہ یہ ہے کہ اگر اس مبحث میں مشرکین کا یہ طریقہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک باطل ہے تو باوجود قدرتِ الٰہیہ کے ان کو سزا کیوں نہیں ہوتی تو اس سے تو دوسری جانب کے کذب کا نعوذ باللہ شبہ ہوتا ہے جواب یہ ہے کہ قدرت تو عذاب کی مصحح اور ان کے طریقہ کا بطلان اس کا مقتضی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت ایک خاص وقت تک اس کی مانع ہے پھر جب وہ وقت آ جاوے گا تب وہ اقتضا ظاہر ہو جاوے گا۔

جواب شبہ ناشی از تاخیر عذاب: فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ پھر (اس تحقیق مذکور کے بعد بھی) اگر یہ (مشرکین) آپ کو (نعوذ باللہ اس مضمون میں صرف اس وجہ سے) کاذب کہیں (کہ ان پر عذاب نہیں آتا) تو آپ (جواب میں) فرما دیجئے کہ تمہارا رب بڑی وسیع رحمت والا ہے (بعض حکمتوں سے جلدی مواخذہ نہیں فرماتا) اور (اس سے یوں نہ سمجھو کہ ہمیشہ یوں ہی بچے رہیں گے جب وہ وقت معین آ جاوے گا پھر اس وقت) اس کا عذاب مجرم لوگوں سے (کسی طرح) نہ ٹلے گا۔ **ف**: یہ جواب تحقیقی ہے اور اس کا الزامی جواب بھی ظاہر ہے کہ اگر عذاب عاجل نہ ہونا دلیل ہے حق ہونے کی تو اس بناء پر مسلمانوں کا طریق بھی جو کہ اس کی نقیض ہے حق ہوگا اور یہ مستلزم ہے اجتماع نقیضین کو کہ ایک شے کا حق ہونا بھی حق ہو اور باطل ہونا بھی حق ہو پس معلوم ہوا کہ یہ شبہ محض سفسطہ ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا (الی قولہ تعالیٰ) ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۖ اس میں دلالت ہے کہ دنیوی نعمتوں سے محروم رہنے میں معاصی کا بھی دخل ہوتا ہے۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فى اوحى بذریعہ وحی لم يخصص بالقرآن ليشمل المتلو وغير المتلو۱۲۔ ۲ قوله فى محرما فذا اشارة الى تقدير الموصوف۱۲۔ ۳ قوله فى طاعم مرد ہو یا عورت اشارة الى كونه ردًّا عليهم فى قولهم خالصة لذكورنا الخ۱۲۔ ۴ قوله فى ما اهل وغیرہ لان الحرمة بالاهلال لا يختص بالحيوان۱۲۔ ۵ قوله فى فسقا ذریعہ اشارة الى ان تسمية سبب الفسق فسقا مجازا مبالغة۱۲۔ ۶ قوله فى كذبوك مشرکین هو احد القولين فى المرجع وهو الراجح عندى كما هو مقتضى المقام لان السياق والسباق كلام معهم۱۲۔

اختلاف القراءة: فى قراءة ميتة بالرفع فكان تامة ويكون قوله دما مسفوحًا معطوفا على ان يكون۱۲۔

اللغات: فى الروح سمى الحافر ظفرا مجازا وهذا وان استبعده بعضهم لكن ذكر حرمته فى التوراة كما نقله الحقانى مؤيد لذلك۱۲۔

النحو: الا ان يكون معنى الاستثناء انى لا اجد فى حال من الاحوال الا فى حال كون الطعام احد هذه۱۲۔ قوله ذلك مبتدأ خبره ما بعده والعائد محذوف اى جزينا هم اياه ۱۲۔

البلاغۃ: قوله فانه رجس جملة معترضة لتحقيق العلة۱۲۔ قوله شحومهما لم يقل الشحوم مع كفاية لان الاضافة افادت زيادة الربط والتاكيد كما يقال اخذت من زيد ما له وهو متعارف فى كلامهم۔

سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ۭ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ۭ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ۭ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا

تَخْرُصُوْنَ ﴿۱۴۸﴾ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ ع

۱۸ ع ۶ ۵

یہ مشرکین یوں کہنے کو ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کسی چیز کو حرام کہہ سکتے اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں انہوں نے بھی تکذیب کی تھی۔ یہاں تک کہ انہوں نے ہمارے عذاب کا مزا چکھا۔ آپ کہئے کیا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے تو اس کو ہمارے روبرو ظاہر کرو۔ تم لوگ محض خیالی باتوں پر چلتے ہو اور تم بالکل اٹکل سے باتیں بناتے ہو آپ کہئے کہ پوری حجت بس اللہ ہی کی رہی۔ پھر وہ اگر چاہتا تو سب کو راہ پر لے آتا۔ آپ کہئے کہ اپنے گواہوں کو لاؤ جو اس بات پر شہادت دیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو حرام کر دیا ہے پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو آپ اس شہادت کی سماعت نہ فرمائیے اور ایسے لوگوں کے باطل خیالات کا اتباع مت کرنا جو ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں اور جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور اپنے رب کے برابر دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں۞

تفسیر ربط: اوپر مشرکین کے رسوم شرکیہ از قبیل تحریم و تحلیل کے متعلق دو شبہوں کا جواب گزر چکا آگے اس تحریم اور اس کے منشاء یعنی شرک کے متعلق ایک تیسرے عقلی شبہ کا جواب ہے وہ شبہ عقلی یہ ہے کہ وہ ان امور کے جواز اور استحسان پر یوں استدلال کرتے تھے کہ ہم جو کچھ شرک اور تحریم کر رہے ہیں اگر یہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہوتا تو ہم کو اپنی مرضی کے خلاف یہ کام کیوں کرنے دیتا اس سے معلوم ہوا کہ اس کو یہ امور ناپسند نہیں اس کا جواب اس آیت میں دو طور پر دیا گیا ایک کا حاصل مطالبہ دلیل ہے جس کو اصطلاحِ مناظرہ میں منع کہتے ہیں وہ یہ کہ یہ مقدمہ ایک دعویٰ ہے کہ صدور پر قدرت دینا مستلزم رضا کو ہے خود اس پر اقامت دلیل کی احتیاج ہے **هل عندكم من علم** میں یہی جواب ہے دوسرے جواب کا حاصل خود اقامت دلیل ہے اس دلیل کے بطلان پر جس کو اصطلاح میں نقض کہتے ہیں وہ یہ کہ اس سے رسل کی تکذیب لازم آتی ہے کیونکہ رسل شرک اور تحریم مخترع کو باطل کہتے رہے اور اس دلیل سے اس کا حق ہونا لازم آتا ہے اور رسل کا صدق دلائل قطعیہ عقلیہ سے ثابت ہے پس ان کا کذب محال ہے اور جو مستلزم محال کو ہو وہ محال ہے پس یہ دلیل مشرکین کی منقوض ہوئی **كذلك كذب الذين** میں اس کی طرف اشارہ ہے اور جواب اول کی تنویر ایک الزام سے اظہر ہے کہ اس سے تو لازم آتا ہے کہ جمیع امور جو کچھ واقع ہو رہے ہیں سب حق ہوں اور یہ صریح اجتماع متناقضین ہے جیسا جواب شبہ دوم میں مذکور ہوا چونکہ یہ جواب الزامی بہت ظاہر تھا اس لئے مذکور نہیں ہوا پھر ان دونوں جوابوں پر بطور تفریع کے فرمایا ہے کہ دلیل عقلی کا حال تو معلوم ہوا۔ دوسرا طریق اثباتِ مدعا کا نقل صحیح ہے اگر دلیل عقلی سے عاجز ہو تو دلیل نقلی ہی لاؤ **قل هلم** میں اس طرف اشارہ ہے اور سیقول میں جیسا مفسرین نے تصریح کی ہے مشرکین کے یہ شبہ پیش کرنے کی پیشین گوئی ہے جس کا وقوع بعد میں ہوا جیسا کہ سورۂ نحل[1] کے رکوع پنجم کے شروع میں ہے **وقال الذين اشركوا** اور آپ کا یہ بھی ایک معجزہ ہے۔

جوابِ شبہ متعلق شرک و تحریم: سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا (الی قولہ تعالیٰ) وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ یہ مشرکین یوں کہنے کو ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو (بطور رضا[2] کے یہ امر) منظور ہوتا (کہ ہم شرک اور تحریم نہ کریں یعنی اللہ تعالیٰ عدم شرک و عدم تحریم کو پسند کرتے اور شرک و تحریم کو ناپسند کرتے) تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا (شرک[3] کرتے) اور نہ ہم (اور ہمارے[4] بزرگ) کسی چیز کو (جن کا اوپر ذکر ہوا ہے) حرام کہہ سکتے (اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس شرک اور تحریم سے ناراض نہیں اللہ تعالیٰ جواب دیتے ہیں کہ یہ استدلال لئے باطل ہے کہ مستلزم تکذیب رسل کو ہے پس یہ لوگ رسول کی تکذیب کر رہے ہیں اور جس طرح یہ کر رہے ہیں) اسی طرح جو (کافر) لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں انہوں نے بھی (رسولوں کی) تکذیب کی تھی یہاں تک کہ انہوں نے ہمارے عذاب کا مزہ چکھا (خواہ دنیا میں جیسا اکثر کفار سابقین پر نزول عذاب ہوا ہے یا مرنے کے بعد تو ظاہر ہی ہے اور یہ اشارہ ہے اس طرف کہ ان لوگوں کے ان کفریات کے مقابلہ میں صرف قولی جواب اور مناظرہ پر اکتفا نہ کیا جاوے گا بلکہ مثل کفار سابقین عملی سزا بھی دی جاوے گی خواہ دنیا میں بھی یا صرف آخرت میں آگے دوسرا جواب دینے کے لئے ارشاد ہے کہ) آپ (ان سے) کہئے کہ کیا تمہارے پاس (اس مقدمہ پر کہ صدور کی قدرت دینا مستلزم رضا ہے) کوئی دلیل ہے تا کہ[5] اس کو ہمارے روبرو ظاہر کرو (اصل یہ ہے کہ دلیل وغیرہ کچھ بھی نہیں) تم لوگ محض خیالی باتوں پر چلتے ہو اور تم بالکل اٹکل سے باتیں بناتے ہو (اور دونوں جواب دے کر) آپ (ان سے) کہئے کہ پس[6] (دونوں جوابوں سے معلوم ہوا کہ) پوری حجت اللہ ہی کی رہی (اور تمہاری حجت باطل ہو گئی) پھر (اس کا مقتضا تو یہ تھا کہ تم سب راہ پر آ جاتے مگر اس کی توفیق خدا ہی کی طرف سے ہے) اگر وہ چاہتا تو تم سب کو راہ (راست) پر لے آتا (مگر حق تعالیٰ کی بہت سی حکمتیں ہیں کسی کو توفیق دی کسی کو نہیں دی البتہ اظہار حق اور اعطاء اختیار وارادہ سب کے لئے عام ہے آگے دلیل نقلی کے مطالبہ کے لئے ارشاد فرماتے ہیں کہ) آپ (ان سے) کہئے کہ (اپنی دلیل عقلی کا حال تو تم کو معلوم ہوا اچھا اب کوئی صحیح دلیل نقلی پیش کرو مثلاً) اپنے گواہوں کو لاؤ جو اس بات پر (باقاعدہ)

شہادت دیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان (مذکورہ) چیزوں کو حرام کر دیا ہے (با قاعدہ[ے] شہادت وہ ہے جو مبنی ہو مشاہدہ پر یا ایسی دلیل قطعی پر جو افادہ یقین میں برابر ہو مشاہدہ کے جیسا ام کنتم شھدآء اذ وصّٰکم اس طرف مشیر ہے) پھر اگر (اتفاق سے کسی کو فرضی جھوٹے گواہ بنا کر لے آویں اور) وہ (گواہ اس کی) گواہی (بھی) دے دیں تو (چونکہ وہ شہادت یقیناً بے قاعدہ اور محض سخن سازی ہوگی کیونکہ مشاہدہ بھی مفقود اور مشاہدہ کا مماثل بھی مفقود اس لئے) آپ اس شہادت کی سماعت[۸] نہ فرمائیے اور (جب ان کا مکذب ہونا جیسا کہ ولا حرمنا الخ اور کذلك کذب الخ دال ہے اور منکر آخرت ہونا جیسا بہت آیات دال ہیں اور مشرک ہونا جیسا اشرکنا الخ دال ہے ثابت ہو گیا تو اے مخاطب) ایسے لوگوں کے باطل خیالات کا (جن کا بطلان (ابھی ثابت ہو چکا) اتباع مت کرنا جو ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں اور جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے (اور اسی سبب سے نڈر[۹] ہو کر حق کی تلاش نہیں کرتے) اور وہ (استحقاق معبودیت میں) اپنے رب کے برابر دوسروں کو ٹھہراتے ہیں (یعنی شرک کرتے ہیں)

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ سَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا الخ اس میں جبر مذموم کا ابطال ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمہ: ۱؎ قوله فى آخر التمهيد نحل الخ فان قلت ان النحل قد نزل قبل سورة الانعام كما مر فى حواشى قوله تعالىٰ وقد فصل لكم قلت قد مر جوابه ايضا ان التقدم باعتبار اكثر الاجزاء فيمكن ان قوله تعالىٰ وقال الذين اشركوا يكون متاخرا عن قوله سيقول الخ ۱۲۔ ۲؎ قوله فى لو شاء بطور رضا فارتفع الاشكال بان هذه الآية تدل على ان المشية لم تتعلق بقبائحهم وقوله تعالىٰ فلو شاء الخ يدل على انها تعلقت بقبائحهم من عدم الاهتداء وجه الارتفاع ظاهر فان الاولىٰ بمعنى الرضاء والثانية بمعنى الارادة وشتان ما بينهما ۱۲۔ ۳؎ قوله فى ولا اباؤنا شرک کرتے قدره لئلا يلزم عطف المظهر على المضمر المرفوع بلا فصل حاصله ان الفعل مقدر هناك اى ولا اشرك آباؤنا فهو من عطف الجملة على الجملة وبعضهم اعتبر كلمة لا فاصلة ۱۲۔ ۴؎ قوله فى حرمنا اور ہمارے اشارة الى ان الضمير فى حرمنا لهم فى ولآبائهم جميعًا ۱۲۔ ۵؎ قوله فى فتخرجوه تاکہ لكون الفاء عاطفة مع السببية وليس هذا من قبيل المضارع المجزوم لانه ياتى بدون الفاء اعلم ان كل ما يجاب بالفاء فينتصب المضارع بعدها يصح ان يجاب بمضارع مجزوم الا النفى ۱۲۔ ۶؎ قوله فى فلله پس دونوں اشار به الى معنى الفاء ۱۲۔ ۷؎ قوله فى حرم با قاعدہ شہادت وہ ہے الخ اشارة بقوله برابر الى امرين الاول ان الشهادة بالتسامع فى بعض الاحكام جائز والثانى ان الشهادة بلا مشاهدة واقع من هذه الامة على الامم ۱۲۔ ۸؎ قوله فى فلا تشهد سماعت فى الروح فلا تصدقهم وارادة هذا المعنى من لا تشهد لان الشهادة من لوازم التسليم او هو من باب المشاكلة اه ۱۲۔ ۹؎ قوله فى لا يؤمنون نڈر اشار به الى وجه تخصيص عدم ايمانهم بالآخرة ههنا ۱۲۔

اللغات: البالغة اى التى بلغت غاية المتانة والقوة قوله هلم اسم فعل متعد ولازم بمعنى احضره واقبل ۱۲۔

البلاغۃ: قوله ان الله حرم هذا ولم يزد وان الله قد امر بالشرك كما هو مقتضى ذكر هما معًا فى السابق ولعل وجهه ان التحريم اهون فى الاثبات من الشرك فان الحل محتمل للنسخ لا التوحيد فلما عجزوا عن اقامة الحجة على الايسر اثباتا فكيف بالاعسر اثباتا فافهم۔ قوله ذاقوا فى الروح فيه ايماء الى ان لهم عذابا مدخرا عند الله تعالىٰ لان الذوق اول ادراك الشئ ۱۲۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۵۳﴾

آپ (ان سے) کہئے کہ آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن کو تمہارے رب نے تم پر حرام فرمایا ہے وہ یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ اور ماں باپ کے

ساتھ احسان کیا کرو اور اپنی اولاد کو افلاس کے سبب قتل مت کیا کرو۔ ہم ان کو اور تم کو رزق (مقدر) دیں گے اور بے حیائی کے جتنے طریقے ہیں۔ ان کے پاس بھی مت جاؤ خواہ وہ علانیہ ہوں اور خواہ پوشیدہ ہوں اور جس کا خون کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس کو قتل مت کرو ہاں مگر حق پر۔ اس کا تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقہ سے جو کہ مستحسن ہے یہاں تک کہ وہ اپنے سن بلوغ کو پہنچ جائے اور ناپ اور تول پوری پوری کیا کرو انصاف کے ساتھ ہم کسی شخص کو اس کے امکان سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور جب تم بات کیا کرو تو انصاف رکھا کرو گو وہ شخص قرابت دار ہی ہو اور اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا کرو اس کو پورا کیا کرو۔ ان (سب) کا اللہ تعالیٰ نے تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم یاد رکھو (اور عمل کرو) اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو کہ مستقیم ہے۔ سو اس راہ چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم (اس کے خلاف کرنے سے) احتیاط رکھو ۞

تفسیر: ربط: او پر مشرکین کی تحریم مخترع پر انکار تھا آگے محرماتِ واقعیہ کو جن میں اہل جاہلیت مبتلا تھے ارشاد فرماتے ہیں بعض کو تو تفصیلاً نواہی میں صراحۃً اور اوامر میں دلالۃً اور بقیہ اجمالاً ھٰذَا صِرَاطِیْ میں پس اس انکار اور اس ارشاد کے مجموعہ سے ان کے حال پر تعریض ہوگئی کہ عجب بات ہے جو امور واقع میں حرام ہیں اُن میں مبتلا ہیں اور جو اشیاء واقع میں حلال تھیں ان میں تحریم کا اختراع کر رکھا ہے اس طرز سے گفتگو کرنا خطاب علی اسلوب الحکیم کہلاتا ہے۔

بیان بعض محرمات واقعیہ: قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ (الی قولہ تعالیٰ) ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ آپ (ان سے) کہئے کہ آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن کو تمہارے رب نے تم پر حرام فرمایا ہے وہ (چیزیں یہ ہیں ایک) یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ (پس شریک ٹھہرانا حرام ہوا) اور (دوسرے یہ کہ) ماں باپ کے ساتھ احسان کیا کرو (پس ان سے بری طرح رہنا حرام ہوا) اور (تیسرے یہ کہ) اپنی اولاد کو افلاس کے سبب (جیسا کہ جاہلیت میں غالب عادت تھی) قتل مت کیا کرو (کیونکہ ہم ان کو اور تم کو (دونوں کو) رزق (مقدر) دیں گے (وہ تمہارے رزق مقدر میں شریک نہیں ہیں پھر کیوں قتل کیوں کرتے ہو پس قتل کرنا حرام ہوا) اور (چوتھے یہ کہ) بے حیائی (یعنی بدکاری) کے جتنے طریقے ہیں ان کے پاس بھی مت جاؤ (پس زنا کرنا حرام ہوا) خواہ وہ علانیہ ہوں اور خواہ پوشیدہ ہوں (وہ طریقے یہی ہیں) اور (پانچویں یہ کہ) جس کا خون کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس کو قتل مت کرو ہاں مگر حق (شرعی) پر (قتل جائز ہے مثلاً قصاص میں یا رجم میں پس قتل ناحق حرام ہوا) اس (سب) کا تم کو (اللہ تعالیٰ نے) تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم (ان کو) سمجھو (اور سمجھ کر عمل کرو) اور (چھٹے یہ کہ) یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ (یعنی اس میں تصرف مت کرو) مگر ایسے طریقے سے (تصرف کی اجازت ہے) جو کہ (شرعاً) مستحسن ہے (مثلاً اس کے کام میں لگانا اس کی حفاظت کرنا اور بعض اولیاء اور اوصیاء کو اس میں یتیم کے لئے تجارت کرنے کی بھی اجازت ہے) یہاں تک کہ وہ اپنے سن بلوغ کو پہنچ جاوے (اس وقت تک ان تصرفاتِ مذکورہ کی بھی اجازت ہے اور پھر اس کا مال اس کو دے دیا جاوے گا بشرط سفیہ نہ ہونے کے پس تصرف غیر مشروع مال یتیم میں حرام ہوا) اور (ساتویں یہ کہ) ناپ اور تول پوری پوری کیا کرو انصاف کے ساتھ (کہ کسی کا حق اپنے پاس نہ رہے اور نہ آوے پس اس میں دغا کرنا حرام ہوا اور یہ احکام کچھ دشوار نہیں کیونکہ) ہم (تو) کسی شخص کو اس کے امکان سے زیادہ (احکام کی) تکلیف (بھی) نہیں دیتے (پھر ان احکام میں کوتاہی کیوں کی جاوے) اور (آٹھویں یہ کہ) جب تم (فیصلہ یا شہادت وغیرہ کے متعلق کوئی) بات کیا کرو تو (اس میں) انصاف (کا خیال) رکھا کرو گو وہ شخص (جس کے مقابلہ میں وہ بات کہہ رہے ہو تمہارا) قرابت دار ہی ہو (پس خلافِ عدل حرام ہوا) اور (نویں یہ کہ) اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا کرو (جیسے قسم یا نذر بشرط اس کے مشروع ہونے کے) اس کو پورا کیا کرو (پس اس کا عدم ایفاء حرام ہوا) ان (سب) کا اللہ تعالیٰ نے تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم یاد رکھو (اور عمل کرو) اور یہ (بھی کہہ دیجئے) کہ کچھ ان ہی احکام کی تخصیص نہیں بلکہ) یہ دین اسلام اور اس کے تمام احکام) میرا راستہ ہے (جس کی طرف میں باذنِ الٰہی دعوت کرتا ہوں) جو کہ (بالکل) مستقیم (اور راست) ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے (جس کی طرف میں دعوت کرتا ہوں) جدا (اور دور کر دیں گی اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم (اس راہ کے خلاف کرنے سے) احتیاط رکھو۔

ف: مال یتیم کے احکام سورۂ نساء کے شروع میں گزر چکے ہیں ملاحظہ کر لیا جاوے اور اثنائے ترجمہ میں جو بعض اولیاء و بعض اوصیاء کہا گیا مراد اس سے قاضی اور جد یتیم اور باپ اور جد کا وصی ہے ان کے سوا کسی کو تصرف تجارت مال یتیم میں جائز نہیں اور احکام قسم کے پارہ وَاِذَا سَمِعُوْا کے شروع میں گزر چکے ہیں۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله في التمهيد** دلالةً فانذفع به اشكال ان المنهيات لا شك في تحريمها لكن المامورات كيف تكون محرمة وجه الاندفاع ان اضدادها المفهومة منها المدلولة بها محرمة واشرت الى هذا المعنى بقولي حرام ہوا في خاتمة كل حكم ۱۲۔ ۲ **قوله في** ان لا تشركوا وہ چیزیں اشار الى ان ان مفسرة كما اختاره الزمخشري والبيضاوي وفي البيضاوي ولا يمنعه تعليق فعل المفسر بما حرم فان التحريم باعتبار الا وامر يرجع الى اضدادها ۱۲۔ ۳ **قوله في** املاق غالب لان بعض القتل كان بسبب العار ۱۲۔ ۴ **قوله في** لا نكلف دشوار نہیں اشارة الى المقصود من الجملة كما في الروح من تهوين امر ما تقدم من التكليفات ليقبلوا عليها ۱۲۔ ۵ **قوله في** بعهد الله قسم كذا في الروح ويتايد بقوله تعالى في النحل واوفوا بعهد الله اذا عاهدتم ولا تنقضوا الايمان ۱۲۔ ۶ **قوله في** وان هذا یہ بھی اشارة الى كون معطوفا معنى على تعالوا وداخلا في حيز قل ولم ار من اختار هذا العطف ويؤيده قراءة ان بكسر الهمزة وتشديد

النون وما وجه صحتان بالفتح والتشديد مع اقتضاء قل للكسر فيمكن ان يكون بتقدير اخبر الى قل تعالوا واخبر واخبرهم ان هذا صراطي فافهم وفي قراءة ان بالفتح والخفة على كونها مخففة من المثقلة ۱۲۔ ۷ قوله هناك تخصیص نہیں اشار به الى وجه الزيادة هذه الجملة من التنبيه على ان جميع شرائعي واجب اتباعها كهذه الاحكام التسعة واما تخصيص هذه بالذكر لكونها محكمة لم تنسخ فى شريعة ۱۲۔ ۸ قوله فى صراطي جس کی طرف اشار الى وجه اضافة اليه صلى الله عليه وسلم ۱۲۔ ۹ قوله هناك باذن الٰہی اشار به الى ان هذا الصراط فى الحقيقة وصراط الله ومن ثم اضيف اليه تعالىٰ فى سبيله ۱۲۔

اللغات: تعالوا فى الروح هو امر من التعالى والاصل فيه ان يقوله من هو فى مكان عال لمن هو اسفل منه ثم اتسع فيه بالتعميم واستعمل استعمال المقيد فى المطلق مجازا الاشد قيل جمع لا واحد له وقيل هو مفرد وقيل هو جمع شدة كنعمة وانعم ۱۲۔

البلاغۃ: قوله احسانا قال البيضاوى وضعه موضع النهى عن الاساءة اليهما للمبالغة والدلالة على ان ترك الاساءة فى شانهما غير كاف لهما اه قوله تعالىٰ من املاق فى الروح قيل المخاطب بقوله من املاق من ابتلى بالفقر وبقوله تعالىٰ خشية املاق من يخشاه فى المستقبل ولهذا قدم رزقهم هنا وقدم رزق اولادهم فى مقام الخشية قوله تعالىٰ **لا تقربوا** تعليق النهى بقربانها للمبالغة قوله **بالقسط** تاكيد قوله وصّٰكم مكررا للتاكيد قوله تعقلون فى موضع وتذكرون فى آخر وتتقون فى ثالث هو عندى تفنن وقيل التقوى عام وكان المضمون الاخير عاما فناسبه والخمسة المتقدمة كانوا يغلطون فيهما باعتقادها امورا مستحسنة الا الاساة بالوالدين فناسبه تعقلون باعتبار الاكثر والاربعة المتاخرة لا يغلطون فيها انما كانوا يتركون العمل بها وينسونها فناسبه تذكرون ۱۲۔

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۠ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿۱۵۶﴾ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ۭ سَنَجْزِي الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ۭ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ۭ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

ع ۱۹

پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی جس سے اچھی طرح عمل کرنے والوں پر نعمت پوری ہو اور سب احکام کی تفصیل ہو جائے اور رہنمائی ہو اور رحمت ہو تا کہ وہ لوگ اپنے رب کے ملنے پر یقین لائیں اور یہ (قرآن) ایک کتاب ہے جس کو ہم نے بھیجا ہے بڑی خیر و برکت والی سو اس کا اتباع کرو اور ڈرو تا کہ تم پر رحمت ہو۔ کبھی تم لوگ یوں کہنے لگتے کہ کتاب تو صرف ہم سے پہلے جو دو فرقے تھے ان پر نازل ہوئی تھی اور ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے محض بے خبر تھے یا یوں کہتے کہ اگر ہم پر کوئی کتاب نازل ہوتی تو ہم ان سے بھی زیادہ راہ پر ہوئے سو اب تمہارے پاس تمہارے رب کے پاس سے ایک کتاب واضح اور رہنمائی کا ذریعہ اور رحمت آ چکی ہے۔ سو اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا۔ جو ہماری ان آیتوں کو جھوٹا بتلا دے اور اس سے رو کے۔ ہم ابھی ان لوگوں کو جو کہ ہماری آیتوں سے روکتے ہیں ان کے اس روکنے کے سبب سخت سزا دیں گے۔ یہ لوگ صرف اس امر کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا ان کے پاس آپ کا رب آئے یا ان کے رب کی کوئی بڑی نشانی آئے جس روز آپ کے رب کی بڑی نشانی پہنچے گی کسی شخص کا ایمان اسکے کام نہ آئے گا۔ جو پہلے سے ایمان نہیں رکھتا۔ یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیک عمل نہ کیا ہو۔ آپ فرما دیجئے کہ تم منتظر رہو ہم بھی منتظر ہیں ۞

تفسیر ربط: اوپر شرک فی العقائد والتحلیل والتحریم کا ردمع اس کے مضامین متعلقہ کے بہت بسط سے فرمایا گیا آگے مسئلہ نبوت پر جو کہ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ الخ سے اور هٰذَا صِرَاطِيْ الخ سے بھی مفہوم ہے بحث ہے کہ نبوت کوئی امر غریب نہیں ہے اول اور اور انبیا ہوئے جن میں موسیٰ علیہ السلام مشہور و معروف ہیں اخیر میں آپ صاحب وحی ہو گئے اس کا انکار کیوں کیا جاتا ہے۔

نزول کتاب بر موسیٰ علیہ السلام و بر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ثُمَّ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْكِتٰبَ تَمَامًا (الی قولہ تعالی) سَنَجْزِی الَّذِیْنَ یَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰیٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا یَصْدِفُوْنَ پھر (مضمون ابطال شرک کے بعد ہم مسئلہ نبوت میں کلام کرتے ہیں کہ ہم نے صرف آپ کو اکیلا نبی نہیں بنایا جس پر یہ لوگ اس قدر شور و غل مچا رہے ہیں بلکہ آپ کے قبل) ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو (پیغمبر بنا کر) کتاب (تورات) دی تھی جس سے اچھی طرح عمل کرنے والوں پر (ہماری نعمت پوری ہو (کہ عمل کر کے ثواب کامل حاصل کریں) اور سب (ضروری) احکام کی (اس کے ذریعہ سے) تفصیل ہو جاوے اور (اس کے ذریعہ سے سب کو) رہنمائی ہو اور (ماننے والوں کے لئے) رحمت ہو (ہم نے اس صفت کی کتاب اس لئے دی) تا کہ وہ لوگ (یعنی بنی اسرائیل) اپنے رب کے ملنے پر یقین لاویں (اور اعتقاد لقاء سے سب احکام کو بجا لاویں) اور (جب اس کا اور اس کے تتمہ انجیل کا دورہ ختم ہو چکا اس کے بعد) یہ (قرآن) ایک کتاب ہے جس کو ہم نے (آپ کے پاس بھیجا بڑی خیر و برکت والی سو (اب) اس کا اتباع کرو اور (اس سے خلاف کرنے کے باب میں خدا سے) ڈرو تا کہ تم پر (اللہ تعالیٰ کی) رحمت ہو (اور ہم نے یہ قرآن اس لئے بھی نازل کیا کہ) کبھی تم لوگ (قیامت میں درصورت اس کے نازل نہ ہونے کے کفر و شرک پر عذاب ہونے کے وقت) یوں کہنے لگتے کہ کتاب (آسمانی) تو صرف ہم سے پہلے جو دو فرقے یہودی عیسائی) تھے ان پر نازل ہوئی تھی اور ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے بے خبر تھے (اس لئے ہم کو توحید کی تحقیق نہ ہوئی) یا (اور مؤمنین سابقین کو ثواب ملنے کے وقت) یوں کہتے کہ اگر ہم پر کوئی کتاب نازل ہوتی تو ہم ان (مؤمنین سابقین) سے بھی زیادہ راہ پر ہوتے (اور عقائد و اعمال میں ان سے زیادہ کمال حاصل کر کے ثواب کے مستحق ہوتے) سو (یاد رکھو کہ) اب تمہارے پاس (کوئی عذر نہیں ابھی کیونکہ تمہارے پاس) تمہارے رب کے پاس سے ایک کتاب (جس کے احکام) واضح (ہیں) اور (جو) رہنمائی کا ذریعہ (ہے) اور (خدا کی) رحمت (ہے) آ چکی ہے سو (ایسے کافی شافی کتاب آنے کے بعد) اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو ہماری ان آیتوں کو جھوٹا بتلاوے (اور دوسروں کو بھی) اس سے روکے ہم ابھی (آخرت میں) ان لوگوں کو جو کہ ہماری آیتوں سے روکتے ہیں ان کے اس روکنے کے سبب سخت سزا دیں گے (یہ سختی اس روکنے سے بڑھی ورنہ صرف تکذیب بھی موجب سزا ہے)

ف: وجہ غفلت یہ نہیں کہ تورات و انجیل لغت عرب میں نہ تھی کیونکہ ترجمہ کے ذریعہ سے مضامین کی اطلاع ممکن ہے بلکہ واقع تھی بلکہ وجہ یہ ہے کہ اہل کتاب نے اہل عرب کو تعلیم و توحید کا کبھی اہتمام نہیں کیا اور اتفاقاً کان میں کوئی مضمون پڑ جانا عادۃً تنبہ میں کم مؤثر ہے گو اس قدر تنبہ پر بھی طلب اور تامل واجب ہو جاتا ہے اور اسی بناء پر ترک توحید پر عذاب ممکن تھا اور اس سے عموم بعثت موسویہ عیسویہ کا اشکال لازم نہیں آتا۔ کیونکہ اختصاص اس عموم کا ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باعتبار مجموعۂ اصول و فروع کے ہے ورنہ اصول میں سب انبیاء کا اتباع سب خلائق پر واجب ہے۔ پس اس بناء پر عذاب صحیح ہوتا لیکن یہ عذر بادی النظر میں پیش کیا جا سکتا تھا اب اس کی بھی گنجائش نہ رہی اور حجۃ اللہ تام ہو گئی اور دوسرا قول لَوْ اَنَّاۤ اُنْزِلَ عَلَیْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّاۤ اَهْدٰی مِنْهُمْ کے متعلق ایک سوال و جواب باعتبار ناجین اہل فترت کے سورۂ مائدہ کے رکوع سوم کے اخیر میں گزر چکا ہے ملاحظہ کر لیا جاوے۔

ربط: اوپر مکذبین کا ظالم اور مستحق عذاب ہونا بیان فرمایا ہے آگے بھی ان مکذبین کو ایمان نہ لانے پر توبیخ و تہدید ہے۔

توبیخ بر عدم ایمان: هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِیَهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ (الی قولہ تعالی) قُلِ انْتَظِرُوْۤا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ یہ لوگ (جو کہ بعد نزول کتاب و بینات و وضوح حق کے بھی ایمان نہیں لاتے اپنے ایمان لانے کے لئے) صرف اس امر کے منتظر (معلوم ہوتے) ہیں (یعنی ایسا توقف کر رہے ہیں جیسے کوئی انتظار کر رہا ہو) کہ ان کے پاس فرشتے آویں یا ان کے پاس آپ کا رب آوے (جیسا قیامت میں حساب کے وقت واقع ہوگا) یا آپ کے رب کی کوئی بڑی نشانی (منجملہ قیامت کی نشانیوں کے) آوے (مراد اس بڑی نشانی سے آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا ہے مطلب یہ ہوا کہ کیا ایمان لانے میں قیامت کے وقوع یا قرب کا انتظار ہے سو اس کے متعلق سن رکھیں کہ) جس روز آپ کے رب کی (یہ) بڑی نشانی (مذکور) آ پہنچے گی (اس روز) کسی ایسے شخص کا ایمان اس کے کام نہ آوے گا جو پہلے سے ایمان نہیں رکھتا ہو (بلکہ اسی روز ایمان لایا ہو) یا (ایمان تو پہلے سے بھی رکھتا ہو لیکن) اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیک عمل نہ کیا ہو (بلکہ اعمال بد اور گناہوں میں مبتلا ہو اور اس روز ان سے توبہ کر کے اعمال نیک شروع کرے تو اس کی توبہ قبول نہ ہوگی اور اس کے قبل اگر معاصی سے توبہ کرتا تو مومن ہونے کی برکت سے توبہ قبول ہو جاتی تو قبول توبہ منجملہ منافع ایمان کے ہے اس وقت ایمان نے یہ خاص نفع نہ دیا اور جب علامت قیامت مانع ہو گئی قبول ایمان و توبہ سے تو خاص وقوع قیامت تو بدرجۂ اولیٰ مانع ہوگا پھر انتظار کا ہے کا اور اگر اس توبیخ پر بھی ایمان نہ لاویں تو) آپ (تہدید مزید کے طور پر) فرما دیجئے کہ (خیر بہتر) تم (ان امور کے) منتظر رہو (اور مسلمان نہیں ہوتے مت ہو) ہم بھی (ان امور کے) منتظر ہیں (اس وقت تم پر مصیبت پڑے گی اور ہم مومن ان شاء اللہ ناجی ہوں گے) ف: حساب کے لئے حق تعالیٰ کا اور فرشتوں کا آنا پارۂ سیقول کے نصف پر آیت: هَلْ یَنْظُرُوْنَ الخ کی تفسیر میں نقل ہو چکا ہے دیکھ لیا جاوے اور لفظ بعض آیات جو آیت ہذا میں واقع ہے اس کی تفسیر طلوع شمس من المغرب احادیث کثیرہ صحیحہ میں وارد ہے ترمذی و مسلم وغیرہما نے مرفوعاً روایت کیا ہے اور

کیفیت اس کی ایک روایت میں اس طرح آئی ہے کہ اس روز بعد غروب کے آفتاب کو بحکم خداوندی رجعت قہقری ہوگی اس لئے مغرب سے طلوع ہوگا اور در منثور وغیرہ میں یہ روایت مذکور ہے اور روح المعانی میں بروایت تاریخ بخاری وابوالشیخ وابن عساکر حضرت کعب سے اس کی کیفیت منقول ہے کہ قطب کی طرف گھوم کر نقطہ مغرب پر آ جاوے گا اور رجعت قہقری کو بھی اس سے ماً ول کر سکتے ہیں اور اہل ہیئت اس کو جن قواعد واصول پر محال کہتے ہیں ان قواعد کے لزوم پر اب تک خود کوئی دلیل قائم نہیں اور در منثور میں ایک روایت بتخریج عبد بن حمید وابن مردویہ عبداللہ بن ابی اوفی سے مرفوعاً منقول ہے کہ مغرب سے طلوع ہو کر جب وسط سماء تک پہنچے گا پھر مغرب ہی کی طرف لوٹ کر ادھر غروب ہو کر پھر بدستور مشرق سے نکلنے لگے گا۔ اور بعض احادیث میں اس وقت ایمان کا مقبول نہ ہونا اور بعض میں توبہ کا مقبول نہ ہونا مصرح ہے۔ باقی دو امر قابل تحقیق رہے ایک یہ کہ اس وقت ایمان وتوبہ کے غیر مقبول ہونے کی کیا وجہ دوسرے یہ کہ آیا اس کے بعد پھر بھی۔ یہ عدم قبول مستمر رہے گا یا نہیں۔ صاحب روح نے اول امر میں کہا ہے کہ جب عالم علوی کا تغیر مشاہد ہوگا تو مثل وقت نزع وانکشاف عالم غیب کے ایمان بالغیب نہ رہا دوسرے امر میں اس کو ترجیح دی ہے کہ پھر قبول ہونے لگے گا جو کہ بعد میں مخاطب بالشرع ہوا ہو یا مدت گزرنے پر وہ ہول خیال سے اتر جاوے زواجر اور بلقینی سے یہ مضمون لکھا ہے اور نسیان کی تائید میں ایک حدیث فتح الباری سے مرفوعاً نقل کی ہے کہ اس کے بعد ایک سو بیس آدمی باقی رہیں گے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله** في ثم بعد الٰی کرتے ہیں اشارۃ الی ان ثم للترتیب الکلامی وقیل کما فی الروح ثم بمعنی الواو وقد جاء کثیرا فی الکتاب ۱۲۔ ۲؎ **قوله** فی الذی احسن کرنے والوں اشار الی ان الذی للجنس ۱۲۔ ۳؎ **قوله** فی تفصیلا ضروری لان شیئا من الکتاب الشرعی لا یشمل کل شئی ۱۲۔ ۴؎ **قوله** فی لعلهم بنی اسرائیل المدلول علیهم بذکر موسٰی کذا فی الروح ۱۲۔ ۵؎ **قوله** قبل هذا کتب تمہ اشارۃ الی ان عدم ذکر الانجیل ههنا مع کونه مذکورا فیما بعد من قوله طائفتین للاکتفاء بذکر التوراۃ فی اکثر الشرائع واما الاختلاف فی اقل قلیل کما یدل علیه قوله تعالٰی ولا حل لکم بعض الذی حرم علیکم ۱۲۔ ۶؎ **قوله** قبل ان تقولوا اس لئے بھی الخ زاد بھی لان فائدۃ النزول لا ینحصر فیه ۱۲۔ ۷؎ **قوله** فی صدف دوسروں کو اشار ان تعدیته اکثر استعمالاً وقد یجئی لازما کذا فی الروح ۱۲۔ ۸؎ **قوله** فی ینظرون یعنی ایسا کما فی الروح الانتظار محمول فی الاٰیة علی التمثیل المبنی علی تشبیه حال هؤلاء الکفار فی الاصرار علی الکفر والتمادی علی العناد الی ان تاتیهم تلک الامور الهائلة التی لا بد لهم من الایمان عند مشاهدتها البتة بحال المنتظرین لها ۱۲۔ ۹؎ **قوله** فی بعض بڑی لما فی الروح التعبیر بالبعض للتهویل والتفخیم ۱۲۔

الکلام: استدلت المعتزلة بظاهر الآیة علی ان الایمان لا ینفع بدون العمل والجواب ظاهر بترجمتی حاصله ان المنفی هو النفع الخاص ای قبول التوبة الذی هو من منافع الایمان ایضا وبهذا الاعتبار صح ان یقال ان هذا الرجل لم ینفعه ایمانه ای نفعا خاصاً ولا یلزم من نفی الخاص نفی العام فلم یحصل مدعاهم من نفی النجاۃ بدون العمل وهذا مما کان اللّٰہ تعالٰی من ما به علی ثم رأیة منقولا فی روح المعانی عن بعض المحققین وهو ان معنی الآیة انه لا ینفع الایمان باعتبار ذاته اذا لم یحصل قبل ولاباعتبار العمل (کالتوبة وغیرها) اذا لم یعمل قبل ونفع الایمان باعتبار العمل ان یصیر سببا بقبول العمل اه هذا وان لم یرض به صاحب الروح لکن وللناس فیما یعشقون مذاهب۔ وفی الروح اورد علی المعتزلة ان الخیر نکرۃ فی سیاق النفی فیعم ویلزم ان یکون نفع الایمان بمجرد الخیر ولو واحد او لیس ذلک مذهبهم فان جمیع الاعمال الصالحة داخلة فی الخیر عندهم اه فافهم ۱۲۔

اختلاف القراءۃ: فی قراءۃ احسن بالرفع ای علی الوجه الذی هو احسن وهو المشهور علی العامل الذی هو احسن عملا کما فی قوله تعالٰی ومن احسن دینا ۱۲۔

النحو: قوله تماما وکذا ما بعده فی موقع المفعول له وجاز حذف اللام لکونه بمعنی اتماما وجاز ان یکون حالا کذا فی الروح ۱۲۔ قوله لم تکن آمنت صفة لنفسا قوله کسبت معطوف علی آمنت فالتقدیر هکذا لا ینفع الایمان نفسا لم تکن آمنت او لم تکن کسبت ۱۲۔

البلاغۃ: قوله تمام علی الذی الخ کونه تفصیلا وصف له فی ذاته وکونه هدی ورحمة وصف له باعتبار المکلفین الاول بالنظر الی جمیعهم والثانی بالنظر الی المؤمنین خاصة واما کونه تمام فهو داخل فی کونه رحمته باعتبار ان بعض المؤمنین لا تیانه بالتطوعات والاخلاص اکمل وقدم لکونه اسرف واما قوله بینة فمصادق للتفصیل وهدی ورحمة عین ما صرح به فیما قبل ولما لم یکن وصف التمام غیر خارج عن الرحمة لم یعد ذکره ههنا وشمل الجمیع لمبارک ۱۲۔ قوله علی طائفتین فی الروح وتخصیص الانزال بکتابیهما

لانهما اللذان اشتهرا فيما بين الكتب السماوية بالاشتمال على الاحكام آه قلت خصوصا عند العرب لكثرة هذين عندهم ولفقدان غيرهم عنهم ومن لم خصص موسى عليه السلام بالذكر فى قوله ثم آتينا موسى الخ قوله ربك الاضافة للتشريف قوله نفسا تنكير نفسا للتعميم ۱۲۔

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۚ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿۱۵۹﴾ مَن جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا ۖ وَمَن جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَىٰ إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۱۶۰﴾ قُلْ إِنَّنِي هَدَانِي رَبِّي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ دِينًا قِيَمًا مِّلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۶۱﴾ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۶۲﴾ لَا شَرِيكَ لَهُ ۖ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ﴿۱۶۳﴾ قُلْ أَغَيْرَ اللَّهِ أَبْغِي رَبًّا وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۚ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۚ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُم مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿۱۶۴﴾ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ ۗ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۶۵﴾

ع ۲۰

بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں بس ان کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے پھر ان کو ان کا کیا ہوا جتلا دیں گے۔ جو شخص نیک کام کرے گا اس کو اس کے دس حصے ملیں گے اور جو شخص برے کام کرے گا سو اس کو اس کے برابر ہی سزا ملے گی اور ان لوگوں پر ظلم نہ ہوگا۔ آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو میرے رب نے ایک سیدھا راستہ بتلا دیا ہے کہ وہ ایک دین ہے مستحکم طریقہ ہے ابراہیم کا جس میں ذرا کجی نہیں اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔ آپ فرما دیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادات اور میرا جینا اور میرا مرنا سب خالص اللہ ہی کا ہے جو مالک ہے سارے جہان کا۔ اسکا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں سے پہلا ہوں۔ آپ فرما دیجئے کہ کیا میں خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور کو رب بنانے کے لئے تلاش کروں حالانکہ وہ مالک ہے ہر چیز کا اور جو شخص بھی کوئی عمل کرتا ہے وہ اسی پر رہتا ہے اور کوئی دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائے گا پھر تم سب کو اپنے رب کے پاس جانا ہوگا پھر وہ تم کو جتلا دیں گے جس جس چیز میں تم اختلاف کرتے تھے اور وہ ایسا ہے جس نے تم کو زمین میں صاحب اختیار بنایا اور ایک کا دوسرے پر رتبہ بڑھایا تا کہ (ظاہراً) تم کو آزماوے ان چیزوں میں جو کہ تم کو دی ہیں۔ بالیقین آپ کا رب جلد سزا دینے والا (بھی) ہے اور بالیقین وہ واقعی بڑی مغفرت کرنے والا مہربانی کرنے والا (بھی) ہے۔

تفسیر: یہاں تک زیادہ حصہ بیان کا مشرکین کے باب میں ہے آگے ایک عام عنوان سے دوسرے گمراہوں کا حق سے بعید اور موردِ وعید ہونا بیان فرماتے ہیں جس میں سب کفار مشرکین و اہل کتاب اور اہل اہواء و بدعات بتفاوت مراتب وعید سب داخل ہو گئے۔

وخامت جمیع اہل ضلالت: إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۚ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ بیشک جن لوگوں نے اپنے دین کو (جس کے وہ مکلف تھے) جدا جدا کر دیا (یعنی دین حق کو بتمامہٖ قبول نہ کیا خواہ سب کو چھوڑ دیا یا بعض کو اور طریقے شرک و کفر و بدعت کے اختیار کر لئے) اور (مختلف) گروہ گروہ بن گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں (یعنی آپ ان سے بری ہیں آپ پر کوئی الزام نہیں) بس (وہ خود اپنے نیک و بد کے ذمہ دار ہیں اور) ان کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے (وہ دیکھ بھال رہے ہیں) پھر (قیامت میں) ان کو ان کا کیا ہو جتلا دیں گے اور حجت قائم کر کے استحقاقِ عذاب ظاہر کر دیں گے) **ف**: درمنثور میں ابن عباسؓ سے ان گروہوں سے یہود و نصاریٰ مراد ہونا اور ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً اہل بدعات مراد ہونا اور خازن میں حسنؒ سے جمیع مشرکین اس اعتبار سے کہ بعضے بت پرست ہیں بعض ستارہ پرست ہیں وغیرہ وغیرہ مراد ہونا منقول ہے چونکہ لفظ فَرَّقُوا سب کو شامل ہو سکتا ہے اس لئے عام مراد لینا انسب ہے البتہ مراتب وعید کے متفاوت ہوں گے یعنی کفار کو عذاب مخلد ہوگا اور مبتدعین کو بوجہ وجود ایمان کے بعد سزائے عقائد فاسدہ کے نجات ہوگی اور حدیث میں جو آیا ہے کہ مسلمانوں کے فرقوں میں صرف ایک فرقہ ناجی ہے باقی سب ناری مراد اس سے خلود و عدم خلود نہیں کیونکہ کسی مومن کو خلود نہ ہوگا اور نہ مطلق دخول و عدم دخول مراد ہے کیونکہ بعض اہل سنت کو بھی معاصی سے دخول ہوگا بلکہ مراد دخول لفساد العقائد بلا خلود ہے اور یہ خاص ہے اہل بدعت کے ساتھ بخلاف اہل حق کے کہ ان کو دخول فسادِ اعمال سے ہوگا فسادِ عقائد سے نہ ہوگا اور بخلاف کفار کے کہ ان کو خلود ہوگا خوب سمجھ لو۔ اور مراد میری دخول سے استحقاقِ

دخول ہے کیونکہ ممکن ہے کہ مثل دیگر معاصی کے فساد عقیدہ بھی جو کفر تک نہ پہنچا ہو بلا تعذیب معاف ہو جاوے جیسا بعد تعذیب معاف ہوگا لزوم عذاب پر کوئی دلیل نہیں اس لئے میں نے ترجمہ میں استحقاق کا لفظ بڑھایا ہے اور فَرَّقُوْا کی تفسیر کے متعلق جاننا چاہئے کہ جب بعض امور حقہ کا ترک جائز نہیں تو جمیع کا تو بدرجہ اولی مذموم ہوگا پس یہ شبہ نہ رہا کہ فَرَّقُوْا سے تو ان پر ہی وعید ہے جنہوں نے بعض حق کو ترک کر دیا اور تارک کل پر فَرَّقُوْا صادق نہیں آتا۔

رَبط: اوپر یُنَبِّئُهُمْ میں جزائے قیامت کا بیان تھا آگے اس جزاء کا قانون عام مذکور ہے جس سے جزائے خاص مذکور بالا کا حال بھی معلوم ہو جاوے گا شاید دوسرا جزو یعنی جزائے محسن بڑھا دینے سے ترغیب مقصود ہو کہ اگر کفر چھوڑ کے ایمان لے آ ؤ تو کس قدر نفع ہو کہ کرو تھوڑا اور ملے بہت۔

قانون جزائے اعمال: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ (الی قولہ تعالی) فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ جو شخص نیک کام کرے گا اُس کو (اقل درجہ) اس کے دس حصے ملیں گے (یعنی ایسا سمجھا جاوے گا کہ گویا کہ وہ نیکی دس بار کی اور نیز ایک نیکی پر جس قدر ثواب ملتا اب دس حصے ویسے ثواب کے ملیں گے) اور جو شخص برا کام کرے گا سو اُس کو اس کے برابر ہی سزا ملے گی (زیادہ نہ ملے گی) اور ان لوگوں پر (ظاہرًا بھی) ظلم نہ ہوگا (کہ کوئی نیکی درج نہ ہو یا کوئی بدی زیادہ کر کے لکھ لی جاوے)۔ ف: حسنہ میں اقل درجہ کی قید اس لئے لگائی گئی کہ بعض اوقات اس سے زیادہ ملنا دوسری نصوص میں مصرح اور معروف ہے اور درمنثور میں مرفوع حدیثوں میں مصرح ہے کہ لا الہ الا اللہ بھی حسنہ ہے اس سے ظاہرًا معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تصدیق اور اس کا اقرار دونوں حسنہ ہیں پس ایمان بھی حسنہ ہوا اس کے دس حصے ہونے کا مطلب احقر کی توضیح سے حل ہو گیا یعنی ایمان لانے پر جو فضل و کرم موعود ہے ویسا فضل و کرم دس حصے ہوگا اور اگر شبہ ہے کہ جب ایمان حسنہ ہے تو کفر سیئہ ہوگا اور سیئہ پر برابر سزا ہے تو کفر پر عذاب مخلد ہونا ظاہرًا برابر سے زیادہ ہے جواب یہ ہے کہ زیادہ جب کہتے کہ جس قدر سزا کا استحقاق نفس کفر پر ہے اس سے زیادہ سزا ہو جاتی اور یہ منتفی ہے بلکہ ممکن ہے کہ نفس کفر کو وہ مضاعف نہ کیا جاوے اتنی ہی سزا کو مقتضی ہو کیونکہ اس کا قبح و شدت غایت درجہ تک منتہی ہے۔ رَبط: اوپر اختلاف فی الدین کی مذمت تھی آگے دین حق کی تعیین ہے جس کا سب کو اختیار کرنا ضروری ہے۔

تعیین و ارشاد دین حق: قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (الی قولہ تعالی) وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو میرے رب نے ایک سیدھا راستہ (وحی کے ذریعہ سے) بتلا دیا ہے کہ وہ ایک دین ہے (جو بوجہ ثبوت بدلائل کے) مستحکم (ہے) جو طریقہ ہے ابراہیم (علیہ السلام) کا جس میں ذرا کجی نہیں اور وہ (ابراہیم علیہ السلام) شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے (اور) آپ (اس دین مذکور کی قدرے تفصیل کے لئے) فرما دیجئے کہ (اس دین کا حاصل یہ ہے کہ) بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادات اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو مالک ہے سارے جہان کا اس کا (اس کا استحقاق عبادت یا تصرفات ربوبیت میں) کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی (دین مذکور پر رہنے) کا حکم ہوا ہے اور (حکم کے موافق) میں (اس دین والوں میں سے) سب ماننے والوں سے پہلا (ماننے والا) ہوں۔ ف: یہاں دین کے جو اوصاف فرمائے گئے ہیں اس کے اعتبار سے وہ خاص ہو گیا اسلام اور اسلام میں سے طریق سنت کے ساتھ چنانچہ ملت ابراہیمی کا اسلام ہونا آخر پارہ الم میں گزر چکا اور مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ سے مشرکین اور یہود و نصاری سب کا رد ہو گیا جیسا کہ اسی مقام پر یہ بھی مذکور ہوا ہے اور حنیفًا سے تمام طرق بدعت کا رد ہو گیا کہ سب میں زیغ ہے اور تفصیل میں صلوٰۃ و نسک تو امور تشریعیہ سے ہیں اور محیا و ممات امور تکوینیہ سے ہیں اللہ کے لئے ہونا اول کا باعتبار قصد عبادت کے ہے اور ثانی کا باعتبار اعتقاد ربوبیت کے ہے مجموعہ کا حاصل یہ ہوا کہ استحقاق عبادت میں بھی کوئی خدا کا شریک نہیں اور تصرف میں بھی خدا کا کوئی شریک نہیں اور یہی مجموعہ توحید ہے جو بڑی تعلیم ہے اسلام کی اور یہ شبہ کہ حضور ﷺ کو ملت ابراہیمی پر رہنے کا کیسے حکم ہوا حالانکہ آپ خود نبی مستقل ہیں آخر پارہ الم میں حل ہو چکا ہے دیکھ لیا جاوے اور یہ جو فرمایا: بِذٰلِكَ اُمِرْتُ اس میں دوسروں کو لطف کے ساتھ دعوت ہے کہ جب نبی تک مکلف بالایمان ہے تو دوسرے کیوں نہ ہوں گے۔

رَبط: اوپر دین حق کی تعیین کر کے اس کی طرف عام دعوت کی گئی تھی چونکہ بعض اہل باطل یعنی مشرکین خود آپ کو اور مسلمانوں کو اپنے طریق باطل کی طرف بلاتے تھے اور یہ بھی کہتے تھے کہ جو اس میں تم کو گناہ ہوگا وہ ہمارے سر پر جیسا آیت: وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ۔ سے اور آیت: قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْنِّيْٓ اَعْبُدُ سے معلوم ہوتا ہے اور ایسا ہی قصہ سبب ہے نزول سورۂ قل یا کا جیسا لباب میں منقول ہے اس لئے آگے اس دعوے کا رد ہے۔

ردِ تلبیس مشرکین بر مسلمین: قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا (الی قولہ تعالی) فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ آپ (ان باطل کی طرف بلانے والوں سے فرما دیجئے

کہ کیا (بعد وضوح حقیقت توحید و اسلام کے تمہارے کہنے سے) میں خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور کو رب بنانے کے لئے تلاش کروں (یعنی نعوذ باللہ شرک اختیار کر لوں) حالانکہ وہ مالک ہے ہر چیز کا (اور سب چیزیں اسی کی مملوک ہیں اور مملوک شریک مالک نہیں ہوسکتا) اور (تم جو کہتے ہو کہ تمہارا گناہ ہمارے سر سو یہ محض لغو بات ہے کہ کرنے والا پاک و صاف رہے اور صرف دوسرا گناہ گار ہو جاوے بلکہ بات یہ ہے کہ) جو شخص بھی کوئی عمل کرتا ہے وہ اسی پر رہتا ہے اور کوئی دوسرے کا بوجھ (گناہ کا) نہ اُٹھاوے گا (بلکہ سب اپنی اپنی بھگتیں گے) پھر (سب کے عمل کر چکنے کے بعد) تم سب کو اپنے رب کے پاس جانا ہوگا پھر وہ تم کو جتلا دیں گے جس جس چیز میں تم اختلاف کرتے تھے (کہ کوئی کسی دین کو حق بتلاتا تھا اور کوئی کسی کو وہاں عملی اطلاع سے فیصلہ کر دیا جاوے گا کہ اہل حق کو نجات اور اہل باطل کو سزا ہوگی) ف: اگر کسی کو شبہ ہو کہ نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی کسی کو گمراہ کرے تو اس گمراہ کا گناہ اس گمراہ کنندہ کو بھی ہوتا ہے اور اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کا گناہ دوسرے پر نہیں ہوتا۔ جواب یہ ہے کہ گمراہ کرنے سے جو گناہ ہوا وہ تو اپنے ہی فعل سے ہوا کہ جب وہ گمراہ وہ فعل کرے گا اس وقت اس مضل کا تسبب جو کہ اس کے فعل اضلال سے ناشی ہے ظاہر ہوگا پس حقیقت میں اپنے فعل سے گناہ ہوا اور اس آیت کا یہ مقصود ہے کہ دوسرے کے فعل سے گناہ نہیں ہوتا پس دونوں میں کچھ تعارض نہیں۔ دوسرے یہ کہ کفار یوں کہتے تھے کہ تم پر کچھ گناہ نہ ہوگا سو یہ امر بالکل منفی اور باطل ہے بلکہ دونوں پر اپنے اپنے فعل کا گناہ ہوگا پس شبہ رفع ہوگیا۔

ربط: سورت ختم پر آئی مجموعہ سورت میں دین حق کی تحقیق مبسوط ہے اب اپنے ایک عام انعام میں تماثل اور ایک خاص انعام میں تفاضل بقصد ترغیب اطاعت و موافقت و ترہیب معصیت و مخالفت در باب قبول و اعراض دین حق کے ذکر فرما کر اپنی دو صفت کے اثبات پر جو کہ ترغیب و ترہیب کے مناسب ہے ختم فرماتے ہیں۔ پس اس مضمون کے اعتبار سے خاتمہ کو مجموعہ سورت سے ارتباط ہوگیا اور ایسا ہی خاتمہ حسن ختام کہلاتا ہے۔

ذکر انعام و ترغیب و ترہیب: وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ (الی قولہ تعالی) وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور وہ (اللہ) ایسا ہے جس نے تم کو زمین میں صاحب اختیار بنایا (اس نعمت میں تو تماثل ہے) اور ایک کا دوسرے پر (مختلف چیزوں میں) رتبہ بڑھایا (اس نعمت میں تفاضل ہے) تاکہ (ان نعمتوں سے) تم کو (ظاہراً) آزماوے ان چیزوں میں جو کہ (نعم مذکورہ سے) تم کو دی ہیں (آزمانا یہ کہ کون ان نعمتوں کی قدر کر کے منعم کی اطاعت کرتا ہے اور کون بے قدری کر کے اطاعت نہیں کرتا پس بعضے مطیع ہوئے بعضے نافرمان ہوئے اور دونوں کے ساتھ مناسب معاملہ کیا جاوے گا کیونکہ) بالیقین آپ کا رب جلد سزا دینے والا (بھی) ہے اور بالیقین وہ واقعی بڑی مغفرت کرنے والا مہربانی کرنے والا (بھی) ہے (پس نافرمانوں کے لئے عقاب ہے اور فرمانبرداروں کے لئے رحمت ہے اور نافرمانی سے فرمانبرداری کی طرف آنے والوں کے لئے مغفرت ہے پس مکلفین پر ضرور ہوا کہ دین حق کے موافق اطاعت اختیار کریں اور باطل اور مخالفت سے باز آویں) ف: جن چیزوں میں عام طور پر کمی بیشی دیکھی وہ یہ غیر اختیاری امور ہیں۔ عقل و جاہ و رزق و حسن و جمال و صحت و قوت و امثال ذالک اس تفاوت کا قرین حکمت ہونا تو ظاہر ہے باقی موجب نعمت ہونا سو ان اوصاف میں جو فاضل اور فائق ہے اس کے لئے یہ بھی ظاہر ہے رہا مفضول کے لئے نعمت ہونا وہ بنظر ان حکمتوں کے ہے جو اس تفاوت سے قرین اور اس میں مودع ہے کیونکہ ہر نقص اور ہر بلیہ میں کوئی نہ کوئی نفع ہوتا ہے خواہ دنیوی جیسے کسی بڑے وبال سے بچالینا خواہ اخروی مثل ثواب و رفع درجات و کفارہ سیئات جیسا کہ واقعات میں غور کرنے سے منافع دنیویہ اور آیات و روایات میں نظر کرنے سے منافع اخرویہ مفہوم و معلوم ہوتے ہیں۔ **هذا وقدتم تفسير سورة الانعام بفضل الله ذى الانعام و الاكرام۔ الذى تم به الربع من تفسير كلام الله الملك العلام۔ على يد هذا الفقير ادون الانام وقت الضحوة من يوم الخميس اربع و عشرين من صفر سنة الف وثلث مائة واربع و عشرين من هجرة سيد المرسلين الكرام عليه وعليهم صلوٰت الله والسلام ما دامت الليالى والايام** ف: فقط۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ الخ یہ توحید کامل کی تعلیم پر دال ہے یعنی جمیع احوال تشریعیہ و تکوینیہ میں استسلام اور تفویض کرنا عمل اور اطاعت سے بھی اور رضاء بالقضاء سے بھی ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله فى دينهم مكلف تے اخرجه النحاسن عن ابن عباس كما فى الدر المنثور ويؤيده قراء ة فارقوا من المفاعلة ۱۲۔ ۲ قوله فى لست برى ورد هذا التفسير مرفوعا فى الدر المنثور قال فى الكبير تاويله انك بعيد عن اقوالهم ومذاهبهم والعقاب اللازم على تلك الاباطيل مقصور عليهم لا يتعداهم وفى الخازن تقول العرب ان فعلت كذا فلست منك ولست منى كل**

واحد منهما برى عن صاحبه۱۲۔ ۳؎ قوله فى لا يظلمون ظاہراً لان حقيقة الظلم محال۱۲۔ ۴؎ قوله هناك درج نہ ہو لم يقل لا يضاعف لان عدم المضاعفة التى هى فضل محض ليس بظلم ولو صورة۱۲۔ ۵؎ قوله فى قيما مستحکم لما فى الروح ثابتاً۱۲۔ ۶؎ قوله فى حنيفا جس میں اشارة الى كونه حالا من المضاف وهو رائى ذوقا۱۲۔ ۷؎ قوله فى نسك سارى عبادت كما فى الروح عن الزجاج فهو تعميم بعد تخصيص۱۲۔ ۸؎ قوله فى لله خالص كذا فى البيضاوى۱۲۔ ۹؎ قوله فى لا شريك استحقاق كذا فى الخازن عاما فى التشريع والتكوين۱۲۔ ۱۰؎ قوله فى خلئف صاحب اختيار كما فى الكبير انهم خلفاء الله فى ارضه يملكونها ويتصرفون فيها۱۲۔ ۱۱؎ قوله فى يبلوكم ظاہراً اى ليعاملكم معاملة المختبر لان حقيقةالابتلاء والامتحان محال على الله تعالىٰ۱۲۔ ۱۲؎ قوله فى اول ف عام طور پر وقوله غير اختيارى افاد بالقيد الاول الاحتراز عن مثل النبوة لان الخطاب لغير الانبياء وبالثانى ان التفاوت فى الامور اختيارية كالمعصية والطاعة ليس بحكمة ولا نعمة باعتبار المفضول بل هو قبيح وموجب للنقمة۱۲۔

اللغات: شيعا جمع شيعة بمعنى المتبعين لان كلا منهم يتبع اماما۱۲۔

النحو: فى الروح دينا بدل من محل الى صراط اى فهدانى صراطا قيما۔ مصدر نعت به۔ملة بتقدير اعنى او عطف بيان لدينا ۱۲۔

البلاغة: قوله انما امرهم هو على ما اخترت من معنى لست منهم ليس للتعليل بل للوعيد۱۲ قوله لا تزر الخ تاكيد لقوله ولا تكسب الخ۱۲۔

وجوه المثاني:

سورة المآئدة

قوله تعالیٰ شنان قوم۔ في الموضعين فيه قراء تان الاولى بسكون النون بعد الشين لابن عامر و شعبة والثانية بفتحها للباقين۔ قوله تعالیٰ ان صدوكم فيه قراء تان الاولى بكسر الهمزة لابن كثير وابي عمرو والثانية بالفتح للباقين قوله تعالیٰ والمحصنٰت فيه ما ذكر في النساء قوله تعالیٰ وارجلكم فيه قراء تان الاولى بنصب اللام لنافع وابن عامر وحفص والكسائي والثانية بالخفض للباقين قوله تعالیٰ او لٰمستم فيه ما مر في النساء قوله تعالیٰ قسية۔ فيه قراء تان الاولى بغير الف بعد القاف وتشديد الياء على وزن فعيلة لحمزة والكسائي والثانية بالف بعد القاف وتخفيف الياء على وزن فاعلة للباقين قوله تعالیٰ رسلنا فيه قراء تان الاولى بسكون السين لابي عمرو والثانية بالضم للباقين قوله تعالیٰ ولا يحزنك۔ فيه قراء تان الاولى بضم الياء وكسر الزاى لنافع من الاحزان والثانية بفتح الياء وضم الزاى للباقين قوله تعالیٰ للسحت فيه قراء تان الاولى بضم الحاء لابن كثير وابي عمرو والكسائي والثانية بالسكون للباقين وهما لغتان قوله تعالیٰ والعين الى الجروح۔ فيها ثلث قراء ات الاولى برفع الخمسة للكسائي والثانية برفع الجروح فقط لابن كثير وابي عمرو وابن عامر والثالثة بالنصب في الجميع للباقين والرفع على ا لابتداء والنصب على العطف على المنصوب وفي ذال الاذن قراء تان الاولى سكونها لنافع والثانية ضمها للباقين وهما لغتان قوله تعالیٰ وليحكم۔ فيه قراء تان الاولى بكسر اللام ونصب الميم لحمزة والثانية بسكون اللام وجزم الميم واللام على الاولى لام كي وهو معطوف على هدى وموعظة اى للهدى والموعظة والحكم وعلى الثانية لام الامر وهو ظاهر قوله تعالیٰ يبغون۔ فيه قراء تان الاولى بتاء الخطاب لابن كثير والثانية بياء الغيبة للباقين قوله تعالیٰ ويقول۔ فيه ثلث قراء ات الاولى بغير واو قبل يقول لنافع وابن كثير وابن عامر والثانية بواو ونصب اللام لابي عمرو عطفا على فيصبحو والثانية بواو ورفع اللام للباقين قوله تعالیٰ وعبد الطاغوت۔ فيه قراء تان الاولى بضم باء عبد وخفض تاء الطاغوت لحمزة والثانية بفتح الباء ونصب التاء للباقين والاول اسم بمعنى عابد منصوب بالعطف على القردة والخنازير والثاني فعل ماض قوله تعالیٰ رسالته۔ فيه قراء تان الاولى بالالف بعد اللام وكسر التاء لنافع وابن عامر وشعبة جمع رسالة والثانية بغير الف ونصب التاء للباقين قوله تعالیٰ ان لا تكون۔ فيه قراء تان الاولى برفع النون لابي عمرو وحمزة والكسائي والثانية بالنصب للباقين وان على الاولى مخففة من الثقيلة واصله انه لا تكون فخفف ان وحذف ضمير الشان وعلى الثانية مصدرية۔ قوله تعالیٰ عقدتم۔ فيه ثلث قراء ات الاولى بالف بعد العين وتخفيف القاف لابن ذكوان من المعاقدة والثانية بغير الف مع تخفيف القاف لشعبة وحمزة والكسائي من العقد والثالثة بغير الف مع تشديد القاف للباقين من التعقيد قوله تعالیٰ فجزاء مثل فيه قراء تان الاولى بالتنوين في فجزاء ورفع لام مثل لعاصم وحمزة والكسائي على ان مثل بدل من جزاء والثانية بغير تنوين وخفض اللام للباقين على كون الجزاء مضافًا اضافة بيانية قوله تعالیٰ او كفارة طعام۔ فيه قراء تان الاولى كفارة بغير تنوين وخفض ميم طعام لنافع وابن عامر على الاضافة البيانية والثانية بالتنوين وارفع الميم للباقين على البدلية قوله تعالیٰ قيما۔ فيه قراء تان الاولى بغير الف بعد الياء لابن عامر مصدر كشبع والثانية بالف للباقين قوله تعالیٰ حين ينزل۔ فيه قراء تان الاولى من الانزال لابن كثير وابي عمرو والثانية من التنزيل للباقين قوله تعالیٰ استحق۔ فيه قراء تان الاولى بفتح التاء والحاء لحفص مبنية للفاعل والثانية بضم التاء وكسر الحاء للباقين مبنيا للمفعول قوله تعالیٰ الاولين۔ فيه قراء تان الاولى بتشديد الواو وكسر اللام وسكون الياء وفتح النون على الجمع لحمزة وشعبة والثانية بسكون الو او و فتح اللام والياء والف بعد الياء و كسر النون على التثنية للباقين قوله تعالیٰ علام الغيوب ۔ فيه قراء تان الاولى بكسر الغين لشعبة و حمزة والثانية بالضم للباقي۔ قوله تعالیٰ الاسم فيه قراء تان الاولى بفتح السين والف بعدها و كسر الحاء اسم فاعل لحمزة والكسائي والثانية بكسر السين و سكون الحاء ولا الف بعدها للباقين قوله تعالیٰ هل يستطيع ربك۔ فيه قراء تان الاولى بالتاء على الخطاب وفتح الباء ربك

للکسائی و التقدیر هل تستطیع ان تسال ربك و الثانية بالياء وضم الباء قوله تعالٰی ینزل۔ فيه قراء تان الاولی من التنزيل لنافع و ابن عامر و عاصم والثانية من الانزال للباقين قوله تعالٰی یوم ینفع فيه قراء تان الاولی فتح الميم لنافع والتقدير هذ الذی مر واقع يوم ينفع والثانية رفع الميم للباقين علی انه خبر اليوم۔ تمت سورة المائدة للثانی من جمادی الاخرٰی ۱۳۲۶ھ یوم الخمیس۔

سورة الأنعام

قوله تعالٰی من یصرف۔ فيه قراء تان الاولی بفتح الياء وكسر الراء مبنيا للفاعل لابی بكر وحمزة والكسائی والثانية بضم الياء وفتح الراء مبنيا للمفعول للباقين۔ قوله تعالٰی ثم لم تكن فيه قراء تان الاولی بالياء علی التذكير لحمزة والكسائی والثانية بالتاء علی التانيث للباقی قوله تعالٰی فتنتهم۔ فيه قراء تان الاولی برفع التاء لابن كثير وابن عامر وحفص والثانية بالنصب للباقين۔ قوله تعالٰی والله ربنا ۔ فيه قراء تان الاولی بنصب الباء علی النداء لحمزة والكسائی والثانية بجرها علی الصفة للباقين۔ قوله تعالٰی ولا نكذب۔ فيه قراء تان الاولی بنصب البائ لحمزة والثانية بالرفع للباقين۔ والنصب باضماران علی جواب التمنی والمعنی ان رددنا لم نكذب والرفع بالابتداء او العطف علی نرد قوله تعالٰی ونكون۔ فيه قراء تان الاولی بنصب النون لابن عامر وحفص وحمزة والثانية برفعها للباقين والتوجيه التوجيه قوله تعالٰی ولدار الأخرة۔ فيه قراء تان الاولی بتخفيف الدال وجر التاء من الأخرة علی الاضافة لابن عامر والثانية بتشديد الدال ورفع التاء علی الصفة للباقين قوله تعالٰی افلا تعقلون۔ فيه قراء تان الاولی بالتاء علی الخطاب لنافع وابن عامر وحفص والثانية بالياء علی الغيبة للباقين۔ قوله تعالٰی ليحزنك۔ فيه قراء تان الاولی بضم الياء وكسر الزای لنافع والثانية بفتح الياء وضم الزای للباقين قوله تعالٰی لا يكذبونك۔ فيه قراء تان الاولی بسكون الكاف وتخفيف الذال من الكذب لنافع والكسائی والثانية بفتح الكاف وتشديد الذال من التكذيب للباقين۔ قوله تعالٰی علی ان ينزل اٰية۔ فيه قراء تان الاولی من الإفعال لابن كثير والثانية من التفعيل للباقين قوله تعالٰی فتحنا۔ فيه قراء تان الاولی بتشديد التاء لابن عامر والثانية بالتخفيف للباقين قوله تعالٰی بالغدوة۔ فيه قراء تان الاولی بضم الغين وسكون الدال وبوا ومفتوحة لابن عامر والثانية بفتح الغين والدال والف بعد الدال للباقين قوله تعالٰی انه من عمل۔ فيه قراء تان الاولی بفتح الهمزة لنافع وابن عامر وعاصم والثانية بالكسر للباقين والفتح علی انه بدل من الرحمة والكسر علی الاستيناف قوله تعالٰی فانه غفور رحيم۔ فيه قراء تان الاولی بفتح الهمزة لابن عامر و عاصم والثانية بالكسر للباقين والنصب علی معنی فشانه انه الخ قوله تعالٰی ولتستبين۔ فيه قراء تان الاولی بالياء بعد اللام علی التذكير لابی بكر وشعبة وحمزة والكسائی والثانية بالتاء علی التانيث للباقين قوله تعالٰی سبيل المجرمين۔ فيه قراء تان الاولی بنصب اللام لنافع والثانية بالرفع للباقين والنصب علی انه مفعول للفعل المتعدی والرفع علی انه فاعل لفعل اللازم قوله تعالٰی يقص الحق۔ فيه قراء تان الاولی بضم القاف وصاد مهملة مشددة مع الرفع لنافع وابن كثير وعاصم من قص الخبر والثانية بسكون القاف وضاد معجمة مخففة مع الكسر للباقين من القضاء وحذفت الياء فی الخط تبعا لحذفها فی اللفظ لا لتقاء الساكنين۔ قوله تعالٰی وخفية۔ فيه قراء تان الاولی بكسر الخاء لشعبة والثانية بالضم للباقين وهما لغتان كالا سوة والاسوة قوله تعالٰی لئن انجيتنا۔ فيه قراء تان الاولی بحذف التاء والف بعد الجيم بدل الجيم علی الغيبة لعاصم وحمزة والكسائی والثانية بالتاء بعد الياء علی الخطاب للباقين قوله تعالٰی قل الله ينجيكم۔ فيه قراء تان الاولی بفتح النون وتشديد الجيم لهشام وعاصم وحمزة والكسائی والثانية بسكون النون وتخفيف الجيم للباقين والاول من التفعيل والثانی من الافعال قوله تعالٰی ينسينك۔ فيه قراء تان الاولی بفتح النون وتشديد السين لابن عامر والثانية بسكون النون وتخفيف السين للباقين والاول من التفعيل والثانی من الافعال۔ قوله تعالٰی استهوته۔ فيه قراء تان الاولی بالف بعد الواو علی التذكير لحمزة والثانية بالتاء علی التانيث للباقين۔ قوله تعالٰی وجهی للذی۔ فيه قراء تان الاولی بفتح الياء لنافع وابن عامر وحفص والثانية بالسكون للباقين قوله تعالٰی اتحاجونی۔ فيه قراء تان الاولی بتخفيف النون لنافع وابن عامر بخلاف عن هشام والثانية بالتشديد للباقين وفی الاول حذف احدی النونين وفی الثانی ادغامها فی الاخرٰی قوله تعالٰی ما لم ينزل به عليكم سلطانا۔ فيه قراء تان الاولی بسكون النون

وتخفيف الزاى لابن كثير وابى عمرو والثانية بفتح النون وتشديد الزاى قوله تعالٰى درجات من نشاء۔ فيه قراء تان الاولى بتنوين التاء لعاصم وحمزة والكسائى والثانية بغير تنوين للباقين قوله تعالٰى وزكريا۔ فيه قراء تان الاولى بغير همزة لحفص وحمزة والكسائى والثانية بالهمزة للباقين قوله تعالٰى واليسع۔ فيه قراء تان الاولى بتشديد اللام وسكون الياء لحمزة والكسائى والثانية بسكون اللام وفتح الياء وهو على الاول اعجمى دخل عليه اللام وعلى الثانى ايضا اعجمى۔ قوله تعالٰى يجعلونه قراطيس يبدونها ويخفون كثيرا۔ فيها قراء تانٰ الاولى بالياء فى الثلثة على الغيبة لابن كثير وابى عمرو والثانية بالتاء على الخطاب للباقين۔ قوله تعالٰى ولينذر۔ فيه قراء تان الاولى بالياء على الغيبة لشعبة والضمير للكتاب والثانية بالتاء على الخطاب للباقين قوله تعالٰى بينكم۔ فيه قراء تان الاولى بفتح النون لنافع وحفص والكسائى والثانية بالرفع للباقين وهو على الاول ظرف والفاعل الامر او الوصل وعلى الثانى مصدر بمعنى الوصل والجمع مجازاً او ظرف اسند اليه الفعل على سبيل الاتساع قوله تعالٰى من الميت ومخرج الميت۔ فيه قراء تان الاولى بتشديد الياء لنافع وحفص والكسائى والثانية بالتخفيف للباقين قوله تعالٰى وجاعل۔ فيه قراء تان الاولى بفتح العين واللام ولا الف قبل العين على صيغة الماضى لعاصم وحمزة والكسائى والثانية بكسر العين ورفع اللام والف قبل العين على صيغة اسم الفاعل للباقين قوله تعالٰى الليل۔ فيه قراء تان من قراء ما قبله بالمضى نصب الليل ومن قراء ه باسم الفاعل جره قوله تعالٰى فمستقر۔ فيه قراء تان الاولى بكسر القاف لابن كثير وابى عمرو على انه اسم فاعل والثانية بالفتح للباقين على انه مصدر او اسم مكان قوله تعالٰى الى ثمرة۔ فيه قراء تان الاولى بضم الثاء والميم لحمزة والكسائى على انه جمع ثمره والثانية بالفتح فيهما۔ قوله تعالٰى وخرقوا۔ فيه قراء تان الاولى بتشديد الراء لنافع والثانية بالتخفيف للباقين قوله تعالٰى درست۔ فيه ثلث قراء ات الاولى بالف بين الدال والراء لابن كثير وابى عمرو والثانية بغير الف لنافع وعاصم وحمزة والكسائى والكل بسكون السين وفتح التاء والثالثة بغير الف وبفتح السين وسكون التاء على الغيبة لابن عامر والضمير للأيات والمعنى محيت هذه الأيات وعفت وهو كقولهم اساطير الاولين۔ قوله تعالٰى انها اذا جاء ت۔ فيه قراء تان الاولى بكسر الهمزة من انها لابن كثير وابى عمرو وشعبة بخلاف عنه والثانية بالفتح للباقين قوله تعالٰى لا يؤمنون۔ فيه قراء تان الاولى بالتاء على الخطاب لابن عامر وحمزة والثانية بالياء على الغيبة للباقين قوله تعالٰى قبلا۔ فيه قراء تان الاولى بكسر القاف وفتح الباء لنافع وابن عامر والثانية بضم القاف والباء للباقين وهما مصدران بمعنى مقابلة ومواجهة قوله تعالٰى منزل من ربك۔ فيه قراء تان الاولى بفتح النون وتشديد الزاى لابن عامر وحفص والثانية بسكونِ النون وتخفيف الزاى قوله تعالٰى كلمٰت ربك۔ فيه قراء تان الاولى بغير الف بين الميم والتاء لعاصم وحمزة والكسائى والثانية بالالف للباقين قوله تعالٰى فصل۔ فيه قراء تان الاولى بضم الفاء وكسر الصاد لابن كثير وابى عمرو وابن عامر والثانية بفتحهما للباقين قوله تعالٰى حرم عليكم۔ فيه قراء تان الاولى بفتح الحاء والراء لنافع وحفص والثانية بضم الحاء وكسر الراء للباقين قوله تعالٰى ليضلون۔ فيه قراء تان الاولى بضم الياء لعاصم وحمزة والكسائى والثانية بالفتح للباقين قوله تعالٰى او من كان ميتا۔ فيه قراء تان الاولى بتشديد الياء لنافع والثانية بالتخفيف للباقين قوله تعالٰى رسالته۔ فيه قراء تان الاولى بنصب التاء وضم الهاء ولا الف قبل التاء على التوحيد لابن كثير وحفص والثانية بكسر التاء والهاء والف قبل التاء على الجمع للباقين قوله تعالٰى ضيقا۔ فيه قراء تان الاولى بسكون الياء لابن كثير والثانية بالتشديد مع الكسر للباقين قوله تعالٰى حرجا۔ فيه قراء تان الاولى بكسر الراء على انه صفة لنافع وابى بكر والثانية بالفتح على انه مصدر وصف به مبالغة للباقين قوله تعالٰى يصعد۔ فيه ثلث قراء ات الاولى بسكون الصاد وتخفيف العين من غير الف بعد الصاد لابن كثير والثانية بتشديد الصاد وتخفيف العين من غير الف بعد الصاد لابن كثير والثالثة بتشديد الصاد والعين ولا الف بعد الصاد للباقين قوله تعالٰى ويوم يحشرهم۔ فيه قراء تان الاولى بالياء لحفص والثانية بالنون للباقين قوله تعالٰى عما تعملون فيه قراء تان الاولى بالتاء على الخطاب لابن عامر والثانية بالياء على الغيبة للباقين قوله تعالٰى مكانتكم۔ فيه قراء تان الاولى بالف بعد النون لشعبة والثانية بغير الف للباقين قوله تعالٰى من تكون له۔ فيه قراء تان الاولى بالياء على التذكير لحمزة والكسائى والثانية بالتاء على التانيث للباقين قوله تعالٰى بزعمهم فى الموضعين۔ فيه قراء تان الاولى بضم الزاى للكسائى والثانية بالفتح للباقين قوله تعالٰى زين الى قتل اولادهم شركاء هم۔ فيه قراء تان الاولى بضم الزاى وكسر الياء ورفع لام قتل ونصب دال اولادهم و شركائهم بالياء مجرورة الهمزة لابن عامر والثانية بفتح الزاى والياء ونصب لام قتل و كسر دال اولادهم و شركائهم بالواو مرفوعة الهمزة وتوجيه الاول ان الشركاء اضيف اليه القتل مفصولا بينهما بمفعوله ووجه الثانى ظاهر۔ قوله تعالٰى

وان یکن۔ فیه قراء تان الاولی بالتانیث لابن عامر وشعبة والثانیة بالتذکیر للباقین قوله تعالٰی میتة۔ فیه قراء تان الاولی بالرفع لابن کثیر وابن عامر والثانیة بالنصب للباقین قوله تعالٰی قتلوا اولادهم۔ فیه قراء تان الاولی بتشدید التاء لابن کثیر وابن عامر والثانیة بالتخفیف للباقین۔ قوله تعالٰی اکله۔ فیه قراء تان الاولی بسکون الکاف لنافع وابن کثیر والثانیة بالضم للباقین قوله تعالٰی من ثمرة۔ فیه قراء تان الاولی بضم الثاء والمیم لحمزة والکسائی والثانیة بفتحهما للباقین قوله تعالٰی حصاده۔ فیه قراء تان الاولی بفتح الحاء لابی عمرو وابن عامر وعاصم والثانیة بالکسر للباقین قوله تعالٰی خطوات۔ فیه قراء تان الاولی بضم الطاء لقنبل وابن عامر وحفص والکسائی والثانیة بالسکون للباقین۔ قوله تعالٰی ومن المعز۔ فیه قراء تان الاولی بفتح العین لابن کثیر وابی عمرو وابن عامر والثانیة بالسکون للباقین وهو بالفتح جمع ما عز کصحب وصاحب۔ قوله تعالٰی الا ان یکون میتة فی اللفظین۔ قراء تان تکون بالتانیث لابن کثیر وابن عامر وحمزة و بالتذکیر للباقین ومیتة بالرفع لابن عامر وبالنصب للباقین قوله تعالٰی تذکرون۔ فیه قراء تان الاولی بتخفیف الذال لحفص وحمزة والکسائی والثانیة بالتشدید للباقین قوله تعالٰی وان هذا فیه ثلث قراء ات الاولی بفتح الهمزة و تخفیف النون لابن عامر والثانیة بالکسر والتشدید لحمزة والکسائی والثالثة بالفتح والتشدید للباقین قوله تعالٰی ان تاتیهم الملئکة۔ فیه قراء تان الاولی بالیاء علی التذکیر لحمزة والکسائی والثانیة بالتاء علی التانیث للباقین۔ قوله تعالٰی فرقوا۔ فیه قراء تان الاولٰی بتخفیف الراء والف قبلها لحمزة والکسائی والثانیة بتشدیدها ولا الف قبلها للباقین قوله تعالٰی قیما فیه قراء تان الاولی بفتح القاف وکسر الیاء مشددة لنافع وابن کثیر وابی عمرو والثانیة بکسر القاف وفتح الیاء مخففة للباقین۔